تفسیر نعیمی

مفتی اقتدار احمد خان نعیمی

ناشر: نعیمی کتب خانہ گجرات
مفتی احمد یار خان روڈ، گجرات۔ پاکستان۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پنجتن پاک

محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

○ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ○ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ○ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ○ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

○ حضرت جبرائیل علیہ السلام ○ حضرت میکائیل علیہ السلام ○ حضرت اسرافیل علیہ السلام ○ حضرت عزرائیل علیہ السلام

محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

○ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ○ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ○ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ○ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

[illegible] صاحبزادہ مفتی اقتدار احمد خان

اَشرفُ التَّفاسِیر

تفسیرِ نعیمی

پارہ ۱۸

مُفسّر

صاحبزادہ مُفتی اقتدار احمد خان نعیمی

خلفُ الرّشید

شیخ التفسیر حکیم الاُمت مُفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

نعیمی کُتب خانہ

مُفتی احمد یار خان روڈ ○ چوک پاکستان، گجرات،

کتاب	تفسیر نعیمی پارہ اٹھارہ
مصنف	صاحبزادہ مفتی اقتدار احمد خان بدایونی
ناشر	نعیمی کتب خانہ مفتی احمد یار خان روڈ، گجرات
تعداد	گیارہ سو
سال اشاعت	2006ء
ہدیہ	

تقسیم کار

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا گنج بخش روڈ، لاہور۔فون:۔7221953

فیکس:۔7238010

فہرست مضامین تفسیر نعیمی جلد اٹھارہ

اس تفسیر کا تاریخی نام ہے

اشرف التفاسیر

اس تفسیر کی ۱۳۶۳ھ بمطابق ۱۹۴۵ء میں ابتدا ہوئی تھی

اس سیپارے میں

۱۔سورۃ المومنون مکیہ مکمل چھ رکوع نزول نمبر ۷۴ کل آیات ۱۱۸۔
۲۔سورۃ النور مدنیہ مکمل نو رکوع نزول نمبر ۱۰۲ کل آیات ۶۴
۳۔سورۃ الفرقان مکیہ نامکمل دو رکوع کل چھ رکوع نزول نمبر ۴۲ کل آیات ۷۷

اس پارے کی ابتداء ۱۹۹۹۔۱۱۔۷ بروز اتوار ۲۸ ربیع الاول ۱۴۲۰ھ
تفسیر نحوی مکمل ہوئی۔ ۱۶ محرم ۱۴۲۱ھ بمطابق ۲۰۰۰۔۴۔۲۱ء بروز جمعہ
۲۱ ستمبر ۱۹۹۹ء کو آنکھیں بند تو کام بند۔ پھر شروع ہوا ۲۴ جنوری ۲۰۰۰ء
چار ماہ بعد غرض کہ یہاں تک کام ہوا پانچ ماہ میں

صاحبزادہ مفتی اقتدار احمد خان بدایونی
نعیمی کتب خانہ گجرات
مفتی احمد یار خان روڈ، گجرات

العطایا الاحمدیہ

فی

فتاوٰی نعیمیہ 5 جلد

مصنف: شیخ التفسیر صاحبزادہ مفتی اقتدار احمد خان نعیمی
خلف الرشید حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی

جس میں عصر حاضر کے بہت سے اہم مسائل جن میں خرید، فروخت، تجارت، سود، دارالحرب، دارالاسلام، نکاح، طلاق، ناسخ منسوخ، قانون شہادت و دیگر عقائد کے بے شمار مسائل شامل ہیں۔ انتہائی مفصل اور مدلل جواب دیا گیا ہے جس کو پڑھنے کو بعد تشنگی باقی نہیں رہتی اس کے ساتھ ساتھ مسلک حنفی کی مضبوطی اور خوبی کو بھی بہت اچھے انداز میں واضح کیا گیا ہے۔

عوام الناس کے علاوہ فقہ کے طالب علموں کے لئے نہایت ہی مفید کتاب

تصنیفات

صاحبزادہ مفتی اقتدار احمد خان نعیمی قادری بدایونی
خلف الرشید حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی قادری بدایونی

تفسیر نعیمی پارہ ۱۲ تا ۱۹	تفسیر القرآن
العطایا الاحمدیہ فی فتاوٰی نعیمیہ	فقہ حنفی کا مدلل ترین فتاوٰی (۵ جلد)
خطبات نعیمیہ	جمعہ و عیدین و دیگر خطبات مع ضروری مسائل
نظریات اقبال	علامہ اقبال پر تنقید اور انکی فکری غلطیوں کی نشاندہی
درود تاج پر اعتراضات و جوابات	درود تاج پر نجدیوں کے اعتراضات کا مسکت جواب
راہ جنت بجواب راہ سنت	سرفراز خاں گکھڑوی کی کتاب "راہ سنت" منہ توڑ جواب
از بلا (اردو، انگریزی)	ردّ عیسائیت میں لاجواب کتاب (بطرز ناول)
المصادر العربیہ	۴۰۰۰ عربی مصادر کا خزانہ مع مشتقات و نحوی اصولوں کی وضاحت
تنقیدات علی مطبوعات	مشہور اور مستند کتابوں میں چند ایسی غلطیوں کی نشاندہی کی گئی ہے جو کتابت کی غلطیوں، تصحیح کنندگان کی چشم پوشی، بعد کی ملاوٹ یا بعض جگہ خود مؤلف غلط فہمی کی وجہ سے انتہائی شدید قسم کی غلطیاں ہوگئیں ہیں جن کی وجہ سے عوام الناس سخت غلط فہمی یا گمراہی پھیلنے کا خدشہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُورَۃُ الْمُؤْمِنُوْنَ کا مختصر تعارف

قرآن مجید کی سورتوں کے تعارف اور پہچان میں نو چیزوں کو ذہن نشین رکھنا ضروری ہے۔ ا۔ اس سورت کا نام کیا ہے اور یہ نام کیوں رکھا گیا۔ ۲۔ یہ سورت کیوں نازل کی گئی۔ ۳۔ کب نازل کی گئی۔ ۴۔ اس نے کیا مضمون دیا۔ ۵۔ کس طرح نازل کی گئی ایک دم ساری یا تھوڑی تھوڑی آیات وقفے وقفے سے۔ ۶۔ اس سورۃ کا پچھلی سورتوں کے ساتھ کیا تعلق ہے۔ ۷۔ اس سورت کا نمبر تلاوت کیا ہے۔ ۸۔ اس سورۃ کا نمبر نزول کیا ہے۔ ۹۔ اس سورت سے تا قیامت مسلمانوں کو کیا سکھایا گیا۔ لہٰذا مختصر الفاظ میں تعارف یہ ہے کہ اس اٹھارھویں سیپارے میں تین سورتیں ہیں پہلی سورت کا نام المومنون ہے دو وجہ سے رکھا گیا۔ پہلی وجہ یہ کہ اس کی پہلی عبارت قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ہے۔ دوسری وجہ یہ کہ اس سورۃ کے تمام مضمون میں مومن بننے' مومن رہنے' مومن کے اعمال اس کی شان اور اخروی انجام کا ذکر ہے۔ غیر مومن کے اخروی دنیوی نقصان کا بیان ہے۔ ۲۔ یہ سورت توحید' رسالت' اور قیامت پر سچا پکا ایمان لانے کا طریقہ سکھا رہی ہے۔ ۳۔ یہ مکی ہے۔ سب ہجر سے پہلے نازل ہوئی اس میں چھ رکوع۔ ایک سو اٹھارہ آیتیں۔ ایک ہزار آٹھ سو چالیس کلمات۔ چار ہزار آٹھ سو دو حروف ہیں۔ ۴۔ اس سورۃ پاک نے مسلمانوں کو سات باتیں سکھائی ہیں۔ ا۔ اخلاق حسنہ یعنی اچھی عادتیں۔ ۲۔ نورانی اعمال۔ ۳۔ مبارک جذبات۔ ۴۔ مضبوط ۵۔ مکمل عبادات۔ ۶۔ دنیا میں اطاعت واتباع اور آخرت میں فلاح وانعام کا ابدی تخت وتاج۔ کفر و کفار کی تردید ومردودیت۔ ۷۔ اسلام کے تین بنیادی عقیدے۔ توحید' رسالت' قیامت پر تعلیم نبوی کا ایمان۔ کفار ان ہی تین چیزوں کے منکر ہوتے ہیں۔ توحید کے اس لئے منکر کہ اتنے بڑے جہان کو ایک اللہ نہیں چلا سکتا۔ قیامت کے اس لئے منکر کے دوبارہ نہ کوئی پیدا کر سکتا ہے نہ کوئی پیدا ہو سکتا ہے۔ رسالت کے اس لئے منکر کہ ان ہی دو چیزوں پر ایمان لانے کی دعوت وتبلیغ فرماتے ہیں۔ اس سورت میں ان تینوں عقیدوں کے دلائل وفوائد بیان فرمائے گئے۔ بعض کفار اپنے ایمان لانے کی چند شرطیں پیش کرتے تھے کہ کبھی کہتے کہ ہماری سرداری کی خاطر آیات میں کچھ تبدیلی کر دیجئے۔ تا کہ امیر غریب کا فرق ظاہر ہو۔ کبھی کہتے فلاں فلاں معجزہ دکھاؤ جو ہماری مرضی اور خصوصی دنیوی بھلائی کا ہو کبھی کہتے کہ ہماری محفل امیرانہ شان سے علیحدہ قائم کرو۔ کبھی کہتے کہ جب ہم آئیں تو غریب مسلمانوں کو اٹھا دیا کرو۔ وغیرہ وغیرہ۔ ان کے ان تمام مطالبوں کی سختی اور جھڑک سے اس سورۃ میں تردید فرمائی گئی اور فرمایا گیا کہ یہ غربا مومنین تم سے ہزاروں درجہ بڑھ کر اللہ کے پیارے ہیں۔ ۵۔ یہ سورت تھوڑی تھوڑی ہو کر وقفے وقفے سے نازل ہوئی۔ جس کی تفصیل آئندہ ہر آیت کے شان نزول اور نزول میں بیان کی جائے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔ ۶۔ ہر سورت بلکہ ہر آیت کا آپس میں ربط اور تعلق ہوتا ہے یہ بھی تعلقات کے ضمن میں بتایا جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ ۷۔ اس سورۃ کا تلاوت نمبر تئیس ۲۳ ہے۔ یہی نمبر اولی قدیمی اور مکتوبی ہوتا ہے۔ اس نمبر سے مضامین کے سیاق وسباق کے رابطے اور تعلق کا پتہ چلتا ہے۔ ۸۔ اس سورۃ کا نمبر نزول چوہتر ۷۴ ہے۔ ہر سورۃ کے یہ

دونوں نمبر ہوتے ہیں نمبر نزول سے دو چیزیں بتائی جاتی ہیں۔ ا۔ یہ کب کہاں اور کیوں نازل ہوئی۔ ۲۔ اس سورۃ میں کتنے اور کیا کیا مضامین ہیں۔ اس سورۃ المومنون میں چھ مضامین ہیں جو انشاء اللہ تعالیٰ اس کے چھ رکوعوں کی مختصر تفسیر میں بیان کیے جائیں گے۔ ۹۔ اس سورۃ پاک میں ایمان والوں کو ایک سو اٹھارہ ۱۱۸ مسائل و معارف اسرار و رموز بتائے گئے۔ جن کی تفصیل فوائد اور احکام میں بیان کی جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

سُوْرَۃُ الْمُوْمِنُوْنَ کے چھ رکوعوں کی مختصر تفسیر

اصطلاح فقہاء میں آیات واحادیث کو نص کہا جاتا ہے۔ علم اصول فقہ کے مطابق نص کی چار قسمیں ہوتی ہیں۔ ا۔ عبارۃ النص۔ ۲۔ دلالۃ النص۔ ۳۔ اقتضاء النص۔ ۴۔ اشارۃ النص۔ جو مسائل عبارۃ النص سے بیان فرمائے جائیں ان کو احکام ظاہری کہا جاتا ہے اور جو مسائل دلالۃ النص وغیرہ میں نصوص ثلاثہ سے نکالے اور معلوم کیے جائیں ان کو احکام استنباطی کہا جاتا ہے۔ سورۃ المومنون میں احکام ظاہری تقریباً پندرہ ارشاد ہوئے ہیں جن کی وضاحت اس مختصر تفسیر میں ہر رکوع کی جس آیت میں جو حکم شرعی ظاہراً ارشاد ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ کی جائے گی۔

پہلے رکوع میں

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ مومن ہی کامیاب ہیں اور مومن کی سات نشانیاں۔ **پہلی نشانی** نمازوں کو خشوع وخضوع پابندی وقت سے ادا کرنے والے۔ **دوسری نشانی** مومن کی دوسری نشانی یہ ہے کہ لغویات سے اعراض اور نفرت کرنے والے **تیسری نشانی** یہ کہ خوش دلی اور شرعی طریقے سے فرض زکوٰۃ ادا کرنے والے۔ **چوتھی نشانی** اپنی شرمگاہوں کو حرام کام سے محفوظ رکھنے والے۔ دنیا میں پانچ طریقے سے عورت مرد اپنی شرمگاہ استعمال کرتے ہیں۔ ا۔ زنا سے۔ ۲۔ متعہ سے۔ ۳۔ لواطت سے۔ ۴۔ دینی بیوی خاوند کی وطی سے۔ ۵۔ آقا لونڈی کی وطی سے۔ اسلام نے پہلے تین طریقے حرام کر دیئے۔ زنا۔ متعہ۔ لواطت۔ اور دو جائز رکھے۔ ا۔ نکاح کی وطی۔ ۲۔ آقا بن کر لونڈی سے وطی یہ تا قیامت جائز ہے۔ یہاں آیت نمبر ۶ و ۷ میں یہی مسئلہ بیان ہو رہا ہے۔ مگر حالاتِ زمانہ کے اعتبار سے اب غلامیت ختم ہو چکی ہے لہٰذا اب صرف نکاح کا ہی حلال طریقہ باقی رہ گیا ہے۔ فرمایا جا رہا ہے کہ جو عورت و مرد بذریعہ نکاح شرعی خاوند بن کر اپنی اپنی شرمگاہ استعمال کرے اس پر دنیا و آخرت میں کوئی لعنت و ملامت نہیں۔ اور جو بغیر نکاح متعہ یا لواطت یا زنا سے اپنی اپنی شرمگاہ استعمال کرے وہ دنیا میں اسلام کا باغی ہے اور آخرت میں حد شرعی سے بڑھنے والوں میں۔ لہٰذا اس پر دنیا میں ملامت اور آخرت میں لعنت ہے۔ مومن کی **پانچویں نشانی** امانتوں کو ادا کرنے والے ہیں لہٰذا خائن شخص پکا مومن نہیں ہو سکتا۔ **چھٹی نشانی** مومن متقی وہ ہیں جو آپس کے وعدے اور اللہ تعالیٰ کی قسمیں، منتیں نہایت احتیاط و رعایت کے ساتھ پوری کرنے والے۔ عہد تینوں چیزوں کو شامل ہے وعدہ، قسم، منت **ساتویں نشانی**: ہر نماز کے تمام حقوق کی مکمل حفاظت کرنے والے۔ جن مومن مسلمانوں میں یہ سات نشانیاں مرنے تک ہوں گی۔ ان کا اخروی انعام یہ کہ دائمی وارث و مالک ہوں۔ جنت الفردوس کے۔ آگے ارشاد ہے کہ تمام کائنات کا خالق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے اسی ذات جل وعلیٰ

نے انسان کو نو مرحلوں میں پیدا فرما کر دنیا میں بھیجا۔ ا۔ گوندھی مٹی سے۔ ۲۔ غذا۔ ۳۔ غذا سے نطفہ۔ ۴۔ نطفہ رحم مادر میں رکھا گیا۔ ۵۔ وہاں نطفے کو ہم نے جمے خون کا لوتھڑا بنا دیا۔ ۶۔ پھر لوتھڑے کو ہم نے گوشت کا علقہ (ٹکڑا) بنا دیا۔ ۷۔ پھر ہم نے علقہ میں ہڈیاں پیدا کر دیں۔ ۸۔ پس ان ہڈیوں کو ہم نے گوشت اور خوبصورت مضبوط کھال کا لباس پہنا دیا۔ ۹۔ پھر ہم نے جان ڈال کر اس کو ایک عظیم الشان مخلوق بنا دیا۔ مگر یہ عظمت و شرافت لیاقت ہمیشہ نہیں۔ اسکے بعد بے شک یقیناً تم سب پھر مرنے والے ہو مگر مر کر بھی تم ہم سے بھاگ نہیں سکتے۔ قیامت کے دن پھر اسی شکل جسم و روح اور حلیے میں اٹھا کھڑے کر دیئے جاؤ گے۔ آگے ارشاد ہے اے انسانو تمہاری حفاظت غذائیت صحت کے لیے ہم نے پیدا کیے تمہارے اوپر سات اوپر تلے آسمانوں میں سات راستے سات سیاروں کے لیے۔ ان تمام فلکیات و ارضیات میں دور دور تک مخلوق پھیلی ہوئی ہے مگر ہم اپنی کسی مخلوق سے غافل نہیں ہیں۔ اور ہم نے ہی آسمان کی طرف سے اندازوں سے پانی نازل فرمایا تو ہم نے ہی اس پانی کو زمین میں بہت جگہ ٹھہرایا بہت طریقوں سے۔ اور ہم اس پر بھی قادر ہیں کہ زمین کا سارا پانی واپس لے جائیں۔ پھر ہم نے تمہارے ہی لیے اے انسانو اس پانی کے ذریعے کھجوروں اور انگوروں کے باغات اگائے۔ ان چیزوں میں تمہارے لیے لذت وصحت کی میوائیت ہے۔ اور ان ہی پھلوں میں سے تم غذائیں بھی کھاتے ہو۔ اے انسانو اسی پانی کے ذریعے ایک ایسی قسم کا درخت بھی اگایا جو اولاً طور سینا سے نکلا۔ وہ جہاں بھی اگتا ہے تیل اور سالن کے ساتھ بھرا ہوتا ہے کھانے والوں کے لیے۔ اور کیا تم جانوروں کی نعمت میں غور نہیں کرتے بیشک اس میں بھی تمہارے لیے عبرت ہے کہ ہم تم کو ان کے پیٹوں سے نکلا دودھ پلاتے ہیں۔ اور تمہارے لیے ان جانوروں میں بیشمار دنیوی مال و دولت صحت وعزت عیش و آرام کے نفعے ہیں۔ اور ان ہی میں سے تم کچھ کھاتے بھی ہو۔ اور خشکی میں ان جانوروں پر۔ دریا میں کشتیوں بحری جہازوں پر تم سوار کیے جاتے ہو۔ پہلا رکوع مکمل ہوا۔ اس رکوع میں چھ مسئلے اور سات انعامات کا ذکر ہوا ہے۔ ا۔ اللہ تعالیٰ ہی خالق کائنات ہے۔ ۲۔ دوسرا مسئلہ متعہ حرام ہے۔ ۳۔ لواطت حرام ہے۔ ۴۔ زکوٰۃ کو فرض سمجھ کر ادا کرو۔ ۵۔ نمازوں کے حقوق کو حفاظت سے ادا کرو۔ ۶۔ ہر عہد پورا کرو۔ انعامات ربانی۔ ا۔ آخرت میں ابدی جنت۔ ۲۔ دنیا میں انسان کی پیدائش' عزت' عظمت' شرافت۔ ۳۔ آسمانوں کے فائدے۔ ۴۔ بارش کے فائدے۔ ۵۔ باغات شجرات۔ ۶۔ جانور۔ ۷۔ کشتیاں جہاز۔

دوسرے رکوع میں

آٹھ باتیں بیان فرمائی گئیں۔ ا۔ پہلے رکوع کی آخری اور اس رکوع کی پہلی آیت کے رابطے وتعلق کا اس طرح اشارہ ملتا ہے کہ اے لوگو جانوروں کی پیٹھوں پر اور کشتیوں کی سیٹوں پر بیٹھ کر غرور تکبر کفر کی عیاشی فحاشی کرنے کمانے والو۔ کیا تم اس کشتی والے رسول معظم کو جانتے ہو جس کی کشتی کے ذریعے تمہارے ان جانوروں کو اور جن کی اولاد کے ذریعے تمہاری ان نسلوں' اصلوں کو ہم نے بچایا تھا۔ اور البتہ بیشک ہم نے ہی اس نبی رسول نوح کو بھیجا ان کی قوم کی طرف۔ ۲۔ انہوں نے تقریباً ساڑھے نو سو سال اپنی کافر قوم کو توحید و رسالت کی تبلیغ اور متقی مومن بننے کی تلقین فرمائی تھی لیکن کافر قوم کے سرداروں امیروں دولتمندوں نے ہمیشہ ان کی رسالت و نبوت کا یہ کہتے ہوئے انکار ہی کیا اے قوم قبیلے علاقے والو! اس کی تبلیغ و تلقین مت مانو یہ تو تم جیسا ایک عام معمولی غریب مزدور بشر ہی ہے بلکہ تو ہم سے بھی گھٹیا ہے کہ اس کے پاس سرداری ہے نہ دولت نہ شان و

شوکت کی سبزہ زاری ہے۔ اور نبوت و رسالت کی آڑ میں تم پر فضیلت و بڑائی و بزرگی حاصل کرنا چاہتا ہے۔ کیا اللہ کے پاس اس سے بہتر نہ تھا۔ کہ اس معمولی بشر کو بھی رسول بنا دیا۔ اللہ کو اگر ہمارے جیسے بڑوں کے پاس نبی بھیجنا تھا تو فرشتوں کو بھیجتا۔ نیز یہ جو توحید و رسالت کی تبلیغ کرتا ہے ہم نے اپنے پہلے باپ دادوں سے نہیں سنی۔ یقیناً اس شخص کو جنون ہو گیا ہے۔ لہٰذا اے عوام الناس اس کی تبلیغ و تلقین ماننے میں جلدی نہ کرنا۔ کچھ دن انتظار کرو۔ بہت جلدی یہ اپنے انجام بد کو خود ہی دیکھ لے گا۔ ۳۔ حضرت نوح جواباً فرما دیا کرتے کہ اے اللہ رب العزت تو ہی مدد فرما۔ ان جھٹلانے والوں کے مقابل۔ ۴۔ تب بہت عرصہ بعد جب کفار کی مدت ڈھیل پوری ہوئی ہم نے اپنے رسول مکرم کو وحی فرمائی کہ ہمارے حکم وحی کے مطابق ہماری نگرانی و حفاظت میں ایک بہت بڑی آبدوز کشتی اپنی کاریگری صنعت کاری سے بناؤ۔ جب وہ کشتی بن کر تیار ہو گی تو جب ہمارا حکم عذاب آیا۔ اور ایک تندور سے طوفانی پانی ابلتا ہوا پھوٹتا ہوا نکلا۔ تو ہم نے اپنے رسول معظم نوح کو حکم فرمایا کہ اس کشتی میں تمام جاندار مخلوق کا ایک ایک جوڑا نر و مادہ سوار کر لو۔ اور اپنے تمام اہل وعیال کو بھی (اہل تمام مومنین) اور عیال اہل خانہ ایک مومنہ بیوی تین بیٹیاں تین مومن بیٹے) مگر ان اہل قرابت کو سوار نہ کرنا جن کے ہلاک وغرق کر دیئے جانے کی تقدیر مبرم کا فیصلہ ہو چکا ہے اور جن کا کفر اے نوح تمہارے سامنے ظاہر ہے (یہ کل پانچ بندے تھے) اور کشتی میں کل مومن انسان اٹھتر ۷۸ عدد تھے۔ انتالیس ۳۹ مرد خاوند اور انتالیس عورتیں ان کی بیویاں۔ اور اپنی قوم کے کسی بھی موذی ظالم کے بارے میں بھی اے نوح مجھے سفارشی خطاب و دعا نہ کرنا۔ کیونکہ تقدیر مبرم میں وہ سب بھی بیشک غرق کئے ہوؤں کے ساتھ لکھے جا چکے ہیں۔ ۵۔ پھر جب تم اے نوح اور تمہارے ساتھ کی تمام مخلوق کشتی پر ٹھیک ٹھاک اپنی اپنی جگہ سما جائے تو ان لفظوں سے اپنے رب تعالیٰ کی حمد کرنا کہ تمام تعریفیں اس مولیٰ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ جب شفیق وکریم نے ہم سب ساتھیوں سواروں کو ظالم اور موذی لوگوں سے بچا لیا۔ ۶۔ پھر جب کشتی چل پڑے تو یہ دعا عرض کرنا۔ اے اللہ جل جلالک میرے رب اب اس کشتی سے مجھ کو کسی برکتوں رحمتوں والی منزل پر اتار۔ اور بس تو ہی سب سے زیادہ اچھا اتارنے والا ہے۔ یہ تھا نوح علیہ السلام کا مختصر قصہ۔ ۷۔ بیشک اس میں البتہ بہت بڑی قدرت و عبرت کی نشانیاں ہیں۔ اور اسی لئے تا قیامت مسلمانوں کو یہ واقعات سنائے جا رہے ہیں۔ اور بیشک ہم تا قیامت ہر انسان کو طرح طرح سے تکلیف و آرام میں مبتلا کر کے آزمانے والے ہیں۔ ۸۔ اس غرق کفار کے بہت بعد اسی کشتی کے چند لوگوں کی اولاد اور نسلوں سے پھر ہم نے کئی زمانوں میں دوسری قومیں پیدا فرمائیں (قوم عاد و ثمود۔ آل فرعون وغیرہ) تو ان سب قوموں میں بھی ہم نے اپنے رسول بھیجے انہی کے قرابت دار رشتے داروں میں ہی زندگی گزارنے والے۔ ان انبیاء عظام رسولان کرام علیہم السلام نے بھی اپنی اپنی قوموں کو توحید و رسالت حشر نشر اخروی جزاء و سزا پر ایمان لانے کی تبلیغ اور مومن متقی بننے کی تلقین فرمائی تھی دین تو سب کا ایک ہی ہوتا رہا صرف دنیوی کے نام اور شریعتوں کے احکام میں تغیر تبدل و نسخ ہوتا رہا۔ اس رکوع کی آیت نمبر ۲۴ میں یہ مسئلہ بیان فرمایا گیا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو بشر کہتے پھرنا اور عام معمولی بشر سمجھنا کفار کا کفریہ گستاخانہ خبیثانہ رویہ ہے۔ ہر مسلمان کو ایسی گفتگو و عقیدۂ کفریہ سے بچنا چاہیے۔

تیسرے رکوع میں

دس باتیں ارشاد ہوئیں۔ ۱۔ فرمایا گیا کہ خلقت ثانیہ میں طوفان نوحی کے بعد جن قوموں کو ہم نے زمین پر بسایا ان کو ہم نے

زمین کی شاندار خوشحالیاں دیں کہ دولت قوت حکومت صحت کی زندگی والے تھے مگر ہمارے انبیاء کرام کے ساتھ انہوں نے وہی بدسلوکیاں کیں جو ہر کافر قوم کرتی ہے۔ توحید الٰہی کا کفر رسالت اولاد کی تکذیب۔ قیامت کا انکار۔ ان کفار نے بھی اپنے ماتحتوں غریب عوام سے یہ ہی کہا کہ یہ نبی بننے اور رسالت کا دعویٰ کرنے والا صرف تمہاری طرح کا عام معمولی انسان ہے۔ یہ سرداران کفر مِثْلُنَا بھی نہ کہتے تھے۔ کیونکہ اپنی دولت قوت شان وشوکت سرداری کی بنا پر اپنے نبی علیہ السلام کو اپنے جیسا بھی نہ سمجھتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ دیکھو اے لوگو یہ نبوت کا دعویدار تمہاری طرح غریبانہ غذائیں کھاتا ہے تمہاری مثل ہی پیتا ہے تم میں اور اس میں کوئی فرق نہیں لہٰذا تم لوگ ہرگز اس پر ایمان نہ لانا۔ اگر تم لوگوں نے اس کی اطاعت کی تو پوری زندگی کا نقصان وخسارہ کر بیٹھو گے۔ کیا یہ تم سے ایسی انہونی اور ناممکن باتیں نہیں کرتا۔ کبھی کہتا ہے کہ جب تم مر جاؤ اور مٹی ہو جاؤ گے تمہاری ہڈیاں بکھر جائیں گی۔ پھر تم کو اس طرح صحیح سلامت زندہ کر کے قبروں سے نکالا جائے گا۔ ہے نا یہ حماقت اور بے عقلی اور پاگل پن کی باتیں۔ عربی میں هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ کا لفظ دوبار اس جگہ بولتے ہیں جہاں کسی کی بات یا کام کا مذاق اڑاتے ہوئے افسوس اور نفرت اور غم وغصے کے لہجہ میں اظہار کیا جائے۔ اے لوگو اس نبی بننے والے کی زبان سے جس جزا وسزا عذاب وثواب کا تم وعدہ دیئے جاتے ہو وہ سب لغو جھوٹی اور ناممکنات میں سے ہیں۔ اس دنیوی زندگی کے سوا اور کوئی زندگی نہیں ہے۔ بس اسی طرح ہم اپنے حساب میں زندگی گزاریں گے اور پھر مر کر ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائیں گے۔ پھر کبھی بھی ہم کوئی بھی نہ اٹھائے جائیں گے۔ یہ اپنے آپ کو نبی کہنے والا مرد تو نرا جھوٹا اور اللہ پر جھوٹی باتیں لگانے والا ہے کہ مجھے اللہ نے نبی بنایا اور قیامت میں دوبارہ اٹھائے جانے کا اس اللہ نے بتایا ہے۔ سب کچھ غلط ہم تو اس پر کبھی بھی ایمان لانے والے نہیں۔ ۲۔ انبیاء کرام علیہم السلام اپنے اپنے قبیلے والوں کو سمجھا سمجھا کر ان کی طرف سے مایوس ہو گئے تب ہر نبی علیہ السلام نے اپنے رب تعالیٰ سے عرض کی کہ اے میرے رب ان جھٹلانے والے کافروں کے مقابل میری مدد فرما۔ ۳۔ رب تعالیٰ نے فرمایا اے نبی اب ذرا انتظار کرو دیکھتے جاؤ۔ اس وقت سے تھوڑی مدت بعد یہ کفار اپنے غرور تکبر حماقت وکفر پر نادم ہو جائیں گے پھر روئیں گے تڑپیں گے پچھتائیں گے۔ ۴۔ پھر کچھ دنوں بعد پکڑ لیا۔ ان سب منکرو مسخروں کافروں کو ایک سخت ترین حقی سچی ظاہر ظہور کڑکتی چیخ نے۔ اس چیخ سے ان کے قلب وجسم پھٹ گئے۔ اس طرح ہم نے ان کو ریزہ ریزہ بنا دیا۔ پس دوری لعنت ملامت ہلاکت ہے ہر ظالم قوم کے لیے۔ ۵۔ پھر ان قوموں کی عبرتناک ہلاکت کے بعد کچھ اور دوسری قومیں ہم نے پیدا فرمائیں۔ ۶۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ دنیا میں آنے والے ہر فرد ہر قوم قبیلے کے لیے زندگی کا ایک زمانہ مقرر ہے کوئی امت بھی انفراداً یا اجتماعاً اپنی اس مدت حیات سے نہ آگے بڑھ سکتی ہے نہ پیچھے اور پہلے ہو سکتی ہے۔ ۷۔ پھر ہم نے ہر ہر قوم میں ان کے اپنے اپنے زمانوں میں۔ باری باری اپنے رسول بھیجے۔ تو جب کبھی کسی امت دعوت کے پاس ان کے رسول مکرم پہنچے۔ ان کافروں نے ان کو جھٹلایا۔ اور جب ان کی تکذیب انتہا کو پہنچتی رہی اور انبیاء علیہم السلام کو انکے ایمان سے مایوس ہوتی رہی اور مایوس ہو کر بددعا فرمائی تو ہم نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی بددعا کو قبول فرما کر سب کفار کو آگے پیچھے بعض کو بعض کے بعد باری باری ہلاک کر دیا۔ اور ان قوموں کو ہم نے اگلی قوموں کے لیے عبرت وحیرت کے قصے کہانیاں بنا دیا۔ کیونکہ دوری لعنت وہلاکت ہے ہر اس قوم کے لیے جو بار بار ہر طرح پیار ومحبت سے سمجھانے سے بھی ایمان نہیں لاتی۔

۸۔ پھر ہم نے موسیٰ اور ان کے نائب وزیر بنا کر ان کے بھائی ہارون کو رسول بنا کر اور اپنی بہت سی قدرتی نشانیوں کے معجزے دے کر بھیجا۔ اور بڑی زبردست ایک ظاہر' ظہور قوت بھی بطور معجزہ ہم نے ان کو عطا فرمائی تھی۔ یہ سب معجزات دے کر فرعون اور درباری وزیروں مشیروں سرداروں کی طرف بھیجا تو انہوں نے بھی تکبر ہی کیا اور اسی تکبر نے ان کو مومن متقی نیک پاک بننے سے روکا۔ اور وہ مغرور ومتکبر لوگ تھے بھی بہت بد دماغ سرکش خود کو بڑا سمجھنے والے۔ اسی غرور میں آ کر وہ بولے کہ کیا ہم ان دو اپنے جیسے بشروں کو نبی رسول مان کر ان پر ایمان لے آئیں۔ حالانکہ ان دونوں کی ساری قوم تو زمانوں سے ہماری غلام وکمی ہے۔ بس اسی غرور وتکبر میں پھنس کر فرعون اور فرعونیوں نے ہمارے ان دونوں رسولوں کو جھٹلا دیا۔ پس وہ سب فرعونی کافر بھی تقدیر مبرم کے فیصلے سے ہلاک کیے ہوؤں میں شامل کر دیئے گئے۔ ۹۔ پھر فرعونیوں کی ہلاکت غرقابی کے بعد ہم نے موسیٰ کو کتاب توریت عطا فرمائی۔ تا کہ ان کی قوم بنی اسرائیل اس کتاب الٰہی سے دین دنیا شریعت طریقت' حقیقت' معرفت کی ہر طرح ہدایت حاصل کرے۔ ۱۰۔ اور بہت زمانوں کے بعد ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو قوم کی ہدایت کے لیے اور ان کی والدہ مریم کو بھی اپنی قدرت کی ایک نشانی بنا دیا۔ اور ہم نے ان دونوں کو بہت بلند رہائش کے قابل مقام ومکان عطا فرمایا۔ جو چشمے دار تھا۔ اس رکوع میں مسلمانوں کو دو مسئلے سمجھائے گئے ایک یہ کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو کبھی بھی اپنے جیسا بشر نہ کہنا نہ سمجھنا کیونکہ یہ کفریہ بات کفار کا طریقہ وعقیدہ ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی بشریت بھی بے مثل ہوتی ہے۔ دوسرا مسئلہ یہ کہ کبھی غرور و تکبر نہ کرنا کیونکہ اس سے ایمان نصیب نہیں ہوتا۔ اور اگر پہلے مل چکا ہو تو چھن جاتا ہے۔

چوتھے رکوع میں

سات باتیں ارشاد فرمائی گئیں۔ ۱۔ اے شریعت والے رسولو اپنی اپنی امت کو عمل تبلیغ فرماتے ہوئے ہر طیب غذاؤں میں سے کھاؤ اور قوم کے سامنے ہر اچھا کام خوب ظاہر کر کے ادا کرو۔ تا کہ امت کے ہر فرد وگروہ کو معلومات حاصل ہو جائے کہ دین کے شرعی کام یہ ہیں۔ اور یہ یہ چیز کھانا حلال ہیں اور جو کام انبیاء علیہم السلام نہ کریں تو سمجھ لیا جائے کہ یہ کام اور یہ خوراک ناجائز ومکروہ اور حرام ہے۔ ۲۔ اے عوام وخواص۔ انبیاء ورسول امت دعوت واجابت بیشک میں تمہارا رب ہوں ان تمام اعمال اقوال وافعال کو جو تم کرتے کہتے ہو جاننے والا ہوں۔ ۳۔ اور اے لوگو یہ بھی یاد رکھو کہ بیشک یہ دین شروع سے ہر نبی رسول مرسل کی قولی عملی تبلیغ وبعثت ودعوت میں ایک ہی چلا آ رہا ہے۔ ہر نبی علیہ السلام نے توحید ورسالت عبادت وقیامت پر ایمان لانے کی دعوتِ دین اور تبلیغ مبین فرمائی۔ اور سب انبیاء ورسول علیہم السلام نے اپنی اپنی قوم کو یہی فرمایا۔ کہ ارشاد الٰہی ہے کہ میں ہی واحد لاشریک تم سب مخلوق کا رب ہوں لہٰذا فقط میرا ہی تقویٰ رکھو۔ انبیاء علیہم السلام کے اتنے سمجھانے کے باوجود ان بدبخت کفار اور فرقے بازمنافقین نے ٹکڑے ٹکڑے فرقے فرقے بنالیا اور ملت واحدہ کو پارہ پارہ کر دیا۔ اور ہر فرقہ باز گروہ اپنی اپنی فرقے بازی پر مغرور ومسرور ہے۔ آج تک ایسا ہو رہا ہے لہٰذا اے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑ دو ان ضدی بیوقوف فرقے بازوں کو ان کی اسی غفلت ضلالت حماقت میں جو ان کے دل ودماغ پر چھا چکی ہے۔ موت کے وقت تک۔ ۴۔ کیا یہ کفار اپنی سرداری' حکمرانی' دولت' قوت' ثروت' عیش وعشرت دیکھ دیکھ کہ یہ گمان کیے بیٹھے ہیں کہ ہم جو ان کی مدد فرما رہے ہیں اس مال ودولت کی کثرت اور خوبصورت صحت مند اولاد کی عطا سے تو یہ ہم جلدی جلدی ان کو بھلائیاں ان

کے اعمال و کردار سے خوش ہو کر ان کو پہنچا رہے ہیں۔ نہیں یہ بات نہیں بلکہ وہ اس ہماری ڈھیل دینے کا شعور ہی نہیں رکھتے۔ ۵۔ شعور و سمجھ والے تو فقط بیشک وہ خوش نصیب لوگ ہیں جو اپنے رب تعالیٰ کے جلال سے مرعوب ولرزاں رہنے والے ہیں اور وہ ہی اپنے رب تعالیٰ کی تمام آیتوں قدرتوں پر سچا پکا دائمی ایمان لانے والے ہیں اور وہی لوگ ہیں جو اپنے رب تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتے۔ اور یہی لوگ راہِ خدا میں ہر طرح سے خیراتیں اور صدقات کرتے رہتے ہیں۔ جو بھی انہوں نے دیا تو اس عاجزی مسکینی سے دیا کہ ان کے دل اس بات سے خوف و ہیبت میں دھڑکتے رہتے ہیں کہ ایک دن وہ اپنے رب تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف حسابِ اعمال کے لیے رجوع کرنے والے ہیں۔ یہی پیارے محبوب و پسندیدہ بندے ہر نیکی کو جلدی کر لینے والے ہیں۔ اور وہ ہی خوش بخت بندے ان نیک کام کردار اچھائیاں بھلائیاں کرنے کے لیے سب سے آگے آگے رہنے والے ہیں۔ حالانکہ ہم کسی بندے کو اس کی ہمت وقوت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے۔ ۶۔ اور ہمارے پاس ایک ایسی ابدی قدیمی مضبوط کتاب ہے جو حق و سچ ہی بولتی ہے۔ اور وہ کوئی بندے اچھے یا برے ذرہ بھر ظلم نہیں کیے جائیں گے۔ بلکہ بے شعور بے عقل کفار کے دل غفلت حماقت ضلالت کے پردوں میں چھپے پڑے ہوئے بے خبر ہیں۔ اس لَا يُظْلَمُوْنَ کی حقیقت وحقانیت سے اور اسی وجہ سے ان کفار کے اعمال ان سچے اچھے اعمال سے مختلف ہیں۔ یہ کفار اپنی بد عملیاں کفر سازیاں اس وقت تک کرتے رہنے والے ہیں جب تک کے ان کے پاس دولت خوشحالی کی ڈھیل ہے۔ یہاں تک کہ جب ہم ان کے سرداروں امیروں دولتمندوں گمراہ رہنے اور گمراہ کرنے والوں کو عذاب سے پکڑ جکڑ لیں۔ تب وہ بے بسی بے کسی سے چیخیں چلائیں گے۔ اس وقت ان کو کہا جائے گا کہ آج یوم عذاب ہے نہ چیخو چلاؤ تڑپو اب کیوں چیختے ہو۔ اب یہ چیخنے چلانے بچاؤ بچاؤ کا شور مچانا بیکار ہے۔ کیونکہ بے شک تم کوئی بھی اب ہماری طرف سے ذرہ بھر مدد نہ کیے جاؤ گے بیشک بہت مدت تم کو مہلت ڈھیل دی جا چکی ہے۔ بار بار میری آیتیں تم پر تلاوت کی گئیں تو اس وقت جب توبہ کرنے مومن متقی بندہ بننے کا وقت تھا تم لوگ انتہائی نفرت مغروریت دولت کے خمار میں بدمست و خرمست ہو کر پچھلے قدموں ایڑیوں کے بل لوٹ جایا کرتے تھے اور دور بیٹھ کر اس قرآنِ مجید نبی حمید کے بارے میں طرح طرح کی سَمِرًا۔ بیہودہ سرائی افسانہ نگاری کیا کرتے تھے۔ اس وقت دنیوی حیات کے لمحات میں کیا کبھی ان بدبختوں نے اقوال قرآن نبی کے فرمان میں تحمل تیقن تعقل و تذکر سے تدبر کیا تھا۔ چاندنی راتوں میں درختوں کے نیچے بیٹھ کر دنیا جہان کے جھوٹے قصے کہانیاں تو سنتے سناتے تھے مگر کبھی فکر انجام ذکر اذکار تدبر آیات کے لیے بھی وقت نکالا تھا۔ حالانکہ یہ انجام سزا و عذاب تم کو ہمارے نبی نے سب کچھ کھول کھول کر سنا دیا تھا۔ تلاوتوں میں پڑھا دیا تھا۔ یا ان کفار کے پاس کوئی ایسی خوشخبری نجات آ گئی تھی جو ان کے عذاب سے ہلاک شدہ پہلے باپ دادوں کے پاس نہیں آئی تھی۔ یا یہ رسول مکرم کوئی اجنبی تھے کہیں سے اچانک آ گئے تھے کہ ان اہل مکہ کفار نے اپنے ان رسول کو ان کے بچپن جوانی بڑھاپے کو ان کے قولی عملی کردار واخلاق کو نہ پہچانا ہو تو وہ کفار ان رسول معظم کے منکر ہوئے ہیں یا ان کے بارے کہتے پھرتے ہیں کہ اس شخص کو جنون ہے ایسی کوئی اجنبیت یا ناواقفی نہیں ہے۔ بلکہ دلوں میں یہ بھی جانتے ہیں کہ یہ رسول برحق ہی ان کے پاس آیا اور حق کلام لایا اور سچ پیغام سنایا ہے۔ بات صرف یہ ہے کہ ان کفار میں اکثریت اور سرداری کے جتھے دار لوگ اسلام کے عادلانہ اور حق نظام۔ امیر غریب کے مساویانہ احکام سے نفرت و کراہیت کرنے والے

ہیں ان کو اپنے ظالمانہ سرداری جابرانہ حکمرانی غلاموں پر حکومت غریبوں پر چودھراہٹ چھن جانے کا خطرہ ہے اسی لیے اسلام سے خائف ہیں اور چاہتے ہیں کہ حق بھی ان کے تابع ہو جائے حالانکہ یہ ناممکن ہے کیونکہ اگر حق ہی ان کی باطل خواہشات کے پیچھے لگ گیا تو پھر آسمانوں اور زمین میں صلاحیت و درستی کون کہاں سے لائے گا۔ البتہ ہر طرف زمین و آسمانوں میں فساد ہی فساد مچ جائے۔ زمین میں کفر شرک ظلم و منافقت کا اور آسمانوں میں بے برکتی بے رحمتی کا فساد۔ اور آسمانوں زمین کے تمام ان لوگوں میں بھی فساد برپا ہو جائے جو ان میں رہتے ہیں۔ اور پھر چونکہ فساد کی بناء پر آسمان اور زمین کا قیام بیکار ہو جائے لہٰذا قیامت آ جائے اور ہر چیز فنا کر دی جائے۔ ۷۔ لہٰذا سمجھ لو کہ حق اور حق والے کبھی بھی کسی بھی باطل کی پیروی نہیں کر سکتے۔ بلکہ ہم حق کو ان کے پاس لائے ہیں ان کی نصیحت کی وجہ سے ہیں۔ تو وہ خود ہی ایسے بیوقوف بدقسمت ہیں کہ اپنے فائدے مند نصیحت سے معرضون منہ پھیرنے رخ موڑنے والے ہیں۔ ۸۔ کوئی پوچھے اُن حمقا اور اپنا نقصان کرنے والے کے بارے میں کہ اے نبی کیا تم ان کفار یا دیگر لوگوں سے اپنی محنت مشقت کی تبلیغ و تلقین پر کوئی فیس یا اجرت طلب کرتے ہو۔ آپ کی اجرت بشکل اجر و ثواب تو آپ کے رب کے پاس ہے۔ اور آپ کے رب تعالیٰ کا عطا کردہ اجر و ثواب۔ تو تمام کائنات سے اچھا ہے اور وہی اللہ تعالیٰ پروردگار سب رازقوں سے اچھا رازق رزاق ہے۔ ۹۔ یہ گستاخ کفار کیوں ایسے بیہودہ گمان لیے بیٹھے ہیں حالانکہ بیشک اے محبوب تم تو ان کو صرف صراطِ مستقیم کی طرف ہی بلاتے ہو۔ تمہارے آستانے سے تو سب کو صرف ہدایت ہی ملتی ہے۔ دین کی بھی دنیا کی بھی شریعت کی بھی طریقت کی بھی ارائۃ کی بھی ایصا کی بھی جنت کی حصولی کی بھی جہنم سے دور کی بھی کوئی صبح مانگے شام مانگے تا قیامت نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا۔ یہاں فقط یَهْدِیْ بِهٖ كَثِیْرًا کی جلوہ گری ہے۔ یُضِلُّ بِهٖ کا نام ونشان نہیں ہے۔ اور ان بدبختوں کی حالت یہ جو آخرت پر ایمان نہیں لانا چاہتے۔ کہ سیدھے ہی راستے سے پیٹھ پھیرے بیٹھے ہیں ان کی بدنصیبی کی یہاں تک کیفیت پہنچ چکی ہے کہ اگر ہم ان پر دنیوی رحم کریں اور تمام وہ مصیبتیں ان سے دور کر دیں جو ان کو لگی ہوئی ہیں تب بھی بجائے شکر کرنے احسان ماننے کے وہ اپنی کفریہ سرکشی میں اندھے بن کر بڑھتے ہی جائیں گے اگرچہ بھٹکتے ٹھوکریں کھاتے پھریں اس کا مظاہرہ مشاہدہ لوگوں مورخوں مسافروں نے اس وقت بھی کیا جب ہم نے البتہ بیشک ان سرکشوں کو عذاب میں پکڑ لیا تو وہ ضد کے پکے کفر کے ہٹے پھر بھی سچے دل سے۔ اپنے رب کریم شفیق و رحیم کی بارگاہِ رحمت و برکت نعمت و عزت میں نہ جھکے۔ اور اب بھی ظلم کفر گناہوں سے سچی توبہ نہیں کرتے۔ یہاں تک کہ جب ہم نے بعد موت قبر میں ان پر عذاب شدید کا دروازہ کھولا تب وہ ہر طرح کی بے بسی بے کسی کی وجہ سے مایوس و محتاج ہو کر رہ جانے والے ہو گئے بہتر ہے کہ مرنے سے پہلے ہی بندہ بن جائیں۔ اس رکوع میں شریعت اسلامیہ کے چار مسئلے بیان فرمائے گئے پہلا یہ کہ اے مومنوں صرف حلال طیب غذا اور پاکیزہ چیزیں ہی کھاؤ کیونکہ اکل حلال سے صدق مقال ہے اور صدق مقال سے عبادتِ کمال ہے اور عبادتِ کمال سے ولایت لازوال ہے۔ دوم زنا بدترین جرم ہے۔ سوم ہر ایک کی امانتیں ادا کرنا ہی ایمانِ مومن ہے۔ چہارم یہ کہ آستانہ مصطفیٰ ﷺ سے صرف ہدایت الٰہیہ ہی ملتی ہے بشرطیکہ کوئی غلامِ بلال بن کر مانگے۔

پانچویں رکوع میں

دس باتیں ارشاد فرمائی گئیں۔ ۱۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اے لوگو تمام مخلوق میں سے سب سے زیادہ تمہارے جسم میں تم کو وہ

نعمتیں عطا فرمائی گئیں جو تمہارے سوا کسی بھی جاندار یا غیر جاندار کو نہ دی گئیں کہ تمہارے ایسے کان بنائے گئے جو صرف سنتے ہی نہیں بلکہ سن کر بیسیوں علوم وشعور افہام وافکار حاصل کر لیتے ہیں ایسے ہی تم کو جو آنکھیں ملیں دیکھنے کے علاوہ بھی ان سے کثیر فنون ومعلومات کی دولتیں حاصل کر لیتی ہیں۔ اور ایک سب سے بڑی نعمت تمہارا دل ہے جو ہزار ہا عقلیات علمیات عرفان وایقان کا معدن ومنبع اور مقامِ فکر وفن ہے۔ ان نعمتوں کی احسان مندی میں اگر تمام عمر ہمہ وقت تم شکر میں سجدہ ریز ہو تب بھی بہت تھوڑا ہو جو تم شکر کرو مگر ہم کو وہ تمہارا تھوڑا شکر بھی منظور و پسند ہے۔ بشرطیکہ تم ہمارے بتائے ہوئے طریقے سے شکر کرو یہاں تمام ظاہری باطنی نعمتوں انعاموں کا شکریہ فقط یہ ہے کہ تم اپنے جسم وقلب کو ہمارے نبی ﷺ کے اقوال اور افعال کی اتباع میں لگا دو۔ اور تا عمر اپنے وجود واعضاء کان آنکھوں ہاتھ پاؤں کو اس طرح استعمال کرو جس طرح ہمارے نبی فرمائیں اور کر کے دکھائیں۔ انبیاء علیہم السلام کی ماننا ہی ہمارا شکر بجالانا ہے۔ نبی علیہ السلام کا آستانہ اسوۂ حسنہ چھوڑ کر کچھ کرتے گڑگڑاتے عاجزی دکھاتے رہو وہ ہمارا شکر نہ ہوگا۔ ۲۔ وہ اللہ وہی ہے جس نے تم سب انسانوں کو عزت شرافت غلبے کی بیشمار قوتیں دے کر اپنی پوری زمین پر پھیلا دیا۔ لیکن یہ ہمیشہ یاد رکھو کہ وَاِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ۔ اور پھر آخر انجام کار تم سب اسی رب تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف جمع کئے جاؤ گے۔ تمہارے تمام وجود پر اسی کا قبضہ قدرت ہے۔ ۳۔ اور وہی ہے جو تم کو فنا سے بقا میں زندہ کرتا ہے۔ اور وہی بقا سے فنا کی موت مار ڈالتا ہے۔ یہ زمانوں کا اتار چڑھاؤ موسموں کی آمد ورفت رات ودن کا مختلف ہونا کہ دن بڑا رات چھوٹی کبھی رات بڑی دن چھوٹا سب اسی رب قدیر کی قدرتیں قوتیں ہیں۔ ۴۔ کیا ان ظاہر ظہور نشاناتِ قدرت کو دیکھ کر بھی تم کو عقل نہیں آتی۔ بلکہ اسی بے عقلی اور جہالت سے ان کفارِ موجودہ نے بھی وہی اسی طرح کفریہ باتیں کیں جس طرح پہلے کافروں نے کیں تھیں۔ انہوں نے بھی کہا تھا کہ ان موجودہ کفار نے بھی کہا کہ کیا جب مر جائیں اور گوشت مٹی بن کر علیحدہ خاک بن کر بکھر جائے گا اور ہڈیاں علیحدہ بکھر جائیں گی ہائے تعجب کیا بھلا ہم پھر اٹھائے ہوؤں میں سے ہو سکتے ہیں؟ کیا نشر حشر قیامت ممکن ہے۔ ہرگز نہیں یہ سب ان نبیوں کی جھوٹی باتیں ہیں۔ جن باتوں کا ہم سے وعدہ کیا جا رہا ہے کہ قیامت ہوگی تم سب انسان مرنے کے بعد زندہ کئے جاؤ گے حساب وکتاب سزا وجزا ہوگی یہ باتیں کئی صدیاں پہلے ہمارے باپ دادوں سے بھی کی گئیں تھیں۔ مگر نہ اس وقت قیامت آئی نہ اب ابھی تک آئی۔ یہ سب پہلے لوگوں کی جھوٹی بناوٹی باتیں ہیں۔ ۵۔ اچھا اے حبیب مکرم ان کفار سے یہ پوچھو کہ یہ روئے زمین کس کی ملکیت کس کی خلقت ہے۔ اور وہ تمام انسان جنات ملائکہ کس کی ملکیت کس کی خلقت میں تو عنقریب مجبوراً چار و ناچار یہ ہی کہیں گے بلکہ ان کو کہنا پڑے گا کہ یہ سب کچھ اللہ کا ہی پیدا کردہ ہے۔ ان کے اس صحیح اور سچے جواب کے بعد فرماؤ کہ اب بھی تم نصیحت نہیں پکڑتے جب تم کو اعتراف ہے کہ بلا نمونہ پہلی بار جس نے مٹی سے تم کو پیدا کر کے نیست سے ہست کر دیا۔ اور ایک دم کامل واکمل حسین وجمیل کر کے زمین میں پھیلا دیا۔ دوبارہ اسی زمین سے اٹھانا اس کے لیے کیا مشکل ہے۔ اپنی کمزوری مجبوری پر اس کی قدرت وکمال وحکمت کو قیاس مت کرو۔ ۶۔ اسی طرح ان منکرین قیامت سے یہ بھی پوچھئے کہ کس کے ہیں یہ سات آسمان اور ساتوں آسمانوں سے بڑا عرشِ عظیم کون ہے اس کا رب ان کو بنانے بچانے اور پالنے والا۔ عنقریب جواب میں یہی کہیں گے کہ اللہ ہی ان سب کا رب ہے۔ تم فرماؤ کہ کیا اب بھی اس اعتراف واقرار کے بعد بھی تم لوگ توحید ورسالت قیامت پر ایمان لا کر اس

کے مومن متقی بندے نہیں بنتے۔ ۷۔ اے محبوب ان سے یہ بھی پوچھیے کہ کون ہے وہ جس کے قبضہ میں ہر شی کی کامل ابدی ازلی ذاتی ملکیت ہے اور کون ہے وہ جو ہر چیز کو بچاتا پناہ دیتا ہے۔ اور اس کے مقابل اس کی مرضی کے خلاف کوئی پناہ نہیں دیا جا سکتا۔ کہیں بھی اگر تم کو علم و عقل ہے تو بتاؤ تب اس کے جواب میں بھی عنقریب یہی کہیں گے کہ اللہ ہی ہر چیز کا مالک وارث قابض ہے اور اس کے سوا کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا۔ آپ فرمایئے کہ جب اتنا کچھ مانتے ہو تو پھر کیوں شیطان کے جادوؤں سے مسحور سحر زدہ دھوکہ خوردہ ہوئے پھرتے ہو اور نبی کی تعلیم و تبلیغ و تلقین سے قدرت، رسالت، قیامت پر ایمان کیوں نہیں لاتے۔ دنیا کے کفار کسی بات سے غافل نہ رکھے گئے۔ ظاہراً تو یہ آیات سوالاً جواباً ہیں مگر درحقیقت ہر قسم کے کافر تا قیامت کو دعوتِ غور فکر ہے۔ منکر سے منکر کافر بھی اگر کچھ تدبر تفکر کرے تو اس کا جواب بھی ہر بات میں یہی۔ لِلّٰہِ۔ ہوگا۔ اگر کوئی انتہائی ضدی اور ڈھیٹ بن جائے اور زبانِ قال سے اقرار نہ کرے تو زبان حال سے یہ اعتراف لِلّٰہِ کرنا ہی پڑے گا۔ اس کے بغیر چارہ ہی نہیں ہے۔ اس لئے بھی کہ بَلْ اٰتَیْنٰھُمْ بِالْحَقِّ۔ حقیقت واقعہ صادقہ مشاہدہ یہی ہے کہ ہم نے ظاہراً باطناً شریعتاً معرفتاً ہر جگہ شجرات کے پتے پتے۔ عالم کے ذرے ذرے حق کی نشانیاں عبرت کی کہانیاں پہنچا دی ہیں۔ اور ہر فرد بشر کے ذہن دل و دماغ میں نبوت کے ذریعے حق پہنچا دیا ہے۔ عبارۃً بھی اشارۃً بھی قولاً بھی عملاً بھی اب نہ مانیں تو بیشک یقیناً وہ ہی جھوٹے کذاب ہیں۔ اس لئے کہ زبان سے کچھ کہتے ہیں مگر عمل و عقیدہ کچھ بناتے ہیں۔ ۸۔ جب دنیا کے تمام کفار بت پرست اور یہود و نصاریٰ اپنی اپنی زبان سے یہ اقرار کرتے ہیں کہ زمین آسمان عرشِ عظیم انسان جنات اور تمام مخلوق اللہ کی ملکیت خلقت ہے تو پھر اس کو نہ کسی بت دیوی دیوتا شریک کی ضرورت نہ اس کا کوئی شریک بن سکتا ہے نہ اس کو اولاد بیٹے بیٹی کی ضرورت ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے کوئی بھی اولاد نہ بنائی نہ کسی کو بیٹا بنایا نہ کسی کو بیٹیاں۔ ۹۔ پوری کائنات میں پوری کائنات کا وہی واحد معبود ہے اور نہیں ہے اس کے سوا کوئی معبود اگر ایسا ہوتا تو پوری کائنات ٹکڑے ٹکڑے بٹ جاتی کیونکہ معبود کے لیے اپنے عبد کا پیدا کرنا اور بندوں کا خالق ہونا لازمی چیز ہے۔ خالق ہی معبودیت مسجودیت اور عبادت کے لائق و مستحق ہے اور چند خالق ہوتے تو ہر الٰہ اپنی اپنی اس چیز کو اپنے اپنے علاقہ میں لے جاتا جو اس نے پیدا کی ہوتی اور پھر الٰہ ایک دوسرے پر غالب آنے کی کوشش کرتا بلکہ بعض بعض پر غالب آ جاتے۔ اے مشرکو احمقو! تم کو کیا ہو گیا ہے کیوں عقل نہیں آتی اتنی آسان بات نہیں سمجھتے کہ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا یَصِفُوْنَ۔ پاک ہے اور منزہ مبرہ ہے وہ اللہ تعالیٰ ان تمام کفریہ لغویہ عقیدہ و اقوال سے جن سے یہ کفار، عیسائی، یہودی اللہ تعالیٰ کو متصف کرتے ہیں۔ عَمَّا یَصِفُوْنَ۔ فرما کر یہود و نصاریٰ کا رد فرمایا۔ ۱۰۔ معبود کے لیے ضروری ہے کہ اپنی سب مخلوق کا ہر وقت مشاہدہ فرمائے اور مخلوق تو ظاہر بھی ہے پوشیدہ بھی غائب بھی حاضر بھی لہٰذا معبود کو عالم الغیب الشہادۃ ہونا لازمی ہے۔ اور یہ صفت عالیہ کمالیہ تو صرف اللہ تعالیٰ کی ہے وہی ہے فقط ہر غیب اور حاضر کو جاننے والا۔ فَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ۔ پس بہت ہی بلند و بالا ہے وہ اللہ ان تمام شرکیات کفریات لغویات اور کمزوریوں سے جن سے یہ بت پرست اللہ کا شرک کرتے ہیں۔ اس رکوع میں دو مسئلے بتائے پہلا یہ کہ دہریت کفر ہے ہر مسلمان پر عملاً قولاً عقلاً علماً اس کی تردید کرنا فرض ہے۔ انسان زمین و آسمان کے علاوہ اگر صرف اپنے میں غور و فکر کرے تو خالق تعالیٰ پر ایمان لانے کے لیے مجبور ہو جائے یہ سمجھ لے کہ اس کے اپنے اعضاء کان، آنکھ، دل، دماغ خود نہیں بن گئے بلکہ کسی بنانے والے نے

بنائے ہیں **دوسرا مسئلہ** چونکہ اللہ تعالیٰ ہی سب کا خالق ہے لہٰذا وہی معبود ہونا چاہئے۔ جب خالق واحد تو معبود واحد ہی ہے تمہاری پیدائش میں کوئی شریک نہیں بنا تو تمہاری عبادت کا کوئی حصے دار کیسے بن سکتا ہے۔

چھٹے رکوع میں

دس باتیں ارشاد ہوئیں۔ ۱۔ اے مومن مسلمان تو ہر وقت یہ دعا اپنے رب تعالیٰ ک کی بارگاہ میں عرض کرتا رہ کہ اے میرے پاک پروردگار اگر تو وہ عذاب وعتاب اور قہر میری زندگی میں مجھے بھی دکھانا چاہتا ہے جس کا یہ کفار ومنافقین فاسقین نافرمان سرکش لوگ وعدہ دیئے گئے اور عذاب وقہر میرے ہوتے ہوئے نازل ہونا ہے تو اے میرے رب مجھ کو ظالم قوم میں سے نہ بنانا۔ اور مجھے ظالموں کافروں منافقوں سرکش فاسقوں سے دور ہی رکھنا عملاً بھی قولاً بھی عقیدۃً بھی اور بلاء بھی نہ میں ظالم کافر فاسق بنوں نہ مجھ کو وہ قہر وعذاب چکھنا پڑے۔ اس دعا کا ہر بندۂ مومن مرد وعورت کو تا قیامت اس لئے حکم دیا گیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے بیشک ہم اس پر قادر ہیں کہ کافروں منافقوں پر آنے والا عذاب جس کا ہم نے ان سے وعدۂ وعیدی کیا ہوا ہے۔ اے بندۂ مومن تیری حیاتِ دنیوی میں ہی اس کی ہولناکی تیری نگاہوں کے سامنے تجھ کو دکھا تے ہوئے ان کفار ومنافقین پر طاری وجاری کر دیا جائے اور تو اپنی ان دعاؤں کے طفیل بچالیا جائے اس لیے ہر مومن کو یہ دعا مانگنے کا حکم ہے۔ اور مشاہدہ ہے کہ اس قسم کی دعائیں مانگنے والے مومن متقی آفات سماوی سے بچالیے جاتے ہیں۔ ورنہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ دانوں کے ساتھ بیگناہ گھن بھی پس جاتے ہیں۔ ۲۔ اے مومن بندے اپنے علاقہ' سرزمین سے اپنی نیکیوں بھلائیوں اچھائیوں خوبیوں عبادتوں حسن اخلاقیوں صفائیوں حمدوں نعتوں سلاموں سے دنیا کی برائی خرابیوں فسادوں عذابوں وباؤں کو دور کرتا رہ۔ کیونکہ زمین پر مومن کی عبادتوں تلاوتوں سے ہزارہا آسمانی ناگہانی آفات وبلیات دور ہوتی ہیں۔ ۳۔ اور اے مومن بندے ہزارہا نیکیوں عبادتوں سجدہ ریزیوں کے باوجود بھی تاعمر یہ دعا بھی اپنے رب سے مانگتا رہ کہ اے میرے رب کریم میں ہر وقت تیری پناہ مانگتا ہو ہر قسم کے جنی انسی شیطانوں کے وسوسوں ورغلاہٹوں دھوکہ بازیوں فریب کاریوں کی تحریکوں اور جھٹکوں سے۔ اور اے میرے رحیم وکریم رب قدیر وقدیم میں ہر آن تیری پناہ میں رہنا چاہتا ہوں اس سے پہلے کہ شیاطین میرے پاس آئیں۔ ۴۔ مومن اور کافر میں ایک حسرت ناک وعبرت ناک فرق بتایا جارہا ہے کہ دنیا میں مومن متقی تو ہر وقت ذکر وعبادت دعاؤں التجاؤں میں دنیا ومافیھا سے بےخبر وکنارہ کش رہ کر یادِ الٰہی میں سرشار اور ملاقاتِ الٰہی کا طلبگار رہتا ہے اس کو موت کی یاد بھی مسرور کرتی ہے۔ مومن ہر قسم کے شیطانوں سے بچارہتا ہے مگر کافر جو ساری عمر شیطانوں میں پھنسا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آتی ہے تب اس کی آنکھیں کھلتی عقل جاگتی ہوش آتی ہے پھر دست افسوس ملتے ہوئے رویا تڑپا مچلا اور بولا عرض کیا اے میرے رب زندگی بھر تو میں نے تجھے نہیں مانا تیرے نبیوں ولیوں عالموں کی باتوں تیرے فرمانوں کو جھٹلایا حالانکہ ان پیاروں نے بڑی شفقت ومحبت سے یہ سب حالات واقعات کھول کھول کر مجھے بتا پڑھا سنا دیئے تھے۔ لیکن اے میرے رب میں اب ایمان لاتا ہوں اب مجھے یہاں قبر سے ہی واپس دنیا میں بھیج دے۔ مجھے یقینی امید ہے شاید میں اچھے عمل کروں اس دنیا میں جا کر جو میں نے پہلے محض اپنی حماقت خباثت رذالت کی وجہ سے چھوڑ دیئے تھے۔ تب جواب آئے گا خبردار اب ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا یہ [illegible] انوکھی [illegible] ہوگی [illegible] وقت عذاب قبر دیکھ کر وہ کافر اس

بات کو کہنے والا ہوگا۔ مگر اس وقت اس گفتگو کا کوئی فائدہ نہ ہوگا اور ان کے سامنے عالم برزخ کی ایک بہت بڑی آڑ ہوگی وہ کافر اسی برزخ میں رہے گا اس دن تک جس دن سب انسان اٹھائے جائیں گے۔ ۵۔ دنیا میں یہ کافر بڑے ناز وغرور کرتے پھرتے ہیں اپنے نسبوں رشتوں قرابتوں جتھوں اور گروہوں پر لیکن جب صور پھونکا جائے گا تو ان کفار کے درمیان کی کوئی رشتے داری قرابت سازی نسبیت سببیت باقی نہ رہے گی اور نہ اس دن وہ کسی رشتے دار کو ڈھونڈ سکیں گے نہ پوچھ سکیں گے یہ سب کافر اس دن ایک دوسرے کو چھوڑ کر بھاگیں گے یہاں تک ان کے انتہائی قریبی بھائی' باپ' ماں' بیوی' اولاد بھی یہ صرف کفار کا حال ہوگا مومنوں میں سببیت صہریت نسبیت کا وہاں کفار سے فرق ہوگا۔ اس لئے کہ فَمَنْ ثَقُلَتْ تو جس شخص کے اعمال نامے نیکیوں عبادتوں کے وزن سے بھرے پڑے ہوں گے بس وہی لوگ ہر طرح اس دن کامیابیوں والے ہوں گے۔ اور وہ بدقسمت کافر جن کے تھیلے اعمالناموں کے ہلکے اور خالی ہوں گے تو یہ وہی کفار ہی ہوں گے جنہوں نے ساری زندگی مرنے تک اپنے آپ کو نبی کے آستانے قرآن وحدیث کے سائے سے دور رکھ کر ہر قسم کے دینی اخروی گھاٹے اور نقصان میں ہی رکھا یہ جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ ۶۔ آگے ارشاد فرمایا جارہا ہے کہ جہنم میں جہنمیوں کا کیا حال اور کیا قال ہوگا اور ان کو کیا جواب ملے گا۔ جہنم کی آگ آناً فاناً ان کے چہروں کو جھلس دے گی۔ اور وہ سب کفار جہنم میں ہونٹ جلے سکڑے اور دانت نکلے پھیلے ہوئے جائیں گے جس سے ان کی عجیب مکروہ منحوس اور ڈراؤنی شکلیں بن جائیں گی۔ اس ڈراؤنی منحوس شکل میں روتے پیٹتے بچاؤ بچاؤ کی فریادیں کرتے ہوں گے تب غیبی جواب آئے گا اے بدبختو دنیا میں اکڑ غرور سے بدمستی خرمستی سرکشی کرنے والو کیا تمہارے سامنے دنیا میں میری آیتیں تلاوت نہ کی جاتی تھیں اور ضد وعناد سے ان کو جھٹلا دیا کرتے تھے۔ تب وہ گڑگڑا کر کہا کریں گے کہ اے ہمارے رب دنیوی زندگی میں ہم پر ہماری شیطانیت نحوست خباثت بدنصیبی نے غلبہ و قبضہ جمالیا تھا اور ہم واقعی بدترین وسخت ترین گمراہ اور بھٹکے ہوئے لوگ بن گئے تھے۔ اے ہمارے رب بس ایک بار ہماری فریاد سن لے۔ ہمیں یہاں سے باہر نکال۔ پھر اگر ہم ذرہ بھر بھی تیری اور تیرے انبیاء واولیا علماء علیہم السلام کی نافرمانی کی طرف لوٹے تو یقیناً ہم سخت پکے ظالم ہوں گے۔ تب پھر رب تعالیٰ کی طرف سے غیبی جواب آئے گا وہ غیبی آواز فرمائے گی لعنت کی پھٹکار میں پڑے رہو اسی جہنم کے اندر اور خبردار اب مجھے کوئی عرض ومعروض معافی معذرت کی التجا فریاد والی کسی بھی قسم کی کوئی بات نہ کرنا تم لوگوں کو وہ وقت یاد ہے جب دنیا میں میرے کچھ مومن متقی پیارے بندے مجھے نہایت خشوع وخضوع عاجزی انکساری ادب سے عرض کیا کرتے تھے کہ اے ہمارے رحیم کریم مشفق محسن رب تعالیٰ ہم تیرے بندے تیرے ہر ہر فرمان پر ایمان لائے تو اے ہمارے رب ہم کو بخش دے ہمارے سب چھوٹے بڑے گناہ مٹادے اور ہمیں اپنی چادر رحمت میں چھپالے اور ہر طرح ہم کو اپنی دینی دنیوی اخروی رحمت عطا فرما۔ اور تو ہی ہمارے عقیدہ وایمان میں سب رحم والوں سے بڑھ کر ازلی ابدی اچھا رحم فرمانے والا ہے۔ تب دنیا میں ان مومنوں کی یہ پر درد سوز سدا بہار دعاؤں کو سن کو کافر وبدبخت لوگ ان کا مذاق اڑایا منہ چڑایا شور مچایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اس ہنسی مذاق کے زور تالیوں کے شور اور مشغلہ وہر روز میں تم نے میری یاد میرے ذکر کو بالکل ہی بھلا دیا تھا اور ہر آن چلتے پھرتے آتے جاتے گلی محلوں بازاروں میں ان سے ہنسی کرتے ان پر قہقہے لگایا کرتے۔ اس طرح ان کی عبادت تلاوت میں خلل ورکاوٹ ڈالنے اور ایذا پہنچانے کی کوشش میں لگے رہتے تھے۔

۷۔ تمہاری ان موذیانہ حرکتوں پر مومنوں کے صبر وتحمل کا جو بھی بدلہ ہے۔ بے شک میں آج ان کو عطا فرماؤں گا۔ جزاء جنت کی شکل ثواب رضا کی صورت میں۔ بے شک وہ صبر کرنے والے ہی ابدی دائمی باقی کامیابیوں والے ہیں۔ ۸۔ آگے ارشاد فرمایا جارہا ہے کہ وہ کفار میدان محشر اور جہنم میں مل بیٹھ کر آپس میں کیا گفتگو کیا کریں گے۔ ایک آواز آئے گی کہ اے کافرو! ذرا یہ تو بتاؤ تم مدت حیات دنیوی میں زمین پر کتنا آباد رہے تو وہ جواباً بولیں گے کہ ہم زمین میں ایک دن یا بعض دن (ایک دن سے بھی کم) آباد رہے تھے۔ لہٰذا اے پوچھنے والے تو حساب جاننے والوں سے بھی بے شک پوچھ کر دیکھ لے۔ پھر غیبی آواز آئے گی کہ اے گھٹیا لوگو اگر تم نے اپنی علمی قوت قلبی روشنی عقلی طاقت دین وایمان کی ضیاء وانوار کے ذریعے بچا کر رکھی ہوتی اور اگر آج تم علم وشعور رکھتے تو جان لیتے کہ تم کچھ تھوڑی مدت ٹھہرے ہو۔ ایک یا آدھا دن نہیں بلکہ اس سے کچھ زیادہ مدت تم کو مہلت زندگی دی گئی تھی۔ جو تم نے سب لھو ولعب تمسخر وتغفل میں برباد اور ضائع کر دی تھی۔ یہ تو وہ حالات ومقالات ہیں جو آئندہ تم کفار کو آخرت میں پیش آئیں گے۔ ہم نے تمہاری آنکھیں کھولنے ہوش دلانے بندہ بننے کے لئے پہلے ہی سنا دیں۔ ۹۔ اے دنیا کی زندگی گزارنے والے منکرو کافرو تم جو قیامت کو نہیں مانتے حساب وکتاب ہونے سزا جزا ملنے پر یقین نہیں رکھتے اَفَحَسِبْتُمْ۔ تو کیا تم لوگوں نے یہ بیہودہ گمان بنا رکھا ہے کہ بس ہم نے تم کو بیکار بے مقصد پیدا کر دیا ہے کہ کھیلو کودو کھاؤ پیو ظالم ومظلوم بن کر مر جاؤ مر کر فنا ہو جاؤ۔ بس ختم کہانی اور غالباً اسی لئے تم نے یہ گمان بھی بنا لیا ہے کہ مر کر تم ہماری طرف نہ لوٹائے جاؤ گے یہ تمہارے اپنے احمقانہ تصورات' تخیلات فاسدہ ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ جل وعلیٰ تو بہت بلندیوں والا ہے۔ تمہارے ان سفلی گھٹیا نیچ بدگمانوں سے۔ وہ اللہ تعالیٰ تو سب جہانوں کا حق وسچ ابدی ازلی قدیمی بادشاہ ہے۔ اس کی دوسری شان یہ ہے کہ اس کے علاوہ کوئی کہیں معبود نہیں۔ تیسری شان یہ کہ وہ عرش کریم کا رب ہے۔ اس کے علاوہ بھی لامحدود اسکی کروڑہا شانیں ہیں۔ ۱۰۔ وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ کسی دوسرے کو بھی معبود سمجھ کر پوجے اس کے پاس اپنے اس کفریہ شرکیہ عقیدے اور قول وعمل پر کوئی بھی پکی سچی مضبوط ومکمل دلیل نہیں ہے۔ ایسے ہی ابلیسی پھندوں میں پھنس کر یہ دین باطل بنا بیٹھا ہے۔ تو اس کا پورا پورا حساب قیامت کے دن اس کے رب کے پاس ہو جائے گا۔ نہ بچ سکے نہ بھاگ سکے۔ لہٰذا یہ سب ہر قسم کے کافر بے شک کبھی بھی کسی جگہ بھی کسی قسم کی کوئی کامیابی حاصل نہیں کر سکتے۔ لہٰذا اے کامیابیوں رحمتوں برکتوں والے مومن متقی بندے تو ہر وقت تاعمر ہر حال میں بس یہی عرض کرتا رہ کہ اے میرے رب میرے گناہ بخش دے اور مجھ پر رحم فرما۔ اور بے شک تو ہی اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ ہے۔ اس آخری رکوع میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تین دعائیں سکھائیں۔ پہلی دعا آیت ۹۴ میں دوسری دعا آیت ۹۷'۹۸ میں۔ تیسری دعا آخری آیت ۱۱۸ میں۔ ہر مسلمان کو یہ دعائیں ہمیشہ مانگتے رہنا چاہئے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

اس سورۃ المومنون کے کچھ فضائل وعملیات وظائف اور تعویذ

مشائخ عملیات وتعویذات فرماتے ہیں کہ۔ ۱۔ جس مسلمان مرد یا عورت کو بوجہ وہم یا غفلت یا کمزوری نماز میں کاہلی اور سستی آتی ہو اور اس وجہ سے اس کی نمازیں قضا ہو جاتی ہوں وہ اس سورۃ المومنون کو مکمل صاف صاف زیر زبر شد مد کے ساتھ باوضو

ہو کر خود لکھے یا کسی سمجھدار حافظ قاری سے لکھوا کر اپنے پاس باادب اونچی جیب میں رکھے یا گلے میں پہنے انشاء اللہ کاہلی سستی دور ہوگی۔ ۲۔ اگر کسی عورت یا مرد کو کسی قسم کے فسق و فجور کی عادت ہے تو وہ بھی یہی کام کرے۔ آجکل فوٹوسٹیٹ کرنے کی مشینیں موجود ہیں کوئی نیک متقی بزرگ آدمی باوضو ہو کر قرآن کریم سے ان ورقوں کو یکطرفہ فوٹوسٹیٹ بھی کرا کر اپنے پاس رکھ سکتا ہے بشرطیکہ فوٹوسٹیٹ کرتے وقت بے وضو کا ہاتھ قرآن یا سیپارے یا ان فوٹو شدہ ورقوں کو نہ لگے۔ جیب میں رکھنے تک باوضو ہاتھ لگیں۔ ۳۔ اگر کسی مسلمان کو شراب پینے کی عادت ہو تو اس سورت کو سفید کپڑے پر لکھ کر اس کے گلے میں بشکل تعویذ ڈالا جائے۔ ۴۔ اگر کسی کے گھر سے غریبی مفلسی نہ جاتی ہو تو کسی عامل صاحب اجازت سے تعویذ لکھوا کر ایک تعویذ گھر یا دکان میں فریم کرا کے ٹانگے اور ایک تعویذ چاندی کے خول میں بند کر کے گھر کا سرپرست گلے میں پہنے۔ ۵۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو مسلمان مرد یا عورت بروز جمعہ بعد ظہر' عصر سے پہلے ایک بار سورۂ مومنون تلاوت کرے تو فرشتے اس کو جنت کی کرامت نعمت راحت کی بشارت دیتے ہیں۔ ۶۔ جو شخص بروز پیر بعد نماز فجر سات بار تلاوت کرے تو اس کو نماز کی سستی کاہلی لاپرواہی اور تمام شیطانی وسوسے ختم ہو جائیں گے۔ ۷۔ جو شخص دریا سمندر کا سفر کرنے لگے تو سورۂ مومنون کی آیت نمبر ۲۸' ۲۹ لکھ کر اپنے پاس ادب سے رکھے انشاء اللہ تعالیٰ بحفاظت پار اترے یعنی فَاِذَا اسْتَوَیْتَ سے خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ تک۔ ۸۔ جو شخص کسی جادو کئے یا آسیب زدہ کو سات دن تک یا چالیس دن تک سورۂ مومنون کی آخری چار آیتیں یعنی آیت نمبر ۱۱۵' ۱۱۶' ۱۱۷' ۱۱۸ پڑھ کر کان اور جسم پر دم کرے انشاء اللہ تعالیٰ لاعلاج بیمار کو بھی شفا ہو۔ اور نماز کی پابندی ہر عمل کیلئے شرط اول ہے۔ تعویذ کا نقشہ یہ ہے۔

۱۱۷۲۴۱	۱۱۷۲۳۴	۱۱۷۲۳۹
۱۱۷۲۳۶	۱۱۷۲۳۸	۱۱۷۲۴۰
۱۱۷۲۳۷	۱۱۷۲۴۲	۱۱۷۲۳۵

سورۃ المومنون کے اعداد بحساب ابجد ۳۵۱۷۱۴ ہیں یہ تعویذ پیر کے دن بعد نماز فجر طلوع آفتاب سے پہلے لکھا جائے باوضو ہو کر۔

آیاتہا ۱۱۸ — سُوْرَۃُ الْمُؤْمِنُوْنَ مَكِّيَّۃٌ ۲۳ — رکوعاتہا ۶

سورۂ مومنون مکی ہے ہجرت سے پہلے اتری اس میں چھ رکوع اور ۱۱۸ آیتیں اور ۴۸۰۲ حروف ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

میری ہر چیز کی ابتدا ہے اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بخشنے والا ہے رحم فرمانے والا ہے۔

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۱ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝۲

کامیاب ہو گئے ہیں سب مومن (مرد و زن) وہ جو اپنی نماز میں ہیبت الٰہی سے لرزتے رہنے والے ہیں

بیشک مراد کو پہنچے ایمان والے جو اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝۳ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ

اور وہ جو ہر غلط بات سے دور ہٹنے والے ہیں اور وہ جو زکوٰۃ کو ادا

اور وہ جو کسی بیہودہ بات کی طرف التفات نہیں کرتے اور وہ کہ زکوٰۃ دینے کا

فٰعِلُوْنَ ۝۴ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝۵ اِلَّا عَلٰۤى

کرنیوالے ہیں اور وہ جو اپنی شرم گاہوں کی ہر وقت حفاظت کرنیوالے ہیں مگر جو خواہش پوری کریں

کام کرتے ہیں اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ مگر اپنی بیبیوں یا شرعی

اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝۶

اپنی بیویوں پر یا ان عورتوں پر جنکے یہ مومن لوگ مالک بن گئے تو بیشک ان دو قسم کی عورتوں سے یہ مومن نہیں ہیں ملامت کئے ہوئے

باندیوں پر جو ان کے ہاتھ کی ملک ہیں کہ ان پر کوئی ملامت نہیں

فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝۷

لیکن جو مومن مسلمان ان کے علاوہ کسی سے خواہش پوری کریں تو وہ حد سے بڑھنے والے ہیں

تو جو ان دو کے سوا کچھ اور چاہے وہی حد سے بڑھنے والے ہیں

تعلقات

اس سورۂ مومنون کا پچھلی سورۂ حج سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق**۔ پہلے سورۂ حج میں ایمان والوں کو رکوع اور سجدے کرنے عبادت اور خیرات و صدقات کرنے کا حکم دیا گیا تھا اب یہاں سورۂ مومنون میں ان عبادتوں کے نام بتائے جا

رہے ہیں کہ رکوع سجدوں کا نام نماز ہے۔ وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ کا نام خشوع اور گڑگڑا کر عاجزی اور تسلی وتشفی سے ادا کرنا ہے۔ تمام حقوق عبادت ادا کرتے ہوئے جَاهِدُوْا کا نام عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ہے اور وَافْعَلُوا الْخَيْرَ کا نام زکوٰۃ ادا کرنا ہے۔

دوسرا تعلق۔ پچھلی سورۃ حج میں اہل ایمان کا ایک دینی قومی نام بتایا گیا تھا کہ امت نبی آخر الزمان ﷺ کا نام اللہ تعالیٰ نے مسلمان رکھا ہے۔ اب یہاں سورۃ مومنون میں اہل ایمان کا دوسرا عملی وصفاتی نام اور اہل عمل کی شان بتائی جارہی ہے۔

تیسرا تعلق۔ پچھلی سورۃ حج کی ابتدائی آیت میں انسانی تخلیق کے آٹھ مرحلوں کا ذکر فرمایا گیا تھا جس میں انسان کا عدم وجود حیات' موت' جوانی' بڑھاپا' سٹھیاپا پھر بعثت اخروی کا مجمل تذکرہ تھا۔ اب یہاں خلقت انسانی کو بارہ مرحلوں میں بیان فرمایا گیا وہاں جوہر انسانی کا ذاتی نام تراب بتایا گیا یہاں جوہر انسانی کا صفاتی نام سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ بیان فرمایا جارہا ہے۔

چوتھا تعلق۔ دنیا میں صرف دوقسم کے انسان بستے ہیں۔ ایک گروہ کافروں کا دوسرا گروہ مومنوں کا۔ کافروں کا ہر زمانہ ناکامیوں کا ہے۔ مومنوں کا ہر لحہ کامیابیوں کا ہے۔ پچھلی سورۃ حج کی اکثر آیات میں ناکام کفار کا ذکر تھا۔ اس سورۃ مومنون میں کامیاب ایمان والوں کا ذکر ہے۔ گویا یہ سورۃ مومنون پچھلی سورۃ حج کا تتمہ ہے۔

شان نزول

کفار مکہ کے سرداران پانچ طریقے سے صحابہ کرام پر طعنہ زنی کیا کرتے تھے۔ کبھی کہتے مسلمان ناکام ونامراد ہیں ہم غیر مسلم ہی دنیا وآخرت میں کامیاب ہیں کیونکہ ہم کو اللہ نے دولت قوت عزت عیش دیا ہے اگر مسلمانوں سے خدا راضی خوش ہوتا تو یہ دولت وعیش ان کو ملتا۔ کبھی کہتے کہ اسلام میں توحید وقیامت پر ایمان لانے کا حکم دیا جاتا ہے حالانکہ یہ دونوں عقل ومشاہدے اور تجربے کے سراسر خلاف ہے۔ لہٰذا اسلام کو ماننا بےوقوفوں کا کام ہے (معاذ اللہ) کبھی کہتے کہ اگر نبی محمد ﷺ ہماری کچھ فلاں باتیں مان لیں اور ہماری من مرضی کی دین اسلام میں کچھ ترمیم وتبدیلی کردیں تو ہم بھی مسلمان ہوجائیں گے۔ کبھی کہتے کہ جب ہم آیا کریں تو غریبوں غلاموں کو اپنے پاس سے اٹھادیا کرو تب ہم ایمان لائیں گے۔ کبھی کہتے کہ ہم کو وہ معجزے دکھاؤ جو ہم کہتے ہیں۔ ان کفار کی ان باتوں کی تردید کرنے کے لئے مکہ مکرمہ میں یہ سورۃ نو یا دس حصوں میں ہوکے نازل ہوئی پہلی بار تقریباً' بائیس آیتیں نازل ہوئیں جن میں مومنوں کی شاندار ابدی کامیابی کا ذکر فرمایا اور دنیوی دولت والے کفار کی بدترین دائمی اصلی حقیقی ناکامی کا ذکر فرمایا گیا۔ پھر بعد میں عرصے عرصے کے وقفے سے کفار کی دیگر لغویات کی تردید میں آیتیں اترتی رہیں۔

تفسیر نحوی

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ﴿۱﴾ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۙ﴿۲﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۙ﴿۳﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۙ﴿۴﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۙ﴿۵﴾۔ قَدْ اَفْلَحَ۔ باب افعال کا فعل ماضی قریب واحد مذکر غائب اس کا مصدر ہے۔ اِفْلَاحٌ فَلْحٌ سے بنا ہے لغوی ترجمہ ہے پھاڑنا۔ چیرنا اسی معنی میں کاشتکار کو فلاح کہتے ہیں کیونکہ وہ بذریعہ ہل زمین کو پھاڑتا ہے۔ اصطلاح میں کامیابی کو فلاح کہتے ہیں کیونکہ سب رکاوٹیں پھاڑ کر مقصد حاصل کیا جاتا ہے۔ دینی دنیوی دونوں کامیابیوں کو عربی میں فلاح کہتے ہیں۔ یہاں بھی دونوں کامیابیاں مراد ہیں۔ اَلْمُؤْمِنُوْنَ۔ باب افعال کا اسم فاعل جمع

مذکر۔ یہ فاعل ہے قَدۡ اَفۡلَحَ کا مراد ہے مسلمان لوگ اور موصوف ہے اَلَّذِیۡنَ اسم موصول جمع مذکر۔ ھُمۡ ضمیر جمع مذکر غائب مبتدا ہے فِیۡ حرف جر صَلٰوۃ اسم واحد بمعنی پنجوقتہ نماز مضاف ہے۔ ھِمۡ ضمیر مضاف الیہ یہ مرکب اضافی متعلق مقدم ہے خٰشِعُوۡنَ۔ باب فتح کا اسم فاعل جمع مذکر خَشۡعٌ سے بنا ہے لغوی ترجمہ ہے جھکنا۔ اصطلاحاً آٹھ معنی میں مشترکہ ہے۔ ۱۔پست ہونا۔ ۲۔سر تسلیم خم کرنا، ۳۔گرہن لگنا، ۴۔زمین کا سنگلاخ ہونا، ۵۔مردہ زمین، ۶۔گردوغبار جمع ہونا، ۷۔قلب وعقل سلیم سے قانون الہیہ کو مان لینا، ۸۔ہیبت رکھنا سہمنا۔ یہاں اس آخری معنی میں ہے۔ خٰشِعُوۡنَ اپنے پوشیدہ فاعل اور متعلق مقدم سے ملکر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف علیہ۔ واوٗ عاطفہ اَلَّذِیۡنَ اسم موصول جمع مذکر۔ ھُمۡ مبتدا عَنِ اللَّغۡوِ جار مجرور متعلق مقدم ہے۔ مُعۡرِضُوۡنَ باب افعال کا اسم فاعل جمع مذکر اس کا مصدر ہے اعراض عَرۡضٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے نفرت کرنا۔ یہ اسم فاعل اپنے پوشیدہ ضمیر صیغہ فاعل اور متعلق مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر پھر معطوف علیہ واوٗ عاطفہ اَلَّذِیۡنَ اسم موصول جمع مذکر ھُمۡ ضمیر مبتدا۔ لام جارہ زَکٰوۃ۔ زَکٰوٌ سے بنا ہے بمعنی لغوی پاک کرنا۔ اصطلاحی ترجمہ ہے۔ مال کا سالانہ نصابی شرعی فرضی صدقہ ادا کرنا۔ یہاں یہی صدقہ ادا کرنا مراد ہے۔ یہ جار مجرور متعلق مقدم ہے۔ فٰعِلُوۡنَ۔ باب نَصَرَ کا اسم فاعل جمع مذکر ترجمہ ہے ادا کرتے رہنے والے۔ یہ اسم فاعل اپنے پوشیدہ فاعل اور متعلق مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مبتدا کی خبر ہوئی مبتدا خبر ملکر جملہ اسمیہ ہو کر صلہ ہوا۔ اَلَّذِیۡنَ کا یہ موصول اپنے صلہ سے ملکر معطوف علیہ ہوا اگلی عبارت کا۔ یہی ترکیب ہے پچھلے دو جملوں کی۔ ۱۔ اَلَّذِیۡنَ ھُمۡ فِیۡ صَلَاتِہِمۡ (الخ)، ۲۔ وَالَّذِیۡنَ ھُمۡ عَنِ اللَّغۡوِ (الخ) کی کہ وہ بھی مبتدا خبر اور موصول صلہ سے مل کر معطوف علیہ ہوا تھا۔ واوٗ عاطفہ اَلَّذِیۡنَ اسم موصول جمع مذکر۔ ھم ضمیر ظاہر جمع مذکر غائب مبتدا ہے۔ لام حرف جر فُرُوۡجٌ۔ اسم جمع مذکر اس کا واحد ہے فَرۡجٌ۔ لغوی ترجمہ ہے کشادگی۔ اصطلاح میں عورت کی اگلی شرم گاہ کو کہا جاتا ہے مگر عرف میں ہر مکمل شرمگاہ کو فرج کہا جاتا ہے۔ مرد کی ہو یا عورت کی اگلی ہو یا پچھلی مطلقاً ننگیز جس کو ڈھکنا شرعاً فرض ہے اس کو عربی میں عورت کہتے ہیں مرد کا ننگیز ناف سے گھٹنوں تک اور مستورات کا کندھوں سے ٹخنوں تک ہے۔ فروج مضاف ہے ھم مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مجرور ہوا لام حرف جر اپنے اس مجرور سے مل کر متعلق مقدم ہوا۔ حٰفِظُوۡنَ۔ باب سَمِعَ کا اسم فاعل جمع مذکر۔ حفظٌ سے بنا ہے۔ لغوی ترجمہ ہے پردہ اور آڑ بنانا۔ اصطلاحی ترجمہ چھپانا، بچانا۔ یہ اسم فاعل اپنے پوشیدہ ضمیر صیغہ فاعل اور متعلق مقدم سے ملکر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے مبتدا کی۔ مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ ہو کر صلہ ہوا۔ موصول صلہ مل کر مستثنیٰ منہ ہوا۔ اگلی عبارت کا۔ اِلَّا عَلٰۤی اَزۡوَاجِہِمۡ اَوۡ مَا مَلَکَتۡ اَیۡمَانُہُمۡ فَاِنَّہُمۡ غَیۡرُ مَلُوۡمِیۡنَ ۚ﴿۶﴾ فَمَنِ ابۡتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡعٰدُوۡنَ ۚ﴿۷﴾۔ اِلَّا حرف استثنا علٰی حرف جر اَزۡوَاجٌ اسم جامد جمع ہے اس کا واحد ہے زوجۃ۔ اس کا مذکر زوج ہوتا ہے اسکی جمع بھی ازواج ہی آتی ہے۔ زوج کا لغوی ترجمہ ہے جوڑا (دو۔ دو) اصطلاح میں زوجۃ بمعنی بیوی زوج بمعنی خاوند۔ کیونکہ زوجہ اور زوج تب ہی کہا جاتا ہے جب بذریعہ نکاح جوڑا بن جائیں۔ ازواج مضاف ہے۔ ھِمۡ ضمیر نفسی بمعنی اپنی مضاف الیہ۔ یہ مرکب اضافی معطوف علیہ۔ اَوۡ۔ عاطفہ مَا اسم موصول مَلَکَتۡ۔ باب ضرب کا فعل ماضی مطلق واحد مونث غائب۔ ملک سے مشتق ہے ترجمہ ہے مالک ہونا لازم ہے۔ اَیۡمَانٌ جمع مذکر اسم جامد اس کا واحد ہے یمین۔ لغوی ترجمہ ہے مضبوط چیز۔ عربی میں پکے وعدے۔ مکمل قسم۔ اور دائیں ہاتھ کو یمین کہا جاتا ہے کیونکہ تینوں میں مضبوطی ہوتی ہے یہاں بمعنی دایاں ہاتھ

ہے اور مراد ہے پوری پکی مضبوط ملکیت۔ ایمان مضاف ھم ضمیر مضاف الیہ۔ یہ مرکب اضافی فاعل ہے۔ مَلَکَتْ کا۔ مَلَکَتْ اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا ما کا موصول صلہ مل کر معطوف علیہ ہوا۔ فَ حرف عطف۔ اِنَّ حرف مشبہ ھُم ضمیر منسوب متصل اِنَّ کا اسم ہے۔ غَیْرُ اسم منفی مضاف ہے۔ مَلُوْمِیْنَ۔ باب نصر کا اسم مفعول جمع مذکر بحالت کسرہ ہے۔ لوم سے بنا ہے۔ بمعنی برا سمجھنا لعنت ملامت کرنا۔ یہ اسم مفعول اپنے پوشیدہ غائب فاعل سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مضاف الیہ غیر کا۔ یہ مرکب اضافی خبر ہے۔ اِنَّ کی۔ اِنَّ اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف ہے۔ عَلٰی اَزْوَاجِهِمْ کے جملے پر۔ یہ سب عبارت متعلق ہے یَبْتَغُوْنَ پوشیدہ فعل کا۔ سب جملہ فعلیہ ہو کر مستثنیٰ ہوا وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ مستثنیٰ منہ کا دونوں مل کر معطوف علیہ ہوا اگلی عبارت کا۔ فَ حرف عطف بمعنی لٰکن من اسم موصول اِبْتَغٰی باب افتعال کا فعل ماضی مطلق واحد مذکر غائب۔ اس کا مصدر ہے ابتغاء بغیٌ سے بنا ہے۔ ترجمہ ہے۔ چاہت پوری کرنا۔ چاہنا خواہش پوری کرنا۔ ابتغی کا فاعل پوشیدہ ضمیر صیغہ ہو ضمیر مستتر جس کا مرجع ہے مَنْ۔ وَرَآءَ اسم جامد ہے۔ کبھی کبھی مصدری معنیٰ میں بھی ہوتا ہے۔ اس کا لغوی ترجمہ ہے۔ آڑ۔ یا آڑ کرنا۔ اس لغوی معنی کی بنا پر اس کا اصطلاحی معنی ہے۔ ا۔ پردہ، ۲۔ حد فاصل، ۳۔ نا قابل پرواہ، ۴۔ نا قابل لحاظ، ۵۔ آگے ہونا، ۶۔ پیچھے ہونا، ۷۔ بعد میں ہونا، ۸۔ پس پشت ہونا یہ ہمیشہ مضاف ہو کر استعمال ہوتا ہے اس کا مضاف الیہ اسم ظاہر بھی ہوتا ہے اسم ضمیر بھی۔ جیسے وَرَآءَ ذَالِکَ۔ وَرَآءَهٗ وَرَاءَ زَیْدٍ۔ اور اس کا مضاف الیہ کبھی فاعلیت کے معنیٰ میں ہوتا ہے کبھی مفعولیت کے معنیٰ میں ہوتا ہے۔ جب فاعلیت ہو تو وَرَآءَ کا معنیٰ ہوتا ہے آگے۔ مثلاً وَرَائَهٗ۔ اس کو چھپانے والی یعنی آگے جب مفعولیت ہو تو وَرَآءَهٗ کا معنیٰ ہوتا ہے پیچھے یا بعد میں۔ مثلاً وَرَآءَ۔ اس سے چھپی ہوئی یعنی پیچھے۔ ۹۔ وَرَآءَ کا معنیٰ علاوہ یہاں اسی معنیٰ میں ہے وَرَآءَ۔ مضاف ذالک اسم اشارہ واحد مذکر بعیدی مشار الیہ کیلئے ہوتا ہے۔ اس کا مشار الیہ اَزْوَاجِهِمْ اور مَامَلَکَتْ ہے۔ یہ مرکب اضافی مفعول بہ ہے اِبْتَغٰی کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا مَنْ کا۔ یہ موصول صلہ مل کر معطوف علیہ ہوا اگلی عبارت کا۔ فَ حرف عطف سببیہ۔ اولٰئک۔ اسم اشارہ حصری بمعنیٰ وہی لوگ۔ ھم ضمیر مرفوع منفصل مبتدا ہے۔ اَلْعٰدُوْنَ۔ الف لام اسمی بمعنی اَلَّذِیْنَ۔ عٰدُوْنَ۔ باب نصر کا اسم فاعل جمع مذکر عَدْوٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے حد سے بڑھنا۔ دشمن کو عَدُوٌّ اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ اپنے مخالف پر ظلم و زیادتی کرنے میں حق استحقاق کی حد سے آگے بڑھتا ہے۔ اَلْعٰدُوْنَ۔ اسم فاعل اپنے پوشیدہ ضمیر صیغہ فاعل سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے ھم مبتدا کی دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو کر حصر ہوا۔ اسم تحصیری اپنے حصر سے مل کر معطوف ہوا مَنِ ابْتَغٰی کے جملے پر۔ وہ دونوں معطوف علیہ اور معطوف ہوا عَلٰی اَزْوَاجِهِمْ کے جملے پر۔ اَلَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ (الخ) سے آخر تک سب عطفی جملے مل کر صفت ہوئی اَلْمُؤْمِنُوْنَ کی یہ مرکب توصیفی فاعل ہے قَدْ اَفْلَحَ کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ﴿۱﴾ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۙ﴿۲﴾ وَ الَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۙ﴿۳﴾ وَ الَّذِیْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۙ﴿۴﴾ وَ الَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۙ﴿۵﴾ اِلَّا عَلٰۤى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ ۚ﴿۶﴾ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۚ﴿۷﴾۔ بیشک فلاح پا گئے ابدی دونوں جہانوں میں ہر قسم کی

کامیابیوں سے بارگاہ نبوت سے تربیت پا کر سچے مخلص پکے مومن نبی کریم کو اپنا ہادی و راہنما مان کر توحید و رسالت، قیامت، سزا، جزا، تقدیر، دوزخ، جنت، میزان کے وجود پر کہ یہ تینوں اب بھی موجود ہیں اور کتب الٰہی کلام ربانی وجود ملئکہ پر ایمان لانے والے ہیں یہی حقیقی کامیابی ہے اسکے علاوہ دنیوی عارضی ترقیاں فلاح نہیں خسران ہے۔ لہٰذا اے لوگو۔ اپنی یا کسی کی سرداریاں دولتیں تجارتیں اولاد و خدام کی کثرت دیکھ کر کوئی دھوکہ نہ کھائے۔ ابدی خوشحالی تو دنیوی غربت و مصائب میں غنیمت اور بھلی ہے۔ کامیاب مومنوں کی سات نشانیاں ہیں پہلی یہ کہ وہ اپنی نمازوں میں مکمل خٰشِعُوْنَ ہیں۔ باطنی، ظاہری، قولی، عملی، قلبی، عقلی، جسمی، عضوی خشوع کرنے والے۔ اس طرح کہ دل میں خوف الٰہی۔ قیام میں ہاتھ باندھے عجز سے رکوع میں جھکنے والے انکسار سے سجدوں میں دبنے والے عشق الٰہی سے۔ جلسہ وقعدہ میں سہمے رہنے والے جلال کبریائی کے رعب سے۔ نگاہیں نیچی شکر سے۔ اعضا ڈھیلے رقت قلبی سے سر جھکے ندامت جمال بارگاہ ربانی سے۔ مومن کی دوسری نشانی۔ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ اپنی نماز و بیرون نماز ہر خلاف شریعت کام و کلام حرکت و حماقت سے بچتے ہیں اور اہل کو بچاتے ہیں اتنی مضبوطی سے کہ ان کے قلوب لغویات و لاغیہ سے بیزار و کنارہ کش رہتے ہیں۔ اہل ایمان حیات دنیوی کو امتحان اور دنیا کو امتحان گاہ اور اعمال کو پرچہ امتحان سمجھتے ہیں۔ لہٰذا وہ اوقات زندگی کو و لمحات حیات کو کاٹتے ٹالتے گنواتے نہیں بلکہ سچے صحیح طریقہ حق سے استعمال کرتے ہیں نہ خود لغو کرتے ہیں نہ لغو محفلوں میں جاتے ہیں نہ تنگ مزاجی کرتے ہیں نہ خشک نظری دکھاتے ہیں۔ کلام لغو کی آٹھ قسمیں ہیں۔ ۱۔ گالی دشنام ترازی، ۲۔ گندہ بیہودہ مذاق، ۳۔ قہقہہ بازی، ۴۔ بدتمیزی گستاخی، ۵۔ تکبر غرور شیخی بڑائی کی باتیں، ۶۔ مسخرہ پن، ۷۔ گیت گانے باجے، ۸۔ غیبت چغلی الزام تراشی، تہمت سازی، بہتان بازی۔ ان تمام لغویات سے پرہیز کرنا تکمیل نماز ہے اسی لئے مومن کی ہر ساعت نماز ہے۔ مومن کی تیسری نشانی هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ مومن وہ ہے جو ہر قسم کی مالی بدنی وقتی قولی عملی زکوٰۃ تا عمر نکالتے رہتے ہیں۔ ادا کرتے رہتے ہیں۔ اس طرح کہ مال کے نصاب کی بدن کے حساب کی وقت کے استعمال کی۔ قول سے تبلیغ کی عمل سے تعمیر کی اپنی تزکیہ طہارت پاکیزگی سے اور اپنوں کی اخلاقی اعمالی ترقی نشو و نما سے۔ اپنی بھلائی کا خیال اغیار کی فلاحی کا خیال۔ ہر ادا حق کے فاعل و خواہشمند ہیں۔ ایسے ہی مومنین کی شان سورہ اعلیٰ کی آیت ۱۴ میں بیان ہوئی کہ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى۔ اور سورۃ الشمس کی آیت ۹ میں فرمایا گیا۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا۔ یعنی بے شک کامیاب ہو گیا وہ مومن جس نے روح و قلب و بدن کو پاک و مزکی کر لیا مومن کی چوتھی نشانی یہ کہ۔ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ۔ وہ بندگان خدا اپنی اپنی پوری شرمگاہوں کو لوگوں سے چھپاتے ہیں۔ حرام سے بچاتے ہیں۔ طریقہ حلال پر لگاتے ہیں۔ عصمت کو بناتے ہیں۔ عفت کو پھیلاتے ہیں۔ معاشرہ اسلامیہ سے حرام کاری کی گندگی مٹاتے ہیں۔ نہ بے لگام بدمعاش بنتے ہیں نہ لنگوٹ بند راہب سنیاسی بنتے ہیں جن کا محض دعویٰ لنگوٹ بندی ہے ورنہ وہ سادھو راہب سنیاسی اپنی لنگوٹ بندی میں بھی بہت کچھ ناجائز کر جاتے ہیں۔ اس لئے اسلام نے یہ سب کچھ ہر مسلمان کیلئے حرام کر دیا چنانچہ ارشاد فرمایا۔ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ۔ مگر مومنوں کی یہ شان اسلامی و طریقہ ایمانی ہے کہ وہ لوگ حلال طیب پاکیزہ شرعی طریقے سے حکم ربانی کے مطابق اپنی بیویوں اور اپنی ملکیتی لونڈیوں پر ذمہ دار، قوام، ناظم الامور گھریلو [illegible] ادا کرتے ہوئے ان

ماتحت بیویوں لونڈیوں کے حق شہوت بھی ادا کرتے ہیں تاکہ بیوی یا لونڈی حق تلفی کی بنا پر مجبوراً حصول حق کے لئے بے راہ و بدمعاش نہ ہو جائے۔ اسلام نے خاوند کو صرف بیوی اور لونڈی کے جواز وحلال کا حق عطا فرمایا ہے ان دو طریقوں کے علاوہ اسلام کسی بھی متعہ وغیرہ کی کنجر بازی یا چکلہ سازی کو جائز وحلال نہیں سمجھتا نہ کسی مومن مسلمانوں کو اسکی اجازت دیتا ہے۔ قرآن مجید میں بہت جگہ اس حلت وحرمت کا ذکر فرمایا گیا۔ چنانچہ یہاں آیت ۶ کے علاوہ سورۂ نساء کی آیت ۳ میں ارشاد ہے۔ فَانۡكِحُوۡا مَا طَابَ لَكُمۡ اے مسلمانو تم اپنی مرضی کی چار بیویوں تک نکاح کر سکتے ہو۔ نکاح کے بغیر کوئی طریقہ حلال نہیں۔ اور آیت ۲۵ میں ارشاد ہے۔ وَمَنۡ لَّمۡ يَسۡتَطِعۡ مِنۡكُمۡ طَوۡلًا اَنۡ يَّنۡكِحَ الۡمُحۡصَنٰتِ الۡمُؤۡمِنٰتِ فَمِنۡ مَّا مَلَكَتۡ اَيۡمَانُكُمۡ...... ذٰلِكَ لِمَنۡ خَشِىَ الۡعَنَتَ مِنۡكُمۡ ؕ وَاَنۡ تَصۡبِرُوۡا خَيۡرٌ لَّكُمۡ۔ یعنی جو مسلمان بوجہ غربت آزاد عورت سے نکاح نہ کر سکے تو وہ کسی کی لونڈی سے نکاح کرلے۔ یہ حکم اس کے لئے ہے جو تم میں شہوت برداشت نہیں کرسکتا اور حرام کاری کا خطرہ محسوس کرے۔ اور اگر صبر وضبط کا حوصلہ بنالو تو تمہارے لئے بہت ہی اچھا ہے۔ اور سورۂ احزاب کی آیت ۵۰ و آیت ۵۲ میں ارشاد ہے۔ قَدۡ عَلِمۡنَا مَا فَرَضۡنَا عَلَيۡهِمۡ فِىۡۤ اَزۡوَاجِهِمۡ وَمَا مَلَكَتۡ اَيۡمَانُهُمۡ۔ اور آیت ۵۲۔ لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنۡۢ بَعۡدُ وَلَاۤ اَنۡ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنۡ اَزۡوَاجٍ وَّلَوۡ اَعۡجَبَكَ حُسۡنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتۡ يَمِيۡنُكَ۔ اسی طرح سورۂ معارج کی آیت ۲۹ و ۳۰ میں ارشاد ہے۔ وَالَّذِيۡنَ هُمۡ لِفُرُوۡجِهِمۡ حٰفِظُوۡنَ ۙ اِلَّا عَلٰٓى اَزۡوَاجِهِمۡ اَوۡ مَا مَلَكَتۡ اَيۡمَانُهُمۡ فَاِنَّهُمۡ غَيۡرُ مَلُوۡمِيۡنَ ۚ۔ ان تمام آیات میں یہی بتایا گیا ہے کہ بیوی، لونڈی کے علاوہ کوئی وطی، مجامعت وصحبت مسلمان مرد وعورت کو جائز نہیں ہے۔ شہوت کی قوت جس طرح مرد میں ہے اسی طرح عورت میں بھی ہے۔ اسلام نے ادائیگی حقوق میں دونوں کو پابند کر دیا کہ مرد صرف خاوند بن کر حق استعمال کرے اور عورت صرف نکاحی شرعی بیوی بن کر مکمل ملکیتی لونڈی بن کر حق وصول کرے۔ اور چونکہ خاوند وآقا کے ذمہ ہی بیوی اور لونڈی کے تمام حقوق ادا کرنے واجب ہیں اس لئے نان نفقہ رہائش کے ساتھ شہوت کا حق بھی وہی ادا کرے۔ لہٰذا حق شہوت بھی صرف وہی مرد ادا کرے جو نان نفقے رہائش میں بھی بیوی لونڈی کا قوام والی ناظم ہو سکے۔ اسی قانون کو سمجھانے کے لئے عَلٰٓى اَزۡوَاجِهِمۡ فرمایا گیا۔ مِنۡ اَزۡوَاجِهِمۡ یا بِاَزۡوَاجِهِمۡ نہ فرمایا گیا۔ اسی لئے مولیٰ اپنی لونڈی سے وطی کر سکتا ہے مگر غلام اپنی مالکہ سے وطی نہیں کر سکتا۔ یہ باریک حکمت نہ سمجھ کر خلافت فاروقی کے زمانے میں ایک مالکہ عورت نے اپنے غلام سے وطی کرالی جائز سمجھتے ہوئے۔ تب صحابہ کرام نے اس عورت کو سمجھاتے ہوئے فرمایا۔ تَاَوَّلۡتِ كِتَابَ اللّٰهِ غَيۡرَ تَاۡوِيۡلِهٖ۔ تو نے آیت کا غلط معنی سمجھا مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ سورۃ مومنون کی ابتدائی آیات میں گیارہ الفاظ مذکر کے صیغوں سے ارشاد ہوئے مگر مراد ان سے مومن مرد بھی ہیں مومنات عورتیں بھی جیسے کہ ازواج النبی کریم ﷺ کو امہات المومنین کہا جاتا ہے۔ اور مراد اس سے امہات المومنات بھی ہیں اسی بنا پر تمام مسلمانوں کے نزدیک عائشہ صدیقہ کا مرتبہ فاطمہ الزہرہ خاتون جنت اور مومنات سے بڑا ہے۔ وہ الفاظ یہ ہیں۔ ۱۔ اَلۡمُؤۡمِنُوۡنَ، ۲۔ خٰشِعُوۡنَ، ۳۔ مُعۡرِضُوۡنَ، ۴۔ فَاعِلُوۡنَ، ۵۔ حٰفِظُوۡنَ، ۶۔ غَيۡرُ مَلُوۡمِيۡنَ، ۷۔ هُمُ الۡعٰدُوۡنَ، ۸۔ رَاعُوۡنَ، ۹۔ يُحَافِظُوۡنَ، ۱۰۔ اَلۡوَارِثُوۡنَ، ۱۱۔ خَالِدُوۡنَ۔ یہاں سب لفظوں میں مذکر مونث دونوں مراد ہیں۔ بعض لوگوں نے غَيۡرُ مَلُوۡمِيۡنَ میں صرف مرد خاوند مراد لئے ہیں اور لونڈیوں کے مالک ہی فقط مراد لئے نہ کہ بیوی ولونڈی۔ مگر یہ قول ونظریہ غلط

ہے۔اس لئے کہ یہاں عَلٰیٓ اَزْوَاجِ فرمانے سے حقوق مراد ہوئے اور شہوت بھی ایک حق ہے جس میں دونوں خاوند بیوی برابر لہٰذا دونوں ہی برابر مراد ہیں یعنی خاوند کیلئے فقط بیوی اور بیوی کیلئے فقط خاوند اسی طرح ملکیتی لونڈی کیلئے صرف اس کا مالک آقا یا جو کوئی دوسرا امر اس سے نکاح شرعی کر کے خاوند بن جائے اور آقا کیلئے صرف ذاتی لونڈی۔تمام اہل ایمان کی یہ چوتھی نشانی بیان فرما کر ارشاد فرمایا گیا۔فَمَنِ ابْتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ۔پس جو شخص مومن ہو کر نکاح شرعی اور ملکیتی لونڈی کے علاوہ اپنے فروج کیلئے کوئی راستہ نکالے گا۔تو وہ کامل مومن نہ ہوگا بلکہ شریعت الٰہی میں حد سے بڑھنے والا سرکش مانا جائے گا۔اہل ایمان کی یہی چار نشانیاں ہیں۔لیکن جو شخص خود کو مومن کہہ کر پھر کوئی تیسرا راستہ نکالے گا۔جیسا کہ شیعہ رافضی تبرائی صرف خود اپنے کو اور اپنوں کو مومن سمجھتے ہیں اپنے علاوہ کسی مسلمان کو مومن نہیں سمجھتے۔ان کی تردید کیلئے تاقیامت یہ قانون بنا دیا گیا۔اور وہی لفظ اَلْمُؤْمِنُوْنَ ارشاد ہوا جس کی یہ شیعہ لوگ اپنے لئے رٹ لگاتے ہیں اور پھر بھی متعہ کی بدکاری کو حلال سمجھتے ہیں۔فرمایا جا رہا ہے کہ وہ مومنون نہیں بلکہ عٰدُوْنَ ہیں۔اللہ رسول کے قرآن وحدیث کے اسلام و اہل ایمان کے پکے دشمن حد سے بڑھنے والے اور بڑھ کر جہنم میں گرنے والے گر کر برباد ہونے والے ابداً ابداً۔ایسے ہی عادون کا اپنے مونہوں سے خود کو مومن کہتے پھرنا کچھ مفید نہیں۔وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔ترمذی ونسائی شریف میں بروایت فاروق اعظم ہے کہ جب یہ دس ابتدائی آیات نازل ہوئیں تو آقا کائنات حضور اقدس ﷺ نے خوب خوشی منائی اور فرمایا جو مسلمان ان دس آیتوں کو تاعمر اپنے اور اہل بیت پر قائم رکھے وہ جنت کے داخلین و اولین میں ہوگا۔پھر فرمایا آقا ﷺ نے یہ آیت تمام ابواب خیر کی جامع ہیں اور ایمان کے گیارہ خزانے۔۱۔نماز میں خشوع، ۲۔زکوٰۃ میں ہمیشگی ادا، ۳۔لغویات وخبائث سے مکمل تاعمر پرہیز، ۴۔تمام محرکات سے بچا رہنا، ۵۔شہوات سے ہٹا رہنا، ۶۔عبادت بدنیہ کی پابندی سے اتباع نبوی، ۷۔قولی و مالی عبادات میں اطاعت نبوی، ۸۔عادات وصفات کی پاکیزگی، ۹۔تجلیات ربانی کیلئے روح وقلب کو پاک کرنا، ۱۰۔امانتوں کی حفاظت، ۱۱۔وعدوں کی رعایت و وفاداری۔ہر نمازی کو چاہئے کہ وساوس شیطانیہ۔خیالات پریشانیہ۔تصورات باطلہ کو حتی الامکان کوشش سے ختم کرے۔اور الفاظ نماز۔ارکان صلوٰۃ پر توجہ دے خیالات مختلفہ اور تصورات متفرقہ تب ہی ستاتے ورغلاتے ہیں جب نماز میں خشوع نہ ہو کوشش بندے کی مدد رب تعالیٰ کی بس یہی کوشش اس کا علاج مفید ہے۔

چند الفاظ کی تشریح

کامیابی کی تیرہ قسمیں ہیں۔۱۔فوری حصول مقصد، ۲۔خوفناکی سے نجات، ۳۔بقاء نیکی، ۴۔دینی دنیوی عزت، ۵۔اخروی کمال، ۶۔نہ عذاب قبر، ۷۔نہ حساب آخرت کی پریشانی، ۸۔نہ شدائد قیامت، ۹۔نہ دخول نار، ۱۰۔نہ صعوبت پل صراط، ۱۱۔نہ دخول جنت میں رکاوٹ نہ حصول نعمت فردوس میں دشواری، ۱۲۔قرب الٰہی کے مرتبے ملیں، ۱۳۔رویۃ ورضا کا انعام ملے یہی کامیابیاں لسان درجات ہیں نشان دوم خشیت الٰہی، مولیٰ علی نے فرمایا کہ خشوع کی چودہ صورتیں ہیں۔۱۔مُخْبِتُوْنَ ہونا یعنی خود کو اور اپنی ہر نیکی کو گھٹیا نا قابل قبول سمجھنا اس لئے رب کی ناراضی سے ڈرے سہمے رہنا، ۲۔سب میں عاجز رہیں، ۳۔رب تعالیٰ سے ہر دم خائف، ۴۔تواضع [illegible] آواز نیچی نظریں نیچی نماز و سر راہ میں،

۵۔ توجہ الی اللہ ہر وقت۔ اسکے علاوہ وہ کسی بھی طرف رغبت نہ رکھیں، ۶۔ ظاہر میں حسن طہارت والے ہوں، ۷۔ باطن میں سکون وخلوص والے ہوں، ۸۔ نمازوں میں اپنی نگاہیں ارکان نماز کی جگہ رکھنے والے ہوں، ۹۔ نمازوں کو قائم ودائم و درست رکھنے والے ہوں کہ نہ ہاتھ چلائیں نہ پاؤں ہلائیں نہ جسم میں مشغول ہوں، ۱۰۔ نماز کی ادا میں شوق ذوق ہمت ومحبت صحت کا خیال رکھنے والے ہوں، ۱۱۔ ہر نماز میں تذکر، تعقل، تدبر کرنے والے، ۱۲۔ ہر قول میں مخلص، ۱۳۔ ہر یقین میں کامل، ۱۴۔ ہر مقام میں سر بلند واعظم، ہر مرتبے میں خوش بخت، مومن کی اصلی ابدی دولت یہی ہے کہ اہتمام میں جامع عجز میں مانع (انتہائی) خشوع صوت وبصر میں ہوتا ہے اور خضوع بدن میں نماز میں ادھر ادھر دیکھنا شیطان کی شرارت سے ہوتا ہے۔ ابن عباسؓ کے نزدیک لغو سے مراد شرک ہے۔ حسن بصری کے نزدیک تمام گناہ لغو ہیں۔ امام عطا کے نزدیک ہر کھیل لغو ہے۔ مُعْرِضُوْنَ کا معنٰی ہے کہ کسی بھی لغو کا ارتکاب نہیں کرتے۔ کسی نے فرمایا کہ لغو سے مراد بروں کی صحبت ہے۔ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنَ کا معنٰی ہے۔ ہمیشہ فرضی واجبی نفلی صدقات دینے والے۔ اِلَّا عَلٰۤى اَزْوَاجِهِمْ۔ کی پوری آیت میں متعہ کی ممانعت ظاہر ہوئی۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ متعہ اسلام میں کبھی بھی جائز نہ ہوا۔ بلکہ یہ دور جہالت سے بحالت سفر مسافروں کے لئے رائج تھا۔ اسلام میں ابتداء اس سے بوجہ مجبوری نہ روکا گیا مگر بعد میں سختی سے اس کو حرام کیا گیا مکہ مکرمہ میں ہی مسلمانوں پر حرام کر دیا گیا تھا اسی آیت کے نزول سے (تفسیر مظہری) کامل مومن وہ ہے جس کے ایمان میں تیرہ چیزیں ہوں۔ ۱۔ اقرا باللسان، ۲۔ تصدیق بالقلب، ۳۔ اظہار بالاعمال، ۴۔ توحید الٰہی پر قائم، ۵۔ تمام انبیا علیہم السلام کی نبوت پر ایمان، ۶۔ ملائکہ پر، ۷۔ حشر جسمانی پر، ۸۔ جزاء اخروی پر، ۹۔ جنت پر، ۱۰۔ دوزخ پر، ۱۱۔ میزان کے وجود پر، ۱۲۔ کتب الٰہیہ پر، ۱۳۔ ہر تقدیر ازلی پر۔ مبرم ہو یا معلق۔ خیر ہو یا شر۔ حلو یعنی میٹھی ہو یا مر کڑوی یعنی بندے کو اچھی لگے یا بری۔ خشوع فی الصلوٰۃ سے نماز میں بارہ کام مکروہ تحریم ہوگئے۔ ۱۔ پائنچے یا آستین اوپر کو لپیٹنا چڑھانا، ۲۔ نماز میں آنکھیں بند کرنا، ۳۔ نماز میں چادر سے منہ ڈھکنا، ۴۔ سدل کرنا یعنی گردن یا سر پر رومال وغیرہ دو طرفہ لٹکانا، ۵۔ نماز میں کسی وقت کمر پر ایک یا دونوں ہاتھ یہودیوں کی طرح رکھنا، ۶۔ نماز میں دونوں ہاتھ کی انگلیوں کی کنگھی بنانا، ۷۔ رفع یدین بار بار کرنا، ۸۔ نماز میں کوئی چیز کھانا چبا کر یا نگل کر، ۹۔ نماز میں پھونکیں مارنا، ۱۰۔ بحالت نماز ہاتھ سے جگہ صاف کرنا اگر دونوں سے کی تو نماز ٹوٹ جائیگی، ۱۱۔ زور سے اباسی لینا۔ اگر اباسی میں دو حرف نکل گئے تو نماز ٹوٹ جائیگی، ۱۲۔ نماز باجماعت میں مقتدی نماز کا کوئی کام اپنے امام سے پہلے کرے۔ یہ سب حرکتیں خشوع نماز کے خلاف ہیں۔ علماء احناف کے نزدیک نماز میں خشوع سنت لازمی اور افضل اعمال ہے۔ خشوع کا مقام دل ہے۔ خشوع کا اظہار اعضا کی درستگی سے ہے۔ خشوع کی جزا آخرت میں ہے علامات قیامت میں پہلی نشانی یہ ہے نمازیوں کے دل سے خشوع ختم ہو جائے گا۔ پھر آہستہ آہستہ نمازیں بھی ختم ہو جائیں گی۔ حاکم ومسند احمد اور مسند ابن شیبہ نے باب الزہد میں حضرت عبیدہ بن صامتؓ سے یہی روایت فرمائی۔ لَغْو بمعنٰی "کفاد" کا ترجمہ ہے چڑیوں کا بیہودہ اور دل آزار شور۔ اصطلاح ہر قبیح کو لغو کہا جاتا ہے۔ فَاعِلُوْنَ بمعنٰی مُؤَدُّوْنَ ہے یعنی ادا کرنے والے۔ مگر فَاعِلُوْنَ فرما کر ادا ہمیشگی کا اشارہ فرمایا گیا۔ کیونکہ فعل میں استمرار ہوتا ہے لفظ ادا میں استمرار نہیں ہوتا۔ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ۔ میں آٹھ قسم کی وطی حرام کی گئی۔ ۱۔ متعہ کی بدکاری، ۲۔ خضخضہ کی شہوت زنی یعنی مشت زنی، ۳۔ حیوانات سے

قبل یا دبر میں مجامعت کرنا، ۴۔ لواطت، ۵۔ پانچویں بیوی رکھنا، ۶۔ ایک خاوند کی دوسگی بہنوں کو بیوی بنانا، ۷۔ ایک خاوند کی سگی پھوپھی بھتیجی کو ایک وقت میں بیوی بنانا، ۸۔ سگی خالہ بھانجی کو بیک وقت ایک مرد کے نکاح میں دینا۔ دوسری بیوی کو عربی میں علت اور ضَرَّۃ کہتے ہیں اردو میں سوت پنجابی میں سوکن کہتے ہیں۔ قانون شریعت میں تین قسم کی سوکن حرام ہے۔ ۱۔ پانچویں سوکن یعنی پانچویں بیوی، ۲۔ سگی بہن اپنی بہن کی سوکن نہیں بن سکتی، ۳۔ سگی خالہ اپنی بھانجی کی یا بھانجی اپنی سگی خالہ کی سوکن شرعاً نہیں بن سکتی، ۴۔ سگی پھوپھی اپنی بھتیجی کی یا بھتیجی اپنی سگی پھوپھی کی سوکن نہیں بن سکتی۔ ہاں البتہ ایک مرد کی ملکیت میں لونڈی ہو سکتی ہیں دوسگی بہنیں بھی سگی پھوپھی بھتیجی بھی۔ سگی خالہ بھانجی بھی۔ مگر ان میں سے صرف ایک سے وطی کر سکتا ہے (از روح المعانی) تفسیر روح البیان میں ہے کہ جب اہل جنت کا جنت میں داخلہ ہوگا تو جنت پکارے گی قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ (مومنون:۱)۔ اور وہاں مومنوں سے مراد فقراء صابرین، امراء شاکرین، علماء عاملین، صلحاء عالمین ہیں۔ حدیث مقدس میں ہے کہ اذا خَضَعَ الۡقَلۡبُ خَشَعَتِ الۡجَوَارِحُ۔ جب دل میں ہیبت الٰہی ہو تو اعضا سے خشوع ظاہر ہوتا ہے۔ ایک بار آقا ﷺ نے ایک نمازی کو دیکھا کہ وہ بحالت نماز اپنی داڑھی سے کھیل رہا ہے تو نبی کریم آقا ﷺ نے فرمایا لَوۡ خَشَعَتِ الۡقَلۡبُ هٰذَا خَشَعَتۡ جَوَارِحُهٗ یعنی اگر اس کے دل میں خشوع ربانی ہوتا تو اسکے اعضا میں بھی خشوع ہوتا تفسیر ابن عباس نے فرمایا کہ خشوع قلبی باطن میں خوف الٰہی ہیبت کبریائی اور دل کا لرزہ ہے۔ خشوع ظاہری چار چیزیں ہیں۔ ۱۔ نماز میں بدن سکون میں رہے، ۲۔ ادھر ادھر توجہ نہ پھرے، ۳۔ نگاہیں نیچی رہیں، ۴۔ رکوع وسجود وغیرہ میں رفع یدین نہ ہو خشوع نماز شرط جواز نہیں بلکہ شرط مقبولیت ہے یعنی اگر کسی کی نماز میں ظاہری باطنی خشوع نہ ہوگا تو نماز ادا ہو جائے گی۔ مگر ثواب کم ملے گا۔ عربی میں برائی کیلئے پانچ لفظ ہیں۔ ۱۔ لوم، ۲۔ ذم، ۳۔ حقیر، ۴۔ بئس، ۵۔ ساء۔ مگر فرق یہ ہے بری شخصیت کے لئے لوم ہے جیسے کہ اَلۡكَافِرُ وَ الۡفَاسِقُ مَلُوۡمٌ، اسی معنٰی میں یہاں غَيۡرُ مَلُوۡمِيۡنَ فرمایا گیا۔ اور بری عادت بری خصلت کو ذم کہا جاتا ہے جیسا کہ اَلۡكُفۡرُ وَ الۡفِسۡقُ مَذۡمُوۡمٌ اور قابل نفرت کو حقیر کہا جاتا ہے۔ برے کام کیلئے ساء اور بری اجرت وبدلے کیلئے بئس کہا جاتا ہے۔

مختلف اقوال

سورۃ مومنون کے نزول میں چار قول ہیں۔ ۱۔ بعض نے فرمایا کے ساری سورۃ مکی ہے کوئی بھی آیت مدنی نہیں ہے۔ یہی قول درست ہے۔ ۲۔ بعض نے فرمایا۔ اسکی آیت ۷۵و۷۶و۷۷ تین آیات مدنی ہیں۔ از وَلَوۡ رَحِمۡنٰهُمۡ۔ تامُبۡلِسُوۡنَ، ۳۔ بعض نے فرمایا اسکی چودہ آیتیں مدنی ہیں۔ از آیت ۶۴ تا ۷۷، حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذۡنَا مُتۡرَفِيۡهِمۡ سے۔ مُبۡلِسُوۡنَ تک، ۴۔ بعض نے فرمایا اسکی سترہ آیتیں مدنی ہیں اولاً آیت ۵،۶، ۷۔ وَالَّذِيۡنَ هُمۡ لِفُرُوۡجِهِمۡ حٰفِظُوۡنَ سے فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡعٰدُوۡنَ۔ تک۔ اور پھر آیت ۶۴ سے آیت ۷۷ تک۔ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذۡنَا سے مُبۡلِسُوۡنَ تک۔ نزول آیت میں علماء اسلام کی تین اصطلاحیں ہیں۔ ۱۔ مکی آیات جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئیں ہوں۔ حضر میں یا سفر میں ہوں۔ مدنی آیات جو ہجرت کے بعد نازل ہوئی ہوں ہجرت کے دوران۔ یا سفر۔ یا حضر یا مکہ مکرمہ میں حج یا عمرہ یا فتح مکہ کے وقت ان سب کو مدنی ہی کہا جائے گا۔ ۲۔ بعض علما فرماتے جو آیات مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں ہجرت سے پہلے یا بعد وہ مکی ہیں اور جو شہر مدینہ منورہ میں

نازل ہوئیں وہ مدنی ہیں اور جو کسی بھی سفر میں نازل ہوئیں وہ سفری ہیں۔ ۳۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ جن آیات میں اہل مکہ سے خطاب ہے وہ کہیں بھی نازل ہوں وہ مکی ہیں۔ اور جن آیات میں اہل مدینہ سے خطاب ہے وہ کہیں نازل ہوں مدنی ہیں۔ مگر پہلا قول درست ہے کیونکہ مشہور و مکتوب ورائج ہے (تفسیر روح المعانی) اس سورۃ مومنون کی تعداد آیات میں دو قول۔ ۱۔ بصری قراء کہتے ہیں کہ ایک سوسترہ آیات ہیں۔ کیونکہ آیت ۴۵ ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى سے قَوْمًا عَالِيْنَ تک ایک آیت ہے، ۲۔ مگر کوفی قراء کہتے ہیں کہ کل آیات ۱۱۸ ہیں۔ اور آیت ۴۵ ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى سے مُبِيْنٍ تک ایک آیت ۴۵ اور اِلٰى فِرْعَوْنَ سے قَوْمًا عَالِيْنَ تک دوسری آیت ۴۶ ہے۔ یہی قول درست ہے کیونکہ مکتوب و مشہور ہے، ۳۔ بعض قراء نے فرمایا کہ کل آیات ایک سو انیس ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ ثُمَّ اَرْسَلْنَا سے مُبِيْنٍ تک دو آیتیں ہیں۔ ۴۵ و ۴۶ خٰشِعُوْنَ کے معنی میں بارہ قول ہیں وہ سب ہی درست ہیں تفسیر عالمانہ میں بیان کر دیئے گئے ہیں۔ لغو کے معنی میں پانچ قول وہ سب ہی درست ہیں تفسیر عالمانہ میں بیان کر دیئے گئے۔ زکوٰۃ کے معنی میں تین قول ہیں۔ ۱۔ بعض نے فرمایا زکوٰۃ سے مراد تمام اعمال صالحہ، ۲۔ بعض نے فرمایا زکوٰۃ سے طہارت۔ پاکیزگی، ۳۔ اکثر علماء نے فرمایا زکوٰۃ سے مال کے نصاب کی سالانہ زکوٰۃ فرضی یہی قول درست ہے۔ فرضیت زکوٰۃ کے زمانے میں تین قول۔ ۱۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ زکوٰۃ مکہ مکرمہ میں فرض ہوئی اسی آیت ۴ سے، ۲۔ بعض نے فرمایا زکوٰۃ مدینہ منورہ میں فرض ہوئی، ۳۔ اکثر مفسرین نے فرمایا کہ زکوٰۃ کا وجوب واظہار مکہ مکرمہ میں ہوا اسی آیت ۴ سے مگر فرضیت ادا نہ ہوئی کیونکہ یہ آیت جملہ خبریہ ہے اور خبر سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی۔ فرضیت زکوٰۃ مدینہ منورہ میں ہوئی۔ اٰتوا الزکوٰۃ کی آیت سے کیونکہ وہ امر اور جملہ انشائیہ۔ اور فرضیت و ممانعت جملہ انشائیہ سے ثابت ہوتا ہے یہی قول درست ہے۔ خشوع فی الصلوٰۃ کے حکمی مرتبے میں پانچ قول ہیں۔ ۱۔ بعض نے فرمایا نماز میں خشوع فرض ہے، ۲۔ بعض نے فرمایا افضل ہے اس سے ثواب کی زیادتی اور تکمیل نماز ہے، ۳۔ بعض کے نزدیک نماز میں خشوع کرنا سنت لازمی ہے، ۴۔ بعض کے نزدیک واجب ہے، ۵۔ نماز میں خشوع کرنا شرط نماز ہے رکن نماز نہیں ہے۔ قَدْ اَفْلَحَ۔ کی قرات میں دو قول۔ ۱۔ بعض قراء کے نزدیک قَدْ اَفْلَحَ۔ فعل ماضی مطلق معروف ہے، ۲۔ بعض کی قرات میں قَدْ اُفْلِحَ ہے ماضی مطلق مجہول۔ خٰشِعُوْنَ کی تفسیر میں مفسرین کے تین قول، ۱۔ یہ صحابہ کرام کی نشانیاں بتائی گئیں ہیں کہ تربیت نبوی سے صحابہ کرام نمازوں میں خشوع کرتے ہیں اور یہ مذکورہ مومنین صحابہ کی نشانیاں ہیں جنکی وجہ سے دنیا میں سلطنت اسلامیہ کے وارث اور آخرت میں جنت میں هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ ان آیات میں شیعہ فرقے کی تردید ہے کیونکہ شیعہ فرقہ کہتا ہے کہ مومن اور جنتی صرف وہ ہیں جو مولیٰ علی کے ساتھی ہیں۔ باقی تمام صحابہ اسلام سے پھر گئے تھے کیونکہ مولیٰ علی سے پھر گئے تھے (معاذ اللہ) شیعہ فرقہ کے اس کفریہ عقیدے کی یہاں قرآن مجید کے علاوہ خود مولیٰ علی نے بھی تردید فرمادی۔ چنانچہ کنزالعمال جلد ششم واقعہ الصفین ص ۲۰۴ پر ہے سُئِلَ عَلِیٌّ اَمِیْرُ عَلَیْهِ السَّلَامُ قِتَالَ یَوْمِ الصِّفِّیْنَ فَقَالَ قَتْلَانَا وَقَتْلَاهُمْ فِی الْجَنَّةِ۔ ترجمہ۔ جنگ صفین کے بارے میں مولیٰ علی سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ہمارے مقتولین اور انکے مقتولین دونوں جنتی ہیں۔ ثابت ہوا کہ شیعہ فرقے کا مذہب خود مولیٰ علی کے مذہب کے خلاف ہے۔ ۲۔ بعض نے لکھا ہے کہ فرضیت نماز کی ابتدا میں صحابہ کرام نماز میں ادھر ادھر دیکھ لیا کرتے تھے اور آسمان کی

طرف دیکھتے رہتے تھے جب یہ آیات نازل ہوئیں تو صحابہ نے ادھرادھر دیکھنا چھوڑ دیا کیونکہ یہ خشوع کے خلاف تھا۔ یہ قول بالکل غلط جاہلانہ ہے اور جھوٹا ہے وہ جس نے یہ جھوٹ بنایا۔ اس لئے کہ آیت کریمہ خشوع کرنے والوں کی خبر دیتے ہوئے نشاندہی فرمارہی ہے۔ اور یہ قول خشوع صحابہ کی نفی کررہا ہے۔ نبی کریم ﷺ تو شروع دن سے صحابہ کرام کو خشوع کی تعلیم و تربیت دیتے تھے اور تمام صحابہ سختی سے اس تعلیم پر عامل تھے اسی پابندی کی قرآن کریم خبر دے رہا ہے۔ ۴۔ ایک جاہل نے لکھا ہے کہ اس آیت کے نزول سے پہلے خود نبی کریم ﷺ آسمان کی طرف اور دائیں بائیں دیکھ لیا کرتے تھے۔ معاذ اللہ۔ جب یہ آیات نازل ہوئیں تو پھر ایسا نہ کیا۔ یہ قول بھی کذبیات شیطانیہ میں سے ہے اس لئے کہ بلاضرورت نبی کریم ﷺ اپنی نگاہ مبارک کبھی کسی طرف نہ پھیرتے نہ اٹھاتے بلکہ صحابہ کرام کو تعلیم نماز کے ساتھ ساتھ تعلیم خشوع بھی عطا فرمایا کرتے تھے اور نگاہیں جمانے کا حکم فرماتے اور پھیرنے گھمانے سے منع فرماتے۔ تو بھلا خود کیسے کر سکتے تھے۔ اور اگر کبھی ضرورۃً نگاہ مقدس جانب آسمان اٹھائی بھی تو رب تعالیٰ نے اس کی تعریف و ثنا فرمائی۔ جیسا کہ تحویل قبلہ کے وقت ہوا۔ ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ کا ہر کام ہی جائز رب تعالیٰ کو پسند ہے۔ یہ قول کسی جاہل گستاخ نے بنایا۔ مفسرین سابقین کے ایسے ہی کذبیات سے وہابیت نے جنم لیا ہے۔

فائدے

ان آیات پاک سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ **پہلا فائدہ** حضرت ام رومان صدیق اکبر کی زوجہ محترمہ، عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی والدہ محترمہ سے مروی ہے۔ کہ آقاء کائنات حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ اے نمازیو نماز میں پرسکون رہو۔ کیونکہ اطراف واعضا کو خوف الٰہی سے پرسکون رکھنا اور ہر قسم کے ہلنے جلنے نظر پھرانے سے خود کو بچانا تکمیل نماز ہے یہ فائدہ اس تعلیم نبوی اور فِیۡ صَلَاتِہِمۡ خٰشِعُوۡنَ۔ فرمانے سے حاصل ہوا۔ **دوسرا فائدہ** تا قیامت تمام مسلمانوں کو منع فرمادیا گیا کہ نماز و دعا میں آسمان کی طرف نگاہیں نہ اٹھایا کریں۔ مستدرک حاکم جو در پردہ مائل برفض تھا اس نے صحابہ کرام پر اتہام لگایا ہے کہ صحابہ بلکہ خود نبی کریم ﷺ بھی پہلے نگاہیں پھرایا کرتے اس آیت کے بعد پھر ایسا نہ کیا۔ امام بغوی نے مستدرک حاکم کی سخت تردید فرمائی اور فرمایا کہ مستدرک حاکم رافضی ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ہر فعل جائز بلکہ عین شریعت و خصوصیات میں سے ہے۔ آپ کا ہر کام خٰشِعُوۡنَ میں سے ہے۔ خشوع الٰہی تو محبوب کی اداؤں کا نام ہے۔ خواہ طواف میں رمل ہو یا آسمان پر نظر ہو۔ یہ فائدہ خٰشِعُوۡنَ کے جملہ خبریہ سے حاصل ہوا۔ **تیسرا فائدہ** مختلف الفاظ سے نماز و زکوٰۃ کو ہر آیت میں ساتھ ساتھ بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ان دونوں عبادتوں میں کمال کا تعلق و مشابہت ہے مثلاً نماز وقتی اور بدنی عبادت ہے تو زکوٰۃ مالی ومحنتی عبادت ہے۔ نماز میں خشوع کی ضرورت زکوٰۃ میں خلوص کی ضرورت۔ نماز میں روح وقلب سے اہتمام کی ضرورت اور زکوٰۃ میں روح وقلب سے احترام کی ضرورت۔ نماز کو لغویات بدنی سے بچانا ضروری ہے۔ زکوٰۃ کو لغویات نام ونمود وریاکاری سے بچانا ضروری ہے۔ یہ فائدہ فِیۡ صَلَاتِہِمۡ خٰشِعُوۡنَ۔ پھر درمیان میں عَنِ اللَّغۡوِ مُعۡرِضُوۡنَ۔ اور پھر لِلزَّکٰوۃِ فٰعِلُوۡنَ۔ فرمانے سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ** ۔ نماز اور دعا میں آسمان کی طرف نگاہیں اٹھانا گناہ کبیرہ ہے۔ اور اندیشہ ہے نظر و بینائی جاتی رہے۔ مسلم ونسائی نے حضرت ابو ہریرہ سے اور ابوداؤد۔ ابن ماجہ و مسند احمد نے حضرت جابر سے روایت فرمائی کہ نماز میں ہلنا ہٹنا، دائیں بائیں دیکھنا۔ آگے پیچھے بلا وجہ ہونا سخت گناہ اور عادت یہود ہے۔ اور باعث ہلاکت وذلت۔ نماز فرض ہو یا واجی نفلی۔ یا سنت موکدہ غیر موکدہ یا کفایہ۔ یہ مسئلہ خٰشِعُوْنَ فرمانے سے مستنبط ہوا۔ صحابہ کرام کی نشانی ہے تمام امت کیلئے تا قیامت حکم بیانی ہے۔ **دوسرا مسئلہ** ۔ پہلے زمانوں میں جبکہ لونڈی غلام ہوتے تھے۔ اب نہیں ہیں مگر آئندہ ہو سکتے ہیں اس لئے مسئلہ شرعی یہی ہے کہ مولیٰ اپنی لونڈی سے صحبت وطی کر سکتا ہے مالک ہونا ہی مثل نکاح جواز ہے۔ اور صحبت کا حلال ہونا اولاد پیدا کرنا شرعاً جائز وحلال ہے۔ مگر مالکہ اپنے غلام سے وطی نہیں کرا سکتی۔ یہ مسئلہ۔ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ ۔ میں لفظ مَا اور ھم ضمیر مذکر ارشاد فرمانے سے مستنبط ہوا۔ اس لئے کہ مَا غیرُ ذوی العقول کیلئے آتا ہے۔ اور لونڈی عورت اپنی قلت عقلی کی وجہ سے مثل بے عقل جانور کے مشابہ ہے اور اس لئے کہ غلام مرد ہونے کی وجہ سے عقل تام رکھتا ہے لہٰذا وہ اس مَا مَلَكَتْ سے خارج ہے اور ھم ضمیر مذکر کی وجہ سے عورت مالکہ اس جواز سے نکل گئی۔ ثابت ہو گیا کہ مولیٰ لونڈی کی وطی حلال ہے۔ مالکہ وغلام کی وطی حرام ہے۔ (تفسیر مظہری) **تیسرا مسئلہ** ۔ خاوند بیوی اور مولیٰ لونڈی کی باہمی صحبت وطی کے علاوہ شریعت اسلام میں کوئی وطی ومجامعت جائز وحلال نہیں ہے۔ لہٰذا شیعوں کا متعہ اور عورت یا مرد سے دبر میں لواطت جانوروں سے قبل یا دبر میں مجامعت یا مشت زنی قطعاً حرام ہے۔ آئمہ ثلاثہ کا یہ متفقہ مسئلہ ہے۔ امام احمد حنبل کے نزدیک سخت ترین تین قسم کی مجبوریوں میں مشت زنی کو مجبوراً جائز رکھا گیا ہے۔ امام احمد مشت زنی کو بلا مجبوری مکروہ تحریمی فرماتے ہیں۔ عَنْ اِبْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ مَكْرُوْهٌ" یعنی ابن جریج نے حضرت عطا سے روایت کیا کہ مشت زنی مکروہ ہے۔ امام احمد اپنی مسند میں اسی روایت کو دلیل بناتے ہیں۔ مگر آئمہ ثلاثہ کے نزدیک یہ مسئلہ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ (الخ) سے مستنبط ہوا۔ **چوتھا مسئلہ** ۔ حرمت متعہ کیلئے یہ آیت ۷ دلیل ظنی ہے۔ کیونکہ یہاں اقتضاء النص سے بطریقہ استنباط حرمت متعہ ثابت ہو رہی ہے۔ استنباط اس طرح کیا گیا کہ متعہ کی عورت نہ بیوی ہو سکتی ہے نہ لونڈی۔ لونڈی نہ ہونا تو ظاہر ہے بیوی اس لئے نہیں ہے کہ شرعی بیوی کے نکاح صحیح کی وجہ سے تقریباً بارہ حقوق خاوند پر واجب ولازم ہیں جو یقینی وقانونی دینے ادا کرنے واجب ہیں۔ مگر ان میں سے کسی بھی حق کی یہ متعہ والی عورت حقدار و مستحق نہیں ہوتی نہ شرعاً نہ قانوناً۔ جیسا کہ دلائل حرمت متعہ میں اس کی تفصیل بیان کی جائیگی انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور جب متعہ والی عورت نہ بیوی ہوئی نہ لونڈی تو لامحالہ یقیناً وہ مَاوَرَآءَ ذَالِكَ ہوئی جو بالکل شرعاً حرام ہے۔ اسکے مرتکب اَلْعٰدُوْنَ ہوئے اور چونکہ یہ ثبوت وقیاس استنباط سے ظاہر ہے اس لئے یہ حرمت ظنی ہے مگر حدیث مقدسہ متواترہ سے متعہ کی حرمت قطعی ثابت ہے۔ نبی کریم آقا دوعالم ﷺ نے واضح الفاظ میں متعہ کے حرام ہونے کا ذکر فرمایا۔ نیز اسکی حرمت قطعی اجماع صحابہ سے بھی ثابت ہے۔ اور جسکی واضح عبارۃ النص پائی جائے وہ حکم قطعی ہوتا ہے لہٰذا حرمت متعہ آیت سے ظنی اور روایت واجماع امت سے قطعی ہے۔ شیعہ رافضی تبرائی کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے متعہ کو حرام کیا۔ شیعوں کی یہ بات بالکل غلط ہے۔ فاروق اعظم حرمت متعہ کے موجد نہیں وہ عدالت اسلامیہ میں بحیثیت قانون حرمت کو داخل شامل ونافذ کرنے والے ہیں۔ غرضیکہ حرمت متعہ تین طرح

ثابت ہے۔ ۱۔ حرمت ظنی قرآن مجید سے، ۲۔ حرمت قطعی قولی وضاحت رسول پاک وحدیث متواترہ سے، ۳۔ حرمت قطعی عقیدۃ وعملی اجماع عمل صحابہ کرام سے۔ حرمت ظنی کا یہ مسئلہ فَمَنِ ابْتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِکَ (الخ) سے مستنبط ہوا۔

حرمت متعہ کے دلائل

از تفسیر روح المعانی۔ **پہلی دلیل** امام عبدالرزاق اور ابوداؤد امام قاسم بن محمد سے روایت فرمایا کہ کسی نے ان سے متعہ کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا متعہ سورۃ مومنون کی آیت ۵ تا ۷ سے تاقیامت حرام کر دیا گیا۔ اور یہی آیت تلاوت فرمائی وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِفُرُوْجِھِمْ حٰفِظُوْنَ تا آخر۔ اور فرمایا کہ متعہ والی عورت نہ بیوی ہے نہ لونڈی ہے بلکہ مَاوَرَآءَ ذٰلِکَ ہے۔ پس واجب ہے کہ متعہ والی عورت حرام ہی ہو حلال نہیں ہو سکتی۔ **دوسری دلیل** شرعی بیوی کے بارہ حقوق ہیں۔ ۱۔ بیوی طلاق کی مستحق ہوتی ہے، ۲۔ بیوی مطلقہ یا بیوہ پر عدت واجب ہوتی ہے، ۳۔ بیوی سے ظہار بھی کیا جاسکتا ہے، ۴۔ بیوی کا ایلا بھی ہو سکتا ہے، ۵۔ بیوی ہی محصنہ ہوتی ہے، ۶۔ بیوی کو تہمت لگانے سے لعان واجب ہوتا ہے، ۷۔ بیوی کا نفقہ نان خاوند پر واجب ہوتا ہے، ۸۔ بیوی کا مکمل باپردہ لباس بھی خاوند پر واجب ہے رہائش باسہولت بھی خاوند کے ذمہ واجب، ۹۔ بیوی کو خاوند کی اور خاوند کے نطفے کی وہ اولاد جو اس بیوی کے بطن سے ہو میراث ملے گی۔ اور بیوی کی میراث خاوند کو ملتی ہے، ۱۰۔ عرف عام واصطلاح شرعی میں منکوحہ عورت کو ہی بیوی کہا جاتا ہے، ۱۱۔ اولاد و نسل صرف بیوی سے ملتی ہے، ۱۲۔ بیوی کے ہوتے ہوئے اسکی سگی بہن، سگی پھوپھی سگی خالہ سے نکاح یہ خاوند نہیں کر سکتا نہ ہی ایک خاوند پانچویں کوئی بیوی بنا سکتا ہے۔ مگر متعہ کی عورت کو یہ حقوق حاصل نہیں اس کو نہ طلاق نہ عدت نہ ایلا نہ ظہار نہ وہ محصنہ بنے نہ اس پر تہمت سے لعان واجب نہ اس کا شرعاً نان نفقہ واجب نہ لباس نہ رہائش واجب نہ میراث پائے نہ عرف عام واصطلاح شریعت میں اس کو بیوی کہا یا سمجھا جائے نہ اس سے اولاد و نسل ملے۔ متعہ کی عورت کے ہوتے اس کی سگی بہن خالہ پھوپھی سے نکاح جائز ہے۔ اور جواز کے قائل شیعہ لوگ ان میں سے کسی ایک کے ساتھ نکاح جائز مانتے ہیں۔ اور بیک وقت متعہ بھی جائز مانتے ہیں۔ یعنی ایک بہن بیوی دوسری ممتوعہ۔ ایک بیوی اسکی ممتوعہ بن کر اسی خاوند کے پاس رہ سکتی ہے۔ کیونکہ متعہ کی عورت اب مثل کنجری ہے اور پہلے زمانوں میں متعہ کی عورت کا مقصود صرف شہوت پوری کرنا اور سفر میں رہائش وحفاظت کا حصول گویا کہ عورت کو چند دن کیلئے کرائے پر لینا ہوتا ہے۔ تیسری دلیل سورۂ نساء کی آیت ۳ میں ہے۔ فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَۃً اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ۔ ترجمہ: اے مسلمانو مومنو تم بیک وقت اپنی شرعی پسند کی ایک یا دو یا تین یا چار تک بیویاں رکھ سکتے ہو بشرطیکہ سب بیویوں کے پورے مکمل حقوق انصاف وعدل کے ساتھ ادا کرتے رہو تاعمر۔ لیکن اگر تم بیویوں میں حقوق کی ادائیگی کا عدل وانصاف نہیں رکھ سکتے اور تم کو ظلم ہو جانے کا خوف وخطرہ اندیشہ ہو تو صرف ایک بیوی ہی رکھنا اور دوسری بھی جائز نہیں بوجہ ظلم۔ یا پھر اپنی لونڈیوں کو برت سکتے ہو۔ لونڈیوں کے اسکے مالک پر تازندگی تین حقوق واجب ہیں، ۱۔ نان نفقہ خوراک مکمل، ۲۔ لباس، ۳۔ رہائش۔ اگر شریعت اسلام میں متعہ جائز ہوتا تو یہاں لونڈیوں کی بجائے متعہ کا ذکر ہوتا۔ **چوتھی دلیل**۔ سورۂ نساء کی آیت ۲۵ میں

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ...... ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ؕ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ۔ ترجمہ: اے مسلمانو تم میں سے جو غریب مرد آزاد عورت مومنہ سے نکاح کرنے اسے بیوی بنانے کی مالی طاقت نہیں رکھتا تو وہ غریب شخص تم میں سے کسی کی مسلمان لونڈی سے نکاح کر کے اسے بیوی بنا کر خانہ آبادی کر لے یا لونڈی خود خرید ے۔ اے بندو یہ حکم اس کیلئے ہے جو تم میں سے اپنے پر حرام کاری کا خطرہ اندیشہ رکھتا ہو۔ اور اگر صبر وضبط کا حوصلہ بنا لو تو تمہارے لئے بہت ہی اچھا ہے۔ اگر متعہ جائز ہوتا تو نہ عَنَتَ کا خوف وخطرہ ہوتا نہ کسی کی لونڈی سے نکاح کا حکم دیا جاتا۔ اور نہ ترک نکاح پر صبر وحوصلے کی رغبت دلائی جاتی۔ بلکہ متعہ کر لینے کا ذکر فرمادیا جاتا اور اجازت عام دیدی جاتی۔ **پانچویں دلیل**۔ سورہ نور کی آیت ۳۳ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ۔ ترجمہ: اور چاہئے کہ پاکدامن رہیں وہ لوگ جو نکاح کی مالی طاقت نہیں پاتے اس وقت تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ان کو غنی و دولت مند کر دے۔ اگر متعہ کرنا جائز ہوتا تو غریب بے نکاح لوگوں کو انتظار کرنے اور پاک دامن رہنے کی تلقین نہ فرمائی جاتی بلکہ کہہ دیا جاتا کہ جاؤ جا کر متعہ کرتے پھرو دودو، تین تین گھنٹوں کے لئے۔ **چھٹی دلیل**۔ احادیث صحاح ستہ کی مشہور ومعتبر کتاب مسلم شریف میں ہے۔ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ كُنْتُ اَذِنْتُ لَكُمْ فِي الْاِسْتِمْتَاعِ مِنَ النِّسَآءِ وَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ تَعَلٰى ذَالِكَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔ ترجمہ: فرمایا آقاء کائنات حضور اقدس ﷺ نے میں نے تم پر جائز رکھا تھا عورتوں سے متع کر لینا۔ پہلے کچھ عرصہ ابتدا میں متع سے منع نہ کر کے تو اب سنو کہ۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ نے تا قیامت حرام کر دیا ہے اس بدکاری متعہ کو۔ اسی آیت مقدسہ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ سے ہر مسلمان کیلئے۔ خیال رہے کہ آقا ﷺ نے صحابہ کرام کے سامنے حرمت متعہ کا تین بار ذکر فرمایا۔ پہلی بار اس وقت جب یہ آیت پاک نمبر ۷ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی یہ ذکر حرمت متعہ کے جاری ونفاذ کا تھا۔ دوسری بار اس وقت جب غزوہ خیبر ہوا تھا علاقہ خیبر میں نو مسلم صحابہ کیلئے متعہ کے حرام ہونے کا تذکرہ فرمایا۔ یہ ذکر اظہار حرمت تھا۔ یہ صرف تاکید کیلئے سابقہ حرمۃ کا دوبارہ بتانا ہے نئے مسلمانوں کیلئے تا کہ وہ بھی اسلام کے اس حکم حرمت سے ناواقف نہ رہیں اور دور جہالت کے اس طریقہ بدکاری سے بچے رہیں۔ یہ دوسری بار کا تذکرہ حرمۃ کی ابتدا نہیں تھی صرف دوبارہ اظہار تھا۔ تیسری بار یوم فتح مکہ میں۔ یہ تذکرہ بھی مزید نو مسلموں کو اسلامی حکم حرمت بتانا تھا۔ اور ان تین بار حرمت متعہ بتانے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ زمانہ جاہلیت میں کافی عرصے سے عربی عجمی علاقوں میں سفر وحضر کے دوران اپنے سامان کی حفاظت رہنے کی جگہ اور غریب الوطنی کے دوران شہوت پوری کرنے کیلئے وقتی مفاد حاصل ہو جاتا تھا اور تھوڑے پیسوں سے محض خواہش شہوت کا حصول ہو جاتا تھا۔ نزول آیت سے پہلے اس بدکاری سے مسلمانوں کو بھی منع نہ فرمایا گیا تو جس طرح حرمۃ شراب کے نزول سے پہلے مسلمان بھی شراب پیتے رہے۔ اسی طرح حرمت متعہ سے پہلے متعہ کی ممانعت بالحدیث نہ فرمائی گئی۔ اور بعض جہلاء شیعہ کا یہ کہنا کہ اسلام نے ہی متعہ کو شروع کیا۔ یہ شیعوں کی کذب بیانی ہے اور اسلام پر۔ **ساتویں دلیل**۔ حرمۃ متعہ کے ذکر کی بار بار ضرورت اس لئے بھی پڑی کہ دیگر محرکات اسلامیہ شرعیہ سے یہ حرمت بڑی اہم ہے۔ کیونکہ یہ بدکاری قبل اسلام عرب وعجم میں جاری تھی بلکہ لوگ اس بے غیرتی پر فخر کرتے تھے۔ سیاست چمکاتے۔ دوستی نبھاتے۔ پیسہ دولت کماتے۔

کاروبار چلاتے۔ تجارت چمکاتے تھے۔ گویا کہ یہ بدکاری عام رواج بن چکی تھی۔ اس وجہ سے بہت سے نومسلموں کو قرآن مجید کی بیان کردہ اس حرمت کا پتہ نہ لگا تھا۔ اس لئے حدیث مقدسہ نے بار بار اس حرمت کا ذکر فرمایا تاکہ یہ حرمت مشہور ہو کر سب کو معلوم ہو جائے خاص کر منافقین تو اس حرمت سے خوش نہ تھے بلکہ متعہ کو جائز و جاری رکھنا چاہتے تھے۔ جیسا کہ سورۃ نور کی آیت ۳۳ میں منافقین کی ان ہی حرکات کا ذکر و سدباب کیا گیا۔ عبداللہ بن ابی بن سلول منافق نے تو اپنی لونڈیوں کی بدکاری کے ذریعے یہ کاروبار بنایا ہوا تھا۔ اسی طرح مسند امام محدث حازمی نے بسند حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کیا کہ غزوہ تبوک کے سفر میں جاتے ہوئے علاقہ شام کے ایک گاؤں عقبہ میں ہم ٹھہرے ہوئے تھے کہ قریبی دیہات کی چند عورتیں آ گئیں اور کہنے لگیں کہ ہم سے متعہ کرلو۔ کچھ نومسلم اور چند منافق مرد پھسل پڑے اور آمادہ ہو گئے اور انہیں اپنے خیموں میں لے آئے۔ اتنے میں اچانک آقاء کائنات حضور اقدس ﷺ وہاں سے گزرے آپ نے ان عورتوں کو دیکھ کر پوچھا کہ یہ عورتیں کون ہیں کیوں آئی ہیں تو ان مسلموں نے بتایا کہ ہم نے ان سے متعہ کا معاہدہ کیا ہے۔ فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰہ ﷺ۔ رسول اللہ ﷺ سخت غصہ ہوئے راوی فرماتے ہیں کہ غصہ سے آپکے رخسارے سرخ ہو گئے اور پھر فرمایا کہ الحمدللہ شکر ہے مولیٰ تعالیٰ کا جس نے مسلمانوں کو ہر قسم کی حرام کاری سے بچایا۔ پھر فرمایا کہ متعہ قیامت تک کیلئے حرام فرما دیا گیا ہے اور ہم سے وعدہ لیا کہ خبردار آئندہ کبھی بھی متعہ نہ کرنا یہ بدترین حرام کاری ہے۔ راوی فرماتے ہیں کہ پھر کبھی کسی مسلمان نے متعہ نہ کیا نہ مسلمان مردوں نے نہ مسلمان عورتوں نے۔ اس وقت متعہ کی شکل وطریقہ بالکل ایسا ہی ہوتا تھا جس طرح آجکل بعض شہروں میں بازار حسن کے چکلے اور ہیرا منڈی ہیں۔ بازار حسن کی عورتوں کے ساتھ جو متعہ ہوتا ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ کوئی مرد بذات خود یا کسی دلال وکیل کے ذریعے کوٹھے والی عورت کے پاس اس سے ایک رات یا چند راتوں کا معاہدہ کرتا ہے پہلے مرد پیشکش و فرمائش کرتا ہے۔ پھر عورت کہتی ہے کہ میں اتنی راتیں یا اتنے دن تیرے لئے مخصوص ہوں اتنی فیس و اجرت کے بدلے مرد کہتا ہے مجھے قبول ہے۔ یہی طریقہ کچھ لفظی تبدیلیوں کے ساتھ شیعہ کتابوں میں لکھا ہے۔ چنانچہ شیعہ کتاب تحفۃ العوام مصدقہ مطبوعہ کتب خانہ حسینیہ لاہور نمبر ۱۸ اندرون موچی دروازہ کے صفحہ ۴۷۲ پر اور جامع جعفری جلد اول صفحہ ۶۰۲ مطبوعہ جعفریہ کتب خانہ گل شاہ لاہور۔ یہی وجہ ہے تمام وہ لوگ جو اس قسم کا بازار حسن لگاتے بناتے سجاتے قائم کرتے ہیں مراثی ہوں یا بھانڈ شیعہ مذہب سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایران میں تو متعہ کے بازار کو قانونی تحفظ حاصل ہے۔ دنیا بھر کے شیعہ رافضی سرعام متعہ کو جائز مانتے ہیں بلکہ سیدزادی سے بھی متعہ جائز مانتے ہیں۔ چنانچہ شیعوں کی مشہور و معتبر مذہبی کتاب تہذیب الاحکام جلد ہفتم کے ص ۲۷۱ مطبوعہ نجف اشرف (ایران) باب تفصیل احکام النکاح میں ہے۔ وَلَا بَأْسَ بِالتَّمَتُّعِ بِالْهَاشِمِيَّةِ۔ ترجمہ: اور نہیں ہے کچھ مضائقہ سیدہ ہاشمیہ سے متعہ کرنے میں بھی (العیاذ باللہ تعالیٰ) اس تکرار حرمت سے ثابت ہوا کہ متعہ کی بدکاری دیگر بدکاریوں سے بھی زیادہ سخت ہے۔ **آٹھویں دلیل**۔ متعدد صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ اس آیت پاک فَمَنِ ابْتَغٰى (الخ) سے حرمۃ متعہ ثابت ہے۔ محرمات اسلامیہ میں سب سے پہلی حرمت۔ حرمۃ متعہ کی بدکاری ہے۔ ام المومنین والمومنات عائشہ صدیقہ اور مولیٰ علی شیر خدا کا یہی فرمان ہے۔ نیز مولیٰ علی نے فرمایا کہ حرمۃ متعہ پر تین برہانی دلائل ہیں اول فرمان قرآن مجید۔ دوم متواتر احادیث۔ سوم اجماع صحابہ۔ شیعہ روافض حلت متعہ کے دلائل میں

حضرت عبداللہ ابن عباس سے ایک روایت بیان کرتے ہیں کہ ابن عباس متعہ کو حلال سمجھتے تھے۔ یہ بات شیعی کذبیات میں سے ہے۔ برخلاف اس کے ترمذی شریف میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ متعہ شروع اسلام میں جاری رہا یعنی پرانی رسم ورواج کو یکدم حرام نہ کیا گیا۔ یہ متعہ دور جاہلیت میں زمانوں سے جاری تھا۔ دور جہالت میں مسافروں کی ضروریات کیلئے بطور ہوٹل سرائے یہ رواج جاری کیا گیا۔ اور متعہ کا معاہدہ شہر کا قاضی یا شہر کا معتبر آدمی اپنی ذمہ داری پر قائم کرتا تھا۔ آدھا دن یا ایک دن۔ یا ایک ہفتہ ایک ماہ یا ایک سال کیلئے ہوتا تھا نہ اس میں عدت ہوتی تھی نہ طلاق نہ ایلا نہ لعان نہ ظہار۔ نہ میراث۔ گھر کی مالکہ اپنے گھر کا کرایہ بھی وصول کرتی اور اپنی شہوت رانی کے پیسے بھی وصول کرتی تھی۔ اور مسافر کو تین سہولتیں دی جاتیں، ا۔ رہائش، ۲۔ مال تجارت کی دیکھ بھال اور تحفظ، ۳۔ بازار کی واقفیت، ۴۔ اپنے ساتھ مقررہ معاہدے کی مدت تک دن رات وطی۔ پھر ہوتے ہوتے یہ ایک بہت بڑا کاروبار بن گیا تھا۔ امرا سو سو لونڈیاں خرید کر یہ دھندا کرتے تھے۔ غرضیکہ کوئی چھوٹا تاجر کوئی بڑا تاجر۔ حرام کاری عروج پر تھی۔ اس معاہدے میں ایک پابندی سخت لازمی تھی وہ یہ کہ جو عورت جتنے دن یا جتنے گھنٹوں کیلئے جس مرد کیلئے بک ہوتی اتنا عرصہ وہ عورت کسی دوسرے مرد کیلئے بک نہ ہو سکتی نہ معاہدہ کر سکتی نہ کسی سے کسی بھی وقت ہم بستری کرا سکتی تھی اور جب مقررہ مدت ختم ہو جاتی تو وہ عورت بغیر اجازت بغیر اطلاع بغیر طلاق بغیر عدت دوسرے شخص سے معاہدہ کر لیتی۔ اور وہ دوسرا شخص اس نئے وقت سے اسکے ساتھ وطی کر سکتا تھا۔ بالکل اسی طرح آج کل شیعوں کا متعہ ہے جو بازار حسن کے چکلوں کوٹھوں پر جاری ہے۔ کسی بھی شخص کو توالد وتناسل کا حصول نہ ہو سکتا تھا اگر کوئی بچہ ہوتا تو اسکی پوری حقدار صرف والدہ ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ جب یہ سورۃ مومنون کی آیت ۶ و ۷ نازل ہوئیں۔ تو علی الاعلان حضرت ابن عباس نے فرمایا۔ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَكُلُّ فَرْجٍ سِوَاهُمَا فَهُوَ حَرَامٌ۔ ترجمہ: فرمایا کہ ان دو فرجوں یعنی بیوی اور لونڈی کے سوا ہر فرج ہر مسلمان مرد کیلئے ہمیشہ کیلئے حرام کر دی گئی ہے۔ **نویں دلیل**۔ سورۂ نساء کی آیت ۱۳ میں چودہ عدد محرمات عورتیں بیان فرمانے کے بعد آیت ۲۴ میں ارشاد فرمایا گیا۔ وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِينَ غَيْرَ مُسٰفِحِينَ۔ ترجمہ: اور حلال کی گئی ہیں ان بیان کردہ محرمات کے علاوہ تمام عورتیں تم مسلمانوں کے لئے اس طرح کہ تم ان کو اپنا بنا سکتے ہو صرف بیوی بنا کر اپنے مالی حق مہر کے ذریعے۔ غَيْرَ مُسٰفِحِينَ۔ نہ کہ صرف شہوت پوری کرنے کے لئے۔ اس غَيْرَ مُسٰفِحِينَ کی قید لگانے سے ثابت ہوا کہ جو عورتیں شریعت پاک نے حلال رکھی ہیں وہ صرف محصنین یعنی بیوی بنانے کے لئے حلال کی گئی ہیں کیونکہ بیوی بنانا ہی مقصد حیات ہے اسی کام کے لئے عورتیں حلال کی گئی ہیں بیوی بنا کر تین مقاصد کا حصول ہے۔ ا۔ مستقل گھر بنانا، ۲۔ نسل بڑھانا اولاد بنانا، ۳۔ شریفانہ ذمہ دارانہ معاشرہ سازی۔ خاوند بیوی بن کر ہی ہر مرد وعورت کو اپنی اپنی ذمہ داریوں کی پابندی کا عملی احساس ہوتا ہے اور حیات دنیوی کی ذمہ داریاں نبھائی جا سکتی ہیں۔ یہ احساس ذمہ داری نہ متعہ سے حاصل ہو سکتی ہے نہ زنا سے۔ کیونکہ متعہ وزنا کا مقصد فقط حاجت شہوت ہے ان دونوں سے معاشرے کی تباہی بربادی ہے ان ہی وجوہ کثیرہ کی بنا پر متعہ وزنا کو حرام کیا گیا ہے۔ غَيْرَ مُسٰفِحِينَ کی قید نے صاف طور پر متعہ کو حرام فرما دیا۔ اور بتا دیا کہ مومن مسلمان صرف شہوت رانی کیلئے پیدا نہیں کیا گیا۔ **دسویں دلیل**۔ عقل کا بھی تقاضا ہے کہ متعہ حرام ہونا چاہئے اسکی چند وجوہ، ا۔ یہ بات تمام دنیا کے

شیعہ روافض بھی مانتے ہیں کہ بارہ اماموں میں سے کسی بھی اہلبیت کے کسی فرد نے کبھی متعہ نہ کیا بلکہ مولیٰ علی نے کئی بار متعہ کی حرمت کا ذکر فرمایا، ۲۔ حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت بیویاں کرتے اور بہت طلاق دیتے تھے اور بیٹیوں والے خود چاہتے تھے کہ ہماری بیٹی خاندان نبوت میں شامل ہو جائے۔ اگر متعہ جائز ہوتا تو امام حسن نکاح کے بجائے متعہ کر لیا کرتے جس میں زیادہ سہولت تھی کہ نہ مہر دینا پڑتا ایک مٹھی گندم سے کام چل جاتا نہ طلاق نہ عدت، ۳۔ آج بھی کوئی غیرت مند شریف آدمی اپنی بیٹی کا متعہ گوارہ نہیں کرتا خود شیعہ معززین بھی اپنی بیٹی کیلئے متعہ پسند نہیں کرتے۔ صرف آوارہ بدکارہ بازاری عورتوں کیلئے یہ جائز رکھا ہوا ہے۔ یہاں تک اسلام سے پہلے بھی شرفاء قوم متعہ سے اپنے افراد خانہ کو بچاتے تھے۔ ۴۔ کوئی شخص اپنے آپ کو متعہ کی اولاد کہلانا پسند نہیں کرتا، ۵۔ تذکرہ غوثیہ کے ص ۱۱۳ پر لکھا ہے کہ ایک شیعہ نوابزادہ صاحب نے شیعہ مذہب صرف اس لئے چھوڑ دیا کہ جب وہ بارات لے کر اپنے رافض تبرائی سسرال گئے تو ان کو بتایا گیا کہ ان کی ہونے والی نیک پارسا بیوی متعہ سے پانچ ماہ کی حاملہ ہے تو انہوں نے نکاح سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ میں ایسے مذہب پر لعنت بھیجتا ہوں جس مذہب میں یہ بے غیرتی جائز بلکہ کار ثواب بتائی گئی ہے۔ ۶۔ ان باتوں کو دیکھتے ہوئے معلوم ہوتا کہ امراء شیعہ نے غرباء شیعہ کی عورتوں کو اپنی عیاشی بدمعاشی کیلئے بیوقوف بنا کر متعہ ایجاد کیا ہے اور امیر زادیوں کو بچایا ہوا ہے۔ ۷۔ قرآن مجید فرماتا ہے کہ نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّىٰ شِئْتُمْ (بقرہ: ۲۲۳)۔ یعنی اے مرد تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں۔ (تمہاری اولاد کے پھل بنانے والی) لہٰذا اپنی کھیتی کے لئے ہی انکے پاس آؤ جس وقت اور جس طرح چاہو۔ مگر متعہ اس کے خلاف ہے متعہ سے کھیتی اولاد کی بربادی وتباہی ویرانی ہے۔ کیونکہ متعہ محض شہوت بازی ہے جو مقصد تخلیق کے خلاف ہے۔ ۸۔ متعہ کی عادت جانوروں سے بدتر خصلت ہے جانور بھی اپنے مقصد اولاد کیلئے مجامعت کرتے ہیں اور موسمی توقیت کا خیال رکھتے ہیں۔ ہر وقت اور بے مقصد محض شہوت بازی کیلئے بوالہوس نہیں بنتے مگر انسان اشرف المخلوقات ہو کر متعہ جیسی بوالہوسی کرے تو وہ جانوروں سے بدتر ہے، ۹۔ متعہ سے زندگی وحشیانہ آوارہ وغیر ذمہ دارانہ بن جاتی ہے، ۱۰۔ عورتیں بھی آوارہ بدمعاش، فیشن پرست بناؤ سنگھار کے لئے وقف ہو جاتی ہیں ہر طرف آنکھ مچولی عشق بازی خمار گندم کی بدمعاشی عام ہو جاتی ہے شرافت وغیرت مٹ جاتی ہے۔ ۱۱۔ وجود انسانیت بے لگام ہو جاتا ہے، ۱۲۔ متعہ میں فائدہ کم نقصان زیادہ ہے، ۱۳۔ متعہ کو رواج دینے سے جو اولاد ہوگی وہ لاوارث ہوگی، ۱۴۔ متعہ کی اجازت بیویوں پر ظلم اور انکے حقوق پر ڈاکہ ڈالنا ہے، ۱۵۔ شیعہ کتاب اصول کافی جلد دوم کے صفحہ ۱۴۲ پر لکھا ہے کہ کنواری شریف زادی سے متعہ حرام ہے کیونکہ اس میں خاندان کی ذلت ہے لہٰذا کنواری سے صرف نکاح کرو نکاح بہترین عزت ہے۔ غرضیکہ خود شیعہ حضرات اور اکابر کی عقل میں متعہ ذلت کا کام ہے، ۱۶۔ شیعہ لوگ متعہ کے جواز میں عقلی دلیل دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ متعہ سے زنا کو روکنا مقصود ہے۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے کیونکہ شیعوں کی معتبر کتابوں میں متعہ کی جو تشریح بیان کی گئی ہے اس سے ظاہر و ثابت ہوتا ہے۔ متعہ بالکل مثل زنا ہے۔ صرف نام بدلا گیا ہے۔ چنانچہ زنا بھی وقتی تعلق متعہ بھی مرد و زن کا وقتی تعلق ہے۔ متعہ کی فیس کا نام اجرت زنا کی فیس کا نام خرچی۔ متعہ کی فیس بھی مقرر نہیں ایک مٹھی گندم سے لاکھ روپیہ تک مرد و عورت کی رضا۔ متعہ میں بھی صرف شہوت بازی زنا میں بھی صرف فرق یہ ہے متعہ کے لئے ایجاب وقبول کے لفظ مقرر کر لئے گئے

ہیں۔ زنا عام لفظوں میں ایک معاہدہ وقت وفیس ہے اصول کافی جلد دوم میں ص ۱۹۱ پر ہے۔ اِنَّمَا هِیَ مُسْتَاجَرَةٌ یعنی متعہ کی عورت صرف کرائے پر لی ہوئی ٹھیکے کی چیز ہے شیعہ کتاب تنبیہ المنکرین کے صفحہ ۶۹ پر ہے متعہ کی پوری اجرت پہلے دینا ضروری ہے کیونکہ اس کا دعویٰ عدالت میں نہیں کیا جا سکتا۔ یہی کچھ زنا میں ہے اصول کافی جلد دوم کتاب اول صفحہ ۱۹۴ پر ہے متعہ کی اجرت مقرر نہیں ہوتی۔ شیعہ کتاب جامع عباسی صفحہ ۱۲۵ پر ہے متعہ میں مدت کا تعین لازم ہے۔ یہی زنا میں ہوتا ہے۔ تہذیب الاحکام باب النکاح میں صفحہ ۲۰۱ پر ہے۔ لَیْسَ فِی الْمُتْعَةِ الْاِشْتِهَارُ وَالْاِعْلَانُ۔ یعنی متعہ کو چھپانا مخفی رکھنا واجب ہے متعہ کا اعلان یا اشتہار لگانا منع ہے۔ زنا بھی چھپایا جاتا ہے۔ حالانکہ شرعی نکاح کو مشہور کرنا واجب ہے حدیث مقدس میں ارشاد ہے کہ اَعْلِنُوْا النِّكَاحَ نکاح کا خوب اعلان کرو اس فرق کی وجہ ظاہر ہے کہ نکاح میں عزت ہے متعہ اور زنا میں خود شیعہ لوگ بھی سمجھتے ہیں کہ ذلت ہے۔ اصول کافی جلد دوم کتاب اول صفحہ ۱۹۱ میں ہے۔ تَزَوَّجَ مِنْهُنَّ اَلْفًا فَاِنَّهُنَّ مُسْتَاجَرَاتٌ۔ ترجمہ: بیک وقت ایک مرد ہزار عورتوں سے بھی متعہ کر سکتا ہے کیونکہ متعہ کرانے والی عورتیں کرائے پر لی ہوئی ہوتی ہیں۔ اور کتاب استبصار کے باب متعہ میں ہے کہ یَجُوْزُ الْجَمْعُ بَیْنَ اَكْثَرِ مِنْ اَرْبَعَةٍ فِی الْمُتْعَةِ ترجمہ: متعہ میں چار سے زیادہ عورتیں بیک وقت جائز ہیں۔ ایک شیعہ عالم زادہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے مجتہد وقت امام سے پوچھا۔ مَا یَحِلُّ مِنَ الْمُتْعَةِ۔ قَالَ كَمْ شِئْتَ کہ متعہ میں بیک وقت کتنی عورتیں جائز ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جتنی تو چاہے یہی آزادی کثرت زنا میں ہوتی ہے۔ شیعہ کتاب استبصار کتابُ الحدود مَا یُحْصَنُ کے صفحہ ۱۲۴ پر ہے کہ ممتوعہ عورت کو پردہ کرنا منع ہے۔ اسی طرح زانیہ عورت کو بھی پردہ نہیں کرنا پڑتا کیونکہ یہ نمائش کی چیزیں ہیں۔ شیعہ کتاب تنبیہ المنکرین کے صفحہ ۶ پر ہے کہ متعہ کا مقصد صرف شہوت پوری کرنا ہے نہ کہ بقائے نسل یا حصول اولاد یا خانہ آبادی۔ مقصد زنا بھی بالکل یہی ہے۔ کتاب جامع عباسی ص ۱۵۵ پر ہے کہ متعہ کی حالت میں نطفہ رحم میں ڈالنا بہتر نہیں۔ اسی کتاب میں ہے کہ متعہ میں نہ طلاق ہے نہ عدت نہ میراث۔ اصول کافی جلد دوم کتاب اوّل ص ۱۹۳ پر ہے۔ وَلَیْسَ بَیْنَهُمَا مِیْرَاثٌ اِشْتَرَطَ اَوْلَمْ یَشْتَرِطْ وَلَانَسْلَ اَوْلَادٍ وَلَانَفْقَةَ وَلَا عِدَّةَ لَهَا عَلَیْكَ یعنی متعہ کرنے سے عورت و مرد کے درمیان نہ میراث ہے شرط کر لی ہو یا نہ کی ہو نہ اولاد نسل ہے نہ خرچہ نان نفقہ نہ مرد سے جدا ہونے کی اے ممتوعہ تجھ پر عدت ہے۔ جامع عباسی ۱۳۵ پر ہے کہ متعہ میں نہ طلاق نہ عدت نہ میراث نہ اولاد کی نسل اس مرد کیلئے شیعوں کے ایک مشہور ملا باقر مجلسی کے رسالے فقہ کے باب النکاح میں ص ۱۲۲ پر ہے کہ متعہ میں نہ گواہ کی ضرورت نہ وکیل کی عورت و مرد اکیلے بیٹھ کر سب کچھ طے کر کے متعہ کر سکتے ہیں زنا کی کیفیت بھی یہی ہے۔ شیعوں کے محدث قمی شیخ صدوق ابن بابویہ کی کتاب الاعتقاد باب النکاح ص ۱۸۰ پر ہے کہ نکاح اور متعہ دونوں بالکل دو علیحدہ چیزیں ہیں۔ آگے لکھتے ہیں کہ اَسْبَابُ حِلِّ الْمَرْاَةِ اَرْبَعَةٌ۔ النِّكَاحُ۔ وَمِلْكُ الْیَمِیْنِ۔ وَالْمُتْعَةُ۔ وَالتَّحْلِیْلُ۔ یعنی عورتوں کے حلال ہونے کے چار اسباب ہیں۔ ۱۔ نکاح، ۲۔ ملکیتی لونڈی، ۳۔ متعہ، ۴۔ حلالہ کرانا۔ ان حوالوں سے ثابت ہوا کہ متعہ مثل زنا ہے۔ صرف نام بدل دیا گیا ہے جواز متعہ میں شیعوں کے پاس قرآن مجید کی صرف ایک آیت دلیل ہے وہ بھی نہایت کمزور تمام شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں عورتوں سے مجامعت حلال و جائز ہونے کے تین طریقے مذکور ہیں۔ چنانچہ سورۂ نساء کی آیت ۳۔ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ فَانْكِحُوْا مَا

طَابَ لَكُمْ یہاں عقد نکاح کا ذکر فرمایا گیا۔ پھر سورۃ نساء کی آیت ۲۴ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً۔ ترجمہ شیعہ: تو جن عورتوں سے تم متعہ کرلو ان حلال عورتوں میں تو دیدیو ان کو انکی اجرتیں جو مقرر کی ہوں۔ یہاں عقد متعہ کے جواز کا ذکر ہے۔ پھر آیت ۲۵ میں ارشاد ہے۔ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ۔ یعنی اگر آزاد محصنہ مومنہ عورتوں سے نکاح کی مالی طاقت تم کو نہ ہو تو کسی کی مومنہ لونڈی سے نکاح کرایا کوئی لونڈی خرید لو۔ شیعہ حضرات آیت ۲۴ سے دلیل پکڑتے ہیں کہ متعہ کرنا اللہ تعالیٰ نے جائز فرمایا ہے اور اِسْتَمْتَعْتُمْ کا معنی ہے تم نے متعہ کیا ہو۔ شیعوں کی یہ دلیل تین وجہ سے کمزور ہے۔ پہلی وجہ یہ کہ اگر یہاں متعہ کرنا مراد ہوتا تو فَمَا کا لفظ نہ ہوتا بلکہ وَمَا ہوتا یا اَوْمَا ہوتا۔ کیونکہ لفظ ف اگلے کلام کو پچھلے کلام سے جوڑتا ہے۔ جبکہ متعہ ایک علیحدہ عقد عارضی ہے لہٰذا جو ترجمہ شیعوں نے کیا وہ غلط ہے۔ ف کی وجہ سے۔ صحیح ترجمہ یہ ہے کہ۔ اور حلال کی گئیں تمہارے لئے مذکورہ محرمات کے علاوہ یہ کہ تم اپنے مالوں کے ذریعے ان ماوراء عورتوں کو اپنی منکوحہ بناؤ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ بدمعاشی اور عارضی شہوت کے بغیر فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ تو جن منکوحہ سے تم نے نفع لے لیا بذریعہ وطی ان کو پورا مہر مقرر شدہ ادا کرو۔ یعنی وطی کے بعد۔ دوسری وجہ یہ کہ متعہ میں اجرت نفع لینے سے پہلے دینا واجب مگر یہاں نفع کے بعد دینے کا ذکر ہے۔ تیسری وجہ یہ کہ ف کی وجہ سے اِسْتَمْتَعْتُمْ کا تعلق اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ سے ہے۔ نہ کہ علیحدہ۔ نکاح میں یہ ہوتا ہے کہ اگر وطی ہو جائے تو پورا مہر دینا پڑتا ہے اگر منکوحہ سے وطی نہ ہو تو آدھا مہر یہاں یہی مسئلہ بتایا جارہا ہے کہ اگر اِسْتَمْتَعْتُمْ۔ تم نے وطی کر کے منکوحہ سے نفع پالیا تو پورا مہر دیدو۔ فَرِيْضَةً۔ جو مقرر کیا گیا ہے یہاں متعہ کا معنیٰ بنتا ہی نہیں۔ اگر متعہ مراد ہوتا تو آیت اس طرح ہوتی۔ وَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ۔ یعنی اور جن سے متعہ کیا تم نے یا اس طرح ہوتی۔ اَوْمَا اسْتَمْتَعْتُمْ۔ اور معنٰی یہ ہوتا کہ ان ماوراء حلال عورتوں سے مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ بن کر اپنے مالوں کے ذریعے نکاح۔ یا اِسْتَمْتَعْتُمْ۔ متعہ کرو اور اگر مَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ۔ جس کو نکاح یا متعہ کی طاقت نہ ہو تو وہ لونڈی سے نکاح کرے۔ بلکہ پھر لونڈی سے نکاح کی ضرورت ہی نہ پڑتی اور مَامَلَكَتْ کا ذکر ہی نہ کیا جاتا کیونکہ متعہ تو سب سے زیادہ آسان ہے کہ مٹھی بھر گندم دیکر وطی کرلو نہ عمر بھر نفقہ نہ خرچہ نہ رہائش دینے کی ذمہ داری۔ لونڈی سے نکاح کرنے میں صرف حق مہر کی تھوڑی رعایت ہے ورنہ باقی ذمہ داریاں لازم ہوتی ہیں۔ ثابت ہوا کہ یہاں متعہ مراد نہیں ہوسکتا۔ پہلے مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ پھر فَمَا کی قید اتصالی۔ پھر اسْتَمْتَعْتُمْ۔ میں نفع حاصل کرنے کا ذکر۔ پھر آسانی کیلئے مَامَلَكَتْ کا ذکر۔ اس ترتیب نے بتایا کہ اِسْتَمْتَعْتُمْ آسان نہیں یہ وہی مرد کرسکتا ہے جس کے پاس قوت مالی کا طول ہو۔ ہاں جس کے پاس مُحْصَنٰتْ سے نکاح کی طاقت نہ ہو وہ لونڈی سے کرے۔ شیعہ کہتے ہیں کہ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ سے پہلے دو عقدوں کا ذکر ہے۔ ۱۔ نکاح، ۲۔ متعہ۔ اگر یہ بات ہوتی تو مَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ میں بھی دونوں کا ذکر ہوتا۔ صرف اَنْ يَّنْكِحَ نہ ہوتا۔ بقول شیعہ ارشاد باری اس طرح ہوتا کہ اے مسلمانو تم نکاح کرو یا متعہ کرو اور اگر جس مسلمان مرد کو نکاح یا متعہ کی طاقت نہ ہو تو وہ لونڈی سے عقد کرے مگر ارشاد باری تعالیٰ اس طرح نہیں ہے بلکہ فَانْكِحُوْا اور اَنْ تَبْتَغُوْا۔ اور فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ کے بعد صرف اَنْ يَّنْكِحَ کا ذکر فرمایا گیا کہ اگر نکاح محصنہ کی طاقت نہ ہو۔ یہ خصوصی ذکر بتا رہا ہے کہ پہلے کے تینوں صیغے۔ فَانْكِحُوْا۔ اَنْ تَبْتَغُوْا اور فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ۔ عقد نکاح دائمی ہی کیلئے ہیں۔ متعہ کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اس آیت سے

متعہ ثابت کرنا جہالت اور بلاوجہ کھینچا تانی ہے۔

مشت زنی کا بیان

اس کے حکم میں آئمہ اربعہ کا اختلاف۔ ۱۔ امام اعظم کے نزدیک یہ فعل حرام قطعی ہے احناف کے دلائل میں ایک دلیل یہ آیت نمبر ۷ ہے فَمَنِ ابْتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِكَ۔ اور دوسری دلیل۔ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ نَاكِحُ الْيَدِ مَلْعُوْنٌ۔ ترجمہ: ہاتھ سے وطی کرنے والا ملعون ہے۔ ۲۔ امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک یہ فعل مکروہ تحریمی ہے۔ مالکی شافعی دلیل۔ مِنْ سَعِيْدِ ابْنِ جُبَيْرٍ عَذَّبَ اللّٰهُ تَعَالٰی اُمَّةً كَانُوْا يَعْبَثُوْنَ بِمَذَاكِيْرِهِمْ۔ دوسری دلیل۔ وَعَنْ عَطَاءٍ سَمِعْتُ قَوْمًا يُحْشَرُوْنَ وَاَيْدِيْهِمْ حُبَالٰی۔ ترجمہ: ۱۔ اللہ تعالیٰ عذاب دے گا ان کو جو اپنے مذاکیر سے کھیلتے ہیں اور ضائع کرتے ہیں۔ ترجمہ ۲ عطا فرماتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ محشر میں کچھ لوگوں کے ہاتھ حاملہ عورت کے پیٹ کی طرح سوجے ابھرے ہونگے۔ ۳۔ امام احمد بن حنبل کے نزدیک یہ فعل تین شرطوں سے جائز بلا کراہت ہے پہلی شرط یہ کہ مرد خود اپنے ہاتھ سے کرے نہ کہ دوسرے مرد یا عورت کے ہاتھ سے۔ شرط دوم شہوت سے سخت مجبور ہو۔ شرط سوم وہ مرد کنوارہ یا بغیر بیوی کے رہ جائے۔ لیکن اگر اپنے پر جبر صبر سے قابو رکھے تو زیادہ بہتر و مفید ہے۔ امام حنبل عقلی دلیل دیتے ہیں کہ نطفہ منی بھی دیگر فضلات کی طرح ایک فضلہ ہے تو جیسے خون نکلوانا جائز ہے اسی طرح منی بھی۔ مگر آئمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ مادہ منویہ صرف فضلہ نہیں بلکہ اس کی دو حیثیتیں ہیں ایک حیثیت محض فضلہ بول و براز کی مثل یہ احتلام میں نکل جاتا ہے۔ دوسری حیثیت مخزن اولاد یہ عمدہ ہے اس کو نکالنا پڑتا ہے اگر بذریعہ حلال وطی ہو تو جائز کیونکہ امانت کی حفاظت ہے اگر اس کو برباد کیا جائے تو مثل متعہ ولواطت حرام ہے کیونکہ محض شہوت بازی ہے اور نسل کی بربادی ہے۔ امام احمد دلیل حنفی کا جواب دیتے ہیں کہ نَاكِحُ الْيَدِ مَلْعُوْنٌ۔ خبر واحد ہے اس سے حرمت قطعی ثابت نہیں ہوسکتی۔ مالکی شافعی دلیل کا جواب دیتے ہیں کہ سعید بن جبیر اور عطا کا قول محض ذاتی تخیل ہے کہ شاید يَعْبَثُوْنَ۔ اور يُحْشَرُوْنَ سے مراد مشت زن اور مشت زنی ہے۔ اور کسی شخص کی ذاتی رائے حکم شرعی نہیں بن سکتا۔ یہ شان صرف انبیا علیہم السلام کی ہے۔ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ۔ خیال رہے کہ دنیا میں صرف شیعہ رافضی ٹولہ ہی متعہ کو جائز سمجھتا ہے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ **پہلا اعتراض**۔ یہاں فرمایا گیا۔ فَمَنِ ابْتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِكَ (الخ) یعنی بیوی اور لونڈی کے علاوہ سب عورتوں سے وطی جائز ہے جسکی آٹھ قسمیں تفسیر عالمانہ میں بیان کی گئیں ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ بیوی سے ہر خاوند ہر وقت وطی کرسکتا ہے حالانکہ شریعت میں ہے۔ ۱۔ حائضہ، ۲۔ نفاس والی، ۳۔ ظہار والی، ۴۔ لعان والی سے اور ۵ بحالت روزہ، ۶۔ بحالت احرام، ۷۔ دوسرے سے منکوحہ اپنی لونڈی، ۸۔ مطلقہ بائنہ، ۹۔ مطلقہ مغلظہ سے انکا اپنا خاوند بھی وطی نہیں کرسکتا۔ ایسے ہی آقا اپنی لونڈی سے بھی ان مندرجہ بالا کیفیات میں وطی نہیں کرسکتا۔ جب تک کہ یہ تمام مذکورہ کیفیات ختم نہ ہو جائیں۔ یعنی حیض و نفاس کی مدت ظہار کا کفارہ۔ لعان میں دوبارہ نکاح۔ لونڈی مطلقہ ہو جائے تو بعد عدت۔ مطلقہ سے دوبارہ نکاح مغلظہ بعد حلالہ۔ تو پھر یہاں مطلقاً مَاوَرَآءَ ذٰلِكَ۔ کیوں فرمایا گیا جبکہ بیوی لونڈی کی وطی

میں بھی اتنی رکاوٹیں ہیں۔ ممنوعات میں ان کیفیات کو بھی شامل کرنا چاہئے تھا۔ **جواب**۔ آیت کریمہ میں حرمت دائمی شرعی کا ذکر ہے اور حلت دائمی شرعی کا ذکر ہے۔ یہ حلت وحرمت اللہ تعالیٰ نے قائم فرمائی یعنی حلال دوقسم کی عورتیں اور حرام آٹھ قسم کی عورتیں۔ یہ وطی کی حرمت ہے نہ کہ نکاح کی۔ نکاح حرام والی اسکے علاوہ چودہ قسمیں سورۃ نساء کی آیت ۲۳ و ۲۴ میں بیان فرمائی گئیں۔ لیکن معترض نے جن آٹھ کیفیات کا ذکر کیا ہے وہ عارضی خودساختہ حرمتیں ہیں اس لئے وہ دائمی حرمتوں میں شمار نہیں ہوسکتیں۔ **دوسرا اعتراض**۔ مسلمانوں کے نبی صاحب نے فرمایا ہے کہ قرآن تا قیامت ہر انسان کیلئے ہے ہر زمانے میں۔ تو پھر اس میں لونڈی غلاموں کا ذکر کیوں کیا گیا۔ مسلمان یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ قرآن اللہ کا کلام ہے تو کیا مسلمانوں کے خدا کو پتہ نہیں تھا کہ دنیا سے لونڈی غلام بہت جلدی ختم ہو جائیں گے۔ آج پوری دنیا میں کہیں کوئی لونڈی غلام نہیں ہے۔ اس لئے اب وہ آیتیں بیکار ہیں جن میں لونڈی غلام کا ذکر ہے۔ مسلمانوں کے خدا نے یہ بیکار کلام کیوں اتارا جو چند سال بعد بیکار ہونے والا تھا۔ (آریہ ہندو یہود و نصاریٰ) **جواب**۔ اگرچہ ظاہر اعارضی طور پر دنیا سے غلامیت ختم ہو چکی ہے مگر قانونا یقینا ختم نہیں ہوئی۔ آج بھی شروع ہوسکتی ہے۔ اور مسلم غیر مسلم نجومیوں کی پیش گوئیوں کے مطابق قریب قیامت پھر غلامیت شروع ہو جائے گی۔ نیز یہ غلامیت حضرت ادریس علیہ السلام کے زمانے سے شروع ہوئی اور جب تک تلوار کی جنگ قائم رہی غلامیت باقی رہی۔ اور تلوار کی جنگ تقریباً آج سے پہلے سات سو سال تک جاری تھی۔ صلیبی و فرنگی جنگوں میں بھی تلوار ہی تھی بندوق و توپ کا تصور بھی نہ تھا۔ انگریز قوم میں غلامیت عروج پر تھی۔ برطانوی نوٹوں پر تو آج بھی غلاموں کی تصویریں موجود ہیں۔ چنگیزی جنگوں میں غلامیت موجود تھی۔ سفرنامہ ابن بطوطہ میں جگہ جگہ لونڈی غلام کا ذکر ملتا ہے۔ غلامیت کی نمود جنگی قیدیوں سے ہوتی تھی۔ اور مال غنیمت کا ایک حصہ غلامیت ہی ہوا کرتا تھا آج اگر غلامیت ختم ہوئی ہے تو اسکی وجہ تنخواہ دار مستقل فوج ہے۔ تنخواہ داری کی وجہ سے مال غنیمت ختم اور مال غنیمت کے ختم ہونے کی وجہ سے غلامیت ختم ہوئی۔ اگر کل پھر تنخواہ دار فوج کا سلسلہ ختم ہو جائے اور لشکر سازی مال غنیمت کے آسرے اور وعدے پر کی جائے تو پھر جنگی قیدی لونڈی غلام بن جائیں گے یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں لونڈی غلام کے قوانین تا قیامت باقی رکھے گئے اور اسلامی عدالتوں میں ۹۰۰ھ تک غلامیت کے قرآنی قوانین جاری و نافذ رہے۔ غرضیکہ دنیا کے ہر علاقہ ہر قوم میں چند سو سال پہلے تک غلامیت موجود تھی اور آئندہ بھی ہوگی لہٰذا معترضین کا یہ اعتراض جاہلانہ ہے اسلام نے جبری قانون سے غلامیت کو ختم نہ فرمایا اسکی حکمت یہ ہے کہ جنگیں اور جنگی قیدی تو تا قیامت جاری۔ پہلے زمانوں میں جنگی قیدی غلام و لونڈی بنا کر بطور مال غنیمت تقسیم کر دیئے جاتے تھے مگر اب بامشقت قیدی بنا کر جیلوں میں جانوروں سے بدتر حالت میں سالہا سال بے یار و مددگار رکھا جاتا ہے۔ لونڈی غلام کو جو انسانی حقوق حاصل تھے اور آرام و سہولتیں سیر و تفریح میسر ہوتا تھا۔ آج جیل میں سڑتے مرتے قیدیوں کو اس کا عشر عشیر آرام بھی نہیں خاص کر اسلام نے تو غلامیت کو وہ مساوات عطا فرمائی کہ آقا کا ہم پیالہ و ہم نوالہ بنا دیا۔ کتنی اندھی عقلیں ہیں آج کل کے نام نہاد دانشوروں کی جو غلامیت پر طعن اور آجکل کی ظالمانہ و انسانیت سوز جیلوں کی قید پر فخر کرتے ہیں یہی کیفیت آجکل سیاسی قیدیوں پر ظالمانہ بربریت کی ہے۔ **تیسرا اعتراض**۔ یہاں فرمایا گیا اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ۔ لفظ ما عام ہے ہر ملکیت کیلئے اور انسان مالک ہوتا ہے لڑکے کا بھی غلام کا بھی جانور کا بھی۔ تو یہاں

مفسرین صرف لونڈی سے وطی جائز کیوں مانتے ہیں۔ ماکی عمومیت میں تو مالکہ کیلئے غلام بھی آ گیا اور جانوروں کی قبل و دبر بھی آ گئی وہ وطی بھی جائز ہونی چاہئے۔ قرآن کی عمومیت کو فقہا نے مقید کیوں کر دیا۔ **جواب**۔ اس قسم کی بیہودہ اعتراضات سن کر ماننا پڑتا ہے کہ تقلید آئمہ کتنی ضروری ہے ورنہ اندھی تفہیم قرآن والے تو دین کا حلیہ بگاڑ دیں۔ قرآن کریم نے وطی کی اجازت کے ساتھ ساتھ وطی کی مقصدیت کو بھی برقرار رکھا ہے۔ وطی کے دو مقصد ہیں۔ ا۔ حصول نسل و اولاد اور گھریلو ذمہ داریاں۔ ۲۔ نسل کی حفاظت بطن۔ مادر۔ ذمہ داریوں کی حفاظت اَلرِّجَالُ قَوّٰامُوْنَ ہیں۔ یہ دونوں چیزیں مولیٰ اور لونڈی میں ہو سکتی ہیں کہ مولیٰ لونڈی کا گھریلو ذمہ دار اور لونڈی اسکی اولاد کو جنم دینے والی محافظ مگر غلام ذمہ دار خاوند یا محافظ نہیں بن سکتا اور جانور اولاد و نسل نہیں دے سکتی اس لئے کہ فروج کا تعلق صرف ملکیتی لونڈیوں سے ہے۔ مَا مَلَكَتْ فرما کر غلاموں کو نکال دیا کیونکہ غلام مردوں کیلئے مَنْ موصولہ بولا جاتا ہے۔ اور لِفُرُوْجِهِمْ کے ذکر سے جانور نکل گئے کیونکہ فروج کا معنیٰ ہے شرمگاہ جسکا پردہ کیا جاتا ہے۔ جانوروں کی قبل و دبر شرم گاہ نہیں ہوتی معترض نے صرف ما کی عمومیت کو دیکھا مگر ما و من کا فرق نہ جانا اور فروج کے معنیٰ پر توجہ نہ دی۔ اگر عقلیت سے غور کرتا تو پتہ لگ جاتا کہ فقہا نے مقید نہ کیا خود آیت نے ہی غلام اور جانوروں کو نکال دیا ہے۔ خیال رہے کہ حٰفِظُوْنَ۔ میں سب مسلمان مرد و عورت مراد ہیں لیکن اِلَّا میں صرف مردوں کا استثنا ہے بیویوں سے۔ اَزْوَاجِ کا لفظ اگرچہ خاوند بیوی کیلئے بولا جاتا ہے مگر یہاں صرف بیویاں مراد ہیں کیونکہ اَزْوَاجِ کا مضاف الیہ هُمْ ضمیر مذکر ہے۔ **چوتھا اعتراض**۔ اسکی کیا وجہ کہ قرآن کریم میں ہر جگہ نماز و زکوٰۃ کا ذکر بالکل ساتھ ساتھ ہے مگر یہاں آیت نمبر ۳ سے فاصلہ کر دیا گیا۔ جواب۔ یہ فاصلہ نہیں بلکہ تکملہ ہے کیونکہ آیت نمبر ۳ میں تکمیل نماز کرنے والے عمل کا ذکر ہے اس طرح کہ نماز میں خشوع کا ذکر ہے اور کامل خشوع عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ہے۔ اس لئے یہ جملہ اجنبی نہیں بلکہ نماز ہی کا بیان و تتمہ ہے۔

تفسیر صوفیانہ

سب سے بہتر عمل خشعة الهی ہے۔ خشعة کی دو قسمیں۔ ا۔ خشعة جسمانی ظاہری آٹھ اعضا کی درستگی ہے۔ آنکھیں نماز میں اپنے اپنے مقام کو ہر رکن میں دیکھتی رہیں قیام میں سجدہ گاہ پر، قعدہ، تشہد و جلسہ میں دامن پر۔ سجدوں میں ناک پر، کان کا خشوع یہ کہ الفاظ نماز سنتے رہیں۔ زبان کا خشوع یہ کہ الفاظ نماز و تلاوت صحیح ادا کرے اور کانوں کو سنائے۔ ہاتھوں کا خشوع یہ کہ پوری نماز میں ادھر ادھر نہ بھٹکیں بلکہ ہر رکن میں اپنی جگہ پر پابندی سے بندھے رہیں۔ پیٹھ کا خشوع یہ کہ ہر رکن میں درست رہے۔ فرج و شرمگاہ کا خشوع یہ کہ مکمل ستر پوشی میں رہے۔ قدموں کا خشوع یہ کہ ہر جگہ درست و قائم و ساکن رہیں۔ خشوع کی قسم دوم روحانی باطنی ہے۔ نفس کا خشوع خواہشات دنیوی سے خالی ہونا۔ قلب کا خشوع ذکر اللہ و دوام حضوری۔ عقل کا خشوع مراقبہ تامہ روح کا خشوع یہ کہ صفت جلال و جمال میں بحر محبت کا استغراق کلی۔ اصل خشوع یہ کہ خود سے بھی بیزار ہو جائے۔ لغو ہر وہ عمل ہے۔ اور ہر وہ کام ہے جو اللہ تعالیٰ کیلئے نہ ہو وہ قول جو رضائے الٰہی سے دور ہو۔ ہر وہ چیز جو رب تعالیٰ سے دور کر دے مکروہ ہزل، لعب، ضیاء اوقات وغیرہ وہ لغو ہے۔ جو کام اللہ کیلئے نہیں وہ شہو ہے اور وہ کام جو اللہ تعالیٰ سے دور کر دے سہو ہے۔ لغویات کی چھ قسمیں ہیں۔ ا۔ شہو، ۲۔ سہو، ۳۔ لہو، ۴۔ لعب، ۵۔ ہزل، ۶۔ وحل۔ جس میں

بندے کی خواہش نفس شامل ہو وہ لعب ہے جس میں رضاء رب نہ ہو وہ لعب ہے اور ہر وہ قول فعل یا چیز جو کسی فائدے کی نہ ہو نہ کچھ دے سکے نہ دلا سکے وہ لعب ہے۔ جو چیز یا قول وفعل جو معصیت ڈال دے مگر بچا نہ سکے وہ وحل ہے۔ صوفیا کے نزدیک اصل زکوٰۃ صفات رسمیہ اور حب دنیا کی نجاستوں سے نفس وروح کو پاک کرنا ہے۔ قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ تَزَکّٰی (الاعلیٰ:۱۴) اور قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَکّٰىهَا ۝ وَقَدۡ خَابَ مَنۡ دَسّٰىهَا۔ (الشمس:۹) اور خُذۡ مِنۡ اَمۡوَالِهِمۡ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمۡ وَتُزَكِّيۡهِمۡ۔ (توبہ:۱۰۳) یہ تمام فرمودات قرآنی روح کی پاکیزگی کیلئے ہیں۔ اور اس زکوٰۃ کا کچھ فائدہ نہیں کہ مال ہاتھ میں ہو مگر حب دنیا دل میں ہو۔ مقصد نماز حب اللہ ہے۔ مقصد اعراض خود کو بچانا رب تک پہنچانا ہے۔ مقصد زکوٰۃ حب دنیا کو نکالنا مٹانا ہے۔ عارفین کی چوتھی نشانی وَالَّذِيۡنَ هُمۡ لِفُرُوۡجِهِمۡ حٰفِظُوۡنَ۔ بندگان عارفین تلذذ شہوات سے اپنی فروج باطنی کو محفوظ رکھتے ہیں۔ اس طرح کہ نکاح وتزوج بھی ان کو طلب الٰہی سے نہیں روک سکتا انکے مال وازواج اولاد وبنون فتنہ دنیا نہیں ہو سکتے کیونکہ دینی بندہ نیکیوں میں مساعی لمعاد ہے اور دنیوی بندہ برائیوں میں مساعی لمعاش ہے۔ بے شک کامیاب ہو گئے مومن منزل معرفت میں کیونکہ ان کو محل اعلیٰ ومقام قرب اور مرتبہ سعادت کا وصل ہوا وہی اپنی صلوٰۃ عروج کے دائمی حالت سے ظاہری باطنی سری خشوع کرنے والے ہیں کہ نفس وقلب کو خواہشات دنیوی سے دور رکھنے والے ہیں۔ قرات اذکار میں حضور قلبی حاصل ہے اور مکونات عالم سے ترک توجہ کا مراقبہ قرب جلال کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ بحر محبت میں مستغرق ہو جاتے ہیں۔ نماز کی درستی خشوع روح ہے۔ غافل کی نماز کا نہ ثواب نہ عذاب نہ عتاب نہ عقاب۔ جو نمازی اَلۡحَمۡدُ کی وسعت سے غافل۔ اِيَّاكَ نَعۡبُدُ کے بھید سے جاہل۔ صراط مستقیم کی دعاء طالب سے بےخبر ہو اسکی نماز فکر قلبی ذکر روحی سے خالی لہٰذا فاسد ہے عقوبت محرومی کے قریب ہے۔ بندگان مومنون لغو سے معرضون ہوتے ہیں اور ہر وہ شی جو حق سے دور کرے وہ لغو ہے کیونکہ اس میں نفس امارہ کا حصہ ہوتا ہے اسی لئے ہر ماسوا اللہ لغو ہے۔ عارفین کی زکوٰۃ اخلاق ذمیمہ عادات رذیلہ طبیعۃ لیئمہ سے نفس وروح کو پاک ومزکی کرنا ہے۔ حافظین فروج وہ ہیں جو خواہشات شہوانیہ پر غالب ہو جائیں نہ مغلوب ہوتے ہیں نہ حد شریعت سے تجاوز کرتے ہیں اسرار کو حفاظت میں رکھنے والے اغیار سے چھپانے والے۔ رفیقین، صالحین ومریدین تائبین کو بنانے والے رفیقین مثل ازواج ہیں اور مریدین مثل ماملکت ایمانھم عباد وغلام ہیں اہل معرفت کا درجہ فلاح نور اعظم دولت یقین، حق الیقین، علم الیقین عین یقین کے انوار کا حصول ہے اہل نماز وہ ہیں جو کشف اسرار کی معراج صلوٰۃ میں قلب مفکر سے خشوع ہیبۃ جلال کی خشیت کا خشوع اپنے اوپر طاری رکھنے والے ہیں نور عظمت کی ان تجلیات کی وجہ سے جو ان پر وارد ہوتی ہیں ان ہی کیلئے ہیں اور فضولیات دنیوی سے مُعۡرِضُوۡنَ یعنی دور ہٹنے والے ہیں مشغولیت حق تعالیٰ کی وجہ سے۔ اور اپنی صفات کسلیہ عادات سفلیہ کو اپنے جسم وقلب سے وقالب وروح سے بطور زکوٰۃ نکالتے رہتے ہیں یہی تجرد صفات کا تذکیہ معرفت ہے۔ اور اپنی فروج باطنی کو اسباب لذات وشہوات سے دور کرتے ہیں۔ تمام دنیوی فکروں کو چھوڑنے والے حقوق پر اقتصاد وانحصار کرنے والے نہ زیادہ کی چاہت نہ کمی کا غم اپنے حق تقدیر پر صبر وکفایت کرنے والے۔ جس بندہ نامقبول نے حق ایمانی اور حظ روحانی کے علاوہ حظ شیطانی لذت نفسانی کی طرف میلان عقلی توجہ فکری سے ذرہ بھر توجہ کی تو وہی بدنصیب لوگ اپنی جانوں پر عدوان کفران کی دشمنی کا ظلم کرنے والے اور برائی کا ارتکاب کرنے والے ہیں اور عداوت روح میں حد سے

بڑھنے والے ہیں۔ حدیث مقدس میں ہے کہ جو میں جانتا ہوں اگر تم کو وہ علم ونظر ہو جائے تو کم ہنسا کرو اور زیادہ رویا کرو۔ فرمایا کہ اے ایمان والو کثرت سے توبہ کیا کرو میں خود اپنی امت کیلئے روزانہ سو مرتبہ توبہ استغفار کرتا ہوں۔ تین چیزیں مومن کے عملی خزانے ہیں۔ نماز۔ زکوٰۃ۔ توبہ۔

نماز زاہداں سجدہ سجودے نماز عاشقاں ترک وجودے

یعنی جب ابتداء قیام ہو تو سامنے تجلیات الٰہی کا تصور ہو۔ اور قلب میں انوار مصطفائی کا جلوہ ہو مومن کا کلام اِیَّاکَ نَعْبُدُ قرب کبریائی کا مظہر ہونا چاہئے۔ اور اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ. مشاہدہ نبی کریم کا منظر ہونا چاہئے۔ منشاء خشوع یہ ہے کہ سر کا سجدہ رب تعالیٰ کو دل کا بندہ آقا مولیٰ کو۔ سر میں خوف خدا ہو قلب میں ذوق مصطفیٰ ہو۔ اِھْدِنَا الصِّرَاطُ نے بتایا کہ خدا تعالیٰ کو قریب جانو۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ میں نبی کریم علیہ السلام کو حاضر و ناظر جانو۔ بدبخت ہے وہ نمازی جسکی نماز میں اللہ رسول حاضر و ناظر نہ ہوں۔ کچھ شیطانی انسان کہتے ہیں کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ کا جملہ معراج کی نقل ہے اللہ تعالیٰ نے معراج میں نبی کریم کو سلام کیا اور نبی کریم نے اللہ تعالیٰ کو جواب دیا تھا وَعَلَیْکَ السَّلَامُ جہلاء زمانہ کی یہ بات غلط و کذب ہے نہ معراج میں اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ ہوا نہ ہو سکتا ہے نہ ثبوت نہ دلیل۔ پتہ نہیں ابلیس نے ان خبثاء کو کہاں سے یہ کذبیات سکھا دیں جن کی حقیقت بھی نہیں شریعت بھی نہیں۔ کیونکہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ دعا ہے اور اللہ تعالیٰ دعا دینے سے پاک ہے دعا دینا اور دعا مانگنا بندے کا کام۔ اسی طرح وَعَلَیْکَ السَّلَامُ بھی دعا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو دعا دینا حرام ہے بعض فقہا نے اس کو کفر لکھا ہے۔ ان شرعی مسائل کی بنا پر اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ نقل یا حکایت معراج نہیں بلکہ اصلاً نبی کریم علیہ السلام کو اپنے قریب حاضر و ناظر سمجھ کر سلام عرض کرنا ہے یہی حقیقت احادیث کثیرہ مشہورہ سے ثابت ہے۔ راہ حقیقت میں فلاح مومن کے چھ مقام، پہلا مقام رحمۃ یہ خٰشِعُوْنَ کی منزل ہے دوم مقام برکت یہ مُعْرِضُوْنَ کی منزل ہے۔ سوم مقام عزت یہ فٰعِلُوْنَ کی منزل ہے۔ چہارم مقام رفعت یہ حٰفِظُوْنَ کی منزل ہے۔ پنجم مقام عبرت یہ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ کی منزل ہے۔ ششم مقام نصرت۔ یہ وٰرِثُوْنَ وَ خٰلِدُوْنَ کی منزل ہے۔ جس بندہ سالک نے حیات دنیوی میں یہ چھ مقام پا لئے وہ مقام قرب کا حقدار ہو گیا۔ کامیاب ہو گیا وہ مومن جس کا خشوع صدیق اکبر جیسا اور جس کا اعراض فاروق اعظم جیسا۔ جس کا اداء فٰعِلُوْنَ عثمان غنی جیسا۔ جس کا حافظہ مولیٰ علی جیسا جس کا تزوج امام حسن جیسا اور جسکی نصرت امام عالی مقام سید الشہداء امام حسین جیسی۔ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ۔ پس برکتوں والا ہے وہ اللہ جس نے ایسے بندے پیدا فرمائے۔

وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِاَمٰنٰتِھِمْ وَعَھْدِھِمْ رٰعُوْنَ ﴿۸﴾ وَالَّذِیْنَ

اور وہ مسلمان جو اپنی امانتوں اور اپنے وعدوں کی رعایت کا خیال رکھتے ہیں اور وہ مسلمان جو

اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی رعایت کرتے ہیں اور وہ جو

ھُمْ عَلٰی صَلَوٰتِھِمْ یُحَافِظُوْنَ ﴿۹﴾ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْوٰرِثُوْنَ ﴿۱۰﴾

اپنی نمازوں پر ہر طرح حفاظت کرتے ہیں بس یہی وہ لوگ ہیں جو دین الٰہی کے وارث ہیں
اپنی نمازوں کی نگہبانی کرتے ہیں یہی لوگ وارث ہیں
الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ⑪
دنیا میں وہ لوگ ہی آخرت میں جنت فردوس کے وارث ہوں گے وہ مسلمان اس فردوس میں ہمیشہ
کہ فردوس کی میراث پائیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے
وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۚ ⑫
قسم ہے پیدا کرنے کی البتہ پیدا کیا ہے ہم نے ہر انسان کو نہایت خوبصورت مٹی سے
اور بیشک ہم نے آدمی کو چنی ہوئی مٹی سے بنایا
ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۠ ⑬
پھر بنا دیا ہم نے اس انسان کو نطفہ ایک مضبوط قرار کی جگہ میں
پھر اسے پانی کی بوند کیا ایک مضبوط ٹھیراؤ میں

تعلقات

ان آیات پاک کا پچھلی آیت پاک سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آیات میں فرمایا گیا قَدْ اَفْلَحَ۔ کامیاب ہو گئے ایمان والے جس سے ذہنی سوال ابھرتا تھا کہ کب اور کیسے کامیاب ہوئے۔ دنیا میں یا آخرت میں ابدی یا عارضی تمام اہل ایمان یا کچھ لوگ اولین یا تمام اولین وآخرین تا قیامت۔ اب ان آیات میں اس مکمل سوال کا جواب دیا گیا کہ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ یعنی تمام۔ مومنین تا قیامت ابدی کامیاب ہیں۔ دنیا وآخرت میں انکی کامیابی یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اللہ تعالیٰ کی دینی دنیوی اخروی تمام چیزوں کے وارث و مالک بنا دیئے گئے ہیں۔ یہ ہی انکی عظیم کامیابی ہے۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیات میں فرمایا گیا مومنون کامیاب ہو گئے۔ اس سے سوال ذہنی ابھرتا تھا کہ اس دنیا میں تو ہر فرقہ ہی اپنے آپ کو مومن سمجھتا اور کہتا ہے بلکہ شیعہ رافض تو فی زمانہ صرف خود کو ہی مومن سمجھتے ہیں اپنے سوا کسی بھی مسلمان کو مومن نہیں سمجھتے اور اپنے آپ کو مسلمان نہیں کہتے ان تمام باطل اور شیطانی خیالات کا جواب فرمایا گیا کہ مومن کی کچھ نشانیاں ہیں۔ ان میں سے چار نشانیاں پچھلی آیات میں بیان فرمائی گئیں۔ ۱۔ مومن نماز میں خشوع کرنے والا، ۲۔ لغویات سے بچنے والا، ۳۔ زکوٰۃ دیتے رہنے والا، ۴۔ اور اپنی فروج کی حفاظت کرنے والا یعنی حلال جگہ استعمال کرنے والا۔ حرام، زنا، متعہ وشام غریباں کی بے غیرتی سے بچانے والا ہے۔ اس نشانی نے شیعہ روافض کے دعوے ایمان کی تکذیب فرما دی اور ان کا خود کو مومن، مومن کہنا باطل ولغو ہوا۔ اب ان آیات میں مومنوں کی تین نشانیاں مزید بیان فرمائی گئیں کہ ۵۔ امانتوں اور ۶۔ وعدوں کی رعایت والے۔ ۷۔ تمام پنج وقتہ نمازوں کی حفاظت رکھنے والے۔ [illegible] تعلق: پچھلی آیات میں کامیاب

ہونے کا ذکر ہوا۔ اب یہاں ان آیات میں کامیابیوں کی تقسیم فرمائی گئی کہ دنیا میں تا حیات اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ہیں۔ اور آخرت میں تا ابد فردوس کے وارث ہیں۔ گویا یہ آیات پچھلی آیات کا تتمہ ہیں۔

تفسیر نحوی

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۙ﴿۸﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۘ﴿۹﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۙ﴿۱۰﴾ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۱﴾ واؤ سر جملہ۔ بعض نے فرمایا یہ واؤ عاطفہ ہے اور خلدون تک اس عبارت کا عطف سابقہ جملوں پر ہے قَدْ اَفْلَحَ کے ساتھ اَلَّذِيْنَ اسم موصول هُمْ ضمیر مبتدا۔ لام جارہ اَمَانَاتِ اسم جمع مونث سالم اس کا واحد ہے اَمَانَةٌ۔ اس کا معنی ہے کہ کوئی شخص اپنی چیز کسی دوسرے شخص کے پاس امن وحفاظت کیلئے رکھے۔ شریعت اسلام میں اسکی بہت اہمیت ہے یہ مضاف ہے هُمْ ضمیر مفعول مضاف الیہ یعنی وہ لوگ جن کے پاس امانت رکھی گئی ہو یہ مرکب اضافی معطوف الیہ واؤ عاطفہ عَهْدِ اسم جامد بمعنی وعدہ مضاف ہے ہم ضمیر فاعل مضاف الیہ یعنی وہ لوگ جو وعدہ کرنے والے ہیں یہ مرکب اضافی معطوف علیہ واؤ عاطفہ عہد اسم جامد بمعنی وعدہ مقاف ہے ھم ضمیر فاعل مقاف الیہ یعنی وہ لوگ جو وعدہ کرنے والے ہیں یہ مرکب اضافی معطوف ہے اٰمٰنٰتِ پر۔ دونوں ملکر مجرور ہوا جار ومجرور متعلق مقدم ہے۔ رَاعُوْنَ باب فتح کا اسم فاعل جمع مذکر۔ رَعْیٌ سے مشتق ہے۔ ترجمہ ہے۔ رعایت کرنا۔ اہتمام وخیال حفاظت کرنا۔ رَاعُوْنَ اپنے پوشیدہ ھم ضمیر صیغہ اور متعلق مقدم سے ملکر خبر ہے هُمْ مبتدا کی۔ دونوں ملکر جملہ اسمیہ ہو کر صلہ ہے اَلَّذِيْنَ اپنے صلہ سے ملکر معطوف علیہ واؤ عاطفہ۔ اَلَّذِيْنَ اسم موصول۔ هُمْ مبتدا۔ علیٰ حرف جر صَلَوَاتِ اسم جمع مونث سالم اس کا واحد ہے صَلٰوةٌ۔ بمعنی پانچ وقت کی نمازیں۔ مضاف ہے هُمْ ضمیر نفسی بمعنی اپنی۔ یہ فاعل مضاف الیہ یعنی نمازیں پڑھنے والے۔ یہ مرکب اضافی مجرور ہوا۔ جار مجرور ملکر متعلق مقدم ہے۔ يُحَافِظُوْنَ۔ باب مُفَاعَلَةٌ کا فعل مضارع حال جمع مذکر غائب۔ حفظ سے مشتق ہے اس کا مصدر ہے۔ حَافِظَةٌ۔ ترجمہ ہے اچھی طرح دیکھ بھال کرادا کرنا۔ اس کا فاعل ضمیر صیغہ پوشیدہ یہ فعل فاعل اور متعلق مقدم سے ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے هُمْ مبتدا کی۔ دونوں ملکر جملہ اسمیہ ہو کر صلہ ہے اَلَّذِيْنَ کا یہ موصول صلہ ملکر معطوف ہے پہلے اَلَّذِيْنَ کے پورے جملے پر۔ دونوں عطف ملکر خبر مقدم ہے۔ اُولٰئِكَ اسم اشارہ تحصیری مبتدا ہے۔ هُمْ ضمیر اگلی عبارت کا مبتدا ہے الف لام اسمی بمعنی اَلَّذِيْنَ وَارِثُوْنَ باب ضَرَبَ کا اسم فاعل جمع مذکر وَرْثٌ سے مشتق ہے بمعنی مالک ہونا بغیر عوض کے بحالت رفع ہے کیونکہ خبر مبتدا ہے یہ اسم فاعل اپنے پوشیدہ ضمیر صیغہ سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہوئی ھم مبتدا اپنی اس خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر۔ دوسری خبر ہوئی اُولٰئِكَ کی دونوں ملکر جملہ اسمیہ ہو کر موصوف ہے اگلی عبارت کا۔ اَلَّذِيْنَ اسم موصول۔ يَرِثُوْنَ باب ضرب کا فعل مضارع معروف مستقبل جمع مذکر غائب وَرْثٌ سے مشتق ہے۔ اس کا فاعل ضمیر صیغہ پوشیدہ۔ الف لام حرفی عہد ذہنی فردوس اسم مفرد جامد نام ہے پوری جنت کا۔ بعض نے فرمایا جنت کے ایک اونچے طبقے کا نام ہے۔ بحالت فتحہ ہے کیونکہ مفعول بہ ہے۔ يَرِثُوْنَ کا یہ فعل فاعل اور مفعول بہ ملکر جملہ فعلیہ ہو کر ذوالحال ہوا اگلی عبارت کا۔ ھم مبتدا۔ فِيْهَا۔ یہ جار مجرور متعلق مقدم ہے۔ خَالِدُوْنَ باب نصر کا اسم فاعل جمع مذکر۔ خَلْدٌ سے مشتق ہے۔ بمعنی ہمیشہ رہنا۔ اس کا فاعل پوشیدہ ضمیر صیغہ یہ اسم فاعل اپنے فاعل سے ملکر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے مبتدا هُمْ کی دونوں ملکر جملہ اسمیہ ہو کر حال ہے اَلَّذِيْنَ کے

جملے کا یہ حال ذوالحال صفت ہے۔ اُولٰٓئِكَ کے جملے کی یہ دونوں موصوف صفت ملکر مبتدا موخر ہے۔ اور وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ (الخ) یہ پوری عبارت يُحَافِظُوْنَ تک خبر مقدم ہے دونوں ملکر جملہ اسمیہ ہوگیا۔ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۚ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۠ ۔ واؤ حرف لام تحقیقیہ بمعنٰی البتہ۔ قَدْ خلقنا باب نصر کا فعل ماضی قریب معروف جمع متکلم اس کا فاعل ضمیر جمع متکلم بارز الف لام حرفی استغراقی انسان اسم جامد بمعنٰی آدمی بحالت نصب ہے۔ کیونکہ مفعول بہ ہے۔ من حرف جر تبعیضیہ بمعنٰی کچھ۔ تھوڑی سُلٰلَةٍ۔ اسم مشتق ہے بمعنٰی اسم مفعول۔ آٹھ طرح اس کا مفعولی معنٰی کیا گیا ہے۔ ا۔ چنی ہوئی، ۲۔ نچوڑی ہوئی، ۳۔ کسی چیز کا خلاصہ، ۴۔ کسی چیز کا نچوڑ، ۵۔ کسی چیز کو سونتا، ۶۔ نچوڑنا، ۷۔ خالص ہونا، ۸۔ خوبصورت ہونا یہاں اسی معنٰی میں ہے۔ مِنْ حرف جر بعضیت کا اضافت منی کیلئے یعنی مٹی کا نچوڑ یا مٹی میں سے چنی ہوئی خوبصورت خالص۔ طِيْنٍ اسم جامد بمعنٰی زمین کی مٹی۔ مِنْ سُلٰلَةٍ جار مجرور ملکر موصوف ہے۔ مِنْ طِيْنٍ جار مجرور ملکر صفت ہے یہ دونوں موصوف وصفت متعلق ہے قَدْ خَلَقْنَا کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہوگیا۔ ثُمَّ حرف عطف برائے تعقیب تراخی، یہاں فائدہ لغو ہے عطف کیلئے نہیں ہے۔ جَعَلْنَا باب فتح کا فعل ماضی مطلق معروف جمع متکلم۔ جعلٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے۔ ایک حالت سے بدل کر دوسری حالت میں لانا۔ اصطلاحی ترجمہ ہے بنانا۔ اسکا فاعل جمع متکلم ضمیر بارزہ ضمیر واحد مذکر غائب منصوب متصل مفعول بہ اول ہے۔ نُطْفَةً۔ اسم جامد بمعنٰی وہ جرثومہ جو مادہ منویہ میں ہوتا ہے پھر رحم مادر میں بتدریج بڑھتا ہوا جراثیم اور پھر لوتھڑا بن جاتا ہے بحالت نصب ہے کیونکہ مفعول بہ دوم ہے۔ فی حرف جر ظرفیۃ کیلئے زمانی ہو یا مکانی۔ یہاں مکانی کیلئے ہے۔ قَرَارٍ اسم مصدر بمعنٰی ٹھہرنے مَكِيْنٍ باب ضرب کا اسم مبالغہ ہے بروزن فعیل کریم۔ مکنٌ سے مشتق ہے ترجمہ جگہ پکڑنا۔ مضبوطی سے ٹھہرنا، ٹھہرانا۔ مراد ہے رحم مادر یہ اسم مبالغہ ظرفیت مکانی کیلئے ہے۔ قَرَارٍ موصوف مَكِيْنٍ صفت یہ مرکب توصیفی مجرور ہے فِيْ سے جار مجرور ملکر متعلق ہے جَعَلْنَا کا۔ سب ملکر جملہ فعلیہ ہوگیا۔ بعض نے لکھا ہے کہ یہاں ثُمَّ لغو نہیں بلکہ عطف کیلئے ہے اور قَدْ خَلَقْنَا کا جملہ معطوف علیہ ہے اور ثُمَّ جَعَلْنَا کا جملہ معطوف ہے۔ یہ دونوں عطف ملکر لام تحقیقیہ کی بنا پر جملہ تحقیقیہ ہوگیا مگر پہلی ترکیب کو ترجیح ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

تفسیر عالمانه

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۙ۝۸ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۘ۝۹ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۙ۝۱۰ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ۭ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۱۱ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۚ۝۱۲ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۠۝۱۳ اور وہی لوگ مومن ہیں جو دی گئی امانتوں، کیے گئے وعدوں، اقراروں کی ہر طرح رعایت کرنے والے ہیں۔ ہر حال ہر زمان ہر مقال ہر مکان میں۔ امانتیں بھی چار قسم کی ہوتی ہیں اور عہد بھی۔ قسم اول امانت الٰہی۔ قرآن وحدیث اور انکے فرمودات وعبادات انکی رعایت قولی عملی تبلیغ ہے شجر ایمان کی آٹھ شاخیں۔ اطاعت اتباع۔ محبت عقیدت۔ تعظیم ادب۔ احترام۔ حقوق اللہ کی ادا۔ حقوق النفس کی بقا ہر بندے کا جسم بھی امانت الٰہی ہے اسکی رعایت یہ ہے کہ اس کو دنیا میں حرام سے بچائے۔ اور آخرت کے عذاب سے بچائے۔ قسم دوم: انفرادی امانتیں جیسے مالی۔ قولی۔ فعلی امانتیں۔ قسم سوم: قومی امانتیں جیسے مالی قولی فعلی۔ ملکی۔ سیاسی۔ نظریاتی۔ قسم چہارم: ہمسایگی کی امانتیں۔ عہد کی چار قسمیں، ا۔ اللہ تعالٰی سے وعدہ، ۲۔ رسول

اللہ علیہ وسلم سے وعدہ، ۳۔ انفرادی عہد، ۴۔ قومی واجتماعی عہد۔ ان سب عہدوں کی رعایت یہ ہے کہ سب کو بطریقہ احسن نبھائے پورا کرے۔ امانت وعہد کی سچی صحیح بروقت ادا ہی مومن کی پکی نشانی ہے۔ جس مسلمان میں یہ نشانی نہیں وہ مومن نہیں منافق ہے۔ قرآن وحدیث میں بہت اہتمام سے بار بار عہد وامانت کی رعایت وحفاظت کا ذکر فرمایا گیا۔ احادیث مقدسات میں فرمایا گیا کہ منافق کی چار عادتیں ہیں۔ ۱۔ بولنے میں جھوٹا ہو، ۲۔ وعدوں کو توڑنے والا، ۳۔ امانت میں خیانت کرنے والا، ۴۔ بداخلاق وبددیانت۔ ایسی خصلتوں والا پکا منافق ہے۔ مگر جس میں ان میں سے ایک خصلت ہو وہ چھوٹا منافق ہے۔ ایک حدیث مقدس میں ہے کہ اگر دیانت وامانت داری نہیں تو ایمان نہیں اگر عہد کی پاسداری نہیں تو دین نہیں۔ ایک جگہ ارشاد نبوی ہے کہ جو عہد وامانت کی رعایت وحفاظت نہیں کرتا وہ دنیا میں ذلیل وبے اعتبار ہے۔ آخرت میں خوار وشرمسار ہے۔ مومن وہ ہے جو کسی کی امانت میں خیانت نہ کرے۔ امانت کا مالک اپنا ہو یا پرایا۔ اجنبی ہو یا واقف مسلم ہو یا غیر مسلم۔ اگر کسی سے وعدہ کرے تو بدعہدی نہ کرے وعدہ خواہ شروط کا ہو یا عقود کا۔ عطا کا ہو یا بقا کا۔ لینے کا ہو یا دینے کا۔ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ۔ اور مومن ہی وہ لوگ ہیں جو اپنی تمام نمازوں کی فرائض وواجبات۔ سنن ونوافل، پنج وقتہ۔ جمعہ وعیدین کی ہر طرح اہتمام۔ محبت۔ فراخ دلی ذوق وشوق۔ خشوع وخضوع پابندی اوقات طریقہ شرعی کے مطابق حفاظت کرتے ہیں۔ ہر آن ہر زمان ہر مکان میں مرتے دم تک صفائی غسل کی تراوت۔ ادائیگی وضو کی تمازت۔ زینت لباس کی طہارت۔ مقام نماز کی پاکیزگی کے ساتھ۔ اوقات نماز۔ اجزاء نماز۔ ارکان نماز۔ آداب نماز کو باطمینان دین ودیانت سے سوچ سمجھ کر قائم رکھتے ہیں۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ۔ فقط یہی لوگ وہ ہیں جو سچی پکی دائمی، ایمان، عرفان اتقان قرآن کی دولت پانے والے ہیں دنیا میں اور خوشنودی رحمٰن۔ مقام جنان کی بلاعوض وراثت پانے والے ہیں۔ محض فضل رحمٰن سے آخرت میں الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ۔ اس شان وقار، عظمت اعتبار سے یہ لوگ جنت کے وارث ہونگے جو بلندی میں فردوس میں معمور ہے۔ ہر نعمت سے بھرپور ہے جو ملکیت بلاعوض میں وراثت ہے۔ اور عزت افزائی میں۔ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا (کہف: ۱۰۷)۔ اہل ایمان کیلئے عظیم شاندار خوبصورت وآرام دہ وسیع وصفائی والا مہمان خانہ ہے۔ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ۔ چند روزہ عبادت مخلصانہ اخلاق محسنانہ۔ خیرات مشفقانہ۔ عادات مومنانہ۔ طریقہ شریفانہ اختیار کر کے ایمان والوں کو اس رحیم وکریم اللہ جلیل نے کتنا بڑا انعام ابدی عطا فرمایا کہ وہ مومنون ان باغوں میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ بندگان ایمان کی یہی وہ خصلتیں ہیں جنکی وجہ سے دنیا میں کامران، آخرت میں نیک نام، قبر میں روشن مقام، جنت میں خوش خرام ہو گئے۔ اگر کوئی انسان ان ایمانیات وعبادات، عادات وخصلات کو نہ اپنائے تو اسے دنیا کی ناکامی ہے آخرت کی بدنامی ہے، جہنم کی دشنامی ہے، قبر کی گمنامی ہے کیونکہ یہ ایمان واخلاق تو ہر انسان کیلئے لازم وواجب فرض وقرض ہیں۔ اس لئے کہ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ۔ اور البتہ بے شک ہم نے ہی پیدا فرمایا ہے پوری نسل انسانی کو زمین کی مٹی میں سے چن کر ایسی خوبصورت طیب وطاہر مٹی سے جو زمین کا مغز ہے مٹی کا عطر ہے۔ تراب کا نچوڑ ہے۔ موجودات کا خلاصہ ہے۔ ایسی مٹی نہ حجرات میں نہ شجرات میں نہ حیوانات میں نہ موجودات میں اگرچہ وہ سب ہی مٹی سے پیدا کئے گئے۔ اسی سللہ سے انسان کی اشرفیت قائم ودائم ہے لہٰذا اے بندو تم اپنی خلقت میں غور کر کے عبرت پکڑ کے ایمان واہل ایمان کے اخلاقیات

مذکورہ حاصل کرو۔ اور اپنے مبداء کو پہچان کر بندہ مسعود و محمود بن جاؤ۔ اور خلقت کے بعد موت اور موت کے بعد جنت کی خواہش لیکر اہل ایمان، صاحب اخلاق کی کامیابی پا جاؤ۔ اے لوگو اپنی پیدائش پر بھی غور کرو موت پر بھی۔ بعثت پر بھی اور خالق تعالیٰ کی شکر گزاری احسان مندی میں مومن عابد زاہد نیک' سخی' شریف' امین، صادقین و زاہدین بن جاؤ اور اپنے خالق کی الوہیت و وحدانیت واستحقاق عبادت مان کر بندگان پاکباز اس شان کے بن جاؤ کہ در در پہ کرنہ سجدے۔ در در پہ سر جھکانہ۔ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍ۔ پھر ہم نے اس جوہر سلسلہ انسانی کو انتہائی باریک و صغیر نطفہ جرثومہ کی شکل بنا کر بیضہ نرو مادہ کے قرار والے مکان میں مکین بنا دیا اے بندو اپنے مبداء کو پہچانو اور اپنے معاد کو سنوارو ابتدا پر غور کرو انتہا کی فکر کرو۔ ایمان کو نکھارو۔ عہد کو نبھاؤ امانتوں کے راعی بنو۔ راعی کا اصل معنیٰ چرواہا۔ چرواہے کے تین کام ہوتے ہیں۔ ا۔ جانوروں کی حفاظت، ۲۔ انکی ہر ضرورت کا خیال رکھنا اور پورا کرنا، ۳۔ اپنے جانوروں کے پاس رہنا۔ انکو کھولنا باندھنا چلانا چرانا۔ یعنی حیات کو بچانا۔ غذا کو پہنچانا۔ انکے دشمن کو بھگانا۔ چونکہ عہد و امانت میں مثل راعی تین ذمہ داریاں ہوتی ہیں اس لئے یہاں بھی وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ فرمایا گیا۔ امین پر پہلی ذمہ داری۔ امانت کو جلنے مٹنے بگڑنے چوری ہونے خرچ ہو جانے۔ استعمال کر لینے سے بچانا۔ دوسری ذمہ داری۔ امانت کیلئے ہر طرح کی حفاظتی تدابیر کرنا۔ تیسری ذمہ داری۔ امانت سے چور، چوہے، چرندوں، پرندوں درندوں کو بھگانا۔ وعدوں کو بھولنے سے بچانا مقصد تک پہنچانا۔ شیطانی وسوسوں کو ہٹانا۔ چرواہا جانوروں کا راعی بادشاہ رعایہ کا راعی اور مومن عہد و امانت کا راعی ہوتا ہے۔ لفظ عہد و امانت دونوں مصدر بمعنیٰ اسم مفعول ہیں۔ (مئتمن اور معہود) مومن کے پاس دینی امانتیں بھی ہیں اور دنیوی بھی حج و زکوٰۃ زہد و عبادت صلوٰۃ و صوم یہ سب دینی امانتیں ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے سورۃ انفال کی آیت ۲۷ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ وَ تَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِكُمْ۔ حدیث مقدس میں ہے کہ سب سے بڑا خائن وہ ہے جو اپنی نماز پوری اور صحیح ادا نہیں کرتا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نشانات قیامت میں سے ہے کہ سب سے پہلے نمازوں کا خشوع ختم ہوگا۔ اور امانت داری ختم ہوگی۔ یہاں تک کہ نمازیں ختم ہو جائیں گی۔ اس لئے ہر مومن کو چاہئے کہ اپنے دین و دنیا پر مثل راعی متولی ہو کر رہے اگرچہ عبادت خفی ہو مثل غسل وضو یا روزہ۔ یا عبادت ظاہر۔ جلی ہو مثل نماز زکوٰۃ حج۔ ایمان کے محافظون ہیں ہمیشہ حفاظت کرتے ہیں یہاں فعل مضارع کا مقصد ہمیشگی اور تکرار کا بیان کرنا ہے۔ چونکہ نمازوں میں تکرار ہے مگر خشوع، اعراض، زکوٰۃ، حفاظت فروج میں و عہد امانات میں تجدد و تکرار نہیں اس لئے نمازوں کیلئے مضارع ارشاد ہوا دیگر کیلئے اسم فاعل۔ خشوع نماز جزء نماز نہیں نہ رکن نماز نہ اس میں تعدد و تکرار بلکہ مثل روح جنس نماز ہے اسی لئے روایت میں ہے کہ نماز بلا خشوع ایسی ہے جیسے جسم بلا روح۔ سچے مومنون ہی دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے وارث ہیں اور آخرت میں جنت فردوس کے وارث۔ جنت فردوس۔ جنت کا اعلیٰ طبقہ ہے۔ ایک بار حضرت صحابیہ ربیع بنت نضیر بارگاہ رسالتؐ میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ میرا بیٹا حارث بن سراقہ غزوہ بدر میں تلوار کے زخم سے شہید ہوا تھا اگر وہ جنت میں ہو تو شکر و صبر کروں اور اگر وہ جنت میں نہ ہو تو دعا کی کثرت کروں۔ فرمایا آقاء کائنات حضور اقدس ﷺ نے کہ جنت کے بہت درجے ہیں تیرا بیٹا فردوس اعلیٰ میں ہے۔ اور فردوس شان میں افضل بلندی میں ربوۃ حدود میں اوسط ہے۔ ایک بار نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اے مسلمانو فردوس ملنے کی دعائیں کثرت سے مانگا

کرو کیونکہ وہ جنت اعلیٰ ہے (از تفسیر معانی) روایتوں میں ہے کہ چھ چیزیں رب تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے بنائیں۔ ۱۔ خلقت ملائکہ سے بھی پہلے نور محمدی کو، ۲۔ پھر جبرئیل کو، ۳۔ پھر جنت فردوس کو، ۴۔ پھر شجر طوبیٰ کو، ۵۔ پھر آدم علیہ السلام کو، ۶۔ پھر کتاب تورات کو۔ روایت میں ہے کہ جب مومن مخلص بندہ پاکیزہ لباس پہن کر اچھا وضو کر کے افضل وقت میں رکوع سجود قیام وقعود۔ قومہ وجلسہ کی حفاظت کر کے نماز ادا کرتا ہے تو نماز اس کو دعائیں دیتی ہے اور کہتی ہے کہ جس طرح تو نے میری حفاظت کی اللہ تعالیٰ تیری حفاظت فرمائے۔ اور جس طرح تو نے میرے لئے پاکیزہ جگہ پاکیزہ مصلہ بنایا۔ تیرے لئے بھی اللہ تعالیٰ فودوس میں جگہ بنائے۔ ایسے ہی اخلاق وصنعات اعمال وعبادات کے پاکیزہ بندوں کو اس جنت فردوس میں شادمانی وفرحت صحت وجوانی کے ساتھ نفع ورہائش کی ہمیشگی سے برتنے کی قوت ہے کہ نہ کبھی نکلیں نہ نکالے جائیں نہ بیماری نہ معذوری نہ بڑھاپہ نہ مجبوری نہ موت نہ فنا۔ حدیث مقدس میں فردوس کی شان اس طرح بیان فرمائی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے فردوس کو سونے چاندی کی اینٹوں سے بنایا۔ درمیان میدان میں مشک اذفر سے خوشبو دار رچایا۔ ہر قسم کے پھولوں پھلوں سے مزین فرمایا۔ جنگی خوشبوؤں سے معطر کیا۔ یہ ہے انسان مومن کی انتہا۔ لیکن خلقت انسانی پر ابتدائی کرم نوازیاں یہ ہیں کہ بے شک ہم نے انسان کو سلٰلہ کی عظمت سے بنایا۔ یہ خلقت کائنات وحیوانات وجمادات وانسانات اے لوگو ہماری قدرت عامہ۔ الوہیۃ تامہ کی شاہد وگواہ ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ وَلَقَدْ خَلَقْنَا۔ کا جملہ قسمیہ ہے اور اظہار خالقیت کی قسم فرمائی گئی ہے مگر یہ قول درست نہیں۔ خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں چھتیس چیزوں کی قسم ارشاد فرمائی ہے۔ یہ قسمیں تقریباً پینسٹھ آیتوں میں مذکور ہیں۔ ۱۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کی عمر شریف کی ایک بار، ۲۔ قرآن مجید کی پانچ بار، ۳۔ فرشتوں کی آٹھ بار، ۴۔ مومنوں کی ایک بار، ۵۔ ہواؤں کی تین بار، ۶۔ تیرتی کشتیوں کی ایک بار، ۷۔ کوہ طور کی دو بار، ۸۔ لوح محفوظ کی ایک بار، ۹۔ بیت المعمور کی ایک بار، ۱۰۔ آسمان کی چار بار، ۱۱۔ جہنم کی ایک بار، ۱۲۔ ستارے کی دو بار، ۱۳۔ قلم کی ایک بار، ۱۴۔ لکھنے کی ایک بار، ۱۵۔ صبح کی ایک بار، ۱۶۔ دس راتوں کی ایک بار، ۱۷۔ شفع بننے کی، ۱۸۔ وتر بننے کی ایک بار، ۱۹۔ رات کے آخری پہر کی ایک بار، ۲۰۔ شہر مکہ کی دو بار، ۲۱۔ سورج کی ایک بار، ۲۲۔ دھوپ کی ایک بار، ۲۳۔ چاند کی ایک بار، ۲۴۔ رات کی ایک بار، ۲۵۔ آسمان وزمین، روح وجان، مذکر ومونث کے پیدا کرنے والے کی چار بار، ۲۶۔ زمین کی ایک بار، ۲۷۔ نفس اور اس کو درست فرمانے والے خالق کی ایک بار، ۲۸۔ انجیر کی ایک بار، ۲۹۔ زیتون کی ایک بار، ۳۰۔ زمانے کی ایک بار، ۳۱۔ وقت چاشت یعنی دوپہر کی ایک بار وغیرہ وغیرہ۔ قسم ربانی فرمانے کی وجہ یہ بتانا ہے کہ یہ چیز جس کی قسم فرمائی گئی ہے وہ بہت عظیم عجوبہ قدرت وشاہکار فطرت ہے۔ اسکی شان عظمت کا نہ کوئی ٹھکانہ ہے۔ نہ ہو۔ نہ کوئی بجز رب تعالیٰ بنا سکے نہ سنبھال سکے۔ رب تعالیٰ کی قسم کا معنیٰ یمین یا حلف نہیں بلکہ شہادت توحید وگواہی الوہیت ہے کہ یہ چیز جس کی قسم فرمائی جارہی ہے اس کا وجود مخلوقی اپنی زبان قال وحال وشان سے اپنے خالق تعالیٰ کی موجودگی اسکی قدرت اسکی عظمت اس کی الوہیت سلطنت بادشاہت قوت ربوبیت، جبروتیت کی تصدیق وشہادت۔ گواہی معرفت کے دفتر سنا رہی ہے۔ سورۃ فجر کی پہلی آیت میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَالْفَجْرِ ۙ﴿۱﴾ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۙ﴿۲﴾ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۙ﴿۳﴾ وَاللَّيْلِ إِذَا يَسْرِ ﴿۴﴾ هَلْ فِي ذَٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِي حِجْرٍ ﴿۵﴾۔ ترجمہ: قسم ہے فجر کی۔ قسم ہے دس راتوں کی۔ قسم ہے شفع کی (جوڑے کی) قسم

ہے وتر کی یعنی ایک ہونے طاق ہونے کی۔ قسم ہے رات کی جب چلے۔ اس ہر ایک میں اہل عقل کیلئے قدرت الٰہی پر گواہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم کا منشا یوں سمجھا جائے کہ جیسے ایک کاریگر نے بہت سے مکان بنائے لیکن ایک مکان کو اندر سے عجائب خانہ عالم بنا دیا۔ دیواروں ستونوں بام و در میں وہ چیزیں بھر دیں جو اپنی بے مثلیت سے ورطہ حیرت میں ڈال دے۔ باہر سے دیکھنے والوں کو تو سب مکان ایک جیسے نظر آ رہے ہوں یا باہر والوں کیلئے کوئی عجوبہ نہ ہو مگر بنانے والا کہہ سکتا ہے کہ مکان تو یہ ہے جو میری صناعی کا منہ بولتا شاہد و گواہ ہے۔ بس سمجھ لو کہ دنیا میں ہزاروں چراغ ہیں مگر خالق تعالیٰ نے وَالشَّمْسِ۔ فرما کر بتایا کہ قسم ہے سورج کی کہ وہ میری قدرت کمال کا منہ بولتا شاہد و گواہ ہے۔ ایسے ہی دنیا میں کروڑوں درخت ہیں مگر رب تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ زیتون و انجیر میں کیا کمال و شاہکار ہے جو انکی قسم فرمائی گئی کہ اے لوگو درخت تو یہ ہیں جو خالق تعالیٰ کی شان کبریائی کی گواہی زبان حال سے دے رہے ہیں۔ اور اسی طرح دنیا میں کروڑوں عمریں اور عمر والے ہیں جو بطن مادر سے شروع ہو کر موت پر ختم ہو جاتی ہیں۔ مگر اے نبی مکرم قسم صرف تیری عمر عزیز۔ حیات عظیم کی ہے جو عجوبہ عالمین ہے۔ بے مثل شاہکار ہے باکمال و لازوال ہے۔ قدرت قدیم کا شاہد ہے کیونکہ یہ عمر لازوال و باکمال ازل حادث سے شروع ہو کر۔ كُنْتُ نَبِيًّا وَ آدَمُ بَيْنَ الْجَسَدِ وَالرُّوحِ۔ وَبَيْنَ الطِّينِ وَالْمَآءِ کے ازلی نعرے کے ساتھ۔ محمد رسول اللہ کا ابدی نعرہ مخلوقات سَمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ سے لگوا رہا ہے۔ اے لوگو یہی وہ عمر ہے جسکی ابتدا تو ہے انتہائی کوئی نہیں۔ جس کے لئے ایجاب ہے سلبہ نہیں۔ مثبت ہے منفی نہیں۔ جس کا ہر کمال باقی ہے۔ کسی کو فنا نہیں۔ جس کے وجود کو تھا نہیں کہا جا سکتا۔ غرضیکہ ان ہی عجائبات مخفیہ کی بنا پر کوئی انسان کسی غیر اللہ کی قسم نہیں بول سکتا۔ بس بنانے والا خالق تعالیٰ ہی انکی قسم بول سکتا ہے کیونکہ ان اشیا کے عجائب باطنی کو جانتا ہے۔ یقیناً یہی حکمت ہے کہ مسلمانوں کو غیر اللہ کی قسم سے منع فرمایا گیا کیونکہ انسان کو نہ عجوبیت کا پتہ نہ انکی زبان قال و حال کا علم نہ انکی شاہکاریت کی سمجھ۔ ہم بندے صرف ان اشیا کے خالق تعالیٰ کی قسم بول سکتے ہیں۔ ذات کی بھی صفات کی بھی اس لئے کہ صفات باری بھی مثل ذات باری قدیم ہیں۔ جو جاہل انسان غیر اللہ کی قسم بولے وہ بحکم حدیث پاک مشرک ہے۔ ہماری قسم یا یمین ہوتی ہے یا حلف ہوتی ہے۔ گواہی نہیں ہوتی۔ لفظ یمین يُمْنٌ سے بنا ہے۔ جس کا لغوی ترجمہ ہے قوت، برکت۔ اصطلاحی ترجمہ ہے دایاں ہاتھ محاورے کا ترجمہ ہے۔ معاہدہ۔ شرط۔ تعلیق۔ یا قسم۔ چونکہ اہل عرب کوئی معاہدہ کرتے وقت ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہیں یا دائیں ہاتھ سے مصافحہ کرتے ہیں اس لئے معاہدے و قسم کو یمین کہا جاتا ہے۔ شریعت میں یمین کی چار قسمیں ہیں۔ ۱۔ یمین منعقدہ، ۲۔ یمین غموس، ۳۔ یمین لغو، ۴۔ یمین کذب۔ حلف کا لغوی معنی ہے ساتھ دینا۔ ساتھ نبھانا۔ ساتھی بننا اسی سے ہے حلیف۔ حلف کا اصطلاحی معنی ہے سچا بننا۔ سچا کہنا۔ سچا کہلوانا۔ یعنی سچا بننے کیلئے قسمیں کھانا یا زوردار کلام کرنا۔ کلام میں تاکیدی و تحقیقی الفاظ استعمال کرنا۔ ایسی قسمیں بولنے والے کو عربی میں حَلَّاف کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں حَلَّاف کی برائی بیان فرمائی گئی ہے۔ جن مفسرین نے یہاں خلقت انسانی کو جملہ قسمیہ فرمایا ہے وہ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ کی وجہ سے اس خلقت انسانی کو عجوبہ عالم و شاہکار قدرت بیان کرتے ہیں۔ خیال رہے کہ مٹی کا جنسی نام طین ہے۔ اور مٹی کے صفاتی نام پندرہ ہیں۔ ۱۔ تراب یعنی خاک، ۲۔ غمامہ یعنی غبار، ۳۔ وَحَلٌ یعنی دلدل، ۴۔ طَمْلَةٌ یعنی کیچڑ، ۵۔ طَثْرَةٌ یعنی گارہ، ۶۔ صَلْدٌ یعنی خشک کیچڑ پپڑی، ۷۔ حَرْمَدٌ یعنی کالی گار ۸۔ مِلَاطٌ۔

یعنی خمیری کیچڑ، ۹۔ خزف یعنی۔ ٹھیکری مٹی، ۱۰۔ ثمروغ یعنی ریتلی بھربھری مٹی، ۱۱۔ صلصال یعنی گندھی ہوئی مٹی، ۱۲۔ فخار یعنی پکی ٹھیکری، ۱۳۔ کناسہ چھانی ہوئی فضلہ مٹی، ۱۴۔ قلامہ یعنی زمین کی اندرونی باطنی مٹی، ۱۵۔ سلالۃ۔ یعنی چھانی ہوئی عمدہ مٹی۔ (از تفسیر معانی وتفسیر بیان۔ معجم عربی) اللہ تعالیٰ نے انسان کو سلالہ سے۔ حیوانات کو کناسہ سے۔ جمادات کو قلامہ سے پیدا فرمایا۔ حیوانات یعنی چرند، پرند، درندو حشرات کیڑے مکوڑے بری و بحری، جمادات یعنی شجر، حجر، معدنیات دھات، سلالہ سے بلا واسطہ آدم علیہ السلام اور بالواسطہ پوری نسل انسانی۔ سلالہ کی تین قسمیں۔ ۱۔ سلالہ مٹی، ۲۔ سلالہ غذا، ۳۔ سلالہ نطفہ۔ خلقت بشری کے چار مرحلے اولاً طین سے سلالہ یعنی مٹی کا میدہ، دوم سلالہ کو صلصال بنایا گیا، سوم صلصال پر انوار جمال کی بارش برسائی گئی۔ چہارم پھر نور جلال کی تپش سے صلصال کو فخار بنا دیا گیا۔ سللۃ بشری سات زمینوں کی مٹی تھی۔ ۱۔ زمین اسفل، ۲۔ زمین یسار، ۳۔ زمین یمین، ۴۔ زمین شور، ۵۔ زمین وسطی، ۶۔ زمین باطنی، ۷۔ زمین اعلیٰ۔ ہر زمین کی علیحدہ کیفیت پہلی کی سہل، یسار کی سنج (بھربھری) یمین کی ٹھنڈک، شور کی جبلی، وسطی کی مرہ (کڑوی) باطنی کی ظلمت، اعلیٰ کی طیب۔ ہر مٹی کا رنگ علیحدہ اسفل کا پیلا۔ یسار کا مٹیلا۔ یمین کا کالا۔ شور کا سرخ۔ وسطی کا گندمی، باطنی کا ریکس ریتلا۔ اعلیٰ کا ہرا۔ ہری کائی، بشریت کے خمیر میں سات بری طبیعتیں ودیعت رکھی گئیں۔ ۱۔ چیونٹی کی حرص، ۲۔ چوہے کی موذیت، ۳۔ پرندوں کی شہوت، ۴۔ بھیڑیے اور ریچھ کا غضب، ۵۔ شیر کی درندگی دلیری، ۶۔ تکبر و بزدلی چیتے کی، ۷۔ بخل وقوم دشمنی کتے کی بے غیرتی وگندی طبیعت خنزیر کی اور سات اچھی خصلتیں امانت رکھی گئیں۔ ۱۔ سخاوت مرغے کی، ۲۔ قناعت الو کی، ۳۔ حلم اونٹ کا، ۴۔ عاجزی بلی کی، ۵۔ وفاداری کتے کی، ۶۔ شرم وحیا عقل وقومی صلہ رحمی کوے کی، ۷۔ ہمت جرات عقاب وشکرہ کی۔ غرضیکہ جسم بشریت سات مٹی۔ سات رنگ۔ سات کیفیت۔ سات طبیعت۔ سات عادات ذمیمہ۔ سات خصلات حمیدہ کا مجموعہ ہے۔ اس لئے اشرف المخلوق ہے۔ یہی جسم انسانی کی ترکیب ہے۔ روح انسانی کے سات عنصر۔ ۱۔ لطافت، ۲۔ نظافت، ۳۔ کرامت، ۴۔ بقایت، ۵۔ غیوبت، ۶۔ امر ربی، ۷۔ امانت۔ اس لئے وہ افضل المخلوق ہوا۔ جس انسان میں یہ سات روحانی قوتیں نہیں وہ افضل نہیں ارزل ہے۔ زمین سے طین، طین سے سللہ سللہ سے جوہر نطفہ۔ نطفے میں تین چیزیں پیدا کی گئیں۔ ۱۔ مادہ منویہ، ۲۔ نسلی جرثومہ، ۳۔ تانیث وتذکیر کا بیضہ قرار مکین۔ اس طرح کہ پشت والد میں جرثومہ۔ اور ترائب (صدر) مادر میں بیضہ۔ پھر صحبت وطی سے دونوں مذکر مونث کی امانتیں منتقل ہو کر رحم والدہ میں۔ قرار مکین کے تین مقام۔ پہلا پشت وترائب۔ دوم طریقہ وطی۔ سوم رحم۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ فَتَبَارَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ۔

مختلف اقوال

اَمٰنٰتِھِمْ کی قرأت میں دو قول۔ بعض نے فرمایا یہ جمع ہے۔ یہ قرات مشہور ومکتوب ہے۔ بعض نے کہا یہ واحد ہے پہلی قرات صحیح ہے۔ صلوات کی ایک قرأت میں یہ جمع ہے یہی صحیح قرات ہے کیونکہ مکتوب ومشہور ہے۔ ایک قرأت یہ واحد ہے یہ قرأت متروکہ ہے۔ وَارِثُوْنَ کے معنیٰ میں تین قول۔ ۱۔ بعض نے کہا کہ بلاعوض محض فضل رب سے مالک ہونا، ۲۔ وَارِثُوْنَ کا فرمان نسبت آدم علیہ السلام کی وجہ سے ہے کہ جنت کے پہلے مالک آدم علیہ السلام ہوئے حَیْثُ شِئْتُمَا رَغَدًا کے ارشاد

سے پوری جنت کی ملکیت ثابت اور والد کی میراث ہم مذہب اولاد کو ملتی ہے اس وجہ سے پوری جنت کے وارث مُؤْمِنُوْنَ ہیں۔ ۳۔ جنت میں بھی تمام انسانوں کے مکان ہیں اور جہنم میں بھی۔ بعد قیامت کافر جہنم میں چلے جائیں گے ان کے مکان بھی مومنوں کو مل جائیں گے۔ اس لئے وَارِثُوْنَ فرمایا گیا۔ تینوں قول درست ہیں۔ فردوس کی لغت میں چار قول۔ ۱۔ بعض نے لکھا یہ رومی لفظ سے معرب کیا گیا ہے۔ ۲۔ بعض نے لکھا یہ فارسی سے عربی بنایا گیا، ۳۔ بعض نے لکھا یہ زبان حبشی سے معرب یعنی عربی بنایا گیا ہے۔ ۴۔ اکثر نے فرمایا یہ عربی لفظ ہے معرب نہیں ہے یہی قول درست ہے کیونکہ ہر زبان میں جنت کا نام مختلف حرفوں سے موجود ہے چنانچہ رومی زبان میں پردیز ہے۔ فارسی زبان میں پیری دائزہ ہے۔ حبشی میں پردیش یا پردیشو۔ سنسکرت میں پردیسا۔ عبرانی میں پردیس ہے۔ سریانی میں فردیسوں۔ یونانی میں پارا دائسوس۔ لاطینی میں پارڈائسس۔ انگریزی میں پیراڈائز اور عربی میں فردوس۔ اسکی کیفیت میں تین قول۔ ۱۔ بعض نے لکھا کہ فردوس پوری جنت کا ذاتی نام ہے اور لفظ جنت صفاتی نام ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا۔ فردوس جنت کے پھلوں پھولوں کے باغات کا نام ہے نہ کہ مکانات کا۔ ۳۔ یہ اس جنت کا نام ہے جو سب سے اونچی سب سے افضل ہے درمیانی مرکزی جنت کا نام ہے۔ اسکے اوپر ہی عرش اعظم ہے۔ فردوس کے رہائشی عرش ملائکہ کی تسبیح سنا کریں گے۔ فردوس سے ہی چار نہریں نکلتی ہیں اور سب جگہ بہتی ہیں۔ ان نہروں کا ذکر سورۃ محمد کی آیت ۱۵ میں ہے یعنی نہر آب۔ نہر دودھ۔ نہر شہد۔ نہر خمر۔ فردوس میں ہر قسم کا پھل ہے۔ یہی قول درست ہے احادیث سے ثابت ہے۔ وَلَقَدْ۔ کی واؤ میں چار قول ہیں۔ ۱۔ بعض نے کہا یہ واؤ قسمیہ ہے۔ دراصل واللہ ہے۔ یعنی اللہ کی قسم، ۲۔ یہ واؤ قسمیہ ہے دراصل ہے وَالْخَلْقِ۔ یعنی قسم ہے پیدا کرنے کی، ۳۔ بعض نے لکھا ہے کہ یہ واؤ حالیہ ہے۔ ۴۔ اکثر نے فرمایا یہ واؤ سر جملہ ہے یہی قول درست ہے۔ اَلْاِنْسَانُ۔ کی مراد میں تین قول ہیں۔ ۱۔ بعض نے فرمایا اس سے مراد آدم علیہ السلام ہیں، ۲۔ بعض نے کہا اس سے مراد تمام اولاد آدم ہے، ۳۔ اکثر نے فرمایا۔ اس سے مراد تمام مخلوق انسانی ہے آدم و آدمیان یہی قول درست ہے۔ مِنْ سُلٰلَةٍ کے مِنْ میں دو قول ہیں۔ ۱۔ بعض نے کہا کہ یہ مِنْ تبعیضیہ ہے۔ یعنی کچھ تھوڑی مٹی سے، ۲۔ اکثر نے لکھا کہ یہ مِنْ بیانیہ ہے۔ یعنی ہر قسم کی عمدہ مٹی جنس زمین سے۔ طِیْنٍ کے معنی میں تین قول ہیں۔ ۱۔ بعض نے لکھا کہ اس سے مراد بدن آدم ہے، ۲۔ اس سے مراد خمیر آدم ہے، ۳۔ اکثر نے فرمایا کہ اس سے مراد روئے زمین ہے یہی قول درست ہے۔ جَعَلْنٰهُ کی ہ ضمیر کے مرجع میں دو قول ہیں۔ ۱۔ بعض نے کہا کہ اس کا مرجع انسان ہے، ۲۔ اکثر نے فرمایا کہ اس کا مرجع سُلٰلَةٍ ہے قَرَارٍ کے معنی میں دو قول، ۱۔ بعض نے فرمایا کہ قرار کا معنی ہے پیدائشی رہائش گاہ، ۲۔ اکثر نے لکھا کہ اس کا معنی ہے کہ جاءِ پیدائش سے منتقل ہو کر دوسری جگہ سکونت پکڑنا۔ مَكِيْنٍ کے معنی میں تین قول، ۱۔ بعض نے کہا اس کا معنی پشت والد، ۲۔ بعض نے کہا اس کا معنی ترائب والدہ، ۳۔ بعض نے کہا اس کا معنی رحم مادر۔ سیاق و سباق کے اعتبار سے یہی قول درست ہے وَاللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ۔

فائدے

ان آیات پاک سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ **پہلا فائدہ:** قرآن مجید میں کل چھ ہزار دو سو اڑتیس آیتیں ہیں۔ ان میں تقریباً ایک ہزار دو سو اڑتیس آیتیں اخلاقیات حسنہ کی ہیں۔ جن کا مجموعہ خلق عظیم ہے اور وہی خلق عظیم خلق محمدی ہے

جس کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح ارشاد ہوا۔ وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (قلم: ۴) ترتیب اس طرح ہے کہ سارا اسلام قرآن مجید میں۔ سارا قرآن مجید وجود مصطفیٰ میں یعنی جسم ظاہری و باطنی میں ﷺ۔ بخاری شریف کتاب ادب مفرد اور بیہقی شریف نے دلائل نبوت میں نسائی شریف میں حاکم مستدرک میں۔ اور محدث ابن منذر و محدث مردویہ نے یزید بن بابنوس سے روایت فرمایا کہ ہم نے ام المومنین والمومنات عائشہ صدیقہ سے پوچھا کہ اخلاق رسول اللہ ﷺ کیسے تھے۔ آپ نے جوابا فرمایا کہ اخلاق رسول اللہ ﷺ پورا قرآن مجید ہے۔ پھر ام المومنین نے سورۃ مومنون کی یہی دس آیات تلاوت فرمائیں پھر فرمایا کہ اس طرح کے تھے اخلاق رسول اللہ ﷺ۔ کریمانہ۔ مشفقانہ ان ہی اخلاق پاکیزہ کی نبی کریم ﷺ نے اپنی امت تا قیامت کو بلاواسطہ و بالواسطہ تعلیم فرمائی۔ کوئی اطاعت و اتباع کرے یا نہ کرے اپنا اپنا نصیب ہے۔ (از تفسیر فتح القدیر شوکانی) یہ فائدہ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ کے ارشاد اور ام المومنین کے فرمان سے حاصل ہوا۔ **دوسرا فائدہ:** تدبر ایمانی، تفکر قرآنی و تذکر ایقانی کرنے والے بندے سمجھتے ہیں کہ دنیا جہان میں جس قوم۔ ملک علاقہ کے افراد و اقوام نے اسلام کے ان بنیادی اخلاق کو اختیار فرمایا اور ملکی سطح پر اپنایا وہ دیکھتے دیکھتے دنیا کے ہر میدان میں کامیابیوں کامرانیوں سے چھاتا چلا گیا۔ اسکی قوت رفتار فتوحات کو کوئی روک نہ سکا۔ اس لئے ہر مسلمان کو یہ درس عزت سکھایا پڑھایا جارہا ہے کہ نجات وفوزیت تو فقط، اقرار و تصدیق کے ایمان سے ہو جائے گی مگر فلاح مومن ایمان اخلاق اعمال کے مکمل ہمہ وقتی مجموعے سے حاصل ہو گی۔ لہٰذا کوئی مسلمان اس مجموعہ اعمال سے غافل نہ رہے۔ یہ فائدہ قَدْ اَفْلَحَ کے تحقیقی ارشاد اور اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ کے حصہ حقیقی سے حاصل ہوا۔ **تیسرا فائدہ:** تا قیامت مسلمانوں کو سمجھایا جارہا ہے کہ فلاح حقیقی وہی ہے جو دائمی ابدی مضبوط و مستقل و ناقابل فنا ہو ایسی خیریت جو دنیا و آخرت میں بندوں کے ساتھ قائم و باقی ہو۔ صرف دنیوی امیری غریبی کا نام ناکامی و کامیابی نہیں۔ اس لئے کفار زمانہ اپنی وقتی دنیوی خوشحالیوں ترقیوں امیریوں سے دھوکا نہ کھائیں اور اہل ایمان کی انفرادی غربت مجبوری سے دھوکے میں نہ رہیں کیونکہ یہ دونوں حالتیں وقتی عارضی حالات کا تلچھٹ اور پانی کا بلبلہ ہیں یہ فائدہ اَلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ۔ فرمانے سے حاصل ہوا۔ **چوتھا فائدہ۔** یہ آیات مقدسہ تبلیغ نبوت کی حقانیت تعلیم نبوت کی صداقت اور آقاء کائنات ﷺ کی عظیم الشان ابدی کامیابی پر زبردست دلیل ہے کہ عرب کی گھٹا ٹوپ ضد و تعصب اکھڑپن کی سرزمین جہالت کے آبائی کفرستان اور طغیان و سرکشی کے جھاڑ و جھنکاڑ، منافقت کے خاردار میں تعلیم نبوی سے ایمان کے ایسے گلشن کھلائے اور اخلاق حسنہ، عادات کریمانہ خصائل مومنانہ کے ایسے پھول کھلائے کہ دیکھتے ہی دیکھتے ریگزار عرب مرغزار عرفان سدا بہار بن گیا۔ اگر یہ نبوت و تعلیم نبوت حق و صادق نہ ہوتی تو یہ ایمانی چراغاں نمودار نہ ہوتا۔ یاد رہے کہ یہ مشاہداتی و تاریخی کیفیت کا تجربہ آج کا ہی نہیں بلکہ حق و باطل کی یہ جاں سوز جگردوز کشمکش ازل حادثہ سے تا امروز جاری و ستیزہ کاری ہر سو طاری ہے۔ غلبہ فلاح و کامیابی نے ہمیشہ حق کا ہی ساتھ دیا۔ جس سے ثابت ہوتا رہا کہ حق کون ہے باطل کون ہے۔ تو اے لوگو عقل و فکر سے تدبر کر کے زمرہ مومنون میں شامل ہو جاؤ اور ثابت قدم رہو۔ یہ فائدہ یہاں ان گیارہ آیتوں کے تعلیمی ذکری فکری بیان سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیات پاک سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ:** فقہاء آئمہ اربعہ کا یہ مسئلہ متفقہ ہے کہ تمام عبادات میں سب سے اہم اور سخت پابندی والی عبادت امانت داری اور وعدے کی پاسداری ہے۔ امانت وعہد اللہ تعالیٰ کا ہو یا آقا ﷺ کا، پڑوسی کا ہو یا قرابت دار کا، مسلم کا ہو یا غیر مسلم کا، انفرادی ہو یا اجتماعی، قومی ہو یا ملکی یا علاقائی کیونکہ امانت وعہد حقوق اللہ بھی ہے حقوق العباد بھی حقوق نفس بھی۔ یہ مسئلہ۔ لِأَمَٰنَٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَٰعُونَ کے جامع مانع لفظ فرمانے سے مستنبط ہوا۔ حَافِظُوْنَ وَ یُحَافِظُوْنَ ایک معنٰی والے الفاظ نہ فرمائے گئے۔ حفاظت کا صرف ایک معنٰی ہے نگہبانی کرنا۔ مگر رعایت کے دس معنٰی ہیں۔ ۱۔ حفاظت، ۲۔ دیکھ بھال، ۳۔ درستگی، ۴۔ یاد رکھنا، ۵۔ پورا کرنا، ۶۔ نبھانا، ۷۔ موذی سے بچانا، ۸۔ دشمن کو بھگانا، ۹۔ قریب رہنا، ۱۰۔ جان مال عزت بچانا۔ **دوسرا مسئلہ:** مومن کامل بننے کیلئے ضروری اور ہر مسلمان پر فرض ہے کہ تمام نمازوں کی ہر طرح حفاظت کرے۔ کیونکہ مومن کی نشانیاں بیان فرماتے ہوئے نماز کا دوبار ذکر ہوا۔ پہلے خٰشِعُوْنَ فرما کر نماز کی باطنی حفاظت بیان ہوئی پھر یُحَافِظُوْنَ فرما کر نماز کی ظاہری حفاظت بیان ہوئی۔ اور دونوں ذکر عبارۃ النص ہیں جس سے دونوں حفاظتوں کی فرضیت ثابت ہوئی۔ پہلی حفاظت مثل رکن روحانی، دوسری حفاظت مثل شرط ایمانی ہے۔ یہ مسئلہ یُحَافِظُوْنَ فعل مضارع حال استمراری فرمانے سے مستنبط ہوا۔ خشوع ہر نماز پر طاری اور حفاظت ہر نماز کی بار بار جاری۔ **تیسرا مسئلہ:** وہی شخص اپنے مورث کی میراث کا جائز حقدار ہوتا ہے جو اپنے مورث کی ظاہراً بھی حفاظت کرے باطناً بھی۔ مورث کے جان، مال عزت حقوق کی حفاظت کرتا ہے۔ نافرمانی بے عزتی نہ کرے بلکہ فرمانبرداری اور اپنی خواہشات اس کی رضا کے تابع بنادے۔ وارث وہی ہوسکتا ہے جو مورث کا ہم عقیدہ دین والا ہو۔ نہ خیانت کرے نہ عہد شکنی۔ اگر ایسا نہ کرے بلکہ کوئی وارث مَاوَرَآءَ ذَالِکَ مورث کے خلاف کسی بھی قسم کی ایذا، نافرمانی، قتل عمد، بربادی، تباہی کے اقدام یا کام کرے گا یا دینی مخالفت تو قانون شریعت کے مطابق میراث سے محروم وعاق ہو کر عٰدُوْنَ۔ شمار ہوگا۔ یہ مسئلہ۔ مومن کی سات نشانیاں بیان فرمانے کے بعد اُولٰٓئِکَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ۔ فرمانے سے مستنبط ہوا۔ گویا کہ وارثون بننے کے لئے ہر مومن کو اطاعت، اتباع وفرمانبرداری کی سات نشانیاں بطور شرط لازمی اپنے اندر پیدا کرنا فرض ہیں۔ یہاں اشارۃ النص نے بتایا کہ جس طرح مومن وارث ہے اور عبادات احکام شریعت قرآن حدیث مورث ہیں ان کی مالی میراث جنت الفردوس ہے اور مومن ہی اس میراث کو پائے گا جو شرعی عبادات واحکام کی پابندی محافظت رعایت کماحقہ ادا کرتا رہے۔ بربادی وتباہی نہ لائے۔ اسی طرح دنیوی میراث پانے کیلئے وارثوں کو اپنے مورثوں کی حفاظت و رعایت، دینی دنیوی یکجہتی لازم ہے۔ تمام فقہا فرماتے ہیں کہ اپنے مورث کا قاتل اور اسکے دین کا مخالف میراث سے محروم ہے۔ اور اگر گستاخ ونافرمان وارث کو مورث عاق کردے تو اس کو ظالم نہیں کہا جاسکتا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ **پہلا اعتراض:** یہاں آیت نمبر ۸ میں امانتوں اور عہد کیلئے رٰعون کیوں فرمایا گیا۔ چاہئے تھا کہ حَافِظُوْنَ یا یُحَافِظُوْنَ فرمایا جاتا۔ اس لئے کہ مقصود تو حفاظت ہے۔ **جواب:** حفاظت وہی مفید ہے

جو چیز کے معیار کے مطابق ہو تب ہی وہ چیز صحیح معنوں میں محفوظ رہ سکتی ہے اور چونکہ امانتیں اور عہد بہت قسم کے ہیں اور ہر قسم کا طریقہ وضروریات مختلف ہیں اس لئے ایسا لفظ بولا گیا جو تمام طریقوں وضرورتوں کا جامع، اور بے ضرورت وفضولیات کا مانع ہے۔ تاکہ ہر دشمن ونقصان دہ چیز کا دفاع اور ضروری اسباب واشیا کا حصول شامل حفاظت ہو جائے۔ امانتوں کے موذی دشمن بھی کثیر اور ضروریات بھی کثیر۔ اسی طرح عہد کی قسمیں نوعیں بھی کثیر اہمیت بھی کثیر۔ اور معاہدے والے اشخاص بھی مختلف المزاج و مدارج والے۔ اس وجہ سے کثیر معنٰی والا ایک ہی جامع مانع لفظ رَاعُوْنَ ارشاد ہوا۔ امانتدار پر امانت کی اور عہد والے کو عہد کی بہت سی ذمہ داریوں نازک اندازیوں کی حفاظت کرنی پڑتی ہے۔ اس لئے رَاعُوْنَ فرما کر عہد وامانت کی دیکھ بھال کا پورا نقشہ وطریقہ بتلایا گیا۔ یہ بات حَافِظُوْنَ یا یُحَافِظُوْنَ کہنے سے حاصل نہ ہوتی۔ **دوسرا اعتراض:** اسکی کیا وجہ کہ آیت ۵ میں لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ۔ اسم فاعل ارشاد ہوا۔ لیکن یہاں آیت ۹ میں عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ۔ فعل مضارع حال ارشاد ہوا۔ کیا یہ مناسب نہ تھا کہ دونوں جگہ ایک ہی صیغہ مشتق ارشاد ہوتا۔ ظاہراً تو کوئی وجہ فرق معلوم نہیں ہوتی۔ **جواب:** لفظی تفریق سے یہ سمجھانا مقصود ہے۔ فروج اور اسکی حفاظت ایک قسم کی ہے مرد ہو یا عورت یعنی عصمت حفاظت پردہ پوشی حرام سے بچانا۔ مگر نمازیں ہر طرح مختلف ومتعدد ہیں۔ عدداً بھی کثیر حکماً بھی۔ لوازمات ارکان وشرائط میں بھی کثیر۔ عدداً پانچ فجر، ظہر، عصر، مغرب، عشا۔ حکماً۔ فرض، واجب، سنت، نفل مؤکدہ، غیر مؤکدہ، کفایہ، نمازوں میں تعدیل ارکان کی حفاظت، غسل، وضو، طہارت لباس ومقام کی حفاظت، طریقہ ادا کی حفاظت، پابندی اوقات۔ اور ہر قسم کی حفاظت مختلف۔ کہیں تجدید سے۔ کہیں تکرار سے۔ کہیں دوام سے کہیں استمرار سے کہیں اہتمام سے۔ اسم فاعل میں استمرار تو ہوتا ہے۔ مگر زمانہ مضارع اور تجدید وتکرار واہتمام نہیں ہوتا۔ مضارع میں تجدید بھی تکرار واہتمام بھی۔ حفاظت فروج میں صرف دوام ضروری ہے اس کے لئے اسم فاعل کا صیغہ کافی۔ مگر نمازوں کی حفاظت میں تکرار تجدید دوام واہتمام سب ضروری اس لئے یہاں مضارع کا صیغہ فرمانا ہی مناسب ولازم ہے تاکہ ایک ہی صیغے سے تمام ضرورتیں حالی یا استقبالی پوری ہو جائیں۔ یہ بات یہاں اسم فاعل فرمانے سے حاصل نہ ہوتی۔ **تیسرا اعتراض:** یہاں فرمایا گیا۔ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْوَارِثُوْنَ جس کا معنٰی ہے کہ جنت فردوس میں وہی وارثین ہیں جو خٰشِعُوْنَ۔ مُعْرِضُوْنَ۔ فَاعِلُوْنَ۔ حَافِظُوْنَ۔ رَاعُوْنَ و يُحَافِظُوْنَ ہوں۔ انکے علاوہ کوئی مسلمان جنت میں نہیں جا سکتا۔ کیونکہ اُولٰٓئِکَ سے ثابت اور حصر کا یہی منشا ہوتا ہے۔ حالانکہ بہت سی احادیث صحیحہ مشہورہ معتبرہ میں ارشاد نبوی ہے کہ نابالغ بچے، دیوانے، مجنوں ومجذوب نیز وہ نو مسلم جو ایمان لاتے ہی فوت ہو گیا اس کو کسی عمل کا وقت نہ ملا۔ وہ بھی جنتی ہیں۔ ایک روایت میں ابوذر غفاری سے مروی ہے کہ۔ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَدَخَلَ الْجَنَّةَ وَ اِنْ زَنٰى وَ اِنْ سَرَقَ۔ ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے سچے اقرار اور صدق دلی سے کلمہ طیبہ پڑھ لیا وہ اگرچہ چور وزانی ہو جنت میں ضرور چلا جائے گا۔ بظاہر اس آیت وحدیث میں مطابقت نہیں لگتی۔ اس میں مطابقت کیسے ہو۔ **جواب:** اسکے دو جواب دیئے گئے ہیں بعض نے فرمایا کہ آیت میں جنت فردوس کا حصہ ہے وہ بجز خشعون کے کسی دیگر مسلمان کو نہ ملے گی۔ اور احادیث مقدسات میں جو ذکر ہے کہ نابالغوں، دیوانوں فاسقوں کو بھی جنت کا داخلہ ملے گا وہ دیگر جنتوں کا ذکر ہے جنتیں بہت قسم کی ہیں۔ اعلیٰ بھی نیچے بھی دائیں بائیں بھی۔ جنتی بندوں کے اعتبار سے جنت تین قسم کی

ہیں۔ ا۔ جنت اختصاص۔ یہ جنت نابالغوں۔ دیوانو بے عملوں کو ملے گی۔ ۲۔ جنت اعمال۔ یہ جنت صالحین متقین، محسنین، مخلصین کو عطا ہوگی۔ ۳۔ جنت میراث یعنی وہ جنتی مکانات جن کے مالکان کافر ہوکر مرے اور ابدی جہنم میں چلے گئے انکے جنتی مکانات دیگر اہل جنت کو بطور میراث ملیں گے۔ لہٰذا تقسیم جنت سے کوئی اعتراض نہ رہا۔ حصر صرف فردوس کی وراثت کا ہے نہ کہ دوسری جنتوں کا۔ **دوسرا جواب:** بعض نے فرمایا۔ یہاں آیت میں ابتدائی داخلے اور انعام واکرام کی جنت مراد ہے اسی کا حصر ہے۔ اس شان کی جنت صرف خٰشِعُوْنَ و حٰفِظُوْنَ کو ملے گی۔ لیکن احادیث میں وہ جنت مراد ہے جو یا تو جنت شفقت وفضل ہے یا سزا پاکر یا شفاعت سے بخشش پاکر جنت میں جانے والے مراد ہیں۔ دونوں جواب صحیح ہیں۔ **واللہ ورسولہ اعلم۔**

تفسیر صوفیانہ

امانت وہ فیض الٰہی ہے جس کو عالم ارواح کی قبولیت قَالُوْا بَلٰی میں نسل انسان نے بلاواسطہ اٹھالیا تھا اسی اٹھانے کی وجہ سے۔ انسان کو کرامت حمل سے خاص فرمادیا گیا اور وہ عہد جس کے رَاعُوْنَ مومنین مصلحین ہیں وہ یوم میثاق یعنی اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلٰی کا عہد ہے۔ صوفیا فرماتے ہیں اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ سے تین وعدے لئے گئے۔ اور چار امانتیں انسان کو ودیعت کی گئیں۔ پہلا وعدہ توحید الٰہی کا دوم وعدہ عبادت کا۔ وعدہ سوم ایمان رسالت کا۔ پہلی امانت محبت مصطفائی کی۔ دوسری امانت عشق الٰہی کی۔ تیسری امانت نور کی چوتھی امانت معرفت کبریائی کی اسی عہد وامانت کا مجموعہ نماز ہے۔ جب اَلَسْتُ کا سوال ہوا تو سب روحوں نے قیام کیا جب امانت الٰہی دی گئی۔ تو سب روحیں بوجھ سے رکوع میں جھک گئیں۔ جب بلٰی کا اقرار کیا تو ارواح مومنین نے چالیس سالہ سجدہ عبادت کیا۔ جس وقت سجدے سے اٹھیں تو دیکھا کہ ارواح کفار نے سجدہ نہیں کیا۔ اور وہ ظلمت کفر سے سیاہ ہوچکی ہیں۔ ارواح مومنین سجدہ عبادت کے نور سے سفید چمکدار ہوگئیں۔ تب ارواح مومنین نے دوسرا سجدہ شکر کیا۔ اس کی یادگار میں ہر نماز کی ہر رکعت میں دو سجدے رکھے گئے۔ رَاعُوْنَ یہ ہے کہ نہ ظاہری باطنی خیانت کرتے ہیں نہ عبادت غیر اللہ کرکے یوم میثاق کی عہد شکنی کرتے ہیں۔ سب سے زیادہ مغضوب وہ بندہ ہے جو غیر اللہ کی عبادت کرے۔ مشرب صوفیا میں خواہشات نفسانی شیطانی کے پیچھے چلنا بھی عبادت غیر اللہ ہے۔ اہل طریقت نے فرمایا کہ ہر عضو ظاہری باطنی خود بھی امانت ہے اور انسان کے ہر عضو میں بھی ایک امانت ہے۔ پس آنکھ کی امانت حلال وجائز کو دیکھنا حرام ناجائز سے بند رکھنا۔ کان کی امانت یہ ہے لغویات وفحشیات کے سننے سے بچایا جائے محافل ذکر اللہ میں پہنچایا جائے۔ زبان کی امانت داری یہ ہے کہ کلمات کفر وکفران فسق وعصیان غیبت وبہتان سے بچایا جائے۔ اور ذکر رحمٰن صبر وشکران میں لگایا جائے۔ پاؤں کی امانت داری یہ ہے کہ اتباع واطاعت میں چلایا جائے۔ معاصی سے دور بھگایا جائے۔ ہاتھ کی امانت داری یہ ہے کہ برائی کی طرف نہ بڑھے نیکی سے نہ رکے۔ منہ کی امانت داری یہ ہے کہ حرام سے بچے حلال میں رہے۔ حلال تغذی حلال تلذی حلال تذوی۔ منہ ہی باطن کا دروازہ ہے۔ تلاوۃ کا گہوارہ ہے۔ قلب کی امانت داری یہ ہے کہ رعایت حق پر دوام ہو مطالعہ حق پر قیام ہو اور مشاہدہ حق پر مدام ہو نہ اطلاع ماسوا اللہ نہ نظارہ غیر اللہ نہ سکون من دون اللہ یہی وہ ایمان حقیقی والے ہیں جو اپنی نمازوں کی ہمیشہ حفاظت کرتے [illegible] ہمیشگی فرماتے

ہیں کہ انکی سورۃ ظاہری میں خلل واقع ہوتا ہے نہ کیفیت معنوی میں۔ اور مراقبہ خلوت کی حضوری صف اول کبھی ضائع نہیں ہونے دیتے نہ ظاہراً نہ باطناً نہ حقیقتاً نہ مجازاً نہ حکماً نہ معناً ظاہراً فجر معرفت ہے باطناً عشاء طریقت ہے۔ بلندیوں پر ظہر حقیقت ہے رفعتوں میں عصر شریعت ہے حکماً مغرب جمال ہے معناً تہجد کمال ہے۔ حدیث مقدس میں ہے کہ جو بندہ صف اول میں بالکل امام کے پیچھے کھڑا ہو اس کے لئے سو نمازوں کا ثواب ہے جو صف اول میں امام کے دائیں کھڑا ہو اس کیلئے پچھتر نمازوں کا ثواب ہے جو بائیں جانب ہو اس کیلئے پچاس نمازوں کا ثواب ہے اور پچھلی کسی صف میں کسی جانب کھڑے ہونے والے کو پچیس نمازوں کا ثواب ہے کیونکہ صف اول حال مکاشفہ کا مقام حضوری ہے اس لئے انکی متابعت کمتر، اس کا ثواب اکثر، اس کا مرتبہ اتم اس کا درجہ اکمل یُحَافِظُوْنَ میں قلب وعقل روح وزبان کی حاضری وجمعیت ہے۔ جمعیت میں تجدید ہے تجدید میں تکرار ہے۔ اہل نماز ہی وارثین ابدی ہیں وراثت کی حقیقت دولت کا منتقل ہونا ہے مالک سے وارث کی طرف بغیر کسی عوض وقائم مقام عوض کے لیکن معرفت وراثت کرامت کا منتقل ہونا ہے مرشد سے مرید کی طرف بغیر کسی رسم ورواج کے۔ دولت کثیف ہے کرامت لطیف ہے اس لئے دولت کو زوال ہے کرامت کو دوام ہے۔ دولت میں مورث وارث اور وراثت ہے مگر کرامت میں مرشد مرید اور خلافت ہے۔ اہل قرب فردوس تجلیات کے وارث ہیں ان کو اس میں ہمیشگی ہے۔ جنت معرفت فردوس قرب کا اعلیٰ، بالا، اولیٰ اوسط مقام ہے جس میں ہر قلب کا مکان ہے لیکن جن کے دل مردہ ہو گئے ان کا مکان قرب بندگان مومنین زندہ دلان عاشقین کو دیدیا جاتا ہے اس لئے کہ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ۔ بیشک ہم نے انسانوں میں بلوغۃ معرفت کو پیدا فرمایا عالم بالا کی طین اعلیٰ سے ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ۔ پھر ہم نے اس بلوغۃ انسانی کو بارگاہ عشق کے مکاشفہ قرب مکین میں نطفہ عرفان بنا کر قرار بخشا (از تفسیر روح البیان) مفلحین وہ ہیں جو امانات اعضا اور عہد یوم میثاق کے رَاعُوْنَ ہیں۔ اور عشق ومعرفت کی نمازوں کے تمام ارکان افعال اعمال وافکار اعتقادات واذکار کے یُحَافِظُوْنَ ہیں کہ ادا شرائط سے اور بقا حفاظت سے کرتے ہیں نہ ریا کاری سے بربادی نہ غرور سے تباہی نہ کسلت سے خرابی نہ عجلت سے ضیائی نہ غفلت سے قضائی ہوتی ہے۔ لَقَدْ خَلَقْنَا۔ بیشک ہم نے ہی پیدا فرمایا ہے ہیکل محسوس کو طین سلالہ کو مخدوش سے اور روح مخلوق کو نور معبود سے اور پھر نطفہ عقول بنا کر ادراک حقیقت کے مکین میں قرار عزت سے رکھا۔ (تفسیر معانی) اور وہ بندگان معرفت جو اپنی امانات اسرار کی نہگداشت کرتے رہتے ہیں جو امانتیں اللہ تعالیٰ نے انکے سرتخی میں ودیعت رکھیں اور اپنے اس عہد ازلی کی ذمہ داری دیکھ بھال نبھاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان پر فطرت کی بداہت میں مسلط فرمایا۔ امانتوں کو بارگاہ مقدس میں ادائیگی حقانی سے پہنچا کر۔ اور عہد کو پورا کیا یوم الست کو ثابت قائم زندہ ویاد رکھ کر اور وہی نصیحت ونصیب والے مفلحسین ہیں جو مشاہدات ازواح کی دائمی نمازوں پر حفاظت کرتے ہیں تجدید، تنظیم، تنسیق، توثیق، توفیق، توسیع، تالیف سے۔ یہی لوگ جو ان صفات عالیہ جمالیہ، جلالیہ حالیہ سے موصوف ومتصف ہو گئے وارث ہیں علاقہ قدس، جنت روحانی کی فردوس اعلیٰ بالا۔ افضل واوسط کے۔ بے شک ہم نے جبلت انسانی کو طین محبت کی سلالہ اسرار فکر وتعلق سے نیست کے ہست میں نابود کے بود میں اجاگر کیا پھر گہوارہ رموز کے مکین میں برقراری کا نطفہ عظیم ومخزن کریم بنایا۔ کیونکہ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ (حجرات: ۱۳) بارگاہ صمدیت میں شیخوخیت سیدانیت کی نسبت کام نہیں آتی جب تک کہ

ساتھ میں ایمان کی حسبیت اعمال کی سیئت نہ ہو۔ (از محی الدین ابن عربی)

بندہ عشق شدی ترک نسب کن جامی کہ دریں راہ فلان ابن فلاں چیزے نیست

بدبخت ہے وہ بےعمل و بدعمل جو اپنی خاندانی سیادت پر ناز کرے۔

ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا

پھر ہم نے ہی پیدا کیا نطفہ کو جمع ہوا خون کا لوتھڑا بنا کر۔ پھر ہم نے اس لوتھڑے کو گوشت کا لوتھڑا بنا دیا پھر ہم نے ہی پیدا کر دیں

پھر ہم نے اس پانی کی بوند کو خون کو پھٹک کیا۔ پھر خون کی پھٹک کو گوشت کی بوٹی پھر

الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۗ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا

اس گوشت میں ہڈیاں پھر پہنا دی ہم نے ہڈیوں کو گوشت کی کھال پھر ہم نے ہی خوبصورت بڑھا دیا

گوشت کی بوٹی کو ہڈیاں پھر ان ہڈیوں پر گوشت پہنایا۔ پھر اسے اور صورت میں اٹھان دی۔

اٰخَرَ ؕ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ﴿۱۴﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ

اس کو دوسری پیدائش میں پس برکتوں والا ہے اللہ سب سے اچھا بنانے والا پھر بیشک تم سب اس کے بعد

تو بڑی برکت والا ہے اللہ سب سے بہتر بنانیوالا پھر اسکے بعد تم سب ضرور

ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ﴿۱۵﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ

البتہ مرنے والے ہو۔ پھر بیشک تم سب قیامت کے دن۔ زندہ کر کے اٹھائے جاؤ گیا اور البتہ پیدا کر رکھے ہیں ہم نے ہی تم

مرنے والے ہو۔ پھر تم سب قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے اور بیشک ہم نے تمہارے اوپر

سَبْعَ طَرَآئِقَ ۖ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ﴿۱۷﴾

سب کے اوپر سات طبق کی راہیں۔ اور نہیں ہیں ہم مخلوق سے غافل

سات راہیں بنائیں۔ اور ہم خلق سے بے خبر نہیں

تعلقات

ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آیات میں انسان کی سات ایمانی نشانیوں کا ذکر فرمایا گیا کہ انسان میں مومن بن کر سات تبدیلیاں پیدا ہو جاتی ہیں جس سے وہ مومن انسان مضبوط ہو کر ابدی کامیابی پا لیتا ہے۔ اب ان آیات میں انسان کی سات پیدائشی تبدیلیوں کا ذکر فرمایا جا رہا ہے جن سے انسان ایک بہترین مضبوط خوبصورت مخلوق بن کر دنیا کے ہر میدان میں کامیابیاں حاصل کر سکتا ہے۔ ایمان ملنا بھی رب تعالیٰ کا کرم ہے اور انسانیت ملنا بھی۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیات میں انسان کی پیدائشی ابتدا کا ذکر فرماتے ہوئے دو مرحلوں کا ذکر فرمایا گیا

اب ان آیات میں خلقت پیدائش کی انتہا کا ذکر فرماتے ہوئے علی الترتیب پانچ مرحلوں تبدیلیوں کا ذکر فرمایا گیا۔ اور فرمایا گیا انسانی پیدائش بھی صرف خالق تعالیٰ کی ہی قدرت لازوال اور حکمت با کمال ہے۔ **تیسرا تعلق:** پچھلی آیات میں تین چیزیں بیان فرمائی گئیں، ا۔ مومن کی نشانیاں، ۲۔ مومن کی دینی دنیوی ابدی کامیابیاں، ۳۔ انسان کی انتہائی کمزوری اور حالات پیدائش۔ اور پیدائش کے بعد قوت، طاقت۔ اب ان آیات میں ان تینوں چیزوں کے انجام اخروی کا ذکر فرماتے ہوئے بھی تین چیزوں کا ذکر فرمایا گیا۔ ا۔ حیات دنیوی کے بعد موت، ۲۔ موت کے بعد پھر حیات اخروی، ۳۔ اللہ تعالیٰ نے بندوں کیلئے سات طریقے پیدا فرمائے جس کی وجہ سے انسان کی دنیوی زندگی آسان ہوگئی اور انسان ان آسانیوں کے ذریعے اپنی اچھی یا بری اخروی زندگی بنا سکتا ہے۔ اور یہ کہ انسان تمام مخلوق اور اپنی خلقت سے ناواقف و بے علم بے شعور ہے لیکن خالق تعالیٰ اپنی کسی مخلوق سے غافل نہیں۔

تفسیر نحوی

ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ۝ ۔ ثُمَّ حرف عطف پر تمام اگلی عبارت تُبْعَثُوْنَ۔ تک معطوف ہے سابقہ قَدْ خَلَقْنَا کے جملے پر۔ خَلَقْنَا فعل ماضی با فاعل الف لام عہد خارجی نُطْفَةً اسم جامد مفرد بحالت نصب ہے کیونکہ مفعول بہ اول ہے خَلَقْنَا کا۔ خیال رہے کہ یہاں یہ تینوں خَلَقْنَا، ا۔ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ، ۲۔ فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ، ۳۔ فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ۔ جَعَلْنَا کے معنٰی میں ہیں اسی لئے یہ تینوں فعل متعدی بدو مفعول ہیں۔ عَلَقَةً اسم جامد بمعنٰی خون کی پھٹک (جمع ہوا خون)۔ یہ خَلَقْنَا اپنے فاعل اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ۔ ف حرف عطف بمعنٰی ثُمَّ۔ خَلَقْنَا۔ فعل ماضی مطلق با فاعل اَلْعَلَقَةَ اسم مفرد جامد مفعول بہ اول مُضْغَةً اسم جامد مفرد بمعنٰی گوشت کا لوتھڑا۔ بحالت نصب ہے کیونکہ مفعول بہ دوم ہے۔ فَخَلَقْنَا فعل اپنے فاعل ضمیر جمع متکلم بارز (ظاہر) اور دونوں مفعولوں سے ملکر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ہوا اگلی عبارت کا۔ ف عاطفہ خَلَقْنَا فعل با فاعل اَلْمُضْغَةَ مفعول بہ اول۔ عِظَاماً۔ اسم جمع جامد نکرہ ہے عَظْمٌ کا لغوی ترجمہ ہے سخت چیز۔ اصطلاح میں ہر چھوٹی بڑی سخت ہڈی کو عَظْمٌ کہا جاتا ہے۔ عَظْمٌ واحد ہے عِظَامٌ اسکی جمع تکسر ہے۔ نرم ہڈی کو (چپنی ہڈی) عربی میں مشاشة کہتے ہیں۔ فَخَلَقْنَا۔ فعل فاعل دونوں مفعول ملکر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ۔ ف عاطفہ بمعنٰی ثُمَّ تواخی۔ كَسَوْنَا۔ باب نصر کا ماضی مطلق معروف جمع متکلم۔ كَسْوٌ۔ اجوف واوی سے بنا ہے لغوی ترجمہ ہے کسی چیز کو مکمل چاروں طرف سے ڈھکنا چھپانا اصطلاح میں پہنانے کیلئے بولا جاتا ہے۔ الف لام حرفی عہد خارجی۔ یعنی مخصوص و معلوم عِظَامَ۔ اسم جمع مکسر مذکر بمعنٰی ہڈیوں کو مفعول بہ اول۔ لَحْماً اسم مفرد جامد۔ بمعنٰی گوشت یہاں مراد ہے کھال کیونکہ ف عاطفہ تراخیہ بعدیت کو چاہتی ہے جبکہ بشری حیوانی تخلیق گوشت پہلے پیدا کیا گیا پھر گوشت کے اندر ہی ہڈیاں پیدا ہوئیں پھر دونوں گوشت و ہڈیوں کو کھال پہنائی گئی۔ كَسَوْنَا۔ فعل فاعل دونوں مفعول مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ۔ ثُمَّ عاطفہ تراخی یعنی دیر بعد کیلئے۔ اَنْشَانَا۔ باب انفعال کا ماضی مطلق معروف جمع متکلم نَشْوٌ سے مشتق ہے۔ اس کا مصدر ہے اِنْشَاءٌ۔ ترجمہ ہے پیدا کرتے ہوئے بڑھانا بلند کرنا۔ (نشوونما)۔ یہ قدرت الٰہیہ کا عمل رحم مادر سے شروع ہو جاتا ہے۔ یعنی کھال کے

بعد ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضا بنتے ہیں جسم ولادت کے قابل مکمل بڑھ جاتا ہے۔ ہ ضمیر واحد مذکر غائب اس کا مرجع ہے مُضۡغَۃً منصوب متصل ہے کیونکہ مفعول بہ اول ہے۔ خلقاً مصدر موصوف۔ اٰخَرَ اسم تفضیل اٰخِرَ سے مشتق ہے باب نصر یا ضرب سے ہے۔ ترجمہ ہے بہت پیچھے رہنے والا۔ ہونے والا۔ مراد ہے دوسرا۔ یہ صفت ہے۔ خَلۡقاً موصوف صفت سے ملکر مفعول بہ دوم ہوا۔ اَنۡشَاۡنَا فعل فاعل دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ۔ ف۔ عاطفہ سببیہ بمعنٰی لہذا۔ اس لئے۔ تَبَارَکَ۔ باب مفاعلۃ کا فعل ماضی مطلق معروف واحد مذکر غائب بَرَکٌ سے بنا ہے۔ بمعنٰی عزت کے ساتھ کسی چیز میں کثرت وترقی زیادتی پیدا کرنا۔ اللّٰہُ موصوف ہے اَحۡسَنُ۔ باب نصر کا اسم تفضیل مذکر واحد بمعنٰی سب سے زیادہ اچھائی والا۔ مضاف ہے اَلۡخَالِقِیۡنَ۔ الف لام حرفی استغراقی بمعنٰی تمام سے سب سے خَالِقِیۡنَ اسم فاعل جمع مذکر خَلۡقٌ سے بنا ہے۔ مضاف الیہ ہے۔ یہ مرکب اضافی صفت ہے۔ اللّٰہُ موصوف اپنی صفت سے ملکر فاعل ہوا تَبَارَکَ کا۔ سب ملکر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف ہوا سابقہ چھ معطوفی جملے ملکر اگلی عبارت کا معطوف علیہ ہوا۔ ثُمَّ اِنَّكُمۡ بَعۡدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوۡنَ ﴿۱۵﴾ ثُمَّ اِنَّكُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ تُبۡعَثُوۡنَ۔ ثُمَّ۔ عاطفہ۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل کم ضمیر جمع مذکر حاضر منصوب متصل اسم ہے ان کا بعد اسم ظرفیہ زمانی مضاف ہے ذَالِکَ اسم اشارہ بعیدی مبنی ہے۔ بحالت جر کیونکہ مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی ظرف مقدم ہے۔ لام۔ حرف تاکیدی بمعنٰی ضرور مَيِّتُوۡنَ۔ باب نصر سے اسم صفاتی جمع مذکر حاضر بمعنٰی اسم فاعل یعنی مرنے والے ہو۔ اس کا فاعل ضمیر صیغہ پوشیدہ یہ اسم صفاتی اسم فاعل اپنے فاعل اور ظرف مقدم سے ملکر جملہ اسمیہ ہوکر خبر ہے۔ اِنَّ اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ اسمیہ ہوکر معطوف علیہ۔ ثُمَّ حرف عطف اِنَّ حرف مشبہ بالفعل کُمۡ ضمیر اس کا اسم يَوۡمَ مضاف الف لام حرفی عہد خارجی قیامت بمعنٰی روز حشر مضاف الیہ یہ مرکب اضافی ظرف مقدم ہے۔ تُبۡعَثُوۡنَ۔ باب فتح کا مضارع مستقبل مجہول بَعۡثٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے بھیجنا۔ اٹھانا۔ زندہ کرنا۔ متعدی ہے۔ صیغہ جمع مذکر حاضر۔ یہ فعل اپنے نائب فاعل اور ظرف مقدم سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر خبر ہے اِنَّ کی وہ اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ اسمیہ ہوکر معطوف ہوا سب عطف ملکر جملہ تحقیقیہ۔ وَلَقَدۡ خَلَقۡنَا فَوۡقَكُمۡ سَبۡعَ طَرَآئِقَ ۖ وَمَا كُنَّا عَنِ الۡخَلۡقِ غٰفِلِيۡنَ۔ واؤ ابتدائیہ (سر جملہ) لام کے تاکید یہ قَدۡ خَلَقۡنَا فعل ماضی قریب جمع متکلم فوق اسم ظرف مکانی مضاف ہے کُمۡ مضاف الیہ یہ مرکب اضافی ظرف ہوا۔ سبع اسم عددی ممیّز ہے طَرَائِقَ۔ اسم جمع منتہی الجموع غیر منصرف ہے۔ اس کا واحد طریق بمعنٰی عام ہر قسم کا راستہ، چھوٹا، بڑا، کھلا، تنگ، باریک، سیدھا، ٹیڑھا۔ اسی لغوی معنٰی کے لحاظ سے مذہب ومسلک کو بھی طریق کہا جاتا ہے۔ کرہ ارضی وسماوی کو بھی طریق کہا جاتا ہے۔ روحانی نورانی راستے کو بھی طریقت اسی مناسب سے کہا جاتا ہے۔ یہاں طرائق سے مراد سات آسمانی کرے یعنی طبق ہیں۔ (طرائق بمعنٰی طبقات) طرائق تمیز ہے سبع کی ممیّز تمیز مل کر مفعول بہ ہے۔ قَدۡ خَلَقۡنَا فعل با فاعل اپنے مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہوگیا۔ واؤ سر جملہ۔ مَا كُنَّا۔ فعل ناقصہ ماضی مطلق منفی جمع متکلم۔ ضمیر جمع متکلم بارز اس کا اسم ہے۔ عن حرف جر الف لام حرفی استغراقی بمعنٰی تمام، کل، پوری، خلق اسم مصدر مبالغہ بمعنٰی مخلوق مجرور ہے یہ جار مجرور متعلق مقدم ہے۔ غَافِلِيۡنَ۔ باب سمع کا اسم فاعل جمع مذکر متکلم۔ مَا كُنَّا کی وجہ سے۔ غَفۡلٌ سے مشتق ہے۔ اصل یعنی لغوی ترجمہ ہے۔ نادانی۔ اسی لحاظ سے بے خبری، بھولنا، نہ پہچاننا، [illegible] مستعمل [illegible]۔ بحالت نصب

ہے کیونکہ خبر ہے فعل ناقصہ کی۔ اس کا فاعل پوشیدہ ضمیر جمع متکلم ہے۔ یہ اسم فاعل اپنے فاعل اور متعلق مقدم سے ملکر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے ما کنا کی یہ فعل ناقصہ اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ فعلیہ ناقصہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ

ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ﴿۱۴﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ﴿۱۵﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ﴿۱۷﴾۔ پھر بنا دیا ہم نے اس بیضوی نطفے کو بے جان لوتھڑا بغیر ہڈی جونک کیڑے کی مثل لمبی نعل کی شکل نرم۔ عنصر آب سے پھر چند دن بعد حالت علقہ کو بدل کر ہم نے اس کو مضغہ بنا دیا مضبوط پٹھہ ریشوں رگوں والا۔ پھر اس حالت مضغہ میں بھی تبدیلی کر کے اس کو ہڈیوں والا مزید سخت و مضبوط بنا دیا۔ اس طرح کہ اولاً مضغے میں ریڑھ کی ہڈیاں پیدا کی گئیں۔ اور اسکے بعد تمام مضغے میں چھوٹی بڑی، سیدھی ٹیڑھی، سخت نرم گول چپٹی، چینی، کری، گودے والی، بلا گودا، جوڑ والی اور بلا جوڑ کل دو سو اڑتالیس ہڈیاں (از تفسیر معانی) بعض نے لکھا ہے کہ انسانی جسم میں کل دو سو چار ہڈیاں ہیں۔ جن میں ۲۴ عدد پسلیاں، چہرے میں چودہ ہڈ ہیں، ہاتھوں میں تیس ہڈ ہیں، سب سے نرم ہڈی ناک کی اور سب سے سخت ہڈی دانت کی ہے۔ پھر چند دن بعد ہم نے پہنا دیا ان تمام ہڈیوں کے اوپر چربی اور رگوں ریشوں دھاگوں والا گوشت وخوبصورت مضبوط کھال کا غلاف۔ خیال رہے کہ بغیر چربی والا گوشت مضغہ ہے اور چربی ریشوں رگوں والا گوشت لحم ہے۔ پھر ہم نے نشو ونما فرمائی اس عظام ولحم کی جمادیت حیوانیت سے نکال کر ایک بالکل ہی علیحدہ شکل وصورت ارتسام وانقام وارتقا والی نئی انوکھی عجیب وغریب صلاحیتوں والی مخلوق بنا دیا کہ جسم، صورت، سلابت، صلاحیت حساس و ارتعاش وظاہری باطنی کمالات وجمالیات وجلالیات والی ایک دوسری ہی مخلوق بن گیا۔ یہ ہی کبھی طین کی عدمیت اور نیستی کا لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا (الدھر:۱) تھا۔ خلقت کے ان مرحلوں کو عربی میں طور کہا جاتا ہے۔ نسل انسان سُلٰلَه سے تبعثون تک نو اطوار میں تبدیل ہوتا ہے۔ طور اول میں انسان سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ہوا۔ پھر طور ثانی میں نطفہ قرارٍ مَّكِيْنٍ ہوا۔ پھر طور ثالث میں علقہ پھر طور رابع میں مضغہ پھر طور خامس میں عظام پھر طور ششم میں لحم۔ پھر طور ہفتم میں خلقاً آخر۔ پھر طور ہشتم میں میت پھر طور نہم میں حیات ثانی کی بعثت حشر۔ یہ ظاہری کمال قدرت ہے جس کو علم، تحقیق، تدبیر، ایکسرے، خوردبین، نظر بصارت، رویہ بصیرت، فکر مشاہدہ، فہم تجربہ نے دیکھ لیا۔ لیکن اسی بے جان ڈھانچے کے باطن میں رب تعالیٰ نے صلاحیتوں، سعادتوں، ثقافتوں، ترقیوں، کمالوں، بلندیوں، طاقتوں، قوتوں، عقلوں، علموں، معرفتوں، اختیاروں، امتیازوں، حواسوں کے ایسے ایسے جوہر بھر دیئے کہ زمین وآسمان، بحر وبر کی مخلوق روز اول سے ورطہ حیرت میں ڈوبی ہوئی ہے اور زبان قال وحال سے کہہ رہی ہے اور کہنا پڑتا ہے اور زمین وآسمان کے منہ سے خود بخود نکلتا ہے فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ۔ کہ بس اللہ تعالیٰ ہی تمام قوتوں، قدرتوں، حکمتوں، صنعتوں، رازوں، بھیدوں کی برکتوں والا ہے۔ تمام جوڑنے بنانے اندازہ لگانے والوں سے اعلیٰ بالا وتعالیٰ۔ ایسا اچھا با کمال وبے مثال کہ اس خالق قدیر وقدیم نے اسی جانور نما ڈھانچہ میں دل، دل میں عقل، عقل میں علم، علم میں فہم، فہم میں شعور، شعور میں بصیرت، بصیرت میں حواس، حواس میں احساس، احساس میں قوت، قوت میں کمال،

کمال میں اختیار کے قیمتی خزانے رکھ دیئے ودیعت بھی امانت بھی کہ کوئی شخص کسی سائنس، سیاست، قوت، ریاضت، علم وعقل، فلسفہ، منطق، مشین، خوردبین، ایکسرے سے کھوج تک نہیں لگا سکتا۔ کیسی عجیب حکمت فطرت وکمال قدرت ہے کہ تمام حیوانات میں ظاہراً گوشت پوست ہڈی پٹھہ یکساں مگر انسان کی طرح مختلف بولیوں میں نہ کوئی بول سکے نہ رو سکے نہ ہنس سکے نہ مسکرا سکے نہ لکھ سکے نہ پڑھ سکے نہ پڑھا سکے نہ سکھا سکے۔ تفسیر روح المعانی میں ہے کہ عبداللہ بن سعید بن سرح مکے میں کاتب وحی تھا۔ جب ایک دن آقاء کائنات حضور اقدس ﷺ نے سورۃ مومنون کی یہ ابتدائی آیتیں لکھوائیں اور عبداللہ بن سعید لکھنے لگا۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ۔ جب لکھتے لکھتے ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ۔ پر پہنچا تو اس پر ایسا اثر ہوا کہ خود بخود اسکے منہ سے نکلا۔ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ ہاں یہی لکھو۔ آگے یہی آیت ہے۔ اس نے لکھ دیئے۔ کتابت ختم ہوگئی۔ مجلس برخاست ہوگئی مگر یہی بات عبداللہ بن سعید کی بدبختی و بدنصیبی کا باعث بن گئی۔ یہاں سے اٹھ کر وہ مجلس کفار میں پہنچا۔ اور یہ کہتے ہوئے مرتد ہوگیا کہ اگر محمد نبی ہیں ان پر وحی آتی ہے تو میں بھی نبی ہوں مجھ پر بھی یہ آیت وحی ہوئی ہے کبھی کسی سے کہتا کہ میں اور محمد مل کر قرآن بناتے ہیں (معاذ اللہ) پھر چند سال بعد اسی کفر پر مر گیا۔ یہی صحیح قول ہے۔ لیکن بعض نے لکھا کہ بہت عرصہ بعد یوم فتح مکہ کے وقت یا۔ بعد میں مدینہ منورہ پہنچ کر یہ دوبارہ مسلمان ہوگیا تھا۔ واللہ اعلم۔ طبرانی اور ابونعیم نے باب فضائل میں اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت فرمایا کہ جب پہلی بار صحابہ کرام نے ان آیات کی تلاوت زبان نبوی سے سنی تو قدرت کمال واحسان رب ذوالجلال کا تحیر قلوب صحابہ پر طاری ہوگیا۔ اور جب آقا ﷺ نے پڑھا۔ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ۔ تو فاروق اعظم کی زبان سے خود بخود نکلا۔ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ۔ پھر آقا ﷺ نے اگلی آیت یہی تلاوت فرمائی تو صحابہ کرام فاروق اعظم کی روشن ضمیری پر اور خود فاروق اعظم اپنی اس قدرتی بداہت پر خوش ہوگئے اور اکثر فخر تشکر کیا کرتے تھے اسی کیفیت بصیرت پر۔ فاروق اعظم کی چار فراستیں اور سعادتیں اسی قسم کی روایتوں میں مشہور و مذکور ہیں۔ ۱۔ نزول پردہ سے پہلے آپ نے پردے کی درخواست بارگاہ رسالت میں عرض کی تب ہی کچھ دن بعد آیات پردہ نازل ہوگئیں، ۲۔ مقام ابراہیم کو مصلہ بنایا جانے سے پہلے آپ نے، اس کو مصلہ بنانے اور اسکے پیچھے نماز پڑھنے کی درخواست عرض کی۔ تب بھی دوسرے دن وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى (بقرہ:۱۲۵)۔ آیتیں نازل ہوئیں، نمبر ۳ ایک دن فاروق اعظم نے تمام ازواج مطہرات سے کہا کہ اگر تم بیبیوں نے نبی کریم ﷺ کے ناجائز مطالبات بند نہ کئے تو آقا ﷺ تم کو طلاق دے دیں گے اور اللہ تعالیٰ تم سے اچھی بیویاں نبی کریم ﷺ کو عطا فرمائے گا۔ تب کچھ دن بعد اسی مضمون کی آیتیں نازل ہوئیں، ۴۔ یہی۔ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ کی آیت کا تلاوت نبوی سننے سے پہلے پڑھ دینا۔ فاروق اعظم اکثر ان چاروں واقعات کا ذکر فرما کر تحدیث نعمت اور شکر الٰہی بجالایا کرتے تھے۔ ایک اور دوسری روایت ہے جس کو محدث ابن راہویہ۔ اور ابن مردویہ وطبرانی وابن منذر وابن ابی حاتم نے زید بن ثابت سے روایت فرمایا کہ ایک بار مدینہ منورہ میں معاذ بن جبل کو نبی کریم ﷺ نے یہ آیات لکھوائیں تو ان پر بھی یہی وجدانی کیفیت طاری ہوئی اور انکے منہ سے بھی خلقت انسانی کی حیران کن تخلیق پر حمد الٰہی کرتے ہوئے۔ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ۔ تک تلاوت سن کر خود بخود زبان سے یہی الفاظ نکلے تھے کہ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ آقا ﷺ یہ سن کر مسکرائے تو معاذ بن جبلؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ

آپ کیوں مسکرائے۔ فرمایا آقا ﷺ نے کہ تمہاری روشن ضمیری پر۔ پھر آقا ﷺ نے فرمایا آیت کے الفاظ یہی ہیں جو تمہاری زبان سے نکلے۔ غرضیکہ تخلیق انسانی کا یہی وہ کمال قدرت ہے کہ جس پر غور کر کے انسان دنگ رہ جاتا ہے کہ عام ایک جیسے نطفہ حیوانی میں ایک مرحلے پر پہنچ کر دست قدرت نے بیکدم وہ کیا شاہکار کر دیا کہ عام حیوانی نطفہ لباس اشرفیت میں ڈھل گیا۔ اور آناً فاناً اس نطفہ بے جان میں ہزار ہا قابلیتوں، صلاحیتوں، لیاقتوں، وسیلوں اور اعضائی بناوٹوں، جسم کی سجاوٹوں، سوچ وفکر کی تمازتوں کی عجیب خوشنمائیاں غریب ضوفشائیاں بھر دیں کہ زبان پر بے ساختہ آجاتا ہے۔ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ۔ خواہ زبان فاروقی ہو یا زبان معاذ یا زبان ابن سعید ہو۔ زبان قال ہو یا حال۔ مگر یہ اپنی اپنی قسمت ہے کہ یہی بداہت خود کلامی کسی کی روشن ضمیری وسعادت بن گئی کسی کی فخر وخوشی لیاقت کی خوش نصیبی۔ اور کسی کی ارتداد بدنصیبی و شقاوت ازلی بن گئی۔ صَدَقَ اللّٰهُ تَعَالٰى۔ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۙ وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا۔ (بقرہ:۲۶) لیکن اے انسانو خبردار تم اس کمال خلقت وانعام قدرت پر غرور کا کفر نہ کرنا بلکہ شکر کا ایمان لانا کیونکہ ان قوتوں طاقتوں اختیاروں کے باوجود۔ ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ۔ تمام قوتوں کمالوں عقلوں علموں فہموں بناوٹوں سجاوٹوں فلسفی لیاقتوں سائنسی ایجادوں علاجوں دوائیوں کے باوجود موت پر تمہارا نہ قابو ہے نہ اختیار۔ نہ بچ سکو نہ بچا سکو نہ موت کو ہٹا سکو نہ مٹا سکو نہ آگے کر سکو نہ پیچھے۔ بلکہ پھر تم سب نے ہی۔ امیر، غریب، بادشاہ، وزیر، رعایہ اسیر، چھوٹے، بڑے، بوڑھے، جوان، لاغر، پہلوان نے اپنی اپنی باری سے ایک دن مرنا ہے۔ اور تاقیامت مرے رہنا ہے۔ نہ دوبارہ دنیا میں آنا، نہ آواگون نہ دوسرا جنم کا جون بدلنا۔ شعر۔

موت نہ مانے بات کسی کی نہ دیکھے کوئی چال ۔۔۔ بچہ بوڑھا یا ہو جوانی یا ہوں نوے سال

موت نے چپکے سے آ کر کچھ کہا۔ زندگی خاموش ہو کر رہ گئی۔ پھر بیشک تم انسان اپنی اپنی قبروں سے بروز قیامت اپنے ایمان اعمال، اخلاق، عادات عبادات، کھانے پینے برتنے کے حساب کتاب، جزا سزا، ثواب عقاب کے لئے اسی دنیوی شکل وحلیے وجسم میں اٹھائے جاؤ گے میدان محشر میں پہنچائے جاؤ گے۔ خیال رہے کہ حیوانی انسانی تخلیق کے راز پنہاں، مراحل دوراں، اطوار مروراں کی حقیقت معلوم کرنے کا شوق انسان کو کئی صدیوں پہلے شروع ہوا چنانچہ محققین فلاسفہ، قدیم میں ارسطو اور جالینوس پھر افلاطون، پھر امام رازی نے پھر علامہ دمیری نے علم الحیوانات پر بڑی ضخیم کتب اور وسیع مقالات لکھے۔ ان فلاسفہ کی تحقیق کتب بینی اور تجربات پھر سائنسی دور کی خوردبینی مشاہدوں سائنسی تجربوں کے ذریعے تولید حیوانی وتناسل انسانی میں شاہکار قدرت کی بہت سی مفید معلومات مہیا کیں۔ غیر مسلم سائنسدانوں میں پہلا شخص لیون ہاک، پھر مسٹر فریڈرک ولف۔ پھر مفکر پانڈر۔ پھر مفکر بیر۔ پھر محقق ڈارون نے علم تحقیق پر کتب لکھیں جن میں ڈارون کی کتاب اصلیت انواع خاصی مشہور ہوئی۔ پھر ایک سائنسدان ارنسٹ ہیکل نے اپنے مشاہدات تجربات ومعلومات پر دو کتابیں لکھیں۔ پہلی کتاب نیچرل ہسٹری آف کریئیشن۔ اور دوسری کتاب ایوولیوشن آف مین۔ ان تمام قدیم وجدید تحقیقات کا خلاصہ اس طرح ہے کہ فلاسفہ اپنی تحقیقی بصارت وبصیرت سے اور سائنسدان اپنی خوردبینی وایکسرے کے مشینی مشاہدات ومعلومات سے اس بات پر متفق ہیں کہ انسانی حیوانی توالد وتناسل کی پیدائش وخلقت ایک بیضہ سے ہوتی ہے جس کو اصطلاح علم الحیوانات میں خلیہ تخم کہتے ہیں۔ ہر خلیے کی دو قوامی قسمیں ہیں۔ ۱۔ تخم مونث، ۲۔ تخم مذکر۔ مذکر مونث کی مجامعت وملاپ سے اگر جنس مذکر کا بیج جنس مونث

کے بیضے کیساتھ مکمل بروقت پیوست ہو جائے تو تناسل وتولید کا حملی عمل شروع ہو جاتا ہے۔اسی عمل کو سورۃ حج میں مُخَلَّقَةٍ (حج:۵) فرمایا گیا اور یہاں قَرَارٍ مَّكِيْنٍ فرمایا گیا۔اس تخم بیضہ کا وجود جسمانی حجم میں باریک ذرہ برابر ہوتا ہے۔اسی تخم حیوانی سے حیات وجود ہے۔اس مخلقہ اور قرار مکین کے بعد مراحل ارتقا ونشو ونما،نمود و بروز شروع ہو جاتے ہیں۔کسی حمل میں تبدیلی مراحل ہفتوں میں کسی کی تبدیلی مہینوں میں۔کسی حمل کے مراحل واطوار کا تغیر چالیس دن کے فاصلے سے ہوتا ہے کوئی بھی تغیر ہفتے سے کم نہیں چالیس دن سے زیادہ نہیں ہوتا۔نطفہ خلیات کا مجموعہ ہے اس میں پہلا طور یعنی تبدیلی ہو تو گیند کی طرح گول پھر دوسرے طور میں مثل جونک پھر تیسرے مرحلے میں مثل مچھلی۔جس طرح مینڈک کی ابتدائی شکل مچھلی نما دمدار ہوتی ہے پھر چوتھے مرحلے میں بے جان و بے کھال اعضا کیساتھ دمدار بندر کی طرح۔پھر پانچویں مرحلے میں درازی کی طرف پھیلتا ہے دم بھی ہوتی ہے پھر چھٹے مرحلے میں حیوانات اسی خلیے میں اپنی اپنی نسلی ہیئت وہیکل کے مطابق منازل ارتقا طے کرتے کرتے حیوان کامل کا درجہ اختیار کر لیتے ہیں۔لیکن انسانی ہیولے میں ایکدم ازسرتاپا ایسی تبدیلیاں ظاہر ہوتی چلی جاتی ہیں کہ تمام ڈھانچہ پر وجود انسانی کی خصوصیتیں خوبصورتیں عضوی جسمی بناوٹ کے ساتھ ابھرتی چلی جاتی ہیں۔اور پھر باقی مدت حمل میں اسی کی ترویج وتکمیل وپختگی ہوتی رہتی ہے اسی کو یہاں ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ۔فرمایا گیا۔یہ تو اہل بصارت فلاسفہ و سائنسدانوں کے مشاہدوں کی معلومات ظاہری کے انکشافات ہیں۔لیکن افراد انسانی کے عمومی اوصاف وخواص مطلقہ یا خواص ایمانیہ جنہیں ایام حمل میں صرف اہل بصیرت ہی فراست ایمانی سے معلوم کر سکتے ہیں کہ اس حمل نحیف نے دنیا میں آ کر کیا بننا ہے آیا صدیق،شہید،رومی وجامی یا رضا ؤ نعیم بننا ہے یا نمرود،شداد،ہامان وفرعون،یزید،شیطان بننا ہے۔خَلْقًا اٰخَرَ کے ایک فرمان نے یہ اشارہ بھی فرمایا کہ نباتات،جمادات،حیوانات،انسانات پہلے مرحلہ طینی میں سب کی وجود بنیاد ایک ہی ہے اور ان سب اجسام عناصر اربعہ کی تسلط حکمرانی ہے یعنی مٹی،پانی،آگ،ہوا،پھر غذائیت نے جماد وحیوان کو متفرق کر دیا۔پھر سُلٰلَةٍ نے حیوانیت وانسانیت کو جدا کر دیا مگر تخمی اعتبار سے شجر وحیوان وانسان کا جنین مشابہ ہی رہا گویا کہ درخت،جونک، مچھلی،چوپایہ،پرندہ،کیڑہ مکوڑہ حشرات اولاً ایک جیسے تخم سے پل رہے ہیں پھر ایک رخ کا موڑ ہوتا ہے تو شجر وحیوان کا دائرہ الگ ہو جاتا ہے۔پھر ایک موڑ آتا ہے تو حیوان انسان بھی جدا ہو جاتا ہے۔رحم مادر میں ہر نطفہ جانب سر ہوتا ہے حیوان ہو یا انسان کیونکہ اعضا میں سب سے پہلے گنبد نما کھوپڑی بنتی ہے پھر اپنی اپنی طرز پر پورا سر،پھر چہرہ،پھر کان،پھر گردن،پھر کندھے،پھر بازو نمودار ہوتے ہیں پھر پسلیاں اور سینہ،پھر اندرونی اعضا میں کلیجی،پھر دل،پھر گردے،پھر معدہ،نرخرہ،پھر پھیپھڑے،پھر آنتیں،پھر ناف،پھر پیٹ کی ملفف کھال،پھر اعضاء نر و مادہ،پھر پتہ،پھر مسانہ،پھر ٹانگیں،پھر پاؤں اور انگلیاں،پھر ناخن،پھر بال۔ان تمام سے تکمیل جسم ہوئی پھر ناک کے راستے روح داخل کی جاتی ہے جو چوبیس گھنٹوں میں پورے جسم پر قبضہ کر لیتی ہے اور اندرونی بیرونی کارخانہ چل پڑتا ہے۔ہر باطنی عضو اپنا کام شروع کر دیتا ہے۔خون بننے لگتا ہے دل چلنے لگتا ہے پھیپھڑے ہلنے لگتے ہیں پتہ گھومنے لگتا ہے معدہ ابھرنے کلیجی یعنی جگر پھڑکنے گردے پھولنے آنتیں پھیلنے رگیں بھرنے لگتی ہیں جسم حرکت کرنے سر دائیں بائیں ہاتھ نیچے اوپر پاؤں اوپر نیچے ہونے لگتے ہیں۔سانس جاری ونفس طاری ہو جاتا ہے۔ہر حیوان انسان کا اوپر سے نیچے کی طرف ارتقا ہوتا ہے سر نیچے ہوتا ہے پاؤں اوپر۔اسی کو حمل کا سیدھا ہونا کہا جاتا

ہے اگر پاؤں نیچے سر اوپر ہو تو اس کو الٹا ہونا کہا جاتا ہے۔ رحم مادر میں ہر انسان حیوان کو ناف نا ڑو کے ذریعے خوراک ملتی ہے۔ بعض بزرگوں نے فرمایا کہ روح پڑنے کے بعد پہلی خوراک مومن متقی کو جمعہ کے دن، فاسق کو ہفتے کے دن، کافر کو منگل کے دن ملتی ہے۔ جانور کو اتوار کے دن خواہ رحم مادر میں ہو یا انڈے کے خول میں وَاللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ۔ ہر انسان حیوان کے ماتھے پر ایک فرشتہ اسکی حیات دنیوی کی پوری تقدیر رحم مادر میں ہی لکھ دیتا ہے۔ ہر انسان حیوان کی روح اسکی ناک کے راستے ہی داخل ہوتی ہے۔ اور بوقت موت ناک کے راستے ہی نکلتی ہے۔ یہ تو وہ علمی مکاشفات ہیں جو عام فکری عقلی انسانوں مسلموں غیر مسلموں نے عمروں، صدیوں، برسوں کی دوڑ دھوپ کر کے تعقل، تذکر، تفکر کی غمازی مغز ماری تجرباتی مشاہداتی بصارت بصیرت فراست کے ذریعے ایک دوسرے کی تدریسی تحریری تقریری مدد سے سینہ بسینہ سیکھے سکھائے اور پڑھے پڑھائے عام آدمی کی عقل تو انہیں معلومات پر متحیر و متعجب ہو کر ورطہ حیرت میں ڈوب جاتی ہے۔ اب اندازہ لگاؤ اس علم نبوی کے بحر بے کنار اور مشاہدہ لازوال کی کیا شان بیکراں ہوگی جو عالم ازل حادث میں اَلرَّحْمٰنُ ۙ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ؕ (رحمٰن:۱) کے مشفقانہ محبوبانہ انداز و طریق پر اللہ تعالیٰ نے خود اپنے حبیب عظیم کو پڑھایا سکھایا ہوگا جسکی سند فراغت خود رب جلیل نے اپنے حبیب جمیل کو وَ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ (النساء: ۱۱۳) کی آیات شان سے عطا فرمائی۔ اور حبیب کریم نے اپنے صحابہ کو سکھایا پڑھایا۔ اس کو سوچ کر بھی بے ساختہ زبان سے جاری ہو جاتا ہے فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ۔ مفسرین کی تفسیر کا خلاصہ یہ ہے کہ سلالہ مٹی کی اس عمدگی کو کہا جاتا ہے جس میں جوہر غذائیت اور صلاحیت نباتیت پیدا ہو جائے غرضیکہ سلالہ سے نباتیت، نباتیت سے غذائیت حیوانی وانسانی، پھر غذائیت سے عمدہ و فضلہ، عمدہ سے خون، خون سے مادہ، مادے سے نطفہ، سلالہ کا رنگ مٹیالہ غذا کا رنگ ہرا، خون کا رنگ سرخ، مادے کا پیلا، نطفے کا سفید، نطفہ والد کی صلب میں والدہ کی ترائب میں، مذکر و مونث کا یہ تخم نطفہ رحم مادر میں آتا ہے۔ حدیث پاک میں ہے کہ چالیس دن رحم میں رہ کر سفید نطفہ سرخ خون ہو جاتا ہے۔ پھر چالیس دن بعد وہ خون جم جاتا ہے جونک کیڑے کی طرح نرم بے ہڈی، پھر چالیس دن بعد وہ نرم لوتھڑا ذرا سخت مثل گوشت بے ہڈی ہو جاتا ہے اسی کو مضغہ فرمایا گیا ہے۔ پھر چالیس دن بعد اس مضغہ کے اندر مختلف انداز کی ہڈیاں، مختلف شکل و شباہت میں بنی شروع ہو جاتی ہیں۔ دس قسم کی ہڈیاں بنتی ہیں۔ ۱۔ گول، ۲۔ لمبی چپٹی، ۳۔ چھوٹی چپٹی، ۴۔ چھوٹی گول، ۵۔ گودے والی، ۶۔ بلا گودا، ۷۔ چوڑی ہڈی، ۸۔ سخت ہڈی، ۹۔ نرم ہڈی، ۱۰۔ کرکری ہڈی یعنی چبنی حکمت کے مطابق جیسی جہاں ضرورت ہے۔ چالیس دن تک ہڈیاں بنتی رہتی ہیں۔ پھر چربی دار گوشت سخت اور مضبوط ریشے دار ہڈیوں پر پہنایا جاتا ہے نہایت مناسب قدرتی اندازوں کے مطابق کہیں زیادہ کہیں کم کہیں موٹا کہیں باریک کہیں جھلی برابر، اسکے اوپر کھال کا خوبصورت مضبوط غلاف پہنا دیا جاتا ہے۔ تمام انسانی کھال میں ۱۱۷۱۴ مسامات ہوتے ہیں پھر اعضا پیدا ہوتے ہیں اور حمل کو مذکر یا مونث بنا دیا جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہر مرحلے میں چالیس دن لگتے ہیں پھر فرمایا کہ تکمیل بدنی کے بعد ہر انسان کی پیشانی پر ایک فرشتہ چار باتیں لکھ جاتا ہے۔ جس کو اولیاء کاملین اپنے نور بصیرت سے رحم مادر میں ہی دیکھ کر پڑھ لیتے ہیں۔ ۱۔ موت و حیات کی مدت و مقام، ۲۔ شقاوت و سعادت کی کیفیت، ۳۔ امیر غریبی و رزق، ۴۔ اعمال خیر و شر یعنی ان تمام کیفیات میں یہ بندہ کس طرح زندگی گزارے گا۔ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ پھر روح پھونکی جاتی ہے پھر بذریعہ ناف کا ناڑو

چالیس دن تک خوراک دی جاتی ہے۔ پھر ولادت ہوتی ہے بعد ولادت ہر انسان میں پندرہ تبدیلیاں ہوتی ہیں۔ ۱۔ پیدائشی رونا چیخنا، ۲۔ شیر خوارگی، ۳۔ بیٹھنا، رڑنا (گھٹنے کے بل)، ۴۔ کھڑا ہونا، ۵۔ چلنا، ۶۔ دودھ چھڑانا، ۷۔ کھانا پینا، ۸۔ بلوغت، ۹۔ جوانی، ۱۰۔ بڑھاپا، ۱۱۔ سٹھیاپا، ۱۲۔ سیر و سیاحت، ۱۳۔ اقامت، ۱۴۔ مسافرت، ۱۵۔ لکھنا پڑھنا سیکھنا۔ علما فرماتے ہیں کہ ہر جاندار چرند پرند، کیڑے مکوڑے کے دماغ میں حسب ضرورت عقل اور عقل میں جبلی شعور اور قوت عمل خیر و شر رحم مادر یا بطن بیضہ میں ہی ودیعت فرما دیا جاتا ہے۔ اسی قوت خداداد کی استعداد و استمداد سے ہر جانور اپنی ضرورت کو حیرت انگیز طریقے سے انجام دے لیتا ہے۔ یہ سب حیوانات مدرسہ الٰہی سے تعلیم یافتہ ہوتے ہیں لہٰذا نہ کسی سے پڑھنے کی ضرورت نہ سیکھنے کی۔ پرندے اپنا آشیانہ اور بعض کمہارن مکھی وغیرہ ننھے کیڑے اپنا مٹی کا گھروندا ایسی طرز پر بنا لیتے ہیں کہ عقل انسانی حیران اور دنگ رہ جاتی ہے۔ غرضیکہ ہر حیوان کو بھی رب تعالیٰ نے اسکی ضروریات کی صنعت و فنکاری ودیعت فرمائی ہے لیکن انسان کو رب تعالیٰ نے جو قلبی عقل دماغی شعوری فکری فن و صلاحیت عمل و قوت نقل عطا فرمائی ہے اسکی بے مثلیت کا تو جواب ہی نہیں اسی کو زبان فلاسفہ میں نفس ناطقہ کہا جاتا ہے یہاں تو جن و ملائکہ بھی سرنگوں ہیں۔ وَتَحْسَبُ اَنَّکَ جَرْمٌ صَغِیْرٌ۔ وَفِیْکَ انْطَوٰی عَالَمٌ کَبِیْرًا۔ کیا کرم ہیں کہ جماد سے نطفہ پھر علقہ پھر مضغہ جو گونگا، بہرا اندھا، کنجا۔ لنجا بے بال و پر بے دست و پا تھا اس کو سمیع و بصیر، ناطق و عاقل بنایا، بال و پر دست و پا بخشے، بلکہ ہر عضو و جز عجائب قدرت و غرائب فطرت، لطافت حکمت کا شاہکار اعظم ہے۔ کوئی شخص اس خالق تعالیٰ کے اوصاف کو بیان کر سکتا ہی نہیں بجز اس حمد و ثناء کے کہ۔ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ۔ وہ تبارک ہے صنعت و برکت کے بقا میں اور تعالیٰ ہے حکمت و قدرت کے دوام میں۔ وہی ہے سب صانعوں سے اچھا و سچا و کامل صانع۔ اے انسانو اپنی اس بناوٹ سجاوٹ لگاوٹ پر غرور سے کفر و شرک نہ کرنا۔ شکر ایمان کرنا ناشکری ظلمان نہ کرنا۔ اس لئے کہ ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَیِّتُوْنَ۔ تم سب پھر ان موجودہ حالتوں، ولادتوں، قوتوں، طاقتوں، دانائیوں، فنکاریوں، حکمرانیوں، پہلوانیوں کے بعد میتون بن کر مٹی کا ڈھیر بننے والے ہو۔ اسی سرزمین پر اپنے ہی محلوں، مکانوں، چباروں میں اور اپنے ہی دوستوں، قرابتوں، محبوبوں، دوائیوں، علاجوں، ڈاکٹروں حکیموں کے سامنے، اور قیامت تک قبروں میں پڑے رہنے والے ہو کوئی عذاب و عقاب میں کوئی انعام و امان میں۔ ثُمَّ اِنَّكُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ۔ پھر بیشک تم سب اپنی اپنی مصنوعی غیر مصنوعی مختلف قبروں سے قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے اس طرح کہ پوری انشائیت کے بعد پوری اماتیت روح و جسم کی مکمل جدائی و بے تعلقی۔ پھر قیامت میں اسی جسم و روح حلیہ کی جسامت و شباہت کی اعادت و تکمیل کے ساتھ۔ زمانہ قبر بھی مَیِّتُوْنَ میں شامل ہے بعض نے لکھا ہے کہ زمانہ قبر اعادہ قیامت کے تُبْعَثُوْنَ میں شامل ہے۔ مگر پہلا قول درست ہے۔ اے انسانو اپنی خلقت کو جاننے کے بعد یہ بھی جان لو کہ وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآىِٕقَ۔ اے لوگو تم باہوش و حواس صحت و شباب عقل و دماغ والے ہو۔ سماعت و بصارت، نطاقت و نظامت رکھتے ہو ہم نے ہی تمہارے قدموں کے نیچے زمین عظیم کے لطائف بنا دیئے۔ ذرا نگاہ تدبر سے اوپر دیکھو کہ تمہارے اوپر ہم نے کیسے خوبصورت مضبوط سات طبق آسمان کے خوبصورت و مضبوط سات طرائق بنا دیئے جو اوپر تلے ہیں یہ فرشتوں کیلئے سات راستے ہیں آنے جانے چڑھنے اترنے لانے لے جانے کے اور سات ستاروں کی لائنیں ہیں گھومنے لوٹنے۔ طلوع و

غروب کیلئے۔ یہ سب زمین کے لطائف آسمان کے طرائق محض کھلونے نہیں یا فقط سجاوٹ کی زیب وزینت نہیں بلکہ ہر چیز عین حکمت مصلحت قدرت ضرورت کے مطابق ہے اس لئے کہ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ۔ اور کبھی بھی ہم اپنی کسی بھی چھوٹی بڑی اعلیٰ ادنیٰ پست وبالا مخلوق سے غافل نہ ہوئے نہ تھے نہ ہیں نہ ہوں نہ آسمان نہ آسمانیات سے نہ زمین نہ زمینیات سے نہ حیوان نہ حیوانیات نہ انسان نہ انسانیت سے نہ کسی کی حفاظت سے غافل نہ بناوٹ سے نہ سجاوٹ سے نہ ضروریات سے نہ مصالحات سے نہ کسی کی بقا سے غافل نہ کسی کی فنا سے بے خبر۔ ہم نے ہی آسمانوں میں چاند وسورج ضیا پاشی کیلئے سجا دیئے۔ سیارے موسم سازی کیلئے چلا دیئے۔ بادل بھگا دیئے آبپاشی کیلئے۔ فرشتے دوڑا دیئے اے انسانو تمہارے لئے رزق ورحمت، راحت ونصرت، زمین پر لانے کیلئے اور اعمال خیر وشر بندوں کی التجائیں دعائیں زمین سے لے جانے کیلئے۔ نہ آسمان گر سکیں نہ زمین سرک سکے۔ آسمانوں میں رزق وشفا ہے زمین میں غذا و دوا ہے ہم کسی سے غافل نہیں ہم جانتے ہیں کہ انسان میں جان ہے۔ جان میں جہان ہے۔ جہان میں بیماری ہے۔ بیماری میں ہلاکت ہے ہلاکت میں فنا ہے۔ اسی انسان کو بچانے کیلئے یہ سب انتظام فرمائے گئے۔ سب جہاں اس کیلئے ہیں یہ خدا کے واسطے۔

ان آیات میں مختلف اقوال

اَلْعِظَامَ کی قرأت میں دونوں جگہ چار قول۔ ۱۔ اکثر قرا کی قرأت میں دونوں جگہ یہ جمع ہے یہی قرأت درست مشہور ومکتوب و مدلل ہے۔ دلیل یہ کہ نطفہ علقہ مضغہ مکمل ایک ہی چیز ہے شکل وشباہت میں بھی حجم وبناوٹ میں بھی لہٰذا ان کو واحد لانا ہی مناسب مگر ہڈیاں اپنی شکل وشباہت حجم نوعیت وصفیت رخامت صلابت بناوٹ میں ہر ایک مختلف اس لئے اَلْعِظَامُ جمع لانا ہی مناسب ہے، ۲۔ بعض قراء نے دونوں جگہ عَظْمًا واحد۔ پڑھا ہے، ۳۔ بعض نے پہلے عَظْمًا واحد پڑھا ہے اور مراد جنسی جمع ہے۔ اور دوسری جگہ عِظَامًا جمع عددی پڑھا ہے، ۴۔ بعض قراء نے پہلے عِظَامًا جمع پڑھا ہے دوسری جگہ واحد خَلْقًا اٰخَرَ کے معنٰی میں چھ قول۔ ۱۔ بعض نے کہا اس سے مراد روح پڑنا ہے، ۲۔ اس سے مراد بال اگنا ہے، ۳۔ بعض نے کہا اس سے مراد ولادت ہو جانا ہے، ۴۔ بعض نے کہا کہ اس سے مراد دیگر حیوانات سے مختلف شکل وصورت واعضا کا بن جانا ہے، ۵۔ بعض نے لکھا کہ خَلْقًا اٰخَرَ سے مراد ولادت کے بعد والے حالات ومراحل وتغیرات ہیں مثلاً بچپن جوانی بڑھاپا موت تک کے جسمی فکری علمی عقلی تبدیلیوں کا واقع ہونا ہی خَلْقًا اٰخَرَ ہے، ۶۔ اکثریت نے فرمایا کہ رحم میں نطفہ سے عِظَامٌ اور كَسَوْنَا تک ہر جاندار چرند پرند درند کیڑے حشرات اور انسان کے تخلیقی مراحل یکساں ہوتے ہیں لیکن ہڈیاں بننے کے بعد ایک دم انسانی تخلیق کا اپنی اشرفیت کے ساتھ ہر مخلوق سے ہر طرح ایک حیرت انگیز منفرد مقام کی طرف رخ مڑ جاتا ہے اس کو خَلْقًا اٰخَرَ فرمایا گیا۔ یہ سب اقوال درست ہیں اور سب کیفیات نوادرات تغیرات کا مجموعہ خَلْقًا اٰخَرَ ہے۔ تَبٰرَكَ اللّٰهُ کے معنٰی میں تین قول۔ ۱۔ بعض نے کہا کہ اس کا معنٰی ہے حکمت وقدرت سے ہر کام درست فرمانے والا، ۲۔ بعض نے یہ معنٰی کیا کہ اللہ تعالیٰ کو ہی بقاء ودوام ہے، ۳۔ بعض نے یہ معنٰی کئے کہ ہر اچھی واحسن چیز میں اللہ تعالیٰ ہی برکت وکثرت ڈالنے والا ہے۔ یہاں پہلا قول درست ہے۔ اَحْسَنُ کے معنٰی میں چار قول ہیں، ۱۔ یہ صیغہ اسم تفضیل اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے۔ ترجمہ ہے۔ سب سے زیادہ اچھائیوں والا، ۲۔ بعض نے کہا یہ فعل تعجب بمعنٰی مَا اَحْسَنُ کیا ہی اچھا ہے، ۳۔ یہ مضاف

ہے خَالِقِیْنَ کا ترجمہ ہے حسن کو پسند فرمانے والا، ۴۔ اکثر نے فرمایا کہ اس کا معنی ہے ہر برائی سے پاک، یہی قول درست ہے۔ خَالِقِیْنَ میں دو قول۔ ا۔ اکثر نے فرمایا کہ یہاں خلقت کا معنی صنعت ہے یعنی سب صانعوں سے اچھا صانع۔ یہی قول درست ہے، ۲۔ بعض نے فرمایا خالق کا معنی موجد ہے اور خالقین فرضی جمع ہے یعنی اگر فرض محال کوئی اور دوسرے بھی خالق و موجد ہوتے تو سب میں اچھا اللہ تعالیٰ ہی ہوتا۔ لَمَیِّتُوْنَ کی قرأت میں دو قول ہیں۔ ا۔ اکثر قرأ نے لَمَیِّتُوْنَ ہی پڑھا یہی درست ہے کیونکہ مشہور و مکتوب ہے، ۲۔ بعض قاریوں نے یہاں لَمَائِتُوْنَ پڑھا ہے اور کہا ہے یہ قرأت درست ہے مَیِّتُوْنَ کی قرأت کو غلط کہا ہے۔ اس لئے کہ مَیِّتُوْنَ کا معنی ہے ابھی مرے ہوئے ہیں۔ اور مَائِتُوْنَ کا معنی ہے آئندہ مرنے والے ہیں۔ اور چونکہ یہاں ثبوتی حالت بتانا مقصود نہیں بلکہ آئندہ کی خبر دی جارہی ہے۔ لہٰذا مَائِتُوْنَ کی قرأت درست ہے مگر یہ دلیل غلط ہے۔ کیونکہ مَیِّتُوْنَ اور مَائِتُوْنَ کا یہ فرق قانونی کلیہ نہیں ہے۔ مَیِّتٌ وَّ مَیِّتُوْنَ میں بھی آئندہ کی ہی خبر ہوتی ہے نہ کہ موجودہ کی چنانچہ سورۃ زمر کی آیت ۳۰ میں ارشاد ہے۔ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ. وہاں بھی آئندہ کی خبر ہے نہ کہ موجودہ کی نہ موجودہ کی ہوسکتی ہے۔ طَرَائِقَ کے معنی میں تین قول، ا۔ بعض نے لکھا کہ طَرَائِقَ کا معنی ہے اوپر نیچے سات آسمان، ۲۔ بعض نے کہا انکا معنی ہے سات سیاروں کی سات سڑکیں، ۳۔ بعض نے لکھا کہ اس کا معنی ہے سات مدبرات امر ملائکہ کی سوء زمین سات راہیں یہ سب قول درست ہیں۔ عَنِ الْخَلْقِ کے معنی میں تین قول۔ ا۔ بعض نے کہا خلق سے مراد صرف انسان ہیں، ۲۔ بعض نے کہا خلق سے مراد طَرَائِقَ ہیں، ۳۔ اکثر نے فرمایا کہ خلق سے مراد تمام مخلوق، آسمان و آسمانی زمین و زمینی، بحری و بری و ہوائی فضائی یہی قول درست ہے۔

فائدے

ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ **پہلا فائدہ:** انبیاء کرام علیہم السلام خاص کر نبی کریم حضور اقدس ﷺ کے تمام علوم و معلومات کی شان عظیم تو بے مثل ہے ہی صحابہ کرام و علم اولیاء اللہ آج اس دور مشینی میں بھی سب سے بلند و کثیر ہے دنیا بھر میں کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا۔ تخلیق نطفہ میں جو تحقیقی معلومات آج کے سائنسدان اپنی محنتوں مشینی مشاہدوں، خوردبینی تجربوں سے کررہے ہیں اس سے کہیں زیادہ آج سے صدیوں پہلے زبان نبوت نے ارشاد فرمادیں اور اکابر اسلام نے اپنی روشن ضمیری سے ان غیوبات کا نور بصیرت و روحانی بصارت سے پتہ لگالیا۔ یہ چالیس روزہ تبدل اطوار و تغیر مراحل اور پھر فرشتے کا حمل مکمل کی پیشانی پر آئندہ زندگی کے حالات لکھنا بجز زبان نبوی کون بتا سکتا ہے۔ اور یہ تو وجود نطفہ کے تخلیقی مراحل کا علم ہے اولیاء کاملین کی پیشگوئیاں تو آئندہ نسلوں کی اصل بھی بتادیتی ہیں۔ جیسا کہ مولیٰ علی نے امام اعظم ابوحنیفہ کے دادا حضرت زوطی کو انکے پوتے امام ابوحنیفہ کی ولادت و شان علمی کی پیشگی خبر و بشارت سنادی تھی۔ سائنس کی اتنی محنت رحم مادر کے نطفہ کا صرف معمولی مشاہدہ کرسکی مگر چشم ولی اللہ تو پشت والد میں نطفے کی آئندہ ہونے والی پوری حقیقت کو جان لیتے ہیں۔ تو بھلا رحم مادر کی کسی بات سے کیسے بے علم رہ سکتے ہیں۔ یہ فائدہ یہاں ان آیات کے بیان اور سورۃ رحمٰن کی آیت ۲۔ اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ کے فرمان سے حاصل ہوا کہ رحمٰن نے نبی کو اور نبی ﷺ نے صحابہ کرام کو پورا قرآن مجید اور اسکے تمام علوم رطب و یابس سکھادیئے۔ اسی تعلیم کی روشنی تھی کہ مولیٰ علی نے حضرت زوطی کو بچپن میں دیکھ کر فرمادیا تھا کہ

اسکی اولاد میں ابوحنیفہ نام کا ایک نور درخشندہ علم کا مینار پیدا ہوگا۔ **دوسرا فائدہ:** پرانے گمراہ فلاسفہ اور موجودہ دہریہ کافر سائنسدان کا یہ قول کہ ہر شے میں امتزاج طبیعت کارفرما ہے اور ہر چیز نطفہ غیر نطفہ کا تغیر باعتبار طبیعت خود بخود ہو رہا ہے۔ یہ نظریہ وعقیدہ بالکل باطل لغو اور کفریہ ہے عقلاً بھی نقلاً بھی۔ عقلاً اس لئے کہ اگر نطفہ کا تغیر امتزاج طبیعت سے ہے تو وہ تابع طبیعت ہوا۔ لہٰذا اگر طبیعت متغیر ہوگی تب شی متغیر ہوگی۔ طبیعت متغیر نہیں تو شی بھی متغیر نہیں۔ شی میں تو تبدیلی ہو رہی ہے تو لازماً امتزاج طبیعت میں بھی تبدیلی ہو رہی ہے اور بقول دہریہ کفار شی کو بدلا طبیعت نے تو پھر بتاؤ کہ طبیعت کو کس نے بدلا۔ ماننا پڑے گا کہ کوئی خَالِقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ہے جو نطفہ انسانی وحیوانی اور ہر چیز کو مراحل میں متغیر فرما رہا ہے۔ نقلاً یہ فائدہ۔ ثُمَّ خَلَقْنَا کی ثُمَّ تراخیہ سے حاصل ہوا۔ **تیسرا فائدہ:** ہر مسلمان پر واجب ہے کہ اس گمراہی کے ہوشربا زمانے میں اپنا ایمان وعقیدہ اس بات پر پختہ اور غیر متزلزل بنالے کہ مدبر عالم اور خالق انس وجن اللہ تعالیٰ قادر بھی ہے عالم بھی۔ خبیر بھی بصیر بھی اور جو ذات پاک تمام عالم کی معلومات کا عالم ہے وہ تمام ممکنات سے نیست وہست، عدم ووجود، بقاء وفنا، خلقت وموت پر حکیم وقادر ہے۔ اور جو ایجاد پر قادر ہے وہی حشر وقیامت سزا وجزا پر بھی قادر ہے یہ فائدہ۔ ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ۔ اور يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ کے صریحی فرمان اور تفکری استدلال سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ:** تمام فقہاء کرام کا یہ متفقہ فرمان ہے کہ معرفتِ الٰہی وصفات ربانی کو ماننا استدلالی وعقلی عقیدہ بھی ہے اور اسلامی قرآنی بھی۔ یہ عقیدہ نہ تقلیدی ہے نہ ذاتی نظریاتی۔ یہ مسئلہ یہاں ان آیات خمسہ میں تخلیقات ربانی کو بیان فرمانے سے اور تاقیامت مسلمانوں کو سنانے سے مستنبط ہوا۔ اگر یہ عقیدہ تقلیدی ہوتا تو ان آیات کا بیان کرنا وسمجھانا بیکار ہو جاتا۔ تقلید صرف اعمال میں جائز وضروری ہوتا ہے نہ کہ عقائد میں کیونکہ عقائد کا تعلق ایمانیات سے ہوتا ہے اور ایمان میں یقین صادق وکامل ابدی ہونا لازم ہے۔ تقلید میں صحت پر ظن واحتمال غلطی ہوتا ہے۔ **دوسرا مسئلہ:** پہلے زمانے کے گمراہ معتزلہ لوگ جن کو روایت میں اس امت کا مجوسی فرمایا گیا ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ ہر بندہ اپنے اعمال کا خالق ہے خاص کر اپنے گناہوں کا۔ شاید اسی کفریہ عقیدے کا سہارا لیکر بعض جہلا شاعر اپنے اور دیگر شعرا کے شعروں کو اپنی اور انکی تخلیق کہہ دیتے ہیں اور شاعروں کو خالق بعض بدبخت قائداعظم کو پاکستان کا خالق کہہ دیتے ہیں یہ سب کفریہ شرکیہ باتیں ہیں اسلامی عقیدے وقانون شرعی کے مطابق کسی انسان کو کسی بھی چیز کا خالق کہنا گناہ وگمراہی ہے چیز اچھی ہو یا بری۔ یہ مسئلہ۔ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ کی تفسیری وضاحت سے مستنبط ہوا کہ نہ کوئی بندہ اپنے گناہوں کا خالق ہوسکتا ہے نہ کوئی شاعر شعروں کا خالق۔ غیر اللہ کو مطلقاً خالق کہنا ہی گناہ وجہالت ہے۔ امام رازی نے یہاں کعبی کا قول نقل کیا ہے۔ کعبی کہتا ہے کہ بلا قید واضافت کسی کو خالق کہنا منع ہے مگر اضافت وقید کے ساتھ جائز ہے مثلاً خَالِقُ فُلَانٍ۔ کعبی کی دلیل سورۃ آل عمران کی آیت ۴۹ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ اَنِّىْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ۔ کعبی کی دوسری قیاسی دلیل یہ ہے کہ جس طرح کسی انسان کو بلا اضافت رب کہنا ناجائز مگر اضافت سے جائز مثلاً رَبُّ الدَّارِ وغیرہ اسی طرح خالق فلاں کا حکم شرعی ہے۔ امام رازی نے کعبی کے اس استدلال وقیاس کا مدلل رد فرمایا ہے فرماتے ہیں کہ اِنِّیْ

اَخلُقُ لَکُمْ میں خلق بمعنی تخلیق نہیں بلکہ ترکیب وتصویر ونقش ونگار ہے نہ کہ بداعت وایجاد۔ اس لئے مِنَ الطِّیْنِ کَھَیْئَۃِ الطَّیْرِ فرمایا نہ کہ اَلطَّیْرُ۔ یامِنَ النُّطْفَۃِ وہ نئی ایجاد نہ تھی۔ یہی معنی درست ہیں۔ قیاس بھی غلط ہے کیونکہ لفظ رب مشترک ہے تین معنی میں، ۱۔ رب بمعنی معبود، ۲۔ رب بمعنی مالک، ۳۔ رب کا معنی پالنے والا۔ رب بمعنی مالک ہر انسان کو کہہ سکتے ہیں۔ رب الدار اسی معنی میں ہے، لیکن رب بمعنی معبود یا پالنے والا کسی کو نہیں کہہ سکتے بجز اللہ تعالیٰ مگر لفظ خالق مشترک نہیں اس لئے لفظ رب پر لفظ خالق کو قیاس کرنا غلط ہے۔ لفظ رب کی نسبت اضافت کے ساتھ غیر اللہ کی طرف جائز ہے لفظ خالق کی نسبت کسی غیر اللہ کی طرف نہ مطلقاً جائز نہ بالاضافت۔ **تیسرا مسئلہ** ۔ امام اعظم نے فرمایا کہ اگر کسی نے کسی کی مرغی یا بطخ یا کسی کے ملکیتی جنگلی پرندے کا انڈا غصب کرلیا اور بچہ نکلوالیا تو عدالت میں اس پر صرف انڈے کی قیمت کا ضمان واجب ہے نہ کہ بچہ یا بچے کی قیمت۔ لیکن اگر مرغی کے نیچے سے انڈا اٹھایا اور گھر جانے تک اس کا زندہ بچہ نکل آیا تو وہ بچہ ضمان میں یا بچہ کی قیمت بازاری دینی پڑے گی ہاں اگر اس نے ثابت کردیا اور دکھادیا کہ وہ انڈا گندا نکلا ہے تب اگر خراب ہونے کے بعد اٹھایا تھا تو کچھ ضمان نہیں صرف چوری یا غصب کی تعزیری سزا ہوگی لیکن اگر پہلے اٹھالیا اور اس کے اٹھانے کی وجہ سے خراب وگندا ہوا تو انڈے کی بازاری قیمت کا ضمان دے گا۔ امام اعظم کا یہ مسئلہ۔ خَلْقاً اٰخَرَ سے مستنبط ہوا۔ کہ انڈے بچہ بننے سے وہ انڈا اندر سے خَلْقاً اٰخَرَ ہوگیا۔ اور مغصوبہ انڈا دوسری چیز ہے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ **پہلا اعتراض:** یہاں فرمایا گیا۔ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ۔ جس سے ثابت ہورہا ہے کہ خالق بہت سے ہیں۔ لہٰذا عام انسانوں کو بھی خالق کہہ سکتے ہیں۔ لیکن سورۃ زمر کی آیت ۶۲ میں ارشاد ہے۔ اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ اور سورۃ فاطر کی آیت ۳ میں ہے ھَلْ مِنْ خَالِقٍ غَیْرُ اللّٰہِ۔ پہلی آیت زمر میں خبریہ انداز سے اور دوسری آیت فاطر سے انشائیہ سوالیہ انداز میں فرمایا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی خالق ہے نہ کسی غیر اللہ کو خالق کہنا جائز۔ بلکہ کفر شرک ہے۔ تو پہلی آیت اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ سے مطابقت کس طرح ہوگی بظاہر تو تفریق وتخالف نظر آرہا ہے۔

جواب: مطابقت اس طرح ہے کہ خَلَقَ کا لغوی معنی بداعت وایجاد ہے اور اصطلاحی معنی ہے صنعت بداعت یعنی خام مال بھی پیدا کرنا پھر اسی سے شکل وترکیب کی مکمل شی بنادینا۔ اس معنی میں بجز رب تعالیٰ کائنات کے اندر کسی چیز کا کوئی شخص خالق نہیں ہے یہی مراد ہے ھَلْ مِنْ خَالِقٍ کے سوال سے اور یہی بیان ہے اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ کا۔ لیکن اللہ کی پیدا کردہ چیزوں کو تراش خراش کر یا گوندھ کر کوئی مرکب تیار کرلینا یہ صنعت ہے۔ باری تعالیٰ کی تخلیقات بداعت بھی ہے ایجاد بھی صنعت بھی۔ لیکن انسان صرف اشیا کا صانع اور مستری ہے اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ میں اس ترکیبی صنعت کی طرف اشارہ ہے اسی لئے مفسرین فرماتے ہیں کہ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ کا معنی ہے اَحْسَنُ الصَّانِعِیْنَ اور عیسیٰ علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ اِنِّیْٓ اَخْلُقُ اس کا معنی بھی یہ ہے کہ اِنِّیْٓ اَصْنَعُ۔ لیکن چونکہ لفظ خالق میں یہ علمی فکری تفریق ہر شخص نہیں کرسکتا اس لئے شریعت نے حرام فرمادیا ہے۔ بجز رب تعالیٰ کسی کو خالق کہنے اور کسی کی بناوٹ وصنعت کو تخلیق کہنے سے صرف ہمارے علاقوں کے جاہل واحمق شاعر شاعری کو تخلیق کہہ دیتے ہیں۔ عرب کے شعراء شاعری کو انشاء کہتے ہیں ایک فرق واضح وظاہر ہے کہ مٹی، لوہا، لکڑی، پتھر

بنانا اور پھر اس میں تغیر کر کے صورت گری کرنا تخلیق اور بداعت ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی بنی ہوئی چیزوں کو جوڑ توڑ کر کے کوئی مورت گری کرنا صنعت ہے۔ صورت و مورت کا یہ فرق یاد رہے۔ صورت رب تعالیٰ کی خلقت، مورت بندوں کی صنعت۔

دوسرا اعتراض: اس کی کیا وجہ کہ یہاں پانچ جگہ ثُمَّ ارشاد ہوا۔ پہلے آیت ۱۳۔ میں۔ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً۔ پھر آیت ۱۴۔ میں ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ۔ پھر درمیان میں تین جگہ ف ارشاد ہوا۔ ۱۔ فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ، ۲۔ ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ، ۳۔ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ اور حدیث پاک میں ان آیات کی تفسیر فرماتے ہوئے سب جگہ ثُمَّ ہی فرمایا گیا۔ اس حدیث مقدس میں تخلیقی تبدیلیوں کو چالیس دن کی دراز مدت سے بیان فرمایا کہ ہر تبدیلی چالیس دن بعد ہوتی ہے یہ فاصلہ بھی تراخی اور بعدیت کا ہی ہے اس لئے حدیث پاک میں سب جگہ ثم فرمانا درست ہے مگر آیات میں سب جگہ ثُمَّ کیوں نہ فرمایا گیا۔ ف کیوں ارشاد ہوئی۔ اس الجھن کا حل اور آیات و حدیث میں مطابقت کیسے ہو۔ کیونکہ ایک ہی کام میں ف نے جلدی بتائی ثُمَّ نے دیر بتائی۔ **جواب:** لغت عربی میں ثُمَّ تعقیب مع تراخی کیلئے ہوتا ہے اور ف تعقیب بلا تراخی بیان کرنے کیلئے لایا جاتا ہے۔ تعقیب کا معنیٰ ہے بعد میں ہونا۔ تراخی کا معنیٰ ہے دیر بعد ہونا۔ بعدیت کی دو قسمیں ہیں، ۱۔ بعدیت کثیر، ۲۔ بعدیت قلیل۔ آیات میں چونکہ دو قسم کی تبدیلیاں بیان فرمائی گئیں، ۱۔ کچھ تو وہ جن میں چیز کی جنس اور شکل شباہت اور جگہ کی بھی تبدیلی ہے وہ بہت زمانہ چاہتی ہیں اس لئے ان کیلئے ثُمَّ ارشاد ہوا۔ ۲۔ اور کچھ وہ تبدیلیاں ہیں جن میں صرف وقت اور زمانہ تو لگا مگر مکانیت و جنسیت تبدیل نہ ہوئی اس کیلئے کم وقت لگا بمقابلے اول کے اس لئے اسکی قلت وقتی بیان کرنے کیلئے ف ارشاد ہوئی۔ ثُمَّ خَلَقْنَا میں بھی تغیر مکانی و زمانی و شکلی ہے کہ صلب و ترائب سے منتقل ہو کر رحم مادر میں آیا۔ لیکن وہاں آ کر علقہ۔ مضغہ عظام کی تخلیق اور کسوہ لحمی میں صرف وقت کی بعدیت ہوئی نہ جگہ بدلی نہ شکل و شباہت بدلی اس لئے یہ بعدیت بلا تراخی ہے لہٰذا تینوں تبدیلیوں کیلئے ف ارشاد ہوئی۔ اسی طرح مَيِّتُوْنَ وَ تُبْعَثُوْنَ۔ میں تغیر زمانی بھی ہے مکانی و شبیہی بھی۔ اس طرح کہ قبر میں جسمی نقش کا تغیر آخرت قیامت میں شکلوں کا تغیر کہ کفار گھناؤنی و ڈراؤنی و مکروہ و منحوس شکلوں میں اور مومنون، خوبصورت، نورانی، صحت مند شکلوں میں۔ بدن بھی عمدہ حلیے بھی پاکیزہ۔ اس تبدیلی میں زمانہ بھی دراز اس کی وضاحت کیلئے یہاں بھی ثُمَّ ارشاد ہونا چالیس روزہ دراز زمانے کے ذکر کی وجہ سے ہے۔ ہاں البتہ فَتَبٰرَكَ میں ف تعقیبیہ نہیں بلکہ ف زائدہ بیانیہ یا سببیہ ہے۔ **تیسرا اعتراض:** اسکی کیا وجہ کہ لَمَيِّتُوْنَ۔ میں لام تاکیدی لایا گیا۔ حالانکہ یہاں لام تاکیدی لانا ضروری نہ تھا کیونکہ کلام میں تاکید کرنا تحقق کلام کیلئے ہوتا ہے اور تحقق کلام تب ضروری جب کوئی منکر ہو موت کا تو کوئی کافر بھی منکر نہیں ہے۔ اور تُبْعَثُوْنَ۔ میں لام تاکیدی نہ لایا گیا حالانکہ یہاں تاکید کی ضرورت تھی کیونکہ بہت سے کفار قیامت کے منکر ہیں۔ **جواب:** اسکے دو جواب دیئے گئے ہیں۔ پہلا جواب یہ کہ چونکہ موت و بعثت آپس میں مشترکہ ہیں کیونکہ دونوں ہی حیات دنیوی کا اختتام ہیں اس لئے ابتدا ایک جگہ لام تاکید فرمانے سے مشترکہ دونوں کیفیتوں کی تاکید خود بخود ہوگئی۔ نیز اِنَّ بھی تاکید پیدا کرتا ہے وہ دونوں جگہ موجود ہے لہٰذا ضرورت پوری ہوگئی۔ **جواب دوم:** یہ کہ بعض کفار موت کو تو مانتے ہیں مگر تا قیامت مرے رہنے کو نہیں مانتے بلکہ کسی کافر گروہ نے آواگون کا عقیدہ بنالیا کہ مرنے کے بعد انسان کوئی دوسری مخلوق بن جاتا ہے۔ اور کسی کافر گروہ نے دوسرے جنم کا عقیدہ بنالیا کہ مرنے کے بعد وہی انسان کسی

دوسرے پیٹ میں دیگر ملک وقوم میں جنم لے لیتا ہے ان دونوں کی تردید کیلئے مَيِّتُوْنَ کی تاکید بھی ضروری تھی۔ اس لام تاکید سے بتایا گیا کہ مَيِّتُوْنَ صرف مرنے کا نام نہیں۔ بلکہ عالم برزخ میں تا قیامت پڑے رہنے اور رہائشی کیفیت کا نام ہے۔ یعنی تم مرے رہو گے نہ دوسرا جنم لے سکتے ہو نہ دوسری مخلوق بن سکتے ہو نہ دوبارہ کسی بھی روپ میں دنیا میں آسکتے ہو۔ **چوتھا اعتراض:** اس کی کیا وجہ کہ جزا سزا کیلئے مرنے کی پابندی ہے کہ اعمال کا ثواب وعذاب مرنے کے بعد ملے گا دنیا میں ہی جزا سزا کیوں نہ دی گئی۔ دنیا میں اتنے آرام دینے کے بعد موت کی سخت گھڑی لازمی کر کے ہر شخص کو خوف میں کیوں مبتلا رکھا گیا۔ **جواب:** تین وجہ سے۔ پہلی یہ کہ تا کہ بندوں کا ایمان، عبادت وترک گناہ ونفرت کفر شرک فقط عشق الٰہی میں ہو نہ کہ جنت کے لالچ اور جہنم کے خوف سے اسی وجہ سے ان کو غیب میں رکھا گیا۔ دوم یہ کہ ایمان وکفر اتنی سخت ودراز چیزیں ہیں کہ یہ دنیا انکی جزا یا سزا بننے کی قابلیت نہیں رکھتی اس کے لئے ابدی جہان ہی ہوسکتا ہے۔ سوم یہ کہ دنیا میں آزمائشی آرام وتکلیف ہے آخرت میں جزا وسزا کا آرام وتکلیف ہے تو اگر اخروی آرام وتکلیف بھی دنیا میں ہی دیا جاتا تو بندے فرق نہ جان سکتے کہ یہ آرام وتکلیف آزمائشی ہے یا جزائی۔ آزمائشی کو جزائی وجزائی کو آزمائشی سمجھ لیا جاتا اور کوئی شخص حق وباطل کے درمیان فرق نہ کرسکتا۔ اس لئے آرام وتکلیف وثواب وعذاب کے درمیان موت سے حد فاصل قائم کردی گئی۔

تفسیر صوفیانہ

جس طرح اجسام ظاہری بنائے گئے کہ طین کو سلالہ۔ سلالہ کو نطفہ خون علقہ مضغہ۔ لحم، ریشے، پٹھے رگیں ہڈی، کھال، بال پھر سمع، بصر، لمس، شامہ، ذائقہ، اسی طرح تراکیب عجائب اور خصوصیات غرائب سے اجسام باطنی پیدا فرمائے گئے جسم ظاہر خلق اول ہے جسم باطن خلق آخر ہے۔ ظاہر انسان احسن تقوم ہے باطن انسان اکمل استعداد ہیں۔ ظاہر آدمیت اجلِ اشرفیت ہے باطن آدمیت اجل کرامت اعلیٰ مراتب اخص فضیلت ہیں۔ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ۔ اعلیٰ ہے وہ خالق بالا ہے وہ مالک سب عالمین سے اچھا وحکمت والا۔ اپنی مخلوق میں کسی کو معدن عرفان بنایا۔ کسی کو مخزن ایمان بنایا کسی کو مقام محبت پر پہنچایا۔ کسی کو متعلق عنایات فرمایا اور اپنی حمد وثنا کا ایسا طریقہ سکھایا جو خلقت لوح وقلم عرش وکرسی سموات والارض ملائکہ عرش وفرش کو بھی نہ بتایا۔ کہ ہر وقت زبان قال وحال ونقشہ اعمال سے کہتے رہو فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ۔ اے انسانو تم سب نے ہی مرنا ہے کسی کا جسم مردہ کسی کی روح مردہ کسی کا ضمیر مردہ کسی کا قلب کسی کا نفس امارہ۔ قلب کی جو موت ہے وہ نفس کی حیات ہے۔ اور نفس امارہ کی موت قلب وروح کی حیات ہے جو خواہشات دنیا سے مرگیا اس نے حیات آخرت کی عزت کو پایا مگر جس نے تمنا آخرت کو بھی چھوڑ دیا اس نے حیات اصلیہ کو پالیا یہی بقا باللہ ہے۔ حیات اول سبب اعمال ہے حیات ثانی سبب جزا ہے حیات اصلیہ سبب بقا ہے۔ بیشک موت متعلق ہے مراتب عزت وانوار عظمت سے اور حیات متعلق ہے کشف جمال ازلی سے یہیں پر عیشی روح ہے حیات اصلیہ وصلیہ ابدیہ سے یہی وہ حیات لازوال ہے جسکے بعد موت فراق نہیں ہے۔ موت وحیات دونوں تربیت الٰہیہ کی صورتیں ہیں حیات ظاہری تربیت ہے موت باطنی تربیت۔ اے لوگو اگرچہ تم اپنے خالق تعالیٰ کو نہیں پہچانتے مگر وہ تم کو ہر طرح ہر وقت جانتا ہے تمہاری حاجات کو پہچانتا ہے تم کو وصل قرب نہیں وہ اَقْرَبُ اِلَيْهِ ہے۔ تم اس سے غافل [illegible] ہیں کہ ہمارے اوپر

سات طرائق ظاہری ہیں۔ سات باطنی ظاہری سموات ہیں باطنی غلبات ہیں ظاہری قالب سے اوپر باطنی قلب کے اوپر، ا۔ شہوات کا غلبہ، ۲۔ غلبہ غفلت، ۳۔ رغبت دنیوی، ۴۔ شغلت، ۵۔ ارادت، ۶۔ ترکت، ۷۔ عملت۔ اے بندو یقین باطنی سے سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ نہیں ہے غافل سکنات عابدین اور حرکات مریدین، رغبات زاہدین، لحظات عارفین سے اور ارادات عاشقین سے اشتیاق کاملین سے اور خواہشات باطلین شہوات شیاطین سے۔ ثُمَّ اَنْشَانٰهُ۔ پھر ہم نے ہی پروان چڑھایا اپنے بندہ طالب مخلص کو سورۃ احسان کی نشاۃ ثانیہ سے اور نفخ روح اللہ سے جلایا اس طرح کہ اولاً تم راہ فنافی اللہ کی موت مرنے والے ہو پھر وصل قرب کی قیامت صغریٰ میں نشاۃ ثانیہ سے اٹھائے جاؤ گے۔ تم سب ارادے کے مَیِّتُوْنَ ہو۔ قیامت وسطی کے تُبْعَثُوْنَ۔ فنا کے مَیِّتُوْنَ ہو۔ قیامت کبریٰ میں بقا کے تُبْعَثُوْنَ ہو۔ صفات حیوانیہ کو فنا کر کے عادات بشریہ کا انخلا وانقطاع کر کے صفات ملکیہ پیدا کر کے اور ارتقاء صفات رحمانیہ کی بقا مع اللہ کی ترقی دے کر اور خصائل قدسیہ سے کمال عرفانی دے کر ہم نے بندگان سالکین کو خَلْقًا اٰخَرَ بنا دیا۔ اور جب بندہ خاص روح نور سے خَلْقًا اٰخَرَ بن گیا تب حقیقت آدمیت کا کسوۃ صفات کا جوڑا تاج قدسیہ کا عمامہ پرواز لاہوتی کا جوتا پہن کر حیاً، عالماً، مریداً، صادقاً، مراداً کاملاً، و عبداً قادراً کی قوتیں پالیتا ہے۔ وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ۔ نفس امارہ کے بعض مراتب بعض کے اوپر طرائق وغالب ہیں۔ اور ہر اوپر والا نیچے والے کیلئے حجاب ظلمت ہے ان ہی طَرَائِقَ سَبْعَ کو باطنی حواس خمسہ اور وہم وخیال کہا جاتا ہے۔ اے انسانو ہم نے تمہارے جسموں، صورتوں، عقلوں، قلبوں، عملوں، ارادوں، عقیدوں پر سات غیبی حجاب وطرائق قائم وثابت کر دیئے ہیں۔ ہم نہ بندوں سے غافل نہ حجابوں سے بے خبر اس لئے کہ ہر غیب بھی ہمارے لئے شہادت ہے اولاً عقل انسانی سلالہ معرفت ہے۔ معرفت رحمانی نطفہ ایمانی ہے اسی نطفہ ایمانی کو علقہ اعمال بنایا گیا۔ پھر علقہ اعمال کو مضغہ اخلاق بنایا گیا۔ پھر مضغہ اخلاق میں اسوہ حسنہ نبوی کے عظام پختگی پیدا فرمائے گئے پس عظام اسلامی کو عشق الٰہی کا لحم خود پہنایا گیا۔ پھر اس قالب وروح کو مرتبہ ولایت پر خَلْقًا اٰخَرَ کی نشو ونما بخشی گئی۔ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ۔ پھر نار عشق میں فنافی اللہ کی موت محبت عطا کی گئی پھر قیامت اسرار کی حیات ابدی۔

وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِى الْاَرْضِ
اور اتارا ہم نے ہی آسمان کی طرف سے بارش کا پانی سب اندازے کے ساتھ تو اس پانی کو ہم نے ہی ٹھیرایا زمین میں
اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا ایک اندازے پر پھر اسے زمین میں ٹھیرایا
وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ
اور بیشک ہم لے جا کر ختم کر دینے پر بھی اس کو البتہ قادر ہیں پھر بلند پیدا کئے
اور بیشک ہم اس کے لے جانے پر قادر ہیں تو اس سے ہم نے تمہارے
بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ

ہم نے ہی تم سب کیلئے اس بارشی پانی کے ذریعے بہت سے باغ کھجوروں کے اور انگوروں کے تم سب کے لئے ان میں لذتی
لئے باغ پیدا کئے کھجوروں اور انگوروں کے تمہارے لئے ان میں بہت سے میوے ہیں
كَثِيْرَةٌ وَّ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَ شَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ
میوے ہیں بیشار اور ان ہی سے تم غذائیں بھی کھاتے ہو اور پیدا کیا ایک ایسا درخت جو نکلتا ہے اپنے وطن
اور ان میں سے کھاتے ہو اور وہ پیڑ پیدا کیا کہ
طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَ صِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ ﴿۲۰﴾
طور سینا سے اگتا ہے ایسا تیل لے کر جو شوربے کا سالن بھی ہے کھانا کھانے والوں کیلئے
طور سینا سے نکلتا ہے لے کر اگتا ہے تیل اور کھانے والوں کے لئے سالن

تعلقات

ان آیت پاک کا پچھلی آیت پاک سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آیت میں سبع طرائق کے پیدا فرمانے کا ذکر فرمایا گیا اب ان آیت میں ان کے فوائد کا ذکر فرمایا جا رہا کہ ان کی طرف سے ہی بارشیں نازل فرمائیں جاتی ہیں۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیت میں اس قدرت کاملہ ابدیہ ازلیہ کا ذکر فرمایا گیا کہ رب تعالیٰ اپنی کسی مخلوق سے کبھی بھی غافل نہیں۔ اب ان آیت میں فرمایا جا رہا کہ ہر چیز ہر مخلوق اس کے قبضہ وکنٹرول میں ہے جسے چاہے جس طرح چاہے جب چاہے نازل کرے چلائے یا روکے ہر کام میں اس کی حکمت کثیرہ ہے۔ **تیسرا تعلق:** پچھلی آیت میں نطفہ کے پانی سے انسانوں کو پیدا فرمانے کا ذکر ہوا۔ اب ان آیت میں بارش کے پانی سے انسانوں کی حیات دنیوی کی بقا کے لئے کھیت و باغات بیل بوٹے روغنیات پیدا فرمانے کا ذکر ہو رہا ہے۔ آب نطفہ کو زمین سے عروج ہے آب بارش کو آسمان سے نزول ہے۔

تفسیر نحوی

وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِی الْاَرْضِ ۖۗ وَ اِنَّا عَلٰی ذَهَابٍۭ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّ اَعْنَابٍ ۘ لَكُمْ فِیْهَا فَوَاكِهُ كَثِیْرَةٌ وَّ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۱۹﴾ ۔ واو بر جملہ انزلنا باب افعال کا ماضی مطلق معروف جمع متکلم اس کا مصدر ہے۔ اِنْزَال نزل سے بنا ہے بمعنی اترنا یہ لازم ہے انزال بمعنی اتارنا متعدی ہے۔ من حرف جر ابتدائیہ بمعنی طرف سے اَلسَّمَآءِ جنی الف لام حرفی مراد ہے آسمان یہ مجرور ہے جار مجرور متعلق اول ہے مَآءً اسم مفرد جامد بمعنی پانی مراد ہے بارش مفعول بہ ہے۔ ب حرف جر قَدَرٍ۔ اسم مصدر اشتقاقی۔ اس کا لغوی ترجمہ ہے اندازہ۔ اصطلاحی ترجمہ پیمانہ۔ مطابق۔ مناسب۔ قوت۔ تنگی۔ حدود میں رہنا۔ عزت۔ عظمت۔ یہ جار مجرور متعلق دوم ہے۔ اَنْزَلْنَا فعل اپنے فاعل مفعول بہ اور دونوں متعلقوں سے مل کر جمعہ فعلیہ ہو گیا۔ ف حرف تعقیب۔ اَسْكَنَّا باب افعال کا فعل ماضی مطلق معروف جمع متکلم۔ اس کا مصدر ہے اسکان بمعنی ٹھیرانا سَکْن سے بنا ہے بمعنی ٹھیرنا۔ ہ ضمیر واحد مذکر غائب اس کا مرجع ہے ماء۔ مفعول بہ فی حرف جر

ظرفیہ مکانی کے لئے ہے۔ الارض اسم جامد الف لام جنسی مراد ہے تمام روئے زمین۔ یہ جار مجرور متعلق ہے۔ اَسْكَنَّا فعل اپنے پوشیدہ فاعل ضمیر جمع متکلم بارز (ظاہر) اور اپنے مفعول بہ اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبر یہ ہوگیا۔ واؤ سر جملہ اِنَّا دراصل اِنَّ نَا ہے۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل نا ضمیر جمع متکلم منسوب متصل ترجمہ ہے۔ یہ ضمیر اسم ہے اِنَّ کا علی حرف جر فوقیت کے لئے ہوتا ہے بمعنی اوپر ہونا غالب ہونا ذَهَابٍ اسم مصدر متعدی بمعنی لے جانا گم کر دینا' ختم کرنا' بہ یہ جار مجرور متعلق ہے ہ ذَهَابٍ مصدر کا یہ مصدر اپنے اس متعلق سے مل کر شبہ جملہ ہو کر مجرور ہوا یہ جار مجرور متعلق مقدم ہے لام حرف تاکید و تحقیق قَادِرُوْنَ۔ باب ضرب کا اسم فاعل جمع مذکر برائے جمع متکلم اس لئے اس کا پوشیدہ فاعل نا اور نَحْنُ جمع متکلم کی ضمیر ہے۔ یہ قَدْرٌ سے مشتق ہے بمعنی قوت اور طاقت والا ہونا۔ یہ اسم اپنے فاعل اور متعلق مقدم عَلٰى ذَهَابٍ سے ملکر جملہ اسمیہ تحقیقیہ تاکید یہ ہو کر خبر ہے اِنَّ کی۔ اِنَّ اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہوگیا۔ ف حرف تعقیب بلا تراخی سببیہ۔ اَنْشَاْنَا باب افعال کا ماضی مطلق جمع متکلم اس کا مصدر ہے۔ اِنْشَاءٌ متعدی ہے ترجمہ ہے پیدا کرنا بڑھانا پھیلانا۔ نشو سے بنا ہے بمعنی بڑھنا یہ لازم ہے۔ یہ فعل با فاعل ہے۔ لَكُمْ جار مجرور متعلق اول ہے۔ کم ضمیر کا مرجع تمام انسان بِهٖ یہ جار مجرور متعلق دوم ہے ہ ضمیر کا مرجع مَآءً ہے۔ سب جارہ سببیہ ہے معنی ہے اسی پانی کے سبب اور ذریعے سے۔ جَنّٰتٍ اسم جمع مونث سالم بحالت فتحہ ہے مضاف ہے مِنْ نَّخِيْلٍ کا۔ اس کا واحد ہے جَنَّتٌ جَنَنٌ مضاعف ثلاثی سے بنا ہے لغوی ترجمہ ہے چھپا ہونا چار دیواری سے یا گھنے درختوں کی باڑ سے یا تمام گھنی بیلوں بوٹوں درختوں سے جس میں لوگ چھپ جائیں۔ پاگل پن کو جنون اسی لئے کہتے ہیں کہ اس میں عقل چھپ جاتی ہے۔ مِنْ حرف جر زائدہ اضافت منیہ کے لئے نَخِيْل اسم مبالغہ بروزن فعیل بمعنی بہت کھجوریں اگانے والے درخت مراد ہے کھجوروں کے درخت نخلٌ سے مشتق ہے بمعنی بمعنی کھجور کا پھل یہ جار مجرور معطوف علیہ واؤ عاطفہ اعناب اسم جمع مکسر ہے اسکا واحد ہے عِنَبٌ بمعنی انگور کا پھل۔ اَعْنَابٍ سے مراد انگور کی بیلیں۔ یہ معطوف ہے دونوں ملکر مضاف الیہ ہے جنتٌ کا یہ مرکب اضافی مفعول بہ ہے اَنْشَاْنَا کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہوگیا۔ لَكُمْ یہ جار مجرور متعلق اول ہے پوشیدہ موجودٌ اس مفعول کا فیھا یہ جار مجرور متعلق دوم ہے۔ موجودٌ پوشیدہ کا ھا ضمیر واحد مونث غائب کا مرجع جَنّٰتٍ ہے۔ یا نَخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ ہے۔ فواکہُ اس جمع مکسر اس کا واحد ہے فکہ لغوی اصلی ترجمہ ہے خوش گوار اس معنی سے چھ لفظوں کے لئے مشترک ہے خوشی۔ مزہ۔ خوش مزاج۔ دلچسپ بات۔ ہشاش بشاش آدمی۔ مزاح دل لگی۔ اصطلاح عرب میں ہر فروٹ اور میوے کو فواکہ کہتے ہیں تازہ پھل ہوں یا خشک کئے ہوئے یا قدرتی خشک مثلاً پستہ' بادام وغیرہ فواکہ نائب فاعل ہے موجود کا موجود اسم مفعول اپنے نائب فاعل اور دونوں متعلقوں سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مبتدا ہوا۔ كَثِيْرَةٌ اسم مفرد مونث مبالغہ بروزن فعلیۃ کثرٌ سے مشتق ہے۔ بمعنی بہت زیادہ ہونے والا بحالت رفع ہے۔ کیونکہ خبر ہے سابقہ مبتدا کی دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ واؤ سر جملہ مِنْهَا جار مجرور متعلق مقدم ہے ھا ضمیر کا مرجع جَنّٰتٍ ہے یا نَخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ تَاْكُلُوْنَ۔ باب نصر کا فعل مضارع حال مثبت معروف جمع مذکر حاضر اَكْلٌ سے مشتق ہے لغوی ترجمہ ہے چبا کر کھانا' مراد ہے غذائیت حاصل کرنا۔ اس کا فاعل پوشیدہ ضمیر صیغہ یعنی اَنْتُمْ۔ یہ فعل با فاعل اپنے متعلق مقدم سے مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ وَ شَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ۔ واؤ عاطفہ اور اگلی عبارت کا عطف جَنّٰتٍ پر شجرۃ اسم مفرد مونث لفظی اس کا

مذکر ہے شجر اس کی جمع ہے اشجار یہ اسم جنسی ہے موصوف ہے تَخْرُجُ باب نصر کا فعل مضارع حال مثبت معروف واحد مونث غائب اس کا فاعل ہی ضمیر صیغہ پوشیدہ جس کا مرجع ہے۔ شَجَرَۃً من جارہ بیانیہ ابتدائیہ طور اسم مفرد جامد ممیز مضاف نام ہے ایک پہاڑ کا۔ سَیْنَآءَ اسم مفرد جامد نام ہے فلسطین کے ایک علاقہ کا اس کو سینین بھی کہا جاتا ہے۔ جیسے کہ حضرت الیاس کا نام الیاسین بھی ہے۔ یہ تمیز مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی مجرور ہے مِنْ سے یہ جار مجرور مل کر متعلق ہے تَخْرُجُ کا۔ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صفت اول ہے شَجَرَۃً کی تَنْبُتُ باب نصر کا مضارع حال مثبت معروف نبتٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے اگنا۔ لازم ہے۔ ھی ضمیر صیغہ پوشیدہ اس کا فاعل ہے ب حرف جر بمعنی مَعَ۔ الف لام عہد ذہنی۔ دُھْنِ اسم مفرد جامد ترجمہ ہے۔ تیل یہ معطوف علیہ۔ واؤ عاطفہ صِبْغٍ اسم مفرد جامد حاصل مصدر ہے۔ لغوی معنی ہے۔ تغیر تبدل یعنی کسی چیز میں تبدیلی پیدا کرنا۔ عرف عام میں رنگ کرنا یا رنگ میں غوطہ دینا۔ غوطہ لینا (ڈوبنا۔ ڈبونا) ڈھالنا۔ ڈھلنا۔ قانون۔ روحانی تبدیلی۔ سالن کا صرف شوربا۔ ہر سالن کو صِبْغٍ نہیں کہا جاتا یہاں بمعنی شوربا ہے۔ لِلْاٰکِلِیْنَ لام حرف جر آکلین باب نصر کا اسم فاعل جمع مذکر بحالت کسرہ لام جارہ کی وجہ سے اَکْلٌ سے مشتق ہے بمعنی کھانا۔ یہ جار مجرور متعلق ہے صِبْغٍ حاصل مصدر کا وہ اپنے متعلق سے مل کر شبہ جملہ ہو کر معطوف ہے دُھْنِ کا یہ دونوں مل کر مجرور ہو کر متعلق ہے تَنْبُتُ یہ فعل با فاعل اپنے متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صفت دوم ہے شَجَرَۃً کی موصوف اپنی دونوں صفتوں سے مل کر معطوف ہے جنت پر درمیانی عبارت۔ لَکُمْ فِیْھَا تَاْکُلُوْنَ تک جملہ معترضہ ہے۔ سَیْنَآءَ کو سِیْنَآءَ بھی پڑھ گیا ہے۔ اس کا نام سینین بھی آیا ہے یہ ایک علاقہ کا نام ہے جہاں کوہ طور واقع ہے۔ اسکا معنی ہے مبارک۔ حسن نور اور بلند یہ نبطی زبان کا لفظ ہے اور اس زبان میں ہر سرسبز پھل دار درختوں والے پہاڑ کو سینا اور سینین کہتے ہیں۔ حبشی زبان میں ہر مضبوط پتھر والے پہاڑ کو سیناء کہا جاتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے سینا ایک خاص پتھر کا نام ہے۔ وہ اسی پہاڑ پر پایا جاتا ہے۔ اس لئے پہاڑ کا نام طور سینا ہو گیا۔ بعض نے کہا یہ سریانی زبان کا لفظ یہی طور موسیٰ علیہ السلام ہے فلسطین کی سرحد پر مصر اور ایلہ کے درمیان علاقہ شام میں واقع ہے۔ لفظاً غیر منصرف ہے عُجمی عَلَم یا عَلَمْ وَ اَلِفْ تانیث کی وجہ سے کیونکہ اس جگہ کا ذاتی نام ہے سنآء سے بنا ہے بروزن فِیْعَالٌ یا فَیْعَالٌ یا فِعْلَالٌ یا فَعْلَاءٌ جیسے کہ دیما میں کَیْسَان اور صَحْرَآءَ بھی غیر منصرف ہیں۔

تفسیر عالمانہ

اور مخلوقات زمینی کی بقاء حیات کے لئے تخلیقات و آفرینش کی ابتدا سے انتہاء دنیا تک ہم نے ہی آسمان سے اور آسمان کی طرف سے ماء کثیر نازل فرمایا زمین کو گہوارہ آب اور آسمان کو ذخیرہ مائی بنا دیا بِقَدَرٍ اتنے عظیم و وسیع اور صحیح انداز سے کہ تا قیامت پورے کرہ ارض اور مخلوقات ارض شجراتی و حجراتی حیواناتی کے لئے کافی و وافی ہے۔ احادیث مقدسات میں ہے کہ پہلے سمندر پیدا کیا گیا پھر سمندر سے ہی تمام آسمان اور پوری زمین پیدا فرمائی۔ پھر زمین پر جنت کے نہر آب سے پانچ ضخیم دریا جاری فرمائے۔ ۱۔ دریاء سیحون مشرقی ہند میں۔ ۲۔ علاقہ بلخ میں دریاء جیحون۔ ۳۔ علاقہ مصر میں دریاء نیل۔ ۴۔ عراق میں دریاء فرات۔ ۵۔ دریاء دجلہ بھی بغداد میں عراق کے اندر۔ یہ دریا کوہ قاف کے غیبی چشموں سے نمودار ہیں اور تا قیامت جاری۔ قریب قیامت زمین کی دس چیزوں یا جوج ماجوج کے نکلنے سے قبل جبرائیل علیہ السلام اٹھا کر جنت میں پہنچا دیں گے۔

یہ پانچوں دریا۔ ان کو لائے بھی حضرت جبریل اپنے پروں پر تھے۔ ۶۔ قرآن مجید کے تمام الفاظ و حروف۔ ۷۔ تمام دینی علوم یعنی فقہ اصول فقہ علم میراث۔ شرح تفسیر۔ تصوف۔ عقلوں۔ قلبوں' کتابوں سے محو کر دیئے جائیں گے۔ ۸۔ حجر اسود۔ ۹۔ مقام ابراہیم۔ ۱۰۔ تابوت سکینہ۔ بعض نے فرمایا تابوت پہلے ہی وہاں رکھ دیا گیا ہے قریب تک دسویں چیز جبل احد ہے۔ نیز یہ دس چیزیں وفات عیسیٰ علیہ السلام کے بعد اٹھائی جائیں گی نہ کہ خروج یاجوج کے وقت واللہ اعلم۔ پھر ان ہی دریائی سمندری پانیوں کا لوٹ پھیر ہوتا رہتا ہے کہ زمین پر حرارتی گیسوں گرمیوں سے بخار بن کر اوپر فضاؤں کے بادلوں میں بارش بن جاتا ہے سائنس میں ان گیسوں کو ہائیڈروجن اور آکسیجن کہا جاتا ہے۔ سائنسدان کہتے ہیں یہ دو گیسیں مل کر بخارات کو پانی بنا دیتے ہیں۔ مسلم فلاسفہ کہتے ہیں کہ تپش شمسی و حرارت زمینی سے سمندر میں بخارات پیدا ہوتے ہیں جو فضا کی بلندیوں پر پہنچ کر یخ ٹھنڈک سے بادل بنتے ہیں اور جب لبریز ہو جاتے ہیں تو پانی بن کر برس جاتے ہیں۔ یہ لوٹ پھیر کا سلسلہ تا قیامت جاری۔ فَاَسْكَنّٰهُ۔ پھر ہم نے ہی اے انسانو پوری مخلوق زمینی کے لئے ہر قسم کا مفید و کارآمد میٹھا۔ کڑوا۔ کھاری۔ نمکین۔ ٹھنڈا۔ گرم۔ رنگ برنگ ہر قسم کا ہر ضرورت میں مختلف مقداروں کے ساتھ۔ متعدد مقامات میں پانی ٹھیرایا۔ پہاڑوں پر برف جما کر کوہساروں میں چشمے چلا کر۔ میدانوں میں کوئیں بنا کر۔ برساتی نالے بچھا کر۔ جوہڑ تالاب۔ جھیلیں ٹھیرا کر۔ زمین پر سینکڑوں دریا بہا کر۔ نلکے لگوا کر۔ یہ نزول ماء بقدر قدرت کے شاہکار سے۔ کواکب کی رفتار سے۔ موسم کی بہار سے ہواؤں کی یلغار سے اور زمین باطنی کے حالات سے کہ سردی میں گرم اور گرمی میں ٹھنڈا پانی پوری زمین پر جاری و ساری ہے۔ یہی وہ طریقہ قدرت رحمانی و حکمۃ ربانی اور دولت انسانی ہے جو ہم نے آسمان سے اتاری۔ اور آسمان کو ہی ان سب کا مرکز بنا دیا۔ بارش سے وہاں پانی پہنچایا جہاں کوئی مخلوقی طاقت نہ پہنچا سکتی تھی۔ اے لوگ سمجھو اور مان لو کہ یہ نظام کائنات خود بخود ہو رہا ہے۔ نہ کوئی سردی' گرمی' خیر و شر' ہواؤں' فضاؤں' تکلیف و آرام' امیری و غریبی کا علیحدہ علیحدہ خالق و خدا ہے۔ بس ایک اللہ وحدہ لاشریک ہی سب کا خالق مالک رازق قابض و سلطان ہے۔ اے انسانو ہم بھی بارشوں کو نازل فرمانے والے ہیں وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۭ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ (مومنون: ۱۸) اور بیشک ہم ہی ان تمام اعلیٰ و اسفل زمینی آسمانی پانیوں کو ختم اور غائب کر دینے پر ہر طرح ہر وقت قادر مطلق ہیں۔ نہ کوئی روک سکتا ہے نہ ٹوک سکتا ہے نہ ہمارے حکم کے بغیر بارش برسا کے نہ پانی واپس دلا سکے نہ نہریں بہا سکے نہ فوراً مٹا سکے۔ ہم چاہیں تو آسمانوں کو روک دیں اور بادلوں کو پھیر دیں گھٹاؤں کو بھگا دیں یا پانی کو جما دیں پھر برف کو مثل پتھر بنا دیں کوئیں سکھا دیں چشمے مٹا دیں۔ دریائیں جھیلیں زمین میں دھنسا دیں قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ (ملک: ۳۰) اے حبیب کریم پوچھو ان ناشکروں کافروں سے کہ اگر کبھی تمہارا یہ تمام زمینی پانی زمین میں دھنس جائے اور یہ لہریں مارتی دریا و نہریں سب غور و خشک ہو جائیں تو کون تمہارا دیوی دیوتا اور بناوٹی بھگوان تمہارے لئے پھر کہیں چشمے چلا کر آبشاریں بہا سکتا ہے یا بند و جذب پانیوں کو واپس لا سکتا ہے۔ (از سورۃ ملک آیت ۳۰) تفسیر معانی نے فرمایا کہ سورۃ مومنون کی آیت ۱۸ اور سورۃ ملک کی آیت ۳۰ سے تین وجہ سے اِذْهَابُ الْمَآءِ میں زیادہ وسعتِ بیانی اور بلاغت معانی ہے کیونکہ اس آیت میں اظہار قدرت عطاء رحمۃ اور وسعت نعمت ہے۔ اور اس آیت میں ردشرک و رغبۃ ایمان ہے۔ فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ اے لوگو یہ آسمان یہ زمین یہ طرائق یہ ملائک یہ ہوائیں یہ فضائیں یہ بارشیں یہ کثرتیں فضول و

بیکار نہیں ہیں نہ قدرت سے باہر نہ حکمت کے خلاف بلکہ یہ سب کچھ رحم و کرم برکتوں رحمتوں کے خزانے رزق کے پیمانے ہیں۔ پس اسی بارش سے ہم نے تمہارے لئے گلشن کھلائے باغ سجائے کھیت اگائے کھجوروں انگوروں کے چمن بہائے اگر چہ لاکھوں قسم کے غلے فروٹ میوے پھول پھل غذائیں دوائیں خوشبوئیں بارش کے ذریعے سے زمین کے وسیلے سے پیدا ہوتی ہیں مگر یہاں صرف انگور و کھجور کا ذکر فرمایا گیا پانچ وجہ سے پہلی یہ کہ یہ دونوں پھل دنیا کے ہر سرد گرم ملک میں پائے جاتے ہیں۔ دوم یہ کہ یہ دونوں ہر جگہ کثرت سے پیدا ہوتے ہیں۔ سوم یہ کہ ان دونوں میں غذائیت بھی ہے فواکہت بھی دوائیت بھی۔ چہارم یہ کہ ان کی اقسام کثیر ہیں چنانچہ تقریباً کھجور بہتر ۷۲ قسم کی ہے۔ اور انگور اکیس ۲۱ قسم کا دنیا میں پایا جاتا ہے۔ مختلف علاقوں میں رنگ، حجم، نسل، تاثیرات کے اعتبار سے۔ پنجم یہ ان کا استعمال ہر حالت میں ہوتا ہے۔ کچی حالت میں بھی۔ نیم پختہ گدر میں بھی۔ مکمل پختہ بھی۔ خشک کر کے بھی تازہ بھی خود پھل بھی پھل کے رس بھی۔ ان دونوں کھجور و انگور کو بہت طریقوں سے بنا کر بھی کھایا جاتا سکھا کر تازہ بھی۔ مثلاً چھوارہ منقہ کشمش بنا کر وغیرہ وغیرہ۔ یہی وہ دو پھل ہیں جن کی ہر ہر چیز میں متعدد فوائد ہیں بطورِ غذائیت بھی دوائیت بھی۔ یہ روٹی بھی ہیں سالن بھی معجون بھی۔ لَكُمْ فِيهَا فَوَاكِهُ كَثِيرَةٌ وَّمِنْهَا تَأْكُلُونَ اے لوگو تمہارے لئے ان باغوں میں کھجور و انگور کے علاوہ اور بھی ہزاروں قسم کے پھل فروٹ ہوتے ہیں۔ بیشار لذتوں خوشبوؤں والے اور ان ہی باغوں سے دنیا بھر میں تمہارے کھانے کھلانے غذاؤں روزیوں کے لینے دینے خرید و فروخت کی تجارتیں چلتی ہیں منڈیاں سجتی ہیں۔ یہ باغات تمہاری مہمانی و میزبانی میں بھی مفید ہیں۔ ان ہی باغات سے تمہاری صنعت و حرفت کی محنت و مشقت ملازمت قائم ہے۔ غرضیکہ کھیتوں باغوں سے تجارت۔ تجارت سے دولت۔ دولت سے قوت۔ قوت سے عزت۔ عزت سے حکومت۔ حکومت سے فتح و نصرت اور فتح و نصرت سے مضبوط معیشت اور مضبوط معیشت سے راحت ہے۔ ان شجرات و نباتات کے پودوں میں فواکہت بھی ہے۔ دوائیت بھی غذائیت بھی یہ تو دنیا بھر کے شجرات و باغات کی شان ہے۔ وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُورِ سَيْنَاءَ تَنْبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْآكِلِينَ اور اے لوگو ہم نے اپنی قدرت ربانی و حکمت رحمانی سے ان تمام شجرات و باغات کے علاوہ ایک اور کثیر الانعام عظیم الشان عجیب الاکرام طویل القیام درخت برکات تمہارے لئے اگایا جو ابتداء طور سینا کے علاقہ سے ہی اگتا نکلتا پیدا ہوتا رہا ہے۔ جس کا نام شجر زیتون رکھا گیا۔ علاقہ سینا ہی اس کا وطن تخلیق اور ملک تخریج ہے۔ یہ شجر مبارکہ اگتا ہے بہترین صاف ستھرے چکنے چمکدار تیل کے ساتھ ساتھ اس طرح کہ اس کے پتوں پھولوں پھلوں بیجوں شاخوں، لکڑیوں جڑوں میں تیل کی چکناہٹ اس قدر ہوتی ہے کہ بعض بیجوں کو ہاتھ سے دباؤ تو تیل کے قطرے ٹپک پڑتے ہیں۔ یہی وہ عظمت و عزت کا شجر مبارک ہے کہ موسیٰ علیہ السلام سے کلام الٰہی کے لئے اس درخت کو منتخب فرمایا گیا۔ اسی میں بشکل آگ انوار الٰہی کی زیارت ہوئی۔ یہی شجر حسین اتنا کثیر الانعام ہے کہ ہر شاخ میں برکات ہیں۔ عجیب الاکرام ایسا کہ ہر پتے میں شفا ہے۔ تفسیر روح المعانی نے بحوالہ محدث ابو نعیم عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک حدیث مقدس نقل فرمائی کہ فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ اے مسلمانو! زیتون کا تیل کھایا کرو اور اس کا پھل استعمال میں لایا کرو کھا کر لگا کر بطورِ سالن بھی دوائی بھی۔ کیونکہ زیتون کے ہر جز میں شفا ہے ستر بیماریاں دور ہوتی ہیں۔ نیز صادق و تجربہ کار اطبا کہتے ہیں کہ پھیپھڑوں، سینوں اور دبلے پن کی بیماریوں کے لئے مفید ہے۔ تپ دق، سل، نقاہت، جسمانی بے طاقتی کے لئے سب

تیلوں سے زیادہ اکسیر ہے۔ شیریں اور ٹھنڈے پھلوں کے جوس یا عرق میں ملا کر پلانے سے اکثر قبض اور رعشے کو ختم کر کے طبیعت کے موافق آ جاتا ہے۔ یہ درخت طویل العمر بھی ہے تین ہزار سال تک بھی اس کے درخت سرسبز و پھلداری سے قائم رہتے ہیں۔ بعض سیاحوں کا کہنا ہے کہ فلسطین میں اس کے کچھ درخت ابھی وہ بھی قائم و سرسبز ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں تھے۔ اس درخت کا پھل و تیل لذیذ اتنا کہ وَصِبۡغٍ لِّلۡاٰكِلِيۡنَ اور اس کا تیل کھانے والوں کے لئے شوربے کا سالن ہے اور اس کا پھل اچار کا سالن ہے۔ اس کا تیل اور پھول کا اچار سرکے میں پڑا ہوا کئی سال خراب نہیں ہوتا۔ یہ دونوں سفر و حضر کے ساتھی۔ روغن زیتون خود بھی سالن ہے اور لحمیات و سبزیات کو تل کر پکا کر سالن بنانے والا ہے۔ بہت زود ہضم ہے پہلے زمانوں میں جبکہ دودھ سے گھی مکھن نکالنے کا زیادہ رواج نہ تھا تب نباتاتی روغنیات ہی بطور گھی استعمال کئے جاتے تھے۔ جن میں کثرت استعمال روغن زیتون کی ہی تھی۔ روایت میں ہے کہ طوفان نوحی سے زمین کے تمام شجرات و نباتات بھی ختم ہو گئے تھے۔ بعد طوفان سب سے پہلا جبل طور کے علاقے میں زمین پر یہی شجر طور اگا اس طرح طور سینا کا علاقہ اس کا وطن پیدائش ہے۔ یہیں سے لیجا کر دنیا کے دیگر علاقوں میں اس کی شجرکاری کی گئی۔ قرآن مجید کی تقریباً چھ سورتوں میں زیتون کا نام لے کر اس کی شان و قسم بیان فرمائی گئی۔ چنانچہ۔ ۱۔ سورۃ انعام میں دو جگہ زیتون کا ذکر فرمایا گیا آیت ۹۹۔ ۲۔ اور آیت ۱۴۱ میں۔ ۳۔ سورۃ نحل آیت ۱۱ پھر۔ ۴۔ سورۃ نور آیت ۳۵ پھر۔ ۵۔ سورۃ عبس آیت ۲۹ میں۔ ۶۔ پھر سورۃ والتین کی آیت ۱ میں۔ احادیث مقدسہ میں بھی اس کا بہت ذکر آیا ہے۔ ۱۔ ترمذی شریف باب الطب وَمِنۡ زَيۡدِ بۡنِ اَرۡقَمَ قَالَ اَمَرَنَا رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ اَنۡ نَتَدَاوٰى مِنۡ ذَاتِ الۡجَنۡبِ بِالۡقُسۡطِ الۡبَحۡرِيِّ وَالزَّيۡتِ ترجمہ زید بن ارقم نے فرمایا کہ آقا ﷺ نے ہم کو حکم فرمایا کہ نمونیے یا تپ دق میں قسط بحری اور زیتون سے دوائی علاج کیا کرو۔ ۲۔ ابن ماجہ ۲۵۶ اور ترمذی باب الطب میں ہے۔ عَنۡ زَيۡدِ ابۡنِ اَرۡقَمَ قَالَ كَانَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ يَنۡعَتُ الزَّيۡتَ وَالۡوَرۡسَ مِنۡ ذَاتِ الۡجَنۡبِ ترجمہ زید بن ارقم نے فرمایا کہ آقا رسول اللہ ﷺ زیتون اور ورس کی بہت تعریف فرمایا کرتے تھے۔ ۳۔ ابن ماجہ شریف عَنۡ عُمَرَ ابۡنِ الۡخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنۡهُ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ كُلُوا الزَّيۡتَ وَادَّهِنُوۡ بِهٖ فَاِنَّهٗ مِنۡ شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ ترجمہ فاروق اعظم نے فرمایا کہ فرمایا آقا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیتون کا پھل کھاؤ اور اس کا تیل لگایا کرو کیونکہ وہ شجر مبارکہ ہے۔ ۴۔ ترمذی ابن ماجہ مشکوۃ شریف ص ۳۶۶ عَنۡ اَبِىۡ سَعِيۡدِ الۡاَنۡصَارِىِّ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ كُلُوا الزَّيۡتَ وَادَّهِنُوۡا بِهٖ فَاِنَّهٗ مِنۡ شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ ترجمہ وہی اوپر والا۔ ۵۔ ترمذی شریف عَنۡ عُبَيۡدِ اللّٰهِ ابۡنِ عَلِيٍّ عَنۡ جَدَّتِهٖ سَلۡمٰى اَنَّ الۡحَسَنَ ابۡنَ عَلِيٍّ وَّ ابۡنَ عَبَّاسٍ وَّابۡنَ جَعۡفَرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنۡهُمۡ اَتَوۡهَا فَقَالُوۡا لَهَا۔ اِصۡنَعِىۡ لَنَا طَعَامًا مِمَّا كَانَ يُعۡجِبُ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ وَيُحۡسِنُ اَكۡلَهٗ. فَقَالَتۡ يَا بُنَىَّ لَا تَشۡتَهِيۡهِ الۡيَوۡمَ قَالُوۡا بَلٰى اِصۡنَعِيۡهِ فَقَامَتۡ فَاَخَذَتۡ شَيۡئًا مِنَ الشَّعِيۡرِ فَطَحَنَتۡهُ ثُمَّ جَعَلَتۡهُ فِىۡ قِدۡرٍ وَحَبَّبَتۡ عَلَيۡهِ شَيۡئًا مِنۡ زَيۡتٍ وَدَقَّتِ الۡفُلۡفُلَ وَالتَّوَابِلَ فَقَرَّبَتۡهُ اِلَيۡهِمۡ فَقَالَتۡ هٰذَا مِمَّا كَانَ يُعۡجِبُ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ وَيُحۡسِنُ اَكۡلَهٗ ترجمہ عبداللہ بن علی سے روایت ہے وہ اپنی دادی سلمٰی سے روای کہ بیشک حسن بن علی اور ابن عباس ابن جعفر حضرت سلمٰی کے پاس آئے اور عرض کیا

کہ آج ہمارے لئے وہ کھانا تیار فرمایئے جو آقاء کائنات حضور اقدس ﷺ بہت شوق سے کھایا کرتے تھے انہوں نے فرمایا کہ اے میرے بچو آج تم وہ سادہ و معمولی کھانا پسند نہ کرو گے۔ سب نے عرض کیا ہم ضرور پسند کریں گے آپ تیار فرمائیے۔ تب وہ اٹھیں اور انہوں نے کچھ جو لئے انہیں پیسا پھر ان کو ہانڈی میں ڈالا پھر اس پر زیتون کا تیل چھڑکا اور اس پر مرچیں ڈالیں اور توابل یعنی گرم مصالحہ بکھیرا پھر پکا کر ان کے قریب لائیں۔ پس فرمایا کہ لو یہ ہے وہ کھانا جس کو تناول فرمانا نبی کریم ﷺ پسند فرماتے تھے۔ ۶۔ مسند ابونعیم میں ہے۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كُلُوا الزَّیْتَ وَادَّهِنُوْا بِهٖ فَاِنَّ فِیْهِ شِفَآءً مِّنْ سَبْعِیْنَ دَآءٍ مِنْهَا الْجُذَامُ ترجمہ فرمایا آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ زیتون کھاؤ بھی اور لگاؤ بھی کیونکہ ستر بیماریوں کی اس میں شفا ہے۔ ان میں سے ایک بیماری جذام ہے۔

زیتون کے اثرات

اہل عرب میں اب تک یہ رواج ہے کہ کھانے میں زیتون کا تیل ڈالتے ہیں جس سے (۱) کھانا خوش رنگ (۲) اور لذیذ ہو جاتا ہے۔ (۳) آقاء کائنات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سالن میں اکثر زیتون کا تیل ڈالا کرتے تھے۔ (۴) روغن زیتون کھانے میں عمدہ غذا ہے (۵) لگانے میں بہترین دوا ہے (۶) زیتون کے پھل پھول تیل پتوں شاخوں لکڑی۔ سکڑی میں رب تعالیٰ نے شفا پیدا فرمائی ہے۔ (۷) اس کا تیل تاثیر کے اعتبار سے گرم تر ہے۔ (۸) اس کی مالش بے حد مفید ہوتی ہے۔ جسمانی قوت بحال رہتی ہے۔ (۹) چہرے کا رنگ نکھرتا ہے۔ (۱۰) یہ تیل نظام بطن میں اعتدال و توازن قائم رکھتا ہے۔ (۱۱) پیٹ کے کیڑے مارتا ہے۔ (۱۲) اعصاب یعنی جسمانی پٹھوں کو گرم رکھتا ہے اندرونی سردی کو زائل کرتا ہے۔ (۱۳) اندرونی سوزش و خراش کو ختم کرتا ہے۔ (۱۴) اگر آنتوں میں قبض کے سدے ہوں تو روغن زیتون مفید و مجرب ہے (۱۵) گردوں کے کئی امراض میں بطور غذا کھانے سے شفا ہوتی ہے (۱۶) بیرونی جسم پر سوجن ہو تو مالش مفید و سکون بخش ہے (۱۷) آنتوں کی جلن کو کم کرتا ہے (۱۸) پیٹ ملائم رکھتا ہے (۱۹) فالج (۲۰) درد عرق النسا (۲۱) پٹھوں (۲۲) جوڑوں کے سب دردوں میں اس کی مالش مفید ہے (۲۳) روغن زیتون شہد میں ملا کر پتے کی پتھری میں بھی کھانا مفید ہے (۲۴) پتے کی سوزش و سوجن اور (۲۵) بلڈ پریشر وغیرہ جن امراض میں ہر قسم کے روغنیات مضر ہوتے ہیں تو حاذق طبیب و ڈاکٹر روغن زیتون کھانا مفید بتاتے ہیں۔ (۲۶) زیتون کھانا ہر قسم کے زہریلے اثر کو ختم کرتا ہے (۲۷) جدید ماہرین کے تجربے سے کینسر اور معدے کے سرطان میں اگر مناسب مقدار میں طویل عرصے تک کھایا جائے تو مفید ثابت ہوا ہے۔ (۲۸) دمہ کے مریض کو جب دمہ سے سکون ہو تو روغن زیتون تھوڑی تھوڑی مقدار میں کھلانا مفید ہے (۲۹) نمونیہ کی شفا تو حدیث مقدس سے ثابت ہے جیسا کہ اوپر بحوالہ ترمذی شریف ذکر کیا گیا (۳۰) زکام دائمی میں بھی بیحد مفید ثابت ہوا ہے (۳۱) مالش سے جسم کو فرحت ملتی ہے (۳۲) بلا ناغہ چند ماہ بالوں میں لگانا بالوں کو سیاہ و مضبوط کرتا ہے (۳۳) داد کے زخم پر ہر چار گھنٹے بعد لگانا مفید ہے (۳۴) اسی طرح چنبل کے زخم پر بھی مفید ہے (۳۵) اگر کان میں پانی پڑ جائے اور ٹھیر جائے نہ نکلے تو یہ تیل ڈالنے سے پانی نکل جاتا ہے (۳۶) اگر مرہم میں روغن زیتون ڈالا جائے تو وہ مرہم زود اثر ہو جاتا ہے (۳۷) جسمانی خشکی بالوں کی لکری کو

فوراً ختم کرتا ہے (۳۸) ضعیف لوگوں کو ہلکی نرم مالش کرنے سے جسمانی قوت اور حرارت برقرار رہتی ہے (۳۹) شیر خوار بچوں کو روزانہ مالش سے لاغری دور ہوتی ہے (۴۰) شہد بادام کی سفید مینگ اور زیتون کی معجون بنا کر چٹانے سے کالی و پرانی خشک وتر دونوں کھانسیوں میں روزانہ چھ مرتبہ مسلسل پانچ دن بے حد مفید ہے۔

زیتون سے علاج

حدیث پاک میں ہے زیتون ستر بیماریوں کی دوا ہے جن میں سے چھ کا ذکر صراحتاً حدیث مقدسہ میں بیان فرمایا گیا (۴۱) بواسیر (۴۲) باسور (۴۳) جذام (۴۴) نمونیہ (۴۵) خارش (۴۶) آنتوں کی تپ دق باقی بیماریوں کا اپنے تجربات و تحقیقات سے حکیم جالینوس و حکیم اجمل خان اور صدر الافاضل حکیم سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ نے پتہ لگایا جن میں سے چالیس کے اثرات اوپر بیان کئے گئے اور چھ حدیث پاک سے منقول ہوئے۔ (۴۷) اس کے تیل کی مالش اور پھل کا کھانا بالوں کو اگاتا چمکاتا ہے (۴۸) لاہوری کھیوڑے کے نمک میں ملا کر دانتوں پر ملنا مسوڑھوں کو مضبوط کرتا ہے (۴۹) زیتون کے تازہ پتے پانی میں بھگو کر پھنسیوں کو لگانا شفا بخش ہیں (۵۰) تیل یا پانی میں تر کر کے اس کے تازہ ہرے پتے خارش پر لگانا مفید ہیں (۵۱) گرمی کی پت میں بھی مفید ہے (۵۲) اس کی خوراک سستی دور کر کے چستی پیدا کرتی ہے (۵۳) خالص و عمدہ قسم کا روغن زیتون قوت باہ کے لئے مفید ہے (۵۴) زیتون کے تازہ و ہرے پتوں کے رس میں برابر کا پانی ملا کر ابال کر کلیس کرنے سے زبان اور منہ کے چھالے و زخم ختم ہو جاتے ہیں (۵۵) ہرے پتوں کا عرق جسم پر ملنے سے کھال کی اکڑن ختم ہو جاتی ہے (۵۶) پھنسیوں اور چیچک کے داغوں پر اس تیل کی مسلسل کئی ماہ تک مالش کرنے سے داغ مندمل ہو جاتے ہیں (۵۷) زیتون کی گٹھلی پیس کر گائے یا اونٹ کی چربی میں مرہم بنا کر ناخنوں پر مالش کرنے سے ناخن ٹھیک ہو جاتے ہیں۔ (۵۸) دودھ اور شہد میں برابر کی مقدار ملا کر کھانے سے قبض کشا ہے (۵۹) آنکھ کی سرخی جلن تکلیف میں سوتے وقت روغن زیتون کی سلائی لگا لینا مفید ہے سلائی کو تیل میں ڈبو کر جھاڑ لینا چاہئے (۶۰) آنکھ کے سفید موتیا کے لئے بھی اسی طریقے سے روزانہ تین سلائی لگانا مفید ہے (۶۱) اس کے تیل کی مالش اور پھل کا سالن بنا کر کھلانے سے مرگی کو شفا ہوتی ہے (۶۲) اس کا تیل فصل کے زخموں پر ٹپکانے سے زخم جلدی درست ہوتے ہیں (۶۳) کلونجی کے دانے پیس کر روغن زیتون میں ملا کر ناک میں ٹپکانے سے دماغی نالیاں کھل جاتی ہیں (۶۴) زیتون کا تیل کلونجی پسی ہوئی خالص شہد برابر کا معجون بنا کر نہار منہ کھانے سے حافظہ تیز ہوتا ہے۔ (۶۵) اسی معجون کو ہر کھانے کے بعد ایک چھوٹی چمچی کھانے سے جسمانی رعشہ اور ریشہ ختم ہو جاتا ہے (۶۶) روغن زیتون کی ریڑھ کی ہڈی پر مالش کرنے سے حرام مغز کو مضبوطی ملتی ہے (۶۷) زیتون کا پھل اچار یا مربہ کھانے سے خون صاف ہوتا ہے (۶۸) تیل و پھل مقوی معدہ ہے (۶۹) سینے کے اکثر امراض میں شفا اور تحفظ دینے میں مفید ہے (۷۰) پرانا تیل بلسان اور کلونجی کے تیل کی جگہ بعض امراض میں استعمال کیا گیا تو زیادہ مفید پایا۔

زیتون کے حالات

زیتون کا درخت تقریباً بارہ فٹ اونچا ہوتا ہے اس کے پتے ہلکے ہرے چمکیلے اور چھوٹے نوکدار ہوتے ہیں۔ اس کا پھل

گول بیر کے برابر ہوتا ہے اس کا رنگ جامنی واودا ہوتا ہے۔ زیتون کا وطن اول طور سینا فلسطین ہے۔ ہر گرم و ریتلے علاقوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ انتہائی سرد و برفانی علاقوں میں بھی اگتا پھل دیتا ہے۔ (۱)۔ عرب۔ (۲)۔ مصر۔ (۳)۔ ترکی۔ (۴)۔ اٹلی۔ (۵)۔ شمالی افریقہ۔ (۶)۔ فلسطین۔ (۷)۔ شام۔ (۸)۔ یونان۔ (۹)۔ پرتگال۔ (۱۰)۔ عراق۔ (۱۱)۔ ایلیا۔ (۱۲)۔ سپین۔ (۱۳)۔ امریکہ (۱۴)۔ آسٹریلیا۔ (۱۵)۔ الجزائر۔ (۱۶)۔ تیونس۔ (۱۷)۔ بستان۔ (۱۸)۔ یمن۔ (۱۹)۔ نجد میں بکثرت پایا جاتا ہے۔ اس کی شجر کاری بکثرت ہوتی ہے۔ زیتون کا پھل غذائیت سے بھرپور ہے۔ اس کا تیل کھانے میں گرم تر اور لگانے میں سرد خشک ہوتا ہے۔ اس کا مزہ کسیلا ہوتا ہے۔ اکثر اچار یا مربہ بنا کر کھایا جاتا ہے۔ اچار بطور سالن اور مربہ بطور لذت کھایا جاتا ہے۔ پختہ پھل کا ہی اچار یا مربہ بنایا جاتا ہے۔ تیل بھی پختہ پھل سے ہی نکلتا ہے۔ اگر اوپر کا چھلکا اتار لیا جائے تو بقیہ مغز کا تیل زیادہ نکلتا ہے۔ زیتون کا تیل باعتبار رنگ چار قسم کا ہوتا ہے ا۔ سیاہ ۲۔ سرخ ۳۔ سنہری ۴۔ سبزی مائل سنہری چمکدار سب میں بہترین دیرپا مفید اور خوبصورت سنہری سبزی مائل تیل ہے۔ اصل صحت مند پھل سے اسی رنگ کا تیل نکلتا ہے۔ صاف بلوری برتن اور شیشی میں بہت ہی خوبصورت لگتا ہے۔ حکیم بوعلی سینا نے لکھا ہے کہ زیتون جتنا زیادہ پرانا ہوتا ہے زیادہ مفید ہوتا ہے۔ مصر کے پرانے مقبروں کی کھدائی کے دوران برآمد شدہ اشیاء میں روغن زیتون سے بھرے ہوئے ڈبے بھی نکالے گئے جو چار ہزار سال پرانے تھے مگر تیل خراب نہ ہوا تھا۔ اور جب متعدد امراض میں استعمال کیا گیا تو تازہ نئے تیل کی طرح مفید پایا گیا۔

استعمالات

زیتون کا پھل پانچ طریقے سے استعمال کیا جاتا ہے (۱) اچار بنا کر (۲) مربہ بنا کر (۳) چٹنی بنا کر (۴) چورن بنا کر (۵) سالن پکا کر۔ زیتون کا تیل تقریباً چودہ طریقوں سے استعمال کیا جاتا ہے۔ (۱) چراغ روشن کر کے (۲) چولہے میں مٹی کے تیل کی طرح (۵) صِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ شوربا سالن کی طرح روٹی ڈبو کر کچا یا پکا کر کھانا (۴) مختلف خوردنی چیزوں کو تلنے میں (۵) گوشت سبزی دال کی ہانڈی پکانے میں (۶) بگھار بنا کر سالن یا چاولوں کی کھچڑی پر ڈال کر کھانے میں (۷) روٹی کا پراٹھا بنا کر روغن زیتون میں پکانا۔ یہ پراٹھا گھی کے پراٹھے سے زیادہ لذیذ۔ خستہ اور مفید ہوتا ہے۔ (۸) ہر طرح کی غذائیت کے لئے (۹) بہت قسم کی دوائیات میں (۱۰) کھا کر (۱۱) لگا کر مالش وغیرہ سے (۱۲) مرہم بنا کر (۱۳) معجون بنا کر (۱۴) عرقیات یا شہد یا دودھ میں ملا کر پینے میں۔ مگر ہر طبیعت کے موافق نہیں آتا اس لئے کسی حاذق حکیم یا اپنے معالج ڈاکٹر سے پوچھ کر منتخب و مجوزہ خوراک برابر ہی کھانا چاہیے ورنہ کمی بیشی میں نقصان کا اندیشہ ہے۔ اس کے فوائد میں خوراک اور صحت' فرحت و راحت' شفا اور آرام ہے۔

شجر زیتون کی روحانیات

محدث محمد احمد ذہبی نے بغیر سند حدیث بیان کرنے کے بحوالہ ابن جوزی ایک حدیث مقدس بیان فرمائی قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ ادَّهَنَ بِزَيْتٍ لَمْ يَقْرُبْهُ الشَّيْطٰنُ ترجمہ فرمایا آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مسلمان سر اور داڑھی کے بالوں کو زیتون کا تیل لگایا کرے تو شیطان اس کے قریب نہیں آتا۔ اہل عرب کے رواج میں زیتون کی ہری شاخ سفید

جھنڈے کی مثل صلح کی نشانی ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص مخالف دشمن کی طرف سے لڑائی یا جنگ کے دوران ہاتھ میں زیتون کی ہر شخص بالشت بھر بھی لمبی یا زیادہ بلند کر کے محفل یا میدان جنگ میں آ جائے تو مخالف کی طرف سے صلح دوستی امن ومحبت کا پیغام سمجھا جاتا ہے اور مانا جاتا ہے۔ ایک بزرگ نے فرمایا کہ جس گھر میں چار دیواری کے اندر یہ درخت زیتون اگایا جائے وہاں جادو' جنات' جنون نہیں ہوسکتا۔ اور فرمایا کہ اگر کسی شخص مرد یا عورت پر آسیب جنات ہو تو شجر زیتون کے تین صاف ستھرے تازے پتوں کو دھوئے سکھائے پھر ایک پر یا اللہ دوسرے پر یا رسول اللہ تیسرے پر یا سلیمان نبی لکھے پھر وہ تینوں پتے آسیب زدہ مریض کو کھلائے تو انشاء اللہ تعالیٰ جناتی آسیب ختم ہو جائے گا مجرب ہے۔ یہ عمل گیارہ دن کیا جائے بشرطیکہ یہ پورا عمل کرنے والا نمازی متقی ہو اور عامل و مریض کے گھر کسی جاندار کی انسانی یا حیوانی فوٹو نہ لگی ہو۔ گھروں میں فوٹو لگانا گھر کو مندر بنانا ہے۔ اس شیطانی عمل سے نہ کوئی عبادت قبول نہ کوئی عمل مفید۔ واللہ ورسولہ اعلم

ان آیات میں مختلف اقوال

مِنَ السَّمَآءِ کے معنی میں تین قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا مِنْ بمعنی طرف سے ہے اور سَمَاءِ کا معنی پہلا آسمان۔ وہیں سے پانی آتا ہے۔ ۲۔ بعض نے لکھا کہ سما سے مراد جنت اسفل ہے مَاءً سے مراد وہ پانچ دریا ہیں جو اسی جنت سے جبریئل علیہ السلام زمین پر لے کر آئے اور یہ قیامت تک جاری رہیں گے۔ ۳۔ بعض نے کہا کہ سما سے مراد بادل ہے اور بلند سمتی کی وجہ سے بادل کو سماء فرمایا گیا یا حرف مِنْ یہاں بمعنی طرف سے ہے نہ کہ بمعنی سے۔ مگر پہلا قول درست ہے۔ بِهٖ کے معنی میں دو قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا کہ یہ بمعنی بذالک ہے۔ یعنی تمہارے لئے ان باغوں کو اس پانی کے ذریعے پیدا فرمایا۔ ۲۔ بعض نے فرمایا کہ یہ بمعنی عنہ ہے۔ یعنی اس کے قریب سے پیدا فرمایا۔ فَوَاكِهُ کے معنی ہیں دو قول۔ ۱۔ اکثر نے لکھا کہ فَوَاكِهُ کا معنی ہے لذت و غذائیت حاصل کرنا۔ وَمِنْهَا کے مِن میں دو قول۔ ۱۔ بعض نے کہا مِن ابتدائیہ بیانیہ ہے معنی ہے ہر ایک سے۔ ۲۔ بعض نے کہا مِنْ بعضیت کا ہے اور معنی ہے بعض سے۔ مِنْهَا کی ھا ضمیر کے مرجع میں دو قول۔ ۱۔ اکثر نے کہا اس کا مرجع فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا اس کا مرجع جنات ہے تَاْكُلُوْنَ کے معنی میں دو قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا کہ یہاں تَاْكُلُوْنَ کے مجازی معنی مراد ہیں یعنی ہر طرح روزی و مالی منفعت حاصل کر کے تم ملکی وغیر ملکی پیداوار سے بڑی بڑی تجارتیں چلاتے ہو۔ زر مبادلہ کماتے ہو۔ اندرونی بیرونی عالمی منڈیاں اسی پیداوار سے قائم کرتے ہو۔ ۲۔ بعض نے کہا تَاْكُلُوْنَ اپنے اصلی و حقیقی معنی میں ہے۔ یعنی منہ سے غذا کھانا چبانا۔ شَجَرَةً کی قرئت میں دو قول۔ ۱۔ اکثر قراء نے اس کو منصوب پڑھا ہے۔ کیونکہ جَنّٰتٍ پر عطف تابعی ہو کر مفعول بہ ہے اَنْشَاْنَا کا یہی قرأت درست ہے کہ مشہور و مکتوب ہے۔ ۲۔ بعض قراء نے شَجَرَةٌ مرفوع پڑھا ہے ان کے نزدیک یہ علیحدہ کلام ہے طُوْرِ کے معنی میں دو قول۔ ۱۔ بعض نے کہا کہ لفظ طور سے مراد مطلقاً پہاڑ جنسی نام ہے اور معنی ہے سینا کوئی پہاڑ جس طرح عرب میں پہاڑ کا جنسی نام جبل ہے فارسی میں کوہ ہے اردو میں پہاڑ ہے اسی طرح سریانی میں طور ہے یہی لغت یہاں مراد ہے۔ ۲۔ اکثر نے فرمایا یہ جنسی نام نہیں بلکہ صنفی نام ہے اور لفظ طور نام ہے اس خاص پہاڑ کا جس پر موسیٰ علیہ السلام نے کلام الٰہی سنا تھا اور یہ سریانی لفظ نہیں ہے بلکہ ذاتی نام ہے اس لئے عربی میں جبل طور اور فارسی میں کوہ طور کہا جاتا ہے اور قرآن مجید میں چند جگہ بلا اضافت لفظ طور ارشاد ہوا ہے جیسے کہ سورۃ بقرہ میں فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ (بقرہ: ۶۳) فرمایا

گیا اگر یہ جنسی لفظ ہوتا تو بلا اضافت نہ ہوتا نہ معرف باللام ہوتا۔ بلکہ نکرہ یا مضاف بن کر آتا اس لئے پہلا قول غلط ہے تَنۡبُتُ کی قرئت میں پانچ قول۔ ا۔ اکثر قراء نے فرمایا یہ باب نصر کا مضارع معروف ہے ترجمہ ہے اگتا ہے یہ درخت تیل کے ساتھ۔ ۲۔ بعض قراء کی قرئت میں یہ باب نصر کا مضارع مجہول ہے۔ یعنی تَنۡبَتُ ترجمہ ہے اگایا جاتا ہے یہ درخت تیل کے ساتھ۔ ۳۔ بعض قراء نے کہا یہ باب افعال کا مضارع ہے یعنی تَنۡبِتُ۔ ترجمہ ہے اگاتا ہے یہ درخت تیل کو۔ ۴۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کی قرئت ہے تَخۡرُجُ بِالدُّهۡنِ ترجمہ نکالتا ہے یہ درخت تیل کے ساتھ۔ ۵۔ حضرت ابی کی قرئت ہے تَثۡمُرُ بِالدُّهۡنِ ترجمہ پھل لاتا ہے تیل سے بھرے ہوئے۔ مگر پہلی قرئت درست ہے کیونکہ مشہور و مکتوب ہے باقی چاروں شاذ و متروک ہیں۔ بِالدُّهۡنِ کی قرئت میں دو قول۔ ا۔ اکثر نے بِالدُّهۡنِ واحد پڑھا ہے۔ ۲۔ بعض قراء نے بِالدِّهَانِ جمع پڑھا ہے پہلا قول درست ہے کیونکہ مشہور و مکتوب قرئت ہے۔ وَصِبۡغٍ کی قرئت میں تین قول۔ ا۔ اکثر قراء نے صِبۡغٍ حاصل مصدر پڑھا ہے ترجمہ ہے شوربے والا سالن کھانے والوں کے لئے۔ ۲۔ بعض قراء اور قاری کوفہ عامر بن عبداللہ کی قرئت میں ہے وَصَبَاغٍ ترجمہ ہے اور سالن بنانا ہے کھانے والوں کے لئے۔ ۳۔ قاری بصرہ عامر بن عبد قیس کی قرئت میں ہے وَمَتَاعًا لِّلۡاٰكِلِيۡنَ ترجمہ اور سامان ہے کھانے والوں کے لئے۔ مگر پہلی قرئت درست ہے کیونکہ مشہور و مکتوب و جمہور ہے۔

فائدے

ان آیت سے مسلمانوں کو چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ **پہلا فائدہ:** دنیا میں رب تعالیٰ نے حصول پانی کے بہت ذرائع پیدا فرمائے ہیں۔ مثلاً دریا نہر سمندر کنوئیں نلکے چشمے ٹیوب ویل مگر بارش سب سے بہتر صاف ستھرا مفید ٹھنڈا میٹھا پانی حصول عام اور کثیر بارشی پانی ہے دیگر ذریعوں کے مقابل پانچ طرح یا سودمند ہے۔ ا۔ پہاڑوں پر کھیتوں باغوں گڑھوں میں سوائے بارشی پانی کے نہ کوئی پانی پہنچا سکتا ہے نہ پہنچایا جا سکتا ہے۔ دوم دنیا میں کھیت و باغات کے لئے زرعی زمین دو قسم کی ہے۔ (ا) آبیانی یعنی چاہی نہری پانی والی (۲) بارانی برساتی۔ لیکن بارانی زمین کسی نہر دریا کنویں چشمے کی محتاج نہیں ہاں البتہ آبیانی زمینی پانی کے باوجود بارش کی محتاج ہے اس لئے دعاء استسقاء تو مانگی جاتی ہے نہری دریا کی دعائیں نہیں مانگی جاتیں۔ سوم یہ کہ زمینی پانی صرف جڑوں کی نشو و نما کرتا ہے لیکن بارش کے پانی کا نشو و نما کے علاوہ یہ فائدہ عظیم بھی ہے کہ آج بادل خوب برسا اور برس کر کھل گیا ڈالی ڈالی پتہ پتہ بوٹا بوٹا دھل گیا (حفیظ جالندھری کی نظر دھنک سے) چہارم یہ کہ زمین کا پانی پودوں کو صرف خوراک مہیا کرتا ہے مگر بارشی پانی زرخیزی و خوراک کے علاوہ پودوں کے لئے شفائی دوا بھی ہے۔ کیونکہ بارشی پانی سے پودوں کی بہت سی بیماریاں ختم ہو جاتی ہیں اور بیماری لانے والے بے شمار اندرونی بیرونی کیڑے مر جاتے ہیں۔ آج سائنسی زمانے میں جتنی بھی کیڑے مار دوائیاں کھیتوں باغوں میں چھڑکی جاتی ہیں ان سے اتنا فائدہ نہیں ہوتا جتنا کہ ایک بارش سے ہو جاتا ہے۔ بلکہ کیمیائی دواؤں سے تو مزید نقصان ہو رہا ہے کہ غلے کمزور اور کیڑے اگلے سال زیادہ طاقتور پیدا ہو جاتے ہیں۔ غرضیکہ زمینی پانی صرف غذا ہے مگر بارشی پانی غذا بھی۔ دوا بھی شفا بھی۔ پنجم یہ کہ زمینی پانی میں بہت سی ملاوٹیں کثافتیں نجاستیں نزاکتیں اور قیمتیں ہیں لیکن بارشی پانی میں نہ ملاوٹ نہ کثافت نہ نجاست نہ نزاکت نہ محنت نہ مشقت نہ قیمت نہ خرچہ۔ مفت کی نعمت اسی لئے قرآن مجید میں بارشوں کے پانی کو عظیم نعمت ربانی فرماتے ہوئے بار بار ذکر فرمایا گیا ہے۔ یہ

فائدہ یہاں وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ فرمانے سے حاصل ہوا۔ **دوسرا فائدہ:** اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہر مخلوق کے لئے کروڑہا نعمتیں نازل فرمائی ہیں۔ مگر سب سے بڑی نعمت پانی ہے دینی بھی دنیوی بھی۔ اخروی بھی کیونکہ جنت میں بھی پانی کی نہر کا پہلے ذکر ہے۔ پانی خود بھی نعمت عظیم اور ہزاروں نعمتوں کی پیداوار کا ذریعہ وسیلہ بھی۔ پانی کی حاجت وضرورت دنیا والوں کو بھی ہے دین والوں کو بھی جنت وجہنم والوں کو بھی۔ پانی سے ہی جنت کا ثواب ورحمت اور پانی سے ہی جہنم کا عذاب ورحمت۔ یہ فائدہ فَاَسْکَنّٰهُ فِی الْاَرْضِ سے حاصل ہوا کہ تمام مخلوق بری، بحری، ہوائی فضائی کی تقریباً اسی فیصدی ضروریات پانی سے حاصل ہوتی ہیں۔ خلقتاً۔ ولادتاً بھی عبادتاً۔ غذاء۔ شفاء۔ دواء بھی **تیسرا فائدہ:** دنیا کے میووں میں کھجور، انگور اور زیتون سب میں عمدہ ہیں ان میں غذائیت دوائیت اور لذت کے بھرپور فائدے ہیں۔ اور ان کو ان مذکورہ فوائد کے لئے بہت طریقوں سے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً تازہ بھی خشک کر کے چھوارہ۔ منقہ۔ کشمش۔ اچار۔ مربہ۔ تیل۔ مشروبات۔ عرقیات۔ بہت قسم کی معجونیں دوائیں۔ نیز ان تینوں کی ہر چیز میں مختلف دوائی غذائی کیلشیم کے اثرات پائے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کی لکڑی چھال جڑ پتے علیحدہ علیحدہ مفید اثرات رکھتے ہیں۔ یہ فائدہ ان آیت میں خصوصیت سے ان کے ذکر کرنے سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ:** فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ دنیا میں اشیاء ماکولات کی دو قسمیں ہیں (۱) مطعومات (۲) مفکوہات یعنی غذا اور میوہ اس تقسیم کے اعتبار سے اس بات میں فقہا کا اختلاف ہے کہ کون کون چیزیں طعام وخوراک ہیں اور کون کون فواکہ وفروٹ ہیں امام اعظم فرماتے ہیں کہ ہر وہ مطعوم جو فقط لذت وقوت حاصل کرنے کیلئے کھائی جائے اور دل تو بھر جائے مگر پیٹ نہ بھرے وہ فواکہ ہے اور جو چیزیں غذائیت حاصل کرنے کے لئے کھائی جائیں اور پیٹ بھرا جائے اگرچہ دل نہ بھرے وہ طعام ہے۔ اس کلیئے سے سیب، تربوز، خربوزہ، ناشپاتی، کیلا، سنگترہ، مالٹا فواکہ ہیں۔ اور کھجور چھوارہ منقہ کشمش اور تمام خشک میوے ومغزیات مثلاً پستہ، بادام، ناریل، اخروٹ، چلغوزہ وغیرہ یہ سب مطعومات ہیں۔ اس تقسیم سے اگر کوئی شخص قسم کھالے کہ میں فواکہ یعنی فروٹ نہیں کھاؤں گا پھر وہ کوئی مغزیات میں سے کھالے تو وہ حانث نہیں ہوگا یعنی اس کی قسم نہ ٹوٹے گی کفارہ واجب نہ ہوگا۔ یہ مسئلہ فِیْهَا فَوَاکِهُ کَثِیْرَةٌ وَّ مِنْهَا تَاْکُلُوْنَ کی تفسیر سے مستنبط ہوا جبکہ تَاْکُلُوْنَ کے حقیقی معنی منہ سے کھانا مراد ہوں۔ **دوسرا مسئلہ:** فقہ حنفی فتاویٰ درمختار میں ہے کہ اشیائے مطعومات اور مفکوہات کی تقسیم میں علاقائی رسم ورواج اور عرف واصطلاح کا اعتبار کیا جائے گا اسی عرف ورواج پر مسائل شرعیہ کا نفاذ ہوگا۔ یہ مسئلہ کَثِیْرَةٌ کی کثرت اور مِنْهَا کی بعضیت سے مستنبط ہوا کیونکہ اس کے بعد فرمایا گیا تَاْکُلُوْنَ جمع کا صیغہ جس میں ہر قوم کو مخاطب کیا گیا اس عمومی خطاب میں رواج وعلاقائی عرف کا اشارہ ہے (از تفسیر معانی) **تیسرا مسئلہ:** فقہاء اربعہ متفقہ فرماتے ہیں کہ مشروبات وماکولات میں جو چیز جس شخص کی طبیعت وجسمانیت اور مزاج کے موافق ومطابق ہو صرف وہی چیز ہر مسلمان مرد وعورت کو کھانی چاہئے اور بس اسی خورد ونوش کا استعمال دواء غذاء لذۃ شرعاً جائز ہے۔ لیکن جو چیز طبیعت ومزاج کے لائق مطابق وموافق نہ ہو وہ نہ غذاء کھانا پینا جائز نہ دواء نہ لذۃً تیل ہو یا پھل یا کوئی غلہ یہ مسئلہ صِبْغًا

لِلْاٰكِلِیْنَ فرمانے سے مستنبط ہوا۔ کیونکہ صِبْغٍ کا تفسیری ترجمہ متاعاً یعنی نفع بخش اٰكِلِیْنَ کا تفسیری ترجمہ ہے۔ موافقین اور لفظی ترجمہ ہے کھا سکنے والے کُل معنی یہ ہوا کہ جس شخص کو طبعاً و مزاجاً و جسماً مفید ہو اور کھانے ہضم کرنے کی قوت رکھتا ہو فقط اس کے لئے یہ تیل متاع و صباغ ہے۔ یہی حکم شہد کے شفاء للناس ہونے کا ہے۔ غرضیکہ مسلمان کے کھانے پر شریعت اسلام کی بھی مشفقانہ کریمانہ پابندی ہے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ **پہلا اعتراض:** یہاں فرمایا گیا وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ چاہیے تھا کہ فرمایا جاتا وَاَمْطَرْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً یعنی بجائے نازل کرنے کے برسانے کا ذکر فرمایا جاتا۔ تاکہ سننے والوں کو بغیر تفسیری وضاحت کے ایک دم بات سمجھ آ جاتی اور کلام مشاہد کے مطابق بھی ہو جاتا۔ ایمان لانا بھی آسان ہو جاتا کیونکہ بارش تو انسانی مشاہد میں ہے نہ تفسیری وضاحت کی ضرورت پڑتی نہ تقسیم کی۔ **جواب:** اَنْزَلْنَا فرمانا ہی نہایت مناسب و درست ہے۔ کیونکہ اَنْزَلْنَا جامع لفظ ہے اس نے نزول آب کی تمام کیفیات و حالات اور طریقہ لکھ کر بیان فرما دیا۔ قدرت کبریائی نے زمین پر پانی بہت طریقوں سے متعدد و مختلف مقامات پر بھجوا اتارا ہے۔ ۱۔ جنت سے آیا پھر آسمانِ اول سے اترا۔ ۲۔ کرہ ہوا سے اترا۔ ۳۔ بادلوں سے برسا۔ یہ تو مقامات آب ہیں۔ پانی کے ذرائع بھی چند ہیں۔ ۱۔ جبرائیل علیہ السلام لائے۔ ۲۔ سمندری بخارات اٹھ کر بادل بنے اور برسے۔ ۳۔ فضاؤں میں برف بنا پہاڑوں پر گرا پھر پگھل کر بہا اور ندی نالے بنے اور ان سے دریا بھرے دریا سے نہریں بنیں۔ ۴۔ پہاڑوں پر چشمے پھوٹے اور تا قیامت جاری ہوئے۔ اَنْزَلْنَا فرمانے میں یہ سب کیفیات و مقامات بیان ہو گئے اور پھر اَنْزَلْنَا فرمانے کی وجہ سے مِنَ السَّمَآءِ فرمانا اپنے تینوں معنی کے ساتھ درست بھی ہو گیا۔ (۱) اصلی آسمان (۲) سماء بمعنی بلندی (۳) من السماء یعنی آسمان کی طرف سے۔ اَمْطَرْنَا فرمانے سے یہ تمام کیفیات و مقامات کی تقسیمی وضاحت نہ ہوتی کیونکہ اَمْطَرْنَا منفرد المعنی لفظ ہے نیز یہ بھی کوئی یقینی نہیں کہ مطر کا مشاہدہ اللہ کی طرف سے نسبت کرنے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے میں آسانی پیدا کرتا ہے۔ اس لئے کہ ہدایت ایمان تو توفیق باری تعالیٰ اور تقدیر الٰہی سے نصیب ہوتی ہے۔ دیکھو کفار دن رات بارشیں برف باری۔ ژالہ باری اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے بلکہ کسی کافر نے ان قدرتوں کو اپنے دیوتاؤں سے منسوب کر دیا کسی نے نجومی بن کر رفتار کوکب سیارگان کے برجوں کی طرف منسوب کر دیا اور محکمہ موسمیات والوں نے اپنے سائنسی آلات کے بتانے سے موسمی اتار چڑھاؤ کی طرف منسوب کر دیا۔ قدرت ربانی و حکمت رحمانی و قوت لا ثانی کی طرف ان میں سے کسی کا دھیان بھی نہیں جاتا۔ اسی لئے نہ ایمان کی دولت پاتے ہیں نہ شکر کے سجدے بجالاتے ہیں۔ یہ اَنْزَلْنَا فرمانا بھی دعوت ایمان ہے۔ بدیں وجہ صرف مومن مسلمان ہی اَنْزَلْنَا کی صحیح سچی نسبت پر عقیدہ ایمان رکھتے ہیں۔ مردناداں پر کلام نرم و نازک بے اثر۔ **دوسرا اعتراض:** احادیث مقدسات اور مفسرین کے فرمودات سے ثابت ہوا کہ یہاں شَجَرَةً سے مراد زیتون کا درخت ہے تو پھر آگے تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ کیوں فرمایا گیا۔ زیتون کا درخت تو دنیا کے بے شمار علاقوں میں اگتا اور پھلتا پھولتا ہے۔ جبکہ تَخْرُجُ فرمانے سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ شجر زیتون صرف جبل طور پر ہی اگتا ہے۔ قرآن مجید کا یہ بات عام مشاہدے کے خلاف ہے۔

جواب: واقعی یہاں شجرۃ سے مراد درخت زیتون ہی ہے مگر تخرج فرمانے سے اس درخت کی اصل وطنیت وکثرت پیداوار اور ابتدائی خودروئی بتانا مقصود ہے یعنی شجر زیتون کی ابتداء آفرینش طور سینا کے علاقوں میں ہوئی یہ اس کا اصلی وطن ہے۔ اور جو علاقہ جس پودے کا اصل وطن ہو وہاں وہ پودا خودرو بھی ہوتا ہے اور کثرت سے بھی خود بخود باغات بن جاتے ہیں جنگل بھر جاتے ہیں لگانے اگانے شجرکاری کرنے میں کسی اہتمام یا نگہبان کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بخلاف دیگر علاقوں کے وہاں بطور شجرکاری اہتمام واحتیاط سے پودے لاکر لگانے پڑتے ہیں اور چند پودوں کا باغ بن جاتا ہے۔ اس کی بہت سی مثالیں ہیں مثلاً کوہ مری میں چیڑ، چلغوزہ، اخروٹ، ریٹھے وغیرہ خود بخود اگتے نکلتے ہیں اس لئے بے شمار ہیں یہ علاقہ ان درختوں کا وطن پیدائش ہے۔ اسی طرح زیتون کا وطن طور سینا ہے۔ دوسرے علاقوں میں یہاں سے منتقل کرکے دیگر علاقوں میں لگائے گئے۔ اس لئے تَخْرُجُ فرمانا بالکل درست ہے۔ تَخْرُجُ فعل لازم نے یہی خودروئی بتائی اور خودروئی نے وطنیت۔ اگر یہ علاقہ اس کا وطن نہ ہوتا تو تَخْرُجُ کے بجائے تُخْرَجُ فعل مجہول یا تنبت ہوتا۔ تَخْرُجُ فعل معروف کا معنی نکلتے اگتے ہیں۔ اور فعل مجہول کا معنی ہے نکالے اگائے لگائے جاتے ہیں۔ **تیسرا اعتراض:** یہاں فرمایا گیا وَصِبْغٍ لِلْاٰكِلِيْنَ چاہیے تھا فرمایا جاتا وَصِبْغٍ لِلنَّاسِ یا لِلْعَوَامِ تاکہ ثابت ہوتا کہ زیتون عوام الناس کے فائدے کے لئے ہے۔ لِلْاٰكِلِيْنَ فرماکر افادیت کو کم کردیا گیا

جواب: دنیا میں کھانے پینے کی چیزیں بھی دو قسم کی ہیں اور کھانے پینے والے لوگ بھی دو قسم کے ہیں بعض چیزیں ایسی لطیف ہوتی ہیں کہ ہمیشہ ہر موسم ہر علاقے میں کسی شخص کے لئے مفید وموافق اور کسی موسم کسی علاقے میں کسی شخص کے لئے نقصان دہ۔ اسی طرح کچھ انسان طبعاً ومزاجاً قوی ہوتے ہیں کہ ہر چیز ہر موسم ہر علاقہ میں ان کی طبیعت ومزاج کے موافق وراس آجاتی ہے۔ اور کچھ انسان سردی وگرمی بلغمی صفراوی دباؤ سے نازک مزاج ہوتے ہیں کہ کئی اشیاء کسی موسم یا کسی علاقے میں ان کی طبیعت کے موافق نہیں آتی۔ ثقیل وگرم غذائیں بجائے فائدے کے نقصان دیتی ہیں۔ اسی کیفیت انسانی کا بیان مشکوٰۃ شریف باب الطب ص ۳۶۰ پر ایک حدیث مقدس میں اس طرح فرمایا گیا فصل ثالث عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمِعْدَةُ حَوْضُ الْبَدَنِ وَالْعُرُوْقُ اِلَيْهَا وَارِدَةٌ فَاِذَا صَحَّتِ الْمِعْدَةُ صَدَرَتِ الْعُرُوْقُ بِالصِّحَةِ وَاِذَا فَسَدَتِ الْمِعْدَةُ صَدَرَتِ الْعُرُوْقُ بِالسَّقْمِ یعنی بدن مثل شجر، رگیں مثل شاخ اعضاء مثل پتے، معدہ مثل حوض خوراک مثل پانی اگر پانی صاف وشفاف ہے تو موافق ہے اور درخت شاخیں پتے سب تندرست وصحت مند ورنہ بیمار کمزور ونقصان میں۔ زیتون کا تیل اور پھل ثقیل وطاقتور غذاؤں میں سے ہے۔ اس لئے کسی انسان کو موافق ہے کسی کو ناموافق تو آیت مقدسہ میں یہ فرمایا جارہا ہے کہ اے لوگو یہ زیتون کا تیل صرف آکلین کے لئے سالن ہے ہر شخص کے لئے نہیں۔ اور آکلین وہ ہیں جو اس کو کھانے کی ہمت اور ہضم کرلینے کی طاقت رکھتے ہیں۔ ہر شخص اس کو کھانے لگانے کا عادی نہ بنے بلکہ اپنے علاقہ کے طبیب حاذق سے پوچھ کر کھائے لگائے۔ جن کی طبیعت کو موافق نہ آتا ہو ان کے لئے کھانا لگانا جائز نہیں۔ یہ صِبْغٌ لِلنَّاسِ نہیں ہے۔ فقط صِبْغٌ لِلْاٰكِلِيْنَ ہے یہی حکم شہد ودیگر ثقیل غذاؤں کا ہے۔ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ۔

تفسیر صوفیانہ

اور اے وادی طریقت کے سالکین طلب ہم نے ہی نازل فرمایا آسمان سے رحمت وبرکات کے پانی کو راہِ معرفت کے مسافر کی

استعداد اہمیت اور قوت برداشت کے قدر و انداز سے پھر ہم نے ہی آب رحمۃ و برکات کو ماء افکار کو وجود سالک کی زمین قالب میں ٹھیرایا۔ پھر ہم نے ہی پیدا فرمائے تمہارے لئے اسے زاہدانِ شوق و طالبان ذوق و کاملانِ محبت نخیل معارف و اعناب کشف و کشائف علوم شریعت کی تازہ نخل و کھجور اور اصول طریقہ کے شاداب جَنّٰتِ اعناب اے عابد و تمہارے لئے ان چمنیات روحانیہ میں واجبات و فرائض کی روحانی غذائیں ہیں۔ اور نوافل و سنن سے فواکہ کثیر ہیں۔ یاد رکھو کہ فرائض میں غذائیں ہیں واجبات میں لطائف ہیں نوافل میں لذائز ہیں۔ سنتوں میں تنعم ہے۔ وَمِنۡهَا تَاۡكُلُوۡنَ اے قلب و عقل و روح فکر والوتم واجبات عبادات سے وہ لطیف غذائیں کھاتے ہو جن کے بغیر شریعت و طریقت کا قوام وجودی ہی مکمل نہیں ہوتا۔ اس لئے اگایا ہم نے رحمت و برکت کے پانی سے تمہارے لئے وہ شجر نور جو نکلتا چڑھتا طلوع ہوتا ہے تجلیات الٰہی کے سینا میں قلب عارف کے طور منور سے تَنۢبُتُ بِالدُّهۡنِ پیدا ہوتا ہے اس شجر نور میں فراست ایمانی استعداد ایقانی اور ہمت عرفانی و قوت لا ثانی' عشق رحمان کا تیل۔ وَصِبۡغٍ لِّلۡاٰكِلِيۡنَ اور دکان محبت سے روحانی غذائیں کھانے والوں کے لئے اسرار حقیقت کا سالن ہے یہی وہ طعام لافانی ہے جو مزاج سالکین و طبیعت عاشقین کے مطابق ہے (از تفسیر روح المعانی) اور نازل فرمایا ہم نے روح آسمانی سے علم یقینی کا پانی تو ٹھیرایا اور جمایا ہم نے اس علم یقینی کے پانی کو نفس مطمئن مسکینیہ کی زمین میں اور ہم قادر ہیں اس پر کہ لے جائیں اور ختم کر دیں یا چھپا دیں اس کو حجابات ظلمات کے پردوں میں لیکن ہم نے اس علم یقین کے پانی کو مخزن انوار و معدن اسرار میں باقی رکھا۔ پھر اس ماء مستور سے اگائے ہم نے تمہارے لئے زمین وجود میں مواہب لدنیہ و اموال یقینیہ کے نخیل اور اخلاق و اعمال کے اعناب والے سدا بہار لہلہاتے چمن و باغات مواہب و احوال اخلاق و اعمال کے ان ہی باغوں چمنوں کھیت و کھلیان تمہارے لئے نفوس و قلوب و ارواح کے ثمرات کثیرہ اور عقل و فراست کے فواکہ لذیذہ ہیں۔ وَمِنۡهَا تَاۡكُلُوۡنَ اور ان ہی سے تم تقویٰ طہارت عظمت وصفت عزت دنیوی دولت دینی کی غذائیں کھاتے ہو۔ اور اسی ماء منور سے ہم نے تمہارے لئے تفکر' تعقل' تدبر' تذکر کے مبارک شجرہ طیبہ اگائے جو نکلتے ہیں سَيۡنَآءِ قلب مزکی کے طور دماغ و مزاج جبلی سے عقل سلیم کا تیل مفید و روغن نفیس کے ساتھ عقل کا سب کی ناری روشنی اور استعداد اشتغال و اعمال صالحہ کا روغن وَصِبۡغٍ لِّلۡاٰكِلِيۡنَ اور اے سالکین معرفت اسی زیتون لاہوتی میں لون نوری و ذوق حالی کا لذیذ و مفید سالن ہے اہل بصیرت شائقین حقیقت و طالبین عالمین کے لئے۔ (محی الدین ابن عربی) جس طرح آسمان رفعت سے آب رحمت کا چھینٹا برسایا جس سے قلوب صالحین کو زندہ فرمایا اور نافرمانی کے میل کچیل کو مٹایا۔ آثارِ ذلت کو ہٹایا اسی آب رحمت و برکت سے قلوب عارفین کی زمین شوق میں فنون کرامات کی بجلیاں چنکائیں اور انوار روح کی نعمتیں سجائیں۔ اور جس طرح رب کائنات آسمانی پانی سے بھرتا ہے۔ بحار کو پھلدار کرتا ہے اشجار کو جاری فرماتا ہے انہار کو۔ زندہ رکھتا ہے افراد کو اسی طرح آسمان کرم و کرامات کے پانی اگاتا ہے عرفان کے درختوں کو اور لذت دار فرماتا ہے کشف اسرار کے پھلوں کو اور سدا بہار بناتا ہے اعیان کے پھولوں کو کھلاتا ہے انوار کے غنچوں کو صوفیاء فرماتے ہیں کہ مادیات کی نعمتیں عبرت ہیں۔ روحانیت کی نعمتیں حیرت ہیں۔ ظاہر کی نعمتیں فکر ہیں۔ باطن کی نعمتیں شکر ہیں۔ تاکہ بندہ یہ نعمتیں دیکھ کر منعم حقیقی کی طرف رجوع و توجہ کرے دنیا کی نعمتوں کو عوام کھاتے ہیں خواص بچتے ہیں۔ غافل پیٹ بھرتے ہیں عاقل خالی رکھتے ہیں دنیا ابتدائی نعمت والی ہے آخرت انتہائی نعمت والی ہے۔ عقلمند مہمان

ابتدائی کھانوں سے پیٹ نہیں بھر لیتا انتہا پر نظر رکھتا ہے حدیث مقدس میں ارشاد ہے جُوْعُوْا نُفُوْسَکُمْ لِوَلِیْمَۃِ الْفِرْدَوْسِ یعنی اپنے پیٹوں کو دنیا میں بھوکا و خالی رکھو جنت فردوس کے کھانوں اور مولیٰ تعالیٰ کی دعوتوں کے لئے۔ حضرت سعدی نے فرمایا اے بندے قلب کی ہر خواہش کے پیچھے مت جا کیونکہ خواہش قلب میں بدن کا آرام ہے اور بدن کے آرام میں جان کا وبال ہے جس سے نور جان کم ہو جاتا ہے نفس امارہ ذلیل کرتا ہے شیطان مکارہ شریر بناتا ہے۔ اگر تو ہوش مند ہے تو نفس و شیطان کو پیارا نہ سمجھ۔ اگر ہر چیز کھانا برتنا شروع کر دی جائے تو بہت جلدی نامرادی آ جائے گی۔ بعض صوفیا نے فرمایا کہ جنت میں تیس قسم کے پھل ہیں دس کا چھلکا ہے دس کا چھلکا نہیں۔ اور دس کا نہ چھلکا ہے نہ گٹھلی عارف کامل کے سینہ سینا کے مقام خفی میں ہیں طور روحانی سے ایک خفیہ درخت اسرار اگتا ہے جس میں تاثیر تجلیات سے صفات انوار کا تیل پیدا ہوتا ہے اس کو روغن استعداد و توفیق بلا واسطہ کہا جاتا ہے۔ اس کا اصلی وطن مقر اور مقام خفی روح کے اوپر ہے یہ بھید ہے بندے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان۔ جس کا ملائکہ مقربین کو بھی پتہ نہیں لگتا۔ یہی غذاء روحانی اور صِبْغٍ لِلْاٰکِلِیْنَ کی ہمت عرفانی ہے (روح البیان) چمن حیات میں دو قسم کے درخت ہیں اور ان میں دو قسم کے ہی پھل لگتے ہیں۔ ایک درخت مبارکہ علم نور ہے اس کا پھل عمل صالحہ ہے دوسرا درخت دولت ہے اس کا پھل شرافت ہے اگر علم کے ساتھ عمل نہ ہو اور دولت کے ساتھ شرافت نہ ہو تو دونوں بیکار جھاڑ جھنکاڑ ہے اے بندگانِ سلوک تمہاری منزل سیناء روحانیت کا طور قلب ہے۔ اس میں وہ کہ شجر مبارکہ ہے جہاں جامد و معبود طالب و مطلوب کی ہمکلامی ہوتی ہے لہٰذا اپنے ارادۂ منزل کو مضبوط کرو جب انسان کے ارادے کمزور ہوں تو منزل سے بھٹک جاتا ہے۔ سب سے بڑا علم معرفت الٰہی ہے اور سب سے بڑی دولت عقل سلیم اور غناء عمیم ہے۔ اور سب سے بڑی غربت و محتاجی جہالت و حماقت ہے۔ اے لوگو اگر تم مثالی اور خوبصورت زندگی گزارنا چاہتے ہو تو پھولوں سے سیکھو جو کانٹوں کے اندر رہ کر بھی مسکراتے رہتے ہیں۔ حقیقتاً زندگی مسکرانے کا نام ہے۔ ایسی مسکراہٹ اختیار کرو جو سدا بہار ہو جس کو زوال نہ ہو ابدی ہو یہاں تک کہ جب موت آئے تو اس وقت بھی مسکراہٹ نمودار ہو اس لئے دامن کو آستانہ نبوت سے جدا مت ہونے دو کیونکہ شاخ سے ٹوٹے ہوئے پھول کی خواہ کتنی بھی حفاظت کی جائے مگر اس کی زندگی چند لمحوں سے زیادہ نہیں ہوتی۔

وَ اِنَّ لَکُمْ فِی الْاَنْعَامِ لَعِبْرَۃً ؕ نُسْقِیْکُمْ مِّمَّا فِیْ بُطُوْنِهَا

اور بیشک تم انسانوں کے لئے چوپایہ جانوروں میں غور کرنا ہے کہ ہم پلاتے ہیں جو ان کے پیٹوں میں ہے

اور بیشک تمہارے لئے چوپایوں میں سمجھنے کا مقام ہے ہم تمہیں پلاتے ہیں اس سے جو ان کے پیٹ میں ہے

وَ لَکُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ کَثِیْرَۃٌ وَّ مِنْهَا تَاْکُلُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَ عَلَیْهَا

اور تمہارے لئے ان جانوروں میں بہت ہی نفعے ہیں اور ان جانوروں کو تم کھاتے بھی ہو اور ان چوپایوں پر

اور تمہارے لئے ان میں بہت سے فائدے ہیں اور ان سے تمہاری خوراک ہے اور ان پر

وَ عَلَی الْفُلْکِ تُحْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾ ع وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ

اور بڑی کشتیوں پر سوار بھی کئے جاتے ہو اور البتہ بے شک بھیجا تھا ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف
اور کشتی پر سوار کئے جاتے ہو اور بے شک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف سے بھیجا
فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ
تو فرمایا تھا انہوں نے اے میری قوم تم سب عبادت کرو صرف اللہ تعالیٰ کی نہیں تمہارے لئے کوئی بھی معبود بننے کے لائق
تو اس نے کہا اے میری قوم اللہ کو پوجو اس کے سوا کوئی تمہارا خدا نہیں۔
اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۲۳﴾
اس کے بغیر تو کیا تم ڈرتے نہیں ہو
تو کیا تمہیں ڈر نہیں

تعلقات

ان آیت پاک کا پچھلی آیت پاک سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق** پچھلی آیت میں کھیت و باغات و بیلوں و بوٹوں کی پیدائش کا ذکر فرمایا گیا۔ اب ان آیت میں زمین کے گھریلو جانوروں چوپایوں کی خلقت کا ذکر فرمایا جا رہا ہے جن کے ذریعے کھیتی باڑی میں مدد لی جاتی ہے۔ وہ بھی بقاء حیات دنیوی کے لئے ضروری ہیں اور یہ جانور بھی انسانی زندگی کے لئے نہایت ضروری ہیں۔ بتایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوق سے غافل نہ ہونا یہ بھی ہے کہ اس کی ضروریات بقا کا خیال و اہتمام فرماتا ہے۔ **دوسرا تعلق** پچھلی آیات میں کھیتوں باغوں کے غلوں اور پھلوں میووں کا ذکر فرما کر خوردنی غذاؤں کا ذکر فرمایا گیا۔ اب ان آیات میں دودھ دینے والے جانوروں کا ذکر فرما کر مشروبی غذاؤں کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ **تیسرا تعلق:** انسانوں کو رب تعالیٰ نے چلنے پھرنے برتنے سلطنت حکومت کرنے کے لئے دو ہی مقام عطا فرمائے ہیں (۱) خشکی و بری (۲) بحری و دریائی پچھلی آیت میں بری علاقہ پیدا فرمانے کا ذکر فرمایا گیا اب ان آیات میں بحری علاقوں کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ **چوتھا تعلق:** پچھلی آیات میں اللہ تعالیٰ کی خالقیت رازقیت مالکیت کرنے کا ذکر فرما کر الہیت کو ثابت فرمایا گیا اب ان آیت میں اللہ تعالیٰ کے وحدہ لاشریک لہ ہونے پر تمام انسانوں کو ایمان لانے کا دعوتی حکم دیا جا رہا ہے کہ دعوت ایمان کے لئے اللہ تعالیٰ نے بہت زمانوں پہلے اپنے رسول نبی نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور ثابت فرمایا گیا کہ صرف تعلیم نبوت ہی سے اللہ تعالیٰ کو صحیح طریقے سے جانا جا سکتا ہے۔ آستانہ نبوت کی تعلیم و تبلیغ کو چھوڑ کر نہ کوئی ایمان معتبر نہ عبادت نہ توحید۔

تفسیر نحوی

وَاِنَّ لَكُمْ فِی الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِیْكُمْ مِّمَّا فِیْ بُطُوْنِهَا وَلَكُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ كَثِیْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَعَلَیْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ واؤ سر جملہ اِنَّ حرف مشبہ لام جارہ نفع کا کم ضمیر کا مرجع سب انسان تا قیامت یہ مجرور ہے اور جار مجرور متعلق اول ہے مَوْجُوْدٌ پوشیدہ کا فی جارہ ظرفیہ مکانی [illegible] پایہ گھریلو حلال

جانور نعم کی جمع ہے مجرور ہے یہ دونوں جار مجرور متعلق دوم لام کے صرف تاکید عبرۃ اسم مفرد مونث لفظی لغوی معنی ہے بچ جانا ہٹ جانا اصطلاح میں نصیحت پکڑنا' غور وفکر کرنا' یہاں اس معنی میں ہے بحالت نصب ہے کیونکہ اِنَّ کا اسم موخر ہے موصوف ہے۔ نُسْقِیْ باب افعال کا مضارع حال مثبت معروف جمع متکلم اس کا مصدر ہے اِسْقَاءٌ بمعنی پلانا متعدی ہے۔ سُقْیٌ سے بنا ہے بمعنی پینا یہ مادہ مصدری لازم ہے افعال میں متعدی ہوا۔ اس کا فاعل ضمیر صیغہ جمع متکلم کُمْ ضمیر مفعول بہ۔ مِمَّا دراصل من ما ہے۔ من حرف جر بعضیت کے لئے ما اسم موصول فی جارہ ظرفیت مکانی کے لئے بُطُوْنِ اسم جمع مکسر اس کا واحد ہے بطن لغوی معنی ہے پوشیدہ جگہ اسی سے ہے باطن ظاہر کا مقابلہ اصطلاح میں ہر جاندار کے پیٹ کو بطن کہا جاتا ہے۔ مضاف ہے ھا ضمیر واحد مونث غائب برائے جمع غائب کیونکہ غیر عقل جمع کے لئے واحد غائب کی ضمیر ہی لائی جاتی ہے۔ اس کا مرجع ہے انعام یہ ضمیر مضاف الیہ ہے۔ بُطُوْنِ مضاف کا دونوں مل کر مجرور فی سے دونوں مل کر متعلق ہے موجودٌ پوشیدہ اسم مفعول کا یہ اپنے نائب فاعل اور اس متعلق سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر صلا ہوا ما کا یہ موصول صلہ مل کر مجرور ہوا من کا یہ دونوں مل کر متعلق ہے نُسْقِیْ کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صفت ہے عِبْرَۃً کی یہ مرکب توصیفی اسم موخر ہے اِنَّ کا مَوْجُوْدٌ پوشیدہ اپنے نائب اور دونوں متعلقوں سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف علیہ واوٌ عاطفہ عطف ہے لَکُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ کَثِیْرَۃٌ کے جملے پر یہاں بھی مَوْجُوْدٌ پوشیدہ ہے۔ لکم اس کا پہلا متعلق فِیْهَا جار مجرور اس کا دوسرا متعلق۔ مَنَافِعُ اسم ظرف جمع منتہی الجموع اس کا واحد مذکر اور مُنْفَعٌ واحد مونث مُنْفَعَۃٌ ہے نَفْعٌ سے مشتق ہے باب فتح سے ہے۔ ترجمہ ہے فائدے کی چیزیں اور سامان۔ مضبوط لمبی لاٹھی کو اسی معنی میں منفعۃ کہا جاتا ہے۔ غیر منصرف ہے۔ ممیز کثیرۃ اسم مفرد مونث اسم فاعل مبالغہ باب کرم سے ہے بروزن فَعِیْلَۃٌ یہ تمیز ہے ممیز تمیز مل کر نائب فاعل ہوا مَوْجُوْدٌ پوشیدہ کا سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف ہوا پہلے لَکُمْ کے جملے پر دونوں عطف مل کر خبر مقدم ہے اِنَّ کی سب مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا واوٌ پر جملہ مِنْ حرف جار ھَا ضمیر مجرور دونوں مل کر متعلق مقدم ہے تَاْکُلُوْنَ باب نَصَرَ کا مضارع مثبت معروف جمع مذکر حاضر اکلٌ سے مشتق ہے معنی ہے چبا کر کھانا نگل کر کھانے کو عربی میں بَلْعٌ کہتے ہیں صرف چبانے کو مَضَغٌ کہا جاتا ہے تَاْکُلُوْنَ اپنے پوشیدہ فاعل اَنْتُمْ ضمیر اور متعلق مقدم سے مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا واوٌ سر جملہ عَلَیْهَا جار مجرور مل کر معطوف علیہ واوٌ عاطفہ علی حرف جر فوقیت کے لئے اَلْفُلْکُ الف لام جنسی فلک اسم جامد یہاں جمع کے لئے ہے اس کا واحد بھی فلکٌ ہی ہوتا ہے اور جمع بھی نحات کہتے ہیں کہ اگر بروزن قُفْلٌ ہو تو واحد ہے اگر بروزن اُسْدٌ ہو تو جمع ہے ترجمہ ہے کشتیوں پر یہ جار مجرور معطوف ہے عَلَیْهَا پر دونوں مل کر متعلق مقدم ہے۔ تُحْمَلُوْنَ باب ضرب کا مضارع حال مثبت مجہول جمع مذکر حاضر غائب فاعل اَنْتُمْ پوشیدہ ضمیر صیغہ حملٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے اٹھانا' لادنا' سنوار کرنا' بہر حال متعدی ہوتا ہے یہ فعل اپنے نائب فاعل اور متعلق مقدم سے مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ واوٌ سر جملہ لام تاکیدی بمعنی البتہ قَدْ اَرْسَلْنَا باب افعال فعل ماضی قریب مثبت معروف جمع متکلم رسلٌ سے بنا اس کا مصدر ہے ارسال بمعنی بھیجنا مادہ اور مصدر دونوں متعدی ہیں بیک مفعول اس کا فاعل نَحْنُ ضمیر جمع متکلم پوشیدہ مرجع ہے اللہ تعالیٰ نُوْحًا اسم مفرد عربی علم ہے نام ہے ایک نبی علیہ السلام کا نوح۔ مصدر سے اسم مبالغہ ہے ترجمہ ہے بہت نوحہ گریہ زاری کرنے والا۔ بحالت نصب ہے مفعول بہ

ہے اِلٰی حرف جر برائے انتہا قوم اسم لفظاً مفرد ہے معناً جمع۔ مراد ہے پوری امت دعوت۔ مضاف ہے ہ ضمیر واحد مذکر غائب مجرور متصل مرجع سے نوحاً مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مجرور ہے اِلٰی جار مجرور دونوں مل کر متعلق ہے قَدْ اَرْسَلْنَا کا یہ فعل بافاعل اپنے مفعول بہ اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ ف تعقیبیہ بلاتراخی قَالَ۔ کا ماضی مطلق مثبت معروف واحد مذکر قَوْلٌ سے مشتق ہے بمعنی بولنا کہنا فرمانا تبلیغ کرنا اس کا فاعل ھُوَ ضمیر پوشیدہ اس کا مرجع ہے نوحا یہ فعل بافاعل جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا یا حرف ندا ترجمہ ہے اے قَوْمِ دراصل ہے قومی بمعنی میری قوم۔ قوم مضاف یا متکلم مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی منادی۔ اُعْبُدُوْا باب نصر کا فعل امر حاضر معروف جمع مذکر حاضر عبدٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے عبادت کرنا۔ معبود سمجھ کر کسی کا حکم ماننا۔ اُعْبُدُوْا آخر میں الف تفخیم یعنی بھراؤ وخانہ پری کے لئے ہے اس کا فاعل اَنْتُمْ ضمیر صیغہ اس کا مرجع قوم ہے۔ اللہ موصوف ہے مابعد عبارت کا۔ مَا اسم موصول۔ لَکُمْ جار مجرور پہلا متعلق ہے مَوْجُوْدٌ پوشیدہ اسم مفعول واحد مذکر کا مِنْ جارہ بیانیہ اِلٰہٍ اسم مفرد نکرہ مجرور۔ ہے یہ جار مجرور متعلق دوم ہے مَوْجُوْدٌ پوشیدہ کا غَیْرُہٗ یہ مرکب اضافی نائب فاعل ہے مَوْجُوْدٌ کا غَیْرُہٗ میں ہ ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے۔ مَوْجُوْدٌ سب سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر صلہ ہوا ما موصول کا یہ موصول صلہ مل کر صفت ہے۔ اللہ موصوف اپنی صفت سے مل کر مفعول بہ ہے۔ اُعْبُدُوْا کا یہ فعل امر بافاعل اپنے مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر جواب ندا ہوا۔ حرف ندا اپنے منادی اور جواب ندا سے مل کر مقولہ اول ہوا۔ اَفَ دراصل ہے فَاَ۔ ترجمہ ہے تو کیا۔ تَتَّقُوْنَ۔ باب افتعال فعل مضارع حال یا مستقبل منفی معروف جمع مذکر حاضر ہے اس کا مصدر۔ اِتِّقَاءٌ دراصل تھا اِوْتِقَاوٌ نحوی تعلیل سے اتتقاءٌ ہو گیا ت کو ت سے ادغام کیا گیا اور آخری واؤ کو ثقیل ہونے کی وجہ سے ہمزہ سے بدل دیا گیا اِتِّقَاءٌ ہو گیا۔ تَقْوٰی سے بنا۔ ہے ترجمہ ڈرنا' پرہیز گار ہونا لازم بھی ہوتا ہے متعدی بھی۔ لازم ہو تو معنی ہوتا ہے پرہیز گار ہونا۔ متعدی ہو تو معنی ہوتا ہے ڈرنا اللہ تعالیٰ سے۔ یہ فعل بافاعل جملہ فعلیہ سوالیہ انشائیہ ہو کر مقولہ دوم ہوا۔ قَالَ اپنے دونوں مقولوں سے مل کر جملہ قولیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ

وَاِنَّ لَکُمْ فِی الْاَنْعَامِ لَعِبْرَۃً ؕ نُسْقِیْکُمْ مِّمَّا فِیْ بُطُوْنِهَا وَلَکُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ کَثِیْرَۃٌ وَّمِنْهَا تَاْکُلُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَعَلَیْهَا وَعَلَی الْفُلْکِ تُحْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِهٖ فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۲۳﴾ اے انسانو کائنات عالم کی ہر ہر چیز ہم نے تمہارے لئے نعمت دنیوی بنائی ہے۔ ہم نے تمہیں پیدا کر کے کسی دوسرے کے سہارے نہیں چھوڑ دیا نہ کوئی دنیا میں تمہارا سچا پکا سہارا بن سکتا ہے نہ کسی کی ہمت وقوت ہے یہ بات کائنات مخلوق کا ذرہ ذرہ اپنے حالات مقالات کیفیات سے خود بخود دبتا رہا ہے اور پکار پکار کر سمجھا رہا ہے کہ

وہ کون ہے کہ کبھی نیند ہے نہ اونگھ جسے ہے لحہ لحہ خبردار اپنے بندوں سے
کہ لائق اور سزا وار ہے کل حمد جسے وہی تو خالق و مالک ہے سارے عالم کا

(ڈاکٹر مشاہد)

اے انسانو فرماتا ہے تمہارا مالک و معبود کہ ہم نے کھولے ہوئے ہیں تمہارے لئے زمین و آسمان کے دروازے اور تم کو حیوانیت

گائے کے گوشت کا کھلانا ثابت ہے کھانا ثابت نہیں۔ دسویں نعمت وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ اور اے انسانو ہمارے ان پیدا کردہ مسخر چوپایوں کے وجود و اجسام کی قوت طاقت قد و قامت کے اندر تمہارے لئے یہ فائدہ بھی ہے کہ ہر قسم کی بری، صحرائی، میدانی، پہاڑی، ریگستانی، اونچی نیچی چڑھائی اترائی میں سیر و سیاحت سفر کے لئے سواری انسانی بار برداری سامانی کا کام حاصل کرتے ہوئے ان جانوروں کی پیٹھوں پر ان کی گاڑی تانگہ سیٹوں پر تم لادے سوار کئے جاتے ہو۔ تھوڑے اور لمبے سفر ریگستانی وغیرہ سفروں میں نر و مادہ اونٹ تیز و جلدی کے لئے سفر میں ہیں اونٹ کے پیروں کو قدرت نے ریگستان میں چلنے کے لئے منفرد شکل پر بنایا ہے اس لئے ریگستان میں کوئی جانور اس کا مقابلہ و رفتار نہیں کر سکتا۔ اہل عرب اونٹ کو ریگستانی جہاز کہتے ہیں۔ ذوالرومہ شاعر کہتا ہے۔

سَفِيْنَةُ الْبَرِّ تَحْتَ خَدِّىْ زَمَامُهَا اِبِلُ الْعَرَبِ بِيَمِثْلُ اَسْتَخْدَامُهَا

یعنی خشکی کا جہاز جس کی لگام میرے چہرے کے نیچے یعنی سامنے ہے عرب کا اونٹ جس کی خدمت گزاری بے مثل ہے۔ گھوڑا نر و مادہ تیز سفر کے لئے بوجھل و مشکل سفر میں۔ خچر نر و مادہ ہے قریبی چہل قدمی و ست رفتاری کے لئے نر بیل و سانڈھ۔ علاقائی بار برداری یا لمبے ہلکے سفر و سیاحت کے لئے گدھا نر و مادہ پیٹھ پر بٹھا کر یا کسی تانگے میں لگا کر سواری بنا کر یا گاڑی سجا کر کتنی سہولتیں پیدا کی گئی ہیں۔ سفر و حضر کی ضروریات انسانی پوری کرنے کے لئے اور اے انسانو ہم نے سمندری سفر و سیاحت فرحانی کرنے، بنانے مال کمانے کے لئے بڑے چھوٹے جہاز و کشتیاں مہیا فرمایں۔ جس پر ملکیتاً، عاریتاً، استعارۃً، اجرۃً، استجارۃً تم لادے جاتے ہو سوار کئے جاتے ہو بشکل مسافر انسانی بھی۔ اور مال برداری سامانی بھی کہ ہزاروں میل کے مسافر ہزاروں منوں بوجھ کا سامان دن رات ادھر سے ادھر لاتے لیجاتے ہو۔ آج تم لوگ کشتیاں بھی بنا لیتے ہو بحری جہاز بھی مگر پہلے زمانوں میں تو تم کو دریائی سفر با سہولت کا علم ہی نہ تھا۔ روئے زمین پر کوئی کشتی، جہاز، آبدوز موجود ہی نہ تھا انسانی آنکھ کو تاریخ کے اوراق کو وجود کشتی کا پتہ ہی تھا نہ علم نہ شعور تب ہم نے ہی سفینائے بحری سے متعارف کرانے فنکاری فلکی سکھانے اور اس انعام الٰہی کو سمجھانے۔ احسان وحدہ لاشریک منوانے تبلیغ دین فرمانے انسانوں کو انسانیت سکھانے مہذب بنانے آستانہ معبود پر جھکانے کے لئے۔ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ اور البتہ بے شک بھیجا ہم نے نوح علیہ السلام کو اس وقت کی پوری انسانی قوم کی طرف جو ان کی ہی خاندانی برادری تھی۔

حضرت نوح علیہ السلام کے مختصر حالات

نوح علیہ السلام کی کل عمر مبارک ایک ہزار پچاس ۱۰۵۰ سال ہوئی۔ چالیس سال کی عمر میں تبلیغ نبوت کی اجازت ملی اور نو سو پچاس سال تبلیغ فرمائی۔ اس مدت کا صریحی ذکر سورۃ عنکبوت کی آیت ۱۴ میں فرمایا گیا۔ طوفان کے بعد ساٹھ سال حیات رہے۔ اس طرح پوری عمر ایک ہزار پچاس سال بنتی ہے۔ قرآن مجید میں آپ کا ذکر اٹھائیس ۲۸ سورتوں کی تینتالیس ۴۳ آیتوں میں فرمایا گیا ہے۔ جن میں ہر آیت کے اندر آپ کی تبلیغی زندگی کے مختلف پہلوؤں اور واقعوں کا ذکر ہے۔ ان تمام آیتوں میں آپ کا لقب نوح ہی مذکور ہوا۔ آپ کا ذاتی نام والدین کا رکھا ہوا عبد الغفار تھا۔ پھر قبیلے میں عبد اللہ نام مشہور ہوا۔

آپ کا شکر الٰہی سن کر مومن لوگ آپ کو شاکر یا شکر کہتے تھے آپ کے لقب لفظ نوح کی چار وجہ مفسرین نے بیان فرمائی ہیں جن میں صحیح صرف یہ ہے کہ آپ مناجات کبریائی کے وقت بہت روتے آہیں بھرتے تھے نوحہ فرماتے تھے لفظ نوحہ کی وجہ سے آپ کا لقب نوح ہوا۔ اور کفار کے منہ سے رب تعالیٰ کی گستاخی بے ادبی سن نہ سکتے تھے اور غم وغصہ برداشت نہ کر سکنے کی بنا پر آپ کے آنسو نکل آتے تھے۔ اس لئے بھی آپ کا لقب نوح ہوا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ لقب اتنا مقبول ہوا کہ تاریخی تشہیر کے علاوہ کلام الٰہی نے بھی اس لفظ ولقب کو زینت بخشی اور لوگ اصل نام ہی بھول گئے۔ (از تفسیر صاوی وکبیر) بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہ تینوں نام بیک وقت نہ تھے بلکہ ان میں سے ایک ہی نام تھا یا عبد الغفار یا عبد اللہ یا شکر وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب جب نوح علیہ السلام چالیس سالہ ہو کر تبلیغ رسالت کے لئے مبعوث وماذون ہوئے۔ فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ پس پہلی تبلیغ سے فرمانا شروع کیا اے میری قوم بت پرستی چھوڑ دو اور صرف اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک لہ کی معبودیت خالقیت مالکیت پر ایمان لاؤ کیونکہ تمہاری عبادتوں سجدوں کا وہی معبود ومسجود و مستحق ہے۔ اس کے سوا تمہارا کوئی بھی معبود نہ ہے نہ ہو سکتا ہے نہ اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کسی کو سجدہ جائز نہ طواف واعتکاف نہ دعا صرف وہی اللہ تعالیٰ جل وعلیٰ تمہاری دعاؤں کو قبول فرمانے والا فریادوں کو سننے والا اور تم کو صحت شفا عزت کی دولت رزق کی روزیاں دینے والا ہے۔ یہ قدرتیں طاقتیں حکمتیں صرف معبود کے پاس ہی ہو سکتی ہیں اور چونکہ اس کے سوا تمہارا کوئی بھی معبود نہیں اس لئے ان نعمتوں سے معبود حقیقی کو پہچانو اسی کو مانو اسی کی عبادت کرو۔ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ تو کیا تم لوگ خالق تعالیٰ سے ڈرتے نہیں اور کیا تم کو حالات کے ماحول کا علم نہیں اور حالات زمانہ کے علم کے باوجود کیفیات کی معرفت نہیں ہوتی اور اشیاء عالم کی کمیات ومقدارات میں عقل کا تدبر وفہم کا لحاظ اور عمل کا خیال نہیں رہا کہ تم اپنے ہی ہاتھوں کے پانچ بنائے تراشے خراشے بت سواع۔ ود۔ یغوث۔ یعوق۔ نسر کی پرستش میں لگے ہوئے ہو۔ خیال رہے کہ قوم نوح کے پانچ بتوں کا نام سورۃ نوح کی آیت ۲۳ میں ہے۔ قوم نوح میں پانچ بڑے مذہبی قبیلے تھے۔ ۱۔ قبیلہ بنو فاران ان کا بت یعوق تھا گھوڑے کی شکل کا۔ ۲۔ قبیلہ عمالقہ ان کا بت یغوث تھا شیر کی شکل کا۔ ۳۔ قبیلہ قبط ان کا بت ود تھا بیل کی شکل کا۔ ۴۔ قبیلہ فاران ان کا بت سُوَاعَ تھا عورت کی شکل کا۔ ۵۔ قبیلہ نوح بنو مرادان کا بت نسر تھا مرد کی شکل کا۔ یہ تبلیغ بار بار فرمائی جاتی اور آپ فرماتے کہ اے میری قوم والو تم کو اللہ تعالیٰ کا ڈر اس کے عذاب کا خوف کفر شرک کی نجاستوں اور فسق وگناہ کی گندگیوں سے بچنے پرہیز کرنے کا تقویٰ نہیں ہے۔ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ فرما کر نوح علیہ السلام نے سوالیہ انداز میں قوم کو تین دعوتیں پیش فرمائیں پہلی دعوت عقل یعنی کیا تم اس لئے تقویٰ ایمان وصداقت کی ضرورت محسوس نہیں کرتے کہ تم لوگ اشیاء عالم چڑھتے سورج ڈھلتے چاند ونظام عالم کی گردش ورفتار سے جاہل ہو۔ اَجَهِلْتُمْ۔ دعوت دوم دعوت معرفت اَفَلَا تَعْرِفُوْنَ کیا تم جاننے کے باوجود پہچانتے نہیں۔ لہٰذا میری مانو اور کائنات کی حقیقت حال کو جانو پہچانو۔ دعوت سوم علم وعمل کا اہتمام ولحاظ رکھنا۔ یعنی میری قوم برادری والو کیا تم سب پہچاننے کے باوجود تدبر وتفکر کا اہتمام نہیں کرتے۔ اس بے رغبتی کی بنا پر تقویٰ نہیں اور جب خوف خدا کا تقویٰ نہیں تو کفریات کی پرواہ نہیں اے لوگو سمجھ لو کہ ہدایت سے تقویٰ۔ تقویٰ سے ایمان۔ ایمان سے علم۔ علم سے معرفت۔ معرفت سے ملاحظت یعنی ہر چیز میں تدبر کا خیال رکھنا بندے میں جب غور وفکر عرفانی کی عادت ہو جاتی ہے تو تقوے کا نور ظاہر ہوتا ہے جس سے خشیت الٰہی قلب وقالب پر نمودار ہوتی

ہے تب بندہ عذاب کا خوف اور برائیوں کا پرہیز کرتا ہے۔ بڑی برائیاں چھ قسم کی ہیں۔ ۱۔ کفر۔ ۲۔ شرک۔ ۳۔ ظلم۔ ۴۔ فحاشی بے غیرتی۔ ۵۔ فسق۔ ۶۔ فجور۔ اس سورۃ مومنون میں پانچ سابقہ امتوں کا اجمالا واختصارا ذکر فرمایا گیا ہے۔ ۱۔ قوم نوح۔ ۲۔ قرنا آخرین یعنی قوم صالح ثمود۔ ۳۔ قرونا آخرین قوم عادوقوم لوط۔ ۴۔ قوم موسیٰ وہارون۔ ۵۔ تذکرہ عیسیٰ علیہم السلام حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے تین قومیں گزریں۔ پہلی قوم اولاد آدم۔ دوم قوم شیث۔ سوم قوم ادریس علیہم السلام۔ نوح علیہ السلام زمین پر چوتھے نبی تھے۔

ان آیات میں مختلف اقوال

فِي الْاَنْعَامِ کے معنی میں دوقول۔ ۱۔ بعض نے فرمایا کہ انعام سے تمام گھریلو چوپایہ جانور مراد ہیں حلال وحرام مثلاً اونٹ گائے، بھینس، بکری، بھیڑ اور گھوڑا خچر گدھا وہ اپنی دلیل میں مَنَافِعَ كَثِيْرَةٌ اور تُحْمَلُوْنَ کا فرمان باری تعالیٰ پیش کرتے ہیں۔ ۲۔ بعض نے کہا کہ مراد صرف حلال مادہ دودھ دینے والے چوپایہ جانور ہیں وہ اپنی دلیل میں نُسْقِيْكُمْ کا ارشاد باری تعالیٰ پیش کرتے ہیں مگر پہلا قول درست ہے اور ہر قسم کے چوپایہ جانور ہی مراد ہیں۔ حلال مونث دودھ والے جانور مِمَّا کی من تبعیضہ کی وجہ سے علیحدہ ہوگئے۔ نُسْقِيْ کی قرئت میں تین قول۔ ۱۔ کثر قراء کی قرئت میں یہ نُسْقِيْ ہے باب افعال کا فعل مضارع مثبت معروف جمع متکلم۔ تاکیدی متعدی ترجمہ ہے ہم پلواتے ہیں۔ ۲۔ قراء نے کہا یہ يُنْسِقِيُ ہے باب ضرب کا مضارع حال مثبت معروف جمع متکلم متعدی۔ ترجمہ ہے ہم پلاتے ہیں ان دونوں قولوں میں ہم سے مراد اللہ تعالیٰ ہے۔ ۳۔ بعض قرئتوں میں یہ لفظ تَسْقِيُ ہے باب ضرب کا مضارع حال مثبت معروف واحد مونث غائب متعدی۔ ترجمہ ہے وہ انعام جانور پلاتے ہیں پلانے کا معنی ہر قول میں عطا فرمانا۔ اور دینا ہے پہلی قرئت درست ہے کیونکہ مشہور ومکتوب ہے مِمَّا کے مِن جارہ اور ما موصولہ میں دوقول۔ ۱۔ ما سے مراد دودھ ہے تب یہ مِنْ تبعیضیہ ہے۔ یعنی پیٹ کی ہر چیز نہیں پی جاتی بلکہ بعض چیز اور وہ دودھ ہے مِنْ کا ترجمہ ہے میں سے یہ قول اکثر مفسرین کا ہے اس لئے یہی درست ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا کہ ما سے مراد پیٹ میں کھائی ہوئی غذا کیونکہ غذا سے ہی دودھ بنتا ہے۔ اسی قول میں من بیانیہ ہے پوری آیت کا ترجمہ ہے کہ پلواتے ہیں ہم اس خوراک کے ذریعے جو ان کے پیٹوں میں ہے بُطُوْنَ کے معنی میں دوقول۔ ۱۔ مِمَّا کے بارے میں پہلے قول والوں کے نزدیک بُطُوْنَ سے مراد پورے پیٹ نہیں بلکہ صرف دودھ کی تھیلی اور رگ لبن مراد ہے اور آیت کا معنی ہے کہ دودھ میں سے بھی ہم سارا دودھ تم کو نہیں پلواتے بلکہ کچھ تم کو پلواتے ہیں۔ ۲۔ مِمَّا کے دوسرے قول والوں کے نزدیک ہر پیٹ پورا مراد ہے جس میں خون بھی گوبر بھی دودھ بھی آنتیں اوجھڑی بھی۔ اور معنی ہے کہ پورے پیٹ میں سے خاص وخالص چھانٹ کر تم کو دودھ پلواتے ہیں۔ مَا لَكُمْ کی ترکیب ومعنی میں دوقول۔ ۱۔ یہ پورا جملہ علت ہے اُعْبُدُوْا کے مامور عبادت کا۔ اور ترجمہ ہے کہ تمہاری عبادت کا کوئی مستحق نہیں۔ اس لئے کہ بجز اللہ کوئی بھی تمہارا الہ نہیں ہے۔ ۲۔ بعض نے لکھا کہ یہ پورا جملہ علت ہے اُعْبُدُوْا کے امر کا نہ کہ مامور کا اب ترجمہ ہے کہ میرا حکم عبادت دینا اس لئے ہے کہ بجز اللہ تعالیٰ تمہارا کوئی معبود نہیں یہ دونوں قول درست ہیں کیونکہ معنی یہ ہوگیا کہ میرا حکم عبادت اس لئے ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی مستحق عبادت ہے اور اللہ ہی اس لئے مستحق کہ وہ ہی الہ ہے۔ غَيْرُهٗ کی قرئت میں دوقول۔ ۱۔ اکثر قراء کی قرئت میں غَيْرُهٗ ہے رفع سے کیونکہ اِلٰهٍ

محلی یعنی باطنی اعراب رفع اور پیش ہی ہے اِلٰہٍ مبتدا ہے موجود یا محذوف خبر کا۔ ۲۔ بعض قاریوں نے غَیرِہٖ پڑھا ہے کیونکہ اِلٰہٍ کا ظاہری اعراب یعنی زیر ہے۔ مِن جارہ کی وجہ سے مگر پہلی قرئت درست ہے کیونکہ مشہور و مکتوب ہے مِن جارہ اور اس کا عمل عارضی ہے اصلی نہیں۔

فائدے

ان آیت پاک سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ **پہلا فائدہ:** دودھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانوں کے لئے بہت بڑی نعمت ہے۔ ہر بندے کو اس کا احترام اور اللہ تعالیٰ کا شکر کرنا چاہیئے۔ عام طور پر بزرگ اشخاص اپنے پیاروں کو دودھ اور پوت کی دعائیں بھی اس لئے دیتے ہیں کہ حلال جانوروں کا دودھ اور اپنی نسل کی اولا درب تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ اردو محاورہ ہے کہ دودھوں نہاؤ پوتوں پھلو پنجابی میں کہتے ہیں کہ دودھ پتر کی خیر جن خوش بختوں کو یہ دو نعمتیں نصیب ہوں ان کو چاہئے کہ ہروقت شکر پھیلائیں نیکیاں کمائیں ایمان لائیں آخرت بچائیں اعمال سنواریں یہ فائدہ مَنَافِعُ كَثِيرَةٌ فرمانے سے پہلے نُسقِيكُم۔ فرمانے سے حاصل ہوا خیال رہے کہ بطور خوراک ہر شیر خوار کو چوپایہ کو چرند ہو یا درند دودھ عطا ہوا ہے مگر شیر خوارگی کی عمر میں شیر مادر اور بقیہ زندگی تا عمر بطور خوراک و غذا حلال حیوانات کا پاکیزہ دودھ کثیر مقدار میں صرف انسانوں کو عطاء ربانی ہے۔ **دوسرا فائدہ:** عبادت کرنے کے لئے اولاً تین چیزوں کی معرفت پہچان اشد ضروری ہے۔ ا۔ عابد بندے کو اپنی پہچان کہ میں کون ہوں کیا ہوں کیوں ہوں دوم یہ کہ عابد بندے کو اپنی ضروریات زندگی و حیاتِ بقاصحت نعمت کی معرفت و پہچان کہ میں حیات دنیوی کی بقاء کے لئے کس کس چیز کا محتاج ہوں سوم یہ کہ بندہ عابد کو یہ بھی پہچان ہونی چاہئے کہ میں اپنی ذات کے وصول صفات کے قبول ضروریات کے حصول میں ہر زمان و مکان ہر آن ہر شان میں کس ہستی ذات کا محتاج ہوں کون ہم کو یہ نعمتیں دیتا ہے انبیاء کرام علیہم السلام یہی تین معرفتیں کرانے آتے ہیں اسی معرفت سے اِلٰہِ حقیقی و مستحق عبادت کا پتہ ملتا ہے۔ اگر معرفت کے بغیر عبادت کرے تو بیکار۔ معرفت پا کر بھی کفر و شرک کرے تو عذاب دوام۔ اور اگر سب کچھ جانتے پہچانتے مانتے مومن ہو کر بھی ترک عبادت کا فسق کرے تو نمک حرام۔ یہ فائدہ اُعْبُدُوا اللّٰہَ کے ساتھ۔ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ کے تعارفی جملے سے حاصل ہوا۔ **تیسرا فائدہ:** تقویٰ تین ذریعوں سے حاصل ہوتا ہے اولاً معلومات دینی علمی شرعی کی کثرت سے ثانیاً اشیاء عالم کی معرفت کثیر سے۔ ثالثاً کائنات و اشیاءِ کائنات میں ہمہ وقتی و ہمہ جہتی غور و فکر تدبر سے۔ غرضیکہ علم کثیر سے معرفت کثیر اور معرفت کثیر سے تدبر کبیر اور تدبر کبیر سے تقوئے بلیغ۔ یہ فائدہ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ کی تفسیری و تشریحی وضاحت سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ:** اصطلاح شریعت میں عبرت کی تین قسمیں ہیں۔ ا۔ عبرت حاصل ہونا جانا۔ ۲۔ عبرت لینا۔ ۳۔ عبرت بننا۔ پہلا مقام و درجہ اہل بصیرت کا ہے دوسرا اہل بصارت کا۔ تیسرا اہل حقارت کا۔ فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ عبرت بننا گناہِ عظیم و نقصانِ عمیم ہے۔ بدنصیب ہے وہ شخص جو دوسروں کیلئے عبرت بن جائے۔ نمرود شداد فرعون ہامان ابو جہل یزید تاریخ میں عبرت بنا دیئے گئے۔ خوش قسمت ہے وہ بندہ جس کے قرب محفل

سے غور وفکر والوں کو عبرت ایقان۔ ہدایت ایمان۔ نصرت عرفان حاصل ہو جائے یہ مسئلہ وَ اِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً فرمانے سے مستنبط ہوا۔ **دوسرا مسئلہ:** فقہاء احناف کے مذہب میں گھوڑے، گدھے، خچر کا گوشت اور دودھ وغیرہ ہر مسلمان کے لئے مطلقاً حرام ہے۔ یہ مسئلہ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ کی مِنْ تبعیضیہ اور وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ کی تقسیم قرآنی کی حیوانی چھانٹ اور واؤ عاطفہ کی بیان کردہ غیریت سے مستنبط ہوا۔ کیونکہ اس فرمان باری تعالیٰ نے مقاصد حیوانات وانعام میں شرعی تقسیم فرمادی اور تقسیم نے حلت وحرمۃ کو بیان فرمایا۔ امام شافعی علیہ الرحمۃ گھوڑے کو حلال سمجھتے ہیں ان کا یہ مسلک قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔ **تیسرا مسئلہ:** فقہاء ائمہ اربعہ کے متفقہ قول میں ہر حلال اور صحیح مذبوحہ جانور میں سے چند اشیاء ہر مسلمان مرد وعورت کو کھانا مکروہ تحریمی یعنی حرام ظنی ہے۔ جن کی تعداد بائیس اشیاء ہیں۔ ان میں سے آٹھ چیزیں احادیث مقدسہ نے منع فرمائیں۔ ۱۔ جانور کا پتہ۔ ۲۔ مثانے کا پھکنا۔ ۳۔ دم سفوح یہ حرام قطعی ہے کیونکہ بہتا خون آیت قرآنی میں صراحت سے بھی منع فرمایا گیا ہے اور حدیث متواتر سے بھی۔ ۴۔ آلہ تناسل۔ ۵۔ دونوں خصیے۔ ۶۔ جسمانی غدود۔ ۷۔ دبر کا سوراخ والا گوشت۔ ۸۔ فرج یعنی قبل کا سوراخ والا گوشت۔ فقہاء متقدمین نے دو چیزیں منع فرمائیں۔۔ ۹۔ نخاع الصلب یعنی ریڑھ کی ہڈی کے اندر والا نازک پٹھہ حرام مغز جو دماغ سے تا سرین دم تک ہوتا ہے۔ ۱۰۔ گردن کے دونوں سخت پٹھے جو گردن کے دائیں بائیں کندھوں تک لمبے ہوتے ہیں فقہاء متاخرین نے ان کے علاوہ دس چیزیں اور منع فرمائیں۔ ۱۱۔ خون جگر یعنی کلیجی سے بہتا ہوا خون۔ ۱۲۔ خون طحال یعنی تلی سے بہتا ہوا خون۔ ۱۳۔ خون گوشت یعنی وہ خون جو گوشت کاٹتے بوٹیاں بناتے وقت کہیں کہیں سے نکلتا ہے۔ ۱۴۔ خون قلب یعنی وہ دم مسفوح جو بعد ذبح دل کے اندر ٹھیرا رہ جاتا ہے۔ یاد رہے کہ دل کی بوٹی میں اپنا کوئی خون نہیں ہوتا نہ دل میں کوئی رگ خون ہے۔ ۱۵۔ صفرا یعنی پتے کا اندر والا پانی۔ ۱۶۔ بلغم مخاط یعنی ناک کا پانی نزلہ زکام وغیرہ۔ ۱۷۔ رحم کا علقہ یعنی لوتھڑا حمل۔ ۱۸۔ رحم کا جنین یعنی مضغہ حمل۔ خیال رہے کہ جب حمل پختہ ومکمل اور حاملہ جانور ذبح ہو جائے تو اس کے پیٹ کا پورا بچہ ہڈی دار کھالینا جائز ہے اگر جان نہ پڑی ہو۔ لیکن اگر حمل پختہ مکمل ہڈی والا نہ بنا ہو تو کھانا جائز نہیں۔ ۱۹۔ کچا نطفہ یعنی منی حرام بھی ہے پلید بھی۔ ۲۰۔ رحم کا تھیلہ (حوالہ از عقد الدرایہ وفتاویٰ حامدیہ ودیگر کتب فقہ) اعلیحضرت مجدد بریلی رحمتہ اللہ علیہ نے بذریعہ قیاس مع الفارق دو چیزیں منع فرمائیں۔ ۲۱۔ اوجھڑی۔ ۲۲۔ آنتیں (از فتاویٰ رضویہ جلد ہشتم ۳۲۵ قیاس مع الفارق) ہونے کی تفصیل ہمارے فتاویٰ العطاء یا جلد چہارم مسئلہ نقشہ نعلین پاک میں ملاحظہ فرماؤ۔ یہ مسئلہ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ کی مِنْ تبعیضیہ سے مستنبط ہوا۔ یعنی سب جانور نہیں کھاسکتے حلال جانور کے صحیح ذبیحہ سے بھی یہ مندرجہ بالا حرام ہیں۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کیے جاتے ہیں۔ **پہلا اعتراض:** یہاں فرمایا گیا فِي الْاَنْعَامِ یعنی اے انسانو تمہارے لئے چوپایہ جانوروں میں عبرت ہے یہ فرما کر ثابت وظاہر کیا گیا کہ چوپائے قدرت کی بڑی نشانی اور عظیم نعمت ہیں حالانکہ انسانی تخلیق اس سے بھی بڑی حیران کن نشانی قدرت ہے مگر اس کو عبرت نہ فرمایا ایسے ہی نباتات بھی قدرت کا عجیب وحیران کن شاہکار ہیں۔ ان آیت میں انسان اور نباتات کی تخلیق کا ذکر بھی فرمایا گیا مگر ان کو عبرت نہ فرمایا گیا اس تخصیص کی کیا وجہ؟ **جواب:**

اس تخصیص کی وجہ یہ کہ وجود انعام میں انسانوں کے لئے عبرت ظاہر ہے کیونکہ گھریلو حیوانات میں عبرت کی تینوں وجوہ اور چاروں قسمیں مکمل حاصل و موجود ہیں عبرت کی وجوہ یہ ہیں۔ پہلی عبرت فکر دوم عبرت شکر سوم عبرت صبر۔ عبرت فکر ہر امیر غریب انسان کے لئے۔ لیکن عبرت شکر مالکان حیوانات کے لئے اور عبرت صبر صرف غربا کے لئے ہے۔ عبرت کی چار قسمیں۔ ا۔ عبرت مشاہدہ۔ ۲۔ عبرت منافعہ۔ ۳۔ عبرت مسافرہ۔ ۴۔ عبرت معاملہ یہ تمام عبرتیں بیک وقت صرف انعام وحیوانات میں جمع ہیں۔ اس لئے صرف انعام کو انسانوں کے لئے عبرت فرمایا گیا۔ نیز جتنے فوائد و منافع گھریلو چوپایوں میں ہیں ظاہری باطنی ماکولی مشروبی روغنی استعمال کے اتنے فوائد نباتات میں نہیں۔ یہ تخلیق و ولادت میں مثل انسان برتنے میں مثل نباتات ہے جب تک زندہ ہے تو اس سے گھی کا روغن حاصل ذبح ہو جائے تو اس کی چربی کا روغن غرضیکہ اس کی ہر ہر جز میں دعوت غور و فکر اور عبادت صبر و شکر کی عبرت ہے چوپایوں کی تو کھال بھی بعض طریقوں سے پکا کر کھائی جاتی ہے۔ مثلاً سری پایوں پر، مرغوں، پرندوں کی سب کھال تو عام کھائی جاتی ہے۔ بعض ناواقف مفسر کہتے ہیں کہ جانوروں کے دودھ سے گھی مکھن نکالنے کا رواج چند صدیوں پہلے ہندوستان میں شروع ہوا۔ پہلے گھی نکالنے کا رواج نہیں تھا۔ تمام انسان نباتاتی روغن استعمال کیا کرتے تھے۔ مگر اس مفسر کی یہ بات غلط ہے کہ تاریخ واحادیث سے جہالت کی بنا پر ہے صحیح یہ ہے کہ جانوروں کے دودھ سے مکھن و گھی نکالنے کا رواج نوح علیہ السلام کے زمانے سے ہے۔ نمرود کی لاش علاقہ بابل میں لکڑیوں پر گھی ڈال کر ہی جلائی گئی تھی وہاں سے ہی گھی ڈال کر لاش جلانے کا رواج صدیوں پہلے مصر سے ہوتا ہوا ہندوستان میں آیا۔ احادیث مقدسات سے ثابت ہے کہ غذائیات نبوی میں بکری و گائے کا گھی شامل ہوتا تھا۔ **دوسرا اعتراض:** اس کی کیا وجہ ہے کہ یہاں فرمایا گیا نُسْقِيكُمْ مِّمَّا فِي بُطُونِهَا سورۃ نحل کی آیت ۶۶ میں اسی طرح کی عبارت کے ساتھ فرمایا گیا نُسْقِيكُمْ مِّمَّا فِي بُطُونِهِ یہاں ضمیر ھا واحد مونث غائب ہے جو بے عقل چیزوں کی جمع کے لئے بھی بولی جاتی ہے۔ اور وہاں واحد مذکر حاضر کی ضمیرہ ہے۔ جو صرف واحد مذکر کے لئے ہی ہوتی ہے مرجع عقلی ہو یا غیر عقلی حالانکہ لفظ انعام یہاں بھی جمع اور وہاں بھی جمع انعام کی واحد نَعَمْ ہے۔ **جواب:** اس کی وجہ یہ ہے کہ بُطُونَ سے مراد باطنیت انعام ہے اور وہاں بُطُونَ سے مراد بطنیت انعام ہے۔ اور نسقی سے مراد دونوں آیتوں میں دودھ ہی ہے یہاں خلقت لبن کی ہیت کا بیان کہ دودھ بنتا ہے نر و مادہ دونوں کی باطنی تحریک ملاپ سے لہٰذا دونوں نر و مادہ وسیلہ دودھ ہوئے۔ دودھ کی نعمت میں دونوں کی سببیت شامل ہے۔ اس لئے ھا ضمیر برائے جمع فرما کر دونوں کو شامل کیا گیا اور آیت کا معنی یہاں اس طرح ہے کہ پلاتے ہم تم کو اس کے ذریعے جوان کے باطن میں ہے اس طرح کہ باطن نر میں نطفہ حمل اور باطن مادہ میں مخزن و معدن لبن ہے۔ دونوں کی کارکردگی سے دودھ بنا۔ اسی کارکردگی کی طرف اشارہ ہے فِي بُطُونِهَا سے لیکن وہاں سورۃ نحل میں اصل مقام لبن کی وضاحت ہے یعنی مونث و مادہ جانور کا اور دودھ اصل مخزن چونکہ مادہ کا پیٹ ہے اس لئے فرمایا گیا مِنۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا یہ مونث پیٹ کا نقشہ کھینچا گیا وہاں بُطُونِهِ فرما کر دو باتیں بتائی گئیں۔ (۱) انعام لفظاً و معنی مذکر ہے (۲) مونث صنفاً واحد ہے۔ اس لئے ضمیر واحد اور مذکر لائی گئی یاد رہے کہ اصل میں بطن کی جمع بطون ہے اور باطن کی جمع بَوَاطِنُ ہے۔ یہاں صنفیت واحدہ مراد نہیں ہے۔ **تیسرا اعتراض:** یہاں فرمایا گیا وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ یعنی البتہ بے شک ہم نے بھیجا نوح کو ان کی قوم کی طرف۔

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت نوح بھی دیگر سابقہ انبیاء علیہم السلام کی طرح صرف اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ تو پھر نافرمانی قوم کی وجہ سے پوری زمین پر عذاب الٰہی کا طوفان آب کیوں آیا۔ چاہئے تھا کہ صرف قوم نوح پر علاقائی عذاب آتا۔ جس طرح دیگر کافر قوموں پر علاقائی عذاب آتے رہے طوفان کے عذاب نے تو دیگر بیگناہ قوموں کو بھی ہلاک کر دیا اس کی کیا وجہ؟ **جواب:** وجہ یہ کہ نوح علیہ السلام کے وقت زمین پر انسان بہت کم تھے۔ تاریخ وروایات سے ثابت ہے زمانہ نوحی میں پوری زمین پر صرف قوم نوح ہی آباد تھی اور آپ اکیلے اس وقت انسانی قوم واحد کے نبی رسول تھے۔ اس لئے وہ طوفان اگرچہ پوری زمین پر آیا تھا مگر ہلاکت صرف کفار نوحی کی ہوئی نہ کوئی دوسری بیگناہ قوم زمین پر تھی نہ کسی بیگناہ کی ہلاکت ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ ہلاکت طوفانی کے بعد جب طوفان ختم ہوا تو نوح علیہ السلام کے تین بیٹوں حام، سام یافث علیہم الرضوان کی نسل واولاد سے زمین پر یہ موجودہ انسانیت پھیلی۔ اس لئے نوح علیہ السلام کو ابوالبشر ثانی کہا جاتا ہے۔ یہ آپ کی کنیت ہے۔

تفسیر صوفیانہ

وَاِنَّ لَكُمْ اے وہ لوگو جو عالم ناسوت میں آنکھیں پھراتے عقلیں دوڑاتے اور حرام وحلال پر ہاتھ منہ مارتے ہو۔ اور گناہ میں ہاتھ چلاتے پیر دوڑاتے جسم کو نچاتے ہو کیا کبھی تم نے اپنے ماحول مادیات پر غور وفکر کی عبرت عرفانی ارادہ ایمانی حاصل کیا ہے اور کیا کبھی جانا ہے کہ البتہ بے شک تمہارے لئے قواء حیوانیہ کے انعام بدنیہ میں عبرت رجوع ہے۔ اعتبار، اعتماد، اختیار، امتیاز اور شکر وصبر کی دنیا سے آخرت کی طرف لوٹنے میں کیونکہ نُسْقِيْكُمْ ہم ہی پلواتے ہیں تم کو ان انعام حیوانیہ کے باطنوں سے فنون عقلیات وعلوم مدرکات میں سے اجواف اسرار کے پستانوں سے اعمال نافعہ کا شیر ندکی لبن مطہر۔ اور اے سالکین طلب و شوق تمہارے لئے اعضاء ظاہری کے چوپایوں میں منزل معرفت اور وادی سلوک کے کثیر منافع ہیں۔ اور تم ان ہی انعام روحانیہ سے اخلاق وتقویٰ کی غذائیں حاصل کرتے ہو۔ اور ان انعام عضوی پر ہی میدان شریعت میں تم سوار کئے جاتے ہو۔ اور ان پر ہی منازل شریعت طے کر کے مراقبات کی کشتیوں پر چڑھائے جاتے ہو تب پھر طریقت کے گہرے سمندروں حقیقت کے دریاؤں میں پہنچائے جاتے ہو۔ کیونکہ میدان شریعت سے گزر کر ہی اعمال کے قدموں پر بحر لاہوتی میں جایا جاتا ہے۔ کشتی مراقبہ مثل ظرف ہے اور اسکا سوار مثل مظروف ہے۔ اے طالبان محبت ابدی تم تیاری کرو عالم اسفل سے عالم اقدس کی طرف سفر کرنے کی تاکہ تم قوت توفیق پالو۔ (از ابن عربی) فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً انسان کے اعضاء کی تخلیق میں قدرت عظیم اور حکمت لطیف ورحمت کثیر ہے۔ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهَا فضلات نفسانیہ اور عادات شیطانیہ کے فرث فضلہ وخون عضلہ کے درمیان میں سے توحید وایمان کا خالص شیر انوار حلیب اسرار ارواح صدیقین کو ہم ہی عطا کرتے اور مرشد عظیم کے ذریعے پلواتے ہیں۔ روح عارضہ پکار اٹھتی ہے کہ

ایسا دودھ پلایا مجھ کو زندہ ہو گیا میرا دل حب کا پیالہ بھر گیا میرا بحر عشق الٰہی سے

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ اور بے شک بھیجا ہم نے نوح روحانی کو اس کی قوم قلب وقالب نفس وعقل وضمیر وشعور اور اعضاء ظاہری وباطنی کی طرف تو اس روح معرفت نے فرمایا کہ اپنے خالق تعالیٰ کی عبادت عشق عملی فکری سری خلوص ومحبت

سے ادا کرو کیونکہ اس کے سوا کوئی بھی تمہارا معبود نہیں ہے کہیں بھی نہ آسمانوں میں نہ زمینوں میں خبردار نہ دنیا کو معبود سمجھو نہ دولت دنیا کو نہ سرداری کو حکومت کو نہ حرص نفسانی نہ خواہشات شہوانی نہ تمناء شیطانی کو صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ قلب کی سچی عبادت غیر اللہ کی چاہت ومحبت سے قطع تعلق کرنا اور نفرت کرنا ہے۔ عقل کی سچی وحقیقی عبادت ترقی اعمال وتکمیل اخلاق ہے۔ نفس مطمئنہ کی سچی عبادت تبدیلی اخلاق وتغیر عادات خبیثہ ہے قالب کی عبادت تجریدی اعمال ہے یعنی جسم کلی کو خوشنودی اعلیٰ میں لگائے رکھنا ضمیر کی عبادت صادقہ خلوت طریقت ہے شعور کی عبادت الٰہیہ جلوت شریعت ہے اعضاء ظاہری کی عبادت ارکان اسلام واحکام شریعت کی اقامت ومداومت ہے۔ اعضاء باطنی کی عبادت ربانی خلوص نیات وصفائی ارادت ہے۔ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ اے نفس وشیطان کے پجاریو حرص وہوس کے کافران مطلق بدعمل وکسلمندی کے غافلان منہلک۔ دولت دنیا کی پرستش اور اہل دنیا کی بندگی کرنے والو کیا تم کو حرمانِ دنیوی اور خذلان اخروی کا خوف وخطرہ نہیں آتا۔ صوفیاء کے نزدیک سب سے بڑا بدقسمت وہ ہے جس کو دنیا میں محرومی ونفرت اور قبر وحشر میں مقہوری وذلت ملے۔ شعر

آہ وہ آنکھ جو محروم تمنا ہی رہی ہائے وہ دل جو تیرے در سے پر ارمان گیا

(مجدد احمد رضا بریلوی)

اور مخلوقات کونین میں عظیم خوش قسمت ہے وہ بندہ جس کو قرب حبیب میں اقامت نصیب ہوگئی۔

اس کی قسمت پہ نثار سارے جہاں کی شاہی اے میرے آقا تیرے قدموں میں جسے چین کی نیند آئی ہو

(حکیم الامت سالک بدایونی)

چراگاہِ طریقت میں عوام کَالْاَنْعَامِ ہیں اگر کفر شرک میں ہوں تو موذی درندوں کے مثل ہیں اگر فسق وفجور کے ظلم میں ہوں تو مثل زہریلے کیڑوں کے ہیں اگر ایمان شریعت اور عرفان طریقت میں ہوں تو دودھ والے انعام عبرت کی مثل مفید اور حقیقت والے ہیں۔ اعمال صالحہ والے مومنین متقین کے وجود مسعود اور اجسام محمود میں ہیں اے دنیا والو لَکُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ کَثِیْرَةٌ تمہارے لئے عفت۔ عافیت۔ حفاظت۔ امانت۔ ضمانت کے کثیر ودوام منافع ہیں۔ عارفین فرماتے ہیں کہ مومن متقی پھل والے سایہ دار درخت کی مثل ہیں کہ مسافرانِ آخرت کو ٹھنڈے سایہ کی آغوش سکون بھی دیتے ہیں۔ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ اور اے منزل آخرت کے پریشان حال اعمال مقال مسافروان کے اعمال صالحہ کے فیض روحانی وفیاضی اعمالی کے ثمرات کثیر میں سے کھاتے ہو۔ مومن مثل درخت ہے کہ خود دھوپ کی تپش میں جلتا ہے اور مسافرانِ پریشان کو سایہ عطا فرماتا ہے۔ وَعَلَیْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ اے راہِ طریقت کے راہ نوردو تم پر ہی لادی اور ڈالی گئی ہے عشق الٰہی کی امانت تم ہی وہ خوش قسمت ہو جو بحر لاہوت کی کشتیوں میں سوار کئے جاتے ہو۔ لہٰذا بدعملی کی بددعاؤں سے بچتے رہو۔ اور عافیت کی تسکین رسائی واہل حاجت کی حاجت روائی سے دعائیں حاصل کرو۔ اس لئے کہ دل سے نکلی ہوئی دعا اور آنکھوں سے بہتی ہوئی بددعا بہت جلدی عرش معلیٰ تک پہنچتی ہے۔ ہر شخص کو اپنی پسند ونا پسند کا حق حاصل ہے۔ مگر کسی کو کسی پر اپنی پسند منوانے کا حق اور جبر حاصل نہیں ہوگا۔ اگر کامیابی وخوشنودی چاہتے ہو تو ہر ایک کی عزت کرنے کی عادت اپناؤ کسی انسان کی بے عزتی کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔

خواہشات دنیوی وہ لاعلاج مرض ہے جس کی کوئی انتہا نہیں ہے۔

فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ اِلَّا

پس جواب دیا ان سرداروں نے جو کافر تھے ان کی قوم میں نہیں ہے یہ مگر

تو اس کی قوم کے جن سرداروں نے کفر کیا بولے یہ تو نہیں مگر تم جیسا

بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ

بشر تمہاری ہی مثل بس چاہتا یہ ہے کہ تم پر افضلیت حاصل کرے اور اگر چاہتا اللہ

آدمی چاہتا ہے کہ تمہارا بڑا بنے اور اللہ چاہتا تو

لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً ۚۖ مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۴﴾ۚ

نبی بھیجنا تو فرشتے نازل کر دیتا ہم نے تو اپنے پہلے باپ داداوں میں ایسی تبلیغ نہیں سنی

فرشتے اتارتا۔ ہم نے تو نے اپنے اگلے باپ دادوں میں نہ سنا

اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۲۵﴾

نہیں ہے یہ شخص مگر ایک ایسا مرد جس کو جنون ہے تو انتظار کیے رہو اس کا کچھ وقت

وہ تو نہیں مگر ایک دیوانہ مرد تو کچھ زمانے تک اس کا انتظار کیے رہو

تعلقات

ان آیت کریمہ کا پچھلی آیت کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آیت میں نوح علیہ السلام کی دعوت ایمان کی تبلیغوں کا ذکر فرمایا گیا اب ان آیت میں قوم نوح کے کافر سرداروں کے متکبرانہ انکار کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیت میں اللہ تعالیٰ کی خالقیت کی قدرتوں کا ذکر ہوا جن میں سے ایک قدرت بعثت اور خلقت نبوت ہے جو عظیم قدرتوں میں سے ہے۔ اب ان آیت میں کفار کے اس کفریہ قول کا ذکر ہے جس میں شخصیت نبوت کی قوت کا انکار کرتے ہوئے عام انسانوں کی طرح کمزور و بے اختیار انسان و بشر سمجھا گیا۔ فرمایا جا رہا ہے کہ شان نبوت اور بے مثل ذاتِ نبی کی قوت و اختیار کا انکار کرنا دراصل اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار ہے۔

تفسیر نحوی

فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً ف تعقیبیہ بعدیت کے لئے یعنی حضرت نوح کا پیغام تبلیغ سننے کے بعد کہا۔ قَالَ فعل ماضی واحد مذکر الف لام استغراقی مَلَؤُا۔ دراصل مَلَئُوْ اسم مفرد لفظاً واحد ہے معناً جمع ہے۔ مَلَاءٌ اور مَلَوٌ بھی اسی کا تلفظ ہے لغوی ترجمہ ہے بھرنا بھرتی ڈالنا'

مقدار باہم مشورہ کرنا' اصطلاح میں دولت وعزت سے بھرے ہوئے لوگوں کو کہا جاتا ہے۔ یعنی قوم کے بڑے اور سردار افراد۔ امراء پڑھے لکھے لوگ اسی سے ہے املا کرنا کرانا یعنی لکھنا لکھوانا۔ ڈھیلا چھوڑنا۔ ڈھیل دینا۔ بڑھانا یہ تمام معنی لغت کی بناء پر ہیں۔ اَلْمَلَؤُ فاعل ہے قَالَ کا اور موصوف ہے اگلی عبارت کا۔ اَلَّذِیْنَ اسم موصول جمع مذکر کَفَرُوْا باب نصر کا ماضی مطلق جمع مذکر کُفْرٌ سے مشتق ہے لغوی ترجمہ ہے انکار کرنا دل وزبان سے عمل سے اصطلاحی معنی ہے اللہ رسول کو نہ ماننا اور اللہ رسول کی نہ ماننا فسق ہے۔ اس کا فاعل ھم ضمیر صیغہ پوشیدہ جس کا مرجع ہے اَلْمَلَؤُ مِنْ جارہ تبعیضیہ قَوْمِہٖ مرکب اضافی۔ ہ ضمیر کا مرجع نوح علیہ السلام یہ مرکب اضافی مجرور ہوا مِنْ سے یہ جار مجرور مل کر متعلق ہے کَفَرُوْا کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا۔ اَلَّذِیْنَ کا دونوں مل کر صفت ہے مَلَؤُ کی یہ مرکب توصیفی فاعل ہے قَالَ کا فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ مَا ھٰذَا سے حَتّٰی حِیْنَ تک مقولہ ہے۔ مَا حرف نفی مشبہ بلیس ھذا اسم اشارہ قریبی اسکا مشار الیہ نوح علیہ السلام مستثنیٰ منہ ہے اِلَّا حرف استثناء متصل بَشَرٌ اسم مفرد جامد لغوی ترجمہ ہے ظاہر اور کھلی کھال والا اصطلاح میں ہر چھوٹے بڑے بچے بوڑھے مذکر مونث انسان کو بشر کہا جاتا ہے۔ موصوف مثل اسم مفرد اشتقاقی مادہ ترجمہ ہے ذات وصفات میں مشابہ ہونا۔ مضاف ہے کم ضمیر مضاف الیہ اس کا مرجع ہے قوم یہ مرکب اضافی صفت ہے بشر کی دونوں مل کر مستثنیٰ ہوا۔ مستثنیٰ منہ اپنے مستثنیٰ سے مل کر اسم ہوا ما مشبہ بلیس کا۔ اسی لئے ھٰذَا بحالت رفع ہے۔ یُرِیْدُ۔ باب افعال کا فعل مضارع حال مثبت معروف واحد مذکر غائب۔ رَوْدٌ یا رَیْدٌ سے مشتق (دو قول ہیں) باب افعال میں اس کا مصدر ہے اِرَادَۃٌ دراصل تھا اِرْیَادٌ۔ نحوی تعلیل سے ہوا اِرَادَۃٌ۔ آخر میں ت مصدریہ ہے ترجمہ ہے چاہنا خواہش کرنا دل سے چاہنے کو ارادہ کرنا کہتے ہیں اس کا فاعل ھُوَ ضمیر پوشیدہ جس کا مرجع ہے نوح علیہ السلام۔ اَنْ حرف ناصبہ یہ مضارع کے آخر کو نصب (زبر) دیتا ہے یَتَفَضَّلُ باب تفعل کا مضارع ہے مثبت معروف واحد مذکر غائب اس کا مصدر ہے تَفَضُّلُ فَضْلٌ سے بنا ہے ترجمہ ہے بڑا بننا خود کو بڑا سمجھنا یا کسی کو بڑا بنانا فضیلت دینا فضل بمعنی بڑا ہونا دنیوی یا دینی یا دونوں اعتبار سے۔ اس کا فاعل ھُوَ پوشیدہ جس کا مرجع نُوْحًا ہے عَلَیْکُمْ یہ جار مجرور متعلق ہے۔ یَتَفَضَّلَ فعل با فاعل اپنے متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مفعول بہ ہوا یُرِیْدُ کا۔ یہ فعل فاعل مفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے۔ مَا نافیہ مشبہ بلیس کی۔ یہ مَا نافیہ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ اول ہوا قَالَ کا۔ واؤ سر جملہ لَوْ حرف شرط شَآءَ باب فتح کا ماضی مطلق شرطیہ ترجمہ ہے اگر چاہتا شَیْءٌ سے مشتق ہے اجوف یائی مہموز اللام۔ اَللّٰہُ اس کا فاعل یہ فعل فاعل جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہوئی۔ لام کے برائے جزا اَنْزَلَ۔ باب افعال کا ماضی مطلق مثبت معروف واحد مذکر غائب اس کا مصدر ہے۔ اِنْزَالٌ بمعنی اتارنا متعدی بیک مفعول ہے۔ نَزْلٌ سے بنا ہے بمعنی اترنا لازم ہوتا ہے۔ اس کا فاعل ھُوَ پوشیدہ جس کا مرجع اللہ تعالیٰ مَلٰٓئِکَۃً۔ اسم جامد جمع مکسر۔ اس کا واحد مَلَکٌ ہے۔ بمعنی فرشتے یہ مفعول بہ ہے۔ اَنْزَلَ فعل فاعل مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر جزاء ہوئی لَوْ شَآءَ شرط اپنی جزا سے مل کر جملہ شرطیہ انشائیہ ہو کر مقولہ دوم ہوا۔ مَّا سَمِعْنَا بِھٰذَا فِیْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِیْنَ ۝ اِنْ ھُوَ اِلَّا رَجُلٌ بِہٖ جِنَّۃٌ فَتَرَبَّصُوْا بِہٖ حَتّٰی حِیْنٍ۔ مَا سَمِعْنَا باب سمع کا ماضی مطلق منفی معروف جمع متکلم سَمْعٌ سے مشتق ہے۔ بمعنی کانوں سے سننا یہاں مطلقاً معلومات مراد ہے پڑھ کر دیکھ کر یا سن کر۔ اس کا فاعل ضمیر پوشیدہ جمع متکلم نَحْنُ جس کا مرجع اَلْمَلَؤُ [illegible] ھٰذَا اسم اشارہ

قریبی اس کا مشار الیہ نوح علیہ السلام کا یہ فرمان کہ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ (الخ) اَفَلَا تَتَّقُوْنَ تک فِیْ جارہ ظرفیہ زمانیہ اٰبَآءَ اسم جمع مکسر اَبٌ کی جمع ہے بمعنی باپ اٰبَآءَ کا معنی ہے باپ دادوں مضاف نَا ضمیر جمع متکلم مجرور متصل نفسی بمعنی اپنے مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی موصوف ہے اَلْاَوَّلِیْنَ اسم تفضیل جمع مذکر۔ اسکا واحد اَوَّلٌ اَوْلٌ سے مشتق ہے باب نصر سے ہے۔ ترجمہ ہے بہت پہلے والے۔ یہ صفت ہے۔ اٰبَآءَ کی دونوں مل کر مجرور جار مجرور متعلق دوم ہے۔ بِھٰذَا متعلق اول ہے۔ مَا سَمِعْنَا سب سے مل کر جملہ فعلیہ نافیہ ہو کر مقولہ سوم ہوا اِنْ حرف نفی لفظ اِنْ کی چار قسمیں ہوتی ہیں۔ ۱۔ اِنْ شرطیہ بمعنی اگر۔ ۲۔ اِنْ تحقیقیہ بمعنی بیشک یقیناً یہ حرف مشبہ بالفعل سے مخفف ہوتا ہے۔ ۳۔ اِنْ تاکیدیہ یہ زائدہ ہوتا ہے بمعنی ضرور۔ ۴۔ اِنْ شرطیہ بمعنی نہیں۔ یہ جملہ فعلیہ پر بھی آتا ہے اسمیہ پر بھی اکثر استثنا کے لئے ہوتا ہے کبھی بغیر استثنا بھی یہاں اِنْ نافیہ جملہ اسمیہ پر آیا برائے استثنا هُوَ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع نوح علیہ السلام۔ مستثنیٰ منہ ہے اِلَّا حرف استثناء متصل رجل اسم مفرد مذکر ترجمہ ہے مرد موصوف ہے۔ بِهٖ ب حرف جر مفعولیت کا برائے تعدیہ۔ ہٖ ضمیر کا مرجع نوح علیہ السلام یہ جار مجرور متعلق ہے پوشیدہ اسم فاعل لاحقٌ کا اس کا معنیٰ ہے لگنے والا۔ جِنَّةٌ اسم مفرد مونث بمعنی جنون (پاگل پن) یہ فاعل ہے پوشیدہ لاحق کا لاحق اپنے متعلق اور فاعل سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر صفت رجل کی یہ مرکب توصیفی مستثنیٰ ہوا۔ هُوَ مستثنیٰ منہ اپنے مستثنیٰ سے مل کر علت ہوا۔ ف عاطفہ زائد برائے علیت و سببیت بمعنی اس لئے تَرَبَّصُوْا باب تفعل کا امر حاضر معروف جمع مذکر حاضر۔ اس کا فاعل اَنْتُمْ ضمیر پوشیدہ جس کا مرجع ہے قَوْمٌ۔ بِهٖ جار مجرور ب جارہ عَلٰی کے معنی میں۔ اس لئے یہاں ب میں دونوں معنیٰ پائے گئے اس کے اپنے بھی مفعولیت کے اور عَلٰی کے فوقیت والے بھی ترجمہ ہوا اس کے اوپر ہٖ کا مرجع نُوحاً۔ حَتّٰی حرف جر حِیْنَ مجرور یہ جار مجرور متعلق دوم ہے تَرَبَّصُوْا کا یہ ربصٌ سے ہے اس کا معنیٰ انتظار ہونا۔ کیونکہ لازم ہے۔ اس کا مصدر ہے تَرَبُّصٌ بمعنی انتظار کرنا۔ متعدی بیک مفعول ہے۔ یہاں بِهٖ مفعول بہ کے درجہ میں ہے بمعنی اس کا۔ یہ بِهٖ متعلق اول معنوی مفعول بہ ہے تَرَبَّصُوْا سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معلول و مسبب ہوا اِنْ هُوَ کے جملے کا یہ دونوں علت و معلول (سبب و مسبب) مل کر جملہ سببیہ ہو کر مقولہ چہارم ہوا۔ قَالَ اپنے چاروں مقولوں سے مل کر جملہ قولیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ

فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ۭ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً ښ مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۴﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۲۵﴾ حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو ۹۵۰ سال نہایت محبت' شفقت الفت سے عبادت۔ لیاقت اخلاق اعمال و توحید و رسالت پر ایمان لانے کی دعوت تبلیغ فرمائی۔ ہر طرح بار بار سمجھایا۔ بت پرستی کا نقصان بتایا۔ عقلیات فکریات کی طرف توجہ دلائی مگر آپ کے فصیحانہ و بلیغانہ مواعظہ حسنہ سن کر بھی قوم کے بڑے لوگوں نے ہمیشہ تمسخر و انکار ہی کیا اور پانچ طرح باتیں بہانے بازیاں کر کے کفر کمایا۔ تبلیغ سننے دعوتِ ایمان ماننے نیکی پر توجہ دینے دین حق پر ایمان لانے سے خود بھی منکر ہوئے اور عوام کو بھی روکا۔ تاریخ شاہد ہے کہ ہر کافر قوم کے بڑے سرداروں نے اپنے اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کی دینی سچی تبلیغ و دعوت حق کے جواب میں ایسی ہی گستاخی بے دینی کی باتیں کر کے انکار بعث و اصرار کفر کیا ابتداء انکار امراء قوم کی طرف سے ہی

ہوتی رہی۔ اور باوجود جابر وظالم مغرور ومتنفر وغرباء کے دشمن ہونے کے نبوت سے ہٹانے کفر پر جمانے کے لئے وقتی طور پر غریبوں کے حامی فقیروں کے جھوٹے مربی اور غلاموں کے خیر خواہ یتیموں کے والی وارث بننے کی دعویداری کرتے ہوئے قوم کو پانچ طرح ورغلایا۔ اور دروازہ نبوت سے ہٹایا وہی ناجائز سلوک اور منکرانہ طریقہ جو اس سے پہلے قوم شیث نے شیث علیہ السلام ابن آدم سے روا رکھا پھر قوم ادریس نے اپنے نبی ادریس علیہ السلام کے ساتھ گستاخی کا یہی منکرانہ طریقہ اختیار کیا۔ پھر کفار نے حضرت نوح ابن لامخ ملک ابن متوشلخ کے ساتھ انکار و گستاخی کا وہی طریقہ شروع کیا۔ وفات آدم علیہ السلام کے چھ سو سال بعد یا تقریباً چھ سو بیالیس سال بعد حضرت نوح کی ولادت ہوئی۔ کفار کے اسی منکرانہ طریقہ کا یہاں ذکر فرمایا کہ **فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ** یعنی جب کفار قوم نے حضرت نوح کی تبلیغ توحید اور اعلانِ رسالت سنی تو سردارانِ قوم نے انکار و ناگواری ناپسندیدگی کرتے ہوئے اپنے ماتحتوں غلاموں نوکروں وغرباء عوام کو ورغلاتے ہوئے پانچ باتیں کیں۔ پہلی یہ کہ **مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ** اے قوم والو یہ شخص جو ہم میں ہی پیدا ہوا پلا بڑھا جوان ہوا اور چالیس سال تک ایک عام آدمی کی طرح زندگی گزارتا رہا اب اچانک نبی ہونے کا دعویدار بن بیٹھا۔ ذرا سوچو کہ اس میں کونسی ایسی انوکھی و نرالی آن بان شان ہے جو اللہ اس کو نبی بناتا۔ نہ ہم سے عظیم ہے نہ یہ شخصیت عجیب ہے نہ یہ رب کا حبیب ہے بلکہ یہ تو ہم سے بھی غریب ہے۔ اگر یہ عظیم ہوتا تو درجات وعزت میں اعلیٰ ہوتا۔ اگر یہ اللہ کا حبیب ہوتا تو عادات میں تم سے خاص ہوتا اس لئے جان لو کہ یہ نبی نہیں ہے یہ دعویٰ نبوت صرف اس لئے ہے کہ **يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ**۔ تم سب پر سرداری اور بڑائی کا خواہش مند ہے تمہارا سردار بننا چاہتا ہے حالانکہ سرداری کا حق تو اَصلاً نَسلاً صرف ہم جدی پشتی سرداروں کا ہے۔ کیونکہ ہم میں سرداری و حاکمیت کی صلاحیت بھی ہے اور ہمارے پاس وسائل بھی ہیں۔ اس کے پاس تو باتوں کے سوا کچھ بھی نہیں۔ سرداری کے مستحق صرف ہم ہیں یہ کیوں بڑا بنے ہم اسے بڑا نہ بننے دیں گے۔ کیونکہ یہ ہم سرداروں اور امیروں کی مثل بھی نہیں۔ بلکہ ہر چیز ہر کیفیت ہر حالت ہر بات میں ہر عادت وخصلت میں تم غریبوں غلاموں خادموں نوکروں کی مثل ہے۔ شکل وشباہت کھال بال عضوی جسمانیت لباس خوراک گھر بار ساز وسامان طرزِ رہائش کھانے پینے چلنے پھرنے سونے جاگنے بات گفتگو تکلم صحت بیماری میں بالکل عام معمولی بشر ہے تمہاری مثل ہاں البتہ کچھ چالاک ہے اس لئے چاہتا ہے کہ ہماری مثل قوم کا سردار بن جائے اور تم غریبوں پر حکمرانی چلائے۔ ہے تمہاری مثل بننا چاہتا ہے ہماری مثل۔ مگر چونکہ ہماری طرح دولتمند زمیندار باغبان کھیتوں باغوں خزانوں والا تو نہیں بن سکا اس لئے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ دوسری بات یہ کہ **وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً** اے لوگو ذرا سوچو کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ہمارے پاس کوئی نبی بھیجنا ہوتا تو فرشتوں کو نازل فرماتا اور فرشتے نبی بن کر آتے تاکہ نبی اور امتی میں کچھ تو فرق ہوتا۔ لہٰذا اگر فرشتے ہم سے کہیں کہ صرف اللہ کی عبادت کرو بتوں کی پوجا نہ کرو تب ہم مان لیں گے۔ سردارانِ قوم نے تیسری بات یہ کی کہ **مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا** ملائکہ کا نزول ہماری شان کے لائق ہوتا۔ بھلا ہم بڑی شان والے لوگ ایک معمولی غریب اور غریبوں سے پیار محبت کرنے ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے والے کی بات مان کر اپنے آبائی دین کو کیسے چھوڑ دیں اور جس توحید و رسالت کا یہ ذکر کر رہا ہے ہم نے اس قسم کی کوئی بات چرچا و تذکرہ نہ اپنے موجودہ بڑے بوڑھوں بزرگوں سے سنی نہ دیکھی نہ سابقہ گزشتہ آباء واجداد میں سنی نہ نوح کا ذکر اس کی نبوت اور رسالت کا نہ کسی دوسرے آدمی اور بشر

کی نبوۃ رسالت کا ذکر نہ توحید پر ایمان کا ذکر نہ اللہ تعالیٰ واحد کی عبادت کا ذکر نہ بت پرستی کی ممانعت نہ شرک کی برائی سنی۔ اب یہ شخص ایمانیات کی نئی باتیں سنانے اور نرالے اخلاقیات کے درس دینے لگا ہم اس کی کیوں مانیں چوتھی بات یہ کہ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ۔ ہم نے اس شخص کے بارے میں خوب سمجھ لیا ہے خوب غور کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ یہ شخص کچھ بھی نہیں نہ نبی نہ رسول نہ حق نہ سچ۔ بات صرف یہ ہے کہ اس کو جنون کی بیماری ہے۔ یا اس طرح کہ اس کا دماغی توازن بگڑ گیا ہے۔ یا اس پر جنات کا سایہ ہو گیا ہے یا کسی نے جادو کر دیا ہے۔ اسی وجہ سے اس طرح کی الٹی سیدھی باتیں کر رہا ہے۔ پانچویں بات یہ کہ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِيْنٍ لہٰذا ابھی اس سے کچھ نہ کہو بلکہ دور دور رہو نہ اس کی سنو نہ مانو بلکہ کچھ مدت اس کا انتظار کرو یا یہ ٹھیک ہو جائے یا یہ فوت ہو جائے بہر حال ابھی اسے منہ نہ لگاؤ۔ نہ برائی کرو نہ اچھائی بیان کرو نہ تعریف کرو اگر کچھ عرصے بعد یہ ٹھیک نہ ہو تو کسی دن موقعہ پا کر یا چھپ کر اس کو قتل کر دینا جب ہم کہیں۔ اتنے عرصے میں اس کی نبوت کا سچ جھوٹ بھی نکھر جائے گا۔ اگر یہ جھوٹا نبی ہوا جیسا کہ ہمیں یقین ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو خود ہی رسوا کر دے گا اور اگر یہ سچا نبی ہوا تو پھر سوچیں گے غور و فکر کریں گے امراء کفار نے یہ پانچ باتیں اپنے ماتحتوں اور برادری قبیلے کے عوام سے کہیں اور آخر تک کہتے ہی رہے۔ مگر دل سے خود بھی سمجھتے تھے کہ ہماری یہ باتیں غلط ہیں۔ پہلی اس لئے کہ اگرچہ حضرت نوح علیہ السلام بشر ہی تھے اور بشر ہی نبی و رسول و مرسل ہوتے ہیں مگر مِثْلُكُمْ نہ تھے اس لئے کہ حضرت نوح علیہ السلام خاندانی شرافت و مالی حالت میں ان سب میں بلند پایہ تھے نہ آپ اپنے قومی خاندانی اعتبار سے کسی سے نیچے تھے نہ مالی حالت میں کسی سے کمزور نہ کسی کے محتاج اور علمی لیاقت عقلی سباقت خاندانی عزت و وجاہت میں سب پر فوقیت رکھتے تھے۔ اس وقت دنیا میں صرف نو (۹) قومیں آباد تھیں۔ ۱۔ بنو مراد۔ ۲۔ عمالقہ۔ ۳۔ قوم بابلی۔ ۴۔ لاطینی۔ ۵۔ بنی اصفان۔ ۶۔ بنی فاران۔ ۷۔ قابطی۔ ۸۔ قلسطی۔ ۹۔ قابیلی۔ اور دنیا میں اس وقت ۷۲ زبانیں بولی جاتی تھیں یعنی ہر قوم اور قبیلوں کی علیحدہ زبان تھی۔ حضرت نوح کو قدرت الٰہیہ و معجزہ نبویہ سے وہ زبانیں آتی تھیں جانوروں پرندوں چرندوں درندوں کیڑوں وحشرات کی زبانوں کا علم اس کے علاوہ تھا۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ تَعَالٰى مَا اَحْسَنَ شَانَ النُّبُوَّتِ ان میں سب سے بلند مرتبہ بنو مراد کا تھا۔ حضرت نوح اسی قوم میں سے تھے۔ ہر قوم کے کچھ قبیلے تھے۔ بنو مراد کے بارہ قبیلے تھے سب میں بلند پایہ قبیلہ بنی اسد کا تھا نوح علیہ السلام کا تعلق اسی قبیلے سے تھا۔ حضرت نوح مالی اعتبار سے بہت کھیتوں باغوں کے مالک تھے مگر اپنی دولت کا زیادہ حصہ غریب پروری مہمان نوازی محتاجوں کی حاجت روائی و دادرسی پر خرچ کرتے خود سادہ اور درویشانہ زندگی گزارتے اپنے کام اپنے ہاتھ سے کرتے۔ غریبوں مسکینوں کے ساتھ زمین پر بھی بیٹھ جاتے صرف اس وجہ سے امراء کفار آپ کو اپنے سے گھٹیا و حقیر سمجھتے اور غریبوں سے کہتے یہ مِثْلُكُمْ ہیں نہ کہ مِثْلُنَا آپ کی پہلی شادی بھی بہت اونچے خاندان میں ہوئی تھی یہ بیوی مومنہ ہو گئی تھی ان کا نام دانیہ تھا۔ ان کے بطن سے نوح علیہ السلام کے تین بیٹے اور تین بیٹیاں تولد ہوئی تھی یہ سب بھی صاحب اولاد ہوئے۔ تبلیغ نبوت سے پہلے نوح علیہ السلام پورے علاقہ میں امین صادق الوعد غریب پرور صاحب علم و عقل مدبر مفکر صاحب الرائے قاضی علاقہ مشہور تھے اور یہی امراء جو اب گستاخ بنے پھرتے ہیں بعثت سے پہلے حضرت نوح کا احترام کرتے اور بڑے بڑے امور میں آپ سے مشورے لیتے تھے اپنے تنازعات میں فیصلے کراتے تھے اور آپ کو سب سے زیادہ عقل و بصیرت علم و

فراست والا سمجھتے تھے اور حقیقت بھی یہی تھی حضرت نوح علیہ السلام خوش پوشاک' خوش اخلاق' خوبصورت باوجاہت' نیک سیرت' صاحب ثروت شخصیت تھے اور دنیوی کسی اشرفیت میں کسی سے کم نہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ عملی طور پر اقوام علاقہ کے سب امراء غرباء عوام سب ہی نے دل و جان سے آپ کو سردار تسلیم کیا ہوا تھا۔ حضرت نوح کو کسی مزید سرداری کی نہ ضرورت تھی نہ خواہش۔ یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کہنا اور يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ کی الزام تراشی محض نبوت کی دشمنی اور گستاخی و انکار رسالت میں تھی۔ خیال رہے کہ قانون شرعی کے مطابق کسی شخص کا فضیلت چاہنا دو قسم کا ہے ایک جائز ایک ناجائز۔ اگر اس لئے فضیلت چاہی جائے کہ زمین پر عدل و انصاف عبادت الٰہی اطاعت شریعت اتباع نبوت قائم و ظاہر ہو۔ ظلم و کفر کا خاتمہ ہو تو یہ چاہنا طلب کرنا واجبات نبوت اور جائزات مومنین صالحین میں سے ہے۔ جیسا کہ سورۃ یوسف کی آیت ۵۵ میں یوسف علیہ السلام کا قول منقول ہوا کہ قَالَ اجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّيْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ کہ اپنے بادشاہ مصر سے عزیز مصر بننے کی فضیلت و حکومت چاہی۔ اور اگر برتری و فضیلت کی چاہت و ارادت محض جبر تعدی ہوس سرداری کے لئے ہوتا کہ دنیوی عزت و حکومت بڑھے تو یہ ناجائز ہے اور شان نبوت کے خلاف ہے ابلیس کی یہی وہ درغلاہٹ ہے جو آج بھی گستاخوں کی تحریر و تقریر سے بیماری مِثْلُكُمْ وہ مِثْلُنَا کی صورت میں پھیلی ہوئی ہے۔ قوم نوح کے لوگ اللہ تعالیٰ کی ذات کے منکر نہ تھے نہ بشریت نوح کے منکر۔ ان کا کفر یہ تھا کہ اپنے بتوں کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک الٰہیت کرتے تھے اور اپنے آپ کو نبی علیہ السلام کے ساتھ شریک مثلیت کرتے تھے۔ حالانکہ دین برحق کی تعلیم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی الٰہیت وحدہ لاشریک ہے اور انبیاء علیہم السلام کی بشریت بے مثل و بے نظیر ہے۔ نہ یہ جائز کہ اپنے ساتھ انبیاء کرام کو شریک مثلیت کیا جائے اور نہ یہ جائز کہ انبیاء کرام کے ساتھ خود کو شریک مثلیت کیا جائے۔ پہلا قول و عقیدہ اس لئے کفر کہ انبیاء علیہم السلام کو انکے مقام اعلیٰ سے پستی میں لانا ہے۔ اور دوسرا قول و عقیدہ اس لئے کفر کہ خود کو اپنے مقام پستی سے بلند کر کے نبوت کے مقام اعلیٰ تک پہنچانا ہے کفار کی دوسری بات بھی غلط تھی کہ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ۔ اگر اللہ تعالیٰ تبلیغ دین اور اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت چاہتا۔ اور مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ کی تبلیغ نوحی درست ہوتی تو بجائے کسی بشر کو نبی رسول بنا کر بھیجنے کے آسمان سے فرشتے آ کر یہ تبلیغ کرتے۔ اپنی اس غلط بیانی کو بھی ان کفار کے دل دماغ مانتے تھے۔ صرف حسد بغض ضد جلاپے میں آ کر یہ بیہودہ غلط بیانی کرتے پھرتے تھے وہ جانتے تھے کہ تبلیغ دین کے لئے نبی اور امت میں چار قسم کی مناسبتیں ضروری ہیں۔ پہلی مناسبت یہ کہ دونوں کی زبان ایک ہو۔ تاکہ ایک دوسرے کو سمجھ اور سمجھا سکیں مناسبت دوم یہ کہ دونوں کی علاقائی وطنیت رہن سہن بود و باش خلقتاً مشابہ ہو۔ تاکہ دو طرفہ الفت' یگانگت' ملنساری' قربت' اپنائیت پہلے سے قائم ہو کیونکہ الفت قربت یگانگت سے ماننے منوانے میں آسانی ہوتی ہے۔ سرداران کفر کا مطالبہ ملئکہ ظاہراً اس لئے تھا کہ فرشتوں کی شوکت ہیبت اور علوشان کے رعب جلال سے لوگ ان کی اطاعت میں جھک جاتے بغیر کسی شک وشبہ کے۔ کفار کہا کرتے کہ جب اللہ نے یہ نہ کیا تو ظاہر ہے کہ نوح کا دعوئے نبوت غلط ہے۔ مناسبت سوم یہ کہ تبلیغ دو قسم کی ہوتی ہے اولاً عملی اور کردار کی تبلیغ پھر قولی تبلیغ عملی و کرداری کی تبلیغ زیادہ موثر ہوتی ہے۔ زود اثر بھی دیرپا بھی اور عملی تبلیغ تب ہی ممکن ہے جب کہ ماننے اور منوانے والے کی جنسیت اصلیت نسلیت جسمانیت ایک جیسی ہو۔ خصلت و طبیعت [illegible] بھی مشابہ ہو [illegible] امت میں پہلے سے جان پہچان

ہو۔ باہمی تعارف لازم ہے۔ اگر فرشتہ نبی بن کر آئے تو یا اپنی اصلی صورت میں آئے گا یا انسانی صورت میں۔ اگر اپنی شکل و صورت شباہت قد کاٹھ میں آیا تو سب انسان ڈر کر بھاگ جائیں گے بات سننا ماننا تو کجا کوئی قریب بھی نہ آئے۔ اور اگر انسانی شکل میں آئے تو یا کسی متعارف شخصیت کی شکل بن کر آئے گا یا کسی اجنبی کی اگر متعارف آدمی کی شکل میں آیا تو دو صورتیں۔ ا۔ موجودہ کی شکل میں۔ ۲۔ یا فوت شدہ کی۔ پہلی صورت میں یہ مصیبت کہ دو آدمی ہم شکل کئی الجھنیں کس کو کیا کہا جائے۔ کبھی اس کو نبی سمجھا جائے گا کبھی اس کو۔ ان الجھنوں کو دور کرنے کے لئے پھر کوئی فرض امتیازی کرنا پڑے گا۔ نیز اس صورت میں کئی وارداتیں ہوسکتی ہیں۔ اور اگر فوت شدہ کی شکل میں آیا تو مزید خوف و دہشت گھبراہٹ کہ یہ مردہ کیوں اور کیسے کہاں سے اٹھ کر آ گیا۔ بہر کیف ان تمام کیفیات میں اُنسیت قربت نہیں ہوسکتی۔ اور اگر فرشتہ اجنبی انسان کی شکل میں آیا اور اس نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کا نبی ہوں تو کفار کا اعتراض پھر بھی باقی کہ اے آنے والے تیری نبوت اور ملکیت کا ثبوت کیا ہے۔ پھر ثبوت کے لئے دوسرے فرشتے کی ضرورت۔ اسی صورت میں یا دور لازم آئے گا یا تسلسل یعنی یا آپس میں ایک دوسرے کا تعارف و ثبوت کراتے پھریں گے یا پھر دوسرے فرشتے کے تعارف کے لئے تیسرا تیسرے کے لئے چوتھا۔ تبلیغ تو دھری رہے گی۔ ایک جانب تعارفوں کا سلسلہ ہی ختم نہ ہوگا اس لئے کفار کا یہ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً کہنا بذات خود ایک پاگل پن تھا۔ کیونکہ دور بھی بیکار و نقصان دہ اور تسلسل بھی یہ ٹھیک ہے کہ نبی اور امتی میں فرق اور کوئی امتیازی نشان ہونا ضروری ہے۔ فرق نہ کرنے والا زندیق و خبیث ہے کہ گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی۔ مگر یہ فرق تبدیلی جنس سے نہیں ہوسکتا بلکہ معجزات اور وحی کتاب الٰہی اور بے مثلی بشریت سے ہوگا اور ہوتا رہا مگر کفار محض ضد کی وجہ سے اس عظیم الشان فرق کی طرف توجہ نہ دیتے تھے یہی بے توجہی آج گستاخ فرقے کو تباہ و ہلاک فی النار کر رہی ہے۔ اس معجزانہ شان فرق کی وجہ سے کام نبی علیہ السلام اور امتی کے ظاہراً ایک جیسے ہوں گے مگر نوعیت' حقیقت اور طریقے میں ہزار قسم کا فرق ہوگا مولانا رومی نے کیا خوب فرمایا۔

کارِ پاکاں راقیاس از خود مگیر گرچہ باشد در نوشتن شیر و شِیر

یعنی اے بی عقل پاک لوگوں کے کام کو اپنی مثل سمجھ نہ دیکھ لے کہ شیر اور شِیر لکھنے میں ظاہراً ایک جیسا مگر حقیقت میں بے شمار فرق اور دوری اسی طرح سمجھ لے کہ

تو خوری گردد پلید ازتو جدا او خورد گردد ہمہ نورِ خدا

اسی فرق کو قائم کرنے کے لئے رب تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو معجزات عطا فرمائے۔ ان کی بشریت ختم نہ فرمائی بلکہ بشریت نبی کو بے مثل بنا دیا قوم نوح کے امراء کفار کی تیسری بات کہ مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ بھی غلط تھی بلکہ ظاہر ظہور کذب بیانی تھی اس لئے کہ ابھی کچھ عرصہ پہلے حضرت ادریس علیہ السلام کا زمانہ گزرا تھا وہ بھی نبی اور بشر بے مثل تھے صاحب معجزات کثیرہ اور اسی قوم نوح کے آباء اولین میں سے بہت لوگ ان پر ایمان لا کر مومن بن گئے تھے جن میں سے کچھ لوگ فوت ہو چکے تھے۔ کچھ لمبی پا کر نوح علیہ السلام پھر بھی ایمان لائے تھے اور بحالت ایمان ہی فوت ہوئے تھے۔ نیز ہر نبی علیہ السلام کی تبلیغ میں دین کی چھ باتیں بار بار واضح بیان فرمائی جاتی تھیں۔ ا۔ توحید باری تعالیٰ کہ ایک ہی اللہ ہے۔ ۲۔ اپنی نبوت و رسالت کا ذکر اور اس پر ایمان لانے کا حکم۔ ۳۔ سابقہ ہر نبی علیہ السلام کی تصدیق۔ ۴۔ آئندہ انبیاء علیہ السلام کی

بشارت اور سب انبیاء پر ایمان کا حکم۔ ۵۔عبادت الٰہی کا حکم یعنی اُعْبُدُو اللّٰہ کا فرمان۔ ۶۔مَالَکُمْ مِنْ اِلٰہٍ۔ کی شرک توڑ بت پرستی سے نفرت و ممانعت والی تبلیغ یہی چھ باتیں ادریس علیہ السلام کی تبلیغ میں بھی تھیں۔آپ نے حضرت آدم وشیث علیہما السلام کی تصدیق اور نوح علیہ السلام کی بشارت اور ان سب پر ایمان لانے کا حکم بھی دیا تھا۔کفر شرک و بت پرستی کی ممانعت و نقصان کا ذکر انہوں نے بھی فرمایا تھا۔عبادت کا حکم بھی دیا تھا۔یہ سب باتیں قوم نوح کے عوام' خواص' امراء' غرباء سرداران قوم سمعاً و بصراً تاریخی مشاہداتی طریقے سے جانتے تھے۔اس کے باوجود اب نوح علیہ السلام کی تبلیغ میں انہی باتوں کو سن کر۔ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا کی کذب بیانی صرف حسد بغض کینگی اور عداوت نبوت ہی کی وجہ سے تھی ورنہ ان کے قلب و عقل حضرت نوح علیہ السلام کی ہر بات کی تصدیق و تائید کرتے تھے کفار کی چوتھی بات یہ کہ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ بھی غلط و کذب بیانی تھی اس لئے کہ حسن عقل' سمجھ' بردباری' فہم فراست کی گفتگو اور حسن وجاہت' طہارت' ہشاشت' بشاشت' عادت' عبادت' لگاوٹ کار کھ رکھاؤ اور پوشاک خوراک رہائش کا حسن انتظام حضرت نوح علیہ السلام کا تھا ان کفار و امراء رؤسا کو بھی وہ دنیوی خوبیاں بھی میسر نہ تھیں۔ بلکہ یہ امراء کفار و سرداران قوم اپنی دنیا پرستی کی بنا پر نوح علیہ السلام کے سامنے گندے بے سکون پریشان دنیوی دیوانے لگتے تھے اور۔

اہل دنیا کافرانِ مطلق اند روز و شب درز قرق و در بک بک اند

کے مصداق ہائے دنیا ہائے دولت ہائے سرداری ہائے چوہدراہٹ کے پاگل بنے ہوئے تھے۔اور صرف اس اندیشے میں کہ کہیں یہ نوح ہماری سرداری نہ چھین لے اور خود سردار قوم بن بیٹھے۔فقط اپنی اس دنیوی عارضی فانی سرداری کو بچانے کے لئے قوم کے غرباء پر ہر طرح کا ظلم جبر تشدد' غضب' کذب' قہر' نادہندگی کو روا رکھتے و جائز سمجھتے تھے اور سرداری کو فقط اپنا حق سمجھتے تھے۔صرف اسی وجہ سے دین حق اور عدل و انصاف کے دشمن تھے اسی بناء پر اَلْمَلَؤُا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا نے غرباء قوم سے یہ پانچویں بات کہی کہ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِیْنٍ غریبوں نے بھی امراء کے خوف سے یہ سب باتیں مانیں اور نوح علیہ السلام پر بجز چند بہادرانِ قوم کے کوئی بھی ایمان نہ لایا۔مگر باوجود اپنی سرداری امیری بڑے گروہوں پارٹیوں کے حضرت نوح پر کسی بھی ظلم و زیادتی کا ہاتھ نہ ڈال سکے نہ ڈال سکتے تھے دو وجہ سے۔ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ آپ کا محافظ و ناصر تھا اسی ذات پاک نے آپ کی شخصیت مبارکہ کو ایسی وجاہت و رعب عطا فرمایا تھا کہ پیچھے پیچھے مخالفانہ باتیں کرنے کے باوجود سامنے آکر گستاخی کی جرأت نہ کر سکتے تھے۔ہاں البتہ اہل ایمان پر طرح طرح کے ظلم ڈھاتے اور جبر و تشدد و دل آزاری کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔اسی رعب خداوندی و عطاء ربانی کی وجہ سے فَتَرَبَّصُوْا کا خفیہ منصوبہ بنایا تھا۔اور عوام سے کہا تھا کہ ابھی خاموش رہو کچھ دن انتظار کرو۔مگر اس منصوبہ پر بھی عمل نہ کر سکے یہاں تک کہ غرق کر دیئے گئے۔

ان آیت میں مختلف اقوال

اَلْمَلَؤُا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فرمانے کی وجہ میں دو قول۔ ۱۔بعض نے کہا کہ سردارانِ قوم میں سے کوئی بھی ایمان نہ لایا تھا۔ان کی دلیل سورۃ ہود کی آیت ۲۷ ہے وہاں ذکر ہے کہ ان ہی سرداروں نے کہا کہ مَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِیْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا ترجمہ۔اے نوح نہیں دیکھتے ہم کہ کسی بھی بڑ[illegible] نے فرمایا کہ قوم

نوح کے چند سردار ایمان لے آئے تھے۔اور مَانَرٰ ی کہنے میں تین احتمال ہیں پہلا یہ کہ اَرَاذِلُ سے مراد کمی کمینے نہیں بلکہ قلیل تعداد ہے۔یعنی تم پر بہت تھوڑے ایمان لائے کثرت نے انکار کیا اس لئے تم جھوٹے ہو۔دوم یہ کہ مَا نَرٰ ی کہنا ابتدائی قول تھا تبلیغ کے ابتدائی زمانوں کا۔ اس وقت غربا ہی ایمان لائے تھے مگر بعد میں چند امراء بھی مومن بن گئے تھے سوم یہ کہ مَانَرٰ اکَ۔کہنا کافر سرداروں کا اپنا جھوٹ وغلط اندازہ تھا حقیقت اس کے خلاف تھی جس کی تردید خود مومنین امراء نے ظاہر کر کے کردی تھی کافروں کے اس طعنے کے بعد۔ اَنْ یَّتَفَضَّلَ عَلَیْکُمْ۔ کے معنی میں دو قول۔ ا۔بعض نے لکھا کہ قوم کفار نے بطور طعنہ حضرت نوح کی غربت و مفلسی کو غرباء قوم کے سامنے بیان کرتے ہوئے یُرِیْدُ اَنْ یَّتَفَضَّلَ کہا یعنی جس طرح ہم تم پر سردار ہیں بوجہ دولت وامارت اسی طرح نوح بھی بذریعہ دعوئے نبوت تم پر حاکم وسردار بننا چاہتے ہیں۔دولت سے بڑا بننا تو مشکل ہے اس لئے آسان راستہ اختیار کیا۔کیونکہ نبوت کی دعویداری آسان ہے جو چاہے جب چاہے کردے۔یہ تم لوگوں کو اپنا غلام بنانا چاہتا ہے۔ ۲۔اکثر نے فرمایا کہ یُرِیْدُ اَنْ یَّتَفَضَّلَ سے اظہار غربت مراد نہیں کیونکہ حضرت نوح کی امیری وخاندانی شرافت کو تو سب لوگ بخوبی جانتے تھے یہ کہنے کا مقصد یہ تھا کہ حضرت نوح دعویٰ نبوت کر کے پوری قوم کو اپنا تابع فرمان بنانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔یعنی دنیوی سرداری کے علاوہ مذہبی دینی سرداری بھی چاہتے ہیں تاکہ امراء غرباء بڑے چھوٹے سب ان کے غلام وتابع فرمان بن جائیں۔اسی لئے باب تفعل کے مضارع کا صیغہ بولا جس کا معنیٰ ہے مزید فضیلت پالے۔اور سب قوم کا سردار بن جائے۔ یہاں تک کہ ہماری سرداریاں بھی چھین لے۔یہی قول درست ہے کیونکہ باب تفعل کثرت کے معنیٰ دیتا ہے مَاسَمِعْنَا بِھٰذَا کے مشار الیہ میں تین قول۔ا۔بعض نے کہا کہ ھٰذَا سے مراد اُعْبُدُوا اللّٰہَ۔ اور مَالَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ کے جملے ہیں۔یعنی اس طرح کہ تبلیغ توحید اپنے آباء اولین میں نہ کبھی پہلے سنی نہ پڑھی نہ کسی باپ دادے کی زبان سے کبھی کسی رسول نبی نے بت پرستی کے خلاف اس طرح کی باتیں کی ہوں۔ ۲۔بعض نے کہا کہ ھٰذَا سے مراد نوح علیہ السلام کی نبوت ہے۔یعنی ہم نے اپنے موجودہ یا سابقہ آباء کی زبانی یا تحریری یہ نہ سنا نہ پڑھا کہ نوح کو نبی بنایا جائے گا۔ ۳۔بعض نے کہا کہ ھٰذَا سے مراد خود نوح علیہ السلام کی ذات ہے۔یعنی ہم نے اپنے پہلے آباء سے نہیں سنا کہ کسی زمانے میں نوح نام کا کوئی شخص ہوگا جو تم کو اس قسم کی تبلیغ کرے گا۔یہ تینوں قول درست ہیں کیونکہ امراء قوم اس طرح کی تینوں باتیں کیا کرتے تھے۔اور ان کذبیات کے بولنے کا مقصد محض یہ تھا کہ نوح علیہ السلام سے بدظن ہو کر ان سے دور ہی رہیں ہمارے ہی قائل اور تابع فرمان رہیں کوئی نوح پر ایمان نہ لائے اٰبَآئِنَا کے معنیٰ میں دو قول۔ا۔بعض نے کہا کہ اٰبَآئِنَا سے مراد فوت شدہ آباؤ اجداد ہیں۔ ۲۔بعض نے کہا کہ اٰبَآءِ سے مراد لمبی عمروں والے زندہ باپ دادے مراد ہیں کیونکہ اس زمانے میں بہت لمبی عمریں ہوتی تھیں۔لوگ دادے پردادے بلکہ لکڑ دادے بن کر پانچ چھ نسلیں دیکھ کر فوت ہوتے تھے۔ دونوں قول درست ہیں کیونکہ مَا سَمِعْنَا کہہ کر قول وتحریری دونوں قسم کی باتیں مراد لیتے تھے۔جِنَّۃٌ کے معنیٰ میں تین قول۔ ا۔بعض نے کہا اس سے مراد جنون و پاگل پن ہے۔ ۲۔بعض نے کہا اس سے مراد جنات کا سایہ ہے۔ ۳۔بعض نے کہا اس سے مراد جادو کا اثر ہے۔تینوں قول درست ہیں کیونکہ کوئی کافر کچھ کہتا تھا کوئی کچھ۔یا ایک ہی گروہ کبھی کچھ کہتا تھا کبھی کچھ۔ فَتَرَبَّصُوْا کے معنیٰ میں دو قول۔ا۔اکثر نے لکھا کہ یہ فَتَرَبَّصُوْا کا جملہ متعلق ہے اِنْ ھُوَ اِلَّا رَجُلٌ سے۔یعنی یہ شخص نبی نہیں

ہے صرف مجنون ہوگیا ہے جواب چالیس سال کی عمر میں ایسی باتیں کرنے لگ گیا ہے۔ لہٰذا نہ اس سے کچھ کہو نہ اس کی مانو نہ اس کے قریب جاؤ بلکہ انتظار کرو شاید پہلے کی طرح صحتمند ہو جائے یا فوت ہو جائے یا زیادہ تنگ کرے تو چھپ کر موقعہ پا کر قتل کر دینا (۲) بعض نے کہا فَتَرَبَّصُوْا کا جملہ علیحدہ ہے اور معنیٰ یہ ہے کہ اس کو ماننے نہ ماننے میں جلدی نہ کرو شاید یہ سچا نبی ہو اور اللہ اس کی مدد فرمائے طاقت بخشے عزت بڑھائے تو تم بھی اس پر ایمان لے آنا۔ اور اگر یہ جھوٹا ہوا تو ہمارے بتوں کی اس پر مار پڑے گی۔ اور یہ خود ہی ذلیل ہو جائے گا۔ پہلا قول درست ہے کیونکہ کفار نے باوجود آپ کے بہت سے معجزات دیکھنے اور آپ کی سچی غیبی خبریں سننے کے عذاب کی نذارتیں بلکہ آثار دیکھنے کے باوجود بھی آخر دم تک ایمان قبول کرنا تو درکنار مائل بھی نہ ہوئے۔ کیا عجیب بدنصیبی تھی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ نَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَاُمَّةَ نَبِیِّ الْکَرِیْمِ رَحْمَةِ لِلْعَالَمِیْنَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

فائدے

ان آیاتِ کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ **پہلا فائدہ:** تمام انبیاء علیہم السلام ہمیشہ اونچے باوقار باعزت با صلاحیت اور دنیوی اعتبار سے باحیثیت ومرتبت خاندانوں میں ہوتے رہے۔ کوئی نبی نیچے خاندان میں نہ ہوا۔ تاریخ گواہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام شرافتیں نبوی قبیلے اور آباءِ نبوت کو ہی عطا فرمائیں۔ جتنی بھی چیزوں کو اہل دنیا عزت وشرافت' علمیت وعقلیت' ثروت' سخاوت' مروت' اخلاق وتہذیب' امانت ودیانت' رحمیت نرم دلی غریب پروری کا نام دیتے ہیں وہ انبیاء علیہم السلام کو بچپن سے بڑھاپے تک حاصل ہوتی ہیں۔ اور اپنے خاندان وقبیلے کے افراد سے زیادہ خصوصی بلند مقامی پر کبھی کوئی نبی مالی وجائیدادی طور پر قدرتی غریب مسکین نہ ہوا۔ بعض انبیاء کی غربت ان کی ذاتی سخاوت کی بنا پر ہوتی رہی۔ انبیاء مالی مسکین نہیں ہوتے طبعاً مسکین ہوتے ہیں مسکینوں سے پیار کرنے والے۔ غرضیکہ ذاتِ نبی علیہ السلام حالات صفات میں بھی بے مثل شخصیات ہیں۔ کوئی اونچے سے اونچا انسان بھی کسی بھی صفت میں نبی کی مثل نہیں ہو سکتا۔ یہ فائدہ یُرِیْدُ اَنْ یَّتَفَضَّلَ کے باب تفعل سے حاصل ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ سردارانِ قوم نے کئی بار تو یہ کہا کہ مَانَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِیْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا (ہود:۲۷) یا یہ کہا کہ قَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ (شعراء:۱۱۱) یعنی ہم دیکھتے ہیں کہ اے نوح تمہاری اتباع صرف ہمارے کمی کمینے کر رہے ہیں اور کبھی بولے کہ کیا ہم آپ پر ایمان لائیں حالانکہ آپ پر کمی کمینے ایمان لائے ہیں کیا ہم ایمان لا کر غریبوں کے ساتھ بیٹھیں یعنی اہل ایمان کو کمی کمینے اور غریب مسکین تو کہا مگر نبی علیہ السلام کی ذات وصفات صداقت' دیانت' وجاہت' شرافت' علوت میں کبھی کوئی بدترین دشمن بھی کسی قسم کی کمی کبھی نہ نکال سکا۔ اگر ذرہ بھی نوح علیہ السلام میں غربت عسرت ہوتی یا خصلت کی کمی ہوتی تو دشمن سب سے پہلے اسی کو اچھالتے۔ **دوسرا فائدہ:** غریبوں کی یہ کتنی بڑی خوش قسمتی ہے کہ ہمیشہ سب سے پہلے حق کا ساتھ غرباؤ مساکین عوام ہی نے دیا۔ اس طرح دولت ایمان محبت رحمٰن سب میں پہلے غرباء کو ہی نصیب ہوئی جو بالآخر ابدی سرمایہ بن گیا اور دنیا میں بدقسمت گروہ ہمیشہ ہی امیروں دولتمندوں کا ہوا اور ابدی خوشیوں مسرتوں لذتوں سے دور ہی بھٹکتا رہا۔ گویا کہ غریبی مسکینی رحمت بن کر غرباء کی خوش بختی کا سبب بنتی رہی اور دنیوی امیری زحمت ومصیبت بن کر امرا کی بدنصیبی کا سبب بنی [illegible] الا ماشاء اللہ [illegible] گَفَرُوْا (الخ)

فرمانے سے حاصل ہوا۔ تاریخ شاہد ہے کہ دنیوی دولتمندوں نے ہمیشہ باطل وشیطان کا ساتھ دیا۔ اور غریبوں نے ہمیشہ حق و ایمان کا ساتھ دیا۔ فَطُوْبٰی لِلْغُرَبَآءِ (الحدیث مقدس) **تیسرا فائدہ:** تمام مخلوق میں افضل ملائکہ ہیں مگر انبیاء علیہم السلام تمام ملٰئکہ سے بھی افضل ہیں۔ کیونکہ ملائکہ میں صرف افضلیت عصمت کا مقام ہے لیکن انبیاء کرام میں افضلیت عصمت اشرفیت' اکرمیت' اکملیت' اقربیت' حبیبیت' خلیلیت' کلیمیت' خلافت کے تمام مدارج ومقام کی عظمتیں موجود ہیں۔ اسی لئے ملائکہ نبی نہیں بن سکتے یہ فائدہ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً کے مطالبہ کفار کو تردیدی انداز میں بیان فرمانے سے حاصل ہوا۔ ترتیب فضیلت اس طرح ہے کہ تمام مخلوق سے افضل ملائکہ' ملائکہ سے افضل انبیاء کرام انبیاء کرام میں سے رسول افضل رسولوں میں سے مرسل افضل' مرسلین میں سے آقائے کائنات حضور اقدس ﷺ افضل و بے مثل ہیں۔ کیونکہ بے مثل خدا نے انہیں بے مثل بنایا۔

احکام القرآن

ان آیت سے چند فقہی فائدے مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ:** قانون شریعت کے مطابق تقلید صرف عملیات میں جائز ہے نہ کہ عقائد میں اگرچہ فقہاء کرام کا قیاس ہو یا علماء منطق فلسفہ کا قاعدہ تمثیل ہو یا علماء علم کلام کا قانون استدلال۔ کیونکہ تقلید کہتے ہیں ہر اس موقف ومسلک نظریئے کو جس میں صحت کے ساتھ ساتھ غلطی کا احتمال ہو۔ عقائد میں یہ بات نہیں ہو سکتی کہ عقیدہ یا قطعاً صحیح ہوگا یا قطعاً غلط۔ دیکھو کفار قوم نے نوح علیہ السلام پر ایمان نہ لانے کے لئے۔ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِیْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِیْنَ سے استدلال پیش کیا۔ اس طرح کہ وجود شی کا نہ ہونا تقلید کے نہ ہونے پر دلالت کرتا ہے تو چونکہ نبوت نوح کا وجود اور تذکرہ آباء اولین میں نہیں تھا اس لئے ہم نوح کی تقلید فی الایمان نہیں کریں گے۔ کفار کا کہنا تھا کہ آباء میں کسی شی کا نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ شی ہے ہی نہیں۔ جب مَا سَمِعْنَا کی بناء پر وجود نبوت نہیں تو ہم وجود تقلید کیوں کریں۔ قرآن مجید نے کفار کے اس قیاس وتمثیل اور استدلال کو انتہائی کمزور وناقص قابل تردید فرمایا کہ وجود تقلید وجود شی پر دلالت نہیں کرتی یعنی تقلید کے لئے ضروری نہیں ہے کہ اس چیز کا وجود آباء اولین میں موجود ہو۔ جب وجود تقلید وجود شی پر ہی دلالت نہیں کرتی تو عدم شی عدم تقلید پر کیسے دلالت کر سکتی ہے۔ ایمان عقیدہ ہے اور عقیدہ قلبی چیز ہے اس لئے اس میں تقلید جائز نہیں۔ لہٰذا ایمان لانے کے لئے آباء کی طرف مت دیکھو ان کی نقلی تقلید مت کرو۔ یہ مسئلہ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا کے قول کفار کا تردید اُذکر کرنے سے مستنبط ہوا **دوسرا مسئلہ:** قانون شریعت کے مطابق حکومت طلبی کی دو صورتیں ہیں ایک جائز ایک ناجائز جائز یہ کہ زمین پر عدل' تقویٰ طہارت ایمان قائم کرنے اور کفر شرک فسق ظلم مٹانے کے لئے حکومت طلب کرنا جائز بلکہ بعض موقعوں پر واجب ہوتی ہے۔ خواہ حکومت وقت سے عہدہ حاصل کرنے کی شکل میں ہو جیسے کہ یوسف علیہ السلام نے بادشاہ مصر سے عزیز مصر بنائے جانے کا عہدہ طلب فرمایا جس کا ذکر سورۂ یوسف آیت ۵۵ میں ہے۔ قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ خواہ بذریعہ جہاد جیسا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے جہاد برائے قیام حق واختتام باطل۔ خواہ بذریعہ ووٹ جیسے صحابہ کرام کے انتخابی چناؤ۔ انبیاء کرام واہل ایمان پر ان مقاصد عظیم کے حصول کے لئے ان قوتوں حکومتوں کا حاصل کرنا واجب ولازم ہوتا ہے کیونکہ سلطنت قوت کے بغیر دنیا پر عدل قائم ہو سکے نہ کفر ظلم ختم ہو سکے۔ ہاں البتہ محض سرداری

چمکانے سیاست بنانے کرسی سجانے اور دولت کمانے کے لئے یا کفر فسق ظلم پھیلانے کے لئے حکومت وسرداری کی طلب ناجائز وحرام ہے۔ جیسا کہ دنیوی سیاسی لیڈروں محض حصول زر وطلب عزت دنیوی کے لئے ہزار جتن فریب اور جھوٹے وعدے کر کے ووٹ کماتے کرسی بناتے ہیں۔ یہ سراسر گناہ اور بدترین خصلت ہے۔ یہ مسئلہ یُرِیۡدُ اَنۡ یَّتَفَضَّلَ کی ایک تفسیر سے مستنبط ہوا۔ **تیسرا مسئلہ:** انبیاء کرام علیہم السلام کی بشریت کے لئے شرعی ضابطہ اس طرح ہے کہ ان کو بشر سمجھنا اور ان کی بشریت وانسانیت پر عقیدہ رکھنا جائز اور ضروریات دین میں سے ہے۔ مگر انبیاء علیہم السلام کو مِثۡلُنَا کہنا یا سمجھنا برابری ومثلیت کا عقیدہ بنانا۔ یا اعتقاد رکھنا حرام وکفر ہے۔ شروع زمانوں سے یہ عقیدہ صرف کفار کا ہی ہوتا رہا۔ کفار ہی انبیاء کرام کی اس طرح گستاخی کرتے رہے کہ بَشَرٌ مِّثۡلُنَا وَبَشَرٌ مِّثۡلُکُمۡ کہتے رہے۔ اور گستاخی انبیاء کفر ہے۔ یہ کفر وبدعقیدگی حضرت شیث پھر حضرت ادریس پھر حضرت نوح علیہم السلام کے زمانوں میں ان کی کافر قوموں سے شروع ہوا۔ جواب تک گستاخ فرقے کے عقیدے اور تحریر وتقریر میں شامل ہے اور اس بدعقیدگی سے مقصد خبثاء شیاطین اپنی توقیر اور نبوت کی تحقیر ہے ورنہ ان بدبختوں کی زبان سے کبھی نہیں سنا گیا کہ ہم ابوجہل نمرود فرعون کی مثل ہیں۔ یہ مسئلہ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُکُمۡ کے قول کفار کو نقل وذکر فرمانے سے مستنبط ہوا۔ خیال ہے کہ قرآن مجید میں تقریباً چوبیس جگہ بشریت نبوت کا ذکر ہے۔ جن میں مثلیت کا دعویٰ کفار کی طرف سے ہی کئے جانے کا ذکر فرمایا گیا۔ نہ اللہ تعالیٰ نے مِثۡلُکُمۡ فرمایا نہ خود انبیاء علیہم السلام نے اپنے آپ کو ابتداء مِثۡلُکُمۡ فرمایا۔ چنانچہ سورۃ ابراہیم کی آیت ۱۱ میں ہے کہ ایک علاقہ میں مبعوث چند انبیاء کو کفار قوم نے بار بار کہنا شروع کر دیا کہ تم تو ہماری ہی طرح ایک عام بشر ہو اور اس بدعقیدگی کو نافرمانی نبوت انکار رسالت اور کفر شرک پر قائم رہنے کا بہانہ بنالیا تب ان انبیاء کرام علیہم السلام نے کفار کو جواب دیا۔ قَالَتۡ لَهُمۡ رُسُلُهُمۡ اِنۡ نَّحۡنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثۡلُکُمۡ (ابراہیم:۱۱) فرمایا ان کو ان کے رسولوں نے کہ ہم ظاہری بشریت میں تو تمہاری ہی طرح ہیں لیکن رب تعالیٰ نے ہمیں اپنے کرم سے شان نبوت ومعجزات کی قوت دے کر بے مثل بنا دیا ہے۔ یعنی ہم بشر ہیں مگر حقیقتاً مِثۡلُکُمۡ نہیں یہ مشابہت صرف ظاہری ہے۔ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ یَمُنُّ عَلٰی مَنۡ یَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖ (ابراہیم:۱۱) اور لیکن اللہ تعالیٰ احسان فرماتا ہے بے مثلیت کا جس پر چاہے اپنے بندوں میں سے۔ اس آیت کے طرز تکلم سے منشاء باری تعالیٰ کا یہی ظاہر ہے۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ نے خود اپنی مرضی سے حدیث وقرآن میں کبھی نہیں فرمایا کہ میں تم جیسا یا تم مجھ جیسے بشر ہو۔ بلکہ رب تعالیٰ نے اپنے حبیب کو فرمایا قُلۡ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثۡلُکُمۡ (کہف:۱۱۰) اس طرح قرآن مجید میں دو جگہ حکم فرمایا گیا پہلے سورۃ کہف آیت ۱۱۰ پھر سورۃ فصلت آیت ۶ میں اور یہ فرمان بھی بطور اطلاع یا خبر نہیں بلکہ چیلنج ہے یعنی اے دنیا بھر کے اولین وآخرین لوگو میں ہر وصف ہر خوبی ہر کمال میں تم سب کی مثل ہوں۔ میری بشریت میں سب کائنات انسانیت کی خوبیاں ہیں اسی آیت کی تفسیر ہے کہ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری۔ لہٰذا اس قسم کی آیت سے کوئی بدبخت دھوکہ کھا کر کسی نبی علیہ السلام کی مثل نہ بن بیٹھے۔ اسی اندیشے کو مٹانے دور کرنے کے لئے کئی بار آقا ﷺ نے فرمایا بلکہ بفرمان وَمَا یَنۡطِقُ خود رب تعالیٰ نے زبان اقدس سے کہلوایا۔ اَیُّکُمۡ مِثۡلِیۡ تم میں کون ہے جو میری مثل ہو سکے کیونکہ بے مثل خدا نے مجھے بے مثل بنایا صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ خَيْرِ خَلْقِهٖ وَنُوْرِ عَرْشِهٖ وَزِيْنَةِ فَرْشِهٖ وَقَاسِمِ رِزْقِهٖ ... وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ ذُرِّيَاتِهٖ وَاٰبَآئِهٖ

وَبَنَاتِهِ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

اعتراضات

یہاں چند اعتراضات کئے جاتے ہیں۔ **پہلا اعتراض:** اس کی کیا وجہ ہے کہ یہاں سورۃ مومنون کی آیت ۲۴ میں فرمایا گیا فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ اور آگے آیت ۳۳ میں فرمایا گیا وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا یعنی پہلی آیت میں کفریت کا ذکر پہلے ہے قومیت کا بعد میں۔ اور دوسری اگلی آیت میں قومیت کا ذکر پہلے ہے کفریت کا بعد میں۔ دونوں جگہ ایک جیسی عبارت کیوں نہ فرمائی گئی۔ **جواب:** یہ فرق عمومیت کی وجہ سے کیا گیا۔ یہاں پہلی آیت میں کفریت عام اور کثیر وسیع ہے۔ کیونکہ نوح علیہ السلام اسوقت دنیا میں موجود نو قوموں کی طرف رسول مبعوث ہوئے اور وہ سب قومیں کافر تھیں۔ چونکہ ان سب کے لئے نبی ایک ہی نوح علیہ السلام تھے۔ اس لئے بشکل امت ایک ہی قوم تھی اگرچہ بشکل خاندان نو قومیں تھیں۔ اس وجہ سے کفریت کا ذکر پہلے کیا گیا قومیت کا بعد میں۔ لیکن اگلی آیت ۳۳ میں صرف ایک خاندان عاد یا قوم ثمود کا خاندان مذکور ہے وہاں قومیت کی اکثریت وعمومیت بیان کرنا مقصود ہے۔ دوسری وجہ یہ کہ قوم نوح کے کچھ سردار مومن بن گئے اس لئے الَّذِيْنَ كَفَرُوْا کو پہلے بیان فرما کر یہ ظاہر وواضح فرمایا گیا کہ قوم نوح کے سب سرداروں نے یہ باتیں نہیں کی تھیں بلکہ قوم نوح کے صرف الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا نے یہ پانچ قسم کی کفریہ باتیں کی تھیں اور عاد یا ثمود کے سب سرداروں نے انکار یہ نبوت کی کفریہ باتیں کی تھیں اور سب سرداروں نے غرباء کو ورغلایا تھا ایمان سے ہٹایا تھا ان کا کوئی سردار مومن نہ بنا تھا۔ اس لئے مِنْ قَوْمِهٖ کا ذکر وہاں پہلے کیا گیا۔ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا کا بعد میں **دوسرا اعتراض:** یہاں پہلے فرمایا گیا کہ کفار سرداروں نے عوام سے کہا مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یہ شخص تم جیسا ہی بشر ہے اس بات سے ثابت ہو رہا ہے کہ امراء قوم غربا سے یہ کہنا چاہتے تھے کہ نوح علم وعقل میں تم جیسا معمولی آدمی ہے علم وعقل میں تم سے زیادہ نہیں۔ پھر فرمایا گیا کہ کفار امراء نے کہا يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ یعنی یہ شخص چاہتا ہے کہ تم سب سے افضل ہو جائے اور تم پر حکومت وسرداری حاصل کرلے کفار کی اس بات سے ثابت ہوا کہ وہ لوگ حضرت نوح کو بہت عقل والا سمجھتے تھے کیونکہ وہ اس بات سے حضرت نوح کو چالاک ثابت کرنا چاہتے تھے اور چالاک آدمی ہی عقل والا ہوتا ہے کہ عقل کے بغیر چالاکی آسکتی ہی نہیں۔ پھر آگے ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ کفار نے غرباء عوام سے کہا اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ یہ شخص تو نرا مجنون پاگل مخبوط الحواس ہے۔ اس سے ثابت ہو رہا ہے کہ کفار امراء غربا عوام کو سمجھانا چاہتے تھے کہ نوح بالکل بے عقل ہے عوام جہلا سے بھی کم یہ سب باتیں آپس میں متضاد مخالف ہیں یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک شخص ایک ہی وقت میں عام لوگوں کی طرح کم عقل بھی ہو۔ اور بہت زیادہ عقل والا بھی اور بے عقل مجنون بھی۔ **جواب:** اس کے تین جواب دیئے گئے ایک یہ کہ منشاء الٰہی کفار سرداروں کی ہی پاگلپنی و بیوقوفی اور مخبوط الحواسی ظاہر فرمانا ہے کہ سرداران قوم عداوت نبوت میں خود ہی اتنے پاگل مخبوط الحواس ہو چکے تھے کہ انہیں سمجھ نہ آتی تھی کہ ہم نوح علیہ السلام کی عقل علم اور موثر تبلیغ سے قوم کو کس طرح ہٹائیں ایمان لانے سے بچائیں اس لئے کبھی کوئی احمقانہ بات کرتے کبھی کوئی اور اپنی اس تضاد بیانی کو خود بھی سمجھ نہ پاتے۔ جواب دوم یہ کہ یہ تین باتیں تین قسم کے سرداروں کی ہیں۔ کسی گروہ نے کہا وہ بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ہے کسی نے کہا يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ کسی گروہ نے کہا اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ

جواب سوم یہ کہ یہ سب باتیں سب سرداروں کی متفقہ تھیں مگر زمانوں کا اختلاف ہے۔ شروع زمانہ تبلیغ میں کہا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ پھر کچھ برسوں کے بعد کہا یُرِیْدُ اَنْ یَّتَفَضَّلَ پھر کچھ برسوں کے بعد کہا کہ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ اور اس طرح سب نے سب کو حضرت نوح سے ہٹایا ورغلایا اور مجنونیت سے ڈرایا۔ **تیسرا اعتراض:** یہاں فرمایا کفار نے مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِیْۤ اٰبَآىِٕنَا الْاَوَّلِیْنَ یہاں اٰبَآءُ الْاَوَّلِیْنَ سے کون مراد ہیں اگر موجودہ بوڑھے لمبی عمر والے آباء ہیں تو مَّا سَمِعْنَا اور الْاَوَّلِیْنَ کہنا غلط ہوا کیونکہ وہ تو پاس ہیں اور کفر میں ساتھ موجود ہیں نیز اولین اصطلاح میں فوت شدہ آباء کو کہا جاتا ہے۔ اور اگر فقط فوت شدہ مراد ہیں تو بھی غلط کیونکہ اس زمانے میں اتنی لمبی عمریں ہوا کرتی تھیں کہ ہر شخص تقریباً چھ چھ نسلیں دیکھ کر نگڑ دادا بن کر فوت ہوتا تھا۔ اور ان سے بھی پہلوں کی زبانی ان موجودہ نسلوں کا سننا ناممکن۔ تو یہ قول کس طرح درست ہو سکتا ہے
جواب: یہاں دونوں قسم کے آباء مراد لئے گئے زندہ بھی مردہ بھی اور سَمِعْنَا سے مراد بھی دونوں قسم کا سننا ہے۔ حقیقی معنیٰ زبانی سننا موجودہ آباء سے اور مجازی معنیٰ فوت شدہ کی تحریر و تاریخ سے پڑھ کر یا پڑھوا کر یا سینہ بسینہ سننا۔ سماعت کے یہ دونوں حقیقی و مجازی معنیٰ آج بھی مروج ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ہم نے حدیث پاک سے سنا۔ یا اخبار سے فلاں خبر سنی تو یہاں مَّا سَمِعْنَا کا معنیٰ یہ ہوا کہ ہم نوح کے دین و نبوت کو جانتے ہی نہیں۔ نہ زبانی سن کر نہ پڑھ کر سینہ بسینہ نقل نہ زندوں کی زبانی نہ مردوں کی کہانی نہ تاریخ کی بیانی۔

تفسیر صوفیانہ

روح مربی و مزکی کی نصیحت عرفانی و حکم ربانی کا پیغام سن کر کہا نفس و نفسیات نے اور ان اہل نفوس دنیا پرستوں نے جو منکر انعام تھے اور شکرانِ نعمت سے نفور کفران میں مسرور رہنے کے عادی۔ اپنے اعضاء بدنی وقواء جسمی سے کہ اے ہمارے ارادوں نیتوں کی غلام قو تو یہ تمہاری بستی قالب کا کل وقتی مبلغ قلب مسکین۔ ساکن لاہوتی تم کو خواہشات کے بتوں دولت کی مورتیوں کی پرستش لذتوں خواہشوں کی بندگی غلامی سے روکتا ہے۔ اور تمہارے گوش کو خلوت میں ہوش کو جلوت میں سماعت کو تلاوت میں عضویات کو عبادت میں فکریات کو مراقبات میں عقلیات کو ریاضت میں رہنے کا حکم دیتا ہے۔ اور یہ قلب مسکین چاہتا ہے کہ تم سب ایک خالق تعالیٰ وحدہ لاشریک کے حضور قدس میں سجود خالص و رکوع خلوص سے جھکے اور لگے رہو۔ اور خود کو منزل طریقت وراہِ حقیقت و بلندی شریعت کا مرشد و راہنما ظاہر کر رہا ہے۔ مَا هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یہ کچھ بھی نہیں نہ مرشد نہ راہنما نہ رہبر۔ بجز اسکے کہ فکریات نظریات' مناظرات' مشاہدات' ذکریات' علمیات' معلومات' عقلیات' ارادات' اور شب و روز کے موسمیات میں بالکل تمہاری ہی مثل و مشابہ ہے۔ سطوت' ثروت' قوت و طاقت میں تم پر کوئی فوقیت نہیں رکھتا۔ منشاء باطن یہ ہے کہ یُرِیْدُ اَنْ یَّتَفَضَّلَ عَلَیْكُمْ چاہتا ہے علاقہ بدنی کے تم تمام اعضاء ظاہری' باطنی' سری' شعوری پر اپنی فراست و لطافت سے فضیلت حکمرانی و غلبہ شریعت و برتری معرفت حاصل کر لے اور تم کو نفسِ امارہ کی محکومی لذات شہوانیہ' خواہشات شیطانیہ سے ہٹا دے تمہاری خوشیاں مٹا دے۔ حالانکہ نہ یہ مرشد نہ یہ ہادی نہ عالی نہ حامی نہ قاضی منصب داری نہ عاقل نہ عالم۔

عقل عیار ہے سو بھیس بدل لیتی ہے قلب بیچارہ نہ حاکم نہ قاضی نہ حکیم

قلب مسکین کے سب دعوے غلط سب وعدے ... وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓىِٕكَةً ... اور اگر اللہ تعالیٰ ... لذات دنیا چھڑانا

چاہتا اور دولتوں تجارتوں دنیوی مشغولیتوں کو مٹانا چاہتا تو یہ چیزیں پیدا ہی کیوں کرتا اور قلب کے مشوروں کی حاجت کیا تھی۔ خود رب ہی توفیق سعادت وہمت وہدایت نازل فرمادیتا۔ اور آسانیوں سہولتوں کے دروازے ہم پر کھل جاتے کہ خود بخود سعادت کی عبادت اور ہدایت کی دولت نصیب ہو جاتی بلکہ ہمارے اندر لذت' تجارت دولت کی تمنا ہی پیدا نہ فرماتا۔ اگر اللہ نے یہ چیزیں پیدا کی ہیں تو برتنے لینے استعمال کرنے مشغول رہنے چاہنے حاصل کرنے کے لئے ہی پیدا کی ہیں یہ قلب مزکی ہم کو کیوں روکتا ٹوکتا ہے اور ایسی انوکھی بیکار نصیحتیں تبلیغیں ہم کو سناتا ہے کہ مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِیْٓ اٰبَآىِٕنَا الْاَوَّلِیْنَ ہم نے اس سے پہلے کبھی اپنے قواء عقلیات' عوارض تخیلات اور وسعت تصورات آباء ظاہری اجداد باطنی سے نہ سنیں مگر قلب کی پکار ہے ضمیر کی آواز ہے کہ یہ حرام وہ حرام یہ ناجائز وہ ناجائز یہ نہ کرو وہ نہ کرو یہ بھی گناہ وہ بھی گناہ اور قلب مزکی ہر وقت کہتا ہے کہ اے غافلین نفس امارہ۔

دن عیش میں کھونا تمہیں اور رات بھر سونا تمہیں خوف خدا شرم نبی یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

اگر دنیا کی یہ چیزیں حرام ناجائز وگناہ ہوتیں اور دنیا داری کی رونقیں میلے تماشے تجارت کی زق زق دولت کی بکبک برے اور کفر مطلق ہی تھے تو اللہ نے ہی پیدا کیوں کئے۔ بس معلوم ہو گیا کہ دولت لذت شہوت کی خواہش بری و ناجائز نہیں بلکہ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ یہ قلب جسمانی میں مجنون و دیوانہ ہے۔ اسکا روکنا ٹوکنا بالکل پاگل پن ہے۔ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِیْنٍ لہٰذا نفس والو قبض وبسط سعادت شقاوت عسرت یسرت کی کچھ ساعتیں انتظار کرو یہ قلب اسی دیوانگی جنون سے اپنی موت خود مر جائے گا۔ دنیا میں دو قسم کی شخصیات ہیں۔ ۱۔ اہل طبیعت ان کی کثرت ہوتی ہے۔ ۲۔ اہل حقیقت ان کی قلت رہتی ہے۔ اہل حقیقت خیر خواہ ہیں کہ ہمیشہ ہی اہل طبیعت کو بچاتے ہیں مگر اہل طبیعت اپنی خباثت باطنی' بدبختی ظاہری سے نصیحت کو فضیحت اور جنون سمجھنے لگتے ہیں جنون کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ ترک عقل اور اختیار عشق یہ جنون حق ہے۔ ۲۔ ترک عشق واختیار عقل۔ یہ جنون باطل ہے پہلا جنون اہل دین وایمان کا ہے۔ دوسرا جنون اہل دنیا کا ہے منزل لیلیٰ کی راہ میں خطرات بہت ہیں اے بندے اگر تو قدم رکھنا چاہتا ہے تو پہلے مجنون ہو جا۔ اہل جنون کا دل عالم غیب کی کھڑکی ہے اہل حق اور اہل باطل اس شہر محبوب کے آوارہ دیوانے ہیں کوئی سچا مجذوب ہے کوئی جھوٹا مجنون ہے (روح البیان)

قَالَ رَبِّ انْصُرْنِیْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿۲۶﴾ فَاَوْحَیْنَآ اِلَیْهِ

حضرت نوح نے عرض کی اے میرے رب مدد فرما میری اس وجہ سے کہ ان سب نے جھٹلا دیا مجھ کو تب وحی بھیجی ہم نے انکی طرف

نوح نے عرض کی اے میرے رب میری مدد فرما اس پر کہ انہوں نے مجھے جھٹلایا تو ہم نے اسے وحی بھیجی

اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْیُنِنَا وَوَحْیِنَا فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا

اس بات کی کہ بناؤ تم ایک بڑی کشتی ہماری نگہبانی میں اور ہماری وحی کی تعلیم سے پھر جب آئے ہمارا حکم عذاب

کہ ہماری نگاہ کے سامنے اور ہمارے حکم سے کشتی بنا پھر جب ہمارا حکم آئے

وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ فَاسْلُكْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ

اور ابل پڑے ایک تندور تب سواریاں بھر لینا اس کشتی میں ہر جاندار سے دو جوڑے

اور تندور ابلے تو اس میں بٹھالے ہر جوڑے میں سے دو

وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ ۚ

اور اپنے تمام مومن سوائے اس کے تقدیری فیصلہ پہلے ہو چکا جس پر ان اہل میں سے

اور اپنے گھر والے مگر ان میں سے وہ جن پر بات پہلے پڑ چکی اور ان ظالموں کے

وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۲۷﴾

اور نہ سوال کرنا مجھے ان لوگوں کے بارے میں ظلم کیا جنہوں نے بیشک وہ ڈبوئے ہوئے ہیں

معاملے میں مجھ سے بات نہ کرنا یہ ضرور ڈبوئے جائیں گے

تعلقات

ان آیات پاک کا پچھلی آیت پاک سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق**: پچھلی آیت میں قوم نوح کے کافر سرداروں کے کفریہ انکاری کلمات بد اور گستاخی کرنے کا ذکر ہوا اب ان آیات میں نوح علیہ السلام کی ان دعاؤں کا ذکر فرمایا جارہا ہے جو انہوں نے رب تعالیٰ کی بارگاہ جلال میں قوم کے ایمان سے مایوس ہو کر عرض کیں۔ **دوسرا تعلق**: پچھلی آیت میں نوح علیہ السلام کی دعوت اور کفار کے قبول نہ کرنے کا ذکر ہوا۔ اب ان آیت میں نوح علیہ السلام کی دعا اور اللہ تعالیٰ کے قبول فرمالینے کا ذکر ہو رہا ہے۔ **تیسرا تعلق**: پچھلی آیت میں اللہ تعالیٰ کی صناعی کاریگری کے قدرت کمال کا ذکر فرمایا گیا۔ اب ان آیات میں اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت نوح علیہ السلام کی صنعت و حرفت اور قوت اعجاز کا ذکر فرمایا جارہا ہے کہ حضرت نوح نے رب تعالیٰ کے پڑھانے سکھانے سے ایسی عظیم بے مثل معجزانہ کشتی بنائی جو اب تک کوئی نہ بنا سکا۔ اس طرح جواب دیا جا رہا ہے ان بے ادبوں گستاخوں کو جو انبیاء علیہم السلام کو اپنے جیسا کمزور و بے اختیار سمجھتے ہیں کہ جب نبی علیہ السلام کی صنعت بے مثل ہے تو وہ خود کیسی شان کے بے مثل ہوں گے۔

تفسیر نحوی

قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ قَالَ فعل ماضی مطلق اس کا فاعل هُوَ ضمیر صیغہ پوشیدہ جس کا مرجع نوح علیہ السلام یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر قول ہوا۔ رَبِّ دراصل یاربی ہے بمعنی اے میرے رب رب مرکب اضافی منادیٰ ہے اُنْصُرْ۔ باب نصر کا فعل امر حاضر معروف واحد مذکر۔ اسکا فاعل اَنْتَ ضمیر صیغہ پوشیدہ واحد مذکر حاضر جس کا مرجع ہے رَبِّ نون وقایہ یعنی اعراب ماقبل کو بچانے والا۔ ی ضمیر واحد متکلم منصوب متصل یہ مفعول بہ ب حرف جر سببیہ بیان وجہ کے لئے یا یہ ب بمعنی عوض ہے یا یہ ب بمعنی عن ہے یا بمعنی علیٰ ہے۔ ہر اعتبار سے اسکا معنی جدا ہے [illegible] ۲۔ بِمَا اس کے

بدلے میں۔ ۳۔ بِمَا اس سے۔ ۴۔ اس پر مَا اسم موصول كَذَّبُوْا باب تفعیل کا فعل ماضی مطلق جمع مذکر غائب اسکا مصدر ہے تکذیب ترجمہ ہے جھٹلانا كِذْبٌ سے بنا ہے بمعنیٰ جھوٹ بولنا۔ خلاف واقعہ بات کرنا خلاف حقیقت کلام کرنا۔ اس کا فاعل هُمْ ضمیر صیغہ پوشیدہ اس کا مرجع ہے اَلْمَلَؤُنِ دراصل ہے نِیْ نون وقایہ یٰ ضمیر واحد متکلم منصوب متصل مفعول بہ ہے۔ كَذَّبُوْا فعل بافاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا مَا کا موصول صلہ مل کر مجرور۔ جار مجرور متعلق ہے اُنْصُرْ کا اُنْصُرْ فعل امر بافاعل اور مفعول بہ اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جواب ندا ہوا حرف ندا اپنے منادا اور جواب ندا سے مل کر مقولہ ہوا۔ قَالَ کا قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ ہو گیا۔ فَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ فَاسْلُكْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ ف حرف تعقیب بعدیت کے لئے یعنی اس دعاء نوح کے بعد۔ اَوْحَيْنَا باب افعال کا ماضی مطلق مثبت معروف جمع متکلم ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ اس کا مصدر ہے اِيْحَاءٌ دراصل تھا اِوْحَایٌ نحوی تعلیل سے اِیْحَا ہو گیا اسکا مادہ ہے وَحْیٌ ترجمہ ہے کلام بھیجنا۔ کلام سنانا۔ الہام کرنا۔ القاء فرمانا۔ (دل میں بات ڈالنا) پہلا اور دوسرا معنیٰ انبیاء علیہم السلام سے خاص ہے۔ تیسرا معنیٰ اولیاء اللہ سے خاص ہے چوتھا معنیٰ ہر جاندار کو عطا ہو جاتا ہے۔ یہاں پہلا یا دوسرا معنیٰ مراد ہے اِلٰی جارہ انتہا کے لئے ہٖ ضمیر کا مرجع نوح علیہ السلام ہے یہ جار مجرور متعلق ہے اَوْحَيْنَا کا اَنِ اصْنَعْ۔ اَنْ حرف ناصبہ لغو زائدہ ہے یعنی یہاں نصب دینے کا عمل نہیں کرتا۔ اِصْنَعْ باب فتح کا امر حاضر معروف واحد مذکر صَنْعٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے کاریگری۔ فن کاری سے کسی اہم وضروری چیز کو بنانا۔ اسی سے ہے صناعی اور صنعت۔ اِصْنَعْ کا فاعل اَنْتَ ضمیر صیغہ پوشیدہ مرجع نوح علیہ السلام۔ الف لام حرفی عہد خارجی۔ فلک اسم مفرد جامد لغوی ترجمہ ہے دائرہ۔ اسی لحاظ سے مدار اور محدود کو بھی فلک کہہ دیتے ہیں۔ اصطلاح عام میں ہر چھوٹی بڑی کشتی کو فلک کہا جاتا ہے۔ واحد جمع مذکر مونث سب کے لئے یہ ایک ہی لفظ ہے اسی وزن پر یعنی انہی حروف واعراب سے ہے۔ یہ مفعول بہ ہے ب حرف جر بمعنیٰ فی ظرفیہ مکانیہ۔ اَعْيُنِ اسم جمع مکسر اس کا واحد ہے عین بمعنیٰ نگاہوں۔ مضاف ہے عَیْن کا لغوی معنیٰ ہے اصل۔ یہ لفظ چھ معنیٰ میں مشترک ہوتا ہے۔ ۱۔ بعینہٖ وہی چیز۔ ۲۔ آنکھ۔ ۳۔ چشمہ۔ ۴۔ گھٹنا انسانی حیوانی۔ ۵۔ آفتاب۔ ۶۔ حمایت نگاہ یہاں بمعنیٰ حفاظت وحمایت ہے نا ضمیر جمع متکلم کا مرجع اللہ تعالیٰ مضاف ہے یہ مرکب اضافی معطوف علیہ واؤ عاطفہ وَحْيِنَا یہ مرکب اضافی معطوف یہاں وَحْیٌ سے مراد تعلیم الٰہی ہے دونوں عطف مل کر مجرور ہو کر متعلق ہے اِصْنَعْ فعل امر کا۔ سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ۔ ف عاطفہ اِذَا حرف شرط ظرفیہ زمانیہ جَآءَ باب ضرب کا ماضی مطلق مثبت معروف واحد مذکر جَیْءٌ سے مشتق ہے بمعنی آنا اَمْرُنَا مرکب اضافی بمعنیٰ ہمارا حکم تقدیری یا حکم عذاب یہ مرکب فاعل ہے جَآءَ کا یہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ فَارَ۔ باب نصر کا فعل ماضی مطلق واحد مذکر مثبت معروف فَوْرٌ سے مشتق ہے لغوی معنیٰ ہے جلدی ہونا جلدی کرنا۔ لازم بھی ہوتا ہے۔ متعدی بھی۔ یہاں مراد ہے پانی پھوٹ پڑنا پانی ابل پڑنا۔ الف لام حرفی عہد خارجی تَنُّوْرٌ یہ لفظ عربی ہے ضمیر فارسی سے معرب بمعنی تندور نَوْرٌ سے بنا ہے یعنی روشنی والا۔ چونکہ تندور میں آگ کی روشنی بھڑکتی ہے اس لئے تندور کو تَنُّوْرٌ یہ کہا جاتا ہے۔ اسم مبالغہ ہے بروزن فعول۔ یہ فاعل فَارَ کا یہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا جَآءَ کے جملے پر دونوں جملے انشائیہ ہیں اِذَا [illegible] کی وجہ سے یہ معطوف علیہ ومعطوف مل کر شرط ظرفیہ

زمانیہ ہوئی ف جزائیہ اَسْلُکْ باب نصر کا امر حاضر معروف واحد مذکر سَلْکٌ سے مشتق ہے۔ ترجمہ ہے چلنا دوڑنا تیز تیز آنا یہاں مراد سوار کرنا۔ اس کا فاعل ہے اَنْتَ ضمیر پوشیدہ جس کا مرجع نوح علیہ السلام فِیْ جارہ ظرفیت مکان کے لئے۔ ھَا ضمیر کا مرجع فُلْکٌ ہے یہ جار مجرور متعلق اول ہے مِنْ تبعیضیہ کُلٍّ اسم کلی تعدادی بمعنیٰ ہر ایک تمام یہ جار مجرور متعلق دوم ہے زَوْجَیْنِ اسم تثنیہ اس کا واحد زوج بمعنیٰ جوڑا۔ زَوْجَیْنِ کا معنی ہے دو جوڑے ممیّز ہے اثنین اسم عددی عدل ہے ترجمہ ہے دو دو یعنی جاندار کے دو دو جوڑے۔ یہ تمیز ہے ممیّز تمیز مل کر معطوف الیہ واؤ عاطفہ اہل اسم مفرد ترجمہ ہے والا مراد ہے گھر والے افراد بیوی بچے اور زیر پرورش افراد آل اور اہل میں یہ فرق بھی ہے کہ آل بمعنیٰ ہر مطیع تبع اور اہل صرف گھر میں رہنے والے زیر پرورش۔ مضاف ہے کَ ضمیر حاضر مذکر کا مرجع نوح علیہ السلام مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی مستثنیٰ منہ ہوا۔ اِلَّا حرف استثناء متصل مِنْ اسم موصول واحد مذکر و مونث دونوں کے لئے آتا ہے سَبَقَ باب ضرب کا فعل ماضی مطلق مثبت معروف واحد مذکر غائب۔ سبقٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ پہلے ہونا گزرنا عَلَیْہِ۔ جار مجرور متعلق اول ہے سَبَقَ کا۔ ہِ ضمیر کا مرجع مِنْ ہے مَنْ اسم حاصل مصدر بمعنیٰ بات مراد ہے تقدیری فیصلہ یہ فاعل ہے سَبَقَ کا۔ مِنْ جارہ تبعیضیہ ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب اس کا مرجع اَھْلَ لفظ اہل یہاں لفظاً واحد ہے معناً جمع ہے اسی لئے اس کے لئے ھُمْ ضمیر جمع لائی گئی یہ جار مجرور متعلق دوم ہے سَبَقَ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا موصول صلہ مل کر مستثنیٰ ہوا اَھْلَکَ سے دونوں مل کر معطوف ہے زَوْجَیْنِ پر دونوں مل کر مفعول بہ ہوا اَسْلُکْ کا یہ فعل اپنے فاعل اور دونوں متعلقوں اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جزا ہوئی اِذَا جَآءَ کی دونوں شرط و جزا مل کر معطوف ہوا اَنِ اصْنَعِ پر دونوں عطف مل کر مفعول بہ ہوا اَوْحَیْنَا کا۔ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ وَلَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّھُمْ مُّغْرَقُوْنَ واؤ عاطفہ۔ ماقبل جملے کا عطف ہے اَوْحَیْنَا پر۔ لَا تُخَاطِبْ۔ باب مفاعلۃ کا فعل نہی معروف واحد مذکر حاضر۔ اس کا فاعل اَنْتَ ضمیر صیغہ پوشیدہ جس کا مرجع حضرت نوح خَطْبٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ کسی موجود سے بات کرنا اسی سے ہے خطاب وخطبہ نون وقایہ ماقبل فعل کا اعراب اور وزن صیغہ بچانے والی ہمیشہ فعل اور اس کے مفعول کے درمیان آتی ہے۔ ی ضمیر واحد متکلم کا مرجع اللہ تعالیٰ مفعول بہ ہے۔ فِیْ جارہ ظرفیہ نفسہ۔ ترجمہ ہے بارے میں اَلَّذِیْنَ اسم موصول ظَلَمُوْا باب ضرب کا ماضی مطلق جمع مذکر غائب ظُلْمٌ سے مشتق ہے ترجمہ لغوی نقصان کرنا یہاں مراد ہے کفر کرنا۔ اس کا فاعل ھُمْ ضمیر پوشیدہ اس کا مرجع اَلَّذِیْنَ مراد ہے مَنْ سَبَقَ والے کفار۔ یہ فعل بافاعل جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہے اَلَّذِیْنَ موصول اپنے صلہ سے مل کر مجرور متعلق لَا تُخَاطِبْ فعل نہی سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف ہے سابقہ پر۔ اِنَّ حرف مشبہ ھُمْ ضمیر اس کا اسم مُغْرَقُوْنَ باب نصر کا اسم مفعول یہ اپنے نائب فاعل پوشیدہ ضمیر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر اِنَّ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر علت منفردہ ہوئی لَا تُخَاطِبْ کی وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔

تفسیر عالمانہ

حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نوسو ۹۵۰ سال تبلیغیں سنائیں اذیتیں سہیں پیار دیا غصہ لیا رحمتیں بانٹیں زحمتیں سمیٹیں اہل قوم کو عزت بخشی ان کی گستاخی کی ہر بات انتہا کو پہنچ گئی تو دعا عرض کی کہ مولیٰ یہ قوم حد سے زیادہ سرکش ہوگئی اس کا کیا علاج کیا جائے۔ تب وَاُوْحِیَ اِلٰی نُوْحٍ اَنَّہٗ لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِکَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ (الآیۃ) یعنی اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کی

طرف وحی بھیجی کہ اب تمہاری قوم میں سے کوئی ایمان نہ لائے گا بس جو پہلے ایمان لاکر مومن بن گئے وہی مومن رہیں گے۔وہ کل افراد امراء غرباء اہل خانہ مرد وعورت مل کر بانوے ۹۲ افراد تھے۔یہی لوگ تاحیات مومن اور تابع فرمان عبادت گذار رہیں گے۔اس پیغام الٰہی کو سننے کے بعد حضرت نوح قوم سے بالکل ہی مایوس ہو گئے۔تب بارگاہ رب العزت میں نہایت عاجزی انکساری سے بانداز دعا عرض کیا۔اے میرے رب کریم میری مدد فرما۔میں نے دوران تبلیغ بطریقہ تقریر اپنی قوم کو کفریات شرکیات فسقیات ظلمیات اور گستاخیوں سرکشیوں سے باز رکھنے کے لئے کئی بار کہا اِنِّیۡۤ اَخَافُ عَلَیۡکُمۡ عَذَابَ یَوۡمٍ عَظِیۡمٍ (اعراف:۵۹) اے میری قوم کے نافرمانو بے شک میں ڈرتا رہتا ہوں اس بات سے کہ کہیں تم پر تمہارے اس کفر کی وجہ سے کسی بڑے دن کا عذاب نہ آ جائے۔اور تم سب ہلاک وتباہ ہو جاؤ۔مگر ان بدقسمتوں پر نہ کسی تبلیغ کا اثر ہوتا ہے نہ ڈرانے کا۔فَدَعَا رَبَّہٗۤ اَنِّیۡ مَغۡلُوۡبٌ فَانۡتَصِرۡ (قمر:۱۰) پھر نوح علیہ السلام نے اپنے رب تعالیٰ سے دعا مانگی کہ یا اللہ میں بے شک مغلوب ومجبور مایوس ہو گیا تو اب تو میری مدد فرما۔وَقَالَ نُوۡحٌ رَّبِّ لَا تَذَرۡ عَلَی الۡاَرۡضِ مِنَ الۡکٰفِرِیۡنَ دَیَّارًا ﴿۲۶﴾ اِنَّکَ اِنۡ تَذَرۡہُمۡ یُضِلُّوۡا عِبَادَکَ وَلَا یَلِدُوۡۤا اِلَّا فَاجِرًا کَفَّارًا (نوح:۲۷) اور عرض کیا نوح علیہ السلام نے اے میرے رب جل وعلیٰ اب زمین پر ان کفاروں میں سے کسی ایک کو بھی نہ چھوڑ بیشک تو نے اگر ان میں سے کسی کو زندہ چھوڑ دیا تو یہ سرکش لوگ تیرے ان بندوں کو بھی گمراہ کریں گے جو بعد میں پیدا ہونے والے ہیں۔اور ان کی نسلیں بھی بند فرما دے کیونکہ ان کی نسلوں میں کوئی مومن نظر نہیں آتا یہ بدبخت تو اپنی نسلیں بھی ظالم فاجر کافر ہی جنیں گے۔اس لئے میرے مولیٰ تعالیٰ رَبِّ انۡصُرۡنِیۡ بِمَا کَذَّبُوۡنِ (مومنون:۲۹) میرے رب میری مدد فرما ہم سب ایمان والوں کو بچا کر اور ان کفر والوں کو مٹا کر اسی عذاب کے ذریعے جس کی خبر کو اور مجھ کو جس کی وجہ سے ان لوگوں نے بار بار جھٹلایا اس طرح کہ میری تبلیغ رسالت پیغام الٰہی توحید کبریائی حشر نشر قیامت کے حساب وعذاب کو جھٹلایا۔ان حمقاء نے فرشتوں کے وجود کو تو مانا مگر ان کے سچے ایمان کو نہ مانا۔اللہ تعالیٰ کی ذات کو تو مانا مگر اس کی صفت وحدہ لاشریک کو نہ مانا۔آباء کے کہنے سے دین باطل کو مانا نبی اللہ کے کہنے سے دین حق کو نہ مانا۔اب بات حد سے بڑھ گئی۔لہٰذا ان کی ہلاکت ہی میری مدد ہے اور میری مدد زمین کی اصلاح ہے۔کفار کا غلبہ زمین کا فساد ہے۔اس مکمل دعاء نوحی کے بعد اس دعا کو قبول فرماتے ہوئے اَوۡحَیۡنَا پس وحی بھیجی ہم نے بلا واسطہ جبرائیل اپنے نبی نوح علیہ السلام کی طرف اور اس وحی خفی میں یہ پیغام بھیجا کہ ابھی اور آج ہی سے ایک بڑی عظیم کشتی جو مثل بحری جہاز ہو بنانا شروع کر دو بِاَعۡیُنِنَا ہماری دائمی اور مضبوط حفاظتوں نصرتوں نگاہ داشتوں اور نظروں میں اپنے خداداد تعلیم وصلاحیت وصناعی سے یہاں اعین جمع فرمانا دوام وجامعیت کے مبالغے کے لئے ہے یعنی اے نوح تمہارا کام صرف بنانا ہے اس کو دشمنوں سے بچانا وحفاظت کرنا ہمارا کام ہے وَوَحۡیِنَا اور اس کشتی کو تمہارے ہاتھوں سے بنوانا بھی ہمارا کام ہے ہماری وحی خفی وتعلیم مخفی کے حکم اور تعلیم سے بناؤ ہم سکھاتے ہیں تم بناتے رہو سیکھتے رہو۔اور لمبائی چوڑائی اونچائی کے نقشے پر کشتی تیار کرو۔تاریخ کے اعتبار وحساب سے یہ دنیا کی پہلی کشتی تھی اور اپنی بلندی نقشہ خدودر میں بہت بڑا ابادبانی جہاز تھا۔اس سے پہلے چشم انسانی نے کوئی کشتی نہ دیکھی تھی نہ کہیں تاریخ میں کہیں ذکر ملتا ہے نہ کسی انسان نے کبھی کسی دریا سمندر کا سفر کیا تھا۔گویا کہ نوح علیہ السلام موجد کشتی ہیں۔جب آپ نے کشتی بنانی شروع کی تو کفار قوم جمع ہو کر دیکھتے اور پوچھتے کہ یہ کیسا کام ہے اور کیوں بنایا جارہا ہے جب

نوح علیہ السلام بتاتے کہ یہ پانی پر تیرنے والا گھر ہے اس کا نام فلک یعنی کشتی ہے تب کفار ہنستے اور مذاق اڑاتے اور لوگوں سے کہتے دیکھو ہم نہ کہتے تھے کہ یہ شخص مجنون ہے غور کرو کہ دور تک کہیں پانی کا نام ونشان نہیں نہ دریا نہ سمندر نہ نہر نہ تالاب اور یہ شخص اتنی دور بیٹھا سمندری دریائی سفر وسیاحت کے لئے اتنی بڑی کشتی بنا رہا ہے اور پھر دعویٰ کرتا ہے کہ میں نبی رسول ہوں بھلا نبی کو ان فضولیات اور سیر وسیاحت سفر سے کیا کام۔ تب حضرت نوح علیہ السلام قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ (ہود: ۳۸) فرماتے کہ اگر آج تم ہم پر ہنستے ہمارا مذاق اڑاتے ہو تو بے شک کل ہم تم پر ہنسیں گے جیسے کہ اب تم ہم کو پاگل سمجھ کر مذاق اڑا رہے ہو تمہاری ہنسی ہمارے اقوال وافعال پر ہے۔ ہماری ہنسی تمہارے انجام پر ہوگی۔ تمہاری ہنسی غفلت کی ہے۔ ہماری ہنسی عبرت کی ہوگی۔

کشتی بنانے کا طریقہ

یہ حکم وحی سن کر حضرت نوح نے تمام مومنین کو جمع فرمایا یہ کل افراد مرد ۴۵ تھے آپ نے ان کے تین گروہ بنائے افراد کا ایک گروہ پھر ایک جماعت کا امیر حضرت حام کو بنایا۔ دوسرے کا سام کو۔ تیسرے کا یافث کو۔ ایک گروہ سے فرمایا تم جنگل سے لمبے لمبے درختوں کے تنے کاٹ کر شاخوں پتوں سے صاف کر کے معینہ تعداد میں لاؤ آپ نے تعداد بتا دی۔ دوسرے گروہ سے فرمایا تم اتنی مذکورہ تعداد میں بانس لاؤ۔ تیسرے گروہ سے فرمایا کہ تم لوگ ان درختوں کے تنوں کو کاٹ کر اس پیمائش کے لمبے چوڑے تختے کاٹو اور کچھ لوگوں کو اور گھر میں عورتوں کو حکم دیا کہ تم لوگ بانسوں کی کیلیں تیار کرو اور کچھ بانسوں کی لمبی لمبی پٹیاں چھیل کر بناؤ۔ اور جب بانس ولکڑی کے تختے بتائی ہوئی مقررہ تاریخ تک جمع ہو گئے تب آپ نے حکم دیا کہ دور دراز علاقوں جنگلوں سے جنگلی گوند وموم جمع کرو اس طرح تمام خام مال جمع کرنے تراشنے خراشنے کاٹنے بنانے میں تقریباً ایک سال لگ گیا۔ پھر کشتی کی جڑائی حضرت نوح نے خود اپنے دست اقدس سے بتعلیم وحی شروع فرمائی کچھ مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت نوح پہلے سے نجار تھے۔ اور نجاری ترخانی کا فن وصنعت جانتے تھے اس لئے آپ نے کشتی بنالی۔ بعض نے لکھا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آ کر آپ کو کشتی بنانا سکھایا مگر یہ دونوں باتیں غلط اور آیت قرآنی کے خلاف ہیں میں کہتا ہوں کہ اگر جبرائیل علیہ السلام نے سکھایا تو جبرائیل کو کس نے سکھایا بات پھر وہیں آ جاتی ہے کہ جو رب تعالیٰ جبرائیل کو سکھا سکتا ہے وہ نبی کو کیوں نہیں سکھا سکتا نیز اگر جبرائیل کشتی بنانا جانتے تھے یا کشتی کا نام ہی جانتے تو حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ علمی مناظرے میں تمام فرشتے لاجواب کیوں ہو جاتے۔ اسی طرح اگر نوح علیہ السلام پہلے سے نجار ہوتے تو بِاَعْيُنِنَا اور وَوَحْيِنَا ارشاد نہ فرمایا جاتا۔ علاوہ ازیں اس دیگر آیات قرآنیہ سے بالوضاحت ثابت ہو رہا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام صرف اللہ تعالیٰ کے شاگرد ہیں وَوَحْيِنَا کے تفسیری معنیٰ اور منشاء کلام سے بھی ثابت ہو رہا ہے کہ اس کشتی بنانے سے پہلے نوح علیہ السلام نے لکڑی کا کام کبھی نہ کیا تھا نہ کوئی چیز بناتے کسی نے آپ کو دیکھا تھا جس سے ثابت ہوا کہ یہ کشتی بنانا اور سیکھنا معجزانہ طریقے سے تھا یہاں تک کہ خام مال اور اس کی تعدادِ مقررہ وضروریات اور کانٹ چھانٹ تراش خراش سب کچھ صرف وحی الٰہی کی تعلیم سے ہوا تھا نہ حضرت نوح علیہ السلام کی ذاتی فنکاری کا اس میں دخل تھا نہ حضرت جبرائیل کے کچھ بتلانے کا یہ کشتی فقط

معجزہ نبوت اور قدرتِ الٰہی کا شاہکار تھا۔ روایتوں میں ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام نے وَلَا یَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا (نوح: ۲۷) کی بددعا عرض کی تو اس وقت قبول ہو گئی اور جتنی بھی کافرہ عورتیں حاملہ تھی ان کے ہر حالت کے حمل گر گئے اور پھر کوئی عورت حاملہ نہ ہوئی نسل بند ہو گئی کشتی بنانے کی پوری مدت دو سال تھی کشتی کی لمبائی اسی گز اور چوڑائی پچاس ۵۰ گز اونچائی تیس گز تھی۔ اس وقت کا ایک گز زمین سے کھڑے انسان کے کندھے تک ہوتا تھا اور اس وقت قدآدمی یعنی قدم سے سر تک ساٹھ بالشت ہوتا تھا کشتی میں تین منزلیں بنائی گئیں تھی۔ پہلی نیچی منزل میں حرام خور جانور درندے چرندے پرندے کیڑے زہریلے جانور نر و مادہ۔ دوسری منزل میں حلال جانور اور گھریلو چوپائے مثلاً اونٹ' گائے' بھینس' بکری' اونی جانور اور گدھا' گھوڑا' بلی' کتا' خچر اس پر پیدا ہی نہ ہوا تھا۔ اس کی پیدائش بعد طوفان وجود میں آئی حلال پرندے سب نر و مادہ تیسری اوپر والی منزل میں دو حصے کر کے انسان مرد اور پردے میں عورتیں بٹھائی گئیں یہ سب جاندار جوڑا جوڑا یعنی نر و مادہ تھے کشتی کے علاوہ زمین کے تمام جاندار انسان حیوان خشکی آبی کیڑے مکوڑے چرند پرند درند مکھی مچھر حشرات شجرات ہلاک وفنا کر دیئے گئے گندگی سے پیدا ہونے والا کوئی کیڑا کشتی میں سوار نہ کیا گیا نہ داخل ہونے دیا گیا۔ جس وقت رب تعالیٰ نے کشتی بنانے کی وحی فرمائی تھی اسی وقت ساتھ ہی یہ حکم بھی عطا فرمایا تھا کہ فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا (مومنون: ۲۷) تو جب ہمارا حکم آئے یعنی ازلی فیصلہ عذاب امر کے تین معنیٰ ہوتے ہیں۔ ۱۔ امر بمعنیٰ فیصلہ۔ ۲۔ امر بمعنیٰ معاملہ ان دو معنوں میں امر کی جمع امور ہے۔ ۳۔ امر بمعنیٰ حکم یعنی قول یا فعل کا مطالبہ اس معنیٰ میں امر کی جمع اوامر ہے اس امر و اوامر کا مقابل نہی و نواہی ہے۔ قانونِ شریعت میں امر و حکم کی سولہ قسمیں ہیں۔ ۱۔ فرض۔ ۲۔ واجب۔ ۳۔ نفل۔ ۴۔ سنت مؤکدہ۔ ۵۔ غیر مؤکدہ۔ ۶۔ مستحب۔ ۷۔ دعا۔ ۸۔ عرض۔ ۹۔ تعجب۔ ۱۰۔ استہزاء۔ ۱۱۔ عجز۔ ۱۲۔ زجر۔ ۱۳۔ اختصار۔ ۱۴۔ استرضاء۔ ۱۵۔ استرخاء۔ ۱۶۔ استعداد۔ یہاں اَمْرُنَا میں امر بمعنیٰ عذاب ہے یعنی اے نوح جب ہمارا عذاب آ جائے تو اس کی ابتداء اس طرح ہو گی کہ وَفَارَ التَّنُّوْرُ اور تندور سے پانی جوش مارتا ابلتا نکلنا شروع ہو جائے گا۔

واقعہ طوفان

کافران قوم حسب معمول اپنی سرکشی کفر شرک ظلم کھیل تماشوں خوشیوں مذاق بازیوں منصوبہ سازیوں اذیت رسانیوں میں مشغول تھے ایمان اخلاق و اعمال درست کرنے کا کوئی گوش و ہوش نہ تھا کہ صبح اشراق کے وقت جبکہ دنیا والے دنیوی جھمیلوں خرمستیوں میں اور دین و ایمان والے عبادت و ریاضت دعاؤں حمد الٰہی ثناء کبریائی میں مشغول تھے کہ کوفے کے ایک بڑے گھر میں ایک تندور گرم تھا روٹیاں لگ رہی تھیں ایک عورت لگا رہی تھی بہت سی عورتیں لگوا رہی تھیں انہیں عورتوں میں نوح علیہ السلام کی مومنہ بیوی حضرت دانیہ بھی تھیں۔ کہ اچانک تندور کے اندر سے آگ بجھنے کی آواز آنے لگی عورتوں نے جھانک کر دیکھا تو تندور سے پانی نہایت تیزی سے ابلتے نکلتے دیکھا سب حیران ہوئیں کسی کو پتا نہ تھا کہ یہ پانی کیوں اور کیسا ہے۔ صرف بی بی دانیہ کو نوح علیہ السلام کی زبانی معلوم تھا کہ عذاب الٰہی اس طرح شروع ہو گا۔ وہ فوراً گھر آئیں اور حضرت نوح کو بتایا۔ ادھر ۲ سال کی مدت میں تیار شدہ کشتی جو اسی دن سے مکمل ہو چکی تھی تختوں سے تختہ جوڑ کر درزوں میں گوند اور گوند پر

موم بھر دیا گیا تھا اور اس پر بانسوں کی باریک پٹیاں چسپاں کی گئیں اور بانسوں کی کیلوں سے ہی ہر تختہ ٹھونکا گیا تندور کا یہ پانی بڑھتا ہی گیا اور ہر طرف حَمِیَ الْوَطِیْس دیکھو گرم تندور کا شور پڑ گیا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے تمام اہل ایمان کو جمع فرمایا اور اوپر کی منزل پر جانے کا حکم دیا پھر تمام جانوروں کو نام بنام پکارا پہلے حلال وگھریلو جانوروں کو ان کو درمیانی منزل میں پہنچایا پھر حرام جانوروں کو پکارا قدرتِ الٰہی سے سب حلال وحرام جانور گھریلو وجنگلی تیز بھاگتے ہوئے چلے آئے آپ دائیں ہاتھ سے مذکر جانور کو اور بائیں ہاتھ سے مونث جانور کو پکڑ کے کشتی میں داخل کرتے۔ اس طرح فَاسْلُكْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ کے حکم ربانی پر عمل فرمایا اوپر کی منزل میں کل بانوے ۹۲ انسان تھے پینتالیس مرد اور پینتالیس عورتیں جو آپس میں خاوند بیوی تھے۔ اور دو خود حضرت نوح اور ان کی بیوی حضرت دانیہ۔ ان میں اہلبیت تین آپ کے بیٹے تین ان کی بیویاں اور دو آپ کی بیٹیاں دو ان کے خاوند۔ یہ دس افراد ہوئے دو افراد حضرت نوح مع بیوی کل بارہ افراد ان کے علاوہ اسی افراد اہل ایمان۔ یہ تندور بہت بڑا پتھر کا بنا ہوا تھا۔ حضرت آدم نے بنایا تھا حضرت حوا اس میں روٹیاں لگاتی تھیں۔ اس کا نام وطیس تھا۔ طوفان کے وقت یہ سخت گرم تھا۔ سخت گرم تندور کی وجہ سے لوگوں نے حمی الوطیس کا شور مچایا تھا یعنی سخت گرم تندور کو دیکھو کہ اس میں سے کیا نکل رہا ہے۔ پہلی وحی میں رب تعالیٰ نے اہل ایمان کو سوار کرنے کا حکم دیتے ہوئے استثناء فرما دیا تھا۔ کہ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ۔ اے نوح اپنے ان رشتے داروں قرابت والوں کو کشتی میں سوار نہ کرنا جن کے کفر ابدی کی وجہ سے ان پر ہلاکت کا مبرم تقدیری ازلی فیصلہ ہو چکا ہے۔ اور لوح محفوظ میں کفر پر مرنا لکھا جا چکا ہے۔ ان سے مراد ایک کافرہ بیوی واعلہ اور اسی کے بطن سے مولود بیٹا کنعان اور چند قریبی اہل خانہ ہیں اے نوح صرف سوار کرنے کی ہی ممانعت نہیں بلکہ وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ان بدبختوں کے بارے میں مجھ سے کوئی سوالیہ خطاب بھی نہ کرنا کبھی بھی اور ان کی نشاندہی و پہچان بھی نہ پوچھنا کیونکہ فقط ایک یہ ہی ان کی پہچان ہے کہ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا یہ وہی بدبخت ہیں جنہوں نے اہل ایمان پر دل بھر کے ظلم کیا۔ اور اپنے آپ پر بھی کفر شرک نافرمانی گستاخی کا ظلم کمایا ان سب کے لئے بس یہی آخری فیصلہ ہے کہ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ بیشک وہ سب پانی میں ڈبوئے ہوئے ہیں کوئی بھی ہلاکت سے نہیں بچ سکتا نہ کوئی بچا سکے نہ غار پہاڑ نہ اونچائی نہ نیچائی نہ فرش نہ مکان نہ چھت نہ دکان۔ جس وقت نوح علیہ السلام نے سواری کا کام فرما دیا تو نیچی منزلوں کے دروازے مضبوطی سے بند کر دیئے گئے اور اوپر والی منزل پر سب لوگوں کو اپنی اپنی جگہ پر بٹھا دیا گیا خود حضرت نوح علیہ السلام دروازے میں کھڑے ہو کر باہر کی طرف دیکھ رہے تھے کفار میں بھگدڑ مچی ہوئی تھی ہر شخص اپنی فکر میں تھا نہ امیروں کو غریبوں کا اور نہ غریبوں کو امیروں کا نہ ساز و سامان نہ بتوں مورتیوں کا خیال ہر شخص اپنے لئے اپنی جائے پناہ کی تلاش میں دوڑ رہا تھا کوئی چھتوں کی طرف کوئی پہاڑوں کی طرف بھاگ رہا تھا پانی گھٹنوں تک آ چکا تھا تب اس وقت آپکی نظر اپنے کافر بیٹے کنعان کی طرف پڑی وہ ایک جگہ کھڑا کشتی کو دیکھ رہا تھا۔ محبت پدری نے جوش مارا ترس آیا اور حضرت نوح نے پکارا يٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ (ھود: ۴۲) اے میرے بچے ایمان لا کر ہمارے ساتھ سوار ہو جاؤ اور کافروں کیساتھ مت رہ مگر قسمت کا مارا اس حال میں بھی ضد کا پکا رہا اور جواب دیا قَالَ سَاٰوِيْٓ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ (ھود: ۴۳۔۴۲) کیا عجیب بدنصیبی ہے کہ سب [illegible] ہے زمین پانی

ابل رہی ہے پہاڑوں کے برابر موجیں اٹھ رہی ہیں ہواؤں کے تھپیڑوں لہروں کے تھپیڑوں سے مکان ٹوٹ کر گر رہے ہیں ہر شخص جان بچاتا بھاگا پھر رہا ہے۔ ہواؤں کا شور ہے پانی کا زور ہے عورتوں کا رونا ہے بچوں کا چلانا ہے مردوں کا گھبرانا ہے جانوروں کا ڈکرانا ہے ہر کافر بتوں سے بیگانہ ہے اس حالت میں بھی کفر ہی کمانا ہے اور اصل پناہ دامن نبوت سے منہ پھرانا ہے۔ سب کچھ دیکھتے جانتے بھی کنعان کے عقل و دماغ پر پردۂ احمقانہ ہے۔ ایسی سخت گھڑی میں بھی شفقت پدری پسند نہ آئی جواب میں کہتا ہے میں کسی اونچے پہاڑ کی پناہ لے لوں گا وہ مجھے پانی سے بچالے گا۔ رب تعالیٰ کا سچا دروازہ اب بھی اس کو یاد نہ آیا کسی نے سچ ہی فرمایا کہ

بے ادب ماں با ادب اولاد جن سکتی نہیں   معدن خز معدن فولاد بن سکتی نہیں

پھر نوح علیہ السلام نے کشتی پر سے جواب دیا قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ (ہود: ۴۳) آج سوائے رحیم کریم اللہ تعالیٰ کے کوئی کسی کو نہیں بچا سکتا۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک لہر موج آئی اور کنعان کو تنکے کی طرح بہا کر لے گئی اور ہلاک کر دیا۔ یہ طوفانی سیلاب زمین پر بقول تفسیر صاوی چھ ماہ رہا۔ پھر اس کے بعد علاقہ جودی کے اونچے پہاڑ پر بہت بلند چوٹی کی خشکی پر کشتی ٹھہری۔ قدرت الٰہی سے اس تمام مدت میں کسی بھی انسان حیوان چرند پرند درند کو بھوک نہ لگی جس دن سطح پہاڑ سے کشتی لگی وہ دن محرم روز عاشورہ بروز جمعہ تھا۔ (از تفسیر صاوی کبیر معانی)

ان آیات میں اختلافی اقوال

قَالَ رَبِّ کی قرأت میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت میں یَا رَبِّی کے معنی میں ہے رَبِّ ہی قرأت صحیح ہے کیونکہ مکتوب ہے۔ ۲۔ بعض قراء نے لکھا یہ قَالَ رَبُّ ہے۔ دراصل قَالَ یَا رَبُّ ہے بلا اضافت منادیٰ مفرد یہ قرأت شاذ ہے۔ بِمَا كَذَّبُوْنِ کی ب جارہ میں دو قول۔ ۱۔ بعض نے کہا یہ ب سببیہ ہے معنی ہے اس وجہ سے۔ ۲۔ بعض نے کہا یہ ب بدلیت کی ہے معنی ہے اس کے بدلے میں فَاَوْحَيْنَا کی ف میں دو قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا کہ یہ ف سببیہ ہے۔ اور معنیٰ ہے کہ بددعا نوح کی وجہ سے وحی کی ہم نے یہی قول درست ہے۔ ۲۔ بعض نے لکھا کہ یہ ف تعقیبیہ ہے اور معنیٰ ہے کہ بددعا کے بعد وحی بھیجی ہم نے اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ کی تفسیر میں تین قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی بلاواسطہ تعلیم سے نوح علیہ السلام نے معجزہ سے کشتی بنائی۔ قدرتی یہی قول درست ہے فرمان احادیث کے مطابق ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا حضرت نوح نجار تھے لکڑی کا کام جانتے تھے اس لئے کشتی بنالی۔ مگر یہ قول غلط ہے کیونکہ آپ کے نجار ہونے کا کسی حدیث پاک میں ذکر نہیں نہ کسی تاریخ سے ثبوت ہے۔ بعض نے کہا کہ حضرت جبرائیل نے نوح علیہ السلام کو کشتی بنانا سکھایا جبرائیل بتاتے جاتے آپ بناتے جاتے مگر یہ قول بھی غلط ہے کیونکہ قرآن وحدیث کے فرمان اور ظاہری الفاظ کے خلاف ہے لہٰذا بناوٹی ہے۔ مفسر کا ذاتی تخیل ہے فَاِذَا جَآءَ کے معنیٰ میں دو قول۔ ۱۔ بعض نے کہا امر الٰہی آنے کا معنیٰ ہے۔ عذاب کا قریب آنا۔ ۲۔ بعض نے کہا جَآءَ کا معنیٰ ہے عذاب کی ابتداء ہونا دونوں قول درست ہیں کیونکہ سب کچھ بہت جلدی ہوا۔ اور شام تک سب کفار مر کر ہلاک وفنا ہو چکے تھے اور مکانات ٹوٹ پھوٹ کر بکھر چکے تھے اَمْرُنَا کے معنیٰ میں دو قول۔ ۱۔ امر کی جمع امور بمعنیٰ فیصلہ مراد ہے عذاب۔ ۲۔ بعض نے کہا امر بمعنیٰ حکم اس کی جمع اوامر [illegible] معنیٰ [illegible] کر [illegible] حکم یعنی جب کشتی میں سوار ہونے کا حکم آئے جس

کی نشانی فَارَ التَّنُّوْرُ ہوگی تب فوراً فَاسْلُکْ فِیْھَا کشتی میں سوار ہو جانا دونوں قول درست ہیں۔ فَارَ التَّنُّوْرُ کے جملے کی تفسیر میں سات قول۔ ۱۔ اکثر نے لکھا ہے کہ حضرت آدم نے پتھروں سے ایک تندور بنایا تھا حضرت حوا اس میں روٹیاں پکاتی تھیں اپنی اولاد کے لئے ملک شام میں تھا پھر حضرت نوح وہاں سے اس کو دمشق کے شہر کوفے میں لے آئے اور اپنے گھر میں لگا لیا آپ کی مومنہ بیوی حضرت دانیہ بوقت طوفان اس میں روٹیاں لگا رہی تھیں۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ تندور کوفے کے باب کندہ کے پاس ایک بڑے گھر کے اندر گڑھا ہوا لگا تھا اور گھر کی مالکن سب اہل محلہ کی روٹیاں لگایا کرتی تھی طوفان کے وقت بھی اس میں روٹیاں لگائی پکائی جا رہی تھیں بعد طوفان اس گھر کو عبادت خانہ بنا دیا گیا تھا یہی قول درست ہے روایات و تاریخ سے ثابت ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا کہ فَارَ التَّنُّوْرُ کا معنیٰ ہے فجر صادق طلوع ہوگئی نور پھیل گیا تنور نوڑ سے بنا ہے اور اس جملے میں جَآءَ اَمْرُنَا کا وقت بتایا جا رہا ہے کہ جب دن چڑھ گیا تب سیلاب طوفانی کا عذاب شروع ہوا اور پانی کسی تندور یا اونچے ٹیلے سے نہ نکلا تھا بلکہ ایک میدانی گڑھے سے نکلا تھا۔ ۳۔ بعض نے کہا کہ یہ لوہے کا تندور تھا علاقہ میں سب تندوروں سے بڑا۔ اس لئے اس کا نام وطیس پڑ گیا تھا۔ جب اس میں آگ جلائی جاتی تو پورا تندور آگ کی طرح سرخ ہو جاتا اور ایک آدمی آواز لگاتا کہ حمی الوطیس۔ وطیس تندور گرم ہو گیا تب عورتیں اپنا اپنا آٹا لے آتیں اور کچھ دیر کے لئے شور و چہل پہل مچ جاتی۔ لیکن جس دن طوفان آیا اس دن آخری بار حیرت و خوف سے حمی الوطیس کا زبردست بھگدڑ کے ساتھ شور اٹھا تھا۔ ۴۔ بعض نے کہا کہ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ یہ تندور علاقہ دمشق کے شہر کوفہ میں نہ تھا بلکہ علاقہ شام میں مقام عین وردہ میں زمین کے اوپر رکھا تھا گڑھا ہوا نہ تھا۔ جب اس میں سے پانی نکلنا شروع ہوا تو لوگوں نے حضرت نوح کو اطلاع دی کیونکہ آپ نے اہل ایمان کو عذاب کی یہ ابتدائی علامت بتائی ہوئی تھی۔ اس اطلاع کو سن کر آپ نے کشتی کے پاس سب کو جمع کیا اور سوار کرنا شروع فرما دیا۔ ۵۔ بعض نے کہا حضرت قتادہ تابعی کی روایت سے ثابت ہے کہ یہ تندور ایک ٹیلے پر گڑھا ہوا تھا۔ ۶۔ بعض نے حضرت مولیٰ علی سے روایت کیا کہ فَارَ التَّنُّوْرُ کا معنیٰ ہے کہ جب صبح طلوع ہو جائے اور شور پڑ جائے تب فَاسْلُکْ فِیْھَا وہ فرماتے کہ تندور کا ابلنا طلوع فجر کے وقت شروع ہوا۔ ۷۔ بعض نے لکھا کہ یہ تندور بستی ہند میں تھا اس وقت ہند ایک چھوٹی سی بستی تھی۔ جو حضرت آدم کے ایک بیٹے ھند نے آباد کی تھی جیسے کہ سندھ اور ملتان میں بھی آدم علیہ السلام کے کسی پوتے پڑپوتے کے نام تھے اور انہوں نے ہی یہ بستیاں آباد کی تھیں۔ مِنْ کُلٍّ کی قرءت میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قرءت میں مِنْ کُلٍّ تنوین کے ساتھ ہے بلا اضافت مفرد اور معنیٰ ہے کہ ہر گروہ سے دو دو فرد ایک نر ایک مادہ یہی قرءت درست ہے کیونکہ مکتوب و مشہور ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا کہ یہ مِنْ کُلِّ ہے بغیر تنوین مضاف ہے زَوْجَیْنِ کا۔ اور معنیٰ ہے کہ ہر جانور سے دو دو۔ یعنی دو نر دو مادہ مگر یہ قول غلط ہے کیونکہ احادیث مبارکہ کے خلاف ہے وَاَھْلَکَ کے عطف میں دو قول۔ ۱۔ جن بعض نے کل کو مضاف بنایا ہے وہ کہتے وَاَھْلَکَ معطوف ہے اِثْنَیْنِ پر۔ اور معنیٰ ہے کہ ہر جانور دو عدد اور اپنے سب اہل ایمان کو سوار کر لینا۔ ۲۔ جنہوں نے کُلٍّ کو بلا اضافت تنوین سے پڑھا ہے انکے نزدیک یہ عطف ہے زَوْجَیْنِ پر۔ اور معنیٰ ہے ہر گروہ سے دو زوجین اور اپنے اہل۔ اِلَّا مَنْ کے استثنا میں دو قول۔ ۱۔ اکثر نے کہا ہے کہ یہ استثنا منقطع ہے اور مَنْ سَبَقَ والے افراد کافر ہونے کی وجہ سے پہلے ہی آپ کے اہل نہ تھے۔ ۲۔ بعض نے کہا کہ یہ استثنا متصل ہے بعد مَنْ سَبَقَ کو اِلَّا

کے ذریعے اہلیت سے نکالا گیا کیونکہ نسبی اہلیت موجود تھی کفر سے نسبیت وقومیت ختم نہیں ہوتی اسی لئے کفار کو نبی کی قَوْمِهٖ فرمایا جاتا ہے۔مگر یہ دلیل کمزور ہے کیونکہ قَوْمِهٖ سے مراد برادری و اہلیت نہیں بلکہ امت دعوت ہونا مراد لیا جاتا ہے لہٰذا پہلا قول درست ہے دوسرا غلط کیونکہ کفر سے نسبیت و اہلیت ختم ہو جاتی ہے۔ وَلَا تُخَاطِبْنِیْ کے معنٰی میں دو قول۔ ا۔ بعض نے کہا کہ اس کا معنٰی ہے مَنْ سَبَقَ لوگوں کی نجات کیلئے سفارش نہ کرنا۔ ۲۔ بعض نے کہا کہ اس کا معنٰی ہے کہ مَنْ سَبَقَ کی اہلیت کا سوال نہ کرنا کہ وہ میرے اہل ہیں یا نہیں۔ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ کی ترکیب نحوی میں دو قول۔ ا۔ یہ جملہ لَاتُخَاطِبْ کے جملے کی تعلیل ہے۔ اور معنٰی ہے کہ مَنْ سَبَقَ کے بارے میں مجھے خطاب نہ کرنا کیونکہ وہ تقدیر مبرم میں مُغْرَقُوْنَ ہیں، ۲۔ بعض نے کہا کہ یہ جملہ مَنْ سَبَقَ کے جملے کی وضاحت ہے۔ معنٰی یہ ہے کہ مَنْ سَبَقَ لوگوں کا ازلی فیصلہ جو لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے وہ یہ ہے کہ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ۔

فائدے

ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ **پہلا فائدہ:** انبیاء ورسل علیہم السلام کی مدد و تائید پوری امت مومنہ کی مدد اور پورے دین حق کی حقانیت وصداقت کا ثبوت ہے اور دین امت کی مدد پوری انسانیت کی مدد اور پوری زمین وآسمان کی سلامتی ہے۔ یہ فائدہ۔ رَبِّ انْصُرْنِیْ میں نِیْ فرمانے سے حاصل ہوا کہ دیکھو نوح علیہ السلام نے بارگاہ رب العزت میں یہ عرض نہ کیا کہ یا اللہ اہل ایمان کی یا ہم سب کی مدد فرما بلکہ رَبِّ انْصُرْنِیْ۔ عرض کیا کہ میری مدد فرما۔ اس جامع مانع کلام میں چار دعائیں ہیں۔ ایک یہ کہ دین حق کو غلبہ عطا فرما۔ دوم یہ کہ میری ہر طرح تائید و مدد فرما۔ سوم یہ کہ تمام مومنین کو کفار سے نجات عطا فرما، روئے زمین کی حفاظت فرما اس تباہی و بربادی سے جو کفر شرک کی وجہ سے ہو۔ کسی شخص کی اصل و مکمل مدد یہ ہے کہ اسکی جان مال عزت آبرو اور تمام مملوکات کی پوری حفاظت کی جائے۔ حضرت نوح کی اس طرز دعا میں ثبوت ہے اس بات کا کہ امت مثل اولاد ہوتی ہے۔ اور حدیث مقدس سے ثابت ہے کہ اولاد مثل ملکیت ہے والد کی۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے: اَنْتَ وَ مَالُکَ لِاَبِیْکَ۔ (مشکوٰۃ شریف) یعنی تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔ ایک بار عیسٰی علیہ السلام نے فرمایا تھا اپنے حواریوں سے۔ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰهِ (آل عمران: ۵۲) ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی طرف چلنے میں کون کون میرا ساتھ دے گا اور میرا مددگار بنے گا۔ وہاں بھی اپنی ذاتی مدد یا حفاظت مراد نہ تھی بلکہ دین کی حقانیت کا ساتھ دیکر پوری امت مومنہ کی مدد کرنا مراد تھا۔ **دوسرا فائدہ:** انبیاء کرام علیہم السلام دین و دنیا کے تمام علوم وفنون تمام انسانوں سے زیادہ اور بدرجہ اتم جانتے ہیں کیونکہ صرف رب تعالیٰ کی تعلیم سے جانتے ہیں۔ انبیا علیہم السلام کسی بھی علم وفن میں کسی مخلوق کے شاگرد نہیں ہوتے بلکہ انبیاء کو اللہ تعالیٰ استاد کل بنا کر بھیجتا ہے۔ یہ فائدہ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا۔ فرمانے سے حاصل ہوا۔ **تیسرا فائدہ:** علماء نحو نے یہ قاعدہ کلیہ وضع کیا ہے کہ حرف علیٰ مخالفت کے تسلط و غلبے کیلئے استعمال کیا جاتا ہے اور حرف لام نفع اور مطابقت کیلئے بولا جاتا ہے۔ اس نحوی قاعدے قانون کی تائید کا فائدہ۔ یہاں۔ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ میں علیٰ فرمانے اور سورۃ انبیاء کی آیت ۱۰۱۔ اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى۔ میں لام ارشاد فرمانے سے حاصل ہوا۔ یعنی یہاں سبقت و اولیت کفار کے خلاف نقصان دہ فیصلے کی ہے [illegible] عَلَیْہِ فرمایا گیا۔ [illegible] سبقت و اولیت اہل ایمان کے فائدے نفع

اور مطابقت میں ہے اس لئے لَهُمْ فرمایا گیا۔ یہی کیفیت و شرعی حکم گواہی کا ہے کہ فلاں پر گواہی کا معنی ہے اسکے خلاف اور فلاں کیلئے گواہی کا معنی ہے اسکے حق میں گواہی۔ یہی وجہ ہے کہ سورۃ مزمل کی آیت ۱۵ میں۔ جو ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا ۙ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ۔ میں مفسرین کے دو قول ہیں۔ بعض نے فرمایا شاہد بمعنی گواہ ہے تب اس کا تعلق آخرت سے ہے اور خطاب صرف کفار سے ہے کہ اے کافرو اگر تم کفر پر ہی مرے تو یہ رسول اللہ تمہارے خلاف بروز حساب قیامت تمہارے خلاف گواہ ہوں گے۔ بعض نے فرمایاں کہ یہاں شاہد بمعنی مشاہدہ کرنے والے دیکھنے والے تب عِلمًا فوقیت و بلندی کا ہے اور مشاہدے کا تعلق حیات دنیوی سے ہے اور خطاب تا قیامت ہر مومن کافر سے ہے۔

احکام القرآن

ان آیات پاک سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ:** قانون شرعی کا حکم ہے کہ کسی کافر کیلئے بھی ہلاکت و تباہی کی بددعا کرنا جائز نہیں۔ لیکن موذی ظالم انسان کیلئے بددعا ہلاکت کرنی جائز ہے موذی کافر کیلئے بدرجہ اولیٰ جائز ہے۔ یہ مسئلہ۔ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ کی ب سبیہ سے مستنبط ہوا۔ یعنی یہ بددعا اس وجہ سے ہے کہ کفار نے نبوت رسالت اور دین حق کو جھٹلایا۔ لوگوں کو ایمان سے روکا ایمان والوں کو ایذا دی لہٰذا تا قیامت دنیا کے وہ کافر جو ایذا رسانی اور دینی تبلیغ کرنے اور احکام اسلامی نافذ کرنے میں یا عبادت الہیہ قائم کرنے میں رکاوٹ نہیں بنتا اس کیلئے بددعا منع ہے۔ لیکن جو کافر فرد یا گروہ یا حکومت یا نام نہاد بے دین مسلمان، مسلمانوں کو ایذا پہنچائے ظلم کرے مسجدوں اور عبادتوں کو بند کرے۔ جیسے موجودہ ترکیہ حکومت جو کمال پاشا کی پیروکار یورپ کی غلام مسلمانوں اور اسلام کی دشمن بنی ہوئی ہے انکی ہلاکت کی بددعا جائز ہے۔ **دوسرا مسئلہ:** قانون شریعت کے مطابق ہر وہ کام جو اللہ رسول کی رضا و خوشنودی کیلئے کیا جائے یا اللہ رسول کے حکم سے کیا جائے وہ عبادت ہے اگرچہ وہ کام دنیوی ہو اور اس میں بندے کا ذاتی شخصی فائدہ و نفع ہو۔ خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم و رضا قرآن و حدیث کے فرمودات کا نام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مومن مسلمان کا ہر وہ کام جو اللہ رسول کو راضی کرنے کیلئے کرے وہ باعث ثواب ہے اور عبادت دینی ہے اسی وجہ سے آقاء کائنات حضور اقدس ﷺ کی اطاعت فرض ہے اور اتباع واجب ہے ہر مسلمان پر۔ اور ثواب میں اتباع کا مقام اطاعت سے بھی زیادہ ہے عادت میں ہو یا عبادت میں خانہ سازی میں ہو یا جانبازی میں امور دنیوی میں ہو یا دینی میں اس لئے کہ اطاعت نبوی سے تقویٰ ملتا ہے مگر اتباع سے محبوبیت ملتی ہے ہمارے زمانے کا ایک جاہل بدبخت گمراہ شارح اپنی شرح میں لکھتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی اتباع مسلمانوں کو ضروری نہیں۔ حالانکہ نبی کریم ﷺ کی ہر عادت و عبادت تعلیم امت کیلئے عملی تبلیغ ہے۔ یہ مسئلہ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ (الخ) فرمانے سے مستنبط ہوا۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ اس وقت نوح علیہ السلام کی اطاعت و اتباع سے جو شخص بھی کشتی سازی میں شریک ہوا ان سب اہل ایمان کو ثواب عظیم حاصل ہوا تھا مومنین کو مال برداری محنت مشقت لکڑی کاٹنے چھیلنے بنانے جمع کرنے اٹھا کر لانے جنگل و سفر میں جانے آنے اور ہر قسم کے تعاون کا اور مومنات کو اس زمانے کی خدمت گزاری کا کیونکہ یہ سب کام نبوی اطاعت و اتباع کی وجہ سے عبادت بن گیا حالانکہ کشتی سازی سے ذاتی منفعت و بچاؤ ہی مقصود تھا۔ کسی اور کشتی سازی کا یہ حکم نہیں اگرچہ نوعیت وہی ہو۔ یہ حکم شرعی اب بھی تا قیامت ہے [illegible] مانوں کو سنانے کا

مقصد بھی یہی ہے کہ ہر مسلمان ہر وقت ہر دینی دنیوی کام کلام حلیہ لباس میں نبی کریم ﷺ کی پوری پوری نقل کرے جسم و چہرے پر نبوی نقشہ سجائے۔ **تیسرا مسئلہ:** شروع سے ہر شریعت نبوی کا یہ اٹل و ابدی قانون ہے کہ مجرم کی سفارش و حمایت کرنا اور سفارش و حمایت سے بچانے کی کوشش کرنا حرام ہے بلکہ زمین پر جرائم پھیلانے کی بدترین سازش ہے۔ جرم خواہ دینی یا دنیوی یا معاشرتی حقوق اللہ کا ہو یا حقوق العباد کا۔ جو شخص مجرم کی سفارش حمایت کر کے اس کو بچانے کی کوشش کرے وہ خود مجرم اور فساد فی الارض کا باعث ہے۔ یہ مسئلہ وَلَا تُخَاطِبْنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا۔ کے فرمان ربی ممانعت الٰہی سے مستنبط ہوا۔ انبیاء علیہم السلام کو اس طرح کی ممنوعات دراصل امت تا قیامت کو ممانعت سنانے کیلئے اور ممنوعہ قانون بنانے کیلئے ہوتی ہیں۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ **پہلا اعتراض:** اسکی کیا وجہ کہ یہاں بھی فرمایا گیا۔ فَإِذَا جَاءَ أَمْرُنَا۔ پس جب ہمارا امر آ جائے۔ اور سورۃ ہود آیت ۴۰ میں بھی فرمایا گیا۔ حَتَّى إِذَا جَاءَ أَمْرُنَا یہاں تک کہ جب ہمارا امر آ جائے۔ اور قرآن و حدیث و تفسیر سے ثابت ہے کہ یہاں امر سے مراد عذاب ہے۔ چنانچہ سورۃ ہود آیت ۳۹ میں ارشاد ہے وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ترجمہ: یعنی قوم نوح والو تم عنقریب جان لو گے کہ ذلت کا قائم رہنے والا عذاب کس پر حائل ہوتا ہے۔ جب اَمْرُنَا سے مراد عَذَابُنَا ہی ہے تو پھر عَذَابُنَا ہی کیوں نہ فرما دیا گیا۔ **جواب:** دونوں آیتوں میں اَمْرُنَا فرمانا ہی درست ہے کیونکہ وہ طوفان سب کیلئے عذاب نہ تھا بلکہ کافروں کے لئے عذاب تھا مومنوں کیلئے رحمت و نجات تھا۔ اَمْرُنَا فرمانے سے اسی تقسیم کی وضاحت کرنا مراد ہے یعنی یہ فیصلہ ربانی مومنوں کیلئے نصرت و بقا تھا۔ کافروں کیلئے ذلت و فنا تھا۔ بخلاف دیگر اقوام کافرین کے دیگر عذاب کیونکہ وہ مکمل طور پر عذاب ہی تھے ان ہی میں غرق فرعونی بھی عذاب ہی تھا۔ ان عذابوں سے کسی کو فائدہ نہ ہوا تھا۔ **دوسرا اعتراض:** اسکی کیا وجہ ہے کہ یہاں فرمایا گیا۔ فَاسْلُكْ فِيهَا۔ اور سورۃ ہود آیت ۴۰ میں فرمایا گیا۔ قُلْنَا احْمِلْ فِيهَا۔ چاہئے تھا کہ یہاں بھی اِحْمِلْ یا اِرْكَبْ ہوتا، کیونکہ حَمْلٌ کا معنٰی ہے لادنا۔ رَكْبٌ کا معنٰی ہے سوار کرنا۔ کشتی میں بٹھانے کیلئے یہی دو لفظ مناسب معلوم ہوتے ہیں۔ سَلْكٌ کا معنٰی ہے پرونا لڑی بنانا۔ کشتی میں بٹھانے کیلئے یہ لفظ مناسب نہیں لگتا۔ چونکہ کشتی میں بیٹھنا ظرف و مظروفیت ہے اس لئے حَمْلٌ بہتر ہے جانور کی پیٹھ پر بیٹھنے میں فوقیت ہے اس لئے اس کیلئے رَكْبٌ بہتر و مناسب ہے مگر سَلْكٌ کسی کیلئے مناسب نہیں کہ نہ اس میں اظہار ظرفیت نہ اظہار فوقیت۔ **جواب:** جو لفظ جس آیت میں لکھا گیا ہے وہاں جو بتانا مقصود ہے اس اعتبار سے وہ لفظ عین مناسب ہے۔ سورۃ ہود میں صرف لادنے سوار کرنے بٹھانے پڑھانے کو بتانا مقصود ہے۔ کسی ترتیب کا اظہار نہیں۔ اس لئے وہاں اَحْمِلْ فرمانے سے مقصد حاصل ہو گیا لیکن اس آیت میں یہ بتانا مقصود ہے کہ ہم نے نوح علیہ السلام کو سوار کرنے کے حکم کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتا دیا تھا کہ ہر فرد کو ترتیب سے مختلف منزلوں اور مختلف کرسیوں پر بٹھا دینا۔ یعنی ہر شخص کو ترتیب سے مثل لڑی پرو دینا اور وحی الٰہی کے مطابق ہر انسان ہر جانور نر و مادہ مذکر مونث عورت و مرد کو نہایت تہذیب سے اس کی جگہ بٹھانا اس کی منزل میں پہنچانا۔ تاکہ نہ ہڑبونگ ہو نہ بے ترتیبی نہ گندگی کا ہر جگہ تعفن نہ شور و غل نہ بھگدڑ تاکہ تعلیم وحی کی قابلیت سے یہ سب عمل مہذب، پرسکون بھی ہو اور کسی کا جانی یا بدنی نقصان بھی نہ ہو۔ اس لئے یہاں فَاسْلُكْ فرمایا گیا۔ اور ہوا

بھی یوں ہی کہ کشتی میں اتنا بڑا کام چند ساعتوں میں نہایت سکون سے انجام پا گیا۔ بخلاف کفار کے کہ ان میں بھگدڑ شور وغل، افراتفری بے ترتیبی تھی جسکی وجہ سے کوئی کچل کر مرا کوئی زخمی ہوا، کسی کا خوف سے بول نکل گیا کسی کا براز نکل گیا۔ اس طرح کفر کی بدتہذیبی اور ایمان کی خوش انتظامی بھی تا قیامت دنیا والوں کو سمجھا دی گئی۔ **تیسرا اعتراض:** یہاں فرمایا گیا۔ وَ اَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ۔ اِلَّا کے استثنا سے ثابت ہو رہا ہے کہ نوح علیہ السلام کی دوسری بیوی واعلہ جو کافرہ تھی اور اسکے بطن کا بیٹا کنعان کافر حضرت نوح کے اہل تھے اسی لئے اِلَّا کے استثنا سے ان کو خارج کیا گیا لیکن سورۃ ہود کی آیت ۴۶ میں فرمایا گیا۔ قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ۔ اس آیت سے ثابت ہو رہا ہے کہ کافر بیٹا کنعان حضرت نوح کا اہل نہیں تھا۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر کنعان اہل تھا تو لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ کیوں فرمایا گیا۔ اور اگر اہل نہیں تھا تو بذریعہ اِلَّا کے استثنا کر کے نکالا کیوں گیا۔ نکالا اسی کو جاتا ہے جو پہلے داخل ہو۔ **جواب:** اسکے دو جواب دیئے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ بعض نے کہا کہ کنعان کافر اور اسکی والدہ کافرہ۔ نوح علیہ السلام کے اہل نہیں تھے۔ کیونکہ کافر کی نسبیت مومن سے ختم ہو جاتی ہے کفر کی وجہ سے لیکن یہاں مستثنیٰ منقطع ہے۔ اور استثنا اس لئے کیا گیا کہ اگرچہ اہل نہ تھے مگر گھر میں ساتھ رہتے تھے یعنی اہل نسب نہ تھے اہل بیت تھے۔ یہ اسی طرح مستثنیٰ منقطع ہے جس طرح کہا جاتا ہے۔ جَآءَ الْقَوْمُ اِلَّا حِمَارًا۔ یعنی اگر کسی قوم کی عادت ہو کہ جہاں کہیں جائیں تو اپنا اپنا گدھا برائے سواری ساتھ لے جائیں اور میزبان کو دونوں کی خوراک و رہائش کا انتظام کرنا پڑتا ہو۔ لیکن خلاف عادت ایک جگہ گئے تو اپنے گدھے نہ لے گئے پیدل ہی چلے گئے۔ تو خبر دی گئی کہ قوم آ گئی مگر کسی کا گدھا ساتھ نہیں آیا آنے میں بذریعہ استثنا گدھے کو خارج کیا گیا قوم سے حالانکہ گدھا تو پہلے ہی قومی افراد سے خارج تھا مگر چونکہ ساتھ رہتا تھا اس لئے خارج کیا گیا ایسے ہی استثنا کو منقطع کہتے ہیں۔ **جواب دوم** بعض نے یہ جواب دیا کہ یہ اِلَّا مَنْ سَبَقَ۔ استثنا متصل ہی ہے۔ کیونکہ کنعان اور اسکی کافرہ والدہ حضرت نوح کے اہل میں داخل تھے بوجہ نسب و زوجیت اس لئے اِلَّا سے استثناء کر کے ان کو اہلیت سے نکالا گیا۔ اور سورۃ ہود آیت ۴۶ میں اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ۔ فرمانا یہ اہلیت نسبی کی نفی نہیں ہے بلکہ اہلیت و نسبیت کے ختم ہو جانے کی خبر دی جارہی ہے یعنی وہ اہل تھا مگر اب کفر کی وجہ سے نہیں رہا۔ مگر پہلا جواب مضبوط ہے اور تا قیامت قانون بنا دیا گیا کہ جو شخص بھی کافر ہو جائے گا اس کا نسب مومن سے ختم ہو جائے گا۔ لہٰذا کافر و بدعقیدہ سید کی بھی نسبیت و حسبیت نبی کریم ﷺ سے ختم و منقطع ہو جائے گی۔ اور بدعقیدہ سیّد کو سیّد کہنا گناہ ہے۔

تفسیر صوفیانہ

قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ۔ علاقہ بدنی کی روح نوح نے عرض کیا کہ اے میرے خالق تعالیٰ میری مدد فرما۔ اور ہم سب مسافران طریقت وطالبان منزل معرفت کو ظالمین نفس امارہ اور کافرین خبائث وخناسہ ومنکرین قوت لوامہ مطمئنہ دشمنوں سے بچا۔ کیونکہ ان سرکش نفوس واہل نفوس نے مجھ کو اور میرے انوار بشارہ واخبار نذارہ کو جھٹلایا تب ہم نے روح مقدس نوح منور کو اِلْقَاءِ اِلْهَام فرمایا فَاصْنَعِ الْفُلْكَ۔ کہ شریعت کی کشتی بنا لے جس میں طریقت، حقیقت، معرفت کی تین منزلیں و طبقے تیار فرما۔ بِاَعْيُنِنَا۔ ہماری تربیت لَدُنِّيَہ کی نظر وحفاظت میں۔ وَوَحْيِنَا۔ اور ہمارے الہامات مخفیہ کی تعلیم سے۔ اے روح امر بچائے رکھنا خود کو اور اہل روحانیات کو عقل عیار وفنون مکارہ کی نظر بد اور خواہشات دنیوی کے حکم شیطانی جبر طغیانی سے کیونکہ

باطلین فلاسفہ اور غافلین براہمہ ہی عقلیات کے پہاڑوں ونظریات کے ٹیلوں کا سہارا ڈھونڈتے پھرتے ہیں یہاں تک کہ غرقاب نفسیات ہو جاتے ہیں۔ اس بیابان ناسوتی کے صحرا میں تفکرات کے بے شمار مرغولے ہیں جو قلب مسعود کی ہدایت لاھوتی وتبلیغ قدوس کو نہ مانے گا وہ وادی فنا میں ڈوب جائے گا۔ (تفسیر روح البیان)۔ فَاَوْحَیْنَآ اِلَیْهِ۔ پھر وحی الہامی بھیجی کہ اے روح مزکی حکمیت علمیہ وشریعۃ بدنیہ کی ایک کشتی عظیم وفخیم ہماری حفاظت عینی کے ساتھ ایسی تیار فرما جو تجھ کو اور تیرے ارادات مخلصہ وعقائد حقانیہ کو ذلت عملی ونقاہت جسمی وضعف طبعی سے بچائے اور منزل قبولیت تک پار جائے۔ اور ایک سفینہ معرفت تیار فرما۔ ہماری تعلیم علمی وتربیت حکمی سے۔ فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا پھر جس وقت قواء نفسانیہ کی ہلاکت کا عذاب بدنی آجائے اور اعمال ذلیل خبیثہ مادیہ کی بربادی فنا تباہی ضیاع کا عتاب آجائے۔ وَفَارَ التَّنُّوْرُ اور ساتھ ہی جسم کثیفہ کا تندور فاسد مادوں کا سد ارادوں، کھوٹی نیتوں، ردی ملاوٹوں سے ابل پڑے۔ فَاسْلُكْ فِیْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ وَاَهْلَكَ تب اے روح منور ترتیب فکری وتہذیب عملی وسکون باطنی، اطمینان قلبی کے ساتھ سوار کر لینا اس کشتی شریعت وسفینہ حکمت میں ہر فرد کلی وکلمہ جزئی کی دو دو صورتیں ایک عمل نوعی کا مذکر کلی اور ایک جزئی شخصی کی مونث فکری اور اپنی شریعت نبویہ کے باشرع نفوس انسانیت ولوازمات بشریت کی شخصیات ایمانیہ اعضاء ظاہری کے اہل وعیال کو بھی اور قواء روحانیہ کے اہل بیت مخفیہ محجوبیہ کو بھی۔ یعنی حام مطمنہ وسام لوامہ ویافث قلبیہ اور زوجہ فواد وقوت طبع وخصائل کی دختران عصمت وعفت۔ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَیْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ۔ ہاں مگر اس کشتی علم وحکمت میں نفس حیوانیہ والی زوجہ واعلہ۔ اور طبیعت بدنیہ کا کنعان امارہ خبیثہ کو سوار نہ کرنا نہ ساتھ ہی لینا۔ کیونکہ ہر خبیث باطن پر محرومی نجات وبدبختی انجام کا ازلی تقدیری فیصلہ مبرم پہلے ہی ہو چکا ہے ان میں سب سے سب کیلئے۔ وَلَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ۔ اور وحی الہامی القا فرمائی رب جلیل نے مرشد روح کی طرف کہ اے روح مقدس راہبر بشریت تو کبھی بھی مجھے کسی اہل ظلمات کی سفارش، حمایت، ہدایت کا خطاب سوال نہ کرنا۔ جو قواء نفسانیہ ونفوس خبیثہ اور مجسمہ ھیولانیہ ہلاکت طغیانی سے ہلاک کر دیئے گئے اس لئے کہ انہوں نے قوت روحانیہ پر غلبہ نافرمانی کا ظلم کمایا۔ سرکشی کا ستم ڈھایا۔ اور نفوس انسانیت مجردہ کے شرعی منصوبوں ایمانی درجوں روحانی مرتبوں کو غصب وپامالی کا جور وجفا کیا۔ یہاں تک کہ اعمال صالحہ کو برباد کیا عبادت لازمہ واجبہ کو خراب کرنے کا جبر دکھایا۔ بے شک وہ سب سرکشی کے سیلاب طوفانی کی امواج مغادرہ میں ڈبو دیئے ہوئے ہیں۔ صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ جب طوفان نوحی قالب زمین پر آیا تھا تو روئے زمین وسطح مکین کی عجیب کیفیت وغریب حالت تھی کہ تمام زمین پر سیلاب کا پانی تھا پانی پر ایک کشتی تھی اور وہ کشتی ہی واحد نجات کا سہارا تھی اہل کشتی میں محبت کی فضائیں تھیں اور ہر طرف قدرت کی ہوائیں تھیں۔ کبھی طلوع سورج کا دن ہوتا کبھی غروب آفتاب کی رات ہوتی۔ دن میں دھوپ کی تمازت رات میں ستاروں کی جگمگاہٹ نیچے ہر طرف پانی ہی پانی نہ حیوانات نہ انسانات نہ شجرات نہ حجرات کچھ بھی ظاہر نہ تھا۔ صوفیا نے فرمایا کہ ظاہری طوفان ہلاکت ونجات تو ایک بار آیا۔ لیکن باطنی لمبی راتوں کے طوفان ضلالت آتے ہی رہیں گے۔ ان ہی طوفانوں سے بچنے کیلئے فرمان نبوت میں بتا دیا گیا ہے کہ۔ اَلصَّحَابِیْ كَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ اور فرمایا کہ۔ عِتْرَتِیْ اَهْلُبَیْتِیْ كَسَفِیْنَةِ نُوْحٍ۔ اور فرمایا کہ عَلَیْكُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ خُلَفَآءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَهْدِیِّیْنَ۔ یعنی اے تاقیامت ایمان والو اگر تم گمراہوں سے بچنا چاہتے ہو تو

کشتی اہلبیت کی حفاظت میں۔ نجوم صحابیت کی ہدایت میں اتباع سنت نبوی کی فضاؤں میں۔ اطاعت طریقہ خلفاء اربعہ کی بہاروں میں، تلاوت وعبادت کی معطر ہواؤں میں دائم العمل وثابت القدم رہ کر اپنے ایمان کے ٹھکانوں کو۔ اعمال کے خزانوں کو، عقائد، بنیادوں کو بچائے رکھنا۔ اے ایمان وعرفان والو جس طرح طوفان نوحی کے وقت مومنوں کو چار نعمتیں ملیں تھیں۔ ۱۔ نبوت کی اطاعت۔ ۲۔ کشتی کی حفاظت۔ ۳۔ آسمانی ستاروں کی ہدایت۔ ۴۔ ہواؤں کی سیاحت۔ اسی طرح تم سب مسلمان بھی زمانہ موجودہ میں گمراہی کی یلغاروں سے، بدعقیدگی کی خلفشاروں سے فرقہ باز غداروں سے بچنے کیلئے سنت نبوی کی اطاعت اور اہلبیت رسول کریم کی محبت صحابہ آقا ﷺ کی متاع قرآن وحدیث کی سیاحت پر لگے رہنا۔ اگر مسلمانوں نے یہ سہارے وپناہ گاہیں چھوڑ دیں تو۔ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ۔ کوئی بھی آج اس دور خطرناک میں بچانے والا نہیں ہے نہ کوئی بچنے والا۔ جس نے ان دامنوں کو چھوڑ دیا اس پر تو رب تعالیٰ بھی رحم نہیں فرماتا۔ ایسا بدنصیب بھٹکتا ہی مرجاتا ہے۔ اور جہنم میں گر جاتا ہے۔ وَاللّٰهُ تَعَالیٰ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ

فَاِذَا اسْتَوَيْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ

تو جب تم خود اور وہ سب جو تمہارے ساتھ ہوں برابری درستی پائیں کشتی پر تو پھر یہ حمد یہ دعا پڑھو کہ

پھر جب ٹھیک بیٹھے کشتی پر تو اور تیرے ساتھ والے تو کہہ کہ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ نَجّٰنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۸﴾

تمام حمدیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے بچالیا ہم سب اہل ایمان کو ظلم کرنے والے لوگوں سے

سب خوبیاں اللہ کو جس نے ہمیں ان ظالموں سے نجات دی

وَقُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِيْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ خَيْرُ

اور یہ دعا بھی مانگو کہ اے میرے رب اتار مجھ کو ایسا اتارا جانا جو ہر طرح مبارک ہو اور تو ہی اچھا ہے

اور عرض کر اے میرے رب مجھے برکت والی جگہ اتار اور تو سب سے بہتر

الْمُنْزِلِيْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ وَّاِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِيْنَ ﴿۳۰﴾

سب اتارنیوالوں میں سے اے لوگو بیشک اس واقع میں البتہ عبرت لینے کی نشانیاں ہیں اور بیشک ہم ہر شخص کو آزمانیوالے

اتارنے والا ہے بیشک اس میں ضرور نشانیاں ہیں اور بیشک ضرور ہم جانچنے والے تھے

ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ﴿۳۱﴾ ج

پھر بڑھایا پھیلایا ہم نے قوم نوح کے کافروں کی غرقابی کے بعد دوسرے زمانوں کی قوموں کو

پھر ان کے بعد ہم نے اور سنگت پیدا کی

تعلقات

ان آیات پاک کا پچھلی آیات پاک سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آیات میں رب تعالیٰ کے اس کلام کا کچھ حصہ مذکور ہوا جو نوح علیہ السلام سے فرمایا گیا۔ اب ان آیات میں اسی کلام کے کچھ کلمات واحکام ذکر فرمائے جا رہے ہیں۔ گویا یہ آیات سابقہ آیات کا تتمہ ہیں۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیات میں کشتی بنانے کے حکم کا ذکر فرمایا گیا۔ اب ان آیات میں کشتی آباد کرنے اور کشتی چلانے روانہ کرنے کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ اور اہل ایمان کو گاڑیاں چلانے کا طریقہ سکھایا جا رہا ہے کہ ہر گاڑی بری ہو یا بحری اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگ کر اس کا شکریہ حمد وثنا کر کے چلانی چاہئیں۔ **تیسرا تعلق:** پچھلی آیات میں وَلَا تُخَاطِبْنِیْ۔ فرما کر نوح علیہ السلام کو ایک نقصان دہ خطاب سے روکا گیا۔ اب ان آیات میں فَقُلِ الْحَمْدُ۔ فرما کر ایک بیحد مفید خطاب کا حکم دیا جا رہا ہے۔

تفسیر نحوی

فَاِذَا اسْتَوَیْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ نَجّٰنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۞ وَقُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ ف حرف عطف تعقیبیہ۔ اِذَا حرف شرط ظرفیہ زمانی کیلئے۔ اِسْتَوَیْتَ۔ باب افتعال کا فعل ماضی مطلق واحد مذکر حاضر۔ اس کا فاعل اَنْتَ ضمیر بارز۔ جس کا مرجع حضرت نوح اس کا مصدر ہے۔ اِسْتِوَآءٌ، سَوِیٌّ سے بنا ہے۔ ترجمہ ہے برابر کرنا درست کرنا۔ سَوِیٌّ کا معنی ہے برابر ہونا درست ہونا۔ اَنْتَ ضمیر واحد مذکر حاضر برائے تاکید۔ نحوی قانون کے مطابق جب ضمیر متصل پر کسی منفصل لفظ کو عطف کرنا ہو تو اسی ضمیر متصل کی ضمیر منفصل لانا ضروری ہے۔ یہاں اِسْتَوَیْتَ پر عطف کیا گیا مَنْ مَّعَكَ کو اس لئے ت ضمیر کے صیغے کی ضمیر منفصل اَنْتَ لائی گئی۔ واو عاطفہ مَنْ اسم موصول واحد یہاں جمع کیلئے ہے۔ مَعَ اسم مبنی بمعنی ساتھ مضاف ہے۔ ک ضمیر واحد مذکر حاضر مجرور متصل مرجع نوح تھا مضاف الیہ یہ مرکب اضافی صلہ ہوا مَنْ کا دونوں مل کر معطوف ہوا اَنْتَ پر دونوں مل کر فاعل ہوا اِسْتَوَیْتَ کا علیٰ جارہ الف لام عہد خارجی فُلْكِ اسم جامد۔ بمعنی کشتی۔ کشتی کو فُلْک اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ صرف پانی کے مدار میں چلتی ہے۔ عَلَى الْفُلْكِ یہ مجرور متعلق ہے۔ اِسْتَوَیْتَ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہوئی ف جزائیہ۔ قُلْ فعل امر حاضر معروف واحد مذکر۔ اس کا فاعل اَنْتَ پوشیدہ مرجع نوح تھا۔ یہ فعل بافاعل جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر قول ہوا۔ الف لام حرفی استغراقی بمعنی تمام حَمْدُ اسم حاصل مصدر۔ ترجمہ ہے ذاتی عزتیں عظمتیں اردو میں معنی ہے تعریفیں۔ یہ مبتدا ہے۔ لام جارہ ملکیت کا اَللّٰهُ اسم ذاتی ہے۔ رب تعالیٰ کا موصوف ہے۔ اَلَّذِیْ اسم موصول۔ نَجّٰی باب تفعیل کا ماضی مطلق واحد مذکر غائب نَجِیٌّ سے بنا ہے اس کا مصدر ہے تَنْجِیَةٌ۔ دراصل تَنْجِیْیٌ تھا۔ نحوی تعلیل سے تَنْجِیَةٌ ہوا آخر میں تاء مصدریہ لگائی گئی۔ ترجمہ ہے بچانا۔ اس کا فاعل هُوَ ضمیر پوشیدہ مرجع اللہ تعالیٰ۔ نَا ضمیر جمع متکلم منصوب متصل مرجع تمام سوار کشتی۔ یہ ضمیر مفعول بہ ہے۔ مِنْ جارہ بمعنی عَنْ جارہ زوالیہ۔ الف لام عہد خارجی یا استغراقی قَوْم اسم جامد لفظاً واحد معناً جمع مراد ہے کافر لوگ۔ قوم موصوف۔ الف لام اسمی بمعنی اَلَّذِیْنَ ظَالِمِیْنَ۔ باب ضَرَبَ کا اسم فاعل جمع مذکر اس کا فاعل هُمْ ضمیر پوشیدہ یہ دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو کر صفت ہے۔ قوم موصوف اپنی صفت سے مل کر مجرور۔ جار مجرور مل کر

متعلق ہے۔ نَجّٰی فعل فاعل مفعول بہ اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا۔ موصول صلہ ملکر صفت ہوئی لِلّٰہِ کی یہ مرکب توصیفی متعلق ہے ثَابِتٌ پوشیدہ اسم فاعل کا۔ ثَابِتٌ اپنے فاعل ضمیر صیغہ پوشیدہ اور اس متعلق سے ملکر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے۔ اَلْحَمْدُ مبتدا کی یہ دونوں ملکر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ ہوا قُلْ کا۔ دونوں ملکر جملہ قولیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ قُلْ فعل امر با فاعل جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر قول ہوا۔ رَبِّ۔ دراصل ہے یَا رَبِّی۔ بمعنی۔ اے میرے رب۔ یا پوشیدہ حرف ندا۔ رَبِّ مضاف ی ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ یہ مرکب اضافی منادی ہے۔ اَنْزِلْ۔ باب افعال کا فعل امر حاضر واحد مذکر حاضر۔ اس کا فاعل اَنْتَ ضمیر صیغہ پوشیدہ جس کا مرجع ہے رَبِّ۔ نون وقایہ ی مفعول بہ مُنْزَلًا۔ باب مُفَاعَلَۃ کا مصدر مجہول۔ دراصل مُنَازَلَۃً تھا۔ تخفیف کلامی کیلئے مصدر مفاعلۃ کا الف اور آخر کی ت مصدر یہ گرادی گئی۔ خیال رہے کہ صرف صغیر کا پہلا مصدر جو اسم فاعل کے ساتھ ہوتا ہے وہ مصدر معروف ہے اور جو مصدر اسم مفعول کے ساتھ ہوتا ہے وہ مصدر مجہول ہوتا ہے۔ مصدر مجہول ہمیشہ متعدی ہوتا ہے اور مصدر معروف کبھی لازم کبھی متعدی۔ مُنْزَلًا مصدر مجہول ہے بمعنی اتارا جانا۔ نَزُلٌ سے بنا ہے، ۲۔ ایک قول میں یہ مصدر میمی ہے، ۳۔ اور بعض نے فرمایا یہ اسم ظرف مکانی ہے اعلیٰ حضرت کے ترجمے میں یہی قول اختیار کیا گیا۔ مُنْزَلًا موصوف۔ مُبَارَکًا باب مفاعلۃ کا اسم مفعول واحد مذکر۔ ترجمہ ہے برکت دیا ہوا صفت ہے۔ یہ مرکب توصیفی مفعول مطلق ہے۔ تیسرے قول میں مفعول فیہ ہے۔ اَنْزِلْ سب سے ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ۔ اَنْتَ۔ ضمیر مرفوع منفصل واحد مذکر حاضر اس کا مرجع رَبِّ۔ مبتدا ہے۔ خَیْرُ۔ اسم حاصل مصدر۔ بمعنی اچھا۔ مضاف ہے الف لام حرفی استغراقی۔ بمعنی سب۔ مُنْزِلِیْنَ۔ باب افعال کا اسم فاعل جمع مذکر۔ یہ مضاف الیہ ہے۔ مرکب اضافی خبر ہے۔ اَنْتَ مبتدا کی دونوں ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف ہوا۔ خیال رہے کہ جملہ اسمیہ ہمیشہ خبریہ ہی ہوتا ہے لیکن جملہ فعلیہ کبھی خبریہ کبھی انشائی۔ انشائیہ دس چیزوں سے آتی ہے۔ ۱۔ امر۔ ۲۔ نہی۔ ۳۔ استفہام۔ ۴۔ تمنی۔ ۵۔ ترجی۔ ۶۔ عقود۔ ۷۔ ندا۔ ۸۔ عرض۔ ۹۔ قسم۔ ۱۰۔ تعجب۔ رَبِّ اَنْزِلْنِیْ معطوف علیہ اپنے اس معطوف سے مل کر معطوف ہوا اَنْزِلْنِیْ کا جملہ انشائیہ جواب ندا تھا یا ندائیہ پوشیدہ کا یہ حرف ندا اپنے منادیٰ و جواب ندا سے ملکر معطوف علیہ ہوا تھا قُلْ اپنے اس مقولے سے ملکر جملہ قولیہ انشائیہ ہو کر معطوف ہوا فَقُلِ الْحَمْدُ پر۔ دونوں عطف ملکر جزا ہوئی اِذَا اسْتَوَیْتَ کے جملے کی شرط و جزا ملکر معطوف ہوا۔ فَاسْلُکْ یا اَوْحَیْنَا کے جملے پر۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ وَّ اِنْ کُنَّا لَمُبْتَلِیْنَ ۝ ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِیْنَ۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل فِیْ جارہ ظرفیہ مکانیہ ذالک اسم اشارہ بعیدی اس کا مشار الیہ واقعہ نوح علیہ السلام۔ مجرور ہے۔ یہ جار مجرور متعلق ہے مَوْجُوْدٌ پوشیدہ اسم مفعول واحد مذکر کا۔ مَوْجُوْدٌ اپنے پوشیدہ ھُوَ ضمیر غائب فاعل اور اس ظاہر متعلق سے ملکر جملہ اسمیہ ہو کر خبر مقدم ہے۔ اِنَّ کی لام کیے تحقیقیہ آیات۔ اسم جمع مونث سالم بحالت فتحہ ہے اس کا واحد ہے اٰیَۃٌ۔ اسم موخر ہے اِنَّ کا۔ یہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ واؤ سر جملہ اِنَّ۔ دراصل ہے اِنَّهٗ۔ اِنَّ مشبہ۔ اور ضمیر شان۔ ضمیر شان صرف کیفیت بنانے کیلئے لائی جاتی ہے۔ معناً لغو اور زائدہ ہوتی ہے۔ اگر پوشیدہ ہو تو اِنَّ کو مخفف یعنی بغیر شد بالجزم اِنْ پڑھا جاتا ہے یہ بھی لغو اور بیکار رہتا ہے یعنی معنی دیتا ہے لیکن اسم خبر پر عمل نہیں کرتا کُنَّا فعل ناقصہ باب نصر ماضی مطلق جمع متکلم۔ اس کا اسم نَحْنُ پوشیدہ ضمیر جس کا مرجع اللہ تعالیٰ۔ لام کیے برائے تحقیق یعنی یقیناً بلا شک و

شبہ۔ مُبْتَلِيْنَ باب افتعال کا اسم فاعل جمع مذکر۔ اس کا مصدر ہے اِبْتِلَآءٌ بَلْوٌ یا بَلْءٌ سے بنا ہے۔ آزمانا مبتلا کرنا۔ بلاؤں میں ڈالنا۔ بہر صورت متعدی ہوتا ہے مادہ بھی مصدر بھی اس کا فاعل نحن پوشیدہ مرجع ہے اللہ تعالیٰ۔ یہ اسم فاعل اپنے پوشیدہ فاعل سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر خبر ہے کُنَّا کی۔ سب مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ ہوگیا۔ ثُمَّ حرف تراخی اَنْشَانَا باب افعال کا ماضی مطلق مثبت معروف جمع متکلم۔ اس کا مصدر ہے اَنْشَآءٌ نَشْوٌ سے بنا ہے۔ اس کا فاعل ضمیر صیغہ۔ مِنْ جارہ بیانیہ بَعْدُ اسم ظرف زمانی جامد۔ مضاف هُمْ ضمیر مضاف الیہ هِمْ کا مرجع قَوْم نوح علیہ السلام۔ قَرْنًا اسم مفرد جامد نکرہ ہے۔ لغوی ترجمہ ہے۔ ۱۔ سخت ابھری ہوئی چیز یا۔ ۲۔ کنارہ۔ ۳۔ جوڑنا کسی کو۔ ۴۔ باندھنا۔ اصطلاح میں۔ ۵۔ حیوانی کھوپڑی اور۔ ۶۔ سینگ کو قرن کہتے۔ ۷۔ لمبے بالوں کو بھی۔ ۸۔ سرکردہ سردار لوگوں کو بھی قرن کہا جاتا ہے۔ ۹۔ قوت۔ ۱۰۔ قوم۔ ۱۱۔ برادری کو بھی۔ ۱۲۔ سچے ساتھی کو بھی قرن کہا جاتا ہے۔ ۱۳۔ زمانے کی ایک بڑی مدت کو قرن کہا جاتا ہے یعنی ایک صدی (سوسال) یہاں مراد ہے ایک زمانے کے لوگ ایک قوم۔ اسکی جمع ہے قُرُوْنٌ۔ لفظاً واحد ہے معناً جمع موصوف ہے اٰخَرِيْنَ باب نصر کا اسم تفضیل جمع مذکر۔ اٰخَرٌ سے مشتق ہے بمعنی بعد میں آنا۔ اٰخَرِيْنَ بہت بعد میں آنے والی قومیں بحالت نصب ہے صفت ہے قَرْنًا کی۔ یہ مرکب توصیفی مفعول بہ ہے انشانا کا سب ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوگیا۔

تفسیر عالمانہ

فَاِذَا اسْتَوَيْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ نَجّٰنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۸﴾ وَقُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِيْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّ اَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ وَّ اِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِيْنَ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم چہارم نازل ہوا کہ فَاِذَا اسْتَوَيْتَ اَنْتَ۔ اے نوح جب تم اپنے آپ کو کشتی میں پرسکون طریقے سے ایک جگہ اطمینان و درستگی سے بٹھا دو۔ وَمَنْ مَّعَكَ اور ہر اس شخص کو بھی اسکی جگہ پر بٹھا دو جو ایمان، اعمال، تقویٰ، طہارت، توحید کی امانت، رسالت کی اقامت تبلیغ کی اشاعت، احکام شریعت کی پابندی، اطاعت کی فرمانبرداری، اتباع نبوت کی پاسداری میں ہر طرح ہر وقت آپکے ساتھ تعاون و تائید میں شامل رہا۔ زندگی کے ہر شعبے ہر زمان ہر مکان میں صدق قلبی، اقرار لسانی، اعمال جسمانی ابتدا سے اب تک۔ اور پھر آئندہ سفر کشتی میں بھی آپ کے ساتھ ہی رہا۔ ان خوش نصیبوں نے کبھی بھی کسی کام و کلام میں ذرہ برابر لحہ بھر نافرمانی یا کوتاہی جسمانی، سرکشی مزاجی، سرزنش زبانی نہ کی نہ دکھائی۔ یہ ہی تم سب جب کشتی میں آجاؤ تو شکر کی یہ دعا حمد کی یہ التجا اے نوح تم اپنی زبان سے اس طرح ادا کرنا کہ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ نَجّٰنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ تمام کائنات کی ظاہری، باطنی، خفی، جلی، سری، اسراری، حالی، مقالی، حمدیں اس الہ تعالیٰ جل وعلیٰ، خالق ارض و سما، مالک عرش علیٰ، باری بحر و بر، حاکم شمس و قمر، قابض خشک و تر، رب کائنات، نافذ ہلاکت و نجات، معبود فلکیات وارضیات، وحدہ لاشریک صاحب رحمت و تبریک کیلئے ہیں جس نے اپنے رحم و کرم، الفت و محبت، فضل و عدل، کمال شفقت، عطاء نعمت کے ذریعے نجات دی ہم سب کی ذات کو اور بچایا ہماری عبادات کو اس ضدی، بے عقل، بے علم قوم کافرین سے جو ظلم کرنے والے تھے شرک سے اپنی جانوں پر اور اذیت سے ایمان والوں پر۔ برائی سے محبت کر کے نیکی سے نفرت کر کے فسق سے فساد پھیلا کر کفر سے فتنہ مچا کر، اپنی جانوں پر ابدی دائمی ظلم ایمان والوں پر وقتی عارضی ظلم، بدنصیبی ایسی کہ ہر امیر

غریب، عوام وخواص چھوٹا بڑا، ہر آن ہر مکان تا حیات تا مراد، یہ فرمان دعا بھی ہے حمد بھی ہے، شکر بھی ہے ذکر بھی، یہ حمد ہے حالات سابقہ کی تبدیلی پر، دعا ہے واقعات آئندہ کی برکات پر، موجودہ کیفیات پر شکر ہے ان کی بقا پر دعا یہ ذکر ہے تو اے نبی شاکر واے رسول ذاکر و بندہ صابر۔ تمام سفر میں یہی حمد و دعا۔ شکر عطا ذکر نجات کرتے رہو۔ لیکن جب کشتی سے اترنے کا وقت قریب ہو۔ وَقُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ۔ اور اس وقت یہ عرض کرو کہ اے میرے رب جلیل خالق جمیل حاکم قدیر اس کشتی سے نیچے اتار مجھ کو برکتوں والا اتارنا مبارک منزل پر کہ اترنا خیریت سے ہو اور جائے رہائش رحمت کی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں جامع مانع دعاؤں میں نوح علیہ السلام کو مانگنے کے پندرہ طریقے سکھائے اور تاقیامت ہر بندے کو بتا دیا کہ حیات دنیوی میں بندہ اپنے مولیٰ تعالیٰ سے کس طرح مانگے۔ پہلا طریقہ حمد الٰہی، دوم تذکرہ نعمت کبریائی، سوم شکر ربانی، چہارم یہ کہ یا اللہ سفر کشتی کا زمانہ بھی باخیر و برکت رہے نہ کشتی ڈولے نہ ڈوبے نہ پریشان کرے۔ یہاں تفسیر صاوی نے فرمایا کہ یہ سفر چھ مہینے رہا۔ دس رجب کو شروع ہوا اور دس محرم بروز عاشورہ ختم ہوا۔ اس دعا کی برکت سے کشتی مثل آبدوز بن گئی تھی۔ سخت ہوا اور تیز بارش کے باوجود کسی طرف سے بھی بارش کے چھینٹے قطرے یا پھوار کشتی کے اندر نہ آتے۔ کشتی نہ ٹپکی نہ جھٹکی نہ پھٹکی جب مَوْجٍ كَالْجِبَالِ بلند ہوتیں تو تیزی سے اوپر سے گزر جاتیں اور کشتی پانی سے محفوظ رہتی نہ تھپیڑے لگتے نہ ہچکولے کھاتی۔ آبدوز کی طرح محفوظ رہتی۔ دعاء پنجم۔ یا اللہ میری نسل اولاد میں برکت اور نعمت حیوانات میں کثرت عطا فرما۔ یہ دعا بھی قبول ہوئی اور کشتی سے اترنے کے بعد جانور زمین پر پھیل گئے۔ اور کشتی پر موجود زمین میں بس گئے۔ جانوروں سے جنگل سج گئے انسانوں سے بستیاں بن گئیں۔ اور پینتالیس مردوں کی اولاد سے پینتالیس قومیں وجود میں آئیں۔ حام کی نسل سے عرب پیدا ہوئے اسی لئے آپ کا لقب ابوالعرب ہوا۔ یافث کی نسل کا نام ترک ہے انکا لقب ابوترک ہے یاجوج ماجوج بھی یافث کی ہی نسل سے ہیں۔ سام کی نسل میں حبشی سوڈانی وافریقی ہوئے ان کا لقب ابوالسودان ہے۔ ان کے علاوہ چھوٹی قومیں۔ ۱۔ قبطی۔ ۲۔ لاوی۔ ۳۔ سامری۔ ۴۔ سامی وغیرہ۔ ان سے زمین آباد ہوئی۔ دعاء ششم یہ کہ اپنی صحت میں برکت بھی طلب فرمائی، ہفتم نجات کامل کی دعا، ہشتم پینے کا میٹھا پانی بھی مانگ لیا، دعا نہم حضرت نوح نے ان الفاظ سے یہ بھی مانگ لیا کہ یا اللہ پھلوں کے باغات بھی عطا فرما۔ دعا دہم یا اللہ لکڑی کے جنگلات بھی پیدا فرما۔ ان میں برکتیں کثرتیں بھی ہوں۔ کیونکہ چھ ماہ طوفانی سیلاب میں زمین کی تمام شجرات صغیر و کبیر فنا ہو گئے تھے۔ روایت میں ہے کہ اس دعا کی برکت وقبولیت کے بعد سب سے پہلے زمین پر شجر زیتون پیدا ہوا۔ گیارھویں دعا یہ کہ یا اللہ کھیت وکھلیان میں بھی برکتیں عطا فرما۔ بارھویں دعا یہ کہ سب اہل ایمان کے ایمان وایقان کی بقا رہے ان میں کوئی مرتد وگمراہ نہ ہو جائے۔ تیرھویں دعا یہ کہ سب ایمان والوں کے دل میں آپسی محبت قومی نسلی علاقائی الفت اتحاد واتفاق کی برکتیں قوتیں بھی قائم رہیں۔ چودھویں دعا یا اللہ مومنوں کو اعمال صالحہ کی ہدایت، سعادت توفیق وفراغت نصیب ہو۔ پندرھویں دعا یہ کہ یا اللہ ان سب برکتوں رحمتوں نعمتوں میں ہمیشگی کا کرم وفضل عطا فرما۔ ان چند کلمات طیبات میں یہ پندرہ التجائیں عرض کر لیں جو سب عطا ہوئیں کیونکہ بیان رب کا تھا زبان نبی کی تھی اور وسیلہ ثناء اَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ والے کلام صادقہ حقیقیہ کا تھا کہ یا اللہ تو ہی سب اتارنے والوں سے اچھا اور حکیم وعلیم وخبیر وقدیر وقدیم ہے۔ دیگر لوگوں کے اتارنے میں نہ حکمت نہ کرامت نہ عزت نہ رحمت نہ سعادت نہ

حفاظت لیکن جس کی منزل خود اللہ تعالیٰ جہاں جس جگہ بھی بنائے تو وہ مقام ومکان برکت خیریت کی کثرت اور امن کی حفاظت والا ہی ہے۔ یا اللہ تعالیٰ تیرا ابٹھانا بھی اٹھانا بھی خیر، چڑھانا بھی خیر اتارنا بھی خیر کیونکہ اَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ تیری ذات بھی خیر۔ صفات بھی خیر عطا بھی خیر رضا بھی خیر۔ یہ حمد شکر بھی ہے اس لئے کہ منعم کی حمد محسن کی ثنا شکر ہی ہے۔ بعض نے فرمایا کہ یہ حمد یہ دعائیں تین وقت مانگنے کا حکم ہوا تھا اولاً جب سوار ہونے لگو پھر جب سب اپنی اپنی جگہ ٹھیک طریقہ سے بیٹھ جائیں پھر جب کشتی سے اترنے لگو فَاسْلُکْ فِيْهَا میں چڑھنے سوار ہونے کا ذکر ہے اِسْتَوَيْتَ میں پرسکون اپنی جگہ بیٹھ جانے کا ذکر ہے اور اَنْزِلْنِيْ میں کشتی سے باہر آنے کا ذکر ہے یہ تینوں اوقات بھی خطرناک تھے اور حالات بھی اور بچنے کیلئے حفاظت الٰہی کی ضرورت شدیدہ تھی اس لئے ان تینوں وقتوں میں دعا مانگنے کا حکم فرمایا گیا۔ استوا کا اصل حقیقی معنٰی ہے کسی چیز پر ایسا مکمل ومضبوط قبضہ وغلبہ قائم کرنا کہ کوئی دوسرا شامل وشریک نہ ہو سکے۔ قبضے اور غلبے کی سات قسمیں ہوتی ہیں۔ ۱۔ قبضہ ملکیت۔ ۲۔ قبضہ سلطنت۔ ۳۔ قبضہ قوت۔ ۴۔ قبضہ حکمت۔ ۵۔ قبضہ اجرت استعارہ۔ ۶۔ قبضہ جلست وقعود یعنی بیٹھ جانا۔ ۷۔ کسی کو قابو میں پالینے کر لینے کا قبضہ۔ کشتی پر پہلا قبضہ اور اِسْتَوَا بوقت دخول ہوا۔ دوسرا قبضہ بوقت جلوس وقعود ہوا اس لئے عَلَى الْفُلْكِ فرمایا گیا نہ کہ فِي الْفُلْكِ۔ اللہ تعالیٰ کے اِسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ کا معنٰی بھی ایسا مکمل ومضبوط قبضہ وغلبہ فرمانا ہے کہ کوئی بھی شریک نہ ہو سکے۔ قرآن مجید میں اِسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ کا سات سورتوں میں ذکر ہے۔ ۱۔ سورۃ اعراف آیت ۵۴ میں۔ ۲۔ سورۃ یونس آیت ۳ میں۔ ۳۔ سورۃ رعد آیت ۲ میں۔ ۴۔ سورۃ طٰہٰ آیت ۵ میں۔ ۵۔ سورۃ فرقان آیت ۵۹ میں۔ ۶۔ سورۃ سجدہ آیت ۴ میں۔ ۷۔ سورۃ حدید آیت ۴ میں، اور سب جگہ اِسْتَوَا عرش کا معنٰی قبضہ وغلبہ ہی ہے نہ کہ بیٹھنا۔ اللہ تعالیٰ کے قبضے اور غلبے سے مراد ہے خلقت وملکیت کا قبضہ اور ظہور تجلیات جمالیہ وجلالیہ کا غلبہ۔ فرقہ وہابیہ کا ابن تیمیا اور تیمیائی افراد اِسْتَوٰى کا معنٰی کرتے ہیں کہ اللہ عرش پر بیٹھا۔ یہ ترجمہ غلط ہے کیونکہ جہالت وضلالت ہے۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ۔ اے لوگو قوم نوح کے اس پورے واقعے میں ابتدا سے انتہا اور ولادت سے ہلاکت، ترقی سے تنزل اور طول حیات سے وقوع ممات تک کفر کافراں سے ایمان مومناں تک مَلَؤُ الْقَوْمِ سے غُوْبَآءِ الْقَوْمِ تک اور ارسال نوح سے انکار نوح تک، تبلیغ سے تکذیب تک، تندور سے کشتی تک، اور مَنْ هَلَكَ کے عذاب سے مَنْ مَّعَكَ کی نجات تک اِسْتَوٰى سے نزول تک، بربادی سیلاب سے آبادی زمین تک، بددعاء نوحی سے دعاء نوحی تک، کفران گمرہاں سے شکران مومناں تک، بدبختوں کی شقاوت سے خوش بختوں کی سعادت تک لَاٰيَةً۔ قدرت کی آیتیں علامتیں ہیں یعنی لمبی زندگی مہلت، تاعمر رزق کی فراوانی، مشفقانہ تبلیغ کی تربیت دراز مدت، کافروں کی طرف سے بار بار ظلم، مومنوں کی طرف سے حلم وصبر سے برداشت، ایمان عبادت صبر کی توفیق وسعادت پر شکر الٰہی ہر وقت کرنا، کفار کی جانب سے نوح علیہ السلام کی شان میں احمقانہ گستاخی، رب تعالیٰ کی طرف نوح علیہ السلام کی حمایت ونصرت، کافروں سے مومنوں کی حفاظت، معجزانہ کشتی، بغیر کچھ کھائے پئے دراز مدت سفر خوش اسلوبی کا مکمل ہونا کشتی میں کسی بھی فرد کو موت نہ آئی۔ انسانی حیوانی شجراتی رونقوں سے پوری زمین میدانی کا خالی ہو جانا، پھر چند نفوس انسانی حیوانی سے بہت جلدی زمین کا بھر جانا۔ شجرات لگ جانے جنگل بھر جانے ان سب چیزوں میں قدرت وحکمت پر دلالت، شہادت وحیران کن نشانیاں ہیں اقوام موجود کیلئے بھی آئندہ کیلئے بھی۔ وَاِنْ كُنَّا

لَمُبْتَلِیْنَ۔ اور بے شک ہم ہر قوم وفرد کو ماضی حال مستقبل میں ضرور آزمانے والے تھے اور آزماتے رہیں گے اس طرح کہ کبھی خیر میں کبھی شر میں مبتلا کر کے ہم اسی طرح اچھے برے کو چھانٹ کر اور چن کر علیحدہ کرنے والے ہیں۔ یہی طوفان کسی کی موت فنا کا سبب وعلت بنایا گیا۔ کسی کی حیات بقا کا۔ کسی کی ہلاکت کا کسی کی عبرت کا، اور کسی کی غفلت کا۔ یہاں لفظ اِنْ کُنَّا۔ اصل میں اِنَّا کُنَّا ہے جس کا معنیٰ ہے قَدْ کُنَّا۔ ثقیلہ مشددہ کو خفیفہ کرنے سے حصر وتاکید کا فائدہ ہوا۔ لفظ اِنْ مخففہ سے حصر اور لَمُبْتَلِیْنَ کے لام سے تاکید ہوئی۔ اور معنیٰ ہو گیا کہ بے شک ہم ضرور ہی آزمانے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قوم نوح کو حیات دنیوی کی لمبی مدت، بھرپور مہلت، نعمت، دولت، صحت، فرحت دیکر انجام کفر کی عبرتناک ہلاکت دی۔ ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِیْنَ۔ پھر پروان چڑھایا ہم نے بہت سے آرام سکون قوت نعمت کے ساتھ عزت دولت آل اولا دنوکر وخادم عطا فرما کر ایک اور دوسری بڑی قوم کو نوح علیہ السلام کے بعد۔ مفسرین کے نزدیک اس قوم کا نام قوم ثمود تھا۔ یہ قوم بہت شہزور اور فنکار تھے پتھروں کی تراش خراش کی ہنرمندی کے ماہر، اور دولت مند بھی اس لئے اپنی صنعت ودولت کی وجہ سے مغرور تھے۔ قوم وقبیلے کو قرن کہنے کی تین وجہ ہوتی ہیں۔ ۱۔ قرن کا لغوی معنیٰ ہے قریب اور ملا ہوا ہونا تو جو قوم قبیلہ سابقہ قوم سے باعتبار زمانہ یا علاقہ ملا ہوا اور قریب تر ہو وہ قوم آئندہ سابقہ قوم کی قرن کہلائے گی۔ ۲۔ دوسری وجہ یہ کہ قومی بستیاں دنیا میں دو قسم کی ہوتی ہیں بعض قومیں ہمیشہ صنعت، حرفت کے عمل میں متفرق ہوتی ہیں۔ اور کچھ قومیں فنی تہذیبی رسم ورواج کے اعتبار سے متحد ہوتی ہیں۔ فنی تہذیبی رسم ورواج میں مختلف ومتفرق قومیں معاشرے میں قومی قوت کا عروج نہیں پاتیں نہ ان کو نشو ونما کا تمدن حاصل ہو سکتا ہے اس لئے متفرق المزاج قوموں کو قرن نہیں کہا جاتا۔ لیکن اجتماعی اتحاد، تمدنی خصوصیات کا عروج نشو ونما، متفق رسم ورواج سے زندگی اور زمان ومکان کی قوت نمایاں ہوتی ہے صرف ایسی ہی بستی واہل کو قرن کہا جاتا ہے۔ اسی اجتماعیت واتحادیت سے قومی قوت، عہد آفرین زمانہ سازی ابھرتی ہے اور اوراق تاریخ پر مکتوب ومنقوش ہو جاتی ہے۔ قرآن مجید میں ایسی ہی عہد آفرین تاریخ ساز مشہور زمانہ قوموں کو قرن کہا گیا ہے۔ تیسری وجہ۔ جسمانی شہہ زوری کا اجتماعی فروغ رکھنا بھی تاریخی شہرت کا باعث ہے اس لئے اس طرح کی اجتماعی خصوصیت والی قوم کو بھی قرن کہا جاتا ہے۔ یہ ہی خصوصی قوتیں قوم نوح، قوم عاد، ثمود، قوم مدین، قوم فرعون، قوم جالوت کو متفرق تقسیم سے حاصل تھیں۔

ان آیات میں مختلف اقوال

مَنْ مَّعَكَ کی مراد میں دو قول ہیں۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا کہ اس سے مراد صرف وہ انسان ہیں جو حضرت نوح کے ساتھ کشتی میں سوار ہوئے تھے۔ کیونکہ یہاں لفظ من فرمایا گیا جو صرف اہل عقل کیلئے بولا جاتا ہے اور اہل عقل انسان ہیں نہ کہ جانور حیوان۔ ۲۔ بعض نے کہا کہ اس سے مراد کشتی کی تمام مخلوق ہے انسان بھی جانور بھی اور اِسْتَوَا کا معنیٰ ہے اپنی اپنی منتخب منزلوں میں پہنچایا جانا اور اگرچہ لفظ من ذوی العقول کیلئے آتا ہے مگر بِالتَّبْعِ غیر عقل والوں کیلئے بھی بول دیا جاتا ہے اور اہل عقل کے ساتھ ہونے کی وجہ سے غیر عقول کو بھی شامل کر لیا جاتا ہے۔ مگر پہلا قول درست ہے اس لئے کہ اگرچہ مَنْ میں غیر عقل والی چیزیں بھی بِالتَّبْعِ شامل ہو جاتی ہیں لیکن یہاں اِسْتَوَیْتَ ہے اور اِسْتَوٰی صرف انسانوں کیلئے بولا جاتا ہے۔ جانوروں کے کسی جگہ پر بیٹھنے، اٹھنے، کھڑا ہونے کو بیٹھنا [illegible] کو اِسْتَوَا نہیں کہا جاتا۔ فَقُلِ الْحَمْدُ کے وقت میں تین

قول۔ ۱۔ بعض نے کہا کہ یہ حمد و دعائیہ جملہ کہنے کا حکم کشتی میں سوار ہوتے وقت کا ہے یعنی یہ دعائیہ حمد۔ قُلِ الْحَمْدُ۔ وَقُلْ رَّبِّ اس وقت عرض کرنا جب کشتی میں سوار ہونے لگو۔ ۲۔ بعض نے لکھا کہ یہ اِسْتَوَا مکمل بیٹھ جانے کے وقت کی دونوں دعائیں تھیں کہ جب سب اچھی طرح اپنی اپنی کرسی پر بیٹھ جائیں تب یہ ذکر و دعا شروع کی جائے تاکہ کسی کو بٹھانے کیلئے بیچ میں نہ بولنا پڑے۔ ۳۔ بعض نے لکھا کہ ان دونوں دعاؤں کیلئے حکم یہ تھا کہ جب کشتی سے اترنے لگو تب یہ حمد و دعا کرنا۔ تینوں قول درست ہیں یعنی تینوں وقت حمد و ثنا شکر و دعا کرنے کا حکم ربانی تھا اسی لئے حضرت نوح علیہ السلام پوری مدت سفر میں بار بار یہ حمد و دعا عرض کرتے رہے۔ وَقُلْ رَّبِّ کی قرأت میں دو قول۔ ۱۔ بعض کی قرات میں یہ قُلْ رَبُّ ہے۔ دراصل یَا رَبُّ ہے۔ بغیر اضافت اور جب منادی مضاف نہ ہو تو اس کو ضمہ یعنی پیش ہوتا ہے جیسے یَا رَسُوْلُ یہاں صرف حرف ندا حذف کیا گیا ہے۔ حذف کا قرینہ دعا ہونا ہے۔ ۲۔ اکثر کی قرأت میں یَا رَبِّ ہے ب کے کسرہ سے دراصل یَا رَبِّیْ ہے۔ حرف ندا یا اور یآءِ متکلم مضاف الیہ کو حذف کر دیا گیا تخفیف کیلئے۔ اور حذف کا قرینہ و نشانی اس جملے کا دعا ہونا ہے کیونکہ دعا میں ہمیشہ یا سے ہی پکارا جاتا ہے۔ یہی قرأت درست ہے مکتوب مشہور و اکثریت کی ہے۔ مُنْزَلًا کی قرأت و معنٰی میں تین قول ہیں۔ ۱۔ اکثر کی قرات میں یہ مُنْزَلًا بابِ افعال کا اسم مفعول صیغہ واحد مذکر بمعنٰی مفعول مطلق مصدری معنٰی میں۔ ترجمہ ہے کہ میرا اتارا جانا برکتوں والا ہو برکتوں سے بھرا ہوا۔ ۲۔ بعض کی قرأت میں یہ نَزْلٌ کا مصدر میمی مُنْزَلًا ہے۔ ترجمہ ہے کہ یارب مجھے ایسی جگہ اتار جہاں جب میں اتروں تو اترنا ہی بابرکت و باخیریت ہو جائے۔ ۳۔ بعض کی قرئت میں یہ مَنْزِلًا ہے نَزَلَ کا اسم ظرف مکانی ہے۔ یعنی میری منزل میرا ٹھکانہ آئندہ رہائش گاہ مبارک ہو۔ ہر قرئت میں علیحدہ معنٰی ہے مگر پہلی قرئت درست ہے کیونکہ مشہور مکتوب ہے۔ مُبَارَكًا کے معنٰی میں تین قول۔ ۱۔ بعض نے کہا مُبَارَكًا کا معنٰی ہے سوار ہونا مبارک ہوا کہ کشتی اٹھنے پانی چڑھنے سے پہلے سب افراد باسہولت باسکون چڑھ جائیں نہ کوئی فوت ہو نہ کوئی زخمی نہ بھگدڑ مچے نہ پریشانی۔ ۲۔ بعض نے کہا ہے کہ مُبَارَكًا کا معنٰی ہے یہ کشتی تمام سفر میں مبارک رہے نہ کوئی بھوکا ہو نہ بیمار نہ فوت۔ ۳۔ بعض نے کہا اس کا معنٰی ہے کہ اترنے کے بعد ہماری منزل ٹھکانہ رہائش مبارک ہو۔ یہ تینوں قول درست ہیں اور سب دعائیں قبول ہوئیں۔ حضرت نوح طوفان کے بعد ساٹھ سال زندہ رہے۔ اس دوران کسی شخص کو اصل نسل میں کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ ہوئی۔ اِنْ كُنَّا کے اِنْ میں دو قول۔ ۱۔ بعض نے کہا یہ ثقیلہ سے خفیہ کیا گیا ہے دراصل اِنْ یا اِنَّنَا ہے اور معنٰی ہے قَدْ كُنَّا۔ ۲۔ بعض نے کہا یہ اِنْ نافیہ ہے اور معنٰی ہے مَا كُنَّا مگر یہ قول غلط ہے پہلا قول درست لَمُبْتَلِيْنَ کے لام تحقیق کی وجہ سے پہلے بھی قد کا معنٰی ہونا ضروری ہے لَمُبْتَلِيْنَ کے لام میں دو قول۔ ۱۔ اکثر نے کہا کہ یہ لام تحقیق ہے۔ اس کا معنٰی ہے البتہ ضرور یہی قول درست ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا کہ یہ لام بمعنٰی اِلَّا ہے مگر یہ قول غلط ہے کیونکہ لام تحقیق اِلَّا کے معنٰی میں کبھی نہیں ہو سکتا۔ قَرْنًا آخَرِيْنَ کے دو قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا کہ قرن آخر سے مراد قوم ثمود ہے۔ اس قوم کے نبی حضرت صالح علیہ السلام تھے۔ ان اکثر لوگوں کی دلیل یہ ہے کہ اسی سورت کی آیت ۴۱ میں ہے۔ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ یعنی قَرْنًا اٰخَرِيْنَ کی ہلاکت اس طرح ہوئی کہ ان کو چیخ نے پکڑ لیا۔ اور غیبی چیخ والا عذاب طوفانِ نوحی کے بعد سب میں پہلے صرف قوم ثمود پر آیا ثابت ہوا کہ یہاں قرن آخر سے مراد قوم ثمود ہے نہ کہ قوم عاد۔ ۲۔ بعض نے کہا کہ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ سے مراد قوم عاد ہے اس قوم

کے نبی حضرت نوح علیہ السلام تھے۔ ان بعض لوگوں کی دلیل یہ ہے کہ نوح علیہ السلام کے بعد جو قوم سب سے پہلے ابھری اور جن کے کافروں پر دوسرا عذاب آیا طوفانِ نوحی کے بعد وہ قوم عاد ہی تھی اسی لئے نام لے کر قوم نوں کے بعد میں ہونے کا ذکر سورۃ اعراف میں پھر سورۃ ہود میں پھر سورۃ شعراء میں فرمایا گیا کہ قوم نوح کے بعد قوم عاد پیدا ہوئی لہٰذا یہاں بھی مِنۢ بَعْدِهِمْ فرمانے کی وجہ سے قرناً آخرین سے قوم عاد ہی مراد ہے۔ یہ لوگ پہلے قول کی دلیل فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ کا جواب۔ ۱۔ یہ دیتے ہیں کہ وہاں چیخ سے مراد غیبی چیخ نہیں بلکہ عذاب الٰہی دیکھ کر آپس کی چیخ و پکار مراد ہے۔ کہ مفادر بھگدڑ میں کفار کا شور مچانا بچاؤ بچاؤ۔ ۲۔ نیز عربی محاورے میں مجازاً ہر ناگہانی مصیبت و عذاب کو صیحۃ کہہ دیتے ہیں۔ مگر میں کہتا ہوں کہ یہ دونوں جواب غلط ہیں آپسی شور وغل مراد لینا اس لئے غلط ہے کہ آپسی شور کے لئے اَخَذَتْ نہ فرمایا جاتا کہ چیخ نے ان کو پکڑ لیا بلکہ فرمایا جاتا کہ اَخَذُوا الصَّيْحَةَ یعنی ان کفار نے چیخ و پکار کو پکڑ لیا۔ اسی طرح یہ کہنا بھی غلط ہے کہ عربی محاورے میں ہر ناگہانی مصیبت وعذاب کو صیحۃ کہہ دیا جاتا ہے کیونکہ اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ رہی ان لوگوں کی اپنی دلیل تو وہ قیاسی دلیل بھی غلط ہے کہ چونکہ سورۃ اعراف آیت ۱۵ اور سورۃ ہود آیت ۵۰ اور سورۃ شعراء آیت ۱۲۳ اور ۱۲۴ میں نام لے کر قوم نوح کے بعد قوم عاد کے ہونے کا ذکر و ثبوت ہے۔ اس پر قیاس کر کے یہاں بھی مِنۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ سے قوم عاد ہی مراد ہے۔ یہ قیاس اس لئے غلط کہ یہاں مِنۢ بَعْدِهِمْ سے فوراً بعد مراد نہیں بلکہ مراد ہے بہت بعد۔ اور بہت بعد کا کوئی تعین و حد بندی نہیں ہوسکتی۔ بہت بعد میں تو تا قیامت ہر قوم شامل کی جاسکتی ہے۔ خیال رہے کہ قوم عاد پر ہوا کا عذاب ہلاکت آیا تھا اور قوم ثمود پر زمینی چیخ کا عذاب ہلاکت پہاڑوں میں سے آیا تھا پھر بہت زمانوں بعد قوم مدین پر آسمانی چیخ کا عذاب ہلاکت آیا تھا۔ قوم مدین کے نبی حضرت شعیب علیہ السلام تھے۔

فائدے

یہاں ان آیات مبارکہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ **پہلا فائدہ:** انتہائی بدقسمت وہ شخص اور قوم ہے جس کے مرنے کے بعد اس کے مرنے کی خوشیاں منائی جائیں یا جس کے مرنے پر شکر الٰہی کرنے کا حکم ہو سابقہ قوموں میں قوم نوح اور قوم فرعون ایسی ہی بدقسمت قومیں تھیں کہ قوم نوح کی ہلاکت پر رب تعالیٰ نے شکر کرنے کا حکم فرمایا اور قوم فرعون کی ہلاکت پر موسیٰ علیہ السلام نے تمام بنی اسرائیل کو شکر کا روزہ رکھنے سجدہ کا حکم دیا۔ یہودی آج تک اس دن روزہ رکھتے ہیں اس کو عاشورے کا روزہ کہتے ہیں۔ اولاً نبی کریم ﷺ نے بھی اس روزے کو صحابہ کرام پر فرض فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا کہ نَحْنُ اَحَقُّ مِنْكُمْ یعنی اے یہود یو اس شکر کے تم سے زیادہ ہم حقدار ہیں۔ پھر آج تک تمام مسلمانوں پر قوم نوح و قوم فرعون کی ہلاکت کے دن خوشی مناتے ہوئے عاشورے کا روزہ نفلی ہے جس پر بہت ثواب کا وعدہ ہے یہ استحباب شکر الٰہی ادا کرنے کے لئے ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرعونیوں کے غرق ہونے کے فوراً بعد اسی جگہ دریاء نیل کے کنارے ہی سجدوں کی محفل سجائی اور وہ سارا بقیہ دن شکر و حمد کے ذکر میں گزارا کہ یا اللہ تعالیٰ تو نے فرعون و فرعونیوں کو غرق فرما کر ہمارے دین و عبادت کو اور بنی اسرائیل کو چار سو سالہ غلامی کی ذلت سے بچالیا۔ ان بدقسمت شخصیات میں۔ ۱۔ فرعون۔ ۲۔ ابوجہل۔ ۳۔ یزید۔ ۴۔ حجاج بن یوسف۔ ۵۔ مامون الرشید۔ ۶۔ اکبر بادشاہ [illegible] بخت تھے کہ ان

کے مرنے پر مسلمانوں نے خوشیاں منائیں۔ احادیث میں ہے کہ ابوجہل کے قتل پر نبی کریم ﷺ اور تمام صحابہ کرام نے میدان بدر میں ہی سجدۂ شکر ادا فرمایا۔ یزید وحجاج بن یوسف کے مرنے پر صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم نے شکر الٰہی منایا اور نفل ادا کئے۔ اکبر بادشاہ کے مرنے پر مسلمانانِ ہند نے نوافل شکرانہ پڑھے۔ سنا گیا ہے کہ کمال اتاترک کے مرنے پر بھی سچے مومن ترکی علماء وعوام ومشائخ نے نوافل شکرانہ ادا کئے تھے۔ اور جس طرح اس قسم کے لوگ بدبخت ہوتے ہیں خوش قسمت ترین ہیں وہ پیارے بندے جن کے مرنے پر اپنے پرائے روئیں یاد میں آنسو بہائیں ان شخصیات میں بادشاہ محمود غزنوی' سلطان محمد غوری' شہنشاہ بابر' اورنگزیب عالمگیر بادشاہانِ اسلام گزرے ہیں کہ جن کی یاد میں اس وقت کے ہندو مسلم سب نے آنسو بہائے اور ان کے عدل وشفقت کو آج تک تاریخ یاد کرتی ہے۔ میں نے ایک ہندو کی زبانی سنا ہے کہ ہمارے دادا محترم محمد یار خان صاحب علیہ الرحمہ کے وصال پر لوگوں کے علاوہ ان کی مسجد کی دیواروں سے تین دن تک وقفے وقفے سے رونے کی آواز آتی تھی۔ میرا خیال ہے شاید یہ جنات ہوں گے اس بات کے مسلمان بھی گواہ ہیں اور اس بدایونی اجھانوی مسجد کے چند پڑوسی ہندو بھی گواہ ہیں فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَعَالٰى ذَالِكَ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ جس کے فوت ہونے پر سب کو غم ہو اس سے زیادہ خوش قسمت کون ہے۔ تمام زندگی کا آخری نتیجہ تو موت پر ہی ظاہر ہوجاتا ہے۔ یہی بات امام احمد بن حنبل علیہ الرحمتہ نے فرمائی تھی اور یہی نشانی مناظر اسلام محمد عمر علیہ الرحمتہ نے بیان فرمائی تھی۔ معتزلہ کہتے تھے ہم سچے ہیں امام احمد جھوٹے ہیں امام احمد نے جواباً فرمایا کہ میرا جنازہ بتادے گا کہ سچا کون ہے۔ ادھر غلام خان وغلام خانی کہتے تھے کہ ہم سچے سنی لوگ اور مناظر اسلام فرمایا کرتے تھے کہ فقیر سچا ہے اگر آج نہیں مانتے تو کل دونوں کے جنازے اور میتوں کے چہرے دیکھ لینا پھر لوگوں نے اس وقت بھی دیکھا تو ہزاروں معتزلی تائب ہوگئے اور اس وقت بھی دیکھا تو کئی وہابی سنی بن گئے۔ محمد عمر صاحب کا چمکتا چہرہ آج تک لوگوں کا ایمان تازہ کررہا ہے اور مضبوط بھی۔ حضرت سعدی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں۔

آنچہ دانی کہ وقت زادنِ تو ہمہ خنداں بوند تو گریاں   آن چناں زی کہ وقتِ رفتنِ تو ہمہ گریاں شوند تو خنداں

یعنی اے بندے تو غور کر کہ جب تو پیدا ہوا تھا سب خوشی سے ہنستے تھے اور تو روتا تھا۔ اب ایسی پاکیزہ زندگی گزار کہ جب تو دنیا سے جائے تو سب غم سے روتے ہوں اور تو مسکراتا ہو غنی کاشمیری لکھتے ہیں کہ

نشان مرد مومن باتو گویم   چوں مرگ آید تبسم بر لب اوست

یہ فائدہ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ (الخ) کے فرمانِ الٰہی وحکم ربانی سے حاصل ہوا۔ اسی طرح سورۃ انعام کی آیت ۴۵ میں فرمایا گیا۔ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ؕ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ یا اللہ یہ اقتدار بے وقار فقیر حقیر تیری بارگاہ میں عرض کرتا ہے کہ مجھے بھی ایسی ہی خوشی نصیب حیات وموت عطا فرما۔ **دوسرا فائدہ:** ہر مسلمان کو چاہئے کہ حیات دنیوی کی ہر حالت کیفیت' عادت' عبادت' صحت اور مصائب سفر حضر سے نجات پانے میں چھ عمل کرتا رہے۔ ۱۔ حمد الٰہی۔ ۲۔ شکر کبریائی۔ ۳۔ ان نعمتوں کے بقاء کی دعا۔ ۴۔ غافلوں سے بچنے عبرت پکڑنے کی توفیق مانگنا۔ ۵۔ شیطان سے پناہ اور۔ ۶۔ ظالم سے حفاظت کی دعا مانگتا رہے۔ یہ فائدہ قُلِ الْحَمْدُ اور قُلْ رَّبِّ کے حکم ربانی سے حاصل ہوا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام جیسی پاکیزہ ہستی کو بھی حمد وشکر کا حکم فرمایا تو ہم پر تو بدرجہ اولیٰ واجب ولازم ہے اسی لئے یہ واقعات ہم

مسلمانوں کو سنائے جارہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ اسریٰ کی آیت ۸۰ میں فرمایا وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ (الخ) اور سورۃ نحل کی آیت ۹۸ میں فرمایا فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ان تمام آیتوں میں مسلمانوں کو اسی بات کی تعلیم و تربیت دی جارہی ہے کہ کوئی مسلمان کبھی کسی حالت میں حمد' شکر' ذکر' استغفار و استعاذہ سے غافل نہ رہے۔ کیا معلوم کس وقت کیا مصیبت آجائے۔ یہ دعائیں مسلمانوں کو ہر وقت چست و چوکنا اور باہمت رہنے کے لئے سکھائی بتائی جارہی ہیں۔ **تیسرا فائدہ:** دنیا آخرت میں تمام ظلموں سے بڑا و بُرا ظلم کفر شرک ہے اس لئے کہ کفر شرک دوہرا و ڈبل ظلم ہے۔ کہ مشرک کی اپنی جان پر بھی ظلم اور دیگر بے گناہ مخلوق انسانی و حیوانی پر بھی ظلم ہے بلکہ زمین و آسمان پر بھی اس طرح کہ کافر کے کفر کی وجہ سے کفار پر دنیا میں ناگہانی آسمانی عذاب کی ہلاکت اور آخرت میں ابدی جہنم کی سزا یہ کافر کی اپنی جان پر ظلم ہوا۔ مسلمانوں و مومنوں پر کفار کے ہاتھوں اذیت و ہجرت کا ظلم۔ کیونکہ کفر سے تکبر پیدا ہوتا ہے اور تکبر سے اہل ایمان ایذا رسانی' حیوانات و شجرات پر ظلم اس طرح کہ جب کفار پر عذاب آسمانی آتا ہے تو بیگناہ جانور و حشرات بھی ہلاک ہو جاتے ہیں اور کھیت' باغات' شجرات تباہ ہو جاتے ہیں زمین بنجر ہو کر برباد دھنس کر پھٹ کر بیکار ہو جاتی ہے اور آسمان تھرا جاتے ہیں۔ یہ آسمان و زمین پر ظلم ہوا یہ عبرت ناک فائدہ یہاں نَجِّنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ فرمانے سے حاصل ہوا۔ اس لئے سورۃ لقمان آیت ۱۳ میں فرمایا گیا اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ یعنی بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔ دیکھو طوفانِ نوحی صرف کفار کے لئے تھا مگر لاکھوں بیگناہ جانور ہلاک ہو گئے اور تمام زمین کے شجرات باغات کھیت کھلیان تباہ ہو گئے۔ ایسے ہی غرق فرعونی سے فرعونیوں کے ہزاروں گھوڑے بھی ہلاک ہو گئے تھے۔

احکام القرآن

ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ:** فقہ حنفی کے مطابق کسی بھی نماز میں کوئی مقتدی امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہ پڑھے امام مالک اور امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مسلک ہے کہ مقتدی کو سورۃ فاتحہ پڑھنا ناجائز ہے لیکن اَوَّلًا امام شافعی کا کہنا تھا کہ جائز ہے مگر بعد میں رجوع فرمالینا مشہور ہے اگر یہ رجوع صحیح ہے تو یہ مسئلہ متفق علیہ ہوا۔ یہ مسئلہ دیگر دلائل کے علاوہ یہاں فَقُلِ الْحَمْدُ اور وَقُلْ رَّبِّ (الخ) سے بھی مستنبط ہوا۔ اس طرح کہ کشتی میں بیٹھنے والے تمام مومنین پر یہ حمد و شکر والی دعا تحدیث نعمت و طلب عافیۃ کے لئے واجب تھی مگر چونکہ اس وقت ان سب کے امام نوح علیہ السلام تھے اس لئے صرف ان کو ہی اس حمد یہ دعا مانگنے کا حکم ہوا کیونکہ دعا میں نمائندگی بھی آداب دعا میں سے ہے امام قوم کا نمائندہ ہوتا ہے لہٰذا امام کی دعا سب کی دعا ہے۔ سورۃ فاتحہ بھی حمد یہ دعا ہے۔ اس وجہ سے یہ بھی صرف امام ہی پڑھے گا۔ اور حدیث پاک میں ہے فَقِرَاءَةُ الْاِمَامِ لَهٗ قِرَاءَةٌ یعنی فرمان نبی کریم ﷺ کے امام کا پڑھنا مقتدی کا ہی پڑھنا ہے۔ دوسری حدیث مقدس میں ہے۔ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ وَلَا الضَّالِّیْنَ فَقُوْلُوْا اٰمِیْنَ یعنی اے مقتدیو جب تمہارا امام کہے تو تم سب کہہ دو آمین اگر امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا جائز ہوتا تو الفاظ حدیث اس طرح ہوتے اِذَا قُلْتُمْ وَالضَّالِّیْنَ فَقُوْلُوْا اٰمِیْنَ مگر حکم حدیث پاک اس طرح نہیں بتایا جارہا ہے کہ وَلَا الضَّآلِّیْنَ صرف امام کہے گا۔ بعد میں سب مقتدی اٰمِیْنَ کہیں گے۔ اور وَلَا الضَّآلِّیْنَ وہی کہتا ہے جو پوری سورۃ فاتحہ پڑھتا ہے۔ یہ مسئلہ [illegible] مستنبط ہوا۔ اس

مسئلے کے پورے دلائل جاء الحق حصہ دوم میں دیکھئے۔ **دوسرا مسئلہ**: قانونِ شریعت میں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے کے چار طریقے ہیں اولاً دعاء حمد یہ دوم دعاء حالیہ زبان حال سے طلب والتجا کرنا سوم دعاء مقالیہ چہارم دعاء مخفی مناجات سری۔ دعاء حمد یہ ہے کہ بندہ صرف رب تعالیٰ کی حمد وشکر کے کلمات ادا کرے الفاظ طلب نہ بولے دل میں طلب ہو لب پر حمد ہو دعا حال یہ ہے کہ منگتے کی حالت شکل ولباس سے ہی طلب حاجت کا پتہ لگ جائے منہ سے مانگنے لب ہلانے کی ضرورت ہی نہ رہے اس طرح کہ حالت زار ہو۔ لباس تار تار ہو۔ آنسوؤں کی دھار ہو اور آستانہ سرکار ہو متوجہ کردگار ہو امید رحمت پروردگار ہو تب دریائے کرم بن مانگے جوش میں آجاتا ہے۔ دعاء خفی یہ ہے کہ بندہ سانس واسرار نیت وافکار سے طلب حاجات کرے اور حمد وشکر کے الفاظ ایسے انداز سے ادا کرے کہ ہر لفظ میں طلب کی جھلک نظر آئے۔ جس طرح سورۃ انبیاء ۸۳ میں دعاء ایوب علیہ السلام منقول ہے کہ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ یعنی تکلیف بتا کر حمد وشکر کے کلمات ادا کئے طلب کا ایک لفظ بھی نہ بولا یہ بھی طلب والتجا کا ایک پیارا نرالا انداز ہے۔ اسی طرح کی دعا کا حدیث پاک میں حکم فرمایا گیا اور فرمایا کہ بارگاہ کبریائی میں اگر رونا نہ آئے تو رونے والا منہ ہی بنالے۔ دعاء مقالیہ یہ کہ بندہ الفاظ طلب کرے شریعت میں صرف ان ہی چار طریقوں سے مانگنا جائز ہے اس کے علاوہ کسی بھی خودساختہ طریقے سے دعا مانگنا گناہ ہے مثلاً ایک دعائیہ رباعیہ نظم مشہور ہے جس میں ہر چوتھا مصرعہ ہے۔ میری بارکیوں دیر اتنی کردی جیسے یہ کہنا کہ

رحمتیں ہیں تیرے اغیار کے کاشانوں پر برق گرتی ہے تو بیچارے مسلمانوں پر

اس انداز سے دعائیں مانگنا گستاخی وگناہ ہے اس لئے کہ یہ دعا نہیں بلکہ حکمت الٰہیہ پر اعتراض وطعنہ ہے۔ یہ مسئلہ فَاِذَا اسْتَوَیْتَ اَنْتَ۔ اور فَقُلِ الْحَمْدُ اور وَقُلْ رَّبِّ کے ارشادات علیحدہ علیحدہ فرمانے وآداب دعا تعلیم فرمانے سے مستنبط ہوا۔ ان تین جملوں میں دعا کے یہ چاروں طریقے اجمالاً سمجھائے گئے چنانچہ فَاِذَا اسْتَوَیْتَ میں دعاء حالیہ کا اشارہ ہے کہ ان کی حالت سفر طوفانی کی تکلیف وپریشانی واضطرار کی بنا پر اپنے رب تعالیٰ سے طالب عافیت تھی۔ فَقُلِ الْحَمْدُ میں دعاء حمد یہ ہے نَجّٰنَا میں دعاء مخفی ہے اور وَقُلْ رَّبِّ میں دعاء مقالیہ کا طریقہ اپنایا گیا۔ **تیسرا مسئلہ**: ہر مسلمان کو چار چیزوں سے ہر وقت بچنا چاہئے پہلی چیز اللہ تعالیٰ کے شکوے شکایت سے دوسری چیز یہ کہ کوئی مسلمان کبھی بھی موسم زمانے حالت کیفیت یا کسی بیماری کو گالی نہ دے نہ برا کہے۔ کیونکہ یہ سب تغیرات حکمۃ ربانی کے بھید اور اسرار ہیں سوم یہ کہ کسی کی بھلائی اور ترقی وعروج پر حسد نہ کرنا چاہئے۔ چہارم یہ کہ اپنی نیکی بھلائی فراخی وفراوانی پر تکبر وغرور کسی مسلمان کو کبھی نہ کرنا چاہئے۔ یہ مسئلہ وَّاِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِیْنَ فرمانے سے مستنبط ہوا۔ بتایا یہ جارہا ہے کہ اس دنیا میں جس انسان کا جو بھی اچھا یا برا صحت وبیماری کا جو بھی حال ہو یا جس وقت جو بھی موسم آجائے وہ سب ابتلاء ربانی وآزمائش الٰہی ہے اور اس کے ذریعے انتخابات باری تعالیٰ کا ظہور ہوتا ہے ہر مومن متقی مسلمان کی عادت ایمانی یہ ہونی چاہئے اپنی برائی وگناہ پر استغفار پڑھے اور کسی کے گناہ وبرائی پر استعاذہ پڑھے۔ موسمی قہر وعتاب پر توبہ کرے نیکی وبھلائی کر لینے پر حمد وشکر کرنا چاہئے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں **پہلا اعتراض**: یہاں فَاِذَا اسْتَوَیْتَ کیوں فرمایا گیا اسْتَوٰی کا تو معنی ہے پیدا کرنا

یا درست کرنا چنانچہ سورۃ بقرہ کی آیت ۲۹ میں ارشاد ہے ثُمَّ اسْتَوٰۤی اِلَی السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ترجمہ پھر پیدا فرمانے لگا اللہ تعالیٰ آسمانوں کو پیدا فرما دیا یا ان کو سات آسمان یہاں تو فرمانا چاہئے تھا۔ فَاِذَا دَخَلْتَ اَنْتَ۔ یا فرمایا جاتا فَاِذَا جَلَسْتَ اَنْتَ یا ہوتا اِسْتَقْرَرْتَ اَنْتَ۔ تینوں کا ترجمہ۔ ۱۔ پس تم جب داخل ہو جاؤ۔ ۲۔ پس جب تم بیٹھ جاؤ۔ ۳۔ پس تم جب کشتی میں سکون وقرار پالو۔ تاکہ بات صاف ہوتی جلدی سمجھ آتی۔ اِسْتَوَیْتَ کہنے سے ایک وضاحت طلب الجھن پیدا ہوتی ہے۔ **جواب:** اِسْتَوٰی کا اصل معنیٰ وہ نہیں جو معترض نے بیان کیا ہے بلکہ اصل معنیٰ ہے قبضہ کرنا۔ غلبہ پانا خواہ بطور خالقیت ہو یا ملکیت یا بطریقہ صناعی وایجادی ودرستگی یا بطریقہ قعود بیٹھ کر اس جگہ پر قبضہ کرنا ہو۔ اِسْتِوَآءِ غلبیت کی یہ چھ قسمیں ہیں یہاں چونکہ صرف بیٹھنا داخل ہونا یا استقرار وسکون بتانا ہی مقصود نہیں بلکہ نہایت اطمینان سکون تہذیب سے اپنی اپنی جگہ بیٹھ کر قبضہ استراحت کرنے کا بتانا مقصود ہے اس لئے اِسْتَوَیْتَ فرمانا ہی عین درست ہے یہ وضاحت نہ دَخَلْتَ فرمانے سے ہوتی نہ جَلَسْتَ سے نہ اِسْتَقْرَرْتَ سے۔ اور پتہ نہ لگتا کہ کون کس کی جگہ پر بیٹھ گیا۔ اور سورۃ بقرہ میں بھی اِسْتَوٰی کا معنیٰ ہے۔ خلقت وایجاد کا قبضہ غلبہ کیوں کہ ہر صانع اپنی مصنوع پر قابض وغالب ہوتا ہے کہ جس طرح چاہے بنائے بگاڑے سنوارے اس آیت میں قبضہ تخلیق اور توجہ الی السموات بتانا مقصود ہے۔ اسی لئے وہاں اِلَی السَّمَآءِ فرمایا جس سے متوجہ ہونے کا اظہار ہے۔ اور یہاں عَلَی الْفُلْكِ فرمایا جس سے فوقیت کا اظہار ہوا۔ یہی فوقیت کا غلبہ فَاسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ میں بتایا گیا۔ **دوسرا اعتراض:** اس کی کیا وجہ کہ فَاِذَا اسْتَوَیْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ فرمانے کے بعد پھر بھی فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ اور وَقُلْ رَّبِّ صیغہ امر واحد مذکر ہی ارشاد ہوا چاہئے تھا کہ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ کی تمام شخصیات کو شامل کرتے ہوئے فَقُوْلُوْا اور وَقُوْلُوْا دونوں جگہ امر جمع مذکر ارشاد فرمایا جاتا۔ **جواب:** عبادت دعا چار قسم کی ہوتی ہے۔ ۱۔ بیان حالات کی دعا۔ ۲۔ حمد خالص کی۔ ۳۔ شکر واجب کی۔ ۴۔ دعاء خالص کی یعنی سب علیحدہ علیحدہ۔ لیکن ایک طریقہ عبادت مطلقہ ہے۔ جس میں حمد، شکر، بیان طلب، عرض حاجت، فریاد والتجا، سب بیک ساتھ مخلوط اور شریعت میں دعاء طلب جب اجتماعی ہو تو آداب بیان حالات یہ ہیں کہ بیک وقت سب محتاج نہ بولیں اسی طرح حمد کے آداب اور دائمی مضبوط ضابطہ یہ ہے کہ حمد سب مل کر کریں۔ شکر کے آداب یہ ہیں کہ ہر بندہ الگ الگ اپنی نعمت کا اپنے لفظوں میں شکر کرے۔ لیکن جب حمد و دعا مخلوط ہو تو ادب یہ ہے کہ سب نہ بولیں بلکہ سب کی طرف سے ایک مخصوص ومقرر بندہ پوری قوم کا نمائندہ وامام بن کر سب کی عرض ودعا بارگاہ میں پیش کرے اس طریقہ وادب میں بارگاہ کا احترام بھی ہے اور مقصد دعا بھی پورا ہوتا ہے۔ اگر مانگنے والے سب ہی بیکدم بولنا شروع کر دیں تو گستاخی بارگاہ کے علاوہ اتنا شور پڑے کہ کسی کو کچھ سمجھ ہی نہ آئے مقصد طلب حاجات ہی فوت وختم ہو جائے اور بجائے قبولیت دعا کے مردودیت ہو جائے سب کو بھگا دیا جائے یہی دین دنیا کی عدالت وشریعت میں طلب کے لئے آداب مقرر ہیں۔ اسی لئے عدالت دنیوی میں وکیل کو نمائندہ حاجات وانصار بنایا جاتا ہے اور عبادت دینی میں امام کو نمائندہ بارگاہ بنایا جاتا ہے وکیل اپنے موکلوں کی اور امام اپنے مقتدیوں کی درخواست پیش کرتے ہیں نہ موکل کو بولنے کی اجازت نہ مقتدی کو تو چونکہ فَقُلِ الْحَمْدُ میں حمد ودعا وشکر مخلوط ہے اور وَقُلْ رَّبِّ میں خالص دعا اس لئے صرف نوح علیہ السلام کو حکم ہوا کہ سب کس کی طرف سے یہ حمد وشکر ودعا عرض کریں۔ یہی حمد و دعا کا حکم سورۃ فاتحہ میں ہے اسی لئے مقتدی کو

پڑھنا منع ہے۔

تفسیر صوفیانہ

اے مرشد معرفت جب تجھ کو سیر الی اللہ میں استقامت کلیہ کا استویٰ حاصل ہو جائے تو زبان حال کیفیت صفات سے نعمت الٰہیہ کی یاد مناتے ہوئے حمد قلبی ادا کر۔ لشکر شیطانیہ کی ظلمتوں سے نجات ملنے کے شکر میں اور عرض کر یا رب تعالیٰ منزل قلب کے اس مقام پر میرا نزول فرما جس میں اے میرے رب کریم تو نے عالمین کی برکتیں جمع فرما دی ہیں اور جہاں معانی کل و جز کا علم و نور و اسرار کا ادراک امانت رکھا ہے۔ جس وادی کرامات کو بحر شیطانی کے طوفان آب نفسانی کے طغیان اثرار ظلمانی کے سیلاب سے امن و حفاظت ہے اے راہ طلب کے سالکین منزل اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ بیشک ان تمام حالات قبض و بسط ترقی و تنزل نجات و ہدایت میں۔ لَاٰیٰتٍ مشاہدات و تجلیات جلالیہ جمالیہ کے دلائل ہیں اہل معرفت کے لئے وَّاِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِیْنَ بیشک ہم رب عرش و فرش کے ہر عاقل معرفت غافل ظلمت عالم شریعت جاہل حقیقت سالک طریقت نافر عبادت منکر کرامت مسلم شہادت کا امتحان لینے والے ہیں۔ صفات نفوس کی بلیات اور عبادت و ریاضت کی مشقات کو وارد و جاری فرما کر فضلاء ناسوتی عقلاء دنیوی کی بھی آزمائش کرنے والے ہیں ان کی قوت عقلیہ کے حالات سے مکاشفہ حکایات و واقعات کے افتراق کے وقت۔ پھر ہم ہی پیدا فرما دیتے ہیں اس جدائی قلبی و بُعد نفسی کے بعد ایک دوسرے نمود و ہست میں افکار عملیہ کو۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ منزل مبارک وہ دل ہے جو خواہشات نفسانی اور وساوس شیطانی سے محفوظ و مطمئن اور امن میں ہو۔ جس پر جمال قدس کی بارگاہ سے آثار قرب نازل ہوں جہاں انوار جمال کی شعاعیں زیادہ ہوتی ہیں اس منزل کی برکتیں تمام منزلوں سے فزوں تر ہوتی ہیں۔ جس منزل میں وصال مطلوب کسی دن بھی میسر آ جائے تو اس منزل کی خاک کے ذرے ہم مرحبا کہہ کر چومیں گے۔ اے انوار قرب کے طالب اس راہ کی بلاء آزمائش مثل نمک ہے اور انبیاء علیہم السلام و اولیاء عظام اولوالعزم انہی کو رب تعالیٰ مبتلا فرماتا ہے اور وہ ہی صبر کر سکتے ہیں اے بندہ مرید کیا تو نے حضرت نوح کو نہ جانا جنہوں نے دین حق کی خاطر دراز مدت کفار سرکش کی گستاخانہ اذیتیں برداشت کیں اور صبر کامل کیا یہاں تک کہ خود رب تعالیٰ نے بددعا کرنے کا حکم دیا اے طالب معرفت اگر تو بھی مثل نوح علیہ السلام غم طوفانی پر صبر کرے تو تجھ سے بھی بلائیں پھر جائیں گی اور ہزار سالہ مقاصد پورے ہو جائیں گے۔ ولی کامل یحییٰ بن معاذ نے فرمایا کہ عبادت قفل ہے اس کی چابی دعا ہے اس چابی کے دندانے لقمہ حلال و لباس اعمال ہے۔ صوفیا کی دعا یہ ہے کہ یا اللہ اگر تو وہ کر دے جو میں چاہتا ہوں تو مجھ کو توفیق شکر عطا فرما۔ اور اگر تو وہ نہ کرے جو میں چاہتا ہوں بلکہ وہ کرے جو تو خود چاہتا ہے تو مجھ کو سعادت صبر عطا فرما اے بندے اس منزل کی طلب کر جو دین و دنیا کی برکتوں والی ہو اسی برکت کو پہچانے کے لئے انبیاء علیہم السلام وطن سے ہجرت فرماتے ہیں اور اسی کو پانے کے لئے اولیاء کاملین علماء واصلین آستانہ نبوی کی طرف ہجرت کرتے ہیں۔ کافرین ظالمین فاسقین میں کلفت ہے اس لئے ان سے دوری میں رحمت اور نفرت میں برکت ہے۔ رب تعالیٰ نے فرمایا جس نے مجھ سے عداوت رکھی اور میری نصیحت کو رد کیا وہ ھالکین کے ساتھ ہی ہلاک ہوا۔ لہٰذا جان لو کہ ابتلاء کی عاقبت نجات ہے۔ اور امہال یعنی مہلت ملنے کی عاقبت اہلاک یعنی ہلاکت ہے۔ قہر کی عاقبت لطف ہے جلال کی عاقبت جمال ہے۔ وَقُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا۔ اہل معرفت فرماتے ہیں منازل

مبارک وہ منزلیں ہیں کہ جن میں طالب معرفت مسافر طریقت سفر سلوک میں خواہشات نفسانی وساوس شیطانی سے مطمئن و محفوظ رہے اور آثار قرب ومحلات قدس اس بندے پر نازل ہوں یہ محلات مقامات انوار جمال سے پہلے ہی بھرپور ہوتے ہیں۔ان منزلوں کی برکتیں تمام منزلوں سے بیشمار زیادہ ہیں۔کیونکہ جس منزل میں ایک دن بھی محبوب کا مقام ہو جائے اس کی خاک کے ذروں سے بھی خالق تعالیٰ کو محبت ہوتی ہے۔فَاِذَا اسْتَوَیْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ اے معرفت کے کامل اپنی اس حالت بے کسی و بے بسی کو یاد رکھ جب تو اور تیرے ساتھ مریدانِ ناقص کشتی حیات پر سوار ہو کر طغیانی دنیوی میں گھرے ہوئے تھے ظلمات ناسوتی سے نجات پا کر فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ نَجّٰىنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ اس لئے تا حیات ہر وقت اس نجات کے شکر میں یہ ثناء کبریائی اور ورد کرتا رہ کہ قبض وبسط تنزل واستویٰ۔ترقی واستعلاء کی تمام حمدیں اس مربی ازلی قدیمی کے لئے ہیں جس نے کشتی کے ذریعے ہم کو بچالیا ظلمات اشرار سے وَقُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ اور دخول قبر تک یہ بھی عرض کر کہ اے میرے مربی ذات ومعلم صفات۔مجھ کو شکر کی منزل اور صبر وتحمل کا مقام مبارک عطا فرما بے شک تو ہی ابدی خیر کی منزلوں کا مالک ہے۔اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ وَّ اِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِیْنَ اے راہِ معرفت کے مسافر و یاد رکھو کہ بے شک راہ سلوک کے بیابانوں میں ہر جگہ اسرار انوار کی عظیم نشانیاں ہیں اور بے شک ہم وادی حیرت کے ہر مسافر طلب کو قرب وبعد جمال وجلال کے ذریعے ہر طرح آزمانے والے ہیں کبھی دے کر کبھی لے کر اور شاکر وصابر کافر و فاسق کو منتخب وعلیحدہ کرنے والے ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِیْنَ ان ہی آزمائشوں میں سے یہ بھی ہے کہ قالب انسانی کی خواہشات نفسانی کو بددعاء روحانی سے ہلاک کر کے باطن جسمانی میں خواہشات قرن آخرین کو پروان چڑھادیتے ہیں۔

فَاَرْسَلْنَا فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اَنِ اعْبُدُوا
تو بھیجا ہم نے ان بستی والوں میں بھی ایک ایک رسول ان کی ہی قومیت کا اس تبلیغ کے ساتھ کہ عبادت کرو تم سب صرف
تو ایک رسول انہی میں سے بھیجا کہ اللہ کی بندگی کرو
اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَ قَالَ الْمَلَاُ
اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے تمہارے لئے کوئی معبود اسکے سوا تو کیا تم پرہیزگار نہیں بنو گے اور جواب میں بولے وہ دولتمند
اس کے سوا تمہارا کوئی خدا نہیں تو کیا تمہیں ڈر نہیں اور بولے اس کی قوم
مِنْ قَوْمِهِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَ
اس رسول کی قوم میں سے جو کافر تھے اور جنہوں نے جھٹلایا ہوا تھا آخرت کی ملاقات کو حالانکہ
کے سردار جنہوں نے کفر کیا اور آخرت کی حاضری کو جھٹلایا اور ہم نے انہیں دنیا کی زندگی میں
اَتْرَفْنٰهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۙ مَا هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ یَاْكُلُ

بہت عیش دیئے تھے ہم نے ان کو دنیوی زندگی میں کہ نہیں ہے یہ رسول مگر تمہارے ہی جیسا ایک بشر کھاتا ہے
چین دیا کہ یہ تو نہیں مگر تم جیسا آدمی جو تم کھاتے ہو اسی
مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ﴿۳۳﴾
ان ہی کھانوں کو کہ کھاتے ہو تم لوگ جن کو اور پیتا ہے اس ہی پانی کو جو تم لوگ پیتے ہو۔
میں سے کھاتا ہے اور جو تم پیتے ہو اس میں سے پیتا ہے۔

تعلقات

ان آیات پاک کا پچھلی آیات پاک سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق**: پچھلی آیات میں کافروں کو غرق کرنے کے بعد دوسری قوموں کو پیدا کرنے کا ذکر ہوا۔ اب ان آیات میں ان دوسری قوموں کے کفریہ حالات کا ذکر فرمایا جارہا ہے۔
دوسرا تعلق: پچھلی آیات میں نوح علیہ السلام اور ان کی کافر قوم کی کفریہ باتوں کا ذکر اور غرور و تکبر کا بیان ہوا۔ اب ان آیات میں بعد والی دیگر قوموں اور ان کے انبیاء علیہم السلام کی تبلیغوں ایمانی دعوتوں اور کافر قوموں کے غرور اور متکبرانہ رویے انکاری کا ذکر فرمایا جارہا ہے۔ **تیسرا تعلق**: پچھلی آیات میں کفار کے کفر و غرور کا ایک انداز بیان فرمایا گیا کہ کفار انبیاء علیہم السلام کو اپنے جیسا بشر اس لئے کہتے ہیں کہ وہ کفار انبیاء کو بھی اپنے جیسا دنیوی چیزوں، حکومتوں، سلطنتوں، بادشاہتوں، شاہی کرسیوں کا لالچی حریص اور خواہش مند سمجھتے ہیں اسلئے دعوت نبوت ماننے سے انکار کر دیتے ہیں کہ کہیں یہ نبی ہمارا چوہدری سردار یا بادشاہ نہ بن بیٹھے حالانکہ یہ کفار کی جہالت و حماقت ہوتی ہے۔ اب ان آیات میں کفار کا انبیاء علیہم السلام کو اپنے جیسا بشر کہنے کی دوسری وجہ بیان کی گئی کہ کفار انسانی لوازمات یعنی کھانے پینے کی بناء پر نبی کی نبوت کا انکار کر دیتے ہیں۔ یہ پہلی جہالت و حماقت سے بھی بڑی جہالت و حماقت ہے۔

تفسیر نحوی

فَاَرْسَلْنَا فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ فَ حرف تعقیب اَرْسَلْنَا باب افعال کا ماضی مطلق مثبت معروف جمع متکلم اس کا مصدر ہے اِرْسَالٌ بمعنی بھیجنا رُسُلٌ سے بنا ہے اس کا فاعل نَحْنُ ضمیر جمع متکلم مرجع مراد اللہ تعالیٰ فِيْ حرف جر ظرفیت مکانی کے لئے هِمْ ضمیر کا مرجع قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ہے یہ جار مجرور متعلق اول ہے رَسُوْلًا اسم مفرد نکرہ عمومی بمعنی ہر قوم میں ایک رسول یہ مفعول بہ ہے۔ مِنْهُمْ میں مِنْ جارہ تبعیضیہ یعنی ان ہی میں سے هُمْ ضمیر کا مرجع قَرْنًا اٰخَرِيْنَ یہ جار مجرور متعلق دوم ہے۔ بعض نے کہا۔ رَسُوْلًا موصوف مِنْهُمْ متعلق ہے كَانَ تامہ بمعنی ماضی بعید پوشیدہ کا وہ فعل فاعل ضمیر پوشیدہ اپنے اس متعلق ظاہر سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صفت ہے رَسُوْلًا کی یہ مرکب توصیفی مفعول بہ ہوا اَرْسَلْنَا کا۔ دونوں ترکیبیں درست ہیں۔ اَنْ حرف مصدر یہ یہ ما قبل فعل کو مصدری معنیٰ میں کر دیتا۔ اس وجہ سے اَنِ اعْبُدُوْا کا ترجمہ ہوا عبادت کرانے کے لئے رسول بھیجا۔ اُعْبُدُوْا باب نصر کا امر حاضر معروف جمع مذکر حاضر اس کا فاعل اَنْتُمْ ضمیر صیغہ پوشیدہ عَبْدٌ سے مشتق ہے۔ بمعنیٰ معبود کی فرمانبرداری کرنا۔ یعنی عبادت اَللّٰهُ موصوف ہے بمعنیٰ ایسا اللہ یا مبدل منہ ہے بمعنیٰ

وہ کون مَا حرف نفی مشبہ بلیس لَکُمْ جار مجرور متعلق اول ہے مَوْجُوْدٌ پوشیدہ اسم مفعول کا مِنْ حرف جارہ تبعیضیہ بمعنیٰ کوئی بھی اِلٰہٍ اسم مفرد نکرہ عمومی یہ جار مجرور متعلق دوم ہے مَوْجُوْداً کا موجدا اپنے نائب فاعل اور دونوں متعلقوں سے مل کر جملہ اسمیہ ہوکر خبر ہے مقدم مَا مشبہ بلیس کی۔ غَیْرُہٗ مرکب اضافی اسم موخر ہے مَا نافیہ کا۔ ما نافیہ اپنی خبر مقدم و اسم موخر سے مل کر جملہ اسمیہ ہوکر صفت ہے اَللّٰہ کی یہ مرکب توصیفی مفعول بہ ہوا۔ اُعْبُدُوْا سب سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر مفعول لہ ہے اَرْسَلْنَا یا مفعول معہ ہے۔ ترجمہ ہے اس حکم یا پیغام کے لئے یا حکم کے ساتھ بھیجا ہم نے۔ اَرْسَلْنَا سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہوگیا اَفَ دراصل ہے۔ فَ اَ بمعنی تو کیا لَا تَتَّقُوْنَ۔ باب افتعال کا فعل مضارع منفی معروف۔ اس کا فاعل ضمیر صیغہ پوشیدہ یہ فعل با فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہوگیا وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِی الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ وَاو ابتدائیہ (سر جملہ) قَالَ فعل ماضی مطلق واحد مذکر اَلْمَلَاُ اسم مفرد جامد لغوی ترجمہ بھرنا۔ اسی معنیٰ میں امراء کو مَلَوٴ کہا جاتا ہے کیونکہ وہ وقت سے بھرے ہوتے ہیں۔ رائے اور مشورے بھرپور قوی سرداروں کو اور ہیبت و جلال سے بھرے ہوئے بڑے لوگوں کو بھی مَلَوٴ کہا جاتا ہے۔ اوران معظم و مکرم صاحب عزت لوگوں کو مَلَوٴ کہا جاتا ہے۔ جن کی عزت دلوں اور آنکھوں کو جلال و جمال اور محبت سے بھر دے جیسے فنکار استاذ اور مشفق سخی دولت مندان کو بھی مَلَوٴ کہا جاتا ہے۔ کاغذ کو لفظوں سے بھر دینا بھی املاء ہے۔ اردو میں بھی مستعمل ہے املا کرنا' کرانا' کتابت اور املا کا فرق یہ ہے کہ کتاب عام ہے ہر لکھنے کو پڑھ پڑھ کر لکھنا لکھوانا املا ہے اسی لئے تلاوت کو بھی املا کہہ دیا جاتا ہے جیسے کہ سورۂ فرقان کی آیت ۵ میں ہے فَهِیَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا یہ اَلْمَلَوٴُ فاعل ہے قال کا من جارہ تبعیضیہ بمعنیٰ میں سے۔ قَوْمِهٖ مرکب اضافی موصوف ہے یہاں ہٖ ضمیر کا مرجع رَسُوْلًا ہے۔ اَلَّذِيْنَ اسم موصول كَفَرُوْا باب نصر کا ماضی مطلق جمع مذکر غائب۔ یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ واؤ حرف عطف كَذَّبُوْا باب تفعیل کا ماضی مطلق جمع مذکر غائب كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا دونوں کا فاعل هُمْ پوشیدہ ضمیر صیغہ جس کا مرجع اَلْمَلَوٴُ ہے۔ ب جارہ تعدیت (مفعولیت) کی ہے۔ بمعنیٰ کو لقاء اسم مصدر بروزن فِعَالٌ كِتَابٌ قِتَالٌ لَقْوٌ یا لَقْءٌ سے بنا ہے۔ ترجمہ ہے ملنا۔ ملاقات کرنا مضاف ہے اَلْاٰخِرَةِ اسم فاعل واحد مونث باب مفاعلۃ کا۔ اٰخَرٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے پیچھے آنے والی مراد ہے قیامت یہ مضاف الیہ ہے۔ لِقَآءِ کا یہ مرکب اضافی مجرور ہوکر متعلق ہے۔ كَذَّبُوْا کا یہ سب فعل فاعل پوشیدہ اور متعلق مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف ہوا كَفَرُوْا پر دونوں عطف مل کر صلہ ہوا۔ اَلَّذِيْنَ کا دونوں مل کر معطوف علیہ۔ واؤ عاطفہ اَتْرَفْنَا باب افعال ماضی مطلق جمع متکلم اس کا مصدر ہے اِتْرَافٌ بمعنیٰ عیش دینا مال اولاد وصحت یہ متعدی ہے تَرَفٌ سے بنا ہے بمعنیٰ عیش مند ہونا یہ لازم ہے اس کا فاعل نَحْنُ ضمیر جمع متکلم جس کا مرجع اللہ تعالیٰ هُمْ ضمیر کا مرجع اَلْمَلَوٴُ مفعول بہ ہے فِیْ حرف جر ظرفیت زمانی کے لئے الف لام استغراقی حَيٰوةِ اسم مفرد مونث حَيٰوٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ جاندار ہونا۔ اسی سے ہے حیوان بمعنیٰ جان والا۔ حَيٰوةٌ بمعنی زندگی موصوف ہے الف لام عہد خارجی دُنْيَا باب نصر کا اسم تفضیل واحد مونث اس کا واحد مذکر ہے اَدْنٰى دَنُوٌّ سے مشتق ہے بمعنیٰ گھٹیا ہونا یہ صفت ہے اَلْحَيٰوةُ کی یہ مرکب توصیفی مجرور۔ جار مجرور متعلق ہے اَتْرَفْنَا کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف ہے اَلَّذِيْنَ پر دونوں عطف مل کر صفت [illegible] متعلق قَالَ کا یہ سب مل کر

جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر قول ہوا۔ مَا نافیہ مشبہ بلیس ھٰذَا اسم اشارہ قریب کے لئے بمعنی یہ اس کا مشار الیہ رَسُوْلًا ھٰذَا مستثنیٰ منہ اِلَّا حرف استثناء متصل بَشَرٌ موصوف مِثْلُکُمْ مرکب اضافی صفت بَشَرٌ کی دونوں مل کر مستثنیٰ ھذا مستثنیٰ منہ اپنے مستثنیٰ سے مل کر اسم ہے مَا نافیہ کا یَاْکُلُ باب نصر کا مضارع حال مثبت معروف اس کا فاعل ھُوَ ضمیر صیغہ واحد مذکر غائب جس کا مرجع ہے رَسُوْلًا مِنْ حرف جر بعضیت کے لئے مَا اسم موصول مراد ہیں کھانے کی چیزیں تَاْکُلُوْنَ۔ باب نصر کا مضارع حال مثبت معروف جمع مذکر حاضر اَکْلٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے چبا کر غذا کھانی اس کا فاعل اَنْتُمْ ضمیر پوشیدہ کا مرجع۔ قوم کے لوگ یعنی عام انسان مِنْہُ جار مجرور متعلق ہے تَاْکُلُوْنَ کا مِنْ جارہ بعضیت کا اور ہ ضمیر کا مرجع مَا موصولہ تَاْکُلُوْنَ فعل با فاعل متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صلہ ہوا موصول صلہ مل کر مجرور یہ جار مجرور متعلق ہے یَاْکُلُ کا سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ یَشْرَبُ باب سمع کا مضارع حال واحد مذکر غائب شُرْبٌ سے مشتق ہے۔ ترجمہ ہے پینا متعدی ہے اس کا فاعل ھُوَ پوشیدہ جس کا مرجع ہے رَسُوْلًا مِنْ جارہ بعضیت کا مَا موصولہ تَشْرَبُوْنَ باب سمع کا مضارع حال مثبت معروف جمع مذکر حاضر اس کا فاعل اَنْتُمْ پوشیدہ۔ مرجع قوم کے عوام یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا موصول صلہ مل کر مجرور۔ جار مجرور مل کر متعلق ہے یَشْرَبُ کا۔ یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا یَاْکُلُ کے جملے پر دونوں عطف مل کر خبر ہے مَا نافیہ کی۔ مَا نافیہ مشبہ بلیس اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ ہوا قَالَ الْمَلَؤُ کا۔ قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ

فَاَرْسَلْنَا فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ وَ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَ اَتْرَفْنٰهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۙ مَا هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ یَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَ یَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ حضرت نوح علیہ السلام کے کئی زمانوں بعد ہم نے جس قوم کو بھی زمین پر بسایا اور ہر طرح کی شان وآن دولت عزت قوت دے کر پروان چڑھایا اور نشو ونما سے افرادی اولادی کمال و جمال بنایا۔ مگر ابلیس و شیاطین نے ان کو گمراہ کر کے مشرک کافر ظالم و مغرور بنایا۔ تب ہم نے ان میں بھی ان ہی کی قوم قبیلے برادری کی جانا پہچانا ہوا ایک عظیم طیب و طاہر نیک متقی امین کریم حلیم و رحیم مرد کو ان میں سے ہی ان کے لئے نبی رسول صاحب شریعت پیغمبر مبعوث فرما دیا۔ اور حسب دستور اپنا ازلی قدیمی پیغام ایمان و دین متین دے کر اس نبی مکرم نے بھی اپنی قوم سے یہی فرمایا کہ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ۔ اے لوگو صرف اللہ تعالیٰ کی ہی عبادت کرو جو تمہارا خالق مالک جل شانہ ہے اس لئے کہ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ کائنات ارضی و سماوی میں اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی بھی معبود نہیں ہو سکتا نہ حقیقتاً نہ مجازاً نہ عقلاً نہ نقلاً نہ بصیرۃً نہ بصارۃً نہ علماً نہ شعوراً کیونکہ الہ اور معبود صرف وہی ہو سکتا ہے جو اپنے عبد کا خالق بھی ہو رازق اور خالق صرف وہ ہو سکتا ہے جو زندگی بھی دے سکے موت بھی اور رازق وہ جو آسمان و زمین سے رزق عطا فرمائے اور رزق وہی دے سکتا ہے جو سورج چاند چلا سکے چاند بھرا سکے بارشیں برسا سکے ہوائیں دوڑا سکے کواکب گھما سکے کھیت باغات شجرات اگا سکے حیوان و انسان پھیلا سکے۔ جب ان نعمتوں قدرتوں قوتوں حکمتوں کا مالک رازق صرف اللہ تعالیٰ ہے تو معبود و مسجود مستحق عبادت بھی وہی ہے یہ عام فہم بات ہے معمولی عقل والا بھی سمجھ لیتا ہے کتنی بڑی خباثت ہے مشرکین کی کہ موت و حیات کی نعمتیں اللہ تعالیٰ سے پاتے ہیں اور مانتے بھی ہیں مگر عبادت کرتے

ہیں بتوں کی جو نہ کچھ دے سکیں نہ لے سکیں نہ بنا سکیں نہ بگاڑ سکیں نہ خود کو بچا سکیں اے میری قوم کے بیوقوف منکرو بدقسمتو کیا تم ایسے مجبور و بے بس کو سجدے کرتے ان سے دعائیں کرتے روتے گڑگڑاتے ہو۔ نعمتیں اللہ تعالیٰ کی کھاتے برتتے ہو، سوتے آرام کرتے ہو اللہ تعالیٰ کے دن رات میں اسی کے سورج کی دھوپ بادلوں کے روپ پاتے ہو زمین کی غذائیں فضا کی ہوائیں لیتے ہو پھر بھی اَفَلَا تَتَّقُوْنَ تو کیا تم رب کے جلال کی قیامت کے عذاب کی حساب وکتاب کی ہیبت نہیں رکھتے کہ نہ توحید کی امانت کا خیال رہا نہ شریعت کی ہدایت کا نہ رسولوں کی رسالت کا نہ دین حق کی صداقت کا نہ سابقہ قوم کفار کی ہلاکت کا ان کی پھیلی ہڈیاں بکھری چمڑیاں ٹوٹی بستیاں دیکھ کر بھی عبرت نہیں پکڑتے۔ تم کیسے بدنصیب ہو کہ نہ تقویٰ نہ طہارت نہ خوف نہ خشیت نہ عبرت نہ جنت کی چاہت نہ جہنم سے نفرت۔ حضرت عبداللہ بن عباس کا فرمان ہے کہ یہ نبی حضرت ہود علیہ السلام اوران کی قوم عاد تھی اس قول کی تین دلیلیں دی جاتی ہیں پہلی دلیل یہ کہ قوم نوح کے بعد پہلی بڑی قرن اور کافر وکفر ساز یہی قوم عاد ہوئی۔ اور یہاں مِنۢ بَعْدِهِمْ فرما کر یہی نشاندہی فرمائی جارہی ہے دلیل دوم فَاَرْسَلْنَا فِيْهِمْ رَسُوْلًا سے حضرت ہود ہی مراد ہیں اور انہوں نے ہی اپنی نافرمان ضدی کافر قوم کو سمجھاتے ہوئے فرمایا تھا۔ وَاذْكُرُوْۤا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ فِى الْخَلْقِ بَصْۜطَةً (اعراف:۶۹) ترجمہ۔ اور اے قوم والو کفر وکفران نہ کرو۔ یاد کرو اپنے خالق مالک رب تعالیٰ کے احسان وانعام کو کہ قوم نوح کے بعد تم کو شان اکرام عطا فرمائی زمین کا خلیفہ قومی عروج کا بادشاہ اور پوری زمین میں تم کو عزت نفسانی وقوت جسمانی بخشی اور مخلوق میں اس وقت صرف تم کو وہ صحت لحامت شحامت ملی جو کسی اور کو نہ ملی۔ آیت پاک کے بیان کردہ یہ اوصاف بھی صرف قوم عاد میں تھے۔ دلیل سوم۔ یہاں فرمایا گیا قَرْنًا اٰخَرِيْنَ آگے ارشاد ہے وَ اَتْرَفْنٰهُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا یعنی ہم نے اس قَرْنًا اٰخَرِيْنَ کو بہت امیر وخوشحال بنایا۔ سورۃ شعراء کی آیت ۱۲۳، ۱۳۴، ۱۳۳ میں قوم عاد کا نام لے کر یہی تمام اوصاف بیان فرمائے گئے چنانچہ سورۃ شعراء آیت ۱۲۳ میں ارشاد ہوا كَذَّبَتْ عَادُ ۨالْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ پھر وہیں آیت ۱۳۳ میں ارشاد ہے اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّبَنِيْنَ ۝ وَجَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ۝ ان آیات کو ملانے سے یہی ظاہر وثابت ہوتا ہے کہ یہاں قَرْنًا اٰخَرِيْنَ سے حضرت ہود کی قوم عاد ہی مراد ہیں ان دلائل کی وجہ سے اکثر مفسرین نے بھی قول ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ہی ترجیح دی ہے۔ ہود علیہ السلام کا شجرۂ نسب بھی بتا رہا ہے کہ مِنۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ سے مراد قوم عاد ہی ہے کیونکہ نوح علیہ السلام سے قریب تر ہے۔ شجرۂ نسب اس طرح ہے۔ ہود علیہ السلام بن شالخ عبداللہ بن رباح بن خلود بن عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام بن ملک لامخ بن متوشلخ بن ادریس علیہ السلام بن شیث علیہ السلام بن آدم علیہ السلام۔ حضرت نوح و ہود علیہما السلام کے درمیان کوئی نبی نہیں ثابت ہوا کہ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ یہی قوم عاد ہی ہے۔ یہ سب نسب نام مومنین کا ہے۔ خیال رہے کہ قوم عاد دو ہیں۔ پہلی قوم عاد خلوء بن عاد کی اولاد سے اس کو عاد اول کہا جاتا ہے ان کا علاقہ یمن تھا قرآن مجید میں اس کو عاد ہود کہا گیا ہے عاد دوم کا نام قوم ثمود مشہور ہوا یہ ثمود بن عاد کی اولاد تھی اسی کو قوم صالح کہا جاتا ہے اور عاد جدید بھی۔ عاد بن عوص کے چار بیٹے تھے۔ ا۔ عمالقہ۔ ۲۔ شداد۔ ۳۔ خلود۔ ۴۔ ثمود ان میں سے شداد کی اولاد نہ چلی یہ نامرد تھا اس کی چالیس بیویاں تھیں یہ ساری دنیا کا بادشاہ ہوا ہے اس نے بھی نمرود کی طرح خدائی کا دعویٰ کیا اور علاقہ یمن میں اپنی جنت بنائی تھی۔ عمالقہ کی تعداد اولاد بہت زمانوں

تک پھیلی یہ قوم اب بھی بعض افریقی علاقوں میں پائی جاتی ہے۔ عاد اول کی تعداد پچیس ہزار تھی۔ عاد ثانی یعنی قوم ثمود کی تعداد آٹھ ہزار تھی۔ قوم عاد کا وطن ملک یمن کا میدانی علاقہ تھا۔ قوم ثمود کا وطن رہائشی یمن کا پہاڑی علاقہ تھا۔ دونوں قوموں کے عروج و وجود میں سو سال کا فاصلہ تھا۔ قوم عاد میں سے تین ہزار مومن ہو گئے تھے۔ قوم ثمود میں اولاً صرف چند مومن بنے تھے۔ لیکن ترجیح مفسر تابعی ابو سلیمان دمشقی اور امام التاریخ علامہ طبری کے قول و دلائل کو ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ رَسُولاً سے مراد حضرت صالح ہیں آپ کی قوم کا نام ثمود تھا۔ صالح علیہ السلام بھی اسی قوم قبیلے سے تھے۔ اس قول کی بھی تین دلیلیں ہیں پہلی دلیل یہ کہ یہاں فرمایا گیا مِنْ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ اٰخَرِيْنَ کا معنی ہے اخیر میں یعنی بہت بعد میں جبکہ قوم عاد حضرت نوح کے بہت بعد نہ تھی بلکہ فوراً بعد تھی۔ دوسری دلیل۔ سورۃ شعراء آیت ۱۴۱ میں قوم ثمود اور حضرت صالح کا نام لے کر جو باتیں بیان فرمائی گئیں وہ یہاں کی باتوں کے مشابہ ہیں۔ ۱۔ یہاں اس قرن کے اترافِ یعنی دولتمند ہونے کا ذکر ہے اور سورۃ شعراء آیت ۱۴۸ میں اس قوم ثمود کی دولتمندی کی وضاحت فرمائی گئی ہے کہ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ۔ وَّ زُرُوْعٍ وَّ نَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ ۔ ۲۔ یہاں فرمایا گیا لَيُصْبِحُنَّ نٰدِمِيْنَ اور سورۃ شعراء آیت ۱۵۷ میں فرمایا گیا فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ ۔ ۳۔ یہاں فرمایا گیا فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ یعنی پکڑ لیا ان کو حقیقی واقعی چیخ نے۔ اور سورۃ شعراء آیت ۱۵۷ میں فرمایا گیا فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ یعنی ایسا عذاب آیا جس نے پکڑ لیا ان کو یہاں وہاں دونوں جگہ پکڑ کا ذکر ہے اور پکڑ چیخ سے ہی ہوتی ہے۔ تیسری دلیل۔ قوم عاد پر طوفانی ہوا کا عذاب آیا تھا وہاں اخذ و پکڑ کا ذکر نہیں بلکہ ہلاکت کا ذکر ہے۔ قوم ثمود چیخ سے ہلاک کئے گئے سورۃ ہود آیت ۶۷ میں ثمود کا نام لے کر فرمایا گیا۔ وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ یعنی ظالم قوم کو چیخ نے پکڑ لیا۔ ان سب وضاحتوں سے ثابت ہوا کہ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ قوم ثمود ہے نہ کہ قوم عاد۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کو ترجیح دینے والوں نے یہاں اَلصَّيْحَةُ کا معنی کیا ہے لوگوں کی چیخ و پکار حالانکہ یہ معنی غلط ہے۔ کیونکہ عربی لغت میں بھگدڑ و گھبراہٹ کی چیخ و پکار کو صَرْفَةُ الْمغَادِرَة کہا جاتا ہے کھیل کود کے شور و غل کو زَعْقَةُ الْمَلَاعِبَة کہا جاتا ہے اور زخمی کے کراہنے کو حَشْرَجَةُ الْجراحي کہا جاتا ہے ثابت ہوا کہ الصَّيْحَةُ ذاتی شخصی شور و غل یا کراہنے کو نہیں کہا جاتا ایسے ہی کسی آسمانی ناگہانی عذاب کو بھی مجازاً الصیحة نہیں کہا جاتا۔ نہ سیلابی عذاب کو نہ غرقابی نہ وبائی امراض و قتال جنگی عذاب کو۔ لفظ الصیحة خاص کسی جانب کی غیبی چیخ و چنگھاڑ کو فرمایا گیا ہے جو دائیں یا بائیں یا آگے پیچھے یا اوپر نیچے کی طرف سے ہو۔ نیز سورۃ ہود۔ اور شعراء اور یہاں لفظ اَخذَ فرمانا بھی خاص جانب کی کرخت و ہولناک کڑک دار ہلاک کر دینے والی چیخ کو ثابت فرما رہا ہے۔ ان دلائل سے ثابت ہوا کہ حضرت ابن عباس کا قول و دلائل کمزور ہیں غرضیکہ حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم ثمود کو بہت محبت و شفقت نرمی سے سمجھایا دین حق کی طرف بلایا قوم نے جو بھی مطالبہ کیا جیسا چاہا معجزہ مانگا حضرت صالح نے رب تعالیٰ سے دلوایا۔ ہر مطالبہ پورا کرایا صرف اس لئے تاکہ میری قوم بت پرستی چھوڑ کر حق پرست بن جائے اور کفر کے ظلم و فسق والے عذاب دنیوی و سزاء اخروی سے نجات پائے یہ سلسلہ تبلیغ سو سال تک رہا۔ لیکن سواء چند امراء اور ان کے ساتھیوں کے باقی اکثریت وہ تھی جنہوں نے ایمان سے انکار کیا۔ وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ اور ہر بار یہی کہا ان رسول علیہ السلام کی قوم کے ان سرداروں نے جو جدی پشتی کافر تھے اصل نسل کے منکر تھے جنہوں نے اپنے کفر میں

حشر نشر‘ قیامت‘ حساب و کتاب سزاء و ثواب کے لئے لقاء آخرت اور حیات ابدیت کو جھٹلا دیا۔ حیات ثانیہ و بعثت اخروی کے عقیدے میں مشرکین کے ہمیشہ سے دو نظریئے رہے۔ ۱۔ کچھ مشرکین کا عقیدہ ہے کہ دوسری زندگی کچھ نہیں بس فنا ہی فنا ہے نہ حشر کا اٹھنا نہ قیامت کا حساب۔ پہلے زمانوں میں علاقہ یمن شام‘ فلسطین کے مشرکین کا یہی عقیدہ تھا۔ اسی لئے قوم ثمود کا عقیدہ بھی یہی تھا۔ وَكَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ میں ثمود کے اسی کفر کا ذکر ہے۔ ۲۔ اور کچھ مشرکین کا عقیدہ ہے کہ یہ مرنے کے بعد زندگی ہے مگر قیامت اور حساب کتاب عذاب و ثواب جنت و دوزخ و حاضری بارگاہِ الٰہی رجوع الی اللہ کچھ نہیں۔ ان کا نظریہ و عقیدہ ہے کہ مر کر دوسری زندگی میں جسم یہی دنیوی ہوتا ہے مگر روح دوسری ہوتی ہے اور رہائش بھی اسی زمین پر ہوتی ہے صرف علاقہ و جگہ بدلتی ہے کفار نے اس دوسری زندگی کا نام آوا گون رکھا ہے اسی کو کفار ہند دوسرا جنم کہتے ہیں۔ ان کفار کا خیال ہے کہ جنگلاتی بھوت پریت چھلاوا‘ ڈائن دیو‘ پری‘ ویرانوں کی دوپہری اور بیابانوں کی رات جنگلاتی چھبیلے بڈاوے مردہ انسانوں کے ہی دوسرے جنم ہیں اور بھٹکی روحیں یہ عقائد ایران میں رزتشت اور اس کے معتقدین نے مشہور کئے ایران سے مصر میں مصر سے ہندوستان میں۔ قوم عاد اول کا یہی عقیدہ تھا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ کا ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ دوسری زندگی کا انکار نہیں صرف حاضری بارگاہ قیام قیامت و حساب و جزا جنت و دوزخ کا انکار کرتے تھے۔ قوم صالح کے سمجھانے کے باوجود لقاء آخرت کے قطعاً منکر و تکذیب شدید کرتے رہے۔ اور اسی سرکشی میں توحید کا انکار بت پرستی کا اقرار نبوت سے نفرت احکام شریعت سے غفلت ظلم میں مسرور نیکی سے دور برائیوں سے الفت اچھائیوں سے کلفت۔ اتنی سرکشی خرمستی کے باوجود ان کفار نابکار و اشرار نابکار پر ہمارا کرم اس طرح جاری کہ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا اتنی سرکشی نافرمانی اکڑ و غرور پر بھی ہم نے ان قوم والوں کو ہر طرح نوازا عیش و آرام بخشا اور ہم نے ان لوگوں کو ہر حال میں اس وقت کی ہر قوم قبیلے علاقے کے افراد سے اتراف کر دیا تھا کہ خوشحالی و مالی عزت میں سب سے اعلیٰ و بالا بنا دیا تھا دنیا کی ہر دولت ہر سہولت میں سب سے آگے تھے اور جانور‘ اولاد‘ بیٹے‘ بیٹیاں‘ خدام‘ لونڈیاں‘ غلام‘ مالداری میں چشمے‘ نہریں‘ باغات‘ جنگلات‘ کھیت‘ صحت‘ ڈیل ڈول‘ قد آور فنکار‘ بڑا علاقہ‘ عظیم سرداری غرضیکہ ہر نعمت سے بھرپور ملک کبیر‘ عقل‘ فن‘ صنعت و حرفت‘ دولت‘ طاقت‘ صحت اولاد ہر قسم کی فراوانی کو اتراف کہا جاتا ہے۔ اتراف سے نعمتوں کا حصول‘ پھر نعمت سے عزت‘ عزت سے سرداری‘ سرداری سے خوشحالی خوشحالی سے غرور غرور سے بداخلاقی‘ بداخلاقی سے بدعقیدگی‘ بدعقیدگی سے کفر فسق‘ ظلم کی بدتمیزیاں قوم میں پھیلتی چلی گئیں۔ پھر نہ خوف خدا رہا نہ شرم نبی رہی اور بدبختی یہ کہ جتنی دولت زیادہ ہوتی جاتی اتنی ہی بے غیرتی بے شرمی حق سے نفرت باطل سے محبت بڑھتی جاتی یہاں تک کہ ایک وقت آیا کہ نبی جیسی بے مثل ذات بے عیب شخصیت قوت و اختیار‘ حسن اخلاق با کمال با جمال والے رسول مکرم کو بھی اپنے سے کمتر سمجھتے ہوئے اور غریبوں بے عقلوں بے علموں سے تشبیہ دیتے ہوئے کہنا شروع کر دیا کہ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ۔ اے لوگو یہ نبی رسول نہیں یہ تو بالکل تم جیسا معمولی بشر ہے۔ ہر حال ہر قول فعل ہر کیفیت ہر مکان زمان میں بھی تمہاری مشابہ ہے۔ لہٰذا اس کی اطاعت و اتباع نہ کرنا نہ اس کا دین قبول کرنا یہ تو اتنا معمولی و محتاج ہے کہ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ۔ یہ شخص تو کھانا بھی کھاتا ہے اور وہی چیزیں کھاتا ہے جو تم کھاتے ہو اور پیتا بھی ہے وہی پانی جو تم پیتے ہو۔ صرف فرق یہ نظر آتا ہے [illegible] ہے سرداران قوم

یہ باتیں کرتے سناتے عوام کو ورغلاتے آستانہ نبوت سے بھگاتے دور کرتے وقت بھی ڈرتے جھجکتے ہوئے ایسا انداز اختیار کرتے کہ ہر ایک کو یہ معلوم ہو جاتا تھا کہ ان کا ضمیر ان کی زبان کا ساتھ نہیں دے رہا۔ کیونکہ ان کی زبانیں تو ہر طرح کی کجی و مثلیت بیان کر کے نبوت کا انکار کرتی کراتی بتاتی تھیں مگر انکا ضمیر باطنی پکار پکار کر کہتا تھا کہ نہیں یہ تمہاری مثل نہیں یہ تو بے مثل و باکمال ہے ہر قول و فعل طبیعت ظاہریت باطنیت کھانے پینے میں لاجواب اور ایسا بے مثل کہ

تو خوری گردد پلید از تو جدا او خورد گردد ہمہ نور خدا

اے جاہلو نہ یہ تم جیسا ہے نہ تم اس جیسے اس کا تو کھانا پینا بھی بے مثل ہے کہ تم کھاتے ہو پلیدی بنتی ہے یہ کھاتا ہے تو نورِ خدا بنتا ہے تمہاری زبانیں کہتی ہیں آنکھیں دیکھتی ہیں کہ وہی چیزیں کھاتا ہے جو تم کھاتے ہو مگر تمہاری عقلی ضمیریں جانتی ہیں طریقہ اکل و شرب جدا ہے۔ غرضیکہ اکثر ایسا ہی ہوا کہ کفار اور گستاخوں کی تقریر و تحریر انبیاء علیہم السلام کی شان اقدس میں ہم مثلی و مثلکم کی گستاخیاں کرتی رہیں مگر ان کی ضمیریں انبیاء علیہم السلام کے بے مثلیت کے قصیدے گاتی رہیں اور کہتی رہیں کہ بے مثل خدا نے انہیں بے مثل بنایا۔ حضرت صالح علیہ السلام کی عمر دو سو اسی سال ہوئی آپ نے ایک سو چالیس کا زمانہ پوری قوم میں گزارا۔ پھر ہلاکت کفار کے بعد اپنی مومن قوم و امت ایمانیہ میں درس و تدریس دینی تعلیم و تربیت فرماتے ہوئے ایک سو چالیس گزارے قوم ثمود میں عوام کی تعداد آٹھ ہزار تھی۔ جن میں امراء خاندانوں کے افراد مرد و زن کی تعداد پندرہ سو تھی۔ اخیر وقت تک تقریباً چار ہزار افراد قوم ایمان لائے جن میں چھ سو امراء قوم مومن بنے۔ چار ہزار کافر ہی رہے۔ ان کفار میں نو سو امراء خاندان سے تھے۔ (از تفسیر صاوی) صالح علیہ السلام کو چالیس سال کی عمر میں تبلیغ نبوت کی اجازت ملی۔ آپ کا زمانہ ولادت وفات ہود علیہ السلام سے سو سال بعد ہوا۔ اس زمانے میں ہر شخص کی عام عمر کم از کم تقریباً تین سو سال ہوتی تھی۔ صالح علیہ السلام کا نسب نامہ اس طرح ہے۔ صالح علیہ السلام ابن عبید بن آسف بن ماشخ بن عبید بن خاور بن ثمود بن عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام بن ملک لامخ بن متوشلخ بن ادریس علیہ السلام بن شیث علیہ السلام بن آدم علیہ السلام وَاللّٰہُ تَعَالٰی وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

ان آیات میں مفسرین کے مختلف اقوال

اَرْسَلْنَا کے تفسیری معنیٰ میں دو قول۔ ا۔ بعض نے کہا کہ اَرْسَلْنَا اپنے اصلی معنیٰ میں ہے یعنی ہم نے بھیجا ایک رسول اور انہوں نے خود اپنی تبلیغ میں کہا اُعْبُدُو اللّٰہَ۔ ۲۔ بعض نے کہا کہ اَرْسَلْنَا کا معنیٰ ہے۔ قُلْنَا۔ یعنی ہم نے رسول سے کہا کہ قوم سے کہو اُعْبُدُو اللّٰہَ اس حکم الٰہی کی تبلیغ کرو۔ اسی لئے ان اُعْبُدُو اللّٰہَ میں یہ اَنْ مصدریہ ارشاد ہوا۔ رَسُوْلًا میں دو قول۔ ا۔ اکثر نے فرمایا یہاں رَسُوْلًا سے مراد صالح علیہ السلام ہیں۔ ان کی قوم بنی ثمود تھی باعتبار دلائل یہی قول قوی و درست ہے۔ ا۔ بعض کے فرمایا یہاں رسول سے مراد ہود علیہ السلام ہیں ان کی امت دعوت قوم عاد تھی یہ قول باعتبار دلائل کمزور ہے۔ اسی بیان کی تفصیل تفسیر عالمانہ میں دیکھئے۔ مِنْھُمْ کے معنیٰ میں تین قول۔ ا۔ بعض نے کہا یہ رسول اس قوم کے علاقہ سے تھے برادر قبیلے سے نہ تھے۔ ۲۔ بعض نے کہا کہ مِنْھُمْ کا معنیٰ ہے کہ قومیت ایک تھی مگر قبیلہ و برادری جدا تھی۔ ۳۔ بعض نے کہا کہ مِنْھُمْ کا معنیٰ ہے کہ قوم قبیلہ برادری [illegible] ایک ہی تھا۔ [illegible] قول [illegible] خیال [illegible] کہ قومیت آبائی تعلق کو کہا جاتا

ہے۔اور قبیلہ نسلی واولادی تعلق کو کہا جاتا ہے۔اور برادری خونی تعلق کو کہا جاتا ہے۔مثلاً اہل مکہ کی قومیت قریش ہے اس قوم کے دس قبیلے ہیں۔اموی' عباسی' فاروقی' صدیقی' علوی' عثمانی' سادات اور ہر قبیلے کی بہت سی برادریاں ہیں مثلاً سادات' بخاری' ترمذی' افغانی' ہندی' پنجابی وغیرہ لفظ اَنْ میں دو قول۔۱۔بعض نے کہا کہ یہ اَنْ مصدریہ ہے اور آیت کا ترجمہ اس طرح ہے کہ پس ہم نے بھیجا ایک رسول ان میں ہی سے یہ بات کہنے کے لئے کہ فقط اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ ۲۔بعض نے کہا کہ اَنْ تفسیر یہ ہے اور پوری آیت کا ترجمہ اس طرح ہے کہ ہم نے ان میں سے ایک رسول بنا کر فرمایا کہ اپنی قوم کو ہمارا یہ پیغام وحکم سناؤ اَنِ اعْبُدُو اللّٰهَ. بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ میں دو قول۔۱۔اکثر نے فرمایا لِقَآءِ آخرت کی تکذیب کا معنیٰ ہے آخرت کی زندگی کو بھی جھٹلایا یعنی قیامت حساب کتاب عذاب ثواب جنت دوزخ سب کا انکار کیا یہی قول درست ہے کیونکہ قوم ثمود کا یہی کلی انکار کا عقیدہ تھا۔ ۲۔بعض نے کہا کہ لقاء آخرت کی تکذیب کا معنیٰ یہ ہے کہ صرف حاضری بارگاہِ الٰہی اور حساب قیامت جنت دوزخ کا انکار نہ کہ دوسری زندگی کا انکار یہ عقیدہ قوم عاد کا تھا۔

فائدے

ان آیات سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔**پہلا فائدہ**: انسانوں پر کتنا عظیم کرم ورحم ہے رب تعالیٰ کا کہ جب تک اللہ تعالیٰ سرکشوں ظالموں کافروں گستاخوں بدکرداروں وبدکاروں کے پاس اپنا نبی رسول بھیج کر دین ایمان کا پیغام شریعت محبت وشفقت نہیں بھیج دیتا اور وہ نبی رسول ہر طرح کمال محبت کی تبلیغ مشفقانہ سے سمجھا نہیں لیتے اس وقت تک ہر ظالم کافر سرکش کو ہر طرح کا آرام وسکون ہی ملتا ہے اور ہر قسم کی دولت ملتی رہتی ہے اگرچہ سرکشی تخریب کاری دہشت گردی کرتے رہیں۔پہلے زمانوں میں بروں کو سمجھانے کے لئے انبیاء علیہم السلام آتے تھے۔اب علماء اولیاء صوفیا پیدا ہوتے رہتے ہیں بعوث انبیاء بھی اللہ تعالیٰ کا کرم تھا۔اور وجود علماء واولیاء بھی اللہ تعالیٰ کا ہی کرم ہے۔اب ہم کو چاہئے کہ ہم سب مسلمان اس فیضان الٰہی سے فیضیاب ہوتے رہیں یہ ہی اپنی اپنی قسمت وسعادت ہے۔پہلی قوموں کو حد سے گزرنے کے بعد عذاب آسمانی وناگہانی سے ہلاک کیا جاتا رہا مگر اب تو محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں عذاب بھی بند ہے۔ہاں البتہ قہر الٰہی و عتاب ربانی آسکتا ہے۔اس لئے سب کو وقت قہر وعتاب سے پہلے عبرت ونصیحت لینی چاہئے۔آج مسلمانوں اور دیگر انسانوں کو بذریعہ قرآن گذشتہ قوموں کے یہ قصے واقعات سنانے کا مقصد بھی یہی ہے۔یہ فائدہ فَاَرْسَلْنَا فِيْهِمْ رَسُوْلًا میں فَ تعقیبیہ فرمانے سے حاصل ہوا۔بتایا یہ جا رہا ہے کہ ہم نے قَرْنًا اٰخَرِيْنَ کو بھی کثیر عیش وآرام سے نشوونما فرمایا جب وہ بھی کفر ظلم گستاخی میں بڑھتے ہی رہے تب عذاب نازل کیا گیا۔**دوسرا فائدہ**: دنیوی عظمت واخروی عزت سب میں بڑی دولت تقوئے ایمانی ہے یعنی خوف وخشیت الٰہی جب یہ نصیب ہوتا ہے تب ہی ایمان کی ہدایت اعمال کی سعادت ملتی ہے۔یہ فائدہ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ کا سوالیہ جملہ فرمانے سے حاصل ہوا۔یعنی اگر تمہاری خوش قسمتی سے تم کو پہلے ہی خشیت ربانی حاصل ہے تو پھر تم پر میری باتوں کا اثر ہوگا ورنہ نہیں اسلئے اپنے دل ودماغ کو استعمال کرو شاید یہ دبی ہوئی دولت ابھر کر سامنے آجائے اور تم ایمان سے منور اعمال سے مزین ہو جاؤ۔آج اور تا قیامت ہر غافل وکاسل مسلمان کو تذکر وتفکر تعمل کی دعوت عام دی جا رہی ہے۔**تیسرا فائدہ**: انبیاء علیہم السلام کو کبھی بھی کسی قول فعل عمل عادت [illegible] معمولی انسان نہ کہنا

چاہئے نہ سمجھنا چاہئے اور کسی چیز میں بھی انبیاء علیہم السلام سے برابری یا برتری کا دعویٰ نہ کرنا چاہئے۔ یہ کفریہ گستاخی شیطان نے سکھائی کفار نے اپنائی اور موجودہ دور کے ایک گستاخ بے ادب باطل و بوجہلی فرقہ نے نبھائی۔ اور اب بھی نبھاتا شیطان کا ساتھ دیتا چلا آ رہا ہے۔ خدا تعالیٰ بھٹکے ہوؤں کو ہدایت نصیب فرمائے۔ دیکھو کفار نے اپنے نبی علیہ السلام کے ظاہری کھانے پینے کو دیکھا اور کفر پر ڈٹ گئے۔ باطن کو نہ جانا حالانکہ ظاہر و باطن میں بے شمار فرق ہوتا ہے۔ اگر شعور کی دولت سے باطن کو جان لیتے تو کبھی بھی برابری و ہم مثلی کا دعویٰ نہ کرتے نہ کسی کو مثلکم کہہ کر ورغلاتے۔ غور کرو کہ ایک ہی پھول کا رس شہد کی مکھی نے چوسا تو شہد بنا بھڑ نے چوسا تو زہر بنا۔ دونوں کا کھانا ایک جیسا مگر باطن میں کتنے فرق ہیں۔ ظاہراً دونوں پرندے جسم و شکل شباہت وزن حجم قد میں بھی ایک جیسے لیکن باطن میں کتنا فرق مگر شیطان کے بدعقلی والے کفار و بدعقیدے والے فرقہ گستاخ کو یہ بات سمجھ نہیں آتی۔ اس قسم کی بدعقلیاں شروع زمانوں سے ہوتی چلی آ رہی ہیں یہ فائدہ قَالَ الْمَلَؤُ کی پوری آیت میں مِنْ قَوْمِهٖ میں مِنْ تبعیضیہ فرمانے کے بعد الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا فرمانے سے حاصل ہوا کہ ان کفار و منکرین قیامت نے ہمیشہ انبیاء علیہم السلام کو بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کہا اور سمجھا اسی کو بہانہ بنا کر ایمان سے انکار کیا۔ اور کفار کی دیکھا دیکھی موجودہ گستاخ فرقے نے یہی کفریہ گستاخی شروع کی اور اسی آڑ میں نعت خوانی و تعظیم نبی و معجزات کے منکر ہوئے نور ہونے اور غیب جاننے میلاد منانے کا انکار یہ سب کفریہ گستاخیاں صرف اسی بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کی گمراہی بدعقیدگی کی وجہ سے ہیں۔ کوئی نیک بندہ ایسی بری اور جھوٹی بات نہیں کہہ سکتا۔ منشاء باری تعالیٰ اس سنانے میں یہی ہے کہ اے نیک مومن بندو کسی بدعقیدہ فرقے کی دیکھا دیکھی تم کبھی ایسی کفریہ بات نہ کہنا نہ کبھی کسی چیز میں خود کو کسی نبی علیہ السلام کے برابر سمجھنا۔ ورنہ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (حجرات: ۲)

احکام القرآن

ان آیات پاک سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ:** فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام ایک ہی دین لے کر مبعوث ہوتے رہے مگر شریعتیں مختلف ہوتی رہیں اور مختلف شریعتوں کی عبادتیں اور عبادتوں کے طریقے مختلف ہوتے رہے۔ یہ مسئلہ فِيْهِمْ رَسُوْلًا اور اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ فرمانے سے مستنبط ہوا۔ اور اس آیت پاک نے تین باتیں سمجھائیں۔ پہلی یہ کہ قرن آخرین کے نبی ایک رسول تھے دوم یہ کہ ان کی شریعت علیحدہ مستقل تھی کیونکہ رسول اس نبی کو کہا جاتا ہے جن کی شریعت علیحدہ ہو اور کسی پوری قوم کی طرف مبعوث ہوں سوم یہ سب انبیاء علیہم السلام ایک ہی دین لے کر تشریف لاتے رہے۔ سب نے ہی شرک کو کفر قرار دیا۔ اور اللہ واحد لاشریک کی عبادت خالص کا ہی حکم فرمایا ہاں البتہ نئی شریعت کی وجہ سے دین کا نام بدلتا رہا۔ **دوسرا مسئلہ:** اگرچہ تمام انبیاء علیہم السلام دنیا میں وہی چیزیں کھاتے پیتے تھے جو تمام انسان کھاتے پیتے ہیں مگر خورد و نوش کا طریقہ جداگانہ ہوتا تھا۔ یہ فرق کفار کو صاف نظر آتا تھا۔ کیونکہ کفار و فساق جاہلوں پاگلوں اور جانوروں کی طرح بھاگتے دوڑتے چلتے پھرتے اور کھڑے کھڑے کھاتے پیتے تھے مگر انبیاء علیہم السلام نہایت مہذب و طریقہ انسانیہ کی طرح خود بھی بیٹھ کر کھاتے اور اہل ایمان کو بھی اسی ہی تہذیب شرعی ایمانی کا حکم دیتے تھے۔ کفار و فساق حرام و حلال پاک و پلید سب کچھ کھا جاتے تھے۔ بلکہ حلال اشیاء کو بھی سود رشوت غصب ظلم چوری ڈکیتی سے حرام کر کے کھا لیتے تھے۔ مگر

انبیاء علیہم السلام اور ان کے متبعین عین حکم ربانی وطریقہ ایمانی کے مطابق تعلیم وحی سے نہایت صاف ستھری پاکیزہ چیزیں حلال اشیاء اور صرف حلال وجائز طریقوں سے کھاتے پیتے تھے۔ غرضیکہ کفار وفساق کا کھانا پینا مثل جانوروں کے منہ مارنا ہوتا تھا۔ اور اب بھی ہے۔ مگر انبیاء کرام کا کھانا پینا تناول فرمانا ہے۔ یہ مسئلہ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ اور مِمَّا تَشْرَبُوْنَ کے قول کفار کو نقل فرمانے سے مستنبط ہوا۔ کہ دیکھو کفار نے مِمَّا اور مِنْهُ کہہ کر یہ تقول ثابت کیا کہ وہی چیزیں کھاتے پیتے ہیں کہ جو ہم کھاتے پیتے ہیں مگر یہ نہ کہہ سکے کہ بِمِثْلِكُمْ يَاْكُلُوْنَ وَمَا يَشْرَبُوْنَ تمہاری ہی مثل کھاتے پیتے ہیں۔ کھانے پینے کا یہ مومنانہ وکافرانہ طریقہ فرق بالکل ظاہر تھا اور اب بھی ہے بلکہ تا قیامت ظاہر رہے گا کتنے بدنصیب ہیں وہ مسلمان جو کھانے پینے میں تعلیم وتربیت نبوت کا ساتھ چھوڑ کر کفار کا ساتھ دیتے ہیں۔ بلکہ کفار سے بھی زیادہ بدتہذیب و بے تمیز بن کر جانوروں کی طرح کھانے پینے میں جاہلانہ وغیر شرعی طریقے اختیار کرتے ہیں نہ حرام کی پرواہ نہ پلید کی تفتیش پتہ نہیں مسلمانوں نے کھڑے بھاگتے کھانا پینا کس سے کہاں سے کس شیطان سے سیکھ لیا۔ اس طرح بدتمیزی سے موجودہ یہود ونصاریٰ انگریز بھی کھڑے ہوکر نہیں کھاتے پیتے۔ ہم نے خود برطانیہ امریکہ وغیرہ میں دیکھا کہ وہ سب کرسیوں پر بیٹھ کر کھاتے ہیں لیکن یہ موجودہ عوام مسلمان جتنے بدتہذیب' جاہل' ضدی اور تعلیم نبوت سے دور اسلامی شریعت سے نفور تہذیب انسانی شرافت آدمیت سے مجہول ہوتے جارہے ہیں اتنے غیر مسلم لوگ نہیں ہیں علماء ہزار مرتبہ سمجھائیں کہ یہ حرام ہے یہ مکروہ تحریمی یہ ناجائز یہ شریعت کی مخالف یہ جہنم کا راستہ مگر یہ ضد کے پکے دین کے کچے اپنی ہی من مانیوں شیطان بازیوں میں مصروف ومشغول ہیں بلکہ اب تو ان سرکشوں دنیا پرستوں نے اپنے خطیب وامام بھی وہ مقرر کر لئے ہیں جو عوام کی مثل ہی جاہل و بے شرع ہیں۔ نہ روکیں نہ ٹوکیں خود ان کے سانچے میں ڈھل جائیں چال میں آجائیں جال میں پھنس جائیں۔ **تیسرا مسئلہ:** اہل شریعت فرماتے ہیں دنیا میں دو قسم کی نعمتیں ہیں۔ ۱۔ فانی نعمتیں۔ ۲۔ باقی نعمتیں دونوں کی پہچان یہ ہے کہ فانی نعمتیں اَتْرَفْنَا ہیں ان سے صرف عیش وآرام طلبی' عزت نفس' غرور وتکبر حاصل ہوتا ہے یہ کفار کو فقط فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا میں ملتی ہیں۔ اور کفار کو سرکش بناتی ہیں۔ اور باقی نعمتیں رَزَقْنَا ہیں یہ لِلْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ہیں یہ دنیا میں حاصل ہوتی ہیں۔ آخرۃ ابدی تک باقی رہتی ہیں۔ دنیا میں بشکل خیرات صدقات دی جاتی ہیں۔ بندگانِ الٰہی کے ہاتھوں سے اور آخرت میں بشکل ثواب لی جاتی ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ کے دست کرم عطاء فضل سے۔ یہ فقط ایمان والوں کو حیات دنیوی کے لئے ملتی ہیں۔ مومن ان نعمتوں کو نیکی اور اعمال صالحہ عبادت تقویٰ طہارت کا ذریعہ بناتا ہے۔ یہ مسئلہ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فرمانے سے مستنبط ہوا لہٰذا چاہئے کہ ہر مسلمان اس فرق کو یاد رکھ کر زندگی بھر اس بات کو جان لے کہ اس کی عضوی' عقلی' قلبی جسمی' مالی سامانی نصیحتیں لِلْحَيٰوةِ الدُّنْيَا بن کر باقی ابدی ہوتی جارہی ہیں یا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا رہ کر فانی ہوتی جارہی ہیں۔ اور یہ بھی ہر مسلمان اندازہ لگاتا رہے کہ اس کی دولت وامیری۔ رَزَقْنَا ہے یا اَتْرَفْنَا اس لئے کہ مال رزقنا ذریعہ ثواب ہے۔ اور مال اَتْرَفْنَا ذریعہ عذاب ہے رَزَقْنَا ایمان کی طرف لاتا ہے اور اَتْرَفْنَا کفر کی طرف۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ **پہلا اعتراض** [illegible] اور توحید الٰہی

ایمان کا نام اور یہ ظاہر و یقینی بات ہے کہ ایمان پہلے ہونا چاہئے اعمال و عبادت بعد میں اور تمام مفسرین فرماتے ہیں کہ اُعْبُدُو اللّٰهَ سے اعمال کا حکم مراد ہے۔ اور مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ سے توحید باری تعالیٰ مراد ہے جو اصل ایمان ہے اور ہمیشہ اصل و بنیاد پہلے ہوتی ہے فروع بعد میں تو چاہئے تھا کہ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ پہلے فرمایا جاتا اور اُعْبُدُو اللّٰهَ بعد میں فرمایا جاتا۔ مگر یہاں اُعْبُدُو اللّٰهَ پہلے فرما کر عبادت و اعمال کا حکم و تبلیغ پہلے فرمایا۔ اور مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ بعد میں ذکر کر کے ایمان کی تبلیغ بعد میں کی گئی۔ گویا کہ شاخوں کا ذکر پہلے جڑ کا ذکر بعد میں ہوا۔ چاہئے یہ تھا کہ آیت اس طرح ہوتی فَاَرْسَلْنَا فِيْهِمْ رَسُوْلًا اَنْ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ فَاعْبُدُ اللّٰهَ اس طرح ترتیب صحیح رہتی۔ **جواب:** اس کے دو طرح جواب دیئے گئے ہیں ایک یہ کہ یہاں اصل فرع بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ علیت و معلولیت سمجھانا مقصود ہے اُعْبُدُ اللّٰهَ جملے کو معلول بنایا گیا ہے اور مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ کے جملے کو اس کی علت اور معلول پہلے ہوتا ہے علت بعد میں اس لئے یہی ترتیب بہترین ہے اور یہ عقلی تبلیغ تھی کہ اے لوگو اللہ تعالیٰ کی ہی عبادت کرو اس لئے کہ اس کے سوا کوئی بھی تمہارا معبود نہ ہے نہ ہو سکتا ہے نیز اس تقدم تاخر سے حصر کا بھی فائدہ حاصل ہوا یعنی فقط اللہ تعالیٰ کی ہی عبادت کرو۔ اگر اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ کا جملہ بعد میں ہوتا تو نہ تعلیل ظاہر ہوتی نہ حصر پیدا ہوتا۔ نہ عقلی تبلیغ بنتی عقلی تبلیغ اس لئے ضروری ہوتی ہے کہ عقلی کلام جامع مانع مفید تر اور زود اثر ہوتا ہے۔ ہر ذی عقل کے دل و دماغ میں گھر جاتی ہے ذہن و عقل میں جلدی اترتی ہے۔ جواب دوم یہ کہ اُعْبُدُو اللّٰهَ فقط اعمال کا حکم ہی نہیں ایمان کا بھی تھا۔ اور بتایا یہ گیا تھا کہ قوم والو بت پرستی کی شرک عبادت دل دماغ کے عقیدوں سے نکال کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اقراراً تصدیقاً۔ اعتقاداً وہی تم سب کا معبود ہے اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں یعنی عبادت پر ایمان لاتے ہوئے اداء اعمال صالحہ کرو اس جواب میں یہ پوری آیت دعوت ایمان ہے۔ جواب دونوں صحیح ہیں۔ **دوسرا اعتراض:** اس کی کیا وجہ کہ یہاں قَرْنًا اٰخَرِيْنَ کا قول نقل کرتے ہوئے آیت ۳۳ میں فرمایا گیا وَقَالَ الْمَلَاُ واؤ کے ساتھ لیکن قوم نوح کا قول نقل کرتے ہوئے آیت ۲۴ میں فرمایا گیا فَقَالَ الْمَلَاُ ف کے ساتھ اس فرق کی وجہ کیا ہے؟ **جواب:** تاریخی عبارات و روایات سے ثابت ہے کہ قوم نوح کفر کے علاوہ بھی بہت گستاخ مغرور بے ادب و بے لگام تھی جب بھی نوح علیہ السلام دین و ایمان عبادت و اخلاق کی تبلیغی نصیحتیں فرماتے تو فوراً اسی وقت نہایت رعونت غرور بے ادبی بے شرمی ڈھٹائی سے اپنے عوام کو حضرت نوح کے متعلق آپ کے سامنے ہی منہ در منہ ایسے فقرے بولنا شروع کر دیتے جن کا ذکر وہاں آیت ۲۴، ۲۵ میں نقل کیا گیا۔ وہاں لفظ ف فرما کر روایتی و تاریخی اقوال کی نقل ثابت کرتے ہوئے تائید ظاہر کی گئی کہ واقعی قوم نوح کے امراء ایسے ہی گستاخ و مردود تھے۔ فَقَالَ فرما کر تبلیغ نوح وانکار قوم کا اتصال بیان فرمایا گیا۔ لیکن تاریخ سے ثابت ہے کہ قوم صالح اگرچہ کفر میں سخت مزاج تھے۔ مگر بے لگام و جاہل بے غیرت نہ تھے نہ ہی کمینہ خصلت تھے۔ گستاخی اور کفریہ انکار بھی کرتے تھے تو سامنے نہیں بلکہ علیحدہ ہو کر اپنی محفلوں مجلسوں میں کرتے تھے۔ اس لئے واؤ ارشاد ہوئی جس نے صرف یہ بتایا کہ کفریات بکتے تھے مگر فوراً سامنے یا بعد میں علیحدہ اس کی کوئی وضاحت نہیں۔ البتہ تواریخ احادیث و دیگر آیات سے ثابت ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام کا قوم پر رعب تھا اور قوم میں کچھ تمیز داری، اخلاقی بلندی اور رکھ رکھاؤ تھا تبلیغ نبوت سے صرف حیران تھے اور ذات نبی کے متعلق عجیب قسم کے ذاتی و ذہنی بناوٹی تخیلات و تصورات بنا رکھتے تھے۔ ان وجوہ سے وہاں واؤ اور یہاں ف فرمانا

عین درست ہے۔

تفسیر صوفیانہ

نفسیات اولین کو ہلاک کرنے کے بعد پھر جب خواہشات آفرین کو وادی جسمانیہ میں ہم نے ظاہر فرمایا تو ان میں بھی طہارت بدنی وبقاء جسمانی کے لئے ایک دوسری قوت روحانی کو ہم نے بھیجا اسی پیغام لاہوتی احکام جبروتی ومنہاج ملکوتی کے ساتھ کہ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ عبادت کروائے خواہشات نفسیات ہمہ تن گوش وہم عقل ہوش بن کر اپنے خالق اللہ تعالیٰ کی عقل کے قیام شعور کے رکوع قلب کے سجود ذات کے تشہد صفات کے سلام والی نماز محبت وعقیدت ادا کر کے کیونکہ وہی اللہ تعالیٰ تمہاری روح جمالی وبدن کمالی کا معبود کامل ہے۔ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ اے خواہشات ناسوتیہ کے نشانات ثانیہ والو تو کیا اب بھی تم کو جہان رنگ وبو کے اتار چڑھاؤ سے خوف فنا کی عبرت حاصل نہیں ہوتی۔ اور خالق ثواب کی خشیت نہیں ملتی وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ اور بولے وہ جو ابدان فانیہ میں اہل نفس تھے اور جمیت کے کافر وازلیت وابدیت کے منکر تھے وہی جن کو ہم نے زمین جسمانی میں حیات عارضی کی طبیعت ومزاج عناصر وحواس ظواہر کی خوشحالیاں بخشی تھیں۔ اور کہنے لگے ناصح مخلص کے اقوال زریں سن کر ہر محفل شیطانیہ ومجلس نفسانیہ جلی وخفی میں اپنی کذابیت ظاہر کرتے ہوئے کہ مَا هٰذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اے اعضاء مغلوبیہ وجوارح سکیہ اس روح جسدی میں کوئی قوت' طاقت' نصرت' فتحت نہیں ہے یہ بالکل تمہاری ہی طرح کمزور ومجبور مغلوب ومقہور ہے۔ یہ تمہاری ہی مثل بدنِ کثیف میں محبوس ہے اس کا چلنا پھرنا بھاگنا دوڑنا حرکات وسکنات بالکل تمہاری ہی مثل ومشابہ مجبوریوں میں مقید واسیر ہے اس کا اپنے آپ کو جسم لطیف کہنا بالکل غلط ہے۔ اجسام لطیف بھلا کہیں اس کی طرح بدن میں قید ہوتے ہیں یہ تو اس کے باطن کے خفیہ حالات غیبیہ اور کیفیات سریہ ہیں جو تم اہل ظاہر سے پوشیدہ ہے اگر تم کو ہماری ان حقیقت بیانیوں کا یقین نہیں آتا تو تم خود اس کے ظاہر کو دیکھ لو کہ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ جو تم اعضاء کثیف کھاتے ہو وہی اشیاء مادیہ یہ روح لطیف ہونے کا دعویدار بھی کھاتا ہے۔ اور جو مشروبات ناسوتی تم پیتے ہو وہی اس کا پینا ہے کیا روحانی غذائیں ایسی ہوتی ہیں اور یہ بھی غور کرو کہ تمہاری بیماریوں سے اس کی بیماری تمہاری نقاہتوں سے اس کی نقاہت' صوفیاء عظام فرماتے ہیں کہ ہر کافر وفاسق کو اہل اللہ کے متعلق یہی غلط فہمی ہے اسکی وجہ یہ کہ دنیا کے کافرین وفاسقین صرف ظاہر کے بینا ہیں باطن کے نابینا ہیں اگر باطن کو دیکھ سکتے تو اہل نفس واہل قلب کی ہر عادت وعبادت میں ہزاروں فرق نظر آجاتے کیونکہ کفار وفساق اہل نفس ہیں نفس سے کھاتے پیتے ہیں مگر اہل قلب اہل اللہ ہیں وہ قلب روح سے کھاتے پیتے ہیں اہل نفس کا کھانا اسراف وکفران ہے۔ مگر اہل قلب کا کھانا اخلاق وایمان ہے۔ دنیا میں کسی بھی کردار عظیم کی تکمیل دکھ جذبے ایثار واحساس کے بغیر نہیں ہوتی کسی بھی بندہ عاقل کو اپنے کام پر فخر کا غرور اور کامیابی کی خوشی دلنسی نہ ہونا چاہئے کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ہر قہقہے کے بعد آنسو اور آنسوؤں کی تہہ میں آہوں وزخموں کی جلن ہوتی ہے۔ خوش قسمت ہے وہ انسان جو دنیوی خوشیوں کو چھاؤں اور غمیوں کو دھوپ ہی سمجھتا ہے اس سے زیادہ اس کے دل میں دنیوی خوشی غمی کی کوئی وقعت نہیں ہوتی اس لئے کہ دنیا میں نہ ٹھنڈی چھاؤں کو ثبات وقرار ہے نہ تپتی دھوپ کو۔ وہی بندہ ہر میدان میں کامیاب ہے جس کے پاس ایمانی زاد راہ کی نعمت ہے اور جس کے ہاتھ میں شریعت طریقت حقیقت معرفت کے

اعمال میں لگن اور دلچسپی ظاہر نہ کرے کسی بھی شخص میں ذہانت پیدا نہیں ہوتی۔ اہل اللہ فرماتے ہیں کہ دوسروں کی ہدایت و خیر خواہی میں لگے رہنا ہی اصل و کامیاب زندگی ہے۔ یہی تبلیغ انبیاء علیہم السلام کا مقصد اور بیعت اولیاء اللہ و تربیت علماء کا مفاد ہے۔ اے ظالم دنیوی کسی کا شیشہ دل توڑنے سے پہلے اتنا سوچ لو کہ اس کی کرچیاں تمہارے ہاتھوں کو بھی زخمی اور لہولہان کر دیں گی ظلم کی دولت سے مظلومیت کی غربت بدرجہا بہتر ہے۔

وَ لَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۳۴﴾

لہٰذا البتہ اگر اطاعت کی تم لوگوں نے اس بشر کی جو تمہاری ہی شکل کا ہے تب بیشک تم اس وقت البتہ سخت گھاٹے والے ہو جاؤ گے

اور اگر تم کسی اپنے جیسے آدمی کی اطاعت کرو جب تو تم ضرور گھاٹے میں ہو۔

اَیَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَ كُنْتُمْ تُرَابًا وَّ عِظَامًا

کیا وعدہ دیتا ہے یہ بشر تم کو کہ بیشک تم جب مر جاؤ گے اور ہو جاؤ گے قبروں میں مٹی اور ہڈیاں

کیا تمہیں یہ وعدہ دیتا ہے کہ تم جب مر جاؤ گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جاؤ گے

اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ ﴿۳۵﴾ هَیْهَاتَ هَیْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۶﴾

تو یقیناً تم پھر زندہ نکالے ہوئے ہو گے نفرت ہے نفرت ہے اس جھوٹ سے جس کا تم وعدہ دیئے جاتے ہو

اس کے بعد پھر نکالے جاؤ گے کتنی دور ہے کتنی دور ہے جو تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے

اِنْ هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا نَمُوْتُ وَ نَحْیَا وَ مَا نَحْنُ

نہیں ہے وہ زندگی مگر فقط ہماری دنیوی حیات بس یہیں ہم مرتے رہتے ہیں اور پیدا ہوتے رہتے ہیں اور ہم نہیں ہوں گے

وہ تو نہیں مگر ہماری دنیا کی زندگی کہ ہم مرتے جیتے ہیں اور ہمیں

بِمَبْعُوْثِیْنَ ﴿۳۷﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ ِافْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ

کبھی بھی دوبارہ زندہ اٹھائے ہوئے نہیں ہے یہ مگر ایسا مرد جس نے جھوٹ بنالیا ہے اللہ پر

اٹھنا نہیں وہ تو نہیں مگر ایک مرد جس نے اللہ پر

كَذِبًا وَّ مَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِیْنَ ﴿۳۸﴾

کذب بیانی سے اور نہیں ہیں ہم اس کے لئے کبھی بھی مومن بننے والوں میں سے

جھوٹ باندھا اور ہم اسے ماننے کے نہیں۔

تعلقات

ان آیات پاک کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آیات میں کفار کے انبیاء علیہم السلام کی تبلیغ نہ ماننے کی وجہ بیان کی گئی کہ چونکہ یہ انبیاء بھی تمہاری طرح کھاتے پیتے ہیں اسلئے نبی نہیں ہو سکتے۔ اب ان آیات میں کفار کی بیان کردہ دوسری وجہ بیان کی جارہی ہے یعنی کفار سرداروں نے اپنے غربا ساتھیوں شہریوں سے کہا کہ اگر تم نے ان دعوئے نبوت کرنے والے اپنے جیسے بشروں کی بات مانی تو بہت نقصان میں رہو گے۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیات میں کفار کے انکار قیامت کے عقیدے کا ذکر کیا گیا۔ اب ان آیات میں اسی عقیدے کی بنا پر انبیاء علیہم السلام کی نبوت اور تبلیغ ماننے سے انکار کا ذکر فرمایا جارہا ہے کہ وہ کفار اپنی اس بدعقیدگی کی بناء پر انبیاء کو نہیں مانتے۔ **تیسرا تعلق:** پچھلی آیات میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے قوموں میں ہی اپنے نبیوں رسولوں کو مبعوث فرمایا اور انبیاء و رسل علیہم السلام نے رب تعالیٰ کے حکم سے تبلیغ فرمائی۔ اب ان آیات میں فرمایا جارہا ہے کہ کفار نے ان ہی دونوں حقیقتوں کا انکار کر کے کفر کمایا یعنی یہ کہ نہ ان کو اللہ نے نبی رسول بنایا نہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایمان توحید قیامت حیات بعد الممات کی تبلیغ کا حکم دیا یہ انبیاء (معاذ اللہ) اپنے پاس سے اللہ پر افتریٰ باندھتے ہیں اس لئے ہم سرداران کفر ان کو نہیں مانتے۔

تفسیر نحوی

وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ ﴿۳۵﴾ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۶﴾ واؤ عاطفہ اگلے جملہ کا لَخٰسِرُوْنَ۔ تک عطف ہے مَا هٰذَا کے جملے پر لام کہے برائے تحقیق یقین بمعنی البتہ اِنْ حرف شرط اَطَعْتُمْ باب افعال کا ماضی مطلق مثبت معروف جمع مذکر حاضر اَطْعٌ سے بنا ہے اسکا مصدر ہے اِطَاعَةٌ دراصل تھا اَطَاعٌ بوجہ ثقل پہلی ہمزہ افعال کی گرگئی دوسری ہمزہ مادے کی باقی ہے۔ فرمانبرداری کرنا حکم ماننا یہاں مراد ہے ایمان لانا۔ اللہ رسول کو ماننا۔ اس کا فاعل اَنْتُمْ ضمیر صیغہ پوشیدہ جس کا مرجع ہے قوم کے عوام بَشَرًا اسم مفرد جامد بمعنی ظاہری کھال وشکل وصورت والا۔ مراد ہے انسان موصوف مثل اسم حاصل مصدر بمعنی مشابہ ہم شکل۔ مضاف ہے۔ کم مضاف الیہ یہ مرکب اضافی صفت ہے۔ بَشَرًا کی یہ مرکب توصیفی مفعول بہ ہے۔ اَطَعْتُمْ فعل فاعل مفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہوئی۔ اِنَّ مشبہ بالفعل کم ضمیر منصوب متصل اسم ہے اِنَّ کا۔ اِذًا حرف جزا دراصل اِذْنْ ظرف کے لئے زمانی ہے ترجمہ ہے تو اس وقت لام تاکید یہ خٰسِرُوْنَ باب سمع کا اسم فاعل جمع مذکر خسرٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے گھاٹا پانا نقصان اٹھانا۔ اس کا فاعل ضمیر پوشیدہ اَنْتُمْ یہ اسم فاعل با فاعل جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے اِنَّ کی۔ اِنَّ اپنے اسم خبر سے مل کر جزا ہوئی شرط و جزا مل کر جملہ شرطیہ انشائیہ ہو کر پچھلے مَا هٰذَا پر عطف ہے اَ ہمزہ سوالیہ یَعِدُ باب ضرب کا مضارع حال مثبت معروف وَعْدٌ سے مشتق ہے۔ اس کا فاعل هُوَ پوشیدہ ضمیر صیغہ مرجع ہے رَسُوْلٌ کم ضمیر مفعول بہ اول۔ اَنَّ حرف مشبہ کم ضمیر اس کا اسم۔ اِذَا حرف شرط مِتُّمْ باب ضرب کا ماضی مطلق جمع مذکر مثبت معروف مَيْتٌ سے مشتق ہے بمعنی مرنا یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ كُنْتُمْ باب نصر کا ماضی مطلق جمع مذکر حاضر فعل ناقصہ ہے اس کا اسم اَنْتُمْ ضمیر صیغہ پوشیدہ جس کا مرجع قوم کے عوام۔ تُرَابًا اسم مفرد نکرہ مخصصہ مراد جسم کا مٹی ہونا معطوف علیہ واؤ عاطفہ عِظَامًا اسم جمع نکرہ مخصصہ مراد ہے جسمانی

ہڈیاں گوشت کے بغیر معطوف ہے تُرَاباً پر دونوں مل کر خبر ہے کُنْتُمْ فعل ناقصہ کی یہ اپنے اندرونی اسم کو بیرونی خبر سے مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر معطوف ہے۔ مِتُّمْ پر دونوں مل کر شرط ہے۔ اَنَّ مشبہ کُمْ اسم مُخْرَجُوْنَ باب افعال کا اسم مفعول جمع مذکر اس کا مصدر ہے اِخْرَاجٌ معنیٰ ہے نکالنا خَرُوْجٌ سے بنا ہے بمعنیٰ نکلنا۔ مُخْرَجُوْنَ کا ترجمہ ہے نکالے ہوئے ہو گے تم۔ یہ اسم مفعول مستقبل کے لئے ہے اَنْتُمْ ضمیر پوشیدہ اس کا نائب فاعل۔ دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے اِنَّ کی سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر جزا ہے اِذَا مِتُّمْ وشرط و جزا مل کر خبر ہے اِنَّ کی وہ اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مفعول بہ ہے یَعِدُ کا یَعِدُ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مقولہ دوم ہوا قَالَ الْمَلَؤُ کا۔ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ۔ اسم فعل بمعنی ماضی بھی ہوتا ہے بمعنی امر بھی بمعنی مصدر بھی بمعنی حاصل مصدر بھی یہاں حاصل مصدر ہے۔ دو بار کہنا تاکیدی سختی کے لئے ہے لغوی ترجمہ ہے نفرت یہاں اس معنی میں ہے۔ ماضی کا معنی ہے دور ہو گیا۔ ہائے توبہ کتنی غلط بات کتنی خلاف عقل و بری بات امر کا معنی ہے چل دور ہٹ مصدر کا معنی ہے دفع دور ہونا۔ حاصل مصدر کا معنی ہے دوری نفرت اور نفرت کرنے کی تین وجہ ہوتی ہیں۔ ۱۔ بوجہ گندگی۔ ۲۔ بوجہ جھوٹ۔ ۳۔ خلاف عقل ہونا یہاں دوسرے دو معنی ہیں اس کی چالیس قرئتیں ہیں مگر اٹھارہ ظاہر ہیں۔ ۱۔ هَيْهَاتَ مثل كَيْفَ اَيْنَ۔ ۲۔ هَيْهَاتِ مثل اَمْسِ۔ ۳۔ هَيْهَاتُ مثل حَيْثُ۔ ۴۔ هَيْهَاتاً۔ ۵۔ هَيْهَاتٌ۔ ۶۔ هَيْهَاتٍ۔ ۷۔ هَيْهَات۔ ۸۔ هَيْهَاهَ۔ ۹۔ هَيْهَاهْ۔ ۱۰۔ هَيْهَاهِ۔ ۱۱۔ هَيْهَا۔ ۱۲۔ هَيْهَاءَ۔ ۱۳۔ هَيْهَاءِ۔ ۱۴۔ هَيْهَاءٌ۔ ۱۵۔ اَيْهَاتَ۔ ۱۶۔ اَيْهَاتْ۔ ۱۷۔ اَيْهَاتِ۔ ۱۸۔ اَيْهَاهْ (صاوی، معانی) پہلی قرأت صحیح ہے یہ دونوں لفظ مبتداء ہے۔ لام حرف جر مَا موصولہ مجرور تُوْعَدُوْنَ باب ضرب کا فعل مضارع مجہول جمع مذکر حاضر اَنْتُمْ اس کا پوشیدہ نائب فاعل۔ یہ فعل نائب فاعل اور اپنے متعلق مقدم لِمَا سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے۔ هَيْهَاتَ مبتدا کی دونوں جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ سوم ہوا قَالَ الْمَلَؤُ کا۔ اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿٣٧﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا وَّمَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِيْنَ اِنْ نافیہ هِيَ ضمیر واحد مونث غائب مرفوع منفصل اس کا مرجع ہے مُخْرَجُوْنَ کا مقصد کلام یعنی حیات۔ هِيَ مستثنیٰ منہ اِلَّا حرف استثناء متصل حَيَاتُ اسم مونث مفرد مضاف نَا ضمیر جمع متکلم مجرور متصل مضاف الیہ یہ مرکب اضافی پھر مضاف الیہ الف لام حرفی عہد خارجی دنیا اسم تفضیل واحد مونث دَنُوٌّ اور دَنَاءَةٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے بہت گھٹیا ہونے والی۔ مراد ہے یہ جہان اَلدُّنْيَا مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مستثنیٰ ہے۔ هِيَ کا دونوں مل کر مبتداء نَمُوْتُ باب نصر کا مضارع حال استمراری جمع متکلم۔ ترجمہ ہے ہم لوگ مرتے رہتے ہیں یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ نَحْيَا باب فتح کا فعل مضارع جمع متکلم حال مثبت معروف حَیٌّ مضاعف ثلاثی سے مشتق ترجمہ ہے زندہ ہوتے رہتے ہیں مراد ہے ولادت سے پیدا ہوتے رہتے ہیں ہم۔ اس کا فاعل ضمیر صیغہ نَحْنُ پوشیدہ یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا۔ نَمُوْتُ کے جملہ پر۔ دونوں عطف مل کر ذوالحال ہوا۔ واؤ حالیہ۔ مَا نَحْنُ قائم مقام ہے لَسْنَا فعل ناقصہ جمع متکلم کا لَسْنَا تامہ ہے اس کا فاعل ضمیر صیغہ پوشیدہ بعض نے کہا مَا مشبہ بلیس قائم مقام ہے لَسْنَا کا دراصل ہے۔ لَسْنَا نَحْنُ یہ نَحْنُ اس کا فاعل ب جارہ بمعنیٰ فِيْ ظرفیہ مکانیہ معنیٰ ہے میں سے۔ مَبْعُوْثِيْنَ باب فتح کا اسم مفعول جمع مذکر برائے جمع متکلم یہ اسم مفعول اپنے نائب فاعل نَحْنُ پوشیدہ کے ساتھ جملہ اسمیہ ہو کر مجرور ہو کر متعلق ہے لَسْنَا پوشیدہ کا سب مل کر جملہ فعلیہ

تامہ ہوکر حال ہے نَمُوْتُ وَ نَحْيَا کا ذوالحال حال مل کر خبر ہے هِيَ مبتدا کی دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ چہارم ہوا۔ اس عبارت کا ترکیبی ترجمہ ہے بس یہی ہماری زندگی ہے دنیا کی کہ مرتے رہتے ہیں پیدا ہوتے رہتے ہیں ہم اس حال میں کہ نہیں ہیں ہم اٹھائے ہوؤں میں سے اِنْ نافیہ هُوَ ضمیر مستثنیٰ منہ اس کا مرجع رَسُوْلًا۔ اِلَّا حرف استثناء رَجُلٌ مستثنیٰ یہ دونوں مل کر مبتدا اِفْتَرٰی باب افتعال ماضی مطلق فَتْرِیٌ سے بنا ہے۔ مصدر ہے اِفْتِرَاءٌ ترجمہ ہے بناوٹ کرنا۔ جھوٹ لگانا۔ اسکا فاعل هُوَ ضمیر واحد مذکر غائب مرجع ہے رَجُلٌ عَلَى اللّٰهِ یہ جار مجرور متعلق ہے كَذِبًا اسم حاصل مصدر بمعنیٰ جھوٹی بات کا۔ یہ مفعول بہ ہے اِفْتَرٰی فعل سب سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر خبر ہے مبتداء کی دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہوکر معطوف علیہ۔ واؤ عاطفہ مَا نافیہ مشبہ قائم مقام لَسْنَا دراصل ہے۔ لَسْنَا نَحْنُ نَحْنُ اس کا فاعل لَهٗ۔ جار مجرور پہلا متعلق بِ جارہ مُؤْمِنِيْنَ باب افعال کا اسم فاعل جمع مذکر برائے جمع متکلم اس کا فاعل نَحْنُ پوشیدہ ضمیر۔ اس کا مرجع ہے مَلَؤٌ یہ اسم فاعل با فاعل جملہ اسمیہ ہوکر مجرور اور متعلق دوم لَسْنَا پوشیدہ فعل تامہ کا سب مل کر جملہ فعلیہ عامہ خبریہ ہوکر معطوف ہوا اِنْ هُوَ کے جملے پر۔ دونوں عطف مل کر مقولہ پنجم ہوا۔ قَالَ الْمَلَؤُا اپنے پانچوں مقولوں سے مل کر جملہ قولیہ فعلیہ خبریہ ہوگیا۔ اہل لغت فرماتے ہیں کہ اِفْتِرَاءٌ کا معنیٰ ہے کسی تجربے کے لئے کسی جانور کی کھال کاٹنا یا چیر پھاڑ کرنا مقصود اپنا فائدہ ہو زخمی کا فائدہ مراد و مقصود نہ ہو۔ خود بخود اس کا فائدہ ہو جائے یا نہ ہو خواہ زخمی تاب نہ لا کر مر بھی جائے تو پرواہ نہیں قرآنِ مجید میں یہ لفظ شرک کفر ظلم کذب کے لئے ہی استعمال فرمایا گیا ہے اس کا مادہ فَرْیٌ ہے جس کا معنیٰ ہے کسی کے فائدے کے لئے ہی اس کی کھال کاٹنا یا چیر پھاڑ کرنا جیسے ڈاکٹروں کا اپریشن کرنا۔ فَرْیٌ کو باب افعال میں لا کر اِفْتِرَاءٌ کا معنیٰ ہے صرف فساد اور ہلاکت کے لئے کسی کی کھال کاٹنا یا چیر پھاڑ کرنا اپنا کوئی مفاد نہ ہو۔ (روح البیان)

تفسیر عالمانہ

وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ ﴿۳۵﴾ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۶﴾ اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿۳۷﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ ۨافْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا وَّمَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۸﴾۔ اے قوم والو! ہم تم کو اس لئے بار بار سمجھا رہے ہیں کہ تم لوگ عقل کے کچے تجربے کے کمزور اور مشاہدے کے بے سمجھ ہو تاریخوں اور کتابوں کے مطالعے اور اپنے بڑوں کی باتیں سن کر ہمارا تجربہ ہے کہ اس قسم کی باتیں نری کہانیاں اور کہاوتیں ہی ہوتی ہیں اور دعوے نبوت کرنے والے اکثر جھوٹے و غلط بیان ہوتے ہیں۔ لہٰذا بچو اس سے۔ اور البتہ اگر تم نے اس اپنے جیسے بشر و عام انسان کی اطاعت کر لی اور اپنا آبائی اصلی دین و بت پرستی چھوڑ دی اور اس کا بتایا ہوا توحید و رسالت والا دین قبول کیا تو ہم سچی و تجربہ شدہ بات کہتے ہیں کہ بیشک تم اس دن سے ہر طرح کا نقصان پانے اٹھانے کمانے حاصل کرنے والے ہو جاؤ گے۔ پوری زندگی کہیں تمہارا کوئی فائدہ نہ ہوگا نہ اپنوں میں نہ پرایوں میں نہ قوم قبیلہ برادری میں اور نہ ہم میں عزت، محبت الفت مروت پاؤ گے۔ نہ عوام و خواص میں۔ کیا تم یہ حالات و نقصانات برداشت کر لو گے اور اس کی اتباع و اطاعت کر کے یہ سب مخالفت و دیوی دیوتاؤں کی معاقبت جھیل سکو گے۔ قوم ثمود کے امراء سردار محض اپنی سرداری و امارت کو باقی رکھنے کے لئے اس طرح کی دھمکی آمیز نصیحتیں لوگوں کو بلا بلا کر دعوتیں کھلا کھلا کر محفلیں سجا

سجا کر مجالس میٹنگ بنا بنا کر۔ مال و دولت لٹا لٹا کر ایڑی چوٹی کا زور لگا لگا کر۔ اکثر وقت گھروں میں جا جا کر سمجھایا کرتے تھے ان امرا کو بتوں کی محبت دین آبائی کی الفت سے زیادہ اپنی حکمرانی بچانے کی فکر تھی اور یہ ڈر تھا کہ کہیں یہ لوگ حضرت صالح علیہ السلام کا دین قبول کر کے ان کو ہی اپنا سردار نہ بنالیں۔ فقط اسی خطرے کے پیش نظر قوم کو بہکار ہے تھے آستانہ نبوت سے ہٹار ہے تھے دین حق سے ورغلا رہے تھے۔ اور اپنی اس دنیوی خوشحالی کو اپنی سچائی و حقانیت کی دلیل بنا رہے تھے۔ اُمراءِ قوم کو یہ اعتراض نہ تھا کہ حضرت صالح نبوت کے ذریعہ سردار قوم بننا چاہتے ہیں اس لئے کہ سردارِ قوم وہ قومی خاندانی اعتبار سے پہلے ہی تھے۔ بلکہ بڑے بڑے سردار آپ کی بڑائی وحسن کارکردگی واعلیٰ اخلاق کو مانتے تھے جیسا کہ سورۃ ہود کی آیت ۶۲ میں امراء ثمود کا قول ان لفظوں میں نقل فرمایا گیا۔ قَالُوْا یٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِیْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَاۤ۔ یعنی سب بڑے چھوٹے عوام و خواص اس حقیقت کے قائل تھے اور کہا کرتے تھے کہ اے صالح تم ہم میں پہلے سے ہی ہونہار ذی عقل و بڑے آدمی ہو۔ اس حقیقت کا اعتراف اس لئے تھا کہ صالح علیہ السلام امیر ہونے کے علاوہ بہت سخی' مہمان نواز حاجت روا' مشکل کشا' غریبوں' یتیموں' بیواؤں کی دادرسی فرمانے والے صاحب خلق عظیم تھے اور قوم میں سب سے اونچے خاندان و قبیلے کے تھے۔ اس لئے سرداران قوم کو افراد قوم کے ورغلانے' حق سے ہٹانے کے لئے۔ یُرِیْدُ اَنْ یَّتَفَضَّلَ عَلَیْكُمْ۔ کہنے کی ضرورت نہ تھی نہ یہ بہانہ چل سکتا تھا اس لئے قوم کو آستانہ نبوت سے ہٹانے کے لئے امراء نے تین شبہات تراش کر پیش کئے۔ پہلا شبہ حیات بعد الموت کی حقیقت کے انکار سے۔ دوسرا شبہ حساب قیامت کی حقانیت میں۔ تیسرا شبہ نبوت صالح علیہ السلام کے برحق ہونے میں۔ یہاں ان تینوں شبہوں کا ذکر کیا گیا۔ چنانچہ اَیَعِدُكُمْ (الخ) میں پہلا شبہ اور وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْنَ میں دوسرا شبہ۔ اور وَمَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِیْنَ میں تیسرا شبہ مذکور ہوا۔ ابتداء آفرینش سے تا قیامت ہر کافر اور فاسق کے ذہن شیطانی میں یہ خیالِ باطل سمایا ہوا ہے کہ یہ جہان میٹھا اگلا کس نے دیکھا اور یہ خیالِ باطل ذہنوں میں اتنا راسخ ہو چکا ہے کہ اس کے خلاف کسی کی بھی نصیحت سننے کے لئے تیار نہیں نہ مشغولیت عیاشی دنیا سے منہ موڑنے کے لئے آمادہ ہوتے ہیں۔ اسی دھوکے اور غلط فہمی کی بنا پر سب کفار و فساق اپنی قیمتی عمر کوشش و ہمت' تعلیم و تربیت' قیمتی سانسیں سب کچھ فقط دنیوی دولت عیش و آرام سکون چاہت عزت حاصل کرنے میں برباد کر دیتے ہیں۔ یہی خیالِ خام حیاتِ دنیوی کو تباہ کر رہا ہے کہ

یہ جہاں یوں ہی رہے گا اور ہزاروں جانور   اپنی اپنی بولیاں سب بول کر مر جائیں گے

ہم نہ ہوں گے خود تو پھر نسلوں میں آتے جائیں گے۔ دیگر کفار کی طرح قوم ثمود بھی اسی باطل ذہنیت و وہمیت میں مبتلا تھی اور دینِ نبوت قبول کرنے میں منکر تھی۔ انکار کی وجہ سے بار بار مختلف اعتراضات کئے جاتے۔ جب کسی انسان کے ذہن میں یہ خلاف حقیقت کفریہ بات بیٹھ جائے کہ مرنے کے بعد کوئی زندگی نہیں نہ قیامت نہ حساب و کتاب نہ ثواب عذاب نہ جنت دوزخ کچھ بھی نہیں تو لازماً وہ انسان اس دنیا میں ہر طرح توجہ دے گا' اور حلال و حرام ظلم و جفا کی پرواہ کئے بغیر پوری زندگی دنیا سازی میں ہی لگانے کی کوشش کرے گا۔ بلکہ دولت قوت عزت مل جانے پر زمین پر غرور سے اتراتا دندناتا پھرے گا۔ یہ ذہنی غرور ہی انسان کو کفر و شرک فسق نافرمانی گستاخی اور ظلم و جبر پر اکساتا ہے۔ پھر حالت یہ ہوتی ہے کہ

دن عیش میں کھونا اسے اور رات پھر سونا اسے   خوف خدا شرم نبی وہ بھی نہیں یہ بھی نہیں

قوم ہو یا فرد اصل ہو یا نسل ایسی بد دماغ ذہنیت والے انسان اپنے اوپر کسی کی برتری برداشت نہیں کرتے نہ نبی ولی کی نہ دین و مذہب کی نہ عالم عابد کی نہ شریعت وحقیقت کی اور اسی بد دماغی کی بنا پر جانتے سمجھتے ہوئے بھی ہزاروں حقیقتوں کا انکار کر دیتے ہیں۔ اور دوسروں کو ورغلانے کے بہانے واعتراض تراشے جاتے ہیں کبھی حیات بَعْدَ الْمَمَات کا انکار کبھی حساب کتاب کبھی بعثت قیامت کا۔ انبیاء علیہم السلام ان ہی کفریات سے لوگوں کو بچانے کے لئے قولی وعملی تبلیغ فرماتے ہیں۔ اس لئے ضدی کفار اپنے لغو نظریات جھوٹے متصورات باطل دینیات خود ساختہ وھمیات اور آبائی شرکیات کو بچانے کیلئے سب کچھ جانتے پہچانتے ہوئے بھی نبوت کا انکار کر کے قوم سے کراتے ہوئے کہتے ہیں کہ اے لوگو کیا یہ شخص تم سے ایسے وعدے کرتا ہے جو غلط بھی ہے حیران کن بھی اور پھر کس جرات ویقین سے کہتا ہے کہ جب تم مر جاؤ گے مر کر مٹی ہڈیاں بھی ہو جاؤ گے اس طرح کہ تمہارے گوشت پوست ورگیں پٹھے دل و دماغ اندرونی بیرونی اعضا مٹی خاک دھول ہو جائیں گے اور تم خالی خشک بوسیدہ بکھری ہڈیاں ہو جاؤ گے یا ڈھیر وڈھانچہ بن جاؤ گے ایسی حالتِ فنا ہونے کے بعد بھی اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ۔ بیشک تم سب مردہ انسان اپنی اپنی قبروں سے جیتے جاگتے زندہ کر کے نکالے جاؤ گے۔ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ۔ ہائے ہائے توبہ توبہ کتنی غلط کتنا جھوٹ کیسی بے عقلی کی بات ہے جو اس شخص کی زبان وایمان دین وایقان سے نکل رہی ہے۔ لِمَا تُوْعَدُوْنَ۔ جس کا تم وعدہ دیئے جا رہے ہو اور اس پر ایمان لانے عقیدہ بنانے کا حکم دیئے جا رہے ہو۔ ناممکن ناممکن ہے اتنا مشکل کام کیسے ہوسکتا ہے۔ اور کون کرسکتا ہے۔ اور یہ شخص تو یہ بھی کہتا ہے کہ مرنے کے بعد دوسرا جہاں قائم ہوگا قیامت برپا ہوگی اور دنیا کے تمام ظاہر و پوشیدہ اعمال و اقوال کا حساب وثواب وعذاب ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں اس طرح زندہ کر کے حاضر کئے جاؤ گے۔ حالانکہ یہ سب قول وقرار وعدہ وعید مذہب وعقیدہ غلط ہے کیونکہ حق سچ یہ ہے۔ اِنْ هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا نَمُوْتُ وَنَحْیَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْنَ۔ کہ اس شخص کی نبوت اور دینی تبلیغ درست نہیں ہمارا کہنا ہی درست ہے کہ اس موجودہ زندگی کے علاوہ کوئی دوسری تیسری زندگی نہیں بس اسی سرزمین دنیا پر ہے جو کچھ بھی ہے اور موت وحیات کا یہ موجودہ طریقہ صدیوں سے جاری ہے صدیوں تک جاری رہے گا۔ ہم موجودہ لوگ اصلیں ونسلیں شخصیتیں مرتے رہیں گے اور آنے والی نسلیں پیدا ہوتی جنم لیتی رہیں گی زمین کی چہل پہل تا ابد ایسی ہی رہی گی کہ کوئی مرتا ہوگا کوئی پیدا ہوا ہوگا کہیں موت کا ماتم کہیں ولادت کی مبارک۔ جو مر گئے سو ابدی فنا۔ اس لئے ہم میں سے کسی نے بھی نہ زندہ ہو کر اٹھنا ہے نہ قیامت کا حساب کتاب دینا ہے نہ عذاب ثواب لینا ہے۔ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ ۨافْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا وَّمَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِیْنَ یہ شخص نبوت ورسالت کا دعویدار اپنے دین وعقائد کے بارے میں جو کچھ بھی دعویداری کرتا ہے یہ سب باتیں اللہ پر جھوٹا افتریٰ بناتا ہے غلط بیانی کرتا ہے۔ بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک عام معمولی انسان ہم تم جیسا بشر نبی رسول بنا دیا جائے۔ نبی ہونا کوئی عام ومعمولی بات ہے اس کی تو ہر بات ہر کام کسی خاص مخلوق جیسا ہونا چاہئے۔ اسی وجہ سے ہم تو اس کی نبوت اس کے دین' دینی باتوں عقیدوں وعدوں وعیدوں پر ایمان لانے والے نہیں۔ یہی بات اے لوگو ہم تم کو سمجھانا چاہتے ہیں کہ یہ شخص اپنی کسی بات میں سچا نہیں نہ دعوے نبوت میں نہ قیامت وحیات و حساب وکتاب ثواب وعذاب کے وعدہ ووعید میں۔

ان آیت میں اختلافی اقوال

لَئِنْ کے لام میں دو قول۔ ۱۔ بعض نے کہا کہ یہ قسمیہ ہے۔ اور آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ ہم قسم کھا کر کہتے ہیں کہ اگر تم نے اس شخص کی اطاعت کی تو نقصان میں رہو گے۔ ۲۔ بعض نے کہا کہ یہ لام تاکید یہ ہے اور آیت کا معنی ہے کہ غور سے سنو ہم بار بار کہہ رہے ہیں کہ اگر اس کی اطاعت کی تو نقصان اٹھاؤ گے۔ مِتُّمْ کی قرأت میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قرئت مِتُّمْ ہے باب فَتَحَ سے مَاتَ یَمَاتُ کا ماضی مطلق معروف جمع مذکر حاضر۔ یہی قرئت درست ہے کیونکہ مشہور و مکتوب ہے۔ ۲۔ بعض کی قرئت میں مُتُّمْ ہے باب نَصَرَ کا ماضی مطلق جمع مذکر حاضر معروف مَاتَ یَمُوْتُ سے یہ قرئت شاذ ہے مگر معنی میں کوئی فرق نہیں۔ اَیَعِدُکُمْ اَنَّکُمْ کی قرئت میں دو قول اکثر کی قرئت میں اَنَّکُمْ موجود ہے یہ قرئت درست ہے کیونکہ مشہور و مکتوب ہے (۲) بعض کی قرئت میں اَنَّکُمْ نہیں ہے اور آیت اس طرح ہے اَیَعِدُکُمْ اِذَا مِتُّمْ۔ لِمَا تُوْعَدُوْنَ کی قرئت میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قرئت میں لِمَا تُوْعَدُوْنَ ہے۔ ۲۔ بعض کی قرئت میں مَا تُوْعَدُوْنَ ہے بغیر لام جارہ پہلی قرئت درست ہے کیونکہ مشہور و مکتوب نَمُوْتُ وَ نَحْیَا کی قرئت ترتیب میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قرئت میں نَمُوْتُ پہلے ہے نَحْیَا بعد میں۔ یہی ترتیب درست ہے کیونکہ مشہور و مکتوب ہے۔ ۲۔ بعض کے نزدیک۔ نَحْیَا وَ نَمُوْتُ ہے۔ نَمُوْتُ وَ نَحْیَا کے معنی میں تین قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا کہ اس کا ترجمہ ہے ہم میں کچھ مرتے ہیں کچھ مولود پیدا ہوتے ہیں۔ یہی ترجمہ درست ہے کیونکہ اکثریت کا ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا کہ اس کا معنی ہے ہم پہلے نہ تھے پھر نَحْیَا زندہ ہوئے۔ پھر مر کر ختم ہو جائیں گے یعنی پہلے بھی فنا تھی بعد موت پھر مر کر فنا ہو جائیں گے۔ ۳۔ بعض نے کہا اس کا معنی ہے کہ ہم موجودہ لوگ نَمُوْتُ مرتے جائیں گے اور ہمارے بعد ہماری نسل اولاد چلے گی جس سے ہمارا نام زندہ ہوگا اور نَحْیَا گویا ہم ہی زندہ ہو گئے۔ کیونکہ اولاد کی زندگی آباء و اجداد کی حیات ہے پھر ان کے بعد ان کی نسل ہمیشہ ایسا ہی ہوتا رہے گا۔ عِظَامًا اَنَّکُمْ کی قرئت میں دو قول۔ ۱۔ اکثر علماء قرئت نے فرمایا کہ یہاں اَنَّکُمْ ہے۔ یہی قرئت درست ہے کیونکہ مشہور و مکتوب ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا کہ اَنَّکُمْ نہیں ہے اور آیت اس طرح ہے۔ عِظَامًا مُّخْرَجُوْنَ یہ عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے مگر شاذ ہے۔

فائدے

ان آیت پاک سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ **پہلا فائدہ:** مسلمانوں کو عبرت دلائی جارہی ہے کہ خدا جب دین لیتا ہے عقل بھی چھین لیتا ہے دیکھو بدنصیب کفار کو۔ اوّلاً اپنے نبی علیہ السلام کی اطاعت و اتباع میں نقصان نظر آیا صرف اس بنا پر کہ یہ شخص ظاہراً ہماری طرح کھاتا پیتا چلتا پھرتا سوتا جاگتا ہے یعنی نبوت کے لئے اتنی شرطیں کہ ایسا نہ ہو ویسا نہ ہو۔ لیکن اپنے ہاتھوں سے بنے ہوئے بتوں کی پوجا پرستش میں نقصان و حماقت نظر نہیں آیا حالانکہ بت مورتی کا اعلیٰ و اکبر ہونا تو درکنار کسی بھی چیز میں مثل و مشابہ نہیں۔ بلکہ ہر اعتبار سے گھٹیا ناقص، بے بس بے کس ہیں ایسی چیز کو الوہیت جیسی عظیم و زبردست درجہ پر ماننے میں کوئی سوچ سمجھ عقل فکر کی شرط و قید نہیں۔ مگر کسی سچے نبی کو نبی ماننے میں اتنی احمقانہ شرطیں و قیدیں آج کل بہت سے بدعقل مسلمان بھی صحبت بد کے اثر سے کھیل تماشے فسق و فجور اور ہر طرح دولت کمانے میں دن رات بے سوچے سمجھے اندھا دھند مشغول ہو جاتے ہیں نہ حلال کی تلاش نہ حرام سے پرہیز نہ انجام کا خوف مگر دین شرعی معاملات و عملیات میں اور علماء و

مشائخ کی تعلیم و تربیت پر ہزار قسم کے طعن و اعتراض اور شرطیں لگاتے اور سہولتیں تلاش کرتے ہیں سابقہ امتوں کی طرح کہتے پھرتے ہیں کہ یہ تنگ نظر مولوی یہ خشک ملا عجیب ہے کبھی کھیلوں سے روکتا ہے کبھی میلوں کے تماشوں سے کبھی سود کی کمائیوں سے کبھی جوئے کی برائیوں سے کبھی انگریزی لباس سے ٹائی صلیب سے۔ عورتوں سے پردہ کرواتا ہے۔ مردوں کی داڑھیاں بڑھواتا ہے۔ کبھی کہتا ہے یہ حرام ہے وہ حرام ہے۔ اے لوگو اگر ان مولویوں کی اطاعت واتباع کر کے ان کی مانو گے تو تم ہمیشہ نقصان میں ہی رہو گے دنیا کی ہر قوم سے پیچھے رہ جاؤ گے۔ کوئی اعتراض و طعن اس طرح کرتا ہے کہ

قوم کیا چیز ہے قوموں کی حقیقت کیا ہے اس کو کیا جانے یہ ملا یہ دو رکعت کا امام

غرضکہ بالکل قوم ثمود والی باتیں لیکن جس طرح سابقہ امتیں و قوم ثمود انبیاء علیہم السلام سے دور ہو کر اور سرداروں کی مان کر اصلی حقیقی ابدی نقصان میں رہیں۔ اسی طرح آج کے یہ آزاد خیال نام نہاد بے علم مسلمان علماء مشائخ سے دور رہ کر اور اپنے فساق و بے شرع لیڈروں شاعروں کی باتوں میں آ کر دینی دنیوی اخروی ابدی نقصانِ عظیم و کثیر میں ہیں وہاں قیامت میں نہ ان کو یہ شاعر بچا سکیں گے نہ لیڈر۔ یہ فائدہ وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ کی پوری آیت سے حاصل ہوا۔ مسلمانوں کو قوم ثمود اور ان کے انجام بد سے عبرت لینی چاہئے۔ یہ واقعات سنانے کا مقصد بھی عبرت دلانا ہے۔ کیونکہ آج کل بھی بھیڑیا نما مَلَؤُ الْقَوْم دشمنِ دین بہت پھر رہے ہیں۔ **دوسرا فائدہ:** قرآنِ مجید سے ثابت ہے کہ پچھلی بہت سی قومیں اللہ تعالیٰ کو مانتی تھیں لیکن اس کے باوجود ان کو کافر و ظالم بے دین قرار دیا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کو ماننا یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی تعلیم و تربیت کو مانا جائے وہ قومیں اللہ تعالیٰ کو مانتی تھیں اپنے کافر جاہل آباء واجداد کی تعلیم و تربیت سے قرآن مجید میں انبیاء و تعلیم انبیاء کو حَبْلُ اللّٰہِ یعنی اللہ تعالیٰ کی رسی فرمایا گیا۔ (سورۂ آل عمران آیت ۱۰۳) منشاء باری تعالیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو مانا جائے۔ انبیاء علیہم السلام کی تعلیم و تربیت سے عملی و قولی تبلیغ سے۔ یہ حبل اللہ اتنی دراز ہے کہ نبوت سے شروع ہو کر چار خلفاء راشدین سے ہوتی ہوئی تابعین تبع تابعین پھر علماء فقہاء مشائخ اولیاء صوفیاء تا قیامت حبل اللہ ہے۔ ایک وقت تھا جب صرف انبیاء علیہم السلام کو ماننا ہی رب تعالیٰ کو ماننا ہوتا تھا پھر اب انبیاء صحابہ اور علماء اولیاء علیہم السلام کو ماننا رب تعالیٰ کو ماننا ہے۔ پہلے زمانے کے کفار کا طریقہ تھا کہ بشریت نبی کی ظاہری مماثلت کا بہانہ بنا کر نبوت کا انکار کرتے ہوئے تمام ایمانیات کا انکار کرتے چلے جاتے تھے پھر بھی دعویٰ تھا کہ ہم اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں ہم تو صرف اس شخص کے دعوئے نبوت اور مذہبی تبلیغ و تعلیم و تربیت کا انکار کر رہے ہیں۔ بدبخت یہ نہ سمجھتے تھے کہ اس نبوت کے انکار سے توحید، قیامت، حیات بعد الممات حساب کتاب جنت دوزخ ثواب و عذاب سب کا ہی انکار ہو گیا اس مکمل گمراہی کے باوجود شیطان نے ان کے دل و دماغ میں بٹھا دیا تھا کہ تم ہی حق پر ہو۔ اور یہ شخص افترٰی کر رہا ہے۔ یہی بیماری آج بہت سے باطل فرقوں۔ گمراہ لوگوں میں پیدا ہو گئی ہے کہ توحید ماننے کا بہانہ بنا کر انبیاء علیہم السلام کی گستاخی کے مرتکب اور انبیاء علیہم السلام کی شان و صفات کے منکر ہیں اسی طرح کچھ فرقے انکار صحابہ کی آڑ لے کر اللہ رسول، قرآن و حدیث کلمہ اذان سب کا انکار کر رہے ہیں یونہی آزاد خیال گمراہ آوارہ ذہنیت کے لوگ مشائخ کی مخالفت پر کمربستہ ہیں اور اس مخالفت کی آڑ میں شریعت طریقت حقیقت معرفت تصوف اسلامی تعلیم و تربیت سب کا انکار سب سے بیزار پھر رہے ہیں۔ مولوی کا نام لے کر تمام ایمانیات کا انکار ہو رہا ہے کہ مولوی کی

یہ نہ مانو وہ نہ مانو۔ یہ عبرت انگیز سبق و فائدہ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ ۨافْتَرٰى۔ (الخ) کی پوری آیت میں کفار کی بری خصلت بیان کرنے اور تا قیامت مسلمانوں کو سنانے سے حاصل ہوا۔ **تیسرا فائدہ:** جب شیطان کسی پر اپنی شیطانیت کا پردہ ڈال دیتا ہے تو وہ بدقسمت انسان اپنی ذہنی بات کے سوا کسی کی بات صحیح نہیں سمجھتا اس کو بس اپنی بات ہی درست و حق نظر آتی ہے۔ یہ فائدہ قوم ثمود کے اس لغو بیہودہ قول کے ذکر فرمانے سے ہوا جو اس نے اپنے نبی صالح علیہ السلام کی دینی تبلیغ کا انکار کرتے ہوئے تمسخر انداز میں هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ کہہ کر تردید نبوت و انکار ایمان میں کہا تھا۔ آج کل مسلمانوں میں ایسے بہت سے لیڈر پیدا ہو گئے ہیں جو اپنی عقل کے علاوہ کسی کو صحیح ماننے پر تیار نہیں یہاں تک کہ صحابہ کرام تابعین تبع تابعین و مجتہدین عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پر بھی اعتراض کرنے سے نہیں ڈرتے اور اب تو ان علماء محققین و تبحرین کے اقوال مبارکہ پر احمقانہ اعتراض کرنا شیطانی رواج و فیشن بن چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو سچی فہم و ہدایت عطا فرمائے۔

اَحکام القرآن

ان آیات پاک سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ:** موت کے بعد حالات کے بارے میں مختلف انسانوں کے چھ قسم کے مختلف عقیدے ہیں۔ ۱۔ دینِ اسلام اور ہر نبی علیہ السلام کا عقیدۂ ایمانی حقیقی یہ ہے کہ انسان خواہ کسی طرح مرے اور اس کے ساتھ جو بھی سلوک کیا جائے دفن یا جلانے یا ڈوبنے اور مچھلیاں کھا جانے کا یا زمین پر جانور درندہ کھا جائے یا کھلا دیا جائے یا جلا کر راکھ بنا کر اڑا دیا جائے۔ سب مردوں نے دوسرے صور پھکنے پر اسی دنیوی شکل و جسم کے ساتھ زندہ ہو کر اٹھنا ہے اور حساب و کتاب عذاب و ثواب کے لئے میدانِ محشر میں بروز قیامت حاضری بارگاہِ رب تعالیٰ کے لئے جمع ہونا ہے نیز موت نام ہے روح و جسم کی جدائی کا۔ روح کو ہمیشہ ہر طرح بقا ہے اور اجسام کو عارضی برزخی خاک یا راکھ ہو کر فنا ہے۔ یہ عقیدہ برحق ہے۔ ۲۔ کفار کا ایک فرقہ یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ مرنے کے بعد تناسخ ہو جاتا ہے یعنی مردے کی روح دوسرے جسم میں ڈال دی جاتی ہے۔ ۳۔ کچھ کفار کا عقیدہ ہے کہ مرنے کے بعد آواگون ہو جاتا ہے یعنی جسم فنا اور روح مختلف شکلوں میں بھوت پریت بن کر بھٹکتی رہتی ہے۔ ۴۔ بعض کفار کا عقیدہ ہے کہ انسان مر کر دوسرا اور تیسرا جنم لیتا ہے یعنی پہلے جنم میں کسی کا باپ ہوتا ہے تو دوسرے جنم میں اپنے بیٹے کے گھر پیدا ہو سکتا ہے۔ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ مِنْ هٰذَا الْخُرَافَاتِ۔ ۵۔ کچھ کفار کا عقیدہ ہے کہ مرنے کے بعد جسم بھی روح بھی فنا' یہی قوم ثمود کا عقیدہ تھا بعض اہلِ عرب کا بھی یہی عقیدہ تھا۔ ۶۔ کچھ کافر فرقوں کا عقیدہ ہے کہ جسم کو فنا ہے مگر روح دنیا میں ہی آزاد پھرتی ہے اور مندروں مرگھٹوں ویرانوں میں رہتی ہے۔ یہ چھیوں عقیدے باطل و کفریہ ہیں کیونکہ ان سب میں قیامت کا انکار اور حقیقت کا خلاف ہے۔ یہ مسئلہ اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا۔ کی پوری آیت کے بیان سے مستنبط ہوا اور بتایا گیا کہ کفار کے تمام نظریات غلط ہیں۔ **دوسرا مسئلہ:** بہت سی سابقہ کافر قومیں اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات مانتی تھیں وجودِ الٰہی کی منکر نہ تھیں نہ ذاتِ باری کی منکر دہریہ تھیں نہ صفاتِ الٰہیہ کی منکر قدریہ فرقہ تھا۔ قوم ثمود بھی کئی صفات کے قائل تھے۔ یہ قومیں کافر اس لئے شمار ہوئیں کہ اپنے نبی اور تمام انبیاء علیہم السلام کے منکر و گستاخ تھے۔ اسی انکارِ نبوت کی ضد میں ہی اللہ تعالیٰ کی ہر اس صفت کے منکر اور شان و فرمان کے نافرمان ہو جاتے تھے جو ان کے نبی علیہ السلام بیان فرماتے اور تبلیغ جس پر ایمان لانے کا حکم فرماتی۔ یہاں دو باتیں

ثابت ہوئیں ایک یہ کہ صرف خدا تعالیٰ کی ذات وصفات کو مان لینا ایمان نہیں جب تک کہ تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوت اور ان کی تعلیم کو نہ مانا جائے۔ لہٰذا مفسروں کا یہ کہنا کہ زُرتشت وغیرہ کو کافر نہ کہو یہ لوگ توحید کو مانتے تھے۔ یہ عقیدہ کفریہ ہے کیونکہ اولاً تو توحید کا ہی ثبوت نہیں فرضاً اگر ہو بھی تو نبوت پر ایمان کا ان لوگوں کی تعلیم میں اشارہ تک نہیں ملتا۔ دوسری بات یہ کہ نیک اور حق لوگوں سے حسد بغض جلا پا رکھنا ضد باندھنا کفار کا طریقہ ہے۔ جس سے بندے کا اپنا ہی نقصان ہے۔ اس لئے شریعت میں سب سے بڑا جرم یہی ہے۔ نیز جس طرح نبی علیہ السلام کی مخالفت وانکار اللہ تعالیٰ کی مخالفت وانکار ہے اسی طرح سلسلہ بسلسلہ صحابہ کرام یا علماء عظام یا اولیاء اللہ کی مخالفت و نافرمانی اللہ رسول کی مخالفت و نافرمانی ہے کیونکہ وسیلہ بلا وسیلہ اور بلا واسطہ یا بالواسطہ پیغام سب کا ایک ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی بات اللہ تعالیٰ کی ہی بات ہے اور صحابہ علماء اولیاء کی بات دراصل انبیاء کی ہی بات ہے اس لئے کسی کی بات کا انکار اللہ تعالیٰ کا ہی انکار ہے۔ یہ مسئلہ وَّمَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِيْنَ کے نقلِ قول کفار سے مستنبط ہوا۔ قومِ ثمود نے ظاہراً رب تعالیٰ کا انکار نہ کیا تھا مگر رب تعالیٰ نے اس انکارِ نبوت کو اپنا ہی انکار فرما کر کفر قرار دیا اسی بنا پر عذاب ہلاکت نازل ہوا۔ **تیسرا مسئلہ:** انسانوں کے فوت ہونے کے بعد ان کا اصل مقام قبر ہے فطری اور عقلی طور پر بھی ہر مردے کو قبر میں ہی دفن کرنا چاہئے ہر شریعت نبوی کا بھی یہ ہی حکم رہا اور فطرتِ انسانی کا بھی شروع سے یہی طریقہ مروج رہا۔ یہاں تک کہ پہلے زمانوں کے کفار بھی اپنے مردوں کو قبروں میں ہی دفن کرتے تھے۔ کبھی کسی دور میں کسی بھی مذہب نے دفن کے علاوہ کوئی دوسرا طریقہ نہ اپنایا۔ مذہب حق ہو یا باطل کفار دہریہ ہوں یا بت پرست۔ یہ تو ہندوستان کے ہندوؤں نے اپنی خود پسندی سے جلانے کا رواج بنا لیا ورنہ ان کا مذہب بھی مردے جلانے کا حکم نہیں دیتا۔ ہندوؤں کی دیکھا دیکھی سکھوں نے بھی جلانا شروع کر دیا۔ موجودہ مجوسی زرتشتی اپنے مردوں کو ٹیلوں پہاڑوں یا جنگلی میدانوں میں ننگا کر کے رکھ دیتے ہیں مردہ گائے بھینس کی طرح تاکہ جانور کھا جائیں۔ اب موجودہ دور میں صرف یہود و نصاریٰ اور مسلمان ہی اپنی فوت شدہ میتوں کو دفن کرتے ہیں۔ منشاءِ قدرت بھی یہی ہے کہ ہر مردہ دفن کیا جائے یہی وجہ ہے کہ زمین پر پہلے مردہ انسان ہابیل کو ٹھکانے لگانے کے لئے قدرت الٰہیہ نے کوے کو انسان کا استاد بنا کر بھیجا جس نے مردے کوے کو دفن کر کے انسان کو دفن کرنے کا طریقہ سکھایا۔ اس وقت سے ہر انسان مومن و کافر اپنے مردوں کو دفن کرتے چلے آ رہے ہیں۔ سب سے پہلے نمرود کی لاش جلائی گئی۔ مذہبی عقیدے سے نہیں بلکہ بددعاء خلیل کی وجہ سے نمرود کو دماغی بیماری ہوئی وہ اس چار سو سالہ بیماری سے سسک سسک کر مرا۔ لوگوں نے بیماری پھیلنے کے خوف سے اس کو جلایا تاکہ اس کی بیماری بھی جل جائے۔ وہاں سے یہ رواج بن کر مصر پہنچا۔ مصر سے ہندوستان میں چونکہ نمرود کے سر میں بیماری تھی اس لئے نمرود کے سر کو بار بار جلایا گیا تھا۔ اب ہندو بھی مردے کے سر کو زیادہ جلاتے ہیں۔ اگرچہ نیتوں کا فرق ہے کہ وہاں سر کی بیماری کے خوف سے ہندوؤں کا کہنا ہے اس طرح روح کو شانتی وسکون ملتا ہے۔ یہ مسئلہ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ فرمانے سے مستنبط ہوا۔ دیکھو قوم ثمود نے مردوں کے مٹی ہڈیاں ہو جانے کا ذکر کیا یہ سب کچھ دفنِ قبور سے ہوتا ہے۔ جلانے سے سب کچھ راکھ بن جاتا ہے اور راکھ دریا میں بہائی یا صحرا میں پھیلا دی جاتی ہے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کیے جاتے ہیں۔ **پہلا اعتراض:** یہاں کفار کا یہ قول نقل کیا گیا کہ سردارِ قوم نے عوام سے کہا کہ اگر تم نے اس شخص کی اطاعت کی تو تم نقصان میں رہو گے۔ چاہیے تھا کہ ایمان کا ذکر کرتے یعنی اگر تم اپنے جیسے بشر پر ایمان لائے تب نقصان اٹھاؤ گے۔ اس لئے کہ اطاعت عارضی وقتی اور ایک یا دو باتوں کے حکم میں ہوتی ہے۔ مگر ایمان دائمی اور ہر چیز ہر حکم میں ہوتا ہے۔ اس لئے بقول مَلَوءُ الْقَوْمِ نقصان ایمان لانے سے ہو سکتا تھا نہ کہ محض اطاعت سے نیز ایمان دل و جان کی محبت اور قلب و زبان کی تصدیق و اقرار سے ہوتا ہے مگر اطاعت صرف اعضاء سے۔ اطاعت تو خوف خدا سے بھی کر لی جاتی ہے جس کی بنیادی حیثیت کچھ نہیں ہوتی نیز ایمان پہلے ہوتا ہے اطاعت بعد میں ان وجوہ سے یہاں اٰمَنْتُمْ ہونا چاہئے تھا نہ کہ اَطَعْتُمْ کیونکہ جس نقصان کا تذکرہ کفار کرتے تھے وہ ان کے خیالِ باطل میں ایمان لانے سے ہونا تھا نہ کہ فقط اطاعت سے۔ **جواب:** دراصل اَطَعْتُمْ کا تعلق اُعْبُدُوا اللّٰهَ سے ہے۔ اور اُعْبُدُوا اللّٰهَ کا تعلق مَالَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ سے ہے۔ اس جگہ حضرت صالح کی تبلیغ میں چونکہ صاف لفظوں سے ایمان کا ذکر نہیں اس وجہ سے کفار امراء کے روکنے میں بھی ایمان کا ذکر نہیں۔ خیال رہے کہ حکم تین طریقوں سے مانا جاتا ہے۔ ۱۔ عقیدۃً ایمان لا کر۔ ۲۔ عملاً اطاعت کر کے۔ ۳۔ نقلاً اتباع کر کے۔ ایمان کا تعلق حقانیت تسلیم کرنے سے ہے۔ اطاعت کا تعلق قول ماننے سے ہے خواہ کیسا بھی حکم ہو دینی یا دنیوی اپنے لئے یا کسی کے لئے۔ اتباع کا تعلق فعل کی نقل کرنے سے ہے۔ صالح علیہ السلام کی یہ مذکورہ تبلیغ اگرچہ چند لفظوں کی تھی مگر اتنی فصیح و بلیغ جامع مانع تھی کہ اس میں ایمان اعمال اتباع اطاعت و عبادت کا حکم ماننے کے تینوں طریقوں کا ذکر آ گیا گویا کہ آپ نے ان سب کا ہی حکم فرمایا۔ اور حکم ماننا ہی اطاعت ہے۔ اس لئے منکرین نے اس زوردار و جامع مانع عقلاً فہما مدلل تبلیغ سے گھبرا کر سرداری چھن جانے کے خوف سے فوری طور پر عوام کو روکتے ہوئے اطاعت نہ کرنے کا ذکر کیا کہ اے لوگو! صالح کا حکم نہ ماننا کسی بھی کلمہ کی اطاعت نہ کرنا نہ اُعْبُدُوا اللّٰهَ کے عمل و اعتقاد کی نہ مَالَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ پر ایمان لانے کی نہ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ کی اتباع کرنے کی۔ اس لئے کفار سرداروں کے نزدیک لَئِنْ اَطَعْتُمْ کہنا ہی درست تھا وہ سمجھ گئے تھے کہ اُعْبُدُوا اللّٰهَ کا حکم صرف عمل ہی نہیں بلکہ عبادت الٰہی پر ایمان لانے کا حکم ہے کیونکہ ساتھ ہی مَالَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ کا عقیدہ بھی بیان کیا گیا ہے اور اس کے ساتھ ہی اَفَلَا تَتَّقُوْنَ فرما کر اشارۃً اپنی اتباع کا بھی حکم فرما دیا۔ یعنی عبادت و ایمان ہی معتبر ہے جو انبیاء علیہم السلام کے عملی تقویٰ کے مثل تقویٰ والی ہو۔ **دوسرا اعتراض:** یہاں فرمایا گیا کہ کفار نے کہا نَمُوْتُ وَ نَحْيَا۔ جس کا ترجمہ ہے ہم مر جائیں گے اور ہم زندہ ہو جائیں گے۔ نَمُوْتُ کے بعد نَحْيَا کہنا تو حیات بعد موت اور حشر نشر قیامت کا اقرار ہے حالانکہ قوم ثمود کے کفار مرنے کے بعد زندہ ہونے وحشر و قیامت کے منکر تھے تو ان کا یہ قول اس طرح کیوں نقل کیا گیا۔ **جواب:** یہ جملہ محاورۃً ہے نہ کہ عقیدۃً مذہبی یا تاریخی خبر لہٰذا نَمُوْتُ وَ نَحْيَا کا معنی مرنا اور مرنے کے بعد زندہ ہونا نہیں ہے۔ یہاں جمع متکلم کا معنی بھی ذاتی فردیت وافراد نہیں بلکہ موجودہ اصل و نسل کی موتِ فنا اور آئندہ نسل و اولاد کا جنم لینا پیدا ہونا ہے۔ بتایا یہ جا رہا ہے کہ کافر کہتے تھے کہ ازل کی صدیوں سے ایسا ہوتا چلا آ رہا ہے اور ابد کی صدیوں تک ایسا ہی ہوتا رہے گا کہ ہم میں جو پہلے پیدا ہوئے پہلے ... وہ مر جائیں گے اور جو ... میں پیدا ہوئے یا آئندہ جنہوں نے پیدا ہونا ہے وہ

زندگی پاتے جائیں گے۔ یعنی موجودہ انسان وجودیت سے عدم نیست کی فنا میں جاتے رہیں گے اور آئندہ نسلیں عدمِ نیست سے وجودِ ہستی کی کچھ مدت بقاوظہور پاتے رہیں گے۔ ہم زندہ موجودہ لوگ رہائش دنیوی کی سیٹیں کرسیں چھوڑ دیں گے تب ہی تو آنے والے انسان ہماری چھوڑی ہوئی کرسیوں پر بیٹھیں گے یہ دنیا گویا ریل گاڑی ہے اور موت وحیات اسٹیشن ہے کہ کوئی ابدی فنا میں اترا کوئی عارضی بقا میں چڑھا سردارانِ کفر کا مقصدِ کلام یہ تھا کہ نَمُوۡتُ دائمی فنا ہے اور نَحۡیَا ولادتِ نسل ہے۔ یعنی نَمُوۡتُ آباء کا نَحۡیَا ابنا کا ہے۔ لہٰذا یہ اعتراض ختم ہوگیا۔ **تیسرا اعتراض:** یہاں فرمایا گیا۔ اِفۡتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا مفسرین اور اہل لغت فرماتے ہیں کہ اِفۡتِرَاءٌ کا معنی ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے شخص کی طرف کوئی چیز یا کام یا کلام جھوٹ اور غلط بیانی کرتے ہوئے منسوب کرے کہ فلاں نے ایسا کہا یا کیا ہے۔ تو جب افتری کا معنی ہی جھوٹی نسبت کرنا ہے تو پھر بعد میں کَذِبًا کہنے کی کیا ضرورت تھی۔ صرف اِفۡتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کہہ دینا کافی تھا۔ بلاضرورت ایک زائد لفظ کیوں بولا گیا۔ **جواب:** بلاضرورت نہیں بلکہ ضرورت ہے۔ اس لئے کہ افتری کا معنی ہے جھوٹی نسبت کرنا۔ لیکن اس کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں۔ ۱۔ جان بوجھ کر جھوٹی نیت کرنا یہ سب سے بڑا جرم ہے۔ ۲۔ غلط فہمی میں جھوٹی نسبت کرنا اس طرح کہ زید کا نام لینا چاہا اور وہ سچی نسبت ہی تھی مگر ذہنی کمزوری کی وجہ سے یا عدمِ تعارفی کی بنا پر یا اتفاقاً بکر کی طرف نسبت کر دیتا ہے یہ چھوٹا جرم ہے۔ ۳۔ سنی سنائی یا اڑتی اڑاتی جھوٹی خبر کو بیان کرنا۔ یہ جرم نہیں جیسے کہ کسی سے سن کر جھوٹی افواہ پھیلانا یہ نادانی تو ہے مگر جرم نہیں۔ قوم کے سردار افترا کی پہلی صورت بیان کرنا چاہتے تھے کہ یہ شخص جانتے بوجھتے سمجھتے ہوئے اپنی تمام باتوں میں یعنی اپنی نبوت دنیا کی قیامت اللہ کی عبادت اور حیات بعد الممات میں اللہ پر افتری اور جھوٹی نسبت کر رہا ہے کہ مجھے اللہ نے یہ پیغام دے کر مرتبۂ نبوت رسالت عطا فرما کر مبعوث فرمایا ہے۔ افترا کی صورت کا تعین کرنے کے لئے افترا کے بعد تاکیداً کذبا کہا تھا جس کی یہاں نقل فرمائی گئی۔

تفسیر صوفیانہ

قالب ناسوتی کے اعضاء رئیسہ کی ہمیشہ یہی خواہش رہی ہے کہ اعضاء ظاہری کو عمل صالحات سے روکا جائے اسی لئے زبان ظاہری وتلقین باطنی وتقریر مخفی معدنی کے ذریعے ہر دم اہل جہالت ورفقاء خباثت کا تمام زور کسب اسی تحریر وتقریر خطاب وقلم پر لگتا ہے کہ اے علاقۂ جسمانیت کے باسیو اور رہائشیو صرف ہماری سنو ہماری ہی مانو۔ اور ہمارا کہنا فقط یہی ہے کہ۔ وَلَئِنۡ اَطَعۡتُمۡ بَشَرًا مِّثۡلَکُمۡ اِنَّکُمۡ اِذًا لَّخٰسِرُوۡنَ۔ اگر تم نے ہماری نہ مانی اور اپنے ہی جیسے اس قلب نامکمل وشعور ناقص کی اطاعت و فرمانبرداری کی اور اسی کی راہِ عبادت اختیار کی تو ہم یقین مقرب ومشاہدۂ مجرب وزبان محکم سے کہتے ہیں کہ بلاشبہ تم سب مطیعین ومتبعین اسی حیاتِ دنیوی میں بہت بڑے نقصان والوں میں سے ہو جاؤ گے یہ مِثۡلُکُمۡ تم کو دنیا کی ہر ترقی ہر برتری ہر فلاح و بہبود اور عزت دولت قوت شہرت رفعت و بلندی خوشنمائی سے دور ہی رکھنا چاہتا ہے۔ اَیَعِدُکُمۡ اَنَّکُمۡ اِذَا مِتُّمۡ وَ کُنۡتُمۡ تُرَابًا وَّ عِظَامًا اَنَّکُمۡ مُّخۡرَجُوۡنَ اور صرف دنیوی قومی ترقیوں اور باعزت قوموں سے دور کرنے جدا رکھنے کے لئے ہی کیا۔ ایسے لغو وعدے تم سے اور جھوٹی باتیں کرتا ہے کہ اس دنیا اور دنیا کی خوشحالیوں عیاشیوں لذتوں میں دل نہ لگاؤ بلکہ اگلے جہان کی ابدی اچھی زندگی کی تیاری کے لئے اچھے کاموں میں مصروف ومشغول ہو جاؤ اور یہ بھی کہتا ہے کہ جب تم فنا کی موت

میں مر جاؤ گے اور تمہارے جسم و بدن مٹی ہو کر ہڈیاں بکھر جائیں گی تم دوسری زندگی میں زندہ کر کے قبروں سے نکالے جاؤ گے اور اگلا جہان سجاؤ گے۔ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ۔ دیکھو یہ قلب ناقص کیسے کیسے دھوکے پھیلاتا ہے۔ قلب کا ہر کہنا محض فریب اور جھوٹا دل بہلاوا ہے یہاں تک کہ دل احمق کی طرف سے جو بھی تم وعدے دیئے جاتے ہو وہ سب کمزوریاں ہیں۔ یہ قلب نا ہنجار تمہارا دوست و خیر خواہ نہیں بلکہ دشمن خونخوار ہے جو تم کو ظاہری موجود عیش و عشرت آرام و سکون لذت و طرب سے ہٹا رہا ہے۔ قوم و قومی ترقی و تمدن سے دور کر رہا ہے۔ مسکین و ذلیل بنا رہا ہے۔ دیکھو دنیا والے ترقی کی منزلیں بھی عبور گئے مگر یہ ابھی تک مسجدوں کی چوکھٹوں پر مسجدوں کی پستیوں کی طرف ہی بلا رہا ہے غیر قوموں کی دوڑ چاند تک مگر یہ اب بھی فقط خانقاہ درسگاہ تک مسجد و محراب تک۔ حالانکہ اگر ہم اہلِ نفوس سے حقیقت عالم و جہان پوچھنا اور تسلیم کرنا چاہتے ہو تو سنو کہ۔ اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ۔ نہ کوئی دوسرا جہان ہے نہ کوئی دوسری حیات ہے نہ ابدی خوشحالی ہے نہ دائمی فارغ البالی ہے۔ بس یہ دنیا ہی سب کچھ ہے۔ یہیں پر فنا کی موت ہے۔ جس سے ہم سب مرتے رہتے ہیں۔ اور آنے والے ہم میں سے حیاتِ ناسوتی کے وجود میں زندگی پا لیتے ہیں اور اس طرح وجود سے عدم میں وعدم سے وجود میں آتے جاتے رہتے ہیں۔ یہ رجوع نہیں بلکہ نمود ابتدائی ہے نہ رجوع میں ہماری بعثت ہے نہ ہو سکتی ہے بس ابتدا ہی ابتدا ہے موجود کی بھی معدوم کی بھی۔ یہی اصلیت ہے یہی نسلیت ہے۔ یہی فنا ہے یہی بقا ہے۔ یہی آمد یہی رفت اسی کو موت و حیات کہہ دیا جاتا ہے۔ اسی لئے ہم تم کو کہتے بتاتے سمجھاتے ہیں کہ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ ِافْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اس قلب نابکار نے جو کچھ بھی کہا اور جو بھی وعدہ وعید کیا وہ سب اللہ خالق مالک کی طرف نسبت کاذبہ و افتراء فاسدہ ہے اگر تم اس بحرِ ظلمات و دہر خسران و قعر بحران میں پھنس کر دوسرے احمقوں کی طرح اس قلب عیار اور فوادِ نابکار کی اطاعتِ اقوالی و اتباع اعمال و ایمان لا ابالی قبول کر بھی لو اور ذلت و نقصان کے گڑھے میں گھر بھی جاؤ تب بھی۔ وَ مَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِيْنَ ہم اس قلب اور قلب کی سعادت ارادت عقیدت پر ایمان لانے والوں میں سے نہیں ہوں گے نہ اس کی بڑائی سچائی کو مانیں گے کیونکہ ہم نفوس امارہ و اہلِ نفوس اتنے کم عقل یا نادان نہیں ہیں نہ اس کے کہنے سے ہم یہ دنیا کی باغ و بہار کھیل تماشے لذتیں رونقیں رنگ و بو کی محفلیں عیش و خمار کی مجلسیں، طرز و طراز کی دولتیں، عزت و وقار کی کرسیں، بناؤ سنگھار کی خوشبوئیں راحتِ آشکار کی الفتیں چھوڑ سکتے ہیں۔ کتنی حماقت ہوگی ایک فردِ واحد کے وعدۂ فردا پر عیشِ موجود کو ترک کرنا۔ جب حقیقت واقعی میں یہی زندگی ہے یہی تاب و تاباں تو اسی حیات کے بنانے سنوارنے میں مشغول رہنا ہی ترقی کرنا۔ اغیار سے ہر میدان میں آگے بڑھنا۔ حرام و حلال کی پرواہ نہ کرنا ہی عقل و خرد ہے صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ ہر قالب انسانی میں روزِ اول سے حق و باطل کی ایک طویل کشمکش جاری ہے۔ امارہ مَلَؤُ الْكُفَّارُ ہیں۔ اعضاء ظاہری غرباء قوم ہیں۔ قلب جسمانی حادیِ روحانی ہے دنیا پرستی لالچ غفلت غرور دین باطل ہے۔ حق پرستی حلال روزی دین ربانی ہے جس کا فرمان ہے کہ حقیر سے حقیر پیشہ اختیار کرنے میں بدرجہا فضیلت و بہتری حقیقی عزت و وقار ہے اس سے کہ بندہ کسی مِثْلُكُمْ کے سامنے ہاتھ پھیلائے یا حرام و ظلم میں منہ مارے کیونکہ حرام سے غم اور غم سے بیماری پیدا ہوتی ہے۔ حلال روزی سے خوشحالی اور خوشحالی سے فرحتِ روحانی اور تندرستی جسمانی پیدا ہوتی ہے۔ برائی کر کے غم ملتا ہے۔ اور نیکی کر کے سچی خوشی ملتی ہے جو ابدی ہوتی ہے۔ مومن کی زندگی مثل پھول ہے اور اعمالِ صالحہ اس پھول کا

میٹھا رس ہیں جو شہد سے بھی زیادہ میٹھا ہوتا ہے سب سے بہتر وہ لقمہ ہے جو اپنی محنت سے حاصل کیا جائے یہی ہر قوم کو ان کے انبیاء علیہم السلام کی تبلیغ تعلیم و تربیت ہوتی رہی اور ظلم سے بچاتی رہی۔ حیاتِ دنیوی میں عقل وفکر والے ہمیشہ غم میں مبتلا رہتے ہیں کیونکہ ہر فکر میں غم ہوتا ہے اور ہر غم میں ایمان کی روشنی۔ مومن کو چار فکریں ہوتی ہیں پہلی فکر حفاظتِ ایمان کی۔ دوسری فکر پابندیء اعمال کی تیسری فکر رزق حلال کی چوتھی فکر حسابِ آخرت کی۔ مومن عارف نایاب وکمیاب موتی کی مثل ہے۔ موتی اگر کیچڑ میں بھی گر جائے تب بھی قیمتی و قابلِ عزت لائق احترام ہے لیکن فاسق و بدکار دنیوی گرد وغبار کی مثل ہے اور غبار اگر آسمان پر بھی پہنچ جائے تب بھی ذلیل حقیر بے وقعت اور قابلِ نفرت ہے۔ مومن جانتا ہے کہ زندگی کا اصل مزہ اسی میں ہے کہ مصیبتوں کا مقابلہ کرو اور مسکراتے رہو۔ یہی درس دیا کربلا میں امامِ شہید نے۔

قَالَ رَبِّ انْصُرْنِیْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿۳۹﴾ قَالَ عَمَّا

رسول نے عرض کیا اے میرے رب مدد فرما میری اس کے مقابل کہ جھٹلایا مجھ کو ان کے کفار نے رب تعالیٰ نے فرمایا

عرض کی کہ اے میرے رب میری مدد فرما اس پر کہ انہوں نے مجھے جھٹلایا اللہ نے فرمایا

قَلِیْلٍ لَّیُصْبِحُنَّ نٰدِمِیْنَ ﴿۴۰﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّیْحَةُ

کہ بہت تھوڑی مدت کے بعد البتہ یہ سب کفار ہو جائیں گے پچھتانے والے پھر پکڑ لیا ان سب کو ایک چیخ نے

کہ کچھ دیر جاتی ہے صبح کریں گے پچھتاتے ہوئے تو انہیں آلیا سچی چنگھاڑ نے

بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۴۱﴾

حقیقتاً تو بنا دیا ہم نے ان سب کو گندے کوڑے کا ڈھیر تو لعنت ہے ہر اس قوم کیلئے جو ظالم ہیں

تو ہم نے انہیں گھاس کوڑا کر دیا تو دور ہوں ظالم لوگ

ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِیْنَ ﴿۴۲﴾

پھر بڑھائیں پھیلائیں ہم نے ان کفار کے بعد دوسرے زمانوں کی بڑی بڑی قومیں

پھر ان کے بعد ہم نے اور سنگتیں پیدا کیں

مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا یَسْتَاْخِرُوْنَ ﴿۴۳﴾

نہیں پہلے کر سکتی کوئی قوم کسی امت سے اپنی موت کو اور نہ ہی پیچھے کر سکتے ہیں یہ لوگ اپنی موت کو

کوئی امت اپنی میعاد سے نہ پہلے جائے نہ پیچھے رہے

تعلقات

ان آیات پاک کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق [illegible] پچھلی [illegible] کفار کی کفر [illegible] ذکر ہوا۔ ان آیت

میں انبیاء علیہم السلام کی ان دعاؤں کا ذکر فرمایا جارہا ہے جو انہوں نے کفار کے ایمان سے مایوس ہو کر اپنے لئے رب تعالیٰ سے عرض کیں کہ یا اللہ ان جھٹلانے والے کفار کے مقابل ہماری مدد فرما۔ **دوسرا تعلق** پچھلی آیت میں ان باتوں کا ذکر ہوا جو کفار نے انبیاء علیہم السلام کی گستاخیوں اور انکار میں کیں۔ اب ان آیت میں ان باتوں کا ذکر فرمایا جارہا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء علیہم السلام سے ان کی دعاؤں کو قبول فرماتے ہوئے ارشاد فرمائیں۔ **تیسرا تعلق** پچھلی آیت میں فرمایا گیا کہ کفار سردار اکثر اپنے شہریوں علاقائی لوگوں سے کہتے تھے کہ اگر تم لوگ انبیاء پر ایمان لاؤ گے تو نقصان اٹھاؤ گے۔ اب ان آیت میں بیان فرمایا جارہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر ایمان نہ لاکر ان سب چھوٹے بڑے تمام کفار نے عذاب الٰہی کی صورت میں کتنا بڑا ابدی نقصان خسارہ پایا۔ کفار کا اپنے شہریوں کو نقصان سے ڈرانا محض تخیلاتی تھا مگر یہ عذاب حقیقی نقصان ہوا۔

تفسیر نحوی

قَالَ رَبِّ انْصُرْنِي بِمَا كَذَّبُونِ ﴿۳۹﴾ قَالَ عَمَّا قَلِيلٍ لَّيُصْبِحُنَّ نٰدِمِينَ ﴿۴۰﴾ ۔ قَالَ فعل ماضی مطلق باب نَصَرَ قَوْلٌ سے مشتق صیغہ واحد مذکر غائب اس کی هُوَ ضمیر کا مرجع رَسُوْلًا۔ یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ رَبِّ دراصل ہے۔ یا رَبِّيْ۔ اے میرے رب۔ رَبِّيْ مرکب اضافی منادیٰ ہے۔ اُنْصُرْ باب نَصَرَ کا فعل امر حاضر معروف واحد مذکر حاضر نَصْرٌ سے بنا ہے بمعنی بچا کر۔ غالب کر کے۔ دشمن کو مار بھگا کر۔ یا ہلاک کر کے مدد کرنا۔ یہاں اسی آخری معنی کی مراد ہے۔ اس کا فاعل ہے اَنْتَ ضمیر جس کا مرجع ہے رَبِّ ۔ نِيْ نون وقایہ ہمیشہ فاعل فعل اور مفعول بہ کے درمیان میں آ کر سابقہ فعل کا اعراب اور وزن (شکل وصورت) یاء متکلم سے بچا کر قائم و برقرار رکھتی ہے۔ ی مفعول بہ۔ بَ حرف جر عَنْ جارہ کے معنی میں یا علیٰ فوقیہ کے معنی میں۔ مَا اسم موصول مراد ہے کفار کی قولی عملی تکذیب والی حرکتیں كَذَّبُوْا باب تفعیل کا ماضی مطلق تَكْذِيْبٌ مصدر۔ كِذْبٌ مصدر مادہ لازم سے بنا ہے۔ تَكْذِيْبٌ متعدی ہے۔ بمعنی کسی کو جھٹلانا۔ نِ دراصل ہے نِيْ۔ نون وقایہ ی مفعول بہ آیت کے ختم کی وجہ سے برائے تخفیف وسکون جزم یاء متکلم گر گئی۔ اُنْصُرْنِيْ میں یہ جزم نہ تھا اس لئے نہ گری۔ كَذَّبُوْا فعل فاعل پوشیدہ هُمْ ضمیر اور مفعول بہ ملکر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا مَا کا موصول صلہ مل کر مجرور بَ سے دونوں مل کر متعلق ہے۔ اُنْصُرْنِيْ وہ فعل فاعل مفعول بہ متعلق ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر جواب ندا۔ ندا اپنے منادیٰ اور جواب ندا سے ملکر مقولہ ہوا۔ یہ قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ ہو گیا۔ قَالَ فعل ماضی هُوَ پوشیدہ ضمیر صیغہ اس کا فاعل مرجع ہے۔ رَبّ یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر قول ہوا۔ عَمَّا دراصل ہے عَنْ مَا۔ عَنْ جارہ زوال کے لئے یعنی ہٹانے دور کرنے کے لئے یہاں مراد ہے گزر جانا۔ مَا اسم موصول مراد ہے کچھ وقت قَلِيْلٍ اسم صفت مشبہ مبالغے کے لئے بمعنی بہت تھوڑی مدت یہ صلہ ہے موصول صلہ ملکر مجرور۔ متعلق مقدم ہے لَيُصْبِحُنَّ فعل مضارع مستقبل لام تاکید با نون تاکید ثقیلہ۔ جمع مذکر غائب باب افعال کا فعل ناقصہ۔ هُمْ پوشیدہ ضمیر اس کا اسم مرجع ہے کافر قوم۔ نٰدِمِيْنَ باب ضَرَبَ یا سَمِعَ کا اسم فاعل جمع مذکر نَدَمٌ سے بنا ہے ترجمہ ہے شرمندہ ہونا پچھتانا۔ اسی سے ہے ندامت اور ندیم بمعنی شرمندگی اور شرمندہ رہنے والا پچھتاوا اور ہمیشہ پچھتانے والا۔ خیال رہے کہ بے وقوفی اور حماقت کر کے شرمندہ ہونا ندامت وخجالت ہے۔ خجالت وہ شرمندگی ہے جس کے آثار جسم پر ظاہر ہوں۔ ندامت وہ شرمندگی جس کا نتیجہ ظاہر ہو جائے۔ شرم کرنے کی عربی ہے حیاء احتشام۔ (حیاداری وحیاء کرنا) شرم دلانے کی عربی ہے عار

شرمیلا ہونے کی عربی ہے خَوْدٌ۔ خَصْرٌ کسی دوسرے کی وجہ سے شرمندگی اٹھانے کی عربی خفةٌ ہے بہر حال سب سے زیادہ بری شرمندگی ندامت پھر خجالت پھر خِفَّةٌ نٰدِمِیْنَ اسم فاعل اپنے پوشیدہ ھُمْ ضمیر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے۔ فعل ناقصہ لَیُصْبِحُنَّ کی یہ اپنے اسم وخبر اور متعلق مقدم سے ملکر جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر مقولہ ہوا قَالَ عَمَّ اکا یہ قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ ہو گیا۔ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّیْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً ۚ فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۴۱﴾ ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِیْنَ ﴿۴۲﴾ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا یَسْتَاْخِرُوْنَ۔ ف حرف تعقیب بلا تراخی یعنی اس دعائیہ بد دعا کے کچھ دن بعد اَخَذَتْ باب نصر کا ماضی مطلق مثبت معروف واحد مونث غائب اَخْذٌ سے مشتق ہے بمعنی پکڑنا۔ لینا یہ بہر حال متعدی ہر مصدر بھی یہ مادہ بھی۔ بقانون نحو لازم مادہ کسی مصدر میں جا کر متعدی ہو سکتا ہے اور ہو جاتا ہے لیکن کوئی بھی متعدی مادہ لازم کبھی نہیں ہو سکتا۔ هُمْ ضمیر اس کا مفعول بہ اَلصَّیْحَةُ اسم مفرد مونث لفظ حاصل مصدر ہے۔ صَیْحٌ مصدر کا ترجمہ ہے بھاری چیخ یعنی چنگھاڑ ب جارہ بیانیہ یا بمعنی الف لام حرفی عہد ذہنی حق اسم مفرد جامد ترجمہ ہے حق سچ یعنی حقیقتاً واقعی ظاہر ظہور جاگتے ہوئے یہ جار مجرور متعلق ہے اَخَذَتْ کا سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر سبب ہوا ف حرف سببیہ جَعَلْنَا باب فتح کا ماضی مطلق جمع متکلم جَعْلٌ سے مشتق ہے معنی ہے ایک حالت سے دوسری حالت میں کرنا۔ (بدلنا) نَحْنُ ضمیر صیغہ پوشیدہ اس کا فاعل مرجع اللہ تعالیٰ هُمْ ضمیر مفعول بہ اول مرجع ہے پوری کا فر قوم امراغر با غُثَآءً اسم جامد۔ لغوی ترجمہ ہے بیکار چیز اس معنی سے کوڑے کچرے۔ گلی سڑی گندی ناپسندیدہ چیز کو بھی غثآء کہا جاتا ہے اور بے بس' معذور' محتاج شخص کو بھی غثاء کہا جاتا ہے۔ یہاں مراد ہے ضائع' ہلاک شدہ لوگ' یہ معطوف علیہ ف عاطفہ برائے عطف بُعْدًا حاصل مصدر بمعنی دوری۔ لعنت لام جارہ الف لام عہد خارجی یعنی اس قوم کے لئے قَوْمِ موصوف الف لام اسمی بمعنی اَلَّذِیْنَ ظَالِمِیْنَ۔ باب ضرب کا اسم فاعل جمع مذکر ظُلْمٌ سے مشتق ہے ترجمہ نقصان کرنا مراد ہے۔ کفر کرنا۔ یہ اسم فاعل اپنے پوشیدہ فاعل هُمْ ضمیر صیغہ سے ملکر جملہ اسمیہ ہو کر صفت ہے قوم کی یہ مرکب توصیفی مجرور ہوا جار مجرور متعلق ہیں۔ بُعْدًا کے سب ملکر شبہ جملہ اسمیہ ہو کر معطوف ہے۔ غُثَآءً پر دونوں عطف مل کر مفعول بہ دوم ہوا جَعَلْنَا کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مسبب ہوا۔ اَخَذَتْ کے جملے کا دونوں مل کر جملہ سببیہ ہو گیا۔ ثُمَّ برائے تراخی لغو (عطف کے لئے نہیں) اَنْشَاْنَا باب افعال کا ماضی مطلق جمع متکلم مثبت معروف نَشْوٌ سے بنا ہے بمعنی بڑھنا پھیلنا اسی سے ہے نشوونما ہونا۔ اس کا مصدر ہے انشاءٌ متعدی ہے بمعنی بڑھانا پھیلانا وجود میں لانا۔ اس کا فاعل نَحْنُ پوشیدہ مرجع اللہ تعالیٰ من جارہ زائدہ بیانہ (ابتدا کے لئے نہیں ہے) بَعْدِ مضاف هِمْ ضمیر مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے۔ قُرُوْنًا جمع ہے قَرْنٌ کی لغوی ترجمہ ہے مضبوط گھنی لمبی چیز۔ اس معنی میں کھوپڑی اور سینگ کو بوجہ مضبوطی بڑی قوم کو بوجہ بوقت اجتماع گھنا سایہ کرنے کے اور عورت کے لمبے بالوں کو بوجہ لمبائی کے قرن کہا جاتا ہے۔ یہاں مراد ہیں قومیں۔ قوموں کی وجہ سے ہی زمین پر عمارات' باغات اور کھیتوں کے گھنے سائے ہوتے ہیں اس لئے بھی قوم کو قرن کہا جاتا ہے۔ لمبی مدت کو ایک قرن یعنی زمانہ کہا جاتا ہے۔ قُرُوْنًا موصوف اٰخَرِیْنَ اسم تفضیل صحیح صفت ہے۔ یہ مرکب توصیفی مفعول بہ ہے۔ اَنْشَاْنَا سب سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو گیا مَا تَسْبِقُ باب ضرب کا مضارع نافیہ واحد مونث۔ یہ مضارع بذاتِ خود منفی نہیں کیونکہ فعل مضارع بذاتِ خود صرف بِلَا۔ بِلَمْ بِلَنْ سے منفی ہوتا ہے یہاں مَا نافیہ زائدہ نے مضارع کے اثبات کو ختم کیا اردو میں اس کا

ترجمہ اس طرح ہے کہ نہیں ہوسکتا ایسے کہ کوئی قوم پہلے کرلے کسی گروہ سے اپنی موت سَبَقَ سے مشتق ہے بمعنی پہلے کرنا۔ اس کا فاعل ھِیَ ضمیر پوشیدہ مرجع ہے قُرُونًا مراد جماعۃ مِنْ جارہ بیانیہ ابتدائیہ برائے اولیت۔ اُمَّۃٍ اسم مفرد مونث لفظ بمعنی گروہ یہ جار مجرور متعلق ہے مَا تَسْبِقُ کا اَجَل اسم مفرد مذکر جامد بمعنی مدت یعنی حیات دنیوی کی مدت مراد ہے موت مضاف ہے ھَا ضمیر واحد مونث غائب کا مرجع ہے قُرُونٌ (قوم) یہ ضمیر نفسی ہے ترجمہ ہے اپنی۔ مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی مفعول بہ تَسْبِقُ سب سے مل کر جملہ فعلیہ نافیہ ہوگیا۔ واؤ سر جملہ مَا حرف نافیہ یَسْتَاْخِرُوْنَ باب استفعال کا مضارع نفی کیا ہوا۔ لفظ مَا نے اس کا اثبات توڑ دیا۔ اب ترجمہ ہوا کہ نہیں ہے یہ بات کہ لوگ پیچھے کرسکیں۔ اس کا مصدر ہے اِسْتِئْخَارٌ بمعنی پیچھے کرنا۔ موخر کرنا۔ یَسْتَاْخِرُوْنَ کا فاعل ھُمْ ضمیر صیغہ پوشیدہ اس کا مرجع ہے۔ تمام لوگ کسی بھی قوم برادری والے ہوں یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ خبریہ نافیہ ہوگیا۔

تفسیر عالمانہ

قَالَ رَبِّ انْصُرْنِیْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ۝ قَالَ عَمَّا قَلِیْلٍ لَّیُصْبِحُنَّ نٰدِمِیْنَ ۝ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّیْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً ۚ فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝ ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِیْنَ ۝ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَ مَا یَسْتَاْخِرُوْنَ۔ قرناً آخرین کے نبی مبعوث رسول حضرت صالح علیہ السلام جب تبلیغ فرماتے فرماتے قوم سے مایوس ہوگئے ہر طرح محبت' الفت' شفقت' بشارت' نذارت' عزت و مروت سے سمجھایا ہر مطالبے کا معجزہ دکھایا۔ ہر خواہش رب تعالیٰ سے دلوائی مگر قوم پھر بھی ایمان نہ لائی۔ اس مشفقانہ تبلیغ سے تقریباً آدھی قوم خواص و عوام ایمان لے آئے تھے۔ اس ایمان کی وجہ سے غریب عوام نادار مومنین پر ان کے بڑے کفار کا ظلم اذیت و بربریت تمسخر نقصان توڑ پھوڑ جاری رہی تھی مگر مومنین اپنے نبی صالح علیہ السلام کے حکم سے صبر کرتے اذیتیں برداشت کرتے۔ لیکن کفار اس صبرِ مومنین سے ناجائز فائدہ اٹھاتے۔ اہل ایمان کی کمزوری تصور کرتے اس وجہ سے کفار کا کفر عروج پر رویہ غرور پر ظلم نفور پر اذیت شر پر جبریت وشقاوت انتہا پر بڑھتی ہی جاتی یہاں تک کہ معجزے والی قدرتی معصوم بھولی بھالی انسانی محبت سے بھری ہوئی اونٹنی کو بھی شقاوتِ قلبی کی بنا پر سخت اذیتیں دے کر بلاوجہ قتل کر ڈالا۔ اور اس ظلم واذیت پر بھی علاقہ میں اکڑ و غرور دکھاتے ہوئے دندناتے پھرتے۔ تب قتل ناقہ کے بعد آخری انتہا ہوجانے سے' صالح علیہ السلام نے دعائیہ انداز میں بددعا عرض کی اور قَالَ رَبِّ انْصُرْنِیْ بِمَا كَذَّبُوْنِ عرض کیا اے میرے رب کریم میری مدد فرما یعنی میرے دین ایمان و اہل ایمان کی حفاظت فرما۔ یہ الفاظ کفار کے لئے بددعا تھی۔ مومنوں کے حق میں دعا تھی اس لئے آگے عرض کیا کہ یا اللہ یہ مدد اس کے بدلے اور اس وجہ سے فرما کہ ان سرکشوں نے مجھے جھٹلایا اور میرے جھٹلانے سے ہی ان کے ظلم و غرور ہیں اور چونکہ نبی کو جھٹلانا تکذیب الٰہی والٰہیات ہے اور پورے دینِ حق قدرت برحق حکمۃ ربانی پیغام ایمانی کو جھٹلانا ہے اس لئے آپ نے بِمَا كَذَّبُوْنِ پر اکتفا فرمایا حالانکہ تکذیب نبوت و گستاخی رسالت سے تقریباً دس چیزوں کی تکذیب ہوجاتی ہے۔ ۱۔ توحید رب تعالیٰ کی۔ ۲۔ معبودیت وحدہٗ لاشریک کی۔ ۳۔ کلامِ وحی کی۔ ۴۔ شریعت الٰہی کی۔ ۵۔ نبوت انبیاء کی۔ ۶۔ تبلیغ تعلیم تربیت دینی کی۔ ۷۔ حق کی حقانیت وصداقت

کی۔ ۸۔دیگر تمام انبیاء علیہم السلام کی۔ ۹۔تقویٰ طہارت عبادت خشیت ربانی کی۔ ۱۰۔قدرت حکمت معجزات اور حشر نشر قیامت کی۔ایسے ہی کسی بھی نبی علیہ السلام کی تکذیب و گستاخی سے تقریباً سات برائیوں کی حمایت و تائید ہو جاتی ہے۔ ا۔ابلیس اور شیطانوں کی عادات شیطانیہ کی۔ ۲۔ ہر طرح کے کفر کی۔ ۳۔بت پرستی کی۔ ۴۔شرکیہ عقیدوں کی۔ ۵۔کفار و فساق کے ظلم و غرور کی۔ ۶۔بدکاری بدکرداری فحاشی کی۔ ۷۔فساد فی الارض کی۔اس لئے ان تمام برائیوں کے خاتمہ کے لئے اس قسم کی بددعا ضروری تھی گویا کہ یہ بددعائیہ دعا بھی ہر نبی علیہ السلام کی ذمہ داریوں میں سے ایک ذمہ داری اور تبلیغ حق کا ایک حصہ ہے کیونکہ باطل کو مٹانا اور مٹوانا اسی طرح اشد ضروری ہوتا ہے جس طرح حق و اہلِ حق کو بچانا ضروری ہے۔حق کو بچانے اور باطل کو مٹانے میں زمین و آسمان کی اصلاح اور اہل سمٰوات والارض کی فلاح ہے۔باطل کو مٹانے کے آٹھ طریقے ہیں۔ا۔بددعاء عذاب سے۔ ۲۔ جہاد و فتوحات کے ذریعے سے۔ ۳۔تعلیم دینی تربیت ایمانی سے تعدادِ مومنین بڑھا کر۔ ۴۔کفر و فسق کے علاقہ زمینیں اور مکانات اہلِ ایمان کے خریدنے ایمانی بستیاں بسانے سے۔ ۵۔اہلِ ایمان کی تجارتی کامیابیوں، معاشی قوتوں کو حاصل کر کے کفار کی تجارتی و معاشی کمزوری پیدا کرنا۔ ۶۔علما فقہاء صوفیاء اولیاء اللہ کا اپنی تحریر تقریر و عملی پاکیزہ زندگی و اخلاقیات سے کفار و فساق کو متاثر کر کے مائل بہ اسلام کرنا مومن بنا کر باطلین کا زورِ افرادی توڑنا۔ ۷۔اولیاء کاملین کا تزکیہ نفس روح کی جلاء کراماتِ ذات و صفات کے ذریعے زورِ کفر توڑنا ایمان و اخلاق پھیلانا۔ ۸۔حکومت و سلطنت اسلامی کے ذریعے قوانین قرآن و حدیث و احکامِ اسلامی جاری کر کے عدالتِ اسلامی کے قیام سے عدلِ اسلامی کا ظہور غرضکہ انبیاء علیہم السلام اور ان کے امتیوں کے یہ اپنے اپنے تبلیغی طریقے ہیں۔مقصد سب کا یہ ایک ہی ہے کہ کفر و فسق کے باطلین کو زمین الٰہی سے مٹانا اور ایمان عرفان و ذکرِ رحمٰن سے زمینِ ربانی کو بسانا، حضرت صالح علیہ السلام کی اس دعاء مناجات کا طریقہ یہ ہوا تھا کہ آپ نے بوقتِ شب تمام اہل ایمان کو جمع فرمایا سب نے غسل و وضو کیا پھر نمازِ حاجت ادا کی پھر حضرت صالح علیہ السلام نے یہ اجتماعی دعا عرض کی اس طرح کہ الفاظ صالح علیہ السلام کے تھے اور آمین سب حاضرین کی رب تعالیٰ نے یہ عرض قبول فرمائی اور اسی وقت بالواسطہ یا بلاواسطہ وحی آئی۔ قَالَ عَمَّا قَلِيْلٍ لَّيُصْبِحُنَّ نٰدِمِيْنَ۔ فرمایا رب تعالیٰ نے کہ اب سے تھوڑی مدت بعد ہی البتہ یقیناً کفار جو اس وقت اپنے کفر و غرور کیساتھ خواب مخمور و مدہوش میں پڑے ہوئے ہیں صبح سحر کے وقت ہی عذابِ الٰہی ہلاکت آسمانی سزاء ناگہانی کو دیکھ کر پچھتاتے ہوئے نادم و شرمندہ ہو کر گھبرائیں روئیں گڑگڑائیں گے تب توبہ ایمانی کے لئے پکاریں گے مگر آپ تک پہنچنے کی مہلت نہیں پائیں گے اس بشارتِ قبولیت کو سن کر حضرت صالح اور تمام مومنین اسی عبادت گاہ میں عبادتِ شکرانہ کے لئے مشغولِ نماز و ذکر ہو گئے۔ بوقتِ سحر عذاب آیا اور تمام کفار کو مبتلا کرتا ہوا گزر گیا۔مگر اہل ایمان کو ذکر فکر سجدہ رکوع عبادت شکور شکر مقبول میں ایسے مشغول ہمہ تن گوش کر دیا گیا کہ ان کو عذاب کا پتہ بھی نہ لگا گویا کہ سب مومن چیخ پکار کی آواز سے بروف کر دیئے گئے سب اپنی عبادت میں ہی تھے اور کفار خوابِ غفلت میں کہ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ جب وہ صبح جاگے یا جگائے گئے اور گھروں سے نکلے تو جبرئیل علیہ السلام ان کو بہت ہی خوفناک خونخوار اور وحشت ناک شکل میں نظر آئے تمام کفار ڈر کر الٹے بھاگے گرتے پڑتے

ہوئے اور چھپنے دبکنے کی کوشش کرنے لگے۔ سمجھے گئے کہ یہ وہی عذاب ہے جس کی وعید حضرت صالح سنا چکے ہیں۔ یہ بدھ کا دن تھا۔ اس خوف سے سب کے جسم بیمار اور چہرے پیلے پڑ گئے اس تکلیف سے روتے کراہتے ہوئے باہر نکلے سارا دن ندامت و پریشانی میں پھرتے رہے مگر حضرت صالح یا کسی بھی مومن نے ان کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ اس لئے کہ یہ پہلی بیماری عذاب ہی کا ایک حصہ تھا۔ دوسرے دن صبح اسی وقت ان کو سخت بخار چڑھ گیا جس سے بدن سخت گرم اور چہرے لال سرخ اور نقاہت شدید کمزوری کثیر ہوگئی اب نہ وہ اکڑ رہی نہ غرور' نہ دندنانہ نہ تمسخرانہ' نہ مسکرانا بلکہ ندامت سے سرنگوں یہ دوسرا حصہ عذاب تھا اس لئے نہ ندامت مفید ہوئی نہ سرنگوئی کام آئی۔ یہ بروزِ جمعرات تھا۔ پھر تیسرے دن بروزِ جمعہ صبح اسی وقت سحر سب کفار کے چہرے شدت بیماری سے کالے پڑ گئے۔ تمام مومنین ان تین دنوں میں زیادہ تر اپنی عبادت گاہ میں مشغول عبادت رہے۔ ادھر کفار میں تین دنوں سے ہائے بچاؤ ہائے توبہ کی چیخ و پکار تھی پوری بستی میں کسی کا کوئی چولھا نہ جلا نہ کھانا پینا نہ دوا دارو۔ اہلِ ایمان کو اپنی مشغولیت عبادت لذتِ ذکر و شکر کی وجہ سے قدرتاً کھانے پینے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوئی نہ کسی کو بھوک پیاس لگی نہ کھانے پینے کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور کفار اپنی گھبراہٹ اپنی بیماری کمزوری کی وجہ سے کھانے کی طرف متوجہ نہ ہو سکے۔ جس رات بوقت مغرب ایک کافر قیدار بن سالف نے اپنے امراء کفار کے کہنے سے آٹھ دیگر کافروں کی مدد سے اونٹنی کو گرایا قتل کیا تھا۔ اسی رات صالح علیہ السلام نے بعد نمازِ عشاء رَبِّ انْصُرْنِیْ والی بددعا شروع فرمائی تھی یہ رات منگل بدھ کی درمیانی تھی۔ قتلِ ناقہ کا طریقہ یہ تھا کہ پہلے ٹخنوں کی رگیں کاٹیں جس سے تمام خونِ بدنی نکل گیا پھر آٹھ آدمیوں نے گرایا اور قیدار نے ہی پہلے کونچیں یعنی ٹخنوں کی رگیں کاٹی تھیں اور قیدار نے ہی ذبح کیا اونٹنی کا مذکر بچہ یہ خوفناک منظر دیکھ کر چیختا ہوا بھاگا اور اسی پہاڑی میں روپوش ہوگیا جس میں سے وہ اونٹنی معجزہ بن کر نکلی۔ حدیثِ مقدس میں ہے کہ قریبِ قیامت وہ ہی بچہ دَابَّۃُ الْاَرْضِ بن کر نکلے گا۔ پھر چوتھے اور آخری دن بروزِ ہفتہ بوقتِ اشراق جبکہ سب کفار اسی بیماری نقاہت سے کچھ لوگ اپنے اپنے گھروں میں پڑے تھے اور باقی تمام کافر ایک گھر میں جمع پڑے تھے کہ حضرت جبرئیل نے ایک چیخ ماری جس کی گونج آسمان و زمین کے چاروں طرف سے آئی جس سے پہاڑ ٹوٹے۔ گھر پھوٹے کفار کے دل پھٹ گئے لوگ مر گئے گھر گر گئے وہ گھر ہی ان کی قبریں بن گئیں۔ کچھ باہر صحن میں مردہ پڑے رہ گئے تاکہ ان کو مرا ہوا پڑا دیکھا جا سکے یہ لاشیں بھی بہت دن پڑی رہیں یہاں تک کہ فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً۔ پھر کچھ عرصے تک ہم نے ان لاشوں کو ظاہراً گلی سڑی حالت میں کوڑا کچرا بنائے رکھا اس طرح کہ کچھ لاشیں تو پہلے روز ہی اپنے مکانوں کی گری چھتوں میں دب کر اجتماعی قبر میں مدفون ہوگئے اور کچھ لوگوں کی لاشیں بے گور و کفن عرصے تک پڑی رہیں نہ کوئی کفنانے والا نہ دفنانے والا نہ کوئی ان پر رونے والا نہ غم کھانے والا۔ اہلِ ایمان نے ایک دفعہ ان کو دیکھا تاکہ شکرِ الٰہی مزید بجالائیں پھر صالح علیہ السلام نے سب کو ادھر جانے اور مردوں کو دیکھنے سے بھی منع فرما دیا کیونکہ وہ عذاب کی جگہ تھی جس کو دیکھنا وہاں جانا' ٹھہرنا بھی شرعاً ناجائز ہے۔ اور ان لاشوں کا وہی حال ہوا جو بے گور و کفن لاشوں کا ہوتا ہے پہلے مزید کالی ہوئیں پھر پھولی پھٹی بکھریں۔ ان کی ہڈیاں تو آتے جاتے سفر میں صحابہ کرام نے دیکھیں۔ فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۔ پس اسی طرح کی لعنت ملامت نفرت پھٹکار دھتکار دُر کار۔ دوری ہلاکت ہوتی رہے گی تا

قیامت ہر اس قوم پر جو انفراداً یا اجتماعاً کفر شرک ظلم فساد پھیلانے مچانے بھڑکانے والے ہوں اللہ تعالیٰ کی زمین پر ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِيْنَ۔ زمانے گزرتے رہے انبیاء آتے رہے نور پھیلاتے رہے۔ ذکرِ رحمانی فکرِ ایمانی سے زمین کی پیاس بجھاتے رہے پھر ان ہی زمانوں میں ہم نے ان پچھلی ہلاک شدہ قوموں کے بعد دیگر بہت سی قوموں کو ہر قسم کی دنیوی نعمتیں راحتیں عزتیں قوتیں لذتیں صحتیں عطا فرما کر اسی زمین پر ملکیت تمکنت دے کر پروان چڑھایا جنہیں قوم لوط۔ قوم داؤد قوم شعیب علیہم السلام اپنی اپنی خاص خصلت صلاحیت لے کر ابھریں اور مشہور ہوئیں تب حسبِ سابق قوم کے کچھ افراد کو ایمان کی روشنی ملی اور کچھ افراد اُمَراءِ عوام ظلمت کفر شرک میں ہی پھنسے رہے تو ان پر بھی بددعاءِ نبوی سے ہلاکت کا عذاب دنیوی آیا اور عبرت تاریخی بنا گیا۔ تقدیرِ مبرم کے یہ وہ فیصلے ہیں کہ۔ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ کوئی قوم یا فرد اپنی دعا التجا یا زور بازو یا قوۃ دولت یا طاقتِ سلطنت بادشاہت کے ذریعے کسی بھی امت اور جماعت میں سے نہ اپنی مدتِ عمر مقام موت وقت انجام کو ذرہ ایک ساعت بھی نہ آگے اور پہلے کر سکے نہ کسی کی موت وحیات فنا وبقا کو آگے پیچھے کر سکیں نہ گھٹا سکیں نہ بڑھا سکیں۔ موت وحیات تو بڑی چیز ہے بندہ تو اتنا مجبور وبے بس ہے کہ اپنی نیند پر بھی کسی کو قابو نہیں کہ آ جائے تو جاگا نہیں رہ سکتا اور نہ آئے تو سو نہیں سکتا۔ نیند پوری ہو جائے تو مزید بڑھا نہیں سکتا۔ پوری نہ ہو تو گھٹا نہیں سکتا۔ انسان کا زور تو اپنی نیند پر نہیں چلتا بھلا وہ اپنی اجلِ موت وفیصلہ وحیات ومقررہ تقدیر پر کس طرح قابو پا سکتا ہے۔ اگر انسان ذرا سا اس حقیقت پر غور فکر وتدبر کر لے تو کبھی بھی اپنے رحیم کریم وحدہٗ لاشریک خالق تعالیٰ کی بندگی سے منہ نہیں موڑ سکتا اور اس حیاتِ فانی دولتِ آنی جانی پر مغرور نہیں ہو سکتا آج کا انسان تو چیز ہی کوئی نہیں ہے۔ پہلے زمانے کے قرونًا آخرین باوجود طویل عمری شہ زوری قد آوری فنکاری کے فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ۔ ایک ساعت بھی اپنی موت و حیات کو آگے پیچھے نہ کر سکے۔ (اعراف: ۳۴ وسورۃ یونس: ۴۹) چنانچہ حضرت نوح سے حضرت عیسیٰ تک بمطابق تعداد انبیاء علیہم السلام بیشمار قومیں وافراد قرون وقبائل عالم عدم سے عالم شہود میں نشوونما سے مولود ومشہور ہوئے اور صنعت وفنون خصائل وعادات میں نامور ہوئے لیکن اجل تقدیری آنے پر ہزاروں قوتوں حفاظتوں کے ہوتے ہوئے بھی ہلاکت وانجام سے بچ نہ سکے۔ سابقہ ہلاک شدہ قوموں میں سے صرف ان نو قوموں کے نام ومختصر حالات ظاہر ہوئے جن کو قرآن وحدیث نے ظاہر فرمایا۔ بقایا کے تو نام ونشان اور واقعے قصے بھی معدوم وفنا اور ایسے نامعلوم ہو گئے کہ

بس نامور بزیرِ زمین دفن کردہ اند — کز ہستیش بروئے زمیں یک نشان نماند
آں پیر لاشہ را کہ سپردند زیر خاک — خاکش چناں بخورد کز و استخواں نماند
خیرے کن اے فلاں وغنیمت شمار عمر — زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

ترجمہ: بہت سے نامور جن کو زمانے نے زمین کے اندر اس طرح دفن کر دیا کہ دنیا جہان میں اس کی ہستی کا ایک نشان بھی باقی نہ رہا۔ مٹی نے اس طرح اس کو کھایا کہ اس کی ہڈیاں بھی نہ رہیں اے فلاں جلدی جلدی نیکی عبادت کر لے اور اس زندگی کو غنیمت سمجھ۔ اس سے پہلے کہ تیری موت کا اعلان ہو جائے کہ آج فلاں نہ رہا قضائے الٰہی سے فوت ہو گیا۔ اے مسلمانو!

چراغ اپنی عبادت کا ہمیشہ [illegible] نہ جانے کس گھڑی میں زندگی کی شام ہو جائے

سابقہ ہلاک شدہ قوموں کا مختصر تذکرہ و اجمالی خاکہ

قوم نوح: قوم کی تعداد نو قبیلے بارہ ہزار تھی، ان کے نبی کا نام نوح علیہ السلام تھا، زمانہ تبلیغ ۹۵۰ سال تھا، علاقۂ قوم کرک، کوفہ اور دمشق تھا، عذاب ہلاکت کی نوعیت سیلابی طوفان تھی، قرآنی حوالہ شعراء آیت ۱۲۰ ہے۔

قوم عاد: قوم کی تعداد ۲۵ ہزار تھی، ان کے نبی کا نام ہود علیہ السلام تھا، زمانہ تبلیغ ۱۰۰ سال تھا، علاقہ قوم یمن تھا، عذاب ہلاکت کی نوعیت ہوا کی آندھی تھی۔

قوم ثمود: قوم کی تعداد آٹھ ہزار تھی، ان کے نبی کا نام حضرت صالح علیہ السلام تھا، زمانہ تبلیغ ۱۰۰ سال تھا، علاقہ قوم یمن کا پہاڑی علاقہ تھا، عذاب ہلاکت کی نوعیت پانچ عذاب آئے۔ ۱۔ یرقان۔ ۲۔ شدید بخار۔ ۳۔ مزید بخار سیاہ رنگت۔ ۴۔ زمینی چیخ صیحہ۔ ۵۔ چیخ سے زلزلہ شدید تھا۔ قرآنی حوالہ سورۂ ہود: ۶۵، ہود آیت: ۶۷، سورۂ آل عمران: ۷۸۔

قوم سدوم: قوم کی تعداد چار لاکھ تھی، ان کے نبی کا نام حضرت لوط علیہ السلام تھا، زمانہ تبلیغ ۸۰ سال تھا، علاقہ قوم علاقہ سدوم نزد فلسطین تھا، عذاب ہلاکت کی نوعیت سنگباری سے رجم تھا، قرآنی حوالہ سورۂ شعراء: ۱۷۳۔

اصحاب یمکیه: قوم کی تعداد دس ہزار تھی، ان کے نبی کا نام حضرت شعیب علیہ السلام تھا، زمانہ تبلیغ ستر سال تھی، علاقہ قوم مدین تھا، عذاب ہلاکت کی نوعیت ایک دن میں تین عذاب۔ ۱۔ آسمانی صیحہ۔ ۲۔ رجفہ یعنی زمینی شدید زلزلہ۔ ۳۔ یوم الظلۃ سیاہ بادل کی آگ کا عذاب تھا۔ قرآنی حوالہ سورۂ ہود: ۹۴، سورۂ اعراف: ۹۱، سورۂ شعراء: ۱۸۹۔

قوم قبطی فرعونی: قوم کی تعداد بارہ ہزار تھی، ان کے نبی کا نام حضرت موسیٰ و حضرت ہارون علیہما السلام تھا، زمانہ تبلیغ چالیس سال تھا، علاقہ قوم مصر تھا، عذاب ہلاکت کی نوعیت دریائے نیل میں غرق ہوئے۔ قرآنی حوالہ سورۂ بقرہ: ۵۰

قوم ایله: قوم کی تعداد دس ہزار تھی، ان کے نبی کا نام حضرت داؤد علیہ السلام تھا، زمانہ تبلیغ چالیس سال تھا، علاقہ قوم ایلہ علاقہ شام، عذاب ہلاکت کی نوعیت بندر بنا کر ہلاک کئے گئے چھ ہزار مومن بن گئے تھے۔ قرآنی حوالہ سورۂ اعراف: ۱۶۶، سورۂ بقرہ: ۶۵

قوم طالوت بادشاہ نسل ہارون: قوم کی تعداد اسی ہزار ۳۱۳ مومن رہے باقی مرتد ہوگئے یہ سب بنی اسرائیلی مومن تھے جالوت کافر سے ڈر کر مرتد ہوئے تھے۔ ان کے نبی کا نام حضرت شموئیل علیہ السلام تھا، علاقہ قوم علاقہ طیبہ تھا، عذاب ہلاکت کی نوعیت پیاس کی بیماری سے ہلاک کئے گئے تھے۔ قرآنی حوالہ سورۂ بقرہ: ۲۴۹۔

قوم مائده بنی اسرائیل: قوم کی تعداد تقریباً ۱۱۱۰ افراد تھی، ان کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے۔ اولاً انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام سے غیبی آسمانی کھانوں کا دسترخوان مانگا جب مل گیا تو تکذیب کرکے نافرمان و مرتد ہوئے۔ ان کو بندر اور خنزیر بنا کر ہلاک کیا گیا۔ (مائدہ: ۶۰) ان میں سے جس قوم کی بھی اجل ہلاکت آئی تو نہ کوئی آگے کر سکا نہ پیچھے نہ گھٹا سکا نہ بڑھا سکا نہ روک سکا۔

اَجَلَ کی چھ قسمیں ہوتی ہیں۔ ۱۔ اَجَلِ قلیل۔ ۲۔ اَجَلِ کثیر۔ ۳۔ اَجَلِ حدیث۔ ۴۔ اَجَلِ قدیم۔ ۵۔ اَجَلِ جدید۔ ۶۔ اَجَلِ عتیق۔ عَمَّا قَلِيلٍ سے دو چیزیں مراد ہیں۔ ۱۔ قلیل زمانہ۔ ۲۔ قلیل شئی۔ تفسیر ابن عباس میں ہے کہ ایک قرن کی مدت اسی سال ہوتی ہے۔ بعض نے فرمایا کہ ایک صدی یعنی سو سال۔

ان آیت میں مختلف اقوال

بِمَا کی بَ میں تین قول۔ ا۔ یہ بَ سببیہ ہے اور معنی ہے اس کی وجہ سے۔ ۲۔ یہ بَ بدلیت کی ہے اور معنی ہے اس کے بدلے میں میری مدد فرما۔ ۳۔ یہ بَ آلہ ہے اور معنی ہے اس کے ذریعے اور بنا پر میری مدد فرما۔ مگر پہلا قول درست ہے باقی دو قول غلط ہیں عَمَّا کے مَا میں تین قول۔ ا۔ یہ مَا موصولہ ہے برائے تاکید۔ ۲۔ یہ مَا نکرہ تامہ ہے اور معنی ہے کہ عذاب کی پوری مدت بہت تھوڑی ہے۔ ۳۔ یہ مَا نکرہ موصوفہ ہے بعض نے کہا کہ یہ مَا زائدہ ہے اور معنی ہے کہ تھوڑی سی دیر میں یہ لوگ نادم ہو جائیں گے۔ لَیُصْبِحُنَّ۔ کی قرئت میں دو قول۔ ا۔ اکثر نے کہا یہ باب افعال سے فعل ناقصہ کا مضارع مستقبل معروف صیغہ جمع مذکر غائب ہے یہی قرئت درست ہے کیونکہ مشہور و مکتوب ہے۔ ۲۔ بعض قراء نے لَتُصْبِحُنَّ پڑھا ہے۔ یہ قرئت شاذ ہے۔ لَیُصْبِحُنَّ کے معنی میں دو قول۔ ا۔ اکثر نے فرمایا اس کا ترجمہ ہے کہ وہ کفار زندگی میں ہی نادم و شرمندہ ہو جائیں گے۔ عذابِ دنیوی دیکھ کر یہی قول درست ہے۔ ۲۔ بعض نے لکھا کہ اس کا معنی ہے کفار نادم ہوں گے بعد موت۔ بِالْحَقِّ کے معنی میں تین قول۔ ا۔ اکثر نے کہا اس کا معنی ہے حقیقی ظاہری چیخ سے۔ ۲۔ بعض نے کہا کہ اس کا معنی ہے تقدیر مبرم کا فیصلہ۔ ۳۔ بعض نے لکھا کہ بِالْحَقِّ کا معنی ہے عدل و انصاف سے۔ اَلصَّیْحَۃُ کے معنی میں تین قول۔ ا۔ اکثر نے فرمایا غیبی چیخ۔ ۲۔ بعض نے کہا پس کا شور و غل چیخ پکار۔ ۳۔ بعض نے لکھا کہ اَلصَّیْحَۃُ کا معنی ہے مطلقاً عذاب کیونکہ عرب میں مجازاً ہر ناگہانی عذابِ دنیوی یا آسمانی کو صیحۃ کہہ دیا جاتا ہے۔ چنانچہ عرب شاعر کہتا ہے۔

صَاحَ الزَّمَانُ بِالِ بَرْمَکَ صَیْحَۃً خَرُّوْا لِشِدَّتِہَا عَلَی الْاَذْقَانِ

ترجمہ: چیخ پڑا زمانہ آلِ برمک پر۔ تو سب اوندھے منہ اس کی شدت کی وجہ سے گر پڑے۔ دیکھو یہاں صیحۃ سے مراد زمانے کی سختیاں ہیں نہ کہ حقیقی چیخ مگر پہلا قول درست ہے کیونکہ آیت پاک میں اَخَذَتْ اور بِالْحَقِّ کے الفاظ نے ثابت کیا کہ حقیقی اور غیبی چیخ ہی مراد ہے۔ اَخَذَتْ نے دوسرا قول رد کیا یعنی آپ کا شور و غل اور بِالْحَقِّ نے تیسرے قول یعنی مجازی مراد لینے کو منع کیا بِالْحَقِّ کا معنی ہے حقیقی چیخ شاعر کے قول سے دلیل لینی بھی غلط ہے اولاً اس لئے کہ شعر میں بِالْحَقِّ اور اَخَذَتْ کے الفاظ نہیں لہٰذا شعر میں تو مجازی معنی لئے جا سکتے ہیں مگر آیت میں نہیں۔ ثانیاً یہ کہ شعر میں صاح فعل اور صیحۃً مفعول مطلق سے مراد حقیقی چیخ ہی ہے مگر چونکہ چیخنے والا زمانہ ہے اس لئے آواز مخفی ہے بہر حال دوسرا اور تیسرا قول غلط ہے۔ غُثَاءً کی قرئت میں دو قول۔ ا۔ اکثر نے بغیر شد پڑھا ہے یہی قول درست ہے کیونکہ مشہور و مکتوب ہے۔ ۲۔ بعض علماء قرئت نے شد کے ساتھ غُثّاءً پڑھا ہے۔ یہ قرئت شاذ ہے۔ دونوں قرئتوں میں معنی ایک ہی ہے کوڑا کچرا۔ فَبُعْدًا کے معنی میں دو قول۔ ا۔ بعض نے کہا بُعْدًا کا معنی ہے دوری و لعنت اخروی یعنی رحمت سے دوری۔ ۲۔ بعض نے کہا بُعْدًا کا معنی ہے ہلاکتِ دنیوی دونوں قول درست ہیں کیونکہ کفار کے لئے یہ دونوں ذلتیں ہیں۔ بُعْدًا کی ترکیب میں دو قول۔ ا۔ اکثر نے فرمایا یہ جملہ خبریہ ہے اور معنی ہے کہ دوری و لعنت ہے۔ یہی قول درست ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا کہ یہ جملہ انشائیہ ہے بددعا کے لئے اور معنی ہے کہ دوری و لعنت ہو مگر یہ قول غلط ہے اسلئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اللہ تعالیٰ دعا و بددعا دینے سے پاک ہے۔ دعا کرنا یا بددعا کرنا بندوں کا کام ہے کیونکہ دعا و بددعا کا معنی ہوتا ہے دلوانا۔ حالانکہ رب تعالیٰ دینے والا ہے نہ کہ دلوانے والا۔ قَالَ عَمَّا قَلِیْلٍ۔ کے قَالَ

میں دو قول۔ ۱۔ اس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ پورا کلام و جملہ لِلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۔ تک ہے اس قول کی بنا پر فَبُعْدًا کا پورا جملہ خبریہ ہے نہ کہ بد دعا۔ ۲۔ بعض نے کہا کہ اس قَالَ کا معنی یہ ہے کہ جب ان کے نبی علیہ السلام نے بد دعا کر دی تب رب تعالیٰ نے وحی خفی کے ذریعے بتایا کہ یہ بد دعا قبول ہے یہ خوشخبری سن کر حضرت صالح نے اہلِ ایمان میں اعلان فرمادیا کہ عَمَّا قَلِیْلٍ اس قول کے مطابق قَالَ فَبُعْدًا تک سب پہلے میں حضرت صالح کا کلام نقل فرمایا گیا۔ یعنی حضرت صالح نے فرمایا۔ فَبُعْدًا (الخ) لہٰذا یہ جملہ بد دعائیہ ہے نہ کہ خبر اور انبیاء علیہم السلام کے اقوال دعا بھی ہو سکتے ہیں بد دعا بھی اور خبر بھی۔ اَجَلَهَا کے معنی میں تین قول۔ ۱۔ بعض نے کہا کہ اَجَلَ کا معنی ہے دنیوی زندگی جو مہلتِ خیر و ایمان ہے ہر انسان کے لئے۔ ۲۔ بعض نے کہا کہ اَجَلَ کا معنی موت و ہلاکت کا وقت۔ ۳۔ بعض نے کہا کہ اَجَلَ سے مراد کفار کا ہلاک ہونا دنیا میں آسمانی ناگہانی عذاب سے۔ تینوں قول درست ہیں کیونکہ اَجَلَ نام ہے تقدیر مبرم کا جس کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ نہ دعا سے نہ بد دعا سے نہ التجا سے۔

فائدے

ان آیت پاک سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ **پہلا فائدہ:** ہر نبی علیہ السلام ہر شخص کے آخری انجام والے مقام و زمان سے اپنے علم غیب عطائی کے ذریعے واقف ہوتے ہیں خاص کر اپنی امت دعوت و اجابت کے انجام سے کہ فلاں نیک و بد کی آخری اجل کب اور کیسے اور کہاں ہے۔ اسی علم کی بنا پر ہر قوم کے مبعوث نبی علیہ السلام اپنی نافرمان امت کافر سرکش کے لئے اس وقت ہی بد دعا مانگتے ہیں جب ان کی اجل ہلاکت کا وقت قریب آجاتا ہے۔ یہ فائدہ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِیْ (الخ) اور مَا تَسْبِقُ (الخ) کے فرمانِ الٰہی سے حاصل ہوا۔ اس سے ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام غیب جانتے ہیں۔ کتنا بد بخت و بد خصلت ہے وہ فرقہ جو انبیاء کرام علیہم السلام کو بے خبر کہتے پھرتے ہیں اور حمقا نے اس گستاخی کا نام توحید رکھا ہے۔ **دوسرا فائدہ:** ذکر الٰہی اور آستانہ نبوت اتنا عظیم اور مظبوط حفاظتی قلعہ ہے کہ ہر ذاکر ایمانی جب ذکر و فکر ربانی و عبادتِ رحمانی میں مشغول ہو تو ہر طرح کے عذابِ آسمانی و آفتِ ناگہانی سے اس طرح بچالیا جاتا ہے کہ عذاب آکر کفار کو مٹا کر گزر بھی جاتا ہے مگر عبادت میں مشغول و مصروف مومنین متقین کو محسوس تک نہیں ہوتا۔ یہ فائدہ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّیْحَةُ بِالْحَقِّ فرمانے سے حاصل ہوا کہ دیکھو قوم ثمود پر وہ عذابِ صیحۃ اتنی سخت کڑک اور چیخ تھی کہ اسے سے پہاڑی پتھروں کے تراشے خراشے موٹے مضبوط مکانات ٹکڑے ہو کر گر پڑے۔ کئی چٹانیں دہشت کڑک سے چیخ گئیں۔ زمین دھماکے سے مثلِ زلزلہ دہل گئی کفار اور کفار کے تمام پالتو گھریلو چھوٹے بڑے جانور مر گئے۔ اور سب جانداروں کے دل جگر پتے پھٹ گئے۔ اَخَذَتْهُمْ میں هُمْ ضمیر نے یہی بتایا کہ عذاب صیحۃ نے صرف کفار اور ان کی اشیا کو پکڑا مگر عبادت گاہ میں مومن مردوں اور گھروں میں عبادت کرنیوالی عورتوں کو اپنی اپنی عبادت دل سوز جگر دوز ایمان افروز ذکر الٰہی و اتباع نبوی اور اطاعتِ دینی میں مشغول ہونے کی وجہ سے اہل ایمان کو کوئی آواز و سرسراہٹ تک سنائی نہ دی بلکہ ان کے پالتو گھریلو جانور بھی جو گھریلو مومنین عورتوں سے ذکر الٰہی سن رہے تھے وہ بھی عذابِ ہلاکت سے محفوظ و مامون رہے بلکہ ذکر الٰہی کے طفیل ان کے وہ در و دیوار بھی محفوظ رہے جن تک ذکر و عبادت کی صدائیں و شعائیں پہنچ رہی تھیں غرضکہ مومنین کو نہ نقصانِ جانی ہوا نہ مکانی۔ یہ آیت مسلمانوں کو عبرت انسانی کے ساتھ ساتھ شانِ ذکر و فکر ایمانی کا درس بھی دے رہی ہیں کہ اے مسلمانو ذکر الٰہی عبادت کبریائی اور اطاعتِ مصطفائی و اتباع مجتبائی میں خود

کو مشغول جسم کو مصروف اعضا کو ملبوس زبان کو قائم تر رکھو۔ یا اللہ مجھ کو بھی توفیق و سعادت نصیب فرما۔ آمین یا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ۔ بجاہ نبی رحمۃ اللعالمین۔ **تیسرا فائدہ:** کافر مشرک خواہ کتنا ہی خوب صورت، خوب سیرت، عقلمند، ہنرمند، فنکار، شہ زور، دولت مند، مہذب، مؤدب، ہنس مکھ ہو مگر رب تعالیٰ اور نیک بندوں کے نزدیک کوڑے کچرے گندے کیچڑ کی طرح قابل نفرت ہے دوری دھتکار کے لائق ہے زندہ یا مردہ مدفون ہو یا محروق۔ یہ فائدہ غُثَآءً فرما کر فَبُعْدًا فرمانے سے حاصل ہوا۔ غُثَآءً میں بعدِ موت نفرت و درجہ نفرت بتائی گئی۔ یعنی اے مسلمانو کفر اور کفار سے ان کے مرنے بعد بھی گلے سڑے بدبودار کوڑے کچرے کیچڑ کی طرح نفرت کرو اور فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۔ نے ان کی زندگی میں ان سے نفرت کا طریقہ بتایا کہ کبھی بھی ان کفار سے مخلصانہ دوستی و محبت نہ کرو۔ ان کی محفلوں مجلسوں سے دور رہو اور اپنی محفلوں سے دور دھتکارو۔ کفار معاملے میں ہمیشہ ایمانی اسلامی تعصب کا مظاہرہ کرو۔ کافر کتنا ہی قریبی یا واقف ہو مگر کوئی مسلمان اس کو اپنا یا اپنے مسلمان بھائی یا اپنے ملکی و سیاسی راز نہ بتاؤ نہ عیب ظاہر کرو نہ کمزوری نہ کفار کے سامنے مسلمانوں کی یا کسی اسلامی ملک کی عیب جوئی کرو۔ ان حماقتوں کا بڑا تلخ تجربہ دیکھا گیا ہے کہ جب کسی عام یا خاص مسلمان نے محبت کفار میں کسی کافر کو کوئی راز بتایا تو اس کا پوری مسلم قوم کو نقصان ہی پہنچا۔ ابھی حال میں عراقی حکومت نے روس و ہندوستان پر اندھا بھروسہ کر کے چند اندرونی راز بتا دیئے تو تاریخ کے اوراق پر اس کی ذلت آمیز شکست و کمزوری لکھی گئی۔ قرآنِ مجید نے تو قومِ مسلم کو ہر عقل سکھائی ہے خود مسلمان ہی قرآنِ مجید سے دور ہے کہ نہ تذکرِ قرآنی رہا نہ تدبر نہ تفکر اسی لئے اغیار سے مار کھا رہے ہیں۔ مصائب میں نہ اللہ تعالیٰ کی طرف آتے ہیں نہ عبادت و تلاوت کی طرف۔ دوڑ ہے تو کفار کی طرف بھیک مانگنی ہے تو امریکہ سے۔

احکام القرآن

ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ:** شریعتِ اسلامیہ کا حکم ہے کہ ہر مسلمان ہر مظلوم کی بددعا سے بچے وہ مظلوم انسان مومن ہو یا کافر یا جانور۔ اسلام نے انسانوں کی طرح جانوروں کو تحفظ دیا ہے۔ فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ دعا و بددعا دو قسم کی ہے۔ ۱۔ مظلوم کے حال کی یہ ہمیشہ ظالم کے لئے نکلتی ہے اور بارگاہِ الٰہیہ میں بہت جلدی قبول ہوتی ہے۔ **۲**۔ بعض مرتبہ دعا کے الفاظ میں بددعا ہوتی ہے اور بددعا کے الفاظ میں دعا ہوتی ہے۔ اس لئے اگر کوئی شخص دعا یا بددعا دینے یا نہ دینے کی قسم کھالے تو اس کے دعائیہ یا بددعائیہ الفاظ بولتے ہی قسم ٹوٹنے اور کفارۂ قسم واجب ہونے کا حکم نہ لگایا جائے گا بلکہ مفتیِ اسلام تحقیق و تفتیش اور تفکر و تدبر کر کے کلمات اور ماحول کا سیاق و سباق پر غور کر کے اولاً یہ تعین کرے کہ یہ الفاظ دعا ہے یا بددعا۔ اس کے بعد فیصلہ کرے کہ بولنے والا حانث ہوا ہے یا نہیں۔ اگر مفتیِ اسلام اپنی علمی فکری صواب دید سے جان لے کہ حانث ہو گیا ہے تب کفارۂ قسم اس پر واجب کرے بلا سوچے سمجھے کوئی فیصلہ کر دینا شرعاً ناجائز ہے اور اگر کسی نے غلط فیصلہ کر دیا تو جاری نہ ہو گا۔ یہ سب مسئلہ فقہ آئمہ اربعہ میں متفقاً۔ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِیْ بِمَا كَذَّبُوْنِ۔ کے بعد قَالَ عَمَّا قَلِیْلٍ کی جوابی قبولیت سے مستنبط ہوا۔ رَبِّ انْصُرْنِیْ (الخ) کے کلمات ظاہراً اپنے لئے دعا ہے مگر قَالَ عَمَّا قَلِیْلٍ نے بتایا کہ یہ کلمات کفار کے لئے بددعا تھے اور فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ کے کلمات نے بتایا کہ وہ کفار صرف کافر ہی نہ تھے بلکہ موذی و ظالم بھی تھے۔ اور تمام اہلِ ایمان و ناقۂ صالح مظلوم تھے۔ اس لئے یہ کلمات دعا بددعا بن کر جلدی قبول ہوئے کیونکہ مظلوم کی بددعا ظالم کیلئے بہت

جلدی قبول ہوتی ہے۔ یہاں پر تو زبانِ نبوت کے الفاظ بھی شامل ہیں۔ **دوسرا مسئلہ:** فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ تقدیر کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ تقدیرِ مبرم یہ کبھی نہیں ٹل سکتی۔ ۲۔ تقدیرِ معلق۔ یہ انبیاء اولیاء علماء کی دعا سے رب تعالیٰ ٹال دیتا ہے یہ تقدیر بدل جاتی ہے۔ تقدیرِ مبرم اتنی زبردست اور اٹل ناقابلِ تبدیلی ہوتی ہے کہ اگر کوئی نبی رسول مرسل خلیل وحبیب بھی بارگاہِ الٰہی میں ٹالے جانے کی دعا یا التجا وفریاد کرے تو اس کو سمجھا دیا جاتا ہے کہ یہ تقدیرِ مبرم ہے اس کے ختم ہونے کی دعا نہ کرو اور پھر وہ نبی علیہ السلام دعا نہیں کرتے۔ یہ مسئلہ مَاتَسۡبِقُ مِنۡ اُمَّةٍ (الخ) فرمانے سے مستنبط ہوا۔ تقدیرِ مبرم کے الفاظ قرآنِ مجید میں متعدد جگہ تقریباً تیرہ آیت میں وضاحت سے بیان فرمائے گئے ہیں جس کی تفصیل ہمارے فتاویٰ العطایا جلد پنجم میں دیکھئے بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ سرکار غوثِ اعظم نے فرمایا کہ میں تقدیرِ مبرم کو ٹال دیتا ہوں اور ختم کرسکتا ہوں اور ایک غیر معروف روایت سے دلیل لے کر اس قول کی صداقت کی جاتی ہے کہ اِنَّ الدُّعَآءَ یَرُدُّ الْقَضَا بَعْدَ اُبْرِمَ۔ جاہل گمراہ لوگ اس کا ترجمہ کرتے ہیں کہ بیشک دعا قضاء مبرم کو ٹال دیتی ہے۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ غوثِ پاک سرکار بغداد نے یہ بات کہیں نہیں فرمائی ان کی کتاب سے کوئی ثابت کرسکتا ہے نہ ہی یہ غلط بات غوثِ پاک کہہ سکتے ہیں یہ کہنا کفر وشرک و رب تعالیٰ سے مقابلہ بازی کی مثل ہے کیونکہ تقدیرِ مبرم کوئی بھی بندہ رد نہیں کرسکتا۔ پیش کردہ روایت کا ترجمہ گمراہ جاہلوں نے غلط کیا ہے۔ صحیح ترجمہ اس طرح ہے کہ بیشک نیک متقی مومن کی عاجزانہ دعا والتجا۔ تقدیری فیصلہ کو بدل سکتی ہے۔ بَعْدَ مَا اُبْرِمَ۔ جبکہ بندے کی دعا ابرم' مضبوط و قابلِ قبول لائقِ بارگاہ بنادی جائے یہاں قضا سے مراد تقدیرِ معلق ہے۔ اور ابرم کا تعلق دعا سے ہے نہ کہ قضا سے ہے کیونکہ لفظ بعد ما ظرفیت زمانی کے لئے ہے اور ظرفیت حادثہ وجدید ہوتی ہے۔ جبکہ تقدیری فیصلے مبرم ہو یا معلق ازلی قدیمی ہیں کسی تقدیر کے لئے بعد مالفظ استعمال نہیں۔ اگر یہ روایت صحیح ہو تو بھی اس نے یہ سمجھایا ہے کہ ہر دعا میں ابرامیت یعنی مضبوطی اور قابلیت نہیں ہوتی دعا کو مبرم و مضبوط بنانے کے لئے بندے کو بہت نیک ومقبولِ بارگاہ بننا پڑتا ہے۔ انتہائی نیک پاک بزرگ بندے کی عاجزانہ دعا کو رب تعالیٰ قبول فرما کر تقدیرِ معلق ٹال دیتا ہے۔ ٹالتا رب تعالیٰ ہی ہے بندہ تو تقدیرِ معلق کو بھی ختم نہیں کرسکتا۔ اسی لئے روایتِ مذکورہ میں اِنَّ الدُّعَاءَ ہے نہ کہ اِنَّ الْعَبْدَ لیکن تقدیرِ مبرم وہ کسی بھی دعا سے ختم نہیں ہوسکتی۔ جیسا کہ متعدد آیات سے ثابت ہے۔ یہاں مَاتَسۡبِقُ مِنۡ اُمَّةٍ میں بھی تقدیرِ مبرم ہی کے الفاظ ہیں۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ **پہلا اعتراض:** حضرت صالح علیہ السلام نے رَبِّ انْصُرْنِیْ فرما کر دعا میں صرف اپنا کیوں ذکر کیا چاہئے تھا کہ رَبِّ انْصُرْنَا جمع متکلم کہہ کر تمام مومنین کو بھی شاملِ دعا فرمالیتے۔ **جواب:** صرف اپنا ذکر اس لئے فرمایا کہ نسبت نبوی قبولیت کے لئے اکسیر ہے۔ نیز ہر نبی علیہ السلام اپنی مومن امت کے لئے مثلِ والدین ہیں تو جس طرح اولاد پر رحم وکرم ماں باپ کی مدد ہے اسی طرح کسی بھی نبی علیہ السلام کی امت مومنہ پر رحم وکرم فرمانا دراصل اس نبی علیہ السلام کی ہی مدد تعاون ودستگیری کرنا ہے۔ جیسے کہ رعایا یا کسی جماعت کی مدد کرنا بادشاہ' حاکم یا امیر جماعت کے ہاتھ مضبوط کرنا ہے اسی طرح اہلِ ایمان کی حفاظت' قوت مضبوطی سے دین کی مضبوطی وسربلندی ہے اور دین کی طاقت وبرتری سے نبی علیہ السلام کی طاقت و قوت غلبے کا ظہور ہوتا ہے۔ ان سب باتوں کو سمجھانے کے لئے نصرت کی نسبت حضرت صالح نے اپنی طرف فرمائی اور دعا میں

اپنا ہی ذکر کیا۔ **دوسرا اعتراض:** اس کی کیا وجہ ہے کہ صالح علیہ السلام نے رَبِّ انْصُرْنِیْ عرض کر کے اپنی مدد کے لئے دعا عرض کی مگر رب تعالیٰ نے عَمَّا قَلِیْلٍ فرما کر اس دعا کو کفار کے لئے بد دعا بنا دیا اگر یہ ذاتِ نبی کے لئے دعا تھی تو اس کو بد دعاءِ کفر کیوں بنایا گیا۔ اور اگر یہ نبی علیہ السلام کی طرف سے ہی کفار کے لئے بد دعا تھی تو خود صالح علیہ السلام نے ہی بجائے رَبِّ انْصُرْنِیْ عرض کرنے کے خود ہی یہ کیوں نہ کہہ دیا۔ رَبِّ اَهْلِكْهُمْ یا کہہ دیتے رَبِّ اَهْلِكِ الْكُفَّارَ۔ **جواب:** حضرت صالح علیہ السلام نے رَبِّ انْصُرْنِیْ کے الفاظ سے اس لئے دعا کی عرض کی تا کہ یہ الفاظ ہر اعتبار سے شانِ نبوت کے مطابق اور جامع مانع ہو جائیں۔ مقصد دعا بھی یہ تھا کہ اپنی اور تمام مومنین و دینِ حق کی حفاظت اعانت امداد ہو جائے مگر یہ ہی الفاظ اس دعا کی ضمن میں موذی کفار کے لئے بد دعا خود بخود بن گئے لیکن رَبِّ انْصُرْنِیْ سے کلام میں جو خوبصورتی اور فصاحت و بلاغت پیدا ہوئی اس سے تا قیامت ایمان والوں کو اخلاقیات حسنہ کا درس عطا فرمایا گیا کہ بجاءِ بد دعائیہ الفاظ کی سختی کرختگی بولنے کے اپنے حق کو ظاہر کرتے ہوئے دعائیہ الفاظ وکلمات ادا کرنا زیادہ بہتر اور مناسب ہے۔ دوسری وجہ یہ کہ بد دعا دو قسم کی ہوتی ہے ایک وہ بد دعا جو ظالم کو سنانے کے لئے ہوتی ہے۔ ایسی بد دعا میں صاف اور کرخت الفاظ ادا کرنے زیادہ بہتر ہیں تا کہ بد دعا سن کر بھی کافر ظالم موذی انسان کو عبرت حاصل ہو اور وہ ڈر جائے ہلاکت سے پہلے ہی ظلم کفر ایذا سے باز آ جائے جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ۔ والی صاف وسخت غضبناک بد دعا جس کو سن کر ہی چند کافر مومن بن گئے اور ہلاکت سے بچ گئے تھے۔ یا جیسے چند دن آقائے کائنات حضورِ اقدس ﷺ کی نمازِ فجر میں ایک کافر قبیلے کے لئے بد دعا فرمانا جس کو سن کر وہ سارا قبیلہ مسلمان ہو گیا تھا۔ دوسری وہ بد دعا جو صرف اہلِ ایمان کو سنانے کے لئے یا مظلوم کی خوشی و تسلی کے لئے کی جاتی ہے۔ جیسے یہ مذکورہ بد دعا جو صرف مومنوں کے لئے خاص عبادت گاہ میں بیٹھ کر کی گئی تھی کسی کافر ظالم کو منانا مقصود نہ تھا نہ عبرت دلانا نہ بندہ بنانا کیونکہ صالح علیہ السلام اپنے علمِ غیب عطائی سے جانتے تھے کہ ان کفار میں کوئی بھی مومن بننے والا نہیں ہے۔ **تیسرا اعتراض:** اس کی کیا وجہ کہ یہاں آیت ۴۳ میں پہلے فرمایا گیا اَجَلَهَا ضمیر واحد مؤنث غائب سے پھر فرمایا گیا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ جمع مذکر غائب کے صیغے سے یعنی اَجَلُ کی سبقت کے لئے مَا تَسْبِقُ بھی صیغہ مؤنث اور اَجَلَهَا میں ضمیر بھی مؤنث لائی گئی لیکن اَجَل کی تاخیر کے لئے جمع مذکر غائب کا صیغہ لایا گیا اس فرق کی کیا وجہ؟ **جواب:** اس کی وجہ یہ ہے کہ اَجَل کی تقدیم وتاخیر دونوں کا تعلق اُمَّةٍ سے ہے اور امت لفظی اعتبار سے مؤنث ہے معنوی اعتبار سے مذکر ہے لہٰذا ترکیب نحوی میں چونکہ لفظی تانیث زیادہ قریب بھی ہے اور ظاہر بھی اس لئے اہلِ عرب کو سمجھانے کے لئے پہلے جملہ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا مؤنث لایا گیا۔ لفظ اُمَّةٍ کی وجہ سے مَا تَسْبِقُ اور اَجَلَهَا دونوں لفظ مؤنث فرمائے گئے تا کہ ظاہری و لفظی مطابقت قائم رہے مگر چونکہ امت کا معنی قوم اور قوم کے عوام خواص افراد ہیں اس لئے مَا يَسْتَاْخِرُوْنَ فعل متعدی ہے جس کا معنی ہے پیچھے نہیں کر سکتے وہ لوگ۔ یہاں افرادی قوت کی نفی ہے وہاں خود بخود ہونے کی نفی ہے۔ ان وجوہ سے مَا تَسْبِقُ کا معمول معنوی فاعل اُمَّةٍ اسم ظاہر کو بنا گیا۔ اور مَا يَسْتَاْخِرُوْنَ کا معمول لفظی فاعل لفظِ قوم کی ضمیر کو بنایا گیا جو ظاہراً مذکر ہے اور باطناً جمع ہے۔

تفسیر صوفیانہ

علاقہ قالب میں روحِ مزکی اہلِ نفوس کی طغیانی و یلغارِ شیطانی سے مجبور و محبوس ہے اس لئے نفسِ امارہ سے دوری وخلاصی کی دعائیں مانگتی ہے کہ اے میرے رب کریم ان کذابان مخفی کے کذبیات سے مجھ کو ہٹالے اور مجھ کو میری روحانیاتِ ذریات کو جسمانیات ناسوتی میں غلبہ عطا فرما۔ تب ربِ جلیل کی عطاءِ عمیم سے اعلانِ اسراری میں قبولیت دعا کا اظہار فرمایا جاتا ہے کہ مختصر نفسانی قوتیں ختم کردی جائیں گی اس وقت اہلِ نفوس کو ندامت ابدیہ اور ہلاکتِ ازلیہ کی ذلت و مایوسی اٹھانی پڑے گی۔ پھر جب احکامِ شریعت کی صیحہ کڑک اور نزولِ آیت کلامِ معرفت کی رجفۂ زلزلہ اور دھمک نے آوازۂ حقانی کے ساتھ پکڑ لیا تو سب شرو شرور کے امراءِ شرارت اور نفس شریر کے غرباء حماقت اور عیارانِ باطل کو قعرِ مذلت وگہوارۂ عبرت کے غثاء غلاظت بنادیا گیا۔ ایسے ہی ناکارہ غلاظت والوں کے لئے رحمتِ انوار اور برکت اسرار سے دوری فراق و کثافت ظلمت ولعنت پھٹکار ہے کیونکہ اہلِ ظلمات کی ہر حالت ہی قہرِ ناگہانی ہے۔ اجسامِ کثیفہ میں قرونا آخرین کی شکل وشباہت والے اشرارِ خبیثہ کی باطل قوتیں جنم لیتی ہی رہتی ہیں جو مہلتِ حیات کے غرور میں آکر لذتِ شباب چند روزہ سے دھوکا کھا جاتی ہیں۔ اسی فریب ابلیسیت کی وجہ سے میدانِ بدنیہ اور جبالِ جسمانیہ کے علاقوں میں اپنی اپنی مدت جوانی میں خوب شورِ تمکنت مغادرۂ فسقیت مچاتے پھیلاتے ہیں مگر اجل تقدیر کے آنے پر ہر قوت باطل خباثتِ زاھق فنا کردی جاتی ہے نہ کوئی باطل و فاسق بچ سکتا نہ کسی کو بچا سکتا ہے نہ مہلتِ حیات بڑھا سکتا ہے نہ کلفتِ ممات گھٹا سکتا ہے نہ بقاء کی سبقت پاسکیں نہ فنا کو مؤخر کرسکیں نہ کراسکیں۔ صوفیاء عظام فرماتے ہیں کہ جس طرح دنیوی عالمِ ناسوت میں اوراق دہر پر ایسی تاریخ ساز نو قومیں ابھریں بھریں پھیلیں جو اپنی اپنی قوۃ خصال وفنکاری فعال میں قرن وقرون بن کر اپنے دور میں زمان ومکان علاقہ و مقام پر چھا گئیں اور کفر وکفران کرکے فناء ابدی پاکر نشانِ عبرت بنادی گئیں۔ اسی طرح عالمِ جسمانی ناسوت میں بھی نو علاقہ ہیں۔ قوتِ خبیثہ کے شر بھی نو ہیں اور انصارِ لطیفہ کے خیر بھی نو ہیں۔
۱۔ رِجلِ یمین یعنی قدم پا کا داہنا پنجہ۔ ۲۔ رِجلِ یسار و شمال یعنی قدم پا کا بایاں پنجہ۔ ۳۔ دست یمین۔ ۴۔ دستِ یسار۔ ۵۔ داہنی کہنی۔ ۶۔ بائیں کہنی۔ ۷۔ دہن یعنی منہ و ہونٹ۔ ۸۔ بنی۔ ۹۔ چہرہ یہی اعضاء ہر وضو میں دھوئے جاتے ہیں۔ ان اعضا میں نو عدد اشرارِ کثیفہ وخبیثہ ہیں۔ ۱۔ قوت آوارگی۔ ۲۔ قوتِ طغیانی۔ ۳۔ قوتِ غضب۔ ۴۔ قوتِ ظلم۔ ۵۔ قوتِ مجادلہ۔ ۶۔ قوتِ معانقہ۔ ۷۔ قوتِ بدکلامی۔ ۸۔ قوتِ بے لگامی۔ ۹۔ قوتِ بے حیائی۔ شرارت وخباثت کی یہ قوتیں اپنی زمینِ جسمانی علاقۂ بدنی میں اقوام سابقہ کافرہ مہلکہ کی مثل ہیں مثلاً قوم نوح۔ قومِ عاد۔ قومِ ثمود۔ قوم سدوم۔ قومِ ایکہ۔ قوم آل فرعون۔ قوم ایلہ۔ قوم طالوت۔ قوم مائدہ۔ یہ اعضاء ناسوتی نفسِ امّارہ کے حکم سے اپنی طرز وطریق کے مطابق جسمِ انسان پر فسق وفجور کا فساد پھیلانے والے ہیں ان اشرارِ خبیثہ بدنیہ کو فنا کرنے کے لئے علاقۂ جسمانیہ میں مرشدِ روحانی کے پاس بھی نو قوتیں امانتِ الٰہی کی ودیعت رکھی گئی ہیں۔ ۱۔ لطیفۂ قربِ جمال۔ ۲۔ لطیفۂ قرب کمال۔ ۳۔ لطیفۂ بطشِ جلال۔ ۴۔ لطیفۂ عطاء وسخا۔ ۵۔ لطیفۂ قدرتِ محاسبہ۔ ۶۔ لطیفۂ حکمۃ مباحہ۔ ۷۔ لطیفۂ قوت تبیان۔ ۸۔ لطیفۂ رائحۃ ریحان۔ ۹۔ لطیفۂ معرفت رحمٰن۔ طاغوتی شرارتی طاقتوں کے لئے وضو کا پانی طوفانِ ہلاکت ہے لیکن یہی پانی جبروت اخیار کے لئے عرفان سلامتی کی کشتی کا سہارا ہے۔ ۱۔ شر کے لئے رحمت فنا ہے۔ ۲۔ خیر کے لئے رحمت بقا ہے۔ ۳۔ شر کے لئے سوادِ ظلمت ہے مگر خیر کے لئے ضیاء نور ہے۔ ۴۔ اذان کی آواز اہلِ نفوس کے لئے صیحہ ہلاکت ہے مگر یہی آواز اذان اہلِ قلوب کے لئے راحتِ جان بقاء

ایمان ہے۔ ۵۔ قرآنِ مجید کی آیات احکامِ اشرار باطنی کے لئے رہشہ دہشت ہے اور اخیار باطنی کے لئے سرورِ قلب ہے۔ ۶۔ اطاعتِ نبوی کی روایات قواء خبیثہ کے لئے عذابِ اَمۡطَرۡنَا ہے لیکن اعضاء لطیفہ کے لئے اطاعت نبوت ثواب نَجَّیۡنَا ہے۔ ۷۔ دیدارِ قرآن مجید اظلامِ خناسیہ کے لئے غرقابی طغیانی نیل ہے مگر کلیمِ قلب کے لئے صراطِ مستقیم ہے۔ ۸۔ ارشاداتِ رسالت خبثاء وضالین کے لئے ابتلاءِ امراض ہے لیکن عشاق محبوبین کے لئے امتحان عشق۔ ۹۔ عبادۃ اللہ واتباع رسول اللہ مسخ شیطان ہے مگر حسنِ ایمان ہے۔ مَا تَسۡبِقُ مِنۡ اُمَّةٍ اَجَلَهَا کوئی بھی اوقاتِ احکام کو نہ آگے کرسکتا ہے نہ پیچھے ہٹا سکتا ہے۔ حج وزکوٰۃ وذکر وتلاوت صلوٰۃ وصوم۔ قربانی وجود امانت اداء قرض۔ شریعت وطریقت معرفت وحقیقت کے یہ تمام احکام وفرائض واجبات کے اوقات نفسِ امارہ کے لئے اجل موت ہے مگر روح وقلب کے لئے اجل وصال ہے فَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذَالِکَ۔ اے مالک راہِ معرفت اگر تجھ کو لوگوں کا پیشوا بنادیا جائے تو یاد رکھو کہ دوسروں کو تعلیم وتربیتِ عمل دین سے پہلے خود کو اچھے اعمال و کردار کی عملی تربیت دینی چاہئے۔ اے بندے غم کر اس دن پر جو تیری نیکی کے بغیر گزر گیا توبہ کے بعد صغیرہ گناہ بھی اس گناہِ کبیرہ سے بدتر ہے جو توبہ سے پہلے ہوا تھا۔ کسی کی دنیوی مال ودولت خوشحالی وتندرستی پر حسد نہ کر کیونکہ یہ چند روزہ ہے حسد اس لئے بھی برا ہے کہ گویا حاسد اللہ تعالیٰ کی تقسیمِ ازلی پر راضی نہیں ہے۔

ثُمَّ اَرۡسَلۡنَا رُسُلَنَا تَتۡرَا ؕ كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً

پھر بھیجتے رہے ہم بہت سے رسول مسلسل یکے بعد دیگرے جب کبھی بھی تشریف لایا کسی امت میں

پھر ہم نے اپنے رسول بھیجے ایک پیچھے دوسرا جب کسی امت کے پاس اس کا رسول آیا

رَّسُوۡلُهَا كَذَّبُوۡهُ فَاَتۡبَعۡنَا بَعۡضَهُمۡ بَعۡضًا

اس کا رسول تو امت والوں نے اس رسول کو جھٹلایا تو ہم نے بھی ہلاکت میں ملا دیا بعض ان کے پچھلوں کو بعض اگلوں سے

انہوں نے اسے جھٹلایا تو ہم نے اگلوں سے پچھلے ملا دیئے اور انہیں

وَّجَعَلۡنٰهُمۡ اَحَادِيۡثَ ۚ فَبُعۡدًا لِّقَوۡمٍ لَّا يُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۴۴﴾ ثُمَّ اَرۡسَلۡنَا

اور بنا دیا ہم نے ان کو عبرت کی کہانیاں پس لعنت ہے ہر اس قوم کیلئے جو مومن نہیں بنتے پھر بھیجا ہم نے

کہانیاں کر ڈالا تو دور ہوں وہ لوگ جو ایمان نہیں لاتے پھر ہم نے

مُوۡسٰى وَاَخَاهُ هٰرُوۡنَ ۙ بِاٰيٰتِنَا وَسُلۡطٰنٍ مُّبِيۡنٍ ﴿۴۵﴾ اِلٰى

موسیٰ اور ان کے بھائی ہارون کو اپنی آیتوں اور ظاہر مضبوط دلیل کے ساتھ فرعون اور اس

موسیٰ اور اس کے بھائی ہارون کو اپنی آیتوں اور روشن سند کے ساتھ بھیجا

فِرۡعَوۡنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاسۡتَكۡبَرُوۡا وَكَانُوۡا قَوۡمًا عَالِيۡنَ ﴿۴۶﴾ ۚ

کے امیروں وزیروں کی طرف تو اس وقت سب سے تکبر و غرور کیا حالانکہ وہ سب اپنے آپ کو بڑا سمجھنے والے تھے

فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف تو انہوں نے غرور کیا اور وہ لوگ غلبہ پائے ہوئے تھے

فَقَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَیْنِ مِثْلِنَا وَ قَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ ﴿۴۷﴾

بولے کہ کیا ہم مومن بن جائیں ان دو بشروں کیلئے جو ہم جیسے ہی ہیں اور ان دونوں کی پوری قوم ہماری ہی غلام ہے

تو بولے کیا ہم ایمان لے آئیں اپنے جیسے دو آدمیوں پر اور ان کی قوم ہماری بندگی کر رہی ہے

تعلقات

ان آیت پاک کا پچھلی آیت پاک سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آیت میں بیان فرمایا گیا تھا کہ نوح علیہ السلام کی کافر قوم کی غرقابی کے بعد روئے زمین پر دوسری قومیں پیدا فرمائی گئیں جب ان کے پاس اللہ تعالیٰ کے رسول مبعوث ہوئے تو اکثر کفار نے ان کو جھٹلایا اور ان کی تعلیم کے مطابق اللہ تعالیٰ کو ماننے سے انکار کر دیا تب انبیاء علیہم السلام کی بددعا سے ان کو بھی عذاب سے تباہ کر دیا گیا۔ اب ان آیت میں اس دوسری تباہی کے بعد تیسرے دور کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیت میں ایک ایک رسول بھیجنے کا ذکر فرمایا گیا۔ اب ان آیت میں مختلف ادوار کی مختلف اقوام یا مختلف علاقوں کی مختلف قوموں میں سلسلہ وار بہت سے انبیاء و رسل علیہم السلام بھیجنے کا ذکر فرمایا جا رہا ہے کہ ہر قوم میں ہی بڑے سرداروں اور ان کے غریب ماتحتوں نے کفر ہی کیا اور ان پر آسمانی عذاب آتے ہی رہے جن سے تباہ کر دیا گیا۔ **تیسرا تعلق:** پچھلی آیت میں بغیر نام انبیاء علیہم السلام کا ذکر فرمایا گیا۔ اب ان آیت میں نام لے کر انبیاء علیہم السلام کا ذکر فرمایا جا رہا ہے یہاں قوم و سردارِ قوم کا نام بھی ذکر فرمایا گیا۔

تفسیر نحوی

ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ؕ كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّ جَعَلْنٰهُمْ اَحَادِیْثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ۔ ثُمَّ حرف عطف برائے تراخی لغو (عطف کے لئے نہیں) مراد ہے بہت زمانوں بعد۔ اَرْسَلْنَا باب افعال کا ماضی مطلق جمع متکلم اس کا فاعل نَحْنُ پوشیدہ مرجع اللہ تعالیٰ۔ رُسُلَ۔ اسم جمع مکسر ہے رَسُوْلُ کی لغوی ترجمہ ہے قاصد۔ پیغامبر۔ پیغام لانے لے جانے والا۔ اصطلاح اور عرف منقول شرعی میں رسول کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والا صاحبِ شریعت نبی۔ وہی یہاں مراد ہیں۔ اس لئے فرمایا گیا ہمارے اپنے رسول رُسُلُ مضاف نَا ضمیرِ نفسی مجرور متصل جمع متکلم مضاف الیہ ہر ضمیرِ نفسی کا معنی ہوتا ہے اپنا۔ اپنے۔ یہ مرکب اضافی مفعول بہ ہے تَتْرَا اسم مفرد مؤنث آخر کا الف تانیث کا مگر فرا نحوی نے کہا کہ یہ مؤنث نہیں آخر کا الف بعوض تنوین ہے اصل میں تھا تَتْرًا۔ ترجمہ ہے مسلسل۔ یکے بعد دیگرے یعنی آگے پیچھے پے در پے۔ اردو میں نمبروار آنے جانے کو پے در پے اور آگے پیچھے مسلسل آنا کہتے ہیں لیکن کسی چیز کے نمبروار آگے پیچھے گرنے یا جسم پر پڑنے کو تابڑ توڑ کہا جاتا ہے۔ مثلاً بارش اولے گرنے کو یا مار پڑنے کوڑے لگنے کو تابڑ توڑ لگنا کہا جاتا ہے۔ عربی میں ان سب کو تَتْرَا کہا جاتا ہے۔ ترکیب میں یہ حال ہے تمیز ہے اَرْسَلْنَا کے حاصل مصدر (مفعول

مطلق) کا۔ دراصل عبارت اس طرح ہے۔ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا اِرْسَالًا۔ تَتْرَا۔ بھیجا ہم نے اپنے رسولوں کو بھیجنا مسلسل۔ ایک قول میں تَتْرَا حال ہے رُسُلَنَا کا۔ اَرْسَلْنَا سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہوگیا۔ كُلَّمَا اسم مرکب ظرف زمانی شرط و جزا کے لئے آتا ہے۔ ترجمہ ہے جس وقت بھی' جب بھی' جب کبھی یہ مرکب ہے كُلٌّ اور مَا سے مَا نکرہ مصدر یہ ظرفیہ ہے اسی مَا نے كُلّ۔ کو ظرف زمانی بنایا اس لئے یہ ہمیشہ منصوب ہوتا ہے۔ اس کے بعد فعل ماضی ہی آتا یہ ظرف مقدم ہے۔ جَآءَ۔ باب ضرب کا ماضی مطلق مثبت معروف واحد مذکر غائب۔ جیئیٌ سے مشتق ہے بمعنی آنا اُمَّةً۔ اسم مفرد مؤنث بمعنی قوم بحالت زبر ہے مفعول فیہ ہے رَسُوْلُ اسم مفرد مذکر بمعنی صاحب شریعت نبی مبعوث مضاف ہے ھا ضمیر واحد مؤنث غائب اس کا مرجع اُمَّةً یہ مضاف الیہ ہے مرکب اضافی فاعل ہے جَآءَ عامل جملوں سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر شرط ہوئی۔ كَذَّبُوْ تَكْذِيْبٌ مصدر سے بنا ہے۔ بمعنی جھٹلانا۔ ھم ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل ہ ضمیر ظاہر واحد مذکر غائب مرجع ہے۔ رَسُوْلُهٗ یہ مفعول بہ ہے۔ كَذَّبُوْ۔ فعل فاعل مفعول بہ ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ مَنْ عاطفہ تعقیبیہ اَتْبَعْنَا۔ باب افعال کا ماضی مطلق مثبت معروف جمع متکلم۔ تَبِعَ سے بنا ہے بمعنی پیچھے ہونا یہ لازم ہے افعال کا مصدر ہے اتباع بمعنی پیچھے کرنا۔ پیچھے ڈالنا۔ پھینکنا مراد ہے بعد میں کرنا۔ اس کا فاعل نَحْنُ پوشیدہ ضمیر صیغہ مرجع اللہ تعالیٰ بَعْضَهُمْ مرکب اضافی مفعول بہ بَعْضًا اسم تبعیضی یعنی کچھ لوگوں کو کچھ لوگوں کے پیچھے بَعْضَهُمْ معرفہ ہے اور بعضًا نکرہ ہے۔ مفعول فیہ ہے۔ اَتْبَعْنَا فعل فاعل مفعول بہ مفعول فیہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ ہوا۔ اس جملے کا ترجمہ ہے کہ ہم نے ان کے بعض کو بعض میں آگے پیچھے کیا۔ واؤ عاطفہ جَعَلْنَا فعل یا فاعل هُمْ ضمیر جمع مذکر منصوب متصل مرجع ہے۔ بَعْضَهُمْ یہ مفعول بہ اول ہے۔ اَحَادِيْثَ۔ اسم جمع منتہی الجموع۔ اس کا واحد ہے حَدِيْثٌ۔ حَدْثٌ سے اسم مبالغہ صفت مشبہ بروزن فَعِيْلٌ باب کرم سے ہے لغوی ترجمہ ہے نئی چیز۔ حادث۔ مراد ہے کلام بات۔ یہاں معنی ہے قصے کہانیاں جو لوگ ایک دوسرے کو سناتے پھریں۔ یہ معطوف علیہ سبب ہے بُعْدًا کا اور جَعَلْنَا اپنے فاعل اور دونوں مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو جائے گا۔ فَبُعْدًا میں ف حرف عطف سببیہ بُعْدًا اسم حاصل مصدر ترجمہ ہے دوری مراد ہے۔ لعنت یعنی محبت رحمت و جنت سے دوری۔ یہ حاصل مصدر لام جارہ قَوْمٍ اسم مفرد مذکر لفظاً واحد معناً جمع ہے موصوف ہے لَا يُؤْمِنُوْنَ باب افعال کا فعل مضارع حال منفی معروف جمع مذکر غائب۔ اس کا مصدر ہے ایمان اس کا فاعل هُمْ پوشیدہ مرجع قَوْمٍ یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر صفت ہے قوم کی یہ مرکب توصیفی مجرور ہو کر متعلق ہے بُعْدًا حاصل مصدر کا دونوں مل کر شبہ جملہ ہو کر معطوف مسبب ہے۔ احادیث پر دونوں سبب و مسبب عطفی مل کر مفعول بہ دوم جَعَلْنَا کا جَعَلْنَا جملہ فعلیہ ہو کر معطوف اَتْبَعْنَا کے جملے پر دونوں عطف مل کر جزا ہے كُلَّمَا کے جملے شرطیہ کی شرط و جزا ملکر جملہ شرطیہ ہوگیا۔ ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَ اَخَاهُ هٰرُوْنَ ۙ۬ بِاٰيٰتِنَا وَ سُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۵﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۠ىِٕهٖ فَاسْتَكْبَرُوْا وَ كَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ ۚ﴿۴۶﴾ فَقَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَ قَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ ۚ﴿۴۷﴾ ثُمَّ حرف تراخی اَرْسَلْنَا فعل فاعل مُوْسٰى اسم مقصور اتینوں تقدیری اعراب والا عاطفہ اَخَا مضاف ضمیر مضاف الیہ یہ مرکب اضافی بدل الکل ہے۔ هٰرُوْنَ اسم غیر منصرف کیونکہ عجمی علم ہے مبدل منہ ہے بدل اپنے مبدل منہ سے مل کر معطوف ہے موسیٰ پر دونوں عطف مل کر مفعول بہ ہے بِ حرف جر بمعنی مَعَ آيٰتِ جمع مؤنث سالم ہے آیۃ کی مضاف ... مضاف الیہ ... اضافی معطوف

علیہ واؤ عاطفہ سُلْطٰنٍ اسم جامد الف نون زائدتان دراصل سُلْطٌ ہے لغوی معنی ہے مضبوط۔ روشنی۔ پہلے معنی سے دلیل حجت برہان اور بادشاہت۔ حکومت اور بادشاہ وحاکم کو سلطان کہا جاتا ہے۔ دوسرے معنی سے معجزے کو سلطان کہا جاتا ہے یہاں معجزہ ہی مراد ہے۔ آگ کے شعلے اور زیتون کے خوبصورت تیل کو اسی معنی سے سَلِیْطٌ کہا جاتا ہے۔ قدرت وقوت کو بھی سُلْطٰن کہا جاتا ہے۔ سُلْطٰنٍ موصوف مُبِیْنٍ۔ باب افعال کا اسم فاعل واحد مذکر۔ اس کا مصدر ہے اِبْیَانٌ۔ یہ اسم فعل بافاعل جملہ اسمیہ ہوکر صفت ہے یہ مرکب توصیفی معطوف ہے بِاٰیٰتِنَا پر دونوں عطف مل کر مجرور متعلق اول ہے اَرْسَلْنَا کا۔ الٰی جارہ اپنے ہی معنی انتہائیہ میں فِرْعَوْنَ اسم غیر منصرف کیونکہ عجمی علم ہے یہ معطوف علیہ واؤ عاطفہ مَلَائِہٖ مرکب اضافی معطوف دونوں مجرور ملکر متعلق دوم ہے۔ اَرْسَلْنَا فعل بافاعل اپنے مفعول بہ اور دونوں متعلقوں سے مل کر جملہ فعلیہ ہوگیا۔ ف زائدہ ظرفیت زمانی کے لئے بمعنی تو اس وقت اِسْتَکْبَرُوْا۔ باب استفعال کا ماضی مطلق مثبت معروف جمع مذکر غائب مصدر ہے۔ اِسْتِکْبَارٌ۔ ترجمہ تکبر کرنا بڑا سمجھنا خود کو کبرٌ سے بنا ہے یہ مادہ لازم ہے وہ مصدر متعدی ہے۔ اس کی ضمیر صیغہ ھُمْ پوشیدہ اس کا فاعل ہے مرجع ہے فرعون وَمَلَائِہٖ یہ ھُمْ ذوالحال ہے واؤ حالیہ۔ کَانُوْا ماضی ناقصہ ھُمْ ضمیر صیغہ پوشیدہ اس کا اسم قوماً موصوف۔ عَالِیْنَ باب ضَرَبَ کا اسم فاعل جمع مذکر۔ عَلِیٌّ سے مشتق ہے ترجمہ ہے بڑا ہونا۔ یہاں مراد ہے بڑا بننا سمجھنا۔ یہ اسم فعل بافاعلِ پوشیدہ جملہ اسمیہ ہوکر صفت ہے قوماً کی یہ مرکب توصیفی خبر ہے کَانُوْا کی یہ فعل ناقصہ اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ فعلیہ ناقصہ خبریہ ہوکر سبب ہوا۔ ف عاطفہ سببیہ بمعنی لِھٰذَا قَالُوْا فعل ماضی جمع مذکر بافاعلِ پوشیدہ جملہ فعلیہ ہوکر قول ہوا۔ اَ ہمزہ سوال انکاری کے لئے ہے۔ نُؤْمِنُ باب افعال کا مضارع مستقبل جمع متکلم ایمانٌ مصدر ہے اَمْنٌ سے مشتق ہے۔ اس کا فاعل ضمیر صیغہ۔ لام جارہ بمعنی علیٰ جارہ بَشَرَیْنِ اسم تثنیہ ہے بَشَرٌ کا بمعنی دو انسان موصوف ہے۔ مِثْلِنَا یہ مرکب اضافی صفت ہے۔ موصوف صفت مل کر ذوالحال واؤ حالیہ قَوْمُ مضاف ھُمَا ضمیر تثنیہ کا مرجع موسیٰ وَھَارُوْنَ مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مبتدا ہے۔ لام جارہ ملکیت کا ضمیر جمع متکلم مجرور متعلق مقدم۔ ترجمہ ہے ہماری ہی۔ عٰبِدُوْنَ۔ باب نصر کا اسم فاعل جمع۔ عَبْدٌ سے مشتق ہے یہاں معنی ہے غلام بننے والے یہ اسم فاعل بافاعل اپنے متعلق مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ ہوکر خبر ہے مبتدا کی دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہوکر حال ہے۔ بَشَرَیْنَ کا ذوالحال حال ملکر متعلق ہے جار مجرور مل کر نُؤْمِنُ کا وہ سب جملہ فعلیہ ہوکر مقولہ ہوا۔ قول مقولہ مل کر مسبب ہوا۔ کَانُوْا قَوْماً کے جملے کا سبب مسبب مل کر حال ہے۔ فَاسْتَکْبَرُوْا کے فاعل پوشیدہ ھم ضمیر کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہوکر ظرف ہوا۔ اَرْسَلْنَا کا۔ یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہوگیا۔

تفسیر عالمانه

ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ؕ كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّ جَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۴﴾ ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَ اَخَاهُ هٰرُوْنَ ۙ بِاٰيٰتِنَا وَ سُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۵﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۟ئِهٖ فَاسْتَكْبَرُوْا وَ كَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ ﴿۴۶﴾ فَقَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَ قَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ ﴿۴۷﴾ قرونا آخرین میں بہت کثیر قومیں پیدا فرمائیں جن کو ہر طرح کے عیش وآرام سے نشوونما عطا فرمایا اور اس طرح سے پھیلایا پروان چڑھایا کہ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ ۬ؕ وَ الَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ؕ (ابراہیم: ۹) ترجمہ: کیا

تمہارے پاس ان قوموں کی خبر نہیں آئی جو تم سے پہلے گزریں قوم نوح۔ قوم عاد و ثمود اور ان کا ذکر جو ان کے بعد ہوئیں جن کے نام تعداد عادات قصے واقعے علاقے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور پھر ہر قوم کے پورے نام و نمود ترقی۔ تمدن قوت سلطنت کے بعد جبکہ دولت انعام اولاد کی فراوانی و کثرت کی وجہ سے ان میں غرور و تکبر پیدا ہوا اور غرور سے کفر اور کفر سے آباء پرستی۔ آباء پرستی سے شرک کی بیماری پیدا ہوئی کہ کسی نے بتوں کی پوجا کسی نے جانوروں درختوں کی کسی نے شیطانوں کی کسی قوم نے بڑی شخصی انسانوں کو تعظیمی سجدے کئے کسی قوم میں چاند سورج ستارہ پرستی کی بیماریاں بنتی اور بڑھتی رہیں۔ تب ثُمَّ اَرْسَلْنَا پھر بھیجا ہم نے ہر علاقے کی قوم قبیلے میں کفر و شرک کو مٹانے قوموں کو سنوارنے اصلاح کرنے کے لئے' ہر قوم میں سے اپنا ایک رسول۔ تَتْرَا مدت مدت کے بعد مسلسل۔ مسلسل ہونے کی پانچ صورتیں ہوتی ہیں۔ ۱۔ متواترہ یعنی وہ مدت جو فاصلے فاصلے سے ہو یہ فاصلہ ایک دن کے وقفے سے یا ایک صدی کے وقفے تک ہوسکتا ہے اسی متواترہ کو تَتْرَا فرمایا گیا ہے۔ یہ لفظ دراصل وترا ہے۔ ۲۔ مسلسل کی دوسری صورت متتابعہ ہے یعنی وہ مدت جو اگلی مدت سے متصل ہو جس میں مہارت بالکل نہ ہو۔ مگر کچھ دوری اور دیری کی رکاوٹ ہو۔ ۳۔ مسلسل یعنی وہ مدت جو لگاتار ہو نہ مہلت ہو نہ دیری نہ دوری نہ رکاوٹ۔ ۴۔ متفارقہ یعنی وہ مدت جو رک رک کر واقع یا نازل ہو۔ ۵۔ متدارک یعنی وہ مدت جس میں کسی ایک چیز کا وقوع مختلف صورتوں سے بار بار ہوتا ہو کہ وہی چیز کبھی بصورۃ متواترہ کبھی متتابعہ کبھی مسلسلہ کبھی متفارقہ کے انداز میں واقع ہو۔ یہاں لفظ وِتْرًا کو تَتْرَا فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ رُسُل جمع مکسر ہے اور ہر جمع مکسر میں تانیث ہوتی ہے کیونکہ جمع مکسر بمعنی جماعت ہے اور لفظ جماعت مؤنث اس لئے جمع مکسر بھی مؤنث ہوئی اسی بنا پر رُسُل کا معنی ہے جماعت انبیاء اسی تانیث لفظی کا لحاظ رکھتے ہوئے وترا مذکر کو تترا مؤنث بنایا گیا یہ پہلی ت جو واؤ کے بدلے میں لائی گئی ہے تانیث کی ہے۔ وَتْرَ کا لغوی اصلی معنی ایک فرد تو ثُمَّ اَرْسَلْنَا تَتْرَا کا معنی ہوا کہ ہم نے بھیجا ہر قوم میں ایک ایک رسول ہر اس دراز مدت و مہلت کے بعد جب قرن منشور میں کفر و طغیان کثرت ظلم شیطن کے ساتھ نمودار ہو گیا۔ اس مدت کے فاصلے میں تین قول ہیں۔ ۱۔ بعض نے لکھا ہے ایک قرن اسی سال کا ہوتا ہے۔ ۲۔ بعض نے سو سال بتایا ہے۔ ۳۔ بعض علماء نے اس سے بھی زیادہ بتایا ہے۔ خیال رہے کہ راویانِ احادیث مبارکہ کے تین زمانے ہیں۔ پہلا قرنِ صحابہ کرام دوم قرن تابعینِ عظام سوم قرنِ تبع تابعینِ ذوالاحترام۔ احادیث نبویہ کی چالیس اقسام ہیں جن میں سے متواتر اس حدیث کے متنِ مقدس کو کہتے ہیں جس کے راوی ان تینوں قرنوں زمانوں میں متعدد متفرق سندوں کے ساتھ کثیر تعداد میں ہوں۔ ایسی ہی کثرت کے اظہار کے لئے یہاں لفظ تَتْرَا ارشاد ہوا اور موجودہ اقوام عرب و عجم کو سنایا جارہا ہے کہ اے لوگو گوشِ عبرت ہوشِ عجلت عقلِ فطرت سے سنو کہ ہم نے کمالِ محبت' جمالِ شفقت اور اظہارِ نصرت کے لئے خیر کو اٹھانے۔ شر کو دبانے۔ کفر کو مٹانے۔ ظلم کو ڈھانے۔ فساد کو گھٹانے۔ اصلاح کو بڑھانے۔ باطل کو بھگانے۔ حق کو جمانے۔ اندھیرے کو بجھانے۔ نور کو جگمگانے۔ طغیان کو فنا کرنے۔ ایمان کو بقا دینے کے لئے ہر قوم میں ایک رسول بھیجا لیکن قوموں کی نادان بد عقل بد نصیبی دیکھو کہ كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ جب بھی جس قوم میں بھی جو بھی رسولِ مکرم مبعوث ہوا اور اس رسولِ مکرم نے اس قوم کی انتہائی شفقت و محبت' دیانت' صداقت سے تبلیغِ شریعت۔ تعلیم انسانیت تربیتِ ایمانیات سکھانا بتانا سمجھانا شروع کیا تو قوم کی اکثریت نے اپنے تفوق ظلم اور غرور سرداری کے گھمنڈ میں

قوتِ افرادی کے بل بوتے پر آپس کے سمجھوتے سے اپنے نبی محترم رسول مکرم کو جھٹلا دیا۔ تکذیب نبوت پانچ طرح ہوتی رہی۔ ۱۔ کبھی نبی علیہ السلام کی بشریت ولوازمات بشریت سے دھوکا کھا کر۔ ۲۔ کبھی مجنون ومسحور کا فریب دے کر۔ ۳۔ کبھی غربتِ ظاہری کا بہانہ بنا کر۔ ۴۔ کبھی یُرِیْدُ اَنْ یَّتَفَضَّلَ عَلَیْکُمْ کا الزام لگا کر۔ ۵۔ کبھی ساحر وشاعر ہونے کا عیب بتا کر محض اپنی سرداری بچانے قوم کو ورغلانے غرباء عوام کو دسوسانے۔ دینِ آباء کا چکر چلانے اور باطل میں پھنسنے پھنسانے کے لئے حق ہٹاتے۔ جہنمی بناتے رہے اور ان قوموں کی یہ ایک جیسی ملتی جلتی مشابہ تکذیب نبوت کسی عقل وخرد برھان ودلیل سے نہ ہوتی تھی بلکہ انہی عربی یہودیوں نجرانی عیسائیوں نجدی مجوسیوں اور مشرکین مکہ کی طرح فقط سرکشی۔ جہالت' حماقت' ضلالت کی ضد حسد سے۔ سرکشی اتنی کہ نہ توحید کو جانا نہ رسالت کو پہچانا نہ قیامت کے حشر ونشر کو مانا۔ جہالت ایسی کہ دستی تراشے خراشے ڈھلے بنے مجبور بے بس بتوں مورتیوں کو اندھے بن کر الٰہ مان لیا مگر صاحبِ معجزات نبی کے اختیار وقوت والے حیران کن معجزات کو دیکھ کر بھی نبی کی نبوت کو نہ مانا۔ خیال رہے کہ انسانوں کے ہاتھ سے خلافِ عادت اور خرق فطرت جو کام ظاہر و صادر ہوں ان کی آٹھ قسمیں ہوتی ہیں۔ ۱۔ ارحاصِ علمی۔ ۲۔ ارحاصِ عملی۔ ۳۔ معجزہ علمی۔ ۴۔ معجزہ عملی۔ ۵۔ کرامتِ علمی۔ ۶۔ کرامتِ عملی۔ ۷۔ معونت۔ ۸۔ استدراج ہر نبی علیہ السلام ارحاص ومعجزات لے کر دنیا میں مبعوث ہوتے ہیں اور کفار دیکھنے کے باوجود محض حماقت کی بنا پر منکر ہوتے رہے۔ حماقت یہ کہ نہ واقعاتِ عبرت پر نظر نہ حالات کی خبر نہ انجام کی ضلالت یہاں تک کہ

بتوں سے ان کو امیدیں خدا سے ناامیدی ذرا بتا تو سہی اور کافری کیا ہے

انبیاء علیہم السلام بلاتے رہے عقلیات سمجھاتے رہے مگر وہ لوگ کفر کی گندگی ہی پھیلاتے رہے۔ انبیاء علیہم السلام ایمان و اعمال سے پھول کھلاتے مگر وہ کفار پھولوں سے منہ موڑ کر ظلم کے کانٹے دنیا میں بچھاتے رہے۔ انبیاء علیہم السلام تبلیغ ایمان سے اصلاحِ زمین فرماتے رہے لیکن کفار شرک وکفر کا فساد مچاتے رہے۔ انبیاء کرام عبادت واعمالِ صالحہ کی خوشبو کی طرف بلاتے رہے مگر کفار اعمالِ خبیثہ کی بدبو پھیلاتے رہے۔ انبیاء علیہم السلام تو ہمیشہ ہی فرماتے رہے کہ اے لوگو یہ زمین بنائی گئی ہے حسین بنانے طہارت پھیلانے پھول کھلانے کے لئے اور تخلیق وبقاء انسان کا مقصد صرف یہ ہے کہ فرشِ زمین پر عدل سے خزانے حمد ونعت کے ترانے دعاء فریاد کے آواز سے اذان واقامت کے نقارے کتائے سنائے بجائے جائیں کہ عرشِ مکین بھی جھوم جائے مگر ظالمانِ کفار نے روئے زمین پر ظلم وفساد کے جھاڑ وجھنکاڑ ہی لگائے یہاں تک کہ مقصدِ حیات کا سامان بقاہی تباہ کر دیا زمین الٰہی سے کفر وشرک کو مٹانا اس لئے ضروری ہے کہ کفر نے زمین کو فحاشی کی غلاظتوں سے بے حیائی کی نجاستوں بدمعاشی کی کثافتوں فسق وفجور کی خباثتوں سے بھر دیا کہ فرشِ زمین پر گندگی کفریات کے ڈھیر لگ گئے۔ جس سے مقصدِ آدمیت برباد ہوگیا۔ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ۔ تو ہم نے حسب سابق دستور قدرت کے مطابق انبیاء علیہم السلام کے دعاؤں وکلمات بددعا کو قبول فرماتے ہوئے زمین کو بچانے فساد کو مٹانے زورِ کفر کو توڑنے کے لئے اَجَلِ مقدرہ و تقدیر مبرمہ کے مطابق آگے پیچھے مہلتِ مقررہ کے تقدم وتاخر سے بعد والی قوموں کو پہلے والی قوموں کے مطابق ہلاکتِ فنا میں گرا دیا اور آگے پیچھے موت دے کر قصے کہانیاں بنا دیا۔ یہاں فَاَتْبَعْنَا میں اتباع اور آگے پیچھے سے مراد زمانی آگے پیچھے

ہوتا ہے نہ کہ مقامی مکانی اتباع۔ اقوام خبیثہ کو ایسا تامہ وکلیہ فنا کیا کہ ان کی ذات وصفات۔ نام ونشان۔ تاریخ وقومیت ذکر و تذکرہ سب کچھ صفحۂ ہستی سے مٹا دیا گیا اور

خاکش چناں بخورد کہ نام ونشاں نماند

بس عبرت کا نشان قدرت کا امتحان۔ افسانوی بیان بن کر رہ گئے۔ اور ہم نے ان کو احدوثہ بنا دیا یعنی ان قوموں پر عذابوں ہلاکتوں کے ایسے حادثے گزرے کہ وہ سب خود ہنگامی حادثہ بن کر رہ گئے۔ لفظ احادیث جمع ہے اُحْدُوْثَه کی اس کا معنی ہے شرانگیز حادثہ۔ یا شرو شرارت کی وجہ سے اچانک ہلاکت لیکن مطلقاً شر یا خیر کے ہر قسم کے اعجوبہ کہا جاتا ہے جس کی جمع اعاجیب ہے یہ عذاب ہلاکت وسزاء فنائیت نہ ظلم تھا نہ انتقام نہ بلا وجہ بلکہ ایسا ہی ضروری تھا جیسا کہ کسی فرشِ زمین کو پاک وصاف کرنے کے لئے جھاڑو پھیرنا پانی سے دھونا۔ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ پس دوری وہلاکت ہوگئی ہر اس گندی خبیث۔ نقصان دہ قوم کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی زمین پر رہ کر اس کی نعمتیں کھا کر اسی کا کفر شرک کرتے تھے نہ اس کا قانون مانا نہ احکام پر عمل کیا نہ دین حق پر ایمان لائے۔ خیال رہے کہ زمینِ پاکیزہ پر کفر گندگی کا ڈھیر ہے ظلم کانٹوں کی جھاڑی ہے۔ فسق وفجور کوڑا کچرا ہے۔ شرک فتنہ فساد ہے شیطانیت چوری ڈکیتی ہے تو جس طرح زمین کو قابلِ رہائش بنانے کے لئے گندگی کی صفائی' کانٹوں کی جلائی کوڑے کچرے کی ہٹائی۔ چوری ڈکیتی کی مٹائی عین عدل ورحمت ہے اسی طرح کفر وشرک ظلم وفسق سے اللہ تعالیٰ کی زمین کو پاک وصاف کرنا کرانا اور رکھنا عین فضل وکرم اور فتنہ فساد کا گھٹانا ہے۔ گذشتہ آیت میں جن قوموں کا ذکر ہوا وہ تو سرداروں کی قومیں تھیں جن کے حسرت وعبرتناک یہ برے انجام ہوئے۔ ان کی ہلاکتوں کے بعد ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَاَخَاهُ هٰرُوْنَ پھر ایک شاہی قوم ابھری۔ اور تقریباً چار سو سال تک زمین پر کفر وشرک کا ظلم اور بادشاہی کا غرور پھیلایا اور علاقہ مصر پر قبضہ جمایا تب بھیجا ہم نے موسیٰ اور ان کے بھائی ہارون کو اپنی قدرتی نشانیوں نبوت کے معجزوں کے ساتھ ان نشانیوں میں کچھ قہر قدرت کی وقتی سزاء عتاب تھیں اور کچھ معرفتِ رسالت کے معجزہ تھیں یہ نو آیتیں تھیں اور ایک سلطانِ مبین کا معجزہ۔ ۱۔ معجزہ یدِ بیضا یعنی ہاتھ کا چمک جانا۔ ۲۔ مجدبہ یعنی طاعون۔ ۳۔ طمس یعنی پھلوں غلوں کا قحط۔ ۴۔ ہوا کا طوفان۔ ۵۔ عذاب جراء یعنی مکڑی کا حملہ۔ ۶۔ عتاب قمل یعنی فرعونیوں کی ہر چیز میں جوؤں کی کثرت۔ ۷۔ ضفادع کا عذاب یعنی مینڈکوں کی کثرت۔ ۸۔ عذاب خون یعنی فرعونیوں کی ہر چیز خون بن جاتی۔ ۹۔ عذابِ سنون یعنی درازمدت خشک سالی۔ ۱۰۔ قدرتِ الٰہی آیتِ کبریائی معرفتِ رسالت کا زبردست طاقتور معجزہ عصاء موسوی تھا۔ اس عصا کی نو کرامتیں تھیں۔ ۱۔ اژدھا سانپ بن جانا۔ ۲۔ جادوگروں کا سامان نگل جانا۔ ۳۔ بوقتِ ضرورت سرسبز وشاداب پھلدار درخت بن جانا۔ ۴۔ چوکیداری اور حفاظت کرنا۔ ۵۔ اندھیرے میں لیمپ کی طرح شمع شبستان بن جانا۔ ۶۔ دریائے نیل پر پڑا تو دریا میں راستہ بنا دینا۔ ۷۔ میدانِ طبہ کے پتھر پر لگا تو پانی کے بارہ چشمے چلا دیئے۔ ۸۔ جب کسی کنوئیں سے پانی لینا ہوتا تو اوپر کا تمام حصہ رسی بن جاتا۔ ۹۔ اور نیچے کا سرا ڈول بن جاتا پانی لے کر اوپر کو اٹھ آتا۔ ان کرامات وفوائد کی بنا پر معجزۂ عصا کو سُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ فرمایا گیا۔ ان آیٰتِ معجزات کا ذکر قرآنِ مجید میں گیارہ سورتوں میں بیان فرمایا گیا ہے۔ ۱۔ سورۃ زخرف آیت ۴۶ میں۔ ۲۔ سورۃ غافر آیت ۲۳ میں۔ ۳۔ سورۃ قصص آیت ۳۶ میں۔ ۴۔ سورۃ ابراہیم آیت ۵ میں۔ ۵۔ سورۃ ہود آیت ۹۶ میں۔

۶۔ سورۃ یونس آیت ۷۵ میں۔ ۷۔ سورۃ اعراف آیت ۱۰۳ میں۔ ۸۔ سورۃ نمل آیت نمبر میں وہاں ارشاد ہے۔ فِیْ تِسْعِ اٰیٰتٍ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهٖ۔ ۹۔ سورۃ اسریٰ آیت ۱۰۱ میں ارشاد ہے۔ وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰی تِسْعَ اٰیٰتٍ بَیِّنٰتٍ۔ ۱۰۔ سورۃ اعراف کی آیتوں میں مکمل تفصیل بیان فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ آیت ۱۰۸، میں عصا کا ذکر اور آیت ۱۲۳ میں ید بیضا کا ذکر ہے اور آیت ۱۲۹ میں قحط سالی اور پھلوں غلوں کی کمی کا ذکر ہے اور آیت ۱۳۳ میں طوفان۔ جراد قمل۔ ضفادع اور خون دم کا ذکر ہے یعنی عبرت کی پانچ سزاؤں کا ذکر ہے آخر میں آیت ۱۳۰ کے اندر ارشادِ باری تعالیٰ ہے لَعَلَّهُمْ یَذَّكَّرُوْنَ۔ یہ سزائیں عذابِ ہلاکت نہ تھیں صرف اس لئے تا کہ نصیحت لیں عبرت پکڑیں اور بندۂ مومن بن کر دونوں جہان کی دولت اور ابدی عزت پالیں۔ یدِ بیضا کی محبت سے یا سزاءِ قہری کی گرمی سختی سے ڈر کر گھبرا کر مومن بن جائیں مگر مردِ ناداں پر کلامِ نرم وقہری بے اثر۔ یہ نو آیٰتِ قہر فرعونیوں کی سرکشی اور ظلم وغرور کی وجہ سے علی الترتیب وقفے وقفے سے اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَاۡئِهٖ۔ فرعون اور اس کے گروہ کی طرف ہم بھیجتے رہے۔ ان سزاؤں سے گھبرا کر دربارِ نبوت میں آتے دعاءِ معافی کراتے وعدۂ ایمانی بھی کرتے مگر جب سزا ٹل جاتی تو مکر جاتے۔ اور عصاءِ کلیم جو اژدہاءِ غضب تھا جس نے فرعون کی عیاریوں اس کے جادوگروں کی مکاریوں کو مٹا کر رکھ دیا فرعونیوں کو ہر طرح ذلیل بنا دیا لیکن ان ذلتوں شکستوں کے باوجود۔ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا عَالِیْنَ۔ ہر بار ذرا سا آرام ملنے عذابِ قہر ٹلنے پر ان فرعونیوں نے خباثتِ شیطانی کا غرور وتکبر ہی کیا اور وہ جہالت ضلالت حماقت میں اس طرح پھنسے ہوئے تھے کہ اپنی دنیوی دولت عارضی حکومت کے فریب میں خود کو بہت بڑا سمجھنے لگے۔ اور اپنے و اپنی قوم کے علاوہ ہر شخص کو حقیر فقیر سمجھتے تھے اور اکڑ وغرور کے باوجود بزدلی کمزوری ایسی کہ جب قدرتی مصیبت پڑتی تو کبھی حضرت موسیٰ کے کبھی حضرت ہارون علیہما السلام کے پیر پکڑتے معافیاں مانگتے کبھی بزرگانِ بنی اسرائیل کی منتیں کرتے توبہ کفر و وعدہ ایمانی کرتے روتے گڑگڑاتے لیکن جب فرعونیوں کی التجاؤں نبوت کی دعاؤں سے ترس کھاتے ہوئے بزرگانِ بنی اسرائیل کی رحیمانہ مشفقانہ سفارشوں سے رب تعالیٰ کے قہر وجلال کی ان سزاؤں میں سے کوئی سزا ختم کر دی جاتی تو پھر کفر میں مضبوط شرک میں متشدد ہو جاتے۔ فَقَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَیْنِ مِثْلِنَا۔ تو کہتے پھرتے آپس میں ایک دوسرے سے گلی کوچوں بازاروں درباروں میں یار واغیار سے کہ ہم اتنی بڑی شان وشوکت حکومت ودولت شخصیت والے ہو کر ان دو بشروں پر ایمان لے آئیں جو بشریت میں ہم جیسے ہی ہیں جن کے پاس نہ دولت نہ حکومت نہ قوت اور جن کے پاس دنیا کی امارت صدارت نہیں ہے تو ان کے پاس دین کی نبوت ورسالت بھی نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا ان کا دعویٰ نبوت غلط وجھوٹ ہے اور ان کی یہ آیتیں وَ سُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ معجزاتِ رسالت نہیں بلکہ شعبداتِ سعادت ہیں اس لئے مصیبت کے وقت ہم ان کو یہ نہیں کہتے کہ یَا رَسُوْلُ ادْعُ لَنَا بلکہ یَا سَاحِرُ ادْعُ لَنَا کہتے ہیں اور پھر اگر چہ یہ دونوں بشر تو کبھی بھی ہمارے خادم کی یا نوکر غلام نہیں رہے اور نہ کبھی یہ دونوں ہم میں سے کسی امیر وزیر کے دروازے پر کسی چاہت وحمایت' شفاعت کے لئے آئے' ان کی خودداری غنا امانت' دیانت' صداقت' شرافت طہارت ہمیں مسلم ہے مگر ان دونوں کی پوری قوم تو مکمل طور پر ہر طریقے سے ہمارے حکمرانی کے قیدی سلطانی کے کمی خدمات کے نوکر ہمارے بچوں کے خادم۔ حکموں کے فرمانبردار ہیں۔ اطاعت گزار' صفائی کے خاکروب دھلائی کے دھوبی پکائی کے نائی۔ گھروں کے چاکر۔ بازاروں کے حمال مزدور۔ چھوٹوں کو کندھوں پر کھلانے والے

بڑوں کے آگے بندگی سے جھکنے والے غلامیت سے پیچھے سرنگوں چلنے والے اور ان کی عورتیں ہماری لونڈیاں نوکرانیاں غرضکہ ہر طرح۔ وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ۔ ان دونوں کی پوری قوم ہمارے حکم کے بندے قانون کے غلام ہیں۔ رہا یہ کہ عذاب مصیبت کے وقت ان دونوں سے وعدۂ ایمانی پر دعائیں کرانا، مصیبت ٹلوانا اور ٹل جانے کے بعد پھر وعدۂ ایمانی سے مکر جانا تو یہ ہماری دانشمندانہ سیاست اور سیاسی انداز اور چالیں ہیں بھلا سچا پکا ایمان ہم ان پر کیسے لا سکتے ہیں۔ کفار بدبختوں کی یہ کتنی بڑی حماقت تھی کہ اپنے جیسے بشر فرعون کو معبود و مسجود اور رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى۔ تو مان لیا مگر موسیٰ و ہارون کو نبی مانتے ہوئے اتنی قید میں شرطیں گویا کہ ان کے نزدیک معبود ہونا آسان ہے نبی رسول ہونا مشکل ہے۔ خیال رہے کہ کفار کی یہ ابن الوقتی فریب عیاری طریقۂ مکاری شروع زمانوں سے کسی نہ کسی انداز میں ہوتی ہی رہی ہے اور تا قیامت ہوتی رہی گی۔ مومن متقی بھولا یا بے وقوف نہیں ہوتا سب چالیں سمجھتا ہے مگر پھر بھی ترس و رحم کا مظاہرہ کرتا ہے۔ انجام کار عیار کافر اپنی چالوں عیاریوں کے باوجود شکست خوردہ خائب و خاسر ہو جاتا ہے مگر مومن اپنے رحم کھانے کے باوجود فاتح و غالب کامیاب ہو جاتا ہے۔ ان نو آیت اور دسویں عصا کے معجزات میں سے آٹھ معجزات موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے مشترکہ معجزے تھے کہ دونوں میں سے جب بھی کوئی انفرادی یا اجتماعی بددعا عرضِ بارگاہ کرتا تو قومِ قبطیہ فرعونیہ پر وہ قہر یہ سزا نازل ہو جاتی اور پھر دونوں میں ہر ایک کی انفرادی یا اجتماعی ترس خوردہ رحیمانہ دعا عرضِ بارگاہ کرنے سے وہ قہر ختم بھی ہو جاتا۔ کبھی قہر الٰہی نازل تو خود بخود ہو جاتا مگر کفار کے معافی مانگنے منت سماجت کرنے پر پیر پکڑنے سے کوئی بھی ایک دعا کر دیتا تو عذابِ قہر ٹل جاتا لیکن معجزۂ ید بیضا اور معجزۂ عصا صرف موسیٰ علیہ السلام کے معجزے تھے۔

ان آیت میں اختلافی اقوال

تَتْرَا کی قرأت میں چار قول۔ ۱۔ اکثر قرأت میں تَتْرَا ہے اور یہی قرأت صحیح ہے کیونکہ مشہور و مکتوب ہے۔ ۲۔ بعض نے تَتْرًا پڑھا ہے۔ ۳۔ بعض نے تَتْرٍ۔ ۴۔ بعض نے تَتْرٌ پڑھا ہے یہ قرأت بنی کنانہ کی ہے۔ جاءَ کے معنی میں دو قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا کہ جَآءَ کا معنی ہے تبلیغ فرمائی۔ رسول اللہ نے امت میں یہ ہی قول درست ہے کیونکہ ساتھ ہی كَذَّبُوْهُ ہے کہ امت نے جھٹلایا اس اپنے رسول کو اور جھٹلانا ہمیشہ تبلیغ کے بعد ہوتا رہا نہ کہ صرف آنے پر۔ جَاءَ کا ترجمہ مبعوث ہونا ہے یعنی اظہارِ نبوت و تبلیغ دین کی اجازت ملنا نہ کہ کہیں باہر سے آنا۔ اس لئے کہ اکثر انبیاء علیہم السلام اپنی قوم میں ہی مولود ہوئے پلے بڑھے اور پھر اسی قوم میں مبعوث ہوئے۔ ۲۔ بعض نے کہا کہ جَآءَ کا ترجمہ ہے تشریف لائے امت میں اس کے رسول مگر یہ قول غلط ہے کیونکہ بجز چند کے نہ تو کوئی رسول باہر کسی دوسری جگہ سے تشریف لاتے تھے نہ صرف تشریف لاتے ہی کسی امت نے جھٹلایا۔ اَحَادِيْثَ کے معنی میں دو قول۔ ۱۔ بعض نے کہا کہ اَحَادِيْثَ جمع ہے اُحْدُوْثَه کی بمعنی حادثہ ہلاکت۔ ۲۔ بعض نے کہا کہ اَحَادِيْثَ جمع ہے حدیث کی بمعنی باتیں قصے کہانیاں۔ دونوں قول درست ہیں۔ لِقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ کے معنی میں تین قول۔ ۱۔ بعض نے کہا کہ اس کا معنی لعنت و ہلاکت ہے اس قوم کے لئے جو اپنے نبی پر ایمان نہیں لاتے۔ ۲۔ بعض نے کہا کہ اس کا معنی ہے لعنت ہلاکت ہے اس قوم کے لئے جو تمام انبیاء علیہم السلام پر ایمان نہیں لاتے۔ ۳۔ بعض نے کہا کہ اس کا معنی ہے لعنت و ہلاکت ہے اس قوم کے لئے جو نبی کریم محمد رسول اللہ ﷺ اور قرآن مجید پر ایمان نہیں لاتے۔ یہ تینوں قول

درست ہیں۔ بِاٰیٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ کے معنی میں پانچ قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا کہ آیاتنا سے مراد نو معجزات سزا اور ید بیضا۔ سُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ سے مراد عصا اور اس کی کرامات یہی قول درست ہے کیونکہ عصا کی کرامات سے الٰہیۃ وحدہٗ پر استدلال غلبہ ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا کہ آیٰت سے مراد تمام معجزات ہیں اور سُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ سے مراد حجۃ قائم اور واضح دلیل۔ ۳۔ بعض نے کہا کہ آیٰت سے مراد عذاب الٰہی اور سُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ سے مراد باقی معجزات۔ ۴۔ بعض نے کہا کہ آیٰت سے مراد تمام معجزات اور سلطانِ مبین سے معجزات کی کیفیت وشانِ دلالت۔ ۵۔ بعض نے کہا کہ آیٰت سے مراد صداقتِ نبوت اور سلطن مبین سے مراد قوت نبوت مَلَا۟ئِهٖ کے معنی میں تین قول۔ ۱۔ بعض نے کہا کہ مَلَاءِ سے مراد قبطی قوم کے درباری امراء۔ ۲۔ بعض نے کہا مَلَاءِ مراد آل فرعون یعنی فرعون کے مطیع وفرمانبردار لوگ، مصری رعایا۔ ۳۔ بعض نے کہا کہ مَلَاءِ سے مراد مصر کی دونوں قومیں ہیں بنی اسرائیل بھی قبطی بھی۔ تینوں قول درست ہیں۔ عٰبِدُوْنَ کے معنی میں دو قول۔ ۱۔ اکثر نے کہ عٰبِدُوْنَ کا معنی ہے خَادِمُوْنَ یہی قول درست ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا کہ عٰبِدُوْنَ کا معنی ہے بندگی پوجا پرستش کرنے والے کیونکہ فرعون ہر شخص سے اپنے سامنے سجدے کراتا تھا۔ قبطی لوگ اس کو سجدۂ عبادت کرتے تھے مگر اسرائیلی سجدۂ تعظیمی کرتے تھے مگر یہ قول قطعاً غلط ہے کیونکہ بنی اسرائیل سے صرف خدمت گزاری ثابت ہے سجدہ ریزی ثابت نہیں ہے۔ لَنَا کے لام کو پہلے کرنے کے مقصد میں دو قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا کہ یہ تقدم حصر کے لئے ہے اور عبارت کا معنی یہ ہے کہ ان دونوں موسیٰ وہارون کی قوم صرف ہماری خادم ونوکر ہیں یہی قول درست ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا کہ یہ تقدم محض فاصلے کے لئے ہے۔

فائدے

ان آیٰت پاک سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ **پہلا فائدہ:** ابتداء انسانیت سے زمانۂ عیسیٰ علیہ السلام تک زمین پر تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار قومیں پیدا ہوئیں جو روئے زمین کے مختلف علاقوں میں پیدا ہوتی رہیں، بستی اور مٹتی رہیں۔ اقوامِ عالم کی یہ تعداد اس طرح ثابت ہوئی کہ ہر قوم میں ایک نبی رسول مبعوث ہوئے اور چونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہی ہے جیسا کہ احادیث مشہورہ سے ثابت ہے اس حساب سے اقوام کی تعداد بھی ایک لاکھ چوبیس ہزار ہی بنتی ہے۔ یہ فائدہ ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا۔ کی لفظی تشریح سے ہوا۔ احادیث مقدسہ متعددہ مشہورہ میں ذکر ہے کہ صحابہ کرام کی تعداد بھی ایک لاکھ چوبیس ہزار ہی تھی۔ ایک بزرگ نے فرمایا کہ نبی کریم حضور اقدس ﷺ کے زمانۂ اقدس سے لے کر تا قیامت مسلمان قوموں کی تعداد بھی ایک لاکھ چوبیس ہزار قومیں ہوں گی۔ اس لئے کہ آقا ﷺ تمام انبیاء علیہم السلام کے جامع کمالات وجامع معجزات وجامع اقوام ہیں۔ چنانچہ سورۃ سبا کی آیت ۲۸ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا۔ اور سورۃ اعراف کی آیت ۱۵۸ قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا۔ کی تفاسیر میں مفسرین یہ بھی بیان فرماتے ہیں۔ **دوسرا فائدہ:** آیات واحادیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ اصل ایمان وکفر نبوت سے متعلق ہے یعنی انبیاء علیہم السلام کو ماننا ہی دین الٰہی کو ماننا ہے اور انبیاء علیہم السلام کا انکار ہی کفر ہے۔ تصدیقِ نبوت ہی صراطِ مستقیم ہے اور تکذیب نبوت ہی ظلم عظیم وکفر ربانی ہے تعلیم نبوت سے منہ پھرا کر نہ توحید الٰہی کا ایمان درست ومفید ہے نہ حشر نشر قیامت جنت و دوزخ ملائکہ پر ایمان لانا مفید ومقبول۔ یہ فائدہ كَذَّبُوْهُ میں ضمیر واحد مذکر فرمانے سے حاصل ہوا۔ اس طرح کہ قرن وقرون

آخرین والی سب قومیں اللہ تعالیٰ کی ذات کو مانتی تھیں مگر تکذیبِ انبیاء کی وجہ سے ان کا اللہ تعالیٰ کو ماننا بھی کفر شمار ہوا۔ لہٰذا کتنے گمراہ ہیں بعض وہ اردو مفسر جو اپنے تخیلات کی موہومہ توحید کی بنا پر زرتشت اور گوتم بدھ جیسے مشرک کافر لیڈران کفر و کفار کو نبی مانتے ہیں۔ معاذ اللہ۔ حالانکہ ان کے باطل حرمتوں میں توحیدِ باری تعالیٰ کا نام ونشان تک نہیں ملتا۔ نبوت کے ایمان کا تو تصور بھی نہیں ہے جو مفسر بدھ یا زُرتشت کو نبی مانے وہ کافر ہے۔ **تیسرا فائدہ:** انبیاء علیہم السلام اپنی زندگی خواہ کسی طرح گزاریں خود ساختہ غربت میں یا خداداد دولتمندی میں خوشحالی میں یا تنگدستی میں۔ کچھ غرباء میں صدقات وخیرات سے لٹا کر یا کچھ اپنے لئے بچا کر جس طرح چاہیں اپنی زندگی گزاریں مگر کبھی کسی امیر وزیر بادشاہ کے دروازے پر اپنی کوئی حاجت۔ حمایت۔ سفارش لے کر نہ گئے نہ کسی نبی علیہ السلام نے کبھی بھی کسی امیر وزیر بادشاہ کی کوئی نوکری یا ملازمت وخدمت گاری کی۔ انبیاء علیہم السلام کی خودداری۔ بے غرضی طبیعت کی غناء۔ عادت کی دیانت قول وعمل کی صداقت قلب کی سخاوت کے کفار ومنکرین بھی ہمیشہ اپنے عقل وقلب کی گہرائیوں سے قائل ہی رہے۔ یہ فائدہ وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ۔ کے قول نقل فرمانے سے حاصل ہوا کہ فرعون وفرعونیوں نے یہ تو کہا کہ ان دونوں کی قوم بنی اسرائیل ہمارے نوکر خادم مطیع ہیں مگر ان میں عرصے سے رہنے والے حضرت ہارون کے متعلق نہ کہہ سکے کہ اے ہارون تم بھی کل تک ہمارے دروازوں کے نوکر بازاروں کے خادم وعابد مطیع وغلام تھے نہ حضرت موسیٰ کے متعلق کہہ سکے کہ تم بھی پہلے جوانی میں عرصے تک ہماری گھر ودربار کے ملازم خادم تھے پھر روپوش ہو گئے۔ ثابت ہوا کہ حضرت موسیٰ وہارون نے سالہا سال ان فرعونیوں میں رہنے کے باوجود کبھی فرعون یا کسی قبطی فرعونی سے کوئی غرض نہ رکھی بلکہ باعزت طریقے سے اپنا باوقار کاروبار کیا اور اسی کاروبار سے اپنی واپنے اہلِ بیت کی کفالتِ تامہ فرماتے رہے۔ یہی شانِ استغنا ہمیشہ ہر نبی علیہ السلام کی رہی ورنہ کفار تکذیبِ نبوت کے لئے اس غربت ملازمت خادمیت کا طعنہ دیا کرتے۔ انبیاء علیہم السلام کا یہ عملِ استغنا بھی تعلیم امت ہے کہ تاقیامت تمام علماء شریعت مشائخ طریقت بھی تا عمر دنیاداروں امیروزیروں دولتمندوں سے دور رہیں یہی اشارہ ہے عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَآءَ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ کے فرمانِ نبوی کا یعنی میری امت کے علماء ہیں جو تعلیم تبلیغ قول وعمل امانت دیانت استغنا میں انبیاء بنی اسرائیل کی طرح مبلغ حق ومعلم خوددار ہوں۔

احکام القرآن

ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ:** عبادتِ الٰہی صرف قیام وقعود۔ سجدہ ورکوع اور مسجد کی حاضری کا ہی نام نہیں بلکہ گھر سے بازار تک تجارت سے عدالت تک۔ رسم ورواج سے قوانین مملکت تک حضر سے سفر تک' علاقہ وطن سے علاقہ رہائش تک۔ ملکی ریاست سے ملکی سیاست تک۔ اندر سے باہر تک ظاہر سے باطن تک۔ صلح سے لڑائی تک۔ دوستی سے دشمنی تک۔ صدارت سے وزارت تک۔ عوام سے خواص تک۔ لباسِ حیات سے کفنِ ممات تک فوج سے پولیس تک۔ درباریوں سے رعایا تک بچپن سے بڑھاپے تک۔ مدرسہ دینیہ سے سکول دنیوی تک۔ حکمت سے سائنس تک۔ غرضکہ زندگی کے ہر مکان ہر زمان ہر شعبہء امکان پر اللہ تعالیٰ کا قانون نافذ کرنا ہی عبادتِ الٰہی واطاعتِ کبریائی ہے۔ اسی

چیز کو سمجھانے کے لئے انبیاء علیہم السلام اقوامِ عالم میں تشریف لاتے رہے اور اسی چیز کی نافرمانی سے قوموں پر جلال و زوال کی ہلاکت و لعنت آتی رہی۔ انبیاء علیہم السلام کی تبلیغ و تربیت صرف مسجدوں عبادت گاہوں تک محدود نہیں ہوتی بلکہ پورے معاشرہ مملکت پر غلبہء احکامِ ربانی نافذ کرنے کے لئے ہوتی ہے۔ ایمان' اسلام' اطاعت' اتباع صرف یہی نہیں ہے کہ مسجدوں مدرسوں خانقاہوں میں دینِ الٰہی حکمِ قرآنی نظر آئے مگر عدالتوں حکومتوں' تجارتوں میں یہودیت۔ عیسائیت مجوسیت کا کفرو قانون دندناتا پھرے۔ مومن مسلمان ہونا صرف یہ نہیں ہے کہ مسجد میں تو مسلمان دیندار نظر آئے مگر باہر شکل کا مجوسی ہو۔ کردار کا یہودی ہو۔ اقوال کا عیسائی ہو۔ عقل کا دیسی لباس کا پردیسی ہو۔ ایسی دوگلی پالیسی دینداری نہیں بلکہ اللہ رسول کے دین و قرآن سے غداری ہے۔ کیا یہ قبطیوں جیسی عہد شکنی نہیں کہ اللہ رسول کے نام پر ملک حاصل کیا مگر جب ملک مل گیا تو اپنی عادت ملکی عدالت اپنی سیاست ملکی تجارت میں ہر طرف اسلام قرآن کی مخالفت بھر لی۔ احادیث و فقہ سے ثابت ہے کہ قانونِ اسلامی قرآنی ربانی کو چھوڑ کر کسی کا انسانی قانون دنیوی بناوٹی جاری رکھنا یا اپنانا اختیار کرنا شرک ہے۔ مسلمانوں کے جس ملک میں بھی ایسی منافقت پھیلی ہوئی ہو وہاں کے عام و خواص حکام و رعایہ اپنی اس دینی غداری کی بنا پر کبھی سکونِ قوت نہیں پاسکتے۔ عوام کا جرم ووٹ دینا ہے خواص کا جرم ووٹ لے کر کفر ساز حکومت بنانا ہے تجربہ و مشاہدہ ہے اسی قسم کی غداری و منافقت کرنے والی قومیں نہ ذہنی سکون پاسکیں نہ سیاسی استحکام و مضبوطی نہ ملکی فلاح و ترقی نہ امن و امان۔ یہ مسئلہ وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ۔ کے بیان سے مستنبط ہوا جس نے بتایا کہ عٰبِدُوْنَ کا معنی ہے ہر طرح ہر کام کلام میں ہر وقت ہر جگہ اطاعت کرنا ہی عبدیت ہے۔ خیال رہے کہ صرف اقوال و احکام ماننا اطاعت ہے اور صرف افعال ماننا ان پر عمل و نقل کرنا اتباع ہے مگر ہمہ وقتی اطاعت و اتباع مکانی زمانی پوری حیات و معاشرے پر نافذ کرنا عبادت ہے۔ دینِ انبیاء علیہم السلام مکمل عبادت کی تعلیم و تربیت عطا فرماتا ہے نہ کہ فقط اطاعت و اتباع کا۔ **دوسرا مسئلہ:** قانونِ شریعت و اصولِ فقہ کا یہ قاعدہ کلیہ بالکل درست اور جاری و نافذ ہے کہ ہمیشہ حکمِ شرعی قانونی اکثریت پر لگایا جاتا ہے حکم لگانے بیان کرنے میں اقلیت کو نہیں دیکھا جاتا۔ وہ اکثریت یا اقلیت برائی پر ہو یا اچھائی پر۔ یہ مسئلہ كَذَّبُوْهُ کے فرمان سے مستنبط ہوا کہ دیکھو اگرچہ ہر نبی علیہ السلام پر ان کی قوم کے کچھ افراد ایمان لاتے رہے مگر تذکرے میں صرف مُكَذِّبِيْنَ کا نام لے کر سب قوم پر یہ حکم لگایا گیا کیونکہ مُكَذِّبِيْنَ کی اکثریت تھی اور لِلْاَكْثَرِ حُكْمُ الْكُلِّ اکثر پر کل کا حکم لگایا جاتا ہے گویا سب ہی ایسے تھے۔ اقوامِ سابقہ کی اکثریت کا ذکر سورۃ صافات کی آیت ۷۱ میں اس طرح فرمایا گیا۔ وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ۔ یعنی پہلی امتوں میں اکثریت ہمیشہ گمراہوں کی ہوتی رہی۔ اس قرآنی قانون و قاعدے کے تحت فقہاء عظام نے یہ اصول بیان فرمائے کہ اکثریت کو کل ہی کہا جاتا ہے۔ **تیسرا مسئلہ:** دنیا میں انسانوں کی بزرگیاں دو قسم کی ہوتی ہیں۔ ۱۔ بزرگی ترقیانہ۔ ۲۔ بزرگی تکبرانہ۔ جس کی بزرگی بلندی سرفرازی اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطیہء ربانی ہو وہ ترقی ہے اور ترقی کو وقار و دوام ہے۔ اور جس کی بزرگی بلندی اکڑ و غرور پیدا کرے وہ وسوسہء شیطانی اور خود ساختہ بناوٹی نفسانی ہے اس کا نام تکبر ہے اور تکبر کو ذلت و زوال ہے ترقی کی نشانی بندے میں عجز و انکسار ہوتا ہے۔ تکبر کی نشانی شیخی' خود کو جیسا سمجھنا ہم چو ما دیگرے کے شیطانی خیالات دماغ میں سمانا۔

اپنی بڑائی کے نعرے لگانا ہے۔ قانونِ شریعت میں ترقی کا اظہار جائز اور تحدیثِ نعمت کے لئے بطورِ شکرِ الٰہی کی جائے تو عبادت ہے لیکن فخریہ اظہار حرام ہے مگر تکبرانہ اظہار کرنا یا دماغی فتور میں لانا سب کچھ حرامِ قطعی کیونکہ یہ کفار وشیاطین کی علامت ہے اور دنیوی ذلت کا باعث لہٰذا کسی مسلمان کو کسی وقت کسی جگہ متکبرانہ طریقہ اختیار کرنا جائز نہیں۔ یہ مسئلہ فَاسْتَكْبَرُوْا کے بعد كَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ۔ فرمانے سے مستنبط ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی خودساختہ بلندی خیال اور علیت کی برائی فرمائی وَكَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ۔ کا معنی ہے کہ وہ خود کو بڑا سمجھتے تھے یہ عالیت ترقی نہ تھی تکبر تھا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ **پہلا اعتراض:** اس کی کیا وجہ کہ پہلے فرمایا گیا ثُمَّ اَرْسَلْنَا پھر فرمایا گیا كُلَّمَا جَآءَ عربی لغت سے ان دونوں جملوں کا معنی ومقصد ایک ہی ہے تو پھر ثُمَّ اَرْسَلْنَا کہنا ہی کافی تھا اور اس طرح فرمادیا جاتا۔ ثُمَّ اَرْسَلْنَآ اُمَّةً رُّسُلَنَا تَتْرَا كَذَّبُوْهُ یعنی پھر ہم نے ہر امت میں اپنے رسول بھیجے پے در پے تو امتوں نے رسول کو جھٹلا دیا۔ یا پھر دونوں جگہ اَرْسَلْنَا ہی ہوتا۔ اور عبارت اس طرح ہوتی کہ ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ؕ كُلَّمَآ اَرْسَلْنَآ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ اس تفریقِ الفاظ کی کیا وجہ اور کیا فائدہ؟ **جواب:** اَرْسَلْنَا فرما کر بعثت رسول اللہ کا مبدأ وزمانہ ابتداء بتایا گیا اور جَآءَ فرما کر بعثت نبوت کا منتہی بتایا گیا۔ یعنی ہم نے ہر امت میں ایک شخصیت کو رسول مبعوث فرمایا اسی قوم برادری میں سے منتخب کر کے یا کسی دوسرے علاقہ دوسری قوم کا نبی بھیجا۔ لہٰذا اَرْسَلْنَا فرما کر انتخاب کا ابتدائی زمانہ بیان فرمایا گیا۔ پھر جب نبی آگئے اور انہوں نے تبلیغ دین فرمائی فَكَذَّبُوْهُ تو آخر دم تک امت نے اپنے نبی علیہ السلام کی تکذیب ہی کی ایمان نہ لائے۔ اَرْسَلْنَا کے فوراً بعد تکذیب نہ کی گئی بلکہ جَآءَ کے بعد تبلیغ اور تبلیغ کے بعد تکذیب شروع ہوئی جو انتہاء انجام تک جاری رہی۔ اس وجہ سے دونوں جملوں کو مختلف متفرق لفظوں سے بیان فرمایا گیا۔ نیز اَرْسَلْنَا سے مخلوق پر شفقتِ رحمانی کا اظہار فرمایا گیا اللہ تعالیٰ ہر بندے کو ابدی جہنم سے بچاتا ہے۔ یہ رب تعالیٰ کی بے حد وبے شمار محبت وکرم ہے۔ اور جَآءَ کا پورا جملہ فرما کر بدقسمت وبے عقل قوم کی بدسلوکی گستاخی وکفر وانکار کا ذکر ہے۔ جس میں سراسر ظاہراً باطناً خود قوم کا ہی نقصان تھا۔ **دوسرا اعتراض:** اس کی کیا وجہ کہ یہاں آیت ۴۴ میں فرمایا گیا فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ۔ لیکن پہلے آیت ۴۱ میں فرمایا گیا۔ فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ان دونوں جگہ میں دو فرق ہیں۔ پہلا فرق یہ کہ یہاں لفظِ قوم نکرہ ہے اور وہاں لفظِ قوم معرف باللام ہے۔ دوسرا فرق یہ کہ یہاں لَا يُؤْمِنُوْنَ ہے اور وہاں اَلظّٰلِمِيْنَ ہے۔ اس تفریق میں حکمت کیا ہے جبکہ انجام سب کا بُعْدًا ہے۔ **جواب:** وہاں اَلظّٰلِمِيْنَ فرما کر قوم کی بدعملی بتائی گئی اور یہاں لَا يُؤْمِنُوْنَ فرما کر قوم کی بدعقیدگی بتائی گئی۔ اور چونکہ بدعقیدگی ہر قوم کی یکساں کفر وشرک بت پرستی میں برابر ایک جیسی تھی اس لئے یہاں قوم نکرہ عمومی فرمایا گیا جس سے تمام سابقہ نافرمان قوموں کا تعارف ہو گیا مگر قوموں کی بدعملی مختلف ہوتی رہی۔ کسی قوم میں بدکاری کسی قوم میں رشوت خوری کسی میں ظلم وایذارسانی کسی میں دھوکہ دہی۔ کم تولنا وغیرہ وغیرہ جس قوم کا آیت ۴۱ میں لِلْقَوْمِ کو معرفہ کیا گیا جس سے صرف اس ایک قوم کی بدعملی کا ذکر ہوا اور اسی ظالم قوم کا ... **تیسرا اعتراض:** ... دیگر سورتوں میں اقوامِ

سابقہ کا نام بنام تفصیل سے ذکر کیا گیا۔ اس اختصار کی وجہ سے بہت سی تفسیری الجھنیں اور اختلافی اقوال رونما ہوئے کہ کسی نے قرن وقرون سے کچھ مراد لیا کسی نے کچھ چاہئے تھا کہ یہاں بھی قدرے تفصیل بیان کر دی جاتی یا کم از کم ان قوموں کا نام ہی لے لیا جاتا جن کا نام پہلی سورتوں میں آ چکا ہے۔ یعنی قرنًا آخرین کے بجائے عاد وثمود فرمادیا جاتا۔ **جواب:** قرآنِ مجید میں سابقہ واقعات بیان کرنا محض قصہ گوئی افسانہ نگاری یا کہانی سنانی مقصود نہیں ہوتی بلکہ موجودہ اور بعد والوں کو درسِ عبرت دلانے نصیحت سمجھانے انجام بتانے۔ کفر وایمان کا فرق۔ حق وباطل کی عادات بیان کرنے کے لئے سنائے جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ متعدد سورتوں میں اقوامِ عالم و مذاہبِ باطلہ کے کسی نہ کسی خصوصی واقعاتی پہلو کا ذکر کیا گیا۔ کہیں اجمال سے کہیں ذرا تفصیل سے کہیں کسی قوم کی جہالت کسی کی حماقت کسی کی ضلالت کسی کی ایذا رسانی کسی کی عادتِ بدکاری کہیں ظلم' کہیں مہلت کا ذکر' کہیں ہلاکت کا' کہیں عذابِ قہر وعتاب کا کہیں درازعمری کی نعمت کا' کہیں افرادی قوت کی دولت کا۔ کسی قوم کی جسمانیت کا کسی قوم کی فنکاریت صنعت کاری کا۔ کسی قوم کے فساد فی الارض کی تخریب کاری کا۔ یہاں کے اختصاری تذکرے صرف قرن وقرون فرمادینا یہ بتانے کیلئے ہے کہ جس طرح دینِ حق کے بنیادی عقائد از اول تا آخر ایک اُمَّۃً واحدۃ ہے اسی وجہ سے سب انبیاء علیہم السلام کی تعلیم وتبلیغ ایک جیسی ہوتی تھی صرف شرعی نام واعمال بدلتے تھے۔ اسی طرح تمام ادیانِ باطل کا کفر وطریقہ ءکفر بھی اَلْکُفْرُ مِلَّۃٌ وَّاحِدَۃٌ۔ ایک ہی رہا۔ یہاں اقوامِ سابقہ کی اسی چیز کو ظاہر کیا گیا ہے۔ اس لئے قومی تفصیل کی ضرورت نہ تھی۔ رہا مفسرین کی اختلافی الجھنیں تو اس کا حل اور حقیقت کا تعین دلائل کی قوت سے ظاہر ہو جاتا ہے جس کے بعد الجھن ختم ہو جاتی ہے۔ یہ تمام دلائل تفسیرِ عالمانہ میں بیان کر دیئے گئے۔

تفسیر صوفیانہ

اے بندگانِ عارفین ہوشِ عقلی وگوشِ قلبی سے سنو کہ ہم نے ہی تمہارے قرونِ نفسانی کو باطلِ ظلمانی سے بچانے کے لئے انوار و اسرارِ جمالی کی کتنی ہی مسلسل پے در پے لاہوتی جبروتی قوتیں ودیعت فرمائیں تمہارے علاقہ ءقالب میں مگر اہلِ نفوس کے قرونِ آخرین ہر بار ہر قوت روحانی کی تکذیب ہی کرتے رہے اور انوارِ عرفانی کو جھٹلاتے ہی رہے کبھی بھی فیضِ ایمانی لینے کی سعادت وچاہت نہیں کی۔ اس لئے ہم نے ان تمام نفسانی خباثتوں کو آگے پیچھے کی ترتیب سے لعنت وہلاکت کا مزہ چکھادیا اور آغوشِ شیطانی میں گہوارۂ احادیث فنا کر دیا۔ اس طرح تمام جسمانی باطلین خس وخاشاک ہو کر نفسِ امّارہ والے بے دین اور طبیعتِ ابلیسیہ والے لَا یُوْمِنُوْنَ دوری حقارت وذلت رقابت کی ابدی نیستی میں جا پڑے یہاں تک کہ سینۂ حقانی سے ان کا نام ونشان مٹ گیا پھر نفسِ امارہ کی شریر یلغار قبضوں حملوں میں ایک وقت ایسا بھی آیا کہ ہم نے کلیم عقلِ سلیم دماغ اور اس کے شریکِ منزل اسرار مخفیہ شعورِ ہارون کو آیاتِ عقلیات اور جلالِ انوار کی سلطانِ مبین برھانِ قدیم سے مزین ومقوی کر کے نفسِ فرعونی ولشکرِ طاغوتی کے پاس مصرِ جسمانی میں بھیجا تاکہ احکامِ انسانی کے باطنی فرعون وفرعونیات وادی تجلیات میں آ کر بندۂ مراقبہ بن کر اعتکافِ خلوص میں بیٹھ جائیں مگر فرعونِ نفس وفرعونیات شرور نے تکبر ابلیسی ہی اختیار کیا۔ اور غرور بڑائی و نفورِ سرکشی بلندی فانی کے فریب میں دھکے کھاتا اور چیختے دھاڑتے کہ ہم اپنی تمام قوت فکر چھوڑ کر صرف ان دو جسمانی

کمزوریوں پر ایمان' اطاعت' ایقانِ عبادت کی اتباع کر لیں جو وادیٔ ناسوتی میں ہماری مثل ہیں اور جن کے تمام اعضاء ظاہری خیالات باطنی پہلے ہی ہمارے محکوم و فرماں بردار مطیع خدام ہیں۔ جیسا کہ مولائے رومی نے فرمایا

نفسِ ماہم کمتراز فرعون نیست لیک اورا عون مارا عون نیست

حق پر ایمان نہ ہونا ہلاکتِ دنیوی اور عذابِ ناظر کا سبب ہے۔ اور تصدیقِ وحدانیت رحمٰن مدارِ نجات و انعاماتِ جنان کا سبب ہے اے بندۂ طالب اگر تو نے علاقۂ نفسانی کو چھوڑ کر وادیٔ اسلام میں قدم رکھا تو سمجھ لے کہ تو نے کلی ابدی نعمت حاصل کر لی کیونکہ کوئی بھی چیز دولتِ اسلام سے اوپر نہیں۔ اور اگر اسلام کی سدا بہار سلامتی کو نہ پایا تو سمجھ لے کہ کچھ بھی نہ پایا اس لئے کہ اسلام کے بغیر تمام ظاہری باطنی نعمتیں مثلِ عدم ہیں اور جس نے اسلام پالیا اس کے لئے تمام دنیوی تکالیف مثلِ عدم ہیں۔ کسی نے مولیٰ علی سے پوچھا کہ کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے مولیٰ علی نے فرمایا کہ کیا میں اس ذات کی عبادت کر سکتا ہوں جس کو نہ دیکھوں نہ جانوں' میں نے آقا کے جلوؤں میں مولیٰ تعالیٰ کو دیکھا و جانا پہچانا۔ سائل نے عرض کیا کَیۡفَ تَرَاهُ اپنے رب تعالیٰ کو کیسا دیکھا۔ مولیٰ علی نے جواباً فرمایا کہ ناممکن ہے لفظوں سے اس کا بیان کیونکہ رب تعالیٰ کو علاقۂ ناسوتی میں آنکھوں کے مشاہدے سے نہیں دیکھا جا سکتا یعنی اس کے جمالِ تجلیات کو نظری بصری ادراک مشاہدۂ ایمان سے نہیں دیکھ سکتا۔ ہاں البتہ میں قلبِ عارف حقائقِ ایمانی سے ادراک کر لیتا ہوں۔ روح البیان نے فرمایا۔ لَا تُدۡرِكُ الۡاَعۡيَانُ وَتُدۡرِكُ الۡقَلۡبِ بِحَقَائِقِ الۡاِيۡمَانِ فَلِهٰذَا لَا يُمۡكِنُ بِاللِّسَانِ۔ پھر مولیٰ علی نے فرمایا۔ مَنۡ عَرَفَ رَبَّهٗ جَلَّ وَمَنۡ عَرَفَ نَفۡسَهٗ ذَلَّ۔ یعنی عرفان۔ ربانی سے عزت و جلال ہے حقیقت میں اور نفسِ امارہ کی پہچان میں لگے رہنے سے مجازی ظاہری ذلت و رذالت ہے۔ اس طرح کہ معرفتِ رب تعالیٰ عزتِ معنوی عطا کرتی ہے اور معرفتِ نفس ذلت صوری دیتی ہے۔ کافر و ظالم فاسق و فاجر نفوس کو عزت دے کر معرفتِ نفس میں اپنی عزت و بلندی تلاش کرتے ہیں اس لئے صورۃً و معناً ذلیل ہو جاتے ہیں کیونکہ باطن میں رب تعالیٰ سے دور رہ کر ظاہر میں ہلاک ہوتے ہیں لیکن مومن و عادل متقی کامل نے نفوس کو ذلیل کیا تب صورۃً عزت پائی اس لئے مومن نے باطن میں قرب پایا ظاہر میں نجات پائی صوفیاء کے نزدیک جہالتِ رب تعالیٰ سے ہر طرح کا تنزل ہے اور جہالت و ناواقفیت نفس سے ہر طرح کا تذلل ہے۔ حدیثِ مقدس میں ہے۔ مَنۡ عَرَفَ نَفۡسَهٗ فَقَدۡ عَرَفَ رَبَّهٗ جو شخص کسی کو پہچانتا ہے وہی اس کی سچی خبر اور صحیح مقام بتا سکتا ہے۔ اہلِ خسارہ کی رونق کھوٹی عزت جھوٹی ہوتی ہے اس کا تازہ میدہ بھی فاسد ہوتا ہے۔ عاقل پر واجب ہے اہلِ حق کے سامنے جھکنا ان کی ماننا کیونکہ تمام فیوض و برکات ماننے اور جھکنے سے ملتے ہیں فیض معرفت مشاہدۂ رب انام کا نام ہے۔ اے بندۂ طالب جب تک تو اہلِ حق کے سامنے راکع نہ ہوگا تجھ کو امانت معرفت کس طرح مل سکتی ہے۔ اے اللہ ہم کو عناد سے بچا اور اعتماد پر ثابت قدم فرما۔ آیاتِ عقلیات نو ہیں۔ ۱۔ فکر۔ ۲۔ تدبیر۔ ۳۔ تقدیر۔ ۴۔ تذکیر۔ ۵۔ تفہیم۔ ۶۔ تنویر۔ ۷۔ تحریر۔ ۸۔ تقریر۔ ۹۔ تعبیر اور قلب کے انوار سلطانِ مبین ہے۔ عقلمند انسان مشکلات بیان نہیں کرتا بلکہ صبر و سکون سے برداشت کرتا اور دور کرنے کی کوشش و دعا کرتا رہتا ہے کیونکہ مشکلات کو دور کرنے سے بندوں کا کردار [illegible] ہوتا ہے [illegible] بلند نہیں ہوتا۔

فَكَذَّبُوهُمَا فَكَانُوا مِنَ الْمُهْلَكِينَ ﴿٤٨﴾ وَلَقَدْ آتَيْنَا

تو فرعونیوں نے بھی ان دونوں کو جھٹلا دیا تب وہ سب فرعونی بھی ہلاک شدہ قوموں میں سے کر دیئے گئے اور البتہ دی ہم نے

تو انہوں نے ان دونوں کو جھٹلایا تو ہلاک کئے ہوؤں میں ہو گئے اور بیشک ہم نے

مُوسَى الْكِتَابَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ ﴿٤٩﴾ وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ

موسیٰ کو بڑی کتاب تا کہ وہ سب ان کی قوم والے ہدایت پالیں اور بنایا ہم نے مریم کے بیٹے

موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی کہ ان کو ہدایت ہو اور ہم نے مریم اور

وَأُمَّهُ آيَةً وَآوَيْنَاهُمَا إِلَى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَمَعِينٍ ﴿٥٠﴾ ع

اور اس بیٹے کی والدہ میں قدرت کی نشانی اور ٹھکانہ مہیا فرمایا ان دونوں کو بلندی کی طرف قرار و سکون کی جگہ

اس کے بیٹے کو نشانی کیا اور انہیں ٹھکانہ دیا ایک بلند زمین پر جہاں بسنے کا مقام اور نگاہ کے سامنے بہتا ہوا پانی۔

يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا ط

اے مکرم رسولو اچھی غذائیں کھایا کرو اور اعمال کرو اچھے سے اچھے

اے پیغمبرو پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اچھا کام کرو

إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ﴿٥١﴾ ط وَإِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً

بیشک میں ان تمام کاموں کو جو تم سب کرتے ہو ہر طرح جاننے والا ہوں اور بیشک یہ تمہاری دینی جماعتیں سب

میں تمہارے کاموں کو جانتا ہوں اور بیشک یہ تمہارا دین ایک ہی

وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُونِ ﴿٥٢﴾

ایک ہی دینی جماعت ہے اور میں تم سب کا رب ہوں تو صرف مجھ سے ہی ڈرو

دین ہے اور میں تمہارا رب ہوں تو مجھ سے ڈرو

تعلقات

ان آیت پاک کا پچھلی آیت پاک سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آیت میں حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام اور اس زمانے کے سرکش بادشاہ فرعون کا ذکر فرمایا گیا۔ اب ان آیت میں فرعون اور فرعونیوں کی کافرانہ سرکشی کا ذکر فرمایا جا رہا ہے جو ان کی ہلاکت کا باعث بنا تھا۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیت میں پہلے مرسل صاحب کتاب نبی علیہ السلام حضرت موسیٰ کا نام ذکر ہوا۔ اب ان آیت میں ان کی پہلی آسمانی کتاب کا ذکر فرمایا جا رہا ہے اور اشارۃً مختصر کتاب کے فوائد

کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ **تیسرا تعلق:** پچھلی آیت میں پہلے مُرسَل صاحب کتاب نبی علیہ السلام کا ذکر فرمایا گیا اب ان آیت میں تیسرے نبی مرسل حضرت عیسیٰ اور انکی والدہ کا خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا جا رہا ہے۔

تفسیر نحوی

فَكَذَّبُوهُمَا فَكَانُوا مِنَ الْمُهْلَكِينَ ﴿۴۸﴾ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ ﴿۴۹﴾ فَ تعقیبیہ یعنی یہ متکبرانہ اور جھوٹی باتیں کرنے کے بعد۔ كَذَّبُوا باب تفعیل کا ماضی مطلق جمع مذکر غائب مثبت معروف كِذْبٌ سے بنا ہے یہ مادہ لازم ہے ترجمہ ہے جھوٹ بولنا مصدر ہے تَكْذِيبٌ یہ متعدی ہے ترجمہ کسی کو جھوٹا کہنا۔ جھٹلانا اس کا فاعل ضمیر صیغہ هُمْ پوشیدہ مرجع ہے فرعون و فرعونی هُمَا ضمیر تثنیہ مذکر مرجع ہے موسیٰ و ہارون یہ مفعول بہٖ ہے یہ فعل فاعل مفعول بہٖ مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو گیا۔ فَ تعقیبیہ زائدہ (عطف و سبب کے لئے نہیں ہے) كَانُوا فعل تامہ جمع مذکر غائب هُمْ پوشیدہ اس کا فاعل مرجع فرعون و فرعونی۔ مِنْ حرف جر بمعنی فی ظرفیہ مکانیہ ترجمہ ہے میں سے الف لام اسمی بمعنی اَلَّذِيْنَ مُهْلَكِيْنَ۔ باب افعال کا اسم مفعول جمع مذکر برائے غائب هَلْكٌ سے بنا ہے یہ مادہ لازم ہے بمعنی ہلاک ہونا اس کا مصدر ہے اِهْلَاكٌ بمعنی ہلاک کرنا۔ یہ متعدی ہے مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ کا ترجمہ ہوا ہلاک کئے ہوؤں میں سے۔ مُهْلَكِيْنَ اسم مفعول اپنے ضمیر هُمْ پوشیدہ نائب فاعل سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مجرور متعلق ہے كَانُوا کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ تامہ خبریہ ہو گیا۔ واؤ سر جملہ لام کے تحقیق کے لئے بمعنی البتہ قَدْ اٰتَيْنَا باب ضرب کا ماضی قریب مثبت معروف جمع متکلم۔ اٰتٰى سے مشتق ہے ترجمہ ہے دینا یہ مادہ متعدی بدو مفعول ہے۔ اس کا فاعل نَحْنُ ضمیر صیغہ پوشیدہ مرجع اللہ تعالیٰ۔ مُوْسٰى۔ اسم مقصورہ لہٰذا اس کے تینوں اعراب۔ زبر۔ زیر۔ پیش۔ تقدیری ہیں۔ یہاں بحالتِ زبر ہے کیونکہ مفعول ہے اول ہے اٰتَيْنَا کا۔ الف لام حرفی عہد ذہنی بمعنی مخصوص كِتٰبٌ۔ اسم مصدر بروزنِ فعالٌ قِتَالٌ لِقَآءٌ بمعنی اسم مفعول یعنی لکھی ہوئی (کتاب بمعنی مکتوب) كَتْبٌ مادہ مصدر سے مشتق ہے ترجمہ ہے لکھنا۔ یہ مفعول بہٖ دوم ہے۔ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ باب افتعال کا مضارع احتمالی تعلیلیہ هُدًى سے مشتق ہے ترجمہ ہے ہدایت ملنا۔ اسکا مصدر ہے اِهْتِدَآءٌ ترجمہ ہے ہدایت پانا۔ اس کا فاعل ضمیر صیغہ هُمْ پوشیدہ مرجع ہے قوم موسیٰ یعنی بنی اسرائیل یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر معلول ہے اٰتَيْنَا کی۔ یہ فعل با فاعل اپنے دونوں مفعول بہٖ اور معلول سے مل کر جملہ فعلیہ تعلیلیہ ہو گیا۔ **وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ آيَةً وَآوَيْنَاهُمَا إِلَى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَمَعِينٍ۔** واؤ سر جملہ جَعَلْنَا فعل با فاعل۔ اِبْنَ۔ اسم مفرد جامد بمعنی وَلَدٌ یعنی اصلی و نسلی زیرِ پرورش سگا بیٹا۔ مضاف ہے۔ مَرْيَمَ اسم غیر منصرف کیونکہ عجمی علم ہے۔ مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی معطوف علیہ واؤ عاطفہ اُمٌّ اسم مفرد جامد۔ لغوی ترجمہ ہے اصل (جڑ) اصطلاح میں والدہ کو ام کہا جاتا ہے لیکن منقولِ شرعی میں ہر اس عورت کو بھی ام کہا جاتا ہے جس کا خاوند کسی کی پرورش کرے جیسے کہ انبیاء علیہم السلام امت کی پرورش فرماتے ہیں اس لئے ان کی ازواج امہات المومنین ہوتی ہیں۔ یہاں ام بمعنی والدہ اور مربیہ مضاف ہے۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع ابن ہے مضاف الیہ یہ مرکب اضافی معطوف دونوں عطف مل کر مفعول بہٖ اول ہوا اٰيَةً۔ بعض نے فرمایا یہ جعلنا کا مفعول فیہ ہے ہم نے اپنے ترجمے میں یہی قول اختیار کیا ہے بعض نے فرمایا یہ پورا جملہ معطوفہ جعلنا کا ظرف مکانی ہے اسم مفرد مؤنث لفظی جامد۔ لغوی معنی ہے نشانی یا علامت کسی مضمون کا ایک حصہ یہاں مراد ہے نشانی قدرتِ الٰہی علامت

حکمتِ باری یہ مفعول بہ دوم ہے۔ جَعَلْنَا فعل با فاعل اپنے دونوں مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو گیا۔ واؤ دوسرا جملہ اٰوَیْنَا باب افعال کا ماضی مطلق مثبت معروف جمع متکلم اس کا مصدر اِیْوَائٌ دراصل ہے اِوْ اَیٌ تعلیلِ نحوی سے دوسری (مادے والی) یٔ سے بدلی گئی ہے۔ تخفیف کے لئے اِیْوَائٌ ہو گیا ترجمہ ہے پناہ دینار ہائشی جگہ دینا ٹھکانہ بنانا اس کا مادہ ہے اَوْیٌ مہموز الفا اور لفیف مقرون یہ لازم ہے معنی ہے پناہ لینا یہ مادہ باب ضرب میں گردان ہوتا ہے اسی سے ہے ماویٰ بمعنی جائے پناہ اس کا فاعل نحن پوشیدہ ھما ضمیر پوشیدہ غائب مرجع ہے اِبْنَ وَ اُمَّهٗ مفعول بہ ہے اِلٰی جارہ انتہا کے لئے بمعنی ظرف۔ ربوۃ اسم مذکر اس کا مؤنث رَابِیَۃٌ رَبْوٌ سے بنا ہے۔ صفت مشبہ ہے برائے مبالغہ (کثرت) لغوی ترجمہ ہے زیادہ ہونا بڑھنا پھولنا اونچا ہونا۔ اسی معنی میں ہے تربیت مربی جھاگ کو رَبْوِیَہ اور سود کو ربوا اسی معنی میں کہا جاتا۔ سخت گرفت اور مضبوط پکڑ کو بھی اَخْذَۃَ الرَّابِیَۃَ کہا جاتا ہے۔ یہاں مراد ہے بلند وخوشگوار پر فضا جگہ۔ رَبْوَۃٍ موصوف ذاتِ اسم مکبرہ واحد مؤنث اس کی جمع مؤنث ہے ذَوَاتِ۔ اس کا مذکر ہے ذو اس کی جمع ہے ذوو ترجمہ ہے والی مضاف ہے قرارِ اسم مصدر ترجمہ ہے ٹھہرنا۔ معطوف علیہ واؤ عاطفہ۔ مَعِیْنٍ باب ضرب کا اسم ظرف مذکر مکانی عَیْنٌ سے مشتق ہے۔ ترجمہ ہے چشمہ پانی یا سکون والی جگہ۔ معطوف ہے قَرَارٍ پر دونوں عطف ملکر صفت ہے رَبْوَۃٍ کی یہ مرکب توصیفی مجرور متعلق ہے۔ اٰوَیْنَا کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ یٰۤاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ ﴿۵۱﴾ وَ اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ اَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ۔ یٰۤاَیُّهَا۔ یہ تین لفظ ہیں۔ ۱۔ یا حرف ندا۔ ۲۔ اَیٌّ حرف فاعل۔ ۳۔ ھا حرف تنبیہ۔ بقانون نحو جب منادیٰ معرف باللام ہو تو حرف ندیٰ کے اعراب (کھڑا زبر) کو بچانے کے لئے بیچ میں لایا جاتا ہے اگر منادیٰ مذکر ہوائے اگر مؤنث ہوائیۃ ہوتا ہے۔ اب مل کر یہ پورا لفظ حرف ندا ہے چونکہ اَیُّهَا مخصوص ہے یا ندائیہ ہے اس لئے کبھی کبھی حرف ندا اگر محذوف منوی کر دیا جاتا ہے۔ جیسے اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ۔ الرُّسُلُ۔ اسم جمع مکسر ہے۔ رَسُوْلٌ کی یہ منادیٰ ہے كُلُوْا فعل امر حاضر باب نصر سے اَكْلٌ سے مشتق ہے اس کا فاعل اَنْتُمْ ضمیر صیغہ مِنْ جارہ تبعیضیہ اَلطَّیِّبَاتُ اسم جمع مؤنث طَیِّبَۃٌ کا ترجمہ ہے پاکیزہ حلال غذائیں یہ مجرور ہو کر متعلق ہے كُلُوْا کا یہ فعل با فاعل اپنے اسی متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ اِعْمَلُوْا باب ضرب کا امر حاضر معروف جمع مذکر عَمَلٌ سے مشتق ہے اس کا فاعل پوشیدہ ضمیر صیغہ اَنْتُمْ جس کا مرجع الرُّسُلُ۔ صَالِحًا باب ضرب کا اسم فاعل واحد مذکر ترجمہ ہے نیکی بننے والے مفعول بہ ہے اِعْمَلُوْا فعل فاعل مفعول بہ ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف ہے كُلُوْا کے جملے پر دونوں عطف مل کر جواب ندا ہوا۔ ندیٰ منادیٰ اور جواب ندیٰ ملکر جملہ ندائیہ اسمیہ ہو گیا۔ اِنِّیْ دراصل ہے اِنَّ۔ یٔ۔ اِنَّ حرف مشبہ کی ضمیر واحد متکلم اس کا اسم۔ بِ حرف جر مفعولیہ کا بمعنی مَا اسم موصول برائے جمیعت بمعنی اُن تمام تَعْمَلُوْنَ باب فتح کا مضارع حال مثبت معروف جمع مذکر عَمَلٌ سے مشتق ہے اس کا فاعل انتم ضمیر صیغہ یہ فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صلہ ہے مَا کا یہ موصول صلہ مل کر مجرور بِ سے جار مجرور ملکر متعلق مقدم ہے۔ عَلِیْمٌ باب کَرُمَ کا اسم فاعل صفت مشبہ مبالغے کے لئے بمعنی ہر وقت خوب اچھی طرح اس کا فاعل ضمیر صیغہ یاء متکلم عِلْمٌ سے مشتق ہے۔ عَلِیْمٌ اپنے فاعل پوشیدہ اور متعلق مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے اِنَّ کی اِنَّ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا واؤ دوسرا جملہ اِنَّ حرف مشبہ هٰذِهٖ اسم اشارہ قریب ... ترجمہ ... یہ اُمَّۃٌ اسم مفرد جامد لغوی ترجمہ ہے اصل

مضبوط۔ ابتدائی چیز۔ اسی معنی سے والدہ اور مربیہ عورت کو ام کہا جاتا ہے جڑ اور بنیاد کو بھی ابتدائیت اور مضبوطی کی وجہ سے ام کہا جاتا ہے۔ اصطلاحاً چودہ معنی میں مشترک و مستعمل ہے۔ ۱۔ حالت۔ ۲۔ نعت۔ ۳۔ شان۔ ۴۔ طریقہ۔ ۵۔ مدت۔ ۶۔ پیدائشی حالت والا شخص۔ ۷۔ بہت سی خوبیوں والا انسان۔ ۸۔ امام قوم۔ ۹۔ آگے آگے چلنے والا۔ ۱۰۔ کشادہ راستہ۔ ۱۱۔ مضبوط ارادہ۔ ۱۲۔ ایک قوم۔ ۱۳۔ ایک آل۔ ۱۴۔ ایک دین۔ یہاں اس معنی میں ہے امۃ مضاف کم ضمیر مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مشار الیہ هٰذِهٖ کا دونوں مل کر خبر مقدم ہے۔ اُمَّةً وَّاحِدَةً موصوف صفت ہے مرکب توصیفی اسم مؤخر۔ اِنَّ سب سے مل کر جملہ اسمیہ ہوگیا۔ واؤ سرِ جملہ انا ضمیر واحد متکلم مرفوع منفصل ترجمہ ہے۔ میں مبتدا ہے رَبُّكُمْ یہ مرکب اضافی خبر ہے ترجمہ ہے تمہارا رب ہوں یہ مبتدا خبر ملکر جملہ اسمیہ ہوگیا۔ فَ زائدہ اِتَّقُوْا باب افتعال امر حاضر معروف جمع مذکر تقوٰی سے بنا ہے اس کا مصدر ہے اِتِّقَاءٌ دراصل ہے اِتْقِاءٌت کات میں بوجہ ہم مخرج ادغام کر دیا گیا۔ اس کا فاعل اَنْتُمْ پوشیدہ ن دراصل ہے نی۔ نون وقایہ ی مفعول بہ اِتَّقُوْا فعل فاعل مفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوگیا۔

تفسیر عالمانہ

فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ ﴿۴۸﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗۤ اٰيَةً وَّاٰوَيْنٰهُمَاۤ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ ﴿۵۰﴾ يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۵۱﴾ وَاِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ﴿۵۲﴾ حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام نے فرعون و آل فرعون کو تقریباً چالیس سال تبلیغ فرمائی اور دینِ حق کی طرف بلایا۔ اور فرعون کو بت پرستی فرعونیوں کی فرعون پرستی سے ہٹانے بچانے کی بہت کوشش کی یہ چالیس سالہ دور دو حصوں میں تقسیم ہوا۔ پہلے بیس سال جادوگروں کے مقابلے سے پہلے اور دوسرے بیس سال مقابلے کے بعد۔ تبلیغ و تعلیم میں ہر طریقہ اختیار کیا گیا نرم بھی گرم بھی۔ عبرت کی سزاؤں سے مظلوم کی بددعاؤں سے شفقت و محبت کی نداؤں سے وعدہ وعید کی اداؤں سے غرضکہ جس طرح بھی سمجھانا ممکن تھا سمجھایا۔ فرعون و فرعونی موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی خداداد قوت و طاقت کو مانتے تھے مرعوب و مغلوب بھی تھے مگر ان دونوں کو نبی نہ مانتے تھے اگر کبھی فرعون میں کچھ لچک ہوئی بھی اور ایمان پر مائل ہوا بھی تو ہامان وزیر نے ورغلا دیا۔ اور اگر کبھی قبطی قوم میں ایمان کی طرف جھکاؤ پیدا ہوا بھی تو فرعون و امراء فرعون نے کسی کو وسوسایا کسی کو ڈرایا دھمکایا اور شیاطین انس و جن کی طرف سے تو شروع دن سے یہ بات ذہنوں میں ڈالی جا رہی تھی اجتماعاً بھی انفراداً بھی کہ موسیٰ و ہارون نہ نبی رسول ہیں نہ صاحبِ معجزات بلکہ صرف جادوگر ہیں اسی لئے مصیبت کے وقت آستانہ کلیم پر آ کر عرض کرتے يَا سَاحِرُ اُدْعُ لَنَا۔ اے جادوگر ہمارے لئے مصیبت ٹلنے کی دعا فرما انہی وسوسوں کی خباثت میں پھنس کر ہر معجزے کو جادوگری کہتے اسی جہالت حماقت و سوساہٹ کی بدقسمتی کی وجہ سے فَكَذَّبُوْهُمَا تمام آلِ فرعون نے ان دونوں نبیوں کی ہر بات ہر نصیحت ہر تبلیغ ہر عبادت میں تکذیب کی اور ستایا۔ تب لمبی عمروں اور خوب سوچنے سمجھنے سچا بندہ بننے کی مہلتوں پکا مومن بننے کے مواقعوں کے بعد جبکہ فرعونیوں نے تمام موقعوں کو گنوا دیا اور ضد و عناد سے کفر شرک ظلم و جبر۔ غرور و تکبر پر ہی قائم رہے یہاں تک کہ دونوں نبی علیہما السلام آلِ فرعون کے ایمان سے مایوس ہو گئے اور موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ رب تعالیٰ میں نجات [illegible] آلِ فرعون کی بد [illegible] تو قبولیتِ عرض کے

بعد اولاً تمام بنی اسرائیل کو موسیٰ علیہ السلام کی ہمراہی میں مصر سے نکلنے کا حکم ربانی ملا پھر قدرتِ الٰہی وحکمت ربانی سے تمام آلِ فرعون کو مصر سے نکالا گیا۔ اس طرح کہ رات بعدِ نماز عشا سب بنی اسرائیلی نکلے اور صبح کو ان کے تعاقب میں فرعونی نکل پڑے۔ فرعون و درباری نگرانی کے لئے نوجوان طبقہ فوج و پولیس بن کر دیگر جوان معاونین بن کر بوڑھے فرعونی مشیر بن کر فرعونی بچے تماش بین بن کر' فرعونی عورتیں اپنے اپنے زیوروں کی فریادی بن کر' اہل بازار و تجار اس روانگی و گرفتاری بنی اسرائیل کو ایک دلچسپ میلہ سمجھتے ہوئے یہ خیال کر کے کہ ابھی واپس آ جائیں گے اپنا سب گھر بار' بازار کاروبار' ناشتہ کھانا پینا چھوڑ کر بنی اسرائیل کے نشاناتِ قدم دیکھتے ہوئے دریائے قلزم کی طرف چل پڑے۔ فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ۔ بس پھر کیا تھا یہ سب فرعونی تو ہنستے کھیلتے اور نئے نئے جذباتی منصوبے بناتے۔ جرأت بنی اسرائیل پر غصے سے دانت پیستے چلے جا رہے تھے مگر یہ نہ سوچا کہ بڑے بڑے راٹھیوں کو موت نے نہ چھوڑا۔ جہاں جو پسند آیا اسی کو مروڑیا۔ فرعونی تو مست بدمست ہو کر ہنستے چہکتے چلے جا رہے تھے مگر تقدیر یہ کہہ رہی تھی کہ

تماشہ دیکھنے والو تماشہ خود نہ بن جانا کہانی سننے والو تم کہانی خود نہ ہو جانا

کون جانتا تھا کہ ازلی موت اور ابدی فنا کے منہ میں جا رہے ہیں زندگی کا آخری سفر آخری سیر ہے کسی کو کچھ خبر نہ تھی نہ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى۔ کہنے والے اکھڑ باز جھوٹے خدا مغرور فرعون کو نہ اس کے باطل پجاریوں قَوْمًا عَالِيْنَ (مومنون: ۲۴) بننے والے قبطیوں کو یہاں تک کہ دریاءِ قلزم پر پہنچ گئے وہاں عجیب نظارہ دیکھا کہ دریا میں بہت چوڑا راستہ بنا ہوا ہے۔ ایک طرف بالائی جانب دریا کا پانی رکا ہوا ہے دوسری طرف جانبِ پستی پانی جما ہوا ہے۔ دوطرفہ قدرت الٰہی سے پانی کی دو دیواریں کھڑی ہیں پانی کی آمدورفت رکی ہوئی ہے بیچ میں پوری چوڑائی کا کھلا اور خشک راستہ ہے۔ ادھر دوسری جانب بنی اسرائیل کا آخری آدمی دریا کے پار ہوا۔ ادھر سے فرعون و آلِ فرعون کا دریا میں داخلہ شروع ہوا جب آخری فرعونی بھی دریا میں آ گیا اور ابھی کوئی قبطی فرعونی دوسری جانب سے نکلنے نہ پایا تھا کہ بحکمِ الٰہی دریا چل پڑا تو سب کے سب ہلاک کئے ہوؤں میں ہو گئے۔ آنے والوں میں سے ایک بچہ بھی نہ بچا۔ پانی کا بہاؤ سب لاشوں کو ڈبو کر بہا لے گیا۔ چنانچہ سورۃ اسریٰ کی آیت ۱۰۳ او رسورۃ زخرف کی آیت ۵۵ میں اس طرح وضاحت فرمائی گئی۔ فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ جَمِيْعًا۔ یعنی فرعون اور اس کے ساتھ بستی مصر سے باہر آنے والے تمام کفار کو ہم نے غرق سے ہلاک کر دیا۔ آنِ واحد میں پر رونق بستا چہچہاتا علاقہءِ مصر ویران ہو گیا۔ صرف وہی چند اشخاص رہ گئے جو کچھ تو ساترِ مومن بن گئے تھے فرعون کے خوف سے خفیہ ایمان لا کر جن میں حضرتِ آسیہ زوجہءِ فرعون اور ان کی چند خادمائیں چند خدام اور چند دیگر قبطی کل مرد و عورت ۷۲ مومنین اور کچھ وہ اسرائیلی اولاد جو فرعون کے دوبارہ اس اعلان پر غرق سے تقریباً چھ سال پہلے کہ ہم بنی اسرائیل کے لڑکے ذبح کر دیں گے اور لڑکیاں زندہ چھوڑ دیں گے۔ اس اعلانِ فرعونی کا اجمالی ذکر سورۃ اعراف کی آیت ۱۲۷ و ۱۴۱ میں ہے۔ اس اعلان سے ڈر کر اسرائیلی عورتوں کی طرف سے اپنے نومولود یعنی لڑکے قبطی بے اولاد عورتوں کے سپرد کر دیئے گئے۔ خفیہ طور پر قتل سے بچنے بچانے کے لئے اب غرق کے وقت یہ افراد ہی مصر میں رہ گئے تھے۔ پھر اس غرق کے بہت دنوں بعد۔ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ۔ اور البتہ بیشک عطا فرمائی موسیٰ کو ہم نے ایک بہت مکمل و منظم محکم کتاب تا کہ قوم بنی اسرائیل کے تمام مومنین

شریعت۔ طریقت۔ معرفت۔ حقیقت۔ امانت۔ دیانت۔ صداقت۔ عبادت۔ ریاضت۔ شرافت۔ ولایت۔ دینی معاملات۔ دنیوی معاشرت۔ تجارت۔ وکالت۔ کفالت۔ اصالت۔ گھر گرستی۔ دنیا سازی۔ خانہ آباد۔ تربیت۔ ربوبیت۔ تعلیم۔ تبلیغ۔ اخلاق۔ عادات غرضکہ زندگی کے ہر پہلو میں صرف کتاب اللہ توریت کو ہی مشعلِ راہ بنا کر ہدایتِ الٰہی و رہنمائی نبوی حاصل کریں اور دینی دنیوی کسی بھی حاجت ضرورت میں غیر اللہ کا دروازہ نہ کھٹکھٹائیں نہ عدالت میں نہ تجارت میں نہ ملک گیری کی سیاست میں نہ قانون سازی میں نہ جمہوریت میں نہ ملوکیت میں کیونکہ جب زندگی رب تعالیٰ کی عطا ہے تو زندگی کے ہر کام کلام آن زمان مکان اور ہر موڑ جوڑ توڑ ہر ساز باز پر اسی باری تعالیٰ کی کتاب سے ہدایت لینی لازم و واجب ہے اور اسی کے قانون کا اجرا ضروری اللہ تعالیٰ ہر عیب ہر کمی کمزوری سے پاک تو اس کا کلام و قانون بھی ہر کمی کمزوری سے مبرا۔ جس کی ذات ابدی قدیمی اس کی صفات کلام احکام قانون بھی ابدی قدیمی۔ لہٰذا اس کی زمین و آسمان میں صرف اسی کی ہدایت روشنی ہے۔ اس کے علاوہ سب کچھ ظلمت۔ ضلالت اور اندھیرا ہے۔ تجارت کا بازار ہو یا عدالت کا کورٹ کچہری' حکومت کا تھانیدار ہو یا بستی کا گھر بار۔ جس کتاب کا یہاں ذکر فرمایا گیا وہ زمین پر اللہ تعالیٰ کی پہلی کتاب توریت تھی جس کے نبی مرسل حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے اور اس کے رسول ہارون علیہ السلام اور اس کی شریعت کے مبلغ بعد کے بے شمار انبیاء علیہم السلام اسی لئے اٰتَیۡنَا مُوۡسٰی فرمایا گیا۔ صاحبِ کتاب صرف مرسل نبی ہوتا ہے۔ توریت کا نزول غرق فرعون کے بعد ہوا۔ چنانچہ سورۃ قصص کی آیت ۴۳ میں اس کی وضاحت اس طرح فرمائی گئی۔ وَ لَقَدۡ اٰتَیۡنَا مُوۡسَی الۡکِتٰبَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَاۤ اَهۡلَکۡنَا الۡقُرُوۡنَ الۡاُوۡلٰی۔ یعنی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب عطا فرمائی۔ پہلی ان تمام سرکش کافر قوموں کو ہلاک کرنے کے بعد جو نامور اور زمانہ ساز ظالم تھیں۔ حضرت موسیٰ و ہارون دو قوموں کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ ۱۔ آلِ فرعون۔ ۲۔ بنی اسرائیل فرعونیوں کی ہدایت کے لئے صحیفوں کی وحی نازل فرمائی گئی جن کو صحف موسیٰ کہا جاتا ہے اور توریت کتاب بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے نازل فرمائی گئی توریت کی شریعت نزولِ قرآنِ مجید تک جاری رہی مگر وہ دوسری کتاب زبور داؤدی سے توریت کی دعائیں مناجاتیں حکمت و سلطنت کے قوانین و عقلیات عدالتی نظام منسوخ کر دیئے گئے صرف شریعت طریقت روحانیت کے اصول جاری رہے۔ زبورِ مقدس کی دعائیں مناجاتیں حکمت و نظامتِ سلطنت و قوانین جاری فرمائے گئے۔ پھر نزولِ انجیل سے توریت کی طریقت و روحانی اسباق و طریقے منسوخ ہو گئے مگر توریت شریف کی شریعت تمام بنی اسرائیل یہود و نصاریٰ پر جاری رہی۔ پھر جب اسلام کا آفتاب کائنات عالمین کا سراجِ منیر طلوع ہوا اور نزولِ قرآن ہوا۔ اتر کر حرا سے سوئے عالم آیا اور ایک نسخہء کیمیا ساتھ لایا۔ تب تا قیامت سابقہ تمام کتب وصحفِ آسمانی اس طرح دنیا سے معدوم و منسوخ فرما دیئے گئے کہ ان کتب و صحائف کی آیتیں تلاوتیں کتابتیں یہاں تک کہ ہم ان کی لغتیں زبانیں الفاظ و حروف اور دعائیں مناجاتیں مسائلِ عقلیات قوانین عبادات نظامِ شریعت طریقت۔ طریقہء تعلیم و تربیت دینیات روحانیات سب کچھ منسوخ بلکہ روپوش کر دیا گیا۔ موجودہ اناجیل و بائبل و تالمود میں تو ایک حرف بھی مقدس نہیں سب کچھ بائبل سوسائٹیوں کی بناوٹ و پیداوار ہے۔ تفصیل کے لئے ہماری کتاب از بلا کا مطالعہ فرمایا جائے۔ اب تو ہر جن و بشر کے لئے تا قیامت مصرف قرآن و حدیث ہی جامع کمالات و ضروریاتِ دینی دنیوی روحانی و قانونی و تربیت انسانی تعلیم آدمیت کے لئے کافی وافی ہیں۔ یہی

مخزنِ شریعت معدنِ طریقت بحرِ حقیقت ہیں یہی قرآن وحدیث مشعلِ حق وایمان برحق ہے ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ان کے علاوہ اب نہ کوئی موجود نہ کسی کی ضرورت نہ کوئی مفید۔سابقہ کتب وصحف کے حرف وحکایت ولغت کا زمین سے معدوم وروپوش ہونا رفعت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت ہوا۔پھر ایک وقت وہ بھی گزرا جبکہ وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ آيَةً وَآوَيْنَاهُمَا إِلَىٰ رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَمَعِينٍ اور بنا دیا ہم نے ابن مریم اور ان کی والدہ میں اپنی شانِ قدرت کا ایک عظیم نشان جو ہر شخص کو حیران کر دینے والا تھا کیونکہ تخلیق انسانی کے قانون کلیہ کے علاوہ انوکھا ونرالا تھا۔اس تخلیق معجزانہ میں ہماری ہزار ہا حکمتیں مصلحتیں تھیں۔یہ تخلیق آیٰت الٰہیہ میں سے ایک آیت اس لئے بھی تھی کہ والدہ نے کسی خاوند کے بغیر جنم دیا اور بیٹے نے کسی والد کے بغیر جنم لیا اور بغیر مدتِ حمل کے آناً فاناً بارہ گھنٹوں کے اندر ولادت ہوئی۔حضرت مسیح چھ طرح سے قدرت کی عظیم حیران کن آیت ہیں نشانِ کبریائی وفیصلہ الٰہی ہیں۔ا۔اولاً یہ کہ خلقت بشری کے قانونِ مروجہ کے خلاف بغیر نطفہ خاوند حمل ہو جانا۔ ۲۔پھر نفخ جبرئیل بذریعہ گریبان رحم تک پہنچ جانا۔حالانکہ منہ سے رحم تک ظاہراً یا باطناً چھوٹا یا بڑا کوئی بھی راستہ نہیں۔ ۳۔جبرئیلی پھونک کے وقت حضرت مریم کا منہ ہونٹوں سے بند تھا۔پھونک کرتے کے گریبان تک ہی رہی اوپر اوپر ہی مگر اثر اندر پہنچا۔ ۴۔پھر اس حمل کا فوراً چند گھنٹوں میں مکمل نو ماہی مدت جیسا کامل مکمل اکمل صحت مند جسمانیت کا بچہ بن جانا۔ ۵۔پھر پیٹ میں عالم عاقل حافظ کتب آسمانی ومُصحفِ الٰہی کا فہیم عظیم نبی رسول مرسل ہر ایک کو جاننے پہچاننے اور فصیح وبلیغ باتیں کرنے خبریں دینے والا نبی مرسل صاحبِ کتاب بن کر آنے والا۔اور درسیات الٰہیات کا روحانی معلم ہونا۔ ۶۔پھر ہر طرح کی صحت وتندرستی سے مرحلہء ولادت پورے ہونا۔اور پھر ہم نے ان دونوں ماں بیٹا کو سخت موذی خطرناک وقوی مہلکہ ظالم قاتل دشمن سے بچا کر بارہ برس تک بہترین مضبوط بلند وبالا خوبصورت مزین مفرح رہائشی مقام صحت وامن عافیت والا مقام ومکان عطا فرمایا جو قابلِ قرار باعث سکون کثیر الْمَاء۔ٹھنڈے میٹھے چشموں والا ٹھکانہ تھا اس کا واقعہ اس طرح ہوا کہ علاقہء شام کے ایک شہر بیت اللحم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو اسی دن پہلی رات یروشلم کے چند مجوسی نجومیوں کو خواب میں آسمان پر جانبِ شام ایک انتہائی خوبصورت چمکدار ستارہ نظر آیا جس کی خوبصورتی وچمک سے مرعوب ہو کر وہ سب نجومی خواب میں اس ستارے کے آگے سجدہ ریز ہو گئے جب جاگے تو سب نے اپنی اپنی خوابیں سنائیں اور بڑے کاہن سے اس کی تعبیر پوچھی۔کاہن نے علمِ جعفر سے حساب لگا کر بتایا کہ آج ہی ملک شام میں ایک بہت برکتوں والا نبی پیدا ہوا ہے جاؤ تم اس کی تلاش کرو اگر پتہ لگ جائے تو اپنی خواب کو پورا کرتے ہوئے اس کو سجدہ کرنا۔وہ سب نجومی اسی وقت چل پڑے اور ملک شام میں اس وقت کے بادشاہ ہیرودوس کے پاس آئے اور اس کو اپنا خواب کاہن کی تعبیر سنائی۔بادشاہ نے اپنے درباریوں سے کہا کہ فوراً پتہ لگاؤ کہ فلاں تاریخ کو کس کے گھر بچہ پیدا ہوا ہے اور کس قوم قبیلے میں ہوا ہے۔سراغرسان کا رندوں نے آ کر بتایا کہ اس مذکورہ تاریخ میں بیت اللحم کی ایک بستی کے اندر ایک کنواری کے بطن سے بچہ پیدا ہوا ہے۔بادشاہ نے ان مجوسی نجومیوں سے کہا کہ جاؤ تم بھی پتہ لگاؤ اور پھر آ کر مجھ کو اس کی پوری خبر دو وہ لوگ گئے تو انہوں نے ایک گھر میں حضرت مسیح کی زیارت کی اور ان کو سجدہ کیا پھر جب بادشاہ کے پاس واپس آنے لگے تو ان کو غیبی آواز آئی کہ تم بادشاہ کے پاس مت جاؤ کیونکہ وہ اس بچے اور اس کی والدہ کا دشمن ہو جائے گا اور دونوں کو قتل کرا دے گا۔نجومیوں نے یہ آواز سن کر حضرت

مریم کو اطلاع دی اور کہا کہ تم یہاں سے ہجرت کر کے فلسطین چلی جاؤ کیونکہ تم کو اور تمہارے بچے کو جان کا خطرہ ہے۔ حضرت مریم پہلے ہی یہودیوں سے خائف و پریشان تھیں آپ نے اسی وقت اپنے مربی حضرت زکریا کو بلایا اور سب واقعہ سنا کر مشورہ طلب کیا۔ حضرت زکریا کو وحی الٰہی سے حکم ملا کہ ان دونوں کو فلسطین کے شہر رملہ میں بھیج دو۔ تب زکریا علیہ السلام نے اپنے ایک شاگرد یوسف نجار بن ماثان کو بلا کر سب بات سمجھائی کہ آج ہی رات اپنی پھوپھی زاد بہن مریم اور ان کے بیٹے کو لے کر فلاں مخفی راستے سے رملہ چلے جاؤ اور یہاں کسی کو اپنے جانے کا نہ بتانا۔ یہ یوسف نجار مریم کا چچازاد بھائی تھا۔ اور حضرت زکریا نے نصیحت فرمائی کہ جب تک خواب میں واپسی کا حکم نہ ملے واپس نہ آنا۔ یوسف بن ماثان نے تعمیل حکم میں ایسا ہی کیا۔ اس طرح تقریباً بارہ سال اس کنبے نے شہر رملہ ذاتِ قرار معین میں قیام فرمایا۔ حضرت مریم روئی کاتتی تھیں اور ان کے بھائی یوسف نجار بازار میں فروخت کرتے تھے۔ اس طرح خورد و نوش کا انتظام چلتا رہا اور رہائش کا بندوبست حضرت زکریا نے ایک اور شاگرد اور امتی و صحابی فلسطینی باشندے نے اپنے ایک بہت بڑے گھر میں اپنے بیوی بچوں کے ساتھ ہی کر دیا۔ ادھر بادشاہ ہیرودوس دو وجہ سے حضرت مریم اور ان کے بیٹے حضرت مسیح کا دشمن بن گیا۔ پہلی وجہ یہ کہ بنی اسرائیل کے جس قبیلے سے پہلے نبی آتے تھے بادشاہ اسی قبیلے سے تھا مگر حضرت مسیح اس میں سے نہ تھے۔ اس لئے وہ مسیح علیہ السلام کو نبی نہ مانتا تھا اس بنیاد پر تمام بنی اسرائیل حضرت زکریا کو بھی کاہن کہتے ہیں نبی نہیں مانتے۔ دوسری وجہ یہ کہ یہودی کہتے تھے کہ یہ بچہ بن باپ کے ناجائز ہے اس لئے اس کو اور اسکی والدہ کو ختم کر دینا ضروری ہے۔ ایک دن جبکہ حضرت عیسیٰ بارہ سال کے تھے خبر دی کہ ہیرودوس بادشاہ مر گیا ہے۔ اسی رات یوسف نجار کو بھی خواب میں بتایا گیا کہ تم واپس ملکِ شام چلے جاؤ کیونکہ دشمن بادشاہ مر گیا ہے چنانچہ تیسرے دن یہ تینوں واپس چل پڑے جب شام کے سرحدی گاؤں ناصرہ میں پہنچے تو وہاں کے باشندوں سے پتہ چلا کہ یہودیوں نے اپنا نیا بادشاہ ہیرودوس کے بیٹے ارشلاؤس کو بنا لیا ہے تو یہ تینوں اس کے خوف سے پھر واپس ہو گئے مگر خواب میں حضرت مریم کو حکم ملا کہ واپس ناصرہ جاؤ اور وہیں رہائش رکھو۔ تب یہ تینوں لوٹ کر ناصرہ میں آباد ہوئے۔ وہیں پر بعمر تیرہ سال عیسیٰ علیہ السلام کو تبلیغ نبوت کی اجازت ملی اور اس شہر کے بہت سے لوگ آپ پر ایمان لے آئے اسی شہر کی نسبت سے آج بھی عیسائیوں کو نصاریٰ کہا جاتا ہے۔ قرآن و حدیث میں عیسائیوں کا یہی لقب مکتوب ہے۔ اور جن لوگوں کو پولس یہودی نے جھوٹا عیسائی بن کر ورغلایا دینِ مسیحی سے ہٹایا مسیح کو ابن اللہ۔ شریعت کو لعنت۔ حرام کو حلال بتلایا وہ لوگ بھی اسی شہر کے تھے اسی لئے اس فرقے کا نام بھی فرقہ ناصرہ ہوا۔ حضرت مسیح کی ولادت کے وقت حضرت مریم کی عمر ۲۰ سال تھی۔ حضرت عیسیٰ تیس سال کی عمر میں آسمان پر اٹھائے گئے۔ ناصرہ بستی میں قیام کے وقت مسیح بارہ سال کے اور مریم ۳۲ سال کی تھیں اور آسمانی رفعت کے وقت حضرت مریم کی عمر ۵۰ سال تھی۔ وفات کے وقت حضرت مریم کی عمر ۶۰ سال تھی آپ کا مزار شہرِ ناصرہ میں ہی ہے۔ بعض مؤرخین نے لکھا کہ حضرت مریم کا مزار بیت اللحم میں ہے بعض نے ... ہے مگر پہلا قول درست ہے۔ رَبْوَۃٍ کا معنی ہے بلند جگہ۔ یہ مقامِ رملہ سطح سمندر سے اٹھارہ ... بلند پہاڑی علاقہ پر واقع ہے۔ ذَاتَ قَرَارٍ کا معنی ہے صاف سیدھا کھلا چٹیل میدان۔ وہ جگہ پہاڑی علاقہ میں پہاڑوں کے درمیان اٹھارہ ... کا رقبہ ہے۔ بالکل صاف سیدھا میدان۔ اونچا نیچا نہیں ہے۔ گویا کہ پہاڑی پیالے ... مثل قابل رہائش نہایت ...

بہار موسم جیسی راحت قلبی سکون کی جگہ معین کا معنی ٹھنڈے میٹھے پانی کے چشمے والا علاقہ خیال رہے کہ تین چیزیں دیکھنے سے بصارت نظری کو جلا' قلب کو سرور۔ دماغ کو فرحت ملتی ہے۔ ا۔ تازہ سبزیات باغات۔ ۲۔ آب جاری نہایت صاف شفاف۔ ۳۔ حسین' سفید نورانی چہرہ اور اس پر سفید لباس غرضکہ آوَیْنٰا کی مدت بارہ سال۔ رَبْوَۃٍ کی بلندی اٹھارہ میل' قرار کا علاقہ بھی اٹھارہ میل مربعہ رقبہ۔ (از تفسیر معانی صاوی اسلامی انسائیکلو پیڈیا) یٰۤاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحًاؕ اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌؕ اے مسلمانو ہم نے سابقہ تمام رسولوں سے ان کو زبانوں میں دیگر تبلیغی حکموں کے علاوہ یہ حکم بھی ان کی دینی قولی و عملی تبلیغ میں ارشاد فرمایا تھا کہ اے رسولو اپنی امت کے سامنے رزق طیبات کی ہر چیز کھاؤ۔ طیب وہ ہے جو بے عیب ہو کھانے میں تین قسم کے عیب ہوتے ہیں۔ ا۔ حرام ہونا۔ ۲۔ نقصان دہ ہونا۔ ۳۔ گندہ ملاوٹ شدہ غیر ستھرا ہونا۔ طعام طیب کی تین شانیں صفتیں ہوتی ہیں پہلی یہ کہ حلال ہو۔ دوم یہ کہ پاکیزہ اور صاف ستھرا خوشبودار ہو۔ حلال روزی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور شریعت کے حکم و قانون سے حاصل کی گئی ہو۔ جو روزی اللہ رسول کی نافرمانی سے حاصل کی جائے وہ حرام ہوتی ہے۔ پاکیزہ و حلال روزی کھانے سے بندے میں طہارت کا شوق' عبادت کا ذوق ذکر میں اللہ کی لذت پیدا ہوتی ہے۔ حرام و گندی غیر صاف ستھری خوراک سے لہویت ابھرتی ہے شہوت بھڑکتی ہے۔ سوم یہ کہ طعام طیب وہ ہے جو قوام ہو جس کو کھا کر جان کو جلاوت عقل کو زکاوت زبان کو تراوت' قلب کو حلاوت اور اعضا کو قوت ملے غیر قوام وہ ہے جو بھوک سے زیادہ کھا لیا جائے اور جس کے کھانے سے طبیعت کو سستی عقل کو کاہل قلب کو غفلت اور اعضا کو نقاہت ملے۔ اکل حلال کی تین صفات ہیں۔ ا۔ حصول طریقہ حلال سے ہو۔ ۲۔ کھانا شروع بسم اللہ سے ہو۔ ۳۔ کھانے کا اختتام اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ پر ہو تب وہ قوم جسم و روح عقل و قلب ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ اکل طیبات کا حکم انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی دیا گیا اور تمام مومنین امتوں کو بھی چنانچہ سورۃ بقرہ آیت ۱۷۲ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَ اشْكُرُوْا لِلّٰهِ اے ایمان والو طیب کھانے کھاؤ۔ اور طیب کھانے وہ ہیں جو ہم نے تم کو رزق یعنی جس کو ہم نے تمہارے لئے کھانا بنایا اور تمہیں کھانے کی اجازت دی۔ قانون شریعت اور نبوت کی عملی قولی تبلیغ و رسالت کی تعلیم کے ذریعے لیکن یٰۤاَیُّهَا الرُّسُلُ اور یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کے حکم الٰہی میں فرق یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو تبلیغ و تعلیم امت کے لئے حکم دیا جاتا ہے مگر اہل ایمان کو تحذیر و تہذیب و تعمیر آخرت کے لئے حکم دیا جاتا ہے اور علماء اولیاء کو حکم دیا جاتا ہے کہ شریعت کو اپنے وجود پر چلانے عوام مسلمانوں پر پھیلانے اور قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا (تحریم: ۶)۔ کا طریقہ دنیا میں سب کو سکھانے اور آخرت میں سب کو عذاب جہنم سے بچانے کے لئے کیونکہ انبیاء علیہم السلام وسیلہ و برزخ ہیں اللہ تعالیٰ اور بندوں کے درمیان اور علماء اولیاء وسیلہ و برزخ ہیں۔ انبیاء علیہم السلام اور امتیوں کے درمیان اور اکل طیبات کے بعد ہر آن ہر زمان ہر مکان میں شکر جنان تذکرہ رحمٰن۔ عبادت ابدان کے خوب اچھے اچھے اعمال کرو شریعت و ایمان تزکیہ روح و اجسام کے لئے مضبوط و پائیدار ذوق شوق خوف والے۔ پہلے غذا طیب کھاؤ پھر اعمال صالحہ ادا فرماؤ کیونکہ اکل مقدم ہونا چاہئے عمل مؤخر ہونا چاہئے۔ لقمہ بیج ہے ایمان اس کا شجر ہے اعمال اسکا پھل ہے۔ جس غذا کو شریعت نے جائز فرمایا ہے وہی غذا بندوں کو ایمان کی ہدایت۔ اقوال کی عدالت۔ اعمال کی سعادت عبادت کی استقامت عطا کرتی ہے اور غذاء حرام انحراف ارتداد کی بیماری پیدا کرتی ہے۔ آقائے

کائنات حضور اقدس ﷺ نے فرمایا۔ یا ایھا الناس ان اللہ طیب لا یقبل الا طیبا۔ ترجمہ: اللہ تعالیٰ طیب ہے کہ ہر عیب سے پاک ہے اس لئے بندوں سے بھی صرف طیب اعمال ہی پسند فرماتا ہے جو ہر عیب کی کجی کمزوری سے پاک ہوں پھر فرمایا کہ اگر کوئی بندہ تھکن سے اشعث ہو یعنی پریشان سفر سے اغبر ہو یعنی غبار آلود مگر اس کا مطعم حرام مشرب حرام ملبس حرام تغذی حرام یعنی کھانا پینا لباس حرام پھر روئے گڑگڑائے دعائیں مانگے۔ یارب یارب کہے تو بھلا ایسی دعائیں کب قبول ہوں گی (مسلم شریف) اے انبیاء ورسل تم تبلیغ ایمان وتعلیم فرمان کے لئے اور تمہاری امتیں رضاء رحمٰن کے لئے اکل طیبات کو عمل صالحات یہ عقیدہ رکھ کر کریں کہ بیشک ہمارا رب تعالیٰ ہمارے ہر عمل کو ہر وقت ظاہر و باطن سے ہر طرح جاننے والا ہے۔ حقیقت یہی ہے کیونکہ میں ہی ہر قول وفعل واشیا کا خالق مالک ہوں ان تمام اعمال ونیات کو جو تم عضوی عقلی قلبی ذریعوں سے کبھی کسی کیفیت حالت میں خلوت جلوت کے اندر کرتے ہو۔ عَلِیْمٌ۔ جاننے والا ہوں بندوں کے اعمال کی چار قسمیں ہیں۔ ا۔ اعمال صالح۔ ۲۔ اعمال فاسد۔ ۳۔ اعمال کاسد۔ ۴۔ اعمال خاسر۔ اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ۔ وَاِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ اَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ اور اے موجودہ لوگو عربی عجمی انسانوں کو بیشک آج جس دینِ اسلام کی تم کو تبلیغ فرمائی جا رہی ہے اور تم جس کے ماننے پر سینکڑوں شرطیں لگا رہے ہو نہ ماننے کے لئے ہزاروں بہانے بنا رہے ہو اب یہ تمہارا دین کوئی نیا نرالا انوکھا اور ناقابلِ عمل مشکل دین نہیں ہے بلکہ ابتداء انسانیت سے جاری ونافذ وہی امتِ واحد دینِ برحق ہے وہی عقائدِ توحید و رسالت قیامت حیاتِ آخرت عذاب ثواب اور فرائضِ عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات الٰہیت اور انبیاء علیہم السلام کے معجزات پر صدقِ قلبی تسلیمِ عقلی اقرارِ لسانی سے ماننا قبول کرنا ہے۔ یہی ایک دینِ برحق آدم صفی اللہ سے اب محمد رسول اللہ تک چلا آ رہا ہے۔ اسی دین کبریا کا نام پہلے دینِ آدم پھر دینِ نوح پھر دینِ ابراہیم پھر دینِ موسیٰ پھر دینِ داؤد پھر دینِ مسیح ہوتا رہا۔ وہی دین اب مکمل مضبوط ثابت وسالم ہو کر ہر طرح کی فسخ نسخ تبدیلی اور بھول چوک نسیان سے محفوظ و مامون بن کر اسلام وسلامتی کا نام پا کر تمہارے پاس لایا گیا ہے یہی دین اب تا ابد سلامت رہنے والا بھی سلامتی دینے والا بھی ہے۔ تمام نبیوں کی بعثت تمام امتوں کو دعوت اسی عقیدہ وایمان پر ہوئی کہ اَنَا رَبُّكُمْ میں ہی تم تمام مخلوق ارضی وسماوی و سموات والارضین۔ لوح وقلم جنت ودوزخ عرش وفرش کا رب یعنی خالق مالک مربی ہوں۔ اے لوگو تم سے بھی وہی فرمایا جا رہا ہے جو پہلی امتوں سے فرمایا گیا کہ فَاتَّقُوْنِ۔ گوش ہوش کے بندے۔ بندہ مجھ سے خشیت کا اور میرے قہر عذاب سزاء عتاب سے خوف کا تقویٰ رکھو۔ جہنم سے بچنے جنت میں جانے فنا سے مرنے بقا سے جینے عبادت میں طہارت کا تقویٰ رکھو ورنہ یاد رکھو کہ پہلی امتوں میں ہلاکت سے وہی بچا جس نے اس دین کو قبول کیا اور وہی ہلاک ہوا جس نے اس سے منہ موڑا۔ یہی انجام تمہارا ہونا ہے۔ کیونکہ جب دین ایک ہے تو کفر وایمان کا قانون بھی ایک ہے بت پرستی کا شرک نہ پہلے جائز تھا نہ اب ہے کہ دین نام ہے عقیدت کا۔ عمل نام ہے شریعت کا عقائد کو دین۔ اعمال کو مذہب۔ تقلید کو مسلک نوعیت کو مشرب کہا جاتا ہے۔ امت کے سات معنی ہیں: ا۔ امت کا معنی دین جیسے یہاں امتکم اور سورۃ زخرف آیت ۲۲ میں اِنَّا وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا عَلٰۤى اُمَّةٍ۔ ۲۔ امت کا معنی قوم جیسے اسی سورۃ مومنون کی آیت ۴۳ میں ہے۔ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ۔ ۳۔ امت کا معنی کفار (جیسے اسی سورۃ مومنون کی آیت ۴۴ میں ہے كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً۔ ۴۔ امت کا معنی گروہ جماعت جیسے سورۃ انعام کی آیت

۳۸۔ میں چرندوں پرندوں کو فرمایا۔ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ۔ ۵۔ امت کا معنی مومن مسلمان جماعت۔ جیسے سورۃ بقر کی آیت ۱۴۳ میں ہے اُمَّةً وَّسَطًا۔ ۶۔ امت کا معنی مدت جیسے سورۃ ہود کی آیت ۸ میں ہے اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ۔ ۷۔ امت کا معنی امام جیسے سورۃ نحل کی آیت ۱۲۰ میں ہے۔ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً۔

ان آیت میں اختلافی اقوال

فَكَانُوْا کی ف میں دو قول۔ ۱۔ اکثر نے کہا کہ یہ ف سببیہ ہے یعنی فَكَذَّبُوْ کی وجہ سے ہلاک کئے گئے۔ ۲۔ بعض نے کہا یہ ف تعقیبیہ ہے یعنی آخر میں ہلاک کئے گئے۔ آتَيْنَا مُوسىٰ کی تفسیر میں تین قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا کہ اٰتَيْنَا اپنے اصل معنی میں ہے۔ یعنی توریت کتاب صرف حضرت موسیٰ کو دی ہم نے وہ اکیلے ہی طور پر کتاب لینے آئے تھے۔ ۲۔ بعض نے کہا کہ موسیٰ سے مراد بنی اسرائیل ہیں اور آتَيْنَا مجازی معنی میں ہے یعنی ان کی ہدایت کے لئے کتاب دی ہم نے۔ ۳۔ بعض نے کہا کہ اصل عبارت اس طرح ہے۔ اٰتَيْنَا قَوْمَ مُوْسىٰ۔ مگر پہلا قول درست ہے۔ اِبْنِ مَرْيَم کے معنی میں تین قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا کہ اٰيَةً واحد ہے اور معنی ہے کہ ابن اور مریم دونوں قدرت کی ایک آیت ہیں یہی قول درست ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا کہ آیہ کا معنی ہے ذُوِیْ اٰيَةً یعنی دونوں ماں بیٹا دو آیتیں ہیں۔ ۳۔ بعض نے کہا کہ پوشیدہ عبارت اس طرح ہے کہ حَالَ اِبْنِ مَرْيَمَ۔ یعنی ابن مریم کا حال رَبْوَةٍ کے علاقہ میں چھ قول۔ ۱۔ اکثر نے کہا کہ اس سے مراد فلسطین کا شہر رملہ ہے۔ یہی قول درست ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا کہ رَبْوَةٍ دمشق کا شہر غوطہ ہے۔ ۳۔ بعض نے کہا کہ بیت المقدس کا گاؤں ایلیا ہے۔ ۴۔ بعض نے کہا کہ رَبْوَةٍ سے مراد مصر ہے۔ ۵۔ بعض نے کہا کہ رَبْوَةٍ سے مراد اسکندریہ ہے۔ ۶۔ بعض نے کہا کہ رَبْوَةٍ سے مراد قسطنطنیہ ہے۔ رَبْوَةٍ کی قرات میں سات قول۔ ۱۔ اکثر قرات رَبْوَةٍ ہے یہی درست ہے کیونکہ مکتوب و مشہور ہے۔ ۲۔ بعض کی قرات رُبْوَةٍ۔ ۳۔ بعض کی رِبْوَةٍ۔ ۴۔ بعض کی رُبَاةٍ۔ ۵۔ بعض کی رَبَاةٍ، ۔ ۶۔ بعض کی قرات رِبَاوَةٍ ۔ ۷۔ بعض کی قرات میں رَبَاوَةٍ ہے۔ ذَاتِ قَرَارٍ کے معنی میں دو قول۔ ۱۔ بعض نے کہا کہ اس کا معنی مستقر یعنی قابلِ سکونت رہائش گاہ۔ ۲۔ بعض نے کہا کہ ذَاتِ قَرَارٍ کا معنی ذاتِ ثمراتِ زُرُوْعٍ یعنی کھیتوں باغوں کی سرزمین معین کے معنی میں چار قول۔ ۱۔ بعض نے کہا کہ مکین بروزنِ فَعِيل بمعنی معنٍ یعنی بہت گہرا پانی۔ ۲۔ بعض نے کہا معین بمعنی ماعون یعنی جاری پانی۔ ۳۔ بعض نے کہا کہ معین بمعنی معیون اسم مفعول ہے یعنی مشاہدہ کیا ہوا دیکھا ہوا۔ ۴۔ بعض نے کہا کہ مَعِيْنٍ بمعنی ماعن اسم فاعل ہے یعنی نفع بخش مفید پانی۔ يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ۔ میں تین قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا کہ یہ خطاب حکایت ہے اس بات کی کہ اپنے اپنے وقتوں میں سب انبیاء علیہم السلام کو اللہ کی طرف سے یہ شرعی حکم والا خطاب ہوتا رہا ہے کیونکہ حلال طیب خوراک ہر دین ہر شریعت کا بنیادی عمل ہے۔ اختلافی قوانین و مسائل صرف فروعی اعمال میں ہوتے رہے ہیں یہی قول درست ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا یہ خطاب صرف عیسیٰ علیہ السلام کو ہوا تھا اس لئے کہ اس خطابی حکم سے متصل ان ہی ابن مریم کا ذکر ہے رُسُلُ جمع فرمانا یا محاورۃً ہے یا تعلیم امت کے لئے تعظیماً ہے۔ ۳۔ بعض نے کہا کہ یہ خطاب نبی کریم کو ہے تاکہ آپ کے اس عملِ پاک سے یہ حلال و طیب خوراک کا حصول تا قیامت ہر مسلمان کے لئے سنتِ واجبہ مؤکدہ بن جائے۔ اسی لئے آقا ﷺ کی اتباع ہر عادت و عبادت میں پوری فرض عین ہے بجز خصوصیات کے الطیبات کے معنی میں تین قول۔ ۱۔ اکثر نے

فرمایا۔ اس سے پاک وحلال غذائیں مراد ہیں یہی قول درست ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا اسی سے مراد لذیذ پھل وغذائیں ہیں۔ ۳۔ بعض نے کہا کہ اس طیبات کا معنی ہے خوراک لباس ورہائش یعنی تینوں چیزیں حلال ہوں کچھ بھی حرام نہ ہو اور کلوا کا معنی ہے برتنا۔ وَاِنَّ هٰذِهٖ کی واؤ میں دو قول۔ ا۔ اکثر نے فرمایا کہ یہ واؤ سر جملہ یعنی ابتدائیہ ہے اور اس کا مابعد جملہ علیحدہ ہے یہی قول درست ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا کہ یہ واؤ عاطفہ ہے اور مابعد جملے کا عطف ہے۔ ماقبل کُلُوْا کی پوری عبارت پر مگر یہ قول غلط ہے اس لئے کہ اس عبارت کا تعلق یٰۤاَیُّهَا الرُّسُلُ۔ کے خطاب سے نہیں ہوسکتا بلکہ یہ بات اہلِ عرب کفار کو بتائی جارہی ہے کہ وَاِنَّ هٰذِهٖ۔ اِنَّ کی قرئت میں تین قول۔ ا۔ اکثر کی قرئت ہے اِنَّ مُشدَّدہ کیونکہ واؤ ابتدائیہ ہے اور ابتدا میں ہمیشہ اِنَّ مکسورہ ہی ہوتا ہے۔ یہی قرئت درست ہے کیونکہ مکتوبی ومشہور ہے۔ ۲۔ بعض کی قرئت اَنَّ مفتوحہ مشددہ ہے کیونکہ یہاں واؤ عاطفہ ہے جس سے ابتدائیت ختم ہوگئی اور درمیانِ کلام ہمیشہ اَنَّ مفتوحہ ہی ہوتا ہے مگر یہ قول غلط لہٰذا یہ قرئت بھی غلط۔ ۳۔ بعض نے کہا یہ اِنْ ہے مخففہ۔ یعنی اِنَّ کو اِنْ بنایا گیا برائے تخفیف۔ یہ قرئت شاذ ہے۔

فائدے

ان آیت سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ **پہلا فائدہ:** ہر مسلمان کو یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ دنیا میں جب بھی کسی قوم یا فرد کو کسی وقت کوئی ناگہانی ہلاکت وبلا وباوالی مصیبت آئی ہے تو وہ اس قوم وفرد کی اپنے نبی علیہ السلام کی نافرمانی گستاخی کی وجہ سے ہی آئی ہے۔ وہ نافرمانی اطاعت کی ہو یا اتباع کی عقائد کی ہو یا اعمال کی اور گستاخی نبوت کفر کی ہو یا بدعملی کا فسق یہاں تک کہ رب تعالیٰ کے منکر بھی جب تک اپنے نبی علیہ السلام کے منکر بے ادب گستاخ نہ بنے ان پر عذابِ ہلاکت یا قہرِ ملامت یا سزاءِ عبرت نہ آئی یہ فائدہ فَكَانُوْا مُهْلَكِيْنَ کی فَ تعقیبیہ تعلیلیہ سے حاصل ہوا کیونکہ فاءِ تعقیبیہ نے سابقہ جملے فَكَذَّبُوْهُ کو اگلے جملے كَانُوْا مُهْلَكِيْنَ کی علت اور وجہ بنا دیا یعنی کفار کی ہلاکت کی وجہ تکذیب نبوت تھی ورنہ شرک کفر تو وہ لوگ بہت زمانوں سے کرتے چلے آرہے تھے۔ **دوسرا فائدہ:** رہبانیت یعنی تارک الدنیا ہونا اور حلال طیب خوراک و اشیا کو چھوڑ دینا کسی بھی شریعت میں کبھی بھی جائز نہ ہوا لہٰذا یہود ونصاریٰ کا راہب وسادھو بن جانا یا ان کی دیکھا دیکھی بعض جاہل صوفیوں کا جنگلوں میں جا کر تارک الدنیا ہو جانا یہ ان جہلا حمقا کا ذاتی فعل بناوٹی حرکت اور شیطانی عقیدہ ہے کسی بھی نبی علیہ السلام نے کبھی کسی فرد یا اپنی امت کو ترکِ دنیا کا حکم نہیں فرمایا۔ نبی کریم حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشادِ مقدس کہ لَا رَهْبَانِيَةَ فِي الْإِسْلَامِ۔ یہ بھی کوئی خصوصی صرف مسلمانوں کے لئے ہی فرمان نہیں ہے بلکہ پہلی تمام شریعتوں کا شمولی واشتراکی بیان ہے۔ حضرت حکیم الامت بدایونی علیہ الرحمۃ اس حدیثِ مقدس کا ترجمہ اس طرح کیا کرتے تھے کہ اسلام میں بھی ترکِ دنیا و رہبانیت جائز نہیں یعنی جس طرح پہلی شریعتوں میں جائز نہ تھی۔ یا اس حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ اب دین ربانی کا نام اگرچہ اسلام رکھ دیا گیا ہے ناقابلِ تنسیخ سلامت رہنے وسلامتی دینے والا دین اور کچھ فروعی شرعی مسائل واعمال میں تبدیلی بھی آگئی ہے مگر رہبانیت اب بھی جائز نہیں حرام ہی ہے۔ اور عیسائیوں کا یہ کہنا کہ حضرت مسیح تارک الدنیا ہو کر راہبانہ زندگی گزارنے والے تھے اسی لئے انہوں نے شادی کی نہ گھر بار بنایا نہ کاروبار کیا لہٰذا ہمارے بعض پادری عیسائی ان کی اتباع میں ترک دنیا کرتے ہیں اور یہ حکم خصوصی طور پر صرف ایک طبقے کے لئے دینی مذہبی قانونی فریضہ ہے۔ عیسائیوں کی یہ بات محض

حیلہ بازی بہانہ سازی اور قطعی غلط ہے اس لئے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا یہ طرز زندگی ان کی شریعت کا حکم نہ تھا ورنہ وہ اپنے حواریوں کو بھی ایسی ہی مجردانہ تارکانہ زندگی کا حکم فرماتے مگر ایسے حکم کا بائبل وغیرہ میں کہیں ثبوت نہیں نہ ہی کسی حواری سے رہبانیت ثابت ہے بلکہ دشمنی اور مخالفت شدیدہ کی وجہ سے عیسیٰ علیہ السلام کی مجبوری تھی آپ پوری تیس سالہ دنیوی زندگی دشمنوں کے جبر وقہر کی بنا پر چھپتے بھاگتے ہجرتیں کرتے پھرے نہ گھر بار بنا سکے نہ شادی رچا سکے جیسا کہ اٰوَیْنٰهُمَا کے تفسیری تاریخی بیان سے واضح ہے۔ ترک دنیا اور رہبانیت کی حرمت کا فائدہ۔ یٰۤاَیُّهَا الرُّسُلُ کے اجتماعی خطاب سے حاصل ہوا۔ جس نے بتادیا کہ ہر نبی علیہ السلام کی ہر شریعت میں یہ حکم لازم العمل تھا کہ دنیا کی ہر طیب حلال پاکیزہ لذیذ چیزیں خوب کھاؤ پیو برتو یعنی جنگلوں میں بسیرے نہ کرو شہری آبادی زندگی اختیار کرو کیونکہ لذیذ کھانے وخوبصورت چیزیں آبادیوں میں ملتی ہیں نہ کہ جنگلوں میں۔ **تیسرا فائدہ:** قانونِ شریعت کے مطابق تقویٰ آٹھ چیزوں کا نام ہے۔ ا۔ اللہ تعالیٰ کا خوف۔ ۲۔ احکام انبیاء علیہم السلام کو ماننا انبیاء کا اداب واحترام کرنا۔ ۳۔ ہر حرام وگناہ سے بچنا۔ ۴۔ جہنم سے ڈرنا۔ ۵۔ حلال چیزیں برتنا۔ ۶۔ فرائض شریعت نبھانا پورے کرنا۔ ۷۔ عبادات کی پابندی کرنا۔ ۸۔ مکروہات سے بھی پرہیز یہی تو پکی انتہا ہے۔ یہ فائدہ فَاتَّقُوْنِ کی فَ تعلیلیہ فرمانے اور اس پورے جملے کو یہاں کلام وآیت کے آخر ارشاد فرمانے سے حاصل ہوا۔ دیکھا گیا ہے کہ بہت سے جھوٹے پیر اور ان پڑھ صوفی حلال اشیا کو یہ کہہ کر چھوڑ دیتے ہیں کہ اچھا کھانا اچھا پہننا اچھا برتنا تقوے کے خلاف ہے۔ لیکن نماز میں سستی۔ مسجد کی حاضری میں غفلت اور باجماعت نماز میں اپنی شانِ پیری کے خلاف سمجھتے ہوئے غیر حاضری کرتے ہیں۔ اس عادت بد کو عزت کا رواج بنالیا ہے ایسے لوگ شرعاً گمراہ ہیں مسلمانوں کو ان سے بچنا دور رہنا چاہئے۔

احکام القرآن

ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ:** ہر شریعت کے احکام وقوانین جس طرح ہر امت پر فرض واجب لازم ہوتے ہیں اور ہوتے رہے اسی طرح اپنے اپنے دور میں ہر نبی علیہ السلام پر بھی فرض واجب لازم ہوتے رہے مگر ہر دو لزومیت میں فرق یہ ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر عملی تبلیغ اور امت کی تعلیم وتہذیب دینے کے لئے شریعت کے احکام فرض ہوتے ہیں مگر امت کو تعمیل کا یہ مسئلہ یٰۤاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ۔ (الخ) کے فرمان سے مستنبط ہوا۔ كُلُوْا اور وَاعْمَلُوْا کا تفسیری معنی ہے کھاؤ امت کو کھانا کھانے کے لئے اور اعمالِ صالحہ کرو امت کو طریقہ عبادت بتانے کے لئے شاگردوں کو پڑھانے کیلئے استادوں کو بھی ساتھ ساتھ پڑھنا پڑتا ہے یہ ہی تعلیم کا مفید ومؤثر طریقہ ہے گویا شریعت درسگاہ ہے انبیاء علیہم السلام معلمین امت ہیں اور امت مومنین شاگرد ہیں۔ **دوسرا مسئلہ:** پاکیزہ وحلال غذائیں اور اشیاء کھانا برتنا فرض شرعی ہے۔ راہبوں کی طرح حلال وپاکیزہ چیزوں سے بچنا گناہ ہے یہ مسئلہ مِنَ الطَّیِّبٰتِ کے پورے جملہ حکمیہ سے مستنبط ہوا۔ احمق مسلمانوں کو عقل وہوش سے عبرت پکڑنی اور سبق لینا چاہئے۔ **تیسرا مسئلہ:** یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ دین۔ شریعت۔ مسلک۔ مشرب۔ مذہب میں فرق ہے۔ دین نام ہے اصولی فروعی عقائد کا وہ تمام انبیاء علیہم السلام کا ایک ہی رہا۔ شریعت نام ہے اصولی فروعی احکام وقوانین کا یہ ہر نبی علیہ السلام کے لئے تھوڑے بہت بدلتے رہے۔ مذہب نام ہے

اعمال شریعت کے طریقہ و مسلک نام ہے دینی شرعی راستے کا اور مشرب نام ہے مسلک پر چلنے پابندی کرنے کا۔ یہ مسئلہ وَاِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً۔ کے فرمان الٰہی سے مستنبط ہوا۔ **چوتھا مسئلہ:** ہر مسلمان کو کھانے پینے برتنے میں بہت احتیاط چاہئے حرام تو درکنار مکروہ و مشکوک چیز بھی چھوڑ دینی چاہئے اور دعوتوں تحفوں کی تحقیق و تفتیش کرنی سنت واجبہ مؤکدہ ہے چنانچہ مسند احمد و مستدرک حاکم نے ایک صحیح روایت بیان فرمائی کہ ایک بار ام عبداللہ اخت شداد بن اوس صحابیہ نے بوقت افطار نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں ایک پیالہ دودھ تحفہ بھیجا تو نبی کریم ﷺ واپس کرتے ہوئے پچھوایا کہ یہ کہاں سے خریدا ہے۔ ام عبداللہ نے پھر واپس بھیجتے ہوئے بتایا کہ یہ میری بکری کا ہے۔ آپ نے پھر واپس بھیجتے ہوئے پچھوایا کہ بکری کہاں سے آئی۔ تو ام عبداللہ نے پھر واپس بھیجتے ہوئے بتایا کہ میں نے اپنی مزدوری کے پیسوں سے خریدی ہے۔ تب آپ نے وہ دودھ لے لیا اور روزہ اسی سے افطار فرمایا۔ کچھ دیر بعد ام عبداللہ حاضر بارگاہ ہوئیں اور عرض کیا یارسول اللہ آپ نے دودھ واپس کیوں فرمایا تھا۔ تو آقا کریم ﷺ نے جواباً فرمایا کہ ہم انبیاء کو اللہ تعالیٰ کا یہی حکم ہے کہ ہم صرف طیب چیزیں کھائیں (از تفسیر معانی و بیان) یہ سب فرمودات امت کی تعلیم کے لئے ہیں کہ ہر مسلمان پر بھی واجب ہے کہ اس طرح تحقیق و تفتیش کیا کرے اگرچہ دعوت یا تحفہ مسلمان ہی کی طرف سے ہو۔ غیر مسلم سے تحقیق تو بدرجہ اولیٰ ضروری ہے۔ یہ مسئلہ يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ **پہلا اعتراض:** یہاں آیت ۵۰ میں فرمایا گیا وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗۤ اٰيَةً۔ ابن کا ذکر پہلے اور والدہ کا ذکر بعد میں لیکن سورۃ انبیاء کی آیت ۹۱ میں فرمایا گیا۔ فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَاۤ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ والدہ کا ذکر پہلے اور ابن کا ذکر بعد میں فرمایا گیا۔ نیز یہاں صرف آیۃً فرمایا گیا اور وہاں اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ فرمایا گیا۔ اس فرق کی کیا وجہ ہے؟ **جواب:** یہاں آیت سے مراد ارحاصی معجزہ ہے جس میں اصل نبی ہوتا ہے۔ اس لئے نبی بیٹے حضرت مسیح کا ذکر پہلے فرمایا گیا۔ لیکن وہاں سورۃ انبیا میں آیت سے مراد نشانِ قدرت الٰہی ہے کہ بغیر خاوند بغیر مردی نطفے ولادت ہو جانا اس میں اصل والدہ مریم ہیں کیونکہ وہی کنواری تھیں ان ہی کے گریبان پر پھونک ماری گئی جس سے ان کے بطن میں اسی وقت حمل بنا مکمل ہوا اور چند ساعت بعد پیدا ہو گیا نہ سلالہ ہوا نہ نطفہ نہ علقہ نہ مضغہ اور چونکہ معجزہ صرف امت منکرہ کو دکھانے کے لئے ہوتا ہے۔ اس لئے یہاں لِلْعٰلَمِيْنَ نہ فرمایا گیا لیکن نشانِ قدرت تمام مخلوق کو بتانے کے لئے ہوتا ہے۔ اس لئے وہاں اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ فرمایا گیا۔ **دوسرا اعتراض:** یہاں آیت ۵۲ میں اور سورۃ انبیا کی آیت ۹۲ میں فرمایا گیا اُمَّةً وَّاحِدَةً۔ حالانکہ تمام شریعتیں مختلف تھیں اور جب شریعتیں مختلف تو دین ایک کیسے ہو سکتا ہے شریعت ہی تو دین۔ لہٰذا۔ اُمَّةً وَّاحِدَةً کا روایتی ترجمہ ایک دین کرنا اور ایک جیسا دین مراد لینا قطعاً غلط ہے بلکہ دونوں آیتوں میں امت سے مراد انسانی قوم ہے اور واحدۃ کا معنی ہر زمانے کے مومن لوگ جو دینی اعتبار سے ایک ہی قوم ہیں۔ ایک حدیث کا سہارا لے کر اس کا بیان کردہ ترجمہ مراد لیتے پھرنا درست نہیں۔ (منکرین حدیث چکڑالوی پرویزی) **جواب:** یہ اعتراض منکرین حدیث نے صرف اس لئے کیا ہے کہ حدیث مقدس میں اُمَّةً وَّاحِدَةً کا ترجمہ ایک دین فرمایا گیا حالانکہ حدیث مقدس

کے بیان کردہ معنی کی تائید تو خود قرآنِ مجید سے ثابت ہے جیسا کہ سورۃ زخرف کی آیت ۲۲ سے ہم نے تفسیرِ عالمانہ میں امت کل معنی بیان کرتے ہوئے باحوالہ وضاحت کردی ہے مگر منکرینِ حدیث کو صرف اس لئے یہ معنی پسند نہیں کہ حدیثِ مقدس نے بیان فرمائے حالانکہ ان جہلاء کو یہ اندازہ نہیں کہ حدیثی معنی کے انکار سے خود قرآنی معنی کا انکار ہو رہا ہے ان ظالموں کو تو صرف حدیثِ مقدسات سے حسد بغض جلا پا ہے ورنہ اگر ذرا بھی عقل سے سوچا جائے تو یہاں امت بمعنی قوم کرنا نہایت بد عقلی بے علمی و جہالت ہے کیونکہ یہاں ایک قوم مراد لینا بے مقصد ہے رہا یہ کہنا کہ شریعت ہی دین ہے یہ بھی قطعاً غلط نظریہ ہے اس لئے کہ شریعت نام ہے اعمال کا اور دین نام ہے عقائد کا اعمال مختلف ہو سکتے ہیں عقائد مختلف نہیں ہو سکتے اگر عقائد بدل جائیں تو وہ دینِ باطل بن جاتا ہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام کا لایا ہوا دین ہی دینِ حق ہے اور حقانیت میں ایک ہونا ہی اُمَّةً وَّاحِدَةً ہونا ہے۔ عقائد حقہ چھ بنیادی عقیدے ہیں۔ ۱۔ توحیدِ باری تعالیٰ۔ ۲۔ معرفتِ ذات و صفات۔ ۳۔ تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوت و رسالت کو ماننا۔ ۴۔ قیامت کے حساب کتاب ثواب عذاب و حیات کو برحق اور جنت دوزخ میزان کو موجودہ ماننا۔ ۵۔ ملائکہ کے وجودِ موجود پر ایمان لانا۔ ۶۔ صحف و کتب الٰہیہ کے کلام کو قدیم اور صفتِ الٰہی ماننا۔ نیز عقائد دل و زبان سے ماننے کو کہتے ہیں اور اعمال کہتے ہیں قول کی اطاعت فعل کی اتباع سے ادا کرنے کو اعمال تو ایک شریعت میں بھی بندوں کے حالاتِ مختلفہ کی وجہ سے بدل جاتے ہیں مثلاً اسلامی شریعت کے اعمال بچوں، بوڑھوں، بیماروں، معذوروں، تندرستوں، امیروں، غریبوں، عورتوں، مردوں، حائضہ، طاہرہ، استحاضہ، ناصہ آئسہ کے لئے مختلف ہیں۔ اس لئے یہ کہنا کہ شریعت ہی دین ہے بجز جہالت و بے علمی کچھ نہیں۔ خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دین ایک ہی آیا جس کا نام ہر نبی رسول کے زمانے میں بدلا گیا مگر شریعتیں تین سو تیرہ۔ کتابیں چار اور صحیفے تقریباً چار سو نازل ہوئے۔ **تیسرا اعتراض:** اس کی کیا وجہ کہ یہاں فرمایا گیا۔ وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ آيَةً۔ لفظِ آیت واحد کیوں ارشاد ہوا جبکہ شخصیتیں دو ہیں۔ ایک ابن مریم اور ایک اُمّہٗ چاہیے تھا کہ آیتین فرمایا جاتا یعنی دو آیتیں۔ **جواب:** ہم نے جو ترجمہ و ترکیب نحوی اختیار کی ہے اس پر تو یہ اعتراض پڑتا ہی نہیں اس لئے کہ ہم نے شخصیتوں کو ظرف اور ایۃً کو مظروف بنایا ہے یعنی دونوں میں ایک آیت۔ لیکن اگر ابنِ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ کو مفعول بہ اول بنایا جائے اور اٰیَةً کو مفعول بہ دوم جیسا کہ اکثر مفسرین و مترجمین کا موقف ہے تب یہ اعتراض پڑتا ہے اور اس کا جواب یہ ہے کہ شخصیتیں اگرچہ دو ہیں مگر نشانِ قدرت، عملِ فطرت، کیفیۂ واقعہ ایک ہی ہے کہ ولادت بغیر نطفہ نہ کسی مرد کا نطفہ داخل نہ والدہ کا نطفہ شامل۔ ام کا بغیر خاوند جنم دینا۔ ابن کا بغیر والد جنم لینا۔ اس لئے اٰیَةً واحد فرمانا ہی عین مناسب ہے۔

تفسیرِ صوفیانہ

فَكَذَّبُوهُمَا۔ پس اعضاء بدنیہ کی مغلوبیت کے غرور میں نفس امارہ و اہل نفوس نے روح و قلب کو جھٹلا دیا ان کی آوازِ حق کو دبا دیا اسی طغیانی و غداری کی وجہ سے لعنت کبریائی کے قہر کے ذریعے قلزمِ ذلالت کے بحرِ نفرت میں ہلاک کر دیئے گئے۔ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ۔ اور البتہ بیشک عطا فرمائی ہم نے موسیٰ عقلِ سلیم کو اسرارِ معرفت کی ایک کتاب عمل و فکر لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ تاکہ اسرائیلیات اعضاء [illegible] نفس [illegible] عطا فرمائی جائے اور وہ سب اعضاء ظاہری

تابع فرمانِ قلب ہو کر ہدایتِ ابدیہ کے انوار پالیں۔ وَ جَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَ اُمَّهٗۤ اٰيَةً۔ اور ڈال دی ہم نے اپنی قدرت حکمت کی خالقیت سے قلبِ مولود اور مادرِ مطمئنہ میں عشقِ معرفت کے اتحاد کی ایک آیت توجہ ذی الجلال اور اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ وان کی والدہ کو اپنے انوارِ قدس کا طاق بنالیا اور اپنے جلال و جمال کا آئینہ بنالیا صدیقین کی بصیرتوں اور مقربین کی بصارتوں کے لئے اٰوَيْنٰهُمَاۤ اِلٰى رَبْوَةٍ اور حادثاتِ قلب وحوادث نفسِ لوامہ کو مکانِ رفعت میں مقام علیا کی بلندی تک ترقی مدارج دیکر روحِ جبروتی کی طرف منزلِ قرب کا مقام ٹھکانہ وربائش خلوتانہ عطا فرمایا اور نفسِ مطمئنہ کو مقام قلب کے ساتھ ثابت وقرار تمکن ووقار کے بیت المعمور میں بلندی بخشی اور علم یقین مکاشفہ یمین ومشاہدۂ نفس کے عیون وسکون اور چشمۂ تسکین میں قیام بندگی عطا فرمایا اور ٹھکانا عطا فرمایا ہم قلب و روح کو مشاہدۂ قدیم کے گہوارے میں ذات قرار کا حصول معرفت کے لئے اور کرم کے دریاؤں سے ایسے چشمے جاری فرمائے جن کے پانی مخلوق کو فنا کی موت سے بچاتے ہیں حیاتِ بقا تک پہنچاتے ہیں یہ ذاتِ قرار آستانۂ نبوت ہے اور نہریں وچشمے فیضانِ رسالت ہے ان نہروں وچشموں کا دریا وجودِ مصطفیٰ ہے۔ يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ اے رسولانِ متقدمین صاحبِ قاب قوسین کے دسترخوان دَنٰی سے اَوْ اَدْنٰی کی نعمتیں اور مشاہدۂ جمال جلال کی طیبات تناول فرماؤ عارفین سالکین کی تعلیم وکاملین کی تربیت کے لئے یہ اکل طیبات مشاہدۂ اس حیثیت سے ہو کر نہ محرومی کی علت رہے نہ دخلِ شیطان کی ذلت رہے اور طلب کرو اس صاحب جمال سے مشاہدۂ اسرار کے بعد عملِ صالح کی روزی۔ عملِ صالح حادثات سے برائت ونفس کی تفتیش کرنا ہے جمالِ الوہیت لِی مَعَ اللہ معرفت کے ذریعے۔ وَ اعْمَلُوْا صَالِحًا۔ اعمال صالحہ طیبات جلال ہیں اور صالحات فرائض وسنن کے آداب ہیں ممنوعات سے پرہیز کرنا بھی صالحات ہیں باطناً بھی ظاہراً۔ وَ اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً اے عالمِ نفوس والو بیشک تمہاری ملت محبت ومعرفۃ وحدت اسلام وایمان سے ملی ہوئی شوائب طیبہ ہیں ہر اس شخص کے لئے ایک ہی جیسے اسوۂ حسنہ وقدرۂ جلوہ کی نعمت سے تمام معاملات وحالات میں اتباعِ مصطفیٰ ادا کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور میں ہی تمہارا رب ہوں کیونکہ میری طرف سے ہی شرفِ محمدی ہے۔ فَاتَّقُوْنِ۔ پس میرے جلال کی جلالیت کا مشاہدۂ خلوت کا تقویٰ وعظمت جلوۃ کا خوف رکھو۔ میں تمہارا رب ہی تم کو حسنِ صحبت ووصلِ نعمت سے پالتا ہوں۔ (ابن عربی وعرائس البیان) سینۂ عارف کا ابن مریم وہ مسیح روح ہے جو بطنِ لاھوتی میں بلاوسیلۂ عالمِ اسباب کی ابوّت کے امر کن سے تولد ہوا اور وہ آیت تخلیق میں نشانِ اعظم ودلیلِ کبیر ہے۔ ذاتِ الٰہی و معرفت کبریائی پر وہی خلیفۂ جلال وروحِ جمال مکاشفہ انوار ہے محراب طریقت کی مریم بتول نیات مخلصہ ہیں۔ خالص نیت میں ہی روحِ مقدسہ کو ٹھکانۂ مولودی ودیعت وامانت رکھا جاتا ہے اور پھر مادرِ مخلصۂ نیاتّ ابنِ روح مقدس کو بندۂ عارف ربوہ قالب میں ہم نے ٹھہرادیا اس لئے کہ یہی ہے روحِ قدسی کا ماوا۔ اور امر ونہی۔ مباح وممنوع۔ نفی واثبات کا ملجا ہے۔ ابنِ ودیعت وام امینہ دونوں کی منزل قرار اور معین آبشار جب تک کہ قالبِ عارف سالکِ انوار وطالبِ اسرار ہے اس وقت تک ہی وہ ابنِ روحانی اور والدۂ اعمال صالحہ کا معین ومقر ہے اور وہی حکمت الٰہیہ کا چشمۂ جاریہ وآب رواں ہے قلبِ ہوشیار وبیدار سے زبانِ ذاکر کی طرف۔ قلبِ بیدار بندۂ مومن کا معدن اسرار ہے اور زبان ذاکر مخزن انوار ہے۔ اَللّٰهُمَّ یا مُعِیْنُ اے ہمارے رب بنادے ہم کو بھی اہلِ معین میں سے ایک طرح مستقیم ومستقر ہمیشہ ... ہم ہے عشق ازلی کی مکلفیت۔ اے

مرشدانِ طریقت حلال شریعت کو ہی اپنے ظاہر و باطن قالب وقلب پر استعمال کرو اور سکھاؤ پڑھاؤ بتاؤ دکھاؤ اپنے مریدانِ باطن طالبینِ ساکن کو اے راہِ وادی سلوک کے مسافرو یہ بات ذہن فہیم میں محفوظ و مضبوط کرلو کہ جس بدن عبدی میں لقمہ حرام کا شجر خبیث قائم ہو جائے وہاں آفتاب توحید ماہتابِ رسالت طلوعِ انوار نہیں فرماتا کیونکہ لقمہ حرام ظلمتِ شیطان کی آماجگاہ ہے۔ اے بندو ذرا سوچو کہ جب اشیاءِ مشکوکہ سے بھی قلب و قالب عقل و شعور پر ظلمت اور اندھیرا طاری ہو جاتا ہے تو اشیاء مکروھہ اور حرام قطعیہ مغلظہ کے کھانے و استعمال کرنے سے کیا حال ہوتا ہوگا۔ جب آبِ ساکن بھی شرعاً ممنوع ہے تو اس پانی کا کیا حال ہوگا جس میں کتے اور حرام و پلید جانور پھر رہے ہوں۔ اہل دل فرماتے ہیں کہ جس کا پیٹ مخزن ظلمت بنا دیا گیا ہو اس پر حرام ہے لذتِ مناجات و توجہ برکات۔ جسم انسانی مثل دریا ہے اگر یہ ساکن ہو جائے کہ نہ عبادت کی لہریں اٹھیں نہ ریاضت کی حرکات رہیں نہ ذکر اللہ کی ہلچل ہو نہ فکرِ آخرت کی روانی تو وہ پلید و نجس ہو جاتا ہے اور اس میں نفسِ خنزیر و امارہ کلب اپنی نجاستیں غلاظتیں پھیلا دیتے ہیں۔ لہٰذا اے طالب صادق اپنے چشمہ فیض کو جاری رکھ ساکن نہ ہونے دے تو ذکر و فکر عبادت و طہارت کا سیارہ بن جا ثابت و غافل نہ بن۔ جب تو چشمہ جاری بنے گا تو طالبانِ فیض تجھ سے ذاتِ قرار ہوں گے۔ مشکلات کو دور کرنے سے انسان کا کردار اعلیٰ اکمل مضبوط اور حسین ہو جاتا ہے اہلِ خرد افراد مصیبتوں کو ظاہر و بیان نہیں کرتے بلکہ صبر و سکون سے برداشت کرتے اور دور کرنے کی ہمت بناتے ہیں یہی ہمت و لگن اور عمل پیہم بندوں کو مقام ربوۃ کی بلندیوں پر پہنچا دیتا ہے۔ اے دنیا والو وقت نہ ٹھہرتا ہے نہ کبھی ایک جیسا رہتا ہے اس لئے اس کو غفلتوں سستیوں بیکاریوں لعب ولہو سے ضائع نہ کرو۔ یاد رکھو کہ گناہ سے بے قراری ہے بے سکونی بے برکتی بدنظمی پیدا ہوتی ہے اور نیکی سے سکون ملتا ہے۔ دنیا کی عدالتوں میں دولت اور آخرت کی عدالت میں عبادت کام آتی ہے۔ اسی لئے دولت کے پرستار اور دین و عبادت سے بیزار کبھی راستباز اور کامیاب نہیں ہو سکتے۔ توبہ کرنا آسان ہے مگر توبہ پر قائم رہنا مشکل ہے۔ حضرت ابن مریم نے فرمایا خاموش بیٹھو وہ گفتگو سے بہتر ہے۔ عبادتِ الٰہی اطاعت و اتباعِ نبوی کے بعد سب سے زیادہ عزیز و عظیم کام والدہ کی خدمت ہے کیونکہ اس خدمت میں نہ ذلت ہے نہ تکلیف نہ عیب نہ طعن اور ذلت اٹھانے سے تکلیف اٹھانا بہتر ہے۔ اے لوگو دماغ عظیم مخزن ہے اور عقل اس کا قیمتی نایاب خزانہ ہے لہٰذا عقل و دماغ کو فضول کاموں میں استعمال نہ کرو۔ اگر کوئی شخص مضبوط عقلی و نقلی دلائل سے کسی کی غلطی ثابت کر دے تو چاہئے کہ جرأت سے اس کو مان لے۔ نیکی اور برائی میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ نیکی کا آغاز مشکل ہوتا ہے مگر انجام بہترین ہوتا ہے۔ برائی کی ابتدا آسان و لذیذ ہوتی ہے لیکن انجام بدترین و کڑوا و دشوار ہوتا ہے۔ کوئی بھی انسان خود عظیم نہیں ہوتا بلکہ اچھا کردار اچھے اعمال اس کو عظیم بناتے ہیں۔ اس لئے اے بندو ہر اچھے کام کے معاون و شریک بن جاؤ یاد رکھو کہ اچھا کام صرف وہ ہے جس کا حکم و طریقہ قرآن و حدیث سے حاصل ہو۔ زندگی پر بھروسہ مت کرو اس لئے ہر رات سونے سے پہلے اپنے دن کی نیکیوں و گناہوں کا حساب خود کرلو نیکیوں کی توفیق پر شکر کا سجدہ کرو اور گناہوں کی معافی مانگو توبہ کرو شاید یہ زندگی کی آخری رات ہو۔ کبھی بھی نیک بندے کی تکذیب نہ کرو۔ برے انسان کی تصدیق نہ کرو کیونکہ اس سے زمین میں فساد دنیا میں بے اعتمادی اور آخرت میں ذلت ہے۔ اعمال میں ناکامی ارادوں میں کمزوری پیدا ہوتی ہے۔ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ۔

فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَیْنَهُمْ زُبُرًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا

پھر کافروں نے فرقے فرقے کر دیا دین کو آپس میں ٹکر بنا کر ہر فرقہ اسی دین سے جو ان کے

تو ان کی امتوں نے اپنا کام آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر لیا ہر گروہ جو اس کے پاس ہے

لَدَیْهِمْ فَرِحُوْنَ ۝۵۳ فَذَرْهُمْ فِیْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِیْنٍ ۝۵۴

پاس ہے خوش ہونے والے ہیں تو آپ بھی چھوڑ دو ان کو ان کی من پسند آب جہالت کی ڈبکیوں میں موت کے وقت تک

اس پر خوش ہے تو تم ان کو چھوڑ دو ان کے نشے میں ایک وقت تک

اَیَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّ بَنِیْنَ ۝۵۵

کیا یہ گمان کرتے ہیں کہ بیشک وہ عیش وعزت جس سے نواز رہے ہیں ان گمراہوں کو ہم مال اور بیٹے دے کر

کیا یہ خیال کر رہے ہیں کہ وہ جو ہم ان کی مدد کر رہے ہیں مال اور بیٹوں سے

نُسَارِعُ لَهُمْ فِی الْخَیْرٰتِ ؕ بَلْ لَّا یَشْعُرُوْنَ ۝۵۶

ہم جلدی کر رہے ہیں ان کے لئے بھلائیوں میں نہیں بلکہ عیاشی کی مصیبت کا شعور ہی وہ نہیں رکھتے

یہ جلد جلد ہم ان کو بھلائیاں دیتے ہیں بلکہ انہیں خبر نہیں

اِنَّ الَّذِیْنَ هُمْ مِّنْ خَشْیَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ۝۵۷

ہاں بیشک وہ لوگ جو اپنے رب تعالیٰ کی مصیبت جلال سمجھنے والے ہیں

بیشک وہ جو اپنے رب کے ڈر سے سہمے ہوئے ہیں

تعلقات

ان آیت پاک کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آیت میں انبیاء علیہم السلام کی پاکیزہ حیاتِ طیبہ کا ذکر فرمایا گیا۔ اب ان آیت میں اقوام عالم کی بدطینتی بدکرداری فرقہ بازی کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیت میں بتایا گیا کہ شروع انسانیت سے انبیاء علیہم السلام کا لایا ہوا دین آج تک ایک ہی چلا آ رہا ہے۔ سب کی عبادت۔ عقیدت۔ توحید۔ قیامت۔ حشر نشر حیات بعد الموت پر ایمان ایک ہی رہا ہے اگرچہ دینی نام اور طریقہ و تعداد عبادت مختلف ہوتا رہا مگر بنیادی عقائد ایک جیسے ہی ہیں۔ اب ان آیات میں بتایا جا رہا ہے کہ فرقے بازی شیطان و شیطانی لوگوں کی اپنی پھیلائی و مچائی ہوئی ہے۔ **تیسرا تعلق:** پچھلی آیات میں انبیاء علیہم السلام کو حکم ارشاد فرماتے ہوئے طیبات اور اچھے اعمال کرنے کا ذکر فرمایا گیا۔ اب ان آیت میں دنیا کے برے مال واعمال کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے مال واعمال کا تعلق آخرت سے ہے جس کو بقا [illegible] مال و اعمال کا تعلق [illegible] فنا ہے تو ان پچھلی

آیت میں بقا کا ذکر ہوا اب یہاں فنا کا ذکر فرمایا جارہا ہے۔

تفسیر نحوی

فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَذَرْهُمْ فِيْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِيْنٍ۔ فَ حرف تعقیب یعنی بتانے والا تَقَطَّعُوْا باب تفعلٌ کا فعل ماضی مطلق مثبت معروف جمع مذکر غائب قطعٌ سے بنا ہے ترجمہ ہے کٹنا ٹوٹنا اس کا مصدر ہے تَقَطُّعٌ اس کا ترجمہ ہے کاٹنا۔ توڑنا۔ اس کا فاعل هُمْ ضمیر صیغہ مرجع ہے کفار گمراہ لوگ۔ اَمْرَ۔ اسم مفرد جامد۔ ترجمہ ہے معاملہ مراد ہے دین' مذہب' مضاف ہے هُمْ ضمیر مجرور متصل جمع مذکر غائب ضمیر نفسی ہے معنی ہے اپنا۔ مراد ہے اپنا اپنا۔ یہ مضاف الیہ مرکب اضافی مفعول بہٖ ہے۔ بَيْنَ اسم ظرف مکانی جامد بمعنی درمیان هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مرجع کفار و گمراہ بَيْنَ مضاف یہ ضمیر مضاف الیہ مرکب اضافی کا ترجمہ ہے آپس میں اپنے درمیان میں' یہ مرکب ظرف ہے تَقَطَّعُوْا کا زُبُرًا اسم جمع مکسر اس کا واحد ہے۔ زَبُوْرٌ لغوی ترجمہ ہے حصہ۔ اسی بنا پر موٹی تحریر۔ مقررہ مضبوط چیز چاندی یا لوہے کے ٹکڑے لکھی کتابوں کو زبر کہا جاتا ہے۔ بالوں کا کچا گچھا بھی زبر کہلاتا ہے لفظ زبر بروزن رُسُلٌ جمع ہے زَبُوْرٌ بروزنِ رَسُوْلٌ کی زُبُرًا حال ہے اَمْرُهُمْ کا یہ ذوالحال و حال مل کر مفعول بہ ہے۔ كُلُّ اسم جامد کلی بمعنی ہر۔ مضاف ہے حزبٍ۔ اسم مفرد جامد نکرہ۔ اسکی جمع ہے اَحْزَابٌ لغوی ترجمہ فرقہ۔ ٹولہ۔ اصطلاح میں بڑے فرقہ کو کہا جاتا ہے۔ متصلب گروہ کو حزب اللہ اور متعصب گروہ کو حزب الشیطان کہا جاتا ہے۔ یہاں یہی مراد ہے باری مقرر کرنے کو بھی حزب کہا جاتا ہے حِزْبُكَ بمعنیٰ تیری باری۔ عرف عام میں ایک مذہب و ہم مسلک لوگوں کو حزب کہا جاتا ہے یہاں یہی مراد ہے حزب مضاف ہے۔ یہ مرکب اضافی مبتدا ہے ب جارہ ما موصولہ بمعنی اس سے مراد اس دین و عقائد سے لَدَیْ اسم جامد ظرف مکانی ترجمہ ہے پاس مضاف ہے ھم ضمیر مضاف الیہ۔ یہ مرکب اضافی صلہ ہے یہ موصول صلہ مجرور ہے جار مجرور متعلق مقدم ہے۔ فَرِحُوْنَ اسم صفت مشبہ مبالغے کے لئے جمع مذکر اس کا واحد ہے۔ فَرِحٌ۔ ترجمہ ہے ضرورت سے زیادہ خوش ہونا جس سے تکبر و غرور کی جھلک پیدا ہو جائے اردو میں ایسی ناجائز و غلط خوشی کو کہتے ہیں اترانا۔ اس کا فاعل پوشیدہ ضمیر جمع غائب جس کا مرجع كُلُّ حِزْبٍ ہے۔ یہ صفت مشبہ اپنے فاعل اور متعلق مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے كُلُّ حِزْبٍ مبتدا کی دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ فَ زائدہ بیانیہ ذر بابِ فتح کا فعل امر حاضر معروف واحد مذکر وَذْرٌ سے مشتق ہے بمعنی چھوڑنا چھوڑ کر خود ہٹ جانا دور ہو جانا۔ بے پرواہ ہو جانا۔ اس کا فاعل اَنْتَ ضمیر صیغہ مرجع ہے نبی کریم ﷺ اور تا قیامت ہر مسلمان هُمْ ضمیر کا مرجع كُلُّ حِزْبٍ ہے۔ یہ مفعول بہ ہے فی حرف جر ظرفیہ مکانیہ غَمْرَةِ اسم مفرد مؤنث لفظی۔ اس کا مذکر ہے غَمْرٌ۔ لغوی ترجمہ ہے ڈوبنا چھا جانا غالب آجانا کسی چیز کا کسی چیز پر اس طرح کہ اس مغلوب کا اپنا اثر ختم ہو جائے۔ اس لغوی لحاظ سے یہ لفظ چودہ معنی میں مشترک ہے۔ ۱۔ نشہ۔ ۲۔ غم۔ ۳۔ موت۔ ۴۔ شدت سے ڈھانپنا۔ ۵۔ دباؤ پانا۔ ۶۔ پانی ناپنے کا پیمانہ۔ ۷۔ سختی۔ ۸۔ ناگواری۔ ۹۔ وہ گہرا پانی جس کی تہہ نظر نہ آئے۔ ۱۰۔ غفلت۔ ۱۱۔ جہالت۔ ۱۲۔ فیاض و سخی آدمی کو رجلٌ غَامِرٌ۔ ۱۳۔ تیز دوڑنے والے گھوڑے کو دَابَّةٌ غَامِرَةٌ کہتے ہیں۔ ۱۴۔ گہرائی۔ یہ مضاف ہے هِمْ مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مجرور متعلق اول ہے ذَرْ کا۔ حَتّٰی حرف جر انتہائی مدت آخری وقت کے لئے حِیْن اسم ظرف زمان نکرہ ہے ترجمہ ہے وقت مراد ہے موت کا وقت۔ یہ

مجرور ہے حَتّٰی جارہ سے دونوں مل کر متعلق دوم ہے ذر کا۔ سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوگیا۔ اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِیْنَ ﴿۵۵﴾ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ؕ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ﴿۵۷﴾۔
ا ہمزہ سوال ایجابی کے لئے یعنی ہاں ایسا ہی گمان کرتے ہیں۔ یَحْسَبُوْنَ باب سمع کا مضارع حال مثبت معروف جمع مذکر غائب حَسْبٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے گمان کرنا خیال وعقیدہ بنانا اس کا فاعل هُمْ ضمیر صیغہ مرجع ہے۔ كُلُّ حِزْبٍ۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل کا اسم موصول نُمِدُّ باب افعال کا مضارع حال استمراری بمعنی ہم مدد کر رہے ہیں۔ مَدَّ مضاعف ثلاثی سے بنا ہے مصدر ہے۔ اِمْدَادٌ اسکا فاعل نحن پوشیدہ مرجع اللہ تعالیٰ هُمْ ضمیر مفعول بہ مراد ہیں کفار بِ حرف جر سببیہ بمعنی ذریعے سے ہٖ ضمیر کا مرجع مَا موصولہ یہ جار مجرور متعلق اول ہے مِنْ حرف جر بعضیت کے لئے مالٍ اسم مفرد جامد نکرہ مبالغہ مَیْلٌ سے مشتق ہے لغوی ترجمہ ہے جھکنا۔ مائل ہونا زائل ہونا۔ دولت کو مال ان ہی تین معنوں سے کہتے ہیں۔ ا۔ لوگ اس کی طرف جھکتے ہیں جس کے پاس ہو اس کے آگے جھکتے ہیں۔ ۲۔ یہ دولت کبھی کسی طرف کبھی کسی طرف مائل ہوتی ہے۔ ۳۔ دنیوی دولت کو زوال ہے اس لئے بھی اس کو مال کہا جاتا ہے۔ مال کی تیرہ قسمیں ہوتی ہیں۔ یہاں تقریباً ہر قسم کے مال میں سے دنیا مراد ہے۔ مالٍ معطوف واؤ عاطفہ بَنِیْنَ اسم جمع مذکر سالم واحد ہے ابنٌ بمعنی اولاد بیٹے پوتے بحالت کسرہ معطوف ہے دونوں عطف مل کر مجرور متعلق دوم ہے۔ نُمِدُّ سب سے مل کر جملہ فعلیہ خبر یہ ہو کر صلہ ہوا ما کا موصول صلہ مل کر اسم ہے اِنَّ کا نُسَارِعُ باب مفاعلۃ کا مضارع حال استمراری جمع متکلم سَرْعٌ وَ سُرْعَةٌ اس کا مادہ ہے مُسَارِعَةٌ اس کا مصدر ہے۔ ترجمہ ہے جلدی ہونا و جلدی کرنا۔ اس کا فاعل نَحْنُ پوشیدہ مرجع اللہ تعالیٰ لَهُمْ جار مجرور متعلق اول ہے فِي الْخَيْرَاتِ متعلق دوم ہے۔ خیرات۔ اسم جمع مونث سالم ہے خَيْرٌ کا یہاں مراد ہے دنیوی بھلائیاں۔ نُسَارِعُ فعل با فاعل اپنے دونوں متعلقوں سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے اَنَّ کی وہ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف علیہ بَلْ حرف عطف اضرابیہ سابقہ کی نفی کے لئے یعنی ایسا نہیں ہے۔ لَا يَشْعُرُوْنَ باب نصر کا مضارع حال منفی معروف جمع مذکر غائب اس کا فاعل هُمْ ضمیر صیغہ مرجع ہے كُلُّ حِزْبٍ کفار۔ یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہے۔ اَنَّمَا کے جملے پر دونوں عطف مل کر مفعول بہ ہے يَحْسَبُوْنَ کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ سوالیہ انشائیہ ہوگیا۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ہے عمل میں۔ اَلَّذِيْنَ اسم موصول جمع مذکر هُمْ ضمیر جمع مذکر مبتدا ہے۔ مِنْ حرف بیانیہ خَشْيَةِ اسم مصدر مادہ خَشْیٌ کے آخر میں ۃ مصدر یہ ہے۔ بمعنی ہیبت ورعب وجلال مضاف ہے۔ رَبِّهِمْ مرکب اضافی مضاف الیہ ہے۔ ضمیر نفسی ہے بمعنی اپنے خَشْيَةِ مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مجرور متعلق مقدم ہے۔ اس لئے حصر ہوا یعنی وہ اپنے رب سے ہی مُشْفِقُوْنَ باب افعال کا اسم فاعل جمع مذکر ہے۔ شَفَقٌ مادہ لازم سے بنا ہے بمعنی ڈرنا' ڈر جانا۔ اس کا مصدر ہے اِشْفَاقٌ یہ متعدی بیک مفعول ہے یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرنا۔ اِشْفَاقٌ اور شَفَقٌ کا لغوی ترجمہ ہے۔ رقت۔ نرمی کمزوری۔ اصطلاح میں چھ معنی ہیں۔ ا۔ کنارہ۔ ۲۔ صبح وشام کے وقت مشرقی مغربی آسمانی سرخی (شفق)۔ ۳۔ قلبی گہری محبت۔ ۴۔ ماں کی ممتا۔ ۵۔ باپ کی شفقت جب اس کا متعلق مِنْ جارہ سے ہو جیسے یہاں تو ترجمہ ہوتا ہے ڈرنا۔ سہمنا۔ اندیشہ کرنا۔ دھڑکا لگا رہنا۔ جب اس کا متعلق فی جارہ یا علی جارہ سے ہو تو ترجمہ ہوتا ہے خیر خواہی کرنا۔ یہاں معنی ہے سہمے رہنے والے۔ یہ اسم فاعل اپنے پوشیدہ ضمیر صیغہ فاعل اور متعلق مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر

خبر ہے۔ ھُمْ مبتدا کی دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو کر صلہ ہے۔ اَلَّذِیْنَ کا یہ موصول صلہ مل کر معطوف علیہ اگلی عبارت وَالَّذِیْنَ ھُمْ بِاٰیٰتِ (الخ) پر اور وہ سب لَهَا سَابِقُوْنَ تک ایک جملہ ہے۔ خیال رہے کہ غَمْرَۃٌ کی اٹھارہ قسمیں ہیں۔ ۱۔ پانی غمرۃ الارض ہے۔ ۲۔ حسد غَمْرَۃُ القلب ہے۔ ۳۔ حیرت غمرۃ العقل ہے۔ ۴۔ غفلت غمرۃ شعور۔ ۵۔ ضلالت و گمراہی غمرۃ دین ہے۔ ۶۔ بے وقوفی نا تجربہ کاری غمرۃِ دنیا ہے۔ ۷۔ غم غمرۃ صحت ہے۔ ۸۔ فسق و فجور غمرۃِ عزت ہے۔ ۹۔ بد خلقی غمرۃ محبت ہے۔ ۱۰۔ احسان جتلانا۔ اترانا غمرۃِ سخاوت ہے۔ ۱۱۔ غیبت۔ چغلخوری غمرۃِ نیکیاں ہیں۔ ۱۲۔ شیخی مارنا غمرۃِ احسان ہے۔ ۱۳۔ کذب بیانی غمرۃِ اعتبار ہے۔ ۱۴۔ بے ادبی و گستاخی صالحین غمرۃِ ایمان ہے۔ ۱۵۔ صحبتِ بد غمرۃِ عبادت ہے۔ ۱۶۔ غداری غمرۃِ قوم ہے۔ ۱۷۔ بزدلی غمرۃِ حیات ہے۔ ۱۸۔ بے غیرتی غمرۃِ شرافت ہے۔

تفسیر عالمانہ

رب تعالیٰ نے جب انسانیت کو تخلیق فرمایا تو ابتداء دو چیزوں سے ہوئی اولاً نبوت کو پیدا فرمایا گیا پھر ساتھ ہی دینِ برحق کو پیدا فرمایا۔ دینِ برحق میں آٹھ چیزیں بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔ ۱۔ اخلاقیات۔ ۲۔ عقائد۔ ۳۔ شریعت۔ ۴۔ قوانینِ دنیوی۔ ۵۔ احکامِ دینی۔ ۶۔ سیاسیات ملکی طریقہ ءِ حکمرانی نظامِ عدلیہ و انتظامیہ۔ ۷۔ علومِ مادی و روحانی۔ ۸۔ دینی و روحانی تعلیم و تربیت و درسگاہی خانقاہی نظام۔ ان آٹھ دینی چیزوں کو لے کر ہر نبی علیہ السلام اپنی اپنی امت میں مبعوث ہوتے رہے۔ ان آٹھ چیزوں کا نام ہی دینِ الٰہی قانونِ کبریائی احکامِ ربانی ہے ان تمام چیزوں کو ماننا اور اپنے جسم و وجود اور معاشرے پر نافذ و جاری کرنا ہی مومن بننا ہے۔ اس مجموعہ عملیات عقیدات و نظرات کا ہی نام دینِ توحید ایمان رسالت ہے اور یہی اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ہے۔ ان ہی آٹھ چیزوں کا نام صراطِ مستقیم ہے ان کو ہی تسلیم کرنا ہدایتِ رحمانی کا ملنا ہے اسی دین کو قولاً عملاً فعلاً اعتقاداً و عقلاً ماننے میں اللہ تعالیٰ کی رضا و آخرت کی بقا ہے اور ان کو قولاً یا عملاً یا اعتقاداً و عقلاً نہ ماننا ضلالت و گمراہی ہے۔ اس مجموعہ ایمانیات کو منوانے کیلئے ہی انبیاء علیہم السلام تشریف لاتے رہے۔ تبلیغ فرماتے رہے۔ اور امت کو دینی دنیوی ملکی نظام سمجھاتے رہے۔ ان تمام ایمان و ایمانیات اور مکمل منظم کو اپنانے سے بندہ مومن بن جاتا ہے۔ اگر ان میں سے ایک۔ چیز کا بھی قولی اعتقادی یا عملی یا قلبی و لسانی انکار کیا تو وہ شخص کافر یا فاسق یا گمراہ ہو جاتا ہے۔ ابلیس و شیاطین روزِ اول سے اس دین کے دشمن بنے ہوئے ہیں اسی کو توڑنا پھوڑنا چاہتے ہیں اور افسانوں کو ورغلا وسوسا کر اسی امۃ واحدہ کے وحدتِ دینی ملی کو افسانوں کے ہی ہاتھوں سے تڑواتے فرقے بناتے بنواتے رہے۔ چنانچہ پہلا کفر و حسد تکبر سے پیدا ہوا جس نے قابیل بن کر ہابیل کو قتل کیا اور دینِ آدم میں کفر پھیلایا۔ پھر اس کے بعد بھی فَتَقَطَّعُوْۤا اَمْرَهُمْ۔ حق کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنی اپنی پسند کے مذہب مشرب مسلک اور دین و دینی ٹکڑے بنا لئے اور اب تک بنا رہے ہیں قیامت تک اسی طرح بنتے بگڑتے ٹکڑے ہوتے فرقے نکلتے رہیں گے۔ تَقَطَّعُوْا کی گیارہ صورتیں اب تک ہوتی رہیں۔ ۱۔ ہر زمانے میں کچھ حق پر رہے کچھ باطل پر رہے۔ ۲۔ اصولِ دین میں بناوٹیں کر کے باطل لوگوں نے حق سے اختلاف کیا۔ ۳۔ کچھ گمراہوں نے فروعات میں اختلاف کر کے فرقہ بنایا۔ ۴۔ کبھی ایسا بھی ہوا کہ اسلام کی بعض چیزوں کو مان لیا اور بعض کا انکار کر دیا اس طرح ایک نیا فرقہ بن گیا۔ ۵۔ کچھ لوگوں کا یہ طریقہ ہوا کہ دینِ حق کی بعض چیزوں پر عمل کیا بعض پر عمل نہ کیا یعنی حق کو اپنی

خواہشات کے تابع کیا۔ خواہشات کو دینِ حق کے تابع نہ کیا۔ ۶۔ بعض لوگوں نے محض شیطانیت بڑھکانے فساد مچانے فتنہ پھیلانے کے لئے تخریب کاری فرقے بازی کی اور کرائی تا کہ امتِ مسلمہ نہ چین سے بیٹھے نہ دینِ حق کو سمجھ سکے ہر ہر مسئلے میں اتنے اقوال واختلاف بھر دیئے کہ اصل حق مسئلہ روپوش کر دیا گیا۔ ۷۔ کبھی اپنے آبا کی نفسانی خواہشات اور قومی رسم ورواج کو اپنی مرضی کا دین بنالیا گیا۔ ۸۔ کوئی بد بخت فرقہ اٹھا تو اس نے سابقہ کتب الٰہیہ میں اپنی عبارتوں سے تحریف وملاوٹ کر دی۔ ۹۔ کسی گروہ نے بت پرستی کو خدا پرستی کیساتھ شامل مان کر شرک شروع کر کے مشرکانہ ٹولہ بنالیا۔ ۱۰۔ کسی گروہ نے وجود الٰہی کا ہی انکار کر کے دہریت کو دین بنالیا۔ ۱۱۔ کسی فرقے نے سیاست کو دین سے عدالت کو عبادت سے جدا سمجھ کر دین کو صرف مساجد وعبادت گاہوں خانقاہوں تک محدود سمجھا اور عدالتِ الٰہی قوانینِ شرعی کو پسِ پشت ڈال کر اپنا ذہنی بناوٹی قانون عدالت کی کرسیوں پر جاری کیا۔ غرضکہ شیطان کے نرغے میں آ کر ہر طرح دینِ حق کو توڑا اتحادِ ملی کو مروڑا اور انصاف وعدل کو پارہ پارہ کیا۔ اس طرح ایک دین کے نام لیوا کئی فرقوں میں بٹ گئے۔ چنانچہ عیسائیوں میں ستر یہودیوں میں بہتر مجوسیوں میں ساٹھ ہندوؤں میں پچاس سکھوں میں بارہ خود مسلمانوں میں تہتر فرقہ۔ کُلُّهُمْ فِي النَّارِ اِلَّا وَاحِدَةً نَاجِيَةً۔ یہ بہتر جہنمی ہیں صرف ایک نجات پانے والا جنتی ہے۔ فقہا فرماتے ہیں کہ دین کو صرف مسجدوں تک محدود رکھنا اور بازاروں تجارتوں میں من مانیت خود پسندی شکلوں میں مجوسیت کچہری میں عیسائیت کہ قرآن وحدیث کا قانونِ الٰہی چھوڑ کر انسانی ذہنوں کا بنایا ہوا قانون نافذ وقبول کرنا بھی شرک ہے۔ اس فرمانِ فقہا کے مطابق ایسا کرنے والی حکومت یقیناً مشرک ہے۔ کیسا ظلم عظیم ہے کہ قرآنِ مجید کچہریوں میں صرف قسمیں کھانے کے لئے ہے مگر قانون کے لئے عیسائی کتابیں کیا یہ اپنی جانوں پر ظلم نہیں۔ کھانے رحمٰن کے کھاتے ہیں لیکن کہنے شیطان کے مانتے ہیں۔ بَيْنَهُمْ زُبُرًا اس طرح کہ فرقے کر دیا ان گمراہوں فرقے بازوں نے ہر جگہ اپنی احمقانہ ملاوٹیں کر دیں اور اپنی ناقص عقلوں سے عدالتوں عبادتوں عقیدتوں کی اپنی اپنی زُبُر وکتب بنا لیں۔ اور اپنے اس اصلی قابلِ ایمان لائقِ تسلیم دینِ ربانی جو ہر نبی علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے لے کر آتے رہے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ سب انسان اسی ایک دین کی اطاعت کرتے اور سچے مستحق دین کو اس کا حق دیتے ہوئے اس کے قانونِ قرآن ونبوی فرمان کو سینے سے لگاتے عدالتوں میں سجاتے نافذ کرتے اور بسر وچشم عقل وفہم قلب وجان عمل وزبان سے پکے ہوتے مومن بن کر دینِ واحد کی امت واحدہ بن جاتے مگر ایسا نہ ہوا بلکہ کسی زرتشت نے آتش پرستی کا کفر پھیلایا۔ کسی طرف سے گوتم بدھ نے معبودِ باطل بن کر قبضہ جمایا۔ کسی جگہ سے آریہ ہندو نکل پڑے۔ کسی نے روح کو معبود مان کر دین کا نام جین رکھ لیا۔ کسی نے بت پرستی کو دینِ آبائی کی بنا پر تسلیم کر لیا۔ کسی دین کا نام شنٹو کسی کا نام تاؤ کسی نے بت پرستی کا نام کنفیوشی رکھ لیا۔ کسی کونے سے سکھ نکل پڑے پھر سب بت پرستیوں کو ملا کر ہندو دھرم بن گیا۔ ادھر مجوسیت نے اپنے بال وپر نکالے۔ ادھر یہودیت کئی فرقوں میں بٹ گئی کہ کہیں بچھڑا پرستی کہیں ابنیت پرستی۔ تحریفِ کتاب اللہ کی گئی۔ سچائیت میں کذابیت کو شامل کر دیا گیا۔ اس کے بعد عیسائی دین بنالیا گیا جس کے سچے جھوٹے۔ حق وباطل۔ درست وغلط ملے جلے مخلوط عقائد بنتے چلے گئے اور مزید حماقت یہ کہ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ۔ ہر فرقہ اپنے ذہنوں سے بنائے ہوئے دین عقائد نظریات فکریات عملیات پر مسرور وخوش ہے خواہ اس میں کتنی ہی حماقت جہالت ملاوٹ شقاوت قصاوت کساوت ہلاکت ونقصان ظاہر نظر آتا

ہو۔ یہ فرحت و سرور شیطان نے باطلین کے ذہنوں میں اس طرح بھر دی ہے کہ نہ ہلاکت اقوام سابقہ سے عبرت پکڑی نہ واقعات تاریخی سے سبق سیکھا نہ بربادی کا خوف رہا نہ تباہی کی فکر۔ انجامِ موت سے بے خبر آخرت سے بے صبر۔ اس گمراہی بے راہی کی بنیادی وجہ آزاد مزاجی' خود سری اور من مانی کرنے کی عادت شیطانی اور بے علمی بے عقلی کے باوجود خودی کا غرور و تکبر کا فتور لئے پھرنا اور یہ سمجھ لینا ہے کہ ہم نے جو کیا اور جو کر رہے ہیں وہی حق ہے مگر دینِ حق کسی شخص کو من مانی کرنے چرب زبانی بکنے کی اجازت قطعاً نہیں دیتا۔ دینِ حق بندوں کو دنیا میں عبادت کا شعور اطاعت کا شعار اتباع کی پابندی کا خوگر بناتا ہے۔ پلیدیاں مٹاتا ہے برائیاں ہٹاتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام نے اپنی اپنی امتوں کو دین حق میں بیس دولتیں عطا فرمائیں۔ امانت۔ دیانت۔ شرافت۔ لیاقت۔ عدالت۔ عبادت۔ ریاضت۔ نظامت۔ لطافت۔ طہارت۔ رفاقت۔ نفاست۔ محبت۔ شفقت۔ سخاوت۔ شجاعت۔ مروت۔ حسنِ اخلاق۔ طرزِ مساوات۔ مہارت۔ گلدستہء حسنات یہ وہ رائحاتِ عطریات و مخزن برکات ہیں جو سوائے انبیاء کرام علیہم السلام کے لائے ہوئے دینِ کبریائی کے دوسرے کسی بھی دینِ انسانی میں نہ ملیں گے کیونکہ ادیانِ باطل میں تو امیر غریب کالے گورے چھوٹے بڑے آقا غلام کی متعصبانہ تفریق اور قوم پرستی کے ہی جھاڑ و جھنکاڑ ملیں گے۔ دینِ حق تعالیٰ و قانونِ مولیٰ تعالیٰ ہی ہر انسان پر ان مندرجہ بالا صفاتِ حمیدہ کے دامن میں آنے اور حبلِ ایمان و اتحاد کی لڑی میں پروئے جانے کی پابندی لازم و واجب فرماتا ہے۔ اس لئے کہ اسی پابندی و استقامت میں اشرفیت کی بقا' افضلیت کی لقاء اور اکرمیت کی نجات اور اخبثیت و احمقیت کی فنا ہے لیکن شیطان اور شیطان صفت انسان اس شفاعت و حمایت۔ سفارش و حفاظت کو نہ سمجھتے ہیں نہ سمجھنے دیتے ہیں حالانکہ انبیاء علیہم السلام نے بلایا۔ علماء نے بتایا۔ اولیا نے سمجھایا۔ لہٰذا اے حبیب کریم تم بھی ان بدنصیبوں کو حسد' بغض کینہ' ضد' عناد' تکبر کی من مانیاں ابلیس نوازیاں کرنے کے لئے۔ فَذَرْهُمْ فِي غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِيْنٍ۔ پس چھوڑ دو ان کو آب ہلاکت کی ڈبکیوں اور آب جہالت کی اچھل کود میں آخری انجام تک اور تم ان کی فکر ان کا غم نہ فرماؤ نہ ان کی بربادی کا افسوس و تباہی کا خیال کرو۔ اور یہ کفارِ عرب آپ کی بات مانیں یا نہ مانیں تم ان کو تبلیغ احکام فرماتے قانونِ الٰہی سناتے پہنچاتے رہو۔ ان کے ذہنوں عقلوں کانوں سے گزارتے رہو۔ یاد رہے کہ جس طرح دنیا میں ہر شخص کی کیفیت حیات اور دنیوی زندگی کے حالات مختلف بنائے گئے ہیں اسی طرح ہر انسان کا حتی حین یعنی آخری انجام بھی مختلف بنایا گیا ہے۔ کسی کو اس کی بداعمالی کی سزا دنیا میں ہی مل جاتی ہے۔ کسی کو بعدِ موت قبر' حشر' جہنم میں۔ یہ زندہ باد ہوتے ہوتے ایک دم مردہ باد ہونے لگ جانا اور وزیرِ اعظم سے ایک دم اسیرِ اعظم بنا دیا جانا یہ سب اللہ تعالیٰ کی ہی بے آواز لاٹھیاں ہیں مگر انسان نہ اپنی حالتِ اتار چڑھاؤ کو سمجھتا ہے نہ دوسروں کے حالات سے عبرت و نصیحت لیتا ہے۔ میں نے ایک دفعہ جامعہ گلزار مدینہ گجرات کے سجادہ نشین خواجہ صوفی غلام قادر علیہ الرحمۃ سے پوچھا کہ پاکستان میں اتنی پریشانیاں کیوں ہیں کہ نہ عوام کو سکون ہے نہ حکومت کو۔ آئے دن صدارتیں حکومتیں بدلتی ہیں مگر چند دن پسندیدہ اور مقبول زندہ باد اور پھر تھوڑے ہی عرصے بعد وہی شخص قابلِ نفرت اور مردہ باد بنا دیا جاتا ہے جھوٹی الزام تراشیاں تو ہوتی ہیں مگر ظاہراً کچھ ثابت ہوتا ہے نہ نظر آتا ہے۔ نہ سزا ملتی ہے مگر ایک دم مخالفت کی آندھی چل جاتی ہے۔ سوائے چند افراد کے کوئی حامی وحمایتی نہیں رہتا نہ عوام میں نہ خواص میں۔ حضرت فرمانے لگے یہ کوئی زیادہ سوچنے کی مشکل بات نہیں بلکہ ظاہر بات ہے کہ پاکستانی حکومت اور قوم نے

قرآن وحدیث سے بغاوت کی ہے اور باغی کو سزا ہی ملتی ہے خواہ با آواز ہو یا بے آواز ہو۔ اس قوم کے محسنوں نے کلمہ طیبہ کے نعروں اور نام پر پاکستان حاصل کیا لیکن بعد کے غداروں نے کلمہ قرآن وحدیث کو مسجدوں مدرسوں سے باہر نہ آنے دیا اپنی کورٹ کچہریوں کو کفار کے ذہنی تراشے خراشے ہوئے قانونی بتوں سے سجایا۔ جس پاکستانی صدر کو سب سے پہلے مردہ باد کہا گیا اس نے دینِ اسلام کی کیا خدمت کی بلکہ سب سے زیادہ یزیدیت پھیلائی اور محکمہ اوقاف بنا کر اللہ تعالیٰ کی ہی مسجدوں کو لوٹا کھسوٹا اور مساجد الٰہیہ کا مال ذاتی عیاشی ولھو ولعب میں خرچ کیا حالانکہ شریعت کے مطابق کسی بھی مسجد کی ایک ٹوپی ومصلہ دوسری مسجد میں بھی لے جانا منع ہے۔ جب اسلامِ کبریائی سے اس طرح کی غداری وبغاوت ہو تو یہ سزائیں واذیتیں نہ ملیں گی تو اور کیا ہوگا پھر فرمانے لگے کہ اگر آج بھی پاکستانی علاقوں میں اسلامی قانون نافذ ہو جائے اور محکمہ اوقاف سے مسجدوں کو نکال دیا جائے یا مساجد کی آمدنی شرعی حکم کے مطابق ہر اسی مسجد پر لگائی جائے جس مسجد کی ہو تو یہ ساری پریشانیاں پاکستان سے ختم ہو جائیں۔ میں کہتا ہوں کہ سچ ہی فرمایا حضرت محترم نے مجھے حیرانگی ہے کہ پاکستان کا کوئی مفکر دانشور اب تک ان اصل بیماریوں کو نہ سمجھ سکا۔ غالباً یہ بے فکری اسلامی وقرآنی تعلیمات سے جہالت ولاعلمی کی وجہ سے ہو رہی ہے۔ حضرت نقشبندی علیہ الرحمۃ کے اس فکر انگیز حقیقی بیان سے ثابت ہوا کہ بارگاہِ الٰہیہ میں ہر ایک کا حتی حینِ منفرد ہے۔ موجودہ حکومتِ سعودیہ اس سے بھی زیادہ ظلم کما رہی ہے کہ مسجدیں توڑ کر شہزادوں کے محل بنائے جا رہے ہیں۔ نیز ہر سال مسلمانوں کے روزے نمازیں عیدیں قربانیاں اور حج برباد کئے جا رہے ہیں۔ اسلامی یادگاریں مٹائی جا رہی ہیں مگر یہودی یادگاریں قائم ومحفوظ کی جا رہی ہیں۔ مزاراتِ صحابہ' مسجد بلال مسمار کر دی گئی لیکن کعب بن اشرف یہودی کا مکان بطوریادگار محفوظ کیا جا رہا ہے۔ محفلِ میلاد شرک اس کا تبرک کھانا حرام سمجھا جا رہا ہے مگر امریکیوں کے لئے شراب وحرام ہتھیار مہیا کیا جا رہا ہے اس جرمِ کبیرہ وظلم عظیم کے باوجود ابھی تک مزے سے دندناتے پھر رہے ہیں کعبہ وحرمین پر قبضہ جمائے ہوئے ہیں تو یہ ان کی سچائی کی دلیل نہیں بلکہ حتی حینِ کی مہلت وڈھیل ہے۔ جس طرح کہ اس کعبہ وحرم پر تقریباً پانچ صدیئیں بت پرستوں کا بھی قبضہ رہا۔ تو کیا وہ ان کی صداقت وحقانیت کی دلیل تھی؟ ہرگز نہیں بلکہ وہ بھی حتی حینِ کی مہلت وڈھیل تھی یہاں تک کہ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ کی خدائی لاٹھی چل گئی۔ اسی طرح سعودیوں کو بھی ضلالتوں مظالموں کے باوجود حتی حینِ کا استدراج وامہال ہے۔ خوش قسمت ہے وہ بندہ جس کی دنیا میں ہی کھینچا تانی۔ پکڑ۔ گرفت۔ قید وبند۔ محاسبہ معاتبہ ہو کر توبہ استغفار سے معافی ہو جائے۔ اس وزیری سے اسیری اچھی جو بندہ بنادے مگر سرکشی کے باوجود برتری تو ہلاکت خیز گمراہی اور تباہ کن رسوائی ہے۔ اسی طرح اے محبوب کریم۔ اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ ۙ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ۭ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ۔ کیا یہ کفار جو دولتوں' نعمتوں' سہولتوں' سکونوں' راحتوں اور بیٹے بیٹیوں کی اولادوں میں پھلنے پھولنے اور دندناتے پھرنے والے ہیں یہ خیال وگمان کرتے ہیں کہ بیشک وہ مال واولاد جن سے ہم ان کفار کو دن رات صبح شام مدد دے رہے ہیں وہ ہم ان کے لئے اچھائیوں بھلائیوں سچائیوں کے اظہار میں جلدی کر رہے ہیں اور کیا وہ اس خوش فہمی پر ظلم کفر شرک گستاخی بدکاری تکبر غرور جبر وجھول کو اچھا جانتے ہوئے ہماری اس امداد وفراوانی سہولت وصحت کو ہماری رضا سمجھ رہے ہیں۔ نہیں یہ بات نہیں بلکہ وہ کفار مثلِ حیوانات بے عقل وبے شعور ہیں اس لئے نہیں سمجھتے کہ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا۔ (آل

عمران:۱۷۸) یہ ہماری طرف سے اس بات کی ڈھیل ہے کہ کرلو جتنے ظلم کفر کے گناہ کر سکتے ہوتم۔ پیالہ بھرلو جتنا بھر سکتے ہوتم۔ یہ مال واولا د ظالموں کافروں کے لئے رحمت نہیں زحمت ہے۔ عزت نہیں در پردہ ذلت ہے۔ شوکت نہیں ہولت ہے اکرام نہیں استدراج ہے۔ احترام حرمت نہیں استجر اروغفلت ہے۔ مُنَازَعَتْ فِی الْخَیْرَاتْ نہیں مُقَاهَرَتْ فِی الْغَمَرَاتْ ہے۔ یادرکھو کہ نیک کار بندے کی نعمت و برکت فن کمال، روحانی قوت اس کی کرامت ہے مگر بدکار شخص کی نعمت وخرق عادت نفسانی قوت اور فنِ عجیب وشعبدۂ غریب۔ فریب استدراج ہے تمام کفار وفساق کو دنیا میں چھ دھوکے لگتے۔ ا۔ کافر و فاسق مادی کامیابی اور وقتی خوشحالی کو اصلی وابدی سمجھ لیتا ہے۔ ۲۔ ظالم کی ڈھیل کو اس کی سچائی سمجھ لیتا ہے۔ ۳۔ دنیا کو دار جزاوسزا سمجھ لیتا ہے۔ ۴۔ دنیا کو دار عمل وامتحان گاہ نہیں سمجھتا۔ ۵۔ صالحین اور نیک لوگوں کے مصائب وتکالیف کو ان کا باطل پر ہونا سمجھ لیتا ہے حالانکہ یہ مصائب ترقی درجات کا سبب ہوتی ہیں۔ ۶۔ کفار وفساق کو دنیا میں ایک یہ بھی دھوکہ لگا ہوا ہے کہ وہ استدراج الی المعاصی کو مسارعت فی الخیرات اور ڈھیل ملنے کو اپنے افعال کی جزا سمجھ لیتے ہیں۔ امام حسن بصری نے فرمایا کہ مومن نیکی کرتا ہے پھر بھی ڈرتا ہے اور کافر و فاسق نیکی سے رکتا ہے پھر بھی بے خوف ہے۔ (از تفسیر کبیر وخازن) اِنَّ الَّذِیْنَ هُمْ مِّنْ خَشْیَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ۔ بیشک اصل ومضبوط علم وشعور، فہم وعقول والے تو وہی لوگ ہیں جو اپنے رب تعالیٰ کے جلال، عتاب وہیبت کمال سے ہر وقت ہر زمان ومکان میں قلب وجگر جسم وبدن، ظاہر وباطن میں ڈرنے کانپنے تھرتھرانے لرزنے والے ہیں۔ جب یہ آیت پاک نازل ہوئی تو ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کیا یہ پکے وعادی فاسقین کا ذکر ہے۔ فرمایا نہیں بلکہ سچے صالحین کا ذکر ہے (کبیر) احادیث مقدسات میں ہے کہ مومن کو پانچ شعور عطا فرمائے گئے۔ ا۔ مومن اپنے شعور ایمانی وفراستِ ایقانی سے جانتا ہے کہ دنیوی مادی خوشحالی وترقی وکامیابی اصل فلاح نہیں بلکہ اصل فلاح وکامیابی اس سے کہیں زیادہ بلند وبالا چیز ہے اور اتنی وسیع ہے کہ یہ دنیا اور مدت دنیا اس کے لئے کافی نہیں۔ ۲۔ مومن متقی سمجھ لیتا ہے کہ عالم دنیا دارالجزا نہیں صرف دارالعمل ہے۔ یہاں کی نعمتیں بندوں کا امتحان شکران و کفران ہے اور یہاں کی مصیبتیں بھی ابتلاء صبر وظلمان ہیں۔ ۳۔ مومن متقی جانتا ہے کہ اصلی ابدی کامیابی صرف حق وصداقت کی ہے اگر چہ جلدی ظاہر نہ ہو۔ ۴۔ مومن اپنی بصیرت روحانی سے یہ بھی جانتا ہے کہ برائی وگمراہی کا انجام نقصان وخسران ہی ہے اگر چہ جلدی ظاہر نہ ہو۔ ۵۔ مومن کا پانچواں شعور یہ کہ مومن جانتا سمجھتا ہے کہ بدکار وظالم کافر کو نعمتیں دولتیں ملنا اس کے لئے عذابِ ناگہانی اور گرفتِ سخت جانی کا پیشہ خیمہ ہے اور نیک لوگوں پر مصیبتوں کا آنا ابدی اصلی کامیابی کا پیش خیمہ ہے۔ مومن اپنے ان فہوم وشعور کی وجہ سے دنیا میں اپنے رب تعالیٰ سے بے خوف اور اپنے انجام سے بے فکر نہیں ہوتا اور خود کو کبھی آزاد نہیں سمجھتا۔ اہل ایمان وعرفان عبادت کر کے بھی ڈرتے رہتے ہیں سخاوت عدالت کر کے بھی خوف الٰہی کی دو قسمیں ہیں۔ ا۔ خشیت۔ ۲۔ اشفاق لیکن فرق یہ کہ خشیت وہ خوف جو کفر ظلم گناہ سے بچائے اور اشفاق وہ خوف جو شوقِ عبادت، ذوق تعظیم وعادۃِ ادب پیدا کرے اس لئے اشفاق کا درجہ خشیت سے زیادہ ہے۔

ان آیت میں مفسرین کے مختلف اقوال

زُبُرًا کی قرئت میں دو قول۔ ا۔ اکثر قراء کی قرئت میں زُبُرًا ہے یہی درست ہے کیونکہ مکتوب ومشہور ہے۔ ۲۔ بعض کی

قرئت زُبَرًا ب کے زبر سے ہے یہ قرئت شاذ ہے۔ زُبُرًا کے معنی میں تین قول۔ ۱۔ بعض نے کہا اس کے معنی ہیں ٹکڑے کر دیئے۔ ۲۔ بعض نے معنی کیے فرقے بنا لئے۔ ۳۔ بعض نے یہ معنی کیے کہ اپنی اپنی کتابیں بنالیں۔ تینوں معنی درست ہیں کیونکہ ہر کافر نے تینوں کام کیے۔ غَمۡرَتِهِمۡ کی قرئت میں تین قول۔ ۱۔ اکثر کی قرئت فِیۡ غَمۡرَتِهِمۡ۔ ۲۔ بعض کی قرأت میں ہے فِیۡ غُمۡرَتِهِمۡ۔ ۳۔ بعض کی قرأت ہے فِیۡ غَمَرَاتِهِمۡ۔ یہ دونوں قرئتیں شاذ ہیں اِلٰی حِیۡنٍ کے معنی میں پانچ قول۔ ۱۔ بعض نے کہا الیٰ حین کا معنی ہے جنگِ بدر تک۔ ۲۔ بعض نے کہا موت تک۔ ۳۔ بعض نے کہا اِلٰی حِیۡنٍ کا معنی ہے معائنہ عذابِ قبر تک۔ ۴۔ بعض نے کہا کہ ایمان لانے تک سب قول درست ہیں۔ اِنَّمَا نُمِدُّ کے اِنَّ میں دو قول۔ ۱۔ اکثر نے کہا یہ اِنَّ ہے یہی قرئت درست ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا یہ اَنَّ ہے۔ اِنَّمَا کے ما میں دو قول۔ ۱۔ بعض نے کہا یہ مصدریہ ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا موصولہ ہے۔ نُمِدُّ کی قرئت میں دو قول۔ ۱۔ اکثر قرئت میں نُمِدُّ ہے جمع متکلم۔ یہی قرئت درست ہے کیونکہ مشہور و مکتوب ہے۔ ۲۔ بعض کی قرئت یُمِدُّ ہے۔ واحد مذکر غائب مگر یہ قرئت شاذ ہے خَشۡيَةِ رَبِّهِمۡ۔ کے معنی میں تین قول۔ ۱۔ بعض نے کہا کہ خشیت کا معنی ہے رقت قلبی و عجزِ عقلی والا خوف۔ ۲۔ بعض نے کہا کہ عذاب کا خوف۔ ۳۔ بعض نے کہا کہ خشیت کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا خوف' تینوں قول درست ہیں کیونکہ ہر مومن کو ہر طرح کی خشیت الٰہی ہوتی ہے مُشۡفِقُوۡنَ کے معنی میں دو قول۔ ۱۔ بعض نے کہا کہ اشفاق کا معنی ہے قلب و عقل و جسم پر خشیت کا ہمیشہ اثر رہنا اس طرح کہ اطاعت میں دَائِمُوۡنَ اور طلبِ رضا میں جاوِدُوۡنَ ہونے والے۔ ۲۔ بعض نے کہا کہ اشفاق کا معنی ہے خشیت کی تکمیل اور آیت کا ترجمہ ہے کہ بیشک وہ لوگ اپنے رب تعالیٰ کی خشیت میں کامل ہونے والے ہیں۔ اس طرح کہ ان کے قلب و دماغ پر ناراضگی رب کا خوف عاجل ہے۔ عذاب اللہ کا خوف اجل ہے اور گناہوں سے پرہیز انتہا پر ہے۔ دونوں قول درست ہیں۔

فائدے

ان آیٰت پاک سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ **پہلا فائدہ:** کفار خواہ کتنا ہی فنکار صنعتکار دانا بینا پڑھا لکھا ہو مگر بے شعور و بے وقوف ہے مثل جانور بلکہ جانور سے بھی زیادہ کم عقل ہے کیونکہ کفار مادی خوشحالی اور وقتی کامیابی عارضی ترقی دنیوی بلندی کو اور فانی مال و دولت و آلِ اولاد کو ہی اصل فلاح و ترقی اور کامیابی سمجھ لیتا ہے حالانکہ فلاحِ انسانیت ان دنیوی چیزوں سے کہیں زیادہ بلند و بالا ہے برتر و اعلیٰ وسیع و کثیر ہے۔ یہ فائدہ اَيَحۡسَبُوۡنَ اور بَلۡ لَّا يَشۡعُرُوۡنَ کے فرمانِ باری تعالیٰ سے حاصل ہوا۔ امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مسلمان ہر وقت دنیا سازی اور گناہوں میں مشغول رہے تو وہ بھی مثل کفار بے عقل بے شعور کند ذہن اور بے علم ہو جاتا ہے۔ اس آیت پاک نے مسلمانوں کو یہ سبق عطا فرمایا کہ مسلمان ہمت و کوشش کر کے حتی الامکان چھوٹے بڑے گناہوں سے بچتے رہیں اور بچنے کی دعائیں مانگتے رہیں۔ کیونکہ گناہ ایک بلاء عظیم اور وباء کثیف و مرض غلیظ ہے ان سے بچنے کے لئے بری صحبتوں بری کتابوں ریڈیو ٹیویوں سے بچنا ضروری ہے یہی شیطان کے پھندے ہیں ان ہی کے ذریعے بے غیرتی بے پردگی فحاشی کثرت سے پھیلائی جارہی ہے فحش گانے غلط مسئلے گندی تصویریں نشر کی جارہی ہیں۔ خدا تعالیٰ مسلمانوں کو بچائے آمین۔ **دوسرا فائدہ:** دنیا میں انسان پر تقریباً جو بیس حالات گزرتے

ہیں۔ جوانی۔ بڑھاپا۔ صحت۔ بیماری۔ امیری۔ غریبی۔ عاجزی۔ مغروری۔ حاکمیت۔ محکومیت۔ لمبی عمر۔ تبدیلی موسمیات و کیفیات و حالات۔ تکالیف۔ مصائب۔ فتح مندی۔ شکست۔ غالبیت۔ مغلوبیت۔ ظلم پر ڈھیل۔ مظلومیت کی برداشت۔ مہلت۔ سہولت۔ بلندی ترقی۔ پستی معزولی تنزلی۔ یہ تمام حالات نہ کسی کی جزا ہے نہ کسی کی سزا ہے نہ ثواب ہے نہ عتاب بلکہ یہ حالات مختلف ہر شخص کا امتحان ہے جو اس حقیقت کو نہ سمجھا وہ کافر فاسق گمراہ یا مغضوب ہو گیا اور جو سمجھ گیا کہ یہ سب حالاتِ زندگی بلکہ پوری زندگی دنیوی امتحان ہے وہ بندہ مومن متقی عابد و زاہد بن گیا۔ یہ فائدہ اَیَحْسَبُوْنَ (الخ) اور اِنَّ الَّذِیْنَ هُمْ مِّنْ خَشْیَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ۔ کے پورے بیان سے حاصل ہوا جس میں کافر و مومن کے خیالات و نظریات کا فرق بیان فرمایا گیا۔ **تیسرا فائدہ:** اللہ تعالیٰ کا خوف دنیا میں بندوں پر بہت بڑی نعمت و احسان ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا خوف ہی ہر گناہ اور برائی سے روکتا ہے آخرت سنوارتا ہے۔ مگر بے خوفی دیدہ دلیری گناہوں اور بے غیرتی کی جڑ ہے۔ ظلم' جبر' بربریت' غرور اس کی شاخیں اور کفر شرک منافقت فسق و فجور اس کا پھل یہ فائدہ۔ مِّنْ خَشْیَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ۔ فرمانے سے حاصل ہوا۔ **چوتھا فائدہ:** باطل ظالم کافر فاسق امراء وزراء و سلاطین کا محض اپنی دولت' حکومت' طاقت' قوت' فتوحات کی بنا پر اپنے آپ کو حق پر سمجھنا سراسر جہالت حماقت اور شیطانی ورغلاہٹ ہے۔ ایسے ہی جاہل عوام کا ظالم فاسق گمراہوں کو محض ان کی دولت قوت حکومت کی وجہ سے حقانیت و صداقت پر سمجھ لینا اور ان کی جی حضوری چمچہ گری کا لیسی کرتے ہوئے ان کی ہر بری بات کی تائید۔ ہر برے عمل و عقیدے کی حمایت و ہمنوائی کرنا بدترین شرعی جرم ہے۔ یہ فائدہ اَیَحْسَبُوْنَ (الخ) کو سوالیہ جملہ بنانے سے حاصل ہوا اور یہ بتایا گیا کہ نہ مسلمان امراء وزراء کی ایسی بدتر خصلت ہونی چاہئے نہ عوام مسلمانوں کو ایسی اندھی چمچہ گیری کرنا چاہئے نہ کسی فاسق ظالم گمراہ کی تائید و تقلید کرنی چاہئے ورنہ کل قیامت میں ظالموں کے ساتھ ان کے اندھے تائیدی بھی پکڑے جائینگے۔

احکام القرآن

ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ:** فاجر و کافر اپنی تمام زندگی مسارعت اموال و سمیات اعمال اور فکریات بدکار میں برباد کر دیتا ہے لیکن مومن اپنی پوری زندگی کی مسارعتِ فی الخیرات سے شاداب کر لیتا ہے اس لئے مومن کی زندگی شریعت اسلامی کے مطابق پاکیزہ ہوتی ہے اسی وجہ سے اس کا کاروبار' تجارت' پیشہ ورانہ مہارت سب پاک حلال طیب بن جاتا ہے۔ حلال مال کی ہی خیرات جائز ہے۔ حرام مال کو صدقہ و خیرات کرنا شرعاً ناجائز ہے۔ یہ مسئلہ اِنَّ الَّذِیْنَ کے فرمان میں مومن کی شناخت بیان فرمانے سے مستنبط ہوا کہ جس بندۂ مومن کی خشیت الٰہیہ اشفاق کے درجہ اتم پر ہو وہ بندہ حرام و ناجائز مشکوک و مکروہ کام و کاروبار و خرید و فروخت کر سکتا ہی نہیں اس آیت پاک نے یہ بھی بتایا کہ خشیت مکمل ہو تو اشفاق ہے اور اشفاق ہو تب ہی حلال روزی حاصل ہوتی ہے اور جب حلال روزی میسر ہو تب ہی اصلی ابدی مسارعت ملتی ہے اور مسارعت خیر سے ہی شوق سخاوت ذوق عبادت ملتا ہے۔ **دوسرا مسئلہ:** ذاتی رائے اور آبائی رسم و رواج کو دین بنا لینا شرعاً حرام و طریقۂ کفار ہے مسلمانوں میں یہ بری عادت معتزلہ فرقے نے شروع کی ائمہ اربعہ کے نزدیک یہ رواجی نظریوں کو عقیدہ بنانا حرام ہے۔ یہ مسئلہ بِمَا لَدَیْهِمْ فَرِحُوْنَ سے مستنبط ہوا۔ یہ عادت بد شیعہ روافض کی ہے۔ **تیسرا**

مسئلہ: قانونِ شریعت کے مطابق کسی کافر کو جبراً یا لالچ دے کر مسلمان بنانا جائز نہیں ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ تو صرف مرتد ہونے کی بنا پر قتل کو بھی ناجائز فرماتے ہیں اس کی تفصیل تفسیرِ نعیمی پارہ سترہ ص ۸۶۸ پر ملاحظہ فرماؤ۔ یہ مسئلہ۔ فَذَرْهُمْ فِي غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِيْنٍ۔ کے حکم الٰہی سے مستنبط ہوا

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ **پہلا اعتراض:** یہاں فرمایا گیا فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ۔ چاہئے تھا کہ فرمایا جاتا۔ فَتَقَطَّعُوْا دِيْنَ اللّٰهِ بَيْنَهُمْ۔ یعنی ان کفار نے اللہ تعالیٰ کے دین کو اپنے درمیان ٹکڑے کرکے بانٹ لیا۔ اسی لئے ہر کافر اپنے مذہب کو اللہ کا ہی دین کہتا ہے اسی وجہ سے اپنے عقائد کو ہر کافر اچھا و سچا سمجھتا ہے کفار کا فَرِحُوْنَ بھی اسی بنیادِ باطل و تصوراتِ کاذب کی وجہ اور حیثیت سے ہے۔ **جواب:** دینِ حق کو نہ کوئی توڑ سکتا ہے نہ توڑا جا سکتا ہے۔ کیونکہ جو چیز کسی کے توڑنے سے ٹوٹ جائے وہ کمزور بے بنیاد ہوتی ہے بحمدہٖ تعالیٰ دینِ حق اتنا مضبوط ہے کہ باطل قوتیں ابتدا سے آج تک ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی ہیں کہ کسی طرح قدرت کی یہ چٹان توڑ ڈالی جائے مگر اس صخرۂ کبرائی سے ٹکرا کر سب کے اپنے ہی سر پھوٹے اور باطل قوتیں خود ہی پاش پاش ہوگئیں مگر دین برحق قلعۂ حق پر آنچ یا دراڑ بھی نہ آئی۔ یہاں تَقَطَّعُوْا فرمانے کا معنی یہ ہے کہ باطلین زمانہ نے دینِ حق سے منہ موڑ کر اپنے شیطانی عقائد کی چھوٹی چھوٹی ٹکڑیاں فرقیاں بنالیں یعنی باطل دین بھی ایک نہ بنا سکے اور متفق نہ رہ سکے۔ اَمْرَهُمْ سے مراد ان باطلین و ضالین کے ذاتی ذہنی رواجی آبائی عقیدے ہیں۔ مگر دینِ الٰہی بحمدہٖ تعالیٰ اپنی شان بان آن سے تا قیامت روزِ اول کی طرح سلامت ہے۔ ہر دور میں اس کے سچے پیروکار ایماندار ہوتے رہے اور ہر شخص جان گیا ہے کہ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ (یونس: ۶۴)۔ اور سورۃ حجر کی آیت ۹۱ میں یہ فرمان کہ الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ۔ وہاں بھی قرآن مجید کو توڑنا مراد نہیں بلکہ گمراہوں منافقوں کا چھوڑنا مراد ہے کہ بعض کو مان لیا بعض کو نہ مانا۔ **دوسرا اعتراض:** یہاں فرمایا گیا۔ فَذَرْهُمْ جس سے ثابت ہو رہا ہے کہ ضدی کفار کو تبلیغ کرنا چھوڑ دو مگر سورۂ مائدہ کی آیت ۶۷ میں فرمایا گیا۔ يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ اور سورۃ شوریٰ کی آیت ۴۸ میں فرمایا گیا۔ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ۔ ان آیتوں سے ثابت ہو رہا ہے کہ تبلیغ کرنا نہ چھوڑو کفار مانیں یا نہ مانیں۔ اس الجھن کی کیا سلجھن ہے۔ **جواب:** فَذَرْهُمْ۔ کے حکم ربانی کا معنی تبلیغ چھوڑنا نہیں بلکہ معنی یہ ہے کہ ان کفار کا غم فکر کرنا چھوڑ دو۔ چونکہ نبی کریم ﷺ کفارِ مکہ کے ایمان نہ لانے پر بہت غم فرمایا کرتے تھے کہ بیچارے تھوڑی سی دنیوی ضد کر کے ابدی عذاب میں گر جائیں گے۔ اس آیت میں نبی کریم ﷺ کو غم نہ کرنے کا حکم فرمایا جا رہا ہے کہ ان کفار کو ان کی غمرات ضد میں مرنے تباہ و برباد ہلاک ہونے دیجئے۔ حتی حین۔ موت تک انہیں دل پسند شیطانی ڈبکیاں لگا لینے دو۔ بس آپ تبلیغ فرماتے رہو۔ اگرچہ وہ فائدہ نہ حاصل کریں مگر آپ کو اس تبلیغ مشفقانہ تعلیم محبوبانہ کا ثواب مل جائے گا۔ کفار کو ان کی بدقسمتی میں ہی چھوڑ دو۔ **تیسرا اعتراض:** اس کی کیا وجہ کہ یہاں آیت ۵۷ میں فرمایا گیا۔ مِنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ۔ اہلِ لغت فرماتے ہیں کہ شَفَقٌ وَ اشفاق کے معنی بھی ڈر خوف ہے اور خشیت کے معنی بھی ڈر خوف تو یہاں ایک ہی معنی ڈر کے لئے دو مصدر مادوں [illegible] لفظ کیوں [illegible] خٰشِعُوْنَ ہوتا۔ یا صرف مُّشْفِقُوْنَ

ہوتا۔ یا لفظ خشیت کی بجائے کوئی دوسرا ذومعنی لفظ ہوتا۔ مثلاً مِنْ عَذَابِ یا مِنْ حِسَابِ یا مِنْ رَّبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ تاکہ عبارت کلام آسان ہو جاتی۔ بظاہر تو یہ لفظی تکرار معلوم ہوتی ہے جس کا کوئی فائدہ نہیں نہ تاکید کا نہ حصر کا اور بلا فائدہ تکرار فصاحتِ کلام کے خلاف لگتی ہے۔ **جواب:** ہم نے تفسیر عالمانہ میں اسی اعتراض کو اس طرح ختم کیا ہے کہ خشیت کا معنی ہے خوفِ الٰہی اور مُّشْفِقُوْنَ کا معنی ہے تکمیلِ خوف اور آیت کا معنی اس طرح ہے کہ وہ لوگ جو اپنے رب تعالیٰ کے خوف میں کامل ہیں ہمارے اس جواب کے علاوہ بھی پانچ جواب اور دیئے گئے ہیں۔ پہلا یہ کہ یہاں واقعی تکرار لفظی ہے مگر بے فائدہ نہیں ہے بلکہ تاکید کے لئے ہے اور تاکید سے کلام کو مضبوط و ابدی کیا گیا ہے۔ ترجمہ اس طرح ہے کہ بیشک وہ لوگ جو اپنے رب تعالیٰ کے خوف میں ہمیشہ ڈرنے والے ہیں جوابِ دوم یہ کہ یہاں خشیت کا معنی ڈر نہیں بلکہ ناراضگی ہے۔ اب آیت کا ترجمہ اس طرح ہے کہ بیشک وہ لوگ جو اپنے رب تعالیٰ کی ناراضگی سے ڈرنے والے ہیں۔ جواب سوم یہ کہ خشیت کا معنی جلال ہے یعنی وہ لوگ جو اپنے رب تعالیٰ کے جلال سے ڈرنے والے جواب چہارم یہ کہ خشیت کا معنی ابتدائی ظاہری خوف ہے اشفاق کا معنی انتہائی باطنی یعنی ظاہر سے باطن تک ڈرنے والے لوگ جواب پنجم یہ کہ خشیت کا معنی ڈرنا نہیں بلکہ عذاب و حساب ہے یعنی اپنے رب تعالیٰ کے عذابِ قبر حسابِ حشر سے ڈرنے والے لوگ سب جواب درست ہیں اور یہ آیت مقدسہ جامع بلاغت و فصاحت ہے۔

تفسیر صوفیانہ

فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ۔ پھر بھی گمراہوں نے اپنی قوت روحانی ہمت جسمانی کے ٹکڑے کر دیئے نفسِ فتور کے کہنے سے اپنے تصوراتِ ظاہر باطن کے درمیان لوحِ سینہ کی کتابیں بنا کر۔ انجامِ بسط و کشادگی بھی فکرمندی کی وسوسہ ابلیس میں الجھ کر بلکہ كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ۔ ان ہی فکریات بدکار۔ عقاید بے کار۔ ذکریات نابکار پر مسرور ہونے والے ہیں جو ان کی مردہ ضمیری میں پوشیدہ ہیں۔ یہ اشارہ ہے اہلِ نفس و اہلِ قلب کی تبدیلی حالت کی طرف فرحت کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ عقل کی فرحتِ غرور۔ ۲۔ قلب کی فرحت سرور۔ بیشک اہل اللہ خوش ہوتے ہیں اپنے معاملات اور ان کے ثواب پر اس لئے کہ جو معاملاتِ اعمال انکے پاس ہیں وہ صفاتِ حادثاتی ہیں بدیں وجہ عارفین کو لائق نہیں کہ محبت الٰہی کے سوا کسی غیر سے فرحت پائے اگرچہ عرش سے فرش ثریٰ تک اس کو دے دیا جائے کیونکہ حقیقی فرحت وہ ہے جو ارواح قدسیہ و ابدان ملکوتیہ کے لئے شاہدۂ جلال کے قربِ شہود سے صادر ہو۔ عارف کی روحِ جمالی اسی وجہ سے فرحت میں ہے کہ وہ اپنے رب تعالیٰ کے جمال سے ہی فرحت پاتی ہے وہی جمال الٰہی ہر قسم کی خوشی ہے۔ اے عقل والے کیا تو نے میرا کلام سمجھ لیا۔ یاد رکھ کہ جب عارف صادق معرفت کے دریاؤں میں ڈوبتا ہے تو اس کے باہمت اعمال اس کی فرحت سے زیادہ ہوتے ہیں کیونکہ جو فرحت بندے نے قربِ رحمانی سے پائی وہ بندے کی حالت کے مقدور سے محدود ہے لیکن جو باقی ہے وہ غیر محدود ہے اور پائی ہوئی فرحت محدود محجوب ہونے کی بنا پر کچھ حیثیت نہیں رکھتی محدود پر ٹھہر جانا وہ علت ہے جس سے اکثر بندے بے خبر ہیں عارف بندہ ہمتوں کے دریاؤں میں ہمیشہ مستغرق رہتا ہے کیونکہ اس کا ادراک عزت جلال تک پہنچنے سے قاصر و عاجز ہے اس لئے کہ جلالِ ربانی مدرکین کے ادراک سے بہت دور ہے اور کسی کا احاطہ عرفانی ہے ... ذات و صفات کبریا ہر وہم و فہم سے

ورآء ہے۔ بعض بزرگوں نے فرمایا کہ ہر بندے کا عمل اس کی کوشش وحرکت کے مطابق ہوتا ہے۔ سعید وہ جس نے اپنے حصے کو جذب کرلیا اور اس کے سینے میں حق کا حصہ وارد ہوگیا۔ امام واسطی نے فرمایا کہ عارفین وواقفین کے ساتھ انوارِ حق کی تاثیر ان کی ہمت کی مقدار سے ہوتی ہے نہ کہ ان کی کوشش وحرکت عملی کی مقدار سے کیونکہ عارف کا معروف رب تعالیٰ ہے اور کوئی بندہ اپنی جہد واجتہاد سے اپنے معروف تک نہیں پہنچ سکتا۔ جس نے بھی یہ گمان کیا کہ وہ اپنے عمل سے اپنے مولیٰ تک پہنچا ہے تو اس نے باطل وجھوٹا گمان کیا عنایت ربانی جسموں اور روحوں میں سبقت لے جاتی ہے اسی لئے معرفت والے رب تعالیٰ کی طرف پہلے پہنچا دیئے جاتے ہیں عاملین سے بھی پہلے لہٰذا جس نے اپنے اعمال پر اعتماد کیا تو وہ غرور کے کانٹوں میں پڑا رہے گا ایسا بے وقوف شخص تکمیلِ خواہشات پر ہی فَرِحُوْنَ ہے۔ یہی معنی ہے كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ۔ بندہ اس چیز سے کیسے خوش ہوسکتا ہے جو اس کے پاس ہے وہ نہیں جانتا اس کو جو علمِ الٰہی میں پہلے ہو چکا۔ اے بندے تو اپنی دنیاء آب وگیاہ پر کیوں مسرور ہوگیا۔ جلالِ باری تعالیٰ کے کعبۂ تجلیات کے قرب میں اعتکاف بیٹھنے والے ہر وقت عبادت میں رہنے کے باوجود معترف ہیں کہ ہم نے حقِ عبادت ادا نہ کیا نہ کرسکتے ہیں اور جمالِ ربانی کے واصفان وثنا خوانِ کلیہ حیرت میں ہیں کہ ہم نے رب تعالیٰ کو حق معرفت سے نہ پہچانا۔ زبانِ عارف کہتی ہے کہ بندہ بے دل ہے۔ مولیٰ تعالیٰ بے نشان ہے اور بے دل والا بے نشان والے کی کیا توصیف کرسکتا ہے۔ عاشقانِ الٰہی تو اپنے مطلوب کے مقتول ہوتے ہیں۔ مقتول سے تو کوئی آواز ہی نہیں نکلتی اور عارفین کشتگانِ خنجر تسلیم ہیں اس لئے مہر بلب خاموش ہیں مگر یہ منکرین دعویدار صداقت وحقانیت ہیں اس لئے فَذَرْهُمْ فِيْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِيْنٍ اے مرشدِ عارفین ان مدعیان باطلین کو ان کے بحرِ ظلمات دریاء کذبیات میں غوطہ زن چھوڑ دے۔ نظریات وعقائد کی ہلاکتِ فنا تک اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ۔ کیا گمان کرتے ہیں یہ دنیوی مال اولا د والے بے فکر وبدعمل لوگ یہ جسمی صحت نفسی ہمت اعضاء کی قوت حیوانیت حساسیت جو ہم نے ان کو عطا فرمائیں ان کے لئے بھلائیاں ہیں تاکہ لذتیں پالیں ظلم کمالیں۔ نہیں ایسا نہیں بلکہ قالب ناسوتی امتحان گاہ جبروتی ہے۔ اللہ تعالیٰ امتحان لیتا ہے دنیا میں بندوں کا پانچ چیزوں سے۔ زینت۔ لذت۔ مال۔ اولاد۔ مرتبے کی بھلائیاں وخیرات دے کر تاکہ امتحانی رستوں سے کٹ کر گمراہ ہوجائیں اور مشاہدۂ رحمٰن سے محروم کر دیئے جائیں۔ لہٰذا جن بے وقوفوں نے لذتیں حاصل کیں وہ مشاہدۂ جمال سے محروم کر دیئے گئے مگر وہ یہی سمجھتے رہے کہ ہم مقبول ہوگئے اور ہم نے تمام راحتیں پالیں اور ہم کو دنیوی مقام ومرتبے دیئے گئے اور یہ نہ جانا کہ یہ استدراج امتحان ہے نہ کہ منزل ومنہاج یا اخروی انعام۔ جس کو دنیا میں لذت دی گئی اور اس نے اس کو فرحتِ سرور سمجھا تو اس کے لئے ابدی وبال ہے کیونکہ لذاتِ دنیوی نفع اشیاء فانیہ کی امداد مسارعةِ فِي الْخَيْرَاتِ نہیں ہے بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ بلکہ وہ حمقاء دنیا اس بات کا شعور وفہم نہیں رکھتے لیکن وہ بندہ جو اطاعت عبادت مجاہدے کی زینت سے مزین ہو وہ سدا بہار برکت ورحمت میں ہے کیونکہ نفس فانی ہے مال مصیبت ہے اولاد فتنہ ہے جو شخص ان کے جمع اور حفاظت میں عمر لگائے دل جمائے وہ بھلائیوں سے کٹ گیا۔ اطاعت الٰہی افضل ہے قلت دنیا سے نیکیوں میں جلدی کرنا شرور سے پرہیز کرنے کا نام ہے۔ پہلا شر حبِ دنیا ہے اور دنیا شیطان کی کھیتی ہے۔ کفار وفساق شیطان کے مزارع اور شیطان کے بندے ہیں۔ [illegible] تعالیٰ شیطان کا بڑ[illegible] لے اِنَّ الَّذِيْنَ

هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ۔ بیشک وہی لوگ مسارعتِ خیرات کی نعمت پانے والے ہیں جن کو نیکیوں کی توفیق ملی اور جو اعمال میں خشیت اشفاق رکھنے والے ہیں ان ہی کے پاس توفیق کی دولت ہے۔ یہی طاعات موافقات مجاہدات کی زینتوں میں مصروف ہیں۔ تین عمل افضل عبادت و اکمل اطاعت ہیں۔ ۱۔ مخالفت نفس۔ ۲۔ قلت دنیا۔ ۳۔ دنیا و اہل دنیا سے قلبی نفرت۔ مسارعت فی الخیرات شرور سے ہٹنا سرور سے بچنا ہے۔ وہی خوش بخت ہے جسے اشفاق ہے کیونکہ اشفاق سے انفاق ہے۔ اور انفاق سے ابدی اِنعام ہے اور اِنعام میں اکرام ہے۔ وہ لوگ جو ہر وقت رب تعالیٰ کے جلال و عظمت کی تعظیم کرنے والے ہیں اس کی تجلیات کی روایت کے بعد وہی ہیں تا عمر فراق حسرت سے کامل ڈرنے والے اور مشفقون ہیں کسی بھی حادثاتی بُعد بارگاہ سے۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۸﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ
اور وہ لوگ بھی جو اپنے رب تعالیٰ کی تمام آیتوں نشانیوں پر سچا ایمان لاتے ہیں اور وہ لوگ بھی جو کسی چیز کو
اور وہ جو اپنے رب کی آیتوں پر ایمان لاتے ہیں اور وہ جو اپنے
بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ
اپنے رب تعالیٰ کا شریک نہیں مانتے اور وہ لوگ بھی جو صدقات بھی دیتے رہتے ہیں جو بھی دیں حالانکہ ان کے دل ناراضی
رب کا کوئی شریک نہیں کرتے اور وہ جو دیتے ہیں جو کچھ دیں اور ان کے دل ڈر رہے ہیں
وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ﴿۶۰﴾ اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ
رب تعالیٰ سے خوف زدہ ہیں کہ آخر ایک دن اپنے رب تعالیٰ کی طرف لوٹنے والے ہیں یہی وہ سب لوگ ہیں جو جلد کرتے
یوں کہ ان کو اپنے رب کی طرف پھرنا ہے یہ لوگ بھلائیوں میں
فِي الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا
ہیں نیکیوں میں اور یہی لوگ اچھائیوں کیلئے سبقت لے جانے والے ہیں اور ہم تکلیف نہیں دیتے کسی بھی جان کو مگر
جلدی کرتے ہیں اور یہی سب سے پہلے انہیں پہنچے اور ہم کسی جان پر بوجھ نہیں رکھتے مگر اس کی
وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۶۲﴾
اسکی برداشت کے مطابق اور ہمارے پاس ایک ایسی کتاب ہے جو ہمیشہ حق بولتی ہے اور وہ کوئی بھی ہوں ظلم نہ کیے جائیں گے
طاقت بھر اور ہمارے پاس ایک کتاب ہے کہ حق بولتی ہے اور ان پر ظلم نہ ہوگا

تعلقات

ان آیات پاک کا پچھلی آیات [illegible] کفار اور دنیا پرستوں کے گمان

کا ذکر فرمایا گیا۔ اب ان آیات میں حق پرستوں کے ایمان کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیات میں بتایا گیا کہ کچھ لوگ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ڈر اور ہیبت اور جلال سے سہمے رہنے والے ہیں۔ اب ان آیات میں ان پیارے بندوں کی نشاندہی فرمائی جا رہی ہے کہ وہ لوگ وہ ہیں جو انبیاء علیہم السلام پر ایمان لاتے ہیں۔ **تیسرا تعلق:** پچھلی آیات میں اللہ تعالیٰ کی بھلائیاں عطا فرمانے کا ذکر فرمایا گیا کہ رب تعالیٰ بندوں کو جلدی جلدی بھلائیاں عطا فرماتا ہے۔ اب ان آیات میں نیک متقی مومن بندوں کی بھلائیوں کا ذکر فرمایا جا رہا ہے کہ اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ یعنی مومن وہ ہیں جو بھلائیاں فوراً جلدی کرتے ہیں۔

تفسیر نحوی

وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۸﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ﴿۶۰﴾ اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ﴿۶۱﴾۔ واؤ عاطفہ اَلَّذِيْنَ اسم موصول جمع هُمْ ضمیر مبتدا ب حرف جر بمعنی علی آیات اسم جمع مونث سالم اس کا واحد ہے۔ آیۃ مراد ہے کلام الٰہی مضاف ہے ربھم مرکب اضافی ترجمہ ہے اپنے رب کی آیتوں پر یہ مرکب اضافی مضاف الیہ ہے آیات کا دونوں مل کر مجرور ہوا ب سے جار مجرور مل کر متعلق مقدم ہے يُؤْمِنُوْنَ باب افعال کا فعل مضارع حال مثبت معروف جمع مذکر مصدر ہے اِيْمَانٌ ترجمہ ہے ایمان لانا اس کا فاعل ہے ضمیر صیغہ پوشیدہ يُؤْمِنُوْنَ فعل فاعل متعلق مقدم سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر ہے هُمْ مبتدا کی دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو کر صلہ ہے اَلَّذِيْنَ کا دونوں مل کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ اَلَّذِيْنَ اسم موصول هُمْ مبتدا بِرَبِّهِمْ۔ مرکب اضافی جار مجرور متعلق مقدم ہے لَا يُشْرِكُوْنَ باب افعال کا مضارع منفی معروف حال جمع مذکر غائب مصدر ہے اِشْرَاكٌ شِرْكٌ سے بنا ہے۔ معنی ہے بت پرستی کا شرک نہیں کرتے۔ یہ فعل فاعل متعلق مقدم مل کر جملہ فعلیہ منفیہ خبریہ ہو کر خبر مبتدا۔ یہ دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو کر صلہ موصول صلہ مل کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ۔ اَلَّذِيْنَ اسم موصول جمع مذکر يُؤْتُوْنَ باب افعال کا مضارع حال مثبت معروف جمع مذکر اس کا مصدر ہے ایتاءٌ اتیٌ سے بنا ہے مصدر اور مادہ دونوں متعدی ہیں ترجمہ ہے دینا مصدر دراصل تھا اِاْتَایٌ تعلیل سے ہوا ایتاء يُؤْتُوْنَ دراصل یوتیون۔ تعلیل سے ہوا۔ يُؤْتُوْنَ۔ اس کا فاعل ضمیر صیغہ هُمْ پوشیدہ مرجع سب ضمیروں کا ہے اَلَّذِيْنَ ما اسم موصول اٰتَوْا۔ باب افعال کا ماضی مطلق مثبت معروف۔ دراصل اَاْيَتَوْا ہے صیغہ جمع مذکر غائب اس کا فاعل ضمیر صیغہ۔ یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا ما کا۔ دونوں مل کر مفعول بہ ہے يُؤْتُوْنَ کا یہ فعل فاعل مفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر ذوالحال ہے۔ واؤ حالیہ قلوب جمع ہے قلب کی قلب کا لغوی معنی بدلنا۔ پھرنا۔ دھڑکنا۔ مراد ہے جسمانی دل قُلُوْبُ مضاف هُمْ یہ مرکب اضافی مبتدا ہے۔ وَجِلَةٌ اسم صفت مشبہ مونث بروزن فَعِلَةٌ بَصِرَةٌ وَجَلٌ سے مشتق ہے۔ اس کا مذکر ہے وجیل اور وجول۔ بروزن فعیل اور فعول۔ وجل کا معنی ہے نشیبی گڑھا ہونا اصطلاح میں ہے ڈر کی جگہ۔ کمزور بوڑھے لوگوں کو وجول کہا جاتا ہے یہاں معنی ہے خوف زدہ ہونے والا ڈرنے والا۔ اَنَّ حرف مشبہ هُمْ ضمیر منسوب متصل اس کا اسم ہے۔ الی جارہ برائے انتہاء ربھم مرکب اضافی مجرور متعلق مقدم ہے راجعون باب ضرب کا اسم فاعل جمع مذکر رجع سے مشتق ہے بمعنی لوٹنا۔ اس کا فاعل هُمْ ضمیر صیغہ پوشیدہ یہ اسم فاعل [illegible] پوشیدہ فاعل اور متعلق مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ ہو

کر خبر اِنَّ ہے۔ یہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مفعول بہ ہے وَجِلَةٌ کا۔ یہ صفت مشبہ ہے اپنے مفعول بہ اور پوشیدہ فاعل ھَا ضمیر سے مل کر خبر ہے قُلُوْبُهُمْ مبتدا کی ھَا ضمیر کا مرجع قُلُوْبُهُمْ ہے یہ مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ ہو کر حال ہے یُؤْتُوْنَ کے جملے کا۔ ذوالحال مل کر صلہ ہوا۔ اَلَّذِیْنَ کا یہ موصول صلہ مل کر معطوف ہوا سابقہ وَالَّذِیْنَ پر سب عطف مل کر اسم ہے۔ اِنَّ کا۔ اُولٰٓئِکَ اسم اشارہ برائے جمع اس کا مشار الیہ اَلَّذِیْنَ کے چاروں جملے یعنی وہ لوگ جن کی چار صفاتی شانیں ہیں۔ ۱۔ مُشْفِقُوْنَ۔ ۲۔ یُؤْمِنُوْنَ۔ ۳۔ لَا یُشْرِکُوْنَ۔ ۴۔ یُؤْتُوْنَ وَقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ۔ اُولٰٓئِکَ مبتدا یُسَارِعُوْنَ۔ باب مفاعلة کا فعل مضارع حال مثبت معروف جمع مذکر غائب اس کا مصدر ہے مُسَارَعَةٌ۔ سرعةٌ سے مشتق ہے فی الخیرات یہ جار مجرور متعلق ہے یُسَارِعُوْنَ فعل با فاعل پوشیدہ ضمیر صیغہ اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ۔ ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مرفوع منفصل مبتدا ہے۔ لَھَا لام حرف جر تعدیہ کا۔ ھا ضمیر واحد مونث کا مرجع خیرات ہے یہ جار مجرور متعلق مقدم ہے۔ سٰبِقُوْنَ باب ضرب کا اسم فاعل جمع مذکر سَبْقٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے آگے بڑھنا۔ سبقت لیجانا۔ پیش قدمی کرنا اس کا فاعل پوشیدہ ضمیر صیغہ جس کا مرجع ہے اُولٰٓئِکَ۔ یہ اسم فاعل اپنے فاعل اور متعلق مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف ہے یُسَارِعُوْنَ کے جملے پر یہ دونوں عطف مل کر خبر ہے اُولٰٓئِکَ مبتدا کی یہ مبتدا کی خبر مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے اِنَّ کی وہ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ وَلَا نُکَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَیْنَا کِتٰبٌ یَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَھُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ۝ ۔ واؤ سر جملہ۔ لَا نُکَلِّفُ باب تفعیل کا مضارع منفی حال و مستقبل معروف جمع متکلم کَلْفٌ سے بنا ہے اس کا مصدر تَکْلِیْفٌ۔ ترجمہ ہے بوجھ ڈالنا۔ لادنا۔ مراد ہے شرعی احکام کا مکلف کرنا۔ شریعت میں سختی قائم کرنا۔ اس کا فاعل ہے نحنُ ضمیر جس کا مرجع ہے اللہ تعالیٰ نفسا اسم مفرد جامد بمعنی جان مراد ہے انسان مرد و عورت۔ مفعول بہ ہے یہ مستثنیٰ منہ منقطع ایک قول میں متصل ہے اِلَّا حرف استثنا وُسْعَ اسم حاصل مصدر جامد مفرد مذکر بمعنی ہمت' قوت' گنجائش' یہاں تینوں معنی مراد ہیں یہ مضاف ہے ھَا ضمیر واحد مونث غائب مجرور متصل مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی مستثنیٰ ہے۔ نَفْسًا اپنے مستثنیٰ سے مل کر مفعول بہ ہوا۔ لَا نُکَلِّفُ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو گیا۔ نَفْسًا چونکہ مونث لفظی ہے اس دلیل سے کہ اس کی تصغیر نُفَیْسَةٌ آتی ہے۔ اس لئے اس کی ضمیر ھا مونث لائی گئی۔ واؤ سر جملہ لَدَیْنَا یہ دو لفظ ہیں۔ لدیٰ اور نا۔ لدیٰ اسم ظرف مکان غیر متمکن (نا قابل اعراب) جنسی فرع ہے۔ ترجمہ ہے پاس' قریب' طرف' یہاں بمعنی پاس ہے۔ لفظ لدیٰ مثل علی اور الیٰ جب کسی ضمیر کا مضاف بنتا ہے تو لَدَیْ ہو جاتا ہے مثلاً لَدَیْهِ' لَدَیْکُمْ' لَدَیْنَا' جس طرح عَلَیْهِ۔ اِلَیْهِ وغیرہ لدیٰ لدن کی ہی شکل ہے لدیٰ مضاف نَا ضمیر جمع متکلم مجرور متصل مضاف الیہ مرجع ہے اللہ تعالیٰ یہ مرکب اضافی مبتدا ہے۔ کِتٰبٌ اسم مصدر بمعنی مکتوب اسم مفعول بمعنی لکھا ہوا مراد ہے لوح محفوظ یا اعمال نامہ۔ موصوف ہے یَنْطِقُ باب ضرب کا مضارع حال مثبت معروف واحد مذکر غائب نُطْقٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے بولنا۔ بِ جارہ تعدیہ (مفعولیت) کی الف لام استغراقی بمعنی تمام' ہر' سب حق اسم مفرد جامد بمعنی سچ یہ جار مجرور مل کر متعلق ہے یَنْطِقُ کا۔ اس کا فاعل ھُوَ ضمیر پوشیدہ کا مرجع کتاب ہے۔ یہ فعل فاعل متعلق مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صفت ہے۔ کتاب موصوف اپنی اس صفت سے مل کر خبر ہے لَدَیْنَا مبتدا کی دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ واؤ سر جملہ ھُمْ ضمیر مرفوع منفصل مبتدا ہے اس کا مرجع ہے نَفْسًا استغراقی یا جنسی یعنی کوئی نفس بھی۔ لَا یُظْلَمُوْنَ۔ باب ضرب کا

مضارع مستقبل منفی مجہول جمع مذکر غائب ظُلْمٌ سے مشتق ہے۔ اس کا نائب فاعل ھُمْ ضمیر پوشیدہ یہ دونوں مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے۔ ھُمْ مبتدا کی دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ

وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۸﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ﴿۶۰﴾ اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۶۲﴾ ۔ اولاً چار انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر نام بنام فرمایا گیا پھر ان کی نافرمان قوموں کی کفریہ خصلتیں بیان کی گئیں۔ انبیاء میں نوح علیہ السلام حضرت موسیٰ حضرت ہارون حضرت عیسیٰ ابن مریم (نجی اللہ۔ کلیم اللہ۔ وزیر کلیم۔ مسیح) علیہم السلام کے اسماء گرامی مذکور ہوئے۔ کفار اقوام کی کفریہ خصلتوں میں چار خصلتیں بیان فرمائی گئیں۔
۱۔ فَتَقَطَّعُوْٓا۔ یہ کہ انہوں نے دین انبیاء چھوڑ کر اپنی مرضی کے باطل مذہب بنا کر قوم کو فرقے اور حزب بنا دیا اتحاد ملی کو پارہ پارہ کر دیا۔ ۲۔ فَرِحُوْنَ مغرور ظالم۔ ۳۔ غَمْرَتِهِمْ۔ یہ کہ سرکشی میں بدمست۔ ۴۔ اَيَحْسَبُوْنَ۔ کفار کی خوش گمانی باطل و نقصان دہ ہے فرمایا گیا تھا کہ یہ فرقہ باز گروہ راہِ حق سے دور تبلیغ انبیاء سے نفور نہ دین حق کا کچھ بگاڑ سکے نہ اہل ایمان کا۔ بلکہ اپنے ہی اعتقادی اتحاد کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے فرقے بناتے رہے۔ مگر دین حق کے شیدائی۔ انبیاء علیہم السلام کے فدائی روزِ اوّل سے تا قیام قیامت خلوص و محبت زہد و تقویٰ کی خشیت اور ایمان عرفان، سخاوت، وجلان، رجوع الی اللہ کے ایقان کی ان عادات حمیدہ خصلات حنیفہ طبیعات سعیدہ، مزاجیات ذکیہ میں اس طرح قائم دائم ثابت و صادق چلے آرہے ہیں کہ ہر زمان و مکان ہر ابتلاء و امتحان میں ہر امت مومن ہر نیکی میں سارعون بن گئے اور ہر انعام میں سابقون بنا دیئے گئے۔ خشیت ان کے باطن میں اشفاق ان کے ظاہر میں ایمان ان کے دماغوں میں توحید ان کے سینوں میں سخاوت ان کے جسموں میں۔ عبادت ان کے اعضاء میں۔ وَجِلَةٌ ان کے قلبوں میں۔ رجوع الی اللہ ان کے عقیدوں میں اس طرح سرایت کر گیا کہ ان کا وجود سراپا نقشہء ایمان و دفتر معرفت رحمٰن بن گیا۔ اور بندۂ مومن قاری سے قرآن، مومن سے ایمان، عارف سے عرفان لگنے اور نظر آنے لگا۔ یہی سب کیفیات دین الٰہی کا مجموعہ کاملہ و ضابطہء صادقہ ہے۔ ان ایمانیات کو علیحدہ علیحدہ اَلَّذِيْنَ سے بیان فرمانے میں چار اہمیتوں کا بیان مقصود ہے اوّلاً یہ کہ ہر مومن کی تکمیل ایمان ان ہی ایمانی خصلتوں سے ہے دوم یہ کہ یہی دین حق کے بنیادی عقائد ہیں سوم یہ کہ ان ہی خصائل حمیدہ سے ازلی اشرفیت، ابدی افضلیت، دنیوی اکبریت، اخروی اکبریت کی عطاء قائمہ و بقاء دائمہ نصیب ہوتی ہے۔ ان آیتوں کی ترتیب نے بتایا کہ خشیت ہو تو اشفاق کی سعادت ملتی ہے اور اشفاق سے ایمان کی توفیق اور ایمان ہو تب ہی توحید مفید ہے۔ توحید کی امانت بندۂ مومن کے سینے میں ہو تب ہی عبادت و سخاوت قبول ہوتی ہے۔ اور جب بندے کو عبادتِ مقبول و سخاوتِ محمود نصیب ہو جائے تب ہی دل میں رجوع الی اللہ کے قرب کا شدۃ خوف اور وجلہ عظیم نصیب ہوتی ہے۔ اور مُشْفِقُوْنَ ربانی ہی وہ خوش نصیب ہیں جو اپنے رب تعالیٰ کی تنزیلی، تکوینی، عرشی، فرشی، ذاتی صفاتی، اصولی فروعی تمام آیتوں پر قلب و زبان عقل و اذہان کے تفکر تدبر تعلم سے عملی قولی اقراری تصدیقی سچا پکا دائمی ایمان لاتے ہیں اور ایمان مومن سے محبت [illegible] ایمان کو [illegible] سمجھتے ہوئے تا عمر

اس دولت ایمانی کی حفاظت کرتے ہیں اس طرح کہ اغیار و اشرار کی تحریر و تقدیر اور مجالس بداں صحبت شیطاناں سے بچاتے اور بچے رہنے کی دعائیں مانگتے ہیں آیاتِ الٰہیہ آٹھ قسم کی ہیں۔ ۱۔ تنزیلی یعنی تمام کتب وصحف کا کلام الٰہی۔ ۲۔ تکوینی یعنی زمین و آسمان بلکہ خود وجود انسان میں عقل والوں کے لیے قدرت کی بڑی آیات ہیں۔ ۳۔ عرش اعظم۔ ۴۔ فرش عظیم۔ ۵۔ ذاتی۔ ۶۔ صفاتی۔ ۷۔ اصولی۔ ۸۔ فروعی کے پتے پتے میں قدرت الٰہیہ کے آیات ونشانات ہیں آیات تنزیلیہ و تکوینیہ کو صرف بصارت نظری و نظارت چشمی سے دیکھنا ایمان نہیں یہ تو بدیہی ہے کفار بھی دیکھتے رہتے ہیں بلکہ بصیرتِ فکری اور فراست استدلال سے آیات کبریائی کو دیکھنا ایمان ہے اسی لئے کامل ایمان والے وہ ہیں جو تنزیل کی تصدیق تکوین کی تحقیق ذات کی تسلیم صفات کی تائید وجود خاکی و عرشی میں تدبر آفاق میں تفکر کرتے ہیں۔ تقدیر پر یقین اور تدبیر پر تعمیل۔ حکمت پر غور کرتے ہیں۔ ان ہی لوگوں کا ایمان ہے کہ

ہر ورقے دفتریست معرفتِ کردگار

اور وہی لوگ ہیں جو اپنے رب تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتے نہ توحید ربوبیت میں نہ خالقیت میں اور نہ توحید الوہیت میں نہ شرک جلی سے نہ شرک خفی سے۔ توحید باری تعالیٰ کی چھ حقیقتیں ہیں۔ ۱۔ وحدت ربوبیت۔ ۲۔ وحدت خالقیت۔ ۳۔ وحدت مالکیت۔ ۴۔ وحدت حاکمیت۔ ۵۔ وحدت ملکیت قابضیت۔ ۶۔ وحدت الوہیت۔ ان میں سے پہلی پانچ کو کفار بھی مانتے ہیں چنانچہ اسی سورۃ مومنون کی آیت ۸۵ سے ۸۹ تک اسی کا ذکر ہے کہ کفار عرب اللہ تعالیٰ کو رب کائنات' مالک' حاکم' قابض وحدہٗ لاشریک مانتے ہیں۔ اور سورۃ لقمان آیت ۲۵ و سورۃ زمر آیت ۳۸ و سورۃ عنکبوت آیت ۶۱ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ۔ ترجمہ۔ اور اگر آپ ان کفار سے پوچھیں کہ کس نے پیدا کیا ہے آسمانوں کو اور زمین کو اور کس نے مسخر کیا ہے اپنے قبضہ قدرت میں سورج اور چاند کو تو فوراً بولیں گے کہ صرف اللہ نے یہاں اپنے بتوں کا نام نہ لیں گے کیونکہ بتوں کی بے بسی مجبوری اور اپنی دست تراشی خراشی بناوٹی مخلوقیت کو جانتے مانتے پہچانتے ہیں لیکن یہ ظالم و بدبخت کفار توحید الوھیت کو نہیں مانتے کیونکہ اس میں کسی کا زور نہیں لگتا۔ بڑی آسانی سے اپنے بتوں کو گھسیڑ لیتے ہیں۔ اور بتوں کو الٰہ مان لیتے ہیں یہ ایسی کازبانہ ڈھٹائی و بے انصافی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ حلیمی رحیمی کریمی نہ فرماتا یا فرمائے تو ایک ساعت بھی کوئی مشرک زمین پر نہ ٹھہر سکے کیونکہ جب تک کوئی شخص توحید الوہیت کو نہ مانے اگرچہ تمام صفات وحدانیت کو قلب و زبان کے عقیدے سے مان لے مگر مومن نہ بنے گا مومن صرف وہ بندہ ہے جو ہر صفت میں اللہ تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک مانے نہ شرک جلی و ظاہری کرے نہ شرک خفی و باطنی کرے۔ شرک جلی یہ ہے کہ مثال کفار کسی کو اللہ کے علاوہ معبود سمجھے شرک خفی سے بچنا یہ کہ عبادت میں ریا نہ ہو عدالت میں غیر اللہ کا قانون نہ ہو تجارت پر بھروسہ نہ ہو دولت دنیا پر غرور نہ ہو دنیا پرستی نہ ہو کہ نہ حرام کی پرواہ رہے نہ عبادت کی فکر رہے نہ موت کی تیاری کرے۔ علاج کو صرف دوا سمجھا جائے نہ کہ شفاء غیر اللہ کی قسم کو بھی حدیث مقدس میں شرک فرمایا گیا ہے اسی حدیث پاک سے استنباط فرما کر اکثر مفسرین قسم غیر اللہ کو مثل بت پرستی شرک سمجھتے ہیں کچھ فقہاء نے اس کو شرک خفی فرمایا۔ سجدۂ تعظیمی بھی غیر اللہ کو ہر شریعت میں حرام ر[illegible] شرک جلی و ظلم عظیم [illegible] کہ اسلام کی کوئی بات چھوڑ کر اپنا ذاتی رواج اپنانا

بھی شرک خفی ہے۔ مثلاً اسلام کا حکم ہے کہ ہر مسلمان آنے جانے کے وقت السلام علیکم کہے جواب میں وعلیکم السلام کہا جائے مگر شیعہ لوگوں نے یہ حکم اسلامی چھوڑ کر اپنی مرضی کا یا علی مدد بنا لیا۔ اور جہلا نے خدا حافظ یا اللہ حافظ کو سلام بنا لیا۔ بعض گمراہوں نے توہین کو توحید سمجھ لیا یہ تمام باتیں بدعت سیئہ اور صفات مومنین کے خلاف ہیں۔ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ کا کامل و حقیقی معنی یہ ہے کہ حکم ربانی کے سوا ذرہ بھر اپنی مرضی کو دین میں شامل نہ کیا جائے اور ایمان والے لوگوں کی ایک خاص نشانی یہ بھی ہے کہ وہ بندے اللہ تعالیٰ کی راہ و رضا میں جو کچھ بھی صدقہ و خیرات زکوٰۃ۔ قربانی' نذر نیاز' نفلی واجبی دن رات ادا کرتے ہیں اس کے باوجود پھر بھی ان کے دل شدت خوف کبریا سے ڈرتے دھڑکتے رہتے ہیں اس ہیبت سے کہ ایک دن وہ اپنے رب تعالیٰ کے حضور جب پیش ہوں گے تو کس طرح پیش ہو سکیں گے اور ہمارے اعمال قبولیت کے لائق ہیں یا نہیں کبھی کمی عمل کا خدشہ کبھی کمزوری اعمال کا تصور۔ روایت میں ہے انبیاء علیہم السلام میں نوح علیہ السلام اور صحابہ کرام میں صدیق اکبر وَجِلَۃً جلال الٰہی سے بہت روئے اور ہر وقت غمزدہ رہتے تھے۔ صدیق اکبر نے فرمایا کہ بندے کو اس وقت تک ہیبت جلال سے بے خوف نہ ہونا چاہئے کہ اس کا ایک پیر جنت کے اندر اور ایک باہر ہو۔ کیا معلوم کہ ایسی حالت میں بھی حکمت الٰہیہ کا فیصلہ بدل جائے۔ فاروق اعظم بوقت وفات بہت روئے کسی نے عرض کیا یا امیر المومنین آپ تو مقبول بارگاہ ہیں۔ تمناء محبوب رب العلمین و مرادِ رسول اللہ ہیں۔ فاروقِ اعظم نے فرمایا کہ عمر کی خطائیں معاف ہو جائیں محاسبہ سے چھوٹ جائے تب بھی غنیمت ہے شکر و احسان ہے۔ مولیٰ علی جب بھی نماز میں کھڑے ہوتے تو وجلۃ الٰہیہ سے رنگ زرد ہو جاتا جسم ڈھیلا پڑ جاتا اور اس طرح لرزتا جس طرح سردی کی کپکپاہٹ کسی نے عرض کیا یا مولیٰ علی اس کی کیا وجہ۔ فرمایا کہ ہیبت صمدیت کا دھڑکا لگا رہتا ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ یہی کامل مومن کی نشانی ہے کہ اپنی نیکیاں اس کی نگاہ میں ہیچ لگتی ہیں محاسبے کا خوف رہتا ہے یہی وہ خوش بخت و دلنواز لوگ ہیں جو حیات دنیوی کی ساعتوں کو ضائع نہیں ہونے دیتے لہو و لعب میں نہ عبث و خبث میں نہ جہالت و حماقت میں بلکہ ہر قسم کی چھوٹی بڑی نیکی میں جلدی مشغول و مصروف ہوتے ہیں۔ اس طرح کہ اصلاح ذات تکمیل صفات عادات حسنات عملیات عبادات ترقی حالات میں لگے رہتے ہیں اور یہی ہیں جو دنیوی زندگی کو رغبت اطاعت لذت عبادت ذوق تلاوت۔ شوق اتباع' استغنا ما سوا اللہ اطمینان فی الاعمال میں خرچ کرتے ہیں یہ خوش نصیب بندے دنیا میں سبقت کرنے والے ہیں آخرت میں اپنے رب تعالیٰ سے سبقت کا انعام پانے والے ہیں ازل میں قالوا بلیٰ سے امانت الٰہیہ کی سبقت پانے والے دنیا میں دولت ایمان کی سبقت پانے والے۔ قبر میں بشاشت اعمال کی سبقت۔ حشر میں کامیابی امتحان کی سبقت آخرت میں کرامت انعام کی سبقت جنت میں وجاہت انوار کی سبقت پانے والے ہیں کیونکہ یہ اہل ایمان سرعت خیرات میں سب سے آگے بڑھنے والے ہیں اس لئے فضیلتِ انعام میں سب سے آگے کئے جانے والے ہیں تدبیر عمل میں سابقون ذاتی ہیں۔ تقدیر ازلی میں مَسْبُوْقُوْنَ صفاتی ہیں۔ سرعت کرتے ہیں خوف سے تو سبقت پاتے ہیں ذوق سے۔ یہی سارعین ہیں خیرات میں اور سابقین ہیں انعامات میں یہی بندے مطیعین کبریا اور متبعین مصطفیٰ ہیں۔ صدیقین برملا ہیں۔ ان کے لئے ہی مبشرات ساطعہ فی الالہام ہیں اور رویاء صالحہ فی المنام ہیں۔ ان پیاروں کو وہ رغبت سعید نصیب ہوئی کہ نہ عبادت میں کبھی سستی نہ سخاوت میں کبھی مستی نہ تعظیم میں غفلت نہ بے ادبی میں جرأت عبادت سے وقفہ تجارت سے بے پرواہ دین میں سستی

نہیں دنیا میں چستی نہیں اور اے لوگو یہ افعال اعمال ایمان وعقائد۔ اجسام انسانی اعضاء جسمانی پر قوت ایمانی کے لئے کچھ مشکل نہیں۔ اس لئے کہ وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا۔ اور ازل سے ہی عادتِ کریمانہ یہ ہے کہ ہم کسی جان وجسم پر کوئی بھاری بوجھ دل سوز، جگر دوز کمر توڑ فرضی واجبی لازمی ذمہ داری نہیں ڈالتے مگر وہی ذمہ داری ہم بندوں کے جسم وہمت وسعت گنجائش کے مطابق ہو نہ ہماری خشیت میں کلفت نہ ایمان میں محنت نہ عقائد میں مشقت نہ وجلت میں گھبراہٹ نہ سرعت میں تھکاوٹ۔ اے وہ لوگو جو خشیت سے مغرور ایمان سے مفرور۔ شرک سے مسرور وجلت سے دور خیرات سے نفور عبادت سے بے شعور ہونے والے ہو یاد رکھو کہ ہمارے دین کے بتائے ہوئے مومنوں کے اپنائے ہوئے یہ اخلاق اعلیٰ سیرت بالا کردار طیبہ اعمال صالحہ اقوالِ طالعہ فوقِ بشری طاقت انسانی سے زیادہ بھاری وبوجھل نہیں۔ تم ہی جیسے جسم وجان ہمت وقوت فطرت و جرأت والے ان انسانوں نے جو تمہاری ہی اصل نسل قومی لوگوں کے ابدان ومردان نے توحید پر ایمان شریعت اسلام احکامِ قرآن۔ نبی کریم کے فرمان کو نہایت ذوق شوق آسانی واطمینان سے مان کر يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ ہیں یہ دین حق اتنا آسان ہے کہ اس سے زیادہ دنیا کی کوئی چیز آسان نہیں باطل وخود ساختہ دین تو بیحد مشکل ہیں۔ یہ کفار کتنے نادان ہیں کہ آسان کو مشکل اور مشکل کو آسان سمجھ رہے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کا دین مشکل ہوتا تو کوئی بھی اب پر ایمان وعمل نہ کر سکتا حالانکہ اہل ایمان دل وجان سے اس پر عامل وکامل ہیں اس دین حق میں ہر انسان کے لئے آسانیاں ہیں اس طرح کہ بچپن، بڑھاپا، تندرستی، بیماری، مجبوری، معذوری، امیری غریبی، عورت ومرد مقیم مسافر، حائضہ، آئسہ، حاملہ، باکرہ، ثیبہ، مومن مومنہ کے حالات مختلفہ میں اعمال وعبادات میں سہولیات متفرقہ لازم کردی گئی ہیں نہ کسی پر جبر ہے نہ تنگی۔ اتنی آسانیوں کے باوجود بھی بندوں کی غفلتوں لغزشوں کوتاہیوں میں توبہ وقضا کا دروازہ ہر وقت کھلا ہے کہ ساری عمر کی خطائیں ایک ساعت کی توبہ سے معاف ہو جائیں۔ پھر بھی اگر کوئی نالائق شخص دین اسلام سے کافر وفاسق رہے تو یاد رکھے کہ وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ۔ اور ہمارے پاس ہر شخص کے نامہ اعمال کے لیے ایک کتاب ہے جو زبان الفاظ سے پورا سچ بولتی ہے اور ہر بات و حرکات ہر کام وقیام۔ عامل کے عمل کی ساعات واقعات خیالات حالات کو اس طرح بیان فرماتی ہے کہ صاحب اعمال نامہ کو اپنی کتاب عمل دیکھتے ہی سب یاد آجائے نقشہ کھنچ جائے اور وہ صاحب اعمالنامہ خود پکار اٹھے۔ مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً إِلَّا أَحْصٰهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۗ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا۔ (کہف:۴۹) ترجمہ۔ کیا شان ہے اس کتاب اعمال کی جس نے کوئی بھی چھوٹا بڑا عمل نہ چھوڑا اور اس طرح لکھ لیا کہ ہر عمل جس جگہ جس وقت جس دن جس طریقے سے کیا گیا اس کا پورا نقشہ اس کتاب میں حاضر موجود پایا۔ اور آپ کا رب کریم تو کسی پر بھی ظلم نہیں فرماتا۔ خیال رہے کہ ینطق سے زبان قال وآواز مراد نہیں۔ بلکہ زبانِ الفاظ کی نطق مراد ہے۔ زبان کی تیرہ قسمیں ہوتی ہیں۔ ۱۔ زبانِ مقالات۔ ۲۔ زبانِ حالات۔ ۳۔ زبانِ قال کیفیات۔ ۴۔ زبانِ قلب۔ ۵۔ زبانِ عقل۔ ۶۔ زبانِ تحریر۔ ۷۔ زبانِ تقریر۔ ۸۔ زبانِ کتاب۔ ۹۔ زبانِ آواز۔ ۱۰۔ زبانِ الفاظ۔ ۱۱۔ زبانِ محبت۔ ۱۲۔ زبانِ نفرت۔ ۱۴۔ زبانِ فریاد۔ مُؤْمِنُوْنَ دنیا میں مُشْفِقُوْنَ ہیں مگر کفار آخرت میں مشفقین ہوں گے مومن کا اشفاق نیکیاں کر کے حیات اول کی ابتدا میں ہوتا ہے کافر کا اشفاق بدیاں کر کے حیات ثانی کی انتہا میں ہوگا مگر رب تعالیٰ کی طرف سے کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہ کیا جائے گا

نہ سزا میں زیادتی کر کے نہ ثواب میں کمی کر کے نہ بے قصور پر اتہام والزام لگا کر نہ بے جا مجرم بنا کر نہ کسی کی نیکی مٹا کر نہ ثواب سے محروم رکھ کر۔ نہ دنیا میں تکلیف مالا یطاق نہ آخرت میں بھول ونسیان۔ ہر کافر پر پورا عدل ہوگا۔ ہر مومن پر پورا فضل ہوگا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ۔

ان آیات میں اختلافی اقوال

چار جگہ اَلَّذِیْنَ فرمانے میں دو قول۔ ا۔ اکثر نے فرمایا یہ چاروں اَلَّذِیْنَ مومن متقین کی صفات کے لیے ہیں۔ یہی قول درست ہے۔ ۲۔ بعض نے لکھا کہ پہلے دو اَلَّذِیْنَ یعنی آیت ۵۷ اور آیت ۵۸ میں۔ مُشْفِقُوْنَ وَ یُؤْمِنُوْنَ متقین کے لیے ہے اور دوسرے دو اَلَّذِیْنَ۔ آیت ۵۹ و آیت ۶۰ میں فاسقین کے لئے ہے یہ قول غلط ہے۔ آیات رَبِّھِمْ میں تین قول۔ ا۔ اکثر نے فرمایا۔ یہاں آیات سے تکوینی تنزیلی عرشی فرشی آفاقی فلکیاتی قدرت حکمت کی سب نشانیاں مراد ہیں یہی قول درست ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا کہ صرف آیاتِ تنزیلیہ مراد ہیں یعنی وحی کا کلام الٰہی۔ ۳۔ بعض نے کہا کہ صرف آیات تکوینیہ مراد ہیں یعنی نشاناتِ قدرت وحکمت لَا یُشْرِکُوْنَ کے معنی میں دو قول۔ ا۔ اکثر نے فرمایا یہاں شرکِ جلی وخفی دونوں مراد ہیں یہی درست ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا کہ یہاں صرف شرک خفی مراد ہے کیونکہ شرک جلی کی نفی یُؤْمِنُوْنَ سے ہوگئی مگر یہ قول غلط ہے کیونکہ یُؤْمِنُوْنَ سے صرف کفر آیات کی نفی ہوتی ہے نہ کہ کسی شرک کی۔ یُؤْتُوْنَ مَا اٰتَوْا کی قرأت میں دو قول۔ ا۔ اکثر کی قرأت میں یُؤْتُوْنَ مَا اٰتَوْا ہے ایتاء سے بنا ہے۔ یہی قرأت درست ہے کیونکہ مشہور ومکتوب ہے۔ آیت کا ترجمہ ہے وہ صدقہ بانٹتے عطا کرتے ہیں۔ ۲۔ بعض کی قرأت ہے یاتُوْنَ مَا اَتَوْا اب ترجمہ ہوگا وہ جو لوگ عمل کرتے ہیں یہ قرأت شاذ اور معنی غلط ہیں۔ اَنَّھُمْ کی قرأت میں دو قول۔ ا۔ اکثر کی قرأت اَنَّ ہے یہی قرأت درست ہے کیونکہ مشہور ومکتوب ہے۔ ۲۔ بعض کی قرأت میں اِنَّھُمْ ہے۔ رَاجِعُوْنَ کے معنی میں دو قول۔ ا۔ اکثر نے فرمایا یہ رجوع قیامت کا ذکر ہے۔ یہی قول درست ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا کہ رجوع کا معنی بار بار عبادت کرنا۔ یہ قول غلط ہے اس لئے کہ اَنَّھُمْ اِلٰی رَبِّھِمْ میں عقیدے کا ذکر کیا جارہا ہے۔ نہ کہ عمل کا اور بار بار عبادت عمل ہے نہ کہ عقیدہ یُسَارِعُوْنَ کی قرأت میں دو قول۔ ا۔ اکثر کی قرأت میں یُسَارِعُوْنَ ہے۔ باب مفاعلۃ سے یہی قرأت درست ہے۔ کیونکہ مشہور ومکتوب ہے۔ ۲۔ بعض کی قرأت میں یُسْرِعُوْنَ ہے۔ باب افعال کا مضارع معروف۔ یہ قرأت شاذ ہے۔ یُسَارِعُوْنَ کے معنی میں دو قول۔ ا۔ بعض نے فرمایا کہ اس کا معنی ہے انتہائی شدید رغبت ومحبت سے عبادت اطاعت واتباع کرنے میں جلدی کرتے ہیں اس طرح کہ نہ قضا ہوتی ہے نہ خطا۔ نہ بے ادبی ہوتی ہے نہ دغا۔ ۲۔ بعض نے کہا یُسَارِعُوْنَ کا معنی ہے کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جلدی پاتے ہیں عزت وقار وجاہت نیک اعمال کا نفع دنیا میں بھی آخرت میں بھی دیگر تمام لوگوں سے پہلے بھی زیادہ بھی۔ سورۃِ آل عمران کی آیت ۱۴۸ میں بھی۔ اس کا تذکرہ اس طرح فرمایا گیا۔ فَاٰتٰھُمُ اللّٰہُ ثَوَابَ الدُّنْیَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَۃِ۔ اور سورۃ عنکبوت کی آیت ۲۷ میں اسی کا اس طرح ذکر فرمایا گیا۔ وَاٰتَیْنٰہُ اَجْرَہٗ فِی الدُّنْیَا وَاِنَّہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ یہ دونوں قول درست ہیں۔ فِی الْخَیْرَاتِ کے معنی میں دو قول۔ ا۔ بعض نے کہا خیرات کا معنی ہے دنیوی نیکیاں۔ ۲۔ بعض نے کہا خیرات کا معنی ہے انعامات واکرامات ربانی اور یُسَارِعُوْنَ کا معنی ہے جلدی پاتے ہیں جیسا کہ پہلے قول میں معنی ہے جلدی

کرتے ہیں دونوں قول درست ہیں لَهَا کے لام میں تین قول۔ ا۔بعض نے کہا یہ لام اپنے ہی اصلی معنیٰ میں ہے نفع کا ملکیت وتقویت کا نفع۔ ۲۔بعض نے کہا یہ لام بمعنی فی ہے یعنی ان میں۔ ۳۔بعض نے کہا یہ لام بمعنیٰ الی ہے یعنی ان کی طرف لَهَا کے هَا ضمیر کے مرجع مراد ہیں چار قول۔ ا۔بعض نے کہا کہ اس سے مراد نیکی۔ ۲۔بعض نے کہا اس سے مراد سعادتِ ازلی تقدیری۔ ۳۔بعض نے کہا اس سے مراد جنت کا داخلہ۔ ۴۔بعض نے کہا اس سے مراد دیگر امتیں ہیں یعنی ہر مومن متقی ہر نیکی میں سب امتوں سے پہلے ہے ہر جہان میں چاروں قول درست ہیں۔ کیونکہ مومنین متقین صدیقین ہر اعمال انعام اکرام میں سبقت والے ہیں۔ سابقون کے معنیٰ میں دو قول۔ ا۔بعض نے کہا کہ سابقون اپنے اصل معنیٰ میں ہے بمعنیٰ اسم فاعل اور ترجمہ ہے۔ سبقت کرنے والے عبادت میں۔ ۲۔بعض نے کہا یہ اسم فاعل بمعنیٰ اسم مفعول ہے یعنی وہ مومنین تمام انسانوں سے آگے گئے ہوئے اور تقدیر ازل سے عمل اول میں لکھے گئے ہیں وُسْعَهَا کے معنیٰ میں دو قول۔ ا۔بعض نے کہا کہ وُسْع کا معنیٰ ہے طاقت انسانی کے انداز سے احکام اسلام مقرر فرمائے گئے۔ ۲۔بعض نے فرمایا کہ بندے کی طاقت سے بھی نرم احکام کہ عمل کے بعد بھی بندے میں طاقت وقوت باقی رہے عمل میں نہ مشکل یہ مصیبت یہ تنگی کتاب کے معنی میں تین قول۔ ا۔اکثر نے فرمایا کتاب سے مراد نامہ اعمال ہے یہاں یہی قول درست ہے کیونکہ سیاق وسباق کے مطابق ہے۔ ۲۔بعض نے کہا کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے۔ ۳۔بعض نے کہا قرآن مجید ہے۔ لَا يُظْلَمُوْنَ کے معنیٰ میں تین قول۔ ا۔بعض نے کہا اس کا معنیٰ ہے حسابِ قیامت میں ظلم نہ کیے جائیں گے۔ ۲۔بعض نے کہا کہ مراد ہے کتابت اعمال میں ظلم نہ کیے جائیں گے۔ ۳۔بعض نے لکھا کہ دنیا میں شرعی احکام طاقت انسانی سے زیادہ سخت بنائے جائیں گے اور سخت بنا کر ظلم نہ کیے جائیں گے۔ تینوں قول درست ہیں کیونکہ رب تعالیٰ کی طرف سے کسی بھی قسم کا ظلم نہ کبھی ہوا نہ ہوگا۔

فائدے

ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ **پہلا فائدہ:** دنیا میں کفار کو بھی بلندی دی جاتی ہے اور اہل ایمان کو بھی مگر فرق یہ ہے کہ کافر کو دولت عزت ترقی اس کو مثل پتھر اچھالنے کے لئے دے دی گئی جس طرح پتھر ڈھیلا بلندی کی طرف زور سے اچھالا جاتا ہے زور سے گرانے کے لئے جتنا اوپر جائے گا اتنے ہی زور سے نیچے گرے گا اور جتنے زور سے نیچے گرے گا اتنا ہی زیادہ ٹکڑے ہوگا تو جس طرح پتھر کا بلند ہوتے چلے جانا پتھر کی ہلاکت ہے اور اس بلندی پر کوئی عقلمند حسرت ورشک نہیں کرتا اسی طرح کافر کی دنیوی ترقی میں بلند ہوتے چلے جانا کافر کی ہلاکت ہے۔ اس پر بھی کسی مسلمان کو حسرت ورشک نہ ہونا چاہیے۔ لیکن مومن کی عزت ودولت ترقی کی بلندی پرندے کو اوپر اچھالنے کی مثل ہے کہ پرندے کو اچھالنا اس کو فضاؤں ہواؤں میں اڑانا سیر ملکوت کرانا۔ طاقت بال وپر بڑھانا ہے۔ اسی طرح مومن کی بلندی دنیوی اخروی فضاؤں بہاروں میں پہنچنے کا ذریعہ ہے یہ فائدہ نُسَارِعُ اور يُسَارِعُ فرمانے سے حاصل ہوا۔ **دوسرا فائدہ:** لغت عربی میں جلدی کرنے کے لئے دو لفظ ہیں۔ ا۔عجلت۔ ۲۔سرعت۔ عجلت کا معنیٰ ہے جلدی مچانا۔ اور سرعت کا معنیٰ ہے جلدی نبٹانا۔ یعنی عجلت جلد بازی ہے اور سرعت جلد سازی ہے۔ اللہ رسول کی بارگاہ میں عجلت بری عادت ہے اور کفار وفساق کی نشانی ہے۔ سرعت اچھی عادت ہے اور اہل ایمان متقین کی نشانی عجلت اس لئے بری کہ عجلت سے ہمیشہ کام بگڑتے ہیں اور سرعت اس لئے اچھی

ہے کہ اس سے ہمیشہ کام سنورتے ہیں عجلت کا مقابل تسکین۔ تعدیل۔ ترتیل ہے یہی سرعت کی قسمیں ہیں۔ اور عجلت کی تین قسمیں غفلت' کسلت' ثقلت' یہ سرعت کے مقابل ہیں سرعت عاقلین کا کام ہے۔ عجلت شیاطین کا کام ہے۔ غفلت جاہلین کا کام ہے یہ فائدہ مومنوں کی چار عاداتِ حسنات بیان فرمانے کے بعد یُسٰرِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا۔ لہٰذا ہر مسلمان کو عجلت سے بچنا چاہئے۔ سرعت میں رہنا چاہئے۔ **تیسرا فائدہ:** بندے اپنے اعمال کے خالق یا موجود نہیں بلکہ صرف فاعل و کاسب ہیں۔ اسی فاعلیت و کاسبیت کا ان کو ثواب یا عذاب ہے۔ یہی بات سمجھانے کے لیے انبیاء علیہم السلام مبعوث فرمائے جاتے ہیں جو سمجھ گیا وہ مومن نگہبان جو نہ سمجھا وہ کافر ہی رہا۔ بندوں کو دنیا میں صرف اپنے اعمال کی فاعلیت و کاسبیت کا اختیار دیا گیا اگر وہ اختیار تعلیم نبوی سے استعمال کیا تو جزا ہے۔ لیکن اگر تعلیم نفسانی وساوسِ شیطانی یا رسم آبائی سے اپنے اختیار کو استعمال کیا تو سزا ہے یہ فائدہ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ۔ فرمانے سے حاصل ہوا۔ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کو بھیج کر بندوں پر رحم فرماتا ہے لیکن سرکش بندے آستانہ نبوت سے منہ موڑ کر اپنے اختیار میں من مانیاں شیطانیاں کر کے خود ہی اپنے پر ظلم کرتے ہیں۔

احکام القرآن

ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ:** نبی کریم ﷺ سے دینوی اخروی نعمت مانگنا اور استمداد کرنا حاجت روا مشکل کشا فریاد رس سمجھنا اور ہر وقت یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُنْظُرْ حَالَنَا کی فریاد کرنا۔ یَا حَبِیْبَ اللّٰهِ اِسْمَعْ قَالَنَا کی صدائیں ورد کرنا۔ اور ہر کام۔ کلام زمان میدان میں ذکر اللہ کے ساتھ نام رسول اللہ کو مشفوع کرنا عین توحید ہے شرک نہیں بلکہ عین ایمان طریقہ صحابہ کرام فرمانِ قرآن آیت کا طرز بیان ہے یہ مسئلہ لَا یُشْرِکُوْنَ کی دلالت النص سے مستنبط ہوا اسی طرح کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے تمام اہل ایمان و صحابہ کرام کی چار ایمانی عرفانی توحیدی نشانیاں بتائیں ان ہی میں تیسری نشانی یہ بیان فرمائی کہ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا یُشْرِکُوْنَ۔ یعنی وہ صحابہ اپنے رب تعالیٰ کا شرک نہیں کرتے۔ حالانکہ صحابہ کرام اپنے آقا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دن رات دنیا و آخرت کی بہت سی چیزیں مانگتے رہتے تھے حیاتِ طیبہ میں بھی بعد وصال بھی۔ کبھی جنت کی عطا کبھی دوزخ سے پناہ۔ کبھی بادل کی پھوار کبھی ماء انگشت کی بہار۔ اور دیکھنے والوں نے دیکھا کہ دوری عطاؤ عرض میں بس ہاتھ بھر کی ہے۔ کبھی فوراً عطا کبھی وعدہ عطا اگر آقا نبی کریم ﷺ سے مانگنا شرک ہوتا تو صحابہ کرام کی نشانی آیت میں یہ لَا یُشْرِکُوْنَ نہ فرمائی جاتی۔ لہٰذا ضالین مضلین جاہلین اس کو شرک کہتے پھریں مگر قرآن مجید اس کو شرک نہیں فرماتا۔ **دوسرا مسئلہ:** شرک کی صرف دو قسمیں ہوتی ہیں اوّل شرک جلی بت پرستی و بد عقیدگی بد مذہبی کا نام ہے اس کی چار صورتیں ہوتی ہیں۔ ۱۔ اللہ تعالیٰ کی صفاتِ خصوصیہ میں کسی مخلوق کو شمولیت دینا۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ کی صفاتِ غیر خصوصیہ میں کسی کو مثلیت دینا۔ ۳۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معبود سمجھنا۔ ۴۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی مخلوق کو کسی قسم کا سجدہ کرنا۔ طواف کرنا کسی بندے کے لئے روزہ رکھنا قربانی کرنا۔ یہ سب شرک جلی ہے۔ قسم دوم شرک خفی یہ اس بد عملی کا نام ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی بے خوفی بے ادبی اور مولیٰ تعالیٰ سے بے تعلقی بے توجہی ثابت و ظاہر ہو۔ اس کی چار صورتیں ہیں۔ ۱۔ عبادت میں ریا کاری۔ ۲۔ تجارت میں حرام کاری۔ ۳۔ عدالت میں انسانیت ہی کا خاتمہ قانونوں اور ان کی تخریب کاری سے حدود

اللہ کی نافرمانی۔ ۴۔ دنیا سازی آخرت بربادی دنیا پر بھروسہ اللہ تعالیٰ سے مایوسی۔ یہ مسئلہ یُؤْمِنُوْنَ کی نشانی کے بعد لَا یُشْرِكُوْنَ کا نشانِ عظیم بیان فرمانے سے مستنبط ہوا۔ **تیسرا مسئلہ:** انسانی بشری طاقت ہمت سے زیادہ کوئی عبادت کرنا یا کسی ایسے کام کر لینے کی قسم کھالینا جو انسانی طاقت سے باہر ہو یا غیر شرعی مشقتوں میں پڑ کر اس کو نفس کشی کا نام دینا۔ جس طرح یہود و نصاریٰ اور ان کے راہب یا بدھ مت۔ ہندومت کے سادھو اور بعض مجوسی و جوتشی ترکِ لباس۔ ترکِ خوراک۔ ترکِ آرام کرتے ہیں ننگے پھرتے ہیں گھاس پتے کھاتے ہیں یہ سب کچھ اسلامی شریعت میں حرام ہے۔ اسلام میں نفس کشی صرف نبی کریم ﷺ کی اطاعت واتباع سے ہی ہے۔ یہ مسئلہ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا۔ فرمانے سے مستنبط ہوا۔ اس فرمانِ اقدس میں تہدید عصات اور تانیس طاعات و تالیف قلبیات ہے اس سے بہتر کوئی بھی تعلیم و تربیت نہیں ہے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراضات کیے جاتے ہیں۔ **پہلا اعتراض:** یہاں فرمایا گیا وَقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ۔ اس سے پہلے ایمان والوں کی چار نشانیاں بیان فرمائی گئیں۔ ۱۔ مُشْفِقُوْنَ۔ ۲۔ یُؤْمِنُوْنَ۔ ۳۔ لَا یُشْرِكُوْنَ۔ ۴۔ یُؤْتُوْنَ۔ سوال یہ ہے کہ وَجِلَةٌ کا تعلق چاروں قسم کے لوگوں سے ہے یا فقط وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَا اٰتَوْا سے اگر سب سے ہے تو وہاں مُشْفِقُوْنَ کہنا بیکار ہو گیا کیونکہ اشفاق کا معنٰی بھی ڈرنا اور وَجِلَةٌ کا معنٰی بھی ڈرنا۔ اور آیت کا معنٰی یہ ہوا کہ مُشْفِقُوْنَ کے دل وَجِلَةٌ ہیں یعنی جو ڈرنے والے ہیں ان کے دل ڈرنے والے ہیں یہ عجیب جملہ بن گیا اس تکرار لفظی کی کیا ضرورت تھی اور اگر وَجِلَةٌ کا تعلق صرف یُؤْتُوْنَ سے ہے تو یہاں بھی مُشْفِقُوْنَ فرما دیا جاتا یہ ایک ہی معنٰی کے دو لفظ کیوں ارشاد ہوئے۔ **جواب:** صحیح قول یہ ہے کہ وَقُلُوْبِهِمْ وَجِلَةٌ کا تعلق سابقہ چاروں فرمودات سے ہے۔ اور مُشْفِقُوْنَ کو تکرار لفظی سمجھ کر اعتراض کرنا محض اس وجہ سے ہے کہ معترض نے اشفاق اور وجلۃ کا فرق نہ جانا۔ خیال رہے کہ عربی لغت میں ڈرنے کے معنٰی میں تقریباً تیرہ الفاظ مستعمل ہیں۔ اور سب کی وجہ کیفیت علت میں فرق ہے۔ ۱۔ خَوْفٌ۔ ۲۔ اِشْفَاقٌ۔ ۳۔ وَجِلَةٌ۔ ۴۔ خَشْيَةٌ۔ ۵۔ هَوْلٌ۔ ۶۔ رَوْعٌ۔ ۷۔ ذُعْرٌ۔ ۸۔ هَيْبَةٌ۔ ۹۔ رُعْبٌ۔ ۱۰۔ فَزْعٌ۔ ۱۱۔ جَزْعٌ۔ ۱۲۔ رَهْبَةٌ۔ ۱۳۔ هَلَعٌ۔ ان سب کی کیفیات میں فرق ہے مگر یہاں صرف اتنا سمجھ لو کہ خوف سب کو شامل گویا کہ خوف کی بارہ قسمیں ہیں۔ خوف اشفاق۔ خوف خشیت۔ خوف وجلۃ وغیرہ وغیرہ۔ خوف خشیت کا معنٰی ہے جمال وحلم کا ڈر۔ خوف اشفاق کا معنٰی ہے جلال الٰہی کا ڈر۔ اور خوف وجلت کا معنٰی ہے استغناء کبریائی صمدیت الٰہی کا ڈر۔ اس کو اردو میں دھڑ کا لگا رہنا کہتے ہیں۔ یہ خوف مُشْفِقُوْنَ کو بھی ہے یُؤْمِنُوْنَ کو بھی لَا یُشْرِكُوْنَ کو بھی۔ یُؤْتُوْنَ کو بھی بلکہ انبیاء و مرسلین علیہم السلام کو بھی کیونکہ جتنا قرب زیادہ اتنا ہی خوف وَجِلَةٌ زیادہ۔ مُشْفِقُوْنَ کو تکمیل اشفاق کا دھڑکا۔ یُؤْمِنُوْنَ کو تکمیل ایمان کا۔ لَا یُشْرِكُوْنَ کو تکمیل توحید کا۔ یُؤْتُوْنَ کو تکمیل خیرات کا۔ انبیاء علیہم السلام کو اپنی اپنی امتوں کی کامیابی کا دھڑکا اور فکر متقین لوگ وجلت کی وجہ سے ہر عمل میں کامل ہیں۔ ہر وصف میں عادل۔ ہر قول میں صادق ہوتے ہیں۔ **دوسرا اعتراض:** اس کی کیا وجہ کہ کفار کے لیے نُسَارِعُ فرمایا گیا مومنین کے لیے یُسَارِعُوْنَ فرمایا گیا۔ وہاں سرعت کی نسبت رب تعالیٰ نے اپنی طرف فرمائی یہاں سرعت کی نسبت بندوں کی طرف فرمائی۔ **جواب:** اس کی وجہ یہ ہے کہ تمام دنیا کو معلوم ہو جائے کہ کفار دنیوی دولت و اولاد کے مستحق نہیں ہیں اللہ

تعالیٰ محض اپنے کرم سے عطا فرما رہا ہے وہاں سرعت فی الخیرات کی نفی فرمائی گئی۔ لیکن اہل ایمان اپنے ایمان واعمال کی وجہ سے انعامات ربانی کے مستحق بنا دیئے گئے۔ اس فرق کی وجہ یہ کہ کفار بے شعوری کے خیالات میں ہیں اور مومنین معرفت کی خیرات میں ہیں۔ کفار کے خیالات باطل کو توڑ کر سرعت سے خارج کیا جا رہا ہے اور مومنین کو سرعۃ اعمال میں داخل فرمایا جا رہا ہے۔ **تیسرا اعتراض:** یہاں فرمایا گیا وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ۔ یعنی نامۂ اعمال کی کتاب سچ بولتی ہے۔ حالانکہ دنیا میں ایسے کافر بدبخت وگمراہ لوگ بھی موجود ہیں جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ پر بھی جواز کذب یا امکانِ کذب کے قائل ہیں۔ ایسے بدذاتوں کو کتابِ اعمالنامہ دینا بیکار ہے۔ کیونکہ وہ لوگ اپنے عقیدۂ بد کی بنا پر کتاب اعمالنامہ کو بھی جھوٹا کہہ دیں گے۔ اور اس پر بھی بھروسہ نہ کریں گے اور بروزِ حشر کہہ دیں گے کہ یہ کتاب ہمارے اعمالِ اصلیہ کے خلاف ہے۔

جواب: اس کتاب میں اعمال کی صرف تحریر ہی نہیں بلکہ عمل کرنے کا دن ہفتہ مہینہ سال وقت واقعہ حالت کیفیت وطریقہ عمل کا پورا نقشہ سمجھایا گیا ہے۔ اس کے علاوہ انکار کرنے کی صورت میں منکر کے ہاتھ پیر بھی زبانِ قال سے گواہی دیں گے مزید برآں کفار کو اپنے اعمال خود بھی ذرہ ذرہ یاد ہوں گے۔ اس لئے انکار کی جرأت نہ کرسکیں گے۔ بلکہ اقرار کر کے رحمت و بخشش کے طالب ہوں گے۔

تفسیر صوفیانہ

اور وہی سالکین معرفت جو وادیٔ معرفت کی محیرات مجوبہ ونشانات عجیبہ پر بہکتے بھٹکتے نہیں بلکہ ایمان وعرفان سے قبول کرتے ہیں اور مخلوقات اسرار۔ اخیار وارواح کے خالق مالک رب قدیر کی قدرتِ تخلیق تملیک ترتیب میں کسی کو شریک نہیں مانتے اور سفر سلوک میں وصل کی لذتوں کو پانے کی خواہش میں صلوٰۃ ہمہ وقتی کے ساتھ صدقات فرضیہ۔ خیراتِ واجبیہ عباداتِ نفلیہ کی سکاوتیں بانٹتے ہیں اور تلاشِ انوار کی لذتِ صحرائی میں تمام راہ روانِ منزل کے دل شوقِ طلب کی شدتِ ذوق میں ڈرتے رہتے ہیں کہ کہیں دوریٔ منزل کی گھبراہٹ سے صداقت کے قدم اور عدالت کے پاؤں۔ شرافت کی ہمتیں تھک نہ جائیں اور مقام وصل میں ناقص ونامقبول نہ رہ جائیں۔ اس درس عبرت کے لئے نغمہ سرا ہیں کہ

راہِ رَوانِ راہِ منزل تھک نہ جانا راہ میں لذت صحرا نوردی دوریٔ منزل میں ہے

اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ۔ یہی مغموانِ معرفت غمگینانِ طلب ہر خیرات ظاہرہ باطنہ۔ خفی جلی میں سرعۃ کاملہ لائقہ فائقہ کا مظاہرہ کرنے والے ہیں۔ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ۔ اور وہی لوگ درجہ کمال میں سب سے سبق لے جانے والے ہیں۔ وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا۔ اور وصل وقرب کی منزل تک آنے والے کسی بھی مسافر نفس لوامہ اور اس کے ہمراہی نفس مطمئنہ کو عالم روح پرنور کی وادیٔ عشق میں ہمت طلب سے زیادہ ہم تکلیف ذمہ داری نہیں دیتے۔ راہِ معرفت میں طریقت کی وہی ذمہ داری ہے جو حال حقیقت کے مطابق ہو۔ اور جب بندے پر توفیق الٰہی وارد ہوتی ہے تو اس پر سے ظلمت کثافت کے حجابات اٹھ جاتے ہیں پھر اس پر کوئی عمل دشوار نہیں رہتا۔ نہ اس کے لئے کوئی ریاضت مشکل۔ ایک عارف نے فرمایا۔

اِذَا رُفِعَ الْحِجَابُ فَلَامَلَالَہ

لِتَكْلِيْفٍ لَا اِلٰهِ وَلَا مَشَقَّةَ

یعنی جب پردے اٹھائے گئے تو پھر احکام الٰہی بجالانے میں نہ ملال ہوتا ہے نہ مشقت۔ اے بندو عمل ایک ہی ہوتا ہے مگر مکشوف خوش بخت کے لیے لطیف ہے اور محجوب بد بخت کے لیے ثقیل ہے۔ جب سالک بندہ انوارِ عظمت کا قرب اور صفات ربانی کی آیات تجلیات کا رجوع وصل پانے لگتا ہے تو شدت خشیت اسے قبولیت و عدم قبولیت کا وجلہ اور دھڑ کا لگا رہتا ہے۔ توحید عارفین فنا فی الحق ہے ان کا قیام ہدایۃ الخلق ہے ان کی سرعت فی الخیرات مقام بقا کے کمالات ہیں۔ ان کی وجلۃ فی القلوب عالم ربوبیۃ کی طرف رجوع تک ظہور وانوار کی بقا میں ہے یہی وصل وحدیت ان کے لیے سبقت خیرات ہے۔ مقصد وسعت کمالات لیاقت ہے اور یہی مقام سابقین کا ہے جو کسی خوش قسمت کو ملتا ہے اسی عمل ہمت کی توفیق واستعداد ہر بندے کو دی گئی ہے مگر عامل کوئی کوئی ہے وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ۔ اے خیر وشر والو ہمارے پاس پیشانی انسانی کی ایک ام الکتاب ہے۔ جو ہر فردِ بشر سالک سفر کے مراتب استعداد وحدود کمالات۔ مقاصد وغایات کو حق سچ ظاہر فرماتی ہے۔ اور ہماری بارگاہِ عدل میں کبھی بھی مجاہدین قرب' ساعیین طلب' سارعین عمل پر ظلم محروم اور ممانعت حضوری نہیں کیا جاتا۔ بلکہ ہر سائل طلب ولائق وصل سالک مشتاق کو آسانی اصل بارگاہ کا وصل وقرب فضل سے حصہ ممکنہ عطا فرمایا جاتا ہے۔ حضرت جنید نے فرمایا کہ جس نے اپنے اسرار کی جستجو کی اور دنیا کی کسی بھی چیز کو رب تعالیٰ سے زیادہ قابل توجہ یا مثل وبرابر جانا تو اس نے شرک کیا۔ عمل وترک میں مخلوق کا لحاظ رکھنا حکم شریعت کی پرواہ نہ کرنا شرک عظیم ہے۔ دوا میں شفا اور غذا میں شباع یعنی سیر ہونا سمجھنا یہ بھی شرک خفی ہے بلکہ دوا تو جب مریض کے منہ میں جاتی ہے تو مولیٰ تعالیٰ سے عرض کرتی ہے کہ یا اللہ میں اس مریض کو فائدہ دوں یا نہ دوں۔ پھر جیسا حکم ربی ہوتا ہے دوا کا ویسا ہی اثر ہوتا ہے۔ لہٰذا جس بندے کو یقین ارتقاع ہو گیا کہ شفا بھی منجانب اللہ تعالیٰ اور شباع بھی منجانب اللہ تعالیٰ اور سمجھ گیا کہ دواؤ طعام سے شفاؤ شباع مل جانا حادثہ فضل ہے نہ کہ تقدیر ازل وہ بندہ شرک سے امن میں آ گیا جہادِ جالوت میں طالوت بادشاہ کی زبانی بحکم الٰہی بذریعہ نہر اردن اسی توحید الوہیت کا بنی اسرائیل سے امتحان لیا گیا تھا کہ کون شخص بھوک پیاس کا مالک اللہ کو مانتا ہے اور کون شخص آبِ نہر کو۔ یہی چیز شرک خفی وظلم غبی ہے جس میں آج بھی بہت سے دنیا دار مسلمان بھی گرفتار ہیں۔ اکثر بنی اسرائیل بھی اسی امتحان میں ناکام ہو گئے تھے تھوڑے افراد ہی کامیاب رہے۔ عارفین فرماتے ہیں تقویٰ گوہر اخلاص کا خزانہ ہے۔ اس کے لیے حفاظت خاص کا مخزنِ قلب وعقل چاہیے یہ قیمتی موتی ہر احمق کی بغل وگریبان میں نہیں رکھا جا سکتا۔ سارعت الی الخیرات سے واصلین بارگاہ کے خصائل طیبہ کی طلب کی جاتی ہے اور طلب پر شوق سے درجہ سابقین مل جاتا ہے یہ جو ہر مراد جھوٹے دعووں مہمل باتوں بے معنیٰ لفظوں کی پکار سے نہیں ملتا۔ جھوٹے دعوے وقت کا ضائع کرنا ہے۔ اے بندۂ سالک اگر تو مقام وصل پانے کی سچی طلب رکھتا ہے تو تین کام لازم پکڑ۔ ۱۔ راہِ سلوک کے ادب وآداب کا خیال رکھ۔ ۲۔ پھر نفس کشی کی ریاضت اختیار کر۔ ۳۔ پھر مجاہدۂ قلب ومتارکہ عقل کو لازم پکڑ۔ اس کے بجز ذلت ومشقت بیہودہ کے کچھ حاصل نہیں ان سعادتوں سے غافل وکاسل بندہ مقام وصل سے محروم وناکام رکھا جاتا ہے۔ کامیاب صرف وہ بندہ ہے جو قدمِ صدق وسعی جمیل سے متوجہ الی اللہ ومعرض عن غیر اللہ ہیں۔ یہی بندے مسارعین فی الخیرات اور سابقین صدیقین ہیں ان ہی کے لیے سَبَقَتْ لَهُمْ کی بشارتِ حسنیٰ ہے۔ یہ مسارعین عشق الٰہی ہی اپنی لیاقت کے حساب ومقدار سے درجہ بدرجہ عنایاتِ الٰہیہ میں سبقت پانے والے ہیں کیونکہ

سبق فی الهدایت کے مطابق ہی سبقت فی العنایت ملتی ہے۔ پس جان لو کہ ہر سالک کا علیحدہ حصہ ہے۔ اس طرح کہ جنت نعیم اصحاب علوم کے لیے ہے۔ جنت فردوس اصحابِ فہوم کے لیے۔ جنت ماویٰ اصحابِ تقویٰ کے لیے۔ جنت عدن قائمین بالوزن کے لیے۔ جنت خلد مقیمین علی محبت کے لیے۔ جنت مقامہ اہل کرامہ کے لیے۔ صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ جس کا نفس امارہ بیدار ہو اس بشر کی ہمت وقسمت میں مراقبہ الٰہیہ نہیں ہے۔ نہ خفیہ نہ علانیہ۔ اسلئے کہ یہ مراقبہء جمال ملاء اعلیٰ کی خصوصیات میں سے ہے۔ اس مقام ومراقبے میں نبی کریم ﷺ سب سے اول و اعلیٰ بلند وبالا ہیں اسی وجہ سے آپ مسرع جمیع احوال ہیں۔ آقا حضور نبی روف ﷺ کی ہر عادت عبادت فرض یا واجب یا مستحب مندوب ہے ہر مسلمان پر یہی حقیقی سبقت اعلیٰ و مسارعۃ علیا ہے اس سے اوپر کوئی قدم وکرم نہیں ہے یہیں پر مقام وصل وقرب کی انتہا ہے۔ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا۔ اے بندو ہم کسی بشر انسانی پر اس کی ہمت بشری سے زیادہ معرفت ذات وصفات کی ذمہ داری نہیں ڈالتے۔ بلکہ بندوں کی ہمت' قوت' مرتبت کے مطابق ہی ذمہ داری ڈالی جاتی ہے۔ لیکن اگر حق معرفت کے مطابق ذمہ داری ڈالی جاتی تو بجز حبیب ومحبوب حق کوئی بندہ بھی وہ معرفت نہ پا سکتا۔ اور حقیقی وکلی معرفت ذات وصفات بجز حق تعالیٰ کوئی بھی نہیں جانتا نہ حبیب نہ خلیل نہ صفی نہ نجی نہ کلیم نہ مسیح۔ کیونکہ کنہ حقیقت کا احاطہ ومعرفتہ ناممکن ہے۔ اور وہ جو اپنے رب تعالیٰ کی ذات وصفات کے ظہور وشہود پر یقین رکھتے ہیں اور اپنی رب تعالیٰ کی عبادت واطاعت میں کسی غیر اللہ کی طرف توجہ نہیں کرتے یہاں تک کہ اپنی جانوں کی پرواہ بھی نہیں کرتے اس لئے کہ انہوں نے جان لیا کہ جو کچھ ان کی عمر بھر کی اطاعت کوشش خیرات اور تمام مخلوق کی عبادتوں کو شامل کر کے بھی رو یہ جلال کبریائی کے سامنے ذرے سے بھی کم ہے ان کے دل عظمت تجلی کے رعب سے کانپتے ہیں۔

بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ

بلکہ ان کافروں کے دل جہالت کے پانیوں میں ڈوبے ہوئے ہیں اس کی کتاب سے انکار کے اعمال ایسے خبیث

بلکہ ان کے دل اس سے غفلت میں ہیں اور ان کے کام ان کاموں سے

دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ ﴿۶۳﴾ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذْنَا

ہیں جو مومنین کے اعمال سے بالکل مختلف ہیں وہ کفار جن اعمال بد کو کر رہے ہیں انہی کی وجہ سے جب پکڑ لیا ہم نے

سے جدا ہیں جنہیں وہ کر رہے ہیں یہاں تک کہ جب ہم نے ان کے امیروں کو

مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ يَجْـَٔرُوْنَ ﴿۶۴﴾ لَا تَجْـَٔرُوا

ان کے کافر ومغرور سرداروں کو عذاب دنیوی سے تو جبھی وہ سب چیخنے چلانے لگے نہ چیخو بلبلاؤ

عذاب میں پکڑا تو جبھی وہ فریاد کرنے لگے آج فریاد نہ کرو

الْيَوْمَ اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِىْ

آج بیشک تم لوگ ہماری طرف سے کچھ مدد نہ کئے جاؤ گے کیونکہ بیشک جب کبھی تلاوت کی جاتی تھیں
ہماری طرف سے تمہاری مدد نہ ہوگی بیشک میری آیتیں تم پر
تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ ﴿۶۶﴾
میری آیتیں تم پر تو تم اس وقت پلٹ جاتے تھے اپنی ایڑیوں پر
پڑھی جاتی تھیں تو تم اپنی ایڑیوں کے بل الٹے پلٹتے تھے

تعلقات

ان آیات پاک کا پچھلی آیات پاک سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آیات میں اہل ایمان کی چستیوں اور نیکیوں خیرات میں جلدی کرنے کا ذکر فرمایا گیا۔ اب ان آیات میں اہل کفر کی سستیوں اور اچھائیوں میں غفلت کا ذکر فرمایا جارہا ہے اور غمرۃ کا معنیٰ ہے سخت غفلت۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیات میں مومنوں کی خوش احوالی کا ذکر فرمایا گیا۔ اب ان آیات میں کافروں کی بداعمالی کا ذکر فرمایا جارہا ہے۔ **تیسرا تعلق:** پچھلی آیات میں آسمانی کتاب لوح محفوظ کا ذکر فرمایا گیا کہ سچ بولتی ہے۔ اب ان آیات میں زمینی کتاب یعنی قرآن مجید کا ذکر فرمایا جارہا ہے کہ یہ کفار اس کی سچی آیات کے منکر ہیں۔

تفسیر نحوی

بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ ﴿۶۳﴾ حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ يَجْـَٔرُوْنَ ﴿۶۴﴾۔ بَلْ حرف استدراک ہے یہاں عطف کے لیے نہیں ہے بلکہ تدارک کے لیے ہے اور یہاں تدارک صحیح کے لیے ہے کہ ماقبل جملہ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ کو بیان کرنا اور مابعد کفار کے عقیدہ باطلہ کو مزید کرنا مقصود ہے۔ کہ ان کا عقیدہ ان کی بے شعوری کی وجہ سے ہے اور بے شعوری اس لئے کہ ان کے دلوں پر غفلت چھا گئی ہے۔ قُلُوْبَ مضاف هُمْ مضاف الیہ اس کا مرجع نَفْسًا ہے۔ یہ مرکب اضافی مبتدائی حرف جر ظرفیہ مکانی کے لیے غَمْرَةٍ جو اس حاصل مصدر۔ لغوی ترجمہ ہے چھا جانا مراد ہے چھا جانے والی چیز۔ اسی سے ہے غامرٌ اسم فاعل غمرٌ سے بنا ہے یہاں مراد ہے غفلت وجہالت کا پانی جو پوری طرح کسی پر چھا جائے غالب آجائے یہ مجرور ہے۔ جار مجرور متعلق اوّل ہے۔ غامرٌ اسم فاعل پوشیدہ کا معنیٰ یہ ہے کہ ان کے دل ڈوبنے والے ہیں ڈبونے والی غفلت وجہالت میں۔ مِنْ جارہ بمعنیٰ عن۔ هٰذا اسم اشارہ قریبی اس کا مشار الیہ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ اور وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ کا فیصلہ الٰہیہ یہ جار مجرور متعلق دوم ہے غامر پوشیدہ کا یہ سب مل کر خبر ہے قُلُوْبُهُمْ مبتدا کی دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہوگیا۔ واؤ سر جملہ لَهُمْ یہ جار مجرور متعلق ہے خَبِيْثٌ پوشیدہ صفت مشبہ کا اعمال اسم جمع مکسر ہے عمل کا یہ فاعل ہے خَبِيْثٌ پوشیدہ کا۔ مِنْ جارہ بیانیہ دُوْنِ اسم مفرد جامد استثنائی مضاف ہے ترجمہ ہے سوا غیر ذا لک اسم اشارہ بعیدی ترجمہ ہے ان نیک اعمال هم ضمیر کا مرجع ہے کفار مبتدا ہے لام جارہ مفعولیت کا ها ضمیر کا مرجع اَعمالِ یہ جار مجرور متعلق مقدم ہے عٰمِلُوْنَ باب سَمِعَ کا اسم فاعل جمع مذکر عمل سے مشتق ہے۔ ترجمہ ہے حواسِ خمسہ سے کام کرنا اعضاء خمسہ کے

ذریعے۔ اس کا فاعل ضمیر پوشیدہ جس کا مرجع ہے نَفساً اسم جنسی استغراقی یہ عَامِلُوْنَا اپنے پوشیدہ فاعل اور متعلق مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ خبر ہے ھم مبتدا اور دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مشار الیہ ہوا ذٰلِکَ اسم اشارہ اپنے مشار الیہ سے مل کر مضاف الیہ دون کا یہ مرکب اضافی مجرور متعلق دوم ہے جائز پوشیدہ کا یہ اسم فاعل اپنے فاعل ظاہر اعمال اور دونوں متعلقوں سے مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ حتیٰ حرف جر بمعنی الی۔ ابتداء کلام کے لیے اِذَا حرف شرط اَخَذْنَا باب نصر کا ماضی مطلق جمع متکلم مثبت معروف اَخذٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے پکڑنا جکڑنا' گرفت کرنا' فعل با فاعل مُتْرَفِیْ۔ باب افعال کا اسم مفعول جمع مذکر تَرَف سے بنا ہے مصدر ہے اِتْرَاف۔ ترجمہ عیش وعزت دینا۔ مُتْرَفِیْنَ تھا۔ مضاف کی وجہ سے نون گر گئی ترجمہ ہے آرام دیئے ہوئے لوگ مراد ہے قوم کے امراء وسردار مضاف ہے ھم ضمیر مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مفعول بہ ہے اخذنا کا ب جارہ بمعنی فی ظرفیہ الف لام عہد ذہنی عذاب سزا کے معنی میں ہے مراد ہے دنیوی ناگہانی مصیبت۔ یہ جار مجرور متعلق ہے۔ اَخَذْنَا فعل بافاعل اپنے مفعول بہ اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہوا۔ اِذَا ظرفیہ برائے جزائیہ شرط۔ ھُمْ ضمیر مرفوع مبتدا ہے یَجْئَرُوْنَ باب فتح کا مضارع بمعنی ماضی بعید جمع مذکر غائب جئر سے مشتق ہے۔ ترجمہ ہے چیخنا چلانا' گڑگڑانا' ڈکرانا' زوروں سے کبھی نجات کی دعائیں کبھی اپنے لئے موت وفنا کی بددعائیں مانگنا۔ اس کا فاعل ھُمْ ضمیر صیغہ پوشیدہ جس کا مرجع ہے مُتْرَفِیْھِمْ یہ فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر ہے ھُمْ مبتدا کی دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو کر جزا ہے حتیٰ اذا کے جملے کی شرط و جزا مل کر جملہ شرطیہ ہو گیا۔ لَا تَجْئَرُوا الْیَوْمَ اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَدْ كَانَتْ اٰیٰتِیْ تُتْلٰى عَلَیْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ ﴿۶۶﴾ ۔ لَا تَجْئَرُوْا باب فتح کا فعل نہی جمع مذکر حاضر معروف۔ جئرٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے چیخنا دہاڑنا فریادیں کرنا۔ اس کا فاعل ضمیر صیغہ اَنْتُمْ کا مرجع ہے مُتْرَفِیْھِمْ اَلْیَوْمَ اسم معرف باللام ظرف زمانی بمعنی آج یہ ظرف ہے اِنَّ دراصل لِاَنَّ ہے لام جارہ تعلیلیہ حذف کر دیا گیا۔ اس لئے لفظاً شروع کلام میں اِنَّ کسرہ سے آیا۔ معناً یہ جملہ تعلیل ہے لَا تَجْئَرُوْا کی۔ کم ضمیر منصوب متصل جمع مذکر حاضر اسم ہے اِنَّ کا مِنْ جارہ ابتداء کے لیے ترجمہ ہے طرف سے۔ نَا ضمیر جمع متکلم مرجع اللہ تعالیٰ یہ جار مجرور و متعلق مقدم ہے۔ لَا تُنْصَرُوْنَ۔ باب نصر کا مضارع مستقبل منفی مجہول اسکا نائب فاعل اَنْتُمْ ضمیر کا مرجع مُتْرَفِی ہے۔ یہ فعل فاعل متعلق مقدم مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معلول ہوا۔ قَدْ كَانَتْ فعل ناقصہ باب نصر مثبت معروف واحد مونث غائب اٰیٰتِیْ مرکب اضافی اسم ہے قَدْ كَانَتْ کا تُتْلٰی باب نصر کا مضارع مجہول مثبت بمعنی ماضی بعید ترجمہ ہے تلاوت کی جاتی تھیں تلوٌ سے مشتق ہے ترجمہ تلاوت کرنا پڑھنا دیکھ کر یا حفظ سے اس کا نائب فاعل ھا ضمیر مونث واحد غائب۔ عَلَیْكُمْ بمعنی تم پر تمہارے لئے تمہارے سامنے یہ جار مجرور متعلق ہے تُتْلٰی فعل نائب فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے قَدْ كَانَتْ ناقصہ کی سب مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر سبب معطوف علیہ ہوا فَ حرف عطف سببیہ كُنْتُمْ تَنْكِصُوْنَ یہ ایک فعل ہے باب ضرب کا ماضی استمراری مثبت معروف جمع مذکر حاضر۔ ایک قول میں كَانَتْ تُتْلٰی بھی ماضی استمراری مثبت مجہول ہے واللہ اعلم بالصواب۔ اس فعل میں الفاظ فاصل داخل کر کے دو حصوں میں کرنے سے تاکید کلامی ظاہر ہوئی۔ تَنْكِصُوْنَ نکصٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے الٹے پھرنا علیٰ جارہ اعقاب اسم جمع مکسر ہے عقبٌ کا۔ بمعنی ایڑی لغوی معنی ہے پیچھے ہونا۔ آڑ میں آ جانا عقب بمعنی ایڑی اس لئے ہے کہ وہ قدم کی پچھلی طرف ہوتی ہے دیر سے آنے جانے

ہونے کرنے کو اسی لیے تعقیب کہا جاتا ہے کہ وہ پیچھے رہ جاتا ہے۔ اعقاب مضاف کُمْ ضمیر نفسی مرجع ہے مُتْرَفِیْنَ۔ یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق وسطی ہے کُنْتُمْ تَنْکِصُوْنَ کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف سبب ہے قَدْ کَانَتْ تُتْلٰی کے جملہ پر۔ دونوں عطف مل کر لَا تَنْصَرُوْنَ کی علت۔ معلول علت مل کر خبر ہے اِنَّ مشبہ کی یہ اِنَّ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ مکمل ہوا اور یہ علت ہے لَا تَجْئَرُوْا کے جملے کی (اِنَّکُمْ مِنَّا کا ترجمہ ہے کیونکہ بیشک تم ہماری طرف سے) معلول و علت مل کر جملہ تعلیلیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ

بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِیْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ ﴿۶۳﴾ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذْنَا مُتْرَفِیْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ یَجْئَرُوْنَ ﴿۶۴﴾ لَا تَجْئَرُوا الْیَوْمَ اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَدْ كَانَتْ اٰیٰتِیْ تُتْلٰى عَلَیْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ ﴿۶۶﴾ تمام کچھ دیکھنے سننے سمجھنے کے باوجود یہ کفار پھر بھی اپنے اپنے برے انجام سے بے پرواہ ہو کر کفر وفسق جہالت و حماقت کے پانیوں میں ڈبکیں لگا کر خباثت لہویت ظلمت لعبیت کی اچھل کود مچا رہے ہیں یہ کیفیت بیہودہ صرف ان کے جسموں عضووں کی ہی سرکشی مستی نہیں بلکہ ان کے دل بھی اسی شرک کفر کے پانیوں میں غوطہ زن ہیں اور جانتے ہوئے بھی صرف نفسانی محبت شیطانی خواہش میں اپنے نامہ اعمال کی سیاہ کاریوں دغا بازیوں منصوبہ سازیوں سے بے خبر بنے ہوئے ہیں۔ اور بالکل دھیان نہیں دیتے کہ ان کے یہ سب چھوٹے بڑے اچھے برے پوری زمانی مکانی واقعاتی کیفیت کے ساتھ لکھے جا رہے ہیں اور یہ چند روزہ تھوڑی سی زندگی ان کے لیے ابدی وبالِ جان بن رہی ہے۔ دین اسلام کا تعارف کرا دیا گیا۔ خوش بختی کے اعمال وقلبی حالات کا پتہ بتا دیا گیا۔ آیاتِ قرآن کو نبی علیہ السلام کی زبان سے بار بار سنا دیا گیا۔ اچھوں کا انعام اور بروں کا انجام سمجھا دیا گیا لیکن یہ بدقسمت کفار پھر بھی۔ مِنْ هٰذَا ان تمام اچھائیوں کامرانیوں سے دور ہی دور ہوتے جا رہے ہیں۔ وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ۔ اور ان کے لیے وہ اعمال ہیں جو اہل ایمان کے مذکورہ اعمال صالحہ ونشانات کاملہ سے بالکل ہی خلاف ہیں ان کفار کے اعمال میں نہ خشیت ہے نہ اشفاق نہ سچائی نہ ایمانداری نہ دیانت نہ امانت کی پاسداری نہ توحید کی الوہیت کی عبادت نہ سخاوت نہ وجلت نہ رجوع الی اللہ کی تیاری۔ نہ مسارعت فی الخیرات نہ سبقت فی العبادات۔ تو چونکہ یہ کفار اعمال میں سب سے پیچھے اس لئے جہنم میں سب سے نیچے سب اصلیت سمجھنے کے باوجود وسواسِ شیطانی میں جکڑے ہوئے ہیں اس طرح کہ یہ ضد کے پکے ہٹ کے کٹے کسی بھی مفید مشورے کو نہیں مانیں گے اور اپنے انہی برے عملوں کو کیے ہی جائیں گے انہی برے عملوں میں مسرور ومغرور اپنے پہلوں کی طرح سب کفار چھوٹے بڑے سردار بھی خدام بھی۔ دولت کے عیاش بھی غربت کے قلاش بھی حق سے بہر حال مغرور رہے مرنے تک جیسا کہ پہلے سابقہ سرکش قوموں میں ہوتا رہا کہ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذْنَا مُتْرَفِیْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ یَجْئَرُوْنَ۔ جب ہم نے ان قوموں کے عیش پرستوں کو گناہوں ظلموں اذیتوں خرمستیوں کفر وشرک کی بدکرداریوں کے محاسبہ کبیرہ وبطش شدید سے سزاء جسمانی میں جکڑ لیا اور عذاب آسمانی میں پکڑ لیا تب ہی وہ مغرور ونفور عاجزی بے بسی سے ڈھیلے پڑ گئے۔ بندگی پر مائل ہوئے اور اس وقت مذبوحہ بیل کی طرح ڈکرائے۔ یہ ان کے آباؤ واجداد کا انجامِ بد تھا جن پر ان موجودہ کفار کو بڑا فخر ہے اور جن کے دینِ باطل پر ان کو بڑا ناز ہے اور آج سینہ

تان کر کہہ رہے ہیں کہ وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا (مائدہ: ۱۰۴) اسی ہٹ دھرمی سے رسوم باطل پر جٹے ہوئے ہیں اور نہیں جانتے کہ ان موجودہ عیاش کفار کا انجام بھی اسی طرح عذاب و سزا والا ہونا ہے۔ دنیا میں عذاب آسمانی کے وقت اور قیامت میں سزاء جاودانی کے وقت ان مترفین اولین و آخرین سے بھی اور خادمین و اصغرین سے بھی کہ لَا تَجْئَرُوا الْيَوْمَ آج نہ چیخو چلاؤ نہ ڈکراؤ ہائے بچاؤ کی فریادیں نہ لگاؤ کیونکہ اب کچھ فائدہ نہیں نہ عاجزی کا نہ شرمندگی کا کیونکہ نبوت کی زبان سے کتاب کے کلام سے موت و گرفت سے پہلے تم کو سب کچھ سمجھا دیا بتا دیا نقشہء قبر و حشر سنا دیا تھا۔ لہٰذا اب اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ۔ بیشک تم سب ہر قسم کے کافر ہماری طرف سے بالکل مدد نہ کیے جاؤ گے نہ آس و امید کی نہ نرمی ترسی چھٹکارے کی۔ بلکہ تم مترفین عیش و مخمورین طیش کو تمہارے اصغرین و خادمین سے بھی زیادہ اور پہلے عذاب دیا جائے گا تاکہ وہ چھوٹے لوگ تم بڑوں کو اپنے سے بھی پہلے عذاب میں جلتا مرتا، گرتا پڑتا، پھنستا ہوا دیکھیں اور جان لیں کہ یہ ہی مترفین و سرداران دنیا میں ورغلاتے گمراہ کرتے کفر میں پھنساتے اور بڑی دعویداری سے آخرت میں بچالینے کے بھروسے دلاتے تھے۔ تم بڑوں کا یہ برا انجام و حال دیکھ کر ان چھوٹوں کا یہ آخری سہارا بھی ٹوٹ جائے گا۔ اے مغرور آج قبر و حشر میں تمہیں عاجزی بندگی کرنے اور مدد کے لیے پکارنے کا حق ہی کیا ہے کیونکہ تم دنیا میں انبیاء کرام علیہم السلام کی تبلیغ پر علماء دین کی تعلیم پر۔ اولیاء اللہ کے سمجھانے پر۔ اسلام کے بتانے پر قرآن کے سکھانے پر دینی باتوں کے پڑھانے پر بڑی اکڑ دکھایا کرتے منہ پھیرایا کرتے تھے۔ اس طرح کہ قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ۔ جب بھی میری آیتیں قرآنِ مجید کی عبارتیں تمہارے سامنے تعلیم و تبلیغ کے لیے پڑھی جاتی تھیں دعوتِ ایمان کے لیے تلاوت کی جاتی تھیں تو ایمان و احکامِ اسلام پر عمل کرنا تو درکنار تم کو تو کانوں سے سننا دل سے برداشت کرنا بھی گوارہ نہ تھا۔ تمہارے حسد و بغض جلاپے و شدتِ نفرت کا یہ حال تھا کہ حرم کعبہ کی طرف آتے آتے رک جاتے اور ایڑیوں کے بل پیٹھ پھیر کا راستہ کاٹ کر تیزی سے دور نکل جاتے تھے۔ غور و فکر تحمل، تذکر، تدبر، کا تو تم لوگوں نے کبھی تصور بھی نہ کیا تھا۔ تو آج کس کرتوت پر مددِ الٰہی نصرت کبریائی و شفاعت مصطفائی کی آس لگائے بیٹھے ہو۔ اور ہائے بچاؤ کی فریادیں لگاتے ہوئے اچھل کود مچا رہے ہو۔ قبر و حشر قیامت جہنم کے یہی نقشے سمجھانے کے لیے آیتیں سنائی جاتی تھیں اللہ اکبر۔ کیا کرم ہے کریم کا کہ کس شفقت عظیم۔ محبت حلیم، الفت عمیم سے اپنے بندوں کو سمجھاتا ہے پیار سے بلاتا ہے جنت عطا فرماتا ہے جہنم سے بچاتا ہے اور اپنی اس کتاب سے سناتا ہے جو کل عالم میں مشہور ہے۔ گھر گھر میں موجود ہے اور تا قیامت مکتوب ہے جس کا نام قرآنِ مجید فرقانِ حمید کتاب مبین ہے۔ تاکہ دنیا جہان میں کوئی بھی غافل نہ رہے۔ اور عذرِ غفلت کا بہانہ نا بنا سکے۔ خیال رہے کہ عربی لغت میں بڑی شخصیات کے لیے چار الفاظ مستعمل ہیں۔ ا۔ مَلاءٌ۔ ۲۔ رؤسا۔ ۳۔ صَنادِید۔ ۴۔ مترفین۔ مگر ان میں فرق یہ ہے کہ مَلاء وہ بڑے لوگ جو قول قبیلے کے جدی۔ پشتی۔ آبائی۔ موروثی سردار ہوں۔ رؤسا وہ بڑے لوگ جو قوم میں تجارتی کاروبار یا زمیندار پیداوار کے مالک ہونے کی بنا پر سب سے زیادہ دولتمند ہوں اور غرباء قوم کے مربی بھی ہوں۔ صنادید۔ وہ بڑے لوگ جو مذہبی یا سیاسی یا دانشوری کی بزرگی والے صاحب الرائے ہوں قومی فیصلوں میں ان کی رائے کو اہمیت و وقار حاصل ہو۔ مترفین وہ بڑے لوگ جو قوم قبیلے میں ایسے امیر و دولتمند ہوں کہ کثرتِ دولت نے ان کو اتنا عیاش و مغرور کر دیا ہو کہ ان کا دماغ ظلم کمانے غریبوں کو غلام بنانے اور ہر طرح کا عیش

اڑانے مزے لوٹنے کا عادی ہو گیا ہو۔ چونکہ ان کی بڑائی انفرادی ہوتی ہے اس لئے ان میں حاکمیت کا چسکہ اور انفرادی غالبیت کا خمار ہوتا ہے۔ یہ افراد حکومت کے بھوکے اقتدار کے طالب۔ تسلط کے خواہاں بن جاتے ہیں۔ ہر شخص کو گھٹیا خود کو بڑھیا سمجھنے لگتے ہیں۔ اس وجہ سے اس قسم کے امراء پر نفس و شیطان کا قبضہ زیادہ مضبوط جما ہوتا ہے تاریخ شاہد ہے کہ ہر قسم کے کفریات و فسقیات اور ظلم و تخریبات کی نئی نئی راہیں ان ہی عیاش و بدکار لوگوں کی ایجاد سے بنتی ابھرتی رہیں ابتداء سے اب تک اور اب سے تا قیامت یہی طور طریقہ جاری ہے اور ایسے لوگ پیدا ہوتے ہی رہیں گے۔ نہ تبلیغ انبیاء علیہم السلام سے ان کی کفریات ختم ہوئیں نہ تعلیم علماء اسلام سے ان کی فسقیات ختم ہوئیں ایسے نہ کافرین لوگ مومنین بنے نہ ایسے عیاش فاسقین لوگ صالحین بنے۔ بجز چند افراد کے۔ یہی ہیں زمین کے جھاڑ و خار اس لئے کہ ان انفرادی خوشحالی والوں سے زمین پر تین فساد برپا ہوتے رہے۔ ۱۔ خود گمراہ ہونا رہنا اور ماتحتوں کو گمراہ کرنا۔ گمراہ رکھنا ۲۔ مسافرین نو واردین کو ورغلانا وسوسے ڈالنا بہکانا بھٹکانا۔ ۳۔ مومنین صالحین کو اذیتیں دینا ستانا ظلم ڈھانا۔ اسی وجہ سے آسمانی ناگہانی عذاب میں پہلے ان ہی مترفین عیاشین کو پکڑا جاتا رہا بعد میں ان کے عوامی ساتھیوں کو۔ اسی سزاء عبرت کو یہاں حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ کے الفاظ سے بیان فرمایا اور سورۃ اسریٰ آیت ۱۶ میں فرمایا گیا۔ اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ یعنی حکم دیا ہم نے ان قوموں کے عیش پرست امراء کو تو وہ سب دین الٰہی کے نافرمان ہو گئے۔ اور عیاری و عیاشی کی فسقیاتِ کفریہ میں غرق رہے پس مبرم و غالب آ گیا ان مترفین پر تقدیر ازلی کا فیصلہ عذاب غرضیکہ انفرادی و موروثی دولت و شوکت کا نشہ بڑے بڑے فتنے پیدا کرتا رہا۔ غروریت شدادیت' فرعونیت' ہامانیت' قارونیت' یزیدیت سب اسی کی پیداوار ہیں۔ اسی سے استحصالی و تخریبی قوتیں جنم لیتی رہیں اور ہر دور میں غریب پستے رہے اصلی و نقلی غلام بنتے رہے امراء دنیوی نے ہمیشہ دنیوی و مادی دولت کو ہی غلبہ و تسلط اور سرداری کا مستحق سمجھا اور جب سرمایہ داری چند ہاتھوں میں ہوگی تو رواج باطل کے مطابق تسلط و حکمرانی پر قبضہ بھی چند سرمایہ داروں کا حق سمجھا جائے گا باقی افرادِ قوم کو باوجود علم و عقل شعور و فراست۔ روشن ضمیری کے غربت کی بنا پر بڑا بننے کا کوئی حق نہیں دیا جائے گا۔ غربا کی قسمت میں صرف محرومی و محکومی ہی سمجھی جاتی ہے اور جب ایسا ظالمانہ معاشرہ و رواج پیدا کر دیا جائے کہ سرمایہ دار غلبہ و تسلط اور آقائیت کو اپنا آبائی قومی و موروثی حق سمجھنے لگے اگرچہ جاہل و بیوقوف ہو اور کرسی حکومت پر قبضہ ووٹوں سے نہیں نوٹوں کے وجود سے حاصل کیا گیا ہو تو فتنہ غرور' ظلم و فتور' ادیان باطل کا ظہور و عقائد زور و حق سے نفور کا پیدا ہونا لازمی امر ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت و تشریف آوری اور دین اسلام کا وجود۔ احادیث مقدسہ کی روایات اور قرآنِ مجید کی آیات اِن ہی استحصالی قوتوں' عیاشی کی خصلتوں' عیاری کی طاقتوں' مکاری کی سلطنتوں' نفسانی فتنوں' ظلمانی غلبوں اور بے جا آبائی رسموں عقیدوں و خاندانی استحقاقوں کو توڑنے ختم کرنے کے لیے نازل ہوئیں تبلیغ نبوی۔ تعلیم اسلامی تربیت قرآنی نے سرمایہ داری کے ان بتوں کو پاش پاش کیا اور دین حق و قانون الٰہی کا بول بالا و باطل کا منہ کالا کیا۔ اور مال و اولاد کو ذریعہ فتنہ باعث فساد نتیجہ تسلط اور وجہ غرور سے نکال کر اسباب خیر و برکت کا ذریعہ ابدی رحمت بنا دیا اور فرمایا کہ اجتماعی خوشحالی رحمت و برکت فضیلت و کثرت ہے لیکن انفرادی خوشحالی فتنہ دنیا و ذلت آخرت ہے۔

ان آیات میں مفسرین کے اختلافی اقوال

بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ کی تفسیر میں تین قول۔ ا۔ اکثر نے فرمایا اس کا معنٰی ہے کافروں کے دل اپنے نامہ اعمال سے غمرت میں ہیں۔ یہی قول درست کیونکہ دیگر آیات اسی قول کی تائید کررہی ہیں۔ ۲۔ بعض نے کہا اس کا معنٰی ہے کہ مومنوں کے دل کفار کی بداعمالی سرکشی دیکھ کر حیرت میں ہیں اس قول کی دلیل یہ کہ یہ عبارت متصل ہے مومنین کے ذکر سے لہٰذا حق جوار کی بنا پر قلوبھم سے مراد بھی مومنین کے دل ہیں۔ ۳۔ بعض نے فرمایا کہ اس کا معنٰی ہے کہ بلکہ مومنین کے دل اپنے اعمال صالحہ کی طرف سے فکر و غمرۃ میں ہیں کہ نہ معلوم قبول ہوں یا نہ ہوں۔ اس قول کی دلیل ذکری اتصال وحق جوار ہے مگر یہ دونوں قول کمزور اور دلیل ناقص ہے کیونکہ لفظ غمرت ہمیشہ برائی کے لیے مستعمل ہوتا ہے۔ مِنْ هٰذَا کے مشار الیہ میں چار قول۔ ا۔ اکثر نے فرمایا کہ مِنْ هٰذَا کا معنٰی اسلام قرآن پر ایمان لانے سے کفار کے دل غمرت یعنی نفرت و غفلت میں ہیں یہی قول درست ہیں۔ ۲۔ بعض نے کہا دین اسلام کی خوبیوں سے کفار کے دل گھبراہٹ میں ہیں۔ ۳۔ بعض نے کہا اپنے نامہء اعمال سے۔ ۴۔ بعض نے کہا کہ اس وجلت و اشفاق سے غمرت میں ہیں مومنوں کے دل ہمارے اعمال درست ہیں یا غلط۔ وَلَهُمْ اَعْمَالٌ کی تفسیر میں تین قول۔ ا۔ اکثر مفسرین نے فرمایا کہ اس کا معنٰی ہے ان کفار کے برے اعمال ان کی غمرت و نافرمانی کے علاوہ بھی ہیں مثلاً ظلم تشدد غرور و کفر کی نکاری گناہوں کی عیاری۔ قرآن مجید کا انکار' دین' اسلام پر طعن و تمسخر وغیرہ۔ ۲۔ کچھ مفسرین نے فرمایا کہ اس کا معنٰی ہے کفار کے اعمال مومنین کے اعمال کے علاوہ اور جدا ہیں۔ یہ دونوں قول درست ہیں کیونکہ مِنْ دُوْنِ سب کو جامع ہے۔ ۳۔ امام رازی اور مفسر ابو مسلم نے لکھا کہ اس آیت کا معنٰی ہے مومنین کے اعمال صالحہ چار مذکورہ اخلاق و حسنات کے علاوہ بھی ہیں۔ مثلاً نوافل' سنن' مستحبات صدقات و سخاوتیں۔ مگر یہ قول غلط ہے کیونکہ آیات کے سیاق و سباق کے خلاف ہے۔ حتی کے معنٰی میں دو قول۔ ا۔ بعض نے کہا کہ یہ حتّٰی ابتدائیہ سببیہ ہے اور آیت کا معنٰی ہے کہ اس وجہ پکڑ لیا ہم نے۔ اس کی مثال عربی میں اس طرح ہے کہ مَرِضَ فُلَانٌ حَتّٰی لَا یَرْجُوْنَهٗ۔ یعنی فلاں بیمار ہو گیا اس لئے لوگ اس کی امید نہیں رکھتے۔ ۲۔ بعض نے کہا یہ حتیٰ انتہائیہ ہے اور آیت کا ترجمہ ہے کہ کفار کی بداعمالی بڑھتی ہی چلی گئی یہاں تک کہ جب پکڑ لیا۔ یعنی جب کفار کی طرف سے ایسا ہوا تب ہماری طرف سے ایسا ہوا۔ بِالْعَذَابِ کے معنٰی میں تین قول۔ ا۔ اکثر نے فرمایا کہ عذاب سے مراد جہنم کا عذاب ہے یہی قول درست ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا کہ عذاب سے جنگ بدر کا قتل و قید مراد ہے مگر یہ قول اس لئے غلط ہے کہ مقتولین سے یَجْئَرُوْنَ کا صدور نہ ہوا تھا۔ اور قیدیوں سے لَا تُنْصَرُوْنَ کی سختی نہ کی گئی تھی بلکہ فدیہ لے کر چھوڑ دیا گیا تھا۔ ۳۔ بعض نے کہا عذاب سے مراد قریش مکہ پر بددعاء نبوی کا سات سالہ قحط ہے جس میں کفار مکہ کتے بلے اور مردار بھی کھا گئے تھے مردوں کی ہڈیاں بھی ابال کر یخنی بنا کر پی گئے تھے۔ مگر یہ قول بھی غلط ہے دو وجہ سے پہلی یہ کہ یہاں فرمایا گیا ہے کہ صرف مترفین کو عذاب سے پکڑا حالانکہ قحط میں تو سب چھوٹوں بڑوں پر مصیبت پڑی تھی۔ سب متاثر ہوئے تھے دوم یہ کہ قحط دعاء نبوی کے بعد ختم کر دیا گیا تھا جبکہ لَا تُنْصَرُوْنَ فرمایا گیا یعنی تم مدد نہ کئے جاؤ گے عذاب ختم نہ ہوگا۔ یَجْئَرُوْنَ کے معنٰی میں تین قول۔ ا۔ بعض نے کہا۔ مذبوحہ بیل کی طرح ڈکراتے ہیں یا چیخیں چلائیں گے۔ ۲۔ بعض نے اس کا ترجمہ کیا۔ پکاریں گے کہ [illegible] ہوں گے۔ یہ

تینوں قول درست ہیں۔ یَجْئَرُوْنَ کے وقت جئو اور زمانے میں تین قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا یہ چیخ پکار جہنم کے اندر ہوگی بعد قیامت۔ یہی قول درست ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا کہ یہ چیخ پکار جنگ بدر کے دن مقتولین مجروحین کی آہ وبکا چیخ وپکار مراد ہے۔ ۳۔ بعض نے کہا کہ اس سے مراد وہ رونا دھونا پیٹنا ماتم کرنا مراد ہے جو جنگ بدر کے بعد تقریباً ایک ماہ تک کفار مکہ مرد وزن اپنے سرداروں اور مترفین کے قتل پر رونا پیٹنا ونوحہ خوانی کرتے رہے اور شکست بدر کا بدلہ لینے کے لیے اردگرد علاقوں میں جا کر قبائل عرب کی مدد لینے کے لیے جا جا کر روتے گڑگڑاتے رہے۔ یہاں یَجْئَرُوْنَ سے وہی نوحہ خوانی مراد ہے۔ مگر یہ دونوں قول غلط ہیں کیونکہ روش کلام کے خلاف ہے۔ لَا تَجْئَرُوا الْيَوْمَ کی تفسیر میں پانچ قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا کہ یہ حکم انہیں جہنم میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے غیبی آواز سے ہوگا۔ یہی قول درست ہے کیونکہ آگے ارشاد ہے قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِيْ اس میں واحد متکلم کی نسبت الٰہی سے ثابت ہو رہا ہے کہ لَا تَجْئَرُوا کی نہی بھی اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا یہ نہی جہنم میں ملئکہ کی زبانی ہوگی۔ ۳۔ بعض نے کہا یہ باتیں اور نہی جہنم کے اندر خود کفار آپس میں ایک دوسرے کو کہیں گے زبانِ حال یا زبانِ قال سے مگر یہ قول بھی غلط ہے کیونکہ آگے جواباً ارشاد ہے۔ اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ۔ اگر یہ نہی خود کفار کی باتیں ہوتیں تو جوابی کلام کس کا ہوگا۔ ۴۔ بعض نے کہا یہ قول نہی میدانِ بدر میں صحابہ کرام نے کفار سے کہا تھا۔ مگر یہ قول بھی غلط اس لئے کہ یہ سورۃ مکی ہے اور واقعہ بدر بعد ہجرت مدنی ہے۔ ۵۔ بعض نے کہا یہ حکم نہی قبر میں ہر کافر سے فرشتے کہیں گے۔ یہ قول بھی غلط ہے کیونکہ قبر میں مردہ واحد ہوتا ہے۔ اور یہاں تمام صیغے وضمیریں جمع ہیں۔ نیز قبر میں سب کفار پر عذاب ہوتا ہے سب کا عذاب برابر کوئی تخصیص نہیں۔ جبکہ یہاں صرف مُتْرَفِيْنَ کا ذکر ہے۔ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ کی قرأت میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت عَلٰى اَعْقَابِكُمْ ہے یہی صحیح ہے کیونکہ مشہور ومکتوب ہے۔ ۲۔ بعض نے یہاں عَلٰى اَدْبَارِكُمْ پڑھا ہے معنیٰ اگرچہ ایک ہی ہے مگر یہ قرأت شاذ ہے۔ تَنْكِصُوْنَ کی قرأت میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت تَنْكِصُوْنَ ہے۔ باب ضرب کا مضارع۔ کاف کے کسرے سے۔ یہی قرأت درست ہے کیونکہ مشہور ومکتوب ہے۔ ۲۔ بعض کی قرأت میں تَنْكُصُوْنَ ہے۔ باب نصر کا مضارع۔ کاف پر ضمہ۔ معنیٰ اگرچہ ایک ہی ہے مگر یہ قرأت شاذ ہے۔

فائدے

ان آیات سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ **پہلا فائدہ:** دنیا میں دو قسم کی خوشحالی پائی جاتی ہے ایک اجتماعی قومی خوشحالی۔ اس خوشحالی سے اتحاد اتفاق مساوات' عبادات' اخلاص' عجز وانکسار باہمی الفت محبت تعاون اور سچا عدل وانصاف جیسی قوتیں پیدا ہوتی ہیں۔ ایسی خوشحالی میں سَيِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُهُمْ کا ذہن رکھتا ہے اور پوری قوم قُوْمُوْا لِسَيِّدِكُمْ والا احترامی جذبہ کا عقیدہ وطریقہ اختیار کر لیتی ہے۔ ایسی ہی خوشحالی پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں برکتیں نصرتیں نازل ہوتی ہیں۔ اور آقا حضور نبی کریم ﷺ کی دعائیں ملتی ہیں۔ تمام انبیاء علیہم السلام اور اسلام قرآن ایسی ہی خوشحالی کو حاصل کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ اس خوشحالی کو کبھی فنا نہیں۔ ایسی سدا بہار خوشحالی میں امراء قوم مربی غربا ہوتے ہیں اور قومی غربا دعا گو اور فدائین قوت امراء بن جاتے ہیں۔ دوسری خوشحالی انفرادی وشخصی اس خوشحال سے آقائیت حاکمیت غرور نخوت رعونت اکڑ تکبر ظلم حرام دولت سے پیار شرارت سے محبت سچائی سے نفرت حق سے دشمنی جیسی بری عادتیں اور بھرتیاں جنم لیتی ہیں۔ ایسی خوشحال میں سردار

اور امراء خود کو حاکم بے لگام سمجھتا ہے اور پوری قوم کو بے قیمتی غلام۔ ایسی خوشحالی پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے لعنت ملامت نازل ہوتی ہے اور فناء ابدی کا عذاب آ جاتا ہے انبیاء علیہم السلام کی طرف سے ناراضگی اور ہلاکت کی بددعائیں ملتی ہیں ہر دین حق ایسی خوشحالی سے نفرت فرماتا ہے اقدام کو بچاتا ہے ایسی خوشحالی سے امراء مترفین بن کر قوم پر ظالم ہوتے ہیں اور غربا مجبور و مظلوم امراء حق کے طاغی اور غربا امیروں سے قلبی متنفر ذہنی باغی ہوتے ہیں اور پھر ان دونوں امراء غربا گروہ سے زمین پر فساد اور قوموں میں فتنوں کے دروازے کھل جاتے ہیں تب ہی رب تعالیٰ کی طرف سے اخذ وبیل وبطش شدید کے عذاب وعتاب نازل ہوتے ہیں اور قومیں تباہ ہو جاتی ہیں۔ یہ عبرت انگیز فائدہ حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ فرمانے سے حاصل ہوا۔

دوسرا فائدہ: ہر مسلمان مرد وعورت کو چاہئے کہ وہ ہر قول وفعل میں ہر کافر سے ممتاز وجدار ہے تاکہ دور سے ہی کافر سے علیحدہ مومن کی شناخت ہو جائے بلکہ ظاہر کے حالات وکیفیات اور باطن کے نیات وارادات بھی ہر اعتبار سے متفرق رہیں۔ یہ فائدہ اولاً اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ۔ کی چند خصوصی شانیں بیان فرما کر مومنین کو متفرق وعلیحدہ ذکر کرنے کے بعد پھر وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ۔ فرمانے سے حاصل ہوا۔ ان آیات نے بتایا کہ مومن مسلمان اپنے قول کلام چلنے لباس گھر بار تجارت عدالت عبادت شکل وصورت اور امانت ودیانت عہد ووفا میں ہر کافر سے علیحدہ ہونا چاہئے۔ اور قرآن مجید احادیث مقدسہ کا بیان کردہ اسلامی تشخص وشناخت ونشان ہر مسلمان آل واولاد بلکہ پورے معاشرے وعلاقائی ماحول پر جاری کرنا چاہئے۔ مردوں کی چار انگل شرعی داڑھی۔ عورتوں کے چہرے پر برقہ نقاب کا پردہ۔ سر سے پیر تک مہذب اسلامی لباس یہ محلے کی اونچی مینار کی مسجدیں اور ہر محلے سے اٹھتی ہوئی اذان کی صدائیں علاقائی شناخت مسلمان ہی تو ہے یہ ہی وہ شعائر اسلام ہیں جن کے ذریعے دنیا وآخرت میں ہر مسلمان ہر کافر سے جدا ہے۔ **تیسرا فائدہ:** ۔ کافر ومومن کا ایک فرق یہ بھی ہے کہ کافر کا کوئی بھی ابدی اصلی قولی فعلی مددگار نہیں نہ دنیا میں کوئی جو ہلاکت ناگہانی سے بچائے نہ قبر وحشر آخرت میں جو عذاب نافرمانی سے بچائے نہ کوئی حمایتی نہ سفارشی مگر بحمدہ تعالیٰ مومن کے مددگار ہر جگہ موجود ہیں دنیا میں بھی انبیاء، اولیاء، ملائکہ علیہم السلام اور قبر وحشر آخرت میں بھی پل صراط پر بھی یہ فائدہ۔ اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ۔ میں خصوصیت سے کفار کو مخاطب کرنے سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ:** ۔ قانونِ اسلامیہ کے مطابق علوم دینیہ سے بے خبر ہونا مسائل شرعیہ سے ناواقف ہونا ناقابل معافی جرم ہے اور کسی مسئلہ شرعی سے ناواقفی کو اپنی بے عملی یا بدعملی کا عذر وبہانہ بنانا اس سے بھی زیادہ جرم وناقابل قبول ہے نہ دنیا کی قانونی اسلامی عدالت میں نہ آخرت والی عدالت کی حاضری میں جو مسلمان دنیا کے اسکول وکالج ویونیورسٹی میں تو خوب ماہر نصابات وعلمیات میں کامیاب ہو کر کھیل میں چست ہو مگر دین ومذہب کے ابتدائی وضروری مسائل سے بھی بے خبر اور دینی علم پڑھنے یاد کرنے میں سست وہ دنیا وآخرت کا سنگین مجرم قابل سزا گناہ گار ہے۔ ایسے ہی جو مسلمان مرد وعورت دنیوی فنکاری کارسازی معماری کشیدہ کاری سیاست بازی کرنے میں خوب چالاک وہوشیار ہو مگر دینی مسائل پڑھنے سیکھنے میں بدشوق [illegible] غافلین میں شمار

ہے۔ یہ مسئلہ بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِیْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا کے نشان وارشاد ربانی سے مستنبط ہوا۔ ایسے بے علم نام نہاد مسلمانوں کے دل بھی جہالت حماقت ضلالت کے پانیوں میں ڈوبے ہوئے ہیں اور ایسے مسلمان بھی اپنے نامہ اعمال وشرعی احکام سے غافل ہیں ان کے عمل بھی مسلمانوں کے عمل سے جدا ہیں۔ **دوسرا مسئلہ:** انبیاء کرام علیہم السلام کی تبلیغ وتربیت تو کفار کو مومن بنانے کے لیے ہوتی ہے مگر علماء ربانی کی تعلیم وتربیت فساق کو صالح ونیک بنانے کی لیے ہوتی ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام سے دوری ونفوری کفر ہے۔ اور علماء حق سے دوری ونفوری فسق ہے۔ کفر پرڈٹے رہنا ضد کر کے قائم ہونا کفار کی شیطانی خصلت ہے۔ اور جہالت حماقت کے کاموں کھیل کود تماشوں میں عمر بھر مشغول رہنا فاسقین کی خصلت بدوعادتِ خبیثانہ ہے۔ کل بعد موت قبر وحشر میں کفار کو کفر کی فساق کی فسق کی پکڑ ہوگی۔ یہ مسئلہ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ۔ اور حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذْنَا مُتْرَفِیْهِمْ کے ارشاد باری تعالیٰ سے مستنبط ہوا۔ فساق میں مترفین وہ والدین اور لیڈرانِ قوم ہیں جو اپنی اولاد اور قومی نسل کی دنیوی سکول وکالج میں تو بہت محنت دولت الفت سے پڑھاتے ہیں۔ مگر دینی علوم سے بے توجہ اور دور رکھتے ہیں۔ کھیل تماشوں پر شاباش و تمغات وانعامات دیئے جاتے ہیں ناکامی پر جھڑک سرزنش فیل کرنے کی سزا دی جاتی ہے مگر نماز وروزے زہد وعبادت تلاوت سے غفلت کوتاہی بے پرواہی پر نہ کوئی پوچھ گچھ نہ سرزنش نہ سزا نہ فکر آخرت دنیوی نصابوں پڑھائیوں پر ہزاروں روپیہ برباد کیا جاتا ہے مگر تعلیم دینی کے لیے ایک کتاب خریدنا بھی گوارہ نہیں۔ یا اللہ میری قوم مسلم کو ہدایت نصیب فرما۔ **چوتھا مسئلہ:** جب کسی محفل میں قرآن مجید پڑھا جائے تو ہر اس مسلمان پر نہایت توجہ اور گوش وہوش سے اس تلاوت کو سننا اور بالکل خاموش رہنا واجب ہے جو اس محفل میں بیٹھے ہوں باوضو ہو کر آئیں اور خشیت الٰہی رعب کبریائی وہیبت کلام سے کلام الٰہی کے لفظوں کو غور سے سنیں یہ ہی محفل تلاوت کے آداب ہیں۔ ترجمہ نہ بھی آتا ہو تب بھی ذہن میں رکھیں کہ رب تعالیٰ ہم سے کچھ فرما رہا ہے الفاظ پر کان لگائیں اور صرف قاری کی خوش گلوئی پر توجہ نہ ہو نہ واہ واہ کی جائے بلکہ کلام باری تعالیٰ سن کر یہ سوچ کر کہ یہ کلام ہم مسلمانوں کے پاس اللہ تعالیٰ کا انعام ہے۔ ہر آیت کی خاموشی پر سبحان اللہ وبحمدہ پڑھیں اور تحفہ قرآن پر شکر حسن ادا کریں۔ یہاں تک کہ کان سنتے ہوں۔ دل خوف الٰہی سے ڈرتے ہوں۔ اور آنکھیں عشق الٰہی کے وفور جذبات سے روتی ہوں۔ خبردار محفل تلاوت کو مقابلہ حسن قرأت کا اکھاڑہ تماشہ گاہ نہ بناؤ۔ کیونکہ مقابلہ حسن قرأت کرانا یا مقابلہ حسن نعت کی تقریبیں تحریکیں سجانا یہ بھی شیطانی شرارتیں ہیں اس طرح محفل ومجلس عبادت گاہ کے بجائے تماشہ گاہ بن جاتی ہے اور لوگ دیگر تماشائی مقابلوں کی طرح یہاں بھی مقابلے کی ہار جیت دیکھنے جمع ہوتے ہیں جو صرف قاری کی ترنم بازی وخوش گلوئی سننے آتے ہیں نہ کہ کلام کبریائی ونعت مصطفائی۔ اگر آواز وترنم پسند نہ آئی تو اکتا کر چلے گئے یا تنگ پڑ گئے اور بے توجہ ہو گئے یا منہ موڑ کر پیٹ پھیر کر بیٹھ گئے یا اردگرد کھڑے ہو کر دنیوی باتیں شروع کر دیں۔ کلام ربانی کی پرواہ نہ کی یہ سب کام وحرکات ومقابلے کا انعقاد شرعاً حرام ہے وباعث عذاب ہے اور سزاء قبر وحشر کے لائق ہے دنیا میں بھی قدرتی ذلت ملتی ہے۔ اے ایمان والو قرآنِ مجید کی جتنی بھی تعظیم کرو گے اتنی ہی دنیا وآخرت میں عزت پاؤ گے۔ یہ مسئلہ قَدْ كَانَتْ اٰیٰتِیْ تُتْلٰى عَلَیْكُمْ (الخ) کے فرمانِ ربانی سے مستنبط ہوا۔ اے میرے مسلمان بھائیو دنیا میں ہی اپنے آپ کو درست کر لو ایسا نہ ہو کہ کل قیامت میں تم کو بھی یہ الفاظ سننے پڑیں۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراضات کئے جاتے ہیں۔ **پہلا اعتراض:** یہاں آیت ۶۳ میں فرمایا گیا بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِیْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا۔ اس کا ترجمہ کیا جاتا ہے کہ مومنوں کے دل اس خشیت و اشفاق کی وجہ سے فکر و غم میں ہیں حالانکہ اس سے پہلے آیت ۵۷ میں فرمایا گیا۔ هُمْ مِّنْ خَشْیَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ۔ اور آیت ۶۰ میں فرمایا گیا وَّ قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ۔ سوال یہ ہے کہ خشیت کا معنیٰ بھی ڈرنا۔ اشفاق کا معنیٰ بھی ڈرنا۔ اور وَجِلَتْ کا معنیٰ بھی ڈرنا اور اب پھر تیسری بار مومنوں کی نشانی میں غمرٰت فرمایا گیا اس کا معنیٰ بھی غم فکر سے ڈرنا۔ یہاں اس کے بیان کی کیا ضرورت تھی اور اہل ایمان کے غم فکر کے خوف کی وجہ کیا ہے۔ اس طرح تو یہ محض تکرار لفظی ہوتی ہے۔ **جواب:** ہم نے تفسیر عالمانہ میں وضاحت کر دی ہے کہ خشیت کا معنیٰ ڈر خوف۔ اشفاق کا معنیٰ تکمیل خوف اور وجلت کا معنیٰ اندیشہ دھڑ کا لگنا۔ یہ تینوں کیفیات اہل ایمان کی ہیں۔ اور تکرار لفظی نہیں بلکہ ہر لفظ اپنے علیحدہ معنیٰ میں ہے۔ اور غمرۃ میں مومنوں کے دل کی کیفیت کا بیان نہیں ہے بلکہ کفار کے دلوں کی حالت غفلت کا بیان ہے۔ غمرت کا معنیٰ غم فکر نہیں بلکہ اس کا معنیٰ جہالت و غفلت ہے ہمارے اس تفسیری بیان پر تو کوئی اعتراض پڑتا ہی نہیں۔ معترض کا اعتراض تفسیر کبیر رازی میں بیان کردہ ایک پرانے مفسر ابو مسلم کی تفسیر پر ہے جس کی تائید امام رازی نے بھی کر دی۔ وہ کہتے ہیں کہ چونکہ اس آیت ۶۳ سے پہلے مومنون کا ذکر ہے اس لئے یہاں بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِیْ غَمْرَةٍ میں مومنوں کے دل مراد ہیں اتصال کلام کی وجہ سے اور مِنْ هٰذَا کا مِنْ تعلیلیہ ہے اور هٰذَا کا مشار الیہ خشیت وَجِلَتْ ہے تفسیر ابو مسلم میں آیت کا معنیٰ یہ بنتا ہے کہ ایمان کامل اعمال صالحہ مسارعت خیرات کے باوجود مومنوں کے دل غمرۃ و فکر میں ہیں کہ نہ معلوم ان کے اعمال قبول ہیں یا مردود۔ ہمارے نزدیک ابو مسلم کی تفسیر اور اس کی تینوں توجیہیں اور امام رازی کی تائید سب کچھ قطعاً غلط ہے نہ یہاں ذکر مومنین سے اتصال کلام ہے نہ مِنْ تعلیلیہ ہے نہ هٰذَا کا مشار الیہ خشیت وَجِلَتْ ہو سکتا ہے اور غمرۃ کا معنیٰ غم فکر کرنا لغت کے خلاف ہے۔ چونکہ یہ تفسیر و توجیہ ہی غلط ہے غمرۃ کا تعلق مومنوں کے دلوں سے نہیں بلکہ کفار کے دلوں سے ہے اس لئے یہ اعتراض بھی غلط ہے۔ **دوسرا اعتراض:** یہاں فرمایا گیا حَتّٰۤی اِذَاۤ اَخَذْنَا مُتْرَفِیْهِمْ یعنی ہم نے مترفین کو پکڑا۔ یہاں صرف مترفین کا ذکر کیوں فرمایا گیا۔ عذاب تو سب چھوٹے بڑے کافروں پر نازل ہوتا ہے اور سب کفار ہی ہلاک کر دیئے جاتے ہیں۔ **جواب:** جن مفسرین نے اَخَذْنَا سے جنگ بدر کی قتل و غارت مراد لی ہے وہ تو یہ جواب دیتے ہیں کہ چونکہ جنگ بدر میں زیادہ تر سرداران کفر ہی قتل ہوئے تھے اس لئے مترفین فرمایا گیا لیکن جن اکثر مفسرین نے اَخَذْنَا سے عذاب جہنم مراد لیا ہے وہ جواباً یہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے بعد جہنم میں پہلے کفار سرداروں کو ڈالا جائے گا صرف عوام کفار کو ان کے بڑوں کا انجام دکھانے کے لیے کہ دیکھو یہ ہیں تمہارے آباء و اجداد اور بڑے لیڈر جو دنیا میں تم کو دین حق سے ورغلاتے ہٹاتے گمراہ کرتے بے دین بناتے کفر پر جماتے قائم رکھتے اور تمہارے لیے دنیا و آخرت کا سہارا بننے کے بڑے بڑے وعدے کرتے تھے۔ اب دیکھو جب ان کا یہ انجام ہے تو تم کیسے بچ سکتے ہو۔ بڑوں کی یہ بدانجامی دکھانی بھی چھوٹوں پر اذیت کا عذاب ہی ہے بلکہ دگنا قلبی عذاب دوسری وجہ مُتْرَفِیْهِمْ فرمانے کی یہ ہے کہ امراء و عیاش کفار کو تکلیف یا اذیت زیادہ محسوس ہوگی اور برداشت نہ کر سکنے کی وجہ سے ان کی چیخ و پکار شدید ہوگی جو دوسرے سننے والوں کے لیے عذاب شدید کی

مثل ہوگی تیسری وجہ یہ کہ مُتْرَفِيْنَ کا عذاب عام کفار کے عذاب سے چار گنا زیادہ ہوگا۔ ۱۔ گمراہ ہونے کا۔ ۲۔ گمراہ کرنے کا۔ ۳۔ عیاشی کا۔ ۴۔ غرور اور غریبوں پر ظلم کرنے کا۔ ان وجوہ سے یہاں صرف مُتْرَفِيْهِمْ کی پکڑ کا ذکر فرمایا گیا اور آج دنیا میں اس لئے سنایا گیا تاکہ ابھی دنیا میں ہی ہم سب لوگ سنبھل جائیں۔ عیاش امرا بندہ بن کر غریب عوام عبرتِ نصیحت لے کر اور مومن مسلمان نعمتِ اسلام قرآن کا شکر الٰہی ادا کرکے تاکہ شکریئے میں زیادہ کامل عامل بنیں۔

تفسیر صوفیانہ

یہ دنیا کے لیے عیش میں خرمست، مدہوش و بدگوش نہیں بلکہ ان کے دل غشاوات ھیولٰی وغفلت غامرہ میں ڈوبے ہوئے ہیں اور دور پڑے ہیں اس عمل کی سبقت وطلب حق سے۔ ان کے اعمال قرب منزل کے خلاف درکاری کا سبب ہیں اس لئے کہ بارگاہِ ربوبیت وآستانہ الوہیت سے دروازہ تناکص اور حجاب تکاثف میں پیٹھ پھیرے ہوئے ہیں آیات تجلیات سے آنکھیں بند بیزار ونفور ہوکر مشقت کی ایڑیوں کو پھیرنے اور تھک بیٹھنے والے حرمِ انوارِ وصل سے ہی راستہ بدل لینے والے ہیں۔ یعنی جس طرح اور جتنے لوگ سابقون صالحون کے مسلسل اچھے اعمال منور میں ترقی وکشف الغطا پردوں کے کھلنے کا سبب اور وصول حق میں کامیابی کی وجہ ہیں اتنے ہی بلکہ اس سے بھی زیادہ ان بدکاروں کے اعمال بد تسغُّل تکدر کے غلیظ پردوں میں ہیں اس طرح کہ مسلسل کمینگی وقابل نفرت گندے موٹے حجابات میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اسی وجہ سے بارگاہِ حق کے جھڑک دورکار والے ہیں۔ ان لوگوں کے اعمال بد ہمیشہ طلب دنیا شہواتِ نفسانیہ عیش پرستی لذت براری والے ہیں۔ ان کا نفس عیار کبھی بھی ان عملیات خبیثہ عاداتِ خسیسہ سے ان کو ہٹنے بچنے نہیں دیتا یہ بدبخت ان ہی عملیات ظلمات کے واخطبون دَآئِمُوْنَ ہیں۔ یہاں تک کہ جب ان کے مترفین عیاری ومکاری کو فناء محرومی ہلاکت مقہوری میں پکڑ لیا جاتا ہے تب نفوس امارہ عبرت کا رونا حسرت کا چیخنا عجلت کا چلانا شروع کرتے ہیں مگر اس وقت کا پچھتانا غیبی مدد کے لیے بیکار ہے اور لَا تُنْصَرُوْنَ کا آوازۂ حق بلند ہوتا ہے کہ اب تم قرب وصل کی بارگاہ میں نہیں پہنچ سکتے تمہاری کوئی مدد نہ کی جائے گی اس کی وجہ یہ کہ جب بھی مرشد قلب کی آہِ سحرگاہی صوتِ لاہوتی سے آیات کمالات کی تلاوت تمہارے سامنے کی جاتی تھی تو تم اور تمہارے اعضاء ظاہری تسخرۂ شیطانی اعمال طغیانی میں مسرور مشغول ہوکر راہِ حق سے مفرور و دور ہو جاتے تھے۔ تمہارا جبہ و دستار، سجادۂ زرنگار خطبہ وگفتار سب حصولِ دنیا کا طریقہء کار تھا۔ وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ۔ اور یاد رکھو کہ فاسقین کے اعمال ہمیشہ اعمال صالحین سے جدا وکمتر ابتر ہی ہوتے ہیں۔ صالحین کے اعمال کا کام تقویٰ ہے اور تقویٰ ہی تمام عبادات کی روح ہے تقوے کی روح محبت، محبت کی روح اتباع، اتباع کی روح تعظیم ہے۔ تقوے کی پچیس نشانیاں ہیں۔ اولاً تعظیم شعائر اللہ دوم ترک معصیت سوم تصدیق شریعت چہارم قرآن وحدیث کی تربیت پنجم رحمت رحمٰن کی امید ششم حرام ومشکوک ومکروہ چیزوں سے بچنا ہفتم موجبات عذاب سے ڈرنا۔ ہشتم تمام احکام الٰہی پر عمل کرنا نہم صدق ایمان قلبی یقین دہم اقوال نبوی کی اطاعت گیارہویں اعمال نبوی کی اتباع بارہویں گناہِ کبیرہ صغیرہ سے دور ہونا تیرھویں ترک تعصب وفعل تصلب کرنا چودھویں اپنی عبادت پر مغرور نہ ہونا پندرہویں زبان کی گناہوں سے حفاظت وصدق مقال سولہویں دنیا کو راہ گزر کی خار دار وپگڈنڈی سمجھنا سترہویں ہر برے شخص بری محفل بری کتاب بری چیز سے بچنا اٹھارہویں غیب پر ایمان لانا انیسویں نماز کا مقیمین بنانہ کہ فقط مصلین

بیسویں زکوٰۃ وصدقات کا معطی ہونا اکیسویں تمام صحف وکتب الٰہیہ کے کلام الٰہی قدیم ہونے پر ایمان لانا بائیسویں قیامت و ملائکہ پر ایمان تیئیسویں عبادت میں خلوص و بے ریائی چوبیسویں فیاضی پچیسویں تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر ایمان کامل ہونا۔ فاسقین کے اعمال کا نام معصیت ہے جن سے بچنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ اے میرے پروردگار تو ہی مجھ جیسے بھٹکے ہوئے اندھوں کو منزل قرب کی راہ بتانے والا اور مقامِ معرفت تک پہنچانے والا ہے۔ تیری جناب میں توبہ کے دروازے ہر وقت کھلے رہتے ہیں۔ طالبین منزل مراد کو صدق قلبی سے رجوع کرنے کی ضرورت ہے اے میرے کریم مولیٰ تعالیٰ تو ہی غفور ورحیم اور بخشنے والا ہے ہم تیرے بھٹکے ہوئے گناہ گار بندے ہیں بخشش وتوبہ کے طلب گار۔ رحم فرما اے مالک سب جہاں رحم فرما۔ اے شانِ کریمی ہمیں مایوس نہ فرما بس ہمیں ہمارے آقا کے قدموں میں پہنچادے کیونکہ وہیں پر ہماری دعاؤں میں اثر ہوسکتا ہے اور ہمارا یقین ہے کہ

تقدیر بدلتی ہے دعاؤں کے اثر سے
بے عجز کبھی ملتا نہیں اپنی فکر سے
ہر چیز میں اثر ہے اس آقا کے نگر سے
جو کچھ بھی کسی کو ملا بس ان کی نظر سے
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم

مُسْتَكْبِرِيْنَ ۖ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ ﴿٦٧﴾ اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا

غرور کرتے ہوئے کعبے کی کلید برداری خدمت گذاری پر حالانکہ ان کو راتوں کو کہانیاں سنانے کیلئے خدمت کعبہ وعبادت حرم کا اصل حق اور دین حق چھوڑتے ہو تو کیا تدبر ہی نہ کیا انہوں

خدمت حرم پر بڑائی مارتے ہو رات کو وہاں بیہودہ کہانیاں بکتے ہو حق کو چھوڑے ہوئے کیا انہوں نے بات کو سوچا نہیں

الْقَوْلَ اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ يَاْتِ اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٦٨﴾

نے حق سچی بات میں یا آچکی ہے ان کے پاس کوئی وہ خوشخبری جو نہیں آئی تھی ان کے گزشتہ آباء کے پاس

یا ان کے پاس وہ آیا جو ان کے باپ دادا کے پاس نہ آیا تھا

اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿٦٩﴾

یا ابھی تک نہ پہچانا انہوں نے اپنے رسول کو تو اس لئے وہ اس کے منکر ہیں

یا انہوں نے اپنے رسول کو نہ پہچانا تو وہ اسے بیگانہ سمجھ رہے

اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ

یا کہتے ہیں کہ اس کو جنون ہے بلکہ وہ رسول تو لائے ان کے پاس حق کو
یا کہتے ہیں اسے سودا ہے بلکہ وہ تو ان کے پاس حق لائے
وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ۝
اور اکثر کافر حق سے ہی نفرت کرنے والے ہیں
اور ان میں اکثر کو حق برا لگتا ہے

تعلقات

ان آیات پاک کا پچھلی آیات پاک سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آیات میں سابقہ کفار کے متکبرانہ کفریہ رویے کا ذکر فرمایا گیا۔ اب ان آیات میں موجودہ کفار مکہ کے متکبرانہ رویے روش کا ذکر فرمایا جارہا ہے۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیات میں عذاب کو دیکھ کر کافروں کے چیخنے چلانے فریاد کرنے گڑگڑانے کا ذکر ہوا۔ اب ان آیات میں کفارِ مکہ کی خوشحالی خرمستی کے دنوں میں رات بھر اپنی بہادری طاقت قوت کی جھوٹی کہانیوں قصوں کو سنانے کا ذکر ہے کہ سردارانِ کفر حرم شریف میں بیٹھ کر کیسی بیہودہ بناوٹیں بناتے سناتے رہتے ہیں۔ یا پھر راتوں کو اسلام کے خلاف خفیہ میٹنگیں کرتے تھے اس کا ذکر فرمایا جارہا ہے۔ **تیسرا تعلق:** پچھلی آیات میں کفار کا قرآنِ مجید میں منہ پھیرنے کا ذکر فرمایا گیا۔ اب ان آیات میں اس کی وجہیں بتائی جارہی ہیں۔ ا۔ ان کا تکبر۔ ۲۔ نبی کریم کو نہ پہچاننا۔ ۳۔ نبی کریم کو مجنون سمجھنا (معاذ اللہ)

شانِ نزول

ان آیات کے شانِ نزول میں تین قول ہیں مگر صحیح قول یہ ہے کہ جب قریش مکہ کفار نے مسلمانوں کا بائیکاٹ کیا تو نبی کریم ﷺ کی بددعا سے پورے حجاز پر قحط پڑ گیا جو سات سال رہا کفار ابتر و پریشان ہو گئے۔ تب اس وقت کے کافروں میں سب سے زیادہ ظالم و مغرور کافر ابوسفیان کفار کا نمائندہ بن کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ کیا آپ رحمت عالمین نہیں ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا بے شک میں رحمۃ عالمین ہوں تب یہ مغرور سرکش ظالم جس کا اب سب غرور ٹوٹ چکا تھا انتہائی عجز و انکسار سے بولا کہ آپ دیکھ رہے ہیں سب اہل عرب سات سال سے قحط میں ہلاک ہوئے جارہے ہیں یہ قحط آپ کی نافرمانی و بددعا کی وجہ سے ہے۔ اس قحط نے بڑے بڑوں کے غرور توڑ دیئے لوگ مردار تک کھا گئے بیماریوں میں مبتلا ہیں۔ آپ کو آپ کے اللہ کی قسم دیتا ہوں اور قرابت کا واسطہ کہ آپ اپنی بددعا واپس لے لیں اور خاتمہ قحط کی دعا فرمائیں ہم آپ کا بائیکاٹ ختم کرتے ہیں۔ تب نبی کریم ﷺ نے دعا فرمائی اور سات سالہ قحط ختم ہو گیا بارشیں ہوئیں کھیت اُگے سب بیماریاں پریشانیاں دور ہوئیں جس دن نبی کریم ﷺ نے دعا فرمائی اس دن یہ گیارہ آیتیں نازل ہوئیں از آیت ۶۸ تا ۷۸۔ ۲۔ بعض نے فرمایا کہ یہ قحط جنگ بدر کے بعد ہوا مگر یہ قول غلط ہے کیونکہ سورۃ مومنون سب کی سب مکی ہے حالانکہ جنگ بدر بعد ہجرت مدنی زندگی میں ہوئی۔ ۳۔ بعض نے لکھا کہ ان آیات میں عتاب شدید سے مراد عذاب قبر یا عذاب جہنم ہے قحط مراد نہیں۔ مگر یہ قول بھی غلط ہے کیونکہ حَتّٰۤى اِذَا فَتَحْنَا۔ عذاب کے انتہا و خاتمے کو ثابت و ظاہر کررہا ہے حالانکہ عذاب اخروی قبر و

حشر و جہنم کی انتہا نہیں ہے تسلسل سے جڑے ہوئے ہیں جس سے ثابت ہوا کہ یہ زندگی میں عذاب ہوا۔

تفسیر نحوی

مُسْتَكْبِرِيْنَ ۚ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ ﴿٦٧﴾ اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ يَاْتِ اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٦٨﴾ مُسْتَكْبِرِيْنَ باب استفعال کا اسم فاعل جمع مذکر غائب بحالت فتحہ کیونکہ حال ہے سابقہ فعل تَنْكِصُوْنَ کے فاعل کا اس کا مصدر ہے اِسْتِكْبَارٌ۔ كِبْرٌ سے بنا ہے ترجمہ ہے تکبر کرنا۔ خود کو بڑا سمجھنا۔ اس کا فاعل هُمْ ضمیر صیغہ پوشیدہ مرجع ہے تَنْكِصُوْنَ کا فاعل اہل مکہ کے مُتْرَفِيْنَ (امراء و سرداران) ب حرف جر سببیہ ہ ضمیر مجرور متصل مرجع ہے۔ اِنَّ کا اِتْرَاف یا مکہ مکرمہ کی سرداری یا خدمت حرم شریف اور کعبہ معظمہ کی چابی برداری یہ جار مجرور متعلق ہے مُسْتَكْبِرِيْنَ کا سٰمِرًا۔ باب نصر کا اسم فاعل واحد مذکر سمرٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے رت جگا کرنا۔ گمراہ کرنا۔ ورغلانا۔ بہکانا۔ بھٹکانا۔ رات میں قصہ گوئی کی محفلیں لگانا۔ جسم کا گندمی رنگ ہونا۔ اسی معنی میں قوم موسیٰ علیہ السلام کے سامری کو سامری کہا جاتا تھا۔ بلکہ اس کی پوری برادری قبیلے کو قوم سامر کہا جاتا تھا یعنی گندمی رنگ کے لوگ لغوی ترجمہ ہے چاندنی رات۔ پھر چاندنی راتوں کی محفل کو کہا جانے لگا۔ یہاں یہی مراد ہے۔ رات کو قصہ کہانیوں کی محفلیں لگانا۔ سٰمِرًا مفعول لہ مقدم ہے تَهْجُرُوْنَ باب نصر مضارع حال مثبت معروف جمع مذکر حاضر هَجْرٌ سے بنا ہے۔ بمعنی چھوڑنا۔ مراد ہے عبادت کو چھوڑنا۔ دراصل یہ عبارت اس طرح تھی تَهْجُرُوْنَ سَامِرًا۔ عبادت کو چھوڑتے ہو تم یا حق دین کو چھوڑتے ہو تم قصہ کہانیاں کہنے کے لیے اس کا فاعل اَنْتُمْ ضمیر پوشیدہ مرجع۔ مُتْرَفِيْنَ مکہ مکرمہ۔ یہ فعل فاعل مفعول لہ مقدم سے ملکر جملہ فعلیہ ہو کر حال ہے مُسْتَكْبِرِيْنَ کے فاعل کا یہ اسم فاعل اپنے فاعل ذوالحال حال اور متعلق سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر حال ہے تَنْكِصُوْنَ کے فاعل کا اَفَ دراصل ہے فَاَ۔ بمعنی تو کیا۔ لَمْ يَدَّبَّرُوْا باب تفعل کا مضارع منفی معروف بمعنی ماضی مطلق۔ دراصل ہے يَتَدَبَّرُوْا۔ اس کا مصدر ہے تَدَبُّر يَتَدَبَّرُوْا کی ت کو تخفیف کے لیے دال بنایا اور دونوں دال کا ادغام کیا گیا۔ دُبُرٌ سے بنا ہے۔ لغوی ترجمہ ہے پیچھے ہونا پیچھے دیکھنا۔ مراد ہے آگے پیچھے دیکھنا یہاں معنی ہے غور و فکر کرنا۔ گہرائی تک دیکھنا۔ اس کا فاعل ضمیر صیغہ جس کا مرجع کفار مکہ۔ الف لام عہد خارجی قول اسم حاصل مصدر جامد۔ بمعنی بات کلام مراد ہے قرآن و حدیث۔ یہ مفعول فیہ ہے۔ لَمْ يَدَّبَّرُوْا۔ سب سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ۔ اَمْ عاطفہ بمعنی یا جَآءَ باب ضرب کا ماضی مطلق مثبت معروف جَیْءٌ سے مشتق ہے۔ ترجمہ ہے آنا۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر منصوب متصل ظرف مکانی ہے ترجمہ ہے ان کے پاس یا مفعول بہ ہے ترجمہ ان کو مَا اسم موصول لَمْ يَاْتِ۔ باب ضرب کا مضارع منفی معروف بمعنی ماضی مطلق۔ اَتْیٌ سے مشتق ہے ترجمہ آنا۔ پانا۔ ملنا لازم ہے۔ یاد یا جانا تب یہ متعدی ہے اس کا فاعل هُوَ ضمیر واحد مذکر غائب اس کا مرجع ہے ما موصولہ آبَاءِ اسم جمع مکسر ہے اَبٌ کی بمعنی باپ مربی آباء کا معنی ہے باپ دادے مضاف ہے هُمْ ضمیر مضاف الیہ۔ اس کا مرجع موجودہ کفار مکہ یہ مرکب اضافی موصوف ہے۔ اَلْاَوَّلِيْنَ۔ الف لام اسمی بمعنی اَلَّذِيْنَ۔ اَوَّلِيْنَ۔ اسم تفضیل جمع مذکر بحالت نصب ہے۔ اس کا واحد مذکر ہے۔ اوّلٌ بنا اس کا مونث ہے اولیٰ ترجمہ ہے سب سے پہلے۔ یا سب میں زیادہ پہلے ہونے والے اولیت کی چار قسمیں۔ ۱۔ باعتبار وجود یہ رب تعالیٰ کی ہی صفت ہے۔ ۲۔ باعتبار درجہ مرتبہ۔ ۳۔ باعتبار زمانہ یہاں یہی مراد ہے۔ ۴۔ باعتبار مکانیت اولٌ سے بنا باب فتح سے ہے ترجمہ ہے

پہلے ہونا گذشتہ ہونا یہ صفت ہے آبَاءَ هُمْ کی یہ مرکب توصیفی ظرف مکانی ہے بمعنی ان کے پاس یا مفعول بہ ہے بمعنی ان کو لَمْ یَاْتِ۔ سب سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ ہے اگلی عبارت کا۔ اَمْ لَمْ یَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۶۹﴾ اَمْ یَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ﴿۷۰﴾ اَمْ حرف عطف برائے تخییر بمعنی یا لَمْ یَعْرِفُوْا۔ باب ضرب کا مضارع منفی معروف جمع مذکر غائب۔ عُرْفٌ سے بنا ہے بمعنی پہچاننا۔ اسی سے ہے عرف عام یعنی اصطلاحی معنی اس کا فاعل هُمْ ضمیر صیغہ مرجع ہے مُتْرَفِیْنَ مکہ رَسُوْلٌ اسم صفت مشبہ بروزن فعولٌ۔ واحد مذکر رَسْلٌ سے مشتق ہے باب افعال سے بنا ہے مصدر ہے اِرْسَالٌ۔ رَسُوْلٌ بمعنی مرسل یعنی بھیجا ہوا مبالغہ کا مقصد یہ ہے کہ وہ کسی خاص کام کے لیے بھیجا گیا ہو دنیا میں ہر وقت اس کا وہی فرض ہے یہ مضاف ہے هُمْ ضمیر مضاف الیہ ترجمہ ہے اپنے رسول کو۔ مراد ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ مرکب اضافی مفعول بہ ہے لَمْ یَعْرِفُوْا کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ۔ یہاں انشائیت اَفَلَمْ یَدَّبَّرُوْا کے استفہامیہ (سوالیہ) جملے پر عطف ہونے کی وجہ سے ہے۔ فَ عاطفہ سببیہ هُمْ ضمیر مبتداالٰہ۔ یہ جار مجرور متعلق مقدم ہے۔ مُنْكِرُوْنَ باب افعال کا اسم فاعل جمع مذکر نکرٌ سے بنا ہے مصدر ہے اِنْكَارٌ ترجمہ ہے منع کرنا ماننے سے (نہ ماننا) نفی کرنا صفات کی اس کا فاعل هُمْ ضمیر صیغہ ہے۔ یہ اسم فاعل اپنے فاعل اور متعلق مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے۔ هُمْ مبتدا کی دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف ہے لَمْ یَعْرِفُوْا کے جملے پر۔ دونوں عطف مل کر معطوف علیہ ہوا۔ اَمْ حرف عطف یَقُوْلُوْنَ۔ باب نصر کا فعل مضارع مثبت معروف جمع مذکر غائب قَوْلٌ سے مشتق ہے۔ بمعنی کہنا هُمْ ضمیر صیغہ اس کا فاعل ہے بِ جارہ تعدیہ (مفعولیت) کی ہٖ ضمیر واحد مذکر کا مرجع رَسُوْلُهُمْ ہے یہ جار مجرور متعلق ہے لَاحِقٌ پوشیدہ اسم فاعل کا جِنَّةٌ اسم حاصل مصدر بمعنی جُنُوْنٌ ہے پاگل پن۔ لغوی ترجمہ ہے چھپانا چونکہ پاگل پن عقل کو چھپالیتا ہے۔ اس لئے اس کو جنون اور جِنَّةٌ کہا جاتا ہے۔ یہ فاعل ہے لَا حِقٌ کا۔ یہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ ہوا یَقُوْلُوْنَ کا یہ قول مقولہ مل کر معطوف علیہ ہے بَلْ حرف عطف برائے اضراب یعنی کلام سابق کی نفی و تردید کرنے کے لیے جَآءَ باب ضرب کا ماضی مطلق مثبت معروف واحد مذکر غائب جیئٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے آنا اس کا فاعل هُوَ ضمیر صیغہ جس کا مرجع ہے رَسُوْلُهُمْ هُمْ ضمیر ظرف مکانی ہے بمعنی ان کے پاس یا مفعول فیہ ہے بمعنی انہیں بِ جارہ بمعنی مع ساتھ الف لام عہد ذہنی حَقِ اسم حاصل مصدر بمعنی سچ صاف صحیح مراد ہے دین اسلام یہ جار مجرور متعلق ہے جَآءَ کے سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ذوالحال واوٗ عاطفہ۔ حالیہ ترجمہ ہے اور حالانکہ اَكْثَرُهُمْ یہ مرکب اضافی مبتدا ہے لِلْحَقِ یہ جار مجرور متعلق مقدم ہے۔ كَارِهُوْنَ باب سمع کا اسم فاعل جمع مذکر كَرْهٌ سے بنا ہے ترجمہ ہے نفرت کرنا ناپسند کرنا۔ اسی سے کراہۃ اور مکروہ۔ یہ اسم فاعل اپنے پوشیدہ هُمْ ضمیر صیغہ فاعل جس کا مرجع ہے اَكْثَرُهُمْ اور متعلق مقدم لِلْحَقِ سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف حالیہ ہوا جَآءَ هُمْ کے جملہ پر وہ معطوف ہوا یَقُوْلُوْنَ کے جملہ قولیہ پر وہ معطوف ہوا مُنْكِرُوْنَ کے جملے پر وہ مسبب عطفی ہوا لَمْ یَعْرِفُوْا کا وہ عطف ہے اَفَلَمْ یَدَّبَّرُوْا کے جملے پر دونوں مل کر جملہ عاطفہ ہو گیا وَاللّٰهُ رَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ۔

تفسیر عالمانہ

مُسْتَكْبِرِیْنَ ۖ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ۔ کفار مکہ کا اسلام قرآن پر ایمان لانے سے منہ پھیرنا اس لئے ہے کہ انہیں مکے کی سرداری

حدودِ حرم کی نمبرداری اور کعبے کی ذمہ داری ملنے پر غرور ہو گیا ہے حالانکہ انہیں چاہئے تھا کہ اس نعمت وعزت پر شکر الٰہی کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ کو عظمت وشان کی پانچ نعمتیں عطا فرمائیں۔ ۱۔ نظامت حرم۔ ۲۔ حفاظت وطہارت کعبہ۔ ۳۔ ولادتِ نبی آخر الزمان۔ ۴۔ نزولِ قرآن آخری آسمانی کتاب۔ ۵۔ آمد دین اسلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار مکہ کو چار دعوتیں فرمائیں۔ دعوتِ عجز وشکر، دعوتِ غور وکفر، دعوتِ ایمان، اسلام قرآن نبوت کا تعارف مگر کفار مکہ نے ہر دعوت پر بجائے غور وفکر شکر کرنے کے غرور وکفر ہی کیا۔ اور بجائے تدبر فی القرآن کرنے کے تنکص بالآیٰت ہی کیا اور تعارف کے بجائے تجاہل دکھایا۔ اعتراف کے بجائے انحراف کیا۔ دین حق سے الفت محبت کی بجائے نفرت کراہت دکھائی۔ غرضیکہ کفار مکہ نے ہر دعوت وتبلیغ پر تَنۡكِصُوۡنَ فِي الۡيَوۡم اور مُستكبرين في اللَّيۡلِ کا ہی مظاہرہ کیا۔ یہاں کفار کی اسی حالت کفر کا ہی نقشہ کھینچا گیا ہے کہ دن کے وقت تو تلاوتیں سن کر بھاگتے راستہ بدل جاتے اور راتوں کے اندھیرے یا چاندنی میں کعبے کے پاس بیٹھ کر متکبرانہ انداز میں اسلام قرآن اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف باتیں کرتے منصوبے بناتے۔ خیال رہے کہ راتوں کو جاگ کر قصے کہانیوں کی محفلیں لگانا۔ مشاعرے سنانا یا مشاورتی مجلسیں منعقد کرنا۔ اور اپنے بڑے آباؤ اجداد کے فخریہ کارناموں کے تذکرے کرنا۔ اور پوری رات اسی طرح گذار کر بوقت سحر گھروں میں جا کر سو جانا اہل مکہ کا پرانا مشغلہ تھا عجیب حیوانی زندگی تھی اسلام نے اس عادتِ بد سے ہر مسلمان کو تا قیامت منع فرمایا ہے شریعت کا حکم ہے کہ بعد نمازِ عشاء جلدی سو جاؤ تا کہ جلدی اٹھو۔ کفار زمانہ اب بھی اسی بیہودہ وبے سودہ طریقہ ءرت جگا پر قائم ہیں اب تو کچھ مسلمان بھی اس شیطانی عادت کے عادی ہوتے جا رہے ہیں اللہ تعالیٰ ہم کو بچائے آمین۔ عربی میں راتیں جاگ کر قصے کہانیاں سنانے کو سامریت کہتے ہیں۔ دین اسلام شروع ہونے کے بعد کفار مکہ کی پوری سامریت دین اسلام کے خلاف باتیں کرنے منصوبے بنانے میں ہوتی۔ راتوں کو اجتماعی محفلوں میں مسلمانوں کے خلاف سازشیں اذیت دینے کی چالیں بنائی وتیار کی جاتیں۔ یہاں ان آیات پاک میں انہی سامریتوں کا ذکر فرمایا جا رہا ہے کہ اے بدقسمتو ہماری آیتوں سے تَنۡكِصُوۡنَ اور ہماری نعمتوں سے مستکبرین ہو۔ کعبہ وحرم کی متولیت ونظامت کی سرفرازی ہماری عطا ہے اور تمہاری خوش نصیبی تو بجائے اس نعمت وعزت پر شکر کرنے کے ہماری توحید پر ایمان لانے کے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم واسلام قرآن کے خلاف سٰمِرًا تَهۡجُرُوۡنَ ہو رہے ہیں کہ دن میں حق سے دوری اور راتوں میں حق سے نفوری میں گذارتے ہو۔ اپنی قیمتی نایاب عمریں برباد کیوں کر رہے ہو۔ اَفَلَمۡ يَدَّبَّرُوا الۡقَوۡلَ۔ تو کیا ان کفار مکہ نے کبھی بھی اللہ رسول کے قول فرمان۔ حدیث وقرآن پر غور وفکر نہ کیا۔ اگر کرتے تو معلوم ہو جاتا کہ یہ قرآن واسلام پر ایمان انہی کے ابدی مفاد میں ہے۔ تَدَبُّر کا معنی ہے سمجھنے کے لیے دل کو حاضر و آمادہ کرنا۔ کیا ان کو یہ فائدے مندبات کوئی سمجھاتا نہیں۔ کیا یہ خود بھی سوچنے سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ کیا یہ لوگ عربی لغت صرف نحو فصاحت بلاغت محاوروں استعاروں اصطلاحوں عرفیات منقولات، فلسفیات منطقیات سے زبان کی ادبی باریکیوں سے ناواقف وبے علم ہیں؟ ہرگز نہیں بلکہ یہ سب جانتے سمجھتے ہیں اسی عملیت ودانائی کی بنا پر ان کو دعوتِ تدبر دی جا رہی ہے ورنہ اس جاہل شخص کو تدبر فی القرآن کی ہرگز اجازت نہیں ہے جو تمام علوم عربیہ سے پوری طرح واقف وعالم عارف وعاقل نہ ہو اور کسی بے علم کم عقل کو جائز نہیں کہ صرف ترجمۃ القرآن پڑھ کر مفسر قرآن یا علامہ زمان بنتا پھرے کیونکہ بلاوسیلۂ علم واستاد

تدبر فی القرآن تحریراً یا تقریراً ناممکن بلکہ گمراہی جہالت پھیلانا ہے۔ تدبر قرآنی کے لیے علماء متبحرین فقہاء مبصرین کی تقلید واجب ہے۔ علم کے دو دروازے ہیں۔ اولاً علم وطن جیسے علماء اہل عرب۔ ثانیا علم درسی جیسے علماء عجم۔ مکمل علم وطنی پکے شعراء کے پاس ہوتا ہے اور مکمل علم درس سچے طلبا کے پاس ہوتا ہے۔ اہل عرب اپنی کامل وطنیت کی وجہ سے مکمل عربیت کے عالم ہیں اور اہل عجم کو اپنی کامل درسیت کی وجہ سے عربیت پر عبور حاصل ہو جاتا ہے اور صرف عربی عجمی علماء عقلا کو ہی اللہ تعالیٰ نے تدبر فی القرآن کی دعوت دی ہے کہ یہاں فرمایا۔ اَفَلَمْ یَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ اور سورۃ نساء کی آیت ۸۲ میں فرمایا۔ اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اور سورۃ محمد کی آیت ۲۴ میں فرمایا اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا۔ اور سورۃ ص کی آیت ۲۹ میں فرمایا۔ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ مُبٰرَكٌ لِّیَدَّبَّرُوْٓا اٰیٰتِهٖ وَ لِیَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ۔ ان تمام آیات میں صرف علماء راسخین فقہاء کاملین کو ہی فقط دعوت تدبر دی گئی ہے نہ کہ کسی بے علم کو اس لئے کہ تکمیل علم وعقل سے ہی تدبر قرآنی کی تحصیل ہو سکتی ہے اور تحصیل تدبر سے ہی سچی تفسیر ہے ورنہ جہالت کی تقریر وحماقت کی تحریر سے تحریف ہی ہوگی نہ کہ تفسیر۔ غرضیکہ پکی تعلیم سے سچی تدبیر ہے اور سچی تدبیر سے ایمانی تفسیر ورنہ شیطانی تحریف ہی ہوگی اور ایمانی تفسیر سے ہدایت ہی ملتی ہے۔ لیکن جاہل کی شیطانی تحریف سے ضلالت ہی پھیلتی ہے۔ اسی باب ضلالت وگمراہی کو بند کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے کسی آیت میں اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا کی نشاندہی فرمائی۔ اور کسی آیت میں وَلِیَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ کی قید وشرط لگا کر ہر جاہل ہر بے علم بے عقل پر پابندی لگادی گئی اب یہاں اَفَلَمْ یَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ فرما کر دو باتیں سمجھائی گئیں اولاً یہ کہ اے عربیو جب تمہارے پاس آیات قرآن تلاوت ہو کر آئیں تو تم عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ کا مظاہرہ نہ کرتے بلکہ تدبر فی القول کرتے کیونکہ تم نے تو آیاتِ کبریائی کو زبانِ مصطفائی سے سن لیا تھا۔ ثانیاً یہ کہ القول فرمانا یہ بتارہا ہے اے بعد والے عجمیو کلامِ الٰہی قرآن مجید کو قولِ مصطفائی حدیث مقدس کے ذریعے سمجھو یہی طریقہ سنت صحابہ واستنباطِ فقہاء اہل سنت وراہِ مستقیم ہے نہ فقط اہل قرآن بنو نہ فقط اہل حدیث بنو۔ یہ کفار منافقین فساق ومعاتبین وعاصیین ناصرین لوگ اسلام وقرآن وصاحب قرآن سے کیوں نَاكِصُوْنَ مُسْتَكْبِرُوْنَ وَ تَهْجُرُوْنَ ہیں۔ اور بلا تدبر تفکر وتکبر دکھاتے بدخواہیاں پھیلاتے برائیاں کرتے پھر رہے ہیں نہ ان کو دن میں سکون ہے نہ رات کو چین ہے اسلام کے خلاف بدحواس ہوئے پھر رہے ہیں اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ یَاْتِ اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِیْنَ۔ کیا ہمارے ان محبوب نبی کے ذریعے دین اسلام کی شکل میں کوئی ایسی عجیب انوکھی نرالی اجنبی چیز آگئی ہے جو اس سے پہلے ان کے آباؤ اجداد کے پاس نہ آئی تھی۔ کیا یہ نبوت رسالت دین الٰہی کلام کبریائی خصوصی طور پر صرف انہی کفار مکہ کے پاس آیا ہے اس سے پہلے کبھی ان کی آبائی قوم قبیلے کے پاس کوئی نبی کوئی کلام وحی نہ آیا تھا کسی قوم نے کلام اللہ نہ سنا تھا کیا ان اہل مکہ کے کانوں نے دعوتِ توحید۔ اخروی حیات قیامت کے حساب جنت کے ثواب جہنم کے عذاب کفر وشرک کی برائی بتوں کی پلیدی۔ بداخلاقی کی گراوٹ۔ اخلاق حسنہ کی لگاوٹ عبادت کی طہارت وحدہٗ لاشریک کی الوہیت والی تبلیغ وتعلیم پہلی بار سنی ہے ایسا نہیں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ قرآن مجید کی تعلیم شریعت کے احکام کوئی ایسا کام نہیں جو تاریخ دنیوی میں پہلی مرتبہ ظاہر ہوا ہو۔ یہ کفار مکہ بھی اس بات کو جانتے مانتے پہچانتے ہیں کہ پہلے زمانوں میں بھی ان کے آباؤ اجداد کے پاس انبیاء علیہم السلام آتے کلام الٰہی لاتے اور ایسے ہی دین وتوحید کی تبلیغ فرماتے موت وحیات فنا وبقا عذاب وثواب کی بشارتیں

نذارتیں سناتے رہے۔ شام و فلسطین عراق و دمشق مصر و مدین کی تاریخیں انہیں یاد ہیں یہ بھی جانتے ہیں کہ آباؤکم میں انبیاء کے ماننے والوں کو نجات بقا ملی تھی اور نہ ماننے والوں کو ہلاکت فنا ملی تھی ہود ابراہیم صالح شعیب موسیٰ و ہارون علیہم السلام کی پاکیزہ شخصیات کو بھی پہچانتے ہیں اگر یہ کفار مکہ سابقہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات کمالات فرمودات اور ان کی کافرین و مومنین قوموں کے حالات نہ جانتے ہوتے تو اب ہمارے اس نبی مکرم سے یہ مطالبہ نہ کرتے کہ فَلْيَأْتِنَا بِآيَةٍ كَمَا أُرْسِلَ الْأَوَّلُونَ (انبیاء:۵) یعنی اے محمد مصطفیٰ اگر تم بھی نبی ہو تو ہمارے پاس اس قسم کے معجزے لاؤ جس طرح کے معجزے پہلے انبیاء اپنی قوموں کے پاس لاتے دکھاتے رہے۔ کفار مکہ کے اس مطالبے سے ہی معلوم ہو رہا ہے کہ یہ لوگ اپنے آباء کی تاریخ سابقہ انبیاء کی تبلیغ دین توحید کی حقانیت شرک و کفر کی باطلیت کو جانتے ہیں۔ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ انبیاء سابقین ابراہیم و اسماعیل وغیرہما مشرک نہ تھے اور وہی عقائد و اعمال' کردار اخلاق لے کر آئے تھے جو آج یہ نبی محمد مصطفیٰ ﷺ قرآن و حدیث کی تحریر و تقریر تبلیغ سنا رہے بتا رہے ہیں۔ غرضیکہ دین اسلام میں کوئی بھی ایسی آیت روایت نہیں جو مَّا لَمْ يَأْتِ آبَاءَهُمُ ثابت ہو سکے لہٰذا ان کفار مکہ کے انکار ایمان کی وجہ سے دین کی نرالیت عجیبیت اولیت نہیں ہو سکتی اور نہ یہ وجہ ہو سکتی ہے کہ أَمْ لَمْ يَعْرِفُوا رَسُولَهُمْ فَهُمْ لَهُ مُنكِرُونَ ﴿۶۹﴾ أَمْ يَقُولُونَ بِهِ جِنَّةٌ یا کفار مکہ اپنے ان رسول مکرم سے متعارف نہیں اور یہ اجنبی شخص کہیں سے آ گیا تو اس لئے یہ لوگ اس نبی کی باتوں تبلیغوں، وعدوں، وعیدوں، دعویٰ نبوت کے منکر ہو رہے ہیں اور ان سے گھبرا رہے ہیں یہ بات بھی نہیں کیونکہ یہ اہل مکہ تو ان نبی کی شانِ شخصیت کو ان کی ولادت سے بھی پہلے اپنے کاہنوں نجومیوں اور یہود و نصاریٰ کی کتابوں کی پیشگوئیوں خوشخبریوں سے سن چکے تھے کئی برسوں پہلے کہ ایک نبی آخر الزمان پیدا ہونے والا ہے کہ جس کے نور سے گھر گھر اجالا ہونے والا ہے پھر جب اس شخصیت کی ولادت ہوتی ہے تو اسی سرزمین مکہ میں فلک کی فضاؤں سے زمین کی بہاروں سے کعبے کی اداؤں سے لوگوں کی زبانوں سے بشارت ولادت سب کے کانوں نے سنی کہ آمنہ کے گھر ایک دُرِ یتیم پیدا ہوا ہے جس کا نام محمد ابن عبداللہ بن عبدالمطلب ہے۔ اس کی عید میلاد میں ابولہب چچا نے اپنی لونڈی بشارتِ ولادت سنانے والی ثویبہ کو آزاد کر دیا تھا۔ لہٰذا تعارف میں بھی کوئی اجنبیت نہیں۔ بلکہ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ (انعام:۲۰) اہل مکہ نبی مکرم کو ولادت سے بچپنے جوانی و بڑھاپے تک اپنے بیٹوں کی طرح شہرت و یقین تصدیق سے پہچانتے ہیں انہوں نے تو صبح شام دن رات ہر وقت اس شخص مکرم کو اپنے پاس ہی پایا' سینکڑوں ارحاصات دیکھے ہزاروں معجزات پائے۔ بلکہ چند دن پہلے یہی منکرین نبوت اس شخصیت کی صداقت امانت دیانت شرافت عدالت کے گن گایا کرتے تھے اس کی خاندانی عظمت و وقار کو جانتے ہیں۔ حضرت ابوطالب کا وہ مشہور خطبہ نکاح جو خدیجہ الکبریٰ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بوقت نکاح تمام سرداران مکہ کے سامنے پڑھا تھا۔ جس کے الفاظ اس طرح ہیں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ نَامِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرَاهِيْمَ وَذَرْعِ اِسْمٰعِيْلَ وَضِئْضِئ مَعْدٍ وَ عُنْصَرَ وَ مُضَرَ وَجَعَلَ نَا حَضَنَةَ بَيْتِهِ وَسُوَّاسَ حَرَمِهِ وَجَعَلَ لَنَا مَحْجُوْجًا وَحَرَمًا اٰمِنًا وَجَعَلَ نَا الْحُكَّامَ عَلَى النَّاسِ ثُمَّ اِنَّ ابْنَ اَخِیْ هٰذَا مُحَمَّدُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ لَا يُوْزَنُ بِرَجُلٍ اِلَّا رَجَحَ بِهِ فَاِنْ كَانَ فِی الْمَالِ قَلَّ وَلٰكِنَّ فِی الْعَظْمَةِ دَلَّ فَاِنَّ الْمَالَ ظِلٌّ زَائِلٌ وَاَمْرٌ حَائِلٌ وَ مُحَمَّدُ قَدْ عَرَفْتُمْ قَرَابَتَهُ وَقَدْ خَطَبَ خَدِيْجَةَ بِنْتَ خُوَيْلِدٍ وَبَذَلَ لَهَا مِنَ الصُّدَاقِ مَا آجِلَهُ وَعَاجِلَهُ مِنْ مَالِیْ

كَذَا فَهُوَ وَاللّٰهِ بَعْدَ هٰذَا لَهُ نَبَاءٌ عَظِيْمٌ وَخَطَرٌ جَلِيْلٌ (از تفسیر معانی) اسی طرح حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربار میں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس طرح تقریر فرمائی تھی۔ اَيُّهَا الْمَلِكُ اِنَّ اللّٰهَ بَعَثَ فِيْنَا رَسُوْلًا نَعْرِفُ نَسَبَهٗ وَصِدْقَهٗ وَاَمَانَتَهٗ۔ ان تمام کلاموں سے ثابت ہو رہا ہے کہ مکہ مکرمہ کا ہر شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پورا متعارف ہے ورنہ دونوں میں سے کسی بھی موقع پر کہہ دیتے کہ لَا نَعْرِفُهٗ فَنُنْكِرُهٗ ہم اس کو نہیں پہچانتے اس لئے اس کا اور اس کی ہر بات کا انکار کرتے ہیں مگر یہ نہ کہہ سکے کیونکہ جانتے تھے کہ ہماری ہی برادری کے ہیں اس کی بے داغ سیرت بے عیب شخصیت پاک دامن عفت سلوک مشفقانہ ہے نہ کسی کا کبھی حق مارا نہ اداء حق میں دیر لگائی اور یہ ہی ہے اپنے پرائے کا غم کھانے والا۔ مصیبت میں ہر اک کے کام آنے والا حق میں سچا وعدے میں پکا۔ یہ بھی جانتے ہیں کہ اہل عرب کے جاہلانہ ظالمانہ ماحول کا اس پر بالکل اثر نہیں اس کا کردار پاکیزہ جس طرح دعوء نبوت سے پہلے تھا اب بھی ویسا ہی ہے قول وفعل میں ستھرا ہے۔ سیرت میں کوئی تبدیلی نہیں عادت واخلاق میں کوئی تضاد نہیں اس کی شخصیت تو اجنبی نہیں مگر اس کا کردار وانداز و سلوک علاقائی ماحول ومعاشرے کی تاثیر سے بالکل جداگانہ ہے اور اس کی قولی تبلیغ تو اب چالیس برس کی عمر میں شروع ہوئی ہے مگر عملی تبلیغ تو شیر خوارگی کے زمانے اور حلیمہ کی گود سے شروع ہو چکی ہے۔ کہ

بھائیوں کے لیے ترک پستاں کریں
بچپنے کی عدالت پہ لاکھوں سلام

یہ تو ظاہر ہے کہ کفار مکہ کا ایمان سے انکار کسی غیر معروفیت واجنبیت کی وجہ سے نہیں۔ تو کیا اس لئے نہیں مانتے کہ یہ ہمارے حبیب کریم کو مجنون سمجھتے ہیں عناد بغض حسد کی بناء پر اپنی کافرانہ زبانوں سے تو ان کو مجنون کہتے پھرتے ہیں۔ مگر ان کفار کی عقل وقلب کی فکر و آواز ان کی زبانوں کی تصدیق نہیں تکذیب کرتی ہے کہ یہ نبی مجنون نہیں ہو سکتا۔ اس کی فصاحت کلام بلاغت لسان وخطابت تقریر ودانائی بے مثل نے تو بڑے بڑے فصحاء عرب کو قوت کلام میں دبا دیا۔ زمانے کو دکھا دیا کہ جس کی تقریر دلوں کو ہلا دے جس کی تحریک جہانوں کے زمانوں میں راہنمائی کے جوہر پھیلا دے قوموں کی تقدیر بدل دے کہ غلاموں کو آقا گنواروں نادانوں کو دانا اور چرواہوں کو حکمران بنا دیا۔ لہٰذا کفار مکہ کے انکار ایمان کی اصلی وحقیقی وجہ یہ بھی نہیں ہو سکتی۔ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ۔ بلکہ حسد وعناد عداوت وفساد اور انکار ایمان کی وجہ صرف یہ ہے کہ ہمارے یہ نبی بھی ان کے پاس حق وصداقت لے کر آئے جس نے ان کے باطل دین ودھرم کو توڑ دیا۔ جھوٹے بھرم کو پھوڑ دیا۔ اور ظلم وغرور کی مکارانہ سرداری کو مروڑ دیا وہ بھی حق وصداقت اسلام کے کلمات۔ قرآن مجید کی آیات واحادیث کی روایات شریعت کی عبادات معرفت کے نشانات اور عدل وانصاف کی بات ہے۔

اتر کر حرا سے سوہ قوم آیا
اور ایک نسخہ کیمیا ساتھ لایا

اسی حق وصداقت کی دشمنی میں جلے مرے جاتے ہیں اور کفار کی اکثریت تو ہر حق سے ہی نفرت کراہت کرنے والی ہے خواہ وہ حق کسی شان کا ہو۔ کسی مقام وزمان میں ہو اور حق سے کفار کی بیزاری۔ دل آزاری کی وجہ فقط یہ ہے کہ حق وصداقت کفار کے

مفاد میں نہیں ہوتا جبکہ کفار کو صرف اپنا ہی مفاد پیارا ہوتا ہے۔

ان آیات میں مفسرین کے مختلف اقوال

مُسْتَكْبِرِيْنَ بِهٖ۔ کی ب میں دو قول۔ ا۔ اکثر نے فرمایا کہ یہ ب سببیہ ہے اور آیت کا معنٰی یہ ہے کہ کفار مکہ کعبے کی متولیت وحدودِ حرم کی سرداری و قبضے کی وجہ سے مغرور ہیں اور خود کو حق پر سمجھ رہے ہیں۔ یہی معنٰی درست ہے بلکہ ہر باطل اسی دھوکے میں رہتا ہے آج سعودی نجدی حکومت بھی اسی خیال باطل میں مبتلا ہے اور کعبہ و حرمین پر قبضے کو اپنی حقانیت کی دلیل سمجھ رہی ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا یہ ب تعدیہ کی ہے اور معنٰی ہے کہ کفار مکہ نبی کریم و قرآن مجید سے متکبر ہیں۔ سَامِرًا کے معنٰی میں دو قول۔ ا۔ بعض نے کہا سَامِرًا کا معنٰی ہے چاندنی راتوں میں کفار مکہ اسلام کے خلاف سازشیں کرتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ سامرًا کا معنٰی ہر رات میں جمع ہو کر قصے کہانیاں سنتے سناتے ہیں دونوں قول درست ہیں کیونکہ کفار مکہ یہ دونوں کام کیا کرتے تھے۔ سامرًا کی قرأت میں پانچ قول۔ ا۔ اکثر کی قرأت سامرًا ہے۔ سمر کا اسم فاعل جمع جنسی ہے یہ ہی قرأت درست ہے کیونکہ مشہور و مکتوب ہے۔ ۲۔ بعض کی قرأت میں سِمَارًا ہے۔ ۳۔ بعض کی قرأت میں سَمِرًا ہے اسم فاعل نہیں بلکہ سُمَّرٌ کی جمع مکسر ہے جیسے جُمَّلٌ کی جاہل اور بَقَّرٌ کی باقر۔ ۴۔ بعض کی قرأت میں سُمَّرًا ہے جمع مکسر ہے سَامِرًا کی۔ ۵۔ بعض کی قرأت سَامِرَۃً مصدر ہے جیسے عَاقِبَۃٌ۔ عَافِیَۃٌ۔ یہ سب قرأتیں شاذ ہیں تَهْجُرُوْنَ کے معنٰی میں تین قول۔ ا۔ بعض نے کہا اس کا معنٰی ہے تم اسلام قرآن چھوڑتے ہو۔ ۲۔ بعض نے معنٰی کیا تم کعبے کو گندا کر کے چھوڑتے ہو قربانی کے خون و گوشت سے۔ ۳۔ بعض نے معنٰی کیا تم حدودِ حرم میں بیٹھ کر ہذیان بکتے فضول و بے معنٰی باتیں کرتے ہو۔ کیونکہ تَهْجُرُوْنَ هَجْرٌ سے بنا ہے هَجْرٌ کا معنٰی ہے شدت بخار کی غشی و مدہوشی میں بے معنٰی کلام نا قابل فہم باتیں کرنا۔ فحش گفتگو کو بھی ہجر کہتے ہیں۔ تَهْجُرُوْنَ کی قرأت میں چار قول۔ ا۔ اکثر کی قرأت تَهْجُرُوْنَ ہے یہی قرأت درست ہے کیونکہ مشہور و مکتوب ہے۔ ۲۔ بعض کی قرأت تُهْجِرُوْنَ ہے۔ ۳۔ بعض کی تَهَجَّرُوْنَ ہے۔ ۴۔ بعض کی قرأت يَهْجُرُوْنَ ۔ صیغہ جمع مذکر غائب سے۔ اَمْ جَآءَهُمْ۔ اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا۔ اَمْ يَقُوْلُوْنَ۔ ان تینوں اَمْ میں دو قول۔ ا۔ بعض نے کہا یہ ام منقطعہ ہیں۔ ترجمہ ہے کہ کیا ایسی بات ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا یہ ام بمعنٰی بل اضرابی ہے۔ اٰبَآءَهُمُ کے معنٰی میں دو قول۔ ا۔ بعض نے کہا اٰبَآءَ سے مراد مومن باپ دادے۔ ۲۔ بعض نے کہا کافر باپ دادے دونوں قول درست ہیں۔ بِالْحَقِّ کے معنٰی میں دو قول۔ ا۔ بعض کے نزدیک حق سے مراد دین اسلام۔ ۲۔ بعض کے نزدیک قرآن مجید دونوں قول درست ہیں۔

فائدے

ان آیات سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ **پہلا فائدہ:** دین اسلام نے مسلمانوں کو چار حکم عطا فرمائے۔ اولاً یہ کہ انفرادی قوت دولت ہر مسلمان کے لیے حرام ہے کیونکہ اس سے ظلم غرور شیطانیت مفاد پرستی پیدا ہوتی ہے۔ سورۃ توبہ کی آیت ۳۴ میں بھی انفرادی دولت کا اخروی عذاب بیان فرمایا گیا ہے۔ ارشاد ہے وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ۔ یعنی ان لوگوں کی ہلاکت ہے جو سونے چاندی کو کنز بنا لیتے ہیں کہ نہ اس کی زکوٰۃ دیتے ہیں نہ صدقات و خیرات۔ ایسے ہی نصاب و اموال کو شریعت نے کنز فرمایا ہے۔ لہٰذا زکوٰۃ نکالتے رہو تا کہ انفرادی قوت دولت بننے کے بجائے اتحادی بن جائے حکم دوم

یہ کہ تدبر کرو۔ اور تدبر کے لیے علم کامل اور علم کامل کے لیے نیکی و تعظیم حاصل کرو اور تعظیم کے لیے عاجزی اور گناہوں سے بیزاری اختیار کرو۔ حکم سوم یہ کہ قرآنِ مجید سے تعقل حاصل کرو حکم چہارم یہ کہ حدیث و قرآن سے تذکر و نصیحت حاصل کرو تا کہ سچائی کی ہدایت ملے۔ حق کو عقل و بصیرت فراست سے ماننا ہی سچائی کی ہدایت ہے جہالت و حماقت کی ضد میں آ کر حق کو نہ ماننا کذابی کی ضلالت ہے۔ یہ فائدہ ان چار مذکورہ بالا آیات کے بیان سے حاصل ہوا۔ **دوسرا فائدہ:** ہر مسلمان کو قرآنِ کریم پانچ دعوتیں دیتا ہے۔ ۱۔ دعوتِ تعارف یعنی قرآن مجید سے صورت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تعارف حاصل کرو اور احادیث مقدسہ سے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تعارف حاصل کرو۔ ان دونوں تعارفوں کے بغیر ایمان نہیں ملتا۔ ۲۔ دعوتِ دوم تدبر فی القرآن اس کے لیے کثیر علم ضروری ہے یہ دعوتِ عام نہیں بلکہ علما فقہا کے لیے خاص ہے۔ دعوت سوم تذکر فی الاحکام یعنی احکام و مسائل شریعت کا علم و حفظ۔ دعوت چہارم تعقل فی الاعمال یعنی فہم و فراست۔ شعور و سرور سے اعمال عبادت و اخلاق عادت ادا کرنا۔ دعوتِ پنجم تفکر فی الانجام۔ یعنی ہر وقت اپنی موت قبر حشر عذاب ثواب جنت دوزخ حاضری بارگاہِ جلال کے حساب و کتاب کو یاد رکھنا اور فکر انجام کرنا حیاتِ اخروی کو سنوارنا۔ اپنی توثیق اور اللہ تعالیٰ سے دعاء توفیق کرتے رہو۔ یہ فائدہ اَفَلَمْ یَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ فرمانے سے حاصل ہوا۔ **تیسرا فائدہ:** تکبر کرنا شیاطین و ابلیس کی خصلت و جبلت ہے اور کفار کی نشانی و عادت۔ لہٰذا ہر مسلمان کو اس بری عادت و نقصان دہ خصلت سے بچنا چاہیے اور تا عمر عاجزی میں رہنا چاہیے۔ یہ فائدہ مستکبرین بہ کو علامت کفار بنانے اور بیان کرنے سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ:** بغیر علم تدبر فی القرآن سخت ممنوع ہے کیونکہ اس سے گمراہی و گمراہ گری ہوتی ہے جاہل کا تدبر و تفسیر بھی جہالت شیطانی ہی ہوگا۔ تدبر قرآنی کے لیے عربی کے تمام علوم پڑھنے ضروری اور علوم پڑھنے کے لیے تلمیذ علماء و تقلید فقہاء اشد لازم اور شاگردی و تلمذ کے لیے ذوق و شوق و ادب کے قدم چلنے پڑتے ہیں۔ یہ علوم درس نظامی کے تقریباً بیس ہیں۔ اصول تدبر یہ ہے کہ قرآن مجید کو احادیث مقدسہ سے سیکھو اور احادیث مبارکہ کو فقہاء ملت و علماء امت سے سیکھو۔ علماء کو فقہاء کی تقلید کرنی واجب اور عوام کو علماء سے تعلیم لینی واجب ہے۔ یہ مسئلہ قَدْ كَانَتْ اٰیٰتِیْ تُتْلٰی عَلَیْكُمْ (الخ) کے بعد اَفَلَمْ یَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ سے مستنبط ہوا۔ یعنی فصحاء عرب کو فرمایا جا رہا ہے کہ اے عربیو جب ہمارے نبی تمہارے سامنے قرآنِ مجید کی تلاوت فرماتے ہیں تو ان کی اس تعلیم کے سہارے تم کو تدبر فی القرآن کرنا چاہیے اور قول فرمانے میں یہ استنباط ہے کہ کلام الٰہی ہو زبان مصطفائی ہو تب اہل عرب جیسے عربی دانوں کو تدبر کی دعوت ہے بلا وسیلہ اور تعلیم نبوی اجازت تدبر فصحاء عرب کو بھی نہیں ہے۔ **دوسرا مسئلہ:** رات کو جاگنا صبح کو پڑے سوتے رہنا شرعاً مکروہ تحریمی اور باعث نحوست ہے۔ یہ مسئلہ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ کو برائی و نشانی کفار کے طریقے سے بیان فرمانے سے مستنبط ہوا۔ نماز عشاء سے پہلے سونا مکروہ بعد میں جاگنا مکروہ نماز پڑھ کر فوراً سو جاؤ تا کہ مسلمانوں کا سونا جاگنا دونوں نماز سے متصل ہوں ہاں البتہ تعلیم دینی کے لیے بعد عشاء تھوڑی دیر جاگنا ضروریات دینی کے لیے جائز و افضل ہے۔ مگر لغویات کے لیے مکروہ تحریمی ہے ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ سمریت یعنی رت جگا صرف نمازی اور مسافر

کے لیے جائز ہے۔ نمازی کے جاگنے میں حفاظت نوافل ہے جس سے نمازی کی سعادت مراقبہ وعبادت وثواب نعمت ہے۔ مسافر کے رت جگے میں صرف حفاظت سامان ہے۔ ثواب نہیں ہے۔ ایک حدیث پاک میں ہے کہ اگر کبھی بعد عشا باتیں کرنا ضروری ہوں تو باتوں سے فارغ ہو کر یہ دعا پڑھ کر سو جانے سے باتوں کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ دعا یہ ہے سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ۔ آج کل عام رواج پڑتا جا رہا ہے کہ مسلمان لوگ رات کو شادیاں کرتے ساری رات جاگتے تماشوں میں خرمستیوں میں گزارتے ہیں یہ بھی سٰمِرًا تَھْجُرُوْنَ میں شامل گناہ ہے۔ **تیسرا مسئلہ:** کسی مسلمان کا کسی حق بات یا کام سے نفرت کرنا گناہ کبیرہ وعیب عظیم ہے خواہ وہ بات علما سے ملے یا مشائخ سے اپنے استاد سے ملے یا پیر و مرشد سے لہٰذا حنفی شافعی مالکی۔ حنبلی اور قادری چشتی نقشبندی سہروردی ہر مسلک ومشرب کو برحق جانو۔ مگر بہروپیوں سے محتاط رہو۔ یہ مسئلہ وَاَکْثَرُھُمْ لِلْحَقِّ کٰرِھُوْنَ۔ فرمانے سے مستنبط ہوا۔ جس میں بتایا گیا کہ حق وصداقت سے نفرت کرنا کفار کی خصلت وعلامت ہے۔ مسلمانوں کو حق قبول و پسند کرنا چاہئے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ **پہلا اعتراض:** مستکبرین کے صیغۂ جمع سے ثابت ہو رہا ہے کہ سب کفار حق سے متنفر تھے۔ تو پھر اَکْثَرُھُمْ لِلْحَقِّ کٰرِھُوْنَ۔ کیوں فرمایا گیا۔ کُلُّھُمْ کَارِھُوْنَ فرمانا چاہئے تھا۔ **جواب:** اس کے تین جواب دیئے گئے ہیں پہلا یہ کہ اَکْثَرُھُمْ سے افرادی کثرت مراد نہیں بلکہ اقوالی کثرت مراد ہے یعنی ان تمام کفار کی اکثر باتیں حق سے نفرت والی ہیں۔ جواب دوم یہ کہ یہاں اَکْثَرُھُمْ بمعنٰی کُلُّھُمْ ہے۔ کیونکہ لِلْاَکْثَرِ حُکْمُ الْکُلِّ ہی ہوتا ہے۔ نیز لفظ اکثر میں سختی کلام بھی ہے یعنی ان کی نفرت کراہت کمزور وکم نہیں کثرت سے ہے۔ جواب سوم یہ کہ دراصل کَارِھِیْنَ دو قسم کے تھے۔ ۱۔ سازشی ومنصوبہ ساز گروہ۔ ۲۔ ان کے تائیدی کارندے یہاں سازشیوں کا ذکر ہے۔ جن کی اکثریت تھی تینوں جواب درست ہیں کیونکہ مستکبرین سب ہی تھے۔ **دوسرا اعتراض:** یہاں فرمایا گیا وَاَکْثَرُھُمْ لِلْحَقِّ کٰرِھُوْنَ۔ اس سے ثابت ہو رہا ہے کہ دنیا میں سب کافر حق سے نفرت نہیں کرتے کچھ حق پرست بھی ہیں۔ حالانکہ کسی بھی کافر کو حق پرست سمجھنا بھی کفر ہے اور حقیقت تاریخی بھی یہی ہے کہ ہر زمانے میں ہر کافر حقانیت اور اسلام ودین الٰہی سے کَارِھُوْنَ ہی رہے۔ تو اَکْثَرُھُمْ کیوں فرمایا۔ **جواب:** یہ ذکر صرف کفار مکہ کا ہے ان میں تین گروہ تھے۔ ۱۔ کَارِھُوْنَ۔ ان کی اکثریت تھی ان ہی کو اَکْثَرُھُمْ فرمایا گیا ہے۔ ۲۔ مُوْبِغُوْنَ۔ یہ وہ امراء طبقہ تھا جو قلبی طور پر اسلام سے نفرت وکراہت نہ کرتے تھے بلکہ اسلام کو سچا دین سمجھتے تھے مگر کافر برادری کے طعنوں سے ڈرتے تھے حق کہنے کی جرأت نہ پاتے تھے اسلام قبول کرنے سے جھجکتے تھے کہ قوم کے سردار شرم دلائیں گے طعنہ دیں گے کہ ہائے تم نے آبائی دین چھوڑ دیا جیسے حضرت ابو طالب وغیرہ۔ ۳۔ گروہ خَائِفُوْنَ۔ یہ بھی دین حق کو اچھا سمجھتے تھے مگر غریب طبقہ ہونے کی وجہ سے امراء کفر کی اذیتوں وسزاؤں سے ڈرتے تھے۔ اس وجہ سے اپنے قلبی حال کو ظاہر نہ کرتے تھے۔ **تیسرا اعتراض:** اس کی کیا وجہ ہے کہ پہلے فرمایا گیا۔ جَآءَھُمْ بِالْحَقِّ جَآءَ فعل ماضی سے پھر فرمایا گیا۔ لِلْحَقِّ کٰرِھُوْنَ۔ جَآءَ کا معنٰی ہے اب حق آ گیا۔ کَارِھُوْنَ اسم فاعل ہے۔ اس میں تینوں زمانے ماضی، حال، مستقبل [illegible] ہیں اور اس [illegible] مقصد یہ ہوا کہ کفار

پہلے سے ہی حق سے نفرت کرنے والے تھے۔ سوال یہ ہے کہ حق کے آنے سے پہلے وہ حق سے کَارِهُوْنَ کس طرح ہوئے یہاں یُکْرِهُوْنَ ہونا چاہئے تھا۔ کہ جب حق آ گیا تب وہ کراہت کرنے لگے۔ **جواب:** پہلے فرمان جاءَ میں حق سے مراد قرآن اسلام ہے۔ اور لِلْحَقِّ كَارِهُوْنَ میں حق سے ہر حق مراد ہے نہ کہ لفظ قرآن واسلام۔ اور آیت پاک میں بتایا یہ جا رہا ہے کہ یہ کفار صرف قرآن واسلام سے ہی متنفر نہیں۔ بلکہ یہ لوگ فطرتاً شروع سے ہی ہر حق سے متنفر ہیں۔ اس لئے پہلے جاءَ ماضی اور پھر كَارِهُوْنَ۔ اسم فاعل فرمانا ہی درست ہے یُکْرِهُوْنَ۔ مضارع فرمادینے سے یہ بات ظاہر نہ ہوتی۔

تفسیر صوفیانہ

یہ اہل نفوس مستکبرین حق ہیں۔ باطل کی گہرائیوں میں ڈوبے دھنسے ہوئے ہیں۔ یہی ہے ان کا تنکصون۔ ایڑیوں کو گھما کر پیٹھ پھیر جانا اور خباثت طبیعت کی طرف چلا جانا۔ جب ان باطلین نے سینۂ انسانی سے قوت روحانی کی استعداد وتوفیق کو مٹا دیا۔ انوارِ ایمان کو بجھا دیا اور نفسانی راتوں کے اندھیروں میں پڑے رہ گئے نفس امارہ وطبیعت عیارہ کی خواہشات کے مطابق ھیولہ ءِ شیطانیہ کے خباثتی موٹے پردے پڑ گئے جس کی وجہ سے نورِ ہدایت وعقل درایت کے لیے ظلمانی شکلیں آڑ و رکاوٹ بن گئیں۔ اس لئے اہل نفس کے لیے تدبر وتفکر ممکن نہ رہا اور توحید وعدل کے حقائق نہ سمجھ سکے نہ پہچان سکے اسی بنا پر ان خبثاء باطنی وظلمات ظاہری نے صاحب حق کو مجنون کہہ دیا۔ اور نور وظلمت میں فرق نہ کرنے کی وجہ سے مرشد برحق کو نہ پہچانا اور حق وباطل کے درمیان مخالفت وتضاد کو نہ جانا اسی وجہ سے ہر اہل حق کا انکار کر دیا اور اس حق سے نفرت وکراہت کرنے لگے جس کو انوارِ ہدایت کا مرشد لے کر آیا تھا۔ بندۂ عارف پر دو کام واجب ہیں۔ اوّلاً یہ کہ ہر اس کام سے بچے جو اس کو مقبولیت سے دور کر دے۔ دوم یہ کہ ان چیزوں کے حصول میں عمر اور وقت ضائع نہ کرے جن چیزوں سے آفتیں آتی ہیں۔ صراط معرفت اور مقصد سلوک میں یہی فضول کام وبیکار اشیاء سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ ہیں۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ یادِ حق کے سوا جو ہم کریں وہ ضائع ہے اور اقوال عشق کے سوا جو ہم کہیں وہ باطل ہے اور انوار محبت کے سوا جو ہم دیکھیں وہ دھوکہ ہے اور اسرارِ معرفۃ کے سوا جو پائیں وہ لغو ہے صرف قلب عارف ہی گوہر پاک ہے ہر دل گوہر پاک نہیں ہوتا۔ وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ وادی سلوک میں سالکین طلب تو بہت نظر آتے ہیں جو خواہش منزل کے دعویدار ہیں مگر اکثریت ان کی ہے جو ناکارہ پتھر اور خشک پودوں کی مثل بے طاقت۔ بے ذوق وشوق اور بے رونق ہیں۔ بہت تھوڑے وہ خوش قسمت ہیں جو نفیس جوہر طیب پھولوں تازہ کلیوں کی مثل شاداب ہوتے ہیں ایسے ہی سدا بہار باہمت ذوق وشوق وچمک والے ہوتے ہیں اور اس دار فانی میں سے

کوئی ورلیاں موتی لے تریاں

یعنی کوئی کوئی ایسا خوش بخت ہے جو اس دنیا کے دارِ فنا سے مقصد ومراد کے موتی لے کر تیر آیا اور دارِ بقا کی طرف پار اتر گیا۔ کافر وزندیق کے لیے حق مکروہ اور متروک ہوتا ہے کیونکہ اس کی طبع خبیث اور عقل کثیف اور نیت نحیف ہوتی ہے۔ لیکن شاکر و صدیق کے لیے حق محبوب ومرغوب ہوتا ہے اس لئے کہ اس کی طبع کریم اور عقل سلیم ہوتی ہے۔ اگر دنیا کے کفار وفساق اپنی عقل وطبع ونیت فاسدہ سے منہ موڑ کر شریعت کی محبت طریقت کی اتباع کریں تو ان کے لیے دنیا وآخرت میں بھلائی ہو۔ فاسقین کی اطاعت واتباع کرھا [illegible] نفس کی اطاعت کرھا ہے اس

لئے مردود ہے۔ ہابیل قلب کی اطاعت طوعاً ہے اس لئے مقبول ہے اور اللہ تعالیٰ ہر ایک کے حال سے علیم وخبیر ہے۔ مولیٰ تعالیٰ کو کراہت جبریہ والی اطاعت پسند نہیں۔ خلوص ومحبت کی قلیل عبادت کئی درجہ بہتر ہے باطل وکراہت والی کثیر عبادت سے۔ یاد رکھو کہ ذوق کی عبادت شوق کی اطاعت ہی نیکی بنتی ہے۔ جس عبادت میں ذوق اور اطاعت میں شوق نہ ہو وہ بے مغز کا چھلکا ہے۔ اگر زاہد کی تسبیح خوانی جو ہر اخلاص سے خالی ہو تو ہزار بار بھی مثل ایک بار ہی ہوگی۔ یہ بھی ضروری نہیں کہ جو بندوں کو ناپسند ہو وہ حق تعالیٰ کو بھی ناپسند ہو۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ابدی نعمتیں دینا چاہتا ہے اور بندوں کی قلت رغبت کو بھی جانتا ہے۔ وہ خبیر ہے کہ لوگ ان کارآمد۔ مصلحت آمیز۔ درستگی والے عملیات ومعاملات سے کتنے غافل ہیں جو دونوں جہان میں مفید ہے۔ اس لئے بندوں پر وجودِ عبادت ورود اتباع واجب کیا گیا اور اطاعت واتباع پر ثواب ومحبت' عذاب ونفرت کا حساب مرتب ومعین فرمایا گیا۔ رب تعالیٰ نے وجود وفرضیت کی زنجیروں سے باندھ کر بندوں کو عبادت کی طرف چلایا اس کے باوجود اکثریت علت غفلت وکسلت میں ہے۔ اہل وفا اور شوق خدمت والے بہت ہی کم ہیں۔ حالانکہ ذوق وشوق والے ہی اہل مروت والصفا اور ذُو الْمُحَبَّتِ والوفا ہیں ان کی ذمہ داری شرافت والافعال وکثرت فی الاعمال میں ہی ہے اگر یہ ذمہ داری نہ ہوتی اور صرف خدمت وحرمت ہی مقصود ہوتی تو عارفین صادقین خدمت عبودیت حرمۃ ربوبیت کی رعایت میں ہی کھڑے رہتے عجز ونیاز سے حدیث مقدس میں ہے کہ کچھ بندے شوق خدمت وذوق عبادت میں ایسے بھی ہیں کہ جب ان کو پتہ لگے گا کہ جنت میں نہ خدمت ہے نہ عبادت تو وہ جنت میں جانے سے انکار کر دیں گے اور عرض کریں گے کہ یا اللہ ہم خدمت وعبادت میں رہنا چاہتے ہیں تب ان کو جنتی عظیم سونے کی زنجیروں میں باندھ کر جنت میں لے جایا جائے گا۔ ہر چیز کا اعتبار خاتمے پر ہے۔ خیال رہے کہ جس کے ایمان کی وجہ طلب ثواب ودفع عذاب ہے اس کا ایمان رغبت ورہبت والا ہے یعنی لالچ وخوف والا یہ درجۂ کراہت ہے۔ مگر جس کے ایمان کی وجہ سے شیب ومعاقب کی ذات ہے نہ ثواب وعقاب و عذاب وعتاب تو اس کا درجۂ معرفت والفت ہے اور وہ بندہ مرتبۂ طوعاً میں ہے۔ ایسے ہی بندگان عاقل کو تدبر قرآنی' خلوص ایمانی' وصل عرفانی' قرب ایقانی مشاہدۂ ایمانی کی نعمتیں حاصل ہوتی ہیں۔ یہی وہ حق کمال وصل جمال۔ قرب جلال ہے جو دامن انبیاء علیہم السلام سے ملتا ہے۔ اگر اس دامن طیبہ وآستانہ منورہ کو چھوڑ دیا تو سب عبادت ریاضت مراقبہ مجاہدہ قیام وکلام ضلالت ہی ضلالت ہے۔

وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ
اور اگر اتباع کر لیتا حق ان کفار کی خواہشوں کی تو ٹوٹ جاتے سب آسمان
اور اگر حق ان کی خواہشوں کی پیروی کرتا تو ضرور آسمان اور
وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ
اور پوری زمین اور وہ سب مخلوق جو ان میں ہے تباہ ہو کر بلکہ دیا ہم نے ان کفار مکہ کو وہ قرآن جس سے ان کی ناموری تھی

زمین اور جو کوئی ان میں ہیں سب تباہ ہو جاتے بلکہ ہم تو ان کے پاس وہ چیز لائے جس میں ان کی ناموری تھی
فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۷۱﴾ اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ
مگر وہ احمق اپنی ہی ناموری سے منہ پھیرنے والے ہیں بھلا کیا تم مانگو گے
تو وہ اپنی عزت سے منہ پھیرے ہوئے ہیں کیا تم ان سے کچھ اجرت
خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ ۖ وَّهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۷۲﴾
ان کفار سے اپنی تبلیغ کی فیس تو تمہارے رب تعالیٰ کا ثواب ہی اچھا ہے اور وہ سب رازقین سے اچھا رازق ہے
مانگتے ہو تو تمہارے رب کا اجر سب سے بھلا اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا
وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۷۳﴾
اور بیشک آپ تو البتہ بلاتے ہو ان کو سیدھے رستے کی طرف
اور بیشک تم انہیں سیدھی راہ کی طرف بلاتے ہو

تعلقات

ان آیات پاک کا پچھلی آیات پاک سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آیات میں کفار کے پاس رب تعالیٰ کی طرف سے حق یعنی انبیاء علیہم السلام دین الٰہی اور کلام اللہ آنے کا ذکر فرمایا گیا اور بتایا گیا ہر زمانے میں کفار حق سے نفرت اور اتباع حق سے منہ پھیرتے رہے۔ اب ان آیات میں حق و باطل کے درمیان ایک فرق بتایا جا رہا ہے کہ اگر باطل حق کو نہ مانے تو کچھ نہیں بگڑتا لیکن اگر حق کبھی کسی باطل کی خواہشیں مان لے تو زمین و آسمان اور ان کے افراد میں فساد برپا ہو جائے۔

دوسرا تعلق: پچھلی آیات میں فرمایا گیا کہ کفار مکہ کعبہ معظمہ کے متولی منتظم بن کر مغروری کرتے ہیں اور اسی مغروری کی بنا پر قرآن و اسلام سے تَكَادُ هُوْنَ۔ دور و نفور ہیں۔ اب ان آیات میں ان کی اس بیوقوفی و حماقت کا ذکر کیا جا رہا ہے کہ یہ قرآن و اسلام تو ان کی عزت و شان بڑھانے کے لیے ملک عرب میں بھیجا گیا کہ تا قیامت اقوام عالم میں ان کا شاندار چرچہ ہوتا رہے مگر یہ حمقا اس فضیلت ابدیہ کو سمجھتے ہی نہیں اور اپنی ابدی عزت سے ہی مُعْرِضُوْنَ۔ منہ پھیرنے والے ہیں۔

تیسرا تعلق: پچھلی آیات میں فرمایا گیا کہ کفار مکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں میں غور نہیں کرتے اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ اب ان آیات میں کفار مکہ کی ان بے پرواہیوں دوریوں ضد بازیوں ہٹ دھرمیوں کی وجہ بیان کی گئی۔ کہ اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ خَرْجًا۔ کیا کفار کا گمان یہ ہے کہ آپ ان سے اپنی تبلیغ رسالت کی اجرت مانگو گے جو وہ دنیا پرست آپ سے اس طرح بدکتے ہیں۔

تفسیر نحوی

وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ۚ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ

مُعْرِضُوْنَ ۔ واوٴ حالیہ ابتدائیہ لَوْ حرف شرط اِتَّبَعَ باب افتعال کا فعل ماضی مطلق مثبت معروف واحد مذکر غائب اس کا مصدر ہے اِتِّبَاعٌ تَبِعَ سے بنا ہے۔ دونوں مادہ و مصدر متعدی ہیں ترجمہ ہے کسی کے پیچھے چلنا پیچھے ہونا۔ پیچھے رہنا۔ مصدر دراصل ہے اِتْبِیَاءٌ ت کو ت میں مدغم کر دیا گیا۔ اصطلاحاً ترجمہ ہے کوئی شخص کسی دوسرے کے اعمال افعال کردار عادات کو ہو بہو اسی کی مثل اپنائے۔ عقیدۃً۔ اگر بغیر عقیدت و محبت کے اپنائے تو بہروپ ہے۔ اور کسی کے اقوال اور حکم کو ماننا اپنانا اطاعت ہے۔ اَلْحَقُّ۔ الف لام جنسی یعنی کوئی حق یہاں مراد ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ فاعل ہے اِتَّبَعَ کا۔ اَھْوَآءَ جمع مکسر ہے ھوآءٌ کا ترجمہ ہے وہ قلبی خواہشیں چاہتیں جو زبان سے بولی جائیں۔ جب تک بولی نہ جائیں ان کو نیت کہا جاتا ہے بعض نے کہا اَھْوَآءُ صرف بری خواہشات کو کہا جاتا ہے اور نیات مطلقاً ہر اچھی بری خواہش کو بہر کیف یہاں بری خواہشات خلاف اسلام و ایمان ہی مراد ہیں۔ اَھْوَآءَ مضاف ھُمْ مضاف الیہ ھُمْ کا مرجع مطلقاً کفار (اَکْثَرُھُمْ) یہ مرکب اضافی مفعول بہ ہے اِتَّبَعَ کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہے۔ لام کے تاکیدیہ برائے جواب شرط یعنی جزا کے لیے فَسَدَتْ۔ باب نصر کا ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ واحد مونث غائب ہے الف لام حرفی استغراقی ہے بمعنی تمام سَمٰوٰتُ جمع مونث سالم ہے سَمَاءٌ کی معطوف علیہ ہے مراد ہے ساتوں آسمان۔ واوٴ عاطفہ الف لام استغراقی بمعنی تمام روئے زمین ارض اسم مفرد (واحد) مونث لفظی بدلیل تصغیر۔ اُرَیْضَۃٌ۔ یہ معطوف ہے یہ دونوں عطف مل کر پھر معطوف علیہ ہے واوٴ عاطفہ مَنْ اسم موصول جنسی جمع بمعنی وہ تمام جو فی جارہ ظرف مکانی کے لیے ھِنَّ اسم ضمیر جمع مونث غائب مجرور متصل اس کا مرجع ہے سَمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یہ دونوں جار و مجرور متعلق ہے پوشیدہ مَوْجُوْدٌ اسم مفعول کا جس کا نائب فاعل ھُوَ پوشیدہ ضمیر صیغہ ہے اس کا مرجع مَنْ ہے۔ مَوْجُوْدٌ سب سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر صلہ ہوا موصول صلہ مل کر معطوف سَمٰوٰتِ پر وہ دونوں مل کر فاعل ہے فَسَدَتْ کا سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر جزا ہے۔ لَوِ اتَّبَعَ کی دونوں شرط و جزا مل کر معطوف علیہ۔ بَلْ حرف عطف برائے اضراب یا تدارک اَتَیْنَا۔ باب ضرب کا ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ متکلم۔ اَتْیٌ سے مشتق ہے بمعنی دینا۔ نَحْنُ پوشیدہ ضمیر اس کا فاعل ھُمْ ضمیر ظاہر مفعول بہ مرجع کفار مکہ۔ بِ حرف جر سببیہ بمعنی لئے۔ ذِکْرِ اسم مفرد جامد حاصل مصدر بمعنی چرچہ تذکرہ مشہوری۔ یہ مضاف ہے یا مصدر مضاف ہے ھِمْ ضمیر مفعول مضاف الیہ یہ مرکب اضافی شبہ جملہ ہو کر مجرور متعلق ہے اَتَیْنَا کا سب فعل فاعل مفعول بہ متعلق مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ فَ حرف عطف بیانیہ ھُمْ غیر مبتدا۔ عَنْ حرف جر برائے زوال یعنی دور کرنے ہٹانے مٹانے کے لیے۔ ذِکْرِ اسم حاصل مصدر بمعنی چرچہ عزت شہرت ھِمْ ضمیر نفسی بمعنی اپنے ذِکْرِ مضاف ھِمْ مضاف الیہ یہ مرکب متعلق مقدم ہے مُعْرِضُوْنَ باب افعال کا اسم فاعل جمع مذکر مصدر ہے۔ اِعْرَاضٌ ترجمہ ہے منہ پھیرنا۔ ہٹنا۔ نفرت و ناپسند کرنا۔ عرض سے بنا ہے بمعنی بے توجہ ہونا۔ اس کا فاعل ھُمْ ضمیر صیغہ پوشیدہ یہ اپنے فاعل پوشیدہ اور متعلق مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے فَھُمْ مبتدا کی وہ دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف ہے بَلْ اَتَیْنَا کے جملے پر۔ یہ دونوں عطف مل کر معطوف ہے وَلَوِ اتَّبَعَ کے جملے پر دونوں عطف مل کر جملہ عاطفہ شرطیہ انشائیہ ہو گیا۔

اَمْ تَسْئَلُھُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَیْرٌ ۖ وَّ ھُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ۝ وَ اِنَّكَ لَتَدْعُوْھُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝ ۔ اَمْ عاطفہ سوالیہ بمعنی کیا۔ تَسْئَلُ باب فتح کا مضارع مستقبل مثبت معروف۔ صیغہ واحد مذکر حاضر۔ سَئَلَ سے مشتق ہے۔ ترجمہ ہے

مانگنا' طلب کرنا۔ اس کا فاعل انت ضمیر صیغہ مرجع ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ھُمْ ضمیر اس کا مفعول بہ اوّل خَرْجًا۔ اسم جامد حاصل مصدر ترجمہ ہے اجرت۔ فیس۔ مزدوری کی تنخواہ۔ اس کی جمع ہے اِخْرَاجٌ۔ یہ مفعول بہ دوم ہے۔ تَسْئَلُ فعل فاعل دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ ہوگیا فَ زائدہ بیانیہ (عاطفہ نہیں ہے) خَرَاجٌ اسم صفت مشبہ مبالغہ۔ خَرْجٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے ثواب (اخروی اجر) اس کی جمع ہے اَخْرِجَۃٌ اردو میں خروج اور خَرَاجٌ کو کہتے ہیں خرچہ یعنی محنت کی مزدوری دہاڑی۔ بغیر محنت خرچہ کو عربی میں نفقہ کہتے ہیں۔ جیسے بیوی بچوں کا نان نفقہ۔ خَرَاجُ مضاف ہے۔ رَبِّکَ یہ مرکب اضافی مضاف الیہ یہ دونوں مل کر مبتدا ہے خَیْرٌ۔ اسم مفرد نکرہ حاصل مصدر۔ بمعنٰی اچھا۔ مفید۔ بہتر یہ خبر ہے مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ ہوگیا۔ واؤ ابتدائیہ۔ ھُوَ ضمیر واحد مذکر غائب مرفوع۔ منفصل مرجع ہے رَبِّکَ مبتدا ہے۔ خَیْرٌ مضاف الف لام استغراقی بمعنٰی تمام رَازِقِیْنَ۔ باب نصر کا اسم فاعل صیغہ جمع مذکر اس کا واحد ہے رَازِقٌ۔ رِزْقٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے روزی دینا مراد ہے عام دنیوی چیزیں دینا۔ رَازِقِیْنَ مضاف الیہ خَیْرٌ مضاف کا دونوں مل کر خبر ہے مبتدا کی یہ دونوں جملہ اسمیہ ہیں۔ واؤ سر جملہ بیانیہ اِنَّ حرف مشبہ کَ ضمیر واحد حاضر اسم ہے۔ اِنَّ کا لام کے برائے تحقیق ترجمہ ہے البتہ تَدْعُوْا۔ باب نصر کا مضارع حال مثبت معروف دَعْوٌ سے مشتق ہے اَنْتَ ضمیر صیغہ اس کا فاعل ہے مرجع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ھُمْ ضمیر مفعول بہ اِلٰی حرف جر اپنے معنٰی انتہائیہ میں ہے بمعنٰی طرف۔ تک صِرَاطٌ اسم مفرد جامد نکرہ بمعنٰی کھلا صاف بڑا راستہ۔ موصوف ہے مُسْتَقِیْمٌ باب استفعال کا اسم فاعل واحد مذکر۔ اس کا مصدر ہے اِسْتِقْوَامٌ اور اِسْتِقَامَۃٌ۔ قومٌ سے بنا ہے۔ ترجمہ ہے قائم دائم سدا درست اور سیدھا۔ یہ صفت ہے صراط کی یہ مرکب توصیلی مجرور متعلق ہے لَتَدْعُوْا کا سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر ہے اِنَّ کی اِنَّ اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہوگیا۔

تفسیر عالمانہ

وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِیْهِنَّ ؕ بَلْ اَتَیْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۷۱﴾ اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَیْرٌ ۖۗ وَّ هُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ﴿۷۲﴾ وَ اِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۷۳﴾ ان کفار کی کیفیت حماقت جو بیان کردی گئی کہ عقل ان کی مردہ۔ ضمیر ان کے خفتہ۔ شعور ان کا مفلوج بصیرت ان کی اندھی۔ فراست ان کی معدوم۔ اس پر تمنا ان کی یہ کائنات کا ہر کام ہماری خواہشات کے مطابق ہو۔ حالانکہ اگر کوئی بھی حق ان کی خواہش مان کر ان کے پیچھے چل پڑتا ان کی نفسانیت طغیانی شیطانی کے مطابق۔ خواہ نظام ارضیات وفلکیات کا قانون حق اللہ تعالیٰ کی طرف سے یا ظہور معجزات کا نبوی حق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یا نزول قرآن کا کلام حق ترمیم یا تبدیلی کی طرف سے تو یقینا یہ تمام آسمان اور پوری زمین ٹوٹ پھوٹ کر فاسد ہو جائے۔ کفار کے پاس نہ تدبر نہ تعقل نہ تعمل نہ تذکر۔ ان کا دین بھی ان کی خواہشوں سے ان کے الہ بھی ان کی چاہتوں سے۔ پوری کائنات عالمین کا ایک ہی الہ ہے مگر ان کی چاہتوں نے ڈھیروں الہ بنا لئے۔ حالانکہ سینکڑوں تو در کنار لَوْ كَانَ فِیْهِمَاۤ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا (انبیاء: ۲۲) اگر اللہ تعالیٰ کے سوا ایک بھی معبود اور ہوتا تو سب آسمان و زمین ٹوٹ پھوٹ جاتے۔ قرآن مجید میں جگہ جگہ فرمایا گیا ہے کہ نظام کائنات ایک عالمگیر حقیقت ہے اس حقیقت کے چار پہلو ہیں ۱۔ تخلیق ۲۔ [illegible] ۳۔ تکوین۔ ۴۔ تعدیل۔ ان ہی

چاروں کا نام قیام حق ہے انہی پر نظام کائنات قائم ہے۔ اسی شجر طیبہ کا ہر پتا معرفت پروردگار کا دفتر عظیم ہے۔ عالم اجسام کے کونے کونے میں صدیوں سے تکوین و تغیر و ترقی و تخلیق نشو ونما کے اطوار و ترتیب کی ایسی عمدگی نظر آتی ہے کہ معمولی عقل وفکر والا بھی سمجھ جاتا ہے کہ اس نظام ہستی ظاہر و باطن کو چلانے والا اللہ وواحد لاشریک ہی ہوسکتا ہے اسی تدبر کا نام اعمال صالحہ ہے اور تدبر حقیقی سے حقیقت کو تسلیم کرنے کا نام حق پر ایمان لانا ہے اسی کی ہدایت دینے انبیاء علیہم السلام آئے اور کتب الٰہیہ لائے۔ اللہ تعالیٰ نے تدبر کے لیے انسانوں کو عقل و بصیرت عطا فرمائی اور علم کے لیے کلام اللہ کا نزول وتعلیم کے لیے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا۔ ایمان کے لیے استدلال کی قوت عطا فرمائی یہی حقیقت شناسی کی راہیں ہیں۔ اسی عقل و بصیرت علم وتعلیم کے استدلال سے جب انسان اپنے گردو پیش پر نظر دوڑاتا ہے تو سب سے پہلے اس کی نظر خود اپنے وجود پر پڑتی ہے۔ اس لئے انسان کو اولاً اپنے وجود میں تدبر کی دعوت قرآنی دی گئی چنانچہ سورۃ ذاریات کی آیت ۲۱ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ۔ اے لوگو اپنے آپ میں غور کیوں نہیں کرتے تدبر نفسی کے بعد جب انسان آفاق میں نظر تدبر دوڑائے تو ہر ذرے میں ضبط و حکمت کے تقرر کی یکسانیت موجود نظر آتی ہے کہ صدیاں بیت جانے کے بعد بھی افلاک و آفاق یکساں تسلسل سے قائم۔ نہ کہیں بھول چوک کا تغیر نہ فتنے فساد کا توڑ پھوڑ۔ یہاں تک کہ کوئی چیز بھی ابدی ازلی قدیمی حکمت و مصلحت سے خالی و عبث نہیں۔ اسی عالمگیر نظام قدرت پر غور کرنے کی قرآن نے انسان کو بار بار دعوت تدبر عطا فرمائی اسی تدبر سے عرفان حاصل ہوتا ہے اور جہالت کی ضلالت سے نجات ملتی ہے۔ اور پتہ لگتا ہے کہ کفار جس حق سے كَارِهُوْنَ ہیں اسی حق وصداقت پر کارخانۂ ہستی چل رہا ہے۔ اگر یہ حق کفار کی خواہشات پر پیروی کرتا تو آج کائنات کا یہ نقشۂ حسن وضبط نظر نہ آتا۔ جانوروں سے انسان اور انسانوں سے جانور جنم لیتے۔ کیکر ببول پر آم اور آموں کے درختوں پر کیکر ببول کے پھول کانٹے اگتے۔ ہر طرف فساد کے بیج بکھرتے نہ کوئی کسی ظالم سے مظلوم کو چھڑا سکتا نہ موذی سے بچا سکتا۔ کتنی نقصان دہ خواہشیں ہیں کفار کی ان کی احمقانہ خواہشوں نے تو حجر شجر گائے بندر سانپ شیر چوہے پیپل تلسی کو الٰہ بنا ڈالا۔ اسی طرح اگر اب بھی ظہور معجزات کا حق ان کفار کی خواہشوں مطالبوں کی پیروی کرتا اور سابقہ امتوں کی طرح پھر یہ بھی ایمان نہ لاتے تو ایسا عذاب ہلاکت آتا جو پہلے کسی قوم پر نہ آیا۔ اور نہ صرف زمین پر بلکہ اب آسمانوں زمین پر فساد آجاتا سب زمین و آسمان و اہل زمین و آسمان ختم ہو جاتے۔ قیامت آجاتی۔ اس کی وجہ یہ کہ یہ آخری نبی ہیں۔ ان کی کتاب آخری کلام اللہ ان کی حدیث آخری کلام نبوی۔ ان کی تقریر' تبلیغ' تعلیم' صداقت' امانت' دیانت' امامت' نبوت کی آخری دولتیں ہیں۔ ان کی عقل عقل کل اناالعلم مہد کل۔ اہل دنیا کی عقل و دانش علم و فن تو ان کی چوکھٹ پر پڑے ہیں۔ یہاں تو جبرئیل علیہ السلام بھی سائل مسائل و طالب علم ہیں۔ اسی لئے ان کا قرآن ان کی احادیث ان کی صورت۔ سیرت۔ بلکہ حیات طیبہ کا لمحہ لمحہ اقوام عالم کی تعلیم و تربیت کے لیے محفوظ کر دی گئیں ہیں ان کی عادت ان کی عبادت اقوام کے لیے قابل اطاعت و اتباع اسوۂ حسنہ ہیں۔ چونکہ یہ ساری کائنات ارضی و سماوی کے نبی ہیں اور تمام اہل کائنات ان کے امتی اس لئے ان سے مطلوبہ معجزے پا کر ایمان نہ لانے سے ساری کائنات میں ہی فساد و عذاب آتا کیونکہ عذاب کا دائرہ پوری امت منکرہ و علاقہ بعثت ہوا کرتا ہے۔ اسی طرح اگر نزول حق قرآن مجید کی کسی آیت۔ عبارت [illegible] یا ترمیم کوئی کرسکتا

یا کر اسکتا تب بھی زمین و آسمان میں فساد پڑ جاتا۔ بلکہ ہم نے تو ان کو وہ قرآن وفرقان عطا فرمایا جس نے ان اہل عرب کو ساری مخلوق انسانیت میں اعلیٰ وبالا معظم ومشہور وممتاز کر دیا ان کے ذکر کا چرچہ کر دیا۔ تو چاہئے تھا یہ قریش مکہ وکفار عرب شکر کرتے ہوئے احسان مانتے اور اس حق کی حقانیت کو تسلیم کرتے دل وجان سے ایمان لاتے کیونکہ اس قرآن مجید سے تمام اہل عرب کو تین فائدے پہنچ سکتے تھے۔ ۱۔ یہ کہ ان کی انسانیت حقانیت فطرت جبلت تہذیب کا تعارف پوری دنیا میں ہو جاتا۔ اور انسان کی اصل آدمیت وتقاضاء بشریت کی اصلیت اہل عرب سے لوگوں کو معلوم ہوتی۔ اہل عرب کی مشہور حیوانیت تاریخ کے ورقوں سے روپوش مخفی ہو جاتی۔ مگر کفار عرب کا اپنی احمقانہ خواہشوں سے قرآن جیسے ذکر عظیم سے مُعْرِضُوْنَ ہونا گویا اپنی ہی فطری خلقی عزت وشہرت سے منہ پھیرنا ہے۔ ۲۔ فائدہ یہ کہ قرآنِ مجید وہ ذکر ونصیحت لے کر آیا جو اہل عرب کو حیوانیت کے ظلم وجہالت سے نکال کر انسانیت کی افضلیت دینے اور ارذلیت سے بچا کر اشرفیت دینے کے لیے آیا۔ ازلی فنا سے ہٹا کر ابدی بقا دینے والا ذکر۔ اس ذکر ونصیحت میں پوری انسانیت کے لیے دنیوی اخروی فائدے ہیں تو کتنے کم عقل ہیں یہ کفار اپنے ہی فائدوں والے ذکر سے مُعْرِضُوْنَ ہیں۔ ۳۔ یہ کہ ذکر بمعنی چرچہ۔ تذکرہ اچھی شہرت۔ اس قرآن مجید سے اہل عرب کی عزت، شہرت، شرافت تمام عالم میں تا قیامت ہوگئی کہ ان کی زبان میں رب تعالیٰ کا کلام۔ شریعت اسلام۔ احادیث نبوی کی روایات آئیں اگر یہ کفار اسلام قرآن سے مغرور ومفرور وکَادِھُوْنَ نہ ہوتے بلکہ اس پر ایمان لا کر انسانیت کا سچا لبادہ اوڑھ لیتے تو ان کی شان میں عالمگیر ترقی کی اٹھان تھی۔ اگر کفار مکہ اس ذکر کی امانت کو قبول کرتے تو زمانوں کی سعادت امامت وہمیشہ کی عزت پاتے۔ یہ حقیقت ہے کہ نبی رحمۃ عالمین اور آپ کے قرآن حکیم واسلام مبین نے عرب مسلمانوں کو چار سرفرازیاں عطا فرمائیں۔ ۱۔ شہرتِ دوام۔ ۲۔ اقوامِ عالم کی امامت۔ ۳۔ رب تعالیٰ کی امانت پائی۔ ۴۔ یہ کہ اپنی تہذیب وتمدن وقومیت کی بقا پائی۔ دنیا میں کروڑوں بڑی شہ زور قوموں نے جنم لیا ابھریں پھیلیں آخر فنا ہو گئیں۔ مگر قوم عرب کو روایت احادیث کے صدقہ وطفیل میں ایسی بقا ملی جو صدیوں پر محیط ہے کہ ایک ایک فرد کی پوری شخصی زندگی کا خاکہ ونسب نامہ اسماء الرجال کی صورت میں تا قیامت محفوظ ہے۔ صحابہ کرام کی سیرت واخلاق وحالات کو قرآن مجید نے جلاو بقا بخشی اور تابعین تبع تابعین محدثین وفقہاء کو احادیث مقدسات نے بقا بخشی۔ مگر یہ چند کفار مکہ اپنے ہی ذکر سرفرازی سے انکاس واستکبار واعراض کرنے والے ہیں تو کیا اس کی وجہ ان کا یہ گمان احمقانہ ہے کہ اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ ۖ وَّهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ۔ یا تم ان کفار سے اپنی تبلیغ وتعلیم کی ان سے کچھ اجرت مانگو گے تو سب کفار کان کھول کر سن لیں کہ ہمارے کسی نبی نے کبھی کسی دنیا دار سے کوئی چیز طلب نہ فرمائی نہ تبلیغ وتعلیم پر انبیاء علیہم السلام حاجتمند بن کر نہیں آتے وہ تو حاجت روا مشکل کشا بن کر آتے ہیں۔ وہ کسی انسان سے لینے نہیں ہر شخص کو دین ودنیا کی نعمتیں دینے آتے ہیں ہر نبی کا یہی اعلان عام و نعرۂ کامران تھا کہ وَيٰقَوْمِ لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ۗ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ۔ (ہود:۲۹) یعنی میں تم سے اس تبلیغ پر کچھ نہیں مانگتا۔ میرا اجر تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ اور سب انبیاء جانتے ہیں فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ ہے جس میں جسمانیت بھی ہے روحانیت بھی غذا دوا شفا بھی طیب وحلال بھی بھلا بھی وسیع بھی ثواب بھی رضا بھی۔ عالم ارواح سے عالم ابد تک وہی خیر الرازقین ہے۔ خرج اور خراج میں پانچ طرح فرق ہے۔ ۱۔ خرج عام خرچہ خرج خاص خرچہ۔ ۲۔ خرج شوقیہ خرچہ۔ خراج

لازمی خرچہ جیسے دنیا میں ٹیکس لازم زکوٰۃ واجباً دینی پڑتی ہے۔ ۳۔خرج قلیل خرچہ ضرورت پوری ہو یا نہ ہو خراج کثیر خرچہ جو ضرورت سے زیادہ ہو۔ ۴۔خرج ایک بار خرچہ۔خراج بار بار خرچہ۔ ۵۔خرج صرف دنیا میں خرچہ۔خراج عالم ارواح سے عالم آخرت تک خرچہ کبھی ربوبیت سے کہیں رازقیت سے کہیں ثواب کی عطا سے۔وَ اِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔ بیشک اے حبیب کریم تم تو ان کفار کو تا قیامت دین مستقیم کی طرف بلاتے ہی رہو گے قرآن کے بیان سے حدیث کے فرمان سے صحابہ کے کردار سے۔اہل بیت کے اخلاق سے علماء امت کے مواعظ درسیہ سے اولیاء ملت کی تربیت فکریہ سے۔یہ سب درسگاہ مصطفیٰ کے ہی چشمہ فیضان ہیں جو تا قیامت جاری ہیں۔

ہوں چشتی قادری یا نقشبندی سہروردی ہوں خدا کے فضل سے یہ سب ہیں چشمے مدنی آقا کے
ہوں حنفی مالکی یا شافعی یا حنبلی عالم میرے رب کے کرم سے سب خزانے مکی مولیٰ کے

صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ وَنُوْرِ عَرْشِهٖ وَزِیْنَةِ فَرْشِهٖ وَقَاسِمِ رِزْقِهٖ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِهٖ وَبَارِكْ وَسَلَّمْ۔صراط کا لغوی معنی ہے کھلا راستہ۔شرعی اصطلاحی معنی ہے دین حق۔

ان آیات میں مفسرین کے مختلف اقوال

وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ۔کے معنی میں چھ قول۔۱۔بعض نے کہا حق سے مراد ہر حق اور اَهْوَآءَ سے مراد کفار کی تمام خواہشیں نفسانی۔ ۲۔بعض نے کہا حق سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اَهْوَآءَ سے مراد کفار کے مطالبے۔ ۳۔بعض نے کہا کہ حق سے مراد قرآن مجید اور اَهْوَآءَ سے مراد کفار کی یہ خواہشیں کہ قرآن مجید میں ان کی مرضی کے احکام اتریں یا ان کی مرضی سے ترمیم و تغیر ہو جایا کرے۔ ۴۔بعض نے کہا حق سے مراد دین اسلام اور اَهْوَآءَ سے مراد اسلام میں شرک کی شمولیت۔ ۵۔بعض نے کہا حق سے مراد واحد لاشریک معبودیت اور اَهْوَآءَ سے مراد کثرت معبودان یعنی ان کے بتوں کو بھی معبود مانا جائے۔ ۶۔بعض نے کہا حق سے مراد اللہ تعالیٰ اور اَهْوَآءَ سے کفار کی یہ خواہش کہ اللہ تعالیٰ ان کی مرضی مانے۔ سب قول درست ہیں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن توحید اسلام ذات باری تعالیٰ سب ہی حق ہیں اور کفار کی نفسانی خواہشات بھی ان تمام قسموں کی تھیں۔وَمَنْ فِیْهِنَّ کی قرئت میں دو قول۔۱۔اکثر کی قرئت میں مَنْ فِیْهِنَّ۔ضمیر جمع مونث غائب سے ہے یہ ہی درست ہے کیونکہ مشہور و مکتوب اور سَمٰوٰتِ جمع کے مطابق ہے۔ ۲۔بعض کی قرئت میں وَمَا بَیْنَهُمَا ہے مگر یہ قرئت اس لئے بھی غلط ہے کہ ضمیر تثنیہ ہے حالانکہ سَمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جمع ہے۔بَلْ اَتَیْنٰهُمْ کی قرئت میں چار قول۔۱۔اکثر کی قرئت اَتَیْنَا جمع متکلم ہے بمعنی ہم نے ان کو دیا۔یہ ہی قرئت درست ہے کیونکہ مشہور و مکتوب ہے۔ ۲۔بعض کی قرئت میں بَلْ اَتَیْتُهُمْ ہے واحد متکلم۔ ۳۔بعض کی قرئت میں بَلْ اَتَیْتَهُمْ ہے۔واحد مذکر حاضر سے یعنی اے نبی تم نے ان کو دیا۔ ۴۔بعض کی قرئت ہے بَلْ اٰتَیْنٰهُمْ بمعنی اَعْطَیْنَا۔مگر یہ سب قرئتیں شاذ ہیں۔بِذِكْرِهِمْ کی قرئت میں تین قول۔ ۱۔اکثر کی قرئت بِذِكْرِهِمْ ہے۔یہی قرئت درست ہے کیونکہ مشہور و مکتوب ہے۔ ۲۔بعض کی قرئت ہے۔بِذِكْرٰهُمْ۔ ۳۔بعض کی قرئت ہے نَذْكُرُهُمْ۔بِذِكْرِهِمْ۔کے معنی میں پانچ قول۔۱۔بعض نے کہا ذکر سے مراد قرآن مجید ہے۔ ۲۔بعض نے کہا ذکر سے مراد نصیحت۔ ۳۔بعض نے کہا ذکر سے مراد چرچہ تذکرہ۔ ۴۔بعض نے کہا ذکر سے مراد اخروی

ثواب ہے۔ ۵۔ بعض نے کہا ذکر سے مراد کفار کے فائدے مند کلام۔ خَرْجًا فَخَرَاجُ کی قرئت میں چار قول۔ ۱۔ اکثر کی قرئت خَرْجًا فَخَرَاجُ ہے یہی درست کیونکہ مشہور و مکتوب ہے۔ ۲۔ بعض کی قرئت۔ خَرْجًا فَخَرْجُ ہے۔ ۳۔ بعض کی قرئت خِرَاجًا فَخَرَاجُ ہے۔ ۴۔ بعض کی قرئت خِرَاجًا فَخَرْجُ ہے۔

فائدے

ان آیات پاک سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ **پہلا فائدہ:** انبیاء علیہم السلام سے گناہ تو در کنار کبھی کوئی خطا بھی نہیں ہو سکتی نہ چھوٹی نہ بڑی۔ نہ غلطی نہ لغزش کیونکہ محال بالغیر ہے بوجہ عصمت۔ ایک گمراہ مصنف نے کذب انبیاء کو جائز و ممکن مانا ہے وہ مصنف زمین پر اس وقت بدترین و خبیث انسان ہے۔ بہر حال انبیاء علیہم السلام ہر طرح گناہ سے معصوم ہیں۔ اس لئے ان کو علیہ السلام کا جملہ خبریہ کہا جاتا ہے یعنی ان کے پاس ہر طرح کی سلامتی ہے۔ یہ فائدہ وَلَوِ اتَّبَعَ میں۔ لَوْ ارشاد فرما کر جملہ فرضیہ محالیہ ارشاد فرمانے سے حاصل ہوا۔ **دوسرا فائدہ:** نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اسلام و قرآن نے ہر مسلمان خاص کر صحابہ و صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو تا قیامت و تا ابدا اچھی شہرت عزت حرچہ وشان عطا فرمائی آج دنیا میں حلیمہ دائی بلکہ شہر مکہ و مدینہ کی شان میں قصیدے و نام کے وظیفے پڑھے جا رہے ہیں اور یہ سب زبان قال و حال سے کہہ رہے کہ یا رسول اللہ

تیری نسبتوں سے پہلے ہمیں کون جانتا تھا تیری دوستی نے ہم کو یہاں سرخ رو بنایا

صحابہ و تابعین کی سرفرازیاں بلندیاں فتوحات یہ سب عزتیں ناموریاں آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی وجہ سے ہیں یہ فائدہ بَلْ اَتَیْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ کے ارشاد پاک سے حاصل ہوا۔ **تیسرا فائدہ:** دنیا میں جو انسان کسی انسان کو جو بھی جتنا بھی دیتا ہے وہ تحفہ ہو یا مزدوری وہ آخرت کے بدلے اور مقابلے میں انتہائی گھٹیا و کمترین ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو دنیوی انعامات تحفات یا فیس اجرت قیمت کے حصول کی خاطر اپنی آخرت کو تباہ و برباد نہ کرنا چاہئے۔ یہ فائدہ اَمْ تَسْئَلُهُمْ (الخ) کے پورے فرمان سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ:**۔ فقہاء کرام کا اپنے اصول فقہ سے قرآن مجید کی بعض آیات سے مسائل نکالنے نقصان دہ یا ممنوع نہیں نہ اس استنباط سے فتنہ فساد کا ظہور۔ یہ مسئلہ وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ کے ساتھ اَهْوَآءَهُمْ فرمانے سے مستنبط ہوا۔ اور بتایا گیا کہ اَهْوَآءِ نفسانی و استنباط قانونی میں بہت فرق ہے۔ استنباط میں اتباع حق کی مطابقت خود بخود ہو جاتی ہے لیکن اھواء نفسانی میں اتباع حق کا مطالبہ و خواہش ہوتی ہے اتباع ہو جانے اور چاہنے میں بڑا فرق ہے لہذا وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اِسْتِنْبَاطَهُمْ جائز و مفید ہے لیکن اِتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَ کفر و فساد ہے۔ **دوسرا مسئلہ:** قانون شریعت کے مطابق جن مبلغین و معلمین علماء کرام کی تنخواہیں حکومت یا قومی عوامی اداروں کی طرف سے اسی ذمہ داری کے لیے مقرر ہیں اور ان کو ضروریات زندگی کے اسباب باسہولت حاصل ہیں اور ان کو روزی رزق حاصل کرنے کے لیے محنت کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی ایسے علماء کو اپنی دینی تبلیغ و تعلیم پر عوام سے اجرت مانگنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ جس ذمہ داری کی تنخواہ ملتی

ہو اس کام کی عوام سے فیس یا اجرت مانگنا رشوت لینا ہے اور رشوت لینا ہر وقت ہر شخص کو حرام ہے لیکن اگر تنخواہ مقرر نہیں ہے تو ہر طالبعلم سے یا لواحقین سے تعلیم و تبلیغ کی فیس لینا جائز ہے۔ یہ اجرت و فیس رشوت نہ بنے گی۔ یہی حکم ہر دینی محکمے کا ہے۔ یہی فرق ہے رشوت و اجرت میں۔ یہ مسئلہ اَمۡ تَسۡـَٔلُهُمۡ خَرۡجًا۔ کے سوال انکاری والے ارشاد ربانی سے مستنبط ہوا اور انبیاء علیہم السلام نے فَخَرَاجُ رَبِّکَ اور اِنۡ اَجۡرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ۔ فرما کر اپنی غیبی تنخواہ کا ذکر فرمادیا کہ اب ہمارے لیے عوام سے اجر و اجرت۔ خرج و خراج طلب کرنا جائز نہیں ہے۔ اور ظاہری ضروریات کے لیے انبیاء علیہم السلام نے محنت' تجارت و غزوات کو ذرائع بنایا۔ **تیسرا مسئلہ** قرآنِ مجید و احادیث مبارکہ کے معنی منشاء اور تفسیر و شرح میں اپنی رائے زنی و تخمینے اندازے بیان کرنا شرعاً حرام ہے اسی کو تفسیر بالرائے کہا جاتا ہے۔ فقہاء ائمہ اربعہ نے متفقاً تفسیر بالرائے کو حرام فرمایا ہے یہ مسئلہ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَ الۡاَرۡضُ فرمانے سے مستنبط ہوا۔ کفار نے تو چاہا تھا کہ حق قرآن ہماری ذاتی نفسی رائے و خواہش کی پیروی کرے مگر ان جاہل مفسرین نے اپنی جاہلانہ رائے و تخیلات کی تفسیر و شرح کر کے گویا اِتَّبَعَ الۡحَقُّ اَهۡوَآءَهُمۡ کو چالو لیا۔ اگر خواہشاتِ کفار کی ترمیم قرآنی ہوتی تو آسمان و زمین وَمَنۡ فِیۡهِنَّ میں فسادِ ہلاکت آ جاتا لیکن ان جاہل مفسرین کی تفسیر بالرائے اور منشاء حقیقی کو توڑ مروڑ سے تفرقے بازی کا فساد زمینی وَمَنۡ فِیۡهِنَّ آ ہی گیا جس نے عقائد دینی' اعمال ایمانی کو فساد و تفرقہ سے برباد کر دیا۔ تفسیر بالرائے یہ ہے کہ منشاء الٰہی بیان اور معلوم کرنے کے لیے آیاتِ قرآن میں بجائے تدبر تعقل تعلم اور احادیث مقدسات کا سہارا لینے کے بجائے اپنی ذاتی رائے ذہنی نظریئے بناوٹی عقیدے کو بچانے کے لیے عبارات قرآنیہ میں کھینچا تانی اور معانی الفاظ میں توڑ مروڑ کی جائے اور آیات کے منشاء الٰہی کو بیان کرنا مقصود نہ ہو۔ مثلاً ایک مفسر لکھتا کہ ذی الکفل اصل میں ذی الکپل تھا۔ کپل کا معنی تخت و تاج والا۔ اور اس سے مراد گوتم بدھ ہے ثابت ہوا کہ گوتم بدھ بھی نبی تھا یہ ہے کھینچا تانی والی تفسیر بالرائے وغیرہ وغیرہ۔ یہی حرام ہے اور مفسر گمراہ۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ **پہلا اعتراض:** یہاں فرمایا گیا وَ لَوِ اتَّبَعَ الۡحَقُّ اَهۡوَآءَهُمۡ۔ اَهۡوَآءَ یعنی خواہشات قولی چیز ہے نہ کہ فعلی کیونکہ دل میں پیدا ہوتی ہے زبان سے ظاہر ہوتی ہے۔ اور قول کی اطاعت کی جاتی ہے نہ کہ اتباع فعل کی نقل و اتباع کی جاتی ہے تو یہاں لَوِ اتَّبَعَ کیوں فرمایا گیا۔ لَوۡ اَطَاعَ الۡحَقُّ فرمانا چاہئے تھا۔ **جواب:** لفظ اتباع کے عربی لغت میں تین معنی ہیں۔ ۱۔ نقل کرنا۔ ۲۔ نقش قدم پر چلنا۔ ۳۔ کسی کی مطابقت کرنا۔ اسی طرح ھوا کی بھی تین قسمیں ہیں۔ ۱۔ اَهۡوَآءَ قولی یعنی کسی سے کہا جائے کہ تو میری خواہشوں کی پیروی کر۔ ۲۔ یہ کہ خواہش والا خود اپنی دلی خواہش کے مطابق کام کرے یہ اھواء قلبی ہے۔ ۳۔ اھواء عملی یعنی خواہش والا چاہے کہ میرے عمل کے مطابق دوسرے کا عمل ہو تو یہاں اتباع تیسری قسم کا مراد ہے اور اَهۡوَآءِ پہلی قسم کی مراد ہے کیونکہ کفار چاہتے تھے کہ قرآن اپنے اترنے میں ہماری خواہشات کی اتباع و مطابقت کرے۔ اب اعتراض ختم ہو گیا۔ **دوسرا اعتراض:** یہاں فرمایا گیا کہ اگر حق قرآن لوگوں کی خواہشوں کی پیروی کرتا تو فساد پڑ جاتا حالانکہ احادیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ تقریباً پندرہ مسائل و احکام شریعت فاروق اعظم کی خواہش کے مطابق نازل ہوئے۔ ثابت ہوا کہ حق نے اھواءِ فاروقی کی اتباع کر لی مگر فساد نہیں آیا۔

جواب: قلبی خواہش کی تین قسمیں ہوتی ہیں۔ ۱۔ رائے۔ ۲۔ مشورہ۔ ۳۔ اھواءُ۔ عقل فہم یا ایمانی آواز کا نام رائے ہے۔ رائے کے لیے عقل علم وایمان کامل ضروری اور مشورہ رائے طلب کرنے کا نام ہے لیکن اھواء نفس امارہ وشیطانی آواز کا نام ہے۔ فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ان مسائل کی خواہش یہ ان کا مشورہ یا اھواء نہ تھا بلکہ عقل فہم کی روشن ضمیری وایمانی رائے تھی۔ ایسے ہی مطابقت کی بھی تین صورتیں ہوتی ہیں۔ ۱۔ مطابقت ظہوری۔ ۲۔ مطابقت اتفاقی قدرتی۔ ۳۔ مطابقت ترمیمی۔ مطابقت ظہوری یہ ہے کہ ابھی کچھ ظاہر نہ ہوا تھا نہ کسی مسئلے پر کوئی آیت نازل ہوئی تھی کہ پیشگی کسی مسئلے وحکم وپابندی کی خواہش کردی جائے پھر حکم الٰہی بھی ویسا ہی نازل ہو جائے تو یہ اتباع حق نہیں ہے بلکہ پیشگی اظہار خواہش کی مطابقت ظہوری ہے۔ مطابقت قدرتی اتفاقی یہ ہے کہ ایک آیت نازل ہوئی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کو تلاوت فرما رہے ہیں یا املا کروا رہے ہیں تو پاس بیٹھا سننے یا لکھنے والا کوئی صحابی تلاوت نبوی سے پہلے وہی الفاظ بول دے جو اگلی عبارت میں نازل ہوئے ہیں تو یہ مطابقت قدرتی واتفاقی ہے۔ یہ بھی اتباع حق نہیں ہے نہ حق نے اتباع کیا مطابقت ترمیمی دو قسم کی ہے یا یہ کہ ایک حق حکم نازل ہو چکا ہے مگر خواہش والا کہے کہ اس حکم کو تھوڑا بدل دیا جائے۔ یا یہ کہ اس میں میری یہ بات بھی شامل کردی جائے یعنی حکم شرعی گھٹا کر یا کچھ بڑھا کر ترمیم کرانا یہ اھواء ہے اور وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ میں اسی کا ذکر ہے فاروقِ اعظم کی رائے میں مطابقت کبھی ظہوری ہوتی تھی کبھی قدرتی نہ کہ ترمیمی نیز یہ مطابقت ظہوری اس بات کی دلیل ہے کہ فاروق اعظم کا علم عقل روشن ضمیری بعد صدیق اکبر تمام صحابہ سے زیادہ ہے۔ ترمیمی خواہش صرف کفار کی ہوتی تھی۔ **تیسرا اعتراض:** یہاں فرمایا گیا وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ۔ یعنی اللہ تعالیٰ تمام رازقین سے اچھا رازق ہے تو مخلوق کائنات کے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور دوسرے بھی رازق ہیں۔ **جواب:** اس کے دو جواب دیئے گئے ہیں۔ ۱۔ بعض نے کہا یہ جملہ عربی محاورے کا ہے۔ اہل عرب جب کسی کام میں کسی شخص کی کاملیت کا اظہار وذکر کرنا چاہتے ہیں تو اس طرح جمع مذکر سالم کا لفظ مضاف الیہ بنا کر بولتے ہیں لہٰذا یہاں خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ کا معنی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کامل رازق ہے۔ ۲۔ بعض نے جواب دیا کہ یہاں تمام مخلوق کی رازقیت کا ذکر نہیں صرف انسانی حیوانی رازقیت کا ذکر ہے۔ اور انسانی حیوانی رزق رسانی ووصولی کے ذرائع چونکہ دیگر انسانوں کی طرف سے بھی ہیں مگر سب سے زیادہ اچھے نہیں بلکہ ناقص ہیں ناقص کو خیر نہیں کہا جاتا۔ اس لئے فرمایا گیا کہ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ تو صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ دونوں جواب درست ہیں۔

تفسیر صوفیانہ

اور اگر اسرارِ توحید وقسط وعدل وبرکات وفضل کا حق جو توحید ذات۔ قسط صفات۔ عدل شریعت۔ فضل نعمت ان کفار زمانہ وفساق جسمانہ کی ان اھواء نفسانی خواہشات شیطانی کی پیروی کرتا جو جنم لینے والی ہیں نفوس مظلمہ کے بطن ظلم سے اور علاقہ باطلین میں تجلیات وحدت سے بہت دور حجابات کثیرہ وکثیفہ میں جدا گمنام پڑی رہتی ہیں ان خبثاء دہر کی تمناؤں مرضیوں کی اتباع کر لیتا تبدیلی یا ترمیم کرانے میں تو عالم رنگ وبو کی بلندی وپستی میں فساد وفتنہ قائم ہو جاتا اور وہ عدلیات فلکی کے سات آسمان۔ شریعت۔ طریقت۔ حقیقت۔ معرفت۔ صداقت۔ امانت۔ یقینیت اور وہ زمین معرفت جس پر مجردین۔ سالکین۔ عارفین۔ عاشقین۔ عابدین۔ زاہدین۔ مجاہدین کے سات قیومین کا وجود قیام ہے۔ سب پر فساد وفنا برپا ہو جاتا کیونکہ وحدت ذات سے

ہی کثرت صفات وحقائق اشیاء کی بقا ہے۔ اور امانت توحید سایۂ عافیت بن کر سینۂ عارفین میں ازل سے تا ابد مخزن ہے۔ اور نظامِ کثرت سے ہی زمین وآسمان کا قوام وبقاءمَنۡ فِیۡهِنَّ ہے۔ تو اگر فرضِ محال توحید ذات وظلمیت صفات ونظام کثرات ہی تابع خواہشات ہو جاتا پس اجسام کل کا فساد لازمی تھا۔ یہی وجہ ہے کہ کبھی بھی کسی حق نے کسی بھی باطل کی اتباع واطاعت نہ کی۔ اے لوگو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے وصف قہر کو ملبوس فرمایا نفوس منکرین سے اور بڑائی بیان فرمائی منکرین پر قہر جبر ڈالنے کے وقت پھر وہ قہر جبر صفت کبریائی سے نکل کر ربوبیت کے میدانوں میں آیا۔ تب عزم سلطانی سے حق ظاہر وغالب ہوا۔ عزم سلطانی کو حق پر اس لئے مقدم کیا تا کہ منکرین کے طاقتور سینگوں کو اطاعت ربانی میں جھکا دیا جائے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ منکرین پر قہر لازم فرما کر ان کی طاقتوں کو نہ روکتا تو ان کے فساد تکبر سے زمین شرافت بگڑ جاتی اور مطیعین کی اطاعت آسمانوں کی طرف بلند نہ ہوتی اور کس طرح ہوتی صانع قدیم کی صفت خالقت نفوس حدثیہ میں۔ کیونکہ صانع قدیم کا جلال منزہ ہے اور ہر مرید کے ارادے کے محل سے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہر حادث کا طول وجسم اپنی ربوبیت کے وصل وقرب ومباشرت سے عطا کیا ہے۔ لیکن منکرین اطاعت نے اپنے حظ نفسی کی وجہ سے رویۂ حق ومباشرت وصل کا انکار کیا۔ بَلۡ اَتَیۡنٰهُمۡ بِذِكۡرِهِمۡ فَهُمۡ عَنۡ ذِكۡرِهِمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ۔ بلکہ ہم نے ان کے لیے حق کا ذکر ہمیشہ غالب وبلند ہی کیا تا کہ اہل نفوس بھی اسی حق حقیقی کے حدود عافیت میں شہرت شان وسرفرازی زمان پالیں اسی لیے ہم نے قوت روحانیت عظمت لقائیت کثرت لقائیت کا دوامی چرچہ اور فطرت نصیحت شرافت فضیلت کا ذکر حق ان کے پاس بھیجا تو ازلی بدقسمتی کی بنا پر وادی جسمانی کے نفوس حماقت مزاج جہالت اپنے ذکر بقا شب فراق کی ظلمت تکبر ونفرت غرور میں آ کر حق سے مُعۡرِضُوۡنَ ہو گئے اور ایام وصل کے وقت پیٹھ پھیر گئے حالانکہ اس ذکر میں ان کی ہی اصلاح حال وشرف کمال وفضل کمال تھا ہم نے ان کو اپنی بندگی وعبودیت کا حکم اور اطاعت کا شرف بخش کر ان کے ذکر خیر کو ابدی ازلی بنایا مگر وہ اطاعت وبندگی کے شرف سے مُعۡرِضُوۡنَ ہیں۔ حق کی تجلی قرآن مجید کے لباس میں اہل عرفان عبید کے لیے اس تجلی حق کو اہل طغیان نہیں جانتے لہٰذا نہیں دیکھ سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر سب سے پہلے معارف کو کھولا پھر وسائل کو پھر سکون کو پھر بصائر کو تو جب انسان نے حق کا معائنہ حق سے ہی کیا تب ہر ہمت وارادے کو فنا کر بیٹھے۔ بعض صوفیاء نے فرمایا کہ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ مولیٰ تعالیٰ نے ہر انسان کو مخالفت نفس ودوری شیطانی کا حکم دیا ہے تو تمام انسان اپنی عقل ناقص کی بنا پر اپنے نفس امارہ کی پیروی میں خواہشات نفسانیہ کے پیچھے لگ جاتے اور اگر ایسا کر لیتے تو اللہ تعالیٰ کے حکموں کو چھوڑ کر عبودیت کے راستے سے گمراہ ہو جاتے اطاعت الٰہی سے دور ہو جاتے مخالفت حق کو لازم پکڑتے۔ کیا تو نے رب تعالیٰ کے اس فرمان پر غور نہ کیا کہ اگر کوئی حق اَهۡوَآءِ اہل نفوس کی اتباع کرتا تو آسمان وزمین میں فساد آ جاتا۔ اَمۡ تَسۡـَٔلُهُمۡ خَرۡجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَیۡرٌ ۖ وَّ هُوَ خَیۡرُ الرّٰزِقِیۡنَ۔ اے مرشد کائنات ہادی مخلوقات عالم باقیات وروحانیات کیا ان فساق مکر وعیار فکر کے پاس تجھ کو نہ ماننے کا بہانہ ان کا یہ گمان فاسد وخیال باطل ہے کہ تو ان سے کچھ مانگتا طلب کرتا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے تو نے تو کبھی بھی ان سفلیات فانیات سے اجرت مکاشفات قلبی طلب نہ فرمائی۔ لہٰذا ان کا مغرور اہل حق نفورِ ذکر مفرور حق ہونا ان کی خباثت نفی کی وجہ سے ہے تجھے ان عاداتِ رذیلہ خسیسہ سے کچھ مانگنے کی ضرورت ہی نہیں ہے کیونکہ تیرے لیے رزق ابدانی غذاء روحانی کا خراج انوار تو تیرے رب تعالیٰ کے پاس ہے جو ازلی بھی ہے ابدی بھی

خیر بھی کثیر بھی۔ یہاں عطاء دنیوی ہے وہاں ثواب اخروی ہے اور وہی رب کائنات رازق کامل ہے ہر ظاہر و باطن قلب و روح عقل و شعور فراست و بصائر کا بطون و ظہور میں حیات و ممات میں حشور و نشور میں۔ وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ اور اے ہادی من اللہ بیشک تو ہی بلاتا ہے ان تمام اہل عقل فاسقین و اہل قلب صالحین کو وادی قرب۔ منزلِ سعادت، مقامِ عبادت، صراطِ ہدایت وخزانہء معرفت کی طرف یہی راستہ ہے ملزم نفس کے لیے حصول عدل کا اور وادیِ قلب میں محبت کے وجود کو اگانے کا و مقام روح میں توحید کے شہود کو ہلانے کا۔ یہی وہ صراطِ مستقیم ہے جس پر آ کر حق و باطل نیک و بد اخیار و اغیار سالکین و عیارین کی چھانٹ و تفریق ہو جاتی ہے کہ صالحین تو اسرار کی منزل و دولت پا لیتے ہیں۔ لیکن فاسقین اشرار کی طغیانیوں میں گم ہو جاتے ہیں۔ اسی صراط مستقیم میں مساعین و مسارعین کو نجات ابدی کی کامیابی و کامرانی ملتی ہے۔ مگر کاسلین کو ناکامی کی خواری نصیب ہوتی ہے کیونکہ یہ راستہ آئینہء حق نما ہے۔ ہمارے حبیب ہی لوگوں کو مشاہدۂ حق کے صراط مستقیم کی طرف بلاتے ہیں۔ صراطِ مستقیم وہ ہے جس کو واضح کیا انوارِ الٰہی کے جمال اور اس کے مشاہدے نے اور وہی رب تعالیٰ کی معرفت کا راستہ ہے صدیقین کی ارواح قدسیہ و قلوب شہداء عشق کے لیے۔ یہی راستہ محبت کا منتہا اور اسوۂ حسنہ کا مبتدا ہے۔ اسی راہ پر اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران: ۳۱) کی عملی متابعت ہے۔ اے بندۂ تبع و محبت النبی بیشک تو ہی اٹھا سکتا ہے ان پاکیزہ محبتوں، اسوتوں، متابعتوں کی امانتوں کو وصول ہمت کے مسلکوں پر۔ ہر شخص اس سالکیت کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ نہ ہی سالکیت موافق ہے ہر ایک کے بجز اہل ہمت و ارشاد کے اور یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کے لیے اللہ تعالیٰ کے ساتھ مستقیم ہو گئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ سے اللہ کے سوا کچھ نہ مانگا اور اپنے لیے کوئی درجہ و مقام نہ دیکھا۔ عارفین فرماتے ہیں کہ ہمارے لیے بارگاہِ الٰہی کی حاضری قرب ہے اور ما سوا اللہ سے دوری۔ اعراض ہے عقلمند وہ ہے جو زبان کو زیادہ بولنے سے روکے کیونکہ زیادہ بولنے سے غلطیاں اور گناہ سرزد ہوتے ہیں اور غلطیوں گناہوں والے پر حکمت کے دروازے بند ہو جاتے ہیں اے عمل و لباس کے طلبگار کفن کو یاد کر۔ اے عمدہ مکان کے طلبگار قبر کو یاد کر۔ غذا کے طلبگار قبروں کے کیڑوں کو یاد کر جن کی غذا تو بننے والا ہے۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا۔

وَاِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ
اور بیشک وہ لوگ جو ایمان نہیں لاتے آخرت پر وہ سب سیدھے سچے راستے سے البتہ
اور بیشک جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ضرور سیدھی راہ سے کترائے
الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ ﴿۷۴﴾ وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا
منہ موڑنے والے ہیں اور اگر ہم نے رحم کیا ان پر اور دور کر دیئے وہ جو ان کو مصیبتوں کے
ہوئے ہیں اور اگر ہم ان پر رحم کریں اور جو مصیبت ان پر پڑی ہے
مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۷۵﴾

نقصان ہو رہے تھے تو ضرور بار بار خباثت کی سرکشی کریں گے کہ اپنی شیطانیت میں بھٹکتے ہیں
ٹال دیں تو ضرور ہٹ دھرمی کریں گے اپنی سرکشی میں بھٹکتے ہوئے
وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ
اور البتہ اگر کبھی پکڑ لیا ہے ہم نے ان کو دنیوی عذاب سے تو بھی نہ عاجز ہوئے اپنے رب کے لئے اور نہ ہی کبھی
اور بیشک ہم نے انہیں عذاب میں پکڑا تو نہ وہ اپنے رب کے حضور میں جھکے
وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ ۝ حَتّٰۤى اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا
رو کر دعائیں مانگیں یہاں تک کہ جب کھول دیا ہم نے ان پر دروازہ
اور نہ گڑگڑاتے ہیں یہاں تک کہ جب ہم نے ان پر کھولا کسی سخت
ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ۝
سخت عذاب والا تو جب ہی وہ اس عذاب میں دہشت زدہ ہو کر گرنے والے ہیں
عذاب کا دروازہ تو وہ اس میں ناامید پڑے ہیں

تعلقات

ان آیات پاک کا پچھلی آیات پاک سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق**: پچھلی آیات میں آقاء کائنات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ اسلام کا ذکر فرمایا گیا کہ اِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ (الخ) آپ ان کو صراط مستقیم کی طرف بلاتے ہیں۔ ان آیات میں کفار کی کفریہ جوابی کاروائی کا ذکر فرمایا گیا کہ بیشک آخرت کے منکر کافر آپ کی دعوت ایمان کو نہ مان کر صراط مستقیم سے نَاكِبُوْنَ یعنی کترا کر نکل بھاگتے ہیں۔ **دوسرا تعلق**: پچھلی آیات میں حق و باطل کی اتباع کا ایک کلی فرق بیان فرمایا گیا۔ اب ان آیات میں زمین پر فساد برپا نہ ہونے کی ایک وجہ بیان ہو رہی ہے کہ یہ ہمارا رحم اور کشفنا کا ظہور کریمانہ ہے جو باوجود اتنے کفر و ظلم کے زمین پر عذاب نہیں آتا۔ اور کفار اس رحم و کرم و کشف پر مغرور ہوئے پھرتے ہیں۔ **تیسرا تعلق**: پچھلی آیات میں عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ فرما کر کفار کو ڈھیل دینے کا ذکر فرمایا گیا۔ اب ان آیات میں وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ فرما کر ان کی پکڑ فرمانے کا اشارہ دیا جا رہا ہے۔

تفسیر نحوی

وَاِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ ۝ وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝ واؤ سر جملہ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل یعنی فعل کی طرح رفع نصب دینے کا عمل کرتا ہے۔ اَلَّذِيْنَ اسم موصول۔ لَا يُؤْمِنُوْنَ باب افعال کا مضارع حال منفی معروف جمع مذکر غائب مصدر ہے ایمان اس کا فاعل هُمْ ضمیر صیغہ مرجع ہے اَلَّذِيْنَ بِالْاٰخِرَةِ کا معنی ہے قیامت پر۔ یہ جار مجرور متعلق ہے۔ لَا يُؤْمِنُوْنَ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ

ہوا۔ اَلَّذِیۡنَ موصول صلہ مل کر اسم ہے اِنَّ کا۔ عَنۡ حرف جر زوالیہ۔ برائے زوال (دوری) اَلصِّرَاطِ اسم معرف باللام بمعنٰی دین اسلام۔ یعنی جنت کی طرف جانے کا کھلا بڑا ابدی صاف سیدھا راستہ۔ یہ جار مجرور متعلق مقدم ہے۔ لام تحقیقیہ بمعنٰی یقیناً۔ نَاکِبُوۡنَ۔ باب ضرب کا اسم فاعل جمع مذکر۔ نکبٌ سے مشتق ہے۔ ترجمہ منہ پھیر کر گزر جانا۔ کترا کر۔ خیال رہے کہ نکصٌ ھَجۡرٌ۔ کَرۡہٌ۔ عَرۡضٌ۔ نکبٌ۔ پانچوں کا معنٰی ہے نفرت کرتے ہوئے منہ پھیرنا۔ مگر فرق یہ ہے کہ قریب آ کر پیٹھ پھیر کر چلے جانا یہ ہے نکصٌ اور اگر پہلے سے بیٹھا ہو اس کے پاس حق آ جائے تو وہ اٹھ کر اپنی جگہ چھوڑ کر چلا جائے یہ ھَجۡرٌ ہے۔ اور اگر وہیں بیٹھا رہے مگر ناپسند کرتے ہوئے یہ کَرۡہٌ ہے۔ اور حق کی طرف باوجود بلانے کے نہ آئے یہ اِعۡرَاضٌ وعَرۡضٌ ہے اور اگر آتے آتے کنی کترا کر کسی دوسری طرف نکل جائے یہ نکبٌ ہے نَاکِبُوۡنَ کا فاعل ضمیر پوشیدہ جس کا مرجع اَلَّذِیۡنَ ہے۔ یہ اسم فاعل اپنے فاعل اور متعلق مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے اِنَّ کی سب مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ واؤ سر جملہ لَوۡ حرف شرط رَحِمۡنَا باب سمع کا ماضی مطلق جمع متکلم مثبت معروف۔ رَحۡمٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے مہربانی شفقت۔ بہتری اور رحمت ڈالنا۔ اس کا فاعل نَحۡنُ ضمیر مرجع اللہ تعالیٰ ھُمۡ ضمیر جمع مذکر غائب اس کا مرجع اَلَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ہے مفعول بہ ہے۔ رَحِمۡنَا سب سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ حرف عطف کَشَفۡنَا۔ باب ضرب کا ماضی مطلق جمع متکلم مثبت معروف کَشۡفٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے کھولنا۔ ہٹانا۔ دور کرنا۔ اس کا فاعل ضمیر صیغہ مرجع اللہ تعالیٰ۔ مَا اسم موصول بِ جارہ تعدیہ ترجمہ ہے کو ھِمۡ کا مرجع اَلَّذِیۡنَ مجرور ہے بِ سے یہ جار مجرور متعلق اول ہے لاحق پوشیدہ اسم فاعل کا۔ مِنۡ حرف جر تبعیضیہ ضُرٍّ اسم حاصل مصدر ضَرَرٌ مضاعف ثلاثی سے بنا ہے۔ بمعنٰی نقصان دہ۔ مصیبت۔ آفت۔ بیماری۔ مجرور ہے یہ جار مجرور متعلق دوم ہے لَاحِقٌ پوشیدہ کا لَاحِقٌ اسم فاعل اپنے پوشیدہ فاعل اور دونوں متعلقوں سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر صلہ ہے یہ دونوں مل کر مفعول بہ ہے کَشَفۡنَا کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف ہے رَحِمۡنَا کے جملے پر۔ دونوں عطف مل کر شرط ہے۔ لام کے برائے جواب شرط یعنی جزائیہ بمعنٰی تو البتہ لَجُّوۡا باب ضرب کا ماضی مطلق جمع مذکر غائب لَجُوۡا سے مشتق ہے اگر لَجِیٌّ مادہ ہو تو باب سمع سے گردان ہوتی ہے باب تفعیل میں گردان ہو تو مصدر ہے تَلۡجِیَۃٌ تَلۡجِیَۃٌ لَجُوٌّ کا ترجمہ ہے ضد کرنا۔ جھگڑے کو طول دینا۔ مخالفت بلا وجہ (برائے مخالفت) باز نہ آنا۔ ضد سے بار بار آنا جانا بار بار سرکشی۔ نفرت۔ مخالفت کرنا۔ اگر لَجِیٌّ سے ہو تو ترجمہ ہے۔ پھنسنا۔ اڑنا۔ بڑا گروہ ہونا۔ اسی سے لجاجت بمعنٰی بیتابی چمکدار چاندی یا آئینہ جس پر نگاہ نہ ٹھہرے بیتاب ہو جائے۔ اگر تفعیل میں ہو تو ترجمہ ہے گہرا پانی دریا میں۔ وسیع سمندر موج در موج ہونا۔ پانی میں گھسنا۔ یہاں معنٰی ہے بار بار خباثت کرنا اس کا فاعل ھُمۡ ضمیر صیغہ مرجع اَلَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ فِیۡ جارہ ظرفیہ مکانیہ طبعیہ کے لیے طُغۡیَانٌ۔ اسم مصدر مبالغہ بروزن فعلان۔ اگر مادہ طَغۡوٌ ہے تو باب نصر میں گردان ہو گی۔ اگر طَغۡیٌ ہے تو باب فتح میں گردان ہو گی دونوں مادوں کا ترجمہ ہے۔ سرکشی۔ شرارت۔ نافرمانی کرنا۔ گمراہی میں حد سے نکلنا۔ دریائی سیلاب کو طغیانی اسی لئے کہا جاتا ہے کہ پانی دریا کی حد سے باہر نکل آتا ہے۔ اسی سے ہے طاغی بمعنٰی شیطان۔ یہاں مراد ہے سرکشی شیطانیت۔ یہ جار مجرور متعلق مقدم ہے یَعۡمَھُوۡنَ باب سمع کا مضارع مستقبل جمع مذکر غائب عَمَۃٌ سے مشتق ہے۔ باب فتح میں بھی گردان ہو جاتی ہے۔ ترجمہ ہے سرگردان اور حیران ہونا' بھٹکنا' ناحق سختی دشمنی ظلم کرنا۔ اگر باب تفعیل میں گردان کی جائے تو مصدر ہے تَعۡمِیۡہٌ۔ تَعۡمِیۡۃٌ یہاں

معنی ہے بھٹکنا اس کا فاعل ضمیر صیغہ پوشیدہ مرجع وہی اَلَّذِیْنَ۔ یہ فعل فاعل اور متعلق مقدم جملہ فعلیہ ہوکر حال ہے لجوا کے فاعل کا۔ وہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہوکر جزا ہے لَوْ رَحِمْنَا کے جملہ کی وہ شرط و جزا مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ انشائیہ ہوگیا۔ وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۷۶﴾ حَتّٰٓى اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴿۷۷﴾ واؤ سر جملہ لام کے برائے تاکید یعنی کلام میں یقین کی سختی پیدا کرنے کے لیے ترجمہ ہے البتہ قَدْ اَخَذْنَا۔ باب افعال کا ماضی قریب برائے استمراری بمعنی جب بھی کبھی ہم نے پکڑا ہے اس کا مصدر ہے اِیْخَاذٌ۔ دراصل اِخَاذٌ تھا۔ تعلیل نحوی سے مادے کی ہمزہ ی بن گئی۔ برائے تخفیف اَخْذٌ سے بنا ہے۔ بمعنی لینا پکڑنا اس کا فاعل نَحْنُ ضمیر صیغہ پوشیدہ مرجع اللہ تعالیٰ هُمْ مفعول بہ ہے۔ بِالْعَذَابِ یہ جار مجرور متعلق ہے اَخَذْنَا کا۔ کاف برائے ظرفیت زمانی کے لیے بمعنی تو بھی تب بھی (تو اس وقت بھی) مَا اسْتَكَانُوْا۔ باب استفعال کا ماضی مطلق منفی معروف صیغہ جمع مذکر غائب۔ کَیْنٌ سے بنا ہے بمعنی عاجز ہونا۔ دب جانا۔ اس کا مصدر ہے اِسْتِكَانَةٌ۔ دراصل تھا اِسْتِكْيَانٌ تعلیل سے بنا اِسْتِكْوَانٌ پھر بنا اِسْتِكَانَةٌ۔ اس کا فاعل هُمْ ضمیر صیغہ لِرَبِّهِمْ یہ مرکب اضافی مجرور متعلق ہے۔ مااستکانوا کا سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف علیہ واؤ عاطفہ ما نافیہ زائدہ ہے اس نے اگلے فعل مضارع کے اثبات کو ختم کیا۔ ترجمہ اس عبارت کا یہ ہے کہ نہ ہوئی یہ بات کہ انہوں نے روکر دعائیں مانگیں۔ يَتَضَرَّعُوْنَ۔ باب تفعل کا مضارع مثبت معروف جمع مذکر غائب۔ اس کا مصدر ہے تَضَرُّعٌ ضَرْعٌ سے بنا ہے ترجمہ ہے روکر دعا مانگنا۔ زاری کر کے فریاد کرنا۔ یہ فعل با فاعل ضمیر صیغہ پوشیدہ سے مل کر جملہ فعلیہ نافیہ (نفی کیا ہوا) ہوکر معطوف ہوا مَا اسْتَكَانُوْا کے جملے پر وہ دونوں عطف مل کر پھر معطوف علیہ۔ حَتّٰى حرف عطف اِلٰى اَنْ کے معنی میں ترجمہ ہے یہاں تک کہ۔ اِذَا ظرفیہ زمانیہ شرطیہ فَتَحْنَا۔ باب فتح کا ماضی مطلق صیغہ جمع متکلم فَتْحٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے کوئی بند چیز کھولنا یا کسی بندھے ہوئے کو کھولنا یا کامیابی دینا یہاں پہلے معنی میں ہے اس کا فاعل نحن ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ عَلَيْهِمْ یہ جار مجرور متعلق ہے بَابًا اسم مفرد نکرہ بمعنی دروازہ موصوف ہے ذَا اسم مکبرہ معرب ہے۔ بحالت فتحہ مضاف ہے عَذَابِ اسم مفرد نکرہ بمعنی سزاء آسمانی موصوف ہے۔ شَدِيْدٍ باب کرم کا اسم فاعل صفت مشبہ برائے مبالغہ یعنی بہت ہی سختیوں والا۔ بروزن فعیل۔ شِدَّةٌ سے مشتق ہے صفت ہے عذاب کی یہ مرکب توصیفی مضاف الیہ ذا مکبرہ کا یہ مرکب اضافی صفت ہے بَابًا کی یہ مرکب توصیفی مفعول بہ ہے فَتَحْنَا کا۔ سب مل کر جملہ فعلیہ ہوکر شرط ظرفی زمانی ہے۔ اِذَا هُمْ اذا حرف جزائیہ۔ خیال رہے کہ اِذَا شرطیہ کا ترجمہ ہوتا ہے جب بھی اور اذا جزائیہ کا ترجمہ ہوتا ہے تب ہی۔ هُمْ ضمیر مبتدا۔ فِیْ جارہ برائے ظرف مکانی ہ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع عَذَابٍ ہے یا بَابًا ہے۔ یہ جار مجرور متعلق مقدم ہے۔ مُبْلِسُوْنَ۔ باب افعال کا اسم فاعل جمع مذکر۔ اس کا مصدر ہے اِبْلَاسٌ۔ بَلَسٌ یا بِلْسٌ سے بنا ہے۔ بَلْسٌ کی ابواب مجردات میں گردان نہیں ہوتی مجرد ابواب کل آٹھ ہیں۔ بَلْسٌ کا معنی ہے ناامید ہونا۔ مایوس ہونا۔ دہشت زدہ ہونا۔ غمگین ہونا۔ حیران ہونا۔ یہاں ان سب معنوں میں ہو سکتا ہے۔ مکار ہونا۔ سرکش ہونا۔ بہکنا۔ بہکانا۔ بھٹکنا۔ ان معنوں سے شیطان کو ابلیس کہا گیا۔ بے خیر و بے برکت آدمی۔ بوجہ سخت پریشانی خاموش ہونا۔ روندنا۔ کچل کر مار ڈالنا۔ یہ اسم فاعل اپنے پوشیدہ هُمْ ضمیر صیغہ فاعل اور متعلق مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ ہوکر خبر ہے۔ مبتدا کی۔ دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہوکر جزا ہے اِذَا فَتَحْنَا کے جملے کی شرط و جزا مل کر معطوف ہوا۔ مَا

اسْتَكَانُوا۔ کے جملے پر وہ دونوں عطف مل کر ظرف مکانی ہے لَقَدْ أَخَذْنَا کا یہ فعل بافاعل مفعول بہ۔ متعلق اور ظرف زمانی سے مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

تفسیر عالمانہ

وَاِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ اے حبیب مکرم آپ تو ان تمام انسانوں کو صراط مستقیم کی طرف ہر وقت بلا رہے ہو اپنے قول و فعل سے بھی شفقت و محبت سے بھی لیکن جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ آپ کے بلانے کے باوجود اس راستے سے دور گرنے والے ہیں یہ کفار مکہ اور زمانے بھر کے تا قیامت کفار آپ کی اور سابقہ انبیاء کی دعوت ایمان کو اس لئے نہیں مانتے کہ آپ کی دعوت ایمانی و راہ رحمانی کو ناپسند کرتے ہیں کیونکہ آپ تو چاہتے ہیں کہ حمقاء عقلی قلبی ذہنی کو نفسانیت شیطانیت۔ عیاریت۔ عیاشیت کے پھندوں و مہلک کانٹوں سے نکال کر چمنستان توحید و گلستان رسالت کی سدا بہاروں میں نوری فضاؤں میں لے آئیں مگر کفار کا حال یہ ہے کہ اخروی حیات جاودانی پر اس زندگی کے معاملات حساب کتاب ثواب و عذاب قیام مدام پر ہی ایمان نہیں رکھتے۔ یہ سب کفار ہر ورستی سے اتنی دور گر پڑے ہیں یہاں تک کہ ہلاکت تک پہنچ چکے ہیں کہ اب صراط مستقیم تک آنے کا تصور و ارادہ ہی نہیں رہا۔ کفار کی حالت اس اندھے جیسی ہے جو اندھیری رات میں کسی اندھیری کوٹھری کے اندر ایک موٹے لحاف میں لپٹا سمٹا گہری نیند سو رہا ہو ہر چیز سے غافل و بے فکر ہو کر ایسے شخص پر پانچ ظلمتیں طاری ہوتی ہیں۔ ۱۔ اندھے پن کی ظلمت۔ ۲۔ رات اندھیری۔ ۳۔ کال کوٹھری۔ ۴۔ موٹے لحاف کا اندھیرا۔ ۵۔ غفلت نیند کی سیاہی۔ کفار کا اندھا پن انکار قیامت ہے۔ حق سے نفرت کراہت یہ ان کی اندھیری رات ہے۔ دین باطل یہ ان کی کال کوٹھری ہے۔ اور کفار کی بدکرداری عیاشی موٹا لحاف ہے۔ اور انوار حق و صراط مستقیم اور اپنے انجام سے غفلت یہ ان کی گہری نیند ہے۔ اس طرح کہ کوچ کا نقارہ کبھی کا بج چکا ہے قافلہ ایمانیاں صراط مستقیم پر منزل بہ منزل چلا جا رہا ہے مگر یہ کفار ان زمانہ حماقت کے لق و دق صحراء ہلاکت میں غفلت کی نیند پڑے سو رہے ہیں۔ حیات اخروی کے انکار نے منکرین میں پانچ بیماریاں پیدا کر دی ہیں پہلی بیماری۔ احساس ذمہ داری سے بے فکری دوسری بیماری۔ بے فکری سے عیاشی۔ تیسری بیماری عیاشی سے فحاشی بدکاری۔ چوتھی بیماری فحاشی بدکاری کی وجہ سے بے غیرتی بے شرمی کی بیماری جنم لیتی ہے۔ پانچویں بیماری اور جب کسی انسان میں بے غیرتی پیدا ہو جاتی ہے تو اس کو کوئی حق بات اچھی نہیں لگتی اور ضد غرور انحراف طبیعت پر غالب آ جاتا ہے ایسا انسان بچانے والے دوست کو دشمن سمجھتا ہے اور پھنسانے والے دشمن کو دوست سمجھتا ہے آخر خود ہی ہلاک ہو جاتا ہے۔ جب حساب آخر کا انکار کر دیا تو خوف جاتا رہا اور خوف جاتا رہا تو انجام کی کیا فکر۔ اور پھر حق کی افادیت و باطل کی نقصانیت سے کیا غرض رہی۔ اس لئے کفار کا تصور حیات صرف یہی رہ جاتا ہے کہ

پیدا ہوئے نوکر ہوئے کھایا کمایا مر گئے حیوان و انسان سب یہاں آئے جئے پھر مر گئے

یہ لوگ اپنی اور جانوروں کی زندگی میں و مقصد زندگی میں کوئی فرق نہیں سمجھتے۔ ضروریات زندگی کا حصول اور بناوٹ' سجاوٹ' تراوٹ' نزاکت کا پورا ہوتے رہنا ہی ان کے نزدیک معیار کامیابی ہے اسی وجہ سے کفار مصائب و آفات الام و آلودگی' فرسودگی' ہلاکت' تھکاوٹ کو مکافات عمل [illegible] صراط مستقیم پر آنے بجائے حق بنے

کے بجائے اسباب مصائب کی تلاش میں وقت ضائع کرتے ہیں اور کفار کی صحبت بد سے یہی حال فساق کا ہے۔ اس لئے رجوع الی اللہ کا خیال نہ کفار کو آتا ہے نہ فساق کو وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ۔ اور اے نبی مکرم اگر کبھی ایسا ہو کہ یہ کفار مکہ پھر کسی آسمانی مصیبت میں مبتلا کر دیئے جائیں اور گھبرا کر آپ کے پاس آئیں اور اپنا سب غرور و تکبر توڑ کر۔ اکڑ مکر چھوڑ کر ملتجیانہ فریاد لے کر آپ سے دوری قحط کی دعا کرائیں اور آپ ان کی تمام سابقہ ظلم زیادتیاں بھول کر محض ترس و رحم کرتے ہوئے ان کے لیے دعا فرما دیں اور ہم آپ کی دعا قبول فرما کر ان سے وہ آسمانی مصیبت دور فرما دیں تب بھی آپ ان کفار کی وقتی التجا و خوشامد سے عاجز بن کر آنے سے یہ نہ سمجھ لینا کہ اب یہ نیک مخلص مسلمان بن جائیں گے۔ بلکہ اس وقت مصیبت دور ہوتے ہی دیکھ لینا کہ یہ سب کفار مکہ پہلے سے بھی زیادہ عیار عیاش اور اپنی ایذا رسانی فسادیت عداوت کی طغیانیت میں بڑھتے بھکتے بھٹکتے ہی رہیں گے اور اپنا انجام بھی نہ سوچیں گے۔ اس کی آیت کریمہ میں ہجرت کے بعد کے ایک اہم واقعے کی پیشگی خبر دی جا رہی ہے۔ چنانچہ بعد ہجرت اس کا واقعہ اس طرح ہوا کہ شکست بدر کے بعد کفار مکہ انتقام کی آگ میں جلنے لگے۔ مہاجرین و انصار صحابہ کرام پر تو کوئی بس نہ چلتا لیکن قیدی مسلمانوں کو انتہا دردناک اذیتیں پہنچاتے ایک بار ایک نئے مسلمان حضرت ثمامہ بن اثال کسی طرح قید سے بھاگ کر مدینہ منورہ آ گئے اور آقاء کائنات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو قیدی مسلمانوں کی دردناک کہانی سنائی پھر چند دن بعد مکے سے تین کافر مدینہ منورہ آئے اور آ کر کہا کہ ہمارا فلاں قیدی بھاگ کر یہاں آ گیا ہے لہٰذا فلاں معاہدے کے تحت آپ وہ واپس کریں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدے کے تحت واپس کر دیا تو وہ چلے گئے مگر صحابہ کرام کو اس کا بہت غم ہوا تب صحابہ نے کفار مکہ پر بددعا کرنے کی درخواست بارگاہ رسالت میں عرض کی تو آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے بددعا فرمائی۔ عَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى كُفَّارِ مَكَّةَ اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ یُوْسُفَ متفق علیہ۔ ترجمہ اے میرے اللہ میری مدد فرما ان کفار مکہ پر سات سالہ قحط نازل فرما کر جیسے زمانہ یوسف علیہ السلام میں سات سال کا قحط پڑا تھا۔ یہ واقعہ مسلم بخاری میں موجود ہے۔ ادھر تو یہ بددعا قبول ہوئی ادھر ثمامہ بن اثال نے ان میں سے دو کافروں کو قتل کر دیا اور تیسرا کافر بچ کر بھاگ گیا اور حضرت ثمامہ بجائے مدینہ منورہ واپس آنے کے علاقہ یمامہ میں چلے گئے۔ یہ علاقہ تجارتی گزرگاہ تھی اس راستے سے ہی مکہ مکرمہ جانے والے تجارتی قافلے گزرتے تھے ادھر جب مکے میں یہ خبر پہنچی کہ ثمامہ بھاگ کر یمامہ چلے گئے ہیں۔ لہٰذا اب جو نیا مسلمان ہوتا یا قید کفار سے بھاگ نکلتا وہ بجائے مدینہ منورہ آنے کے ثمامہ کے پاس یمامہ چلا جاتا۔ وہاں بہت سے مسلمان جمع ہو گئے اور انہوں نے مکہ مکرمہ جانے والے تجارتی قافلے لوٹنا شروع کر کے مکے کی رسد و تجارت مکمل طور پر بند کر دی۔ ادھر یہ آسمانی قحط بھی شروع ہو گیا تھا۔ حالت یہاں تک پہنچی کہ کفار مکہ مردار اور کتے بلے بھی کھا گئے۔ تب ساتویں سال ابوسفیان اور چند اور کفار روتے گڑگڑاتے حاضر بارگاہ ہوئے ابوسفیان نے عرض کیا۔ اے رحمۃ عالمین آپ کو واسطہ ہے رحمۃ عالمین کا یہ قحط ختم کرا دیجئے۔ پہلے آپ کی تلوار نے ہمارے آباء کو قتل کیا اور اب آپ کی بددعا نے ابنا کو ہلاک کر ڈالا۔ اہل مکہ اور قریش ہلاک ہو رہے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ظالمو کیا تم کو اپنی وہ اذیتیں یاد ہیں جو تم بیچے قیدی مسلمانوں پر ڈھا رہے ہو۔ ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں نے عرض کیا ہم سب مسلمانوں کو آزاد کر دیں گے آپ

کو اللہ کا واسطہ آپ ثمامہ کو بلالیں ہم پچھلا معاہدہ ختم کرتے ہیں تب آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اور ثمامہ کو خط لکھ کر حالات سے آگاہ کرتے ہوئے واپس مدینہ منورہ بلالیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے قحط ختم ہوا۔ سات سال کے بعد خوب بارشیں ہوئیں۔ سب قیدی مسلمان آزاد ہو کر ہجرت کر کے مدینہ منورہ آ گئے۔ حضرت ثمامہ نے بھی وہ تجارتی رکاوٹیں ختم کر دیں۔ مگر کفار مکہ کفر شرک شرارتوں مکاریوں طغیانیوں سے فتح مکہ تک باز نہ آئے اگرچہ حضرت ثمامہ کے عظیم کارنامے اور قحط نے کفار کی کمر توڑ دی تھی۔ اس آیت پاک میں اسی آئندہ ہونے والے واقعے کا پیشگی ذکر ہے۔ جس میں دعاء مصطفائی سے رحم کبریائی اور رحم کبریائی سے خاتمہ قحط سالی ہوا مگر کفار مکہ کی بد خصلتی ضلالت شیطانی۔ عمہ بے ایمانی لج طغیانی پھر بھی نہ جانے کا ذکر ہے۔ بعد ہجرت ہونے والے اس قحط کا پیشگی ذکر اشارۃً پانچ مکی سورتوں میں اور بھی ہے وہ بھی پیشگی اطلاع دی گئی ہے کہ ایسا ہو گا چنانچہ۔ ۱۔ سورۃ انعام آیت ۴۳ میں اور۔ ۲۔ سورۃ اعراف آیت ۹۷ و ۹۸ میں اور آیت ۹۹ میں۔ ۳۔ سورۃ یونس آیت ۱۲ و ۲۱ میں۔ ۴۔ سورۃ نحل آیت ۱۱۲ اور ۱۱۳ میں۔ ۵۔ سورۃ دخان آیت ۱۰ اور ۱۵ میں۔ یہ تمام آیات مکی ہیں اور آئندہ ہونے والے قحط کی خبر دے رہی ہیں۔ بعض مفسرین نے لکھا کہ یہ قحط ہجرت سے پہلے ہی بد دعاء نبوی کی وجہ سے کفار مکہ پر آیا تھا۔ مگر یہ قول دو وجہ سے غلط ہے۔ اولاً اس لئے کہ اگر یہ قحط ہجرت سے پہلے آیا ہوتا تو اس قحط میں مسلمان بھی مبتلا ہو جاتے اور قرآن مجید میں اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا (انعام: ۴۳) کی ھم ضمیر نہ ہوتی جس سے مراد صرف کفار ہیں اور دیگر آیات میں عذاب قحط والے لوگوں کی سرکشی اور کفر وجہ عذاب قحط بیان کی گئی ہے۔ دوسری وجہ یہ کہ آیات سے ثابت ہے کہ یہ سات سالہ قحط آسمانی بھی تھا زمینی بھی۔ آسمانی قحط اللہ کے قہر سے بارشیں و پیداوار بند ہو کر اور زمینی قحط حضرت ثمامہ کی تدبیر سے تجارتی قافلے بند کر کے اور مزید مسلمانوں کی طرف سے جنگی حملے کا خوف جس کا ذکر سورۃ نحل کی آیت ۱۱۲ میں۔ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ کے الفاظ سے کیا گیا۔ ثمامہ کی تدبیری کاروائی اور حملے کا خوف ہجرت کے بعد ہی ہو سکتا ہے اور یہی قول ہر طرح صحیح ہے بعض مفسرین کو یہ غلط فہمی اس لئے لگی کہ ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں ہجرت سے پہلے بھی خشک سالی اس وقت بھی ہوئی تھی جب کفار مکہ نے مسلمانوں سے مقاطعہ یعنی بائیکاٹ کر دیا تھا اور مسلمان شعب ابو طالب میں محصور ہو کر رہ گئے تھے وہ خشک سالی تقریباً ڈھائی سال رہی تھی مگر وہ قحط نہ تھا نہ اس کے لیے بد دعا کرائی گئی تھی نہ تجارتی غلہ بند ہوا تھا نہ وہ سات برس رہا تھا۔ اس وقت مقاطعہ کی سزا میں قدرتی بارشیں بند ہو گئیں تھیں اور سخت گرم ہوائیں چلتی تھیں اس گرمی و خشک سالی سے کفار دن بدن ہلاک ہونے لگے۔ مسلمان باہر نکلتے ہی نہ تھے اسلئے ان کا جانی نقصان نہ ہوا تھا۔ تب کافروں نے بائیکاٹ توڑا مسلمانوں سے معافی مانگی حرم پاک میں عزت کے ساتھ لے کر آئے اور مسلمانوں سے دعائیں کرائیں تو بارشیں ہوئیں ٹھنڈی ہوائیں چلیں۔ اس خشک سالی کا ذکر ان آیتوں میں نہیں ہے۔ یہاں یہ بتایا جا رہا ہے کہ کفار اتنے سرکش ضدی ہیں کہ البتہ بیشک اگر پکڑ لیتے یا پکڑ لیں کبھی ہم ہی ان کو کسی بڑی سزاء قہر سے تو بھی کفار اپنی بد خصلتی کو بدل کر نیک خصلتی میں نہ آتے نہ کبھی عاجزی انکساری کرتے کیونکہ یہ لوگ عادی مجرم ہیں۔ یہ مطلب پرست ہیں ان پر بھوک پڑے تو عیار وفادار ہیں پیٹ بھر جانے مطلب مل جانے پر پکے دغا باز ہیں۔ یہ کسی فرعون سے کم سرکش نہیں۔ کیونکہ عذاب عبرت سزاء تنبیہی سے نہ وہ بندہ بنتے تھے نہ یہ بندہ بنیں گے۔ حَتّٰۤى اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ۔ یہاں تک کہ

جب بوقت موت ہم نے ان پر دائمی ابدی عذاب شدید کا دروازہ کھول دیا ملائکہء موت کی شکلیں دکھا کر عذاب قبر چکھا کر میدانِ محشر میں بلا کر نامہء اعمال پکڑا کر اور ان کے اپنے ہاتھ پیر کی گواہی ان کے ہی خلاف دلوا کر ناکامی حساب بتا کر بعد حساب پل صراط پر پہنچا کر بھڑکتی جہنم میں گرا کر۔ اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ۔ تب سب طرف دیکھ کر اپنے آپ کو بے یارو مددگار پا کر اس عذابِ شدید میں حیران۔ غمناک مایوس ہو کر ناکامی سے ہمت ہار کر کچھ سمجھ نہ پائیں گے کہ کیا کریں کبھی خود کو نوچیں گے کبھی اپنے مترفین سرداروں کو کوسیں گے۔ حیرت سے دنگ دہشت سے بے رنگ ہو کر چیخیں گے چلائیں گے مگر

آہ وزاری مال و دولت کچھ نہ واں کام آئے گا　　جو کمایا تھا یہاں وہ رائیگاں سب جائے گا

مگر آج دنیا میں

ہائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا　　کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

ان آیات میں مفسرین کے مختلف اقوال

اِنَّ الَّذِيْنَ میں دو قول۔ ا۔ اکثر نے فرمایا اس سے مراد کفار قریش ہیں۔ یہی قول درست ہے کیونکہ اگلی عبارت کے مطابق ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا اس سے مراد عام کفار تا قیامت ہیں۔ لَنٰكِبُوْنَ۔ کے معنی میں دو قول۔ ا۔ اکثر نے فرمایا اس کا معنی ہے دنیا میں صراط مستقیم سے منحرف ہونے والے یہی قول درست ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا اس کا معنی ہے آخرت میں پل صراط سے گرنے والے۔ يَعْمَهُوْنَ کے معنی میں دو قول۔ ا۔ اکثر نے فرمایا اس کا معنی ہے کہ اگر جنگ بدر یا عذاب قحط سے بچا لئے جائیں تب بھی بندہء مومن مخلص احسان مند شکر گزار نہ بنیں۔ ۲۔ بعض نے کہا اس کا معنی ہے کہ اگر بعد موت دوبارہ دنیا میں بھیجے جائیں تو بھی کفر میں ہی بھٹکے پھریں۔ مِنْ ضُرٍّ کے معنی میں تین قول۔ ا۔ اکثر نے فرمایا ضُرٍّ سے مراد سات سالہ قحط ہے جو جنگ بدر کے بعد شروع ہوا تھا اور تقریباً فتح مکہ سے ایک دو سال پہلے ختم ہوا تھا یہی قول درست ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا اس سے مراد عذابِ آخرت۔ ۳۔ بعض نے کہا اس سے مراد قتال بدر۔ اِسْتَكَانُوْا کے اشتقاق میں اور معنی میں دو قول۔ ا۔ اکثر نے فرمایا یہ كَوْنٌ سے مشتق ہے باب استفعال کا منفی ماضی مطلق معروف جمع مذکر غائب۔ ترجمہ ہے کہ یہ کفار اپنی اس موجودہ کفریہ کیفیت سے دوسری ایمانی کیفیت کی طرف نہیں پھریں گے۔ استکان مثل استحصال ہے۔ جس کا معنی ہوتا ہے ایک شخص ایک حال سے دوسرے حال میں بدل گیا یہی قول درست ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا یہ سَكَنٌ سے بنا ہے۔ فعل منفی ماضی مطلق معروف جمع مذکر غائب۔ دراصل تھا مَا اسْتَكَنُوْا۔ درمیان میں شباعۃ فتح کا الف لگایا کلام میں زیادتی پیدا کرنے کے لیے ترجمہ ہے کفار سختی سے کفر پر ساکن وقائم ہیں مگر یہ قول غلط ہے اس لئے کہ باب افتعال میں الف شباعۃ لانا ممنوع ہے۔ اِذَا فَتَحْنَا کے زمانے میں چار قول۔ ا۔ اکثر نے فرمایا اس کا معنی ہے جب کھولا ہم نے بعد موت اور قبر حشر قیامت میں یہی قول درست ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا جب کھولا ہم نے فتح مکہ کے دن۔ ۳۔ بعض نے کہا اس کا معنی ہے جب کھولا ہم نے بدر کی جنگ میں۔ ۴۔ بعض نے کہا معنی ہے جب کھولا ہم نے زمانہء قحط میں مگر یہ تینوں قول غلط ہیں کیونکہ ان کا اخیر مُبْلِسُوْنَ ہے نہ کہ نجات یا خاتمہء عذاب۔ اِذَا هُمْ فِيْهِ کی ہ ضمیر میں تین قول۔ ا۔ بعض نے کہا اس کا مرجع عذاب جہنم ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا مرجع فتح باب ہے۔ ۳۔ بعض نے کہا مرجع پایا ہے تینوں قول درست ہیں کیونکہ مقام ایک ہی ہے۔

فائدے

ان آیات سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ **پہلا فائدہ:** تمام نیکیوں میں اچھی اور مفید نیکی خوف قیامت ہے کہ اس سے تیاری قیامت ہے اور اس کے چار فائدے۔ ا۔ خوف ایمان بالغیب کا ثبوت ہے۔ ۲۔ یہ خوف بندے کو متقی بناتا ہے گناہ چھڑاتا ہے۔ ۳۔ اس خوف سے ہی خوف الہی پیدا ہوتا ہے۔ ۴۔ خوف قیامت کفر ظلم عیاشی فحاشی سے بچاتا ہے۔ یہ فائدہ اِنَّ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ کے بعد لَنٰکِبُوۡنَ فرمانے سے حاصل ہوا۔ اور مسلمانوں کو بتایا گیا کہ چونکہ کفار قیامت پر ایمان نہیں رکھتے اس لئے وہ صراطِ مستقیم سے بیزار۔ ہر نیکی سے لاچار۔ ہر برائی و گمراہی سے دوچار ہیں۔ **دوسرا فائدہ:** دنیا میں سب سے زیادہ بدتر و خبیث فرقہ گستاخ انبیاء ہیں۔ یہ بے ادب کفار سے بھی بدتر ہیں۔ کیونکہ کفار کافر ہونے کے باوجود مانتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی دعا اور بددعا مقبول بارگاہ الٰہی ہوتی ہے۔ مگر یہ خبیث و گمراہ فرقہ کہتا اور لکھتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی دعائیں بددعائیں بھی عام لوگوں جیسی ہیں کہ کچھ قبول ہوتی ہیں کچھ نہیں۔ حالانکہ قرآنِ مجید کی بہت آیات سے ثابت ہے کہ ہر نبی علیہ السلام کی ہر دعا۔ بددعا فوراً قبول ہو جاتی ہے اس تجربے اور مشاہدے کی بنا پر کفار کا بھی یہ عقیدہ تھا یہ فائدہ وَلَوۡ رَحِمۡنٰهُمۡ وَکَشَفۡنَا مَا بِهِمۡ مِّنۡ ضُرٍّ (الخ) کی تفسیری اور تاریخی واقعے سے حاصل ہوا کہ ابوسفیان تمام کفار مکہ کے مشورے سے خاتمہ قحط کی دعا کرانے آئے تھے یہی خیال و عقیدہ لے کر قحط آیا بھی بددعاء نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور ختم بھی آپ کی دعا سے ہوگا۔ اسی لئے عرض کیا تھا کہ آپ کی تلوار نے آبا کو قتل کیا تھا اور اب آپ کی بددعا ابنا کو ہلاک کر رہی ہے آپ کو رحمت عالمینی کا واسطہ اب رحم کی دعا فرمائیں۔ **تیسرا فائدہ:** دنیا میں سب سے بری خصلت تعصب ہے دینی مذہبی مسلکی مشربی ہو یا دنیوی قومی ملکی۔ لسانی یا علاقائی تعصب بہرحال برا قابل مذمت ہے۔ تعصب کا معنی ضد حسد بغض سے جہالت اور غلط بات یا نظریۂ عقیدے سے ہٹ جانا حق نہ ماننا۔ اور تعصب سے تکبر۔ تکبر سے دشمنی و سرکشی کا فتنہ و فساد پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ تعصب کی بیماری شیطانی وسوسوں کفار کے طریقوں فساق کی بری صحبتوں سے پیدا ہوتی ہے جس شخص میں تعصب کی بیماری پیدا ہو جائے وہ کبھی حق و حقانیت صدق و صداقت کو نہیں مانتا نہ کبھی راہِ مستقیم پر آتا ہے ایسے بدنصیب کو تحقیق حق نصیب نہیں ہوتی یہ فائدہ لَّلَجُّوۡا فِیۡ طُغۡیَانِهِمۡ یَعۡمَهُوۡنَ۔ فرمانے سے حاصل ہوا۔ اس سے قوم پرستی کی بیماری بھی جنم لیتی ہے۔ ہر مسلمان کو اس سے بچنا چاہئے۔

احکام القرآن

ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ:** قانونِ شریعت میں اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اگر نیت ہو تو عام دنیوی کام بھی نیکی بن کر باعث ثواب نجات ہو جاتا ہے لیکن اگر نیت خیر نہ ہو تو بڑی سے بڑی عبادت بھی بیکار نہ ثواب نہ نجات نہ درجات۔ دیکھو بارگاہِ نبوی کی حاضری تمام نیکیوں سے افضل و اعلیٰ و شان بالا ہے۔ جیسا کہ وَلَوۡ اَنَّهُمۡ اِذۡ ظَّلَمُوۡۤا۔ کی آیات پاک سے ثابت ہوا لیکن ابوسفیان اور ان کے کفار ساتھی جب دوری قحط کی دعا کرانے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تو عاجزی انکساری التجا و فریاد کرتے ہوئے ہی آئے تھے۔ دعا کرائی اور کی گئی۔ دعا فوراً قبول بھی ہوئی ان کی دنیوی غرض پوری کردی گئی قحط ختم کر دیا گیا مگر ابوسفیان وغیرہ کی یہ حاضری بارگاہ نہ نیکی بنی نہ باعث ثواب بلکہ صرف دنیوی

مطلب پرستی شمار ہوئی اسی لئے حاضری سے نہ توفیق ایمان ملی نہ ان کے لیے لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا۔ کا ظہور ہوا یہ مسئلہ فَمَا اسْتَكَانُوْا (الخ) کے تفسیری بیان سے مستنبط ہوا۔ **دوسرا مسئلہ:** سب سے زیادہ بدقسمت وہ شخص ہے جو مصیبتوں میں بھی بندہ نہ بنے اور اطاعت و عبادت میں نہ جھکے۔ اکڑ و غرور میں رہے نیکیوں سے دور اہل حق سے نفور ہی رہے۔ یہ مسئلہ وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ (الخ) سے مستنبط ہوا اور بتایا کہ یہ بدنصیبی کفار و فساق کا حصہ و نشان ہے۔ مولیٰ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس سے بچائے۔ اور ادب و ایمان کی سعادت بخشے۔ **تیسرا مسئلہ:** رحمت الٰہی سے مایوسی گناہِ عظیم ہے۔ مایوسی سے پانچ خرابیاں لازم آتی ہیں۔ ا۔ حیرت۔ ۲۔ حسرت۔ ۳۔ حسد۔ ۴۔ شکستہ دلی بد دلی۔ ۵۔ خودکشی کی حرام موت۔ بندہ مایوسی سے کھسیانا ہو کر غضبناکی کا فساد بھی کر سکتا ہے اسی وجہ سے دینی دنیوی امور میں مایوسی شرعاً حرام ہے ہر مسلمان کو اللہ تعالیٰ سے دینی و دنیوی امور میں امید رکھتے ہوئے ہمت جاری رکھنی چاہیے۔ آخر کار کامیابی نصیب ہو جاتی ہے۔ مایوس ہونا بھی کفار کی نشانی ہے۔ یہ مسئلہ اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ کے فرمان سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کیے جاتے ہیں۔ **پہلا اعتراض:** وَلَوْ رَحِمْنَا کا لَوْ حرف شرط بتا رہا ہے کہ کفار مکہ پر رحم نہ فرمایا گیا تھا کیونکہ اس جملے کا ترجمہ ہے کہ اگر ہم ان پر رحم فرماتے۔ اور وَ كَشَفْنَا کی واؤ عاطفہ نے بھی یہی بتایا کہ اگر ہم کفار مکہ سے مصیبت کھول دیتے دور کر دیتے تو بھی یہ کفار سرکش ہی رہتے۔ ثابت ہوا کہ کفار پر نہ رحم ہوا نہ کشف ضر۔ حالانکہ احادیث میں ہے کہ جب کفارِ مکہ ابوسفیان کے ساتھ آئے تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی فریاد سن کر دعا فرمائی جو قبول ہوئی تھی۔ ان احادیث مقدسہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ کفار مکہ پر رحم بھی فرمایا گیا اور کشف مصیبت بھی۔ نیز مفسرین فرماتے ہیں کہ یہاں مِنْ ضُرٍّ سے مراد قحط ہے جس کا خاتمہ دعاء نبوی سے ہوا۔ یہ ہی رحم و کشف مصیبت ہے۔ اب آیت و تفسیر میں مطابقت کیونکر ہو۔ **جواب:** معترض نے جس طرح آیت کا ترجمہ کیا ہے وہ غلط ہے اصل ترجمہ اس طرح ہے کہ اگر ہم نے کبھی آپ کے کہنے دعا عرض کرنے سے کبھی ان کفارِ مکہ پر رحم کر دیا اور مصیبت ختم کر دیں تب بھی یہ کفار اپنے کفر و شرارت سے باز نہیں آئیں گے۔ بلکہ اپنے طغیان میں زیادہ بھٹکیں گے۔ یہاں لَوْ رَحِمْنَا هُمْ وَ كَشَفْنَا فرمانا۔ آئندہ رحم و کشف کی نفی نہیں کیونکہ یہاں بذریعہ حرف لَوْ عادت کفار کی پیشگی خبر دی گئی ہے لہٰذا نفی نہ ہوئی اور چونکہ آیت روایت و تفسیر میں قحط کا ہی ذکر ہے پس مطابقت ظاہر و ثابت ہے۔ **دوسرا اعتراض:** اس کی کیا وجہ کہ فَمَا اسْتَكَانُوْا فعل ماضی فرمایا گیا۔ اور وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ فعل مضارع ارشاد ہوا۔ حالانکہ یہ ایک ہی آیت' ایک ہی حالت' ایک ہی واقعہ اَخَذْنَا ایک ہی قسم کا عذاب۔ اور ایک ہی گروہ کفار ہے چاہیے تھا کہ فعل و صیغہ بھی ایک ہی جیسا ہوتا۔ یا دونوں ماضی یا دونوں مضارع۔ **جواب:** اس کی وجہ یہ کہ مَا اسْتَكَانُوْا میں کفار کی کیفیت کا ذکر فرمایا گیا اور کیفیت ایک بار ہوتی ہے واقعۃً بھی ایک بار ہوئی تو چونکہ فعل ماضی میں استمرار و ہمیشگی نہیں ہوتی لہٰذا ایک بار والی کیفیت بیان کرنے کے لیے فعل ماضی ارشاد ہوا۔ یعنی انہوں نے اپنی کیفیت نہ بدلی اور مَا يَتَضَرَّعُوْنَ میں کفار کی عادت کا ذکر فرمایا گیا اور عادت بار بار ہوتی ہے۔ چونکہ فعل مضارع میں زمانہء حال و مستقبل ہوتا ہے جس سے مضارع میں ہمیشگی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لیے بار بار کی عادت ظاہر کرنے کے لیے مضارع ارشاد ہوا۔ مَا

تَضَرَّعُوْنَ کا معنیٰ ہے کہ عاجزی انکساری کرنا ان کی عادت ہی نہیں۔ اب دونوں فعلوں کا معنیٰ ہوا۔ انہوں نے اپنی کیفیت سرکشی نہ بدلی۔ اور نہ اب بدلیں نہ آئندہ۔ اس لئے دونوں فعل درست و بامقصد ہیں۔ **تیسرا اعتراض:** یہاں فرمایا گیا بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ۔ تفاسیر میں ہے کہ عذاب شدید کے باب سے مراد جہنم ہے۔ اور وہ تو آئندہ قیامت کے بعد ہو گا۔ تو پھر فَتَحْنَا فعل ماضی کیوں ارشاد ہوا۔ ماضی تو گذشتہ کے لیے ہوتا ہے۔ **جواب:** فعل ماضی صرف گذشتہ واقعے کے لیے ہی نہیں ہوتا بلکہ عربی محاورے میں آئندہ واقعے کی یقینیت ثابت کرنے کے لیے بھی ہوتا ہے۔ اہل عرب جب کسی آئندہ واقعے کا سامعین کو یقین دلانا چاہتے ہیں تو بجائے بار بار قسمیں کھانے کے مستقبل کی جگہ ماضی کا صیغہ بولتے ہیں۔ اور اس کلام کا معنیٰ یہ ہو جاتا ہے کہ یہ کام جو آئندہ ہونے والا ہے وہ اتنا یقینی ہے گویا ہو ہی گیا۔ یہاں فَتَحْنَا میں عربی محاورے کا لحاظ رکھا گیا ہے اہل عرب کو سمجھانے کے لیے کہ لوگو دروازۂ عذاب کا کھلنا اتنا یقینی ہے گویا کھل ہی گیا ہم نے کھول ہی دیا۔

تفسیر صوفیانہ

بیشک وہ لوگ جو عالم انوار سے بہت دور ظلمتوں کے پردوں میں لپٹ گئے اور عقل کی حس سے مفلوج ہو کر سن ہو چکے ہیں۔ اور نفسانی گندگی شیطانی غلاظت و پلیدی کی وجہ سے بارگاہ قدس سے درکار دیئے گئے وہی بدبخت ظلم بغاوت۔ عداوت کثافت۔ رعونت ابلیسی میں مشغول و مصروف ہیں۔ اور کثرتِ دولت میں مبتلا۔ فکر دنیا میں لتھڑے ہونے کی طرف لگے ہیں یہی بدترین صراط اسرار، طریق اشراف راہ ابرار و اخیار سے منحرف و مغرور ہونے والے ہیں اپنی ضد سے نکبت وادی طغیانی ہے۔ فساق عیار۔ عیاش اسی وادی میں متحیر و بھٹکنے والے ہیں اور اگر ہم ان عیارانِ باطلین کو کشف قلوب و شرح صدور کی نعمت عطا فرما کر ان پر رحم فرمائیں ظلمات نفسانی کو مٹائیں پھر بھی یہ وادی سلوک میں اپنی عیاشیوں میں بدمست ہی رہیں گے اور بھٹکتے پھریں گے کیونکہ جو شخص اپنی قبر و حشر کا خیال و اہتمام نہ کرے اور جس شخص پر ملاءِ اعلیٰ و سند اعظم کی تجلیاں ظاہر نہ ہوں تو وہ راہِ سلوک سے گمراہ ہے نہ وہ ہدایت معرفت کا تابع ہے نہ خواہشمند ایسے عیار سے تو وہ شخص بہتر ہے جس نے جبہ و دستار پہن کر اس وادیِ طریقت میں سبقت کا قدم ہی نہ رکھا۔ کفار معطون ہیں کیونکہ تارکِ استماع ہیں۔ فساق مجحوبون ہیں کیونکہ تارک اتباع ہیں۔ مقام علم دل ہے مگر جس کے دماغ میں علم سما جائے تو وہ شخص حق سننا گوارہ نہیں کرتا دوسرے کے علم سے حسد و رنج کرتا ہے اس کو کسی کی نصیحت سننے سے نفرت و شرم آتی ہے اس کو راہِ حق دکھانا ایسا ہی بے فائدہ ہے جیسے پتھر پر بارش ہونا امیروں' وزیروں' بادشاہوں کا خزانہ سونے چاندی کی دولت ہے۔ لیکن صابرین' شاکرین' صالحین' عاشقین کا خزانہ قناعت کی دولت ہے۔ اس دنیا میں اپنا اپنا نصیب سب کو مل جاتا ہے۔ بادشاہ ہو یا فقیر' دَھنیا یا ہوُدھنیا۔ جب سو جائیں تو سحر دونوں کی ہو جاتی ہے۔ معرفت کی روحانی منزلوں میں عیارین متردد ہیں۔ عیاشین متحیر ہیں۔ کیونکہ معرفت کی منزلوں میں نہ نشاندہی کی روایت ہے نہ راستے کی درایت مگر مخلصین کی ارواح پر مشاہدے کی اسرار پر مراقبے کی۔ قلوب پر معرفت کی۔ ابدان پر آثار کی۔ اجسام پر جذبے کی رحمت ہوتی ہے۔ چار ہلاکتوں سے امن میں آ جانا کشف الضر ہے پہلی امن نفس امارہ سے خلاصی دوم لمبی امیدوں سے رہائی۔ سوم ملک و مرتبے کی طلب سے بے پرواہی۔ چہارم حب دنیا سے بیزاری یہ تمام چیزیں اہل ایمان کے لیے قحط و مصیبت ہیں۔ علم کا طغیان فخر و غرور ہے مال کا طغیان عقل کنجوس ہے عمال کا طغیان جہالت شخص مجہول ہے عبادت کا طغیان

ریاکاری وشہور ہے نفس امارہ کا طغیان اتباع شہوات ہے۔قلب کا طغیان دنیوی خواہشات ہے۔قرب دنیا اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ ہے۔اور بُعْدِ دِین اَذَقْنَا الْعَذَابَ ہے۔یعنی دنیا سے قریب ہونا رب تعالیٰ کی پکڑ ہے اور دین سے دور کر دیا جانا عذاب چکھانا ہے۔قرب دنیا عبرت وتنبیہ ہے۔دوریِ دین ہلاکت وتحویل ہے۔مگر فساق زمانہ اَخَذْنَا وَ اَذَقْنَا۔دونوں سے بے شعور ہیں۔اس لئے فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ ہیں کہ نہ اپنی کیفیت غلیظ بدلتے ہیں۔نہ عادتِ پلید بدلتے ہیں۔یہاں تک کہ جب ہم کھول دیں ان پر عذاب فراق کا دروازۂ بعد تب وہ بدکار مایوسیوں ناکامیوں کی راہ میں حیران رہ جائیں۔اے وادیِ معرفت وحقیقت کے مسافرو جان لو کہ مجاہدات کی مشقت طبیعت نفسانی پر عذاب شدید ہے اس لئے کہ شہوات کی دھات آتش مجاہدات سے پگھلتی ہے اور خناس کی جبلی امیدیں ریاضت کے صیام سے ٹوٹتی ہیں۔اس کے باوجود ضروری ہے مسافر راہ کے لیے عجز کا رونا اور سجود عبادت میں چہروں کو آنسوؤں سے دھونا۔مٹی میں روندنا۔کیونکہ کسب بدنی پر اعتماد کر لینے سے طریقت کی منزلیں مشکل ہو جاتی ہیں۔اور ندامت کے آنسوؤں میں خود کو محتاج وذلیل سمجھنے سے مقبولیت کے دروازے کھلتے ہیں۔رب تعالیٰ کی بارگاہ میں خضوع وخشوع کی بندگی اور اضطرار خلوص کا ہی اعتبار ہے۔اے لوگو جان لو کہ مخلوق کی عبادت سے اللہ تعالیٰ کے خزانے بھرے ہوئے ہیں لہٰذا تم عبادت کا خیال وخمار مت جمع کرو بلکہ عجز ومحتاجی کی ذلت لے کر جاؤ کیونکہ عذاب کے دروازے کو صرف مخلصانہ عبادت اور عجز بے ریا ہی بند کر سکتا ہے جس میں انانیت کا شائبہ بھی نہ ہو۔یا اللہ ہمیں ظلمت نفس سے بچا اور انس وقدس کے نور سے منور فرما۔بروزِ قیامت ہر عامل اپنے عمل وامید کے بارے میں پوچھا جائے گا اسی سوال کا سچا پکا صحیح جواب پالینا تقوئے ایمانی ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ
اور وہی ہے اللہ جس نے پیدا کیا تمہارے لئے سننے کے کان کو اور دیکھنے کی آنکھیں اور دھڑکنے والا دل
اور وہی ہے جس نے بنائے تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل
قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۸﴾ وَهُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي
کتنا تھوڑا ہے وہ جو شکر کرتے ہو تم نہ ہونے کے برابر اور وہی ہے اللہ جس نے پھیلا کر بسایا تم سب کو
تو بہت ہی کم حق مانتے ہو اور وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں
الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ
زمین میں اور اسی کی طرف جمع کئے جاؤ گے تم سب اور وہی اللہ وہ ہے جو زندہ کرتا ہے
پھیلایا اور اسی کی طرف اٹھنا ہے ہے اور وہی جلائے
وَيُمِيْتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۸۰﴾

اور مارتا ہے اور اس کی قدرت ہے رات ودن کو بدلنا تو کیا اب بھی تم عقل نہیں رکھتے
اور مارے اور اسی کے لئے ہیں رات اور دن کی تبدیلیں تو کیا تمہیں سمجھ نہیں
بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ ﴿۸۱﴾
بلکہ ان کافروں نے بھی اسی کی مثل کفر بولا جو کفر بولا پہلوں نے
بلکہ انہوں نے وہی کہی جو اگلے کہتے تھے

تعلقات

ان آیات پاک کا پچھلی آیات پاک سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آیات میں ان عذابوں کا ذکر فرمایا گیا ہے جو آئے نہیں صرف ڈرایا جا رہا ہے کہ اگر ہم عذاب کا دروازہ کھول دیں تو وہ مایوسیوں میں پڑ جائیں۔ اب ان آیات میں اللہ تعالیٰ کے ان انعامات کا ذکر فرمایا جا رہا ہے جو ہر کافر و مومن کو دن رات عطا فرمائے جا رہے ہیں مگر کفار شکر ادا نہیں کرتے۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیات میں کفار کی ناشکریوں' سرکشیوں کا ذکر فرمایا گیا۔ اب ان آیات میں رب تعالیٰ کے انعامات کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ جس سے ثابت کیا گیا تھا کہ کفار جیسا بدکار کوئی نہیں اور مولیٰ تعالیٰ جیسا پالنہار کوئی نہیں۔ **تیسرا تعلق:** پچھلی آیات میں سابقہ کفار کے حالات و حرکات و کفریہ اقوال و عادات کا ذکر فرمایا گیا۔ اب ان آیات میں فرمایا جا رہا ہے کہ یہ موجودہ کفار بھی باتوں عادتوں عقیدوں میں سابقہ کفار کی ہی طرح ہیں۔

تفسیر نحوی

وَهُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۸﴾ وَهُوَ الَّذِیْ ذَرَاَكُمْ فِی الْاَرْضِ وَ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۷۹﴾۔ واؤ سر جملہ هُوَ ضمیر کا مرجع رب تعالیٰ مبتدا ہے۔ اَلَّذِیْ اسم موصول واحد مذکر۔ اَنْشَاَ باب افعال کا ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ واحد مذکر۔ اس کا فاعل هُوَ ضمیر مستتر (پوشیدہ) جسکا مرجع اَلَّذِیْ لَكُمْ جار مجرور متعلق ہے۔ اَنْشَاَ نَشْوٌ سے بنا ہے بمعنی بڑھنا بڑھانا پھیلانا۔ یہاں ترجمہ ہے پیدا کرنا ظاہر کرنا۔ اور مفید کار آمد قوتیں بخشنا۔ الف لام حرفی عہد ذہنی سَمْعَ اسم حاصل مصدر معرفہ ترجمہ ہے سننے کی طاقت مراد ہے کان معطوف علیہ واؤ عاطفہ الف لام عہد ذہنی اَبْصَار اسم جمع مکسر اس کا واحد ہے بَصَرٌ۔ ترجمہ ہے ظاہری دیکھنا۔ عربی مین باطنی دیکھنے کو بصیرت کہا جاتا ہے۔ بَصَرٌ سے ہی ہے بصارت یعنی آنکھ کی بینائی۔ نابینائی کو عَمَایَتْ کہتے ہیں۔ یہاں اَبْصَارَ سے مراد ہے بینا آنکھیں معطوف علیہ ہے واؤ عاطفہ الف لام حرفی عہدی اَفْئِدَۃَ اسم جمع مکسر اس کا واحد ہے فُوَادٌ۔ اور فئد لغوی ترجمہ ہے ہلنا۔ ہلانا۔ اصطلاح میں دل کو بھی فئد کہا جاتا ہے کیونکہ وہ ہلتا یعنی دھڑکتا رہتا ہے۔ عرف عام میں گرم راکھ کی بھوبھل میں سینکی اور پکائی ہوئی روٹی یا گوشت کو بھی فَئدْ کہا جاتا ہے۔ جذباتی دل فُوَادٌ ہے۔ تفکراتی دل قلب ہے یعنی عقلمند دل۔ جذبات کی پانچ صورتیں ہوتی ہیں۔ ۱۔ غمزدہ رہنا۔ ۲۔ بزدل ہونا۔ ۳۔ فسادی ہونا۔ ۴۔ غصیلا ہونا۔ ۵۔ حساس دل۔ اَفْئِدَۃَ معطوف ہے سَمْعَ اَبْصَارَ اَفْئِدَۃَ سب عطف مل کر مفعول بہ ہے۔ اَنْشَاَ سب سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صلہ ہوا موصول صلہ مل کر خبر مبتدا هُوَ کی

دونوں ملکر جملہ اسمیہ ہوگیا۔ قَلِیْلًا۔ باب کَرُمَ کا اسم صفت مشبہ بمعنی مصدر مبالغہ۔ ترجمہ ہے بہت ہی تھوڑا ہونا۔ قلت کا معنی ہے نفی ہونا۔ اس معنی سے قلت کی چار قسمیں ہیں۔ ۱۔ طاقت کی کمی یعنی قلیل بمعنی کمزوری۔ ۲۔ افرادی کی تب قلیل بمعنی تھوڑا۔ ۳۔ عزت کی کمی تب قلیل بمعنی ذلیل حقیر۔ ۴۔ وجود کی نفی تب قلیل بمعنی بالکل نہیں۔ (کالعدم) یہاں اسی معنی میں ہے۔ یہاں بحالت فتحہ ہے کیونکہ مفعول مطلق ہے فعلِ پوشیدہ قَلَّ ماضی مطلق کا عبارت ہے۔ قَلَّ قَلِیْلًا مَا تَشْکُرُوْن ترجمہ ہے: تھوڑا ہوا بہت ہی تھوڑا ہونا وہ جو تم شکر کرتے ہو بحالت فتحہ ہے۔ مَا اسم موصول تَشْکُرُوْنَ۔ باب نَصَرَ کا مضارع حال مثبت معروف صیغہ جمع مذکر حاضر خطاب ہے تمام کفار کو۔ شُکْرٌ سے مشتق ہے لغوی ترجمہ ہے احسان مندی کا اظہار کرنا عملاً قولاً عقیدۃً۔ اس کا فاعل ہے اَنْتُمْ ضمیر صیغہ۔ یہ فعل بافاعل جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صلہ ہے مَا کا یہ دونوں مل کر فاعل ہے قَلَّ پوشیدہ کا۔ قَلِیْلًا مفعول مطلق ہے فعل پوشیدہ قَلَّ کا۔ وہ فعل بافاعل اور مفعول مطلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوگیا۔ واوٗ سر جملہ هُوَ مبتدا۔ ذَرَاَ باب فتح کا ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ واحد مذکر غائب ذَرْءٌ۔ مہموز اللام سے مشتق ہے۔ ترجمہ ہے: پھیلانا بسانا آباد کاری کرنا۔ اس کا فاعل هُوَ ضمیر مرجع رب تعالیٰ۔ کُمْ ضمیر حاضر اس کا مفعول بہ ہے۔ فِی حرف جر ظرفیہ مکانی کیلئے۔ الف لام حرفِ جنسی۔ اَرْضِ۔ اسم مفرد مؤنث لفظی جامد۔ مجرور ہے یہ جار مجرور متعلق ہے ذَرَاَ کا۔ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واوٗ عاطفہ۔ اِلَیْهِ جار مجرور متعلق مقدم ہے۔ تُحْشَرُوْنَ۔ باب نصر کا مضارع مستقبل مثبت مجہول صیغہ ہے۔ جمع مذکر حاضر۔ حَشْرٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے بکھروں کو جمع کرنا۔ یا اٹھا کر کہیں لے جانا۔ اسکا فاعل اَنْتُمْ ضمیر صیغہ پوشیدہ مرجع کفارِ دنیا یہ فعل اپنے فاعل پوشیدہ سے ملکر معطوف ہے۔ ذَرَاَ کے جملہ پر دونوں عطف ملکر صلہ ہے اَلَّذِیْ کا یہ موصول صلہ ملکر خبر ہے هُوَ مبتدا کی۔ دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہوگیا۔ وَهُوَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝۸۰ بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ ۝۸۱ ۔ واوٗ سر جملہ هُوَ مبتدا اَلَّذِیْ اسم موصول یُحْیٖ باب اِفعال کا مضارع مثبت معروف صیغہ واحد مذکر غائب مصدر ہے۔ اِحْیَاءٌ ترجمہ ہے زندہ کرنا مراد ہے پیدا کرنا۔ حَیٌّ وحَیَۃٌ سے بنا ہے بمعنی زندگی ملنا۔ اسکا فاعل هُوَ ضمیر صیغہ یہ فعل بافاعل جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ وَیُمِیْتُ باب اِفعال کا فعل مضارع حال مثبت معروف واحد مذکر غائب اس کا مصدر ہے اِمَاتَۃٌ اور اِمْوَاتٌ۔ مَوْتٌ سے بنا ہے۔ اِمَاتَۃٌ کا ترجمہ ہے مارنا۔ اِمْوَاتٌ کا ترجمہ موت بھیجنا منتقل کرنا اور مَوْتٌ کا ترجمہ ہے مرنا منتقل ہونا۔ مراد ہے اِس جہاں سے اُس جہان میں چلا جانا۔ روح و جسم کی جدائی۔ یہ فعل فاعل ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف ہے۔ یُحْیٖ کے جملے پر۔ دونوں عطف پھر معطوف علیہ واوٗ عاطفہ لام جارّہ ملکیت کا ہٗ ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ یہ جار مجرور متعلق مقدم ہے اِخْتِلَافُ۔ باب افتعال کا مصدر ہے ترجمہ ہے بدلنا خلقٌ سے بنا ہے۔ ترجمہ ہے پیچھے ہونا نائب ہونا اسی سے ہے خلیفہ۔ بمعنی نائب یہ مصدر مضاف اللَّیْلِ اسم مفرد جامد بمعنی رات معطوف علیہ ہے۔ واوٗ عاطفہ نَهَارِ اسم مفرد مشتق ہے۔ نَهْرٌ سے بنا ہے لغوی ترجمہ ہے ظاہر ہونا۔ روشن ہونا۔ غالب ہونا۔ اس بنا پر یہ دس (۱۰) معنوں میں مشترک ہے۔ ۱۔ کھلنا کھولنا۔ ۲۔ مکان کی بالکونی (فرنٹ گارڈن)۔ ۳۔ پانی بہنا اور بہتے پانی کی جگہ یعنی دریائی نہر کی فراخی۔ ۴۔ وافر مقدار۔ ۵۔ اچک لینا۔ ۶۔ جھڑکنا۔ ۷۔ حملہ کرنا۔ ۸۔ روشنی۔ ۹۔ روشن دن۔ رات کا مقابل وہی یہاں مراد ہے۔ یہ معطوف ہے لَیْل پر دونوں مل کر مفعول مضاف الیہ۔ مصدر مضاف

اپنے مفعول مضاف الیہ اور متعلق مقدم سے مل کر شبہ جملہ ہو کر معطوف ہوا۔ یُحْیِ پر سب عطف مل کر صلہ ہوا۔ اَلَّذِیْ کا موصول صلہ مل کر خبر ہے مبتدا کی۔ دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ اَفَ دراصل ہے فَ آ۔ ترجمہ ہے تو کیا۔ اس الٹ پھیر سے کلام میں توبیخ یعنی جھڑک پیدا ہوئی۔ لَا تَعْقِلُوْنَ۔ بابِ ضَرَبَ کا مضارع حال منفی معروف سوالیہ صیغہ جمع مذکر حاضر عَقْلٌ سے مشتق ہے بمعنی سمجھ رکھنا۔ اس کا فاعل اَنْتُمْ ضمیر صیغہ پوشیدہ بمعنی اے کفار دنیا یہ فعل فاعل جملہ فیصلہ ہو کر معطوف علیہ بَلْ عاطفہ برائے اِضراب یعنی سابقہ کلام کے سوالیت کی نفی کیلئے کہ واقعی تم عقل نہیں رکھتے۔ اسی لئے قَالُوْا تمہارے ان سب موجودہ کفار نے بھی مِثْلَ اسم مفرد جامد تشبیہی مضاف ہے مَا اسم موصول مراد کفریہ بات۔ قَالَ باب نَصَرَ کا ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ واحد مذکر غائب اسی کا جمع مذکر قَالُوا ہے۔ قَوْلٌ سے مشتق ہے۔ بمعنی بولنا کہنا باتیں کرنا۔ الف لام اسمی بمعنی اَلَّذِیْنَ اَوَّلُوْنَ باب فَتَحَ کا اسم تفضیل صیغہ جمع مذکر بحالت رفع فاعل ہے قَالَ کا۔ یہ فعل فاعل ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صلہ ہے مَا کا موصول صلہ ملکر مضاف الیہ مِثْلَ کا یہ مرکب اضافی مفعول بہ ہے قَالُوْا کا۔ یہ فعل اپنے ضمیر صیغہ فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف ہے اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کے جملے پر۔ دونوں عطف ملکر جملہ عاطفہ ہو گیا۔ قانون نحو کا قاعدہ کلیہ ہے کہ جب فاعل اسم ظاہر ہو تو اس کا عامل فعل ہمیشہ صیغہء واحد ہو گا۔ اگرچہ فاعل اسم ظاہر جمع ہو جیسے کہ یہاں قَالَ الْاَوَّلُوْنَ میں۔

تفسیر عالمانہ

وَهُوَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّیْلِ وَ النَّهَارِؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝۸۰ بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ ۝۸۱۔ کفار مکہ کی ضد، ہٹ دھرمی، سرکشی، بغاوت کفر و شرک کی وجہ سے ناشکری احسان فراموشی میں اس حد و کیفیت تک بڑھی ہوئی ہے کہ وہ لوگ نبی آخر الزماں محمد مصطفیٰ سے ہزاروں معجزات خرقِ عادات و ارہاصات دیکھنے کے باوجود ان کو ہمارا نبی رسول ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اور عناد اس شدت کا کہ انکی تعلیم و تبلیغ کے مطابق ہمیں بھی اپنا خالق مالک رازق اور الٰہ وَحْدَهٗ لَاشریک ماننے کے لئے تیار نہیں۔ نہ اسلام قرآن پر ایمان لائیں۔ مصیبت کے وقت تو دعائیں کرانے، مصیبتیں ٹلوانے دَرِ نبی پر آ جاتے ہیں۔ رحمۃ عالمینی کا واسطہ دے لیتے ہیں۔ حقِ قومیت و ذکرِ برادری یاد دلاتے ہیں۔ روتے گڑگڑاتے ہیں۔ یہ بھی مانتے ہیں کہ خالق کائنات کی بارگاہ میں محمد مصطفیٰ کی دعا بد دعا فوراً قبول ہو جاتی ہے مگر مطلب و مقصد پورا ہو جانے کے بعد وہی کفر و عناد ایمان سے دور۔ اور طغیان سے مسرور ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کا انکار ہی اللہ تعالیٰ کا انکار ہے۔ اور وہ اللہ وہ ہے جس نے تم سب انسانوں کیلئے مومن ہوں یا کافر، نیک ہوں یا بد، عابد ہوں یا غافل، سننے کا کان اور دیکھنے کی آنکھیں، علم و شعور کیلئے دل پیدا فرمائے۔ کان کا کام صرف سماعت ہے آواز بلند ہو یا پست، دھیمی سرسراہٹ ہو یا کھسکھساہٹ، آواز کو صرف کان ہی سن سکتا ہے جسم کا دوسرا کوئی حصہ نہیں سن سکتا۔ دل کا کام ادراک ہے۔ ادراک کی پانچ قسمیں ہیں: ۱۔ ادراکِ علم۔ ۲۔ اِدراکِ فہم۔ ۳۔ اِدراکِ تصورات۔ ۴۔ اِدراکِ تصدیقات۔ ۵۔ اِدراکِ استدلال۔ یعنی دلیل لینا، دلیل حسی ہو یا عقلی۔ آنکھیں انسان کو چار علم دیتی ہیں۔ پہلا علم جسم کے حدودِ اربعہ کا۔ دوم شکل و صورت نقش و نگار کا۔ سوم رنگ و بیرنگی کا۔ چہارم ظلمت و نور کا۔ چاہئے تو یہ تھا کہ جو چیز جس کام کیلئے بنی ہے اصلاً [illegible] اسی کام کیلئے استعمال ہو۔ باقی فائدوں کا حصول

اصل کے تابع ہو۔ کان عطا فرمائے گئے آیت تنزیلیہ سننے کیلئے۔ آنکھیں عطا فرمائی گئیں آیات تکوینیہ و تنزیلیہ دیکھنے کیلئے۔ نور و ظلمت و نار و نور کا فرق جاننے کیلئے۔ دل بنایا گیا آیت و آفاق میں تدبر، تفکر، تعلم کرنے کے لئے تاکہ ایمان نصیب ہو اور ایمان سے اطاعت و اتباع حاصل ہو۔ اطاعت نبوت اتباع رسالت کا نام ہی شکر الٰہی ہے۔ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ۔ اور ہماری نعمتوں کے حساب سے بہت ہی تھوڑا ہے جو تم شکر کرتے ہو کیونکہ نعمتیں ہر وقت مسلسل جاری و مکمل ہیں کہ کان ہر وقت قابل سماعت۔ آنکھیں ہر وقت درست و بینا۔ دل تا عمر زندہ تابندہ چلتا دھڑکتا۔ تم انسان سوتے ہو یا جاگتے ہو' عبادت میں ہو یا غفلت کسلت میں' جسم کے باقی اعضا ان تین کے تابع۔ کان سنتے ہوں تب ہی تعمیلِ حکم ہوتا ہے۔ ہاتھ و قدم اٹھتے ہیں۔ آنکھیں دیکھتی ہوں تو ہاتھ پکڑتے پاؤں چلتے ہیں۔ دل درست ہو تو سب جسم تندرست ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان تین نعمتوں کا ذکر فرما کر پوری کائنات کا ذکر فرما دیا کیونکہ ان تین سے انسان کو پورے جہان کی باغ و بہار اور لذتِ رنگ و بو حاصل ہے۔ جن کے پاس ان میں سے کوئی نعمت نہیں ہے وہی ان کی قدر جانتا ہے اور محرومی کی محتاجی و مصیبت جھیلتا ہے۔ مگر جن کے پاس اللہ تعالیٰ کی یہ نعمتیں ہیں وہ نہ قدر کرتے ہیں نہ پورا شکر کرتے ہیں نہ کر سکتے ہیں۔ کفار تو پوری عمر جانوروں کی مثل گزار کر مر جاتے ہیں۔ کفار نے تو کبھی یہ بھی نہ سوچا کہ یہ نعمتیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں دے سکتا نہ خود بنا کر نہ کسی سے لا کر بنوا کر نہ خرید کر۔ بس وہی اللہ تعالیٰ ہی ان نعمتوں کے دینے و بنانے میں قدرت و حکمت والا غالب و قادر ہے۔ اسکی عطا کے بغیر نہ دیوی دیوتا دے سکیں نہ دلا سکیں نہ خرید کر کوئی لا سکے نہ اس عطا میں کوئی شریک۔ جب کفار زمانہ کا اس حقیقت پر غور فکر نہیں تو شکر کب کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر فقط یہ نہیں ہے کہ منہ و زبان سے اللہ اللہ کہہ دیا۔ یا صرف اقرار نعمت و اعتراف حقیقت کر لیا۔ یہ طریقۂ شکر تو اسکی بارگاہ میں قلیل و حقیر و کالعدم نا قابل قبول ہے۔ بلکہ شکرِ حقیقی یہ ہے کہ بندہ مومن بن کر پوری زندگی اپنے نبی علیہ السلام کے اقوالِ حکمی کی اطاعت میں اور اعمالِ عادات کی اتباع کا سجدہ لگانے اور نقشہ سجانے میں گزار دے۔ تعلیم انبیا ہی بتا سکتی ہے کہ اے انسانو تم کو سماعت بصارت اور دل کیلئے دیئے گئے ہیں اور کس عضو کو کس کام میں لگانا ہے۔ کس نعمت کو کس طرح برتنا ہے۔ انسان دنیا میں تین قسم کے ہیں۔ کفار' فساق' مومن متقی۔ کفار کا شکر نفیر و لاشی ہے۔ فساق کا شکر حقیر ہے (نامقبول ہے)۔ مومنین کا قلیل ہے اعتبار نعمت کیونکہ نعمت ہمہ وقتی بھی کامل بھی مگر شکرِ قلیل میں دو کمزوریاں پہلی کمزوری مثالی اس لئے کہ کوئی بندہ بھی نبی کریم ﷺ کی مثل و مشابہ شکر و عبادت نہیں کر سکتا۔ بجز انبیاء کرام علیہم السلام کے۔ انبیا کا تو سونا کھانا پینا بھی عبادت ہے۔ یہی معنی ہے سورۃ سبا کی آیت ۱۳ کا وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ۔ ترجمہ: اور تھوڑا ہے میرے بندوں سے شکر کرنا۔ کفار نے کبھی اس حقیقت پر بھی غور کیا کہ وَهُوَ الَّذِي ذَرَأَكُمْ فِي الْأَرْضِ وَإِلَيْهِ تُحْشَرُونَ۔ اور وہی ہے تمہارا معبود واحد لا شریک جس نے تمہاری زندگی کو بھی دو حصوں میں تقسیم فرمایا۔ پہلی زندگی دنیوی' دوسری زندگی اُخروی۔ حیات دنیوی میں تم کو اصل نسل نطفہ مضغہ کے وجود سے زمین پر پھیلایا۔ دوسری زندگی میں قبروں سے اٹھایا اور انہی جسموں روحوں کے ساتھ میدانِ محشر میں پہنچایا۔ اے کافرانِ زمانہ تم اپنی بے دینی کی وجہ سے اپنی اصلیت و حشریت قیامت و اخرویت کا تو انکار کر دیتے ہو مگر انسانوں حیوانوں کو پیدا ہوتے مرتے تو روزانہ دیکھتے ہو تو کبھی اس حقیقت پر بھی غور کیا کہ وَهُوَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ۔ اور وہی ہے [illegible] اللہ تعالیٰ ہے جو ہر

جاندار کو زندہ کرتا ہے اور پھر وہی ہر ایک کو موت بھی دیتا ہے۔ اور ہر جاندار کی زندگی کے ساتھ دوسری چیز موت رکھی گئی۔ اگر اس پر بھی غور نہیں کرتے تو رات و دن کا جوڑا جوڑا تو تم ہر وقت بلا ارادہ دیکھتے ہی ہو۔ تو جان لو کہ اس اللہ تعالیٰ کے قبضہء قدرت اور حکمت میں ہے۔ رات دن کے گھٹنے بڑھنے کا آنے جانے کا' اندھیرے و روشنی کا' تعاقب و تردد کا' حرکت و سمت کا اختلاف غرضیکہ وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ۔ (ذاریات: ۴۹) ہم نے تو ہر چیز میں ہی جوڑا جوڑا بنایا ہے تاکہ تم لوگ اس بات کو دین و ایمان سے یاد رکھو کہ جب دنیا کی ہر چیز میں جوڑا جوڑا ہے تو زندگی کس طرح ایک اکیلی ہو سکتی ہے۔ یہ زندگی بھی جوڑا ہے۔ ایک دنیوی زندگی دوسری اُخروی زندگی۔ اے نادانو گمراہو ہر جوڑے کو مانتے ہو مگر زندگی کے جوڑے کو نہیں مانتے اور مان کر حیاتِ اُخروی پر ایمان نہیں لاتے۔ اَفَلَا تَعْقِلُونَ۔ تمہیں ہم نے دل دماغ کا علم و عقل دیا کان آنکھ کی سماعت و بصارت دی۔ تمہیں انبیاء نے بتایا ہمارے حبیب نے سکھایا۔ قرآن نے سنایا۔ آفاق نے سمجھایا۔ تو کیا تم اب بھی عقل سے نہیں سوچتے۔ عجیب ہیں کفار اور حیران کن ہے ان کی حالتِ گمراہی و کیفیت سرکشی کہ بَلْ قَالُوا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُونَ۔ بلکہ ان موجودہ کفار نے بھی اپنی بے دینی بدعقیدگی و حماقت سے وہی کفریہ شرکیہ باتیں کیں جو ان کے گذشتہ آباؤ اجداد نے کی تھیں کہ نہ کوئی نبی ہے نہ رسول ہے نہ قرآن ہے نہ حدیث ہے۔ نہ قیامت ہے نہ بعثت ہے نہ جنت ہے نہ دوزخ ہے نہ حیات بعد الممات ہے۔ نہ تدبر کی فکر نہ کسی کے سمجھانے کا اثر نہ حق کی سماعت نہ قدرت کی بصارت نہ حکمت کی ذکاوت رہی۔

ان آیات میں مفسرین کے اختلافی اقوال

قَلِيلًا کے معنی میں دو قول۔ ۱۔ بعض نے کہا اس کا معنی ہے اَقَلَّ یعنی بہت ہی کم۔ ۲۔ بعض نے کہا معنی ہے بالکل نہیں نفی کالعدم۔ دونوں قول درست ہیں کیونکہ یہاں تَشْكُرُونَ کے معنی میں دو قول ہیں۔ ۱۔ بعض نے کہا یہ خطاب مومنوں سے ہے تب قلیل بمعنی بہت تھوڑا ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا تَشْكُرُونَ کا خطاب کفار سے ہے تب قلیل کا معنی ہے بالکل نہیں کالعدم ہے۔ لَهُ کے لام میں دو قول۔ ۱۔ بعض نے کہا یہ لام بمعنی اِلٰی ہے یعنی اسکی طرف سے۔ ۲۔ بعض نے کہا یہ لام بمعنی مفعولیت ہے یعنی اسکی تاثیر قدرت کا لَهُ کے معنی میں میں دو قول۔ ۱۔ بعض نے کہا اسکا معنی ہے اس کے حکم کا فیصلہ۔ ۲۔ بعض نے کہا اس کی تاثیر کا فیصلہ قَلِيلًا مَّا کے معنی میں تین قول۔ ۱۔ بعض نے کہا یہ ما موصولہ ہے یعنی وہ شکر۔ ۲۔ بعض نے کہا یہ ما ظرف زمانی ہے یعنی شکر کا وقت۔ ۳۔ بعض نے کہا یہ ما زائدہ تاکید یہ ہے بمعنی حقاً۔ یعنی حق یہ کہ کفار کچھ بھی شکر نہیں کرتے اور مسلمان تھوڑا شکر کرتے ہیں۔ بجز انبیاء کسی انسان میں پورے شکر کی طاقت نہیں۔ وَاِلَيْهِ کے اِلٰی میں دو قول۔ ۱۔ بعض نے کہا اِلٰی اپنے ہی معنی میں ہے بمعنی طرف اور ہ ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف۔ ۲۔ بعض نے کہا اِلٰی بمعنی فِی اور ہ ضمیر کا مرجع اَرْض ہے۔ یعنی زمین میں يُحْيِي وَيُمِيتُ کے ترتیبی معنی میں دو قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا اس کا معنی ہے دنیا میں زندہ فرماتا ہے پھر مارتا ہے اور انسان قبر میں چلا جاتا ہے۔ یہی قول درست ہے وعام فہم۔ ۲۔ بعض نے کہا کہ يُحْيِي سے مراد آخرت کی زندگی يُمِيتُ سے مراد قبر کی موت يُحْيِي مستقبل ہے۔ يُمِيتُ حال ہے۔ ترتیب کی الٹ يُحْيِي کی اہمیت بتانے کے لئے ہے اور واؤ عطف صرف جمع کیلئے ہوتی ہے نہ کہ ترتیب کیلئے۔ اَفَلَا تَعْقِلُونَ کی قرات میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت میں یہ جمع مذکر حاضر مضارع ہے اور خطاب کفار سے ہے یعنی اے کافرو کیا تم عقل سے نہیں سوچتے یہی قرأت درست ہے

کیونکہ مشہور مکتوب وَتَشْكُرُوْنَ کے مطابق ہے۔ ۲۔ یہ مضارع جمع مذکر غائب اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ ہے اور سوالِ اقراری سے کفار کی کیفیت کفر بتائی جا رہی ہے۔

فائدے

ان آیات پاک سے چند فائدے حاصل ہوئے ہیں۔ **پہلا فائدہ:** کفار دنیا میں کتنی ہی اچھائیاں بھلائیاں انسانی ہمدردیوں کی خیرخواہیاں کرلیں یا اپنے طریقوں پر اللہ تعالیٰ کی عبادت سجدہ ریزی و شکرِ نعمت کرلیں مگر سب کچھ بیکار کیونکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کالعدم و نا قابل قبول ہے۔ یہ فائدہ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ کے ایک معنی سے حاصل ہوا جبکہ یہاں خطاب صرف کفار سے ہو۔ قلیل کا ایک معنی اَقَلّ ہے اور عربی اصطلاحی محاورے میں معدوم و منفی کیلئے اَقَلّ بولا جاتا ہے۔ **دوسرا فائدہ:** انسان مومن متقی بن کر حسب طاقت تمام عمر بھی اگر شکرِ الٰہی کرتا رہے تو بھی وہ شکرِ قلیل ہے تین وجہ سے ایک یہ کہ ہر انسان کے لئے تین نعمتیں تو ہمہ وقت موجود ہیں۔ ا۔ جسمانی اندرونی بیرونی اعضاء تندرست۔ ۲۔ غذائیں۔ ۳۔ دوائیں۔ دوسری وجہ یہ کہ بالواسطہ یا بلاواسطہ و بلا ارادہ یا بالا رادہ ہر انسان ان تینوں نعمتوں کو استعمال کر رہا ہے ان کے فوائد پا رہا ہے۔ تیسری وجہ یہ کہ انکے علاوہ بیرونی بیشمار وہ نعمتیں ہیں کہ ہر انسان اسی طریقے سے ان کو برت رہا ہے کہ استعمال کا احساس تک نہیں ہوتا۔ مثلاً چاند سورج ستاروں کی شعائیں' لذتوں خوشبوؤں والی غذائیں' سانس کی آمدورفت کی ہوائیں' آنکھ' ناک' کان' دل' دماغ و دیگر جسمانی اعضاء کی نفع بخش کارکردگی۔ پھولوں پھلوں کی موسمی بہاریں۔ دن کا کاروباری چین۔ رات کا استراحتی سکون اتنی نعمتیں کہ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا۔ (ابراہیم: ۳۴) ان تمام نعمتوں سے انسان کی بقا اور صحت مندی وابستہ ہے۔ لیکن ان کے شکریے میں متقی مومن اپنے جسمانی قوت کے مطابق ہی عبادت و اطاعت کرسکتا ہے مگر انسانی جسم میں تین کمزوریاں۔ ا۔ غفلت کی نیند۔ ۲۔ بیماری کی نقاہت۔ ۳۔ دنیاداری کی حاجت یعنی کھانا پینا کمانا اور گھر بسانا' رشتے بڑھانا شکرِ الٰہی نام ہے اطاعت و اتباع نبوی کا۔ اور انسان کی یہ کمزوریاں اطاعت و اتباع کو کم کر دیتی ہیں۔ اس لئے شکر کم ہو جاتا ہے۔ اگرچہ یہ کمی انسان کی مجبوری ہے جرم نہیں۔ اسی مجبوری کا یہاں ذکر ہے یہ فائدہ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ کی اس تفسیر سے حاصل ہوتا ہے جس میں خطاب مومنین سے ہے غرضکہ ہر نعمت جو ہر وقت بھی ہے کامل بھی مگر شکر کی اطاعت و اتباع ناقص ہے۔ مشاہدۃً بھی وقتاً بھی۔ **تیسرا فائدہ:** اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی تمام اشیاء کو جوڑا جوڑا یعنی تثنیہ کی تعداد میں پیدا فرمایا۔ اس سے اہل بصیرت کو دو ایمانی فائدے حاصل ہوئے۔ ایک یہ کہ وحدت و توحید اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے۔ وہی ذات وحدہٗ لاشریک ہے۔ نہ ذات میں اس کا کوئی شریک نہ صفات میں لیکن مخلوق میں زوجیت و مثلیت کا تثنیہ ہے۔ کوئی مخلوق واحد لاشریک نہیں خواہ آسمان کے ملائکہ یا کواکب ہوں یا زمین کے انسان حیوان شجرات حجرات موسمیات ثمرات ہوں۔ دوسرا یہ فائدہ ملا کہ جب ہر چیز ہی جوڑا ہے تو یہ ماننا بھی واجب ہے کہ انسانی زندگی بھی جوڑا ہے۔ پہلی دنیوی زندگی اعمال کیلئے دوسری اخروی زندگی جزا کیلئے۔ یہ فائدہ یہاں چھ باتیں فرمانے سے حاصل ہوا۔ ا۔ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ۔ ۲۔ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ۔ ۳۔ يُحْيِي۔ ۴۔ وَيُمِيْتُ۔ ۵۔ وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّيْلِ۔ ۶۔ وَالنَّهَارِ۔ ان سب کو دو دو فرمایا۔ اس کی مزید وضاحت سورۃ ذاریات کی آیت ۴۹ میں ...

احکام القرآن

ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ**: فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ جس طرح علم اصول کا قاعدہ کلیہ ہے لِلْاَکْثَرِ حُکْمُ الْکُلِ۔ یعنی اکثر کو تمام ہونے کا حکم دیا جاتا ہے۔ اسی طرح لِلْاَقَلِ حُکْمُ الْعَدَمِ وَالنَّفِیُ یعنی اقلیت کو عدمیت ومنفیت کا حکم دیا جاتا ہے اسی قانون پر فقہ اسلامی کے بہت سے مسائل نکلتے ہیں۔ عربی محاورہ واصطلاح اسی طرح ہے۔ چنانچہ اہل عرب جب کسی چیز کی نفی کرنا چاہتے ہیں تو کہتے ہیں مَا اَقَلَّ شُکْرًا۔ مَا اَقَلَّ ھَدْیًا وَّ بَدْلاً۔ اسکا معنی یہ لیا جاتا ہے کہ فلاں نے بالکل شکر نہ کیا۔ بالکل ہدیہ اور بدلہ نہ دیا۔ ایسے ہی مَا اَکْثَرُ شُکْرًا وَّھَدْیًا وَّ بَدْلاً کا معنی کیا جاتا ہے کہ ہمارا شکریہ فلاں نے پورا کیا ہے اور ہدیہ پورا دیا۔ بدلا تمام چکا دیا۔ قرآن مجید نے بھی علمِ اصولی کے اس قانون ومحاورہ عرب کو ثابت وقائم فرمایا۔ یہ مسئلہ قَلِیْلًا مَّا تَشْکُرُوْنَ کی اس تفسیر سے حاصل ہوا جس میں تَشْکُرُوْنَ کا خطاب کفار سے ہے اور قلیل بمعنی اَقَلّ ہے۔ **دوسرا مسئلہ**: شرعی اسلامی قانون کے مطابق اسلامی نظام الاوقات یعنی کیلنڈر میں پوری رات پہلے ہوتی ہے دن بعد میں سورج غروب ہوتے ہی دوسری تاریخ شروع ہو جاتی ہے۔ لہٰذا اگر کسی نے وعدہ کیا یا قسم کھائی یا طلاقِ معلق دی قسم میں اور کہا کہ جمعہ کو یہ کام نہ کروں گا یا اگر بیوی سے کہا کہ اگر تو جمعہ سے پہلے نہ آئی تو تجھے طلاق ہے۔ تو اگر اس شخص نے جمعرات کو غروب آفتاب سے پہلے وہ کام کر دیا یا بیوی گھر آ گئی تو طلاق نہ پڑی نہ قسم ٹوٹی۔ اسی قانون سے شیعوں کا افطار میں دیر لگانا گناہ اور حکمِ الٰہی کی خلاف ورزی ہے۔ کیونکہ افطار میں اِلَی الَّیْلِ کی شرط ہے یعنی رات سے پہلے افطار ضروری ہے۔ رات کا ذرہ حصہ بھی روزے میں شامل نہ ہونا چاہئے۔ یہ مسئلہ وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ میں۔ لیل کو پہلے بیان کرنے سے مستنبط ہوا۔ **تیسرا مسئلہ**: قانونِ شریعت میں دین وایمان وعقائد میں تقلید حرام وممنوع وگناہ ہے لیکن اعمال افعال عملیات میں تقلیدِ فقہا لازم وواجب ہے۔ یہ مسئلہ بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ۔ فرمانے سے مستنبط ہوا۔ بَلْ فرمانے سے اس مثلیت کی برائی بیان ہوئی۔ اور قَالُوْا فرمانے سے عقائد وایمان کا ذکر ہوا۔ کیونکہ ایمان قول سے ہوتا ہے نہ کہ عمل سے اور عقیدہ قائل ہونے کا نام ہے۔ یہی وجہ ہے بَلْ اَعْمَلُوْا نہ فرمایا گیا۔ اور مثل فرمانے سے تقلید مراد لی گئی اور مِثْلَ مَا کی اضافت سے اس تقلید کی نسبتِ بد کا ذکر کیا گیا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ **پہلا اعتراض**: یہاں ابتدا میں ہی فرمایا گیا وَھُوَ الَّذِیْ۔ مفسرین فرماتے ہیں یہ واوٴ عاطفہ ہے حالانکہ عطف وہاں جائز ہے جہاں پہلے کلام اور بعد والے کلام میں کچھ مجانست ہو۔ لیکن پہلے کلام اِذَا ھُمْ فِیْهِ مُبْلِسُوْنَ اور واوٴ کے بعد والے کلام وَھُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَلَکُمُ السَّمْعَ (الخ) میں کوئی مجانست نہیں ہے کیونکہ پہلا کلام غائبانہ ہے بعد والا کلام مخاطبانہ۔ تو پھر یہاں واوٴ عاطفہ کیوں لائی گئی۔ **جواب**: جن کے نزدیک یہ واوٴ عاطفہ ہے وہ یہ جواب دیتے ہیں کہ مجانست موجود ہے وہ یہ کہ کفار کی ناشکریاں وکفریات تا قیامت مسلمانوں کو بتائی جا رہی ہیں کہ اے مسلمانو تم سب انسانوں کو کان آنکھ دل دماغ کی نعمتیں تو تمیں اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائیں۔ اے مسلمانو کفار نے ان نعمتوں کی ناشکری کی اس لئے جب ان پر عذاب کا دروازہ کھلے گا تو وہ [illegible] جائیں گے [illegible] اور ان ان نعمتوں کو یاد رکھ کر

شکر کرتے رہنا۔ اگرچہ کامل و کثیر شکر اپنی بشری مجبوریوں کی بنا پر تم بھی نہیں کر سکتے۔ یعنی کفار تو مُبْلِسُوْن ہیں اور اللہ تعالیٰ نعمتیں دینے والا ہے۔ اور تم مسلمان قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ہو لہٰذا عطف درست ہوا۔ **دوسرا اعتراض:** یہاں فرمایا گیا اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ۔ یعنی ترتیب ذکری میں پہلے سَمعُ پھر ابصار پھر افئدہ۔ حالانکہ جسم میں دل پہلے بنتا ہے تو یہاں اس ترتیب میں کیا حکمت ہے۔ سمع کو پہلے کیوں ذکر فرمایا گیا۔ **جواب:** یہ ترتیب دو وجہ سے رکھی۔ ایک وجہ ظاہر و پوشیدہ ہونا دوسری وجہ کثرتِ فوائد کے اعتبار سے۔ چونکہ یہ کلام کفار فساق اور جہلا عقلا کو سنانا ہے اس لئے یہاں ان اعضا کا ذکر فرمایا گیا جو ہر طرح ظاہر ہیں بناوٹ میں بھی فوائد میں بھی چنانچہ کان و آنکھ اور انکی سماعت و بصارت سب کو نظر آتی ہے۔ اس لئے ان قوتوں پر لوگوں کا تصرف بھی ہے چاہیں کھلا رکھیں یا وقتی طور پر ڈانٹ لگا کر انگلیاں کانوں میں دیکر یا پردہ ڈال کر بند کر دیں۔ ان کی بناوٹ و شکل وصورت بھی ہر ایک کے سامنے ظاہر۔ مگر قلب انسانی کسی کے سامنے ظاہر نہیں نہ بناوٹ نہ فوائد بلکہ فوائد تو بالکل مستور۔ کسی کو نہیں معلوم کہ چاہت محبت علم فکر رنج وغم خوشی و سرور دل سے ہی صادر ہوتا ہے اور کس طرح ہوتا ہے اس وجہ سے السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ کا ذکر پہلے فرمایا گیا۔ افئدہ کا بعد میں۔ نیز سماعت کے فوائد ابصار سے بھی زیادہ ہیں اور افئدہ سے بھی اس لئے دونوں سے پہلے سَمع کا ذکر کیا گیا۔ سمع کے فائدے چند طریقوں میں بصارتِ نظر سے زیادہ۔ ۱۔ سماعت مضبوط ہوتی ہے بصارت نازک کہ ذرا پردہ آ جائے تو نظر بیکار۔ ۲۔ دھول اڑے۔ ۳۔ دھواں اٹھے۔ ۴۔ مچھر کنکر پڑ جائے۔ ۵۔ آنسو آ جائے۔ ۶۔ آنکھ میں پانی پڑ جائے ان سب صورتوں میں سمع سلامت مگر آنکھ بیکار۔ ۷۔ اندھیرا ہو تو آنکھ بیکار مگر کان کی سماعت کارآمد و سلامت باقی۔ ۸۔ کان کی سماعت علمی فائدہ ہر طرح ہر وقت حاصل کر لیتی ہے مگر آنکھ پڑھے بغیر علمی فائدہ نہ دے سکے نہ لے سکے۔ ایک جاہل کی آنکھ کیلئے ہر کتاب بیکار جب تک کسی سے سنے نہ۔ مگر نابینا کانوں والا کسی سے سن کر علم حاصل کر لیتا ہے۔ اسی لئے دنیا میں نابینا علما فضلا حکما بہت موجود ہیں مگر قطعی بہرہ آدمی عالم نہیں بن سکتا جب تک کسی مشین وغیرہ کے ذریعے بہرا پن ختم ہو کر سماعت بحال نہ ہو۔ قطعی بہرہ شخص نہ علمی فائدہ دے سکے نہ لے سکے۔ اسی کیفیت میں سمع کے فوائد آئندہ سے بھی زیادہ ہیں اس لئے سمع کا ذکر پہلے فرمایا گیا۔ لیکن اصل حکمتِ باری تعالیٰ اس کے علاوہ بھی ہو سکتی ہے۔ **تیسرا اعتراض:** اسکی کیا وجہ کہ سَمع واحد فرمایا مگر اَبْصار اور اَفئِدہ جمع فرمایا حالانکہ اگر انسانی فردیت کو دیکھا جائے تو ہر انسان کے دو کان دو آنکھیں اور ایک دل ہے اور اگر انسانی اجتماعیت کو دیکھا جائے تو مجموعی طور پر کان بھی جمع ہیں۔ **جواب:** دراصل یہاں ان اعضاء ثلاثہ کی فردیت جمعیت ان کے آلات کی تعداد کی وجہ سے نہیں بلکہ تعداد ادراک کی وجہ سے ہے۔ کان اگرچہ تعداد میں مثیل ہیں اور فوائد میں کثیر ہیں مگر ادراک میں واحد ہے یعنی کان کا کام صرف سننا ہے لیکن آنکھیں اور افئدہ اگرچہ فوائد میں سمع سے قلیل ہیں اور تعداد میں مثیل ہیں لیکن ادراک میں کثیر ہیں۔ چنانچہ آنکھوں کے چار ادراک ہوتے ہیں۔ ۱۔ ادراک تشکل۔ ۲۔ ادراکِ رنگ۔ ۳۔ ادراکِ روشنی۔ ۴۔ ادراکِ حدودِ اربعہ کا حجم۔ یعنی ایک بصارت نے ہر چیز کی چار چیزیں معلوم کیں۔ جسمانیت کی لمبائی چوڑائی موٹائی دیکھی شکل وصورت دیکھی رنگ دیکھا چمک و روشنی دیکھی۔ دل کے پانچ ادراک۔ ۱۔ تصورات۔ ۲۔ تصدیقات۔ ۳۔ تفکرات۔ ۴۔ علمی استدلال۔ ۵۔ خوشی غم محبت چاہت کا پیدا ہونا۔ ان وجوہ سے سمع

واحد اور ابصار وافئدہ کو جمع فرمایا گیا۔

تفسیر صوفیانہ

اور وہی اللہ ہے خالقِ روحانیت مالکِ سلطانیت ہادیٔ عرفانیت جس نے نشو و نما سے پیدا فرمایا تم تمام مسافرانِ راہ طلب کیلئے سماعتِ اسرار کے کان اور بصارتِ انوار کی آنکھیں اور فکریاتِ آیات کرنے کے قلوبِ افئدہ۔ صورت ربانی کا سننا خالق تعالیٰ کا انعامِ عظیم ہے۔ ابصار کا انوار کو دیکھ لینا ہادیٔ برحق کا افضالِ جمیل ہے اور سینۂ قالب کے قلوبِ افئدہ مولائے کل کا اکرامِ جلیل ہے۔ ان نعمتوں کا اظہار بھی عقلِ سلیم پر احسانِ عمیم ہے۔ اس اظہار کا مقصد اولین مومنوں سے طلب شکر ہے۔ فاسقوں سے عتابِ کفران ہے۔ کفار سے نفرتِ کفر ہے۔ ان نعمتوں کے استعمال کی تعلیم گاہ بارگاہِ نبوت ہے۔ استعمال کا طریقہ شکرِ منعم تعالیٰ ہے اور شکر کا طریقہ مالکِ کامل خالق قاہر الٰہ واحد کی اطاعت وعبادت اور آقا علیہ السلام کی اسوۂ حسنہ کی اتباع کامل ہے اور منزل قرب تک پہنچنے کیلئے راہ طلب کی وادیٔ سلوک میں اقدام سماعت وبصارت وقلبی ارادت کرنا ہے۔ لہٰذا اے بندگان طالبین تمہارے کانوں کا شکریہ ہے کہ ممنوعہ مکروہہ آوازیں سننے سے کانوں کو بچاؤ تاکہ تم فرشیوں کو عرشیوں کی باتیں آوازیں سنائی دیں۔ دنیا میں اللہ تعالیٰ کیلئے سنو۔ اللہ کی طرف سے سنو۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی سنو۔ اے بندو تمہارے کان قرآن کریم کی تلاوت احادیث کی سماعت نصیحتِ حق اور وصیتِ رب کی گزرگاہ ہے لہٰذا اس راہ صاف وشفاف میں باطل و بہتان هُمَزَهِ شَيْطَن لُمَزَهِ طُغْيَانَ کے کانٹے نہ بکھیرو نہ چغلی وغیبت سنو نہ سننے کی کوشش کرو۔ آنکھوں کی بصارت کا شکریہ ہے کہ نظر کو محرمات کے دیکھنے سے بچاؤ۔ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ عبرت کا دیکھنا دیکھے۔ عارف کی نظارت للہ ہونی چاہئے اور بصارت باللہ اور بصیرت الی اللہ۔ اہل معرفت کی دونوں آنکھیں صنعت قدرت پر لگی رہتی ہیں۔ فاسقین کی نگاہیں دوست برادر۔ جوار وقرابت کی عیب جوئی وجاسوس کوشی میں لگی ہوتی ہیں۔ یہ فرق ہے نگاہ عاشقین فاسقین میں۔ شکرِ قلب یہ ہے کہ اخلاقِ ذمیمہ و عاداتِ ذلیلہ ونیاتِ خسیسہ و اراداتِ فاسقہ کی گندگی سے دل کو پاک رکھے اور نیاتِ خیر و تصوراتِ ابرار کے ذریعہ قلب کو پاک کرتا رہے۔ برے خیالوں کی پلیدی میں گرنے لتھڑنے سے بچاتا رہے۔ خطاؤں کے میل کو ندامت کے آنسوؤں سے دھوتا رہے اور دنیا و اہل دنیا سے اس طرح بے تعلق ہو جائے کہ قربت صرف الی اللہ ہو۔ محبت صرف للہ ہو اور مشاہدہ صرف باللہ ہو۔ اے لوگوں تمہارے پاس گوہر دل امانتِ ربانی و ودیعت الٰہی ہے۔ یہ دنیا پر خطر راہ ہے اور راہ مار پھرتے ہیں۔ اس گوہر کو چوروں سے بچاؤ۔ غفلت کی نیند مت سوؤ۔ کرم کتنا کثیر ہے مگر قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ۔ اے بندو تمہارا شکر بہت قلیل ہے۔ رب تعالیٰ کی طرف سے انعام کتنا بڑا ہے بندوں کی طرف سے شکران کتنا چھوٹا ہے۔ وَهُوَ الَّذِىْ ذَرَاَكُمْ فِى الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ۔ اور وہی اللہ تعالیٰ وہ خلاق کائنات ہے جس نے عالم ناسوت میں تم کو پھیلایا اور عالم جبروت کے قرب معرفت میں تم کو پہنچایا۔ قوت روحانی دیکر تم کو اٹھایا اور اپنی بارگاہ الفت کی طرف تم کو دوڑایا۔ سب قوتیں قدرتیں مصلحتیں حکمتیں ہیں جو اسی قادر وقیوم کی ہیں۔ وَهُوَ الَّذِىْ يُحْىٖ وَيُمِيْتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ اور وہی اللہ تعالیٰ وہ ہے جو تمام مخلوق ارضی وسماوی عرشی وفرشی سری وخفی ظاہر وباطن کو حیاتِ بقا دیکر منفعت کثیر سے زندہ فرماتا اور زندہ رکھتا ہے۔ اور پھر اسی مخلوق کلی کو موت فنا اور وفات بیکاریت سے ماردیتا ہے۔ اسی عالم رنگ وبو میں بقا

بھی ہے فنا بھی۔ منفعت بھی نقصانات بھی۔ کاریت بھی بیکاریت۔ علم کی روشنی بھی جہالت کا اندھیرا بھی۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی ہی قدرت کے کرشمے حکمت کے چشمے قوت کے نظارے غلبے کے دلائل۔ قبضے کے فضائل ہیں اور اسی رب کریم مولائے رحیم کا امر و تصرف ہے فیصلہ تاثر ہے شب مراقبہ و یومِ مشاہدہ اور شبِ نفسانی و یوم ایمانی اور شبِ حلوت و یومِ جلوت اور شب فراق و یوم وصال اور شب ظلمات و یوم تجلیات اور شب اسرار و یوم اشرار کے اختلاف پر کہ کہیں کمی ہے کہیں زیادتی ہے۔ کہیں تعاقب کہیں سباقت۔ کہیں ظلمت کہیں ضیا۔ کہیں سکنات کہیں حرکات اور کہیں غفلت کا سو جانا کہیں کسبت کا جاگ جانا۔ کوئی سو رہا ہے کوئی رو رہا ہے۔ اے غافلینِ انجام ومحرومین انعام کیا تم زمانے کے اس اتار چڑھاؤ' آمد و رفت کی سمجھ نہیں رکھتے عبرت نہیں پکڑتے اور اس عبرت سے تمہارے حالات نہیں سدھرتے' اعمال نہیں سنورتے اور تم شعورِ عرفانی' عقل ایمانی' فراستِ روحانی کے حصول کیلئے محنتِ عبادت و مجاہدہ معرفت نہیں کر سکتے۔ بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ۔ بلکہ ان غافلوں فاسقوں کاسلوں کاسدوں جاہلوں نے غفلت کے بستروں کسلت کے گھواروں شقاوت کے دلدلوں میں پڑے پڑے وہی کہا' وہی عقیدہ بتایا' کردارِ بد دکھایا جو نفسِ امارہ کے پہلے غلاموں دنیا کے پرستاروں' ابلیس کے یاروں نے کہا تھا۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو قالب انسانی میں چھ نعمتیں عطا فرمائیں۔ پہلی نعمت کانوں کی سماعت دوم آنکھوں کی بصارت سوم قلب کی ذکاوت علیت چہارم زمین کی خلافت پنجم اعمال کیلئے حیات ششم انجام و انعام کیلئے اموات۔ عطاء زندگی کیلئے فرمایا اَنْشَاَ لَكُمْ۔ انجام و انعام کیلئے فرمایا قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ۔ خلافت ارضی کیلئے حسبیت نسبیت صہریت کی بقا بخشی اور بقا کیلئے فرمایا ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ۔ یہ خصوصیت انسانی ہے۔ حیاتِ ابدی کی خصوصیت کیلئے فرمایا وَ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ۔ مگر يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ یعنی دنیا والوں کیلئے زندگی اور موت کو عام رکھا یہ بتانے کے لئے کہ اے انسانو موت و حیات سب زمینی جانداروں کی یکساں ہے مگر دل دماغ سماعت بصارت خلقت ولادت کی عطاو بقا میں فرق ہے۔ انسانوں کو یہ نعمتیں امانت الٰہی ہیں۔ آیات تنزیلیہ سننے کیلئے آیات تکوینیہ یعنی افلاک و آفاق میں نشاناتِ قدرت دیکھنے خالق تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے کیلئے' قلب میں قدرت حکمت مصلحت کا تدبر تفکر تعمل تعقل تذکر کرنے کیلئے' دنیوی حیات عطا فرمائی۔ دنیا سنوارنے اعمال کمانے آخرت بچانے کیلئے اور اپنی موت کو دعوت رحمانی تمغہ ربانی بنانے کیلئے۔ کیونکہ موت کی آمد مومن متقی کیلئے دعوت نامہ ہے۔ فاسق کیلئے سمن یعنی عدالت کا بلاوا ہے۔ کافر کیلئے وارنٹ ہے گرفتاری کا۔ اگر انسان اس امانت ربانی کی حیات کو شریعت حقیقت طریقت معرفت کیلئے استعمال نہ کرے بلکہ کافران اولون' فاسقان آخرون کی طرح کافر یا فاسق بن' [illegible] زندگی گزار دے تو مثلِ حیوانی ہے بلکہ خائنِ شیطانی ہے۔ اے دنیا میں رہنے والے بندے اس زندگی کی قدر کر کیونکہ یہ ز[illegible]گی۔

غافلوں کے واسطے پیغام ہے بیداری کا ۔۔۔ تو سمجھتا ہے کہ یہ سامان ہے بیکاری کا

دنیا میں تین شخص قابلِ رحم ہیں۔ ایک وہ عالم جس پر جاہل کا حکم چلے دوسرا وہ شریف جس پر کمینے کا حکم چلے تیسرا وہ عقلمند [illegible] گناہوں میں مبتلا رہے۔ یاد رکھو کہ ضرورت سے خواہش' خواہش سے کوشش اور کوشش سے حصول اور حصول سے نتیجہ ظاہ[illegible] ہے۔ چار نیکیاں افضل ہیں۔ ۱۔ غصے میں درگزر۔ ۲۔ تنہائی میں پارسائی۔ ۳۔ تنگ دستی میں سخاوت، ۴۔ طاقت [illegible] انکساری عاجزی۔

قَالُوْٓا ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا
کہ بولے تعجب ہے کیا جب ہم مرجائیں اور ہوجائیں گے ہم مٹی اور کھلی ہڈیاں تو کیا یقیناً ہم
بولے کیا جب ہم مرجائیں اور مٹی ہڈیاں ہوجائیں کیا
لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۸۲﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا
البتہ زندہ اٹھائے ہوئے ہوں البتہ صرف وعدہ دیئے گئے ہیں ہم اور ہمارے باپ دادا
پھر نکالے جائیں گے بیشک یہ وعدہ ہم کو اور ہم سے پہلے ہمارے باپ دادا
هٰذَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۸۳﴾
کو بھی یہ ہی کہا جاتا رہا پہلے سے نہیں ہے یہ وعدہ مگر پہلوں کی قصے کہانیاں۔ ان منکرین قیامت سے
کو دیا گیا یہ تو نہیں مگر وہی اگلی داستانیں
قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۴﴾
پوچھو کہ کس کی ہے زمین اور وہ مخلوق جو اس زمین میں ہے بتاؤ اگر ہو تم جانتے۔
تم فرماؤ کس کا مال ہے زمین اور جو کچھ اس میں ہے اگر تم جانتے ہو
سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۵﴾
عنقریب کہیں گے کہ اللہ کا ہی سب کچھ ہے۔ فرماؤ کہ تو کیا تم اب بھی نصیحت نہیں پکڑتے
اب کہیں گے کہ اللہ کا۔ تم فرماؤ پھر کیوں نہیں سوچتے۔

تعلقات

ان آیات کا پچھلی آیات پاک سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آیات میں یہ بتایا گیا کہ موجودہ کفار کی باتیں بھی کفر میں بالکل سابقہ کافروں جیسی ہیں۔ اب ان آیات میں فرمایا جا رہا ہے کہ موجودہ کفار یہ یہ باتیں کرتے ہیں۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیت میں اللہ تعالیٰ کی تین نعمتوں کان، آنکھ اور دل کی عطا کا ذکر فرمایا گیا کہ اے احسان فراموش کافرو ہم نے ہی تم کو یہ تین عظیم الشان نعمتیں دی ہیں۔ اب ان آیات میں چوتھی نعمت بولنے والی زبان کے کفر بولنے کا ذکر فرمایا جا رہا ہے کہ بجائے احسان مندی سے ایمان لانے کے ناشکری و احسان فراموشی کرتے ہوئے کفار نے عمر بھر کفر ہی کیا حالانکہ یہ اعضا اور زبان شکر و ایمان کے لئے دیئے گئے نہ کہ کفر و طغیان کے لئے۔ **تیسرا تعلق:** پچھلی آیات میں موجودہ کفار کی سابقہ کفار سے قولی مثلیث کا ذکر فرمایا گیا۔ اب ان آیات میں موجودہ تا قیامت کفار کے چار اقوال بیان فرما کر مثلیث دینی و قومی کی وضاحت فرمائی جا رہی ہے۔ ا۔ حیات بعد الممات کا انکار ۲۔ کہنا کہ ہمارے پہلے باپ دادوں سے بھی ان

انبیاء نے ایسی ہی حیات بعد الممات اور۔ ۳۔ قیامت ہونے کی باتیں کی تھیں مگر نہ کوئی مردہ اب تک زندہ ہوا نہ قیامت آئی۔ لہٰذا یہ سب باتیں اَسَاطِیرُ الاَوّلین ہیں۔

تفسیر نحوی

قَالُوْٓا ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۸۲﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۸۳﴾ قَالُوْا فعل بافاعل پوشیدہ جملہ فعلیہ خبر یہ ہوکر قول ہوا۔ ءَ ہمزہ سوال انکاری کا یعنی ایسا نہیں ہو سکتا۔ اِذَا شرطیہ مِتْنَا باب ضرب کا ماضی مطلق معروف صیغہ جمع متکلم۔ یہ فعل بافعل جملہ فعلیہ ہوکہ معطوف علیہ واؤ عاطفہ کُنَّا فعل ناقصہ ماضی مطلق صیغہ جمع متکلم کَوْنٌ سے مشتق ہے۔ اس کا اسم نَحْنُ ضمیر صیغہ پوشیدہ۔ تُرَابًا اسم مفرد جامد بمعنی مٹی بھر بھری خاک کی مثل پوڈر معطوف علیہ واؤ عاطفہ عِظَامًا اسم جمع مکسّر متصرف اس کا واحد ہے عظمٌ ترجمہ ہے ہڈیاں۔ یہ معطوف ہے تُرَابًا پر دونوں مل کر خبر ہے کُنَّا کی یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ ہوکر معطوف ہے مِتْنَا پر دونوں عطف مل کر (معطوف علیہ معطوف) شرط سوالیہ ہوئی۔ ہمزہ جوابیہ بمعنی تو کیا اِنَّا دراصل ہے اِنَّ نَا۔ اِنَّ حرف مشبہ نَا کا ضمیر جمع متکلم منصوب متصل اسم اِنَّ۔ لام تاکید یہ بمعنی ضرور۔ مَبْعُوْثُوْنَ باب فتح کا اسم مفعول جمع مذکر بَعْثٌ سے مشتق ہے بمعنی اٹھایا جانا زندہ کیا جانا۔ اس کا نائب فاعل نَحْنُ ضمیر جمع متکلم پوشیدہ۔ یہ دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہوکر خبر ہے اِنَّ کی۔ اِنَّ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہوکر جزاء سوالیہ ہے ءَ اِذَا شرط کی دونوں مل کر مقولہ اول ہے قَالُوْا کا۔ لام کی تحقیقہ بمعنی اَلْبَتَّۃَ بیشک۔ قَدْ وُعِدْنَا فعل ماضی قریب مثبت مجہول صیغہ جمع متکلم وَعْدٌ سے مشتق ہے۔ نَحْنُ ضمیر جمع متکلم مرفوع منفصل معطوف علیہ واؤ عاطفہ اٰبَآءُ اسم جمع مکسر منصرف۔ اس کا واحد ہے اَبٌ بمعنی مُرَبِّیْ۔ اٰبَآءَ کا ترجمہ ہے گزشتہ باپ دادے۔ اٰبَآءَ مضاف نَا ضمیر جمع متکلم مجرور متصل مضاف الیہ یہ مرکب اضافی نائب فاعل ہے وُعِدْنَا کا هٰذَا اسم اشارہ قریبی بمعنی یہ اس کا مشار الیہ ہے مِتْنَا کا پورا جملہ مقولہ مِنْ جارہ بیانیہ ابتدائیہ قَبْلُ اسماء ظروف میں سے ظرف زمانی کے لئے مبنی فرع ہے ضمہ پر۔ حکماً مجرور ہے۔ اس جر کو اعراب حکائی کہتے ہیں یعنی اصلی حقیقی اعراب یہ جار مجرور متعلق ہے وُعِدْنَا کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہوکر ذوالحال ہے۔ اِنْ حرف نافیہ هٰذَا اسم اشارہ قریبی۔ اس کا مشار الیہ وُعِدْنَا کا جملہ۔ هٰذَا مستثنیٰ منہ۔ اِلَّا حرف استثناء متصل۔ اَسَاطِيْرُ اسم جمع منتہی الجموع غیر منصرف ہے۔ ایک قرأت میں اَصَاطِیْرُ ص سے ہے کیونکہ بقانون نحو یہ جس سین کے بعد ط ہو اس سین کو ص بھی لکھ سکتے ہیں۔ اس کا واحد ہے سَطْرٌ ترجمہ ہے لائن۔ اگر الفاظ کی ہو تو جمع ہے سطور۔ اگر بندوں کی ہو تو یعنی صف بندی تو جمع ہے اُسْطُرْ۔ تلوار یا چھری چاقو کی کاٹ کو بھی سطر کہا جاتا ہے، چونکہ قصہ کہانیاں لکھنے اور بیان کرنے پڑھنے یا سنانے میں لائن وسطور کی ترتیب سے لکھے، پڑھے، سنائے اور بیان کئے جاتے ہیں اس لئے کہانیوں کو اَسَاطِيْرُ کہا جاتا ہے۔ جھوٹی بناوٹی باتیں برائے دل بہلاوا۔ مقصد ہے خواہ مخواہ خوف زدہ کرنا یہ مضاف ہے۔ اَلْاَوَّلِيْنَ الف لام اسمی اَلَّذِيْنَ کے معنی میں۔ اَوَّلِيْنَ باب فتح کا اسم تفضیل صیغہ جمع مذکر بحالت کسرہ مضاف الیہ ہے اَسَاطِيْرُ کا یہ مرکب اضافی مستثنیٰ ہوا هٰذَا کا دونوں مل کر جملہ نافیہ ہوکر حال ہے وُعِدْنَا ذوالحال کا دونوں مل کر مقولہ دوم ہوا قَالُوْا کا۔ قول اپنے دونوں مقولوں سے مل کر جملہ قولیہ ہو گیا۔ قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۴﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ

اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝۸۵۔ قُلْ فعل امر حاضر معروف واحد مذکر اس کا فاعل اَنْتَ ضمیر مرجع نبی کریم ﷺ یہ فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر قول ہوا۔ لام حرف جر ملکیت کا۔ مَنْ اسم موصول استفہامیہ۔ یہ جار مجرور متعلق ہے ثَابِتٌ پوشیدہ اسم فاعل واحد مذکر کا۔ الف لام حرفی استغراقی یا جنسی بمعنی تمام زمین یا روئے زمین۔ اَرْضُ اسم مفرد مؤنث لفظی کیونکہ اس کی تصغیر اُرَیْضَةٌ آتی ہے۔ معطوف علیہ واؤ عاطفہ۔ مَنْ اسم موصوف فِیْهَا یہ جار مجرور متعلق ہے پوشیدہ مَوْجُوْدٌ اسم مفعول واحد مذکر کا یہ اسم مفعول اپنے پوشیدہ ضمیر صیغہ نائب فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر صلہ ہے مَنْ کا یہ موصول صلہ مل کر معطوف ہے اَلْاَرْضُ پر۔ دونوں عطف مل کر فاعل ہے ثابت پوشیدہ کا یہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر جزا مقدم ہے۔ اِنْ حرف شرط كُنْتُمْ فعل ناقصہ ماضی مطلق صیغہ جمع مذکر حاضر اَنْتُمْ ضمیر پوشیدہ اس کا اسم۔ تَعْلَمُوْنَ مضارع معروف مثبت جمع مذکر۔ عِلْمٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے جاننا، معلومات رکھنا اس کا فاعل اَنْتُمْ ضمیر صیغہ یہ فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے كُنْتُمْ ناقصہ کی یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر شرط مؤخر ہے یہ شرط و جزا مل کر مقولہ ہوا قُلْ کا یہ قول مقولہ جملہ قولیہ ہو گیا۔ س حرف تقریبی بمعنی عنقریب۔ یَقُوْلُوْنَ مضارع مستقبل مثبت معروف صیغہ جمع مذکر غائب ھُمْ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل یہ فعل فاعل جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ لِلّٰهِ یہ جار مجرور متعلق ہے پوشیدہ مصدر مِلْكِيَّةٌ کا یہ مصدر اپنے متعلق سے مل کر شبہ جملہ ہو کر مقولہ ہوا۔ سَیَقُوْلُوْنَ قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ ہو گیا۔ قُلْ یہ فعل امر با فاعل ضمیر صیغہ جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر قول ہوا۔ اَفَ حرف سوالیہ اقرار یہ یعنی ایسا کرو۔ تَذَكَّرُوْنَ۔ باب تَفَعُّلٌ کا فعل مضارع حال مثبت معروف صیغہ جمع مذکر حاضر ہے اس کا مصدر تَذَكُّرٌ ذِكْرٌ سے بنا ہے۔ مضارع اصل میں تَتَذَكَّرُوْنَ ہے۔ دوسری ت جو افتعال کی تھی وہ گر گئی برائے تخفیف۔ بعض نے کہا کہ پہلی ت گرائی گئی ہے مگر یہ غلط ہے کیونکہ پہلی تاء علامت مضارع ہے اور علامت نہیں گرائی جاتی جیسے سورۂ قدر میں تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ کی بھی دوسری تاء افتعال گرائی گئی نہ کہ پہلی تاء تانیث علامۃ۔ لَا تَذَكَّرُوْنَ کا فاعل اَنْتُمْ ضمیر صیغہ ہے یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ سوالیہ انشائیہ ہو کر مقولہ ہوا قُلْ اَفَلَا کا دونوں مل کر جملہ قولیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانه

قَالُوْٓا ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ۝ لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝

جس طرح گزشتہ قومیں اپنے اپنے نبی علیہ السلام کی تبلیغ سے منکر و متنفر ہو کر حشر و نشر قیامت، حساب و ثواب عذاب کا انکار کرتے رہے اور انکار فرار کے بہانے میں جو جو عذر تراشیاں خیال بانیاں گمان بازیاں اپنی حیثیت و قوت پر قدرت کبریائی کو قیاس کر کے کرتے اور گھڑتے رہے بالکل اسی طرز بیان، روش احمقانی سے ان موجودہ کفار مکہ نے بھی وہی کہا کہ ہائے تعجب۔ قطعاً ناممکن بالکل غلط سراسر جھوٹ کہ جب ہم مر گئے، زمانے گزر گئے اور قبروں میں ہم اور ہمارے یہ جسم خاک دھول مٹی ہو گئے اور صرف بکھری ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ گئے۔ جیسا کہ ہمارے پرانے گزشتہ آباء و اجداد کی پرانی قبریں کھلنے اور کھودنے سے دن رات مشاہدہ ہوتا ہے کہ بھر بھری مٹی میں سوکھی سڑی سفید ٹوٹی پھوٹی چھوٹی بڑی ہڈیوں کا بکھرا ہوا ڈھانچہ ملتا ہے۔ تو کیا ایسی خستہ شکستہ نایاب و کمیاب حالت میں بھلا ہمارے جسم موجودہ کی طرح ترو تازہ صحت مند تومند کی شکل و صورت چلنے پھلنے میں

مبعوث ہوکر زندہ اٹھائے جائیں۔ ہماری عقل اس بات کو نہیں مانتی کوئی بھی ایسا نہیں کرسکتا نہ کسی میں قدرت نہ کسی میں طاقت نہ ہمت نہ جرأت ہمارے اس انکار کی وجہ اور سچائی کے لئے یہ کتنی بڑی عام فہم مضبوط دلیل ہے کہ لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ. جس طرح آج ہم سے یہ قیامت وحیات ثانی اور جنت دوزخ، حساب و کتاب، عذاب وثواب کے وعدے وعید کئے جارہے ہیں۔ ڈراووں، بہلاووں کی بشارتیں نذارتیں سنائی جارہی ہیں۔ بالکل اسی طرح کے وعدے وعیدیں ہمارے آباء واجداد گذشتہ سے بھی کئے گئے تھے ان کے اپنے اپنے پہلے زمانوں میں۔ ہم سے اس نبی آخر الزمان (ﷺ) ہونے کے دعویدار نے کئے جبکہ پہلے زمانوں میں پہلے دعویدار نبوت لوگوں نے کئے تھے نہ ہمارے آباء نے ان کی مانی نہ ہم ان کی مانیں نہ وہ آباء ان پر ایمان لائے تھے نہ ہم ان پر لائیں گے اس انکار وایمان نہ لانے کی وجہ صاف ظاہر ہے جو ہمارے آباء بھی جانتے تھے اور آج ہم بھی جانتے ہیں کہ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ یہ حیات بعد الممات اور بعثت نشر قیامت حشر، عذاب قبر، ثواب اجر سب جھوٹے قصے کہانیاں افسانے ہیں جو کتابیں لکھنے، ورقے بھرنے، سننے، سنانے، دل بہلانے کے لئے سطروں میں لکھے گئے اور دماغوں میں بھر لئے گئے ہیں ورنہ کیا بات ہے کہ آج تک نہ کوئی مرکر زندہ ہوا نہ قبر سے نکلا نہ قیامت آئی نہ دوزخ دکھائی نہ جنت نظر آئی اگر یہ وعدے وعیدیں سچی ہوتیں تو کبھی تو کوئی زندہ ہوکر قبر سے نکلتا یا کبھی قیامت کا سماں طاری ہوتا ہم دیکھتے یا ہمارے باپ دادے ہی دیکھتے صدیاں بیت گئیں یہ باتیں سناتے ہوئے اور کان پک گئے یہ باتیں سنتے ہوئے۔ اے مسلمانو یہ ہیں کفار موجودہ وگزشتہ کی احمقانہ باتیں جو ہر دور میں یہ کفار کرتے رہے اور کفار موجودہ وگزشتہ غالباً یہ سمجھتے ہیں کہ شاید ان سے یہ کہا گیا ہے کہ تم زندوں کے سامنے سابقہ مردوں کی قیامت آجائے گی اور یہ سمجھ بیٹھے کہ ہر قوم، قبیلے کی قیامت علیحدہ ہوگی اور قیامتیں بار بار ہوں گی۔ وہ اللہ تعالیٰ تو اس پر بھی قادر ہے مگر قانون قیامت ایسا نہیں بنایا گیا نہ کسی نبی نے اس طرح سنایا نہ کسی نے اپنے نبی علیہ السلام کی زبانی ایسا سنا نہ کسی کتاب میں پڑھا تو اے کافرو تم نے یہ بیہودہ تخیل کہاں سے اپنے ذہنوں میں پکالیا جس نے تم کو نبی، رسول، کلام مقبول اور یوم نشور پر ایمان لانے کا منکر بنایا۔ قیامت ضرور ہوگی اور تم سب کو ان ہی جسموں شکلوں میں زندہ کرکے ثواب وعذاب کے لئے اٹھایا جائے گا مگر تم سب کے مرنے کے بعد ایک بار ہی جب مکمل طور پر پوری انسانیت گزرگاہِ دنیا سے گزر جائے گی عملیات کسبیات ختم ہوجائیں گے۔ یہی فطرت کا تقاضا قدرت کا ارادہ ہے ابھی تو دنیا میں آنے جانے کسب وعمل موت وحیات کا سلسلہ جاری ہے۔ ابھی قیامت کیسے آسکتی ہے قیامت کوئی شعبدہ بازی کا کھیل نہیں ہے کہ بعض پر چلایا جائے بعض کو دکھایا جائے بلکہ سب پر بیک وقت قائم ہوگی اور سب بیک دم زندہ کئے جاؤ گے تم قبر کی خاک ہو یا آگ کی راکھ بنے ہو۔ تم اس خاک وراکھ سے حیات ثانیہ کو مشکل سمجھ رہے ہو حالانکہ تم اور تمہارے باپ دادے بلکہ تمہارے یہ کھیت کھلیان، شجرات، حیوانات اس دنیوی نشوونما سے پہلے بھی مٹی ہی تھے۔ کیا تمہیں خبر نہیں کہ هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا (دہر:۱) کیا انسان پر اس سے پہلے ایسا زمانہ نہیں گزرا جب کہ وہ کوئی قابل ذکر وتذکرہ چیز نہ تھی۔ مٹی میں مٹی ہی تھا تو جو خالق حی وقیوم مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ (طہ:۵۵) کے شاہکار عظیم سے تم کو پیدا کرکے اصل ونسل میں پھیلا سکتا ہے وہی صناع قدیم وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ (طہ:۵۵) قبریں بھی بنا سکتا ہے اور مٹی میں بدل سکتا ہے اور پھر وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ (طہ:۵۵) کی شان قیامت دکھا

سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی خلقت اول کو مانتے ہیں۔ قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِیْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ ان سے پوچھ کر دیکھ لو کہ یہ زمین اور اس میں موجود تمام انسان، حیوان، شجرات، حجرات، نباتات، غذائیات، دوائیات، لذات کے باغات، سفرات کے بحار کوہسار، فوائد کے چرند پرند درند یہ سب کس کی مخلوق ہے کون ان کا خالق مالک رازق ہے۔ ہمیں بتاؤ خوب سوچ کر خبر دو۔ اگر تم جانتے مانتے سمجھتے ہو حالانکہ یہ جاننا سمجھنا عام فہم و بدیہی علم ہے کیونکہ کائنات کا توذرہ ذرہ، پتا پتا، ڈالی ڈالی، چھوٹا موٹا بوٹا بوٹا وحدہٗ لاشریک خالق تعالیٰ کی جان پہچان ایمان عرفان کا دفتر طویل بنا ہوا ہے۔ تو کیا اے کافرو تم بھی ان اشیاء زمینی کے خالق کو جانتے ہو۔ سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ عنقریب فوراً جواباً کہیں گے کہ یہ سب اللہ کی مخلوق ہے۔ یہاں خالقیت میں کسی بت دیوی دیوتا یا جانور درخت کا نام نہیں لیں گے کیونکہ چالاک ہیں جانتے ہیں کہ یہ کام مشکل ہے ہمارے بت یہ کام نہیں کر سکتے یہاں سب بے بس ہیں اگر ہم نے خلقت میں بھی بتوں کو شریک مان لیا تو کہیں کوئی مومن مسلمان مطالبہ ہی نہ کر دے کہ اپنے بتوں سے ایک مچھر ہی زندہ بنوا کر دکھا دو یا کسی مچھر کا ایک پر ہی بنوا دو یا کوئی اکھڑا پر جوڑ کر قابل پرواز بنا دو۔ تو ہم بت پرست لوگ اپنے بتوں سے یہ مطالبہ کس طرح پورا کرا سکتے ہیں۔ یہ مطالبہ تخلیق تو کوئی جن فرشتہ انسان بھی پنڈت گرو بھی پورا نہیں کر سکتا۔ اس لئے مجبوراً یہ کفار اللہ تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک خالق و رازق مانتے ہیں اس قدرت میں شرک کی جرأت نہیں دکھاتے غرضیکہ کفار کا اللہ تعالیٰ کو خالق لاشریک ماننا خلوص ایمان نہیں بلکہ مجبوری انسان ہے تو مجبوراً خالق وحدہٗ لاشریک ماننے والے کافروں سے قُلْ پوچھئے۔ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ کہ اتنے اقرار تسلیم کے بعد بھی غور و فکر کا تذکرا یمان لانے کی نصیحت نہیں مانتے اور نہیں سوچتے کہ یہ تمہارے بت کتنے بے بس اور اللہ تعالیٰ کتنی قوتوں، طاقتوں والا ہے۔ بس اندھے، بہرے اور گونگے بن کر اپنے آباء کی طرح بتوں کو الٰہ بنائے پھرتے ہو اور نہیں سوچتے کہ الٰہ وہی ہو سکتا ہے جو خالق ہو، خالقیت سے ہی استحقاق سجدہ و عبادت ہے جو پیدا نہیں کر سکتا وہ بندگی اور سجدہ کرانے کا کس طرح حقدار ہو سکتا ہے۔ ان کفار نے الٰہیت و معبودیت کو اتنا آسان سمجھ لیا ہے کہ جس کو چاہا جب چاہا الٰہ بنا لیا کہیں آگ ناگ باگھ کو کہیں بت بلے بندر کو کہیں بچھڑے پیپل تلسی کو، کبھی صنم تراش لیا اور بندگی کر لی۔ بدبخت اپنے ہی خداؤں معبودوں کو اپنی جیبوں بٹوؤں بستروں میں لئے پھرتے ہیں لیکن ان بے عقل ضدی کفار سے جب کوئی نبی علیہ السلام توحید الٰہی کی راہ دکھانے شرک سے بچانے عقل سکھانے تشریف لے آئیں اور اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۙ يَسْتَكْبِرُوْنَ ۙ وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ (صٰفّٰت: ۳۶) بیشک یہ کفار اس خصلت کے ہیں کہ جب بھی ان سے کہا جائے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں تو سخت تکبر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کیا ہم اس نبی بننے والے شاعر مجنون کے کہنے سے اپنے الٰہوں کو چھوڑ دیں اور کبھی کہتے ہیں وَمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْٓ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ (ہود: ۵۳) اور اے ہود ہم اپنے ان ڈھیر سارے معبودوں کو چھوڑنے والے نہیں اور نہ صرف تیرے کہنے سے تجھ پر ایمان لانے والے ہیں اور کبھی کوئی کافر گروہ اپنے نبی علیہ السلام کی تبلیغ سے بیزار ہو کر کہتا: اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ۔ (ص: ۵) اس دعویدار نبوت کا مذہب و عقیدہ تو عجیب ہے کہ پوری کائنات کے لئے فقط ایک معبود۔ کیا ان ڈھیر سارے معبودوں کو چھوڑ دیا جائے، ہرگز نہیں یہ نبی تو ناقابل فہم اور اس کا یہ عجیب و غریب دین ناقابل قبول چیز ہے اور پوری دنیا کے لئے ایک معبود ہونا حیران کن ہے۔ کفار کی کیسی ظاہر

حماقت ہے کہ پتھروں، جانوروں اور مٹی کی دستی بنائی ہوئی مورتیوں، تراشے خراشے پتھروں کے بتوں، درختوں کو الٰہ بنانا ماننا عجیب نہیں لگتا جن کو جیبوں میں بٹھا لیتے بستروں میں چھپا لیتے ہیں جو نہ خالق نہ رازق نہ دے سکیں نہ لے سکیں۔ یہ حماقت کفار اس لئے کہ معبود بنا لینا بڑا آسان ہے جس کو چاہو بنا لو اور سجدے کر دو۔ دنیا میں نہ کوئی محاسبہ نہ معاتبہ۔ ہمت تو تب تھی جب یہ کفار اپنے بتوں کو خالقیت میں بھی شریک مانتے اور بتوں کی خالقیت ثابت بھی کرتے۔ حماقت سے شرک اور شرک سے تکبر اور تکبر سے ظلم پیدا ہوتا ہے اسی لئے کفار میں ضد عناد انانیت آقائیت کا خمار ہے۔ اے کفار زمانہ کیا تم یہ بھی نہیں سمجھتے کہ جو خالق تعالیٰ ابتداء تم کو پیدا کر سکتا ہے وہ اعادہ بھی فرما سکتا ہے۔ ابتدا مشکل ہوتی ہے اعادہ آسان ابتدا ایجاد ہے اور اعادہ نقل ہے۔ جس ہستی کے لئے سمندر، آبشار، کوہسار، ریگزار، گلزار، مرغزار کی ایجاد مشکل نہیں اس کے لئے ان کی نقل و اعادہ کیوں مشکل ہوگا۔ اے کافرین زمانہ جب تم کو ابتداء کی خالقیت اللہ تعالیٰ تسلیم ہے تو قیامت کی حیات کیوں مشکل لگتی ہے۔ یہی وہ شیطانی وطغیانی بدعقیدگی ہے جو کفار کو نصیب ہوئی۔ سچی ہدایت وتوفیق سعادت تو خوش قسمت بندوں کو نصیب ہوتی ہے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالشُّكْرُ بِاللّٰهِ عَلٰى ذَالِکَ۔

ان آیات میں مفسرین کے مختلف اقوال

قَالُوْا کے فاعل میں دو قول۔ ۱۔ بعض نے کہا اس کا فاعل موجودہ کفار ہیں۔ ۲۔ بعض نے کہا اس کا فاعل آباء اولون ہیں۔ مِنْ قَبْلُ کے مِنْ میں دو قول۔ ۱۔ بعض نے کہا اس کا معنی ہے پہلے سے یہ مِنْ ابتدائیہ ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا یہ مِنْ بمعنی اِلٰی ہے یعنی پہلے لوگوں کی طرف سے۔ قَبْلُ کی نسبت میں تین قول۔ ۱۔ بعض نے کہا پہلے انبیاء مراد ہیں۔ ۲۔ بعض نے کہا پہلے آباء مراد ہیں۔ ۳۔ بعض نے کہا پہلے زمانے مراد ہیں۔ اَسَاطِیْرُ کی قرأت میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت میں اَسَاطِیْرُ ہے اُسْطُوْرَۃٌ کی جمع منتہی الجموع بمعنی جھوٹے مکتوبات۔ جیسے کہ اُحْدُوْثَۃٌ کی جمع اَحادیث۔ اَعجوبہ کی اَعاجیب۔ اَضْحُوکہ اَضَاحیک۔ اَرْجوجہ کی اَراجیج وغیرہ وغیرہ۔ ۲۔ بعض کی قرأت میں اَسْطَارٌ ہے سَطْرٌ کی جمع جیسے فَرْسٌ کی اَفْرَاسٌ۔ معنی ہے مشہور کہانیاں۔ پہلی قرأت درست ہے کیونکہ مشہور ومکتوب ہے۔ قُلْ کے مخاطبین میں تین قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا کہ یہ سوالیہ خطاب بت پرستوں اور منکرین قیامت دونوں قسم کے کفار سے ہے۔ یہی قول درست ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا یہ سوالیہ خطاب صرف بت پرستوں سے ہے۔ ۳۔ بعض نے کہا صرف منکرین قیامت سے ہے۔ اَفَلَا تَذَکَّرُوْنَ کی قرأت میں تین قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت میں یہ باب تَفَعُّلٌ کا مضارع معروف جمع مذکر حاضر ہے۔ دوسری تا تَفَعُّلْ تخفیف کے لئے گرادی گئی کیونکہ ت کا قرینہ ونشان موجود ہے یعنی شد اور نون جمع۔ ۲۔ بعض کی قرأت میں اَفَلَا تَذْکُرُوْنَ ہے۔ باب نَصَر کا مضارع۔ ۳۔ بعض کی قرأت میں اَفَلَا تَتَذَکَّرُوْنَ ہے۔ باب تفعُّل کی بقاءت سے مگر پہلی قرأت درست ہے کیونکہ مشہور ومکتوب ہے۔

فائدے

ان آیات سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ **پہلا فائدہ:** فطرتی طریقہ اور انسانیت صحیحہ کا طریقہ یہی ہے کہ انسانی میتوں کو دفن کیا جائے چنانچہ عرب وعجم میں [illegible] یہی چلا آ رہا ہے مگر صرف

ہندوستان کے ہندو کفار نے فطری طریقے کو چھوڑ کر مردوں کو جلانا شروع کیا ان کی دیکھا دیکھی سکھ کفار نے بھی جلانا شروع کر دیا۔ یہ عمل فطرت کے خلاف ہے اس لئے کوئی بھی مذہب حق یا باطل میت جلانے کی اجازت نہیں دیتا۔ یہ فائدہ کُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا کے ذکر سے حاصل ہوا۔ جس سے ثابت ہوا کہ کفار مشرکین بھی میتوں کو قبر میں دفن کیا کرتے تھے۔ اگر کفارِ عرب جلایا کرتے تو کُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا نہ کہتے بلکہ کُنَّا رِمَادًا کہتے کیونکہ جلانے سے سب کچھ گوشت پوست، ہڈی، راکھ بن جاتی ہے نہ کچھ تراب بنتا ہے نہ ہڈی باقی رہتی ہے۔ **دوسرا فائدہ:** جب انسان میں ضد کی خباثت پیدا ہو جاتی ہے تو پڑھا لکھا سمجھدار تاریخ و حالات سے باخبر آدمی بھی حق ماننے عبرت پکڑنے سے آنکھیں بند کر لیتا ہے اور اپنی عقل دماغ بصارت بصیرت پڑھائی لکھائی باطل کی طرف ہی لگاتا ہے۔ یہی حال کفارِ مکہ کا تھا وہ بھی گزشتہ تمام حالات و واقعات کو جانتے تھے تاریخ کو پڑھتے سنتے سناتے تھے مگر پھر بھی کفر پر اڑے ضد میں پڑے انجام سے بےفکر تھے۔ یہ فائدہ لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ کے ذکر سے حاصل ہوا۔ جس سے ثابت ہوا کہ کفار مکہ انبیاء سابقین کی گزشتہ قوموں میں بعثت، آباء کا کفر و نفرت پھر ان پر عذاب ہلاکت سب کچھ جانتے تھے مگر انکار آباء کو تو یاد رکھا لیکن آباء کی انجام کار ہلاکت کو جانتے ہوئے بھی بھلا دیا بلکہ نظر انداز اور پس پشت ڈال دیا۔ اسی حرکت خبیثہ و نفرت عجیبہ کو قومی بدنصیبی کہا جاتا ہے۔ آج کل بہت سے دنیا ساز فساق کا بھی یہی بدتر حال ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو اس عادت بدنصیبی سے بچائے عبرت عطا فرمائے۔ **تیسرا فائدہ:** اگرچہ ہر زمانے میں کفر کی بہت سی قسمیں ہوتی رہیں مگر سب میں سخت کفر دہریت ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کے وجود و موجودگی کا ہی انکار ہے۔ کفار مکہ بت پرست تھے مگر دہریہ نہ تھے یہ معلوماتی فائدہ۔ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ فرمانے حاصل ہوا۔ دہریت کی ابتداء فلاسفہ قدیمی سے ہوئی پھر نیچیریت۔ آج کل سوشلسٹ، کمیونسٹ ذہنوں میں دہریت پائی جاتی ہے۔ یہ کفر افرادی گنتی میں ہمیشہ کم ہی رہا۔ کفر میں زیادہ تر ہر زمانے میں دیگر کفار کے مقابل مشرکین کفار کی کثرت افرادی زیادہ ہوتی رہی۔ اب یہود و نصاریٰ بھی عقیدۂ ابنیت کی وجہ سے مشرکین میں سے ہیں۔

احکام القرآن

ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ:** قانون شریعت میں وسیلہ نبوت کے بغیر اللہ تعالیٰ کو خالق مالک رازق مان لینے سے بھی بندہ مومن نہیں بنتا۔ یہی عقیدے اگر انبیاء کرام علیہم السلام پر ایمان لا کر ان کے فرمان تبلیغ تعلیم کے ذریعے اختیار کئے جائیں تو بندہ مومن کامل بن جاتا ہے۔ اس لئے تمام ایمانیات سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کو مکمل ان کے نشانوں، قوتوں، اختیاروں کے ساتھ ماننا ضروری ہے۔ یہ نہ ہو کہ ذِئَابٌ فِیْ ثِیَابٍ لب پہ کلمہ دل میں گستاخی۔ اگر خدانخواستہ دامن نبوت ہاتھ سے چھوٹ گیا اور بندہ دروازۂ نبوت کی گدائی کاسہ لیسی جبیں سائی سے ہٹ گیا تو سمجھ لیجئے۔ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (حجرات: ۲) خسارہ ہی ہے نہ عبادت کام آئے نہ سجدے رکوع کی ریاضت نہ تسبیح تحمید کے مجاہدے۔ یہ مسئلہ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ کے بعد اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ فرمانے سے مستنبط ہوا۔ توحید وہی معتبر و مقبول الٰہی ہے جو تعلیم نبوی سے ملے۔ دیکھو کفار مکہ اللہ تعالیٰ کو خالق و مالک کائنات مانتے تھے اور توحید فی الخالقیت کے اقراری تھے مگر پھر بھی اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ سے دعوت ایمان دی گئی۔ اس لئے کہ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ سے ایمان نہ ملا تھا اور فرمایا گیا کہ اے کافرو اللہ

تعالیٰ کو خالق مانتے ہو تو نبی کریم کو مان کر مومن کیوں نہیں بن جاتے اسی وسیلہ نبوی کو سمجھانے کے لئے سورۃ مائدہ آیت ۳۵ میں فرمایا گیا: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ اور سورۃ بنی اسرائیل (الاسراء) آیت ۵۷ میں فرمایا گیا: اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِیْلَةَ۔ **دوسرا مسئلہ:** قانون شریعت کے مطابق ہر مومن مسلمان میت کو قبر میں دفنانا اور مسنون طریقہ سے قبر بنانا سنت واجبی ہے اسلام کا حکم لازمی قرآن مجید کا فرمان بھی اور فطرت انسانی بھی یہی ہے۔ بعض جاہل مسلمان میت کا صندوق زمین پر رکھ کر آس پاس چار دیواری بنا دیتے ہیں اور بعد میں کچھ عرصہ گزار کر مٹی ڈال کر فرش اونچا کر کے قبر کی شکل بناتے ہیں یہ سخت غلط ہے۔ یہ مسئلہ کُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا کی آیت پاک اور متعدد احادیث مقدسہ کے ارشادات سے مستنبط ہوا۔ **تیسرا مسئلہ:** قانون شریعت کے مطابق اللہ رسول وقرآن مجید احادیث مبارکہ اور فقہ اسلامی یا شریعت پاک کے لئے ایسے الفاظ استعمال کرنا جو رواجاً یا اصطلاحاً گھٹیا اور معیوب ہوں۔ حرام وگناہ ہے اگر چہ بعض علاقوں میں وہ الفاظ برے اور گھٹیا نہ ہوں مگر ہر عام وخاص کے لئے وہ بولے جاتے ہوں تب بھی اللہ تعالیٰ اور نبی کریم وقرآن وحدیث کے لئے وہ الفاظ نہ بولنے چاہئیں۔ مثلاً لفظ سائیں، لفظ میاں، لفظ کہانی افسانہ پنجاب و یوپی میں گھٹیا لفظ میں بدھو بیوقوف وفقیر کو سائیں کہتے ہیں۔ عام شخص یا خاوند کو میاں کہتے لہٰذا اللہ تعالیٰ کو سائیں یا میاں کہنا گناہ ہے سندھ میں ہر چھوٹے بڑے انسان کو سائیں کہتے ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ کے لئے منع ہے۔ اسی طرح قصص القرآن کو کہانیاں کہنا گناہ ہے۔ بعض جاہل غیر مقلد وہابی فقہ اسلامی کو شرک فی الرسالت کہتے ہیں ایسا کہنا بھی گناہ اور بدترین شیطانی خباثت ہے۔ یہ مسئلہ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ کے ذکر سے مستنبط ہوا لفظ اَسَاطِیْرُ لغۃً گھٹیا نہیں کیونکہ اس کا معنی ہے لکھی ہوئی باتیں مگر عربی اصطلاح میں جھوٹی باتوں کو اَسَاطِیْرُ کہا جاتا ہے کفار اس لئے قرآن پاک کو یہ کہتے تھے اس کہنے کو کفر قرار دیا گیا۔ گویا کہ اسلامی شخصیات واشیاء کے لئے گھٹیا الفاظ بولنا کفار کا طریقہ وکفر کی نشانی ہے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ **پہلا اعتراض:** یہاں فرمایا گیا وَمَنْ فِیْهَا۔ لفظ مَنْ صرف عقل والوں کے لئے بولا جاتا ہے۔ یہاں مَنْ فرمانے کی وجہ سے سمجھا گیا کہ زمین میں رہنے والے انسانوں جنوں کے ہی متعلق یہ سوالیہ خطاب ہے کہ ان کا خالق کون ہے۔ حالانکہ زمین میں انسان جنات کے علاوہ بھی بے شمار مخلوق ہے اور سب کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے تو یہاں مَنْ کیوں فرمایا گیا چاہئے تھا کہ لفظ مَا ارشاد ہوتا تاکہ تمام مخلوق کا سوال ہو جاتا۔ **جواب:** دو وجہ سے مَنْ ارشاد ہوا۔ پہلی وجہ یہ کہ کفار انسان کی دوبارہ زندگی وحساب کتاب قیامت کے منکر تھے۔ جیسا کہ ءَاِذَا مِتْنَا کے قول سے ظاہر کیا گیا۔ اس لئے یہاں مَنْ فرما کر انسان کی پہلی زندگی کا خالق اللہ تعالیٰ کو ماننے سے دوسری زندگی کی خلقت کے لئے دلیل بنائی گئی کہ اے کافرو جب تم انسانوں کی پہلی پیدائش کا خالق اللہ تعالیٰ کو مانتے ہو جو زیادہ مشکل ہے تو دوسری پیدائش کا خالق اللہ تعالیٰ کو مانتے ہوئے کیوں موت پڑتی ہے جو آسان ہے چونکہ سوال کا مقصد انسانی زندگیوں اور خلقتوں کا ثبوت تھا اس لئے مَنْ فرمانا ہی درست ہے۔ دوسری وجہ یہ کہ زمین کی اصل مخلوق انسان ہے باقی مخلوق انسان کے لئے ہے کچھ تابع کچھ مسخر کچھ مال متاع لہٰذا مَنْ فرما کر متبوع واصل کا ذکر ہو گیا تو تابع وفرع خود بخود شامل ہو گئے اگر مَا فرمایا جاتا تو نہ دلیل مقصودی حاصل ہوتی نہ تابع

متبوع کی وضاحت ہوتی۔ **دوسرا اعتراض:** یہاں فرمایا گیا اِنۡ کُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ حرف ان کی وجہ سے یہ جملہ شرطیہ بن گیا اور نحوی قانون کے مطابق جملہ شرطیہ کی تکمیل جملہ جزائیہ سے ہوتی ہے لیکن یہاں جملہ جزائیہ موجود نہیں ہے یا معدوم ہے یا محذوف اس لئے یہ عبارت ناقص ہوئی اور ناقص ہونا فصاحت کا عیب ہوتا ہے تو یہاں ایسا کیوں؟ **جواب:** یہاں جملہ جزائیہ موجود ہے نہ معدوم ہے نہ محذوف بلکہ قُلۡ لِّمَنِ الۡاَرۡضُ کے سوالیہ خطاب میں مستور مقدم ہے۔ اس طرح کہ قانون نحوی ہے کہ جب شرط کو سوال سے شروع کیا جائے تو خود سوال ہی جزاء مقدم کے درجہ میں ہو کر قائم مقام ہو جاتا ہے اور جملہ شرطیہ کو مکمل کر دیتا ہے۔ اس طریقے سے منشاء کلام بھی پورا ہو جاتا ہے اور تخفیف لفظی کا حسن بھی آ جاتا ہے اور یہ طرز کلام اصل فصاحت ہے۔ اب آیت کا معنی یہ ہوا کہ پوچھو ان کفار سے کہ کیا تم جانتے ہو کس کی مخلوق ہے یہ زمین اور جو لوگ اس میں ہیں۔ غرضیکہ یہ عبارت اس طرح ارشاد فرمانے سے مختصر بھی ہو گئی اور مکمل بھی یعنی اگر تم جانتے ہو تو بتاؤ کس کی ہے یہ زمین وَ مَنۡ فِیۡهَاۤ۔

تفسیر صوفیانہ

اہل نفوس نے کہا جب انوار قالب بجھ جائیں اور قوت روحانی قبور فنا میں گم ہو جائے اور ایمانیات کی عظام بکھر جائیں شہوات کی تراب ہی رہ جائے تو کون ہیں وہ جو دوبارہ قوت بقا میں ان کو لاسکیں اور کس کی طاقت ہے جو پھر حیات قویہ میں آسکے۔ اس طرح دعویداریاں قلب کی گمراہیاں غلط بیانیاں ہیں جو صدیوں سے وادی سلوک کی راہوں، طریقت کی فضاؤں میں سنی سنائی جاتی ہیں۔ یہ سب تصورات باطل، تخیلات کاسد اور توقعات فاسد ہیں۔ نہ ہمارے پہلوں نے مانیں نہ ہم مانیں۔ نہ آباء فکریات نے تسلیم کیں نہ اجداد نظریات نے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ دنیا میں ہر شخص مقلد ہے کوئی خیر کا، کوئی شر کا، کوئی عقائد کا، کوئی اعمال کا، پہلوں میں بھی، بعد والوں میں بھی۔ کوئی جہالت سے مقلد کوئی حماقت سے اور کوئی خوش نصیب نور بصیرت و علم نقاہت سے خیر کثیر کا مقلد یہ وہی ہیں جن کو خود بلاواسطہ دنیوی اللہ رسول نے نور ایمانی سے تصدیق با تحقیق کی طرف ہدایت وصل و قرب منزل و عطاء بقا بخشی۔ کفار تقلید کرتے ہیں تکذیب توحید و کفر ایمان کے لئے اپنے آباء گزشتہ و اجداد سابقہ کی۔ توہین انبیاء علیہم السلام و انکار قیامت میں اور اے بندگان راہ تحقیق اگر تم کعبہ معرفت کی آواز پر چلنا چاہتے ہو تو کسی گمراہ انسان کا مقلد نہ بن جانا اور عقائد معرفت میں کسی بھی اچھے برے کی تقلید نہ کرنا اور اعمال طریقت میں کسی غلط کار کے نقش قدم کو نہ دیکھنا ورنہ بھول جاؤ گے منزل حقیقت کو۔ اے پیر کبھی پوچھ ان حیات بقا کے منکروں سے کہ کیا تم جانتے ہو کس کی پیدا کی ہوئی ہے قالب ہستی کی یہ زمین بدنی اور کس کی امانتیں ودیعت ہیں کشف صدور و اسرار و رموز کی قوتیں دولتیں۔ عنقریب بولیں گے یہ سب منکرین طریقت و حیات روحانیت اپنی زبان حال و کیفیت زوال سے کہ یہ سب زمین و اہل قالب و اہل قلوب اللہ تعالیٰ کی ہی مخلوق و مملوک ہیں۔ پھر سمجھا ان ہی منکرین حیات بقاء باطنی کو اب کیوں بقاء دوام کے منکر اور لقاو قیام و حیات تمام سے جاہل و ناواقف۔ انجام سے غافل بنے ہو کیا تم کو تذکر جزا، تفکر سزا، تعقل وفا، تمل ایمان، تحصل عرفان، تشکر غفران نہیں آتے حالانکہ نیک دل انسان تو دشمن سے بھی نیکی کرتا ہے جیسے صندل کی لکڑی اپنی اسی کلہاڑی و چھری کو بھی خوشبودار کر دیتی ہے جو اس صندل کو کاٹتی ہے۔ پانچ چیزیں پانچ بندوں کو خراب و برباد کرتی ہیں۔ ۱۔ کنجوسی مالدار کو۔ ۲۔ لالچ حاکم کو۔ ۳۔ سستی

جوان کو۔ ۴۔غرور عابد کو۔ ۵۔افسوس سخاوت سخی کو۔

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ

یہ بھی پوچھو کہ کون ہے سات آسمانوں کا رب اور عرش عظیم کا رب

تم فرماؤ کون ہے مالک ساتوں آسمانوں کا اور مالک بڑے عرش کا

الْعَظِيْمِ ﴿۸۶﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۸۷﴾

اس کے جواب میں بھی عنقریب کہیں گے کہ اللہ کے ہی ہیں یہ سب تو فرماؤ کہ اب بھی کیا تم متقی نہیں بنتے۔

اب کہیں گے یہ اللہ ہی کی شان ہے۔تم فرماؤ پھر کیوں نہیں ڈرتے

قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا

یہ بھی پوچھو کہ کون ہے جس کے قبضے میں ہے ہر چیز کی مکمل بادشاہی اور کون ہے وہ جو ظلم سے بچا سکتا ہے اور اس کے

تم فرماؤ کس کے ہاتھ ہے ہر چیز کا قابو اور وہ پناہ دیتا ہے

يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۸﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ

مقابل کوئی کسی کو نہیں بچا سکتا بتاؤ اگر تم جانتے ہو عنقریب کہیں گے

اور اس کے خلاف کوئی پناہ نہیں دے سکتا اگر تمہیں علم ہو اب کہیں گے یہ اللہ ہی کی شان ہے

قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ﴿۸۹﴾ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ

یہ قوت بھی اللہ کے لئے ہے تم فرماؤ تو کہاں جادو زدہ ہو کر پڑے ہوئے ہو بلکہ دیا ہم نے ان کو حق

تم فرماؤ پھر کس جادو کے فریب میں پڑے ہو بلکہ ہم ان کے پاس حق لائے

وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۹۰﴾

اور بیشک یقیناً ہیں وہ جھوٹ بولنے والے

اور وہ جھوٹے ہی رہے

تعلقات

ان آیات پاک کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آیات میں ایمان و اقرار کا ایک فرق بتایا گیا کہ کفار کا ایک فرقہ اللہ تعالیٰ کی بہت سی قدرتوں کا اقرار تو کرتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات پر ایمان نہیں لاتے حالانکہ ایمان ہی سے نجات ملتی ہے نہ کہ فقط اقرار سے۔اب ان آیات میں کفار کے اسی ٹولے سے دوسرے اقراروں کا ذکر

فرمایا جا رہا ہے گویا کہ یہ آیات تتمہ ہیں ان پہلی آیات کے مضمون کا۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیات میں تا قیامت مسلمانوں کو کفار سے مناظرانہ طرز پر سوالاً جواباً گفتگو کا حکم دیا گیا تا کہ کفار کے عقیدتی نظریات کھل کر سب کے سامنے آ جائیں اب ان آیات میں اسی مناظرانہ طرز کا بقیہ حصہ ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ **تیسرا تعلق:** پچھلی آیات میں کفار سے حقائق ایمانیہ کا اقرار کرا کر ان کو دعوتِ ایمان دینے کا طریقہ اور حکم فرمایا گیا۔ اب ان آیات میں کفار کی انتہائی احمقانہ جاہلانہ ضد بازی کا ذکر کیا جا رہا ہے کہ اتنا صاف اور واضح حق ظاہر ہو جانے کے باوجود وہ کفار اپنے ہی اقرار کردہ حقائق پر ایمان نہیں لاتے اور لَكٰذِبُوْنَ بنے پھرتے ہیں۔

تفسیر نحوی

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۸۶﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۸۷﴾ قُلْ فعل امر بافاعل ضمیر صیغہ انشائیہ ہو کر قول۔ مَنْ اسم موصول واحد مذکر کے لئے ہے یہ مبتدا ہے۔ رَبُّ اسم مفرد صفاتی خصوصی نام ہے اللہ تعالیٰ کا کسی بھی شخص کو مطلقاً رب کہنا حرام و ناجائز ہے اگر معبود سمجھ کر کسی ماسوا اللہ کو کہے گا تو کہنے والا کافر ہو جائے گا۔ ترجمہ ہے پالنے والا۔ علیت صفاتی کی وجہ سے والا کا ترجمہ ہوا نہ کہ اسم فاعل یا صفت مشبہ یا اسم تفضیل کی وجہ سے۔ یہ مضاف ہے اَلسَّمٰوٰتِ اسم جمع مؤنث سالم ہے۔ سَمَآءٌ کی ممیز ہے۔ اَلسَّبْعِ اسم عددی بمعنی سات یہ تمیز ہے ایک قول میں یہ دونوں موصوف صفت ہیں۔ دونوں مل کر مضاف الیہ ہے رَبُّ کا مرکب اضافی معطوف علیہ واؤ عاطفہ۔ رَبُّ مضاف الف لام عہد ذہنی عرش اسم مفرد جامد بمعنی بادشاہی تخت۔ مراد ہے ساتویں آسمان سے اوپر عرش الٰہی یہ موصوف ہے الف لام اسمی بمعنی اَلَّذِیْ عَظِيْمِ۔ صفت مشبہ باب کرم سے ہے برائے مبالغہ ترجمہ ہے بہت ہی بڑا بہت ہی مضبوط۔ یہ صفت ہے یہ مرکب توصیفی مضاف الیہ ہے۔ رَبُّ کا۔ یہ مرکب اضافی معطوف ہے رَبُّ السَّمٰوٰتِ پر۔ دونوں عطف مل کر خبر ہے مَنْ موصول مبتدا کی۔ دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ ہوا قُلْ کا۔ یہ قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ ہو گیا۔ س حرف تقریب بمعنی عنقریب بہت جلدی۔ يَقُوْلُوْنَ۔ باب نصر کا مضارع مستقبل مثبت معروف صیغہ جمع مذکر قَوْلٌ اجوف واوی سے مشتق ہے۔ یہ فعل بافاعل ضمیر صیغہ جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر قول ہوا۔ لِلّٰهِ یہ جار مجرور متعلق ہے پوشیدہ مصدر مِلْكِيَّةٌ یا رُبُوْبِيَّتٌ یا رَبَّانِيَّتٌ کا یہ مصدر اپنے متعلق سے مل کر شبہ جملہ ہو کر مقولہ ہوا سَيَقُوْلُوْنَ کا دونوں قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ ہو گیا۔ قُلْ فعل بافاعل فعلیہ انشائیہ ہو کر قول ہوا۔ اَفَ۔ لفظ سوال اقراری یعنی ضرور بن جاؤ۔ لَا تَتَّقُوْنَ باب افتعال کا مضارع حال مثبت معروف صیغہ جمع مذکر حاضر اس کا مصدر ہے اِتِّقَآءٌ وِقَايَةٌ سے مشتق ہے۔ ترجمہ ہے ڈرنا اللہ تعالیٰ سے، بچنا کفر شرک گناہوں سے اس کا فاعل اَنْتُمْ ضمیر صیغہ پوشیدہ جس کا مرجع ہے کفار۔ یہ فعل بافاعل جملہ فعلیہ سوالیہ منفیہ انشائیہ ہو کر مقولہ ہوا قُلْ کا۔ یہ قول مقولہ مل کر جملہ ہو گیا۔ خیال رہے کہ اس آیت میں دونوں جگہ رَبُّ سے مراد وہ مالک ہے جو پرورش بھی کرے ازل سے ابد تک۔

قُلْ مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۸﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ﴿۸۹﴾ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۹۰﴾۔ قُلْ فعل امر بافاعل جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر قول ہوا۔ مَنْ اسم موصول مبتدا ہے۔ بِ ظرفیت مکانی کے لئے ترجمہ ہے میں۔ يَد اسم مفرد جامد ترجمہ ہے ہاتھ مراد ہے قبضہ ہٖ ضمیر واحد مذکر

غائب مجرور متصل اس کا مرجع ہے من۔ یدمضاف ہ مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مجرور۔ جار مجرور متعلق ہے مَوْجُوْدٌ۔ اسم مفعول یا ثابتٌ اسم فاعل پوشیدہ کا مَلَكُوْتُ اسم حاصل مصدر بروزن رَهَبُوْتٌ۔ دراصل ہے مِلْكِيَةٌ۔ مبالغے کے لئے یٰ کو واؤ بنایا آخر کی تٌ مبالغے کی ہے مِیْم کا کسرہ زبر سے بدلا۔ ترجمہ ہے کامل بادشاہی، پورا قبضہ۔ یہ خصوصی شان ہے اللہ تعالیٰ کی مِلْكٌ سے بنا ہے باب حَسِبَ میں گردان ہوتی ہے۔ اسی سے مَلِكٌ بمعنی باشادہ اور مُلْكٌ بمعنی بادشاہی۔ یہ مضاف ہے۔ كُلِّ اسم جامد تعدادی بمعنی ہر تمام مضاف ہے شَيْءٍ اسم مشتق حاصل مصدر بمعنی چاہت مراد ہے چیز۔ مضاف ہے یہ ڈبل مرکب اضافی نائب فاعل یا فاعل ہے مَوْجُوْدٌ یا ثَابِتٌ کا یہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ هُوَ ضمیر واحد مذکر مرفوع منفصل مبتدا ہے يُجِيْرُ۔ باب افعال کا مضارع حال مثبت معروف صیغہ واحد مذکر غائب اس کا مصدر ہے اِجَارَةٌ دراصل اِجْيَارٌ یا اِجْوَارٌ ہے۔ اس کا مادہ جَوْرٌ بھی ہے جَيْرٌ بھی جَوْرٌ کی نَصَرَ سے جَيْرٌ کی ضرب سے گردان۔ اجوف واوی اور یائی یہ مادہ ابواب مزید فیہ میں سے چھ ابواب میں گردان ہو جاتا ہے۔ ا۔ تفعیل میں مصدر ہے تَجْوِيْرٌ۔ اس کے مشتقات کا ترجمہ ہوتا ہے۔ ا۔ شریک ہونا، ۲۔ پناہ دینا، ۳۔ لینا، ۴۔ مانگنا۔ ۲۔ باب مُفَاعَلَةٌ میں مصدر ہے مجاورۃ پڑوسی اور پڑوس بننا معاہدہ کرنا اس سے ہے مزارات کا مجاور بننا۔ ۳۔ باب افتعال میں مصدر ہے اِجْتِوَارٌ بمعنی ایک پہلو پر لیٹنا یا رہنا۔ ۴۔ باب استفعال میں مصدر ہے اِسْتِجَارَةٌ۔ ترجمہ ہے حضر میں ہمسایہ اور سفر میں ساتھی بننے کی خواہش کرنا، بوقت مصیبت پکارنا۔ ۵۔ باب افعال میں مصدر ہے اِجَارَةٌ ظلم وستم سے بچانا پناہ دینا۔ ۶۔ مجرد کے باب نَصَرَ میں مصدر ہے جَوْرٌ۔ ترجمہ ہے ظلم کرنا۔ باب ضرب میں مصدر ہے جَيْرٌ ترجمہ ہے راہ راست سے ہٹنا، موڑ دینا، گرانا، پھاڑنا۔ اسی معنی میں کاشتکار کو جِيْرَانٌ کہتے ہیں اس کی جمع مکسر منصرف ہے اَجْوَارٌ اس کا مؤنث ہے جِيْرَةٌ۔ جمع مؤنث ہے جَوَارَاتٌ پڑوسی کو جَارٌ کہا جاتا ہے اس کی جمع ہے جَوَارٌ حاصل مصدر ہے جَوْرٌ بمعنی ظلم۔ یہ سب مادہ و مصادر جَوْرٌ، جَيْرٌ، تجوِيْرٌ، اِجْتِوَارٌ، مُجَاوَرَةٌ، اِسْتِجَارَةٌ، جَارَةٌ متعدی بنفسہ ہیں۔ یہاں باب افعال ہے ترجمہ ہے ظلم سے بچانا، پناہ دینا، يُجِيْرُ کا فاعل هُوَ پوشیدہ ضمیر جس کا مرجع مَنْ یہ فعل بافاعل جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ لَايُجَارُ باب افعال کا مضارع حال منفی مجہول صیغہ واحد مذکر غائب اس کا نائب فاعل هُوَ پوشیدہ عَلَيْهِ کا ترجمہ ہے اس پر غالب ہو کر اس کے مقابل۔ یہ جار مجرور متعلق ہے لَا يُجَارُ کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف ہے يُجِيْرُ پر دونوں عطف مل کر خبر ہے هُوَ مبتدا کی دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف ہے بِيَدِهٖ کے جملے پر دونوں عطف صلہ ہے مَنْ کا۔ یہ موصول صلہ مل کر جزاء مقدم ہوئی۔ اِنْ حرف شرط۔ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ باب سمع کا فعل ماضی استمراری مثبت معروف شرطیہ صیغہ جمع مذکر حاضر اس کا فاعل اَنْتُمْ ضمیر صیغہ۔ خطاب ہے کفار کو ترجمہ ہے اگر تم پہلے سے جانتے تھے تو بتاؤ۔ خیال رہے کہ اس كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اور آیت ۸۴ کے كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ کی ترکیب میں دو قول ہیں۔ ا۔ یہ فعل ناقصہ اور اسم خبر ہے۔ ۲۔ یہ ماضی استمراری بافاعل ہے۔ دونوں درست و آسان ہیں اس لئے ہم نے پہلی ترکیب وہاں اختیار کی اور دوسری یہاں كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ جملہ فعلیہ ہو کر شرط مؤخر ہے۔ دونوں شرط و جزا مل کر مقولہ ہوا قُلْ (مَنْ بِيَدِهٖ) کا یہ قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ ہو گیا۔ س حرف تقریب بمعنی عنقریب يَقُوْلُوْنَ فعل فاعل جملہ فعلیہ ہو کر قول لِلّٰهِ یہ متعلق ہے قُوَّتٌ یا شَانٌ پوشیدہ اسم فاعل مصدر کا دونوں مل کر شبہ جملہ ہو کر مقولہ

ہوا یقُوْلُوْنَ کا دونوں مل کر جملہ فعلیہ ہوگیا۔ قُلْ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہوکر قول ہوا ف زائدہ بیانیہ (عطف یا تعقیب کے لئے نہیں ہے)۔ اَنّٰی اسم ظرف مکانی مقدم بمعنی کہاں تُسْحَرُوْنَ۔ باب فتح کا مضارع حال مجہول سَحْرٌ سے مشتق ہے۔ ترجمہ ہے جادو کیا جانا، اس کا نائب فاعل اَنْتُمْ ضمیر صیغہ پوشیدہ یہ فعل نائب فاعل اپنے ظرف مقدم سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر مقولہ ہوا قُلْ (فَاَنّٰی) کا دونوں قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ ہوگیا۔ بَلْ زائدہ برائے وضاحت۔ اَتَیْنَا باب افعال ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ جمع متکلم اَتیٌ سے بنا ہے مصدر ہے اِتْیَانٌ۔ ترجمہ ہے یہ مادہ و مصدر دونوں متعدی بدو مفعول ہیں۔ اس کا فاعل نَحْنُ ضمیر صیغہ پوشیدہ مرجع اللہ تعالیٰ۔ هُمْ ضمیر ظاہر اس کا مفعول بہ اول بَ حرف جر، زائدہ حقٌ اسم مفرد مذکر حاصل مصدر۔ مراد ہے دین اسلام یہ جار مجرور قائم مقام مفعول دوم متعلق ہے اَتَیْنَا کا واوَ حالیہ بمعنی حالانکہ۔ اِنَّ حرف مشبہ هُمْ اس کا اسم لام تاکید یہ بمعنی یقیناً کٰذِبُوْنَ۔ باب ضَرَبَ کا۔ اسم فاعل صیغہ جمع مذکر برائے غائب اس کا فاعل ضمیر هُمْ پوشیدہ یہ دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہوکر خبر ہے اِنَّ کی وہ اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہوکر حال ہے اَتَیْنٰهُمْ میں هُمْ ضمیر کا یہ ذوالحال حال مل کر مفعول بہ ہے۔ اَتَیْنَا سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہوگیا۔

تفسیر عالمانہ

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ﴿۸۶﴾ سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۸۷﴾ قُلْ مَنْۢ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّهُوَ یُجِیْرُ وَلَا یُجَارُ عَلَیْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۸﴾۔ ان کفار سے دوسرا سوال یہ پوچھو کہ کون ہے جس کی ربوبیت ہے ساتوں آسمانوں کے لئے اور ان سب سے بڑے عرش پر کرکی ربوبیت قائم ہے کون ہے ان سب کو پالنے والا۔ کس کی حفاظت و اعانت میں محفوظ و موجود ہیں یہ سب فلکیات و آفاق۔ عنقریب فوراً خوشی ناخوشی سے اب بھی یہی کہیں گے سب کے لئے اللہ کی ربوبیت ہے اور سب کا رب صرف اللہ ہی ہے وہی سب کو پالنے اور قائم رکھنے والا ہے۔ اب بھی وہ کفار اپنے کسی بت دیوی دیوتا کا نام نہ لیں گے توحید فی الخالقیت کی طرح توحید فی الربوبیت و ربانیت کا بھی اللہ تعالیٰ کے لئے زبانی اقرار کرلیں گے۔ یہ اقرار ہو جانے کے بعد ان کفار سے فرماؤ کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کو رب مانتے ہو اقرار زبانی کرتے ہو تو پھر تم قلب و دماغ جان و جگر عقیدہ و عمل سے متقی مومن کیوں نہیں بن جاتے اور ایمان و عمل سے دنیا میں تقویٰ کر کے طہارت جسمانی عبادت ایمانی خشعت رحمانی، خوف ربانی اختیار کیوں نہیں کرتے اور اُخروی تقویٰ کر کے عذاب قبر سزا و جہنم عتاب ذوالجلال سے کیوں نہیں بچتے اور بچنے کے لئے بارگاہِ نبوت میں کیوں نہیں آجاتے۔ زبانی اقرار کرتے ہو مگر نہ تذکر کی معرفت پاتے ہو نہ تقوے کا ایمان اپناتے ہو۔ کیا تمہیں بغاوت شرک، شقاوت کفر، پرستش بتاں کرتے ہوئے خوف الٰہی نہیں آتا۔ توحید خالقیت و ربانیت اللہ تعالیٰ کے لئے مان کر بھی کہتے پھرتے ہو۔ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَاۤ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰی۔ (زمر: ۳) کہ ہم اس لئے بتوں کی عبادت کرتے ہیں تاکہ وہ بت ہم کو اللہ کے قریب کردیں اور قرب کو پانے کے لئے ہی۔ اِذْ نُسَوِّیْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ (شعراء: ۹۸) اپنے پنڈت، پادریوں، جوگیوں، راہبوں، گرودں، بتوں کو ارباب سمجھ کر کہتے پھرتے ہو کہ ہم تم کو رب عالمین کے برابر رب سمجھتے ہیں۔ اے کافر و نادانو! کبھی ایسا ہوسکتا ہے کہ شرک کفر اور برابر سمجھنے کے شیطانی بے ایمانی والے باطل عقیدوں سے قرب رب العالمین مل جائے۔ ان برے عقیدوں سے تو قرب جہنم ہی ملے گا اور قرب عذاب

ہی نصیب ہوگا۔ اگر رب العالمین کا قرب پانا چاہتے ہو تو بتوں کو شریک بنا کر نہیں۔ رحمۃ عالمین کو حبیب مان کر ملے گا۔ اس لئے اَفَلَا تَتَّقُوْنَ۔ غلط راستہ چھوڑ کر سیدھے راستے پر کیوں نہیں آجاتے۔ ان کفار سے ایک تیسرا سوال یہ پوچھو کہ کیا تم یہ بھی جانتے ہو۔ کون ہے وہ قادر و قیوم، قوی و جلیل جس کا قبضہ و غلبہ ہے ہر چھوٹی بڑی اصلی حقیقی، دائمی کلی، ظاہری باطنی، جسمانی روحانی چیز پر ملکیت تامہ، سلطنت قائمہ کا، ذرے سے پہاڑ تک، ریگزار سے آبشار تک زمینوں سے آسمانوں تک اور کون ہے وہ حی و باقی جس کے لئے یُجِیْرُ کی شان و شوکت ہے۔ اور لَا یُجَارُ عَلَیْہِ کی ہیبت و صولت ہے۔ وہ قہار و جبار جس کی چاہے مدد، حفاظت، وکالت، کفالت، مداومت فرمائے لیکن اس کے مقابل اس کے خلاف اس پر غلبہ پاکر رعب جما کر کوئی بھی کسی کی مدد، حفاظت، کفالت و وکالت کرنے کی ہمت و جرأت نہ کرسکتا ہے نہ پاسکتا ہے، نہ دکھا سکتا ہے خواہ کوئی نمرود بن کرآجائے یا شداد و فرعون بن کرآجائے۔ یہ کفار اللہ تعالیٰ کی اس عظمت و شوکت قوت و ہیبت کمال و جلال کو بھی جانتے ہیں اس لئے اس سوال کے جواب میں بھی سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰہِ۔ عنقریب فوراً کہیں گے کہ اللہ کے لئے ہی ہے ہر چیز پر پوری ملکیت اور اس کے لئے ہے قدیمی شان و شوکت اور ابدی ہیبت و صولت قُلْ فَاَنّٰی تُسْحَرُوْنَ۔ پوچھو ان کفار زمانہ سے جو تبلیغ رسالت سن کر نبی ﷺ کو کبھی ساحر کبھی مسحور کہہ دیتے ہیں کہ اے حمقاء کفر تم بھی اپنی زبانوں سے خَالِقِ اَرْضٍ وَّمَنْ فِیْھَا اور رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْعَرْشِ اور قابض و غالب کُلِّ شَیْءٍ۔ فقط اسی اللہ تعالیٰ کو مانتے ہو۔ ان قوتوں قدرتوں ملکیتوں میں اپنے کسی بھی بت دیوی دیوتا کو شریک و دخیل نہیں مانتے اس توحید کو مانتے ہو مگر معبودیت، مساویت میں ڈھیروں معبود بناڈالتے ہو تو تم کس کے جادو میں مجنون اور سحر میں مسحور، وسوسوں سے مغلوب، وہموں سے موہوم، تخیلات شیطانیہ سے مرعوب ہوئے پھرتے ہو اصل دیوانے تو تم بنے ہوئے ہو کہ تم کو بتوں میں الٰہیت نظر آرہی ہے یہی اصلی مجنونیت و مسحوریت ہے کہ حقیقت کچھ ہے۔ تمہاری نظر و سمجھ کچھ ہے۔ یہی شیاطین کی چشم پٹی و نظر بندی ہے۔ جو تمہاری عقلوں کا پردہ کانوں کی ڈاٹ، دلوں کی مہر بنی ہوئی ہے۔ تم کن بے ہودہ خیالوں میں بھٹک رہے ہو۔ تمہارے قول و عمل و عقیدے نظریئے سب باطل ہیں ان کو حق سچ نہ سمجھو بَلْ اَتَیْنٰھُمْ بِالْحَقِّ بلکہ ازلی حق قدیمی سچ۔ صرف وہی اسلام و قرآن ہے جو ہم ان کے پاس لائے ہیں اپنے حبیب رحمۃ عالمین کے ذریعے لہٰذا ان کفار کو یہ حق نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی بت موزتی کواکب یا شجرات حجرات میں الوہیت کی شرکت شمولیت مانتے پھریں اور اگر ایسا کرتے ہیں تو ان کے عقیدے باطل لائق جہنم وَاِنَّھُمْ لَکٰذِبُوْنَ اور بیشک یہ کفار ہر بات میں پکے جھوٹے ہیں اپنے قول و عمل اقرار و عقیدے سے دین و مذہب خیال و گمان، آس و امید میں، اصنام کے اقرار میں قیامت کے انکار میں، زبانوں سے اگر چہ لِلّٰہِ لِلّٰہِ کہتے پھریں لیکن عقل کے کھوٹے دل کے جھوٹے ہیں۔ خیال رہے کہ یہاں کفار سے ملکوت کا سوال کیا گیا ہے نہ کہ مُلک یا مِلک کا کیونکہ ملک کی ملکیت اور ملکوت کی ملکیت میں آٹھ طرح فرق ہے۔ ۱۔ ملک پر قبضہ اللہ تعالیٰ کی غیر خصوصی صفت ہے غیر اللہ کو بھی حاصل ہے۔ ملکوت پر قبضہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی صفت ہے۔ ۲۔ جسم پر قبضہ ملک ہے روح پر قبضہ ملکوت ہے۔ ۳۔ ظاہر پر قبضہ ملک ہے۔ باطن پر قبضہ ملکوت ہے۔ ۴۔ مملوک پر قبضہ ملک ہے مخلوق پر قبضہ ملکوت ہے۔ ۵۔ جیل، پھانسی دوا غذا پر قبضہ ملک ہے۔ موت وحیات بیماری و شفا پر قبضہ ملکوت ہے۔ ۶۔ جزئی قبضہ ملک ہے کلی قبضہ ملکوت ہے۔ ۷۔ عارضی وقتی قبضہ ملک ہے دائمی ابدی قبضہ ملکوت ہے۔ ۸۔ زمین پر قبضہ

ملک ہے۔ افلاک و آفاق پر قبضہ ملکوت ہے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ حَمْدًا کَثِیْرًا۔

ان آیات میں مفسرین کے مختلف اقوال

اَلْعَظِیْم کی قرأت میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت میں کسرہ سے ہے عرش کی صفت یہی درست ہے کیونکہ مشہود و مکتوب ہے۔ ۲۔ بعض کی اَلْعَظِیْمُ ہے ضمہ سے رَبُّ کی صفت ہے۔ دونوں جگہ لِلّٰہِ کی قرأت میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت لِلّٰہِ ہے لام جر سے۔ معنی ہے اللہ کے لئے یہی قرأت درست ہے کیونکہ مشہود و مکتوب ہے۔ ۲۔ بعض کی قرأت میں ہے اَللّٰہُ بغیر لام۔ مَلَکُوْتُ کے معنی میں چار قول۔ ۱۔ بعض نے کہا ملکوت کا معنی کامل ملکیت۔ ۲۔ بعض نے کہا کامل مالکیت۔ ۳۔ بعض نے کہا ملکوت کا معنی کامل مدبر۔ ۴۔ بعض نے کہا اس کا معنی کامل خزانے۔ سب معنی درست ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا کامل مالک قابض مدبر اور ملکیت وخزانوں والا ہے اس کے پاس ہر چیز کے خزانے بھرے ہوئے ہیں۔ یُجِیْرُ وَلَا یُجَارُ کے مفہوم میں چار قول۔ ۱۔ کسی نے معنی کیا مدد۔ ۲۔ کسی نے حفاظت۔ ۳۔ کسی نے غلبہ۔ ۴۔ کسی نے تصرف۔ چاروں قول درست ہیں۔ بَلْ اَتَیْنَا کی قرأت میں تین قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت کی بَلْ اَتَیْنَا ہے ماضی جمع متکلم۔ یہی درست ہے کیونکہ مشہور مکتوب ہے۔ ۲۔ بعض کی قرأت بَلْ اَتَیْتُ ہے ماضی واحد متکلم۔ ۳۔ بعض کی قرأت ہے بَلْ اَتَیْتَ۔ ماضی واحد متکلم اور خطاب نبی کریم ﷺ سے ہے۔ بِالْحَقِّ کے معنی میں چار قول۔ ۱۔ بعض نے کہا بِالْحَقِّ سے مراد قرآن مجید کا آنا۔ ۲۔ بعض نے کہا بِالْحَقِّ سے مراد توحید و رسالت والا دین۔ ۳۔ بعض نے کہا وعدۂ قیامت۔ ۴۔ بعض نے کہا وعید قیامت مراد ہے۔ چاروں قول درست ہیں کیونکہ یہ سب حق ہیں۔ کَاذِبُوْنَ کی نسبت مفعولی میں تین قول۔ ۱۔ بعض نے کہا کفار جھوٹے ہیں اَسَاطِیْر کہنے میں۔ ۲۔ بعض نے معنی کیا کفار جھوٹے ہیں۔ تینوں بار لِلّٰہِ کہنے میں کیونکہ صرف زبانی اقرار ہے قلبی عملی طریقہ اس کے خلاف ہے اور ایسا شخص جھوٹا ہوتا ہے۔ ۳۔ بعض نے معنی کیا کفار جھوٹے ہیں شرک کرنے اسلام نہ ماننے میں تینوں قول درست ہیں کیونکہ ہر کافر ہر طرح جھوٹا ہے۔ اَنّٰی کے معنی میں دو قول۔ ۱۔ اکثر نے معنی کیا کَیْفَ یعنی کس طرح مسحور ہوئے پھرتے ہو یہی قول درست ہے۔ ۲۔ بعض نے معنی کیا اَیْنَ یعنی کہاں سے۔ اَنّٰی میں اختلاف کی وجہ سے تُسْحَرُوْنَ کے معنی میں بھی دو قول۔ ۱۔ اکثر نے کہا یہ کَیْفَ تُسْحَرُوْنَ کے معنی میں ہے یعنی تم پر کفر کا جادو کیسے چھا گیا۔ ۲۔ بعض نے کہا یہ مِنْ اَیْنَ تُسْحَرُوْنَ کے معنی میں ہے یعنی کس شیطان نے تم کو دھوکے سے مسحور کر دیا۔

فائدے

ان آیات سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ **پہلا فائدہ:** کسی شخص کو الٰہ سمجھ کر اس سے کچھ مانگنا یا اس کو حاجت روا مشکل کشا سمجھنا شرک و کفر ہے مگر کسی شخص کو اللہ تعالیٰ کا بندہ ولی اللہ، حبیب اللہ، نبی رسول اللہ سمجھ کر مان کر اس سے کچھ مانگنا اور اس کو حاجت روا مشکل کشا سمجھنا عین ایمان واصل توحید واسلام ہے اس کو شرک کہنا جہالت ہے۔ شرک اور ایمان میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ شرک یہ ہے کہ کوئی مانگنے والا، کسی دینے والے کو بذات خود مالک حقیقی کلی دائمی سمجھے اور عقیدہ رکھے کہ یہ خود دے رہا ہے لیکن ایمان یہ ہے کہ لینے، مانگنے والا عقیدہ رکھے کہ اَللّٰہُ مُعْطِیْ وَھُوَ قَاسِمٌ۔ جو دے رہا ہے وہ صرف قاسم ہے اور اللہ تعالیٰ سے دلا رہا ہے۔ یہ فائدہ سوال قُلْ مَنْ بِیَدِہٖ اور وَھُوَ یُجِیْرُ وَلَا یُجَارُ عَلَیْہِ کی سوالیہ نسبت سے حاصل ہوا کہ

اے نبی کریم ان کفار سے پوچھئے ان کا اس بارے میں کیا کہنا ہے صرف زبانی اقرار ہے یا مسلمانوں کی طرح قلبی عملی ایمان بھی ہے اور دیگر آیات تو احادیث میں صحابہ کرام کے ان سوالوں سے حاصل ہوا کہ صحابہ نبی ﷺ سے ہر چیز مانگا کرتے تھے۔ اس مانگنے کو برا نہ فرمایا گیا۔ **دوسرا فائدہ:** ہر مسلمان پر واجب ہے کہ سب سے پہلے اللہ رسول کی معرفت حاصل کرے پھر تقویٰ پھر عبادت و اعمال صالحہ اگر اللہ رسول کی معرفت مومن کو نصیب نہیں ہوئی تو سب تقویٰ، طہارت، عمل و عبادت بیکار ہے۔ اس لئے فقہاء فرماتے ہیں کہ معرفت شریعت کا پہلا قدم اور سیدھا بازو ہے دوسرا قدم و دست یسار عبادت ہے یعنی معرفت سے تقویٰ، تقوے سے شوق، شوق سے ذوق اور ذوق سے خلوص اور خلوص سے سچی عبادت و اعمال صالحہ ملتے ہیں۔ یہ فائدہ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ کو پہلے اور اَفَلَا تَتَّقُوْنَ کو بعد میں ارشاد فرمانے سے حاصل ہوا۔ انبیائے کرام علیہم السلام کی پہلی تبلیغ کلام الٰہی کی پہلی آیات اور یہاں قُلْ کے یہ تمام سوالات معرفت باری تعالیٰ اور اللہ رسول کی پہچان کرانے کے لئے ہی ہیں۔ **تیسرا فائدہ:** کافر اور منافق سچی بات کرے تب بھی جھوٹا ہے کیونکہ وہ صرف زبان سے نام و نمود و ریاکاری کے لئے کرتے ہیں نہ کہ قلبی عقیدت و عملی خلوص سے کفار و منافق کے قلب باطن کی حالت و اعضاء ظاہر کے اعمال اقرار زبانی کے خلاف ہوتے ہیں۔ یہی حالت ہر دنیا پرست فاسق کی ہے کہ اس کی عبادت و اعمال صالحہ بھی دنیوی ناموری کے لئے ہوتے ہیں اس لئے ریاکار مسلمان بھی ہر بات میں جھوٹا ہوتا ہے ہر عبادت میں کھوٹا بلکہ بے پیندے کا لوٹا۔ یہ فائدہ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ فرمانے سے حاصل ہوا کہ کفار کا لِلّٰهِ کہنا درست تھا مگر پھر بھی ان کو جھوٹا اور بے دین ہی کہا گیا کیونکہ کفار کا لِلّٰهِ والا اقرار زبانی محض دکھلاوا تھا لہٰذا ان کے کسی کام نہ آیا نہ دنیا میں اعتبار کر کے نہ آخرت میں کامیاب کر کے اسی طرح ریاکار مسلمان کی عبادت دکھلاوا کسی کام نہ آئے گی نہ دنیا میں اعتبار نہ آخرت میں وقار۔

احکام القرآن

ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ:** اصول فقہ کے مطابق جب کسی لفظ کا حقیقی معنی مراد لینا مشکل یا ناممکن ہو تو اس لفظ کے اس وقت مجازی معنی مراد لینا ضروری بلکہ واجب ہے۔ یہ مسئلہ قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ (الخ) کے بعد سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ فرمانے سے مستنبط ہوا۔ یہ دونوں فرمان اللہ تعالیٰ کے ہیں۔ قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ حکم الٰہی ہے اور سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ خبر الٰہی ہے۔ دونوں کا لفظی ترجمہ ہے ہر شی کی ملکوت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ يَدُ اللّٰهِ کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کا ہاتھ۔ حالانکہ ہاتھ کا حقیقی معنی ہے گوشت پوست ہڈی پٹھے سے مرکب ایک عضو جسمانی۔ اللہ تعالیٰ عضو جسم اور مرکب ہونے سے پاک ہے۔ اس لئے واجب ہے کہ یہاں يَدْ کے مجازی معنی کئے جائیں یعنی قبضہ غلبہ قدرت کیونکہ یہاں حقیقی معنی مراد لینا ناممکن و کفر ہے۔ اسی طرح خَلَقْتُ بِيَدَيَّ (ص:۷۵) والی آیت اور قَلْبُ الْاِنْسَانِ بَيْنَ اِصْبَعَيْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ والی روایت میں يَدْ یعنی ہاتھ اَصَابِع یعنی انگلیوں کا مجازی معنی ہی کیا جائے گا۔ قبضہ قدرت، قابو گرفت۔ **دوسرا مسئلہ:** قانون شریعت میں اللہ تعالیٰ کی صفات دو قسم کی ہیں۔ ۱۔ صفات خصوصی۔ ۲۔ صفاتِ غیر خصوصی۔ صفاتِ خصوصیہ کے الفاظ کسی مخلوق کے لئے استعمال کرنا کسی شخص کا نام یا لقب رکھ کر یا بغیر اضافت کسی انسان کے لئے بولنا ذاتی یا صفاتی نام رکھنا گناہ کبیرہ اور مشابہ کفر و شرک ہے۔ یہ مسئلہ قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ [illegible] کے بعد سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ کے تائیدی جملہ

خبر یہ فرمانے پھر اس کے بعد اَفَلَا تَتَّقُوْنَ کی معنوی ممانعت سے مستنبط ہوا اور منع کیا گیا کہ اے کافرو، اللہ تعالیٰ کے لئے مالک ملکوت ہونے کا اقرار کر لینے کے بعد پھر اپنے عقیدے میں کسی اور دوسرے کو مالک ملکوت کیوں مانتے ہو کہ یہ شانتی دیوی یہ کالی ماتا فلاں دولت کا دیوتا فلاں بادلوں، آسمانوں، موسموں، سورج کا دیوتا، مالک ملکوت ہونا اللہ تعالیٰ کی خصوصی صفت ہے۔ لہٰذا کسی مسلمان کو جائز نہیں کہ کسی بندے کو رزاق یا خالق، رحمٰن نام سے بلائے۔ بعض جاہل لوگ عبدالرحمٰن کو صرف رحمٰن کہہ دیتے ہیں یہ سب گناہِ عظیم ہے۔ کسی انسان کو مالک ملکوت کہنا بھی حرام و شرک ہے۔ **تیسرا مسئلہ:** جو شخص خود کو یا کسی دوسرے شخص کو کسی چیز میں بھی اللہ تعالیٰ کے برابر مانے وہ کافر ہے۔ یہ مسئلہ یہاں اَفَلَا تَتَّقُوْنَ فرمانے اور سورۃ شعراء کی آیت ۹۸ میں اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ کفار کا قول نقل فرمانے سے مستنبط ہوا اور بتایا گیا کہ دنیا میں کفار اپنے بتوں کو پنڈتوں، پادریوں، راہبوں کو اللہ تعالیٰ کی خصوصی غیر خصوصی صفات میں اللہ تعالیٰ کے برابر شریک مان کر کہہ کر پکار کر کافر ہوئے آخرت میں پچھتاتے ہوئے خود کفار اپنے بتوں، پنڈت، پادریوں، راہبوں کو مخاطب کر کے کہیں گے کہ ہم کتنے بیوقوف تھے کہ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (شعراء: ۹۸)۔ تم کو رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کے برابر سمجھتے رہے اور اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ کہتے رہے۔ یہی حال دنیا پرستی کا ہے کہ دنیا کا پجاری دولت کا پرستار دولت کو ہی رازق سمجھتا ہے نہ اللہ رسول کا خوف آتا ہے نہ موت قبر قیامت کا خیال آتا ہے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ **پہلا اعتراض:** یہاں تین جگہ فرمایا گیا سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ پہلی جگہ تو لِلّٰهِ کہنا ٹھیک ہے کیونکہ سوال میں قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ ہے لام جارّہ سے اس لئے لِلّٰهِ میں لام جارّہ ٹھیک ہے مگر دوسری دو جگہ سوال میں لام جارّہ نہیں۔ آیت ۸۷ میں قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ ہے اور آیت ۸۹ میں قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ ہے۔ لہٰذا جواب میں بھی لام جارّہ نہ چاہئے اور لِلّٰهِ کے بجائے اَللّٰهُ چاہئے۔ غالبًا اسی وجہ سے کوفہ، شام، عراق کے قرآن مجید اور تفسیر جلالین کی عبارت آیات میں اس جگہ اَللّٰهُ ہے اور یہی قرأت صحیح معلوم ہوتی ہے مگر باقی تمام عرب و عجم کے قرآن مجید میں لِلّٰهِ ہے۔ اس الجھن کا کیا حل؟ **جواب:** کوفہ، شام، عراق اور جلالین کی قرأت غلط ہے۔ اصل و درست قرأت لِلّٰهِ ہی ہے۔ اعلیٰ حضرت مجدد بریلوی نے اپنے ترجمہ کنز الایمان میں ایک لفظ شان بڑھا کر اس اعتراض کا شافی و کافی جواب دیدیا جس سے سب الجھن ختم ہوگئی۔ تفصیلی جواب اس طرح ہے کہ تینوں جگہ لِلّٰهِ فرمانا ہی بہتر ہے۔ پہلی جگہ تو لفظاً بھی درست ہے معناً بھی لیکن دوسری جگہ معناً لِلّٰهِ کہنا ہی درست ہے کیونکہ مَنْ رَّبُّ اور مَنْۢ بِيَدِهٖ میں بھی لِمَنِ الْاَرْضُ کی طرح ذات کا سوال نہیں ہے بلکہ شان وصفت کا سوال ہے یعنی رب ہونے اور مالک ملکوت ہونے کا سوال نہیں یہ کمزور سوال ہے۔ رب ہونے کے دعویدار تو بہت بن جاتے ہیں فرعون و نمرود بھی کہتے رہے اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى یہاں سوال شان ربوبیت وصفت مالکیت ثابت کرنے کا ہے اور آیت کا معنی ہے کہ بتاؤ کس کی ربوبیت ہے عرش و سموات پر اور کس کی مالکیت ملکوت ہے ہر شی پر ثابت کرو، اگر تم جانتے ہو۔ اس کا جواب لِلّٰهِ ہی ہوسکتا ہے۔ رب بن بیٹھنا اور مالک ملکوت ہونے کا دعویٰ کر دینا تو آسان ہے مگر ربوبیت دکھانا اور مالک ملکوت کل شی کو ثابت کرنا ناممکن و مشکل ہے اور اسی مشکل بات کا سوال ہے نہ کہ آسان دعویداری کا۔ **دوسرا**

اعتراض: یہاں آیت ۸۴ میں اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ کا سوال کیوں کیا گیا۔ بعد میں سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ہے حالانکہ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ سے کفار کی جہالت و بے علمی ثابت ہو رہی ہے اور سَيَقُوْلُوْنَ سے کفار کا علم ثابت ہو رہا ہے یہ تناقض ہے۔ **جواب:** معترض کے دونوں خیال غلط ہیں نہ اِنْ كُنْتُمْ سے علم کی نفی ہو رہی ہے نہ سَيَقُوْلُوْنَ سے علم کا ثبوت۔ اس لئے یہاں تناقض ومخالفت کلامی بالکل نہیں ہے بلکہ کفار کی زبان سے اقرار حق سننے کے لئے یہ سوال ہے تاکہ جوابی حق بیانی سے کفار پر حجت قائم ہو جائے اور اعتراض کے بعد اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ اور فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ کی جھڑک سنا کر ان کی کاذبیت ظاہر کرتے ہوئے صداقت اسلام پر ایمان کی دعوت دی جا رہی ہے۔ **تیسرا اعتراض:** یہاں فرمایا گیا وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ جس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی کسی کا مجیر و مددگار مشکل کشا حاجت روا نہیں ہے مگر تم سنی نبی پاک کو مجیر و مددگار مانتے ہو تو تم میں اور مشرکین میں کیا فرق رہے گا۔ مشرکین نے بتوں کو سنیوں نے نبی کو شیعوں نے علی کو مجیر و مشکل کشا مان لیا۔ **جواب:** یہ جاہلانہ متعصبانہ اعتراض نجد سے چلا دیوبند پہنچا قرن شیطٰن نے پہنچایا۔ معترض نے بوجہ جہالت يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ کو دیکھا مگر عَلَيْهِ کی قید و شرط کو نہ دیکھا جس نے اہلسنت کے مشکل کشا ماننے اور مشرکین کے مشکل کشا ماننے میں عظیم فرق کر کے اہلسنت کے عقیدے کو جائز و ایمان بنا دیا اور مشرکین کے عقیدے کو حرام و کفر بنا دیا۔ بہر کیف اس کا الزامی جواب تو یہ ہے کہ اگر سنیوں نے نبی علی ولی کو مشکل کشا حاجت روا مان لیا تو تم نجدی دیوبندی وہابیوں نے حاکم، حکیم وکیل کو مشکل کشا حاجت روا مان لیا اس لئے تم بھی مشرکوں کی مثل ہو گئے اور تم میں مشرکوں میں کیا فرق رہا۔ اب بتاؤ کہ:

حاکم حکیم داد و دوا دیں یہ کچھ نہ دیں ... مردود یہ مراد کس آیت خبر کی ہے

نیز تمہارے شاہ ولی اللہ اپنے قصیدے اَطْيَبُ النِّعَمِ میں لکھتے ہیں:

وَاَنْتَ مُجِيْرِىْ فِىْ هُجُوْمِ مُلِمَّةٍ ... اِذَا اَنْشَبَتْ فِى الْقَلْبِ شَرُّ الْمَخَالِبِ

ترجمہ:۔ یارسول اللہ آپ ہی میرے مجیر ہو مصیبتوں کے ہجوم میں جب وہ مصیبتیں دل میں شر کے پنجے چبھو دیں۔

اور آپ کے اشرف علی تھانوی اپنی مناجات اشرفیہ میں عرض کرتے ہیں:

يَا شَفِيْعَ الْعِبَادِ خُذْ بِيَدِىْ ... اَنْتَ فِى الْاِضْطِرَارِ مُعْتَمِدِىْ

خود ہی اردو اشعار میں اس کا ترجمہ کرتے ہیں:

دستگیری کیجئے میرے نبی ... کشمکش میں تم ہی ہو میرے ولی

اب بتاؤ کیا یہ دونوں بزرگ مشرک ہیں۔ سنیوں پر اعتراض سے پہلے اپنے گھر بھی نظر مار لینی چاہئے۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے تو لفظ مُجِيْر ہی استعمال فرمایا ہے۔ کیا ان کو یہ آیت یاد نہ تھی۔ یہ تو الزامی جواب ہے۔ جواب تحقیقی یہ ہے کہ قرآن مجید کی آیت پاک نے صرف يُجَارُ عَلَيْهِ کو شرک کفر کہا ہے یعنی اللہ پر غلبہ اور برابری پا کر کسی کی مدد کرنا اللہ تعالیٰ کے مخالف و مقابل ہو کر کسی کا مجیر بننا اور ایسی مشکل کشائی کا عقیدہ بنانا یہ مشرکوں کا کام ہے یہی شرک و کفر ہے لیکن عبداللہ اور حبیب اللہ سمجھ کر مجیر و مشکل کشا بنانا سمجھنا شرک و کفر نہیں یہ عقیدہ يُجَارُ عَلَيْهِ نہیں ہے۔ کتنا بڑا فرق ہے اہلسنت کے عقیدۂ ایمانی اور مشرکین کے عقیدۂ کفریہ میں۔ اہلسنت نے انبیاء اولیاء کو حبیب سمجھ کر مجیر و مشکل کشا مانا۔ کفار نے بتوں کو شریک سمجھ کر مجیر مانا۔ اہلسنت

نے نبی ﷺ کو قاسم سمجھ کر مانگا مگر مشرکین نے معطی سمجھ کر مانگا۔ اس لئے اہلسنت کا نبی علی ولی علیہم السلام سے مانگنا عین ایمان وتوحید ہے۔ مشرکین کا بتوں دیوی دیوتا سے مانگنا پکا شرک کفر۔

تفسیر صوفیانہ

اے قوت روحانیہ کے مرشد منزل پوچھ ان منکرین نفسانیہ سے کہ کون قوت لاہوتی، رونق ناسوتی، طاقت جبروتی، بلندی قدوسی، عقل آفاقی، فکر افلاکی، قلب ایمانی والے سات روحانی آسمانوں کا رب اور اسرارِ معرفت کے عرش عظیم کا خالق و مالک ہے ان سب پر کس کی ربوبیت قائم ہے۔

کس کے کرم کی ہے بہار عالم آب و تاب میں کس کی ربوبیت کا فیض جاری ہے آفتاب میں

سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ تب عنقریب بدن انسانی کی نفسانی قوتیں زبان حالِ زار سے بولیں گی کہ خالق جسم وجسمانیت کی ہی ربوبیت ہے ہر منزل قرب اور آسمان شریعت وعرش طریقت کی عظمتوں پر۔ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ حکم فرما اے ہادی مرادان منکرین اسرار سے کہ اے زبانِ حال وکیفیت اعتراف سے حقیقت بیان کرنے والو پھر تم ضلالت طغیانی، خباثت شیطانی کی سزاءِ محرومی سے کیوں نہیں ڈرتے۔ اے دنیا پرستو اگر تقویٰ نہ کرو گے تو دنیا میں پانچ دنیوی سزائیں ملیں گی۔ ۱۔ قہر کی وبائیں۔ ۲۔ قحط کی ہوائیں۔ ۳۔ بلاضرورت وبے وقت سیلابی بارشیں۔ ۴۔ اندرونی خانہ جنگیاں۔ ۵۔ ظالم حکام کی حکومتیں۔ فرمایا حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہ سچے مومن کی زبان سے ایک بار پڑھنا سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔ پوری سلطنت سلیمانی سے افضل ہے کیونکہ کلمات تسبیح وذکر مقبول کو تا ابد بقا ہے مگر تاج وتخت کو فنا ہے فرمایا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہ کچھ لوگ دنیا کو طلب کرتے ہیں اور کچھ لوگوں کو دنیا طلب کرتی ہے لیکن دنیا کے طالب کو آخرت نہ طلب کرتی ہے نہ پسند اور آخرت کے طالب کو دنیا طلب کرتی ہے جو دنیا کا طالب بنتا ہے دنیا اس کو ذلیل کرتی ہے دنیا میں بھی آخرت میں بھی دنیا کا طالب غلام مملوک ومردود ہے۔ آخرت کا طالب آقا ومالک ہے۔ قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ اے ہدایت ربانی کے بااختیار قاسم اعظم ورہبر مقصود سوال فرما ان باطنی منکرین توحید الٰہیت سے کہ کون ہے وہ ذات کمال کہ جس کے قبضہ قدرت غلبہ حکمت ملکیت وحدت میں ہے ہر سری وخفی، ظاہر وجلی شی کے ملکوت تامہ قویہ اور کس ذات جلال کی یہ شان ہے کہ جس کو چاہے قرب جمال بقاءِ لازوال، حفاظت باکمال، نصرت تابدار اور حیات چمکدار عطا فرمائے اور جس کو چاہے فناء ظلمات حجاب کثافات میں ڈال دے اور کس ذات قدسی کی ہیبت حشمت کروبیاں پر بھی طاری ہے۔ عالمین میں کوئی بھی کسی وقت بھی کسی طرف سے بھی لَا يُجَارُ عَلَيْهِ کا غلبہ وقبضے کی جرأت ہمت طاقت اس پر نہیں پاسکتا نہ کسی کام میں اس حاکم مطلق قدیمی وازلی کو روک ٹوک سکتا ہے نہ لینے میں نہ دینے میں نہ ہٹانے میں نہ بچانے میں۔ کیا تم جانتے ہو کہ ہر چیز کی روح ہے اور وہی اس کا ملکوت ہے اور وہ ذات حق کے غلبہ کرم سے قائم ہے اس لئے ہر چیز ذات حق کی تسبیح کرتی ہے اور ہر روح پر قبضہ تامہ اسی ذات حق سبحانہ وتعالیٰ کا قائم ہے جو مالک الملکوت ہے۔ جسم اشیاء محدود ہیں اور روح اشیاء مقبوض ہیں۔ وہی حق سبحانہٗ بچاتا ہے ارواح کو ہلاکت فنا سے اپنی قیومیت سے اور کوئی نہیں بچاسکتا اجسام وابدان کو ہلاکت وظلمات سے۔ کوئی بھی ذات حق پر عطاء وممانعت کا غلبہ نہیں پاسکتا۔ اہل نفوس بھی اپنی زبان حال زار وکیفیت

مجبوری سے سراپا اقرار کر رہے ہیں کہ اللہ واحد ہی مالک ملکوت ہے اور مُجِیرُ لَایُجَارُ عَلَیْہِ ہے۔ فَاَنّٰی تُسْحَرُوْنَ۔ اے دنیا پرستو کب تک اور کہاں تک نفسی و ہوا خواہشات فنا کے پیچھے چلو گے۔ راہ مستقیم و سبیل منزل، طریق مطلوب مقصود معرفت یہ دنیا و لذات دنیا نہیں ہیں تم اس راہِ فنا پر چل کر غلطی کر رہے ہو، عمریں برباد کر رہے ہو۔ قافلہ اہل دل تو صحیح سچے راستے سے منزل مقصود و آستانہ مطلوب تک پہنچ بھی گئے۔ تم اس راہ ذلت پر کیوں بھٹک رہے ہو۔ ارے باطن کے اندھو، ظاہر کے بہرو، حقیقت بیانی کے گونگو تمہیں پتہ نہیں کہ راہ ہے اور راہ مار پھرتے ہیں۔ صداقت و سچائی، حقانیت و عدالت تو اہل اللہ کی طرف ہے تم کذابیت میں کیوں پڑے مر رہے ہو۔ بَلْ اَتَیْنٰھُمْ بِالْحَقِّ وَ اِنَّھُمْ لَکٰذِبُوْنَ بلکہ ہم نے تو سب کے پاس حق و صداقت کا سورج چمکایا اور بیشک وہ کور چشم، شپرہ نظر ہی اپنے اندھے پن کی وجہ سے آفتاب نہار ماہتاب لیال کی تکذیب و توہین کرنے والے ہیں۔ اہل دنیا مکتوبہ دنیوی سطروں کی مثل ہیں کہ جب صفحات کتاب دنیا کھلتے ہیں تو کچھ سطریں چھپ جاتی ہیں اور کچھ ظاہر ہو جاتی ہیں۔ پسندیدہ کھلتی ہیں ناپسندیدہ چھپتی ہیں۔ اہل حق کو لایا اور بلایا جاتا ہے اہل باطل کو چھپایا و ہٹایا جاتا ہے۔ حق و اہل حق کو اللہ تعالیٰ لاتا اور بلاتا ہے اس لئے حق و اہل حق میں صداقت کا زور ہوتا ہے باطل کو ابلیس و شیطان لاتا و بلاتا ہے اس لئے اس میں لَکٰذِبُوْنَ کی کذابیت کا شور ہوتا ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ چار چیزوں کو چار جگہ سنبھالنا چاہئے تب ہی منزل حق و قرب اہل حق نصیب ہوتا ہے۔ ۱۔ نماز میں قلب کی حفاظت کرو۔ ۲۔ مجلس و محفل میں زبان کی حفاظت کرو۔ ۳۔ اغیار میں قالب کی حفاظت کرو۔ ۴۔ دستر خوان پر پیٹ کی حفاظت کرو۔ ہمیشہ بھلائی کے لئے کام کرو خواہ کتنا ہی آہستہ آہستہ کرو۔ ایمانی باتیں مثل پھول ہیں کہ حسن بھی ہے خوشبو بھی تازگی بھی فرحت بھی لہٰذا معرفت و ایمان کے پھول اگانے کی کوشش کرو۔ تقویٰ اہل دل کی محنت ہے اور محنت خواہ کسی قسم کی ہو ہمیشہ اعلیٰ اور متبرک ہوتی ہے اے وادی معرفت میں چلنے والے مسافرو تمہارے بڑے بڑے کام ہی بارگاہِ الٰہی میں تمہارے صدق دل کی مناجات ہے۔ قدرت ہمیں صرف وہی چیزیں دیتی ہے جسے ہم استعمال میں لا سکتے ہیں اور جس سے کام لینا چھوڑ دیتے ہیں قدرت الٰہی اسے واپس لے لیتی ہے یہی رب تعالیٰ کی ربوبیت عامہ کا فیصلہ تقدیر ہے۔ چار چیزیں دین و دنیا میں کامیابی کی ضامن ہیں۔ ۱۔ شکست نہ کھانے والا ارادہ۔ ۲۔ پریشان نہ ہونے والا خیال۔ ۳۔ ختم نہ ہونے والی جدوجہد۔ ۴۔ عمل پیہم۔ تمہارا مددگار و مجیر مشکلات اس وقت تک کوئی نہ ہوگا جب تک تمہارے اعمال صالحہ پیہم و مسلسل نہ ہوں۔

مَا اتَّخَذَ اللّٰہُ مِنْ وَّلَدٍ وَّ مَا کَانَ مَعَہٗ مِنْ اِلٰہٍ

نہ اختیار کی اللہ تعالیٰ نے اپنی کوئی اولاد اور نہیں ہے اس کے ساتھ کوئی اور معبود

اللہ نے کوئی بچہ اختیار نہ کیا اور نہ اس کے ساتھ کوئی دوسرا خدا

اِذًا لَّذَھَبَ کُلُّ اِلٰہٍ بِمَا خَلَقَ وَ لَعَلَا بَعْضُھُمْ

اگر ایسا ہوتا تب تو البتہ لے جاتا ہر معبود ان چیزوں کو جو اس نے پیدا کی ہوتیں اور ہر معبود بلند ہونا چاہتا ان کے بعض

یوں ہوتا تو ہر خدا اپنی مخلوق لے جاتا۔ اور ضرور ایک دوسرے
عَلٰى بَعْضٍ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ﴿۹۱﴾ عٰلِمِ الْغَیْبِ
بعض پر۔ پاک ہے اللہ تعالیٰ ان سب عیوب سے جن سے یہ کافر موصوف کرتے ہیں وہ اللہ تو جاننے والا ہے ہر غائب
پر تَعَلِّی چاہتا۔ پاکی ہے اللہ کو ان باتوں سے جو یہ بناتے ہیں جاننے والا ہر نہاں
وَالشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۹۲﴾ قُلْ رَّبِّ
وحاضر کو پس بہت بلند ہے وہ اس سے جن کو شریک بناتے ہیں دعا مانگو کہ اے میرے رب
وعیاں کا تو اسے بلندی ہے ان کے شرک سے تم عرض کرو کہ اے میرے رب
اِمَّا تُرِیَنِّیْ مَا یُوْعَدُوْنَ ﴿۹۳﴾ رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِیْ
اگر وہ عذاب دکھائے تو مجھے جس کا یہ کفار وعدہ دیئے جاتے ہیں تو تو نہ بنانا مجھ کو
اگر تو مجھے دکھائے جو انہیں وعدہ دیا جاتا ہے تو اے میرے رب مجھے
فِی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۹۴﴾
ظالموں کی قوم میں
ان ظالموں کے ساتھ نہ کرنا

تعلقات

ان آیات کا پچھلی آیات پاک سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق**: پچھلی آیات میں یہ بتایا گیا کہ کفار کے کچھ فرقے اللہ کے لئے پانچ چیزوں کا اقرار کرتے ہیں۔ ۱۔ تمام زمین اور زمین کی چیزوں کا مالک صرف اللہ ہے۔ ۲۔ ساتوں آسمانوں کا رب اللہ ہے۔ ۳۔ عرش عظیم کا رب بھی صرف اللہ ہے۔ ۴۔ ہر چیز پر بادشاہت اُسی اللہ کے قبضے میں ہے۔ ۵۔ وہی سب مخلوق کو پناہ دیتا ہے اس کے مقابل آ کر کوئی پناہ نہیں دے سکتا۔ اب ان آیات میں ان فرقوں کی نشاندہی فرمائی ہے کہ وہ ٹولہ ان کفار کا ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد مانتے ہیں یعنی یہود و نصاریٰ اور بعض مشرکین عرب۔ **دوسرا تعلق**: پچھلی آیات میں مسلمانوں کا کفار سے چند سوالات کر کے دعوتِ ایمان دینے کا ذکر کیا گیا۔ اب ان آیات میں مسلمانوں کا رب تعالیٰ سے دعائیہ سوال کر کے اپنے ایمان پر قائم رہنے اور بھٹک نہ جانے کی التجا فریاد کرنے کا ذکر فرمایا جا رہا ہے کہ یا اللہ وہ کفار باوجود بہت سے اقرار کرنے کے پھر بھی ظالم و کافر ہی رہے ہم کو ظالم قوموں سے بچا کر ان کی صحبت بد سے دور ہی رکھ۔

شان نزول

ایک مرتبہ بہت سے کفار مکہ حرم شریف میں جمع ہوئے اور جلسہ عام کیا مقررین نے بڑے زور و شور سے تقریریں کیں جن میں

اسلام، قرآن اور جہنم وعذاب جہنم کا انکار کیا اور مذاق اڑایا۔ ان کے تردیدی جواب میں یہ سولہ آیتیں نازل ہوئیں از آیت ۹۲ تا آیت ۱۰۷ نبی کریم ﷺ نے اسی وقت وہاں پہنچ کران کے اجتماع میں یہ آیتیں تلاوت فرمائیں۔ آپ کی تلاوت سے کفار پر ایسا رعب پڑا کہ سب کے منہ لٹک گئے۔ جلسہ درہم برہم ہو گیا۔ سامعین اٹھ کر چلے گئے اور مقررین براو شرمندہ منہ بنا کر کھسیانے ہو کر آہستہ آہستہ سب دفعہ دور ہو گئے۔ رب تعالیٰ کا کلام ہو اور نبی کریم ﷺ کی زبان ہو تو رعب وجلال کی کون تاب لاسکتا ہے۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا۔

تفسیر نحوی

مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۙ﴿۹۱﴾ مَا اتَّخَذَ باب افتعال کا ماضی مطلق منفی معروف صیغہ واحد مذکر غائب اَخْذٌ سے بنا ہے اس کا مصدر ہے۔ اِتِّخَاذٌ ترجمہ ہے لینا، پکڑنا، اختیار کرنا، انتخاب کرنا، اس کا فاعل اسم ظاہر اَللّٰهُ۔ مِنْ جارّہ تبعیضیہ عمومیہ بمعنی کوئی کچھ بھی وَلَدٌ اسم مفرد نکرہ بمعنی اولاد مذکر ومؤنث۔ یہ جار مجرور متعلق ہے مَا اتَّخَذَ کا۔ یہ فعل منفی اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو گیا۔ واؤ سر جملہ مَا كَانَ۔ باب نَصَرَ کا فعل ماضی مطلق منفی معروف صیغہ واحد مذکر غائب كَوْنٌ سے مشتق ہے۔ یہ كَانَ تامہ ہے۔ مَعَ اسم بمعنی ظرفیہ مکانی کے لئے۔ بمعنی ساتھ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مجرور متصل اس کا مرجع اَللّٰهُ۔ مضاف الیہ یہ مرکب اضافی ظرف ہے مَوْجُوْدٌ پوشیدہ اسم مفعول کا مِنْ جارّہ تبعیضیہ عمومیہ اِلٰهٍ۔ اسم نکرہ عمومی بمعنی کوئی معبود کہیں بھی کسی بھی قسم کا۔ یہ جار مجرور مَوْجُوْدٌ پوشیدہ کا مَوْجُوْدٌ اپنے پوشیدہ ضمیر نائب فاعل ظرف اور متعلق سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر فاعل ہے مَا كَانَ کا وہ فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ خبریہ تامہ ہو گیا۔ اِذًا حرف جزائیہ ظرفیہ زمانی کے لئے ترجمہ ہے تب تو۔ (تو اس وقت)۔ اس سے پہلے جملہ شرطیہ ذہناً پوشیدہ ہے۔ لَوْ كَانَ۔ لَوْ حرف شرط كَانَ تامہ هُوَ پوشیدہ ضمیر اس کا فاعل۔ جس کا مرجع ہے اِلٰهٌ۔ یہ فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معنوی شرط ہوئی۔ اس پوشیدہ جملے کا ترجمہ ہے۔ اگر ہوتا کوئی الٰہ اذا حرف جزا اور اصل اذن ہے لام تاکید یہ ترجمہ ہے۔ تب تو یقیناً ذَهَبَ۔ باب فتح کا ماضی مطلق معروف مثبت صیغہ واحد مذکر غائب ذَهْبٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے لے جاتا كُلُّ اسم تعدادی مضاف ہے بمعنی ہر۔ اِلٰهٌ اسم مفرد نکرہ كُلُّ مضاف الیہ یہ مرکب اضافی فاعل ہے۔ ذَهَبَ کا بَ جارہ تعدیہ بمعنی کو مَا اسم موصول خَلَقَ باب نصر کا ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ واحد مذکر غائب اس کا فاعل هُوَ ضمیر صیغہ جس کا مرجع ہے كُلُّ اِلٰهٍ یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا۔ موصول صلہ مل کر مجرور ہوا جار مجرور مل کر متعلق ہے ذَهَبَ کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ۔ واؤ عاطفہ لام تاکیدی عَلَا۔ باب نصر کا ماضی مطلق مثبت معروف واحد مذکر غائب عُلُوٌّ، عَلْوٌ، عَلِیٌّ، سے مشتق ہے ترجمہ ہے بلندی چاہنا۔ بعض اسم مفرد تبعیضی جامد ہے مضاف هُمْ ضمیر مضاف الیہ کا مرجع كُلُّ اِلٰهٍ ہے۔ یہ مرکب اضافی فاعل ہے عَلَا کا۔ عَلٰى بَعْضٍ یہ جار مجرور متعلق ہے عَلَا کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہے لَذَهَبَ کے جملے پر یہ دونوں عطف مل کر جزا ہے۔ لَوْ كَانَ پوشیدہ معنوی شرط کی۔ وہ شرط و جزا مل کر شرطیہ ہو گیا۔ سُبْحٰنَ اسم حاصل مصدر بروزن فعلان غُفْرَانٌ۔ سَبْحٌ سے بنا ہے الف نون زائد تان ہے لہٰذا غیر منصرف ہے۔ ترجمہ ہے پاکیزگی۔ برائت علیحدگی دوری یہ مضاف ہے اللہ مضاف الیہ یہ مرکب اضافی

موصوف صفت ہے مل کر مفعول مطلق ہے سَبَّحْتُ پوشیدہ واحد متکلم ماضی مطلق معروف کا یا سُبِّحَ پوشیدہ ماضی مطلق واحد مذکر غائب کا پہلا ترجمہ ہے۔ پاکیزگی بیان کی میں نے اللہ کی پاکیزگی دوسرا ترجمہ ہے پاکیزگی بیان کی گئی ہے اللہ کی پاکیزگی مفعول مطلق کلام کی تاکید کے لیے لایا جاتا ہے عَمَّا۔ دراصل ہے عَنْ مَا عَنْ جارہ زوالیہ مَا موصول۔ یَصِفُوْنَ۔ باب ضرب کا مضارع حال مثبت معروف صیغہ جمع مذکر غائب وَصْفٌ سے مشتق ہے۔ ترجمہ ہے متصف و منسوب کرنا۔ مراد ہے عیب لگانا خلاف شان وخلاف عقل وحقیقت باتیں بنانا۔ اس کا فاعل ھُمْ ضمیر صیغہ مرجع ہے یہود نصاریٰ۔ یہ فعل فاعل جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر صلہ ہے موصول صلہ مجرور ہوکر متعلق ہے پوشیدہ فعل کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہوگیا۔ یہ سُبْحٰنَ اللّٰہِ میں لفظ اللہ موصوف ہے اس کی صفت۔ اگلی عبارت عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّہَادَۃِ الْغَیْبِ وَالشَّہَادَۃِ کا الف لام استغراقی بمعنٰی تمام غائب وحاضر۔ درمیان میں واؤ عاطفہ معطوف علیہ شہادۃ معطوف دونوں مل کر مضاف الیہ عَالِمِ مضاف کا مرکب اضافی صفت ہے اللہ کی یہ مرکب توصیفی مضاف الیہ ہے سُبْحَانَ کا فَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ﴿۹۲﴾ قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِیَنِّیْ مَا یُوْعَدُوْنَ رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِیْ فِی الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ف زائدہ بیانیہ تَعٰلٰی باب تفاعل کا ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ واحد مذکر غائب مبالغہ کے لیے ہے۔ باب تفاعل کی وجہ مبالغہ ہوا۔ عَلِیٌّ سے مشتق ہے۔ ترجمہ ہے بہت ہی بلند ہونا۔ اس کا فاعل ھُوَ ضمیر مرجع ہے اللہ تعالیٰ عَمَّا ہے عَنْ مَا عَنْ حرف جرزوالیہ مَا اسم موصول یُشْرِکُوْنَ باب افعال کا مضارع حال مثبت معروف صیغہ جمع مذکر غائب شِرْکٌ سے بنا ہے مصدر ہے اِشْرَاکٌ ترجمہ ہے بت پرستی کرنا۔ اس کا فاعل ہے ھُمْ ضمیر صیغہ یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہوکر صلہ ہے موصول صلہ مل کر مجرور جار مجرور مل کر متعلق ہے تَعٰلٰی کا یہ فعل فاعل متعلق مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوگیا قُلْ فعل امر اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر قول ہوا۔ رَبِّ اصل میں یا ربی ہے یَا حرف ندا محذوف مَنْوِیْ ہے رَبِّ مضاف یاء متکلم مضاف الیہ۔ اگلے پچھلے دونوں لفظوں کے حذف کرنے کی وجہ سے تخفیف اور قرینہ قولیہ ہے۔ یہ مرکب اضافی منادیٰ ہے اِمَّا دراصل اِنْ مَا ہے قریب المخرج ہونے کی وجہ سے متصل ہوا۔ اِنْ حرف مَا اسم موصول تُرِیَنِّیْ باب افعال کا فعل مضارع مستقبل بانون تاکید ثقیلہ صیغہ واحد مذکر اور مذکر حاضر آخر میں یاء متکلم اس کا مصدر ہے۔ اِرَائَۃٌ دراصل ہے اِرْاَیٌ سے مشتق ہے مادہ متعدی بنفسہ ہے اور یہ مصدر متعدی لغیرہٖ ہے ترجمہ ہے دیکھنا۔ دکھانا صرف فعل تُرِیَنَّ ہے دراصل ہے تُرِیَیْنَّ تعلیل نحوی سے ہوا تُرِیَنَّ تُرِیَنِّیْ کا ترجمہ ہے ضرور ہی دکھائے تو مجھ کو تُرِیَنَّ فعل اَنْتَ پوشیدہ اس کا فاعل ی متکلم مفعول بہ اول مَا موصول یُوْعَدُوْنَ باب افعال کا مضارع حال مثبت مجہول صیغہ جمع مذکر غائب وَعْدٌ سے بنا ہے مصدر اِیْعَادٌ و اَعَادَۃٌ ترجمہ ہے وعدہ کرنا وعدہ کیا جانا اس کا نائب فاعل ھُمْ ضمیر صیغہ مرجع کفار یہود و نصاریٰ و مشرکین یہ فعل نائب فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ ہوا موصول صلہ مل کر مفعول بہ دوم تُرِیَنِّیْ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ ہوا وہ موصول صلہ مل کر شرط ہے۔ رَبِّ یہ مرکب اضافی بھی منادی ہے یہاں کی یاء ندائیہ کا حرف جزا۔ لَا تَجْعَلْ باب فتح کا فعل نہی معروف صیغہ واحد مذکر حاضر جَعْلٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے بنانا پھیرنا بدلنا اس کا فاعل اَنْتَ ضمیر پوشیدہ مرجع اللہ تعالیٰ نون وقایہ ضمیر واحد متکلم مفعول بہ ہے فِیْ جارہ ظرفیت مکانی کے لیے اَلْقَوْمِ الف لام حرفی عہد خارجی موصوف ہے۔ الف لام اسمی بمعنٰی اَلَّذِیْنَ ظٰلِمِیْنَ۔ باب ضرب کا اسم فاعل جمع مذکر برائے غائب ھُمْ اس کا فاعل یہ دونوں جملہ اسمیہ ہوکر صفت ہے قوم کی یہ مرکب

توصیفی مجرور متعلق ہے لَا تَجْعَلْ کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر جواب ندا ندا اپنے منادیٰ و جواب ندا سے مل کر جزا ہے اِمَّا تُرِیَنِّیْ شرط کی شرط و جزا مل کر جواب ندا ہے اس پہلے رَبِّ کا یہ ندا منادیٰ جواب ندیٰ مل کر مقولہ ہوا قُلْ کا یہ قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ

مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّ مَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۭ بِمَا خَلَقَ وَ لَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۹۱﴾۔ کتنے نادان ہیں یہ کفار زمانہ کس کس کو معبود بنائے پھر رہے ہیں کسی قوم نے عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ کہہ کر شرک کیا کسی قوم نے مسیح ابن اللہ کہہ کر کسی گروہ نے مولیٰ علی میں الوہیت کا حلول مانا اور کہا کہ علی میں الوہیت ایسی ہے جیسے پھول میں خوشبو (حوالہ از حیات ابی ضیغہ ابوزہرہ مصری ص ۲۰۰) کسی قوم نے فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں بنالیا یہ سب کذبیات کفار ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو اپنی اولاد نہ بنایا کیونکہ اولاد سے والد کی چار کمزوریاں ثابت ہوتی ہیں پہلی یہ کہ اولاد اپنے والد کی ہم جنس و مثل ہوتی ہے اور صفات جنسیہ خصوصیہ میں شریک ہوتی ہے۔ اور الوہیت بھی اللہ تعالیٰ کی لازمی قدیمی صفت ہے تو اگر اللہ تعالیٰ کی اولاد ہوتی الوہیت میں بھی شریک و ہم مثل ہوتی۔ صفاتِ لازمی مثل ذات ہوتی ہیں لہٰذا اگر ذات قدیم تو صفات قدیم۔ ذات حادث تو صفات حادث اور قدیم وہ ہے جس سے پہلے کوئی نہ ہو۔ قدیم صرف ایک ہی ہو سکتا ہے اگر قدیم کی اولاد مانی جائے تو اسے بھی قدیم ماننا پڑے گا۔ اور دو قدیم ہو نہیں سکتے۔ ثابت ہوا کہ قدیم کی اولاد نہیں ہو سکتی صفات دو قسم کی ہوتی ہیں۔ ۱۔ صفات بالقوہ یہی قدیم و لازمی ہیں۔ ۲۔ صفات بالفعل یعنی صفات کا عملی ظہور یہ صفات حادث ہیں تو چونکہ ہر اولاد اپنے والد کی صفات لازمی میں خود بخود شریک ہوتی ہے اس شرکت جنسی کو کوئی ختم نہیں کر سکتا اس لیے اللہ تعالیٰ کے لیے اولاد ماننا خود بخود شرک اکبر ہے کوئی مانے یا نہ مانے۔ اسی لئے ولد کی تردید و نفی کرتے ہوئے فرمایا گیا مَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ۔ یعنی اگر اولاد ہوتی تو وہ الٰہ ہوتی حالانکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور الٰہ نہیں ہے۔ دوسری کمزوری یہ کہ ہر اولاد اپنے والد کی ہر ملکیت میں شریک و دعویدار و حقدار بغیر اجازت والد کی ملکیت میں تصرف کر سکتی ہے۔ کوئی قانون منع نہیں کر سکتا۔ تیسری کمزوری یہ کہ کئی موقعوں پر والد اپنی اولاد سے کمزور و مغلوب و محتاج ہو جاتا ہے۔ چوتھی کمزوری یہ کہ اولاد اپنے والد کو کسی کام پر روک ٹوک سکتی ہے کیونکہ اولاد غلام و بندہ مملوک نہیں ہو سکتی۔ بلکہ شریک ہوتی ہے اور الٰہ وہ ہوتا ہے جو ہر قسم کی کمزوریوں سے پاک ہو۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے نہ کوئی ہم مثل نہ ہم جنس نہ کسی صفت لازمی میں شریک نہ صفت خصوصی میں شریک نہ غیر خصوصی میں برابر۔ اور نہ کوئی اس کے ساتھ دوسرا معبود نہ زمین کا نہ آسمانوں کا نہ تقابل کا نہ تعاون کا۔ جس طرح مالک کے لیے مملوک ضروری بادشاہ کے لیے رعایا ضروری۔ ایسے ہی الٰہ کے لیے مخلوق کا ہونا ضروری ہے۔ جو شخص کوئی مملوک نہ رکھے اس کو مالک نہیں کہا جا سکتا۔ بے رعایا کا بادشاہ نہیں ہوتا۔ ایسے ہی ذات جو مخلوق پیدا نہ کر سکے وہ الٰہ نہیں ہو سکتا۔ تو اگر اللہ تعالیٰ کی طرح دوسرے چند بھی معبود و الٰہ ہوتے ولدیت سے یا شرکیت سے تو اپنی اپنی مخلوق بنالیتے اور ہر الٰہ اپنی اپنی مخلوق علیحدہ لے جاتا۔ اور علیحدگی پر ہی صبر نہ کرتا بلکہ البتہ ہر معبود دوسرے معبود پر غلبہ، قبضہ، فتح اور بلندی حاصل کرنے کی کوشش کرتا۔ جس طرح بادشاہ کرتے ہیں۔ اور نتیجہ یہ ہوتا کہ پوری کائنات میں ہر وقت جھگڑا، فتنہ و فساد، قتل و قتال، ٹوٹ پھوٹ، فتح و

شکست، غالبیت مغلوبیت کا عالمگیر سلسلہ چلا رہتا۔ کوئی الہ غالب ہوتا کوئی مغلوب کوئی قابض کوئی مقبوض کوئی فاتح کوئی مفتوح اور بادشاہانِ دنیا کی طرح غالب اپنے مغلوب کو قیدی اور اس کی مخلوق کو اپنی مملوک بنالیتا۔ اور جو قیدی ہو اس کی طاقت ختم۔ ایسی شخصیت الٰہ کیسے ہوسکتی ہے الٰہ قدیم تو اس کی طاقت بھی قدیم۔ جس کی طاقت نہیں وہ الٰہ بننے کے لائق نہیں۔ اور چونکہ کبھی بھی نہ مخلوق کی چھینا جھپٹی ہوئی نہ تفریق نہ حصے داری نہ ظاہر میں نہ باطن میں نہ بالا میں نہ اعلیٰ نہ سموات میں نہ ارضین میں بلکہ پورا انظام کائنات بغیر کسی آفاقی فتنہ فساد کے ازلی حادث سے چل رہا ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ پوری عرشی فرشی مخلوق کا خالق و مالک رازق والٰہ ایک ہی رب قدیر و حکیم کریم وقدیم ہے اسی لئے طوعاً و کرھاً تمام مخلوق ارض وسماوی زبان قال وحال سے یہ کہنے پر مجبور ہے کہ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ۔ پاک ہے وہ اللہ خالق کائنات اپنی خالقیت مخلوقات مالکیت مملوکیت رازقیت مرزوقات والٰہیتِ واحدہ میں۔ جل جلالہ تمّ بُرْهَانُهٗ اور منزہ ہے ان تمام خرافات خرابات شرکیات کفریات کذبیات تخیلیات و عقائد سے جن سے یہ کفارِ زمانہ اللہ تعالیٰ کو موصوف و منسوب کرتے ہیں جو اللہ ہے وہی خالق ہے اور خالق ہی رازق دائمی و معبود حقیقی قدیمی ہوسکتا ہے۔ اور معبود ہی عالم الغیب والشہادۃ ہے۔ اپنی تمام مخلوق کے ہر غیب وحاضر ظاہر و باطن کی حقیقت و بناوٹ کو جاننے والا ہے۔ اس کے سوا کوئی بھی کسی کے حاضر غائب اندر باہر حقیقت بناوٹ لگاوٹ سجاوٹ اصل و فرع خام و پختہ کو نہیں جانتا۔ بنانے والا ہی جانتا ہے کیا بنایا کس طرح بنایا۔ دنیوی لوگ صرف دیکھ سکتے۔ سوچ سکتے بکھری چیزوں کو جوڑ سکتے ہیں۔ جوڑنا ترکیب ہے تخلیق نہیں۔ یہ علم وعقل کا دعویدار انسان تو نہ غیب کی حقیقت کو جانتا ہے نہ شہادت کی۔ گوشت پوست ہڈی نطفہ علقہ مضغہ خون رگ پٹھے یہ سب حاضر وشہادہ مگر ان کا مٹی سے بننا غیب ہے کوئی نہیں جانتا کہ یہ تخلیقی تبدیلیاں کس طرح ہوتی ہیں۔ اسی طرح نباتات جمادات حیوانات ظاہر ہیں مگر ان کی بناوٹ سالمیت مرکبیت اجتماعیت انفرادیت سب کچھ انسانی عقل فکر علم بصیرت سے غائب ہے۔ کوئی انسان نہ کسی کو بنا سکے نہ بننے کو جان سکے نہ کسی کو غائب کا علم نہ غیب کا نہ کوئی شاہد کا عالم نہ شہادہ کا فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (جن: ۲۶) اللہ تعالیٰ اپنے غیب وشہادہ کسی پر ظاہر نہیں فرماتا سوا اس رسول کے جس کو منتخب و مرتضیٰ بنالے۔ مخلوق میں اللہ کے غیب وشہادہ کو صرف وہی انبیا علیہم السلام ہی جانتے سمجھتے ہیں۔ خیال رہے کہ ہر مخلوق کے ہر ظاہر و باطن میں ہزار ہا غائب وحاضر غیوب و شہود ہیں۔ ہر ذرے، قطرے، پتے ڈالی اور ہر اصل ونسل میں اور یہ غیب وشہادت کی تقسیم انسان و مخلوق نظر و بصارت کے اعتبار سے ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی بھی چیز نہ غیب ہے نہ غائب سب کچھ شہادہ آشکارہ ظاہر و عیاں ہے فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۔ پس جان لو کہ اللہ تعالیٰ بہت ہی بلند و بلندیوں والا۔ خوب اور خوبیوں والا۔ عظیم و عظمتوں والا۔ حکیم و حکمتوں والا ہے۔ ان تمام باتوں حکایتوں، حالتوں، کیفیتوں سے جن سے یہ مشرکین کفار شرک کماتے شریک بناتے۔ تخیلات باطل تصورات فاسد لگائے پھرتے ہیں۔ اللہ رسول کا نہ کچھ بگاڑتے ہیں نہ بگاڑ سکتے ہیں۔ اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں کہ دنیوی قہر عتاب اور اخروی عذاب جلال اپنے اوپر بنا رہے ہیں۔ لہٰذا اے حبیب کریم ہر وقت ہر دعاء و مناجات میں صبح شام قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّيْ مَا يُوْعَدُوْنَ رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِيْ فِي الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔ عرض کرتے رہئے اپنے رب تعالیٰ سے کہ اے میرے رحمٰن و رحیم رب اگر تو مجھ کو وہ عذاب قہر وعقاب دکھاتے ہوئے ان کفار پر نازل فرمائے جس کا وعدہ وعید دیئے گئے ہیں یہ کفار تو

اے میرے رحیم کریم رب مجھ کو ظالم کافر قوم کے قریبیوں میں سے نہ بنانا نہ ان کے قرب میں نہ معاشرے میں نہ ان کے علاقوں میں تاکہ مجھ کو ان کی ہلاکت کا نظارہ بھی نہ کرنا پڑے نہ ان کے عذاب کا اثر آئے نہ غبار۔ مجھ کو ان سے ان کو مجھ سے دور ہی رکھنا۔ اسی دعا کے چھ فائدے۔ پہلا فائدہ تعلیم امت کہ ہر مسلمان تا قیامت یہ دعا مانگتا رہے دوم یہ کہ کافروں ظالموں سے انتہائی نفرت کا اظہار ہے سوم اپنی بندگی کا اظہار چہارم دعاء عبادت کا ثواب پنجم بار بار رب تعالیٰ کا نام لینے سے ذکر اللہ اور قلب وروح کا تزکیہ۔ ششم ہر وقت یادِ الٰہی۔ حضرت حسن بصری نے فرمایا اس سے مراد عذابِ دنیوی ہے جس کے نزول کا کفارِ مکہ سے ذکر کیا گیا مگر وقت نہ بتایا گیا تھا۔ غالباً وہ وہی سات سالہ قحط تھا جس سے بہت کافر ہلاک ہو گئے تھے۔ اس کا تفصیلی ذکر گزر گیا۔ یہ دعا قبول ہوئی اور ہجرت کی اجازت ملی۔

ان آیات میں مفسرین کے مختلف اقوال

اذًا کے معنٰی میں دو قول۔ ا۔ اکثر نے فرمایا یہ شرطیہ بمعنٰی لَوْ ہے ترجمہ ہے اگر ایسا ہوتا۔ یہی قول درست ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا یہ قسمیہ ہے اور اس سے پہلے واللہ پوشیدہ ہے۔ مگر یہ قول غلط ہے بِمَا خَلَقَ کے مَا میں دو قول۔ ا۔ اکثر نے فرمایا یہ ما موصولہ ہے یہی قول درست ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا یہ مَا مصدریہ ہے عَمَّا يَصِفُوْنَ کے مَا میں دو قول۔ ا۔ اکثر نے لکھا یہ موصولہ ہے یہی درست ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا یہ مصدریہ ہے۔ يَصِفُوْنَ کی قرئت میں دو قول۔ ا۔ اکثر کی قرئت میں يَصِفُوْنَ ہے۔ جمع مذکر غائب۔ یہی قرئت درست ہے کیونکہ مشہور ومکتوب ہے۔ ۲۔ بعض کی قرئت میں تَصِفُوْنَ ہے۔ جمع مذکر حاضر۔ عَالِمُ الْغَيْبِ کی ترکیب نحوی میں دو قول۔ ا۔ بعض نے کہا یہ بدل ہے سُبْحَانَ اللّٰهِ کے لفظ اللہ کا۔ ۲۔ بعض نے کہا یہ صفت ہے اللہ کی دونوں قول مناسب ہیں۔ جو چاہو ترکیب کر لو معنٰی میں کوئی فرق نہیں۔ عَالِمُ الْغَيْبِ کی قرئت میں دو قول۔ ا۔ اکثر کی قرئت میں۔ زیر سے ہے عَالِمِ یہی قرئت مشہور ومکتوب ہے۔ ۲۔ بعض کی قرئت میں عَالِمُ ہے پیش سے ان کے نزدیک یہاں هُوَ مبتدا پوشیدہ ہے مگر یہ قرئت شاذ ہے تُرِيَنِّيْ کی قرئت میں دو قول۔ ا۔ اکثر نے تُرِيَنِّيْ ی سے پڑھا ہے یہی صحیح ہے کیونکہ مشہور ومکتوب ہے۔ ۲۔ بعض کی قرئت میں تُرِئَنِّيْ ہمزہ سے ہے۔ معنٰی میں کوئی فرق نہیں۔

فائدے

ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ **پہلا فائدہ:** کفار زمانہ نے تو اندھی مقابلے بازی کی طرح سفری حضری چھوٹے بڑے معبود بنانا شروع کر دیئے معبود ساز فیکٹریاں بن گئیں۔ آذر بت تراش کی طرح مستری کاریگر بٹھالئے گئے ہیں ہندوستان میں جا کر دیکھو عجیب کھیل شروع ہے مگر حقیقت یہ ہے اور اسلام کا احسان ہے انسانیت پر جس نے مسلمانوں کو اس حماقت سے بچایا اور بتایا کہ سچا معبود وہی ہے جس میں چار قوتیں قدرتیں لازمی ثبوتی ہوں اور جس میں یہ چار صفاتی قوتیں نہیں ہیں اس کو الٰہ ماننا سجدہ کرنا کفر شرک وحرام ہے۔ پہلی شان قدرت خالقیت۔ دوسری شان قدرت غالبیت۔ تیسری شان قدرت قابضیت۔ یعنی معبود وہی ہو سکتا جو تمام کائنات افلاک آفاق ہواؤں فضاؤں بحر وبر کا خالق تمام پر غالب وقابض ہو۔ چوتھی شان یہ کہ کل مخلوق پر علیم وخبیر وحاکم مطلق ہو۔ جس میں یہ قوتیں نہیں وہ معبود وجود بننے کے لائق نہیں۔ یہ فائدہ إِذًا لَّذَهَبَ اور وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ [illegible] سے حاصل ہے۔ دوسرا فائدہ: [illegible] مانگنے کا مقصد صرف

حصول مراد ہی نہیں ہوتا بلکہ دعا کے اور بھی بہت فائدے ہیں مثلاً دعا مانگنے والے کا اظہار بندگی' عاجزی' تضرع' اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی' ذکر اللہ' تزکیہ روح' سکون قلبی' ثواب وغیرہ۔ لہٰذا ہر مسلمان کو ہر وقت دعا مانگنا چاہئے۔ قبول ہوں یا نہ ہوں یہاں تک کہ بندہ اپنے مولیٰ تعالیٰ سے وہ چیزیں بھی مانگتا رہے جو اس کو پہلے بھی حاصل ہیں یہ تحصیل حاصل کی دعا نہ ہوگی بلکہ مزید علاوہ کی دعا بن جائے گی۔ یہ فائدہ قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِیَنِّیْ مَا یُوْعَدُوْنَ فرمانے سے حاصل ہوا۔ حدیث پاک میں ارشادِ مقدس ہے کہ ہر مسلمان کو ہر وقت دعائیں مانگنا چاہئے جو دعائیں قبول نہ ہوں یا نا قابل قبول تب بھی بندے کو مایوس نہ ہونا چاہئے کیونکہ جمع ہو رہی ہیں اور آخرت میں ان کا نعم البدل ملے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ لیکن دنیا میں بندے کو یاد الٰہی کا فائدہ ملے گا کبھی حمد وثنا کی شکل میں کبھی دعاء عبادت کی شکل میں کہ بندہ اس طرح اپنے رب کریم کو یاد کرتا رہتا ہے۔ دیکھو آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو رَّبِّ فَلَا تَجْعَلْنِیْ کی دعا اور دیگر دعائیں مانگنے کا حکم الٰہی ہوا حالانکہ آپ کو یہ سب پہلے ہی حاصل ہیں اس کا خلاف محال و ناممکن ہے مگر پھر بھی حکم ہوا محض یادِ الٰہی و اظہار بندگی کے لیے۔ **تیسرا فائدہ:** فرمودات ربانی میں دنیوی عام مصائب۔ وبائی امراض کو بھی عذاب کہہ دیا جاتا ہے اسی طرح وعید سزا کو کبھی وعدہ کہہ دیا جاتا ہے اگرچہ اصطلاح میں اچھے انعام یا نعمت دینے کی پیشگی اطلاع کو وعدہ کہا جاتا ہے اور بری سزا دینے کی پیشگی اطلاع کو وعید کہا جاتا ہے۔ یہ اس لئے کہ ہر وہ مصیبت جو کافر کو کفر پر ہلاک کر دے وہ اس کے لیے عذاب ہی ہے۔ اس مصیبت کی پیشگی خبر اولاً اور باعتبار مسلمانوں کے وعدہ رحمت ہے اور باعتبار کفار وعید سزا ہے اور جو مصیبت توبہ کرا دے وہ رحمت ہے عام عذاب آسمانی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں کفار پر آنا بند ہو گئے اور آنا ناممکن ہیں کیونکہ وعدہ ربانی ہو گیا۔ چنانچہ ارشادِ ربانی ہے۔ مَا کَانَ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِیْهِمْ۔ (انفال: ۳۳) اور وعدہ خلافی رب تعالیٰ سے ناممکن ہے یہ فائدہ مَا یُوْعَدُوْنَ فرمانے سے حاصل ہوا۔ یہاں عذاب سے مراد میں دو قول ہیں۔ ۱۔ سات سالہ قحط مکی۔ ۲۔ قتال بدری۔

احکام القرآن

ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ:** قانونِ شریعت میں ہر اولاد بیٹی یا بیٹا اپنے والد کی تمام مملوکہ اشیاء میں جزئی حقیقی شریک و مالک ہے اور والد والدہ اپنی تمام اولاد کی مملوکہ چیزوں میں کلی حقیقی مالک ہے لہٰذا اگر کسی بیٹے بیٹی نے اپنی جائز ضرورت کے لیے بقدر ضرورت اپنے والد والدہ یا والدین نے اپنی ضرورت کے لیے اولاد کی چیزیں چرا لیں تو چور پر شرعی حد یا تعذیر نہ لگے گی۔ یہ مسئلہ ائمہ اربعہ کا متفق علیہ ہے۔ ہاں البتہ اولاد کو اخلاقاً سزاء سرزنش دی جاسکتی ہے تاکہ اولاد کی عادتیں نہ بگڑیں۔ یہ شرکت قدرتی ہے۔ یہ مسئلہ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ فرمانے سے مستنبط ہوا۔ کہ چونکہ اولاد یقیناً لازماً خود بخود اپنے والد کی شریک وحصے دار ہوتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کی اولاد ہونا ناممکن ومحال ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک ہو سکتا ہی نہیں نہ حصے دار۔ **دوسرا مسئلہ:** جنگ کا مال غنیمت فاتحین کی ملکیت ہوتا ہے اگرچہ دشمن بھاگ جائے اور بغیر قتال فتح وغنیمت حاصل ہوئی ہو۔ اور اصل مالک زندہ موجود ہو۔ کیونکہ شکست اور فرار ملکیت کو ختم کر دیتا ہے لہٰذا فاتحین مجاہدین مسلمانوں کے لیے مال غنیمت استعمال وتقسیم کرنا شرعاً جائز ہے۔ یہ مسئلہ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ کی تفسیر وتشبیہی وضاحت سے مستنبط ہوا۔ کہ الٰہوں کی لڑائی کو بادشاہوں کی لڑائی سے مشابہت دی گئی۔

تیسرا مسئلہ: ناممکن اور تحصیل حاصل کی دعا مانگنا شرعاً جائز ہے اگرچہ دعا مانگنے والے کے دل میں قبولیت کا ارادہ نہ ہو۔ یہ مسئلہ قُلْ رَّبِّ کی پوری دعا مانگنے کے حکم ربانی سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ **پہلا اعتراض:** یہاں فرمایا گیا کہ اِذًا لَّذَهَبَ۔ قانونِ نحوی کے مطابق لفظ اذا شرط وجزا کے درمیان لایا جاتا ہے۔ یہاں اذا سے پہلے۔ مَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ۔ جملہ خبریہ ہے نہ کہ شرطیہ تو پھر یہاں اذا کیوں لایا گیا۔ **جواب:**۔ اگرچہ ظاہراً یہاں جملہ شرطیہ نہیں ہے مگر پوشیدہ جملہ شرطیہ موجود ہے۔ پوشیدہ عبارت اس طرح ہے۔ لَوْ كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ۔ اور شرط اس لئے پوشیدہ رکھی گئی کہ قرینہ اور نشان موجود ہے۔ مَا كَانَ کی ظاہر عبارت لَوْ كَانَ کا قرینہ ہے اور اِذًا اجزائیہ کا ہونا شرط پوشیدہ کی نشاندہی کر رہی ہے۔ تو چونکہ یہ دونوں شرط کا پتا بتا رہے ہیں لہٰذا اظہار شرط کی ضرورت نہ رہی۔ **دوسرا اعتراض:** یہاں فرمایا گیا قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِیَنِّیْ مَا یُوْعَدُوْنَ۔ اس حکم میں عذاب سے بچالئے جانے کی دعا مانگنے کا حکم ہے۔ حالانکہ انبیاء کرام علیہم السلام مثل ملائکہ معصوم ہیں۔ اور معصوم سے گناہ و خطا کا صدور اور نزول عذاب ان پر محال و ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عصمت حفاظت عطا فرمائی اور اللہ تعالیٰ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَاد کی شان والا ہے۔ وعدہ خلافی محال بالذات ہے تو پھر اس دعا کا حکم کیوں دیا گیا یہ تو تحصیل حاصل ہے جو محال ہے۔ **جواب:** یہ دعا تین وجہ سے منگوائی گئی۔ ۱۔ تعلیم امت کے لیے۔ ۲۔ دعا عبادت ہے اور ہر عبادت کا ثواب ہے تو یہ دعا حصول ثواب کے لیے ہے نہ کہ حصول مقصد کے لئے مقصد تو پہلے ہی حاصل ہے۔ ۳۔ یہ دعا اظہار بندگی اور عجز کے لیے ہے نیز یہ دعا عذاب سے بچالئے جانے کے لیے نہیں بلکہ صرف اس لئے ہے کہ یا اللہ کفار پر نزول عذاب کے وقت میں ان کے علاقہ میں نہ رہوں تا کہ ان کو عذاب ہوتے ہوئے میں نہ دیکھوں۔ **تیسرا اعتراض:** قُلْ رَّبِّ کی پوری عبارت میں بار بار رب کیوں فرمایا گیا یہ تو تکرار لفظ ہے جو فصاحت لفظ کے خلاف ہے۔ **جواب:** فصاحت کلام کے خلاف نہیں بلکہ حسن دعا ہے ہر چیز کا حسن علیحدہ ہوتا ہے دعا کا حسن یہ ہے کہ اس میں کثرت التجا رغبت طلب توجہ الی اللہ۔ اپنی بندگی کا اظہار۔ عاجزی زاری ہو اور چونکہ یہ دعا فقط حصول ثواب کے لیے ہے اس لئے ذکر اللہ کی کثرت کا حکم دیا گیا کہ دعا ایک بار ہو مگر رب۔ رب کا ذِکْرُ اللّٰهِ بار بار ہو۔

تفسیر صوفیانہ

اے راہِ سلوک کے مسافرو۔ معرفت الٰہی کے طلبگارو اس راہِ معصیت صراطِ اسرار و طریقت انوار میں بہت ایسے اغیار و اشرار ہیں جو فریب دینے والے قسم قسم کے حلیوں میں بہت طرح کے دعوؤں میں۔ ہر طرف اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰی کے نعرے ہیں اور شیاطین کے شرارے ہیں۔ لہٰذا فریب شیاطین سے بچنے کے لیے ربانی عرفان کا درسِ نشان یاد رکھو کہ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ۔ رب تعالیٰ نے اپنا مثل بنایا نہ جنس نہ نوع نہ تمثیل نہ تشبیہ نہ ضد نہ ند۔ کیونکہ رب تعالیٰ ہی الٰہ کائنات ہے اور الٰہ وہی ہو سکتا ہے لَا ضِدَّ لَهٗ وَلَا نِدَّ لَهٗ لَاشِبْهَ لَهٗ وَلَا مَشَابِهَ لَهٗ وَلَا مِثْلَ لَهٗ وَلَا مِثَالَ لَهٗ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ۔ مرشدانِ کامل اپنے مریدانِ طالب کو مدرسہ معرفت [illegible] سے بچاتے ہیں

کیونکہ نعرۂ مثلیت و دعوئے الٰہیہ ہی ابلیس کی تلبیس اوّل ہے۔ اہل دنیا اسی جال میں کافرانِ مطلق ہیں۔ دنیا پرستوں نے ڈھیروں الٰہ بنا لئے کسی نے اموال کو کسی نے اولاد کو کسی نے اغیار کو کسی نے اپنی محنت افکار کو کسی نے اپنی صنعت فنکار کو اپنا معبود سمجھا۔ رب حقیقی و رازق قدیمی کو بھول کر اپنے ان ہی گھریلو خداؤں پر بھروسہ کر کے نہ خوف کبریائی نہ شرم مصطفائی نہ یادِ خفی نہ فکر جلی۔ منزہ فرمالیا رب تعالیٰ نے اپنی ذاتِ سبحان کو زندیقوں کے تخیلات اور باطل مشابہتوں سے اس کی وحدت کامل ہے لہٰذا کسی کو ثانی نہ بنایا۔ کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ کسی حادث کا درجۂ قدیم پر جانا یا ذاتِ قدیم کا محل حادث میں آنا۔ کیونکہ قدیم وہی ہے جو پاک ہے ہر عیب حوادث سے جب صفت قدیمی کی تجلی پڑتی ہے حادثات پر تو سب حوادثِ عدم کی طرح معدوم وفنا ہو جاتے ہیں۔ عالی و بلند ہے وہ اللہ ہر وہم و اشارے سے۔ الٰہ وہ ہے جو صمد ہو اور صمدیت ہر اس چیز سے دور ہے جو نالائق صمدیت ہو کیونکہ صمدیت ضد و مخالف کے منافی ہے۔ دائماً پس صمدیت اپنے مخالف و نالائق کے ساتھ کیسے باقی رہ سکتی ہے۔ اگر کوئی ایک یا چند معبود ہوتے اس خالق تعالیٰ کے ساتھ۔ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۭ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ۔ تو ہر الٰہ خالق ہوتا عالم اسرار کی قوتِ روح۔ طاقتِ قلب۔ قدرۃ عقل اور ہمت اجسام و جرئت ابدان و اعضاء کا کیونکہ الٰہ کے لئے شرط اوّل و قدرتِ اکمل ہے کہ خالق مخلوق ہو۔ اور پھر ہر الٰہ اپنی تخلیقی موجودات کو اپنے علاقوں میں سمیٹ لے جاتا اور اسرار و ارواح کا بادشاہِ باطنی بن کر عالم ناسوت و جبروت و ملکوت و لاھوت میں بعض چاہتے کہ بعض پر غلبہ و قبضہ حاصل کر لیں تب باطنی قوتوں کی جنگ فتنہ و فساد پڑا رہتا۔ مگر ایسا نہیں ہے بلکہ ہر عالم ظاہر و باطن خفی و جلی میں ہر طرف مکمل نظم و ضبط سکون و سرور ہے۔ پس ثابت ہوا کہ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۙ عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۔ پاکیزگی ہے اللہ واحد کو ہر مثلیت مشابہت سے جس سے یہ کفار منسوب کرتے ہیں۔ فقط وہی ہے ارواح و اجسام کے ظاہر و باطن کو جاننے والا۔ شرک دو قسم کا ہے۔ ا۔ شرک جلی جیسے بت پرستی و ابنیت بنتیت مثلیت کا عقیدہ۔ ۲۔ شرک خفی جیسے اللہ کے مقابل غیر اللہ پر توکل و توجہ الی غیر اللہ اور نفاق ریا۔ اللہ سے مایوسی دنیا و اہل دنیا سے آس و امید۔ ریا کار مشرک باطنی ہے کہ دکھانے کے لیے عبادت کرتا ہے نہ کہ اللہ کے لئے۔ اے مسافر طلب اپنے لوہے کو سونے سے ملمع مت کر۔ بازار عمل میں یہ فریب نہ چلے گا کیونکہ صراف حقانی و برھانی دانا و بینا ہے کھوٹا کھرا پہچان لے گا۔ توحید نور ہے شرک نار ہے نورِ توحید موحد کی سیئات کو مٹا دیتا ہے اور نار شرک مشرک کی حسنات کو جلا دیتی ہے۔ حدیث مقدس میں ہے اے بندے اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دینے کی کوشش نہ کر دھوکہ دینا یہ ہے کہ جس عمل کا حکم دیا گیا ہے وہ نہ کرے اور جس کا حکم نہ دیا گیا وہ کرنے لگے اور یہ بھی دھوکہ دینا ہے کہ غیر اللہ کی خوشی و دکھلاوے کے لئے اپنی واہ واہ کے لئے عبادت و خیرات کرے اے بندے اگر تو زید کے لئے کام کر رہا ہے تو بکر سے اجرت کی امید نہ رکھ۔ اے بندے ایمان توحید و عبادت ایمان کو بھی خالص توحید بنا لے اس طرح کہ شرک جلی و خفی کبیر و صغیر سے پاک رکھ۔ مسافر طریقت کو چاہئے کہ بقدر طاقت تا عمر مجاہدہ مکاشفہ میں مشغول رہے تاکہ اہل عرفان کے درجات و صدیقین کی توحید خالص کا نور حاصل کر لے اس مجاہد کے لئے دو عمل ضروری ہیں اولاً احکام شریعت کی پابندی دوم نفس امارہ کی پکی مخالفت و سچی نفرت تاکہ بندہ عامل للہ باقی باللہ فانی فی اللہ میں شمار ہو اور اخلاق کبریائی انوار تجلیائی و جمال مصطفائی سے نفع یاب ہو سکے۔ قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّيْ مَا يُوْعَدُوْنَ رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِيْ فِي الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔ اے عارف کامل عرفان حقیقی کے

باوجود ہمیشہ یہ دعا مانگ کے یارب مجھ کو ظالمین منافقین و اہل شر سے دور ہٹا لے تاکہ ان کا وہ انجام بد ہلاکت و فنا محرومی و فا دوری وصل کا عذاب فراق مطلوب کی سزا مجھ کو نہ دیکھنی پڑے جس کی وعید دیئے گئے ہیں وعدۂ خیر عطا فرما وعید شر سے بچا عاقلین کے وعدے و نفع سے حصہ عطا فرما غافلین کے وعید نقصان سے بچا۔

وَاِنَّا عَلٰۤی اَنْ نُّرِیَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ ﴿۹۵﴾

اور بیشک ہم قادر ہیں اس پر کہ دکھادیں ہم تم کو وہ عذاب دور سے جس کا وعدہ کر رہے ہیں ہم ان کفار سے

اور بیشک ہم قادر ہیں کہ تمہیں دکھادیں جو انہیں وعدہ دے رہے ہیں

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ السَّیِّئَةَؕ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَصِفُوْنَ ﴿۹۶﴾

ہٹادو اسکے ذریعے جو سب سے اچھا ہے ہر برائی کو ہم ہی خوب جاننے والے ہیں اس کو جس سے یہ کافر موصوف کر رہے ہیں

سب سے اچھی بھلائی سے برائی کو دفع کرو۔ ہم خوب جانتے ہیں جو باتیں یہ بنا رہے ہیں

وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِۙ ﴿۹۷﴾

اور دعا مانگو اے میرے رب میں پناہ مانگتا ہوں تیری شیطانوں کے وسوسوں سے

اور تم عرض کرو کہ اے میرے رب تیری پناہ شیاطین کے وسوسوں سے

وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ ﴿۹۸﴾

اور میں پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ وہ شیاطین میرے پاس آئیں

اور اے میرے رب تیری پناہ کہ وہ میرے پاس آئیں

حَتّٰۤی اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴿۹۹﴾

یہاں تک کہ جب آئے ان شیاطین میں سے کسی کو موت تو بولے اے میرے رب مجھے دنیا میں لوٹا دے

یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آئے تو کہتا ہے کہ اے میرے رب مجھے واپس پھیر دے

تعلقات

ان آیت پاک کا پچھلی آیت پاک سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق** پچھلی آیت میں تا قیامت مسلمانوں کو ایک دعا مانگنے کا حکم دیا گیا کہ اے مسلمانو تم یہ عرض کرتے رہا کرو کہ یا اللہ کافروں کا عذاب مجھے دکھانا چاہے تو مجھے ظالم کفار قوم میں سے نہ بنا دینا نہ ان کے قریب رکھنا۔ اب ان آیت میں فرمایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ کفار کا عذاب دنیا یا قبر والا دکھادے مگر چونکہ اس عذاب کو دیکھنا مفید نہیں اس لئے تم سب مسلمان اس عذاب عبرت کو نہ دیکھنے نہ دکھانے کی دعا مانگتے رہا کرو۔

دوسرا تعلق: پچھلی آیت میں عذابِ کفار نہ دیکھنے کی دعا اور ظالم قوم میں سے نہ ہونے کی اور نہ بنائے جانے کی دعا مانگنے کا ذکر ہوا۔ اب ان آیت میں شیطان و شیطانوں کے وسوسوں سے بچنے کی دعا مانگنے کا حکم دیا جا رہا ہے کیونکہ ہر ظلم کفر کی جڑ یہی وسوسے ہیں تو جو شخص قلبی طور پر عذاب مصیبت دیکھنے یا دکھائے جانے سے بچنا چاہتا ہے وہ شیطانی وسوسوں سے بچنے کی دعا مانگا کرے۔ **تیسرا تعلق:** پچھلی آیت میں یہود و نصاریٰ اور ہر قسم کے مشرک کافر کے ظلم و کفر بدعقیدگی برائی کا ذکر اور اُن سے بچائے جانے کی دعا مانگنے کا تا قیامت ہر مسلمان کو حکم دیا گیا۔ اب ان آیت میں ان کفریہ برائیوں کے مٹانے دور کرنے کا ہر مسلمان کو ایک بہترین پائیدار طریقہ سکھایا جا رہا ہے کہ لڑنے جھگڑنے کی ضرورت نہیں بلکہ ایسی ہمہ وقتی عبادتیں کرتے رہو کہ برائیاں خود بخود ختم ہو جائیں اور برے لوگ بھاگ جائیں۔ مجدد بریلوی اعلحضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کا ایک کامیاب تجربہ بیان فرمایا کہ۔

غیض میں جل جائیں بے دینوں کے دل   یا رسول اللہ ﷺ کی کثرت کیجئے

تفسیر نحوی

وَ اِنَّا عَلٰٓی اَنْ نُّرِیَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ ﴿۹۵﴾ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ السَّیِّئَةَ ؕ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَصِفُوْنَ ﴿۹۶﴾۔ واؤ سر جملہ اِنَّا اصل اِنَّ نَا ہے۔ اِنَّ حرف مشبہ نا ضمیر جمع متکلم اِنَّ کا اسم ہے۔ عَلٰی حرف جر اَنْ ناصبہ مصدریہ مضارع کو نصب دیتا ہے۔ بابِ افعال کا فعل مضارع مستقبل معروف مثبت جمع متکلم اس کا مصدر ہے اِرَاءَ ةٌ رَأْیٌ سے بنا ہے ترجمہ ہے دکھانا۔ اس کا فاعل ہے نَحْنُ ضمیر پوشیدہ ک ضمیر واحد مذکر حاضر منصوب متصل یہ مفعول بہ اوّل ہے نُرِیَ فعل فاعل مفعول بہ اوّل ما اسم موصول نَعِدُ باب ضَرَبَ کا مضارع مثبت معروف صیغہ جمع متکلم۔ وَعْدٌ سے مشتق ہے۔ اس کا فاعل ضمیر صیغہ ہے هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب منصوب متصل یہ نَعِدُ کا مفعول بہ ہے یہ فعل فاعل مفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہے ما کا۔ یہ موصول صلہ مل کر مفعول بہ دوم ہے نُرِیَ کا۔ وہ فعل فاعل دونوں مفعول مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مجرور ہوا عَلٰی سے۔ یہ جار مجرور متعلق مقدم ہے۔ لام کے تاکید و تحقیق کے لئے قَادِرُوْنَ باب ضَرَبَ کا اسم فاعل جمع مذکر۔ برائے جمع متکلم۔ اس کا فاعل نَحْنُ ضمیر پوشیدہ مرجع اللہ تعالیٰ قَدْرٌ سے مشتق ہے بمعنی قدرت وقوت ہونا۔ یہ اسم فاعل اپنے فاعل اور متعلق مقدم سے مل کر خبر ہے اِنَّ کی۔ وہ اپنے اسم و خبر سے ملکر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ اِدْفَعْ باب فَتَحَ کا فعل امر واحد مذکر حاضر معروف۔ دَفْعٌ سے مشتق ہے۔ ترجمہ ہے۔ مٹانا۔ ہٹنا۔ دور کرنا۔ اس کا فاعل اَنْتَ ضمیر صیغہ پوشیدہ۔ بِ جار یہ سببیہ۔ بمعنی ذریعے سے۔ هِیَ ضمیر ظاہر واحد مؤنث غائب مرفوع منفصل مبتداء ہے۔ اَحْسَنُ باب نَصَرَ کا اسم تفضیل صیغہ واحد مذکر۔ یہ خبر ہے مبتدا کی۔ حَسَنٌ سے مشتق ہے احسنُ کا ترجمہ ہے بہت ہی اچھائی اور حسن و خوبصورتی والا۔ هِیَ مبتدا اپنی اس خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر صلہ ہے اَلَّتِیْ اسم موصول واحد مؤنث کا وہ موصول صلہ مل کر مجرور ہے بِ سے وہ جار مجرور ملکر متعلق ہے اِدْفَعْ کا۔ اَلسَّیِّئَةَ۔ الف لام استغراقی حرفی۔ بمعنی ہر قسم کی سَیِّئَة۔ اسم مؤنث لفظی ترجمہ ہے برائی مفعول بہ ہے اِدْفَعْ کا۔ یہ سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو گیا۔ نَحْنُ۔ اسم ضمیر جمع متکلم مرفوع منفصل ترجمہ ہے ہم مرجع ہے اللہ تعالیٰ۔ اَعْلَمُ۔ باب سَمِعَ کا اسم تفضیل واحد مذکر برائے جمع متکلم۔ اس کا فاعل نَحْنُ پوشیدہ ضمیر۔ بِ جارہ تعدیہ کا اسم موصول۔ یَصِفُوْنَ۔ باب ضَرَبَ کا فعل مضارع حال مثبت معروف صیغہ جمع مذکر غائب۔ اس کا

فاعل هُمْ ضمیر صیغہ جس کا مرجع ہے کفار یہود و نصاریٰ و مشرکین۔ وَصْفٌ سے مشتق ہے۔ معنی ہے متصف اور منسوب کرنا۔ یہ فعل فاعل ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صلہ ہوا۔ ما موصول صلہ ملکر مجرور ہوا ب سے یہ جار مجرور مل کر متعلق ہے۔ اَعْلَمُ کا۔ یہ اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے نَحْنُ مبتدا کی۔ دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ﴿٩٧﴾ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ﴿٩٨﴾ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴿٩٩﴾۔ واؤ سر جملہ قُلْ فعل با فاعل جملہ قولیہ ہو کر قول ہوا۔ رَبِّ یا رَبِّیْ یا حرف ندا رَبِّیْ مرکب اضافی منادیٰ ہے۔ اَعُوْذُ بابِ نصر کا مضارع حال صیغہ واحد متکلم عَوْذٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے پناہ مانگنا کسی سایہ میں آنا کسی سے التجا کرنا کسی سے تعلق جوڑنا یہاں سب معنی بن سکتے ہیں اس کا فاعل ہے انا ضمیر واحد متکلم مراد ہے ہر مسلمان ب حرف جر زائدہ برائے نسبت اضافت ک ضمیر واحد مذکر حاضر مجرور متصل بمعنی تیری پناہ مضاف الیہ کے درجہ میں ہے یہ جار مجرور متعلق اول ہے مِنْ حرف جر بمعنی عَنْ جارہ زوالیہ (دور ہٹانے کے لئے) هَمَزَاتِ۔ اسم جمع مؤنث سالم اس کا واحد ہے۔ هَمْزٌ۔ باب نصر اور ضَرَبَ میں گردان ہوتی ہے۔ لغوی ترجمہ ہے۔ چبھونا۔ مارنا۔ کاٹنا۔ توڑنا۔ دبانا۔ نچوڑنا۔ ٹپکنا۔ ان ہی معنوں سے یہ گیارہ لفظوں میں مشترک ہے۔ ۱۔ چغلی کرنا چغل خور کی عربی میں هماز کہا جاتا ہے۔ بروزنِ فعال قوال صیغہ مبالغہ ہے۔ ۲۔ غیبت کرنا۔ ۳۔ دھکا دینا۔ ۴۔ کاٹ کھانا۔ ۵۔ لوہے کی نوکیلی چیز۔ ۶۔ دو دوستوں کو لڑا دینا۔ ۷۔ ٹھوکر لگانا۔ اسی سے ہے مهميز گھوڑے کو ایڑھ لگانا (ایڑھی مارنا)۔ ۸۔ تفرقہ ڈالنا۔ ۹۔ آندھی کی سخت آواز۔ ۱۰۔ دل میں برے خیالات آنا۔ ۱۱۔ ورغلانا۔ اکسانا۔ یعنی ظاہراً یا باطناً وسوسہ ڈالنا غلط پٹی پڑھانا۔ یہاں اسی معنی میں ہے۔ یہ مضاف ہے۔ الشَّيٰطِيْنِ الف لام حرف استغراقی بمعنی تمام شیاطین اسم جمع منتہی الجموع۔ اس کا واحد ہے شیطانٌ یہ جمع غیر منصرف ہوتی ہے مگر جب معرف باللام ہو تو منصرف ہوتی ہے اس لئے یہاں اس پر بحالتِ کسرہ جرآ گیا یہ مضاف الیہ ہے هَمَزَاتُ کا یہ مرکب اضافی مجرور ہے مِنْ سے یہ جار مجرور متعلق دوم ہے۔ اَعُوْذُ فعل فاعل اور دونوں متعلقوں سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر جواب ندا۔ ندا منادیٰ جواب ندا مل کر جملہ ندائیہ ہو کر معطوف الیہ و عاطفہ اَعُوْذُ فعل بِكَ جار مجرور متعلق۔ اَنْ حرف ناصبہ۔ يَحْضُرُوْنَ دراصل ہے۔ يَحْضُرُوْنَ نِیْ۔ يَحْضُرُوْنَ بابِ نصر کا مضارع مثبت معروف صیغہ جمع مذکر غائب اَنْ ناصبہ نے فتحہ دیا لہٰذا نون اعرابی آخر سے گر گئی پھر یاء متکلم لگانے کی وجہ سے نون وقایہ لائی گئی اور ہو گیا يَحْضُرُوْنِیْ پھر آیت کے وقف نے جزم دیا تو یاء متکلم بھی گر کر محذوف منوی ہو گئی۔ اور علامۃ یٰ کی وجہ سے نون وقایہ پر کسرہ آیا۔ یہ حضورٌ سے مشتق ہے۔ ترجمہ ہے قریب آنا۔ حاضر ہونا۔ مشاہدے میں ہونا۔ اس کا فاعل هُمْ ضمیر صیغہ جس کا مرجع ہے شیطین یاء متکلم محذوفہ منوی اس کا مفعول معہ۔ حتّٰی حرفِ جر انتہاء کے لئے بمعنی اِلیٰ اَنْ۔ اِذَا شرطیہ جَاءَ فعل ماضی مطلق مثبت معروف واحد مذکر۔ اَحَدَ مضاف هُمْ مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مفعول بہ ہے۔ اَلْمَوْتَ الف لام عہد ذہنی موت اسم حاصل مصدر باب نَصَرَ سے بمعنی مرنا حالت موت۔ موت کا لغوی معنی ہے پھرنا مشتعل ہونا۔ مَيِّتٌ بھی اسی کا مادہ ہے اس کا حاصل مصدر ہے۔ مَيْتَةٌ بمعنی مردار۔ یہ اَلْمَوْتُ فاعل ہے۔ جَآءَ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر شرط ہے۔ قَالَ فعل ماضی مطلق با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ رَبِّ یا رَبِّیْ ہے۔ یہ حرف اپنے منادیٰ کے ساتھ ہے۔ اِرْجِعُوْنِ دراصل ہے۔ اِرْجِعُ نِیْ۔ باب افعال کا فعل امر حاضر واحد مذکر حاضر کا صیغہ رَجْعٌ سے بنا ہے اس کا مصدر

ہے اِرْجَاعٌ ۔ ترجمہ ہے لوٹانا یہ متعدی بیک مفعول ہوتا ہے۔ رَجْعٌ کا معنی ہے لوٹنا یہ لازم ہے۔ اَرْجِعُوْا کے آخر میں واوٗ تفخیمی واشباعی ہے۔ جیسے تَرَکْتُمْ میں تَرَکْتُمُوْا اور ضَرَبْتُمْ میں ضَرَبْتُمُوْا۔ بعض نے اس واؤ کو جمع کا بتایا اور لکھا کہ یہ اَرْجِعُوْا مرجع مذکر حاضر ہے اور لکھا کہ یہ تعظیماً جمع بولا گیا ہے۔ اور یہ لکھ کر وہابیوں نے دلیل پکڑی کہ اللہ کو جمع کے صیغے سے خطاب جائز ہے میں کہتا ہوں کہ یہاں یہ قول اَرْجِعُوْنِ۔ شیطین اور کفار کا نقل کیا گیا ہے ثابت ہوا کہ اس طرح اللہ تعالیٰ کے لئے جمع بولنا شیطین و کفار کی ایجاد ہے۔ انبیاء علیہم السلام وصحابہ سے یہ طریقہ ثابت نہیں۔ اب وہابی خود سوچ لیں کہ کس کی نقل کر رہے ہیں۔ اَرْجِعُ نِیْ نون وقایہ یاء متکلم مفعول بہ۔ آیت کے وقفی جزم کی وجہ سے یاء متکلم محذوف معنوی ہوگئی۔ نون وقایہ کو علامت ی کا کسرہ دیا گیا۔ اَرْجِعُوْنِ فعل فاعل مفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر جواب ندا رَبِّ۔ ندا منادیٰ و جواب ندا مل کر قول ہوا قَالَ کا۔ یہ قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ ہو کر جزاء ہوئی اِذَا جَآءَ شرط کی دونوں مل کر مجرور ہے حَتّٰٓی سے جار مجرور متعلق ہے یَحْضُرُوْ کا۔ وہ فعل فاعل مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر مفعول بہ وَاَعُوْذُ کا۔ یہ فعل فاعل مفعول بہ اور بِکَ متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر جوابِ ندا درمیان والے۔ رَبِّ کا یہ ندا منادیٰ و جواب ندا مل کر معطوف ہوا رَبِّ اَعُوْذُ کے جملہ ندائیہ پر دونوں عطف مل کر مقولہ ہوا قُلْ کا۔ یہ قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ ہوگیا۔

تفسیر عالمانہ

وَاِنَّا عَلٰٓی اَنْ نُّرِیَکَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ ﴿۹۵﴾ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ السَّیِّئَةَ ؕ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَصِفُوْنَ ﴿۹۶﴾ ۔ اے حبیب مکرم! بیشک اس بات پر ہم قادر ہیں کہ آپ کو وہ عذاب دکھادیں جس کے نزول کا تقدیری وعدہ ہم کفار سے کر رہے ہیں اور آپ کے سامنے ہی وہ عذاب قتال وشکست ان پر وارد و نازل ہو جائے۔ اور کچھ عذاب ان پر آپ کی حیات میں بھی اتارا جائے گا۔ قتال وشکست کی صورت میں اسلئے کہ یہ کفار انکار عذاب بھی آپ کے سامنے ہی کر رہے ہیں اور آیٰت وروایات کا مذاق اڑاتے ہیں۔ طاغیوں کو آپ کے سامنے باغیوں کو آپ کے بعد اس وعیدِ قتال سے ہلاک کیا جائے گا۔ طاغی وہ ہیں جن کی نسلوں میں مومن کوئی نہیں باغی وہ جن کی نسلوں میں مومن بھی ہیں۔ ان کی نسلوں کو بچالیا جائے گا۔ طاغی مقتولین بدر ہیں اور باغی اسیران بدر۔ یہ عذابِ آسمانی نہیں ہے کہ سب کفار کو بیک دم ہلاک کر دیا جائے نہ یہ عذابِ آخرت کہ کسی مومن کو نہ دکھایا جائے بلکہ یہ عذابِ عبرت ہے شکست وقتال کی صورت میں تاکہ قتال والوں سے عبرت پکڑیں شکست والے۔ اس عذاب عبرت کا کچھ حصہ زمانہ نبوی میں وارد ہوا طاغیوں کے قتال سے اور کچھ حصہ زمانہ صدیقی میں وارد ہوا باغیان مسیلمہ و مانعین زکوٰۃ پر۔ اے حبیب کریم! ان باغی طاغی کفار کے عذاب کا فیصلہ نزول ہم پر چھوڑیئے اور ابھی فی الحال۔ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ السَّیِّئَةَ ؕ ۔ دور کرتے ہٹاتے۔ مٹاتے بھگاتے رہو ایسے نرم آسان اچھے واحسن طریقے سے بغیر لڑائی جھگڑے کے ہر قسم کی برائی حماقت جہالت ضلالت کو کہ عاشرۂ اسلامی علاقہ ایمانی سے یہ سب خرافات و مخالفات خود ہی دور ہٹتی مٹتی چلی جائیں۔ یاد رکھو کہ ایمان احسن ہے کفر سیئہ ہے۔ اچھے اخلاق احسن ہیں بداخلاقی سیئہ ہے۔ توحید احسن ہے شرک سیئہ ہے۔ حسن سلوک احسن ہے بدسلوکی سیئہ ہے۔ حق کی تصدیق احسن ہے حق کی تکذیب سیئہ ہے۔ اہل حق کی تائید تعاون حمایت احسن ہے۔ مگر ان کی تضحیک تذلیل اذیت سیئہ ہے۔ تقویٰ طہارت عبادت تلاوت احسن ہے۔ فسق فحاشی عیاشی سیئہ ہے۔ کلام حسین وجمیل احسن

ہے۔ بدکلامی فحش باتیں سیئہ ہے۔ حمد ونعت صلوۃ وسلام احسن ہے۔ ان سے حسد بغض جلا پابند کرنا کرانا سیئہ ہے۔ تصلب یعنی حق وصداقت پر ڈٹ جانا احسن ہے۔ تعصب یعنی جہالت ضلالت حماقت پر ضد کرنا سیئہ ہے۔ دلائل کی باتیں احسن ہے۔ جہالت کی باتیں سیئہ ہے۔ لہذا اے مسلمانو ہر دور ہر زمانے میں ہر سیئہ کو ہر احسن طریقے سے مٹاؤ۔ ہٹاؤ۔ بھگاؤ۔ ایک زمانہ تھا جب ابو جہلیت کی سیئت گلی کوچوں میں دندناتی پھر رہی تھی تب اس کو اسوہ حسنہ وخلق عظیم کے احسن مصطفوی نے دفع اور فنا کیا۔ مگر پھر کسے خبر تھی کہ لے کر چراغ مصطفوی۔ جہاں میں آگ لگاتی پھرے گی بوجہلی۔ اور ادھر ادھر سے نکلتی پھرے گی۔ بولہبی۔ اب یہ وہی دور ہے کہ نعت نبی سے دشمنی ذکر آقا سے کڑواہٹ نبی کریم سے عداوت کی سیئہ بکھری پڑی ہے تو اے ایمان والو! اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ السَّیِّئَةَ ۔ ایسے مفید مضبوط احسن طریقے سے اس سیئہ خبیثہ کو بھگاؤ کہ آسانی سے اس قسم کی ہر سیئہ مٹتی چلی جائے۔ جن میں سے ایک طریقہ یہ بھی ہے۔

غیض میں جل جائیں بے دینوں کے دل یارسول اللہ ﷺ کی کثرت کیجئے

بحمدہ تعالیٰ یہ ایسا مجرب واحسن طریقہ ہے کہ اس کی کثرت و پابندی نے مساجد محافل و مدارس سے پرانے جالے بھی صاف کر دیئے اور گستاخانِ نبوت کی خبیثانہ عداوتانہ سیئات کو وہاں سے خاک دھول دخان وغبار بنا کر اڑا دیا۔ اے مومن دفاع کرنا تیرا عمل ہے اور تیری مدد کرنا ہمارا عمل ہے تیرا کام احسن ہے ہمارا کام اکمل ہے۔ تو اندفاع سیئات کی پابندی جاری رکھ ہم انقطاع خبیثات فرماتے رہیں گے کیونکہ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَصِفُوْنَ ﴿۹۶﴾۔ ہم ہی سب سے زیادہ جاننے والے ہیں ان خبیثوں کو کفار واشرار کس کس طرح کن کن چیزوں سے اسلام قرآن اللہ رسول کے فرمان کو متصف ومنسوب کرتے ہیں۔ اسلام کو آنی جانی قرآن کو قصے کہانی اللہ تعالیٰ کے لئے عقیدۂ شرک وبے ایمانی رسول اللہ کو ساحر وشاعر وجنونی۔ آج ان کو باتیں بنا لینے دو۔ مہلت میعاد کی حیات پوری کر لینے دو ان کی خرافاتِ ظاہر۔ منصوباتِ باطن سے اللہ رسول اسلام قرآن کا کچھ نقصان نہیں۔ ان کا اپنا ہی ابدی نقصان ہے کرتے رہیں شیطین کے جال میں پھنستے رہیں۔ وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ ﴿۹۷﴾ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ ﴿۹۸﴾۔ اور آپ اے نبی عرض کرتے رہو اپنی امت مومنین کی تعلیم کے لئے اور اے مومن تو بھی عرض کیا کرتا عمر شیطین سے بچنے کے لئے کہ اے میرے رحیم وکریم رب میں پناہ مانگتا ہوں نصرت وحفاظت چاہتا ہوں تیری۔ سہارا و آسرا طلب کرتا ہوں تیرا شیطانوں کے وسوسوں اور ورغلاہٹوں سے جو ہر شیطان کی طرف سے ہر وقت ہر انسان پر وارد ہوتی ہیں اور جن سے کوئی خود نہیں بچ سکتا۔ اے میرے رب پناہِ حفاظت کے بغیر کوئی انسان اللہ رسول کی مدد کے بغیر شیطان سے نہیں بچ سکتا اس کی تین وجہ۔ ۱۔ شیطان انسانی نظر سے پوشیدہ۔ ۲۔ شیطان ایسا پکا دشمن ہے جو ہمہ وقتی سازشی ہے کبھی نہ تھکتا ہے نہ ہار مانتا ہے جبکہ انسان ہار مان کر کبھی نہ کبھی جال میں پھنس جاتا ہے۔ ۳۔ شیطان ہر بھیس میں آ جاتا ہے مگر انسان پہچان نہیں سکتا کہ دوست ہے یا دشمن ہے۔ اسی وجہ سے بہکایا ورغلایا جاتا ہے۔ اس لئے رب تعالیٰ نے یہاں مسلمانوں کو دو دعائیں مانگنے کا حکم فرمایا پہلی ہمزات سے بچنے کی۔ هَمَزٰت کی تین قسمیں۔ وسواس۔ نفسات۔ نفخات۔ وسواس جنون و مالیخولیا کے وہمیات۔ نفسات یعنی لغویات اور نفخات غرور وفریب۔ دوسری دعا قرب شیطین سے بچنے کی یعنی میری خلوت جلوت عبادت تلاوت اور بوقت موت شیطان قریب نہ آئے۔ شیطین مکھی مچھر کی طرح اتنا ڈھیٹ ہے کہ ہزار بار لعنت ڈالو ساتھ نہیں چھوڑتا ہر وقت آس پاس منڈلاتا

رہتا ہے اسی لئے عام انسان اس کی شرارتوں سے نہیں بچ سکتا۔ شیطان ہر اچھی بری جگہ آ جاتا ہے خلوت ہو یا جلوت۔ شیطان سے انسان کو سولہ نقصان ہیں۔ اس کی همزات سے عمل خراب محنت برباد۔ وسوسہ۔ نفخہ نفثا اور اس کی قربت سے خیر مفر۔ نیکی نفر۔ عبادت میں کسل۔ ارادہ علی الشر۔ برائی میں لذت۔ بھلائی سے کدورت۔ سہو بے سکونی بچنا دشوار۔ پھنسنا آسان اور فائدہ کچھ بھی نہیں۔ اسی لئے قرآن و حدیث میں اس سے بچنے کی بہت دعائیں سکھائی گئیں۔ ۱۔ یہی دعا۔ ۲۔ نبی کریم ﷺ سوتے وقت پڑھنے کی یہ دعا سکھاتے تھے۔ بِسْمِ اللّٰهِ اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ التَّامَّةِ مِنْ غَضَبِهٖ وَعِقَابِهٖ وَشَرِّ عِبَادِهٖ وَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَاَنْ يَّحْضُرُوْنِ۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنی بالغ اولاد کو یہ دعا سکھاتے پڑھاتے اور نابالغ اولاد کے گلے میں اس کا تعویذ بنا کر ڈالتے (از مسند احمد) ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے رات کو نیند نہیں آتی۔ آقا ﷺ نے فرمایا کہ سورہ مومنون کی آیت ۹۷ اور ۹۸ سوتے وقت تین بار پڑھ لیا کرو۔ یعنی رَبِّ اَعُوْذُبِکَ الخ۔ ۳۔ حدیث پاک میں ہے بیت الخلا میں جاتے وقت ستر کھولنے سے پہلے یہ دعا پڑھا کرو اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ۔ ۴۔ خود آقا ﷺ ہر نماز شروع کرنے سے پہلے اس طرح بلند آواز سے پڑھتے۔ اللہ اکبر تین بار۔ لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ تین بار۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُبِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ﴿۹۷﴾ مِنْ هَمْزِهَا وَ نَفْثِهَا وَنَفْخِهَا وَاَعُوْذُبِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ﴿۹۸﴾۔ یہ ایک بار۔ اے ایمان والو شیطان کفار اور منافقین اپنے سیئات وسواسیات سے کبھی باز نہ آئیں گے لہٰذا سیئات کا دفاع اور وسواس سے استعاذہ کرتے رہو۔ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴿۹۹﴾۔ یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آئی پھر ان کی آنکھیں کھلیں تب ہوش آئی اور پتہ لگا کہ ہائے کمائی سب لٹی۔ پھر کفار نے بار بار کہا۔ موت کی حالت میں قبر کی مدت میں حشر کی قیامت میں جہنم کی قید میں کہ اے میرے رب بس ایک بار مجھے دنیا میں پھر لوٹا دے۔ کفار کی یہ دنیا میں لوٹنے والی خواہش کا ذکر دیگر نو سورتوں میں بھی ہے۔ ۱۔ سورۃ اعراف۔ آیت ۳ میں۔ ۲۔ سورۃ انعام آیت ۲۸ میں۔ ۳۔ سورۃ ابراہیم، ۴۴ میں۔ ۴۔ سورۃ شعراء آیت، ۱۰۲ میں۔ ۵۔ سورۃ سجدہ آیت ۱۳ میں۔ ۶۔ سورۃ فاطر آیت ۳۷ میں۔ ۷۔ سورۃ زمر آیت ۵۸ میں۔ ۸۔ سورۃ المومن آیت، ۱۱ میں۔ ۹۔ سورۃ شوریٰ آیت ۴۴ میں۔ اور ان تمام آیتوں میں ساتھ ہی فرمایا جا رہا ہے کہ دوبارہ دنیا میں کسی کو نہیں بھیجا جائے گا نہ دنیا قائم ہو نہ عمل کا وقت ملے۔ بس ابھی اسی حیات دنیا میں وقت ہے جو کرنا ہے کر لو بذریعہ قرآن مجید یہ آیتیں سب کو سنوا دی کوئی ان سے غافل نہیں رکھا گیا نہ کافر نہ مومن نہ فاسق اتنا بتانے سمجھانے کے باوجود بھی اگر کوئی بندہ نہ بنے پردۂ غفلت سے نہ نکلے تو اس کی مرضی اور بدقسمتی۔ ایک حدیث مقدس میں ارشاد ہے کہ جب بندہ قبر میں جاتا ہے تو موت کے فرشتے ہر میت سے پوچھتے ہیں کہ کیا تجھے دنیا میں پھر واپس بھیج دیں مومن کہتا ہے کہ ہرگز نہیں میں مصیبتوں کی جگہ نہیں جانا چاہتا مجھے میرے رب کریم کی بارگاہ میں پہنچا دو جس کی یاد میں میں نے زندگی گزار دی فاسق غفلت پر حسرت کرتا ہے۔ اور کافر کہتا ہے ہاں ہاں اے فرشتو تمہیں رب کا واسطہ مجھے واپس دنیا میں لوٹا دو مگر اس کی یہ فریادیں گونجتی رہ جاتی ہیں منظور نہیں ہوتیں کتنا کرم ہے اللہ رسول کا کہ آج دنیا میں ہی یہ سب کچھ بتا دیا قرآن و حدیث میں سنا دیا۔ احسان ہے محدثین کا کہ انہوں نے احادیث جمع فرما دیں۔ شفقت ہے علماء کی کہ انہوں نے ہر زبان میں کلام و فرمان ہم تک پہنچایا اور اپنی عمر کا سرمایہ اسی خدمتِ دین میں خرچ فرمایا فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذَالِكَ۔ یا اللہ ہم سب کو ہدایت عطا فرما۔

ان آیت میں مفسرین کے مختلف اقوال

مَا یُوْعَدُوْنَ۔ کے معنی میں دو قول۔ ا۔ اکثر نے فرمایا اس سے مراد عذاب دنیوی ہے جو حیات پاک اور زمانہ صدیقی میں کفار پر پڑا قتال وشکست وذلت کی شکل میں طاغیوں اور باغیوں کو ملا۔ ۲۔ بعض نے کہا یہ عذاب آخرت کا وعدہ مراد ہے۔ اِدْفَعْ کے معنی میں دو قول۔ ا۔ بعض نے کہا اس کا معنی ہے دور کیجئے ہر برائی کو اس قول میں یہ آیت عملاً محکم ہے تا قیامت اس کا حکم باقی۔ ۲۔ بعض نے کہا اِدْفَعْ کا معنی درگزر فرماؤ۔ اس قول میں یہ آیت منسوخ ہے آیت سیف سے دونوں جگہ اَعُوْذُ کی قرئت میں دو قول۔ ا۔ اکثر کی قرئت مضارع واحد متکلم۔ اَعُوْذُ ہے۔ یہی قرئت درست ہے کیونکہ مشہور ومکتوب ہے۔ ۲۔ بعض کی قرئت عَائِذٌ ہے اسم فاعل مگر یہ قرئت غلط ہے۔ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ کی قرئت میں دو قول۔ ا۔ اکثر کی قرأت اَنْ یَّحْضُرُوْنِ بغیر یاء متکلم نون مکسور ہے۔ یہی قرئت درست ہے کیونکہ مشہور ومکتوب ہے۔ ۲۔ بعض کی قرأت اَنْ یَّحْضُرُوْنِیْ ہے یاء متکلم سے۔ حَتّٰٓی اِذَا جَآءَ۔ کی نحوی ترکیب میں دو قول۔ ا۔ اکثر نے فرمایا۔ حتیٰ کا تعلق بِمَا یَصِفُوْنَ ﴿۹۶﴾ کی پوری آیت اور دونوں دعاؤں سے ہے یعنی کفار اسلام کو منسوب کرتے رہیں گے برائیوں سے اپنی موت تک اور آپ اَعُوْذُ کی دونوں دعائیں مانگتے رہیں ان میں سے ہر ایک کی موت تک یہی قول درست ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا حتیٰ ابتدائیہ ہے اور یہاں ایک عبارت پوشیدہ ہے جس کا معنی ہے کفار کے پاس شیطین حاضر رہتے ہیں یہاں تک کہ ان کو موت آ جائے۔ ارْجِعُوْنِ ﴿۹۹﴾ کی واؤ میں چار قول۔ ا۔ اکثر نے فرمایا یہ واؤ تفخیم کی ہے جیسے کُنْتُمْ سے کُنْتُمُوْا۔ اَنْتُمْ سے اَنْتُمُوْا۔ ضَرَبْتُمْ سے ضَرَبْتُمُوْا۔ قرآن مجید میں اس کی بہت سی مثالیں ہیں۔ یہی قول درست ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا یہ واؤ تکرار کی ہے اور اِرْجِعُوْا کا معنی ہے اِرْجِعْ اِرْجِعْ اِرْجِعْ۔ جس طرح سورۃ ق کی آیت ۲۴ میں اَلْقِیَا کا آخری الف تکرار کا ہے۔ یعنی اَلْقِ اَلْقِ اَلْقِ۔ ۳۔ بعض نے کہا یہ واؤ جمع کی ہے اور خطاب فرشتوں کو ہے ترجمہ ہے کہ اے فرشتو رَبِّ ارْجِعُوْنِ رب کے واسطے مجھے واپس لوٹا دو۔ ۴۔ بعض نے کہا یہ واؤ تعظیم کی ہے اور خطاب اللہ کو ہے اور ترجمہ ہے اے رب صاحب۔ اللہ صاحب مجھے لوٹا دیجئے یہ کفار کا پرانا طریقہ ہے کہ کافر لوگ اللہ تعالیٰ کو توحید کی مخالفت میں جمع کے صیغے سے خطاب کرتے ہیں۔ کفار کا یہی پرانا طریقہ اب وہابیوں دیوبندی عوام ومولویوں نے اختیار کر رکھا ہے (اللہ بچائے ہر مسلمان کو اس مشرکانہ بری عادت سے) ارْجِعُوْنِ کے نون متکلم میں دو قول۔ ا۔ اکثر نے کہا کہ کفار ومنافقین موت کے وقت یہ کہتے ہیں۔ یہی قول درست ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا کہ کفار منافقین وفاسقین بھی کہتے ہیں یہ قول غلط ہے۔ ارْجِعُوْنِ کہنے کے وقت میں چار قول۔ ا۔ بعض نے کہا کہ ہر کافر موت کے وقت کہتا ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا قبر میں کہتا ہے۔ ۳۔ بعض نے کہا حشر میں کہے گا۔ ۴۔ بعض نے کہا جہنم میں کہے گا۔ چاروں قول درست ہیں کیونکہ کفار ہر جگہ یہ التجا کریں گے جیسا کہ قرآن مجید سے ثابت ہے۔ ارْجِعُوْنِ کی قرئت میں دو قول۔ ا۔ اکثر کی قرئت میں بغیر یاء متکلم ہے یہی درست ہے کیونکہ مشہور ومکتوب ہے۔ ۲۔ بعض کی قرئت میں اِرْجِعُوْنِیْ ہے یاء متکلم کے ساتھ۔

فائدے

ان آیت سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ **پہلا فائدہ:** اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا مانگنے کے آداب یہ ہیں کہ ہر دعا میں تعلیم نبوی کا طریقہ ہو۔ یعنی الفاظ مصطفائی ہوں۔ بارگاہ کبریائی ہو۔ تاکہ قبولیت جلدی ہو۔ یہ فائدہ یہاں بھی اور دیگر قرآنی

دعاؤں میں قُلْ رَّبِّ فرمانے سے حاصل ہوا۔ تاکہ ہر مسلمان تا قیامت بطرزِ نبوی دعا مانگا کرے۔ **دوسرا فائدہ:** کوئی شخص بھی اپنے آپ کو اپنے علم۔ عقل۔ زہد۔ تقویٰ۔ عبادت۔ طہارت۔ عملیات کے بھروسے پر ابلیس و شیاطین سے محفوظ نہ سمجھے شیطان بڑوں بڑوں کو لمحوں میں بلندی سے نیچے پھینک دیتا ہے۔ ابلیس و شیٰطین سے مکمل بچنے محفوظ رہنے کا بس یہی طریقہ ہے کہ دامنِ نبوت میں آ کر تعلیمِ نبوی کے مطابق اللہ تعالیٰ کی پناہ ہر وقت مانگتا رہے اور درِ نبی پر جھکا رہے۔ آستانہءِ مصطفیٰ ہی بندوں کو رب تعالیٰ سے ملاتا۔ ایمان دلاتا۔ اور شیٰطین سے بچاتا ہے۔ یہ فائدہ۔ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ﴿۹۸﴾ کی تعلیم نبوی والی دعا سے حاصل ہوا۔ قرآن مجید میں اس طرح کی تمام دعائیں یہی بتا رہی ہیں کہ ہر مسلمان کی ہر دعا درِ مصطفیٰ سے ہوتی ہوئی رب تعالیٰ تک پہنچے ورنہ انبیاء علیہم السلام کو کسی شیطان سے کوئی خطرہ نہیں۔ انبیاء علیہم السلام کی طاقت قوت تو تمام عرشیوں فرشیوں سے زیادہ ہے۔ ابلیس و شیاطین تو قوتِ نبوی سے لرزاں ہیں سب سے بڑا شیطان ابلیس تو ظلِ فاروقی سے ڈر کر بھاگا پھرتا ہے۔ **تیسرا فائدہ:** ابلیس و شیٰطین کو رب تعالیٰ نے اتنی طاقت و اختیار عطا کیا ہے کہ وہ ہر جگہ بلا روک ٹوک پہنچ جاتے ہیں۔ کوئی شخص ان کو روک ٹوک آڑ۔ پردہ نہیں کر سکتا جگہ اچھی ہو یا بری خلوت ہو یا جلوت۔ شیٰطین کی اس طاقت کو توڑنے کے لئے انبیاء علیہم السلام کو بھیجا جاتا ہے جس سے ثابت و اندازہ ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی قوت و اختیار سب مخلوق سے زیادہ ہے کیونکہ جب بیماری کی یہ طاقت ہے تو پھر قوتِ دوا اور طاقتِ حبیب کی کیا شان ہو گی۔ یہی بات ابلیس و ابلیسی گستاخ فرقے والے لوگ نہیں سمجھتے۔ یہ فائدہ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ کی دعاءِ ربانی اور حدیثِ مقدس کی بیان کردہ شانِ فاروقی سے حاصل ہوا۔ فاروقِ اعظم درسگاہِ نبوی کے شاگرد ہیں جنکے سائے سے بھی شیطان بھاگتا ہے۔

احکام القرآن

ان آیٰت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ:** قانونِ شریعت میں ہر مسلمان مرد و عورت کو حکمِ ربانی ہے کہ دنیا میں سے ہر قسم کی کفریہ۔ شرکیہ۔ فسقیہ۔ ظلمیہ فتنہ فساد والی برائی کو حسبِ طاقت ختم کریں مگر احسن طریقے سے اور احسن طریقہ یہ بھی ہے کہ برائی کو جڑ سے اکھیڑا جائے فقط پتے جھاڑنا مفید نہیں۔ یہ کام ہر مسلمان پر تا عمر واجب و لازم ہے کیونکہ برائیاں مختلف انداز میں پیدا ہوتی رہتی ہیں اس لئے ان کو مٹانے کے لئے ہر مسلمان کو عملاً قولاً قلماً عقلاً فکراً جسماً۔ ہر وقت مستعد تیار رہنا چاہئے۔ یہ مسئلہ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ السَّیِّئَةَ ؕ کے حکمِ الٰہی سے مستنبط ہوا۔ **دوسرا مسئلہ:** شریعت میں فتنہ فساد ضد۔ تعصب ہر وقت برا ہے بعض فقہاء نے مناظرانہ مباحثہ کو بھی حرامِ ظنی لکھا ہے جبکہ کسی ایک جانب علم و اخلاق کی کمی ہو۔ ایسے کج بحثی والے مناظروں سے ہر مسلمان کو بچنا چاہئے۔ یہ مسئلہ اِدْفَعْ میں هِیَ اَحْسَنُ کی شرط و قید لگانے سے مستنبط ہوا۔ یعنی جس مسلمان کے پاس علم و عقل اخلاق کا طریقہ احسن ہو صرف وہی مسلمان برائیوں کا دفاع کرے۔ بغیر علم و عقل دفاع نہیں ہوتا فساد ہوتا ہے۔ اس لئے حدیثِ مقدس میں ہر مسلمان پر علم سیکھنا فرض فرمایا گیا ہے۔ **تیسرا مسئلہ:** یہ حیاتِ دنیا صرف اعمالِ صالحہ عباداتِ فرض واجب سنن نوافل اور حصولِ ایمان و عرفان کے لئے دی گئی ہیں۔ پھر دوبارہ نہ ملے گی اس لئے مسلمانوں کو یہ زندگی لھو و لعب اور دنیا سازی میں ضائع نہیں کرنی چاہئے۔ یہ مسئلہ رَبِّ ارْجِعُوْنِ کی التجاء کفار کو نقل فرمانے فساق کو عبرت دلانے سے مستنبط ہوا۔ مسلمانوں کو یاد دہانی کے لئے کہ فرصتِ حیات کو صحتِ اوقات کو غنیمت جان کر جلدی اور

زیادہ وقت عبادت میں گزارو۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کیے جاتے ہیں۔ **پہلا اعتراض**: اللہ تعالیٰ نے سورۃ انفال آیت ۳۳ میں فرمایا۔ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۔ یہ ایک وعدہ الہیہ ہے اور وعدہ الہی کی شان سورہ رعد آیت ۳۱ میں اس طرح ارشاد ہوئی۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۔ یعنی بیشک اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں فرماتا۔ تو وعدہ فرمایا گیا کہ ہم نبی کریم کی موجودگی میں کفار کو عذاب نہ دیں گے لیکن یہاں فرمایا گیا۔ وَاِنَّا عَلٰٓى اَنْ نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ ۔ یعنی ہم قادر ہیں کہ ان کفار پر وہ عذاب نازل کردیں جس کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے۔ اور آپ کو دکھادیں آپ کے ہوتے ہوئے ان پر عذاب نازل کریں دیں۔ یہ تو وعدہ خلافی ہے اور وعدہ خلافی پر قادر ہونا بھی محال بالذات ہے تو پھر یہ کیوں فرمایا گیا۔ **جواب**: عذابوں میں فرق ہے۔ یہاں مَا نَعِدُهُمْ میں عذاب عبرت مراد ہے یعنی قتال بدر شکست فتوحات فتح مکہ کی ذلت جس سے کچھ کفار ہلاک ہوئے اور کچھ عبرت پکڑ کر مسلمان ہوگئے۔ ایسے ہی بعد کی جنگیں طاغیوں کی ہلاکت باغیوں کی سرکوبی بلکہ سب اسلامی جنگیں کفار کے لئے عذاب عبرت ہی ہیں۔ لیکن سورۃ انفال میں مَا كَانَ اللّٰهُ فرمانا وہاں آسمانی غیبی عذاب ہلاکت مراد ہے کہ عذاب آیا اور یکدم سب کفار کو ہلاک کرگیا۔ نہ عبرت کی مہلت ملی نہ توبہ کا وقت ملا اس آیت انفال میں اس ناگہانی عذاب کے تا قیامت نہ آنے کا وعدہ ہے۔ لہٰذا اعتراض ختم ہوگیا۔ **دوسرا اعتراض**: اہلسنت کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو واحد کے صیغے سے پکارنا چاہئے حاضراً ہو یا غائباً مثلاً تو فرماتا ہے وہ فرماتا ہے یا اللہ تیرا حکم مگر ہم دیوبندی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو تو تیرا کر کے پکارنا سخت بے ادبی گستاخی بدتمیزی ہے بلکہ جمع کے صیغے سے پکارنا چاہئے حاضراً بھی غائباً بھی مثلاً اللہ صاحب فرماتے ہیں اے اللہ صاحب آپ فرمایئے آپ کا یہ حکم ہے وغیرہ وغیرہ اس آپ جناب میں ہی اللہ تعالیٰ کا ادب و تعظیم ہے ہماری دیوبندیوں کی دلیل یہ آیت مقدسہ ہے۔ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ یہاں لفظ ارْجِعُوْنِ جمع حاضر کا صیغہ ہے اور خطاب اللہ تعالیٰ سے ہے دیکھو قرآن مجید کی آیت سے ہم نے ثابت کردیا کہ اللہ تعالیٰ کو آپ اور تم کے لفظ سے پکارا گیا ہے۔ لہٰذا سنیوں کا نظریہ اور مسلک و طریقہ غلط اور قرآن مجید کے خلاف ہے۔ **جواب**: دیوبندی حضرات کو اپنے مسلک پر پورے قرآن مجید میں صرف یہ ایک دلیل ملی اس میں بھی اختلاف ہے۔ اکثر مفسرین نے فرمایا یہ صیغہ جمع نہیں واحد ہی ہے اس میں واو تفخیمی ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ صیغہ جمع ہی ہے مگر خطاب ملائکہ سے ہے لیکن یہ سب مانتے ہیں قَالَ رَبِّ سے مراد کافر ہے یعنی کافر انسان مرنے کے بعد ارْجِعُوْنِ کی التجا کرتا ہے تو اگر بقول معترض اس کو جمع کا صیغہ اور ادب کی بات اور اللہ تعالیٰ سے خطاب ہی مان لیا جائے اور اسی دلیل سے دیوبندی وہابی بھی اللہ صاحب آپ جناب یہ فرمایئے یہ کیجئے یہ دیجئے بخشئے کے الفاظ بولتے ہیں تو گویا کافروں کی نقل کرتے ہیں۔ یہ نقل ان کو مبارک مگر یاد رکھو کہ جس طرح کافر کا یہ کفر یہ ادب بوقت موت اور قبر حشر جہنم میں اس کے منہ پر ماردیا جاتا ہے اور ماردیا جائے گا۔ اسی طرح کل قیامت میں یہ دیوبندی وہابی ادب بھی خود ان کے ہی منہ پر ماردیا جائے گا لیکن اہلسنت بحمدہ تعالیٰ انبیاء و مرسلین علیہم السلام صحابہ تابعین اولیاء محدثین کی نقل کرتے ہیں مثلاً یونس علیہ السلام نے کہا لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ (انبیاء: ۸۷) کسی نبی نے عرض کیا اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ (آل عمران: ۱۹۴)۔ ایوب علیہ السلام نے کہا۔ وَاَنْتَ

اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ (انبیاء: ۸۳)۔ کسی نبی علیہ السلام نے عرض کیا اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ ۔ وغیرہ وغیرہ۔ قرآن مجید میں سینوں کے لئے بیشمار دلیلیں ہیں ان سب دعاؤں میں واحد کے ہی الفاظ وصیغے ہیں۔ کیا شاندار توحید کی جھلک وحدت کی چمک والی عرض و معروض ہیں۔ جمع کا کلام ادب نہیں بلکہ شرک کے مشابہ ہے توحید کے خلاف ہے مگر واحد کا صیغہ توحید کے مشابہ۔ شرک کے خلاف ہے۔ معترض کو چاہیے تھا کہ قولِ کفار کو دلیل نہ بناتا بلکہ نبی ولی کے قول کو دلیل بناتا۔ نیز اگر اللہ تعالیٰ کو تو تیرا سے خطاب بے ادبی گستاخی ہے تو قرآنِ مجید کی آیت اور انبیاء کرام علیہم السلام کی ان دعاؤں کو کیا کہو گے جن میں سب جگہ واحد کا ہی صیغہ ہے اَنْتَ وَاِنَّکَ واحد ہی ہے اس کا معنی ہے بیشک تو تیرا۔ قرآن مجید نے تو بتادیا کہ اللہ تعالیٰ کے انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کو واحد کے الفاظ سے ہی تاعمر پکارتے رہے اب بندے کی مرضی ہے خواہ کفار کی نقل واتباع کرے یا انبیاء علیہم السلام کی۔ **تیسرا اعتراض:** یہاں آیت ۹۶ میں پہلے فرمایا گیا۔ اِدْفَعْ۔ جس سے ثابت ہورہا ہے کہ خود مسلمان دفاع سیئات کرے۔ پھر فرمایا گیا نَحْنُ اَعْلَمُ۔ ہم جانتے ہیں کفار کی حرکتوں کو۔ اس سے ثابت ہورہا ہے کہ اے مسلمانو تم ان کفار سے کچھ نہ کہو چونکہ ہم ہی بِمَا یَصِفُوْنَ کو جانتے ہیں ہم خود ان سے بدلہ لیں گے۔ یہ تو تناقض ہے اس کا کیا حل ہے؟ **جواب:** کچھ تناقض نہیں۔ کیونکہ اِدْفَعْ کا معنی ہے اے مسلمان تو احسن طریقے سے دفاع کرتا رہ لڑائی جھگڑا اور سخت کلامی مت کر لیکن سخت بدلہ ان کی سیئات کا وہ نَحْنُ اَعْلَمُ ہم ان کی سیئات مَا یَصِفُوْنَ کو جانتے ہیں ہم ہی لیں گے مسلمان نے صرف دفاع کرنا ہے کامل بدلہ نہیں۔ ان سیئات کی اصل سزا ہم ہی جانتے ہیں۔ وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ۔

تفسیر صوفیانہ

عالمین روحانی کو عالمِ جسمانی میں یہ حیاتِ فانی مہلتِ ایمانی نفرتِ شیطانی۔ اور حصولِ عرفانی کے لئے عطا فرمائی گئی ہے۔ اس کے دو ہی انجام ہیں اگر کامیابی پالیں تو وعدۂ ثوابِ جاودانی ہے اور اگر نامرادی پائیں تو وعیدِ عذابِ نافرمانی ہے اور بیشک ہم اس پر بھی قادر ہیں کہ ان اہلِ نفوس منکرین عرفان کو عذابِ حرمان جلدی دے دیں۔ اے مرشدِ منزلِ سلوک ہادی ملک وملکوت ان مذاق انکار کرنیوالوں کا عذاب نامرادی عتابِ فراق ان کی سزاء لعنت ہے یعنی رحمت سے دوری و پھٹکار جس کا وعدہ ان تمام بدقسمتوں سے ہم نے کر رکھا ہے تجھ کو دکھادیں اور تیری نگاہِ انوار کے سامنے ہی ان پر عذابِ فنا چلادیں اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ السَّیِّئَةَ۔ اے مسافرِ معرفت اخلاق واعمال کی روشنی سے مٹادے ظلمات کے اندھیریوں کو جہانِ رنگ و بو کے ہر گوشے سے۔ اور وفاء ایمانی سے جفاء ظلمانی کو دفع کردے۔ بشارتِ قلب کے احسن سے بشارتِ نفس کے سیئہ کو ختم کردے۔ پھر نورِ حقائق کے احسن سے ظلمتِ خلائق کے سیئہ کو بجھادے اور حقوقِ رحمانی کے احسن سے خطوط نفسانی کے سیئہ کو دور فرما دے۔ احسنِ محبت سے سیئاتِ نفرت کو فنا کردے پھر عشقِ الٰہی والفتِ مصطفائی کی روشنی پھیلادے تاکہ تیہ حوادث کی وادی کو راہِ معرفت میں شوق سلوک کے قدموں سے تو عبور کرسکے۔ اے بندۂ مالکِ معرفتِ الٰہی کے طالب جب تو نے وادی حادثات کی تیہ مشکلات کو طے کرلیا تو ذوق ولذت سے ایک قدم اور آگے بڑھا تاکہ آستانہ محبوب تک پہنچ جائے۔ پھر اس قلزمِ حیات میں غوطہ لگا جس میں تجلیات کا ظہور ونزول و ورود ہے تب ہی تو ظلمتِ نفسانی کے گناہوں کدورتِ طغیانی کی عداوتوں کو دھوسکتا ہے۔

یکے خواں یکے داں یکے جو یکے گو سوا اللہ واللہ ورا است و باطل

یعنی اے طالب منزل طریقہء احسن یہی ہے کہ ایک ہی کے کلام کو پڑھ کر ایک ہی ذات کو جان ایک ہی دروازے کو تلاش کر اور ایک کی طرف ہی توجہ رکھ۔ قسم ہے رب تعالیٰ کے سوا باقی سب جھوٹ و باطل فانی سایہ ہے۔ وہی اللہ تعالیٰ منعم عابدین ہے منتقم فاسقین ہے اسی کا وعدہ امین و عرفانِ قدیم ہے اور فرمانِ عمیم ہے کہ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَصِفُوْنَ اے طالب حق ہم ہی سب سے زیادہ جاننے والے ہیں باغیانِ شریعت و طاغیان طریقت کی بدسلوکیوں نافرمانیوں کو اے مرید راہِ صراط وادی قرب کی راہوں میں مددگار سلاطین کم ہیں۔ مکار شیٰطین زیادہ ہیں لہٰذا اگر تو ان شیاطین خونخوار سے بچنا منزل پر پہنچنا چاہتا ہے تو۔ وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُبِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ﴿۹۷﴾ وَاَعُوْذُبِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ﴿۹۸﴾۔ ذاتِ واحد کی طرف متوجہ ہو اور عرض کرتا رہ ہر قدم پر تا قیام بارگاہ قدس کے اے میری نیات قلبی اور ظاہر باطن وارداتِ قالب کے رب میں تیری خفی جلی سری نوری پناہ طلب کرتا ہوں ہر نفس و شیطان وظلم وطغیان سے اور پناہ مانگتا ہوں میں اے میرے رب تیری نصرتوں، محبتوں، حمایتوں، قوتوں، قدرتوں، حکمتوں کی شیطانوں کی دید و شنید سے بھی۔ اے میری بقاء و فنا نشست و برخاست کے رب پناہ مانگتا ہوں میں اس حالت و کیفیت سے کہ خناس و شیٰطین میرے مراقبے کی خلوت مکاشفے کی جلوت میں میرے قریب آئیں یہ نفسانی شیطانی طغیانیاں مجھ سے دور ہی رہیں۔ اے اللہ میں جانتا ہوں کہ

تیرا کرم نہ ہو تو مصیبت ہے زندگی تیری پناہ ملے تو سلامت ہے بندگی

اے لذاتِ دنیوی سے ہجرت کر جانے والے مہاجرِ وطن یاد رکھ کہ کفرِ باطن کی شرارتیں فساق خفیہ کی بغاوتیں۔ مومن کی عداوت و ہلاکت میں ہمیشہ مشغول و مصروف رہیں گی۔ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴿۹۹﴾ یہاں تک کہ جب ان کے پاس ان میں سے کسی کو فناء قہر و فراق کی موت آئے اور ان کی عیاشی فحاشی لذات و خواہشات دم توڑ جائیں اور ان کی مہلتِ خیر و عبادات ختم ہو جائے۔ رونقِ دنیوی کا چراغ بجھ جائے۔ تب درِ معصیت سے رو کر التجائیں کرتا ہے کہ اے میرے سچے حقیقی مہربان رب مجھے واپس بھیج دے اسی عالمِ رنگ و بو میں۔ اب بندہ بنوں گا۔ سچا رہوں گا۔ سیدھا چلوں گا۔ اہلِ حق کی مانا کروں گا۔ اب مجھے پتہ چلا کہ تیرے در سے ہٹ کر سارے ساتھ تمام بھروسے جھوٹے امیدیں کھوٹی تھیں۔ سب دوست اصلاً دشمن تھے جو فنا ہو گئے۔ پکا بھروسا اے میرے رب صرف تیرا ہے جو سدا باقی دائم ساتھی ہے

کہتا ہے میرا میرا یہاں تیرا کون ہے دو دن کا ہے بھروسہ پھر آتا کون ہے

جو گر گیا کشتی عبادات اور مرکب طاعات سے نہیں پہنچ سکتا وہ اخروی درجات تک اور جو محروم رہا ابتداء میں مراقبات سے وہ ابدی روپوش و محجوب کر دیا گیا مشاہدات و معانیات سے انتہا میں۔ مدعی کاذب موتِ محرومی و اجلِ فراق کے وقت تمنا کرتا ہے۔ اطاعت میں منتقلی کا

لَعَلِّیْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ؕ
تا کہ عمل کروں نیکیوں والے اس دنیا میں جو چھوڑ آیا ہوں، چپ ہو جا
شاید اب میں کچھ بھلائی کماؤں اس میں جو چھوڑ آیا ہوں ہشت

إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا ط

بے شک اب بھی یہ فقط یہ ایک بات ہی ہے بکنے والا ہے یہ جس کو

یہ تو ایک بات ہے جو وہ اپنے منہ سے کہتا ہے

وَمِن وَرَائِهِم بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿۱۰۰﴾

اوران کے سامنے قبر کا ایک مضبوط آڑ والا پردہ ہے اس دن تک جب اٹھائے جائیں گے

اوران کے آگے ایک آڑ ہے اس دن تک جس میں اٹھائے جائیں گے

فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ ﴿۱۰۱﴾

پھر جب پھونکا گیا صور میں تو نہ رشتے داریاں رہیں گی ان کفار کے درمیان اور نہ ایک دوسرے کی بات پوچھیں گے

تو جب صور پھونکا جائے گا تو نہ ان میں رشتے رہیں گے اور نہ ایک دوسرے کی بات پوچھے

فَمَن ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿۱۰۲﴾

تو وہ لوگ بھاری وزنی ہوئے جن کے سامان عمل پس وہ ہی مراد کو پالینے والے ہوں گے

تو جن کی تولیں بھاری ہوئیں وہی مراد کو پہنچے

تعلقات

ان آیت پاک کا پچھلی آیت پاک سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آیت میں کفار کی ایک خواہش کا ذکر ہوا جو ان میں سے ہر کافر قیامت میں کرے گا۔ اب ان آیت میں اس خواہش کی علت و وجہ بیان کی جارہی ہے اور ساتھ ہی اس خواہش کی نامنظوری کا ذکر فرمایا جارہا ہے کہ ان کی یہ خواہش مانی نہ جائے گی۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیت میں فرمایا گیا کہ کفار کی تمام خواہشیں قیامت میں مردود و رائیگاں جائیں گی۔ اب ان آیت میں فرمایا جارہا ہے کہ کفار کو قیامت میں کوئی چیز بھی مفید نہ ہوگی اور کوئی کچھ کام نہ آئے گا نہ ان کی اپنی دعائیں فریادیں نہ ان کی رشتے داریاں حسب و نسب اور نہ ان کی کوئی بات پوچھے گا۔ **تیسرا تعلق:** پچھلی آیت میں اچھے برے لوگوں کا ذکر ہوا۔ اب ان آیت میں اچھے لوگوں کی ایک نشانی بیان فرمائی جارہی ہے جو قیامت میں ظاہر ہوگی۔ اور یہی نشانی ان کی ابدی کامیابی قرار دی جارہی ہے۔

تفسیر نحوی

لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ كَلَّا ط إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا ط وَمِن وَرَائِهِم بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿۱۰۰﴾۔ لَعَلِّي أَعْمَلُ۔ باب سمع کا فعل مضارع احتمال برائے علت و سبب مثبت معروف صیغہ واحد متکلم عملٌ سے مشتق ہے۔ ترجمہ ہے کام کرنا مراد ہے قلبی عقلی فکری اعضائی کام کرنا آخرت کی نجات و کامیابی کے لئے۔ صَالِحًا۔ باب ضرب کا اسم فاعل واحد

مذکر۔ صَلَحَ یا صَلُحَ سے مشتق ہے یہ مادہ لازم ہے ترجمہ ہے بہتری درستی صلاحیت لیاقت والے کام اعمال۔ یہ مفعول بہ ہے فِیْ حرف جر ظرفیت زمانی کے لئے مَا اسم موصول سے مراد دنیا ہے تَرَکْتُ۔ باب نصر کا ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ واحد متکلم تَرْکٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے چھوڑنا۔ چھوڑ آنا۔ اس کا فاعل ہے اَنَا ضمیر واحد متکلم پوشیدہ ضمیر صیغہ یہ فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہے مَا کا یہ موصول صلہ مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مجرور ہوا۔ جار مجرور ملکر متعلق ہے لَعَلِّیْٓ اَعْمَلُ کا اس کا فاعل انا ضمیر صیغہ پوشیدہ یہ فعل فاعل مفعول بہ اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو گیا۔ کَلَّا۔ اسم فعل بمعنی امر حاضر واحد مذکر لفظ توبیخ وزجر (جھڑک کے لئے) ترجمہ ہے چپ ہو جا۔ قرآن مجید میں یہ لفظ تقریباً تینتیس بار ارشاد ہوا ہے اور ہر جگہ اسم فعل بمعنی جھڑک ہے۔ اور ہر جگہ ہی اس کو ترکیب میں سیاق وسباق سے جدا ہی رکھا ہے۔ اس لئے آسان ترکیب یہی ہے کہ کَلَّا اسم فعل یعنی لفظاً اسم مبنی۔ اور معناً فعل غیر متصرف وغیر مشتق۔ اس کا فاعل اَنْتَ ضمیر معنوی۔ یہ دونوں مل کر جملہ اسمیہ فعلیہ ہو گیا۔ اس کے علاوہ اہل عرب نے اس کو آٹھ معنی میں استعمال کیا ہے۔ ۱۔ چوکیداری۔ ۲۔ نگہبانی۔ ۳۔ نگرانی۔ ۴۔ حفاظت کرنے کے لئے۔ ۵۔ نہر کے دوطرفہ کنارے کو بھی پانی کی حفاظت کی وجہ سے کَلَّا کہا گیا ہے۔ ۶۔ ساحلِ سمندر۔ ۷۔ بندرگاہ (ساحلِ سمندر کا پورا علاقہ)۔ ۸۔ ہواؤں سے بچاؤ کرنے کی جگہ۔ اِنَّ حرفِ مشبہ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب اس کا مرجع ہے لَعَلِّیْٓ اَعْمَلُ کا پورا جملہ۔ تَرَکْتُ تک۔ ھَا اسم ہے اِنَّ کا کَلِمَۃٌ اسم مفرد مؤنث مذکر دونوں کے لئے ہے آخر کی ۃ وحدت کی ہے نہ تانیث کی نہ مصدر کی۔ ترجمہ ہے بات۔ اس کی جمع ہے کَلِمَاتٌ۔ مجموعہ اور جملے کو کلام کہا جاتا ہے۔ لغوی ترجمہ ہے چھیدنا ہر بات دل اور کان کو چھیدتی ہے۔ زخم جسم کو چھیدتا ہے اسی لئے زخم کو کَلْمٌ کہا جاتا ہے اس کی جمع ہے کَلِمٌ اور کَلِمٌ کی جمع کُلُوْمٌ ہے۔ فیصلے اور حکمِ ازلی اور قیامت اور وعدہ اور شعر اور فعل (کام) کو بھی کَلِمۃ کہا جاتا ہے۔ احادیث میں اول کلمہ طیبہ۔ اور بسم اللہ شریف کو بھی کلمہ فرمایا گیا۔ یہاں مراد ہے قولی بات۔ یہ موصوف ہے۔ ھُوَ ضمیر مبتدا۔ قَآئِلُ۔ باب نصر کا اسم فاعل واحد مذکر برائے صیغہ غائب قَوْلٌ سے مشتق ہے اس کا فاعل ھُوَ پوشیدہ ھَا ضمیر اس کا مفعول بہ یہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے مبتدا ھُوَ ضمیر ظاہر کی دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو کر صفت ہے کَلِمَۃٌ کی یہ مرکب توصیفی خبر ہے اِنَّ کی یہ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا وَاؤ سے جملہ وَرَآءِ۔ اسم مصدر ظرفیتِ مکانی کے لئے ہمیشہ مضاف ہوتا ہے اس کا مضاف الیہ کبھی فاعل ہوتا ہے کبھی مفعول۔ یہاں ھُمْ ضمیر اس کا فاعل مضاف الیہ ہے لہٰذا یہاں وَرَآء کا معنی ہے آگے۔ وَّرَآىِٕهِمْ کا معنی ہوا ان کے آگے اور وہ لوگ اس کے پیچھے چھپنے والے فاعل۔ وَرَآءِ مصدر مضاف اپنے فاعل مضاف الیہ کے ساتھ مجرور ہوا یہ جار مجرور متعلق اول ہے پوشیدہ اسم مفعول مَوْجُوْدٌ کا وَرَآءٌ۔ بروزن فَعَالٌ وَرْءٌ سے بنا ہے باب فَتَحَ میں گردان ہوتی ہے۔ بَرْزَخٌ۔ اسم مفرد جامد بمعنی عالم قبر (موت کے بعد قیامت سے پہلے تک کی مدت والا جہان عالم برزخ کہلاتا ہے وہی یہاں مراد ہے لغوی ترجمہ ہے۔ موٹا پردہ حد بندی مضبوط آڑ حد فاصل۔ اسی معنی میں ہے قرآن مجید کی سورۃ فرقان آیت ۵۳ اور سورۃ رحمٰن آیت ۲۰ میں قرآن کریم میں صرف ان تین جگہ ہی یہ لفظ ارشاد ہوا ہے۔ احادیث مقدسہ میں قبر کی مدت کو عالم برزخ فرمایا گیا۔ ایک قول میں یہ فارسی کے لفظ پردہ سے بردہ پھر برزہ پھر برزخ معرب ہو گیا مگر یہ غلط ہے کیونکہ عربی میں پردے کے لئے حجاب اور ستر کا لفظ موجود ہے تو فارسی سے لینے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ ایک قول میں

یہ مکمل لفظ بَرْزَ ہے آخر میں خ مبالغے کے لئے ہے یعنی سخت موٹی آڑ مگر یہ قول بھی غلط ہے۔ لفظ برزخ مکمل ایک عربی لفظ ہے اور اصل میں ایک جہاں کا نام ہے۔ بعد میں لغت سے اس کے معنی آڑ اور موٹے پردے کے لئے استعمال کر لئے۔ جیسے دنیا ایک جہان کا نام ہے پھر لغت میں بمعنی گھٹیا حقیر استعمال کیا گیا۔ یہ نائب فاعل ہے مَوْجُوْدٌ پوشیدہ کا الیٰ حرف جر برائے انتہا۔ یَوْمِ اسم مفرد زمانی جامد۔ ترجمہ ہے دن مراد ہے زمانہ۔ مضاف ہے۔ یُبْعَثُوْنَ۔ باب فتح کا مضارع مستقبل مثبت مجہول صیغہ جمع مذکر غائب بَعْثٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے بھیجنا۔ لیجانا۔ پہنچانا۔ اس کا نائب فاعل ہے ھُمْ ضمیر صیغہ پوشیدہ مراد ہیں اہلِ قبور کفار۔ یہ فعل مجہول با نائب فاعل جملہ ہو کر مضاف الیہ ہے یَوْمٌ کا یہ مرکب اضافی مجرور ہوا جار مجرور متعلق دوم ہے مَوْجُوْدٌ پوشیدہ کا۔ یہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۲﴾۔ فَ عاطفہ زائدہ اِذَا شرطیہ نُفِخَ باب فتح کا ماضی مطلق مثبت مجہول نفخ سے مشتق ہے اس کا نائب فاعل نفخٌ یا نفثٌ حاصل مصدر ہے فِی ظرفیت مکانیہ کے لئے الف لام حرفی عہد ذہنی صُوْرٌ۔ اسم مفرد جامد بمعنی نقارہ۔ مراد ہے قیامت کا نقارہ مجرور ہے فِیْ سے یہ جار مجرور متعلق ہے نُفِخَ کا۔ یہ سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر شرط ہے فَ حرف جزا لا حرف نفی جنس۔ اَنْسَابَ اسم جمع مکسر منصرف اس کا واحد ہے نَسَبٌ۔ ترجمہ ہے رشتہ و قرابت داری۔ نہ حسبی نہ سببی نہ صہری (نہ دینی نہ نسلی نہ سسرالی) اَنْسَابَ اسم ہے لَاءِ نفی جنس کا خیال رہے کہ عربی میں لَا حرف نافیہ نو قسم کا ہے۔ ۱۔ لاءِ نفی جنس۔ ۲۔ لا نافیہ مشبہ اِنَّ۔ ۳۔ لاءِ نفی ناقصہ مشبہ بِلَيْسَ۔ ۴۔ لاءِ نفی تبریہ۔ ۵۔ لاءِ نفی حرف عطف۔ ۶۔ لاءِ نفی جوابیہ نَعَمْ کے مقابل۔ ۷۔ لاءِ نفی محصنہ۔ ۸۔ لاءِ نہی۔ ۹۔ لاءِ نفی زائدہ بین اسم ظرف مکانی بمعنی درمیان بیچ وسط۔ مضاف ہے ھُمْ ضمیر مضاف الیہ یہ مرکب اضافی ظرف مکانی ہے مَوْجُوْدًا اسم مفعول یا قَائِمٌ اسم فاعل پوشیدہ یَوْمَ اسم ظرف زمانی کا مضاف ہے۔ اِذْ اسم زمانی بمعنی شرطیت دراصل یہ پوری عبادت اس طرح ہوتی ہے یَوْمَ اِذْ کَانَ کَذَا ترجمہ ہے۔ اس دن جبکہ ایسا ہو گا اِذْ مضاف الیہ۔ يَوْمَئِذٍ مرکب اضافی ظرف زمانی ہے مَوْجُوْدٌ یا قَائِمٌ پوشیدہ کا قَائِمٌ اسم فاعل اپنے پوشیدہ ضمیر فاعل اور ظرف مکانی و زمانی سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ لَا يَتَسَآءَلُوْنَ۔ باب تَفَاعُلٌ کا مضارع مستقبل منفی معروف صیغہ جمع مذکر غائب۔ اس کا مصدر ہے تَسَاؤُلٌ۔ ترجمہ ہے بات یا حال چال پوچھنا۔ خیر خیریت پوچھنا۔ سَئَلٌ سے بنا ہے اس کا ترجمہ ہے پوچھنا سوال کرنا۔ مانگنا۔ اس کا فاعل ھُمْ ضمیر صیغہ پوشیدہ یہ فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف ہے بَیْنَهُمْ کے جملے پر یہ دونوں عطف مل کر خبر ہے لاءِ نفی جنس کی۔ یہ لا اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ فَ حرف زائدہ بیانیہ معنی پس۔ مَنْ اسم موصول نکرہ عموی بَیِّنَاتٌ میں سے ہے ترجمہ ہے پس جو شخص بھی مَنْ شرطیت کے لئے ہے۔ ثَقُلَتْ۔ باب کَرُمَ کا ماضی مطلق مثبت معروف واحد مؤنث غائب ثِقْلٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے وزنی ہونا بھاری ہونا اسی سے ثَقِیْلٌ بمعنی بہت بھاری والا وزن دار۔ مراد ہے قیمتی مَوَازِیْنَ اسم جمع منتہی الجموع۔ اس کا واحد ہے میزان وَزْنٌ سے مشتق ہے۔ دراصل مِوْزَانٌ ہے تعلیل نحوی سے ہوا مِیْزَانٌ ترجمہ ہے ترازو۔ اسم آلہ ہے باب ضرب کا مراد پلڑے ترازو کے بروز قیامت یہ مضاف ہے ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مجرور متصل۔ اس کا مرجع ہے مَنْ مضاف الیہ ہے مَوَازِیْنُ کا یہ مرکب اضافی فاعل ہے ثَقُلَتْ کا۔ یہ فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہے۔ فَ حرف جزا۔ اُولٰٓئِکَ۔ اسم اشارہ

بعیدی۔ آخر میں کاف ضمیر مخاطب واحد کا یہاں زائد ہے یہ وحدتِ خطابی مَنْ واحد کی وجہ سے ہے اس کا مشار الیہ مَنْ ہے۔ یہ مبتدا ہے هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب برائے حصر اس کا معنی ہے۔ یہی اُولٰٓئِکَ هُمْ کا ترجمہ ہے وہ لوگ ہی الْمُفْلِحُوْنَ۔ الف لام اسمی بمعنی اَلَّذِیْنَ مُفْلِحُوْنَ۔ باب افعالی کا اسم فاعل جمع مذکر برائے صیغہ غائب۔ فَلْحٌ سے بنا ہے بمعنی انعام یافتہ کامیابی۔ اس کا مصدر ہے اِفْلَاحٌ۔ ترجمہ کامیابی پالینے والے۔ اس کا فاعل هُمْ پوشیدہ ضمیر صیغہ۔ یہ دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے اُولٰٓئِکَ مبتدا کی دونوں ملکر جملہ اسمیہ ہو کر جزا ہے فَمَنْ کے جملے کی وہ دونوں شرط و جزا مل کر جملہ شرطیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ

لَعَلِّیْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَکْتُ کَلَّا ؕ اِنَّهَا کَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ؕ وَ مِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ۝ ۔ ہر کافر مرنے کے بعد دنیا میں واپس کئے جانے کی التجا کرتے ہوئے کہتا ہے کہ لَعَلِّیْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا تا کہ اب میں خوب دل لگا کر نیک کام کروں ان حقوق کی ادا میں جو میں چھوڑ آیا یا اپنی بدعقلی سے اور ایمان لا کر عبدی مالی' روحی' بدنی' قلبی' عقلی تقویٰ طہارت سے سب ادا کروں گا۔ جواب آتا ہے کَلَّا ہرگز نہیں اب واپسی نہیں ہو سکتی تین وجہ سے پہلی یہ کہ اب تیرا ایمان لانا بیکار ہے کیونکہ اب تیرا ایمان بالغیب نہ ہوگا۔ تونے موت۔ ملائکہ۔ جنت و دوزخ کی جھلک قبر و برزخ میں دیکھی اور جو غیب والا ایمان نہ ہو وہ معتبر نہیں کیونکہ وہ خوف ذوق کا ایمان ہے نہ کہ للّٰہیت کا یہ تو اس صورت میں ہے جب تیری واپسی عقل و یاد کے ساتھ ہو۔ تجھے موت و قبر کی وحشت دہشت تکلیف سب یاد ہو۔ دوم یہ کہ اگر پہلی زندگی کی مثل تجھ کو بچوں کی طرح بے عقل و بے شعور بنا کر واپس کیا جائے اور تجھے یہ لَعَلِّیْ کا وعدہ موت و قبر کا نظارہ کچھ یاد نہ ہو تو پھر دنیا میں بے دینی بدعملی شیطانی طغیانی کا فتنہ فساد مچائے گا۔ سوم یہ کہ ایمان بالشہادۃ کسی کا معتبر نہیں۔ جب ملائکہ اور جنت دوزخ کو دیکھ لیا تب ایمان قبول کرنا معتبر نہیں۔ ان وجوہ سے دوبارہ دنیا میں بھیجنے کا قانون ہی نہیں بنایا گیا۔ نہ آزمائے کو آزمانہ مفید نہ ایمان بالشہادۃ مفید۔ نہ ڈر یا لالچ کا ایمان قبول۔ چونکہ امتحانِ الٰہی ایک بار ہی ہوتا ہے اس لئے خوش قسمت کی کامیابی اور بدقسمت کی ناکامی بھی ایک بار ہی ہے لہٰذا دوبارہ امتحان گاہِ دنیا میں کسی کو بھی نہ بھیجا جائے گا نہ کامیاب کو نہ ناکام کو۔ اور کفار کی بار بار التجا و وعدہ ایفا تو وہ اِنَّهَا کَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ؕ ۔ بیشک یہ سب التجائیں دہشتِ موت و وحشت قبر دیکھ کر گھبراہٹ سے مایوسی کا ایک کلام ہے جواب اس کو کہنا ہی ہے۔ مصیبت میں پڑا ہوا تو ہر گندہ مندہ بھی بندہ بن جاتا ہے۔ ایسی بندگی نہ اللہ کو پسند نہ رسول اللہ ﷺ کو۔ اب تو بس قیامت کی طرف ہی لوٹنا ہے۔ وَ مِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ۝ ۔ اور قیامت و مرنے والوں کے درمیان لمبی مضبوط موٹی بلند آڑ ہے اس دن تک جب کہ سب نیک و بد حشر و حساب ثواب و عذاب کے لئے اٹھائے جائیں گے اس آڑ کی وجہ سے کوئی فوت شدہ واپس نہ آسکے گا برزخ کی تین قسمیں اول برزخِ کیفیت یعنی موت یہ راہ برزخ ہے روح و جسم کی جدائی نہ دونوں مل سکیں نہ حیات پا سکیں۔ دوم مقام برزخ یعنی قبر خواہ خاک میں ہو خواہ راکھ میں۔ قبر سے کسی میت کو چھٹکارا نہیں۔ کافر کو قبر میں مقید ہونے کی وجہ سے کہ وہاں دوزخ کی حرارت ہے۔ مومن کو قبر سے محبت ہونے کی وجہ سے کہ وہاں جنت کی تراوت ہے سوم مدتِ برزخ۔ مومن کے لئے قیامِ اجسام کافر کے لئے فناء اجسام تراب بن کر یا رماد بن کر۔ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ۔ اٹھائے جانے کے دن تک۔ اسی مدت قیام کا نام عالم برزخ ہے ... کسی کو مفر نہیں ... سامت کر کے نہ

خوشامد کر کے کیونکہ اس کے سوا کوئی مفر نہیں پھر وقت آئے گا۔ فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ یَوْمَئِذٍ وَّ لَا یَتَسَآءَلُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ کہ پہلی بار صور میں پھونکا گیا تو زمین پر تمام زندوں کو یکدم مردہ کر دیا جائے گا اور زمین میں تمام مردوں کو یکدم بیہوش کر دیا جائے گا اجسام بھی بے خبر ارواح بھی یہ حالت چالیس سال تک رہے گی۔ اس مدت میں لَآ اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ۔ کوئی تعلق نہ رہے گا کسی انسان کا کسی انسان سے نہ حکمی نہ حقیقی نہ ابوت کا نہ نبوت نہ اخوت نہ مروت نہ قومیت نہ حمایت نہ رفاقت کا۔ وَّ لَا یَتَسَآءَلُوْنَ نہ سوال کا نہ جواب کا۔ بس ہر جگہ کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ (الرحمٰن: ۲۶) کا ہی ظہور ہوگا۔ پھر چالیس سال بعد دوسرا صور پھونکا جائے گا تب سب مردوں کو زندگی اخروی سے زندہ کیا جائے گا اور مومن کافر کی چھانٹ ہو جائے گی کہ حالات کیفیات درجات مقامات سب علیحدہ علیحدہ۔ حقیقی نسبت قائم ہو جائے گی مومنین میں بھی کافرین میں بھی جان پہچان بھی ہوگی لیکن حکمی نسبت صرف مومنین میں ہی ہوگی۔ کفار کے درمیان فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ نسبت حکمیہ نہ ہوگی نہ محبت نہ حمایت نہ تعاون نہ قومیت کا فخر نہ رشتوں کا تکبر نہ اولاد کا غرور نہ وطنیت کا سرور کُلُّ سَبَبٍ وَّ نَسَبٍ وَّ صِهْرٍ یَنْقَطِعُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔ ہر کافر کا حسب نسب سسرالی تعلق یوم قیامت ٹوٹ جائے گا۔ بادشاہ ہو یا وزیر۔ امیر ہو یا فقیر۔ سید ہو یا حقیر۔ اگر کافر۔ مرتد۔ بدعقیدہ ہو کر مرا تو تمام رشتے ختم۔ نہ باپ ہونا کام آئے نہ بیٹا ہونا۔ نہ سسر ہونا نہ داماد ہونا۔ اور کفار پر اتنی دہشت۔ وحشت آفت گھبراہٹ ہوگی کہ لَا یَتَسَآءَلُوْنَ ایک دوسرے کا حال وحمایت کا سوال جواب بھی نہ کر سکے گا۔ قیامت کے ہزار سالہ دن میں کفار کے چھ حال بیان فرمائے گئے ہیں۔ ۱۔ حال گھبراہٹ کے وقت لَا یَتَسَآءَلُوْنَ۔ ۲۔ پھر تھوڑا سکون ملنے پر۔ فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ یَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۵۰﴾۔ (صٰفٰت: ۵۰) کفار ایک دوسرے کی طرف منہ کر کے سرداروں و دیگر عام کفار سے سوال وجواب کریں گے۔ ۳۔ پھر حساب و کتاب کے وقت کفار یَفْتَخِرُوْنَ۔ یَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ یَفْتَدِیْ مِنْ عَذَابِ یَوْمِئِذٍۭ بِبَنِیْهِ ﴿۱۱﴾ وَ صَاحِبَتِهٖ وَ اَخِیْهِ ﴿۱۲﴾ وَ فَصِیْلَتِهِ الَّتِیْ تُـْٔوِیْهِ ﴿۱۳﴾ وَ مَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ثُمَّ یُنْجِیْهِ ﴿۱۴﴾ (معارج: ۱۱ تا ۱۴) کفار حیران پریشان ہو جائیں گے۔ ہر کافر تمنا کرے گا کہ کاش آج عذاب کے فدیے میں اپنے بیٹے بیوی بھائی حمایتی اور پیارا رشتے دار اور دنیا کے تمام لوگوں کو اپنے عذاب کا بدلہ بنا کر دے دے اور کسی طرح عذاب جہنم سے بچ جائے۔ ۴۔ پھر حساب و فیصلے کے بعد یَتَعَارَفُوْنَ بَیْنَهُمْ۔ (یونس: ۴۵) کفار ایک دوسرے کو خوب پہچانیں گے۔ ۵۔ کفار کی پانچویں حالت اس وقت جب میدان محشر سے اپنا ٹھکانہ جہنم کو دیکھیں گے۔ یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ ﴿۳۴﴾ وَ اُمِّهٖ وَ اَبِیْهِ ﴿۳۵﴾ وَ صَاحِبَتِهٖ وَ بَنِیْهِ ﴿۳۶﴾ لِکُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ یَوْمَئِذٍ شَاْنٌ یُّغْنِیْهِ ﴿۳۷﴾۔ (عبس: ۳۴ تا ۳۷) ہر کافر مرد اس دن بھاگے گا اپنے بھائی ماں باپ بیوی بیٹے سے ہر کافر کا ایسا برا حال ہوگا کہ کوئی اپنے سوا کسی کی فکر نہ کرے گا۔ بروز قیامت کفار کی **چھٹی** حالت وَ لَا یَسْـَٔلُ حَمِیْمٌ حَمِیْمًا ﴿۱۰﴾ (معارج: ۱۰) جب پل صراط سے گزرتے وقت اتنی شدید دہشت ہوگی کہ اگر موت ہوتی تو شدۃ دہشت سے مر جاتے اسی دہشت کی بنا پر کوئی حمایتی کافر کسی حمایتی جگری دوست کو بھی نہ پوچھے گا۔ تفسیر روح المعانی میں اسی جگہ ہے کہ آقا ﷺ نے فرمایا بروز قیامت ہر کافر فساق کو تین وقت بہت گھبراہٹ ہوگی دہشت سے پتے پھٹ جائیں گے۔ پہلا وقت جب نامہ اعمال پکڑائے جائیں گے دوسرا وقت جب میزان پر لائے جائیں گے۔ تیسرا وقت جب پل صراط سے گزریں گے تفسیر روح البیان جامع البیان۔ کبیر طبری میں ہے کفار و فساق اس وقت

بھی بہت گھبرائیں گے بروز قیامت اعلان ہوگا کہ آؤ حق والو اپنے حق وصول کرو اگرچہ خاوند بیوی بھائی بیٹے ماں باپ دوست پر ہو اور وہ حقوق فاسق کی نیکیوں سے اور کافر کے ان درجوں سے دلوائے جائیں گے کہ اگر وہ مومن ہوتا تو جنت میں اس کو ملتے (از احادیث مقدسات) غرضکہ یہ حالاتِ بے بس صرف کفار و فساق کے ہوں گے موت کی نزع میں۔ قبر کے عذاب و قیام میں۔ حشر کے حساب میں پل صراط کی گزرگاہ میں۔ لَآ اَنْسَابَ کی دہشت وَّلَا یَتَسَآءَلُوْنَ کی وحشت لیکن۔ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۝ ۔ پس وہ خوش قسمت مومنین صالحین متقین عابدین زاھدین جن کے اعمال میزانِ محشر میں بہت وزنی ہوں گے تو یہی لوگ ہر جگہ دنیا آخرت حیات ممات قبر حشر اعمال اقوال نجات ثواب میزان صراط حساب و کتاب میں کامیاب ہونے والے ہیں نزع کی بشارت قبر کی راحت بعثت کے وقار کہ کفار پیدل مومن سواریوں پر حشر کے آرام حساب میں شفاعت کی صداؤں پل صراط پر رب سَلِّم کی دعاؤں سے۔ آقا ﷺ نے فرمایا احادیث مقدسہ نے سنایا۔ كُلُّ سَبَبٍ وَّ نَسَبٍ وَّ صَهْرٍ يَنْقَطِعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلَّا سَبَبِيْ وَ نَسَبِيْ وَ صَهْرِيْ ۔ یعنی قیامت میں ہر سبب و نسب سسرالی رشتہ ٹوٹ جائے گا قوم قبیلہ برادری کچھ کام نہ آئے گی نہ حمایتا نہ شفاعتا نہ سفارشانہ ترحم نہ تلطف مگر آقا حضور اقدس ﷺ کا سبب نسب صہر نہ کبھی ٹوٹے نہ ختم ہو نہ جدا تا ابد ہر جگہ بچانے بخشوانے میں کام آئے۔ اس حدیثِ مقدس میں تین چیزیں فرمائی گئیں اول سببیت پھر نسبیت وصہریت کا درجہ یعنی اگر دنیا میں کسی انسان نے نبی کریم ﷺ سے سببیت قائم نہ رکھی تو نبوی نسبیت وصہریت کام نہ آئیگی۔ تفسیر روح البیان نے اسی جگہ لکھا۔ عَنْ مُحمدِ ابْنِ عَلِيٍّ تِرْمِذِيْ. اَلْاَنْسَابُ كُلُّهُمْ مُنْقَطِعَةٌ اِلَّا مَنْ كَانَتْ نِسْبَتُهٗ صَحِيْحَةً فِيْ عُبُوْدِيَتِ رَبِّهٖ فَاِنَّ تِلْكَ النِّسْبَةَ الْمُفْتَخَرُ بِهَا لَا نِسْبَةَ الْاَجْنَاسِ مِنَ الْاٰبَآءِ وَالْاُمَّهَاتِ وَالْاَوْلَادِ۔ ترجمہ: محمد بن علی سے روایت ہے قیامت میں تمام نسب ختم ہیں مگر وہ نسب ختم نہیں ہوگا۔ جس کا تعلق رب تعالیٰ کی صحیح سچی عبدیت وبندگی کی وجہ سے ہو پس یہی نسبت تعلق وہ ہے۔ جس پر فخر فرمایا ہوا ہے اِلَّا سَبَبِيْ وَ صَهْرِيْ والی حدیثِ مقدس میں نہ کہ ماں باپ اولاد والی جنسی نسبتیں اور تعلق۔ اسی آیت میں امام اصمعی تابعی نے امام زین العابدین بن امام حسین بن مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا امام زین العابدین نے اسی آیت فَلَآ اَنْسَابَ سے دلیل لیتے ہوئے فرمایا کہ اگر سید ہاشمی قریشی بھی بے دین بدعقیدہ ہو جائے تو اس کا نسب نبی کریم ﷺ سے ختم ہے قیامت میں کام نہ آئے گا اور وہ سید جہنمی ابدی ہوگا بلکہ دنیا میں اس کو سید کہنا ہی منع ہے (از روح البیان جلد ششم ص ۱۰۶) تفسیر مظہری یہی آیت ص ۴۰۳ پر ہے کہ اِلَّا سَبَبِيْ والی حدیث میں سبب سے مراد سچا مسلمان ہونا ہے اور اس فرمانِ عالی اقدس میں تا قیامت ہر متقی مسلمان داخل ہے یعنی ہر عابد زاہد متقی نبی کریم ﷺ کا حقیقی سبب وحسب ہے نسبیت وصہریت دوسرے درجہ پر ہے۔ شریعتِ اسلامیہ میں نسبیت دو قسم کی ہے۔ ا۔ حکمی مثلی۔ اس نسبیت میں تمام مسلمان نبی کریم ﷺ کی مثل اولاد اور نبی کریم ﷺ مثل والد اور آپ کی ازواج پاک مومنون مومنات کی مائیں ہیں یہی مثلی حکمی نسبیت مراد ہے۔ اِلَّا سَبَبِيْ حَسْبِيْ کے فرمانِ نبوی ﷺ میں اس لئے سب امت مسلمہ شامل نہ کہ فقط سادات فرق یہ ہے کہ ہر غیر سید مسلمان حقیقی سبب وحکمی نسب والا۔ لیکن ہر مسلمان سید حقیقی حسب سبب وحقیقی نسب والا۔ مگر بدعقیدہ گمراہ مرتد ہو جانے والا سید نہ سبب وحسب نبوی والا رہا نہ نسب نبوی والا رہا نہ حقیقی نہ حکمی اس کی نسبت رسولی ختم منقطع دنیا میں بھی آخرت میں بھی۔ یہ

بے بسی ہے کسی لَا اَنْسَابَ کی وحشت صرف کفار کو ہوگی مگر مومن متقی کو نزع سے دخولِ جنت تک نہ بے بسی نہ وحشت نہ دہشت بلکہ کہیں لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ کا ظہور ہوگا اور کہیں وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ کا سرور ہوگا اور کہیں رحمت و راحت والا نور ہوگا۔ آپسی جان پہچان تعلق انساب کی شان باذن اللہ شفاعت مہربان ہوگی۔ سورۃ طور آیت ۲۱ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ۔ ترجمہ اور وہ لوگ جو دنیا میں مومن بن کر رہے اور ان کی اولاد نے بھی تا عمر ایمان لانے میں ان کی پیروی قائم رکھی تو قیامت میں ہم ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ہی رکھیں گے۔ یعنی ایمان لانے والوں کے جنسی حقیقی نسب منقطع نہ ہوں گے بشرطیکہ ایمانی سببیت وحسبیت کو قائم رہے۔ سورۃ زخرف آیت ۶۷ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ۝ ۔ ترجمہ کفار جگری دوست اس دن آپس میں دشمن ہوں گے۔ مگر مومن متقی لوگ دنیا میں بھی ایمانی سچے پکے دوست و مددگار ہیں تو وہ قیامت میں بھی ایک دوسرے کے دوست مددگار اور قریب ہوں گے۔ سورۃ صٰفّٰت آیت ۲۷ میں ہے۔ وَ اَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ۝ ۔ ترجمہ قیامت میں صرف ایمان والے ہی ایک دوسرے کے قریب ہوں گے اور حال خیریت پوچھیں گے مدد بھی کریں گے۔ یعنی لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ کے سکون و سرور میں ہوں گے۔ سورۃ یونس آیت ۴۵ میں ارشاد ہے يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ ۔ ترجمہ تمام مومن متقی بروز قیامت نہایت خوشی سکون محبت سے ہر مومن کو ہر طرح جانتے پہچانتے ہوں گے۔ فالحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰالِكَ۔ ان تمام آیات واحادیث سے ثابت ہوا کہ رَبِّ ارْجِعُوْنِ کی التجائیں۔ فَلَآ اَنْسَابَ کی بے تعلقی بے کسی اور وَلَا يَتَسَآءَلُوْنَ کی دہشت بے بسی صرف کفار کے لیے ہے لیکن تمام مومن متقی مسلمان اپنے آقا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسب وسبب وحکمی نسب میں آل رسول بن کر تمام پریشانیوں، دہشتوں، وحشتوں، قیامت کی گھبراہٹوں سے محفوظ رہیں گے۔ اور سب مسلمان مومنوں کے نسب قیامت میں قائم رہیں گے کوئی نسب منقطع نہ ہوگا۔

ان آیات میں مفسرین کے مختلف اقوال

لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ کی قرئت میں دو قول۔ ا۔ اکثر کی قرئت لَعَلِّيْٓ ہے یاء ساکن سے یہی قرئت درست ہے کیونکہ مشہور و مکتوب ہے۔ ۲۔ بعض کی قرئت لَعَلِّيَ ہے۔ یاء مفتوحہ سے لَعَلِّيْٓ کے معنی میں دو قول۔ ا۔ اکثر نے فرمایا یہ لَعَلِّيْٓ تعلیلیہ ہے بمعنی تاکہ یہی قول درست ہے۔ امام بغوی نے فرمایا قرآن مجید میں تمام لعل تعلیلیہ سوائے ایک جگہ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ۔ کے وہ تحقیقیہ ہے بمعنی بیشک۔ ۲۔ بعض نے کہا یہ لَعَلِّيْٓ ترجی یعنی امید کا ہے بمعنی شاید۔ فِيْمَا کے معنی میں تین قول۔ ا۔ بعض نے کہا اس کا معنی ہے اس ایمان اعمال میں۔ ۲۔ بعض نے کہا اس مال و دولت میں۔ ۳۔ بعض نے کہا یہ فی زائدہ ہے۔ اور ما کا معنی اس کو كَلَّا کے معنی میں دو قول۔ ا۔ اکثر نے فرمایا كَلَّا کے معنی خبردار ہرگز نہیں یہی قول درست ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا كَلَّا بمعنی حقا یعنی یہ خبر درست ہے كَلَّا کے قائل میں دو قول۔ ا۔ اکثر نے فرمایا یہ فرمان رب تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے یہی قول درست ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا کلا کے معنی حقا اور یہ کلام میت کافر کا ہوتا ہے۔ كَلِمَةٌ کے معنی میں دو قول۔ ا۔ بعض نے کہا اس کا ترجمہ ہے یہ وہ بات ہے جو ہر کافر قبر، حشر، جہنم میں کہے گا۔ ۲۔ بعض نے کہا اس کا معنی ہے یہ وہ بات ہے جس کی پرواہ نہیں کی جائے گی قبر حشر جہنم میں۔ دونوں قول درست ہیں يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ کے معنی میں دو قول۔ ا۔ اکثر نے فرمایا اس کا

معنیٰ ہے پورا زمانہ قیامت نشور قبر سے دخول جہنم تک۔ ۲۔ بعض نے کہا اس کا معنیٰ وقت جزاء۔ نُفِخَ کی مراد میں تین قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا نفخے تین ہیں۔ا۔ بدحواسی کا، ۲۔ بیہوشی کا، ۳۔ قبور سے اٹھنے نکلنے کا۔ یہاں مراد دوسرے دو ہیں۔ لَآ اَنْسَابَ دوسرے نُفِخَ سے اور وَلَا يَتَسَآءَلُوْنَ. تیسرے نفخ سے یہی قول درست ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا اس سے مراد پہلا نفخہ ہے۔ یہ قول غلط ہے اور فَاِذَا کا معنیٰ ہے۔ جب بھی فِي الصُّوْرِ کی قرئت میں تین قول۔ ۱۔ اکثر کی قرئت۔ فِي الصُّوْرِ ہے۔ ترجمہ ہے نقارے میں یہی قرئت و معنیٰ درست ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا یہ فِي الصُّوَرِ ہے صُوْرَةٌ کی جمع مراد ہے شکلوں جسموں میں روح پھونکنا۔ ۳۔ بعض کی قرئت۔ فِي الصِّوَرِ ہے۔ ترجمہ ہے جب بدل دی جائے گی حالت میں۔ وَلَا يَتَسَآءَلُوْنَ کی قرئت میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قرئت میں یہ باب تفاعل سے ہے۔ یہی قرئت درست ہے کیونکہ مشہور و مکتوب ہے۔ ۲۔ بعض کی قرئت يَتَّسَآءَلُوْنَ ہے۔ باب افاعل سے۔ مَوَازِيْنَ کے معنیٰ میں دو قول۔ ۱۔ بعض نے کہا یہ جمع ہے مَوْزُوْنٌ کی۔ مراد ہیں اعمال۔ ۲۔ بعض نے کہا۔ یہ جمع ہے میزانٌ کی یعنی ترازوئیں۔ اور جمع سے تعداد ترازو مراد نہیں۔ بلکہ تعدادِ تلوائی مراد ہے۔

فائدے

ان آیات سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ **پہلا فائدہ:** بوقت وفات ہر شخص کو حسرت و افسوس ہوتا ہے سواء انبیاء کرام علیہم السلام کے۔ کافر کو فراق دنیا کا فاسق کو ترک اعمال عمر برباد کا۔ مومن متقی کو مزید کثرتِ عبادات کا کہ میں چند لمحے بھی کیوں سویا اس وقت بھی کیوں نہ عشق الٰہی میں رویا۔ یہ فائدہ لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ کے کلمات ندامت و حسرت کے ذکر فرمانے سے حاصل ہوا۔ کہ ندامت کافر کو۔ افسوس فاسق کو۔ حسرت مومن متقی کو کہ جو دم غافل سو دم کافر مجھے مرشد نے فرمایا۔ میت کی ان کیفیات کا ذکر احادیث میں بھی ہے۔ **دوسرا فائدہ:** لغو وبیکار کام و کلام ہر جگہ دنیا آخرت قبر حشر میں ذلت اور مردودیت کا باعث ہے۔ اس لئے ہر مسلمان کو کھیل کود اور بکواسیات کج بحثی و جہالت سے ہر وقت بچنا چاہئے۔ اور بچنے کے لیے علم کا نور عقل و شعور ضروری ہے۔ پہلے سوچو پھر بولو۔ یہ فائدہ كَلَّا ۭ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ۭ کے توبیخی کلام فرمانے سے حاصل ہوا۔ **تیسرا فائدہ:** اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ ناپسند یہ ہے کہ مسلمان اپنی شکل و صورت، عادات، اخلاق، لباس، چال ڈھال، اعمال گفتگو میں کفار کی طرح زندگی گزارے وقت ضائع عمر برباد کرے اسی لئے دنیا میں احکامِ شریعت سے اور قبر حشر میں کیفیات موت کافر و مومن کے درمیان بہت فرق گردانے گئے۔ لہٰذا ہر مسلمان کو خود بھی اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ اس کی کوئی بات تا عمر کفار کے مشابہ نہ ہو۔ اگر کوئی مسلمان اس فرق کو قائم رکھنے کا خیال و پابندی نہیں کرتا تو یہ اس کی بدقسمتی ہے۔ یہ فائدہ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ ۔ فرما کر کفار کی خصوصیت بیان فرمانے سے حاصل ہوا۔ اصل اشرف المخلوقات تو مومن ہے۔ کافر تو مثل جانور ہے۔

احکام القرآن

ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ:** مقبول و پسندیدہ عمل و عبادت وہی ہے جو ہمیشہ پابندی کے ساتھ وقت پر تمام شرائط و واجبات کے اہتمام و احتیاط سے ادا کی جائے۔ یہ ہی عبادت باعث نجات اول ہے۔ اگر چہ

کرمِ کریم نے مسلمانوں کی خصوصی آسانی کے لیے قضا کرنے کی سہولت عطا فرمائی ہے جو پہلی امتوں کو نہ ملی تھی۔ مگر کسی مسلمان کو اس خصوصی کرم سے ناجائز فائدہ نہ اٹھانا چاہیے۔ فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ بلا عذر محض غفلت یا دنیوی مشغولیت کی وجہ سے عبادات قضا کرنا حرام اور سزاءِ ذیل کی وعید ہے۔ یہ مسئلہ لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ کی فقہی تفسیر سے مستنبط ہوا۔ جس میں کفار و فساق کی حالت موت کا نقشہ دکھایا گیا۔ مسلمانوں کو عبرت پکڑ کے بندہ بننا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت کا نور و عبادت کا سرور عطا فرمائے۔ **دوسرا مسئلہ:** قیامت میں ہر مومن کو اس کا مومن نسب کام آئے گا۔ کسی بھی مومن رشتوں کی نسبت اور ایمان کی سببیت منقطع نہ ہوگی۔ نہ عربی کی نہ عجمی کی کل مومن اخوۃ کی شانِ حقیقی محشر میں ظاہر ہوگی۔ حدیث مقدس کا یہ ارشادِ پاک کہ كُلُّ سَبَبٍ وَّنَسَبٍ وَّصِهْرٍ مُنْقَطِعٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اس حدیث پاک میں کل سے مراد کفار ہیں اور ان کا سبب نسب صہر منقطع ہونا مراد ہے نہ کہ اہل ایمان کا۔ کیونکہ اگلی عبارتِ حدیث اِلَّا سَبَبِيْ وَنَسَبِيْ وَصِهْرِيْ اس میں تمام عجمی عربی مسلمان داخل ہیں ہر مومن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقی سبب اور حکمی مثالی نسب ہے۔ ہزاروی تفضیلی شیعہ گروہ کا یہ کہنا کہ اس سے مراد صرف سادات ہیں اگر چہ سید بدعقیدہ گمراہ مرتد و بدعمل ہو قابل بخشش ہے۔ یہاں تک کہ ابولہب کو بھی برا نہ کہو۔ بلکہ سورۃ لہب پڑھنی چھوڑ دو۔ کیونکہ اس میں نبی کریم کے چچا کی توہین ہے اور نبی کریم کو ایذا کا باعث۔ معاذ اللہ۔ یہ سب باتیں جہالت و گمراہی کی بناء پر ہیں۔ یہ مسئلہ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ میں هُمْ ضمیر کے مرجع کفار ہونے سے مستنبط ہوا۔ جس میں بتایا گیا کہ بروزِ قیامت سبب نسب منقطع ہونے کی وجہ بدعقیدگی کفر و ارتداد ہے۔ **تیسرا مسئلہ:** شرعی لحاظ سے طبیعت مزاجی و عادت قلبی کا ثقیل ہونا برا اور گناہ ہے اسی کو سخت مزاجی و تنگدلی کہتے ہیں۔ مگر اعمال کا ثقیل اور وزنی ہونا بندے کی خوش قسمتی ہے کیونکہ طبیعت کے ثقل سے انسان میں تکبر دنیوی پیدا ہوتا ہے۔ اور اعمال کے ثقل سے تعظم اخروی حاصل ہوتا ہے۔ یہ مسئلہ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ فرمانے سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کیے جاتے ہیں۔ **پہلا اعتراض:** یہاں فرمایا گیا۔ وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ۔ یعنی کوئی مردہ قیامت تک دنیا میں واپس نہیں آسکتا۔ نہ مومن نہ کافر۔ کیونکہ بیچ میں برزخ ہے۔ لیکن قرآن مجید سے ثابت کہ عیسیٰ علیہ السلام نے چند پرانے مردے زندہ کیے اور وہ دنیا میں واپس آئے۔ اور حضرت عزیر علیہ السلام سو سال بعد زندہ ہو کر واپس دنیا میں آئے۔ آقاء کائنات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو فرزند زندہ فرمائے جو کافی عرصہ زندہ رہے۔ یہ سب برزخ سے واپس دنیا میں آئے۔ اس الجھن کا جواب کیا ہے۔ **جواب:** دونوں حالات اپنی اپنی جگہ درست ہیں۔ مگر فرق یہ ہے کہ یہاں ذکر ہے قانونِ الٰہی کا۔ اور دیگر معترضات کے آیات و روایات کے پیش کردہ واقعات میں قدرتِ الٰہی و معجزۂ انبیائی کا اظہار ہے۔ نیز یہاں ذکر ہے مرنے والے کی اپنی خواہش رجوع کا اور قانونِ الٰہی کو تڑوانے کا وہ کبھی پورا نہ ہوگا۔ لیکن عیسیٰ علیہ السلام کا مردوں کو زندہ کرنا۔ کفار کے ایمان کے لیے اظہار معجزہ تھا۔ عزیر علیہ السلام کا زندہ ہونا اظہارِ قدرت و قیامت ثبوت محشر تھا۔ فرزندانِ جابر کا زندہ کیا جانا آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری کے ثبوت کے لیے ضرورۃ معجزۂ مصطفائی تھا۔ **دوسرا اعتراض:** یہاں لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ کی تفسیر اور دیگر آیات و احادیث و تفاسیر سے

ثابت ہے کہ دنیا میں ایمان بالغیب معتبر ہے ایمان بالشہادۃ معتبر نہیں۔ اور ایمان بالغیب یہ ہے کہ دنیا میں کوئی شخص تا عمر آخرت کی کوئی چیز نہ دیکھ سکے نہ جنت نہ دوزخ نہ ملائکہ نہ لوح محفوظ وغیرہ وغیرہ۔ حالانکہ انبیاء اولیا دنیا کی زندگی میں ہی یہ چیزیں دیکھ لیتے ہیں۔ مولانا روم فرماتے ہیں۔ لوح محفوظ امت پیش اولیا۔ وغیرہ وغیرہ۔ تو یہ ایمان بالغیب نہ رہا۔ لہٰذا معتبر نہ ہونا چاہیے۔ **جواب:** معترض نے ایمان بالغیب کی تعریف غلط کی۔ یہ تعریف نہیں ہے کہ دنیا میں کوئی شخص تا عمر آخرت کی کوئی چیز نہ دیکھ سکے۔ بلکہ ایمان بالغیب یہ ہے کہ ایمان لانے سے پہلے آخرت کی کوئی چیز نہ دیکھی ہو۔ بغیر کچھ دیکھے صرف اللہ تعالیٰ کے فرمان انبیاء علیہم السلام کی زبان پر یقین کامل کر کے ایمان قبول کر لے۔ پکے سچے ایمان لانے کے بعد اگر اللہ تعالیٰ کسی ولی اللہ کو کوئی غیبی چیز دکھا دے تو بھی اس کو ایمان بالغیب ہی کہا جائے گا کیونکہ یہ دیکھنا بحالت ایمان ہے نہ کہ قبل از ایمان۔ اس تعریف سے تمام انبیاء اولیاء کا ایمان بالغیب ہی ہے۔ بخلاف لَعَلِّیٓ اَعۡمَلُ والا ایمان کفار کہ وہ دیکھنا ایمان سے پہلے بحالت کفر تھا۔ **تیسرا اعتراض:** یہاں فرمایا گیا مِنۡ وَّرَآئِہِمۡ بَرۡزَخٌ۔ یعنی دنیا وآخرت کے درمیان ایسی سخت آڑ ہے کہ کوئی فوت شدہ ایک ساعت کے لیے بھی دنیا میں نہیں آ سکتا۔ حالانکہ بہت سے اولیاء نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بعد وفات شریف ظاہر ظہور حالت بیداری اصلی حلیے شریف میں دیکھا دیدار کا شرف حاصل کیا۔ یونہی بہت سے اولیاء اللہ کی بھی اصل حلیے شریف میں بحالت بیداری زیارت ہو جاتی ہے۔ یہ اولیاء اللہ و انبیا علیہم السلام دنیا میں کیسے واپس آ جاتے ہیں۔ جبکہ برزخ سب کے لیے ہے۔ **جواب:** برزخ کی آڑ صرف جسم کے لیے ہے نہ کہ روح کے لیے۔ کافر کی روح مقید جسم فنا۔ اولیاء اللہ کی روح جسم مثالی سے باہر تشریف لا سکتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کے اجسام میں ان کی روحیں موجود رہتی ہیں تا ابد۔ دنیا میں بوقت نزع صرف چند منٹ کے لیے جدائی کی اجل ہوتی ہیں۔ ان فرق مراتب کی وجہ سے یہ زیارتیں ہو جاتی ہیں۔ اور کافر و مومن کے برزخی حالات مختلف ہوتے ہیں۔

تفسیر صوفیانہ

جب بندہ طلبِ دنیا میں نکلتا ہے تو گناہوں کی دلدل میں گر کر قلب روح کی موت مر جاتا ہے اور تمام اسباب روحانی انساب جسمانی ٹوٹ جاتے ہیں۔ تب وادی حسرت سے پکارتا ہے لَعَلِّیٓ اَعۡمَلُ صَالِحًا فِیۡمَا تَرَکۡتُ. ہائے کاش میں قلب و روح کی طرف توجہ دیتا۔ اسباب دنیوی کو قواء روحانی کی طرف لگاتا ہے۔ بے بسی بے کسی سے بچاتا ہے اور ترکِ وفا کا دغا نہ کرتا۔ عالم روحانیت میں بندے تین قسم کے ہیں۔ ۱۔ کافر کلی مشرک دنیا۔ ۲۔ فاسق عملی غافل عقبیٰ۔ ۳۔ طالب مولیٰ تارک ماسوا اللہ۔ وقت اخیر سب کو حسرت ہوتی ہے۔ کافر و مشرک کو محرومی کی فاسق و غافل کو فراق کی۔ طالب کو دوری منزل کی ہمت۔ کمزوری بدنی کی ہر شخص تمنا کرتا ہے کاش تھوڑا وقت اور مل جاتا۔ کَلَّا ؕ اِنَّہَا کَلِمَۃٌ ہُوَ قَآئِلُہَا ؕ وَ مِنۡ وَّرَآئِہِمۡ بَرۡزَخٌ اِلٰی یَوۡمِ یُبۡعَثُوۡنَ ﴿۱۰۰﴾۔ خبردار اب کسی کو وقت نہیں ملے گا نہ ڈھیل نہ مہلت۔ اس لیے کہ راہِ معرفت میں دوبارہ آزمائش نہیں کی جاتی۔ نہ غافل پر ترس کھا کر نہ کامیاب کو دوبارہ امتحان میں ڈال کر۔ وادی ناسوت اور وادی عقبیٰ کے درمیان میں برزخ فراق ہے۔ سالکین مخلص و مسافرانِ مفلس کے لیے منزل وصل تک پہنچنے کے دن تک آڑ ہے۔ فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوۡرِ فَلَاۤ اَنۡسَابَ بَیۡنَہُمۡ یَوۡمَئِذٍ وَّ لَا یَتَسَآءَلُوۡنَ ﴿۱۰۱﴾۔ جب عنایاتِ ربوبیت کا صور پھونکا جائے گا تو تمام نفوس امارہ، لوامہ، مطمئنہ، واہل نفوس

صحراء فنا کی بیابان خاموشی میں گم ہو جائیں گے۔ پھر کرامات و ربانی کا دوسرا پھونکا جائے گا مومنین سالکین طالبین شائقین عاشقین کے قلوب میں تب قیامت حقیقت و محشر معرفت قائم ہو جائے گا اور عالم ناسوتی کے تمام تعلق و رشتے جنسی، نوعی، نسبی، سببی، کسبی، اصلی، فصلی، نفسی، عقلی ٹوٹ جائیں گے۔ اور اس محشر قرب میں قیامۃ صغریٰ کے وقت ہیبت و جلال رویۃ تجلیات کی وجہ سے بارگاہِ قدس میں کوئی بھی وادی مراد کا مرید۔ کسی غیر اللہ کی طرف توجہ نہ کرے گا۔ نہ انساب و اسباب میں نہ اہل اولاد میں۔ اس لئے کہ بندہ عارف طلب میں مشغول ہوتا ہے۔ اور دریاء محبت میں مغروق۔ پھر کیفیۃ ذوق یہاں تک بلند ہو جاتی ہے کہ عشق کبریائی و محبت مصطفائی کی شدت میں کوئی مرید کسی کو نہیں پوچھتا نہ ترک دنیا کا سوال نہ اہل و عیال و اموال کا سوال کہ کیا کتنا کیوں چھوڑا کیونکہ یہ منزل عشق کی راہ ہے۔

بندہ عشق شدی ترک نسب کن جامی

کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

جب بندگانِ عشق طلب محبوب میں ترک وطن کرتے ہیں اور ہر شی سے جدا ہوتے ہیں تو ہر بندے کی ہر آن' شان جدا ہوتی ہے۔ طلب حق بندۂ محب کو مطالبۂ غیر سے بے پرواہ اور غنی کر دیتی ہے۔ فَمَنۡ ثَقُلَتۡ مَوَازِیۡنُهٗ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ۝ ۔ پس جس بندۂ عارف کے اعمال عبادات خالص کے غلافوں میں اور عبادت ریاضت صحیحہ کی پوشاک میں اور ریاضت ایمان کی چادر میں۔ اور ایمان عقیدت کے لباس میں' اور عقیدت میں عشق الٰہی کی سدا بہار تر و تازگی اور محبت شدیدہ الفت مصطفائی کی خوشبو رچی بسی ہو وہی اعمال نیکیوں کی کلیاں بن کر قبولیت کی ترازوں میں پر وقار وزن کثیر والی ہری تازہ شاخوں کی طرح ہیں۔ ان ہی خوش بختوں کا ذکر لسانی' فکر عقلی' یادِ قلبی' شکر بدنی' صبر طبعی۔ پاس انفاس مراقبہ خلوت مجاہدہ جلوت' مشاہدۂ معرفت' عملیات طریقت' پابندی حقیقت' اقامت شریعت میں قوت ایمانی کا وزن ہے۔ مگر اعمال عیاری گھاس پھوس خاک و راکھ خس و خاشاک جھاڑیوں' خشک پتوں کی مثل بے وزن و بے قیمت ہے۔ کل بازار قرب میں منزل محبوبیت کا شرف مراتب پانے میں وہی کامیاب ہیں ان ہی کا کردار باوقار ہے اور ملائکہ مقربین کے جھرمٹ میں انہی کا استقبال ہے۔ انہی کی راہیں شاندار چمکدار ہیں جن کے اعمال وزن دار ہیں۔ وادی معرفت میں یہی لوگ بندگانِ خاص' صاحب اسرار' مالک انوار' جمالیات کے تاجدار' ابدی بقا کے مخزن برقرار ہیں۔ فَاِذَا نُفِخَ میں جمال کے اوّلی مکاشفے کی خبر دی گئی ہے کہ جب عیارانِ باطل فرش ہیبت پر اور چوکھٹ کبریائی پر کھڑے ہوں گے اور ذات قدیم عزت عمیم کا معائنہ و سامنا کریں گے اور دریاء جمال و جلال میں مغروقین کے مشاہدے میں مصروف ہوں گے جو بندے عرفانی ذوقِ وصل کی لذتوں میں مشغول ہوں گے۔ اس وقت اخیار و اشرار ابرار و عیار کے درمیان رفاقت صداقت انتساب و اخوت و مصاحبت کا کوئی تعلق باقی نہ رہے گا۔ وَّلَا یَتَسَآءَلُوۡنَ ۝ اور سوال تک نہ کریں گے عظمۃ حاضری کی سطوت رعب سے کسی کی حالت و کیفیت کا بوجہ معائنہ وجود اور بخشش جود یہاں تک کہ اپنے شہود سے بھی غائب الدماغ ہو جائیں گے۔ وہاں صرف اہل معرفت کا نسب محبت ازلی اصطفائیۃ قدمی کا رشتہ ہی باقی رہے گا بس اسی پر فخر کیا جا سکتا ہے۔ عرش سے تحت الثریٰ تک۔ یوم فراق میں اعمال کی وید خلاصی کی امید ہی انساب و تعلقات ہیں۔ دنیا و نعمت دنیا کا سوال و تذکرہ تک نہ ہو سکے گا۔ بلکہ ان تمام سے مایوسی ہوگی۔

وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

اور وہ کہ ہلکا ہو گیا جس کا سامان اعمال تو یہی وہ لوگ ہیں

اور جن کی تولیں ہلکی پڑیں وہی ہیں جنہوں نے اپنی جانیں

خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿١٠٣﴾

نقصان میں ڈالا جنہوں نے اپنی جانوں کو۔ وہ جہنم میں ہمیشہ رہنے والے ہیں

گھاٹے میں ڈالیں ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے

تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ ﴿١٠٤﴾

جھلسا دے گی ان کے چہروں کو آگ اور وہ کفار اس آگ میں منہ بگڑنے والے ہوں گے

ان کے منہ پر آگ لپٹ مارے گی اور اس میں منہ چڑائے ہوں گے

اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿١٠٥﴾

کیا نہ تلاوت کی جاتی تھیں میری آیتیں تمہارے سامنے تو تم جھٹلا دیتے تھے ان آیتوں کو

کیا تم پر میری آیتیں نہ پڑھی جاتی تھیں تو تم انہیں جھٹلاتے تھے

قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا

بولے سب اے ہمارے رب غالب آ گئی ہم پر ہماری بدبختی

کہیں گے اے ہمارے رب ہم پر ہماری بدبختی غالب آئی

وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ ﴿١٠٦﴾ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا

اور دنیا میں تھے ہم گمراہ قوم۔ اے ہمارے رب اب نکال لے تو

اور ہم گمراہ لوگ تھے۔ اے رب ہمارے ہم کو دوزخ سے نکال دے

مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ﴿١٠٧﴾

اس جہنم سے تو اگر پھر گمراہی میں ہم لوٹے تو بیشک ہم پکے ظالم ہوں گے

پھر اگر ہم ویسے ہی کریں تو ہم ظالم ہیں

تعلقات

ان آیات پاک کا پچھلی آیات پاک سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آیات میں اچھے اور کامیاب لوگوں کی نشانی بیان فرمائی گئی ہے اب ان آیات میں برے اور ناکام لوگوں کی نشانی بیان فرمائی جارہی ہے یہ بھی قیامت میں ظاہر ہو گی۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیات میں قیامت اور میدان محشر میں کفار کے ان کلمات کا ذکر کیا گیا جو وہ اپنے مونہوں سے کہیں گے۔ اب ان آیات میں کفار کے ان حالات کا ذکر فرمایا جارہا ہے جو جہنم میں ان پر وارد ہوں گے۔ **تیسرا تعلق:** پچھلی آیات میں فرمایا گیا کہ کفار سے قیامت میں لَا یَتَسَآءَلُوْنَ۔ کوئی بات محبت وتعاون کی نہ کی جائے گی۔ اب ان آیات میں فرمایا جارہا ہے کہ جھڑک اور سختی کی بات کفار سے کی جائے گی اور ان کو دنیوی کفر وسرکشی یاد دلائی جائے گی تاکہ یہ باتیں سن کر آج ہی بندہ بن جائیں۔

تفسیر نحوی

وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ۝ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ ۝ واؤ سر جملہ مَنْ اسم موصولہ شرطیہ خَفَّتْ باب نصر کا فعل ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ واحد مونث غائب ثَقُلَتْ اور خَفَّتْ دونوں صیغے واحد مونث غائب ہیں اس لئے کہ ان کا فاعل مَوَازِیْنَ اسم ظاہر غیر ذوی العقول ہیں۔ یہ خَفَفٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے ہلکا ہونا مَوَازِیْنَ مضاف ہ ضمیر مضاف الیہ یہ مرکب اضافی فاعل ہے خَفَّتْ کا یہ فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہوئی۔ ف جزائیہ بمعنی تو اُولٰٓئِکَ اسم اشارہ بعید کا مشار الیہ مَنْ اُولٰٓئِکَ مبتدا اَلَّذِیْنَ اسم موصول جمع مذکر خَسِرُوْا باب سمع کا ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ جمع مذکر غائب خَسْرٌ یا خُسْرٌ سے مشتق ہے ترجمہ گھاٹا ڈالا نقصان اجاڑہ اور تباہی بربادی میں رکھنا ڈالنا اس کا فاعل ھم ضمیر صیغہ جمع مذکر مرجع ہے اَلَّذِیْ اَلَّذِیْنَ سے مراد مَنْ موصولہ جنسی جمع ہے بمعنی ہر وہ شخص جو بھی اَنْفُسَ اسم جمع مکسر منصرف اس کا واحد ہے نَفْسٌ، بمعنی جان، خود اپنے آپ سانس، پھونک یہاں مراد ہے خود اپنے آپ خیال رہے کہ جمع مکسر کے تقریباً اوزان نو عدد ہیں۔ ۱۔ فِعَالٌ۔ ۲۔ اَفْعُلٌ۔ ۳۔ اَفْعَالٌ۔ ۴۔ فُعُوْلٌ۔ ۵۔ اَفْعِلَۃٌ۔ ۶۔ فُعُلٌ۔ ۷۔ فُعُوْلٌ۔ ۸۔ فَعِیْلٌ (بَنِیْنٌ)۔ ۹۔ فَوَاعِلُ (فَوَاکِہُ) لفظ نَفْسٌ مونث اس کی تصغیر ہے نُفَیْسَۃٌ، اسی لئے اس کے لیے حضرت ندا یَآیَّتُهَا مونث لایا جاتا ہے۔ اَنْفُسَ مضاف ھُمْ ضمیر مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مفعول بہ ہے خَسِرُوْا کا یہ فعل فاعل مفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مبدل منہ ہوا۔ فِیْ جَهَنَّمَ یہ جار مجرور متعلق مقدم ہے خٰلِدُوْنَ۔ باب ضرب کا اسم فاعل جمع مذکر خَلْفٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے ہمیشہ رہنا اس کا فاعل ھُمْ ضمیر پوشیدہ یہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر ذوالحال ہوا۔ تَلْفَحُ باب فتح کا مضارع مثبت معروف صیغہ واحد مونث غائب لَفْحٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے جھلسا دینا۔ وُجُوْهَ اسم جمع مکسر منصرف واحد ہے وجہ بمعنی چہرہ مراد ہے پورا جسم۔ مضاف ہے ھُمْ مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مفعول بہ ہے تَلْفَحُ کا۔ الف لام حرفی عہد ذہنی نَارٌ۔ اسم مفرد جامد مونث لفظی ترجمہ ہے آگ مراد ہے جہنم۔ یہ فاعل ہے تَلْفَحُ کا یہ فعل فاعل مفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ حرف عطف ضمیر مبتدا۔ فِیْهَا فِیْ جارہ ظرفیہ مکانی کے لیے ھَا ضمیر واحد مونث غائب کا مرجع اَلنَّارُ ہے۔ یہ جار مجرور مل کر متعلق مقدم ہے۔ کٰلِحُوْنَ باب فتح کا اسم فاعل صیغہ جمع مذکر برائے جمع

غائب۔ اس کا مادہ ہے کَلَحَ۔ لازم ہے اس کا مصدر ہے باب افعال سے اِکْلَاحٌ متعدی ہے اس کا مصدر برائے مبالغہ کُلُوْحٌ بھی آتا ہے۔ بروزن فُعُوْلٌ اور کَلَاحٌ بھی آتا ہے کَلَاحٌ بھی بروزن فَعَالٌ و فَعَّالٌ ترجمہ ہے کَالِحُوْن اپنا منہ بگاڑنے والے منہ بسورنے والے۔ اِکْلَاحٌ کسی کا منہ چڑانا۔ کُلُوْحٌ چھوٹے ہونٹ اور لمبے دانت ہونا کَلَاحٌ فالج سے منہ بگڑ جانا۔ کَلَاحٌ سخت ہیبت ناک شکل بن جانا۔ منہ کے گول حلقے کو کَلْحَۃٌ کہتے ہیں۔ غالباً اسی معنی میں اردو والے جبڑے کو کَلّہٗ کہتے ہیں۔ غصیلے اور ترش رو کو کَلَّاحٌ کہتے ہیں سخت زمانے کو دَھْرٌ کَالِحٌ کہا جاتا ہے۔ یہاں معنی کہ جہنم کی آگ ان کفار کا ایسا چہرہ جھلسائے گی کہ ہونٹ بالکل سکڑ کر چھوٹے ہو جائیں گے۔ اور دانت ہی دانت نظر آئیں گے دیکھنے والے کو محسوس ہوگا گویا وہ کسی کا منہ چڑا رہا ہے۔ اس کا فاعل ھُمْ پوشیدہ ضمیر یہ اسم فاعل اپنے پوشیدہ فاعل و متعلق مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر مبتدا۔ دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف ہے تَلْفَحُ کے جملے پر دونوں عطف مل کر حال ہے خَالِدُوْن کے جملے کا وہ ذوالحال حال مل کر بدل الکل خَسِرُوْا کے جملے کا وہ دونوں سبب مسبب مل کر صلہ ہے اَلَّذِیْنَ کا موصول صلہ مل کر خبر ہے مبتداء اُولٰٓئِکَ کی دونوں جملہ اسمیہ ہو کر جزا ہے مَنْ شرطیہ کی۔ یہ شرط و جزا مل کر جملہ شرطیہ ہو گیا۔ اَلَمْ تَكُنْ اٰیٰتِیْ تُتْلٰی عَلَیْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ اہمزہ سوالیہ اقراری یعنی ایسا ہی تھا۔ لَمْ تَكُنْ باب نصر کا ماضی بعید۔ ناقصہ منفی جحد بلم معروف صیغہ واحد مونث غائب آیاتِ اسم جمع مونث سالم آیَۃٌ واحد ہے مراد ہے قرآن مجید کی آیتیں سورتیں۔ بحالت رفع کسرہ یاء متکلم کی اضافت کی وجہ ظاہر ہو رہا ہے ی ضمیر متکلم مضاف الیہ یہ مرکب اضافی اسم ہے لَمْ تَكُنْ ناقصہ کا تُتْلٰی باب نصر کا مضارع مجہول بمعنی ماضی نفی جحد کی وجہ سے تَلْوٌ و تِلَاوَتٌ سے مشتق ہے اصل میں ہے تُتْلَیُ تعلیل نحوی سے تُتْلٰی ہوا اس کا نائب فاعل ھِیَ ضمیر پوشیدہ مرجع ہے اٰیٰتِیْ عَلَیْكُمْ جار مجرور متعلق ہے تُتْلٰی کا یہ فعل نائب فاعل متعلق مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ فَ عاطفہ کُنْتُمْ فعل ناقصہ ماضی استمراری اَنْتُمْ اس کا اسم۔ بِهَا یہ جار مجرور متعلق مقدم ہے۔ تُكَذِّبُوْنَ باب تفعیل کا مضارع بمعنی استمراری صیغہ جمع مذکر حاضر مصدر ہے تَكْذِیْبٌ بمعنی جھٹلانا جھوٹا کہنا کِذْبٌ سے بنا ہے یہ فعل فاعل پوشیدہ اور متعلق مقدم سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے کُنْتُمْ کی فعل ناقصہ اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ ناقصہ ہو کر معطوف ہوا تُتْلٰی کے جملے پر دونوں عطف مل کر خبر ہے لَمْ تَكُنْ کی یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ انشائیہ ہو گیا۔ قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَیْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّیْنَ ﴿۱۰۶﴾ رَبَّنَاۤ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ فعل ماضی با فاعل پوشیدہ جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ رَبَّنَا دراصل ہے یَا رَبَّنَا یا ندایہ محذوف منوی منوی سے مراد کہ ظاہر نہیں ہے باطن اور نیت میں ہے۔ رَبَّنَا۔ یہ مرکب اضافی منادی ہے۔ غَلَبَتْ باب ضرب کا ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ واحد مونث غائب۔ غَلَبٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے چھا جانا۔ قبضہ کر لینا۔ کسی کو زیر کر لینا۔ عَلَیْنَا یہ جار مجرور متعلق ہے شِقْوَتُ اسم مفرد حاصل مصدر جامد بروزن فِعْلَۃٌ شَقْوٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے بدبختی نحوست۔ برا نصیب۔ بدقسمتی۔ اسی سے ہے شقاوت بری خصلت۔ بدعملی بری صحبت۔ ضدی پن۔ ہٹ دھرمی یہ مضاف ہے نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ یہ مرکب اضافی فاعل ہے غَلَبَتْ کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف الیہ واوٗ عاطفہ کُنَّا فعل ماضی ناقصہ نَحْنُ ضمیر پوشیدہ اس کا اسم قَوْمًا موصوف ضَآلِّیْنَ۔ باب نصر کا اسم فاعل جمع مذکر برائے جمع متکلم ضَلٌّ سے مشتق ہے۔ یہ لفظ بہت سے معنی میں مشترک ہے یہاں مراد ہے گمراہ ہونا۔ اس کا

فاعل پوشیدہ ضمیر نَحْنُ ہے یہ دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو کر صفت ہے قومًا کی یہ مرکب توصیفی خبر ہے کُنَّا کی سب مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر معطوف ہے غَلَبَتْ کے جملے پر دونوں عطف مل کر جواب ندا وہ ندا منادیٰ و جواب مل کر جملہ ندائیہ ہو کر مقدر اول ہوا قَالُوْا کا رَبَّنَا یہ مرکب اضافی منادیٰ ہے محذوف منوی حرف ندا کا اَخْرِجْ باب افعال کا امر حاضر معروف صیغہ واحد مذکر اَنْتَ پوشیدہ ضمیر صیغہ اس کا فاعل مصدر ہے اِخْرَاجٌ خَرُجٌ سے بنا ہے نَا ضمیر جمع متکلم منصوب متصل اس کا مفعول بہ۔ مِنْ جارہ بمعنیٰ عَنْ مراد ہے دور ہٹانا۔ یہ حالت ختم کرنا زائل کرنا۔ هَا ضمیر واحد مونث غائب مرجع ہے نَارُ۔ یہ جار مجرور متعلق ہے اَخْرِجْ کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ۔ فَ حرف عطف بمعنیٰ ثُمَّ اِنْ حرف شرط فَاِنْ بمعنیٰ پھر اگر عُدْنَا باب نصر کا ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ جمع متکلم عَوْدٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے لوٹنا' دوبارہ کرنا' یہ فعل فاعل جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہے۔ فَ جزائیہ اِنَّا۔ اِنَّ نَا ہے اِنَّ حرف مشبہ نَا اس کا اسم اِنَّا کا ترجمہ ہے۔ بیشک ہم ظٰلِمُوْنَ باب ضرب کا اسم فاعل جمع مذکر برائے جمع متکلم ظٰلِمُوْنَ خبر اِنَّ ہے۔ یہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر جزا ہے فَاِنْ عُدْنَا کی یہ شرط و جزا مل کر معطوف ہے اَخْرِجْنَا کے جملے پر دونوں عطف مل کر جواب ندا یا ندائیہ محذوف اپنے منادیٰ و جواب ندا سے مل کر جملہ ندائیہ ہو کر مقولہ دوم ہوا۔ قَالُوْا اپنے دونوں مقولوں سے مل کر جملہ قولیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ

وَ مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فِیْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَ هُمْ فِیْهَا كٰلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ اَلَمْ تَكُنْ اٰیٰتِیْ تُتْلٰى عَلَیْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَیْنَا شِقْوَتُنَا وَ كُنَّا قَوْمًا ضَآلِّیْنَ ﴿۱۰۶﴾ رَبَّنَاۤ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۰۷﴾۔ اور وہ ناکارہ خلائق انسان جس کے دنیوی اعمال صالحہ بروز قیامت ناقابل میزان عدالت ہو گئے اور ہلکا و خالی رہ گیا اس کا پلڑا۔ اچھائیوں کا پلہ اٹھ گیا برائیوں کا جھک گیا۔ یہی بدنصیب وہ ہیں جنہوں نے خود کو بدترین نقصان میں رکھا۔ حیات دنیوی کی تمام اچھائیاں ہمدردیاں بیکار و بے ثواب نفع تو در کنار اصل مال ہی تباہ و فنا ہو گیا۔ اس لئے کہ ان کے شجر خبیث میں نہ عقیدت کے بیج نہ ایمان کی جڑیں نہ خلوص الٰہی کے پھول نہ محبت نبوی کی کلیاں نہ توحید کا سرمایہ نہ رسالت کا سایہ بچانے والے سے دور چھڑانے والے سے نفور۔ ان کے بیابان حیات میں تو صرف اعمال کی بلا جڑ بغیر پھول و پھل والی مرجھائی شاخیں ہی تھیں تو ان کا وزن کیا ہوتا۔ ان کی سیئات میں وزر ہے مگر ان کی حسنات میں ثقل نہیں۔ وزر اور ثقل میں فرق یہ ہے کہ وزر کی گٹھڑی و بنڈل بنائی جاتی ہے جس کا بوجھ پیٹھ پر لادا جاتا ہے۔ ثقل سے خزانہ بنتا ہے جو مخزن و معدن میں ہوتا ہے۔ حسنات مومن خزانہ ایمان کا ثقل ہے۔ سیئات کافر خار دار جھاڑیوں کا وزر ہے کل بروز قیامت خزانہ ایمانی و دولت عرفانی کی قیمت دربار الٰہی میں لگائی جائے گی لہٰذا اے بندو کافرو غافلو نادانو ابھی وقت قیامت بھی کچھ دور ہے زندگی موجود ہے۔ سانسیں چل رہی ہیں عقلیں پھر رہی ہیں۔ دعوت الٰہی عام ہے نبی پاک کی آواز ہے پناہ مصطفیٰ کا دامن کھلا ہوا ہے۔ بازار مصطفیٰ ہے خریدار خود رَبِّ عُلیٰ ہے۔ زندگی کی بقا ہے مہلت کی عطا ہے شفقت و کرم کھلا ہے کہ بار بار حالات قبر' کیفیات حشر و واقعات جہنم کھول کر سنائے جا رہے ہیں گھر گھر قرآن ہے آیات کی پکار ہے اور ہر بندہ با اختیار ہ فَفِرُّوْۤا اِلَى اللّٰهِ کا بلاوا شروع ہے دوڑو اللہ کی طرف اے غافل مسلمانو شکر ایمان کرو۔ اے غیر مسلم کافرو فکر

انجام کرو۔ سمجھ جاؤ بدل جاؤ سنبھل جاؤ جلدی جلدی ایمان وعرفان کے سدا بہار موسم عمر سے اعمال کے پھول سجالو۔ خلوص کی خوشبوؤں میں بسالو۔ جواہر ثقیل بنا کر لائق قیمت وقابل خریداری بنالو۔ ورنہ اگر دھول غبار راکھ رماد ٹوٹی شاخ سوکھے پتوں کی مثل بے وزن ہو کر خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بن کر آئے تو فِیْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ کی پکی اٹل وعید ہے جس کی منادی قرآن مجید نے گھر گھر سنادی ہے۔

کہ آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے بروز حشر ایک فرشتہ اعمال تولے گا اگر ثقیل ہوں گے تو بلند آواز پکارے گا کہ فلاں شخص سعید ہو گیا اب کبھی شقی نہ ہوگا۔ اور اگر کسی کے اعمال ضعیف ہو گئے تو پکارے گا کہ فلاں شقی ہو گیا اب کبھی سعید نہ ہوگا۔ یہ مومن متقی اور کفار کا ذکر ہے اس آواز کو سب حاضرین محشر سنیں گے۔ فاسق کے گناہوں کو مٹانے کے لیے یا شفاعت ہے یا جہنم کی بھٹی جس میں فاسق کو کچھ مدت ڈال کر نکالا جائے گا جس سے سب گناہ جل جائیں گے پھر تولا جائے گا تو نیکیوں کا پلہ بھاری ہوگا۔ خیال رہے کہ جہنم کی آگ گناہوں کو جلا مٹا سکتی ہے کیونکہ وہ مثل میل ہیں مگر کفر وشرک کو نہیں مٹا سکتی گناہگار صرف میلا ہے مگر کافر بذات خود گندگی بن گیا تو چونکہ کفر کی گندگی دائمی قائم اس لیے کافر کو جہنم میں دائمی قیام اور ایسا عذاب کہ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِیْهَا كٰلِحُوْنَ۔ جلا ڈالے گی دوزخ کی آگ ان کفار کے چہروں جیسی خوبصورت چیز کو بھی جو شناخت انسانی ہے۔ چہرہ تمام جسم میں اشرف واعلیٰ ہے تین وجہ سے۔ ۱۔ یہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ ہے چنانچہ سورۃ تغابن کی آیت ۳ میں ارشاد ہے کہ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۚ وَاِلَیْهِ الْمَصِیْرُ اللہ تعالیٰ نے تم انسانوں کی شکل وصورت سب مخلوق سے اچھی بنائی۔ ۲۔ بالشت بھر کے چہرے پر اعضا ایک جیسے مگر نقشے کروڑوں بنا دیئے کہ کوئی بھی ایک دوسرے کے مشابہ نہیں یہاں تک کہ باپ بیٹا، ماں بیٹی، جڑواں اولادوں کی بھی مختلف شکلیں کچھ نہ کچھ فرق ضرور ہوتا ہے۔ ۳۔ چہرۂ انسانی میں قدرت کے آٹھ خزانے ہیں۔ ۱۔ عقل وحفظ کا خزانہ دماغ میں۔ ۲۔ نظر وعلم کا خزانہ آنکھوں میں۔ ۳۔ سننے کا خزانہ کانوں میں۔ ۴۔ سونگھنے کا خزانہ ناک میں۔ ۵۔ بندگی وعبادت کا خزانہ ماتھے میں۔ ۶۔ بولنے کا خزانہ زبان میں۔ ۷۔ کھانے پینے کا خزانہ منہ میں۔ ۸۔ حسن کا خزانہ رخسار میں۔ اس لئے چہرہ جسم کا بادشاہ ہے تاج شاہی اسی کے سر پر ہوتا ہے جہنم میں فاسق مومن کا چہرہ نہ جائے گا کیونکہ اس میں سجدۂ الٰہی کا ماتھا ہے دنیا میں بھی چہرے کا ادب واحترام ہے۔ مگر کفار کا چہرہ بھی جل کر بگڑ جائے گا۔ بحوالہ ترمذی شریف عن ابی درداءؓ حدیث مقدس ہے کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمْ کی صورت یہ ہوگی کہ بوٹیاں ٹوٹ کر پگھل کر ایڑیوں کی طرف بہتی ہوں گی۔ اور عن ابی سعید خدریؓ حدیث مقدس میں ہے کہ فرمایا آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے كٰلِحُوْنَ کا نقشہ گائے یا بکری کی بھنی ہوئی سری جیسا ہوگا کہ ہونٹ بھن کر پھیل جائیں گے دانت نکل آئیں گے۔ اوپر کا ہونٹ پھیل کر آدھے سر تک چلا جائے گا اور نیچے کا ہونٹ پھیل کر ناف تک لٹک آئے گا۔ شدت تکلیف سے ایک دوسرے کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھیں گے تو ایک غیبی آواز اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے گی۔ اَلَمْ تَكُنْ اٰیٰتِیْ تُتْلٰى عَلَیْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ آج اپنے یہ بگڑے منہ دیکھ رہے ہو دنیا میں ہم نے یہ کتنے حسین چہرے بنائے تھے کیا تمہیں یاد ہے۔ اور کیا دنیا میں ایسا نہ ہوتا تھا کہ جب میری آیتیں تمہارے سامنے تلاوت کی

جاتی تھیں سمجھائی جاتیں اور اس دن کا ڈر سناتی تھیں تو تم سن کر اسی منہ سے آیات کی تکذیب کرتے تھے۔ اور منہ چڑھا چڑھا کر ہنسی اڑایا کرتے تھے قرآن کریم کو قصے کہانیاں نبی کی باتوں کو جادو بیانیاں کہا کرتے تھے۔ قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ ۝ جواباً عرض کریں گے کہ یا اللہ اے ہمارے رب دنیا میں ہم پر ہماری شقاوت بدبختی خرمستی منشاء نفسانی خباثت شیطانی غلبہ پاگئی تھی بدانجامی کی نحوست چھاگئی تھی ہم اپنی کفریہ حرکتوں غلطیوں کا اقرار کرتے ہیں اور ہم اپنی طغیانیوں غداریوں کی وجہ سے بہت دور کی ظلمتوں میں گھر کر گمراہ قوم ہوگئے تھے۔ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ۝ اے ہمارے رب کریم ہمیں اب ہوش آیا اب آنکھیں کھلی ہیں اب ہم سچی توبہ کرتے ہیں۔ اے ہمارے رب ہم کو یہاں سے نکال اور دنیا میں لوٹا دے پھر اگر ہم دوبارہ کفر شرک نافرمانی میں لوٹے تو یقیناً ہم ظالم اور ہر قسم کی سزا کے مستحق ہوں گے۔ پہلے تو دنیا میں واقعی قسم ہے ہم سے بڑی بھول ہوئی۔ احادیث میں ہے کہ کفار جہنم میں پہنچ کر سات بار باہر نکلنے کی التجا کریں گے اور یہ التجا آخری بار ہوگی جو کفار تین لاکھ ساٹھ برس تک کرتے رہیں گے پھر اتنے سال گزر جانے کے بعد رب تعالیٰ کی طرف سے وہ جواب آئے گا جو اگلی آیت ۱۰۸ میں مذکور ہے اس میں کفار کو ہمیشہ کے لیے التجائیں کرنے سے روک دیا جائے گا۔ اس روک کے بعد پھر بھی کفار کوئی التجا نہ کرسکیں گے صرف تین قسم کی آوازیں نکالا کریں گی۔ شھیق گدھے کے رینکنے کی آواز۔ نفیر رینکنے کی انتہائی اختتامی آواز عوں عوں عواء عواء کتوں کے رونے کی آواز کے مشابہ نہ کوئی سمجھ سکے گا نہ سمجھا سکے گا (از تفسیر روح البیان) لیکن تفسیر صاوی سوم ص ۱۰۴ پر ہے کہ کفار کی یہ آخری التجا دنیا کے ایک سال کے دنوں برابر گنتی کے ہزار سال تک ہوگی یعنی تین سو ساٹھ ہزار سال تک۔ بعض مفسرین نے لکھا کہ سات آسمانی بارہ برجوں کے برابر بارہ ہزار سال تک اور بعض نے لکھا کہ سات سیاروں ستاروں کی گنتی کے برابر سات ہزار سال تک یہ آخری التجا ہوگی مگر پہلا قول درست ہے کیونکہ حدیث مقدس سے ثابت ہے۔ پہلی چھ التجائیں ایک ایک ہزار سال تک ہوتی رہیں گی ان کا ذکر بھی قرآن مجید میں ہے چنانچہ۔ ۱۔ سورۃ رعد آیت ۱۴ اور اس کی تفسیر میں ہے اولاً جہنمی لوگ پہلے ایک ہزار سال تک حیرانی میں مبہوت و خاموش رہیں گے پھر خازنِ جہنم سے التجا کریں گے کہ اے خازن ہمیں یہاں سے نکال اور ہزار سال تک عرضیں کرتے رہیں گے ہزار سال بعد خازن فرمائیں گے کہ اے جہنمیو! اب تمہاری ساری دعائیں بے کار ہیں۔ ۲۔ اس جواب کو سن کر کفار مالک فرشتے کو پکاریں گے اور ایک ہزار سال تک پکارتے رہیں گے کہ اے مالک اپنے رب سے ہمارے یہاں سے نکلنے کا فیصلہ کرادے۔ ناظم جہنم حضرت مالک علیہ السلام ہزار سال بعد جواب دیں گے کہ تم نہیں نکل سکتے۔ تم یہیں رہنے والے ہو۔ اس التجا کا ذکر سورۃ زخرف آیت ۷۷ میں ہے۔ ۳۔ پھر تیسری بار اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے یا اللہ اب ہم نے تیرا عذاب چکھ لیا تیرا فیصلہ بھی اب ہم توبہ کرتے ہیں ہزار سال تک یہ التجائیں کرتے رہیں گے ہزار سال بعد رب تعالیٰ کی طرف سے جواب آئے گا کہ اور لیکن میری طرف سے بھی حق فیصلہ ہو چکا ہے کہ میں کفار سے جہنم کو بھرا رکھوں گا یعنی کوئی کافر نکلنے نہ پائے گا۔ اس التجا کا ذکر سورۃ سجدہ آیت ۱۲ میں ہے۔ کفار کی۔ ۴۔ چوتھی بار التجا ہوگی کہ یا اللہ تو نے ہمیں دوبارہ مارا اور دوبارہ زندہ کیا اب پھر ہمیں مار دے یہ التجا بھی ہزار سال تک کرتے رہیں گے ہزار سال بعد جواب آئے گا اب تم کو زندہ رہ کر ابدی دائمی عذاب چکھنا ہے یہ اس لئے کہ دنیا میں جب بھی تم کو ایمان توحید و رسالت کی دعوت دی گئی اور اللہ واحد کی طرف بلایا گیا

توتم نے کفر ہی کیا۔ اس التجا کا ذکر سورۃ غافر (مومن) آیت ۱۱ میں ہے۔ ۵۔ پانچویں التجا کا ذکر سورۃ ابراہیم آیت ۴۴ میں ہے کہ ظالم کفار جہنم میں التجا کریں گے اے ہمارے رب کچھ قریبی مدت تک ہمارے عذاب کو موخر فرمادے (تاکہ ہمیں سکھ کا سانس ملے) یہ التجا بھی ہزار سال تک کرتے رہیں گے پھر جواب آئے گا۔ اے بدبختو کیا تم دنیا میں قسمیں کھا کھا کر آپس میں نہ کہا کرتے تھے کہ کوئی قیامت کوئی عذاب نہیں دنیا کو کوئی زوال نہیں یہ جہاں یونہی رہے گا۔ لہٰذا اب اپنے کفرو انکار کا یہ عذاب چکھتے رہو کفار کی۔ ۶۔ چھٹی التجا کا ذکر سورۃ فاطر آیت ۳۷ میں ہے کہ کفار ہزار سال تک عرض کرتے رہیں گے اے ہمارے رب ہم کو جہنم سے نکال دے اب ہم وعدہ کرتے ہیں کہ دنیا میں جا کر ایسے اچھے اعمال کریں گے جو پہلے اعمال سے جدا ہوں گے۔ اس کا جواب بھی ہزار سال بعد آئے گا کہ اے ظالمو کیا ہم نے تم کو دنیا میں لمبی عمریں اس لئے نہ دی تھیں کہ دنیا میں بندہ بنتے نصیحت پکڑتے اور جو سنبھلنا چاہے وہ سنبھل جاتا اللہ رسول قیامت و قیامت کو یاد رکھتا۔ پھر آخری بار وہ التجا ہے جس کا یہاں ذکر ہے۔

اِن آیات میں مفسرین کے مختلف اقوال

خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ کے معنی میں دو قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا کہ اس کا معنی ہے کافر کی برائیوں کا پلہ بھاری اچھائیوں کا پلہ اس پلے سے ہلکا یہی قول درست ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا کہ معنی یہ ہے کہ کافر کے کسی بھی عمل کا کوئی وزن نہ ہوگا۔ نہ اچھائیوں نہ برائیوں کا نہ تھوڑا نہ زیادہ۔ یہ قول غلط ہے حدیث پاک کے خلاف ہے **فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ** کی ترکیب نحوی میں دو قول۔ ۱۔ بعض نے کہا یہ اُولٰٓئِکَ کی خبر ثانی ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا یہ خبر ہے محذوف مبتدا ھُمْ ضمیر کی اصل عبارت اس طرح ہے **وَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ**۔ پہلی ترکیب زیادہ بہتر ہے **كَالِحُوْنَ** کی قرئت میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قرئت۔ الف سے **كَالِحُوْنَ** یہی قرئۃ درست ہے کیونکہ مشہور و مکتوب ہے۔ ۲۔ بعض کی قرئت میں **كَلِحُوْنَ** بغیر الف سے۔ **شِقْوَتُنَا** کی قرئت میں چار قول۔ ۱۔ **شِقْوَتُنَا** یہ قرئت اکثر کی ہے اور مشہور و مکتوب بھی اس لئے یہی صحیح ہے۔ ۲۔ بعض کی قرئت **شَقْوَتُنَا**۔ ۳۔ بعض کی **شَقَاوَتُنَا**۔ ۴۔ بعض کی **شِقَاوَتُنَا**۔

فائدے

ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ **پہلا فائدہ:** کفار کے سب اعمال کا وزن کیا جائے گا لیکن کفار کے اچھے اعمال میں چونکہ ایمان کا رس تر و تازگی پھل پھول پتے نہ ہوں گے خشک شاخوں کی طرح ہلکے پھلکے اس لئے ان کی کفریات سے بہت ہلکے پڑ جائیں گے کیونکہ کفریت میں بہت زیادہ وزر ہوگا مگر حسنات میں ثقل نہ ہوگا۔ یہی کیفیت بعض فساق کی ہوگی اس لئے یہ آیات مسلمانوں کو سنائی جا رہی ہیں کہ اے ایمان والو وزر سے بچو ثقل حاصل کرو۔ یہ فائدہ **وَمَنْ خَفَّتْ** کی آیت اور بیہقی شریف کی اس حدیث انس سے حاصل ہوا جو تفسیر عالمانہ میں بیان کردی گئی۔ **دوسرا فائدہ:** تمام جسم میں مومن کا چہرہ سب سے اعلیٰ ہے کیونکہ اشرف بھی ہے افضل بھی اکرم بھی۔ اشرفیت انسانیت کی وجہ سے۔ افضلیت ایمان کی وجہ سے۔ اکرمیت اعمال کی وجہ سے۔ اشرفیت مومن ہی کو دنیا میں کام آئی کہ ایمان دلا گئی اور ایمان کی تمام امانتیں چہرے میں ودیعت کی گئی عبادت تلاوت، اقرار [illegible] کے ذریعے۔

افضلیت آخرت میں کام آئی کہ مومن متقی کے چہرے کو چمکا گئی جنت کے لائق بنا گئی اور فاسق کے چہرے کو جہنم میں جلنے سے بچا گئی۔ اکرمیت قیامت میں کام آ گئی کہ متقی سے بالکل بچا کر جنت کے مقام اعلیٰ پر پہنچا گئی اور فاسق کو جہنم سے نکال کر جنت دلا گئی۔ مگر کفار کو نہ اشرفیت انسانی کا کوئی فائدہ ہوا نہ افضلیت پانے کا نہ اکرمیت کے حصول کا۔ یہ فائدہ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ کے خصوصی ذکر کفار سے حاصل ہوا کہ جہنم میں صرف کفار کا چہرہ جلے گا کفر سے شرف انسانی ختم ہو گیا۔ افضلیت و اکرمیت تو کفار کو حاصل ہی نہ ہوئی۔ **تیسرا فائدہ:** دنیا میں اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو شعور باطنی عطا فرمایا۔ مگر مومن متقی نے اپنے شعور کو ایمان و اعمال کے ذریعے بیدار رکھا، بلند کیا۔ کفار نے خواہشات شیطانی اور فساق نے خواہشات نفسانی کی وجہ سے اپنے شعور کو دبا دیا۔ سلا دیا۔ کل قیامت میں سب کا شعور بیدار ہوگا۔ مگر وہ بیداری کفار و فساق کو مفید نہ ہوگی۔ لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ دنیا میں ہی اپنا شعور بیدار کئے رکھے تاکہ برائیوں سے بچتا اور اپنا محاسبہ کرتا رہے۔ یہ فائدہ قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا کے ذکر سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ:** زندگی اور بعد موت مومن مرد و عورت کا چہرہ بگاڑنا حرام ہے۔ چہرہ بگاڑنا تین قسم کا ہے۔ ۱۔ زندگی میں چہرے پر ایسی سخت ضرب لگانی جس سے چہرے بگڑ جائے۔ اس لئے موجودہ فقہاء اسلام نے باکسنگ کھیلنے کو اشد حرام فرمایا ہے۔ نیز شاگرد کے منہ پر سخت چپت یا تچی چھڑی مارنا یہاں تک کہ حدیث مقدس نے جانور کے منہ پر مارنے کو بھی منع فرمایا ہے۔ ۲۔ بعد موت کسی انسان کے ناک کان کاٹنا اگرچہ میت کافر ہو شریعت اسلام نے حرام فرمایا ہے۔ اس کو عربی میں مثلہ کرنا کہتے ہیں۔ ۳۔ زندگی میں رب تعالیٰ کے بنائے ہوئے نقشہ چہرے کے خلاف اپنا چہرہ بنانا یا بنوانا حرام ہے۔ مثلاً مردوں کی داڑھی، عورتوں کا سر مونڈنا، کتروانا داڑھی کی حد بندی آقاء کائنات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ اور نقشہ پاک ہے اس نقشے سے زیادہ بھی حرام کم بھی حرام۔ آج کل بعض پروفیسر قسم کے علاموں اماموں نے داڑھیاں کترانی شروع کر دی ہیں وہ سب شرعاً فاسق ہیں ان کے پیچھے نماز ناجائز ہے۔ یہ مسئلہ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ کے تفسیری بیان سے مستنبط ہوا۔ **دوسرا مسئلہ:** جب قرآن مجید کی تلاوت شروع ہو تو تمام حاضرین مجلس پر واجب ہے کہ سب لوگ با ادب خاموشی سے سنیں۔ باتیں کرتے رہنا توجہ نہ دینا بے رغبتی سے اٹھ کر چلے جانا قطعاً ناجائز و گناہ کبیرہ ہے کل قیامت میں اس کی سخت سزا ہے۔ ایسے ہی بے موقعہ بازاروں دکانوں میں تلاوت شروع کر دینا بھی گناہ کبیرہ ہے اگر ریڈیو وغیرہ پر تلاوت لگی ہو تب بھی بے رغبتی کرنا حرام ہے لیکن اگر کسی مجبوری سے ریڈیو وغیرہ کی تلاوت بند کرنی پڑے تو پوری آیت سن کر جب وقفہ آئے تب بند کرے۔ یہ مسئلہ اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ کے فرمان سے مستنبط ہوا۔ اور بے رغبتی کو تکذیب قرآن و کفریہ کردار بتایا گیا۔ **تیسرا مسئلہ:** نفسانی خواہشات اور دولت پرستی میں لگے رہنا شقاوت ہے اور شقاوت ضلالت ہے اور ضلالت کفار کا طریقہ و نشان ہے۔ ہر مسلمان کو نشان کفر سے بچنا واجب ہے۔ یہ مسئلہ وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ کے اخروی اقرار جرم سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کیے جاتے ہیں۔ **پہلا اعتراض:** یہاں پہلے فرمایا گیا فِیْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ جس سے ثابت ہوا کہ کفار کو بتا دیا جائے گا کہ تم لوگ یہاں ہمیشہ رہو گے پھر فرمایا گیا کہ کفار کہیں گے اَخْرِجْنَا مِنْهَا تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ کفار کو ہمیشہ رہنے کا پتہ بھی ہو پھر بھی نکالنے کی دعا مانگیں یہ تو محال کی دعا ہوگئی **جواب:** یہ محال و ناممکن کی دعا نہیں ہے تین وجہ سے اول تو یہ کہ فِیْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس وقت کفار کو جہنم میں ہمیشگی رہنے کا بتایا جائے گا یہ تو قرآنی خبر ہے جو آج دنیا میں ہم سب کو بتائی گئی ہے دوم وجہ یہ کہ اگر بتائی بھی گئی تو شدۃ عذاب و مدت دراز کی وجہ سے یہ اطلاع بھول بھی سکتے ہیں کیونکہ یہ اَخْرِجْنَا کہنا ساڑھے تین لاکھ سال بعد بلکہ اس سے بھی زیادہ دیر بعد ہوگا۔ جیسا کہ تفسیر عالمانہ میں بتایا گیا سوم یہ کہ اَخْرِجْنَا کی دعا عذاب سے نکالنے کی ہو نہ کہ جہنم سے۔ نیز یاد رہے کہ انسان بعض دفعہ سخت پریشانی میں ناممکن کی بھی تمنا کر لیتا ہے جیسے کہ بوڑھا بیمار کہتا ہے کاش میری جوانی لوٹ آئے۔ حالانکہ جانتا ہے کہ یہ ناممکن ہے۔ **دوسرا اعتراض:** یہاں صرف کفار کے لیے فرمایا گیا خٰلِدُوْنَ۔ وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں جہنم میں مگر فساق کے لیے جہنم میں ہمیشگی نہیں حالانکہ گناہ بھی نافرمانی رب ہے اور فاسق تا عمر فسق کی نافرمانی کر کے بغیر توبہ مر گیا۔ اور کفر بھی نافرمانی رب کافر بھی تا عمر نافرمانی کر کے بغیر توبہ مر گیا تو یہ سزا میں اتنا بڑا فرق عدل کے خلاف ہے (یہودی، مرزائی، آریہ، ہندو) **جواب:** اخروی بدلہ صرف ثواب جنت اور عذاب جہنم ہے دنیا میں جرم و مجرم کی تین قسمیں۔ ا۔ مثل نجاست۔ ۲۔ مثل میل۔ ۳۔ مثل نجس العین۔ عالم فاسق کا جرم گناہ مثل نجاست ہے۔ جو کسی پاک جسم میں مل کر اس کو پلید کر گیا کیونکہ عالم پہلے اپنے گناہ کو جائز کرنے کی شیطانی دلیلیں دیتا ہے پھر جائز سمجھ کر گناہ کرنے لگتا ہے جیسے آج کل کسی عالم نے فوٹو بنوانا کسی نے داڑھی چار انگلی لمبی سے کم کرانا۔ کسی نے سیاہ خضاب لگانا جائز کر کے یہ گناہ شروع کر رکھے یہ جواز گناہ کو نجاست اور کرنے والے کو پلید کر دیتا ہے۔ لیکن فاسق کا جرم گناہ مثل میل ہے کیونکہ وہ گناہ کو گناہ و جرم ناجائز سمجھ کر ہی کرتا ہے نافرمانی ضرور کرتا ہے مگر حدود اللہ کو توڑتا نہیں۔ جیسا کہ فاسق عالم نے توڑا مگر کفر انسان کو نجس العین بنا دیتا ہے مثل حرام و پلید جانور اور پلیدی۔ جنت مکمل پاکیزہ لوگوں کی جگہ ہے جہنم میں فاسق جاہل و فاسق کو ڈالا گیا میل جلدی ختم ہو گیا نجاست کچھ دیر میں ختم ہوئی مگر ختم ہوگئی۔ بندہ مکمل پاک ہو کر جنت کے لائق بن گیا اس لئے جہنم سے نکال کر جنت میں لایا گیا۔ کافر مثل خنزیر نجس العین ہے اس کی پلیدی تا ابد کبھی بھی ختم نہیں ہوسکتی نہ پاک ہو نہ جنت کے لائق بنے لہٰذا ہمیشہ جہنم میں رہے گا کیونکہ پلیدیوں کی جگہ صرف جہنم ہے۔ کفار تو اعراف میں بھی نہیں جاسکتے کیونکہ اعراف نہ پلیدیوں کی جگہ نہ عذاب و ثواب کا بدلہ ہے۔ پس ثابت ہوا کہ کفار کے لیے ہمیشگی جہنم عین عدل ہے۔

تفسیر صوفیانہ

دنیا بذات خود ثقیل ہے نہ خفیف ہے جب مومن حسنات کے غلاف میں دنیا کو سمیٹ لیتا ہے تو اس کی دنیا ثقیل و عزیز ہو جاتی ہے اور جب فاسق اپنی دنیا کو گناہ و سیئات کی کیچڑ سے لتھیڑ لیتا ہے تو اس کی دنیا خفیف و مذموم ہو جاتی ہے اور جب کافر اپنی دنیا کو

کفریات سے ہے تو اس کی دنیا خفیف و ذلیل ہو جاتی ہے اور جس کی دنیا بازار حقیقت میں ہلکی پڑ گئی کہ گندگی کا پلہ بھاری پاکیزگی کا ہلکا ہو گیا۔ اہل معرفت کے نزدیک وہی خائب و خاسر ہوا۔ کیونکہ ان کے وجود سے راہِ عرفان میں فسادِ طغیان فتنہ شیطان برپا ہے۔ انہوں نے خود کو گھاٹے میں رکھا کھلیان اعمال اٹھانے کے وقت ان بدنصیبوں کے ہاتھ کچھ نہ آئے گا۔ انسان مثل تازہ انڈہ ہے جو ولایت مرشد کے تصرف میں جانے کے قابل ہے مرشد کا تصوف مثل کڑک مرغی ہے جس کی تربیت چلہ کشی و مراقبہ خفی سے اعمال روحانی کے چوزے پیدا ہوتے ہیں۔ جب تک بندہ مرید بن کر مرشد کے قبضہ میں نہیں جاتا اس وقت تک اس کی حالت ترقی پوشیدہ ہے لیکن جب تصرف میں چلا گیا تو پھر مثل انڈہ دو ہی صورتیں ہیں کہ یا جوہر روحانیت کا چوزہ پیدا ہو جائے اور ایک حال سے دوسرے حال میں منتقل و متغیر ہو جائے تب تو مرشد کا تصرف مفید و باقی رہا۔ اور یا پھر انڈہ گندا تھا تب مرشد کا تعلق اس کے ساتھ بیکار ہے۔ کیونکہ گندے انڈے میں چوزہ بنانے کی صلاحیت ہی نہیں ہے اب وجود بیضہ سے قوت روحانیت کا چوزہ نہیں نکل سکتا بلکہ فِي جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ایسے گندے انڈے اپنے خول میں تا ابد رہتے ہیں مرتد طریقت اپنے نفس کے جہنم میں دائم رہنے والے ہیں ان سے کوئی جوہر نورانی پیدا نہیں ہو سکتا ہے اس لئے کہا گیا ہے کہ مرتد شریعت سے مرتد طریقت زیادہ شر ہے۔ صراط معرفت میں مفسد و فاسد کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ جس بدنصیب کو مثل قارون زمین نے دھنسا لیا اس کو نہ کوئی موسیٰ باہر نکالتا ہے نہ ہارون تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ ایسے چہروں کو نار فراق جھلسا کر بگاڑ دیتی ہے ایسے مکر کے سب منہ پھٹے رہ جاتے ہیں تب اپنی طغیانی کی پریشانی میں آہ و زاری کرتے ہیں مگر اپنی بدمستی کا وہ وقت یاد نہیں کرتے جبکہ اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ کیا پھر قدرت کبریائی معرفت الٰہی کی نشانیاں حاضر نہ کی جاتی تھیں تو تم شیطانی قوتوں کے بھروسے پر آیات قدرت کو جھٹلاتے اور طالبین منزل کو ورغلاتے اہل حق کا مذاق اڑاتے تھے۔ قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ۔ اہل نفوس نے عرض کیا اے ہمارے رب عالم ناسوت میں جب تیرے کرم عمیم نے ہم کو انوار تجلیات و آیات لاھوت و قدوس کا مشاہدہ کرایا تو اس وقت ہم پر ہماری بدنصیبی کی نحوست غالب آ گئی اور ہم فانی رنگ و بو میں پھنس کر منزلِ مطلوب و مقصود سے بہت دور کی گمراہی میں بھٹک گئے تھے اور دم اخیر تک بھٹکے ہی رہے۔ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ۝ اے ہمارے ظاہر و باطن، قلب و روح، ابتداء و انتہا کے رب ہم کو اس جہنم محرومی سے اور اس کے عذاب فراق سے نکال لے اب ہم وعدہ کرتے ہیں سچی پکی توبہ کہ اگر ہم پھر مکاری کے بھیس میں عیاری کے حلیے میں جبہ و دستار منبر و محراب، سجادۂ گفتار کو دامِ تزویر بنائیں اور پھر اسی دولت پرستی کے گناہ و ضلالت میں لوٹیں تو بے شک ہم راہِ حقیقت میں مفسد و ظالم اور نارِ فنا کے لائق ہوں گے۔ اب ہم دارِ فنا میں واپس جا کر تیری ہی منزل ڈھونڈیں گے اور مرغ سحر کی آہوں جیسی تیرے ہی عشق میں روئیں گے۔ پہلے تو ہم پر باطل دعوے آب ظلمت کی غرقابی نے غلبہ پا لیا تھا نفس امارہ سے اچھا گمان اور خالق تعالیٰ سے بدگمانی یہی دنیا و آخرت کی شقاوت اور یہی دارِ فنا کا گہوارہ ہے۔

قَالَ اخْسَـُٔوْا فِیْهَا وَ لَا تُكَلِّمُوْنِ ﴿۱۰۸﴾

رب نے فرمایا ذلت سے پڑے رہو اس جہنم میں اور نہ کلام کرو تم مجھ سے

رب فرمائے گا دھتکارے پڑے رہو اس میں اور مجھ سے بات نہ کرو

اِنَّهٗ كَانَ فَرِیْقٌ مِّنْ عِبَادِیْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ

بیشک وہ تھا میرے بندوں کا ایک گروہ کہ جب بھی وہ دعا مانگتے کہ اے ہمارے رب

بیشک میرے بندوں کا ایک گروہ کہتا تھا اے ہمارے رب

اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَ ارْحَمْنَا وَ اَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ ﴿۱۰۹﴾

ہم سچا ایمان لائے لہٰذا بخش دے ہم کو اور رحم عطا فرما ہم کو اور تو ہی سب رحم کرنے والوں سے اچھا ہے

ہم ایمان لائے تو تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر اور تو سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے

فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِیًّا حَتّٰۤى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِیْ

تو تم کفار نے ان کا مذاق اڑایا یہاں تک کہ بھلا دیا ان منافقوں نے تم کو میرا ذکر

تو تم نے انہیں ٹھٹھا بنالیا یہاں تک کہ انہیں بنانے کے مشغل میں میری یاد بھول گئے

وَ كُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنِّیْ جَزَیْتُهُمُ الْیَوْمَ بِمَا صَبَرُوْۤا ۙ

اور تم لوگ ان بندوں کی ہنسی مچاتے تھے۔ بیشک میں نے جزا دی ان کو اس کے بدلے جو تمہارے مذاق پر صبر کیا انہوں نے

اور تم ان سے ہنسا کرتے تھے۔ بیشک آج میں نے ان کے صبر کا انہیں یہ بدلہ دیا

اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآىٕزُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

کہ بیشک وہ ہی خیر کی سلامتی پانے والے ہیں

کہ وہی کامیاب ہیں۔

تعلقات

ان آیات کا پچھلی آیات پاک سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آیات میں کفار کی ان باتوں کا ذکر کیا گیا جو وہ جہنم میں پہنچ کر رب تعالیٰ سے عرض کریں گے، گڑگڑائیں گے، روئیں پیٹیں گے۔ اب ان آیات میں رب تعالیٰ کی طرف سے جوابی جھڑک کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیات میں فرمایا گیا تھا کہ اہل ایمان اولیاء، علماء کفار کے سامنے آیتیں تلاوت کرتے ہیں مگر کفار ان کو جھلاتے رہے اور آیات قرآنیہ کا انکار کرتے رہے۔ اب ان آیات میں فرمایا جا رہا ہے کہ

اہل ایمان دنیا میں تبلیغیں کر کے کفار کو سمجھاتے بتاتے رہے مگر کفار نے ہمیشہ ان مومنین کا مذاق ہی اڑایا اور ذکر اللہ کو بھلایا۔
تیسرا تعلق: پچھلی آیات میں مسلمانوں کی تلاوت قرآنی کا ذکر ہوا۔ اب ان آیات میں مسلمانوں کی جزاء ایمانی کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔

شان نزول

عام کفار مکہ اور امراء قریش اکثر غریب صحابہ کرام مثلاً حضرت بلال، حضرت عمار بن یاسر، حضرت صہیب رومی، حضرت خباب وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا مذاق کرتے رہتے ان کی تردید میں یہ گیارہ آیتیں نازل ہوئیں از آیت ۱۰۸ تا آیت ۱۱۸۔ ان آیتوں میں غرباء صحابہ کی دلجوئی کو تسکین خاطر اور تسلی روحانی فرمائی گئی۔

تفسیر نحوی

قَالَ اخْسَـُٔوْا فِیْهَا وَ لَا تُكَلِّمُوْنِ ۞ اِنَّهٗ كَانَ فَرِیْقٌ مِّنْ عِبَادِیْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَ ارْحَمْنَا وَ اَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ ۞ قَالَ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ اِخْسَـُٔوْا باب فتح کا فعل امر حاضر معروف صیغہ جمع مذکر خَسْءٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے ذلیل حقیر رہنا، ہونا، گرا پڑا رہنا۔ اس کا فاعل اَنْتُمْ ضمیر صیغہ فِیْ جارہ ظرفیت مکانیہ کے لئے ھَا ضمیر کا مرجع نار ہے یہ جار مجرور متعلق ہے اِخْسَـُٔوْا فعل فاعل متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ لَا تُكَلِّمُوْ فعل نہی حاضر معروف باب تفعیل سے ہے یہ صیغہ جمع مذکر كَلْمٌ سے بنا ہے اس کا مصدر ہے تکلیماً۔ اس کا فاعل ضمیر صیغہ مرجع ہے مَنْ خفّت والے لوگ۔ ن دراصل ہے نِیْ نون وقایہ یاء ضمیر واحد متکلم۔ مفعول مَعَهٗ ہے ترجمہ ہے میرے ساتھی یعنی مجھے۔ وقف آیت نے جزم دیا لہٰذا یاء متکلم حذف ہوگئی نون کو علامت یٰ کا کسرہ دے دیا۔ یہ فعل فاعل مفعول مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف ہوا اِخْسَـُٔوْا کے جملے پر دونوں عطف مل کر مقولہ اول ہوا قَالَ کا اِنَّهٗ۔ اِنَّ حرف مشبہ ہٗ ضمیر اس کا اسم۔ ایک قول میں اِنَّ لغو ہے کیونکہ ہٗ ضمیر شان ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ كَانَ فعل ماضی بعید صیغہ واحد مذکر غائب فَرِیْقٌ اسم مفرد صفت مشبہ بروزن فَعِیْلٌ لفظاً واحد معناً جمع ہے فَرْقٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے جدا ہونا۔ فَرِیْقٌ کا معنی ہے جدا ہونے والے لوگ مراد ہے ایک ٹولی جماعت۔ یہ فاعل ہے كَانَ کا مِنْ حرف جر تبعیضیہ بمعنی کچھ عِبَادِ اسم جمع مکسر منصرف اس کا واحد ہے عَبْدٌ بمعنی عبادت گزار لوگ مضاف ہے ی ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ۔ یہ مرکب اضافی مُبدل منہ اگلی عبارت کا جملہ اس کا بدل۔ یا یہ موصوف ہے اگلی عبارت صفت ہے۔ یَقُوْلُوْنَ، باب نصر کا فعل مضارع بمعنی ماضی استمراری۔ اس سے پہلے اِذْ شرطیہ پوشیدہ ہے۔ ترجمہ جب بھی وہ کہتے تھے رَبَّنَا یہ مرکب اضافی مناذی ہے یا حرف ندا محذوف منوی کا۔ اٰمَنَّا باب افعال کا ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ جمع متکلم۔ یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر عطفی سبب ہے یا عطفی علت ہے اگلے کلام کی ف عاطفہ سببیہ۔ اِغْفِرْ باب ضرب کا فعل امر معروف صیغہ واحد مذکر حاضر۔ غَفْرٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے بخشنا مٹانا، چھپانا، سایہ کرنا، لپیٹنا۔ یہاں پہلے معنی میں ہے۔ اس کا فاعل ہے اَنْتَ پوشیدہ ضمیر صیغہ۔ لَنَا یہ جار مجرور متعلق ہے اِغْفِرْ کا۔ یہ سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ۔ اِرْحَمْ باب سمع کا فعل امر معروف صیغہ واحد مذکر حاضر۔ رَحْمٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے مہربانی و شفقت فرمانا اس کا

فاعل اَنتَ پوشیدہ نَا ضمیر جمع متکلم اس کا مفعول بہ۔ یہ فعل فاعل مفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ۔ اَنتَ ضمیر واحد مذکر حاضر مرفوع منفصل مبتدا ہے خَیرُ اسم مفرد حاصل مصدر بمعنی اچھا سب سے، بہتر سب سے۔ مضاف ہے الف لام اسمی بمعنیٰ اَلَّذِینَ۔ رَاحِمِینَ باب سمع کا اسم فاعل جمع مذکر رَحِمَ سے مشتق ہے۔ یہ مضاف الیہ ہے خَیرُ کا۔ یہ مرکب اضافی خبر ہے اَنتَ مبتدا کی دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف ہے۔ اِرْحَمْنَا کے جملے پر وہ دونوں عطف مل کر معطوف ہے فَاغْفِرْ کے کے جملے پر وہ دونوں عطف مل کر مفعول یا مسبب عطفی ہے اٰمَنَّا کے جملے پر وہ سب مل کر جواب ندا ہے۔ یا پوشیدہ محذوف منوی اپنے منادیٰ و جواب ندا سے مل کر جملہ ندائیہ ہو کر مقولہ ہوا یَقُوْلُوْنَ کا۔ یہ قول مقولہ مل کر شرط ہے اِذَا پوشیدہ کی وجہ سے۔ اگلی عبارت تَضْحَكُوْنَ تک اس کی جزاء ہے۔ فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰۤى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَ كُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ۝۱۱۰ اِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْۤا ۙ اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآىِٕزُوْنَ۝۱۱۱ ف حرف جزا اِتَّخَذْتُمُوْ دراصل ہے اِتَّخَذْتُمْ باب افتعال کا ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ جمع مذکر حاضر۔ مصدر ہے اِتِّخَاذٌ۔ اَخْذٌ سے بنا ہے ترجمہ ہے پکڑنا، لینا، بنانا، کسی کی گرفت کرنا، سچی یا جھوٹی یہاں اسی معنی میں ہے۔ آخر کی واؤ برائے تفخیم (بھراؤ کے لئے) اس کا فاعل اَنتُمْ ضمیر صیغہ۔ سِخْرِيًّا اسم مصدر سُخْرٌ مصدر مادہ سے بنا ہے بروزن فُعْلٌ۔ آخر کی یٔ نسبت کے لئے بڑھائی گئی...... بیہودگی، بدتمیزی، ایذا رسانی والا مذاق بعض نے اس کو سُخْرِيًّا پڑھا ہے مگر وہ غلط ہے کیونکہ سُخْرِيًّا ضمہ سے بمعنی مُسَخَّر کرنا ہوتا ہے نہ کہ مذاق سُخْرٌ کی گردان باب فتح میں ہوتی ہے۔ اگر باب تفعیل میں کی جائے تو بمعنی مسخر و مغلوب کرنا ہوتا ہے لفظ سِخْرِيًّا قرآن مجید میں تین جگہ آیا ہے۔ ۱۔ یہاں سورۃ مومنون آیت ۱۱۰ میں۔ ۲۔ سورہ ص آیت ۶۳ میں وہاں بھی مکتوب قرأت سِخْرِيًّا ہے۔ ۳۔ سورۃ زخرف آیت ۳۲ میں وہاں سُخْرِيًّا ہی ہے پیش سے خلیل نحوی نے لکھا کہ سُخریا و سِخریۃ دونوں کا ترجمہ مذاق کرنا بھی ہوسکتا ہے تسخیر کرنا بھی۔ جیسے لُجِیٌّ بھی آتا ہے لِجِیٌّ بھی دُرِّیٌّ بھی آتا ہے دِرِّیٌّ بھی اور دونوں کا معنی ایک ہی ہے۔ یہ اِتَّخَذْتُمُوْ متعدی بدو مفعول ہے۔ پہلا مفعول بہ هُمْ ضمیر ہے اور دوسرا یہ سِخْرِيًّا۔ یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ۔ حَتّٰی حرف عطف اَنْسَوْ۔ باب افعال کا ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ جمع مذکر غائب اس کا مصدر ہے اِنْسَآءٌ نَسْیٌ سے بنا ہے۔ اِنْسَاءٌ متعدی بدو مفعول ہے ترجمہ ہے بھلانا، بھلا دینا۔ نَسْیٌ کا معنی ہے بھولنا۔ اس کا فاعل هُمْ ضمیر صیغہ جس کا مرجع ہے مذاق بازیاں مراد ہے مذاق باز لوگ جو خود بھی اور دیگر لوگوں سے بھی اہل ایمان بندوں کا مذاق بنواتے، کرواتے تھے کُمْ ضمیر اس کا مفعول بہ اول ہے ذِكْرِ اسم مفرد حاصل مصدر باب نصر سے ہے بمعنی میرا ذکر ایمان و عبادت والا۔ میری معرفت، میری یاد۔ یٔ ضمیر واحد متکلم مجرور متصل مضاف الیہ۔ ذِكْرِيْ مرکب اضافی مفعول بہ دوم ہے۔ اَنْسَوْ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ كُنْتُمْ تَضْحَكُوْنَ۔ باب فتح کا ماضی استمراری مثبت معروف صیغہ جمع مذکر حاضر۔ ضمیر صیغہ اس کا فاعل مِنْهُمْ یہ جار مجرور بحق کلام کے لئے درمیان میں لایا گیا جس سے حصر پیدا ہوا اب ترجمہ ہوا کہ تم ہی تھے جوان نیکوں کی ہنسی اڑایا کرتے تھے۔ مِنْهُمْ یہ جار مجرور وسطی حصری ہے كُنْتُمْ تَضْحَكُوْنَ کا۔ یہ فعل فاعل متعلق مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہے۔ اَنْسَوْ کے جملے پر یہ دونوں عطف معطوف ہے حَتّٰی سے فَاتَّخَذْتُمُوْ کے جملے پر وہ سب عطف مل کر جزا ہے یَقُوْلُوْنَ شرط

کی یہ شرط و جزا مل کر بدل یا صفت ہے عِبَادِیْ کا وہ مجرور ہے مِنْ سے جار مجرور متعلق ہے کَانَ تامہ کا وہ فعل فاعل متعلق مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے اِنَّ کی وہ اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ دوم ہوا۔ اِنِّیْ۔ اِنَّ حرف مشبہ یٰ ضمیر واحد متکلم منصوب متصل ہے اسم ہے اِنَّ کا جَزَیْتُ۔ باب ضرب کا ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ واحد متکلم۔ جزیٰ سے مشتق ہے بے ترجمہ ہے بدلا دینا مراد ہے اُخروی ثواب اس کا فاعل اَنَا ضمیر پوشیدہ هُمْ ضمیر مفعول بہ اول۔ اَلْیَوْمَ الف لام حرفی تعیینی یَوْم اسم زمانی بمعنی دن الف لام سے معرفہ ہو کر معنی ہے آج یہ ظرف زمانی ہے جَزَیْتُ کا۔ بَ جارہ سببیہ بمعنی بدلے میں مَا اسم موصول مراد ہے کفار کی قلبی ذہنی جسمی ایذاء رسانی صَبَرُوْا۔ باب نصر کا ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ جمع مذکر غائب صَبْرٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے برداشت کرنا۔ اس کا فاعل هُمْ پوشیدہ ضمیر صیغہ جس کا مرجع ہے عِبَادِیْ۔ یہ فعل با فعل جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صلہ ہوا مَا کا دونوں مل کر مجرور ہوا بَ سے یہ جار مجرور مل کر متعلق ہے جَزَیْتُ کا۔ اَنَّ حرف مشبہ درمیان کلام میں ہونے کی وجہ سے اَنَّ ہے ابتدا میں اِنَّ ہوتا ہے۔ هُمْ ضمیر اس کا اسم دوسری هُمْ ضمیر برائے حصر ترجمہ ہے ہی یعنی بیشک وہ ہی۔ اَلْفَائِزُوْنَ الف لام اسمی بمعنی اَلَّذِیْنَ، فَائِزُوْنَ۔ باب نصر سے اسم فاعل جمع مذکر برائے غائب فَوْزٌ سے مشتق ہے۔ ترجمہ ہے کامیاب ہونا، فتح پا کر، مصیبت سے نجات پا کر۔ امام راغب نے لکھا ہے کہ حصول سلامتی کے ساتھ خیر و عافیت ملنا فَوْزٌ ہے اور انعامات پا کر کامیاب ہونا فَلَاحٌ وَفَلْحٌ ہے۔ فراء نے لکھا ہے کہ مصائب سے نجات پا کر کامیابی فَوْزٌ ہے اور نجات و انعامات دونوں پالینا فَلْحٌ ہے۔ فَائِزُوْنَ اسم فاعل هُمْ ضمیر صیغہ فاعل سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے اَنَّ کی۔ اَنَّ اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مفعول بہ دوم ہے جَزَیْتُ کا۔ یہ فعل اپنے فاعل پوشیدہ دونوں مفعول بہ، ظرف زمانی اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر ہے۔ اِنَّهٗ كَانَ کے اِنَّ کی وہ اپنے اسم یاء متکلم اور اس خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ سوم ہوا قَالَ کا۔ وہ قول اپنے تینوں مقولوں سے مل کر جملہ قولیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ

لاکھوں برسوں کی التجاؤں کے بعد صمدیت کبریائی کی طرف سے صوت جلال و قہر بلند ہوتی ہے۔ قَالَ جس نے فرمایا اِخْسَئُوْا فِیْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ۔ اے جہنمیوں تم ذلیل و بے کس ہو کر اسی جہنم میں پڑے رہو کیونکہ تم نے دنیا میں خود اپنے آپ کو اسی جہنم کے لائق بنالیا تھا۔ کفر نے تم کو نجس العین و بذات خود سراپا گندگی بنا دیا ہے اور گندگی کے لئے صرف جہنم بنائی گئی ہے۔ خیال رہے کہ فسق فاسق کو میلا کرتا ہے، گمراہی گمراہ کو پلید کرتی ہے اور کفر کافر کو گندگی بنا دیتا ہے جو پھر کبھی پاک نہیں ہوتی گویا کہ کافر کفر کی خوارک بن جاتا ہے جیسے کہ روٹی گندے ہاتھ میں جا کر گندی ہو گئی ہے۔ میلے مقام پر گر کر میلی ہو گئی مگر پیٹ میں جا کر پلیدی بن گئی۔ ایسی روٹی کو کون محلوں میں سجا سکتا ہے لہٰذا اے جہنم والو اب تمہاری اخرجنا کی التجائیں بیکار ہیں بہت باتیں فریادیں کر لیں مگر آئندہ مجھے کوئی بات کسی بھی قسم کی نہ کرنا۔ حدیث مقدس میں ہے کہ اس فرمان عالی کے بعد ہر کافر کے ناک و منہ پر گوشت چڑھ جائے گا، زبانی موٹی ہونٹ لٹکے، دانت نکلے رہ جائیں گے۔ بس شہیق و زفیر کی چیخیں رہ جائیں گی۔ سمجھ والی گفتگو نہ ہو سکے گی یہ تبدیلی جسمانی عذاب کی وجہ سے ہو گی پھر حسرت و ندامت کا قلبی عذاب دینے کے لئے ان کو ان کی دنیوی حرکتیں

یاد کرائی جائیں گی۔ اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾ اے جہنم والو! دنیا میں تمہارے قریب ہی زمین کی ہر بستی میں میرے پیارے بندوں کا ایک گروہ ہوتا تھا جن کے دم سے فضاؤں میں بہاریں، ہواؤں میں نکھاریں تھیں آسمان والوں کے پیارے زمین کے ستارے تھے جن کے قدم سے دن روشن راتیں آباد، ساعتیں شاداب تھیں۔ وہ دن کے صائم، رات کے قائم تھے۔ وہ اپنے رب تعالیٰ کی عبادت کرتے، رب کے فرشتے ان کی زیارت کرتے تھے۔ وہ بندگان صادقین اپنی ہر عبادت میں ہر مجاہدے، مراقبے میں ہر آن و مکان میں خوف و رجا، شوق وذوق سے عرض کرتے رہتے تھے۔ اے ہمارے رب قدیر مولائے کریم ہم صدق قلبی، اقرار لسانی، بشکل اطاعت واتباع نمونہ نبوت ایمان لے آئے ہیں تیری ذات وحدت صفات کثرت قدرت وحکمت، خلقت وصنعت پر تو ہم کو ہماری مغفرت عطا فرما۔ ہمیں پسند اور ہمارے اعمال حسنہ کو قبول فرما اور ہم کو دنیا میں ہدایت کا، قبر میں سعادت کا، حشر میں شفاعت کا، جہنم سے نجات کا، جنت میں قیام کا رحم عطا فرما۔ اور تو ہی ازل سے ابد تک بطن سے آغوش تک بچپن سے بڑھاپے تک مہد سے لحد تک، برزخ سے حشر تک، پل صراط سے جنت تک کامل اکمل رحم فرمانے والا ہے۔ اے رب قدیم تیرا ہی احسان ہے کہ ہم کو

رسول ایسا دیا کہ جس کے کھلے ہیں ہاتھ اور بھرے خزانے

اے جہنم والو! میرے بندے تو ایسے عشق بھری دعائیں اور سحرگاہی آہیں، مودبانہ التجائیں، دردکی فریادیں کیا کرتے تھے مگر کیا تم کو یاد ہے کہ تم کیا تکبر کی حرکتیں، غرور کی حماقتیں، گمراہی کی جہالتیں دکھایا کرتے تھے۔ فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰۤى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ تو تم کفار زمانہ ان کے اٹھے ہوئے دعائیہ ہاتھ، جھکے ہوئے سر، آنسو بہتی آنکھیں، عاجزانہ جسم، ملتجیانہ چہرے دیکھ دیکھ کر ان کا مذاق اڑایا کرتے اور زبان درازی کے طعنے دست درازی کی اذیتیں اتنی جرأت وکثرت سے پہنچاتے کہ کوئی لمحہ وموقعہ نہ چھوڑتے۔ یہاں تک کہ اس سرکشی، ایذا رسانی کی ہمہ وقتی مشغولیت نے تم کو میرا ذکر، آخرت کی فکر، خوف کبریائی، شرم مصطفائی، ایمان کا شوق، عبادت کا ذوق، رازق کی نعمتیں، خالق کی رحمتیں، قبر کا عذاب، قیامت کا حساب، پل صراط سے گزرنا، جہنم میں گرنا، دوزخ کی ابدیت، نار کی اذیت سب کچھ بھلا دی اور تمہارے ان ہی کفار میں کوئی ہنسی اڑاتا، کوئی تالیاں بجاتے ہوئے یہی کہتا

کہ میں ایسے اللہ سے نہیں ڈر سکتا کہ جو اپنے ہی بندوں کی حفاظت نہیں کر سکتا

اے کفار زمانہ تم نے تو آنی جانی فانی عزت دولت کے گھمنڈ میں اذیات وفسادات دل بھر کر مچائے مگر میرے نیک مخلص بندوں نے قدرت، جرأت، ہمت، قوت، اختیار، ہتھیار کے باوجود محض حکم نبوی کی اطاعت میں صبر وتحمل کیا اس لئے اِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْۤا ۙ اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ بیشک میں نے اپنے ان بندوں کو آج ایسا ابدی کثیر وعظیم ان کے صبر جمیل کا بدلہ عطا فرمایا ہے کہ تم دیکھو تو حسرت وندامت میں رہ جاؤ۔ تم نے دنیوی عزت دولت کو صداقت کی دلیل کامیابی کی کلید سمجھا تھا مگر حقیقت میں صرف وہ بندے ہی دنیا وآخرت میں فَائِزُوْنَ صادقون ہیں۔ جو سچے تھے ایمان میں آج فائز ہیں انعام میں سچائی کی وجہ سے جنت میں اقامت ملی۔ کامیابی کی بناء پر جہنم سے نجات ملی۔ یہاں ایمان والوں کی دعا میں دو چیزوں کا ذکر ہوا۔

ا۔ طلب مغفرت۔ ۲۔ طلب رحمت۔ چونکہ مانگنے والے پانچ ہیں۔ ا۔ نبی کریم ﷺ۔ ۲۔ انبیاء علیہم السلام۔ ۳۔صحابہ۔ ۴۔ اولیاء، علماء۔ ۵۔ عام مومنین اس لئے مغفرت کی پانچ قسمیں اور رحمت کی بھی پانچ قسمیں۔ جیسی شخصیت ویسی درجہ بدرجہ طلب مغفرت ورحمت۔ مغفرت کا معنی۔ ا۔ قرب۔ ۲۔ بخشوانا۔ ۳۔ چھپانا۔ ۴۔ مٹانا۔ ۵۔ ہٹانا۔ رحمت کا معنی ہے دینا، بچانا، ترس کھانا، شفقت، محبت۔ نبی کریم ﷺ کی طلب مغفرت اپنے لئے یہ قرب لامکانی میں بلا کر قاب قوسین کے گھیرے میں چھپانا اور رحمت یہ کہ مقام محمود پر بٹھانا امت کے لئے طلب مغفرت یہ کہ بخشوانا۔ رحمت یہ کہ اذن شفاعت مانگنا، انبیاء کرام کی طلب رحمت ومغفرت کا معنی ہے رحمت کی چادر میں چھپانا وصل وقرب کا پانی پلانا۔ صحابہ کرام کی طلب رحمت ومغفرت کا معنی ہے محبت وحفاظت کے دامن میں لینا رضا کا تمغہ عطا فرمانا۔ اولیاء علماء کی طلب مغفرت کا معنی ہے مقام فنا فی اللہ سے گزار کر بقاباللہ میں پہنچانا۔ عام مومنین کی طلب رحمت ومغفرت کا معنی ہے گناہوں کو مٹانا، مقبولیت حسنات عطا فرمانا۔ یہاں یہ سب قسمیں مراد ہیں طلب میں بھی عطا میں بھی۔ گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی، یعنی اے انسان اگر تو نے یہ فرق مراتب قائم نہ رکھا تو تو بے دین ہو جائے گا۔

ان آیات میں مفسرین کے مختلف اقوال

قَالَ کی قرأت میں دو قول۔ ا۔ اکثر کی قَالَ فعل ماضی ہے یہی قرأت درست ہے کیونکہ مشہور ومکتوب ہے ترجمہ ہے اللہ نے فرمایا۔ ۲۔ بعض کی قرأت میں قُلْ امر ہے اور کسی فرشتے کو اِخْسَئُوا کہنے حکم ہوگا۔ اِخْسَئُوا کے معنی میں دو قول۔ ا۔ اکثر نے معنی کیا ذلیل رہو تم۔ یہی قول درست ہے کیونکہ خَسْئۃٌ کا معنی ذلیل ہونا ہی ہے۔ ۲۔ بعض نے معنی کیا خاموش رہو تم لَا تُکَلِّمُوْنِ کے معنی میں دو قول، ا۔ اکثر نے معنی کیا اب مجھ سے کبھی کلام نہ کرنا۔ یہی قول درست ہے کیونکہ حال ومستقبل دونوں زمانے آ گئے۔ ۲۔ بعض نے معنی کیا مجھے آئندہ کلام نہ کرنا۔ لَا تُکَلِّمُوْنِ کی قرأت میں دو قول، ا۔ بعض کی قرأت میں ہے لَا تُکَلِّمُوْنِیْ۔ یاءِ متکلم کے ساتھ۔ ۲۔ اکثر کی قرأت میں لَا تُکَلِّمُوْنِ بغیر یاءِ متکلم۔ یہی قرأت درست ہے کیونکہ مشہور ومکتوب ہے۔ اِنَّہٗ کی قرأت میں دو قول، ا۔ اکثر کی قرأت میں اِنَّ مکسورہ ہے کیونکہ کلام ابتدائی ہے یہی قرأت صحیح ہے کیونکہ مشہور ومکتوب ہے۔ ۲۔ بعض کی قرأت میں اَنَّہٗ مفتوحہ ہے کیونکہ سابقہ کلام کی علت ہے یعنی لَا تُکَلِّمُوْنِ۔ اس لئے کہ کَانَ فَرِیْقٌ...... (الخ) مِنْ عِبَادِیْ کی مراد میں تین قول، ا۔ اکثر نے کہا اس سے مراد تا قیامت مسلمان ہیں۔ یہی قول درست ہے کیونکہ یہ خطاب تا قیامت ہر زمانے کے کفار سے ہے۔ ۲۔ بعض نے اس سے مراد صرف صحابہ کرام لیا۔ ۳۔ بعض نے کہا اس سے مراد صرف اصحاب صفہ ہیں (غرباء صحابہ) سِخْرِیًّا کی قرأت میں دو قول، ا۔ اکثر کی قرأت سین کے زیر سے ہے۔ یہی قرأت درست ہے کیونکہ مشہور ومکتوب ہے۔ ۲۔ بعض کی قرأت سُخْرِیًّا ہے سین کے پیش سے۔ سِخْرِیًّا، سُخْرٌ سے مشتق بمعنی مذاق کرنا اور سُخْرِیًّا سَخْرٌ سے مشتق بمعنی مسخر کر کے جبری بلا معاوضہ خدمت لینا۔ دونوں قرأتوں میں یہ مصدر ہے اور آخری یٰ نسبت کی ہے اور آخری الف اعرابی نسبی ہے اصل میں سِخْرِیْ ہے جیسے پنجابی اَنَّھُمْ کی قرأت میں دو قول، ا۔ اکثر کی قرأت میں اَنَّ مفتوحہ ہے کیونکہ مفعول بہ ہے جَزَیْتُ کا لہٰذا درمیان کلام میں ہو گیا۔ یہی قرأت صحیح ہے کیونکہ مشہور

وکتوب ہے اور کلام کی روش کے مطابق ہے۔ ۲۔ بعض کی قرأت میں اِنَّھُمْ ہے۔ اس لئے کہ یہ جَزَیْتُ کا مفعول یہ نہیں لہٰذا اور میان کلام بھی نہیں۔

فائدے

ان آیات سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ **پہلا فائدہ:** صبر کرنا شکر کرنے سے بڑی اور زیادہ ثواب والی عبادت ہے اس کی تین وجہ، پہلی وجہ یہ کہ صبر کیفیتی عبادت جیسے روزہ لہٰذا یہ ہر وقت قائم و جاری۔ شکر قولی فعلی عبادت ہے مثل نماز۔ یہ ہر وقت جاری نہیں رہ سکتا۔ دوسری وجہ یہ کہ شکر غنی کی عبادت ہے لہٰذا آسان ہے مگر صبر فقیری محتاجی و تکلیف کی عبادت ہے لہٰذا مشکل و کڑوا۔ تیسری وجہ یہ کہ صابرین کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ (بقرہ: ۱۵۳) شاکرین کے ساتھ ہونے کا ذکر نہ فرمایا گیا۔ یہ فائدہ اِنِّیْ جَزَیْتُھُمُ الْیَوْمَ بِمَا صَبَرُوْٓا فرمانے سے ہوا۔ **دوسرا فائدہ:** متقی صابر و عاجزی والا مومن مسلمان ہی دنیا و آخرت میں بڑی شان والا ہے اگرچہ غریب فقیر ہو یا معذور یہ فائدہ مِنْ عِبَادِیْ کے اعزازی خطاب الٰہی سے حاصل ہوا۔ دنیاداروں کو حکام و سلاطین کی طرف سے خطاب ملتا ہے تو فخر سے پھولے و مغرور ہوئے پھرتے ہیں دنیا والوں کی نظر میں ان کی بڑی عزت بن جاتی ہے تو جس کو رب تعالیٰ کی طرف سے کوئی لقب و خطاب ملے اس کی شان و عزت کا کوئی انسان کیا اندازہ لگا سکتا ہے اس کی شان تو زمین و آسمان میں بلند ہے۔ **تیسرا فائدہ:** مسلمان اگر سچا پکا پابند شریعت ہو تو دنیا کی مصیبت و اذیت بھی اس کے لئے مفید نعمت ہے۔ یہ فائدہ فَاتَّخَذْتُمُوْھُمْ سِخْرِیًّا کے بعد اَنَّھُمْ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ فرمانے سے حاصل ہوا کہ دیکھو کفار کی ایذارسانی و سختی صابر بندوں کو ابدی کامیابی دلا گئی۔

احکام القرآن

ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ:** کسی مسلمان کو جائز نہیں ہے کہ کسی مسلمان کی عبادت کا مذاق اڑائیں۔ عبادت خواہ نفلی فرضی واجبی ہو یا استحبابی۔ یہاں تک کہ غلط طریقے سے ادا کرنے کا بھی مذاق نہ کیا جائے بلکہ محبت و نرمی سے صحیح طریقہ سمجھا دیا جائے۔ عبادت کا مذاق اڑانا یا عبادت کو روکنا کفار کا طریقہ ہے اور اس پر عذاب جہنم کی اٹل وعید ہے۔ یہ مسئلہ فَاتَّخَذْتُمُوْھُمْ سِخْرِیًّا کے ذکر سے مستنبط ہوا۔ لہٰذا ان بدنصیبوں کو عبرت پکڑنی چاہئے جو صلوٰۃ و سلام نعت خوانی اور عید میلاد النبی کے جلسوں جلوسوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دے۔ **دوسرا مسئلہ:** اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ پسندیدہ عبادت مغفرت و رحمت کی دعا مانگنا ہے۔ قرآن مجید میں بہت جگہ اس دعا کا حکم بھی فرمایا ہے جیسا کہ یہی سورۃ آخر آیت ۱۱۸ میں۔ استغفار پڑھنے والوں کو رب کریم نے عِبَادِیْ کا معزز و مکرم لقب عطا فرمایا۔ یہ مسئلہ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ...... (الخ) کی خبر دینے و نشان مومن بتانے سے مستنبط ہوا۔ **تیسرا مسئلہ:** کسی دنیوی اچھے یا برے کام میں مشغول ہو کر عبادت، ذکر اللہ و فکر آخرت اور تیاری قبر و قیامت کو بھول جانا کفار کی بدترین خصلت و نشانی ہے۔ ہر مسلمان مرد و عورت کو اس عادت و فضل سے بچنا چاہئے۔ اس شیطانی غفلت کی بڑی ذلت آمیز سزا مقرر ہے۔ یہ مسئلہ حَتّٰٓی اَنْسَوْکُمْ ذِکْرِیْ فرمانے سے مستنبط ہوا۔ یہ آیت دراصل مسلمانوں کو ہی اب سنائی جا رہی ہے کہ وہ بندہ بنیں عبرت پکڑیں۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ **پہلا اعتراض:** یہاں فرمایا گیا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ یہ بصیغہ حکم امتناعی ہے جس سے شرعی مکلف کیا گیا حالانکہ امر نہی سے شرعی مکلف کرنا تو دنیا میں ہے آخرت میں کیوں مکلف کیا گیا۔ **جواب:** یہ نہی کی ممانعت فرض وواجب کے امر اور حرام ومکروہ کی نہی جیسی مکلف شرعی کرنا نہیں ہے بلکہ یہ جھڑک ہے اور جھڑک غیر مکلف کو بھی دی جاسکتی ہے۔ جیسے کہ ہم دن رات غلط کار بچوں کو جھڑکتے ہیں حالانکہ بچے شریعت کے مکلف نہیں ہوتے نہ امر نہی کے نہ فرض واجب حرام ومکروہ کے۔ **دوسرا اعتراض:** یہاں فرمایا گیا کہ کفار لوگ دنیا میں مومن مسلمانوں کی عبادت ودعا کا مذاق بنایا کرتے تھے حالانکہ تاقیامت کفار تو مذاق نہیں کرتے بلکہ اسلامی عبادتوں کے وقت اپنے کاموں میں مشغول ہوتے ہیں تو یہ مطلقاً ہر کافر کو اس کی التجا قبول نہ کرتے ہوئے کیوں سنایا گیا۔ **جواب:** تاقیامت ہر کافر مسلمانوں اور ان کی عبادتوں، دعاؤں سے نفرت وتمسخر کرتا ہے مگر اندازِ نفرت وتمسخر مختلف ہے۔ کبھی فقط زبانی کلامی اور تالیاں بجا کر مذاق اڑا کر، کبھی اذیت پہنچا کر، کبھی منصوبہ بندیوں شرارتوں سے رکاوٹیں کھڑی کر کے، کبھی مسجدیں گرا کر، قرآن مجید کے ورقے جلا کر، مسجدوں کو تالے لگوا کر، کبھی مسجدوں میں گندگی پلیدی پھینک کر، کبھی مسجدوں اور مسلمانوں کے مکانوں پر جبری غاصبانہ قبضہ کر کے، کبھی اذان ونماز وخطبے کے وقت اپنے قریبی گرجوں، مندروں، گردواروں سے گھنٹوں ڈھولوں باجوں وسپیکروں کے ذریعے شور مچا کر اور کبھی خواہ مخواہ دنگا فساد وقتل وقتال شروع کر کے۔ جیسا کہ اب بھی ہندوستان وکفرستان میں اکثر مسلمانوں کے لئے ایسی مصیبتیں آئے دن کھڑی کی جاتی ہیں بلکہ مسلمانوں کو قانونی تحفظ بھی حاصل نہیں اور کبھی ایسا بھی مسلمانوں کے خلاف منصوبہ بنایا کہ ؂

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے
کہ مسلم ذکر کرتے ہیں خدا کا اس زمانے میں

اور کہیں یہ شرارت قائم کہ ؂

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں
کہ سنی نعت پڑھتے ہیں نبی کی اس زمانے میں

تفسیر صوفیانہ

اس جہان رنگ وبو میں ابتدا سے ہی دو چیزیں برسر پیکار ہیں۔ انسانی خودی وبے خودی، خودی پہاڑ کی چوٹی پر پڑا ہوا پتھر ہے کہ حرکت میں آئے گا تو نیچے ہی گرے گا اور بے خودی عجز کے پنجرے میں بیٹھا ہوا پرندہ ہے کہ جب کھلے گا تو بلندیوں کی طرف ہی اڑے گا اور چوٹیوں سے بھی اوپر سیر ملکوت کرے گا، خودی کی حرکت خودی کرنے والے کی ہلاکت ہے جیسے کہ چوٹی کا پتھر جتنی زور سے گرے گا اتنا ہی پاش پاش ہوگا۔ خودی نفس امارہ کا تکبر ہے تکبر سے فسق پیدا ہوتا ہے اور فسق فاسق کو غارِ ظلمات میں گراتا ہے۔ تب آہ وفغاں کرتا ہے مگر اس وقت نہ کوئی یار نہ مددگار نہ اٹھانے والا نہ بچانے والا۔ جب چیخ وپکار کی انتہا ہوتی ہے تو قہر

وجلال کی آواز غیبی بلند ہوتی ہے کہ اخْسَئُوا فِيهَا وَلَا تُكَلِّمُونِ اے تکبر کا سر بلند کرنے والوں انجام بد سے بے خبر ہو کر فسق و فجور کا حلیہ بنانے والو، بے خودی کی فضاؤں میں خودی کی شیطانی پھیلانے والوں۔ اب پڑے رہو مجبوریوں، مقہوریوں کے گھیرے غار میں۔ اب مجھ سے عطاء بلندی والی تمنا کی بات نہ کرو اس لئے کہ إِنَّهُ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْ عِبَادِي يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَأَنتَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ. بیشک جہان شریعت میں میرے عابدین مخلصین میں سے ایک جماعت صالحین بحر معرفت کا غوطہ زن مکاشفہ مشہود کے لمحات فکر میں زبانِ طلب سے عرض کرتے تھے کہ اے ہمارے ظاہر و باطن شہود و حضور کے رب ہم نے حق الیقین کا ایمان قبول کیا ہے۔ پس راہِ معرفت میں ہماری کمزوریوں، دیریوں، لغزشوں، توجہ کی خرابیوں کو معاف فرما اور دوریٔ منزل کی رکاٹوں سے بچا اور قرب وصل کا رحم عطا فرما تاکہ سہولت و سکون ملے تو ہی ایصال مطلوب کا والی منزل تک پہنچانے، بلانے والا ہادی اکمل ہے۔ اے نار ظلمات کے فراق والو فَاتَّخَذْتُمُوهُمْ سِخْرِيًّا حَتَّىٰ أَنسَوْكُمْ ذِكْرِي وَكُنتُم مِّنْهُمْ تَضْحَكُونَ. تو اس وقت تم ان مسافرانِ معرفت کی عاجزی بارگاہ کا مذاق اڑایا کرتے تھے اور اپنی اس عادت بد میں ایسے بدمست و مشغول ہوئے کہ تم کو اس خرمستی نے میرا قہر جلیل و بطش شدید بھلا دیا اور ذکر جمیل بھی اور تم ان مسعودین کی ہر اداء عشق پر ہنسا کرتے تھے۔ إِنِّي جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوا أَنَّهُمْ هُمُ الْفَائِزُونَ. بیشک میں نے ان کو اپنے قرب و وصل جزاء بقا عطا فرمائی، ان کو قرار کی جنت ملی اور تم کو راہِ حق سے فرار کی سزا میں فناء جہنم ملی کیونکہ تم نے طعن بازی کے کانٹے چبھائے انہوں نے صبر کے پھول کھلائے، تم نے تمسخر کے پتھر برسائے انہوں نے برداشت کے حوصلے بنائے، تم نے تضحیک و تذلیل کے نشتر لگائے انہوں نے درگزر کے تمغے سجائے۔ لہٰذا بیشک وہ ہی دونوں جہان میں اصلی ابدی کامیاب کہ دنیا میں اصلی آخرت میں ابدی کامیاب ہونے والے ہیں۔ اہل سعادت کو نور کے چار ثواب دیئے جاتے ہیں، ا۔ ثوابِ ایمان۔ ۲۔ ثوابِ عبادت۔ ۳۔ ثوابِ شکر۔ ۴۔ ثواب صبر۔ اہل معرفت کے لئے یہی جزاء بقا ہے اور اہل شقاوت کو نار کے چار عذاب دیئے جاتے ہیں۔ ا۔ عذابِ کفر۔ ۲۔ عذابِ شرک۔ ۳۔ عذاب ناشکری۔ ۴۔ عذاب بے فکری۔ یہ چار عذاب چار شرارتوں کی سزا و ذلت ہے۔ ا۔ انکار مرشدین۔ ۲۔ تمسخر ھادیین۔ ۳۔ استہزاء ناصحین۔ ۴۔ ایذاء عارفین۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ اگر بندوں کے ساتھ رب تعالیٰ کی مغفرت اور آقا ﷺ کی رحمت نہ ہوتو ہر انسان مادیات کی چمک دمک اور مصنوعی بلندیوں پر ہی قَوْمًا ضَالِّينَ بنا پھرے اور شقاوت نفسانی میں بھٹکتا پھرے مسافرانِ معرفت کو چار حفاظتی مغفرتیں عطا ہوتی ہیں، **پہلی**۔ مغفرت رحمت کی چادر۔ **دوم**۔ مغفرت قرب کا دامن۔ **سوم**۔ وصل کا سایہ۔ **چوتھی**۔ مغفرت راہِ دستگیر کی دستگیری اور چار ہی رحم عطا فرمائے جاتے ہیں، ا۔ رحم بقا۔ ۲۔ رحم لقا۔ ۳۔ رحم سخا۔ ۴۔ رحم وفا۔ عوام کا استغفار طلب بخشش ہے۔ خواص کا استغفار طلب وصل ہے۔ خاص الخاص کا استغفار محبوب کی رضا ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کا استغفار مشاہدۂ جمال ہے۔ سردار انبیاء آقاء کائنات حضور اقدس ﷺ کا استغفار قرب قاب قوسین ہے (حضرت باقی باللہ) صابرین کو صبر اطاعت کی جزا دی گئی مشاہدۂ کبریائی عطا کر کے کیونکہ انہوں نے رب تعالیٰ کے دشمنوں کے ظلم برداشت کئے تو وہ فائز ہیں قرب سے اور خارج ہیں فراق سے یہ اکرام ابدی صبر کی وجہ سے ہے اور مطمئن ہیں قیامت کی ہولناکیوں سے۔ صبر مومنین

نفس کو شہوات سے روکنا ہے اور صبر عارفین خلق سے دوری خالق سے قرب ووصال ہونا ہے۔ صبر وشکر ہی مقصودِ زندگی ہے، مطلوب بندگی ہے اور زندگی بے بندگی شرمندگی ہے۔ شکر آمدگی کی عبادت ہے، صبر رفتگی کی عبادت۔

قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾

پوچھا کہ کتنا ٹھہرے تھے تم زمین کے اندر برسوں کی گنتی کے حساب سے

فرمایا تم زمین میں کتنا ٹھہرے برسوں کی گنتی سے

قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْئَلِ الْعَآدِّيْنَ ﴿۱۱۳﴾

جواب دیا ٹھہرے تھے ہم ایک دن یا کچھ کم ہمیں علم نہیں۔ پس پوچھ لے تو حساب کے ماہرین سے

بولے ہم ایک دن رہے یا دن کا حصہ تو گننے والوں سے دریافت فرما

قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۱۴﴾

فرمایا کہ نہیں ٹھہرے تم مگر تھوڑی مدت۔ اگر بیشک پہلے سے تم علم رکھتے ہوتے قبر وآخرت کی زندگیوں کا

فرمایا نہ ٹھہرے مگر تھوڑا اگر تمہیں علم ہوتا پہلے سے

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا

تو کیا تم نے دنیا میں یہ گمان پکا لیا تھا کہ ہم نے تم کو پیدا کیا ہے کھیلنے کے لئے اور یہ کہ بیشک تم ہماری طرف

تو کیا یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں بیکار بنایا اور تمہیں ہماری طرف پھرنا

لَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱۵﴾ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ

نہ لوٹائے جاؤ گے۔ تو بلندیوں والا اللہ حق بادشاہ

نہیں تو بہت بلندی والا ہے اللہ سچا بادشاہ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ﴿۱۱۶﴾

نہیں ہے کوئی معبود سوائے اس کے۔ عرش کریم کا رب ہے۔

کوئی معبود نہیں سوا اس کے عزت والے عرش کا مالک۔

تعلقات

ان آیات کا پچھلی آیات پاک سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آیات میں کفار کو حیات دنیوی میں تلاوت وتبلیغ کرنے کا ذکر فرمایا گیا۔ اب ان آیات میں کفار سے حیات دنیوی کی مدت کے بارے میں سوال کرنے جواب لینے کا ذکر فرمایا

جارہا ہے۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیات میں اخروی بات چیت اور حالات کا ذکر فرمایا کہ کفار جہنم میں یہ باتیں کریں گے اور ان کو اس طرح جھڑک دیا جائے گا۔ اب ان آیات میں کفار سے دنیا میں ہی ان سے حیات دنیوی کے بارے میں ایک سوال کیا جارہا ہے۔ **تیسرا تعلق:** پچھلی آیات میں کفار کی دنیوی روش اور سرکشی خرمستی کا ذکر ہوا۔ اب ان آیات میں حیات دنیوی کا مقصد سمجھایا جارہا ہے اور کفار کے فاسد گمان باطل ایمان کی تردید فرمائی جارہی ہے۔

تفسیر نحوی

قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْئَلِ الْعَآدِّيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۱۴﴾۔ قَالَ فعل بافاعل جملہ فعلیہ ہوکر قول ہوا کَمْ اسم مقداری سوالیہ۔ ممیز ہے اس کی تمیز پوشیدہ ہے دراصل ہے کَمْ زَمَانًا۔ لَبِثْتُمْ سَمِعَ یا حَسِبَ کا ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ جمع مذکر حاضر لُبْثٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے ٹھہرنا قیام کرنا اس کا فاعل اَنْتُمْ ضمیر صیغہ پوشیدہ فِي الْاَرْضِ یہ جار مجرور متعلق ہے۔ عَدَدَ اسم تعدادی مراد ہے گنتی مضاف ہے۔ سِنِيْنَ اسم جمع مذکر سالم بحالت کسرہ سَنٌ کی جمع۔ سَنٌ بمعنی سال، برس اور سِنٌّ بمعنی دانت، طبی اعتبار سے دانتوں کا عمر کے برسوں کے ساتھ بہت تعلق ہے مثلاً دودھ کے دانت، دوندا جانور، عقل داڑھ، غالباً اسی قریب النِّسبۃ کی بنا پر یہ لفظی مناسبت ہے۔ مضاف الیہ ہے عَدَدَ کا یہ مرکب اضافی ظرف زمانی ہے۔ لَبِثْتُمْ بافاعل اپنے ظرف مقدم زَمَانًا پوشیدہ اور دوسرے ظرف و متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر تمیز ہے کَمْ کی یہ ممیز تمیز مل کر مقولہ ہوا قَالَ کَمْ کا قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ ہو گیا۔ خیال رہے کہ کَذَا کی طرح کَمْ کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ کَمْ استفہامیہ (سوالیہ)۔ ۲۔ کَمْ خبریہ۔ کَمْ سوالیہ کی تمیز کبھی ظاہر ہوتی ہے کبھی پوشیدہ جیسے یہاں قَالُوْا فعل بافاعل جملہ قولیہ ہوکر قول ہوا۔ لَبِثْنَا فعل ماضی مثبت معروف صیغہ جمع متکلم۔ يَوْمًا اسم نکرہ معرب جامد زمانی معطوف علیہ اَوْ حرف عطف بَعْضَ اسم جزئی جامد مضاف ہے يَوْمٍ مضاف الیہ یہ مرکب اضافی معطوف ہے يَوْمًا پر۔ دونوں عطف مل کر ظرف زمانی ہے لَبِثْنَا اپنے فاعل ضمیر صیغہ اور ظرف سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ فَ حرف عطف اِسْئَلْ باب فتح کا فعل امر حاضر معروف صیغہ واحد مذکر۔ سَئَلٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے پوچھنا۔ الف لام اسی بمعنی الَّذِيْنَ۔ عَادِّيْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر برائے غائب۔ باب نصر سے عَدَدٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے گنتی کرنا، گننا، حساب کرنا دراصل ہے عَادِدِيْنِ۔ بحالت فتحہ مفعول بہ اِسْئَلْ کا یہ فعل فاعل مفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر معطوف ہے لَبِثْنَا کے جملے پر دونوں عطف مل کر مقولہ ہوا قَالُوْا کا یہ قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ ہو گیا۔ قَالَ فعل بافاعل جملہ فعلیہ ہوکر قول ہوا۔ اِنْ حرف نفی۔ لَبِثْتُمْ فعل بافاعل جملہ فعلیہ ہوکر مستثنیٰ مِنْهُ اِلَّا حرف استثنا متصل قَلِيْلًا۔ اسم صفت مشبہ مبالغے کے لئے بروزن فَعِيْلٌ۔ قَلَلٌ وَقِلَّةٌ سے مشتق ہے۔ ترجمہ ہے بہت تھوڑی مدت کی والا زمانہ، تھوڑی زندگی یہ مستثنیٰ ہے۔ اِنْ لَّبِثْتُمْ کے جملے کا دونوں مل کر جزاء مقدم ہے۔ لَوْ حرف شرط۔ اَنَّ حرف مشبہ کُمْ ضمیر اس کا اسم۔ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ فعل ماضی استمراری مثبت معروف صیغہ جمع مذکر حاضر عِلْمٌ سے مشتق ہے بمعنی جاننا، معلومات ہونا، علم رکھنا۔ ماضی کی وجہ سے معنی ہوا پہلے سے علم ہونا۔ اس کا فاعل ضمیر صیغہ اَنْتُمْ پوشیدہ۔ یہ فعل بافاعل جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر خبر ہے اَنَّ کی۔ یہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہوکر شرط مؤخر ہوئی یہ دونوں مل

کر جملہ شرطیہ ہوا کر مقولہ ہوا قَالَ اِنْ کا یہ قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ ہوگیا۔ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱۵﴾ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ﴿۱۱۶﴾ اف دونوں حرف سوالیہ ہیں ترجمہ ہے کیا پس تو کیا۔ حَسِبْتُمْ باب حسب کا ماضی مطلق صیغہ جمع مذکر حاضر مثبت معروف حَسْبٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے گمان کرنا عقیدہ بنانا۔ اس کا فاعل اَنْتُمْ ضمیر صیغہ پوشیدہ مرجع ہے وَمَنْ خَفَّتْ۔ اَنَّ حرف مشبہ بالفعل عملاً۔ مَا کافہ ساتھ ہے اس لئے اَنَّ لغو ہے اب اس کا معنی ہے اس بات کا خَلَقْنَا۔ باب نصر کا ماضی مطلق مثبت معروف خَلْقٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے پیدا کرنا۔ نیست سے ہست کرنا۔ اس کا فاعل نَا ضمیر جمع متکلم بارز۔ كُمْ ضمیر ظاہر اس کا مفعول بہ بحالت فتحہ ہے۔ عَبَثًا اسم حاصل مصدر بمعنی کھیل تماشہ یہ مفعول لَهٗ ہے یہ مفعول بہ ومفعول لَهٗ ہے خَلَقْنَا کا عَبَثٌ کی باب سمع میں گردان ہوتی ہے۔ لغوی ترجمہ ہے مخلوط وملاوٹ کرنا، کسی بھی چیز کو کسی دوسری میں۔ یہاں مراد ہے کھیل کود تماشوں کو زندگی میں شامل ملاوٹ کرنا اور بیکار چیز۔ خلقنا فعل فاعل مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ اَنَّ حرف مشبہ عاملہ كُمْ اس کا اسم اس لئے یہ ضمیر جمع مذکر حاضر منصوب ہے۔ اِلَيْنَا یہ جار مجرور متعلق مقدم ہے۔ لَا تُرْجَعُوْنَ باب ضرب کا مضارع مستقبل منفی مجہول رَجْعٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے لوٹنا، پھیرنا پھرنا۔ متعدی ہے اس کا مفعول بہ اَنْتُمْ ضمیر صیغہ پوشیدہ نائب فاعل ہے۔ یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے اَنَّ کی وہ اپنے اسم خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف ہوا۔ خَلَقْنَا کے جملے پر دونوں عطف مل کر مفعول بہ ہوا اَفَحَسِبْتُمْ کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہوگیا ف زائدہ بیانیہ۔ تَعٰلٰی باب تَفَاعُلٌ کا ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ واحد مذکر غائب عُلُوٌّ یا عُلِیٌّ سے مشتق سے ترجمہ ہے بلند ہونا بالا ہونا یہ مادہ لازم ہے اس کا مصدر تَعَلُّوٌ یا تَعَلِّیٌ ہے اَللّٰهُ اسم مفرد جامد عَلَمِ ذاتی ہے رب تعالیٰ کا یہ اگلی عبارت کا مُبْدَلٌ مِنْهُ ہے۔ اَلْمَلِكُ الف لام عہد ذہنی مَلِكٌ۔ اسم مفرد جامد بمعنی بادشاہ، شہنشاہ موصوف ہے۔ اَلْحَقُّ الف لام عہد خارجی۔ حَقٌّ اسم مفرد جامد بمعنی باقی رہنے والا سچا حقیقی صفت ہے یہ مرکب توصیفی بدل الکل ہے۔ اَللّٰهُ مبدل منہ اپنے بدل سے مل کر ذو الحال ہے لَا حرف نفی جنس اِلٰهَ۔ اسم مفرد جامد بمعنی معبود مستثنیٰ مِنْهُ ہے اِلَّا حرف استثنا متصل۔ هُوَ ضمیر واحد مذکر غائب مرفوع منفصل اس کا مرجع اَللّٰهُ۔ یہ مستثنیٰ ہے اِلٰہ کا مبتدا ہے رَبُّ اسم مفرد جامد صفاتی خصوصی نام ہے اللہ تعالیٰ کا بلا نسبت کسی غیر اللہ کو رب کہنا جائز نہیں۔ یہ مضاف ہے اَلْعَرْشِ الف لام عہد خارجی تعظیمی عَرْشٌ اسم مفرد جامد ترجمہ ہے تخت شاہی، بڑا تخت مراد ہے ساتویں آسمان سے اوپر والا عرش اعظم۔ موصوف اَلْكَرِيْمِ الف لام اسمی بمعنی اَلَّذِیْ۔ کریم اسم صفت مشبہ مبالغہ ترجمہ ہے ہمیشہ کرم ورحم مہربانی شفقت عطا فرمانے والا یہ صفت ہے عرش کی یہ مرکب توصیفی مضاف الیہ ہے رَبُّ کا یہ مرکب اضافی خبر ہے هُوَ مبتدا کی۔ یہ دونوں جملہ اسمیہ ہو کر مستثنیٰ اِلٰہ کا دونوں مل کر اسم ہے لَا نفی جنس کا دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو کر حال ہے اَللّٰهُ کا۔ یہ ذُو الْحَال حال مل کر فاعل ہے تعالیٰ کا وہ دونوں مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوگیا۔

تفسیر عالمانہ

قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِی الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْئَلِ الْعَآدِّيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱۵﴾ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَآ اِلٰهَ

اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ۔ رب جلیل نے فرمایا اے کفار زمانہ حیات دنیوی میں کفر شرک سرکشی کی بدمستیاں، عیاشیاں، فحاشیاں کر کے عمر گراں مایہ اور وقت کا سرمایہ برباد کرنے والو اور اب جہنم سے نکالے جانے کی فریاد، دنیا میں واپس جانے کی تمنا، نیک بندہ بننے کا وعدہ کرنے والو کیا تمہیں زمین کے اوپر حیات کا اور زمین کے اندر ممات کا زمانہ یاد ہے اور کیا تم بتا سکتے ہو کہ دنیا کی مستی و قبر کی گذری ہوئی سختی کے ساتھ قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ۔ کتنا ٹھہرے تم دنیا اور قبر میں برسوں کی گنتی سے۔ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْئَلِ الْعَآدِّيْنَ۔ تب کفار جواب میں یہی کہیں گے کہ ہمیں اندازہ ہے ہم دنیا میں ایک دن یا ایک دن کا مزید کچھ حصہ زیادہ رہے ہوں گے۔ ہمارے ذاتی اندازے میں تو دنیا اور قبر میں رہنے کی بس تقریباً یہی مدت ہے کہ ایک دن حیات دنیوی کا اور ایک دن کی کچھ ساعتیں قبر میں۔ یا اللہ اگر صحیح تحقیق بعث و قیام دنیوی ضروری ہے تو اے رب سوال فرما ان ملائکہ کراماً کاتبین اعمال سے اور ملائکہ و منکر نکیر نافذین عذاب قبر سے جو حیات دنیوی اور ممات قبر کی صحیح اور پوری مدت گننے والے ہیں کیونکہ ہمیں تو وحشت قبر اور طوالت حشر، گھبراہٹ حساب دہشت عذاب اور آب دخول جہنم کی دردناک پریشانی نے سب کچھ بھلا دیا۔ اب تو ہمیں یہ بھی یاد نہیں کہ آرام و عیاشی ہوتی کیا چیز ہے اور گزری چیز تو ویسے بھی کالمعدوم ہو جاتی ہے۔ آرام کی دراز مدتیں بھی مثل چند لمحات لگتی ہیں۔ عذاب و تکلیف کے لمحات بھی دراز مدتیں محسوس ہوتی ہیں۔ آرام کی گھڑیاں بھاگتی ہوئی گزرتی ہیں۔ تکلیف کی گھڑیاں رینگتی ہوئی قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا۔ جواباً فرمایا کہ اس اُخروی حیات کے مقابل جس کا تم مذاق اڑا کر انکار کرتے تھے وہ پہلی زندگی واقعی يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ہی تھی۔ جیسے ریگزار کے مقابل ذرہ، سمندر کے مقابل قطرہ، دنیوی زندگی تو مسافرت کی راہ اور گزر عبوری کا پل تھی منزل نہ تھی مگر تم کفار نے اس کو عیش کی منزل سمجھا نہ اصل منزل پہچانی نہ اپنی قدر جانی نہ رب تعالیٰ کی عطا کردہ عقل کی مانی جو بات تم لوگوں نے آج جہنم میں پہنچ کر سمجھی۔ وہی بات انبیاء کرام علیہم السلام تم کو دنیا میں سمجھاتے رہے اور بتاتے رہے کہ یہ دنیا اعمال و امتحان گاہ چند روزہ ہے اس کو قیام گاہ نہ سمجھو نہ وہ حیات اصل زندگی تھی نہ وہ زمین اصل منزل تھی اس کو سنوارنے بنانے میں عمر کو برباد کرنا تھا۔ اصلی ابدی آخرت کی زندگی ہے۔ جس کو سنوارنے سجانے کے لئے رب تعالیٰ نے انسانوں کو بارہ نعمتیں سہولتیں عطا فرمائیں۔ ۱۔ اشرف المخلوقات بنایا۔ ۲۔ خَلَقْتُ بِيَدَيَّ کا خصوصی اعزاز بخشا۔ ۳۔ عقل کی فراست۔ ۴۔ احساس کی نزاکت۔ ۵۔ شعور کی بصیرت۔ ۶۔ علم کی فضیلت۔ ۷۔ روح مزکی۔ ۸۔ قلب سرمدی عطا فرمایا۔ ۹۔ علم و عقل ذہانت۔ ۱۰۔ قلم کی کتابت۔ ۱۱۔ صنعت و حرفت کی حکمت۔ ۱۲۔ جسم و اعضا کو برتنے کے لئے قرآن و حدیث کی تعلیم انبیاء کی تدریسی عبادت، تربیتی ریاضت، عملی و قولی بندگی عطا فرمائی۔ لَوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ اے کفار زمانہ اگر تم حیات دنیوی کی حالتوں، حقیقتوں، دولتوں، عزتوں کی قلت و فنا کو اور اُخروی وعدوں وعیدوں اور آیتوں روایتوں کی خبروں کو اسی وقت دنیا میں ہی عقل و قلب کے شوق و سرور سے جانتے سنتے مانتے تو آج جہنم میں یہ ذلت دوری، مردہ ضمیری، فتور بے شعوری نہ ملتا مگر تم نے تو دنیا میں اپنی زندگی جانوروں سے بدتر گزاری جانوروں میں تو کچھ حسب استطاعت و ودیعت نظم و ضبط و یاد مولیٰ بھی ہوتی ہے لیکن تم نے انسان ہو کر بھی بے علمی، بے عقلی، بے نظمی، بے ضبطی کی حالت بگڑنے کی عادت میں حد کر دی۔ یہ تمام سوال و جواب جہنم میں ہوں گے

مگر ہم سب انسانوں کو دنیا میں ہی سنائے بتائے جا رہے ہیں تا کہ اُخروی واقعات میں سے کچھ پوشیدہ نہ رہے اور ایمان لانے عبرت پکڑنے ڈرنے بندہ بننے میں کوئی بہانہ رکاوٹ نہ بن سکے۔ اے کفار زمانہ آج دنیا میں تم سے یہ پوچھا جا رہا ہے کہ تمہارا اسلام سے انکار، قرآن سے فرار کیوں ہے جہنم کا ڈر، آخرت کی فکر کیوں نہیں ہے۔ اپنا قیمتی وقت تھوڑی زندگی صرف کھانے کمانے عیاشی کے سونے، فحاشی کے جاگنے میں ضائع کیوں۔ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ۔ کیا تم عیاشوں، بدمستوں نے اپنے دلوں دماغوں کے عقیدوں میں یہ گمان باطل بٹھا لیا ہے کہ ہم نے تم کو بیکار کھلونے پیدا کیا ہے یا محض چلنے پھرنے کھیلنے کے لئے اور کھیلوں میں عمر عقل دولت برباد کرنے کے لئے بنایا ہے اور کیا تمہارا یہ خیال فاسد ہے کہ مرنے کے بعد ہماری طرف تمہارا لوٹایا جانا نہیں۔ اے غافلو! اگر اسی بدعقیدگی کی وجہ سے آستانہ نبوت سے دور حق سے نفور، شیطانیت میں مسرور ہو کر سمجھ رہے ہو کہ ''یہ جہان مٹھا الگ کس ڈٹھا'' تو یہ خام خیالی بدانجامی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ نہ تم کھلونا ہو نہ کھیلنے کے لئے ہو۔ اگر تم کھلونا ہوتے تو مثل اینٹ پتھر بے عقل وعلم و بے جان ہوتے اور اگر تم کھیلنے کے لئے ہوتے تو تمہارے اعضاء وعقل وشکل بصارت بناوٹ جانوروں کی مثل ہوتی۔ شاندار اعضاء، پائیدار عقل، جاندار علم، کامگار شعور، نامدار تدبیر وتسخیر، قبضہ سلطنت، غلبہ حکومت، سیاست کا جمال، ریاست کا جلال، صنعت وحرفت کا کمال تم کو نہ دیا جاتا یہ نعمتیں قال وحال سے کہہ رہی ہیں کہ سب جہاں تیرے لئے اور تو ہے رب کے واسطے۔ تدبر، تفکر، تعقل کی نعمتیں تلعب کے لئے نہیں بلکہ تذکر کے لئے دی گئی ہیں اور پھر تم نے یہ بھی نہ سوچا کہ جب تم خود تھوڑی عقل، قلیل علم رکھنے والے لوگ اپنے دنیوی کام میں کوئی خاص مقصد، ضروری فائدہ کار آمد بہتری کا خیال رکھتے ہو اور اس کام میں اپنی پوری عقل، صنعت وحرفت کا علم وفہم استعمال کرتے ہو اور چیز کو ہر طرح با مقصد ومفید بنانے کی کوشش کرتے ہو تو وہ قادر خالق تعالیٰ جو تمام کائنات کا واحد لاشریک پیدا فرمانے والا ہے۔ تم کو بیکار وعبث کیوں بنائے گا۔ تم نے زندگی کا مقصد فقط دنیوی سامان گھر گرہستی بنانے کو سمجھا حالانکہ یہ گھر گھونسلا تو جانور پرندے بھی بنا لیتے ہیں جنگل سجا لیتے ہیں ان کو بھی اتنا خداداد شعور ہے۔ اگر تمہاری حیات کا مقصد بھی فقط گھر بنانا بستی سجانا ہوتا تو تم کو پرندہ بنا دیا جاتا۔ اگر تمہارا مقصد زندگی کھیل کے میدانوں، سڑکوں کے سراہوں میں بھاگنا دوڑنا ہوتا تو تم کو گدھا گھوڑا بنا دیا جاتا۔ اگر بوجھ اٹھانا ہوتا تو تم کو بیل خچر اونٹ بنا دیا جاتا۔ اگر تمہاری زندگی کا مقصد اچھل کود ناچ بھنگڑا ہوتا تو تم کو ریچھ بندر بنا دیا جاتا۔ اے انسانوں تمہارے تو خد وخال جسمانی ساخت کی زبان حال ہی بتا رہی ہے کہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ۔ (سورۃ ذاریات: ۵۶) کہ جنات وانسان کو صرف عبادت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ لہٰذا اے انسانوں عمر تباہ نہ کرو اور اللہ تعالیٰ پر شرک وعبث کی بدعقیدگی غلط گمانی مت کرو کیونکہ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ

اے برتر از قیاس وگمان وخیال ووہم ‏ ‏ و از ہرچہ گفتہ اند شنیدند وخواندہ اند

بالا واعلیٰ ہے اللہ کفار کے ہر قیاس گمان وہم اور ان کی تمام گفت وشنید سے قادر وقیوم ہے۔ بدائت واعادۃ تخلیق، بعثت حشر، ثواب وعذاب میں تعلّی ہے عبث ومماثلت سے۔ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ۔ (شوریٰ: ۱۱) اس کی ذات وصفات میں کوئی

مثل نہیں ازل وابد کا بادشاہ قدیم ہے اس کے قول وفعل میں حکمت، قدرت، ندرت، وہی خالق ہے اس لئے وہی الٰہ ہے۔ عقل وہوش والو! تدبر کرو اس کی آیات میں اس کے نبی کی روایت میں جنہیں جھڑک ہے غفلت پر اشارہ ہے حکمت پر۔ بار بار اعادہ ہے عبرت پر وہ اس عرش شاہی کا رب ہے جو کریم ہے نزول رحمت، ورود برکت، نفوذ حکمت میں اسی عرش کریم سے زمین پر رحمت وبرکت، حکمت والفت، شفقت ومحبت، نصرت ویسرت، قدرت ومسرت کے خزانے نازل ہوتے ہیں فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذَالِكَ۔

ان آیات میں مفسرین کے مختلف اقوال

قَالَ کی قرأت میں دو قول، ا۔ اکثر کی قرأت میں فعل ماضی ہے یہی درست ہے۔ ۲۔ بعض کی قرأت فعل امر قُلْ ہے۔ قَالَ کے فاعل میں تین قول، ا۔ بعض نے کہا فاعل اللہ تعالیٰ ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا فاعل فرشتہ ہے۔ ۳۔ بعض نے کہا ہر کافر ہے آپس میں۔ قَالَ کی تحریر دو طرح سے ہے، ا۔ کوفی تحریر قٰل کھڑی زبر سے ہے۔ ۲۔ مکی مدنی اور تمام کی تحریر قَالَ الف سے ہے۔ یہی درست ہے۔ كَمْ لَبِثْتُمْ کی قرأت میں تین قول، ا۔ اکثر کی قرأت كَمْ لَبِثْتُمْ ہے یہی درست ہے۔ ۲۔ بعض کی قرأت كَمْ عَدَدًا لَبِثْتُمْ ہے۔ ۳۔ بعض کی قرأت عَدَدًا لَبِثْتُمْ ہے۔ فِي الْاَرْضِ کے معنی میں دو قول، ا۔ بعض نے کہا فِیْ بمعنی عَلٰی ہے یعنی زمین پر مراد دنیا کی زندگی، ۲۔ بعض نے کہا فِیْ اپنے ہی معنی میں ہے مراد ہے قبر وبرزخ۔ دونوں قول درست ہیں۔ عَدَدَ کی قرأت میں دو قول، ا۔ اکثر کی قرأت عَدَدَ ہے۔ ۲۔ بعض کی قرأت عَدَدًا ہے مگر پہلی درست ہے۔ فَسْئَلِ الْعَادِّيْنَ کی قرأت میں دو قول، ا۔ کثر کی قرأت فَسْئَلْ ہمزہ سے ہے یہی درست ہے۔ ۲۔ بعض کی قرأت فَسَلِ الْعَادِّيْنَ بلا ہمزہ معنی دونوں کا ایک ہی ہے الْعَادِّيْنَ کی قرأت میں تین قول، ا۔ اکثر کی قرأت دال کے شد سے ہے ترجمہ ہے گننے والے یہی قرأت درست۔ ۲۔ بعض کی قرأت بغیر شد سے ہے ترجمہ ہے عادت والے عادی لوگ۔ ۳۔ بعض کی قرأت میں ہے الْعَادِيِّيْنَ ہے ترجمہ ہے قوم عاد کی طرح لمبی عمر والے۔ عربی محاورے میں لمبی عمر والوں کو عاد کی نسبت دیتے ہوئے عادیین ہی کہا جاتا ہے۔ قَالَ اِنْ لَّبِثْتُمْ کے قَالَ کی قرأت میں دو قول، ا۔ اکثر کی قرأت قَالَ ہے یہی درست ہے۔ ۲۔ بعض کی قُلْ ہے۔ یہاں قَالَ کے فاعل میں دو قول، ا۔ اکثر نے کہا فاعل اللہ تعالیٰ۔ ۲۔ بعض نے کہا قَالَ کا فاعل فرشتہ ہے۔ قَالَ کی تحریر میں دو قول، ا۔ اکثر کی تحریر میں قَالَ الف سے ہے یہی درست ہے۔ ۲۔ بعض کی تحریر میں قٰل کھڑی زبر سے ہے۔ لَوْ كُنْتُمْ کے لَوْ میں دو قول، ا۔ اکثر نے کہا یہ لَوْ شرطیہ بمعنی اگر ہے۔ ۲۔ بعض نے یہ تمنائی ہے بمعنی کاش پہلا درست ہے۔ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ کے معنی میں تین قول، ا۔ اکثر نے معنی کیا تم جانتے ہوتے یہی درست ہے۔ ۲۔ بعض نے معنی کیا تم گنتی کر سکتے ہوتے۔ ۳۔ بعض نے معنی کیا تم علم رکھتے ہوتے۔ عَبَثًا کے نحوی ترکیبی معنی میں دو قول، ا۔ بعض نے کہا یہ مصدر بمعنی مفعول لَهٗ ہے ترجمہ ہے بیکار کھانا۔ ۲۔ بعض نے کہا یہ مصدر بمعنی اسم فاعل ہے یعنی عَابِثِيْنَ ترجمہ ہے بیکار کام کرنے والے دونوں قول درست ہیں۔ وَاَنَّكُمْ کی واؤ عاطفہ میں دو قول، ا۔ بعض نے کہا یہ عطف ہے خَلَقْنٰكُمْ کے جملے پر۔ ۲۔ بعض نے کہا یہ عطف ہے عَبَثًا پر۔ دونوں قول مناسب ہیں تُرْجَعُوْنَ کی قرأت میں دو قول، ا۔ اکثر کی قرأۃ میں باب افعال مضارع مجہول ہے یہی

قرأت درست ہے۔ ۲۔ بعض کی قرأۃ تَرْجِعُوْنَ ہے۔ باب ضرب کا مضارع معروف حَقّ کے معنی میں دو قول ۱۔ بعض نے معنی کیا تحقیق وحقانیت والا۔ ۲۔ بعض نے معنی کیا قائم باکمال بے زوال سب معنی درست ہیں الکریم کی قرأت میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت میں اَلْكَرِيْمِ۔ زیر سے ہے عرش کی صفت یہی قرأۃ درست ہے۔ ۲۔ بعض کی قرأت میں اَلْكَرِيْمُ ہے رَبُّ کی صفت ہے اَلْكَرِيْمِ کے معنی میں چار قول۔ ۱۔ بعض نے کہا یہاں معنی ہے مجسم کرم مبالغے کا لفظ ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا یہ صفت ہے یعنی عظمت میں کریم ہے۔ ۳۔ بعض نے معنی کیا شرف میں کریم۔ ۴۔ بعض نے معنی کیا اسرار، انوار، استواء، تجلیات، رحمت، برکت کا مخزن ہے۔ سب قول درست ہیں۔

فائدے

ان آیات سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ **پہلا فائدہ:** سوال کی تقریباً سات نوعتیں ہوتی ہیں کبھی امتحان کے لئے، کبھی نیت معلوم کرنے کے لئے، کبھی متوجہ کرنے کے لئے سوال کیا جاتا ہے۔ کبھی شرمندہ کرنے کے لئے، کبھی عبرت دلانے کے لئے، کبھی اقرار کرانے کے لئے، کبھی آس امید توڑنے کے لئے، کبھی مسئول عَنْهُ کا جواب لوگوں کو سنانے کے لئے اور کبھی سائل اپنی ناواقفی بے علمی کی بناء پر عالم وواقف سے سوال کرتا ہے۔ اس تقسیم نوعی سے ثابت ہوا کہ ہر سوال بے علمی کی وجہ سے نہیں ہوتا۔ بعض جاہل گستاخ منکر علم نبوی کا یہ کہتے ہوئے انکار کرتے ہیں کہ اگر نبی کریم ﷺ کو علم غیب ہوتا تو آپ صحابہ کرام سے فلاں فلاں سوال کیوں فرماتے۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر ہر سوال سے بے علمی ثابت ہوتی ہو تو اللہ تعالیٰ کے علم پر بھی کوئی کافر اعتراض کرسکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بھی بندوں سے بہت سوال فرمائے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کے سوال فرمانے سے بے علمی ناواقفی ثابت نہیں بلکہ عبرت دلانے، شرمندہ کرنے، آس توڑنے کے لئے ایسے ہی آقا ﷺ کے بہت سے سوال صحابہ کا امتحان لینے کے لئے اور کفار کو شرمندہ یا جھڑکنے کے لئے ہوا کرتے تھے ایسے سوالات شان علمی کی دلیل ہوتے ہیں نہ کہ بے علمی ناواقفی کی مثلاً استاد کا سوال کرنا شاگرد سے استاد کے علم کی دلیل ہے۔ یہ فائدہ قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ کے سوال ربانی سے حاصل ہوا۔ **دوسرا فائدہ:** قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ اصل ایمان نبی کریم ﷺ کو نبی رسول ماننا ہے۔ اصل بندگی نبی کریم ﷺ کی اطاعت اور اصل محبت نبی کریم ﷺ کی اتباع ہے۔ اس کے بغیر کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا اگرچہ توحید، قیامت، ملائکہ، جنت، دوزخ، حساب وکتاب، عذاب وثواب کو مانتا ہو جیسے کہ یہود ونصاریٰ اور ان کے اعمال خیر عبث میں شمار ہیں اور بیکار بے فائدہ ہیں۔ نا قابل ثواب بلکہ باعث عذاب ہیں یہ فائدہ وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ کے جملے کو اَفَحَسِبْتُمْ کے جملے پر عطف کرنے سے حاصل ہوا کیونکہ یہ سوال قیامت میں ہر قسم کے کافر سے ہوگا۔ بت پرست ہو یا یہودی، عیسائی ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ کو نہ ماننے والا بھی قیامت اور رجوع الی اللہ کا منکر بھی ہے ہر نبی گلدستہ ایمانیات ہے۔ **تیسرا فائدہ:** اگرچہ اللہ تعالیٰ ہر چھوٹی بڑی، گھٹیا، بڑھیا چیز کا خالق مالک رب ہے کائنات کے ذرے ذرے پر قابض وغالب ہے مگر شان ادب یہ ہے کہ رب تعالیٰ کی ربوبیت خالقیت، حاکمیت کو عظمت والی چیزوں کی طرف نسبت کرنا چاہئے نہ کہ گھٹیا چیز کی طرف یہ فائدہ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ فرمانے سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ:** مسلمانوں پر علم حساب سیکھنا بھی فرض ہے کیونکہ یہ بھی دینی علوم میں شامل ہے مثلاً سالانہ زکوٰۃ کا حساب، نمازوں کے لئے نظام الاوقات کا حساب عیدین حج قربانی ماہ رمضان کے لئے شمسی قمری تاریخوں کا حساب مسلمانوں کے لئے ضروریات دینی میں سے ہے۔ یہ مسئلہ عَدَدَ سِنِيْنَ کے پورے جملے کی اِشَارَۃُ النَّصّ سے مستنبط ہوا۔ کَمْ لَبِثْتُمْ اور فَسْئَلِ الْعَآدِّيْنَ دراصل مسلمانوں کو اسی علم حساب وتوقیت سیکھنے کا اشارہ دے رہا ہے بلکہ گھڑی اور عَدَدَ سِنِيْنَ کے اصولی ضابطوں کے ماہر وموجد بھی مسلمان ہی ہوئے۔ **دوسرا مسئلہ:** فاسق وفاجر مسلمان بھی عملاً کفار کے مشابہ ہے کیونکہ کھیل کود، ڈھول باجہ، میلہ تماشہ میں اتنی مشغولیت ذوق شوق چستی عملاً ثابت کر رہی ہے کہ فاسق مسلمان بھی لَا تُرْجَعُوْنَ کے شیطانی خیال میں بدمست ہو کر بھٹک رہا ہے اور اتنا دیوانہ ہو رہا ہے کہ نہ نمازوں کی فکر نہ آخرت کی عملاً وشکلاً اسلام کی کوئی شناخت بھی باقی نہیں رہی۔ یہ مسئلہ اَفَحَسِبْتُمْ کے فرمان ربانی سے مستنبط ہوا اور بتایا گیا کہ عمل وشکل میں مسلمانوں کو کافرانہ اندازِ فکر وطرزِ زندگی کو اختیار کرنا حرام ہے۔ **تیسرا مسئلہ:** اسلام کی اولین نشانی عبادت الٰہی ہے اور سب سے بڑی عبادت موت وآخرت واپنے انجام کو یاد رکھنا ہے اس لئے کہ اس تصور سے مسلمانوں کو خوف الٰہی تیاری آخرت کا شوق، عبادت کا ذوق وصحت پابندی، عمل وعقیدے کی پختگی، کفریات لہویات سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔ یہ مسئلہ قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا کے فرمان سے مستنبط ہوا جس میں مسلمانوں کو بے ثباتی دنیا وقلت حیات دنیا کی طرف توجہ دلائی گئی۔ کافروں کا کردار واندازِ فکر وعمل بتا کر مسلمانوں کو ایسی بدگمانی وبدعملی سے روکا جا رہا ہے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ **پہلا اعتراض:** یہاں فرمایا گیا کہ بعد قیامت جہنم میں کفار سے سوال کیا جائے گا کہ دنیا میں کتنا ٹھہرے تھے۔ کفار لمبی عمروں کے باوجود کہیں گے کہ ہم ایک دن یا بعض دن ٹھہرے تھے۔ یہ جواب تو جھوٹ ہے۔ حدیث پاک میں ہے کہ جہنم میں کوئی جھوٹ نہ بول سکے گا تو یہ جھوٹ کیوں بولا گیا۔ **جواب:** یہ قول جھوٹ نہیں بلکہ یہ شدۃِ عذاب کی تکلیف سے دماغی نسیان ہے یا عرصہ جہنم اور زمانہ عرصہ دنیوی کا تقابلی جائزہ ہے۔ یعنی جہنم میں جتنا اب تک لاکھوں سالوں کا عرصہ گزر گیا ہے التجاؤں عذابوں میں اس کے مقابل دنیوی عیش وآرام کا زمانہ تو مثل ایک دن یا دن کا کچھ حصہ ہی تھا۔ **دوسرا اعتراض:** یہاں پہلے فرمایا گیا لَا تُكَلِّمُوْنِ یعنی اللہ تعالیٰ نے کفار سے فرمایا کہ تم مجھ سے کوئی بات نہ کرو پھر آگے ہے قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ...... (الخ)۔ ان آیات سے یہ ثابت ہو رہا ہے رب تعالیٰ نے خود ہی کفار سے کلام شروع فرما دیا اور کفار نے جواب دیتے ہوئے کلام کیا تو یہ عجیب سی بات لگتی ہے کہ پہلے خود اپنی ہمکلامی سے منع فرمایا پھر خود ہی شروع فرما دی۔ ان آیات کا سوال وجواب پچھلی آیات کے لَا تُكَلِّمُوْنَ کے خلاف لگتا ہے۔ **جواب:** اس کے تین جواب دیئے گئے۔ ۱۔ بعض نے کہا کہ لَا تُكَلِّمُوْنِ تو رب تعالیٰ کا کلام لیکن قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ والے سوال وجواب کسی فرشتے اور کفار کے درمیان ہونے کا ذکر ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا کہ کلام اگرچہ دونوں ہی رب تعالیٰ کے ہیں مگر لَا تُكَلِّمُوْنَ کا زمانہ بہت بعد کا ہے اس کے بعد تو

کفار جہنم میں کسی سے بھی بات نہ کر سکیں گے نہ اللہ تعالیٰ سے نہ فرشتوں سے نہ آپس میں صرف شہیق وزفیر جیسی آوازیں ہی نکلیں گی۔ جیسا کہ پہلے فرمان حدیث سے ذکر کیا گیا لیکن یہ قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ کے سوال وجواب لَاتُكَلِّمُوْنِ سے پہلی ہمکلامی ہے۔ یہاں ترتیب ذکری کا آگے پیچھے ہونا کسی دوسری مفاہمت کی بناء پر ہے وہاں کچھ اور بتانا مقصود ہے یہاں کچھ اور یہی جواب مضبوط درست ہے۔ ۳۔ بعض نے کہا کہ لَا تُكَلِّمُوْنِ میں صرف التجا کی ممانعت کی گئی ہے کہ جہنم سے یا عذاب جہنم سے نکالنے کی فریاد والتجانہ کرنا۔ دوسرے کلام یا سوال وجواب کی ممانعت نہیں۔ **تیسرا اعتراض:** یہاں اور دیگر آیتوں میں حاضری قیامت کے لئے اِلٰی فرمایا جاتا ہے حالانکہ لفظ اِلٰی انتہاء مکانیت کے لئے آتا ہے مثلاً اِلٰی زَیْدٍ کا معنی ہے اِلٰی مکانِ زَیْدٍ۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف جانے لوٹنے کے لئے اِلَیْنَا، اِلَیْهِ، اِلَی اللّٰهِ کہنے کا معنی ہوا۔ اِلٰی مکانِ اللّٰهِ یعنی اللہ کی جگہ ومکان تک حالانکہ اللہ تعالیٰ مکان سے پاک ہے۔ اسلامی عقائد میں اللہ تعالیٰ کے لئے مکان ماننا کفر ہے۔ اس لئے چاہئے تھا کہ بجائے اِلٰی کے عِنْدَ فرمایا جاتا کیونکہ لفظ عِنْدَ قرب کے لئے ہوتا ہے نہ کہ مکان کے لئے۔ **جواب:** ہر زبان میں کسی کی طرف جانے کا معنی ہے اس کے قریب ہونا قرب کی تین قسمیں ہیں۔ ۱۔ قرب مکانی اس کے لئے عرب میں ذَهَبَ ہے۔ ۲۔ قرب کیفیت وحالت یعنی ایک حالت سے دوسری حالت میں بدل جانا مثلاً فاسق کا متقی بن جانا وغیرہ اس کے لئے عربی میں رَجُوْعٌ ہے۔ ۳۔ قرب حضوری یعنی ہر چیز سے بے خبر و بے غرض ہو کر ایک طرف اور ایک کی طرف متوجہ ہونا۔ اس لئے عربی میں حَضُوْرٌ ہے۔ معترض نے اس فرق کو نہ پہچانا۔ قرآن کریم میں ہر جگہ قرب الٰہی کے لئے لفظ رجوع بولا گیا ہے جس سے ثابت ہوا کہ قرب مکانی مراد نہیں بلکہ قرب کیفیت مراد ہے اور قرب کی کیفیت کی تین صورتیں۔ ۱۔ قرب علمی یعنی تمام مخلوق ہر وقت ازل سے ابد تک دنیا وآخرت میں اللہ تعالیٰ کے علم نظر قبضے میں ہے۔ ۲۔ قرب عدل یہ قیامت میں ہوگا وَاِلَیْنَا تُرْجَعُوْنَ وَاِلَی اللّٰهِ (انبیاء:۳۵) یا اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ (بقرہ:۱۵۶) وغیرہ آیات میں یہی رجوع عدالت مراد ہے نہ کہ مکانی۔ آخرت کا رجوع تبدیلی کیفیت کا اجر وحساب کی حالت میں باعتبار بندے کے رجوع ہے اور باعتبار اللہ تعالیٰ کے حاضری ہے۔

تفسیر صوفیانہ

قَالَ آواز غیبی نے فرمایا اے فسق وگناہ کی وادی میں حیات دنیوی کی جوانیاں بڑھاپا گذارنے والوں۔ قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِی الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِیْنَ۔ کتنا ٹھہرے تم زمین پر چڑھتے سورج کی جوانی اور ڈھلتی چاندنی کے بڑھاپے کی قوت عمر واعمال کے ساتھ وادی ظلمت میں ہفتوں، ماہوں، برسوں کی تعداد میں کیا کبھی اس جوانی مستانی میں اپنے بڑھاپے کی محتاجی کمزوری بے بسی کی تنہائی کا سوچا تھا پھر جب ؎

گئی جوانی آئی پیری لگے پیاں پیڑاں ہن کس کم محمد بخشالون جوین ہر یڑاں

قَالُوْا لَبِثْنَا یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ فَسْئَلِ الْعَآدِّیْنَ۔ اہل نفوس نے عرض کیا کہ مکین رنگ وبو زمین سبز رو میں چش ایامی طیش طغیانی کا ایک یا ڈیڑھ دن ہی گزارا تھا اس سے زیادہ ہمیں کچھ یاد نہیں۔ تو تو پوچھ لے موکلین باطنی اعمال ظاہری انفاس مخفی سے عمر گراں شباب رواں ملتی بھی سب کو ہے۔ گزرتی بھی سب کی ہے مگر کسی کی بربادی میں، کسی کی بے خوابی میں، کسی کی عیش

اڑانے میں، کسی کی عبادت کمانے میں حالانکہ سب کی گنتی ہو رہی ہے حساب لکھا جا رہا ہے اور سب کو بتایا بھی جا رہا ہے۔ قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ آواز غیبی نے فرمایا نہیں ٹھہرے تم مگر تھوڑا کیونکہ راہِ شباب قلیل ہے منزل طلب کی مسافت طویل ہے اس سے پہلے کہ ختم ہو سانس، گر جائے اساس اور ٹوٹ جائے آس واجب ہے کہ درست ہو جائے حال پاکیزہ ہوں اعمال حیات شباب تو سایہ حباب ہے ٹوٹے بادلوں کا سایہ ہے۔ ترک دنیا سے غنا، غنا سے امکان عمل اور عمل سے مبارک اجل، مبارک اجل سے اچھی آخرت ہے اجل محدود ہے عمر غیر محدود ہے۔ اے غافلو! ابھی بیج ڈالنے کا وقت ہے بوؤ گے تو کاٹو گے، کاٹو گے تو ثقل کھلیان بناؤ گے ورنہ خالی ہاتھ جاؤ گے۔ ایام جوانی قلیل ہیں، ایام مصائب کثیر و طویل ہیں۔ روح پرندہ ہے جسم پنجرہ ہے روح زندہ رکھو تاکہ پنجرہ قیمتی ہو جائے۔ مردہ پرندہ یا خالی پنجرہ بے قیمت ہوتا ہے۔ عبادت و تلاوت سے روح کی زندگی ہے فسق و فجور سے موت ہے۔ زندگی خزانہ ہے وقت بیگانہ ہے جلدی جلدی عمل کما لو آخرت بنا لو سابقہ کی حسرت مٹالو آئندہ کی عبرت دلا لو۔ لہٰذا فکر میں ایام کو شکر میں اوقات کو گھیر لو اور وصل کا انعام پالو۔ حدیث مقدس میں ہے جس وقت میں ذکر اللہ نہ ہو وہ حسرت میں ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تین نعمتیں عظیم ہیں۔ ۱۔ صحت۔ ۲۔ فرصت۔ ۳۔ سکون۔ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا بہت سی لمبی عمریں عسرت حسرت میں اور بہت سی چھوٹی عمریں یسرت نصرت میں ہیں۔ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ۔ کیا تم اہل نفوس نے اپنی جوانیوں میں یہ گمان کیا تھا کہ ہم نے تم کو مثل جمادات و حیوانات سے بے مقصد پیدا کر دیا کہ نہ تم پر تکلف شریعت ہو نہ معنی و حقیقت نہ عرفان معرفت نہ مقصد طریقت کی ذمہ داری ہو نہ دنیوی عیاشی کا نقصان ہو نہ آخرت کی کامیابی کا نفع ہو۔ کیا یہ بدگمانی لگائے بیٹھے تھے کہ تم نے ہماری بارگاہ جبروت میں اپنے اعمال صالحہ کی عزت مہر اور اعمال فاسقہ کی ذلت قہر میں لوٹنا نہیں۔ موت کی دو قسمیں۔ ۱۔ موت عارفین اختیاری ہے جس میں مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کا لطف رجوع ہے جس سے نفس کی ہلاکت قلب کی بقایت ہے۔ ۲۔ موت غافلین اضطراری ہے کہ قدم شریعت کے ذریعے عالم حقیقت کی طرف قہر کی زنجیروں میں جکڑ کر بندۂ طبیعت اَسْفَلُ السّٰفِلِیْنَ سے اَعْلٰی عِلِّیِّیْنَ میں لے جایا جائے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ بندہ نہ خود عبث ہے نہ افعال عبث کے لئے پیدا کیا گیا ہے بلکہ اس کی حق تعالیٰ سے دوری مشغولی اور غیر حق میں مشغولی عبث ہے۔ تخلیق انسانی کا مقصد ہستی و باری تعالیٰ کا ظہور ہے تاکہ خالق تعالیٰ کی مصنوعات لطیفہ، کثیفہ، شفافی، لفافی، نباتاتی، جماداتی، حیواناتی کی فہم ہو۔ اے لوگوں تم کو نور محمدی کے ظہور کے لئے پیدا کیا گیا ہے کیونکہ تقدیر ازلی میں یہی مقدور و مقرر ہے کہ وہ گوہر تاباں و جوہر لافانی نسل انسانی کی صدف اشرف سے باہر آئے۔ اسی لئے نور محمدی سب کی اصل ہے اور سب اس کی فرع ہیں۔ ملائکہ اس لئے پیدا کئے گئے تاکہ مظہر قدرت ہوں اور انسان اس لئے پیدا کئے گئے تاکہ مظہر محبت ہوں۔ انجیل مقدس میں تھا کہ اے فرزند آدم یہ سب جہان بالا و پست تیرے لئے ہے۔ حصول ذکر کے لئے زمین ہے، حصول فکر کے لئے آسمان، حصول جسم زمین سے، حصول روح آسمان سے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ رفتار کے لئے زمین ہے پرواز کے لئے آسمان ہے۔ گفتار کے لئے قرآن مجید ہے کردار کے لئے حدیث مقدس مثنوی شریف میں ہے اے انسان تو نور تمام کا امانتدار ہے۔ تیرے وجود سے نور کلی و خزانہ مخفی

کا ظہور ہوا ہے۔ وہ خزانہ زیر زمین خاک میں محجوب مستور تھا۔ اسی خزانہ نور کے طفیل تیری خاک کو افلاک سے زیادہ بلند و منور کر دیا۔ جب مخفی خزانہ بلندی پر آیا تو مٹی کو اطلس ریشم کا لباس پہنا کر خلیفہ ارض اور بادشاہِ زمانہ بنا دیا۔ مسکین و کم عقل انسان نے خود کو نہ پہچانا۔ بلندیوں سے آیا تھا مگر بدعملی کر کے پستیوں میں گر گیا۔ آدمی نے خود کو بہت سستا بیچ دیا۔ وہ ریشم تھا مگر ٹاٹ میں سل گیا اور بے قیمت گودڑی بن گیا۔ اے انسان خزائن عقل و ہوش و تدابیر افلاکی تو تیرے غلام ہیں تو نے مع اہل و عیال خود کو اتنا سستا کیوں بیچ دیا اور پھر ایسا بھٹکا کہ اپنے خالق مالک رازق کے لئے بھی بدگمانیاں بدعقیدگیاں بنا گیا۔ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ۝ حالانکہ بلند و بالا، اعلیٰ و تعلیٰ ہے اللہ کفار کے باطل تصورات و تخیلات سے قادر ہے تم کو مارنے اور دوبارہ زندہ کر کے لوٹا لانے پر، بے نیاز ہے تمہاری عبادتوں سے، وہ شہنشاہِ حق بادشاہ لَمْ يَزَلْ مالک قدیمی خالق ابدی رازق دائمی ہے۔ اسرار و انوار کا مالک ہے، قبض و بسط، عسر و یسر و نصر کا حاکم، بقا و فنا پر غالب ہے۔ پوری کائنات ظاہری باطنی کا الٰہ واحد ہے۔ وہی خالق خیر و شر ہے، وہی رب ہے عرش کریم و تخت شاہی کا، وہ عرش کریم ہے نزول رحمت، ورود برکت، ہدایت سالکین، تجلیات عارفین۔ مراد مریدین و ارشاد مرشدین کے لئے خزانہ معرفت پروردگار ہے۔ فیض پاتے ہیں اسی مرکز انوار سے سب۔

وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ
اور جو شخص عبادت کرے اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی بھی۔ نہیں ہے کوئی بھی پکی دلیل
اور جو اللہ کے سوا کسی دوسرے خدا کو پوجے جس کی اس کی پاس کوئی سند نہیں
لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ
اس مشرک کے پاس اس کی معبودیت پر۔ تو بس اس کے رب کے پاس ہے اس کا حساب بیشک نہیں کامیاب ہو سکتے
تو اس کا حساب اس کے رب کے یہاں ہے۔ بیشک کافروں کا
الْكٰفِرُوْنَ ۝۱۱۷ وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ
کفار اور اے مسلمان دعا مانگا کر کہ اے میرے رب بخشش فرما اور رحم فرما
چھٹکارا نہیں۔ اور تم عرض کرو اے میرے رب بخش دے اور رحم فرما
وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ۝۱۱۸
اور تو ہی تمام رحم والوں سے اچھا ہے رحم والا
اور تو سب سے برتر رحم کرنے والا ہے۔

تعلقات

ان آیات پاک کا پچھلی آیات پاک سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آیات میں رب تعالیٰ کی تین شانیں بیان فرمائی گئیں۔ ۱۔ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ۔ ۲۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ۳۔ وہ اللہ عرش کریم کا رب ہے۔ اب ان آیات میں مشرکین بت پرست کفار کی تین طرح ہی تردید اور بدانجامی ذکر فرمائی جا رہی ہے۔ ا: مشرکین کے پاس اپنے شرک کے جواز پر کوئی مضبوط دلیل و برہان نہیں ہے۔ ۲۔ ان کا سب معاملہ وفیصلہ رب تعالیٰ کے پاس ہے جو قیامت میں ظاہر کیا جائے گا۔ ۳۔ کہ کفار کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیات میں حیات دنیوی کے بارے میں کفار کے گمان وخیال کا ذکر فرمایا گیا۔ اب ان آیات میں فرمایا جا رہا ہے کہ ہر قسم کے کافر دنیا میں کتنا ہی رہیں اور دولت دنیا سے کتنا ہی کچھ پالیں اور اپنے آپ کو خوش قسمت وکامیاب سمجھیں مگر حقیقتاً وہ کبھی بھی کامیاب نہیں نہ دنیا میں نہ آخرت میں۔ **تیسرا تعلق:** پچھلی آیات میں کفار کی دنیا طلبی کا ذکر فرمایا گیا کہ کفار یہ گمان باطل کرتے ہیں کہ شاید حیات دنیوی صرف دنیا طلبی اور دنیوی جاہ ومرتبے کے حصول کے لئے بنی ہے۔ اب ان آیات میں اہل ایمان کی ہر وقت مغفرت ورحمت طلبی کا ذکر فرمایا جا رہا ہے بلکہ آخرت کی مغفرت طلبی کا حکم دیا جا رہا ہے۔ **چوتھا تعلق:** اس سورۃ المومنون کی پہلی آیات میں فرمایا گیا قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ یعنی صرف مومن ہی ابدی کامیاب ہیں۔ اب ان آخری آیات میں فرمایا جا رہا اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ یعنی کفار کبھی بھی کہیں بھی کامیاب نہ ہوئے نہ ہیں اور نہ ہو سکتے ہیں نہ دنیا میں نہ قبر حشر آخرت میں۔

تفسیر نحوی

وَمَنْ یَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ۔ واؤ سے جملہ مَنْ اسم موصول برائے شرط فعل مضارع کو جزم دیتا ہے یَدْعُ۔ باب نصر کا مضارع مثبت معروف صیغہ واحد مذکر غائب دَعْوٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے بلانا پکارنا۔ مراد ہے شرکیہ کفریہ طریقے سے بلانا پکارنا شرکیہ عبادت کرنا۔ دراصل تھا یَدْعُوْ۔ مَنْ شرطیہ نے جزم دیا اس لئے آخر سے اعراب کی واؤ حرف علت لام کلمہ حذف ہو گیا۔ مَعَ اسم ظرفیہ مکانیہ بمعنی ساتھ یہ مضاف ہے اَللّٰهِ۔ اسم جامد مضاف الیہ یہ مرکب اضافی ظرف ہے یَدْعُ کا۔ اِلٰهًا اسم مفرد نکرہ عمومی موصوف ہے اٰخَرَ۔ اسم تفضیل واحد مذکر۔ باب نصر یا فتح سے اس کا مؤنث ہے اُخْرٰی۔ اٰخَرٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے پیچھے ہونا، دوسرا ہونا، بعد میں ہونا۔ یہاں مراد ہے کوئی دوسرا کسی دوسرے کو یہ صفت ہے اِلٰهًا کی یہ مرکب توصیفی مفعول بہ ہے یَدْعُ کا یہ فعل اس کا فاعل پوشیدہ ضمیر صیغہ جس کا مرجع مَنْ ہے۔ فعل فاعل ظرف مفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر موصوف یا ذوالحال ہے۔ لَا حرف نفی جنس۔ بُرْهَانَ اسم مفرد جامد بمعنی پکی پکی دلیل۔ اسم ہے لَا کا لَهٗ لام جارہ بمعنی عِنْدَ (پاس) ہ ضمیر واحد مذکر غائب مرجع مَنْ ہے یہ جار مجرور متعلق اول ہے۔ بِ جارہ برائے مفعولیت۔ ہ کا مرجع اِلٰهًا اٰخَرَ۔ یا یَدْعُ کا جملہ۔ یہ جار مجرور متعلق دوم ہے مَوْجُوْدٌ پوشیدہ اسم مفعول کا۔ یہ مَوْجُوْدٌ اپنے نائب فاعل پوشیدہ ضمیر اور دونوں متعلقوں سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے لَائے نفی جنس کی۔ یہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر صفت ہے یا حال یَدْعُ کے جملے کا وہ دونوں مل کر صلہ ہوا مَنْ کا وہ موصول صلہ مل کر شرط ہے۔ ف سببیہ جزائیہ اِنَّ حرف مشبہ لغو

مَا کافّہ۔ ترجمہ ہے صرف فقط (اس کے سوا کچھ نہیں) حِسَابُ اسم مفرد مصدر حاصل بمعنی معاملہ، فیصلہ، نتیجہ، گنتی یہاں سب معنی بن سکتے ہیں۔ یہ مضاف ہے ہٗ ضمیر کا مرجع مَنْ ہے۔ مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مبتدا ہے۔ عِنْدَ اسم مفرد جامد ظرفیت مکانی کے لئے بمعنی پاس، قریب مضاف ہے رَبِّ اسم مفرد جامد صفاتی نام ہے اللہ تعالیٰ کا ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مجرور متصل اس کا مرجع مَنْ ہے۔ رَبِّہٖ مضاف و مضاف الیہ مرکب اضافی پھر مضاف الیہ عِنْدَ کا یہ ڈبل مرکب اضافی ظرف ہے۔ قَائِمٌ پوشیدہ اسم فاعل کا۔ یہ اسم فاعل با فاعل اور ظرف سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے حِسَابُہٗ مبتدا کی۔ یہ مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ ہو کر جزا ہے مَنْ شرط کی۔ وہ دونوں شرط و جزا جملہ شرطیہ ہو گیا۔ اِنَّ حرف مشبہ لغو (اسم و خبر میں عمل نہیں کرتا) ہٗ ضمیر شان۔ لَایُفْلِحُ باب افعال کا مضارع حال منفی معروف اس کا مصدر اِفْلَاحٌ۔ فَلْحٌ سے بنا ہے ترجمہ ہے انعام یافتہ کامیابی پاتا اَلْکَافِرُوْنَ الف لام اسمی بمعنی اَلَّذِیْنَ کَافِرُوْنَ اسم جمع مکسر ہے کَافِرٌ کی یہ فاعل ہے لَا یُفْلِحُ کا یہ فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ۔ واؤ سر جملہ یعنی ابتداء کلام کے لئے قُلْ باب نصر کا فعل امر حاضر معروف صیغہ واحد مذکر حاضر۔ قَوْلٌ اجوف واوی سے مشتق ہے۔ ترجمہ ہے بولنا، کہنا، عرض کرنا یہاں مراد ہے دعا کرنا۔ اس کا فاعل اَنْتَ ضمیر صیغہ پوشیدہ مرجع ہے ہر مسلمان تا قیامت۔ رَبِّ دراصل ہے یَارَبِّیْ معنی ہے اے میرے رب۔ یَاءِ ندائیہ کلام دعائیہ کے قرینے کو علامت کی وجہ سے برائے تخفیف حذف کیا گیا اور یاء متکلم۔ اِغْفِرْ سے جڑنے کی وجہ سے حذف کی گئی رہ گیا رَبِّ لیکن ترکیب نحوی میں شامل و مذکور ہیں یعنی لفظاً و ذکراً محذوف معناً مذکور۔ رَبِّ مضاف یْ ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ یہ مرکب اضافی منادیٰ ہے یَا کا۔ اِغْفِرْ باب ضرب کا فعل امر حاضر معروف صیغہ واحد مذکر حاضر اس کا فاعل اَنْتَ ضمیر صیغہ پوشیدہ جس کا مرجع ہے رَبِّ۔ غَفْرٌ سے بنا ہے ترجمہ ہے ڈھانپنا لپیٹنا بخشنا۔ یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ اِرْحَمْ۔ باب سمع کا فعل امر حاضر معروف صیغہ واحد مذکر حاضر رَحْمٌ سے مشتق ہے۔ ترجمہ ہے محبت، شفقت، نرمی، احسان سے فضل و برکت اور بخشش و مہربانی حفاظت و رحمت و انعام ثواب و قبولیت عطا فرمانا۔ اس کا فاعل ہے اَنْتَ پوشیدہ مرجع رَبِّ۔ یہ فعل فاعل جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ اَنْتَ ضمیر واحد مذکر حاضر مرفوع منفصل مرجع ہے رَبِّ یہ مبتدا ہے۔ خَیْرُ اسم حاصل مصدر باب ضرب کا ترجمہ ہے اچھا، باکمال قدرت و حکمت یہ مضاف ہے الرّٰحِمِیْنَ۔ الف لام اسمی بمعنی اَلَّذِیْ۔ رَاحِمِیْنَ۔ باب سمع کا اسم فاعل جمع مذکر برائے غائب۔ رَحْمٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے محبت شفقت سے توفیق عبادت و اعمال صالحہ کی توفیق اور گناہوں لغزشوں سے حفاظت عطا فرمانا۔ یہ مضاف الیہ ہے خَیْرُ کا۔ یہ مرکب اضافی خبر ہے اَنْتَ مبتدا کی دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف ہے۔ اِرْحَمْ کے جملے پر دونوں عطف مل کر معطوف اِغْفِرْ کے جملے پر یہ دونوں عطف مل کر جواب ندا۔ ندا اپنے منادیٰ اور جواب ندا سے مل کر جملہ ندائیہ ہو کر مقولہ ہو۔ قُلْ کا یہ قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ

وَمَنْ یَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ۔ اور اے دنیا والو تا قیامت زمین پر پیدا ہونے والو۔ اس کتاب ابدی کلام قدیمی قرآن مجید

کے ذریعہ یہ پیغام الٰہی سنایا جا رہا ہے خوب گوش و ہوش عقل و شعور سے سنو۔ فرمایا جا رہا ہے کہ اور جو انسان یا جنات کسی آن کسی زمان کسی مکان میں دعا مانگے اپنی حاجات میں یا اپنی عبادات میں کسی بھی انسان یا جنات یا شجر حجر، دیوی دیوتا، بت مورتی کو دوسرا معبود بنا کر اس کو معبود سمجھ کر جس معبودیت الٰہیت کے لئے اس شخص کے پاس حقیقتاً کوئی بھی کہیں بھی مضبوط اور پکی سچی دلیل و ثبوت نہیں ہے نہ تھی نہ ہے نہ کبھی ہو نہ عقلی نہ نقلی نہ آیات قرآن سے نہ نبوت کے فرمان سے نہ پہلے کسی آباء کے پاس نہ بعد میں اَبنا کے پاس مگر پھر بھی محض جہالت، حماقت، بناوٹ تو ہم، تخیل سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے کو الٰہ بنائے اور مانے اور اس کو بھی اپنی حاجتوں، دعاؤں، عبادتوں، التجاؤں میں اللہ کے ساتھ شامل و شریک کرے یا اس طرح کہ ایک ساتھ دونوں کی عبادت کرے دونوں سے دعا مانگے یا اس طرح کہ کبھی اللہ سے مانگے کبھی اپنے خود ساختہ بناوٹی معبود سے مانگے یا کبھی اللہ کی عبادت کرے کبھی اپنے جھوٹے معبود کی یا مصیبت میں رب تعالیٰ سے مانگے اور سہولت میں بتوں سے مانگے یا سفر میں اللہ کی عبادت کرے حضر و اقامت میں بتوں کی، کبھی مسجد و کعبہ کی طرف دوڑے کبھی مندر و گرجا، گردوارے کی طرف، کبھی اولیاء اللہ کے آستانوں پر، کبھی شیطان کے ٹھکانوں پر۔ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ۔ تو ایسے بدقسمت احمق و خود غرض لالچی مطلب پرست ابن الوقت شخص کا پورا معاملہ حساب فیصلہ کتاب اور اصل و مکمل سزا۔ قیامت میں اس کے رب تعالیٰ کے پاس محفوظ و مامون ہے بروز قیامت ہی وہ حساب کھلے گا اور بعد قیامت ہی اس کی پوری سزا ملے گی۔ عذاب دنیوی اور سزاء قبر اس کے علاوہ ہے۔ یہ اس عذاب میں شامل و داخل نہیں عذاب دنیوی عتاب فنا ہے۔ عذابِ قبر حوالاتی قید بامشقت ہے۔ یہ سزاء قہر کافرین کو بھی فاسقین کو بھی عذاب جہنم صرف کافروں کو لہٰذا اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ۔ بیشک یقیناً وہ فیصلہ تقدیری مبرم واٹل ہے اور نا قابل تبدل و تغیر کہ کسی قسم کے کافر خواہ الٰہیت کے بدعقیدہ ہوں یا ابنیت کے بدعقیدہ یا بنتیت کے بدعقیدہ یا دہریت کے بدعقیدہ تا قیامت کسی زمانے میں دنیا قبر حشر کے کسی بھی مقام و منزل پر اصلی ابدی کامیابی نہیں پا سکتے۔ عارضی ہار جیت فتح و شکست اگرچہ پاتے رہیں۔ وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ اور اے محبوب مکرم حسب سابق مغفرت و رحمت کی طلب کرتے رہو۔ اس دعا کے تین فائدے۔ ۱۔ خود ذات نبوی کو ترقی قرب کا فائدہ۔ ۲۔ تعلیم امت کے لئے کہ مسلمان بھی یہ دعا تا عمر پڑھتے رہیں۔ ۳۔ شفاعت کبریٰ کی اجازت کیونکہ مغفرت اپنے لئے ہونا قرب الٰہی ہے اور مغفرت امت کے لئے ہونا امت کو بخشوانا ہے۔ اس دنیاء دار العمل میں اعمال خیر و شر انسانوں کے ہاتھ واختیار میں ہیں اور اعمال کی جزا اللہ تعالیٰ کے قبضے میں۔ خوش نصیب لوگ تو ثواب کے نزدیک ہوتے جا رہے ہیں مگر بدنصیب لوگ عذاب کے قریب ہوتے جا رہے ہیں۔ کوئی آخرت سنوارتا ہے کوئی بگاڑتا ہے۔ کفار زمانہ اپنے خلاف عدالت اُخروی کا فیصلہ مضبوط کر رہے ہیں۔ آج دنیا کی ہنسی آخرت میں رلائے گی۔ ایک ایک بات یاد دلائے گی یہ سب باتیں حالتیں آخرت میں یقیناً حتماً پیش آنے والی ہیں۔ اے محبوب کفار کو ان کے حال میں چھوڑ دو اور اپنے رب سے عرض کرتے رہو کہ اے میرے رب کریم اپنی چادر رحمت میں چھپا لے اور تا ابد ہر قسم کا رحم فرما۔ ہمارا یقین و ایمان ہے کہ تو ہی سب رحم والوں سے زیادہ اکمل کامل اعلیٰ تعالیٰ رحم فرمانے والا ہے۔ اس سورۃ کی ابتدا بھی فلاح و کامیابی کے بیان سے ہے کہ ارشاد ہے قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ اور سورۃ کی انتہا

بھی فلاح کے بیان پر ہے کہ ارشاد ہوا اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ. اس سورۃ کی ابتداطریقہ عبادت سے اس کی انتہا حکم دعا پر۔ ابتدا میں اہل ایمان کی علامات کامیابی بیان ہوئیں۔ انتہا میں اہل کفر کے اسباب ناکامی بیان کئے گئے۔ ابتدا کی دس آیتیں راحت جان ہیں۔ انتہا کی چار آیتیں قوت ایمان ہیں۔ ابتدا کی آیتیں غذاء روحانی ہیں۔ انتہا کی آیتیں دواء جسمانی ہیں۔ اس سورۃ کی ابتدا میں ہر مسلمان کے لئے کرنے والے کام بیان ہوئے اس کی انتہا میں بچنے والے کام ذکر فرمائے گئے۔ ابتداء سورۃ میں ہر کام کے حکمت سے ہونے کا بیان ہے۔ انتہا میں عبثیت کے نہ ہونے کا بیان ہے ابتدا میں اچھوں کی اچھی دنیا کا ذکر ہے۔ انتہا میں بروں کی بری آخرت کا ذکر ہے۔

ان آیات میں مفسرین کے مختلف اقوال

لَا بُرْهَانَ کی ترکیب نحوی میں چار قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا یہ جملہ اِلٰهًا اٰخَر کا حال ہے یہی قول درست ہے۔ ۲۔ یہ صفت ہے الٰھاکی۔ ۳۔ یہ جملہ جزا ہے مَنْ يَّدْعُ کے جملہ شرطیہ کی۔ ۴۔ بعض نے کہا یہ جملہ معترضہ ہے۔ اِنَّهٗ کی قرأت میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت اِنَّهٗ ہے زیر سے۔ یہی قرأت درست ہے کیونکہ مشہور و مکتوب ہے۔ ۲۔ بعض کی قرأت اَنَّهٗ ہے زبر سے۔ لَا يُفْلِحُ کی قرأت میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت باب افعال کا مضارع معروف ہے یہی قرأت درست ہے کیونکہ مشہور و مکتوب ہے۔ ۲۔ بعض کی قرأت باب فتح کا مضارع معروف ہے لَا يَفْلَحُ ہے ترجمہ دونوں کا ایک ہے۔ لَا يُفْلِحُ کی ترکیبی کیفیت میں تین قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا یہ جملہ خبریہ ہے اور ہر کافر کی خبر ہے یہی قول درست ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا یہ تعلیل ہے مَنْ يَّدْعُ کے جملے کی۔ ۳۔ بعض نے کہا کہ یہ جملہ بیان کیفیت ہے فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ کا وَقُلْ رَّبِّ کی قرأت میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت رَبِّ ہے۔ یہی قرأت درست ہے کیونکہ مشہور و مکتوب ہے۔ ۲۔ بعض کی قرأت میں رَبُّ ہے۔

فائدے

ان آیات سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ **پہلا فائدہ:** برہان اور دلیل دونوں ہی ثبوت کے لئے ہوتے ہیں مگر دونوں میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ برہان اتنی مضبوط و یقینی بات ہوتی ہے کہ اس کو کوئی شخص کبھی بھی توڑ نہیں سکتا نہ کسی وجہ سے رد کر سکے مگر دلیل میں بہت قسم کی خامیاں کمزوریاں ہو سکتی ہیں۔ دنیا میں صرف انبیاء علیہم السلام کی بات ہی اللہ تعالیٰ کی برہان ہو سکتی ہے۔ یہ فائدہ لَا بُرْهَانَ میں لاء نفی جنس ارشاد فرمانے سے حاصل ہوا۔ اس لاء نفی جنس نے کفار سے ہر قسم کی چھوٹی بڑی برہان کی نفی فرمادی اور بتایا کہ اگرچہ اپنا مذہب و دین باطل بچانے ثابت کرنے کے لئے اپنے آباء کے اقوال وفضول تصوراتی بناوٹی جھوٹے تخیلاتی ناکارہ جمع کئے ہوئے دلائل کمزور دلیلیں پیش کرتے پھریں جو ایک جھٹکے سے ہی مکڑی کے جال کی مثل ٹوٹتی بگڑتی رہیں اور جس کی کمزوری کا خود کفار کو بھی احساس ہے مگر ان کی سچائی پر ان کے پاس کوئی برہان قطعاً نہیں ہے نہ کسی نبی علیہ السلام کا فرمان نہ کلام الہامی کا بیان۔ **دوسرا فائدہ:** دنیوی تکالیف اور عذاب قبر کفر کی اصل سزا نہیں ہے اصل سزا تو جہنم میں شروع ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ جو حساب قیامت کے بعد بشکل عذاب نار ہوگا۔ یہ فائدہ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ فرمانے سے حاصل ہوا۔ **تیسرا فائدہ:** آقائے کائنات حضور اقدس ﷺ جس طرح اپنی مسلمان امت تا قیامت کے

لئے دعا مانگنے رحمت دلانے شفاعت فرما کر بخشوانے والے ہیں اسی طرح سابقہ تمام مومن امتوں کے لئے بھی دنیا میں دعا گو آخرت میں شفیع ہیں یہاں تک کہ مدفونین بنی اسرائیل کی قبروں میں عذاب کو بھی شاخیں گاڑھ کر دور فرماتے قبروں کو جنت بناتے ہیں۔ جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے یہ فائدہ وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ کو بلا مفعول بہ ارشاد فرمانے سے حاصل ہوا اور ثابت ہوا کہ حکم ربانی ہے کہ مطلقاً تمام مومنین کے لئے دعا فرمایئے از آدم علیہ السلام تا قیامت۔

احکام القرآن

ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ:** جو شخص نو مسلم ہو اور اس کے والدین کافر ہوں یا کفر پر ہی مرے ہوں وہ نو مسلم مرد یا عورت اپنی نماز کے آخر میں رَبِّ اجْعَلْنِیْ والی دعا نہ پڑھے کیونکہ اس میں رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ کے الفاظ ہیں یعنی یارب میرے والدین کو بخش دے اور کفار کے لئے دعائے مغفرت کرنا حرام ہے چنانچہ سورۃ توبہ آیت ۱۱۳ میں ارشاد ہے: مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ۔ یعنی جائز نہیں ہے کسی نبی کے لئے اور نہ تا قیامت کی مومن کے لئے کہ وہ کسی مشرک کے لئے دعائے مغفرت کریں۔ اس کی وجہ یہ کہ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ۔ (النساء:۱۱۶) اللہ تعالیٰ مشرک کو کبھی نہ بخشے گا۔ اس کے علاوہ جس کو چاہے بخش دے یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام تابعین تبع تابعین اس دعائے رَبِّ اجْعَلْنِیْ کو نہ پڑھتے تھے۔ رواج ہی نہ تھا۔ یہ رواج تو ہندوستانی علماء سے شروع ہوا یا بعد زمانہ تبع تابعین یہ مسئلہ وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ کی تفسیر سے مستنبط ہوا۔ بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، محدث ابن حبان وغیرہم نے ایک روایت نقل فرمائی کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ آیت رَبِّ اغْفِرْ سن کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ! ہم نماز کے آخر میں کیا دعا پڑھا کریں تو آقا ﷺ نے یہ دعا تعلیم فرمائی۔ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْماً كَثِيْراً وَّلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۔ لہٰذا ہر عالم دین کو چاہیے کہ نو مسلم کو رَبِّ اجْعَلْنِیْ والی دعا نہ سکھائیں اور یہ مسئلہ عام کریں۔ **دوسرا مسئلہ:** قانون شریعت میں رسول اللہ ﷺ یا کسی ولی اللہ کو اپنی حاجتوں مشکلوں میں پکارنا اور ان سے مدد مانگنا بالکل جائز ہے اور مفید بھی ہے۔ نہ توحید کے خلاف نہ شرک نہ گناہ یہ مسئلہ وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ سے مستنبط ہوا۔ اس آیت میں اِلٰهًا اٰخَرَ کی قید بیان فرما کر وضاحت فرما دی کہ غیر اللہ کو پکارنا تب حرام و شرک ہے جب اس کو معبود سمجھ کر پکارا جائے لیکن حبیب اللہ، ولی اللہ، بندہ سمجھ کر پکارنا، مانگنا شرک و ممنوع نہیں ہے اگر یہ پکارنا بھی منع ہوتا تو آیت میں اِلٰهًا اٰخَرَ کی قید نہ ہوتی۔ **تیسرا مسئلہ:** عبادات میں بہترین عبادت مغفرت و رحمت کی دعا مانگنا ہے اس عبادت سے بندے کو پانچ سعادتیں ملتی ہیں۔ ۱۔ خوشنودی الٰہی۔ ۲۔ بخشش کی نعمت۔ ۳۔ رحمت کی دولت۔ ۴۔ عاجزی۔ ۵۔ اقرار بندگی۔ یہ مسئلہ وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ کے حکم ربانی اور اسی سورت کی آیت ۱۰۹ سے مستنبط ہوا اور بتایا گیا کہ یہ دعا مانگنا اہل سعادت کی عادت بھی ہے اور حکم ربانی بھی۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ **پہلا اعتراض:** یہاں پہلے فرمایا گیا وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ پھر فرمایا گیا لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ لَا بُرْهَانَ کا جملہ صفت ہے اِلٰهًا اٰخَرَ کی۔ اس ترکیب نحوی سے پوری عبارت کا ترجمہ مبدا ہے کہ جو شخص اللہ کے ساتھ ایسے دوسرے معبود کو پکارے جس کی برہان اس شخص کے پاس نہیں ہے تو اس کا حساب اس کے رب کے پاس ہے اس سے ثابت ہو رہا ہے کہ جس الٰہ کی برہان نہیں ہے اس کو پکارنا تو شرک کفر ہو لیکن جس کی برہان موجود ہو اس دوسرے الٰہ کو پکارنا شرک نہ ہو حالانکہ دوسرا کوئی معبود تو ہے ہی نہیں تو پھر یہ صفت بنا کر تقسیم کا اشارہ کیوں دیا۔ صرف اِلٰهًا اٰخَرَ کہہ دینا کافی تھا۔ **جواب:** اگرچہ بعض مفسرین نے لَا بُرْهَانَ کو اِلٰهًا اٰخَرَ کی صفت بنایا ہے مگر وہ قول قطعاً غلط ہے۔ صحیح قول یہ ہے کہ لَا بُرْهَانَ کا جملہ اِلٰهًا اٰخَرَ کا حال ہے اور اِلٰهًا آخَرَ کی حالت و کیفیت بیان کی جا رہی ہے۔ آیت کا معنی یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی بھی دوسرے کو معبود بنا کر و سمجھ کر پکارے حالانکہ ان کفار کے پاس کسی دوسرے کی معبودیت پر کوئی برہان نہیں ہے اور کفار کا کسی دوسرے کو معبود بنا بیٹھنا ان کا شیطانی اختراع آبائی عقیدہ اور بناوٹی تخیل ہے۔ اس کیفیت لَا بُرْهَانَ کو بیان کرنے کا مقصد عقائد مشرکین کو انتہائی کمزور ثابت کرنا ہے کیونکہ جس دعوے پر برہان نہ ہو وہ جھوٹا ہوتا ہے اور جھوٹی بات جھوٹا عقیدہ بیہودہ و ناقابل قبول و کمزور ہوتا ہے۔ **دوسرا اعتراض:** یہاں فرمایا گیا کہ کسی دوسرے کی معبودیت پر کفار کے پاس کوئی برہان نہیں ہے حالانکہ کفار اپنے بتوں کی الٰہیت پر عقلی نقلی بہت سی دلیلیں پیش کر دیتے ہیں۔ مثلاً عقلی دلیلوں میں کہتے ہیں۔ ۱۔ یہ کہ اتنے بڑے بڑے آسمانوں زمینوں کو ایک اللہ نہیں سنبھال سکتا اس لئے یہ چھوٹے معبود اس کی مدد کرتے ہیں۔ ۲۔ یہ کہ بتوں میں اللہ سمایا ہوا ہے اس لئے بت گویا اللہ ہی ہے۔ نقلی دلیل میں کہتے ہیں کہ چونکہ ہمارے باپ دادا ان بتوں کو اِلٰهًا اٰخَرَ مانتے تھے یہی ان کا دین و عقیدہ تھا اور آباء کا عقیدہ ہمارے لئے دلیل ہے۔ جب کفار کے پاس دلیلیں ہیں لَا بُرْهَانَ فرمانا کیونکر درست ہوا۔ **جواب:** معترض کے اعتراض میں تین غلطیاں ہیں۔ پہلی۔ یہ کہ معترض نے برہان اور دلیل کا فرق نہ جانا آیت میں برہان کی نفی ہے نہ کہ دلیل کی۔ دوم۔ یہ کہ معترض نے دلیل کی حقیقت بھی نہ جانی ورنہ وہ یہ دلیلیں پیش نہ کرتا کہ کفار یہ کہتے ہیں۔ سوم۔ یہ کہ معترض کو یہ بھی معلوم نہیں کہ نقلی دلیل کسے کہتے ہیں۔ خیال رہے کہ بُرھان اس مضبوط ثبوت کو کہتے ہیں جس کو مخالف نہ توڑ سکے نہ رد کر سکے۔ دلیل وہ ہوتی ہے جس کو مخالف کسی نہ کسی طریقے سے تسلیم کرتا ہو کیونکہ مقصد دلیل مخالف کو منوانا ہے اور نقلی دلیل اسے کہتے ہیں جو مناسب مکتوبہ حوالے سے ہو۔ مثلاً دینی دلیل مذہبی کتب کے حوالے، طبی دلیل طب کی کتب سے فلسفی دلیل فلسفہ کی کتب سے پیش کی جائے وغیرہ وغیرہ اس کے علاوہ دلیلیں دینا بیکار ہے وہ دلیل ہی نہیں۔ کفار کا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں، زمینوں کو نہیں سنبھال سکتا اس لئے ہمارے بت اللہ کی مدد کرتے ہیں یہ دلیل نہیں بلکہ بذات خود ایک جھوٹا دعویٰ ہے جس کے لئے کوئی مسلم دلیل یا مضبوط بُرھان چاہئے۔ یہ کفریہ دعویٰ جھوٹا اس لئے کہ جو اتنے بڑے آسمان و زمین پیدا کر سکتا ہے وہ سنبھال بھی سکتا ہے اور جو بت ایک تنکا نہیں سنبھال سکتے ایک مکھی نہیں اڑا سکتے اور ذرہ پیدا نہیں کر سکتے۔ وہ آسمانوں کو سنبھالنے میں کیا خاک مدد کر سکتے ہیں خود کو بچا نہیں سکتے

آسمانوں کو کیسے سنبھالیں گے۔ کفار کی یہ بات کہ بتوں میں اللہ سمایا ہوا ہے یہ بھی دلیل نہیں بلکہ دعوئے کفریہ ہے۔ اس کا بھی ثبوت چاہئے اور کفار کا یہ کہنا کہ ہمارے باپ دادا کا بتوں کو الٰہ ماننا ہمارے لئے دلیل ہے۔ یہ بھی دلیل نہیں بلکہ اتباع آباء اور باطل پرستی ہے۔ دلیل نقلی تب بنتی جبکہ مذہبی کتاب یہ ثبوت دکھاتے اور مخالف کو منوا منے کے لئے مخالف کی مذہبی کتاب سے یا اپنی بات کی تائید مخالف کی پسندیدہ شخصیت کے قول سے کرائی جائے۔ لہٰذا کفار کے اِلٰهًا اٰخَرَ کی تائید وثبوت مسلمانوں کو قائل و تسلیم کرانے کے لئے حدیث وقرآن و نبی کی زبان سے پیش کرنے چاہئے کیونکہ مسلمانوں کے لئے تو حدیث وقرآن و نبی کا فرمان ہی بُرھان ہے لیکن چونکہ کفار کے پاس اپنے بتوں کی الٰہیت پر ایسا کوئی بھی تائیدی ثبوت نہیں ہے اس لئے فرمایا گیا لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ۔ **تیسرا اعتراض:** یہاں فرمایا گیا فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ۔ یہ ف جزائیہ بتا رہی ہے کہ صرف مَنْ یَدْعُ کا حساب اللہ تعالیٰ کے پاس ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے پاس تو ہر نیک و بدجن و بشر کا حساب ہے۔ **جواب:** یہاں ف جزائیہ نے مَنْ شرطیہ کی جزائیت بتائی نہ کہ حصریت وصرفیت۔ آیت کا معنی یہ ہے کہ جو بھی شرک کرے گا اس کی معافی نہیں اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کے پاس نہیں ہے نہ سفارش سے نہ شفاعت سے نہ حمایت سے نہ مدد سے مگر مجرموں کا حساب اللہ کے پاس بھی ہے اور سفارشی، شفاعتی کے پاس بھی اور اللہ تعالیٰ کے پاس حساب ہونے کا معنی یہ ہے کہ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ۔ مزید وضاحت یہ کہ مَنْ یَدْعُ کے حساب میں حصر نہیں بلکہ بارگاہ میں حصر ہے یعنی مَنْ یَدْعُ کا حساب کسی کے پاس نہیں ہے بلکہ اس کا حساب صرف بارگاہِ الٰہی میں ہے حساب کا حصر نہیں، بارگاہ کا حصر ہے۔

تفسیر صوفیانہ

اہل نفوس نے دنیا میں بہت سے معبودانِ باطل بنا رکھے ہیں۔ خواہشات، مطلوبات، عمارات، مال و دولت کو خدا سمجھا ہوا ہے کیونکہ دنیا پرستوں کا ان پر بھروسہ ہوتا ہے اور کسی بھی چیز کو اللہ تعالیٰ کے برابر درجہ دینا اس کا شرک ہے۔ خوف میں یا توکل یا طلب حاجات میں۔ ایسے بدبخت لوگ لَا بُرْهَانَ کی سرکشی میں بھٹک رہے ہیں۔ اہل شقاوت کا حال دوطرفہ ہلاکت کا ہے ایک طرف حسد و بغض ہے صدیقین کے درجات رفعت مکانی وشان ایمانی سے اور دوسری طرف خود اپنی بدکرداری و پیروی خواہش نفسانی میں یہی وہ قہر اضطرار و عذاب حسرت ہے جس کی کوئی برہان انوار و اسرار نہیں ہے ان فساق کے پاس نہ عبادت کا ظہور نہ تقوے کا نور نہ بھلائی کی چاشنی، نہ طہارت کی روشنی صرف بندۂ مومن اخلاص صداقت کی بنیاد پر منزل مقصود کا قرب مکانی حاصل کرتا ہے۔ راہِ سلوک کے فاسقین وادیٔ معرفت کے عیارین کے عذاب نامرادی وقہر محرومی وناکامی کا حساب رازدانِ حق وباطل علیم وخبیر آشکار وظاہر مولیٰ تعالیٰ کے پاس ہے۔ یہ بات زمانوں سے چلی آرہی ہے کہ ہر زندیق اپنے وقت ناسوتی میں ہر صدیق لاثانی کا تمسخر و مذاق بناتے اڑاتے رہے اور ذلت انجام کماتے رہے لیکن وادیٔ معرفت کے مرید مخلص و ہر قدم پر صبر، شکر اور دعائے مغفرت ورحمت کا حکم ہے کہ ہر طالب و مرشد مسافر و رہبر، سالک و ہادی ہر ہمت شوق و جرأت ذوق میں عرض کرتا ہے کہ اے میرے خالق ارادت، مالک عبادت رازقِ سعادت میری ان غلطیوں کی بخشش فرما جو راہِ طلب میں مجھ سے ہوئیں اور مقام مکاشفہ میں کثرت مشاہدہ کا رحم فرما تو ہی خیرُ الرّاحمین ہے کیونکہ عالمین کے رحم کرنے والوں کا

تمام رحم تیری رحمت قدیم کے سمندر کا ایک قطرہ ہے۔ اے بندۂ مسافر اپنے خالق تعالیٰ سے نورِ خلق اور حسنِ خُلق کی طلب و دعا جاری رکھ اور اپنے رازق تعالیٰ سے رزق معرفت کی خواہش کرتا رہ اور مولیٰ تعالیٰ سے مقام علیین و سیر ملکوت کی مسافت و سیاحت کی طلب کر۔ اگر اپنی دعا کا اثر اور اپنے شجر کا ثمر چاہتا ہے تو در در پہ کر نہ سجدے در در پہ سر جھکا نہ، اطاعت طریقت میں ثابت قدم رہنے والے صابرین کو جزائے مشاہدات ہے اور دشمنانِ الٰہی کی جفائیں برداشت کرنے والوں کے لئے انوار کے خزانے ہیں پس وہ فائز ہیں فراق میں اور خارج فراق کی تکلیف سے۔ اے اہل شر کیا تم نے یہ گمان کرلیا کہ تم کو دنیا میں کھلا چھوڑا گیا ہے شیطانی، طغیانی، مستانی کے لئے نہیں بلکہ ہر بندہ حقوق و عبادات اور رشتہ و تعلقات کے جال میں جکڑا اور پابند سلاسل ہوتا ہے۔ ایک بچے نے جنم لے کر سینکڑوں انسانوں کو کچھ کا کچھ بنادیا اور خود بھی ہر ایک کا کچھ نہ کچھ بن گیا۔ یہ کوئی نہ سمجھے کہ اس کو واپس نہیں لوٹنا۔ سب نے مر کر لوٹنا ہے کسی نے ان حقوق کا وزر لے کر، کسی نے ثقل لے کر کسی نے گٹھڑی اٹھا کر، کسی نے خزانے بنا کر۔ بلند ہے اس کا جلال ہر مدرک کے ادراک سے وہی حقیقت کا حق ہے اور کوئی بھی مطلع نہیں ہے اس کی حقیقت سے۔ وادیِ فنا میں گم ہیں سب حادث اس کے جلال کی ہیبت سے یہاں تک کہ عرش کریم بھی اپنی عظمت کے باوجود اس کے قہر عزت سے عین نملہ سے بھی چھوٹا ہے اور جس نے غیر اللہ کی طرف توجہ کی اس وادی معرفت میں اگرچہ عظمتوں والا ہو قرب معرفت میں محجوب رہ جائے گا ذات و صفات سے۔ کیا بندوں نے یہ گمان کرلیا ہے کہ ان کے دل میں روح توحید کا وصل نہ ہوگا اور توحید کا حق جو بندوں پر ہے وہ ادا نہ کریں گے تو یاد رکھو کہ کونین کو اس لئے ظاہر کیا گیا ہے تا کہ ولیوں پر ولایت کے اور اعدا پر شقاوت کے آثار ظاہر ہوں۔ برتر ہے مَلِکُ الْحَق نہیں جان سکتا اس کو مگر حق ہی۔ کونین حجابات میں ہے ذات و صفاتِ حق کے عرفان سے کیونکہ حق وہ ہے جس کو خلق ادراک نہ کرسکے وہ ذات واحد تعالیٰ ہے تغیر زمانی سے وہ بے شکل و بے مثل و بے نظیر ہے اپنی ملکیت تامہ سلطنت عامہ میں اس کا جلال حق علو صفات منفرد، ذات حق قول حق فعل حق۔ اس کا سب پر حق مگر اس پر کسی کا حق نہیں۔

سورۃ نور کا مختصر تعارف

سورۃ نور کے تعارف میں بھی نو چیزوں کو ذہن نشین رکھنا ضروری ہے۔ ۱۔ اس سورۃ کا نام کیا ہے اور یہ نام کیوں رکھا گیا۔ ۲۔ یہ سورۃ کیوں نازل کی گئی۔ ۳۔ کب نازل کی گئی۔ ۴۔ اس سورۃ میں کیا مضمون نازل فرمایا گیا۔ ۵۔ یہ سورۃ کس طرح نازل کی گئی۔ ایک دم سب یا تھوڑی آیات وقفے وقفے سے۔ ۶۔ اس سورۃ کا پچھلی سورۃ سے کیا رابطہ، کیا تعلق اور کیا واسطہ ہے۔ ۷۔ اس سورت کا نمبر تلاوت کیا ہے۔ ۸۔ اس سورۃ کا نمبر نزول کیا ہے۔ ۹۔ اس سورۃ سے تا قیامت مسلمانوں کو کیا سکھایا گیا اور اس سورۃ میں شریعت اسلامیہ کے کتنے احکام و مسائل بیان فرمائے گئے۔ پہلی بات یہ کہ اٹھارہویں پارے کی اس دوسری مکمل سورۃ مقدسہ کا نام سورۃ النور دو وجہ سے رکھا گیا۔ پہلی ظاہری وجہ ہے اس کی آیت ۳۵ آیت نور کے الفاظ اَللّٰہُ نُوۡرُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ہیں۔ دوسری باطنی وجہ یہ کہ اس سورت میں انسانوں کی حیات دنیوی کے ہر مرحلے اور ہر دور زمانے میں مسلمانوں کو اسلامی طرز زندگی گزارنے کے لئے شریعت مطہرہ کا نور اور راہنمائی کی روشنی عطا فرمائی گئی۔ دوسری بات یہ کہ سورۃ نور مسلمانوں کو ہر میدان میں اخلاقیات و آداب کا بہترین درس دینے کے لئے نازل کی گئی۔ مہد سے لحد تک، گھریلو معاشرے سے میدانِ جہاد تک، تجارت سے عدالت تک، رسم و رواج سے عبادت تک غرضیکہ ہر مسلمان کی حیات سے موت تک کے ہر پہلو سے مسلمانوں کو اشرار و اغیار و کفار سے ممتاز متفرق کر کے منافرت، منافقت، بے غیرتی، تہمت سازی، الزام تراشی، بد دیانتی، ابن الوقتی، مطلب پرستی جیسے تمام عیوب سے بچا رہی ہے۔ تیسری بات یہ کہ یہ پوری سورت مدنی ہے یعنی ہجرت کے بعد نازل ہوئی اور ستائیس (۲۷) غزوات النبوی میں سے اٹھارہویں (۱۸) غزوۂ بنی مصطلق کے بعد نازل ہوئی۔ پہلا غزوہ، ودّان دو صفر ۲ھ میں ہوا۔ دوسرا غزوہ، بواط بارہ ۱۲ ربیع الاول ۲ھ میں، تیسرا غزوہ، صفوان آٹھ ۸ جمادی الاول ۲ھ میں، چوتھا غزوہ، ذی العشیر پچیس ۲۵ جمادی الآخر ۲ھ میں ان چاروں میں جنگ کی نوبت نہ آئی۔ پہلے دو میں کفار نے صلح کر کے ماتحتی قبول کر لی۔ دوسرے دو میں کفار بھاگ گئے۔ پانچواں غزوۂ، بدر سترہ ۱۷ رمضان ۲ھ میں کفر و اسلام کی پہلی جنگ۔ چھٹا غزوۂ، قینقاع سات ۷ شوال ۲ھ میں۔ ساتواں غزوۂ، سویق پانچ ۵ ذی الحج ۲ھ میں لڑائی نہ ہوئی۔ ابو سفیان کا لشکر فرار ہو گیا اور پچاس بوری سویق یعنی ستو چھوڑ کر بھاگ گیا یہ مال غنیمت مسلمانوں کو ملا۔ آٹھواں غزوۂ، قرقرۃ الکدر سترہ ۱۷ محرم ۳ھ میں، دشمن بغیر جنگ مال غنیمت پانچ سو اونٹ چھوڑ کر بھاگ گیا۔ نواں غزوۂ، بنی غطفان بارہ ۱۲ ربیع الاول ۳ھ میں جنگ نہ ہوئی دشمن فرار۔ دسواں غزوۂ، بنی سلیم چھ ۶ جمادی الاول ۳ھ دشمن فرار جنگ نہ ہوئی۔ گیارہواں غزوۂ، احد سات ۷ شوال ۳ھ جنگ ہوئی۔ بارہواں غزوہ، حمراء الاسد ۳ھ آٹھ ۸ شوال کو ہوا جنگ نہ ہوئی کفار فرار ہوئے۔ تیرہواں غزوۂ، بنی نضیر ۴ھ ربیع الاول کی دو تاریخ میں، یہودیوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور ان کو ہمیشہ کے لئے مدینہ منورہ سے نکال دیا گیا۔ چودھواں غزوۂ، بدر الموعد چھبیس ۲۶ شوال ۴ھ میں مگر جنگ نہ ہوئی۔ پندرہواں غزوۂ، ذات الرقاع دس ۱۰ محرم ۵ھ

میں، جنگ نہ ہوئی دشمن روپوش وفرار ہوا۔ سولہواں غزوۂ، دومۃ الجندل پچیس ۲۵ ربیع الاول ۵ ھ اس میں بھی جنگل نہ ہوئی۔ ستارہواں غزوۂ، خندق اٹھائیس ۲۸ شوال ۵ ھ میں ہوا مدینہ منورہ کے آس پاس خندق کھودنے کا مشورہ حضرت سلمان فارسی ابن بودخشان مجوسی نومسلم صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیا تھا۔ اس میں تھوڑی جنگ ہوئی پھر کفار بھاگ گئے۔ اس مشورے سے خوش ہوکر نبی کریم علیہ السلام نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اہلبیت میں شامل فرمالیا تھا۔ اٹھارہواں غزوۂ، بنی مصطلق دو ۲ شعبان ۶ ھ میں ہوا، اس سے واپسی میں اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بوقت فجر جب باہر گئیں تو آپ کا ہار گم ہوگیا پھر افک کا دلخراش واقعہ منافقین نے بنایا اور پھر تقریباً بیس دن بعد سورۃ نور کی کچھ آیات نازل ہوئیں۔ انیسواں غزوۂ، بنی قریظہ تیئس ۲۳ ذی قعد ۶ ھ میں ہوا۔ بیسواں غزوۂ، بنولحیان انتیس ۲۹ صفر ۶ ھ میں ہوا اس میں بھی جنگ نہ ہوئی دشمن فرار ہو گیا۔ اکیسواں غزوۂ، ذی قرد سولہ ۱۶ ربیع الال ۶ ھ میں ہوا۔ بائیسواں غزوۂ، حدیبیہ ستائیس ۲۷ شوال ۶ ھ اس میں بھی جنگ نہ ہوئی مگر جنگ کے حالات پیدا ہوئے آئندہ سال جنگ کرنے پر بیعت لی گئی۔ تیسواں غزوۂ، خیبر چھبیس ۲۶ محرم ۷ ھ جنگ ہوئی۔ چوبیسواں غزوۂ، فتح مکہ دس ۱۰ رمضان ۸ ھ میں جنگ نہ ہوئی۔ پچیسواں غزوۂ حنین چھ ۶ شوال ۸ ھ میں جنگ ہوئی کفار کو شکست ہوئی۔ چھبیسواں غزوۂ، طائف تیرہ ۱۳ شوال ۹ ھ جنگ نہ ہوئی کفار قلعہ بند رہے۔ ستائیسواں غزوۂ، تبوک ستائیس ۲۷ رجب ۹ ھ میں ہوا جنگ نہ ہوئی، کفار نے جزیہ دینا قبول کیا۔ غزوہ وہ لشکر اسلام ہے جس میں نبی کریم علیہ السلام خود تشریف لے جائیں۔ غزوات کی تعداد میں چھ قول ہیں۔ ۱۔ یہی ستائیس (۲۷) غزوے یہ قول متفق علیہ ہے۔ ۲۔ پینتیس (۳۵) غزوات۔ ۳۔ اڑتالیس (۴۸) غزوات۔ ۴۔ پچاس (۵۰) غزوات۔ ۵۔ چھیاسٹھ (۶۶) غزوات۔ ۶۔ تہتر (۷۳) غزوات۔ اس سورۃ نور میں نورکوع چونسٹھ (۶۴) آیتیں اور ایک ہزار سات سو اڑسٹھ (۱۷۶۸) کلمات اور پانچ ہزار پانچ سو چھیانوے (۵۵۹۶) حروف ہیں۔ چوتھی بات یہ کہ اس سورت میں آٹھ عدد انتہائی کار آمد اور زندگی ساز باتیں بطور احکام اسلام بیان فرمائی گئیں۔ ۱۔ ہر مسلمان کو چاہئے کہ اپنے اپنے گھر کا ماحول ومعاشرہ پاکیزہ اور خوشیوں بھرا بنائیں کیونکہ گھر ہی اولاد کا پہلا مدرسہ ہے اور والدین قولی وعملی پہلے استاد ہیں۔ ۲۔ اس سورۃ مقدسہ میں مسلمانوں کو مفاد پرستی اور ابن الوقتی غیبت، چغلی، الزام تراشی منافقت سے منع کیا گیا ہے۔ ۳۔ قانون اسلام نے دیگر دنیوی قانونوں کی طرح جرائم کے صرف پتے نہیں جھاڑے بلکہ جڑیں اکھیڑی ہیں۔ اسی لئے ہر مجرم فسادی کو سخت ترین عبرت ناک سزائیں حدود وتعزیرات مقرر فرمائیں۔ ۴۔ اس سورۃ میں دنیا کے جرائم میں سے بدترین جرائم، زنا بازی، تہمت سازی، قتل اندازی کا ذکر فرما کران کی سزاؤں کا ذکر فرمایا گیا۔ ۵۔ عورتوں کے لئے گھر گرہستی کے بہت مسائل بیان فرمائے گئے ہیں۔ ۶۔ اسلام نے جرموں کے واقع ہونے کے اندیشوں والے دروازوں کو بند فرمایا ہے مثلاً زنا، لواطت، متعہ، بدکاری، دلالی، فحاشی سے بچانے کے لئے شرعی نکاح بلکہ حسب استطاعت ایک مرد کو چار بیویوں کی اجازت دی تاکہ کوئی مرد کبھی کسی بدکاری کا بہانہ نہ تراش سکے اور نکاح کو آسان تر بنایا۔ ترک دنیا اور سادھو، سنت، فقیر، بن، سنیاس بننے اور سنیاس لینے کو حرام اور شرعی جرم قرار دیا۔ ۷۔ منافقت کو کفر قرار دیا تاکہ مسلمان غیبت، چغلی، الزام تراشی کے جرائم ومظالم سے بچیں

اور بچائیں۔ ۸۔ اسی سورۃ کی آیت نور میں قوانین اسلامیہ کی اہمیت، افادیت، ابدیت، حفاظت کا اظہار کرنے کے لئے قانون بنانے والے رب تعالیٰ جل شانہٗ کی صفت نور اور جلالت شان وقدرت کمال کا تمثیلاً ذکر فرمایا۔ پانچویں بات یہ سورۃ مقدسہ تھوڑی تھوڑی آیات ہوکر وقفے وقفے سے نازل ہوئی۔ جس کی تفصیل آئندہ ہر آیت کے شان نزول میں بیان کی جائے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔ چھٹی بات یہ کہ جس طرح قرآن مجید کی ہر ہر سورۃ ہر ہر آیت کا آپس میں ربط وتعلق ہے۔ اسی طرح اس سورۃ نور کا تعلق پچھلی سورۃ سے اور ہر آیت کا تعلق آپس میں ہے۔ اس کی تفصیل بھی انشاء اللہ تعالیٰ۔ آئندہ تعلقات کی فصل میں بیان ہوتی رہے گی۔ ساتویں بات اس سورۃ نور کا تلاوت نمبر چوبیس (۲۴) ہے۔ یہی نمبر ازلی قدیمی ہے۔ لوح محفوظ میں بھی اور قرآن مجید میں یہی نمبر مکتوبی ہے۔ اسی نمبر سے مضامین سورۃ کے سیاق وسباق اور تعلقات وروابط کا پتہ لگتا ہے۔ آٹھویں بات اس سورۃ مقدسہ کا نمبر نزول ایک سو دو (۱۰۲) ہے۔ قرآن مجید ہر سورۃ کے یہ دونوں نمبر ہوتے ہیں۔ نمبر نزول سے دو چیزیں بتلائی جاتی ہیں۔ اولاً۔ یہ کہ سورۃ کب کہاں اور کیوں نازل ہوئی۔ دوم۔ یہ کہ اس سورۃ میں کتنے اور کیا مضامین ہیں۔ چنانچہ اس سورۃ نور میں نو مضامین بیان فرمائے گئے ہیں جن کی تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ ابھی مندرجہ ذیل سطور میں، ہر رکوع کی مختصر تفسیر بیان کی جائے گی۔ تعارف کی نویں بات یہ کہ اس سورت نور کی عبارت النص سے مسلمانوں کو تقریباً ساٹھ ظاہری مسائل اور احکام شرعی بتائے گئے۔ ان کی تفصیلی وضاحت ہر رکوع کی مختصر تفسیر میں بیان ہوگی اور اس سورۃ مقدسہ کے استنباطی مسائل واحکام فصل احکام القرآن میں بیان ہوں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

سورۃ نور کے ہر رکوع کی مختصر تفسیر

پہلے رکوع میں نو باتیں بیان فرمائی گئیں

۱۔ چونکہ دنیا میں عدالت الٰہیہ کا نفاذ مدینہ منورہ کی سلطنت اسلامیہ کی شکل میں پہلی مرتبہ مکمل طور پر قائم ہو چکا تھا اس لئے عدالت ربانی کا نقشہ نظم ونسق، شان وشوکت، رعب وجلال کے ساتھ پیش فرمایا جارہا ہے۔ چنانچہ پہلی آیت میں قانون ساز ذات اقدس کا تعارف ہوا کہ ہم نے نازل فرمایا۔ لہٰذا یاد رکھو کہ اس قانون الٰہی میں کوئی کمی کمزوری نہیں نہ عدل میں نہ ادائے حقوق میں۔ اس لئے یہ اختیاری نہیں بلکہ فَرَضۡنَا۔ ہم نے اس قانون اسلامی کو ہر فرد بشر پر لازم وفرض کر دیا ہے لہٰذا کسی اپیل یا ماننے نا ماننے کا اختیار نہیں ہے نہ ہی اپنی پسند کے دنیوی قوانین بنانے اپنانے کا اختیار ہے اور اس قانون کو بنانے وجاری کرنے کی حکمت یہ ہے کہ لَعَلَّكُمۡ تَذَكَّرُوۡنَ تاکہ تم سب مسلمان اتحاد کے جھنڈے تلے جمع ہوکر اسلام کی نصیحتوں کو قبول کرتے رہو۔ دوسری آیت میں عدالت کی بنیادی اور اصل کارکردگی کی طرف اشارہ فرمایا جارہا ہے کہ ہر عدالت کا فرض منصبی ہے رعایہ کی تین چیزوں کی حفاظت کرنا۔ ۱۔ جان۔ ۲۔ عزت۔ ۳۔ دولت۔ دنیا میں تین قسم کے ہی لٹیرے پائے جاتے ہیں جان کا لٹیرا قاتل، عزت کا لٹیرا زانی، مال کا لٹیرا سارق۔ ان تینوں میں عزت سب سے بڑی چیز ہے اس کی خاطر انسان جان ومال قربان کر دیتا ہے۔ لہٰذا عزت کا دشمن سب سے بڑا مجرم ہے۔ اسی وجہ سے اس جرم اور اس کی سزا کا ذکر پہلے فرمایا

گیا۔ اس رکوع کی دس (۱۰) آیات میں پہلی بات یہ سمجھائی جا رہی ہے کہ اصل عدالت صرف قرآن وحدیث ہے کیونکہ عدالتوں کا مقصد ہے کہ قیام زمین پر اپنوں، غیروں، مسلموں، غیر مسلموں میں امن وسکون اور پیار ومحبت پیدا کیا جائے۔ فساد کی جڑ کاٹی جائے یہ کام صرف جرائم کو مٹانے سے ہوتا ہے اور جرائم کا مٹانا صرف سزاؤں کے قائم کرنے سے اور سزا دینے کے دو مقصد ہوتے ہیں۔ **پہلا مقصد:** یہ کہ مجرم کی پوری ذلت ہو۔ **دوسرا مقصد:** یہ کہ دیکھنے والے کو پوری عبرت حاصل ہو اگر سزائے جرم میں یہ سختی نہ ہو تو سزا نہیں بلکہ ظالمانہ کھیل ہے دنیا کے کسی نظام میں یہ بات نہیں اسی لئے دنیا کا کوئی قانون جرم بند نہیں کر سکا۔ دوسری بات یہ بتائی جا رہی ہے کہ تمام جرموں میں تین جرم سب سے بڑے ہیں قتل، چوری، زنا۔ ان میں زنا سب بڑا جرم ہے کیونکہ اس کے چار فساد ہیں۔ ۱۔ بے غیرتی۔ ۲۔ نسل کی خرابی۔ ۳۔ معاشرے کی تباہی۔ ۴۔ لاعلاج بیماریوں کی کثرت۔ اسی لئے سب میں پہلے اور سب میں سخت اسی کی سزا بشکل حد زنا بیان فرمائی۔ تیسری بات یہ بیان کی گئی کہ زانی دو قسم کے ہیں، ایک کنوارہ مرد وعورت کا زنا، چونکہ اس کی کثرت ہوتی ہے اس لئے یہاں اسی کی سزا کا ذکر ہے چنانچہ فرمایا گیا زانیہ اور زانی ہر دو کو بڑی سختی سے سو سو کوڑے مارو۔ یہ سزا بلکہ ہر ملکی قانونی سزا صرف قانونی عدالت دے سکتی ہے اس لئے سورۃ نور مدینہ منورہ میں سلطنت اسلامیہ کے قائم ہونے کے بعد نازل فرمائی۔ دوسری قسم یعنی شادی شدہ زانی زانیہ کی سزا پتھروں کے رجم کو بذریعہ احادیث متواترہ جاری فرمایا گیا۔ فرمایا جا رہا ہے کہ اسلام دین فطرت ہے اور ہر بندے بشر کو فطرت پر چلانا چاہتا ہے لیکن جرائم فطرت سے بغاوت ہے۔ اس لئے بغاوت کو کچلنا حکومت کا فرض ہے اسی وجہ سے اسلامی سزائیں سخت ہیں۔ باوجود زنا کی قباحت ہر بے غیرت قوم! اس پر فخر کرتی رہی اہل عرب بھی اسی ذلالت میں مبتلا تھے جس کو صرف اسلام نے ہی آ کر اس کو مٹایا۔ فرمایا جا رہا ہے کہ اے حاکموں، قاضیوں، ججوں تمہیں دینی سزا دینے میں خبردار قطعاً ذرہ بھر دونوں میں سے کسی کے ساتھ نرمی یا رعایت نہ کرنا۔ اگر تم اللہ تعالیٰ اور قیامت پر سچا ایمان رکھنے والے ہو اور پھر کوئی شرعی سزا چھپا کر بھی نہ دی جائے خاص کر زنا کی سزا بلکہ بر سر عام دی جائے تاکہ تمام مسلمان دیکھیں علی الترتیب پہلے سلطنت اسلام کا ذکر فرمایا گیا پھر جرائم کا پھر سزاؤں کا پھر سزا دینے والے حکام کا پھر سزا دینے کی جگہ کا پھر زنا کی نفرت آمیز قباحت کا ذکر فرمایا گیا کہ فطری طور پر عادی بدمعاش ذاتی ہی صرف عادی زانیہ عورت کو ہی اپنی بیوی بنانا نکاح کر سکنا پسند کر سکتا ہے یا مشرکہ شرک کی گندگی میں لتھڑی عورت کو اپنی بیوی بنا سکتا ہے اور ایسے ہی عادی بدمعاش زانیہ عورت ہی زانی بدمعاش یا مشرکہ شرک کی گندگی والے مرد سے نکاح کرنا پسند کرے گی کوئی غیرت مند متقی نیک مرد یا عورت نہ ایسے بے غیرتی سے نکاح کو پسند کر سکتے ہیں نہ ان کے لائق نہ اس طرح گھر بسائیں گھر بسانے کے لئے طبیعتوں کا ملنا ضروری ہے اور مومن متقی والدین پر حرام کر دیا گیا ہے کہ اپنی اولاد بچے یا بچی، بیٹے یا بیٹی کا جبراً ایسا غلط نقصان دہ گھر اجاڑ نکاح کر دیں جس سے ذہنی سکون پیار ومحبت تباہ وبرباد ہو جائے اور اولاد اس ظلم وجبر پر والدین کو بددعائیں ہی دیتے رہیں یہ بھی خیال رہے کہ صرف زنا اور اس کی سزا ہی اہم سخت نہیں بلکہ زنا کو ثابت کرنا بھی بہت اہم ہے۔ اس کے لئے گواہی بھی اور خود مجرم کا اقرار بھی سخت اہم ہے۔ اسلام کا کوئی بھی جرم ہو اسلام نے اس کے ثبوت کے لئے دو طریقے ہی بیان فرمائے۔ ۱۔ مجرم کا بغیر جبر واکراہ اقرار۔ ۲۔ مجرم بن کر اور جھوٹا ہو تو سچی

گواہی سے جرم ثابت کیا جائے۔ اسی قانون کی وضاحت فرمائی جا رہی ہے کہ اور جو لوگ تہمت لگاتے ہیں مشہور پاکدامن عورتوں کو (اور مردوں کو) پھر وہ جھوٹے فسادی لوگ اپنی تہمت کو سچ ثابت کرنے کے لئے چار نیک متقی نمازی سچے گواہ نہ لا سکیں تو ان کو حد قذف میں اَسّی (۸۰) کوڑے مارو۔ تہمت لگانے کی ایک سزا ہے۔ اس کی دوسری سزا یہ کہ پھر آئندہ خبر دار ایسے جھوٹے فسادی لوگوں کی کبھی کوئی بھی گواہی قبول نہ کرو۔ تیسری سزا یہ کہ وہ دنیا و آخرت میں ذلیل و فاسق رہیں گے مگر وہ لوگ جو آئندہ کے لئے تہمت لگانے سے سچی پکی توبہ کرلیں اور ہمیشہ کے لئے نیکی پھیلانے، اصلاح کرنے والے بن جائیں تو اللہ تعالیٰ ایسے بندوں کو بخشنے والا بھی ہے رحم فرمانے والا بھی۔ اس رکوع میں نویں چیز لعان کا قانون بیان فرمایا گیا۔ چنانچہ آیت ۶ میں ارشاد ہوا کہ جو لوگ اپنی نیک پاک بیویوں کو تہمت لگائیں اور بیوی تہمت کی منکر ہو تو لعان کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں۔
پہلی۔ یہ کہ خاوند نے دیکھا اور بدکاری کا یقین کرلیا لیکن کوئی گواہ نہ لا سکا۔ **دوم**۔ یہ کہ خاوند نے کسی سے سنا اور یقین کر لیا کوئی گواہ نہیں۔ **سوم**۔ یہ کہ بیوی اس تہمت کی منکر ہے مگر کسی پختہ اور مضبوط ثبوت سے اپنی براءت نہ کر سکے تب خاوند بیوی سے عدالت کا قاضی اور جج لعان لے گا۔ اس کا طریقہ ارشاد ہو رہا ہے کہ اگر کبھی ایسی صورت ظاہر ہو کہ خاوند اپنی بیوی کو صرف خود اکیلا کسی مرد سے بدکاری کراتے دیکھے بجز اس کے کوئی گواہ اس کو نہ ملیں اور دوسرا اس واقعے کو دیکھنے والا نہ ہو تو اس طرح کی تہمت کے فیصلے کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ اس قسم کے خاوندوں میں سے ہر خاوند چار مرتبہ گواہی دے اپنے متعلق اللہ تعالیٰ کی قسم بول کر کہ اللہ کی قسم بیشک یہ مرد اپنی اس بیوی کو زنا کی تہمت لگانے میں البتہ بالکل سچوں میں سے ہے یا اپنی طرف اشارہ کر کے بعینہ انہی الفاظ سے کہے یا کہے کہ اللہ کی قسم میں سچا ہوں۔ اس طرح چار مرتبہ عدالت میں قاضی اور بیوی کے روبرو کہے پانچویں مرتبہ کی قسم میں اپنے اوپر لعنت ڈالتا ہوا کہے کہ بیشک لعنت ہو مجھ پر یا اشارہ اپنی طرف کر کے کہے کہ اس خاوند پر اگر ہو یہ جھوٹوں میں سے یا کہے۔ اگر ہوں میں جھوٹوں میں سے۔ ان چار قسموں اور پانچویں لعنت کے بعد بیوی سے کہا جائے گا کہ تو بھی چار بار قسمیں اور پانچویں بار اپنے پر لعنت ڈال اگر بیوی قسموں اور لعنت سے انکار کرے یا خاموش ہو جائے تو خاوند کو سچا مان کر بیوی کو رجم کی سزا دی جائے گی ورنہ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اور ختم کردے گی بیوی کی قسمیں کھانا یعنی اس وقت اس بیوی سے حد شرعی کی سزا ختم ہو جائے گی جبکہ بیوی بھی چار مرتبہ اپنے حق میں اللہ کی قسم کے ساتھ گواہی دے اور کہے کہ بیشک یہ خاوند البتہ بیشک یقیناً جھوٹوں میں سے ہے اور پانچویں بار بیوی کہے کہ بیشک مجھ عورت پر اللہ تعالیٰ کا غضب پڑے اگر وہ میرا خاوند اس تہمت لگانے میں سچوں میں سے ہو۔ آگے ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اے ایمان والو یہ تمام شرعی اسلامی فیصلے اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہے جس نے تمام الجھنیں، مصیبتیں، نفرتیں، آپسی فسادات ختم فرمادیئے۔ اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا یہ فضل نہ ہوتا اور اس کی رحمت نہ آتی تو بڑی مصیبتیں، تخریب کاریاں دنیا میں مچ جاتیں اور بیشک اللہ تعالیٰ تم گناہگاروں، خطاکاروں کی پردہ پوشی کرتے ہوئے بہت جلدی فرما کر توبہ قبول فرمانے والا ہے اور شرعی سزاؤں، فیصلوں کو جاری فرمانے میں عظیم حکمتوں والا ہے۔

دوسرے رکوع میں چار باتیں ارشاد ہوئیں

۱۔ زنا کا جرم اور اس کی سزا اور اس کے ثبوت کا [illegible] بدخصلتی کی عادت

اور پھر اس کی تین سزاؤں کا ذکر جن میں ایک جسمانی اور ایک تا عمر ذلت ورسوائی کی سزا پھر ایک توبہ نہ کرنے کی صورت میں اُخروی ذلت کی سزا پھر بیوی کو تہمت لگانے اور خاوند کی طرف چار گواہوں یا بیوی کے اقرار جرم کے نہ ہونے کی صورت میں لعان کرنے کا طریقہ بتانے کے بعد۔ اب اس واقعے کا ذکر فرمایا جارہا ہے جو منافقین کفار نے اپنی انتہائی بدخصلتی کی وجہ سے اچھالا تھا۔ فرمایا جارہا ہے کہ بیشک وہ بدبخت اور بدخصلت لوگ جنہوں نے انتہائی بدترین جھوٹ اور کھلی الزام تراشی، افتراء بازی لگائی بنائی وہ ایک گروہ ہے جو تم میں سے مسلمان کہلانے والا ہے۔ اے مخلص ایمان والو اور اے اہل بیت نبی! تم لوگ ان منافقوں کی اس ابلیسی وشیطانی سازش کو اپنے لئے شر ہونے کا گمان مت کرو۔ ظاہراً اگرچہ چند دن اس شرارت عظیمہ سے تم لوگوں کو ذہنی وطبعی وقلبی بہت دکھ وتکلیف پہنچی ہے بلکہ انجام کار یہ سب کچھ الٹ ہو کر تمہارے لئے تا قیامت خیر ہی خیر ہے اور دشمنوں، منافقوں، بدخواہوں کی تا قیامت ابدی رسوائی وذلت ہوتی رہے گی۔ تہمت لگانے والے لوگوں کے لئے ذرہ بھر بھلائی نہیں نہ دنیا میں کچھ حاصل ہوا نہ آخرت میں کچھ حاصل ان بدنصیبوں میں سے ہر ایک کے لئے وہی اور اتنا اتنا ہی گناہ ہے جو انہوں نے اپنی بدگمانیوں، بدکلامیوں، بدلگامیوں کے ذریعے کما لیا اور وہ ایک بڑا سرغنہ بدبخت جس نے اپنے ظلم کبر وکفر کو سب سے زیادہ گھمایا پھرایا۔ اس کے لئے تو اس کی اس تشہیر بازی، اس کی بدلگامی، بدزبانی کی مقدار سے عذاب بھی بہت بڑا ہے لیکن اے دوسرے کمزور عقل مسلمانو! تمہاری عقلوں پر پتھر کیوں پڑ گئے۔ روایتوں میں آتا ہے کہ لَا تَحْسَبُوْهُ میں خطاب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ سے ہے اور لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ (نور:۱۱) سے مراد تمام منافقین اور کم عقل نو مسلم لوگ ہیں اور وَ الَّذِیْ تَوَلّٰى (نور:۱۱) سے مراد رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی ہے۔ یہ ساری شرارت ہی اس کی تھی اور لَوْلَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ سے (نور:۱۲) حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مسطح اور حمنہ بنت جحش ہے ان تینوں نے کھل کر منافقوں کی تائید کی۔ نزول برأت کے بعد ان تینوں کو سخت حد قذف لگائی گئی اور دنیوی زندگی میں توبہ کے باوجود ان کو مختلف قدرتی سزائیں ملیں۔ چنانچہ حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نابینا ہو گئے تھے۔ حمنہ دیوانی اور مسطح جسمانی بیماریوں میں مبتلا رہے ساری عمر کے لئے گواہی نامنظور ہو گئی۔ ان مسلمانوں کو ہی فرمایا جارہا ہے کہ ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے خبیث منافقوں کے منہ سے یہ خبیثانہ کلام سنا تو سب مومن مردوں اور سب مومن عورتوں نے اپنے دلوں میں ایک دم خیر کا یہ گمان یقینی کیوں نہ کر لیا اور کیوں نہ سب نے ایک دم کہہ دیا کہ منافقوں کے منہ سے یہ خبیثانہ کلام سنا تو سب مومن مردوں اور سب مومن عورتوں نے اپنے دلوں میں ایک دم خیر کا بدگمان یقینی کیوں نہ کر لیا اور کیوں نہ سب نے ایک دم کہہ دیا کہ منافقوں کی یہ تمام باتیں اِفْكٌ مُّبِیْن ہیں۔ اگر یہ منافقین اپنی اس بہتان تراشی میں ذرہ بھر بھی سچے ہوتے تو کیوں نہ لے آئے۔ اپنی اس الزام تراشی پر چار گواہ تو چونکہ وہ گواہ نہ لا سکے لہٰذا صاف ظاہر معلوم ہو گیا کہ یہ سب منافق دنیا وآخرت میں اللہ کے نزدیک کھلے جھوٹے ہیں۔ ۲۔ ان منافقوں اور بیوقوف مسلمانوں نے تو یہ سمجھ لیا تھا کہ یہ بہتان تراشی ایک معمولی بات ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ تمام جہانوں کی الزام تراشیوں، بہتان بازیوں سے یہ تہمت سخت اِفْكِ مُّبِیْن ہے کیونکہ جس پر لگائی گئی وہ کائنات کی عورتوں میں سب سے زیادہ صدیقہ ہے اور جس کی دل آزاری

کی گئی وہ سب کائنات کے مردوں میں بعد الانبیاء والمرسلین صدیق اکبر ہے اور جس کے اہل بیت پر کمینگی کا یہ حملہ کیا گیا وہ محبوب رب العالمین ہے اے بیوقوفو! تم شکر کرو کہ بچالئے گئے ورنہ اگر نہ ہوتا اللہ تعالیٰ کا فضل تم پر اور اس کی رحمت دنیا میں عزت وجان اور آخرت میں ایمان بچا کر تو البتہ تم کو بھی پہنچتا ان منافقوں کے ساتھ ہی اس الزام تراشی کا تائیدی وہمنوائی والا ساتھ دے کر اسی دنیا میں سخت اور بڑا عذاب کیونکہ تم چند کم عقل انسان نادان مسلمان بھی منافقوں کی چالاکی، چالبازی کو نہ سمجھتے ہوئے ان کی طرح ہی آپس میں اپنی زبانوں سے اس بہتان تراشی کو نقل اور بیان کرتے تھے اور اپنی باتوں سے وہ سب کچھ کہتے اور پھیلاتے تھے جس کا تم کو ذرہ بھر علم نہ تھا اور اے بیوقوف چرب زبانوں والو! تم تو ان الزام تراشیوں بہتان بازیوں کو ھَیِّنًا ایک معمولی بات سمجھ رہے تھے حالانکہ وہ اِفْکٌ مُّبِیْنٌ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑی عذاب ناک بات تھی اور ایسا بھی کیوں نہ ہوا تمہارے ایمان اتنے کچے کیوں ہوگئے کہ جب تم نے پہلی ہی بار منافقوں کے منہ سے سنا یعنی جھوٹی بہتان بازی ،الزام تراشی، تہمت سازی کو تو بلاخوف بلاجھجک فوراً تم سب نے کیوں نہ کہہ دیا کہ ہماری ہمت جرأت نہیں ہے کہ ہم ذرہ بھر اس قسم کا کلام کریں اور فوراً خوف خدا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی برأیت میں کیوں نہ بولائے کہ پاک ہے تو یا اللہ۔ منافقوں کی یہ الزام تراشی بہت بڑا کھلم کھلا بہتان ہے۔ اب تم کو اللہ تعالیٰ نصیحت فرماتا ہے کہ خبردار اب پھر کبھی تم اس قسم کی حماقتوں میں پھر جو لوٹے۔ اگر تم سچے مومن مخلص رہنا چاہتے ہو اور کتنا کرم ہے اس اللہ تعالیٰ اَرْحَمُ الرّٰاحِمِیْنَ کا کہ دنیا میں ہی ہر طرح قرآن وحدیث کے ذریعے کھول کھول کر بیان فرماتا ہے تمہارے لئے آیتیں اور اللہ تعالیٰ تمہاری ہر ہر چیز کو جاننے والا ہے اور اپنے ہر کام دیر وسویر میں حکمت والا ہے۔ یہ ہیں وہ سورۃ نور کی ابتدائی اٹھارہ (۱۸) آیتیں جو صفت صدیقہ میں نازل ہوئیں۔ ۳۔ آگے ارشاد فرمایا جارہا ہے۔ ۴۔ اور اگلی دو آیتوں میں منافقوں کی اس بہتان تراشی کی وجہ بتاتے ہوئے آئندہ کے لئے تاقیامت برائیوں، فحاشیوں، بے غیرتیوں کا سدباب کرتے ہوئے نفرت دلائی جارہی ہے ہر اس کام وکلام واندازِ اشتہار وچال چلن سے جس کے ذریعے مسلمانوں کے معاشرے میں بے غیرتی کی کشش اور فحاشی کا جذبہ ابھرے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ بیشک اسی قسم کے منافق لوگ جو پسند کرتے ہیں کہ زمانے اور معاشرے میں فحاشی، بے غیرتی پھیلے۔ ایمان والوں اور مسلمانوں کے درمیان ایسے بداندیش اور بدخواہ اور مسلمانوں کے دشمنوں کے لئے دردناک عذاب ہے۔ دنیا میں اور آخرت میں اور اس عذاب کی حقیقت اور طریقہ آمد کو مدت وقت کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جاننے والا ہے اور تم انسان بالکل اس حکمت وحقیقت کو نہیں جانتے اور تم سب لوگ بس یہ یاد رکھو کہ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تم پر تو ان حرکات خبیثہ اور تائید احمقانہ کی بناء پر تم بھی نہ بچ سکتے اس عذاب الیم سے اور یہ فضل ورحمت اور ڈھیل ومہلت سب کچھ اس لئے ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نرمی اور آرام دینے والا بھی ہے اور ہر وقت رحم فرمانے والا بھی۔

تیسرے رکوع میں تین باتیں ارشاد ہوئیں

ا۔ فحاشی عریانی، بے ایمانی، بے غیرتی اور منافقانہ شرارتوں کی برائیوں اور ذلتوں، سزاؤں کے ذکر کے بعد اب بتایا جارہا ہے کہ یہ سب کچھ کیوں، کیسے اور کیا ہے تو سمجھایا [illegible] اخلاقی [illegible] طبعی [illegible] [illegible]انی، خباثت وذلالت،

کمینگی، گھٹیا پن کی برائیاں ابلیس شیطان کے چال چلن وسوسے اور ورغلانے کی وجہ سے ہیں وہ دنیا کے ہر انسان خاص طور پر مسلمانوں کو صراط عزت دنیوی اور عظمت اُخروی کی استقامت اور یقین صادق و دین قیم سے ہٹانے، گمراہ کرنے کی سرتوڑ کوشش کرتا ہی رہتا ہے اور کرتا رہے گا لیکن اے ایمان والو! تم اللہ، رسول، شریعت، طریقت، عبادت، تلاوت کے سائے میں ہی حیات دنیوی گزارنا اور خبردار شیطان کے پیروں میں نہ چلنا نہ شیطان کے قدموں کی اتباع اور پیروی کرنا اور جو بھی مسلمان مرد ہو یا عورت شیطان کے قدموں میں چل کر اس کی ہر بات کی پیروی کرے گا تو اسے یہ بات یاد رکھنی چاہئے بیشک وہ شیطان اپنے پیروکاروں کو فحاشی اور بے حیائی کا ہی مشورہ وسوسہ دیتا ہے۔ کتنے ہی حالات و واقعات اور شیطانی واردات تم پر سخت سے سخت گزر چکے ہیں لیکن تم بچا لئے گئے اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل تم سب مومنوں مسلمانوں پر نہ ہوتا اور اس کی مددگار رحمت تمہارے پاس نہ آتی تو تم ہزار علموں عقلوں کے باوجود تم میں سے کوئی بھی اس شیطان اور شیطانی وسوسوں ورغلاہٹوں سے نہ بچ سکتے نہ اس کی گندگیوں سے بچ کر ہٹ کر پاکیزہ رہ سکتے تھے اور لیکن اللہ تعالیٰ ہی شیطان سے بچاتا، اس کی غلاظتوں سے پاکیزہ رکھتا ہے بندوں میں سے جس کو پاک رکھنا چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر بندے کی ہر قلبی عقلی توبہ کرنے کو بھی سننے والا اور توبہ کرنے والوں کی سچی پکی ہر قسم کی نیت کرنے کو جاننے والا ہے تو دنیا و آخرت میں ہر شخص کا وہ خود فیصلہ فرمانے والا ہے۔ لہٰذا تم میں سے کوئی بھی خوش نصیب بندہ جو اَفْضَلُ الْخَلْقِ بَعْدَ الْاَنْبِیَاءِ کی فضیلت والا بھی اور دولت مند بھی بنایا گیا ہے۔ اپنے کسی کم عقل قرابت دار کی ایذاء رسانی کی وجہ سے ناراض و دلبرداشتہ ہو کر قسم نہ کھالیں اس بات سے کہ اپنے ان مساکین مہاجر مفلس قرابت داروں کی مالی مدد نہ کرے گا۔ فی سبیل اللہ، راہِ خدا کے صدقات و خیرات اور چاہئے کہ اس اور اس کائنات کی فضیلت و دنیا کی دولت دے۔ ہمارے پاکیزہ بندوں کو چاہئے کہ اپنے مہاجر قرابت داروں، مسکینوں کو ایذاء پہنچانے والوں کو معاف کر دیں اور سابقہ ان کی کم عقلی کی ایذاء رسانیوں سے درگزر کریں اور اپنی نہ دینے والی قسم توڑ کر حسب سابق ان قرابت داروں پر فی سبیل اللہ صدقات، خیرات، عطیات مالی امداد بحال کر دیں۔ اے فضیلت و دولت والو! کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ اس نیکی و خیرات کے عوض اللہ تعالیٰ تم کو بھی دونوں جہان کی مغفرت اور عافیت عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز بخشنے والا اور چادر رحمت میں چھپانے والا ہے اور ہر گھڑی ہر طرح ہر ایک بندۂ مخلص پر رحم فرمانے والا ہے۔ ۲۔ اب تا قیامت ہر مسلمان کے لئے قانونِ اسلامی بیان فرمایا جا رہا ہے کہ وہ لوگ بدخصلت جو پاکدامن پردہ نشین محفوظ اور برائی کے تصور سے بھی ناواقف اور دنیا کے جھمیلوں سے غافل مومنہ صالحہ عورتوں کو قطعاً جھوٹی تہمتیں لگا دیتے ہیں۔ محض کسی ذاتی شیطانی دشمنی اور انتقام کی خاطر۔ ایسے بدذات لوگ لعنت کئے گئے دنیا میں بھی سزائے ذلت پا کر اور تا عمر ذلیل و بے اعتبار جھوٹے کذاب بن کر اور آخرت میں بھی ذلت و رسوائی کا عذاب پا کر اور یہ دنیا و آخرت کی سزا کچھ تھوڑی چھوٹی معمولی نہیں ان کے لئے یہ بہت بڑا عذاب ہو گا۔ پاکدامن صالحات جنہوں نے اپنی عفت کی حفاظت قائم رکھی، ان کی عزت کو تو ہم ان تخریب کار شرانگیز فتنہ پرور لوگوں سے ہم بچا ہی لیں گے کیونکہ انہوں نے شریعت کے لئے اپنی عفت عصمت کی حفاظت کی تو رب تعالیٰ نے ان کی عزت کی حفاظت فرمائی مگر ان شرارت باز کمینہ خصلت لوگوں کا اس دن کون مددگار و محافظ ہو گا جس دن ان پر یعنی ان کے خلاف ان کی وہی

زبانیں گواہی دیں گی اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان تمام کاموں کو بیان کر کے جو وہ اپنی زبانوں، اپنے ہاتھوں پیروں سے اس طرح کی ذلیل حرکتیں دنیا میں کرتے ہیں کہ ان کی زبانوں کی تقریروں، ہاتھوں کی تحریروں اور پیروں کی تحریکوں سے نہ کسی کی عزت محفوظ تھی نہ عفت۔ قیامت کے دن زبانیں اور ہاتھ پاؤں بولیں گے۔ اس دن پورا پورا بدلہ دے گا اللہ تعالیٰ ان کے عقیدوں اور کرتوتوں کا حق بدلہ۔ آج تو ہزار بار سمجھانے کے بھی ذلیل و کمینہ حرکتوں سے باز نہیں آتے اور اس دن جانیں گے اور ان کو پتہ چلے گا کہ اللہ تعالیٰ ہی حق سچ اور پورا عدل و انصاف کا فیصلہ فرمانے والا ہے اور دنیا کے ہر اچھے برے عمل کو خوب کھول کر بیان فرمانے والا ہے۔ ۳۔ دنیا میں اگر چہ یہ ظاہر نہیں مگر حقیقت صادقہ یہ ہے کہ خبیث عادتیں اور خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لئے پسندیدہ ہیں اور خبیث مرد ہی ہیں خبیث عادتوں چیزوں اور خبیث عورتوں کے لئے پسندیدہ۔ ایسے ہی طیب عورتیں اور طیب عادتیں، طیب مردوں کے لئے ہی فطرت وقدرت نے ودیعت ثابت رکھی ہیں اور طیب مرد ہی طیب عورتوں و عادتوں کو پسند کرنے والے ہیں۔ یہ طبعی محبت ونفرت قدرت وفطرت کی مناسبت سے ہے۔ اسی بناء پر دوستی محبوبیت وانسیت قائم ہوتی ہے یہ دائمی اور حقیقی اصلی محبت کا راز ہے۔ لہٰذا شیطانیت پسندیدہ فطرت لوگوں کا پاکدامن مردوں عورتوں کو تہمت کی الزام تراشی کرنے سے یہ طیبون اور طیبات دنیا وآخرت میں بری الذمہ ہیں۔ ان تمام لغویات وکذبیات سے جو خبیث الخصلت لوگ ان پاکیزہ طیبات وطیبون کے لئے کہتے بکتے پھرتے ہیں۔ ان پاکیزہ محفوظہ ہستیوں کے لئے تو دنیا میں مغفرت اور آخرت میں رزق کریم ہے۔

چوتھے رکوع کی آٹھ آیتوں میں پندرہ باتیں ارشاد ہوئیں

۱۔ پہلے بدکاری کے جرم وگناہ اور ان کی سزائیں دنیوی اُخروی بیان فرمائی گئیں۔ اب بدکاری، فحاشی بے غیرتی، بے حیائی کے سدباب کے طریقے بتائے جا رہے ہیں۔ بدکاری، بے غیرتی تین طریقوں سے آتی اور سرزد ہوتی ہے۔ **اولاً**۔ عورت ومرد کی بے پردگی، بے حجابی چہرہ کشائی۔ **دوم**۔ عورت ومرد کی خلوت تنہائی۔ **سوم**۔ عورت ومرد کی بے تکلف بات چیت گفتگو۔ فرمایا جا رہا ہے اے ایمان والو مردوں، عورتوں! نہ داخل ہو تم گھروں میں۔ خیال رہے کہ گھر پانچ قسم کے ہوتے ہیں۔ **پہلا گھر:** اپنا ذاتی رہائشی تالا بند گھر یعنی جس میں عورت یا مرد تنہا اکیلی رہائش پذیر ہو جب کہیں جانے کے لئے نکلے تو تالا لگا کر نکلتے ہوں۔ **دوم:** اپنی بہو بیٹیوں کا گھر۔ **سوم:** اپنی بیوی کا رہائشی گھر۔ **چہارم:** اپنے دوستوں، رشتے داروں کا گھر۔ **پنجم:** ہوٹل، سرائے، عام مہمان خانے۔ ان پانچوں گھروں میں رہنے اور داخل ہونے کے مختلف آداب ہیں۔ یہاں انہی آداب کی طرز اسلامی سکھائی بتائی جا رہی ہے۔ یہ آداب بجز اسلام کسی کی دینی مذہبی کتاب نے نہ سکھائے جس نے بھی ان آداب کو اپنایا ہوا ہے وہ اسلام سے ہی سیکھ کر سن کر اپنایا ہے۔ ۱۔ پہلی بات فرمائی گئی کہ اپنے دوستوں، رشتے داروں، بہو بیٹیوں کے گھروں میں ایک دم بلا دھڑکہ، بغیر پیشگی اطلاع یا بلا اجازت داخل مت ہو جایا کرو۔ ۲۔ ہاں خالص اپنے رہائشی گھروں میں ہر وقت ہر طرح داخل ہو سکتے ہو مگر دیگر گھروں کے اندر اس وقت قدم رکھو حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا۔ (نور: ۲۷) جس وقت تم اجازت کا قولی وعملی اشارہ پالو۔ ۳۔ پھر بھی اجازت ملنے کے بعد بھی داخل ہونے سے پہلے باآواز بلند محبت بھرے انداز و

آداب میں سلام کیا کرو ان گھر والوں پر وہ طریقہ ہی تم سب مسلمانوں کے لئے ہر طرح بہتر ہے تاکہ تم سب نصیحت حاصل کر لو۔ ۴۔ فرمایا جار ہا ہے اگر تم کسی گھر کے دروازے پر جا کر کسی بھی مروجہ انداز میں اجازت طلب کرتے ہو دروازہ کھٹکا کر یا گھنٹی بجا کر یا آواز دے کر تو بھی اس وقت تک گھر میں نہ جاؤں جب تک کوئی شخص اندر سے اجازت کی آواز یا اشارہ نہ دیدے اور اگر کسی کو گھر میں نہ پاؤ یا نہ محسوس کرو تو اندر داخل مت ہو۔ یہاں تک کہ اجازت دی جائے تم کو اگر چہ اندر کی خاموشی میں کتنی ہی دیر لگ جائے۔ ۵۔ اور اگر اندر سے کہا گیا ہو کہ اجازت نہیں ہے تم کو اس وقت لہٰذا لوٹ جاؤ تم فوراً دروازے سے ہی لوٹ جاؤ۔ اسلام کے اس فرا خدلانہ حکم پر عمل کرنا تم سب مسلمانوں کے لئے بہت ہی پاکیزہ اخلاق والا عمل ہے۔ ان احکام میں ہی آداب معاشرے کی پاکیزگی ہے۔ ۶۔ اے پیارے نبی ان مومن مسلمانوں کو تہذیب واخلاق سکھاتے، بدنگاہی سے بچاتے ہوئے اور بدکاری فحاشی روکنے کے لئے یہ حکم بھی فرمایئے کہ راستہ چلتے ہوئے یا سرے راہ بیٹھے ہوئے یا دکانوں پر کھڑے ہوئے اپنی نگاہوں کو جھکائے رکھیں نہ کبوتر بازوں کی طرح نگاہیں آسمان پر چڑھا کر رکھیں نہ اوباشوں، بدمعاشوں کی طرح کوٹھوں، چباروں پر رکھیں نہ راہگزروں کو تاڑ تاڑ دیکھیں۔ ۷۔ اور یہ حکم بھی فرمائیں کہ ہر مومن بندہ خلوت وجلوت میں اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتا رہے تاعمر ستر ڈھک کر بھی اور بدکاری سے بچا کر بھی خلوت میں جنات و ملائکہ سے شرم کرے اور جلوت میں اپنوں پرایوں سے شرم کرے۔ اس حکم اسلامی پر عمل کرنا بھی ان سب کے لئے اخلاق واعمال کی پاکیزگی ہے۔ ۸۔ ان سب مومن مسلمانوں کو ہمیشہ یہ عقیدہ حقیقیہ صادقہ بھی قائم رکھنا چاہئے کہ بیشک اللہ تعالیٰ تمام بندوں کے ہر اس اچھے برے، ظاہر و پوشیدہ، صبر و رضا والے اعمال واقوال کی خبر رکھنے والا ہے جو وہ کرتے ہیں۔ ۹۔ اور اے محبوب نبی آپ ایمان والی تمام عورتوں کو قیامت تک یہ قانونی حکم فرما دیجئے کہ وہ بھی راستہ چلتی اپنی نگاہوں کو نیچا رکھا کریں اور ہر وقت ہر طرح اپنی فروج کی حفاظت کرتی رہیں۔ حفاظت قائم کرنے کے چھ طریقے بتائے جارہے ہیں۔ (۱) زیادہ تر گھروں میں رہیں۔ (۲) اگر بامر مجبوری ضروریات حیات کے لئے نکلنا پڑے تو آتے جاتے گھر کی دہلیز سے دہلیز تک نگاہیں نیچی رکھیں۔ (۳) اپنی قدرتی خوبصورتی و بناوٹی زینت کو اچھی طرح چھپا کر نکلیں۔ (۴) صرف ان خوبصورتیوں کے ظاہر ہو جانے کی معافی ہے جو خود بخود ظاہر ہو جاتی ہے جیسے ہاتھوں، پیروں کی قدرتی یا بناوٹی خوبصورتی و زینت۔ (۵) اور ہر مسلمان عورت پر واجب ہے کہ موٹی موٹی چادروں کے دوپٹے بنا کر اس طرح اپنے سروں پر ڈالیں کہ عَلٰی جُیُوْبِهِنَّ ان کے گریبانوں، گردنوں پر بھی آجائیں یعنی لمبا گھونگھٹ: نکل آئے اور جب موٹی بھاری چادر کو سر پر ڈال کر گھونگھٹ نکالا جاتا ہے تو لازماً سر پر ٹھہرانے کے لئے پیٹھ پر بھی ڈالنی پڑتی ہے۔ عَلٰی جُیُوْبِهِنَّ فرما کر عورتوں کی پیٹھ، گردن، سر، چہرہ، گریبان اور سینہ سب ڈھکنے چھپانے کا حکم بتا دیا گیا اور یہی اسلامی پردہ ہے۔ قرآن مجید میں اسی پردہ کا یہاں اور دیگر آیات میں ذکر کیا گیا۔ (۶) ہاں البتہ بجز چند مردوں کے ان پر اپنی قدرتی و بناؤ سنگھار کی خوبصورتی و زینت ظاہر کر سکتی ہیں۔ لہٰذا ارشاد فرمایا گیا اور کسی پر بھی اپنی کوئی زینت ظاہر نہ ہونے دیں مگر اپنے شوہروں کے لئے اپنے سگے حقیقی باپ دادوں کے لئے یا اپنے سگے حقیقی سسر کے لئے یعنی اپنے شوہروں کے باپ دادے یا اپنے سگے حقیقی جوان یا اپنے خاوندوں کے کسی دوسری بیوی سے سگے بیٹوں کے لئے یا اپنے سگے بھائیوں کے لئے یا

اپنے سگے بھتیجوں کے لئے یا اپنے سگے بھانجوں کے لئے یا اپنی مسلمان سہیلیوں کے لئے یا اپنی زرخرید لونڈیوں کے لئے اپنے خسر او نامرد نوکروں کے لئے یا ان نابالغ عام اجنبی بچوں کے لئے جو ناواقف ہیں۔ عورتوں کی پوشیدہ شرمگاہوں سے ان بارہ (۱۲) قسم کے مردوں سے پردہ کرنا ضروری نہیں ان کے سامنے چہرہ کھلا آسکتی ہیں اگرچہ بناؤ سنگھار کیا ہو۔ ۱۰۔ حکم فرمایا گیا کہ اور تمام مسلمان عورتوں کو یہ بھی حکم لازمی واجبی فرما دیجئے کہ اپنے پیروں میں جھانجر پازیبیں پہن کر پاؤں مارتی جھانجن گھنگھرو چھنکاتی ہوئی بھی نہ نکلا کریں اگر مجبوراً کہیں چل کر ان مسلمان عورتوں کو جانا پڑے تو جھانجر، جھانجن پازیبیں گھر اتار کر باہر جایا کریں تاکہ ایسا نہ ہو کہ بوجہ جھنکار بلا ارادہ اٹھتی نگاہوں سے جان لیا جائے اس کو جو انہوں نے موٹی چادروں، موٹے دوپٹوں سے پردہ کر کے جس زینت کو چھپایا ہوا ہے اور پردے کا مقصد ہی فوت ہو جائے۔ ۱۱۔ ان تمام پردوں، پابندیوں، شرموں، حجابوں کے باوجود اے تمام ایمان والے مردو، عورتو اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ قدس میں سچی پکی توبہ کرتے رہو مل کر سب ہر وقت تاکہ تم دنیا آخرت قبر وحشر میں عزت وانعام پانے میں پورے کامیاب ہو جاؤ۔ ۱۲۔ اور بے غیرتی، بے حیائی، فحاشی کے جرائم سے معاشرۂ اسلامیہ کو بچانے کے لئے ایک یہ بھی حکم دیا جاتا ہے کہ اے گھر کے سرکردہ والی وارثو تم اپنے بال بچوں میں سے اَیِّم مرد اَیِّم عورت کا کہیں اچھا رشتہ ہم کفو دیکھ کر جلدی جلدی نکاح کر دیا کرو۔ ۱۳۔ اور اپنے نیک چال چلن غلاموں اور لونڈیوں کا بھی نکاح کر دیا کرو۔ اگر یہ سب بغیر بیوی والا مرد اور بغیر خاوند والی عورت اور بن بیاہے لونڈی، غلام غریب ہوں تو تم والدین اور آقاؤں مالکوں پر ہی اس حکم نکاح کی ذمہ داری ہے پھر بعد میں تم بڑے والی وارثوں کی غربت وفقیری اور گھریلو نان نفقہ کی فکر نہ کرو۔ یہ اپنی ذرا سی ذمہ داری سمجھیں تو اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل وکرم سے غنی و مالدار کر دے گا اور اللہ تعالیٰ وسعت فرمانے والا ہے اور ہر ایک کے ہر حال کو ہر وقت جاننے والا بھی ہے اور البتہ ان غریب محتاجوں کو خود بھی چاہئے عبادت، تلاوت، روزوں، نمازوں، فکرِ الٰہی میں ہمہ وقت مصروف ومشغول ہو کر اپنی اپنی عفت اور پاکدامنی کو بچا کر رکھیں جب تک کہ نکاح کرنے کی ہمت ودولت اور رشتہ نہ پائیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کو غنی مالدار کر دے کیونکہ جب مشغولیت عبادت ہو گی تو نگاہیں محفوظ ہوں گی نیچی رہیں گی ادھر اُدھر نہ اٹھیں گی جب نگاہیں محفوظ ہوتی ہیں تو ان کی نیتوں میں فتور نہیں آتا جب نیتیں پاکیزہ ہوں تو تفکر عقلی میں شیطانیت نہیں آتی۔ ۱۴۔ اور وہ غلام لوگ جو اپنی غلامیت کو ختم کرنا چاہتے ہوں اور اپنی قیمت اپنے مولیٰ کو ادا کر کے آزاد مکاتب بننا چاہتے ہوں تو ان میں سے اے مومن مسلمانوں جن کے مالک تمہارے ہاتھ ہیں ان کی خواہش وتمنا پوری کرتے ہوئے ان کو مکاتب بنا دو اگر تم نے ان میں ہر طرح کی شرافت وبھلائی جان لی ہو کہ آزاد ہو کر اور بدمعاش آوارہ ایذاء رساں چور ڈاکو نہ بنے گا اور وہ معاہدے کے مطابق محنت مشقت مزدوری کر کے اپنی قیمت یا جو رقم مفاہمت میں مقرر کی گئی ہے پوری ادا کر دے گا اور تم لوگ ان غلاموں پر مزید مہربانی کرتے ہوئے ان کی مالی امداد کرو کہ اپنے اس مال میں سے جو اللہ تعالیٰ نے تم کو عطا فرمایا ہے بطور زکوٰۃ، صدقات، خیرات، عطیات ان کو دو تاکہ وہ تم کو ہی پھر واپس دے کر معاہدۂ کتابت کی رقم سے جلدی چھٹکارا پا کر آزاد مکاتب بن جائیں۔ پس تم اپنے زکوٰۃ خیرات لے کر اپنے اپنے مولیٰ کو رقم مکاتبت کی جلدی جلدی ادائیگی کر سکیں۔ ۱۵۔ اور اے مسلمانو! خبردار کمینہ لوگوں کی طرح تم اپنی لونڈیوں کو

کرائے اجرت کی رنڈی، کنجری بننے بدکاری کرانے پر مجبور نہ کرو نہ ناچ گانے کی کمائی کرنے پر مجبور کرو۔ اگر وہ لونڈیاں خود بھی پاکیزہ شریف اور نیک رہنا چاہتی ہوں اور تم صرف اس لالچ میں ان مجبور شریف لونڈیوں کو بدکاری، ریاکاری، فحش حرکات پر لگاؤ کہ تم ان کی حرام کاریوں سے حیات دنیوی کا مال و دولت حاصل کرتے رہو اور یہ بات گوش و ہوش سے سن لو کہ جو کمینہ انسان ان نیک خصلت لونڈیوں کو رنڈی بازی پر مجبور کرے گا تو وہ مردود کمینہ شخص ہی قابل لعنت ملامت ہے کیونکہ بیشک اللہ تعالیٰ ان بے کس، بے بس، مجبور لونڈیوں کو ان کے مجبور کئے جانے کے بعد بھی ان کو بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے اور اے مسلمانوں البتہ بیشک نازل فرمادیں ہم نے تمہاری طرف احکام اسلامی اور قانون شریعت کی آسان فہم کھلی کھلی آیتیں جو ہر اچھائی برائی کو ظاہر کرنے والی ہیں اور ہم نے نازل کر دیئے ان لوگوں کے قصے کہاوتیں مثالیں بھی جو تم سے پہلے اپنی نافرمانیوں، بدکاریوں میں عمریں گزار گئے تباہ و برباد زندگی ختم کر کے ہلاک ہوگئے اور ان آیتوں میں متقین مومنین کے لئے نصیحتیں نازل فرمائی ہیں ہم نے۔ اب تمہارا کام ہے نصیحت لینا، عبرت پکڑنا۔

پانچویں رکوع کی چھ آیتوں میں سات چیزیں بیان فرمائی گئیں

۱۔ اللہ تعالیٰ کی صفت نور مثال بیان فرمائی گئی اور تا قیامت غلاموں کو سمجھایا گیا کہ اللہ تعالیٰ ہی آسمانوں اور پوری زمین میں ہدایت و توفیق کی سعادات کا نور و روشنی ہر مخلوق کو دینے والا ہے۔ اس کی روشنی دینے کے بغیر کوئی مسلمان نہ گناہوں، جرموں، ظلموں، فسق و فجور سے بچ سکتا ہے نہ شرعی دنیوی سزاؤں، ذلتوں سے نہ اُخروی عذابوں سے۔ دنیا میں ان کے نور ہدایت کی مثال ایسی ہے جیسے کہ ایک طاق، اس طاق میں چراغ اور چراغ ایک صاف و شفاف شیشے کے فانوس چمنی میں اور وہ پورا فانوس اس چراغ کی روشنی لئے ہوئے ایسا ستارہ چمکدار گویا خوبصورت موتی۔ چراغ روشن کیا گیا ہو شجر زیتون مبارک کے صاف ستھرے تیل سے وہ چراغ نہ صرف مشرق و شرقیوں کے لئے نہ صرف مغرب و اہل مغرب کے لئے تین طرف سے نہاں ایک طرف سے عیاں۔ اتنا چمکدار ایسا روشن اتنا قریب لگتا ہے کہ جل اٹھے اگرچہ نہ چھوئے اس کو آگ۔ خود بخود نور ہی نور ہے۔ روشنی پر روشنی ہے۔ ہدایت کا موجد کارسازی کا منبع، مخلوق کا مدبر نور کائنات ہے۔ یَهْدِی اللّٰهُ بلا لیتا ہے اپنے نور کی طرف اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اور انسانوں کے لئے آسانیاں پیدا فرماتا ہے مثالیں سمجھا کر اسرار و حقائق کے راز پنہاں کو آشکار و عیاں فرما کر۔ یہ تمام مثالیں صرف بندوں کے لئے ہیں اور اللہ تو ہر چیز کو جاننے والا ہے ہمیشہ سے ہمیشہ تک تو سمجھ لو کہ کلام اللہ نور ہے جو خود بھی ظاہر اور جہاں وہ ہو وہ بھی ظاہر۔ مشکوٰۃ سینۂ مصطفیٰ ہے زجاجہ قلب مصطفیٰ ہے، مصباح نبوت مصطفیٰ ہے یعنی سینہ میں نور ہے، نور میں ظہور ہے، قلب و نبوت اتنی چمکدار کہ قلب مثل کوکب اور نبوت در یکتا نایاب و بے مثل موتی سے لَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ۔ (نور: ۳۵) اگرچہ اعلان نبوت کی شمع نہ جلاتے تب بھی خود بخود آشکار اور سب پر ظاہر ہو جاتی پوری مخلوق کے لئے نہ کہ صرف مشرق یہودیت کے لئے نہ صرف مغرب عیسائیت کے لئے بلکہ آپ کی نبوت پوری مخلوق کے لئے اب نور الٰہی کی چمک ہدایت صرف مشکوٰۃ محمدی کے ایک زجاجہ سے ہی ہر مَنْ يَّشَآءُ کو ملتی ہے۔ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ جسم اقدس زَيْتُوْنَةٍ حدیث مقدس جن کی عملی تبلیغ خود بخود ظاہر کسی شمع نار دنیوی کے وسیلے کی حاجت نہیں۔ ۲۔ زمین پر کچھ گھر ایسے ہیں جن کے

بارے میں اجازت وحکم دیا ہے اللہ تعالیٰ نے کہ وہ گھر عام انسانی رہائشی گھروں سے پاکیزگی، صفائی، خوبصورتی، روشنی، زیب وزینت اور عمارت میں اَنْ تُرْفَعَ۔ ہر اعتبار سے بلند رکھے جائیں اور ان گھروں کو خالص کر دیا جائے اس کے لئے کہ ان میں صرف اس اللہ تعالیٰ کے نام کا ہی ذکر واذکار کیا جائے۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اپنے رب تعالیٰ کی تسبیحیں پڑھتے ہیں ان مخصوص گھروں میں بوقت فجر اور بوقت مغرب۔ وہ ہی جواں ہمت مرد ہیں کہ جن کو ذرہ بھر غافل نہیں کرتی اس ذکر الٰہی و تسبیح کبریائی سے ان کی کوئی تجارت اور نہ خرید وفروخت اور نمازوں کے قائم کرنے زکوتوں کے دینے میں بھی ان کی یہ دنیوی تجارتیں ان کو نہ غافل کرتی ہیں نہ سست کرتی ہیں نہ تھکاوٹ ڈالتی ہیں۔ ۳۔ وہ خوش قسمت پیار بندے تسبیح وتہلیل ذکر واذکار اور نمازیں پڑھنے زکوتیں دینے میں نہایت ذوق وشوق ہمت ولذت سے ہمہ وقت قلبی ارادوں، عقلی خیالوں، عضوی عملوں میں مصروف ومشغول رہنے کے باوجود ڈرتے رہتے ہیں۔ دنیوی زندگی میں اس سخت دن سے کہ بھڑک جائیں گے جس دن بدنصیب منکروں کے دل اور آنکھیں۔ ۴۔ پیارے متقی نیک جواں ہمت لوگوں کی یہ تسبیحیں، نمازیں، زکوتیں اور خوف آخرت کا خشوع وخشیت صرف اپنے مولیٰ تعالیٰ کی رضا حکم اور خوشنودی کے لئے ہے تاکہ جزائے ثواب دے ان کو اللہ تعالیٰ اس سے بھی کئی گنا اچھی جو دنیا میں اعمال صالحہ کئے ہوں ان نیک بندوں نے اور ثواب کے علاوہ بھی زیادہ عطا فرمائے ان کو اپنے انعام فضل میں سے اور اللہ تعالیٰ تو دنیا آخرت، قبر وحشر میں بھی رزقِ کثیر عطا فرماتا ہے جس کو چاہتا ہے ایسا بے حساب کہ وہ بندہ اس کو اپنے حساب وشمار میں نہیں لاسکتا۔ ۵۔ اور وہ لوگ جو دنیا میں کافر ہی رہے مرنے تک ان کے تمام اچھے کام چمکتی ریت کے سراب کی طرح ہیں جو کسی کھلے ریگستانی میدانی علاقے میں بکھری پڑی ہو ریگستان کا بھولا بھٹکا پیاسا مسافر گمان کرتا ہے دور سے اس کو ٹھنڈا میٹھا بہتا ہوا پانی تو ایک آس و پیاس لے کر اس کی جانب چل پڑتا ہے یہاں تک کہ جب گرتا پڑتا اس سراب کے قریب آیا تو اس کو کچھ بھی نہ پایا۔ یہی حال ان کفار کا ہے کہ غیر مسلم اور غیر ایمان رہ کر بھی اپنی دنیوی اچھی باتوں، خوش اعمالیوں، درست اخلاقیوں پر پھولے سمارہے ہیں۔ ایسا خوش گفتار غیر مسلم کافر بھی اپنے سراب اعمالی میں بدمست حیات دنیوی کے قدم چلتا چلا جارہا ہے اور جب مرنے کے بعد حقیقت اعمال کے قریب آیا تو اللہ تعالیٰ کو قہر وجلال عذاب وعتاب کے ساتھ اپنے قریب پایا۔ پس اس وقت بروزِ قیامت اللہ نے پورا پورا دے دیا ایک ایک پائی کا اس کے تمام اچھے برے اعمال کا حساب اور اللہ تعالیٰ بہت جلدی قیامت قائم فرما کر ہر شخص کا حساب لینے والا ہے۔ ۶۔ کفار کی دوسری کیفیت بیان فرمائی گئی کہ یا حالت کفار دنیا کے اندر بہت سے اندھیروں کے اندر پھنسے ہوئے شخص جیسی ہے اور یہ سب اندھیرے ہر کافر پر تہہ در تہہ ہیں ۔**ایک**۔ اندھیرا سمندر کا۔ **دوم**۔ سمندر کی گہرائی کا۔ **سوم**۔ چھائی ہوئی مَوْجٌ۔ **چھارم**۔ مِنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ یعنی موجوں پر موجوں کا دبیز پانی۔ **پنجم**۔ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ (نور: ۴۰)۔ ان موجوں پر موجوں کے اوپر گہرے سیاہ بادل۔ **ششم**۔ کالی رات یہ اندھیرے ہیں بعض کے اوپر بعض ایسے سخت سیاہ کہ جب آستین سے ہاتھ نکالے اور اپنے اتنے قریب والی چیز یعنی اپنے ہاتھ کو دیکھنا چاہے تو بھی نہ دیکھ سکے۔ یہ ہیں دنیا میں کافروں اور ایمان والوں کی مثالیں کہ کفار کی حالت۔ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ (نور: ۴۰) ہے لیکن مومن کی شان نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ہے۔ ۷۔ وَمَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا

(نور: ۴۰) اور حق سچ صدق و یقین ازل واٹل یہ ہے جس کے لئے رب تعالیٰ نے نور نہ بنایا تو اس کے لئے کہیں بھی کسی کے پاس بھی نور نہیں ہے کیونکہ ہدایت کا نور لینے میں کسی انسان کی ذاتی عقل علم کوشش کسب سب بیکار ہے۔ ہدایت والا صرف ہی ہوسکتا ہے جس کو اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کی ہدایت و توفیق اور کَمِشْکٰوۃٍ کے شجر مبارکہ کا قرب اور مصباح فِیْ زُجَاجَه کی روشنی نصیب ہو جائے۔

چھٹے رکوع کی دس آیتوں میں نو (۹) باتیں بیان فرمائی گئیں

۱۔ اے محبوب کیا تم نے دن رات یہ نہیں دیکھا کہ بیشک اللہ تعالیٰ ہی ہے جس کے لئے تسبیح بولتے ہیں وہ تمام فرشتے حور و غلمان جو آسمانوں میں ہیں اور تمام جنات و انسان، چرند درند، کیڑے مکوڑے جو زمین میں رہتے ہیں۔ ۲۔ اور وہ سب چھوٹے بڑے پرندے جو صَافَّاتٍ ہواؤں میں اڑنے پھرنے والے ہیں ان میں سے ہر ایک جاندار نے جان لی ہے اپنی اپنی عملی نماز اور اپنی زبان کی تسبیح اور اللہ تعالیٰ ہر جگہ ہر وقت ان سب کی نمازوں، تسبیحوں، نیتوں کو ہمیشہ سے جاننے والا ہے اور اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہی ملک ہے تمام آسمانوں اور پوری زمین کا۔ ملکیت سلطنت خلقت ہونے کے ہر اعتبار سے۔ ۳۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہی سب جنات و انسان کا لوٹنا ہے بعد موت دنیوی زندگی میں یہ جنات و انسان خواہ کتنا ہی رب سے دور بھاگتے پھریں قسمت والا تو وہ ہے جو اس زندگی میں ہی اپنی خوشی سے اللہ تعالیٰ کی طرف ہر وقت رجوع کرتا رہے۔ ۴۔ اور اے محبوب کیا تم نے دن رات یہ نظارۂ قدرت بھی اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا کہ بیشک اللہ تعالیٰ ہی یُزْجِیْ۔ دھکیلتا ہے بادلوں کو پھر ان بادلوں کے چھوٹے بڑے ٹکڑوں کو یُؤَلِّفُ جوڑ دیتا ہے وہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرتوں سے پھر اللہ تعالیٰ بنا دیتا ہے ان تمام جڑے ہوئے سب ٹکڑوں کو رُكَامًا بڑا ڈھیر تہہ پر تہہ موٹا ڈبل ضخیم تو پھر دیکھتے ہو تم سب لوگ وَدْق۔ موٹی موٹی بوندوں والی بارش کو جو نکلتی ہے اس سَحَاب بادل کے بیچ میں سے۔ ۴۔ اور وہی اللہ تعالیٰ نازل فرماتا ہے ان آسمانوں کی طرف سے آسمان جیسے بلند بادلوں سے کچھ پہاڑوں پر مسلسل برف جو پہاڑوں پر پہاڑوں کی طرح ٹھہرتی جمتی ہے۔ جس سے وہ دائمی برفستان اور برفانی علاقہ بن جاتا ہے۔ ۵۔ تو پھر اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے بارش برساتا ہے اور برف باری ڈالتا ہے اور جس پر چاہتا ہے ان بارشوں برفوں کے ذریعے عذاب و مصیبت بنا دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ان کالی گھٹاؤں کو بلا برسے بغیر بوند باندی خشک ہی کسی اور طرف پھیر دیتا ہے اور وہاں کے باشندے ترستے دعائیں کرتے ہی رہ جاتے ہیں کیونکہ یہ ہوائیں، فضائیں، بادل بارشیں، برفیں، خزائیں۔ خشک سالیں، بہاریں سب ہمارے حکم کے تابع اور منتظر رہنے والے ہیں۔ ۶۔ کبھی ایسا بھی ممکن و قریب ہے کہ ان بادلوں کی بجلی اور بجلی کی تیز کڑکتی چمکتی روشنی لوگوں یا جانوروں کی نظر بصارت کو لے جائے۔ ۷۔ اللہ تعالیٰ ہی موسموں، علاقوں میں رات اور دن کو بدلتا ہے کہ ایک ہی علاقے میں کبھی کسی موسم کے آنے سے دن چھوٹا کسی موسم میں رات چھوٹی اور زمین کے مختلف علاقوں میں بیک وقت کہیں دن نکلا ہوا ہے کہیں رات چھائی ہوئی ہے۔ بیشک ان تمام ۱۔ مخلوق کی عبادتوں۔ ۲۔ آسمانوں اور زمین کی سلطنت الٰہیہ کے ہونے۔ ۳۔ بادلوں کے۔ ۴۔ بننے۔ ۵۔ بکھرنے۔ ۶۔ جمع ہونے۔ ۷۔ بارشیں برسنے۔ ۸۔ برفیں پڑنے۔ ۹۔ اور کالی گھٹاؤں کے کہیں برس جانے ۱۰۔ کہیں بغیر برسے ہوئے ہی نگاہوں کو

ترساتے ہوئے نکل جانے، ۱۱: اور بجلی چمکنے، کڑکنے، آنکھوں کو اندھا کرنے، ۱۲: رات و دن کے آنے جانے، چھوٹا بڑا ہونے۔ کہیں ہونے کہیں نہ ہونے میں البتہ بہت بڑی سوچنے سمجھنے کی عبرت ہے صرف قلب و عقل کی آنکھوں والوں کے لئے۔

۸۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا فرمایا ہر جاندار کو نطفے کے پانی سے تو ان تو ان جانداروں کی زمین پر باعتبار چلنے پھرنے کے اور اپنی جانداری دابیہ کا اظہار کرنے کے لئے تین قسمیں کردی گئیں پس کچھ ان میں سے وہ جاندار ہیں جو چلتے ہیں اپنا پیٹ زمین کے ساتھ لگا کر۔ اگرچہ ان کے کئی کئی پیر ہوں یا بالکل بھی نہ ہوں جیسے کیڑے مکوڑے سانپ بچھو اور ان میں سے کچھ وہ جاندار ہیں جو چلتے ہیں زمین پر دو پیروں سے جیسے تمام پرندے اور انسان اور ان میں سے کچھ جاندار وہ ہیں جو چلتے ہیں چار پیروں سے جیسے تمام درندے، چرندے، چوپائے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرتیں حکمتیں ہیں۔ یَخْلُقُ اللّٰهُ مَا یَشَآءُ۔ پیدا فرماتا ہے اللہ تعالیٰ جس کو جیسا چاہتا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ اپنے ہر عمل، فعل، قول، حکمت، خلقت، فیصلے، ارادے پر ہر وقت ہمیشہ سے ہمیشہ تک قادر و قیوم، قدرت و ندرت، صنعت بذاتٖ والا ہے۔ ۹۔ البتہ بیشک ہم نے تو سب آیتیں ہی کھول کر صاف صاف ہر حرف و حکایت قصہ و قانون حکمت و قدرت کو بیان کرنے والی عام فہم نازل فرمائی ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی ہدایت دیتا ہے نور قرب اور سعادت ایمان کی صراط مستقیم کی طرف جس کو چاہتا ہے اور عجیب احمقانہ حال ہے کچھ لوگوں کا کہ منہوں سے تو کہتے ہیں ہم بالکل سچا پکا ایمان لے آئے ہیں اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر اور ہم ہر حال میں ہر وقت مطیع اور فرمانبردار ہیں۔ ان زبانی قولوں، باتوں کے باوجود اور ہر طرح مسلمانوں کو اپنے ایمان و اطاعت کا یقین دلانے کے بعد پھر ایک گروہ ذرا سی بات پر دین ایمان، اطاعت و عبادت سے منہ پھیر لیتا ہے۔ لوگ ان کی چرب زبانی سے سمجھ لیتے ہیں کہ سچے مخلص مومن بن گئے ہیں اور اب مرتد ہوگئے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ شروع دن سے ہی مومن نہ بنے تھے صرف مفاداتِ اسلامی حاصل کرنے کے لئے منافقانہ چال چل رہے تھے۔ ان منافقوں کی اس منافقانہ چالوں کا ان کی ان حرکتوں خباثتوں سے بھی پتہ لگ جاتا ہے کہ جب بلائے جائیں یہ لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی عدالت عالیہ کی طرف تاکہ ان کے آپسی جھگڑوں تنازعوں کا رسول اللہ فیصلہ فرمائیں۔ جب اس طرح ظاہر ہوجاتے ہیں کہ ان منافقوں میں سے ایک گروہ اپنی ظلم زیادتی غلطی کو جاننے کی وجہ سے اس عدالت اسلامیہ کے حق و انصاف کے فیصلہ ہوجانے اور منافقوں کی غلطی ظاہر ہونے ان کے خلاف فیصلہ ہونے کے خوف و جھجک کی وجہ سے آنے فیصلہ کرانے سے ڈر کر منہ پھیرتے ہوئے آنے سے انکار کرتے ہیں اور اگر کبھی یہ سمجھتے ہوں کہ اس مقدمے اور جھگڑے ہیں وہ حق بجانب ہیں اور فیصلہ رسول پاک ان کے ہی حق میں ہوگا تو جلدی حاضری بارگاہ ہو جاتے ہیں۔ نہایت مخلصانہ عاجزانہ سر جھکائے ہوئے۔ اے مسلمانو! ان منافقوں کی حالتیں دیکھ کر خود ہی اندازہ لگالیا کرو کہ کیا ان کے دلوں میں منافقت کفر کی بڑی مہلک بیماری ہے یا مذبذب لوگوں کی طرح شک میں مبتلا ہیں یا اس کفر یہ خیال سے ڈرتے ہیں کہ فیصلہ کرتے ہوئے ظلم کرے گا ان پر اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول یہ سب کفر و بدگمانیاں صرف اس وجہ سے نہیں کہ وہ اس جھگڑے تنازعے میں خود ہی دوسرے فریق پر ظلم کرنے والے اس کا حق مارنے والے اور حق مارنے کی کوشش کرنے والے ہیں۔

ساتویں رکوع کی سات آیتوں میں سات باتیں ارشاد ہوئیں

ا۔ منافق کفار کی یہی مطلب پرستی ان کی منافقت کی پکی نشانی ہے مگر ایمان دار مخلصین مومنین کی فقط یہی بہترین عادت صالحہ و علامت صادقہ اور قول المومنین ہے کہ جب بھی وہ کسی جھگڑے، مقدمہ، تنازعے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف عدالتی فیصلے کے لئے بلائے گئے تاکہ ان کے درمیان مدعی و مدعیٰ علیہ کا بیان سن کر شریعت اسلام کے قانون کا فیصلہ فرمائیں تو فوراً بلاچون وچرا عدالت اسلام میں دوڑے چلے آتے ہیں اور جو بھی رسول اللہ کا فیصلہ ہو ان کے حق میں یا مخالف ذرا دم نہیں مارتے سر نہیں پھیرتے ناک بھوں نہیں چڑھاتے بلکہ سچے مومنین کی نشانی یہ ہے کہ کہتے ہیں کہ سَمِعْنَا۔ یا رسولَ اللّٰہ ہم نے پورا فیصلہ سن لیا وَ اَطَعْنَا اور سچے دل دماغ سے اس فیصلے کی تاعمر اطاعت و فرمانبرداری کر لی۔ پس سن لو اے کائنات والو! اور یہی نیک، مخلص، عاجز، مطیع لوگ ہی دونوں جہان میں ہر طرح کی عزت عظمت مراد کی کامیابیاں پانے والے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ازلی ابدی یہ ہی قانون ہے کہ جو شخص اطاعت کرتا رہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم و معظم کی اور سابقہ اعمال سے اللہ تعالیٰ کی خشیت میں رہے اور آئندہ زندگی میں متقی بنا رہے تو اسی خصلت طیبہ کے لوگ عظمتوں کی بلندیوں پر تاابد فائز ہو جانے والے ہیں۔ ۲۔ مخلص و منافق کا دوسرا نشان فرمایا جا رہا ہے کہ اے مسلمانو! اس نشان کو بھی یاد رکھو۔ منافق لوگ دل کے چور اور زبان کے شور اور قسموں کا زور لگانے والے ہیں اور قسمیں کھاتے ہیں اپنے قسمیہ لفظوں کی چرب زبانی زور و شور و تیزی طراری سے کہ اے نبی اللہ رسول اللہ ﷺ ہم کو قسم ہے کہ ہم آپ کے سچے فرماں بردار ہیں آپ حکم تو فرمائیں۔ البتہ اگر آپ ان کو گھر بار چھوڑنے کا حکم فرما دیں تو گھر چھوڑ کر بھی نکل جائیں یہ ہیں ان لوگوں کے زبانی اور حاضر روبرو دعوے۔ اے محبوب آپ ﷺ! فرما دیجئے زیادہ قسمیں نہ کھاؤ تمہاری سب اطاعتیں فرمان برداریاں سب میں معروف و مشہور ہیں جو تم ظاہر و پوشیدہ پیٹھ پیچھے کرتے رہتے ہو بیشک اللہ تعالیٰ سب کی خبر رکھنے والا فرمادو قسمیں کھا کھا کر یقین دلانے کی ضرورت نہیں اطاعت کرو فرائض و واجبات میں اللہ تعالیٰ کی اور اطاعت کرو۔ دین دنیا کی ہر ہر بات میں عملاً قولاً اتباعاً اگر اطاعت میں تم نے کسی وقت بھی منہ پھیرا اور کسی مرحلے میں تم نے پیٹھ پھیری تو یاد رکھو کہ نبی کریم ﷺ کا کچھ نقصان نہیں اپنا ہی نقصان کرو گے ان کے ذمے پر تو فقط وہی تبلیغ لازم ہے جو ان پر ڈالی گئی ہے اور تم پر وہ اطاعت امر و اتباع عمل واجب ہے جس کی ذمہ داری تم پر ڈالی گئی ہے۔ اگر دنیا و آخرت میں ہر بلا و وبا سے بچنا چاہتے ہو تو بس ان کی اطاعت کرو ہر طرح ہدایت پالو گے وصل مطلوب کی بھی اِدَانَۂ طریق کی بھی اور یہ بھی سن لو کہ رسول اللہ ﷺ پر صرف یہ واجب ہے کہ کھلی کھلی دین کی ہر بات ہر حکم لوگوں کو سنا دیں پہنچا دیں۔ ۳۔ اور اے مخلص مومن لوگو تم میں سے جو سچا پکا تصدیق قلبی اقرار لسانی سے ایمان لا کر میرے نبی ﷺ کے صحابی بن گئے اور اطاعت و اتباع کے اعمال صالحہ کئے ان صحابہ سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ البتہ عنقریب ان صحابہ کو خود اللہ تعالیٰ خلیفہ بنائے گا روئے زمین پر بالکل اسی تعداد اسی شان و شوکت اسی طرح دنیوی سلطنت، دینی امامت کے ساتھ جیسے کہ خلیفہ بنایا تھا ان انبیاء علیہم السلام کو جو صحابہ سے پہلے گزرے۔ ۴۔ اور یہ بھی وعدۂ ربانی ہے کہ ہر طرح مضبوط و مستحکم فرما دے گا رب تعالیٰ ان کے لئے ان کے اس دین اسلام و شریعت، قرآن کو جو ان کے لئے عالم ازل سے چن لیا ہے اللہ تعالیٰ نے۔ ۵۔ اور یہ وعدہ

بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اور ضرور ضرور بہت جلدی اللہ تعالیٰ اصحابہ کرام کو اتنی قوت، سلطنت، عزت وشوکت، رعب ودبدہ عطا فرمائے گا جس کے ذریعے ان کو بھی بدل دے گا اور ان کے خوف، ڈر کمزوریوں کو امن وسکون سے بدل ڈالے گا اس لئے کہ نہایت مخلص ہو کر میری عبادت کرتے رہتے ہیں ہر حال، ہر مقام، ہر زمان، ہر مکان میں کسی بھی چھوٹی بڑی چیز اور مخلوق کو میرا شریک نہیں بناتے۔ خیال رہے کہ یہاں صحابہ کرام سے تین وعدوں اور پانچ مشابہتوں کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ **پھلا**۔ وعدہ خلیفے بنانے کا۔ **دوم**۔ تمکین دین کا۔ **سوم**۔ تبدیلی حالات کا اور پانچ مشابہتیں۔ **پھلی**۔ یہ کہ جس طرح پہلے خلفاء نبوت رب تعالیٰ نے خود مقرر و معین فرمائے۔ اسی طرح خلفاء صحابہ بھی اللہ تعالیٰ نے خود بنائے۔ **دوم**۔ یہ کہ وہ پہلے خلفاء نبوت بھی چار تھے۔ اب یہ خلفاء صحابہ بھی چار ہی ہوں گے۔ **سوم**۔ یہ کہ جس طرح انہیں ہر ایک اپنے وقت میں اکیلا پوری قوم کا مستقبل مکمل خلیفہ ذمہ دار تھا۔ اسی طرح ان کے اپنے وقتوں میں یہ سب اکیلے ہی رہے کوئی دوسرا دعویدار نہ ہو سکا۔ **چھارم**۔ یہ کہ جس طرح وہ چار خلفاء نبوت دین ودنیا کے حاکم تھے اسی طرح یہ چار خلفاء صحابہ بھی دین دنیا کے حاکم رہے کہ بیک وقت دنیا کے سلطان مصلے کے امام تھے۔ **پنجم**۔ خصائل اور طرز حکومت میں مشابہت ان سب کی تفسیر تفسیر عالمانہ میں ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ۔ ۶۔ آگے ارشاد ربانی ہے کہ جو مومن بن کر پھر کافر بن گیا مرتد ہو گیا تو ایسے سب لوگ فاسق ہو گئے یعنی اللہ رسول سے اور مسلمانوں کے قوم قبیلے، حسب نسب سے کٹ گئے نہ کسی مسلمان سے ان کی نہ نسلیت باقی رہی نہ اہلیت نہ اصلیت۔ ۷۔ اور تا قیامت مسلمانو! مرد وعورت تو ہر نماز کو قائم رکھ کر ادا کرو اور ہر نصاب مالی کی پوری طرح حساب کر کے زکوٰۃ ادا کرتے نکالتے رہا کرو اور عمر بھر ہر فرمان میں رسول مکرم ﷺ کی اطاعت کیا کرو تا کہ اللہ رسول کی طرف سے بھی تم دنیا و آخرت میں رحم کئے جاؤ اور اے مومن مخلص مسلمان تو کبھی ایسی بدگمانی بدخیالی نہ کرنا کہ یہ کفار یا منافقین کبھی کسی بات میں اللہ رسول کو عاجز کر سکیں گے۔ یہ تو خود عاجز ولاغر ہیں اور ان کا ابدی رہائشی ٹھکانہ ہی نارِ جہنم ہے اور وہ البتہ بہت ہی ذلت آمیز برا ٹھکانہ ہے۔

آٹھویں رکوع کی چار آیتوں میں چھ باتیں ارشاد ہوئیں

۱۔ اے ایمان والو! اپنے اپنے گھروں کے ہر فرد عورت مرد کو شریعت کا یہ حکم سنا دو اور سختی سے عمل کراؤ کہ گھروں میں آتے جاتے غلام یا نوکر چاکر خدام اور تمہارے نابالغ قریب بلوغ امردلڑکے بیٹے، پوتے، نواسے یا رشتے دار، محلے دار اس عمر کے لڑکے جن سے باپردہ گھروں میں بھی عام طور پر پردہ نہیں کیا جاتا وہ آئندہ اس نازل شدہ حکم شرعی کے تحت تین وقتوں میں گھروں کے اندر آنے کے لئے باقاعدہ مروجہ طریقوں سے اولاً گھر کے اندر موجود لوگوں سے عورتیں ہوں یا مرد ایک اکیلا ہو یا چند، اجازت لیا کریں۔ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ سے مختلف تین وقت مراد ہیں۔ پہلا وقت صلوٰۃ فجر سے پہلے، دوسرا وقت دوپہر کا جب لوگ گھر والے قیلولہ آرام کرنے کے لئے غیر ضروری جسمانی لباس کے کپڑے اتار کر سوتے یا سونے کی تیاری میں ہوتے ہیں۔ تیسرا وقت نماز عشاء کے بعد کہ یہ تینوں وقت آرام اور کپڑے اتارنے کے ہوتے ہیں اور ہر شریف آدمی پردے ہی میں خلوت چاہتا ہے تو چونکہ اے ایمان والو! یہ تینوں وقت تمہارے لئے عورات یعنی شرم جھجک کی حالت کے اوقات ہیں تم نہیں پسند کرتے کہ اس

وقت کوئی بچہ بھی تمہارے پاس آئے یا کم از کم بلا اجازت بغیر اطلاع گھستا چلا آئے اس لئے تمہارا پروردگار اخلاقیات کے یہ قواعد قانون درس تم کو اور اسلامی معاشرے کے ہر فرد کو تعلیم نبوت کے ذریعے سکھارہا ہے ان اخلاقیات کی پابندی ہر مسلمان پر واجب ولازم ہے۔ ہاں البتہ ان تین وقتوں کے بعد اگر غلام خدام نابالغ لڑکے بلا اجازت بلا دستک بھی گھروں میں آجائیں جبکہ لوگ کمروں سے نکل کر گھر کے صحنوں، برآمدوں میں گھریلو کام کاج اور میل ملاقات کے لئے ہی بیٹھے ہوتے ہیں تو اس وقت لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌ (نور:۵۸) نہ تم پر گناہ ہے ان کو بلا اجازت مانگے آنے دینے میں نہ ان پر گناہ ہے بلا اجازت مانگے گھستے چلے آنے میں۔ اس لئے ان تین وقتوں کے علاوہ باقی دن رات کے اوقات میں وہ تمہارے پاس طَوّٰفُوْنَ بار بار آنے والے چکر لگانے والے ہیں اور ضروری کام کاج کی بناء پر آنے جانے میں مجبور ہیں اور عام وقتوں میں تم بھی بعض بعض کے پاس آنے جانے چکر لگانے ایک دوسرے سے بار بار میل ملاقات پر مجبور ہو لہٰذا ہر بار اور بار بار اجازت مانگنے کی پابندی لگانے میں مشکل اور تنگی ہے۔ کتنا کریم وشفیق ہے وہ مولیٰ تعالیٰ کہ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ (نور:۵۸) اس طرح اچھے پاکیزہ عمدہ اخلاق والی آرام وعزت بخشنے والی آیتیں بیان فرماتا ہے تم سب مومن مسلمانوں کے لئے ان اخلاقیات پر عمل کرنے میں علم بھی ہے اور حکمت بھی اور اللہ تعالیٰ علم والا بھی ہے حکمت والا بھی۔ ۲۔ اور جب بھی تمہارے نابالغ خدام نوکر چاکر یا گھریلو بیٹے، پوتے، رشتے دار، محلے دار اور جب بالغ ہوجائیں نوجوان اور جوان ہوجائیں تو وہ ہر وقت دن رات جب بھی کام کاج ملنے جلنے کے لئے گھروں کے اندر آنا چاہیں تو باقاعدہ ان لوگوں کی طرح اجازت لیا کریں۔ جس طرح ان لوگوں کو اجازت لینے کا طریقہ اسی سورۃ نور کی آیت ۲۷ میں لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا کے الفاظ سے سکھایا گیا۔ یہ درس تعلیم بھی اس کا کرم ہے کہ اس طرح سمجھا سمجھا کر بیان فرماتا ہے تم سب مسلمانوں کے لئے اپنی علم وحکمت والی آیتیں اور اس بات کو اللہ تعالیٰ ہی جاننے والا ہے اور ان پابندیوں کی حکمت وفوائد والا ہے کہ تم لوگ ان پابندیوں، اجازتوں پردہ نشینیوں کے ذریعے کتنی مصیبتوں، بلاؤں، ذلتوں، رسوائیوں، الزام تراشیوں، بہتان بازیوں سے بچ گئے۔ ۳۔ اور وہ بوڑھی کھوسٹ عورتیں جو بوجہ بڑھاپے کے گھر نشین ہوچکی ہوں۔ اب ان کو کسی نئے نکاح رچانے بنانے گھر بسانے کی نہ کوئی آس وامید ہو نہ طاقت وہمت نہ ضرورت۔ تو ان پر شرعاً کوئی گناہ نہ ہے اس بات میں کہ وہ اپنی موٹی چادروں کا گھونگھٹ دار پردہ علیحدہ اتار پھینکیں اور صرف ہلکے دوپٹوں میں ہی منہ کھلا بازار بوقت ضرورت آئیں جائیں۔ بشرطیکہ اس پردہ کھولنے کی شرعی اجازت سے ناجائز فائدہ نہ اُٹھائیں اور نہ ظاہر کرنے والی ہوں اپنی بناوٹی خود ساختہ بناو سنگھار زینت کو اور یہی بوڑھی عورتیں شرعی اجازت کے باوجود اگر پھر بھی عفیفہ باپردہ ہی رہیں تو دنیا وآخرت میں ان کے لئے بہت ہی کار خیر باعث ثواب وتقویٰ ہے اور اللہ تعالیٰ ہر شخص مرد وعورت بوڑھے جوان کی ہر بات سننے ہر نیت وعمل جاننے والا ہے۔ ۴۔ اور تین قسم کے مجبور لوگوں پر بہت شرعی احکام بوجہ ان کی مجبوری وکمزوری اپاہجی کے معاف کردیئے گئے ہیں اگر ان شرعی احکام پر وہ مجبور لوگ عمل نہ کریں نہ کرسکیں تو لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى۔ نہیں ہے اندھے پر کوئی گناہ اور نہیں ہے پیروں سے معذور لنگڑے پر کوئی گناہ اور نہیں ہے سخت بیمار پر جو کسی بھی بخار یا مہلک بیماری میں مبتلا ہو کوئی گناہ مثلاً پنج وقتہ جماعت نماز کے لئے مسجد کی حاضری، آٹھویں دن جمعہ کی حاضری، سالانہ عیدین کی

حاضری یا جہادِ اسلامی میں حاضری وغیرہ وغیرہ۔ ۵۔ اور اے عام مسلمانو تم پر اس بات میں شرعاً کوئی گناہ نہیں کہ تم دن رات اپنے گھر میں سے اپنا ذاتی ملکیتی کھانا کھاؤ یا اپنے والدین کے گھروں میں سے کھانا کھا لیا کرو یا اپنی سگی سوتیلی ماؤں کے گھر سے کچھ کھا لیا کرو یا اپنے سگے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی سگی بہنوں بہنوئیوں کی دعوتیں اور گھر بھیجے ہوئے کھانے کھا لیا کرو یا اپنے چچا تایوں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں یا اپنے ماموؤں اور اپنی سگی خالاؤں کے گھروں سے یا جن دوست رشتے داروں قبیلہ برادری والوں یا شریک تجارت والوں نے اپنے گھروں میں تم کو رہائشیں دے کر گھر کی چابیاں تم کو دے رکھی ہیں اس طرح تم کو عارضی مالک بنا رکھا ہے یا تمہارے وہ سب پُر خلوص دوست جو تمہارے کھانے کھانے کو فرحت عزت اور دوستی، رشتہ داری کی مضبوطی سمجھتے ہیں تو تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم ان کے ساتھ مل کر ایک جگہ بیٹھ کر ایک برتن میں کھانا کھاؤ یا علیحدہ علیحدہ پیالیوں، تھالیوں میں ڈال کر یا آگے پیچھے متفرق وقتوں میں کھانا کھاؤ جس طرح دو طرفہ کھانے کھلانے والوں کو سہولت ہو شریعت اسلامیہ نے کوئی واجبی لازمی پابندی نہیں لگائی ہے۔ ۶۔ فَإِذَا دَخَلْتُمْ (نور: ۶۱) تین قسم کے گھر اور تین قسم کے بندوں کا ذکر فرمانے کے بعد اب گھروں میں داخل ہونے کے اسلامی آداب سکھائے جا رہے ہیں کہ اے مومن مسلمانو اجازت لے کر جانے والو یا بغیر اجازت جا سکنے والو جب تم کسی کے گھر جانا چاہتے ہو تو پھر جب اندر جانا تمہارے لئے شرعاً جائز ہو جائے اور اس گھر میں رہائشی لوگ موجود ہوں تو جب داخل ہونے لگو گھروں میں سے کسی بھی گھر تب اولاً سلام کیا کرو ان اپنے چھوٹوں بڑوں پر جو گھر میں موجود ہوں۔ اس کی وہ عزت افزائی کرتے ہوئے جو ''اَلسَّلَامُ علیکم'' کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے پاس ہر مسلمان کو مسلمانوں کے لئے ملی ہے مبارک بادیوں، طیب پاکیزہ رحمتوں خوشیوں والی۔ تمہارا پروردگار اسی طرح تمہارے لئے خوشیوں اور صلہ رحمیوں کی رہنمائی کرنے والی آیتیں واضح صاف اور آسان بیان فرماتا ہے تاکہ تم شریعت و قانون کے تمام احکام سمجھنے کی آسانی پالو اور دین و دنیا چلانے کی عقل رکھو۔ تمہاری رشتے داری، برادری، دوستی، آس پڑوس کی سب تعلق داریاں مضبوط و مستحکم صاف و شفاف ہو کر اتحاد اسلامی قائم و دائم ہو جائے۔

آخری نویں رکوع کی تین آیتوں میں تین باتیں ارشاد ہوئیں

۱۔ مومن کافر منافق کا ایک نمایاں فرق بتایا گیا۔ شریعت اسلام کا سب سے بڑا حکم جس پر تمام احکام قرآنی موقوف ہیں اگر اس حکم پر عمل نہ کیا تو سب عبادت ریاضت سجدہ رکوع روزے نمازیں بیکار برباد اور اگر اس پر عمل ہو گیا تو سب کی توفیق سعادت اور سب قبول۔ وہ حکم عظیم اور قانون کریم ادب نبی ہے ﷺ۔ دراصل یہ تینوں آیتیں ہی ادب نبی کا ایک نقشہ و طریقہ پیش فرما رہی ہیں۔ پہلی آیت میں نبی پاک کے پکارنے بلانے کا ذکر فرمایا گیا دوسری آیت میں نبی کریم ﷺ کو بلانے پکارنے اور آپ سے فریاد عرض معروض کرنے کا طریقہ سکھایا سمجھایا گیا۔ تیسری آیت میں آقائے کائنات نبی رحمت ﷺ کے بلانے اور کسی کام پر مسلمانوں کو عملاً جمع کرنے اور منافقوں کی اس اجتماعی عمل کے حکم سے انحراف اور منہ پھیرنے کی چالبازیوں کی مذمت فرمائی گئی۔ چنانچہ اولاً ارشاد ہوا کہ مخلصین مومنین کی شان ادب و تعظیم آقا یہ ہے کہ جو لوگ سچے دل سے اللہ رسول پر ایمان لائے ہیں وہ جب بھی اپنے آقا حضور ﷺ کی طرف سے کسی بھی اجتماعی کام کے بحکم نبی ﷺ جمع کئے جائیں تو جب

تک کام مکمل نہ ہو جائے اور نبی کریم ﷺ خود نہ بھیج دیں تب تک واپس نہیں جاتے نہ بلاوجہ جانے کی اجازتیں مانگتے ہیں نہ بہانے تراشتے ہیں۔ حَتّٰی یَسْتَاْذِنُوْہُ۔ یہاں تک کہ اگر اجازت مانگنے پر مجبور ہو جائیں اور کوئی بڑی حاجت پڑ جائے تب بھی بغیر اجازت واپسی یا اِدھر اُدھر جانے کا قدم تک نہیں اٹھاتے اس سخت ترین مجبوری میں بھی چارو ناچار اجازت مانگتے اور اجازت ملنے کا انتظار کرتے ہیں۔ فرمایا گیا کہ جو آپ سے اجازت مانگ لیتے ہیں بس یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول اعظم ﷺ پر ایمان لاتے ہیں۔ پس جب آپ سے اپنے کسی سخت مجبوری کے کام میں یہ مومن مخلص لوگ اجازت طلب کریں تو اجازت دینا بھی آپ کی صواب دید پر موقوف ہے جسے چاہو اجازت دے دو اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے بخشش و مغفرت کی دعائیں بھی مانگئے بیشک اللہ تعالیٰ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ہے۔ ۲۔ پھر فرمایا گیا کہ اے ایمان والو! اگر کبھی تم کو کسی وقت بلانے عرض و معروض کرنے کسی کام کی اجازت لینے یا تا قیامت فریاد کرنے کی حاجت ضرورت پیش آئے تو ہمارے محبوب مکرم رسول معظم کو اس طرح کبھی نہ پکارنا، بلانا جس طرح آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے بلاتے ہو۔ ۳۔ اب منافقوں کا حال بیان ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی سے غافل نہیں ایک ایک کو جانتا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ ان بدبختوں کو بھی جانتا ہے جو اسلامی کاموں سے دل چراتے چھپتے چھپاتے دوسروں کی آڑ پکڑتے ہوئے یَتَسَلَّلُوْنَ پیٹھ پھیرتے کھسکتے ہیں ان کم بختوں کو ڈرنا چاہئے اس حرکت سے کہ آپ کے حکم کی مخالفت نہ کریں کہیں ایسا نہ ہو کہ پہنچے ان کو دنیا میں کوئی بڑا فتنہ یا مصیبت پہنچے ان کو آخرت میں دردناک عذاب کی۔ خبردار خوب گوش و ہوش سے سن لو کہ بیشک اللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت ہیں وہ تمام چیزیں جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں۔ اے لوگو! جن حالتوں حرکتوں میں تم لوگ مبتلا مشغول وملوث ہو اللہ تعالیٰ ان کو ہر طرح جانتا ہے اور وہ دن جب آئے گا جس دن وہ سب انسان جنات شیاطین لوٹائے جائیں گے اس کی بارگاہ کی طرف تب وہ اللہ تعالیٰ ان سب کو بتا دے گا اس ایک ایک کام کا انجام جواب وہ دنیوی زندگی میں کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر شَے کو جاننے والا ہے۔ اس سورۃ نور میں عِبَارَۃُ النِّصِّ سے ظاہری لفظوں کے ساتھ تقریباً پچاس (۵۰) مسائل شرعیہ بیان فرمائے گئے ہیں۔ چنانچہ۔ ۱۔ پہلی آیت میں شرعی اسلامی قوانین کا استحکام اہمیت و فرضیت بیان کی گئی۔ ۲۔ دوم میں جرم زنا کی سزا بیان ہوئی۔ ۳۔ سزاؤں میں نرمی سے منع فرمایا گیا آیت سوم میں فرمایا گیا نیک آدمی نیک عورت مشہور بدکاروں، مشرکوں سے شادی بیاہ نہ رچایا کریں ان سے خانہ آبادی نہیں ہوتی خانہ بربادی ہوتی ہے۔ ۴۔ آیت ۴، میں زانی کی۔ ۵۔ گواہی کی تعداد بتائی گئی اور۔ ۶۔ جھوٹی تہمت لگانے کی سزا کا ذکر ہے۔ آیت ششتم و ہفتم میں۔ ۷۔ خاوند بیوی کے لعان کا ذکر اور طریقہ بیان ہوا۔ آیت دہم تک اگلی دس آیتوں میں۔ ۸۔ واقعہ افک کا ذکر اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی۔ ۹۔ پاکدامنی بیان ہوئی۔ شہادۃ تہمت پر بھی چار گواہ۔ ۱۰۔ شرط ہیں۔ آیت ۲۱ میں۔ ۱۱۔ ابلیس اور ابلیسی شیطانی لوگوں سے بچنے کا حکم دیا گیا۔ ۱۲۔ یہاں آیات میں تین فضلوں کا ذکر ہوا آیت ۲۲ میں۔ ۱۳۔ فرمایا گیا کہ نیک کام کے نہ کرنے پر قسم نہ کھاؤ اور۔ ۱۴۔ اہل قرابت سے اچھے سلوک ورحم دلی وصلہ رحمی کا صلہ دیا گیا۔ ۱۵۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان افضلیت بیان ہوئی آیت ۲۶ میں۔ ۱۶۔ خبیث وطیب لوگوں کا ذکر ہوا اور۔ ۱۷۔ متقی شریفوں کی دنیوی مغفرت اُخروی

رزق کا ذکر ہوا۔ آیت ۲۷ میں دو مسئلے بیان ہوئے۔ ۱۸۔ پہلا یہ کہ کسی کے گھر میں بلا اجازت نہ جاؤ۔ دوم۔ ۱۹۔ یہ کہ جب اجازت مل جائے تو سلام کر کے اندر جاؤ۔ آیت ۲۸ میں فرمایا گیا کہ اگر ۲۰۔ اجازت اندر آنے کی نہ ملے تو خوش دلی سے لوٹ جاؤ۔ ۲۱۔ خالی گھر میں بھی نہ جاؤ۔ آیت ۲۹ میں فرمایا گیا۔ ۲۲۔ مسافر خانوں، ہوٹل، سرایوں میں جبکہ رہائشی کمرہ بک کرایا ہوا ہو تو بلا اجازت لئے اور خالی ہوٹل میں بغیر پوچھے بھی داخل ہو سکتا ہے۔ ۲۳۔ اسی طرح عبادت خانوں مسجدوں میں بھی بلا اجازت لئے جا سکتا ہے۔ آیت ۳۰ میں ۲۴۔ مردوں اور آیت ۳۱ میں۔ ۲۵۔ عورتوں کو نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم دیا گیا اور ۲۶۔ یہ کہ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ ۲۷۔ اپنا بناؤ سنگھار اور قدرتی حسن ظاہر نہ کریں بجز ہاتھ پاؤں اور۔ ۲۸۔ موٹی چادروں سے گھونگھٹ والا پردہ کیا کریں۔ فرمایا گیا کہ ۲۹۔ بارہ قسم کے لوگوں سے پردہ فرض نہیں ہے۔ ایک خاوند اور گیارہ ذی رحم محرم۔ ۳۰۔ عورتیں جب باہر نکلا کریں تو گھونگھرو والا زیور نہ پہنا کریں۔ آیت ۳۲۔ ۳۱۔ والدین و والیان کو حکم ہے کہ اولاد کی شادیاں جلدی کیا کریں۔ اب ۳۳ میں تین مسئلے بیان ہوئے ۳۲۔ پہلا: یہ کہ مسلمان زانی، متعہ، مشت زنی ولواطت سے بچے یہ سب کام اشد حرام ہیں۔ دوم: غلام کو۔ ۳۳۔ آزادی دو۔ سوم یہ کہ ۳۴۔ رنڈی بازی نہ کراؤ۔ جو شخص کسی کو گناہ پر مجبور کرے تو مجبوراً جرم کرنے والا گناہگار نہ ہوگا۔ آیت ۳۶ میں فرمایا گیا کہ ۳۵۔ مسجدیں اچھی، اونچی اور خوبصورت مضبوط بناؤ پاکیزہ رکھو اور ۳۶۔ نیک لوگوں کی تین نشانیاں بتائی گئیں۔ ۳۷۔ تسبیحیں پڑھتے ہیں۔ ۳۸۔ عبادت سے کوئی چیز ان کو غافل و سست نہیں کرتی پھر بھی۔ ۳۹۔ رب سے ڈرتے رہتے ہیں۔ آیت ۴۸ میں فرمایا گیا کہ ۴۰۔ عدالت کے سمن بلاوے پر حاضری دینا لازم ہے اور مومن کی نشانی ہے۔ آیت ۵۵ میں ۴۱۔ خلفائے راشدین کا ذکر ہے آیت ۵۸ میں فرمایا گیا کہ ۴۲۔ تین وقتوں میں کپڑے اتار کر سونا جائز ہے لہٰذا نابالغ بچے بھی بغیر اجازت نہ آئیں۔ آیت ۵۵ میں فرمایا گیا ۴۳۔ بالغ اولاد بھی بلا اجازت خلوتی گھروں میں نہ آجایا کریں۔ آیت ۶۰ میں فرمایا گیا۔ ۴۴۔ سخت بوڑھی عورت پر موٹی چادروں (برقعوں) سے پردہ فرض نہیں ہے لیکن ۴۵۔ پردہ کریں تو بہتر ہے۔ آیت ۶۱ میں ۴۶۔ کھانا کھانے کے طریقے اور ۴۷۔ دوستوں، عام مسلمانوں، رشتے داروں کی دعوتوں کے حکم شرعی بیان ہوئے۔ ۴۸۔ السلام علیکم کہنے کا حکم آیت ۶۲ میں فرمایا گیا۔ ۴۹۔ جہاد سے بھاگنا حرام ہے منافقوں کا کام ہے۔ آیت ۶۳ میں ۵۰۔ بارگاہِ نبوت کا ادب سکھایا گیا۔

سورۃ نور کے فضائل عملیات اور تعویذ

۱۔ قلب کی روشنی کے لئے، اول آخر ایک ایک بار درود تاج شریف اور ایک ایک بار درود غوثیہ بیچ میں اکیس (۲۱) بار پوری آیت نور جس کا نمبر ۳۵ ہے یہ عمل بعد نماز عشاء اندھیرے میں کیا جائے تا عمر۔ باوضو پاک مصلیٰ یا پاک بستر پر بیٹھ کر قبلہ رخ۔ ۲۔ اگر کثرت سے احتلام ہوتا ہو تو تین بار سورۃ نور پڑھ کر پانی پر دم کر کے پیے۔ ۳۔ اگر دشمنوں کی اپنے بارے میں ناجائز زبان بندی کرنی ہو تو متواتر گیارہ دن بوقت فجر پانچ بار پڑھے اندھیرے میں دشمن کا تصور رکھ کر۔ ۴۔ اگر کسی نیک متقی علم تعویذ کے عالم کامل سے اس کا تعویذ لکھوا کر پاس رکھے گلے میں یا بازو پر تو وسواس شیطانی سے محفوظ رہے گا۔ ۵۔ روایات میں

ہے جو شخص روزانہ بغرض تلاوت بعد مغرب اس کو باوضو پڑھے ایک مرتبہ بالکل صحیح تلفظ و مخارج کی ادائیگی کے ساتھ تو بوقت نزع اور قبر میں بشکل نور وحشت قبر و موت کو دور کرے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔ ۶۔ جب یہ سورۂ نور نازل ہوئی تھی تو سب مخلص مسلمانوں نے بہت خوشی منائی تھی اور کثرت سے نوافل شکرانہ ادا کئے تھے اور منافقین کی سخت ذلت ہوئی تھی۔ ۷۔ یہ سورۃ عورتوں مردوں کے لئے اسلامی زندگی کا بہترین درس ہے۔

تعویذ کے سولہ خانے تعویذ کی چال پانچویں خانے میں ہے۔ ۸۔ فرمایا آقا ﷺ نے کہ جو مسلمان ہر جمعہ بعد فجر سورۃ نور کی ایک بار تلاوت کرے اول آخر درود تاج ایک بار تو دنیا میں اندھاپن دور ہو، آخرت میں چہرہ روشن ہوگا۔ ۹۔ جنگ میں فتح کے لئے پچھتر بار تلاوت کرنے سے مسلمانوں کی شاندار فتح نصیب ہو۔ تلاوت اس طرح کہ یا ایک آدمی پندرہ دن یا پندرہ آدمی ایک دن ایک جگہ بیٹھ کر باوضو تلاوت کریں۔ اول آخر درود تاج ایک بار۔ زائچہ یہ ہے، سورۃ نور کے حروفی عدد بحساب ابجد ۴۰۲۴۵۷۔

نقشہ تعویذ

۷۸۶

۱۰۰۶۱۴	۱۰۰۶۱۷	۱۰۰۶۲۰	۱۰۰۶۰۶
۱۰۰۶۱۹	۱۰۰۶۰۷	۱۰۰۶۱۳	۱۰۰۶۱۸
۱۰۰۶۰۸	۱۰۰۶۲۲	۱۰۰۶۱۵	۱۰۰۶۱۲
۱۰۰۶۱۶	۱۰۰۶۱۱	۱۰۰۶۰۹	۱۰۰۶۲۱

آیاتہا ۶۴ | سُوْرَۃُ النُّوْرِ مَدَنِیَّۃٌ ۲۴ | رکوعاتہا ۹

سورۃ نور مدنی ہے اور یہ سورت چونسٹھ آیتیں ہیں اور نو رکوع ہیں۔

سورۃ نور مدنی ہے اور اس میں چونسٹھ آیتیں اور نو رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ابتدا ہے اللہ کے نام سے جو بخشنے والا رحم والا ہے

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا

سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا

یہ ایک مکمل سورۃ ہے ہم نے ہی نازل کیا ہے اس سورۃ کو اور مقرر کیے ہم نے کچھ شرعی احکام اس میں اور نازل فرمائیں ہیں

یہ ایک سورۃ ہے کہ ہم نے اتاری اور ہم نے اس کے احکام فرض کیے۔ اور ہم نے اس میں روشن آیتیں

فِيْهَآ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ①

ہم نے اس سورۃ میں بیان کرنے والی آیتیں تاکہ تم نصیحت پکڑو

نازل فرمائیں کہ تم دھیان کرو

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ

زنا کرانے والی اور زنا کرنے والا دونوں مجرم ہیں تو خوب سختی سے کوڑے مارو ان دونوں کو

جو عورت بدکار ہو اور جو مرد تو ان میں ہر ایک کو

مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۪ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا

سو سو اور خبردار نہ پکڑے تم کو ان دونوں پر

سو کوڑے لگاؤ۔ اور تمہیں ان پر

رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ

ذرا بھر ترس و نرمی اللہ کی سزائے دینے میں اگر تم سچا ایمان لاتے ہو

ترس نہ آئے اللہ کے دین میں۔ اگر تم ایمان لاتے ہو

بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا
اللہ پر اور آخرت کے دن پر اور چاہئے کہ سزا کھلے عام ہو مشاہدہ کرے
اللہ اور پچھلے دن پر اور چاہئے کہ ان کی سزا کے وقت
طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝
مومنوں کی ایک بڑی جماعت
مسلمانوں کا ایک گروہ حاضر ہو

تعلقات

اس سورۃ نور کا پچھلی سورۃ مومنون سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی سورت میں اجمالاً دو چیزیں بیان کی گئیں۔ ا۔قوم کی گستاخانہ باتیں اپنے نبی حضرت نوح علیہ السلام کی شان میں پہلی سورۃِ نور میں قوم مسلم کو نبی کریم ﷺ سے گفتگو کے آداب سکھائے گئے۔ ۲۔پچھلی سورۃ میں مومن کی سات (۷) نشانیاں بتائی گئیں یہاں سورۃ نور میں ان اعمال کا ذکر فرمایا گیا جن سے یہ نشانیاں پیدا ہوتی ہیں۔مومن کی یہ نشانیاں سورۃِ نور کی آیت ۵۱ اور ۵۷ تا ۶۲ اور اس کے لئے اعمال صالحہ کا تذکرہ سورۃ نور آیت ۲۶ تا ۳۴ پھر آیت ۶۰ تا ۶۴ میں بیان ہوئے۔گویا کہ سورۃ مومنون میں شجر ایمانی کا ذکر ہوا اور اس سورۃ نور میں شجر ایمانی کے ثمرات اعمال صالحہ کا ذکر ہے۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی سورۃ میں فرمایا گیا تھا کہ مومن وہ ہیں۔ا۔جو عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ (المومنون:۳) ہر قسم کے گناہ سے علیحدہ رہنے والے۔ ۲۔لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ۔(المومنون:۵) اپنی بیوی یا اپنی لونڈی کے علاوہ سب سے اپنی شرمگاہ بچانے چھپانے والے یعنی زنا،لواطت،مشت زنی،متعہ جیسی بدکاریوں سے بچنے والے۔یہاں اس سورۃ نور میں ان بدکاریوں کی شرعی سزاؤں کا ذکر فرمایا گیا اور بدکار خاوند بیوی سے بچنے،نیک کار خاوند بیوی بننے بنانے کا حکم دیا گیا۔غرضیکہ سورۃ مومنون میں اعمال کا ذکر ہے یہاں احکام کا۔اس طرح یہ سورۃ پچھلی سورۃ کا تتمہ ہے۔ **تیسرا تعلق:** پچھلی سورۃ مومنون میں سابقہ نافرمان امتوں کی تباہی بربادی اور ان کی عزت دولت قوت سلطنت کی فنا اور ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِيْنَ (مومنون:۴۲) فرما کر ان کی فنا کے بعد دوسری قوموں کو پیدا کرنے کا ذکر فرمایا گیا۔اب اس سورۃ نور میں وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (نور:۵۵) کا ارشاد فرما کر امت مسلمہ کی تا قیامت بقا اور بذریعہ چار خلفائے راشدین اور بارہ (۱۲) خلفائے مطلقہ اسلامی عالمگیر عزت دولت،قوت سلطنت کے قیام وعدۂ الٰہی کا ذکر فرمایا گیا۔گویا کہ سورۃ مومنون کے اجمال کی تفصیل سورۃ نور ہے۔

تفسیر نحوی

سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا فِيْهَآ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۪ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ۔ سُوْرَةٌ مفرد نکرہ مؤنث لفظی یہ لفظ سُوْرٌ سے لیا گیا ہے یا سَتَرَ سے

پہلی بناوٹ میں واؤ اصلی ہے اور معنی ہے چاردیواری شہر کی یا باغ کی۔ اسی معنی میں شہر پناہ اور فصیل قلعہ کو سُور البلد کہا جاتا ہے۔ اس کی جمع ہے اَسوار اور سِیران دوسری بناوٹ میں ترجمہ ہے بقیہ حصہ یا ایک ٹکڑا۔ پہلی بناوٹ میں واؤ اصلی ہے دوسری بناوٹ میں واؤ عوضی ہے (ہمزہ کے بدلے میں) یہ لغوی بیان ہے۔ اصطلاح شریعت میں سورۃ کا معنی ہے قرآن مجید کا ایک مکمل مضمون حصہ۔ جس کا اپنا الگ ایک رتبہ اور تشخص ہے چونکہ علم وحکمت الفاظ واحکام کا علیحدہ مجموعہ ہوتا ہے اس لئے اس کو سُوْرَةٌ کہا گیا۔ اس کی جمع سُوَرٌ بروزن فُعَل کُتُب جمع مکسر منصرف قرآن مجید کی کل سورتیں ایک سو چودہ (۱۱۴) ہیں۔ جن کے تین حصے۔ ۱۔ طوالِ مفصل۔ ۲۔ قصار مفصل۔ ۳۔ اوساط مفصل۔ سب سے بڑی سورۃ بقرہ ہے اس کی چھوٹی بڑی کل آیتیں (۲۸۶) ہیں اور سب سے چھوٹی سورۃ کوثر ہے۔ اس کی چھوٹی چھوٹی تین آیتیں ہیں مگر ہر سورۃ کا مضمون مکمل ہے۔ یہ عجیب حیران کن معجزانہ فصاحت ہے۔ ترکیب نحوی اس طرح ہے۔ سُوْرَةٌ یہ خبر ہے مبتدا محذوف کی۔ اصل میں هٰذِهٖ سُوْرَةٌ۔ سُوْرَةٌ موصوف ہے اگلی عبارت کا۔ اَنْزَلْنَا باب افعال کا ماضی مطلق صیغہ جمع متکلم مصدر ہے اِنْزَالٌ ترجمہ ہے اتارنا ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع ہے سُوْرَةٌ مفعول بہ ہے۔ یہ فعل بافاعل مفعول بہ جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ واؤ عاطفہ۔ فَرَضْنَا باب نصر کا ماضی مطلق جمع متکلم فَرْضٌ سے مشتق ہے۔ لغوی ترجمہ ہے کسی جسم کو کاٹ کر علیحدہ حصہ کرنا۔ اصطلاحی ترجمہ ہے اشیاء کے حصے کرنا۔ اسی معنی میں علم میراث کو علم فرائض کہا جاتا ہے۔ منقول شرعی معنی ہے مقرر کرنا، عزم (پکا ارادہ) کرنا، واجب ولازم کرنا، اجازت ہونا۔ فقہی اصطلاح میں اگر دلیل قطعی سے ثابت ہو تو کام فرض ہوتا ہے جس کا منکر کافر اور اگر دلیل ظنی سے ثابت ہو تو کام واجب منکر کافر نہیں۔ ھَا ضمیر کا مرجع سُوْرَةٌ یہ مفعول فیہ ہے۔ فَرَضْنَا فعل بافاعل اور مفعول فیہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ۔ واؤ عاطفہ اَنْزَلْنَا فعل بافاعل فِيْهَا یہ جار مجرور متعلق ہے۔ آيٰتٍ اسم جمع مؤنث اس کا واحد ہے اٰيَةٌ ترجمہ ہے نشانی علامت مضمون کا ایک حصہ یہاں مراد قرآنی سورت کے مضمون کی آیتیں حصے۔ جمع مؤنث کا اعراب یہ ہے کہ پیش یعنی رفع کی حالت میں رفع ہی ہوتا ہے۔ فتحہ اور کسرہ کی حالت میں جر (کسرہ) ہوتا ہے۔ یہاں فتحہ (زبر) کی حالت میں ہے۔ موصوف ہے بَيِّنٰتٍ اسم جمع مؤنث سالم بَيِّنَةٌ بمعنی کھلی واضح ظاہر۔ بَيْنٌ وَبَيَانٌ سے مشتق ہے۔ بحالت فتحہ ہے کیونکہ صفت ہے۔ آيٰتٍ کا یہ مرکب توصیفی مفعول بہ ہے اَنْزَلْنَا کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہوکر علت ہوا لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۔ باب تفعل کا مضارع احتمالی برائے عَلِّيَةٍ وَسَبَبِيَةٍ۔ صیغہ جمع مذکر حاضر اس کا مصدر ہے تَذَكُّرٌ ذِكْرٌ سے بنا ہے۔ اس کا فاعل ضمیر صیغہ یہ فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ معلول ہے اَنْزَلْنَا فِيْهَا کا۔ یہ علت معلول مل کر معطوف ہے فَرَضْنٰهَا کے جملے پر اور وہ معطوف ہے اَنْزَلْنٰهَا کے جملے پر سب عطف مل کر صفت ہے سُوْرَةٌ کی وہ مرکب توصیفی خبر ہے مبتدا پوشیدہ کی دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہوگیا۔ اَلزَّانِيَةُ الف لام اسمی بمعنی اَلَّتِيْ اسم موصول مؤنث اور مراد ہے عام یعنی کنواری زانیہ۔ باب ضرب کا اسم فاعل صیغہ واحد مونث زِنًى سے مشتق ہے۔ ترجمہ ہے عورت مرد کی حرام کاری (حلال کاری کو وطی کہا جاتا ہے) معطوف علیہ ہے واؤ عاطفہ اَلزَّانِيْ الف لام بمعنی اَلَّذِيْ مراد ہے عام یعنی کنوارہ زانی۔ یہ اسم فاعل صیغہ مذکر ہے معطوف ہے یہ دونوں عطف مل کر مبتدا ہے اس کی خبر محذوف ہے اَلْمُجْرِمَانِ۔ یہ دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہوگیا۔ فَ حرف جزائیہ۔ اِجْلِدُوْا باب ضرب کا فعل امر حاضر

معروف صیغہ جمع مذکر حاضر جَلْدٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے کوڑے مارنا۔ کُلَّ واحد مرکب اضافی کُلَّ ممیز مضاف وَاحِدٍ تمیز مضاف الیہ دونوں مل کر مفعول بہ ہے اِجْلِدُوْا کا مِنْهُمَا۔ یہ جار مجرور متعلق ہے۔ مِائَةَ اسم عددی بمعنی ممیز مضاف جَلْدَةٍ تمیز مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مفعول بہ دوم ہے اِجْلِدُوْا کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر معطوف علیہ واؤ عاطفہ لَاتَاْخُذْ۔ باب نصر کا فعل نہی غائب معروف صیغہ واحد مؤنث غائب۔ اَخْذٌ سے مشتق ہے بمعنی پکڑنا، لگنا۔ کُمْ ضمیر مفعول بہ بِهِمَا جار مجرور متعلق ہے رَاْفَةٌ۔ اسم مفرد مؤنث لفظی جامد بمعنی ترس، نرمی یہ فاعل ہے۔ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ یہ مرکب اضافی مجرور متعلق دوم ہے لَا تَاْخُذْ کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر معطوف ہے فَاجْلِدُوْا کے جملے پر دونوں عطف مل کر جزائے مقدم ہے۔ اِنْ حرف شرط کُنْتُمْ ماضی مطلق فعل ناقص اس کا اسم ضمیر صیغہ اَنْتُمْ جمع مذکر حاضر ہے تُؤْمِنُوْنَ باب افعال کا مضارع حال۔ اس کا فاعل اَنْتُمْ ضمیر صیغہ بَ جارہ بمعنی علیٰ جارہ اَللّٰهِ معطوف علیہ واؤ عاطفہ اَلْیَوْمِ الْاٰخِرِ۔ مرکب توصیفی مراد ہے قیامت معطوف ہے اَللّٰهِ پر دونوں عطف مل کر مجرور متعلق ہے تُؤْمِنُوْنَ کا یہ فعل فاعل متعلق مل کر جملہ فعلیہ ہوکر خبر ہے کُنْتُمْ کی یہ فعل ناقصہ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ ہوکر شرط مؤخر ہوئی۔ یہ شرط وجزا مل کر جملہ شرطیہ انشائیہ ہوکر معطوف علیہ ہے۔ وَلْیَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ واؤ عاطفہ لِیَشْهَدْ۔ باب سمع کا فعل امر غائب معروف صیغہ واحد مذکر غائب شَهْدٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے مشاہدہ کرنا، حاضر موجود ہونا۔ عَذَابٌ اسم صفت مشبہ مبالغہ بروزن فَعَالٌ ترجمہ ہے سزا مراد ہے حد شرعی۔ مضاف ہے هُمَا ضمیر تثنیہ مذکر غائب مرجع ہے زانیہ وزانی مضاف الیہ ہے۔ یہ مرکب اضافی مفعول فیہ ہے بمعنی سزا میں یا ظرف مکانی ہے بمعنی سزا کے وقت طَآئِفَةٌ۔ باب نصر کا اسم فاعل واحد مذکر برائے غائب طَوْفٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے چلنا پھرنا۔ طائفہ کا معنی چلنے پھرنے والے لوگوں کی ایک جماعت اس میں آخر کی ت وحدت کی ہے نہ کہ تانیث کی۔ مِنْ حرف جر تبعیضیہ اَلْمُؤْمِنِیْنَ مجرور متعلق ہے۔ لِیَشْهَدْ اپنے فاعل طَآئِفَةٌ اور مفعول فیہ ومتعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر معطوف ہے اِنْ کُنْتُمْ کے جملے شرطیہ پر دونوں عطف مل کر جملہ عاطفہ ہوگیا۔

تفسیر عالمانہ

سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا فِیْهَاۤ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۝ سورۃ مومنون میں ایمان والوں کی دس چیزیں بیان فرمائی گئیں۔ ۱۔ افلاحِ دارین۔ ۲۔ خٰشِعُوْنَ فِی الصَّلٰوةِ۔ ۳۔ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ۔ ۴۔ زکوٰۃ دینے والے۔ ۵۔ شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے۔ ۶۔ صرف بیویوں کے نکاح والے۔ ۷۔ امانتداری والے۔ ۸۔ نمازوں کے محافظ۔ ۹۔ جنت فردوس کی وراثت والے۔ ۱۰۔ جنت میں ابدی رہائش والے۔ ان میں سات اعمال دنیوی ہیں اور تین انعام اُخروی ہیں یعنی فلاح، وارثت جنتی، رہائش جنتی اور سات اعمال دنیوی میں سب سے اہم وضروری حفاظت فروج ہے۔ قرآن وحدیث میں اس کی حفاظت کا بہت سختی سے حکم فرمایا ہے۔ اسلام میں سب سے بڑا جرم فروج کی حفاظت نہ کرنا ہے اس کی سزا بھی سب سے زیادہ سخت ہے۔ فروج کی حفاظت مسلمان کو فرشتوں سے بلند کردیتی ہے اور بے حفاظتی جانوروں سے بدتر وبے غیرت بنادیتی ہے۔ اس سورۃ نور میں مسلمان مردوں، عورتوں کو حفاظت فروج کے آٹھ طریقے بتائے جارہے ہیں۔

پہلا۔ یہ کہ بیویوں سے نکاح کر کے شریفانہ گھر بساؤ۔ **دوم**۔ یہ کہ زنا کاری سے بچو۔ **سوم**۔ یہ کہ کسی کو تہمت لگانے سے بچو۔ **چہارم**۔ یہ کہ کسی کو بہتان یعنی جھوٹی بناوٹی تہمت لگانے سے بچو۔ **پنجم**۔ یہ کہ راہ چلتے اپنی نگاہیں نیچی رکھو۔ راستوں میں مت بیٹھو۔ **ششم**۔ یہ کہ مسلمان عورتیں اپنے چہرے پر سختی سے پردہ قائم رکھیں۔ **ھفتم**۔ یہ کہ جو مسلمان نکاح کی مالی طاقت نہ رکھتا ہو وہ اپنے پر قابو رکھ کر پاکدامن رہنے کی ہمت وکوشش کرے اس کا بہت بڑا اجر ہے۔ **ھشتم**۔ یہ کہ اسلام نے اس بات پر بھی سختی سے پابندی لگائی ہے کہ نامحرم لوگ بلا اجازت گھروں میں آئیں اور حکم فرمایا ہے ہر شخص دوسرے کے گھر میں اجازت لے کر جایا کرے۔ سابقہ سورۃ مومنون کی آیت ۱۱۵ میں ایک سوال فرمایا گیا تھا کہ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا۔ یہاں اس سورۃ نور میں اس کا جواب دیا جا رہا ہے کہ نہیں بلکہ احکام الٰہی کی پابندیوں کے لئے تم کو پیدا کیا گیا ہے اور وہ پابندیاں تاعمر ہر انسان پر تین طرح سے قائم ہیں۔ ا۔ ایمان لانا۔ ۲۔ شریعت کے حکموں وممانعتوں کی سختی سے پابندی کرنا۔ ۳۔ پورے اسلامی معاشرے کو ہر برائی بے غیرتی سے پاک صاف رکھنا۔ قرآن مجید کی سورۃ مائدہ، سورۃ نساء، سورۃ نور، سورۃ احزاب احکام اسلامی کی سورتیں ہیں۔ ایک بار آقائے کائنات ﷺ نے فرمایا کہ اے مسلمانو تم اپنے مردوں کو سورۃ مائدہ اور مسلمان عورتوں کو سورۃ نور پابندی سے سکھایا کرو اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام اسلامی ملکوں میں یہ حکم نامے جاری فرمائے تھے کہ قانونی ذمہ داری سے ہر ملک میں اسلامی تعلیم کا سلسلہ جاری کرو اور تمام مسلمان مردوں، عورتوں کو سورۃ نساء، نور، احزاب ضرور سکھاؤ کیونکہ ان سورتوں کی ظاہر عبارت میں شرعی احکام کثرت سے ہیں۔ چنانچہ سورۃ نور کے ابتدائی الفاظ بھی اگلی آیات میں بیان کردہ احکام کی اہمیت کا پتہ بتا رہے ہیں۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اے لوگو! گوش و ہوش سے سنو، یہ ایک سورت ہے ہم نے ہی اس کو نازل فرمایا ہے اور اس سورۃ کا ہر حکم ہم نے فرض کر دیا ہے اور جو آیتیں ہم نے اس میں اتاری ہیں وہ عام فہم ہیں ہر حکم کو صاف صاف بیان فرمانے والی نہ کسی حکم کے سمجھنے میں مشکل نہ الجھن نہ عمل میں دشواری یہ آسانیاں اس لئے ہیں تاکہ اے مسلمانو تم سچے پکے نیک بندے بن کر نصیحت پکڑو سمجھو سمجھاؤ عمل کرو۔ ان احکام الٰہیہ کو دنیوی قوانین یا رسم ورواج کی طرح معمولی ودل پسندی کی چیز نہ سمجھنا کہ چاہو تو کرو چاہو نہ کرو بلکہ فَرَضْنَا ہم نے ان کو ہر مسلمان پر فرض ولازم کر دیا ہے۔ احکام والا وہ اَحْكَمُ الْحَاكِمِيْنَ ہے جس کے قبضے میں تمہاری جان اور جس کے فیصلہ وحکمت میں تمہارا انجام ہے جس کی گرفت میں تمہارا ہر حال ہے۔ اس کی نافرمانی کر کے ڈھیل تو پا سکتے ہو مگر فرار کی راہ نہیں پا سکتے۔ یہ قانون اسلامی عقل انسانی وفطرت بشری سے مخالف نہیں بلکہ عین فطرت کے مطابق بینات ہیں کوئی شخص گرانی یا ناسمجھی کا بہانہ بھی نہیں کر سکتا۔ لہٰذا عوام وخواص، حکام ورعایا پر پہلا عدالت اسلامی کا قانون یہ ہے کہ اَلزَّانِیَةُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ۔ کنواری عورت زانیہ اور کنوارا مرد زانی تو اے عدالت کے حاکمو مکمل تحقیق وتفتیش کر کے کامل ثبوت صحیح گواہی کے بعد درمیانی حیثیت وقوت سے دونوں مجرموں کو علیحدہ علیحدہ جسم کے مختلف حصوں پر سو، سو کوڑے پوری سختی سے مارو۔ یہاں چھ باتیں قابل فہم ہیں۔ ا۔ اَلزَّانِیَةُ وَالزَّانِیْ میں الف لام عہد خارجی ہے جس کا معنی ہے ایک نوعیت کا زانی وزانیہ عام شخص اور کنوارہ کنواری غیر شادی شدہ جس نے حلال وطی نہ کی ہو تو صرف ایسے زنا کاری کی سزا سو کوڑے ہیں۔ یہ حد

شرعی ہے کم زیادہ نہیں کی جاسکتی۔ ۲۔ یہاں الف لام عہدی اس لئے ارشاد ہوا کہ مجرم زنا کی تین قسمیں ہیں۔ ۱۔ غیر شادی شدہ عورت مرد، ۲: شادی شدہ عورت ومرد۔ ۳۔ وطی بالشبہ کا زنا۔ **پہلی** قسم کی سزا سو کوڑے مارنا۔ **دوسری** قسم کی سزا رجم سے مار ڈالنا۔ یہ دونوں سزائیں حد شرعی ہیں ان میں ذرہ بھر تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ **تیسری** قسم کی سزا نہ رجم نہ کوڑے بلکہ تعزیری سزا جو بھی حاکم اسلام مقرر کر دے۔ اس کی پوری مزید وضاحت ہمارے فتاویٰ العطایا دوم میں دیکھئے۔ **سوم**۔ یہ کہ کوڑے نہ زیادہ سخت ہوں نہ زیادہ نرم نہ گانٹھ والا نہ دوشاخہ۔ **چھارم**۔ یہ کہ ہر مجرم کو سو کوڑے اور جسم کے مختلف حصوں پر مگر تین جگہ نہ مارے جائیں۔ ۱۔ سر۔ ۲۔ چہرہ۔ ۳۔ شرمگاہ۔ **پنجم**۔ مرد کا جسم اوپر کا ننگا کر دیا جائے۔ عورت کا کرتہ نہ اتارا جائے صرف موٹے کپڑے کوٹ وغیرہ اتارے جائیں۔ **ششم**۔ یہ کوڑوں کی تعداد میں کمی زیادتی نہ ہو، نہ قسطوں میں۔ یہ سزا صرف کنواروں کی ہے۔ شادی شدہ زانی کی سزا رجم احادیث متواتر سے اور عمل صحابہ سے ثابت۔ وطی بالشبہ کی سزا تعزیر فقہ سے ثابت پہلے زمانوں کے خارجی اور اس زمانے کے منکرین حدیث سزاء رجم کے خلاف ہیں۔ دونوں فرقوں کا کہنا ہے کہ چونکہ سزاء رجم الفاظ قرآن سے ثابت نہیں اس لئے ہم نہیں مانتے۔ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بار خارجیوں سے فرمایا کہ الفاظ قرآن سے تو کتے بلے گدھے کی حرمت ورکعات کی تعداد زکوٰۃ کا نصاب بھی ثابت نہیں تو تم ان مسائل میں احادیث کا سہارا کیوں لیتے ہو۔ اس بات پر خارجی بھی لاجواب تھے اور اب منکرین حدیث بھی۔ نیز منکرین حدیث کہتے ہیں کہ یہاں اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي میں الف استغراقی ہے اور ہر زانی کی سزا سو کوڑے ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ اگر ہر زانی کی سو کوڑے سزا ہے تو وطی بالشبہ سے زانی کو تم بھی سزاء تعزیر کے قائل کیوں ہو اس پر وہ لاجواب ہیں ثابت ہوا کہ الف لام استغراقی ہو ہی نہیں سکتا اور الف لام عہد خارجی سے صرف ایک قسم کے زانی ہی مراد ہو سکتے ہیں۔ وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللّٰهِ۔ اور اے مسلمانو! ان اسلامی سزاؤں کے قانوناً جاری کرنے میں تمہیں ان دونوں بدکاروں پر اللہ کے دین کے مقابل کسی قسم کا رحم وترس نہ آئے کیونکہ یہ مجرم نسل واصل کو تباہ کرنے والے معاشرے میں بے غیرتی پھیلانے والے ہیں اور اے حکام وعوام خوب کان کھول کر سنو کہ اگر تم ان بدکار مجرموں پر ذرہ بھر ترس آیا اور عوام نے سفارش کر کے حکام نے رحم کر کے سزا میں کمی یا رعایت برتی تو یاد رکھنا قیامت میں جہنم سے نہ بچ سکو گے۔ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کے قہر وجلال عتاب وعذاب پر ایمان رکھتے ہو اور اپنی مسند عدالت کرسی حکومت پر بیٹھ کر رب تعالیٰ کی عدالت عادلہ قائمہ دائمہ کے یوم آخر کو مانتے ہو جس کے فیصلے کے خلاف نہ اپیل ہو سکے نہ سفارش۔ حدیث مقدس میں ہے کہ اسلامی سزا سے کم سزا دینے والا حاکم بھی جہنمی ہے زیادہ سزا دینے والا بھی۔ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ ہر قانون الٰہیہ کو نافذ کرو خوب مشہور کرو۔ ہر عام وخاص کو معلوم ہو کہ کس جرم کی اسلام میں کیا سزا ہے اور اس حکم کو بھی لازمی وضروری سمجھ کہ ان دونوں مجرموں، بدکاروں، زانیہ وزانی کو حد شرعی کی سزا دیتے وقت ایمان والوں کی ایک بڑی جماعت وہاں موجود ہو۔ جو عدالت کے فیصلے کو جاری ہوتے اپنی آنکھوں سے دیکھے تاکہ زیادہ تشہیر ہو اور مجرموں کو ندامت۔ بروں کو نصیحت ہو، قریب سے دیکھنے والوں کو سزا مل جانے کا یقین ہو۔ سننے والوں کو عبرت ہو حکام کو احتیاط ہو، لواحقین کو تسکین ہو۔ خیال رہے کہ دنیوی جرائم میں سب سے بدتر

جرم زنا ہے۔ اس سے تقریباً دس نقصان ہوتے ہیں۔ ۱۔ نسل خراب۔ ۲۔ اولاد کو ماں باپ کی مہذب تربیت نصیب نہیں ہوتی۔ ۳۔ معاشرے میں بے غیرتی پھیلتی ہے۔ ۴۔ گرہستی خانہ آبادی ختم ہو کر صرف شہوت پرستی رہ جاتی ہے۔ ۵۔ جانوروں سے بھی بدتر و بے شرم ہو کر انسان پر ہر وقت شیطانیت سوار رہتی ہے۔ ۶۔ قومیت تباہ ہو جاتی ہے۔ ۷۔ حرامی اولاد زمانے میں ذلت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔ ۸۔ حسبیت نسبیت ثابت وقائم نہیں رہتی۔ ۹۔ خاندانی شرافت نہ ماں باپ میں نہ ان کی ناجائز اولاد میں رہتی ہے۔ ۱۰۔ حرامی شخص کو نہ امامت ملے نہ ولایت نہ جنت۔ دیگر جرائم ایک جرم میں ایک کو مجرم بناتے ہیں مگر زنا بیک وقت دو کو مجرم بناتا ہے اور دو شخصوں کی اصل، نسل، میراث، خاندانی وقار و آخرت کا افتخار تباہ کرتا ہے یہ دہرا نقصان صرف زنا میں ہے۔ انہی وجوہ سے زنا ہر شریعت میں بھی حرام رہا اور فطری عقلی طور پر ہر معاشرے میں بھی قابل نفرت ہر قوم مسلم غیر مسلم اس کو برا سمجھتے ہیں مگر اس کے سد باب کے لئے کامل و مؤثر قانون صرف شریعت اسلام نے جاری فرمایا غیر مسلم و قانون نے نفرت کے باوجود اتنی نرم سزائیں رکھیں کہ بجائے اس فاشی کو ختم کرنے کے جرم و مجرم کی حوصلہ افزائی کی گئی جس کی وجہ سے یہ جرم مزید پھیلا۔ غیر مسلموں کی اکثریت نے اگر مذہباً یا عادتاً برا سمجھا بھی تو صرف بیوی کے لئے یا پھر کسی کنواری بالغہ سے جبری زنا کو برا سمجھا گیا۔ دیگر مردوں، خاوندوں کو کھلی چھٹی دی گئی اور دونوں کی رضامندی سے زنا کو بھی جرم نہیں سمجھا گیا۔ اس لئے مرد پر کوئی تعزیری سزا بھی نہیں بلکہ مرد پر مالی تاوان ڈالا گیا کہ اپنی جبری مزنیہ کو اتنا معاوضہ ادا کرے اس مالی سزا سے کنجر بازی نے جنم لیا۔ جیسا کہ بائبل کتاب خروج و کتاب استثنا میں ہے اسی طرح ہندوؤں کی کتاب دھرم شاستر میں بھی زنا کی سزا معاوضہ ادا کرنا لکھا ہے اور اس میں بھی امیر غریب کا فرق کر دیا۔ برابر کی ذات میں معاوضہ بھی برائے نام ہے اور وہ معاوضہ بھی خاوند کے مطالبے پر خاوند کو ملتا ہے۔ بیوی یا کنواری مزنیہ کو کچھ نہیں ملتا غرضیکہ غیر مسلم قوموں نے زنا کو مذہبی یا قانونی جرم ہی نہ سمجھا صرف اسلام نے ہی اس تباہ کن جرم کو شدت سے روکا اور زنا کو مذہبی قانونی اخلاقی بدترین جرم قرار دیا اور مرد و عورت کو برابر کا مجرم بنایا۔ اس لئے برابر کی سزا دی گئی۔ شادی شدہ جوڑے کو بڑا مجرم قرار دیا۔ قومیت، حیثیت، و سزا میں کوئی فرق نہ رکھا۔ امیر غریب، نیچی اونچی ذات، مرد و عورت سزا میں سب برابر نہ تاوان نہ معاوضہ نہ مالی سزا سب کو جسمانی سزا۔ اسلام صرف سزائیں دینے کا ہی خواہش مند نہیں بلکہ وہ جرم کو جڑ سے ختم کرنا چاہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان کو جرم سے نفرت دلانے کے لئے اولاً تقویٰ طہارت خوف الٰہی شرم نبی۔ آخرت کی یاد سزا جزا کی پختہ دھیانی کا درس عطا فرماتا ہے۔ شریعت، مہذب باحیا بننے کی تلقین فرماتا ہے تاکہ بے غیرتی بدکاری کا ذہنی تصور مسلم دلوں سے نکل جائے جرم زنا کی یہ اسلامی سزا ۳ھ میں نازل ہوئی۔ ان آیات میں اخلاقاً و تربیتاً زنا سے روکا گیا۔ قرآن مجید میں صرف کنوارہ کنواری کے زنا کی سزا کا ذکر فرمایا لیکن شادی شدہ کے زنا کی سزا کا ذکر عملاً و قولاً احادیث متواترہ سے ثابت ہے اس لئے کہ شادی شدہ مرد و عورت کی سزاء رجم کا ذکر توریت میں مذکور ہے اور سنگساری رجم کا پہلا مقدمہ اور اسلامی فیصلہ بھی ایک یہودی زانیہ زانی کے لئے توریت سے ہی کیا گیا تھا چونکہ زنا قانونی جرم ہے اس لئے کوڑوں کی سزا میں مسلم غیر مسلم برابر مگر رجم کی صورت اور تقریری سزا میں غیر مسلم کو ان کے مذہب کے مطابق۔ اسلامی قانون نافذ کرنے کے لئے آٹھ پابندیاں ہیں۔ ۱۔ کسی بھی مجرم کو اقرار جرم پر مجبور نہیں کیا

جا سکتا۔ ۲۔ عدالت از خود جرم کا نوٹس نہ لے نہ مطالبے میں نہ تفتیش میں۔ ۳۔ نہ عدالت لوگوں کو از خود گواہی دینے پر مجبور کرے۔ ۴۔ عدالت کی ذمہ داری ہے کہ گواہوں کو جانی مالی مکمل تادیر تحفظ عطا کرے تاکہ سچی اور شریفانہ گواہی قائم و محفوظ ہو کرادا کی جا سکے۔ ۵۔ کسی بھی جرم کی مالی سزا دینا بذات خود جرم ہے۔ ۶۔ اور جب لوگوں نے خود مقدمہ دائر کر دیا تو اب کوئی شخص نہ سفارش کر سکتا ہے نہ حمایت نہ حاکم معافی دے سکتا ہے اب پوری کارروائی سے قانونی فیصلہ واجب ہے۔ ۷۔ چند دیگر جرائم کی طرح زنا بھی ناقابل راضی نامہ ہے۔ ۸۔ جرم زنا جب تک شرعی اصول وضوابط کے مطابق ثابت نہ ہو جائے تب تک کوئی عدالت سزا کا فیصلہ نہیں کر سکتی۔ اگرچہ غیر اصولی اِدھر اُدھر سے کتنے ہی شواہد مل جائیں یہاں تک کہ خود قاضی یا جج یا مفتی نے اپنی آنکھوں سے جرم ہوتا دیکھا ہو۔ جرم زنا کا پہلا ثبوت اقرار مجرم ہے۔ اقرار کے بعد عدالت جج و قاضی کرید کرید کے پوچھے کہ زنا کب کیسے اور کہاں ہوا۔ مجرم بغیر کسی دباؤ کے باہوش وحواس صاف صاف سب کچھ بیان کرے۔ اقرار میں مُقِر کسی دوسرے مجرم فاعلی یا مفعول بہ کی نشاندہی پر مجبور نہ کیا جائے۔ اگر اقراری مجرم خود ہی دوسرے مجرم کی نشاندہی کرتا ہے تب اس دوسرے مجرم سے بھی اس اقرار کی تصدیق کرائی جائے اور وہ دوسرا مجرم بھی اس اقرار کی تصدیق کر دے تب جرم ثابت ہوگا لیکن اگر بیانات میں اختلاف یا شک شبہ پایا گیا تو جرم ثابت نہ ہوگا۔ جرم زنا کا دوسرا طریقہ ثبوت قابل اعتماد، نیک متقی، ایماندار چار گواہ، خائن نہ ہوں نہ ہی کسی سابقہ جرم یا اتہام تراشی میں سزا یافتہ شہرت یافتہ و بدنام ہوں نہ ہی مجرم کے ذاتی دشمن ہوں۔ ان چار گواہوں کی گواہی میں پانچ باتیں متفقہ ہوں گی تب جرم ثابت ہوگا۔ ۱۔ کس وقت زنا ہو۔ ۲۔ کہاں ہوا۔ ۳۔ کس کے ساتھ ہوا۔ ۴۔ تم نے اپنی آنکھوں سے کیا کچھ دیکھا۔ ۵۔ زنا کسے کہتے ہیں۔ عدالت کا قاضی و جج سوال کرے ہر گواہ سے علیحدہ تنہائی میں کہ کیا تو دونوں عورت مرد کو بخوبی جانتا ہے۔ اس جرم کے وقت دونوں کو صاف، صاف بخوبی دیکھ رہا تھا۔ اگر بیانات میں کہیں بھی اختلافات یا تضاد بیانی پائی گئی تو تمام گواہی مشکوک اور جرم ثابت نہ ہوگا لیکن گواہوں کو حد قذف نہ لگے گی۔ ہاں البتہ اگر کسی گواہ کی مجرم سے سابقہ دشمنی یا مخالفت کسی بھی قسم کی ثابت ہوگئی تو اس گواہ کو حد قذف بھی لگے گی۔ کسی کنواری عورت کا حاملہ ہو جانا اس کے مجرم زنا ہونے میں فقہا کا اختلاف ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کنواری کا حاملہ ہونا ثبوت زنا کافی ہے۔ دیگر آئمہ ثلاثہ کے نزدیک کافی نہیں ہے کیونکہ بغیر وطی کے بھی نطفہ رحم میں پہنچانا ممکن ہے۔ تعداد گواہ کی طرح اقرار بھی چار مرتبہ صاف صاف ہونا لازم ہے۔ امام اعظم و امام احمد حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کا یہی مسلک ہے لیکن امام مالک و امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک بار بھی مکمل کھل کر اقرار کرنا کافی ہے۔ اگر دوران اقرار مُقِر رجوع کر لے یا دوران سزا رجوع کر لے تو بھی جرم ختم کر دیا جائے گا اور سزا روک دی جائے گی۔ گواہی میں گواہوں سے پوچھا جائے گا کہ دونوں مجرم کون تھے مگر اقرار میں دوسرے مجرم کا نہ پوچھا جائے گا۔ جرم ثابت ہونے کے بعد آئمہ اربعہ کا سزاؤں میں اختلاف ہے۔ ۱۔ امام اعظم و امام مالک رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک کنوارا کنواری کو صرف سو کوڑے اور شادی شدہ کو صرف رجم۔ ۲۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شادی شدہ کو پہلے سو کوڑے پھر رجم۔ ۳۔ امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک کنوارا کنواری کو سو کوڑے بھی اور ایک سال جلاوطن بھی کیا جائے گا۔ ۴۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صرف مرد کو ایک سال

کی جلاوطنی ہوگی عورت کو نہیں کوڑے کی سزا میں چھانٹا یا بید کی چھڑی یا تازہ مضبوط شاخ اس طرح مارنی چاہئے کہ صرف کھال تک زخم ہو گہرا نہ ہو۔ کسی مجرم کو باندھ کر نہ مارے جائیں مرد کو کھڑے کر کے عورت کو بٹھا کر مارے جائیں۔ اگر مجرم کے بھاگ جانے کا خطرہ ہو تو باندھنا جائز ہے۔ موسم سرما میں گرم وقت اور موسم گرما میں ٹھنڈے وقت سزا دینی چاہئے۔ جلاد کو مارنے کا سکھانا ضروری ہے کہ نہ زیادہ سخت نہ زیادہ نرم۔ اگر مجرم بہت بوڑھا یا دائمی مریض اور کوڑوں سے ہلاکت کا اندیشہ تو سو کوڑوں یا شاخوں کا جھاڑو بنا کر ایک بار ہی پوری قوت سے ماردی جائے۔ اگر جرم گواہی سے ثابت ہو تو ہر سزا کی ابتدا گواہ کریں یہ واجب ہے۔ اگر اقرار جرم سے ثابت ہو تو سزا دینے کی ابتدا خود فیصلہ کرنے والا جج کرے یہ مستحب ہے۔ حد شریعت کی اس سزا کو کہتے ہیں جو قرآن مجید یا حدیث متواتر یا اجماع صحابہ سے عبارتاً و صراحتاً ثابت و مقرر ہو۔ قیامت تک اس میں نہ تنسیخ ہو سکے نہ تبدیلی نہ کمی زیادتی شریعت اسلام میں چار سزائیں حد ہیں۔ ۱۔ زناء کنوارا سو کوڑے۔ ۲۔ زناء محصن محصنہ (شادی شدہ) کی سزا و حد رجم۔ پہلی حد شرعی قرآن مجید کی اسی آیت سے ثابت رجم کی سزا حدیث پاک سے ثابت۔ ۳۔ حد قذف قرآن مجید سے ثابت۔ ۴۔ حد شراب اجماع صحابہ سے ثابت اس طرح کہ دور فاروقی میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شراب نوشی کی سزا کے لئے تمام صحابہ کرام کی مجلس شوریٰ منعقد فرمائی۔ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں شراب کے نشے والے کی باتوں کو تہمت لگانے والی کی باتوں کے مثل و مشابہ سمجھتا ہوں کیونکہ بہتان باز بھی ہذیان و فضول بکتا ہے اور نشے والا بھی لہٰذا دونوں کی سزائیں بھی ایک جیسی ہونی چاہئیں تو چونکہ قذف یعنی تہمت و بہتان لگانے کی سزا قرآن مجید نے اَسی (۸۰) کوڑے بتائی ہے۔ شراب نوشی کی سزا بھی یہی ہونی چاہئے تمام صحابہ کرام کو یہ رائے بہت پسند آئی۔ اسی پر تمام صحابہ کا اجماع ہو گیا اور تا قیامت یہ حد مقرر ہو گئی۔ تعزیر وہ سزا ہے جو حاکم وقت خود اپنی صوابدید پر مقرر کرے اس میں تنسیخ، تبدیلی، کمی بیشی ہو سکتی ہے۔

ان آیات میں مفسرین کے مختلف اقوال

سُوْرَةٌ کی ترکیب نحوی میں چار قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا یہ خبر ہے مبتدا محذوف ھٰذا کی یہی قول درست ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا یہ خود مبتدا ہے محذوف خبر کا دراصل ہے سُوْرَةٌ اَوْحَیْنَا۔ ۳۔ بعض نے کہا کہ یہ پوری آیت ا مبتدا ہے اور پوری آیت ۲ اس کی خبر ہے۔ ۴۔ یہ سُوْرَةً ہے زبر سے۔ مفعول بہ ہے ایک فعل محذوف کا دراصل ہے اَوْحَیْنَا اِلَیْكُمْ سُوْرَةً۔ فَرَضْنَا کی قرأت میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت میں باب نصر کا ماضی مطلق معروف ہے بغیر تشدید فَرَضْنَا۔ یہی قرأت درست ہے کیونکہ مکتوب و مشہور ہے۔ ۲۔ بعض کی قرأت میں۔ باب تفعیل کا ماضی ہے تشدید سے۔ فَرَّضْنَا۔ فَرَضْنَا کے معنی میں دو قول ۱۔ بعض نے کہا اس کا معنی ہے ہم نے فرض واجب کیا۔ ۲۔ بعض نے کہا اس کا معنی ہے ہم نے تفصیل بیان کی بمعنی فصّلنا۔ اَنْزَلْنَا کی وجہ تکرار میں تین قول۔ ۱۔ بعض نے فرمایا کہ یہ تکرار عنایات ربانی کی شان کمال بتا رہی ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا کہ احکام الٰہیہ کا مستقل ہونا بتا رہی ہے۔ ۳۔ بعض نے کہا کہ یہ تکرار اس بات کی وضاحت کر رہی ہے کہ اس سورۃ نور کی پہلی آیات میں احکام حدود کی قسمیں بیان کی گئی ہیں اور آخری آیات میں دلائل توحید و شان رسالت بیان کئے گئے ہیں۔

تَذَكَّرُوْنَ کی قراءت میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قراءت میں ذال کی تخفیف سے ہے یہی درست ہے کیونکہ مشہور ومکتوب ہے۔ ۲۔ بعض کی قراءت میں ذال کی بھی تشدید ہے یعنی تَذَّكَّرُوْنَ۔ وَالزَّانِیْ کی قراءت میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قراءت وَالزَّانِیْ۔ یٓ سے ہے یہی قراءت درست ہے کیونکہ مشہور ومکتوب ہے۔ ۲۔ بعض کی قراءت وَالزَّانُ ہے بغیر یاءِ آخری۔ لَا تَاْخُذْ کی قراءت میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قراءت میں لَا تَاْخُذْ ہے۔ مضارع معروف منفی واحد مؤنث غائب۔ یہی قراءت درست ہے کیونکہ مشہور ومکتوب ہے۔ ۲۔ بعض کی قراءت لَا یَاْخُذُ ہے۔ واحد مذکر غائب۔ یہ قراءت اس لئے بھی غلط ہے اس کا فاعل رَاْفَةٌ لفظی مؤنث ہے مگر ان بعض کا کہنا ہے رَاْفَةٌ معناً مذکر ہے۔ رَاْفَةٌ کی قراءت میں چار قول۔ ۱۔ اکثر کی قراءت میں بلا ہمزہ ہے۔ رَافَةٌ یہی درست ہے کیونکہ مشہور ومکتوب ہے۔ ۲۔ بعض کی قراءت رَاْفَةٌ ہمزہ سے۔ ۳۔ بعض کی رَءَفَةٌ ہمزہ مفتوحہ سے۔ ۴۔ بعض کی قراءت رَئَافَةٌ ہے ہمزہ والف سے۔

فائدے

ان آیات پاک سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ **پہلا فائدہ:** دین اسلام صرف نماز، روزے کا نام ہی نہیں بلکہ مکمل عدالتی نظام حدود وقصاص جاری کرنا بھی دین ہی ہے یہ فائدہ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ۔ فرمانے سے حاصل ہوا یعنی حدود کی سزائیں جاری کرنا بھی دین ہی ہے۔ اگر کسی اسلامی ملک میں مسلمانوں کی حکومت میں عدالتی نظام اسلامی نہیں تو وہاں ادھورا دین ہے اور یہ اسلام سے بغاوت وغداری ہے بلکہ فقہاء عظام فرماتے ہیں اسلامی ملکوں میں غیر اسلامی قانون جاری کرنا منافقانہ شرک ہے۔ **دوسرا فائدہ:** کسی بھی مجرم پر رحم کرنا، ترس کھانا، سفارش وحمایت کرنا یا نرم رویہ رکھنا گناہ وتوہین اسلام ہے قیامت میں اس کی سزا جہنم ہے۔ یہ فائدہ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ۔ فرمانے سے حاصل ہوا۔ حدیث مقدس میں ایسی خلافِ اسلام نرمی گرمی اور ترس کی اُخروی سزا بیان کردی گئی ہے۔ **تیسرا فائدہ:** ہر سزاء اسلامی سر عام عوام کے سامنے دینی چاہئے اور فیصلہ کرنے والا جج بھی سزا کے وقت موجود ہوتا کہ افسروں کی نزاکت طبعی عوام سے غرور اور توہین عدالت والا کافرانہ قانون ختم ہو۔ توہین عدالت کا قانون بنانا اسلام کے خلاف ہے مغرور انگریز کا بنایا ہوا اس قانون سے ملک میں تین خرابیاں پیدا ہوئیں۔ ۱۔ انصاف مہنگا ہوا۔ ۲۔ ظلم سستا ہوا۔ ۳۔ حکام عدالت مغرور ہوئے اور نازک مزاج آوازِ حق کو دبایا گیا۔

احکام القرآن

ان آیات پاک سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ:** احناف کے نزدیک زنا یہ ہے کوئی مرد کسی کنواری یا غیر کی بیوی سے اس کی قبل میں وطی دخول کرلے انزال ہو یا نہ ہو، صرف آلہ تناسل داخل ہو جانا ہی مکمل زنا ہے۔ پہلے زمانوں میں لونڈی، غلام ہوتے تھے اس وقت یہ قید تھی کہ لونڈی مکمل ایک شخص زانی کی ملکیت نہ ہو یا آدھی ملکیت ہو اور زانی اس سے وطی کو حرام سمجھتا ہو۔ تب بھی وطی کرلے تو زنا ہے اور نہ وطی بالشبہ ہے یا لونڈی پوری کسی دوسرے کی ہو تب یہ زنا ہے اس کی سزا کوڑے یا رجم ہے لیکن لواطت فی دبر عورت یا مرد سے یا جانور سے قبل یا دبر میں مجامعت کرنا زنا نہیں ہے۔ لواطت ومجامعت

جانوراور وطی بالشبہ کی سزا تعزیری ہے۔ مسلک حنفی میں زنا نام ہے نسل خراب کرنے کا اِرَادَۃً۔ اگرچہ کسی وجہ سے تکمیل نہ ہو سکے۔ امام احمد و شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کے مسلک میں انسانی دبر میں لواطت بھی زنا ہے کیونکہ ان کے نزدیک شہوت پوری کرنا ہی زنا ہے۔ ان اماموں کے نزدیک لواطت کی سزا بھی کوڑے یا رجم ہے۔ احناف کی دلیل عمل صحابہ کرام ہے کیونکہ صحابہ نے لواطت ومجامعت حیوانات کے لئے تعزیری سزائیں مقرر فرمائیں جو مختلف ہوتی رہیں اگر لواطت ومجامعت حیوانات زنا ہوتا تو صحابہ بھی سزاء حد ہی لگاتے نہ سزا میں کمی بیشی کا اختلاف کرتے نہ خود سزاء تعزیر مقرر فرماتے۔ **دوسرا مسئلہ:** کوڑوں والے زنا کی سزا میں صرف دو شرطیں ہیں۔ ۱۔ دونوں مجرم عاقل۔ ۲۔ بالغ ہوں، نابالغ ونابالغہ اور دیوانی دیوانے کو سزا نہ ملے گی۔ ایک بھی عاقل بالغ ہے تو صرف اسی کو سزا ملے گی اور رجم کی سزا والے زنا میں چھ شرطیں ہیں۔ ۱۔ دونوں مجرم مرد وعورت **محصن و محصنہ** ہوں یہ تین چیزوں کا نام ہے۔ ۱۔ اللہ رسول پر ایمان۔ ۲۔ قیامت وحساب وکتاب پر ایمان۔ ۳۔ شریعت کی پابندی۔ شرط دوم۔ دونوں بالغ ہوں۔ ۳۔ عاقل ہوں پاگل نہ ہوں۔ ۴۔ آزاد ہوں لونڈی غلام نہ ہوں۔ ۵۔ دونوں صحیح نکاح سے شادی شدہ ہوں نکاح فاسد یا باطل نہ ہوا ہو۔ ۶۔ رُخصتی اور خلوت صحیحہ اور خاوند بیوی جائز وطی بھی کر چکے ہوں پھر زنا کریں تو سزاء رجم ہوگی لیکن اگر ایک شرط بھی کم ہوئی تو نہ محصن محصنہ ہونا ثابت ہو نہ سزاء رجم ثابت ہو اور زنا ثابت ہو جانے کی صورت میں کوڑوں کی سزا لگے گی۔ یہ مسلک صرف امام اعظم وامام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کا ہے۔ امام شافعی وامام احمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک محصن محصنہ کا احصان پانچ چیزوں میں ہے یعنی مسلمان ہونا شرط نہیں مستامن وذمی کافر عاقل، بالغ، آزاد، شادی شدہ، جائز وطی کرنے کے بعد اگر زنا کرے گا تو رجم کی سزا ہوگی۔ **تیسرا مسئلہ:** آئمہ اربعہ کا متفقہ مسلک ہے کہ مجبور عورت کو زنا بالجبر کی سزا نہ ملے گی نہ کوڑوں والی نہ رجم والی خواہ زانی مجبور کرے یا کوئی رنڈی باز تجارتی دلال یہ تینوں مسئلے اَلزَّانِیَۃُ وَالزَّانِیْ اور اسی سورۃ نور کی آیت ۳۳ سے مستنبط ہوئے۔ خیال رہے کہ زنا کار عورت کے شریعت میں دو نام ہیں۔ ۱۔ اَلزَّانِیَہ خوشی سے زنا کرانے والی۔ ۲۔ مَزْنِیہ مجبوراً زنا کرانے والی مگر زنا کار مرد کا صرف ایک ہی نام ہے اَلزَّانِیْ۔ اس لئے کہ شریعت نے عورت کو تو زنا میں مجبور مانا ہے مگر مرد کو زنا کاری میں مجبور نہیں مانا اس کی وجہ یہ کہ عورت کے پاس آلہ دخول ہے۔ عورت کی رضا ہو یا نہ ہو جبراً بھی زنا ممکن ہے مگر مرد کے پاس آلہ ادخال ہے اور ادخال شہوت سے ممکن ہے اور شہوت رضا خوشی وسکون سے ہی ممکن ہے ذرہ بھر بے دلی، بے رغبتی بے سکونی یا خوف غالب ہو تو شہوت نہیں آتی اور شہوت نہیں تو ادخال ناممکن۔ اس لئے مرد کو زنا پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے ہر زنا پر زانی کو سزا ملے گی اور زانیہ کو بھی مگر مزنیہ کو سزا نہ ملے گی۔ اس لئے پہلے فرمایا گیا اَلزَّانِیَۃُ پھر وَالزَّانِیْ۔ **چوتھا مسئلہ:** شریعت اسلام کا یہ مسئلہ فقہ اربعہ میں متفقہ ہے کہ قصاص، رجم وقطع ید سارق کی سزا حکومت عدالت کا قاضی وجج ہی نافذ وجاری کر سکتا ہے۔ عوام یا آقا یا سردار چوہدری یا سابقہ جج وقاضی عدالتی فیصلہ کو یا خود فیصلہ کر کے یہ تین شرعی سزائیں جاری نہیں کر سکتا۔ نہ قصاص میں قتل نہ چوری میں ہاتھ کاٹنا نہ زنا میں رجم۔ صرف حکومت کا مقرر کردہ حاکم جج قاضی کے علاوہ کوئی کتنا معزز یا ماہر قانون ہو قانون اپنے ہاتھ میں نہیں لے سکتا۔ ان تین کے علاوہ باقی اسلامی حدود وتعزیرات کے نفاذ میں فقہی اختلاف ہے۔ امام اعظم وامام احمد رحمہما اللہ تعالیٰ تو تمام

سزاؤں کے نفاذ میں یہی فرماتے ہیں یعنی کوڑوں، جیلوں، تعزیروں کی تمام سزائیں صرف حکومتی عدالتیں ہی دے سکتی ہیں لیکن بعض مالکی وشوافع علماء نے فرمایا کہ آقا یا علاقے کا ایماندار سربراہ کوڑوں وتعزیروں کی سزا جاری کرنے میں قاضی وجج کا نائب ہے۔ لہٰذا بوقت ضرورت یہ سزائیں دے سکتا ہے یہ متفقہ مسئلہ فَاجْلِدُوْا کے بعد وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ کی دلالۃ النص سے مستنبط ہوا۔ جس میں بتایا گیا کہ عوام مومنین صرف سزا کو دیکھ سکتے ہیں نافذ کرنے والے دیگر حکام ہیں جن کو فَاجْلِدُوْا کا حکم دیا گیا اور لَا تَاْخُذْكُمْ کی ممانعت کی جارہی ہے اس کے بعد وَلْيَشْهَدْ فرمانا حکام وعوام کی تفریق وتقسیم فرمانا ہے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ **پہلا اعتراض:** اس کی کیا وجہ کہ یہاں فرمایا گیا اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ یعنی عورت کا ذکر پہلے مرد کا بعد میں لیکن سورۃ مائدہ کی آیت ۳۸ میں فرمایا گیا۔ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ۔ وہاں مرد کا ذکر پہلے عورت کا بعد میں۔ **جواب:** اس کی وجہ یہ کہ یہاں شہوانی جرم کا ذکر ہے اور وہاں جسمانی جرم کا۔ شہوت خواہش بدکاری کی عادت عورت میں زیادہ اس لئے رغبت درغلاہٹ دعوت گناہ بھی عورت کی جانب سے زیادہ ہوتی ہے عورتوں کے ہی چکلے بنتے کوٹھے سجتے ہیں نہ کہ مرد کے اس لئے جرم زنا میں عورت کا ذکر پہلے کیا گیا لیکن چوری کے جرم کا تعلق طاقت جسمانی قوت، دلیری، بہادری سے ہے وہ مرد میں عورت سے زیادہ ہوتی ہے۔ اسی لئے چور زیادہ اور بڑے بڑے مرد ہی ہوتے ہیں۔ عورت شاذ ونادر اور چھوٹی چوریوں کی ہی مرتکب ہوتی ہے اس لئے وہاں مرد کا ذکر پہلے فرمایا گیا۔ **دوسرا اعتراض:** اس کی کیا وجہ کہ زنا ہر حال میں ایک ہی نوعیت کا مگر کنوارے مرد وعورت کی سزا و زنا کوڑے مارنا ہے اور شادی شدہ زانیہ زانی کی سزا رجم کرنا ہے۔ جب جرم ایک طرح کا تو سزا بھی ایک جیسی چاہیے تھی۔ یعنی دونوں قسم کے زانی زانیہ کو کوڑوں کی ہی سزا دی جاتی۔ نیز رجم کے بجائے قتل کر دیا جاتا تو بہتر تھا آسان بھی تھا اور مقصد ہلاکت بھی حاصل تھا۔ **جواب:** فعل زنا اگرچہ ایک جیسا ہے لیکن کیفیت مجرمان مختلف ہے کنوارہ، کنواری کو شہوانی مجبوری ہے جو وجہ جرم بھی ہو سکتی ہے لیکن شادی شدگان کو یہ مجبوری نہیں ان کا جرم محض بدمعاشی سے ہے نیز قتل کے بجائے رجم کرنے میں دو حکمتیں ہیں۔ ایک یہ کہ زنا شہوانی لذت کا جرم ہے اور یہ لذت پورے جسم نے حاصل کی اس لئے پورے جسم کو سزا دی گئی نہ کہ صرف گردن کو۔ دوسری حکمت یہ کہ چونکہ اسی سزا دلوانے میں چار گواہ تھے اور اقرار جرم میں جج نے فیصلہ وسزا کیا تھا اس لئے سزا دینے میں چاروں گواہ اور جج بھی شامل ہو اور عوام بھی تاکہ دیکھا جائے کہ کون ترس کرتا، کون سزا دینے سے ہچکچاتا ہے، کون عبرت، کون نصیحت پکڑتا ہے۔ یہ بات قتل سے حاصل نہ ہوتی وہ تو صرف ایک ہاتھ نے ہی کرنا تھا۔ **تیسرا اعتراض:** اس کی کیا وجہ کہ یہاں بھی اور دیگر آیات میں بھی قیامت کو یوم آخر کہا جاتا ہے وقتِ آخر نہیں کہا جاتا نہ لیل آخر اور یہاں سزا وحد کو عَذَابَهُمَا فرمایا گیا چاہئے تھا عِقَابَهُمَا فرمایا جاتا۔ عذاب تو سزا و ربانی کو کہا جاتا ہے جو دنیا میں کفار پر آسمانی ناگہانی ہوتا ہے یا قبر حشر جہنم میں۔ **جواب:** شرعی اصطلاح میں ہر وہ سزا جو ذاتی دشمنی یا مخالفت، بغض، حسد، کینہ، مخالفت، عداوت کی وجہ سے ہو وہ عقاب ہے لیکن جو سزا سچے انصاف وحفاظت قانون

کی وجہ سے ہو کسی ذاتی عناد یا ظلم کو دخل نہ ہو بلکہ ظلم وفتنہ ختم کرنے کے لئے ہو اس کو عذاب کہا جاتا ہے وہ بھی ربانی سزا ہے اگرچہ حکام عدالت کے ہاتھ سے ہو یا مجاہدین اسلام کے ہاتھ سے یا آسمانی فرشتوں کے ہاتھ سے۔ حدودِ اسلامی بھی اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ ہے اس لئے اس کو عذاب فرمایا گیا۔ یہ بھی یاد رہے کہ عالم دنیا میں ناگہانی کوئی بھی عذاب نہیں نہ آسمانی نہ جہادی وعدالتی سب کچھ قانون قدرت و پروگرام کے مطابق ہو رہا ہے لیکن جو بے خبر ہوں وہ ناگہانی کہہ دیتے ہیں۔

تفسیر صوفیانہ

اے وادیٔ اسرار کو تلاش کرنے والو سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا۔ یہ ایک سورۃ ہے وادی اسرار وانوار کا سوز البلد، شریعت، طریقت، معرفت، حقیقت کی چار دیواری اس میں علوم ومعارف کے خزانے ہیں۔ اس وادی چار دیواری کو ہم نے عالم قدس سے عالم ظاہر میں نازل فرمایا وَفَرَضْنٰهَا اور گھیر لیا ہم نے اپنے ہر بندۂ خالص کو اس ایمان عرفان کی حدودِ چار دیواری میں فرائض واجبات، سنن، مستحبات کا پابند کر کے اور مقرر کر دیئے ہم نے ہر مومن کے اوقات قدوم وقیام، اکل وشرب، نظر وفکر کو عقل کی اونچائی، دل کی گہرائی، روح کی ترقی نفس کی تذلل کے لئے خبردار ان حدود سے باہر کوئی نہ نکلے تاعمر اسی چار دیواری کے پنجرہ میں رہے ورنہ راہ بے راہ مارے پھرتے ہیں۔ وَاَنْزَلْنَا فِيْهَآ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ. بندۂ عارف طائر لاہوتی ہے شریعت انس کا پنجرہ ہے جس کی حدود آفاقی میں اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ کی غذائیں، حسنات کے پانی ہیں لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۔ یہ روحانی آیات بینہ کی غذائیں ہم نے اس لئے نازل کی ہیں تاکہ تم حدود شریعت میں محدود بند ولذت ذوق سے ذکر وعبادت کی پروازیں کر سکو۔ اس چار دیواری آفاقی، ملکوت لاہوتی، جبروتی کے چاروں طرف سے اپنے قالب میں موجود خباثت نفسانی پر نگاہِ تفکر رکھو اور اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ۔ جسم انسانیہ میں عقل عیارہ زانیہ ہے اور نفس امارہ زانی ہے جو شیطان کے قبضہ تصرف غلبہ تعمل میں ہے ان میں شہوت دنیا بھرپور ہے۔ جس بندے کی پوری مشغولیت شہوات ہر وقت حصول دنیاء فانی میں لگی رہیں اس طرح کہ اس کا دین بھی دنیا بن جائے۔ ممنوعات شریعت کی بھی پرواہ نہ کرے وہ عقل ونفس قالب انسانی کا زناکار ہے۔ ان دونوں کو ریاضات عرفانی کے سو کوڑے مارو۔ اس طرح کہ روزوں کی بھوک سے پچیس کوڑے پھر ترکِ شہوات کے پچیس کوڑے پھر ترک خواہشات کے پچیس پھر مخالفتِ شیطان کے پچیس کوڑے یہ سو کوڑوں کا مراقبہ، محاسبہ، معاتبہ، مقاہرہ کا چلہ اس لئے ہے کہ عقل کی عیاریاں، نفس خبیث کی تیاریاں دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں ہیں۔ نفس خبیث ہر گھنٹے میں چار زنا کرتا ہے۔ قدم کا زنا، ہاتھ کا، آنکھ کا، کان کا زنا، کلام فحاشی کو سن کر یہ چھیانوے ہوئے بقیہ چار بدمستی کی نیند، کفران نعمت، تصورات باطل، تخیلات فاسد۔ اے بندۂ مرید بیشک تیرا رب جانتا ہے کہ تو لیل مراقبہ میں دو تہائی رات سے کم جاگتا ہے اسی میں قیام معرفت وقرب منزل کے قدم مکمل کرتا ہے اسی لئے بندۂ طالب پر سزاء نفس فرض کر دی ہے ہم نے کہ ان ساعتوں میں غافل نفس کو حواس خمسہ کے مراقبے اور اعضاء ظاہری کے مجاہدے سے وہ سزا دو جو شریعت کی عدالت قلب حاکم نے حدود طریقت کا فیصلہ سنایا اور سزا کا مجموعہ سو کوڑے ہوا جس کے نتائج وکمالات عقل ونفس کے لئے حاصل ہوتے ہیں۔ وَلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ۔ اے بندو جب تم محبت الٰہی کا دعویٰ کرتے ہو تو قہر کرو اللہ تعالیٰ کے نافرمانوں، مخالفوں پر اور کبھی بھی

ترس نہ آنا چاہئے نفس کی خباثتوں، مخالف کی حماقتوں پر کیونکہ جو نافرمانوں پر رحم کرتا ہے وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتا ہے۔ خباثت ونافرمانی بیماری ہے۔ عقل ونفس مثل اولاد ہے تزکیہ روح اور مجاہدے کی تادیب اس بیماری کا علاج ہے جس طرح اگر کوئی اولاد بیمار بیٹے کو کڑوی دوائی شفقت و پیار کی وجہ سے نہ کھلائے یہاں تک بیمار تباہ وہلاک ہو جائے۔ تو وہ باپ شفیق نہیں ظالم ہے اسی طرح جو شخص دنیا میں عقل وجسم کو ہر وقت ہر طرح کی نرمی وآرام دے سردی کے وضو سے بچائے، پوری رات میٹھی نیند سلائے، دھوپ وگرمی کی عبادت سے ہٹائے، ٹھنڈی چھاؤں میں بٹھائے، ریاضت سے بچائے۔ محنت کی عبادت مراقبے سے روکے، جاگنے سے گھبرائے اور خوب عیش کروائے تو وہ ابدی ظلم کرنے والا ہے۔ لہٰذا اے بندو اپنے نفس وعقل پر مشقت وعبادت کی خوب سختی سے پابندی کرو۔ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ۔ اے سالکین وادی اسرار اگر تم کو اسرار الٰہیہ انوار جمالیہ پر حَقُّ الْيَقِيْن کا ایمانِ کامل ہے اور انجام خیر وشر کے اس یوم آخر پر بھی جس کی رات نہیں ہے وہ روشنی جس کا اندھیرا نہیں ہے وہ نور جس کے ساتھ ظلمت نہیں ہے وہ عدل جس کے بعد کوئی کسی پر ظلم نہ کر سکے۔ کسی کے لئے وہ خیر کا دن جس کے بعد شر کی رات نہیں اور کسی کے لئے وہ شر کی رات ہے جس کے بعد خیر کا دن نہیں ہے۔ وہ سعادت جس کے بعد کبھی شقاوت نہ ہو وہ شقاوت جس کے بعد کبھی سعادت نہیں۔ اپنا اپنا نصیب ہے، اپنا اپنا حصہ، اپنا اپنا انجام۔ خیر وشر اگر تم بندے اللہ تعالیٰ کی اس تقسیم حکیمانہ وقدرت کاملانہ پر ایمان لاتے ہو تو کبھی بھی احکام الٰہیہ میں نرمی گرمی کی بیشی جلدی و دیر۔ تعطل تفضل کی حرکت شیطانیہ نہ کرنا۔ صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ جنت میں مجموعہ انوار تجلیات ابدی کا دن ہے اور جہنم میں مجموعہ ظلمات کی ناروالی ابدی رات ہے۔ لہٰذا حیات دنیوی کے لمحات مہلت کو غنیمت جانو اور اگلی ابدی زندگی کو شب تاریک نہ بننے دو بلکہ اسی جہان فرصت ووقت مہلت میں ہیں۔ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ چاہئے کہ طالبین منزل مسافرت وادی سلوک میں عبرت ونصیحت کی جگہ پر حاضر رہا کریں۔ تماشوں میں دل بہلاوے کی عادت نہ بنائیں عبرت گاہوں میں رہا کریں۔ لہٰذا واجب ہے شیخ کامل حاکم عادل پر کہ مرید غافل کی تادیب وسرزنش کرتا رہے۔ اولاً نفس امارہ کو صوم وصلاۃ ومراقبۂ رات کے مجاہدوں کی مار مارے یہ سزا خلوت ذاتی میں نہ ہو بلکہ جلوت صفاتی میں ہو سب مریدان منتہی اور مومنین متقی کی جماعت صادقہ صالحہ کے سامنے مریدین صادقہ ومتقین صالحہ وہ ہیں جو تربیت کاملہ کی وجہ سے سزاء امارہ کے مستحق نہ رہے۔ عقل زانیہ ونفس زانی کا جرم میلان شہوات کی چاہت ہے اس لئے چاہئے کہ یہ حد طریقت کی سزا تزکیہ نفس وتادیب عقل کے کوڑے حلم طریقت شیخ کامل ومریدین صادقہ کے سامنے ہو جماعت عارفین کے حضور قلبی میں ہو تاکہ افراط وتفریط۔ نرمی سختی کے ظلمات نہ باطن میں ہو سکیں نہ ظاہر میں۔ سزاء نفس کا مقصد علاج قالب ہے اس لئے صحبت عارفین وقرب مرشدین ضروری ہے تاکہ تادیب وتزکیہ درست ہو اور صراط سلوک کی ہدایت حاصل ہو۔ اے طالب معرفت خضر راہ کے بغیر مرحلہ حیات طے مت کر کیونکہ بیابان حیات میں کثرت ظلمات ہے اور گمراہی وطغیان ضلالت وطوفان کے خطرات ہیں۔ ہر وقت فکر وخوف میں بے اعتمادی کی لپیٹ میں رہنا چاہئے۔ نفس امارہ وعقل عیارہ مثل کنوارہ اَمَّارَةٌ بِالسُّوْءِ ہے کہ ہر وقت بدکرداری کا ہی مشورہ دیتے تذکرہ کرتے ہیں۔ عقل فاسق آوارہ ہے لیکن جب بیعت مرشد سے عقد نکاح روحانی وباطنی میں جکڑ دی جائے اور نفس امارہ سے ہٹا بچا کر نفس مطمئنہ کی

زوجہ طیبہ بنادی جائے اور یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىٕنَّةُ ارْجِعِیْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ
(فجر: ۲۷) کا مژدۂ خلوت سنا دیا جائے کہ اے نفس مطمئنہ پاکیزہ بن کر عقل کو پاکیزہ بنا کر اپنے رب رحیم کی مرضی میں لوٹ آ
اور بندگانِ صالحین کے خاندان میں شامل ہونے کا حکم مل جائے اور نَمْ كَنَوْمَةِ الْعُرُوْسِ کا ذَوجان معرفت کو لباس عروسی پہنا
دیا جائے اور عقل عیار کو کسی مرد قوت روحانی کی صحبت مراقبہ کی خلوت اور محفل مشاہدہ کی جلوت اور مجلس مکاشفہ کی لذت نصیب
ہو جائے تو پھر بھی اگر کسی ارتداد شیطانی سے وہ نفس خبیث کے ساتھ لگے تو دونوں کی سزا و رجم کی ابدی لعنت کے پتھروں سے
ہلاکت فنا میں پہنچا دیا جائے اور اب کوڑوں کی سزاءِ طریقت کافی نہ ہو گی یہ سنگساری لعنت و موت ذلت معرفت کے انعام یافتہ
کی عقل طیبہ کا عقل خبیثہ بن جانے کی وجہ سے ہے کیونکہ بیعت مرشد نکاح باطنی ہے عقل سلیم و نفس مطمئنہ کا پھر تعلیم مراقبہ،
خلوت صحبت حلال ہے اس نکاح روحانی و تزکیۂ جسمانی کے بعد جو عقل و نفس اپنے قدم فکر، نظر ذکر اور سمع عمل کا زنا کرے
و بدکاری دکھائے تو اس کے لئے صرف رجم ہلاکت کی ہی سزا ہے۔ ایسے خبثا و نجاست کو حلقۂ عارفین کے پاکیزہ گروہ میں رہنے
کی کوئی اجازت نہیں۔ خباثت عقلی نفسی کو باقی رکھنا احکام طریقت میں حرام و گناہ کبیرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سید اہل کرم کے وسیلے
سے اہل معرفت پر نشان قدیم سے نور قرآن اتارا اور ان آیات کو انوار ذات کا چراغ بنایا اور ان چراغوں کو حقیقت کی ہدایتوں و
طریقت کی دلالتوں کے لئے سورتوں کے طاقوں میں رکھا تا کہ منور ہو جائیں اس کے انوار سے معرفتوں کے راستے اور
مکاشفوں کی راہیں اور جو کچھ ان آیات میں عبودیت کے احکام ہیں۔ وہ بندوں پر واجب کر دے اور نازل فرمایا ان آیات میں
اسرار قدسیہ کی رہنمائیوں کو اور سُبُوحیۃ کے انوار کو جو واضح ہیں اہل عقل عارفین و اہل فراست یقین والوں کے لئے جمع کر دیا
اور بیان کر دیا حلال و حرام کو۔ اے بندو اگر تم میری عظمت و جلال کا مشاہدہ کرتے ہو تو نہ شک کرو میرے بنائے ہوئے دین میں
اور موافقت کرو میرے امر کی جیسا بھی مواخذہ ہو میرے قہر کا اور نہ نرمی کرو میرے حدود میں سے کسی بھی حد میں اور جو میرے
دوستوں کا مخالف ہے وہ میرا محب نہیں۔ مخالفین سے شفقت الفت موافقین سے دشمنی و اعراض ہے۔ مومن و عارف کو ہر قدم
پر فائدہ ہے۔ لہٰذا جس نے قانون کو نافذ کیا اس نے فائدہ پایا اور جو غافل رہا وہ پردوں میں گمنام ہو کر نقصان میں رہا۔ اے نیک
بندو حاضر حالات رہو اپنے نفس امارہ کو جھڑکنے کے لئے تا کہ وہ نصیحت پکڑے عذاب الٰہی دیکھ کر اور ڈرے نافرمانی ربانی سے
اور پہچانے اپنے خالق تعالیٰ کو تخلیقی حسب نسب مٹ جاتے حقیقت کے جلال سے کیونکہ عبودیت عبا در بوبیت رب تعالیٰ کا حق
ہے۔ سزا و نفوس کی جگہ حاضر ہونا ان کے لئے ضروری جو خود مستحق تادیب ہیں نہ کہ تمام کے لئے۔

اَلزَّانِیْ لَا یَنْكِحُ اِلَّا زَانِیَةً اَوْ مُشْرِكَةً
زانی نہ کرے نکاح مگر فاحشہ زانیہ سے ہی یا پھر مشرکہ عورت سے نکاح کرے
بدکار مرد نکاح نہ کرے مگر بدکار عورت یا شرک والی سے
وَّ الزَّانِیَةُ لَا یَنْكِحُهَاۤ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ

اور فاحشہ زانیہ عورت نہ کرے نکاح اس سے بھی مگر زانی یا مشرک مرد

اور بدکار عورت سے نکاح نہ کرے مگر بدکار مرد یا مشرک

وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ

اور حرام کردیا گیا ہے تا قیامت مشرک مشرکہ سے نکاح ایمان والوں پر اور وہ لوگ جو

اور یہ کام ایمان والوں پر حرام ہے۔ اور جو

يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ

بہتان لگاتے ہیں حفاظت پاکدامن عورتوں کو پھر نہ لاسکیں چار عینی

پارسا عورتوں کو عیب لگائیں پھر چار گواہ

شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ

گواہ تو اے عدالت والو کوڑے مارو تم ان بہتان بازوں کو اسی کوڑے۔ اور نہ قبول کرو تم ان کی گواہی بھی کبھی بھی

معائنے کے نہ لائیں تو انہیں اسی کوڑے لگائے اور ان کی کوئی گواہی کبھی نہ مانو

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝

اور یہی لوگ ظاہر ظہور فاسق و فاجر ہیں (آخرت میں)

اور وہی فاسق ہیں

تعلقات

ان آیات پاک کا پچھلی آیات پاک سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آیات میں زنا کی ایک سزا کا ذکر ہوا جو جسمانی و قانونی شرعی ہے اس سزا کا جاری کرنا عدالت کا کام ہے۔ اب ان آیات میں زنا کی دوسری سزا کا ذکر ہے جو روحانی معاشرتی ہے یعنی زنا کاروں کو معاشرے میں ذلت کا مقام یہ سزا جاری کرنا خاندان کے شرفاء کا کام ہے۔ اس سزا میں یہ بتایا گیا کہ زنا و بدکاری مثل مشرک گندگی ہے۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیات میں فرمایا گیا کہ اس سورۃ نور میں شریعت کے احکام نازل فرمائے گئے ہیں اور آیات بینات۔ اب ان آیات میں کچھ احکام شرعی بیان فرمائے جارہے ہیں جس میں حد قذف کا ذکر فرمایا گیا۔ **تیسرا تعلق:** پچھلی آیات میں جرم زنا کاری ثابت ہو جانے کے بعد اس کی سزاء شرعی اسلامی کا ذکر ہوا۔ اب ان آیات میں زنا کا الزام ثابت نہ کیا جاسکنے پر جرم اور اس کی سزاء جسمانی و روحانی کا ذکر فرمایا جارہا ہے۔

شان نزول

ایک صحابی حضرت مرثد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا طریقہ تھا کہ جو صحابی مکہ مکرمہ میں کفار کی قید میں ہوتے تو حضرت مرثد رضی اللہ

تعالیٰ عنہ رات کی تاریکی میں چھپ چھپا کر مکہ مکرمہ میں جاتے اور اس گھر سے جس میں مسلمان قیدی ہوتے ایک دو قیدی چھڑا کر بھگا لے آتے اور مدینہ منورہ میں بارگاہِ رسالت ﷺ میں پیش کر دیتے۔ اسی سلسلے میں وہ ایک بار مکہ مکرمہ گئے اور بستی سے باہر ہی ایک جگہ چھپ کر بیٹھ گئے رات ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ رات چاندنی تھی جب رات ہوئی ابھی وہ لوگوں کے سو جانے کا انتظار ہی کر رہے تھے کہ کسی مکان کے بیرونی برآمدے میں سے ایک نوجوان عورت جو آپ کی پرانی محبوبہ تھی اس کا نام عناق بنت حائل تھا۔ ادھر سے گزری اس نے دیکھا کہ کوئی شخص چھپا بیٹھا ہے وہ نزدیک آئی تو حضرت مرثد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہچان لیا اور پوچھا کیا تو مرثد ہے۔ حضرت مرثد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہاں تو وہ خوش ہو کر بولی آج تم میرے مہمان بنو اور دعوتِ گناہ بھی دی اور دعوتِ نکاح بھی اور بہت مال دینے کا بھی وعدہ کیا۔ پرانے وعدے بھی یاد دلائے مگر آپ نے سب کا انکار کرتے ہوئے فرمایا اب میں مسلمان ہوں اور اسلام میں بدکاری حرام ہے میں اب تیری دعوت قبول نہیں کر سکتا۔ عناق کو بہت غصہ آیا اور شور مچا دیا کہ لوگو دوڑو پکڑو یہی وہ شخص ہے جو تمہارے قیدی بھگا لے جاتا ہے۔ قریبی گھروں سے چند آدمی نکلے دوڑے تو آپ بھاگ کر ایک قریبی غار میں چھپ گئے اور تلاش بسیار کے باوجود بھی کسی کو نہ ملے لوگ تھک کر چلے گئے۔ کافی دیر بعد آپ نکلے اور بستی مکہ میں آ کر جس آدمی کو آپ چھڑانے آئے تھے کامیابی سے چھڑا کر مدینہ منورہ لے آئے۔ پھر ایک دن آپ نے یہ سارا واقعہ نبی کریم ﷺ کو سنایا اور اجازت چاہی کہ کیا میں عناق سے نکاح کر لوں وہ خواہشمند بھی ہے دولت مند بھی۔ میں غریب ہوں کسی اور عورت سے نکاح کی طاقت بھی نہیں رکھتا اسی طرح اور بھی نادار نوجوان مسلمانوں نے اپنی اپنی مکی مشرکہ محبوباؤں سے نکاح کی اجازت چاہی۔ تب سورۃ نور کی ابتدائی یہ پانچ آیات نازل ہوئیں اور تین قانونی مسائل بتائے گئے۔ ۱۔ کنوارہ مرد عورت کے زنا کی سزا۔ ۲۔ مشرکہ عورت سے نکاح مسلم کی حرمت۔ ۳۔ تہمت زنا لگانے کی سزا۔ اور نادار مسلمانوں کو کچھ دن صبر کرنے کی تلقین فرمائی گئی کہ عنقریب حالات درست ہوں گے، غربت دور ہوگی، مسلمان عورتوں سے نکاح بھی ہوں گے۔

تفسیر نحوی

اَلزَّانِیْ لَا یَنْكِحُ اِلَّا زَانِیَةً اَوْ مُشْرِكَةً٘ وَّ الزَّانِیَةُ لَا یَنْكِحُهَاۤ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌۚ وَ حُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ ۝

اَلزَّانِیْ مبتدا ہے اس کے الف لام نے اس کو مخصوص کر دیا کہ یہاں ہر زانی مراد نہیں بلکہ وہ زانی مراد ہے جس نے ابھی نکاح نہیں کیا کنوارہ ہے اور اپنی بدمعاشی سے کنجر بازی، زنا کاری کا عادی ہو گیا ہو اس کو کوڑوں کی سزا کے علاوہ یہ سزا بھی ہے کہ لَا یَنْكِحُ۔ باب ضَرَبَ کا فعل مضارع منفی بلا معروف۔ صیغہ واحد مذکر غائب نَكْحٌ سے مشتق ہے۔ لغوی ترجمہ ہے وطی کرنا (ہمبستری کرنا) اصطلاحی معنی ہے عقد زوجیت قائم کرنا قانونی خاوند بیوی بننا۔ یہاں یہی مراد ہے هُوَ ضمیر اس کا فاعل یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر مستثنیٰ مِنْهُ ہوا۔ اِلَّا حرف استثناء متصل زَانِیَةً۔ اسم واحد مؤنث نکرہ عمومی یعنی ہر قسم کی بدکارہ، حرام کاری والی عادی رنڈی، کنجری، بازاری یا گھریلو آوارہ منش غلیظ عورت یہ معطوف علیہ اَوْ حرف عطف تخییر بمعنی یا۔ مُشْرِكَةً۔ باب افعال کا اسم فاعل صیغہ واحد مؤنث غائب مصدر ہے اِشْرَاكٌ شِرْكٌ سے بنا ہے۔ ترجمہ ہے بت پرستی کرنا۔ مراد ہے شرک کی

گندگی والی عورت۔ یہ معطوف ہے زَانِیَۃٌ پر یہ دونوں عطف مل کر مستثنیٰ ہوا۔ الا یَنْکِحُ کے جملے کا یہ دونوں مستثنیٰ مِنْہُ وَ مستثنیٰ مل کر خبر ہے اَلزَّانِیُ مبتدا کی دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ واؤ سر جملہ اَلزَّانِیَۃُ۔ اسم معرف باللام اس الف لام اسمی بمعنی اَلَّذِیْ نے بھی اپنے مدخول اسم کو خاص کر دیا اس لئے زانیہ سے مراد ہے عادی زنا کار عورت جس کی شادی نہ ہوئی ہو۔ کسی نیک خاوند کی حفاظت میں نہ ہو نہ کبھی رہی ہو یہ مبتدا ہے۔ لَا یَنْکِحُ فعل با فاعل ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب مرجع ہے اَلزَّانِیَۃُ مفعول بہ ہے۔ یہ فعل فاعل مفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مستثنیٰ مِنْہُ ہے اِلَّا حرف استثناء زَان۔ دراصل زَانِیٌ کہ یٰ حرف علت بھاری ثقیل تھا لہٰذا حذف کیا گیا اور نون کو یٰ کی نشانی کسرہ تنوین دی گئی۔ زان اسم نکرہ ہے یعنی عام اسی زانیہ کی قسم کا غلیظ طبیعت زانی مرد یہ معطوف علیہ ہے اَوْ عاطفہ بمعنی یَا مُشْرِکٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر بمعنی بت پرست، شرک کی گندگی والا۔ یہ معطوف ہے زَانٍ پر دونوں عطف مل کر مستثنیٰ ہے لَا یُنْکِحُھَا کے جملے کا۔ دونوں مل کر خبر ہے زَانِیَۃٌ مبتدا کی دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ واؤ ابتداء جملہ (سرِ جملہ) حُرِّمَ۔ باب تفعیل کا ماضی مطلق مجہول صیغہ واحد مذکر غائب۔ مصدر ہے تَحْرِیْمٌ مبتدی ہے۔ ترجمہ ہے سخت منع کیا جانا جو دلیل قطعی سے ثابت یا مستنبط ہو۔ اگر دلیل ظنی سے ثابت یا مستنبط ہو تو وہ حرام ظنی یعنی مکروہ تحریمی ہوتا ہے یہاں مراد حرام قطعی سے ثابت شدہ ہے۔ حَرُمَ مادہ لازم سے بنا ہے ترجمہ ہے حرام ہونا۔ ذٰلِکَ اسم اشارہ بعیدی بمعنی وہ۔ اس کا مشار الیہ لَا یَنْکِحُ اور لَا یُنْکِحُھَا ہے۔ یہ نائب فاعل ہے حُرِّمَ فعل مجہول کا عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ۔ یہ جار مجرور متعلق ہے حُرِّمَ کا سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو گیا۔ وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا بِاَرْبَعَۃِ شُھَدَآءَ فَاجْلِدُوْھُمْ ثَمٰنِیْنَ جَلْدَۃً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَھُمْ شَھَادَۃً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔ واؤ سر جملہ اَلَّذِیْنَ۔ اسم موصول مذکر۔ یَرْمُوْنَ باب ضرب کا مضارع حال مثبت معروف صیغہ جمع مذکر غائب رَمْیٌ سے مشتق ہے لغوی ترجمہ ہے تیر پھینکنا۔ باعتبار لغت یہ گیارہ (۱۱) معنی میں مشترک ہے۔ ۱۔ تہمت لگانا۔ ۲۔ مال کی سود لینا دینا۔ ۳۔ بادل کے چھوٹے ٹکڑے۔ ۴۔ تیر سے گرانا شکار وغیرہ۔ ۵۔ جانور کا کھر۔ ۶۔ ہاتھ سے پھینکنا۔ ۷۔ زیادتی ظلم۔ ۸۔ مدد کی دعا۔ ۹۔ موت کی بددعا۔ ۱۰۔ گالی دینا۔ ۱۱۔ نگرانی جاسوسی کرنا۔ یہاں مراد ہے تہمت و بہتان لگانا۔ اَلْمُحْصَنٰتِ الف لام بمعنی اَللّٰوَاتِیْ (اسم موصول جمع مؤنث) مُحْصَنَاتِ۔ باب افعال کا اسم مفعول صیغہ جمع مؤنث۔ مصدر ہے اِحْصَانٌ ترجمہ حفاظت کرنا۔ حِصْنٌ سے مشتق ہے اسی معنی سے قلعہ کو حَصِیْن کہا جاتا ہے کہ وہ مضبوط اور بڑا حفاظتی گھر ہے مُحْصِنَاتِ کی واحد ہے مُحْصَنَہ۔ ترجمہ ہے حفاظت کی ہوئی عورت یعنی شادی شدہ خاوند والی محفوظ پاک دامن عورتیں اس کا اسم فاعل مؤنث مُحْصِنَہ وَمُحْصِنَاتِ ہے۔ ترجمہ ہے بغیر شادی، بے خاوند والی (کنواری بیوہ یا مطلقہ)۔ اپنی حفاظت خود کرنے والی، پاکدامن عورتیں۔ اس کا مذکر ہے مُحْصِنٌ وَمُحْصِنِیْنِ۔ ترجمہ ہے بیویوں والے پاکدامن مرد نیک متقی۔ اسی سے ہے حَصَانٌ عمدہ مضبوط گھوڑا جو خود بھی مار کھانے سے محفوظ رہے اور سوار کو بھی محفوظ رکھے۔ مُحْصَنٌ مضبوط تالا اور چار دیواری۔ یہاں مراد ہے آزاد پاکدامن شادی شدہ عورتیں۔ یہ مفعول بہ ہے یَرْمُوْنَ کا اس کا فاعل ھُمْ ضمیر صیغہ پوشیدہ۔ جس کا مرجع ہے اَلَّذِیْنَ یہ فعل فاعل مفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ۔ ثُمَّ حرف عطف۔ لَمْ یَاْتُوْا۔ باب ضرب کا مضارع نفی جحد بِلَمْ بمعنی ماضی مطلق اَتْیٌ سے مشتق ہے، ترجمہ ہے لانا۔ دراصل یَاْتُوْنَ تھا۔ لَمْ نافیہ جازمہ نے جزم دیا اس لئے نون اعرابی گر گئی اس کا فاعل ھُمْ پوشیدہ مرجع ہے اَلَّذِیْنَ۔ بِ حرف

جر مفعولیت کا ترجمہ ہے کو۔ اَرْبَعَةِ اسم عددی بمعنی چار۔ یہ ممیز مضاف ہے۔ شُهَدَآءَ۔ اسم جمع مبالغہ صفت مشبہ غیر منصرف ہے اس کا واحد ہے شَاهِدٌ بمعنی گواہ یا شَهِيْدٌ ہے جیسے لفظ عُلَمَا صحیح قول میں عَالِمٌ کی جمع ہے۔ ایک متروک قول میں عَلِيْمٌ کی جمع ہے یا جیسے شُعَرَآءَ جمع ہے شَاعِرٌ کی یہ تمیز مضاف الیہ ہے بحالت کسرہ فتحہ آیا کیونکہ غیر منصرف ہے یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے لَمْ يَأْتُوْا کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ ہے يَرْمُوْنَ کے جملے پر۔ دونوں عطف مل کر صلہ ہوا اَلَّذِيْنَ کا یہ موصول صلہ مل کر شرط ہے۔ فَ جزائیہ۔ اِجْلِدُوْ باب ضرب کا امر حاضر معروف جمع مذکر اَنْتُمْ۔ پوشیدہ اس کا فاعل هُمْ ضمیر ظاہر اس کا مفعول بہ اول جس کا مرجع ہے اَلَّذِيْنَ۔ ثَمَانِيْنَ اسم عددی بمعنی اَسّی (۸۰) عدد یہ ممیز ہے۔ جَلْدَةً اسم مفرد مؤنث لفظی اس کی تمیز ہے۔ یہ ممیز تمیز مفعول بہ دوم ہے اِجْلِدُوْ سب سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ۔ لَا تَقْبَلُوْا باب سمع کا فعل نہی حاضر معروف صیغہ جمع مذکر قَبِلَ سے مشتق ہے ترجمہ ہے ماننا تسلیم کرنا۔ اس کا فاعل اَنْتُمْ ضمیر صیغہ۔ لَهُمْ جار مجرور متعلق ہے۔ شَهَادَةً اسم حاصل مصدر ہے باب سمع سے ترجمہ ہے گواہی یہ مفعول بہ ہے۔ اَبَدًا اسم ظرف زمانی برائے مستقبل لامحدود ترجمہ ہے آئندہ کبھی بھی یہ ظرف ہے لَا تَقْبَلُوْ کا۔ یہ سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف ہے فَاجْلِدُوْ کے جملے پر وہ دونوں عطف مل کر جزا ہے اَلَّذِيْنَ شرط کی شرط و جزا مل کر جملہ شرطیہ انشائیہ ہو گیا۔ واؤ سر جملہ۔ اُولٰٓئِكَ اسم اشارہ جمع مذکر اس کا مشار الیہ اَلَّذِيْنَ ہے مبتدا ہے هُمْ ضمیر برائے حصر بمعنی ہی اُولٰٓئِكَ هُمْ کا ترجمہ ہے وہ ہی۔ اَلْفَاسِقُوْنَ۔ الف لام اسمی بمعنی اَلَّذِيْنَ۔ فَاسِقُوْنَ باب نصر کا اسم فاعل جمع مذکر فِسْقٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے ظاہر ظہور گناہ کرنا مراد ہے نافرمان یعنی کافر یہ خبر ہے۔ اُولٰٓئِكَ کی دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ

اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۫ وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۞ اے مسلمانو تا قیامت اسلامی معاشرے کو درست رکھنے کے لیے یہ فرمان جاری کیا جا رہا ہے کہ زنا کا عادی مجرم زنا کار مرد عادتاً مشابہۃً اپنی ہم مثل و مشابہ زانیہ عورت سے ہی نکاح کرے اور ایسا ہی نکاح قائم بھی رہ سکتا ہے یا مشرکہ عورت سے نکاح قائم کرے کیونکہ مشرکین کو کسی بھی بدکاری سے کوئی عار شرم نہیں ہے یہ تجربہ و مشاہدہ ہے اور عادی مجرمہ زانیہ عورت سے بھی اسی جیسا زانی مرد یا مشرک مرد ہی نکاح کرے وہی ایسے نکاح کو برداشت کر سکتے و نباہ سکتے ہیں اور مناسب بھی یہی ہے کہ عادی زانی کسی شریف زادی نیک متقیہ مومنہ سے رشتہ نکاح قائم نہ کرے اگرچہ عورت و مرد نسباً ہم کفو ہوں، نہ کوئی نیک خاندان والے اپنی نیک بیٹی کو کسی زانی شرابی بدمعاش سے بیاہنے بیوی بنانے پر راضی ہو سکتے ہیں۔ اگر نیک و بد کی اس طرح تعلق داری بنائی گئی تو اردگرد کے ماحول معاشرے میں بھی بے غیرتی پھیلنے کا خطرہ ہے کیونکہ بدکاری کے عادی مجرم اپنی اس عادت کی وجہ سے اتنے فحاش و بے غیرت ہو جاتے ہیں کہ انسانی اخلاقی و ایمانی شرم و حیا باقی نہیں رہتی گندی گالی گلوچ ان کے لیے ایک عام معمولی بات ہے۔ ایسے ماحول میں پرورش پانے والی اولاد بھی بے حیا آوارہ ذہن بدچلن ہو جاتی ہے بلکہ زانی مرد کو اپنی بیوی بیٹی کی عزت برباد کرنے جوئے میں ہارنے میں بھی شرم نہیں رہتی۔ وہ نوکری کی خاطر چھوکری دینے پر راضی ہو جاتا ہے۔ ہاں البتہ اسی طرح کی زانیہ عورت سے ہی نکاح مناسب ہے کیونکہ عادتیں، ذہنیتیں، طبیعتیں بھی ایک جیسی ماحول بھی

ایک جیسا۔ اپنی چار دیواری میں جو چاہیں کریں۔ خواہ توبہ کر کے نیک بن جائیں یا ویسے ہی بے غیرت رہیں پردہ نشین ہو جائیں یا سڑکوں بازاروں میں بے پردہ آوارہ پھریں۔ کم از کم پاکیزہ ماحول کو تو گندہ نہ کریں گے کیونکہ جس طرح نیک خاندان کا بد داماد خاندان کی بدنامی کا باعث ہے بلکہ خاندان کو بھی خراب کرنے کا سبب ہے اسی طرح نیک خاندان کی بدکارہ بہو بھی خاندان کی بدنامی کا باعث ہے کہ آوارہ بدمعاش داماد کی صحبت بد سے خاندان کے نوخیز جوان خراب ہو سکتے ورغلائے جا سکتے ہیں اور شریف خاندان کی نوخیز بیٹیوں، سہیلیوں کو بھی بدکار بہو کی صحبت و مجلس ورغلا و خراب کر سکتی ہے۔ دنیا میں صرف دینِ اسلام نے ہی معاشرے ماحول سے ہر قسم کی بے حیائی، بے غیرتی، بدمعاشی، فحاشی کو نہ صرف برا سمجھا اور روکا بلکہ سخت سزاؤں، محاسبوں، گرفتوں، پابندیوں کے ذریعے برائی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا اور اس قسم کے لَا یَنْکِحُ والے معاشرتی اصول و ضابطے بنا کر ہر نیک خاندانی ماحول کو ذلیل حرکتوں دنیوی اخروی ذلتوں سے بچا لیا۔ دوسرے کسی بھی دین دنیوی انسانی نے بدکاری بے حیائی کا سدباب نہیں کیا نہ پرہیز کیا نہ پرہیز کا طریقہ بتایا بلکہ غیر مسلم مذہبی کتب اور مذہبی تاریخوں نے اور مذہبی وڈیروں نے بدکاری کو پھیلایا۔ دیکھو بائبل پرانا عہد نامہ غزلیات از صفحہ ۶۵۵ تا صفحہ ۶۶۰ اور ہندو پانڈوؤں کی تاریخ کے کرشن نے ایک عورت کو چار بھائیوں کی بیوی بنانا درست کہا اب بھی مشرکین و بت پرست ہر طرح کے زانی بدکار کو دامادی میں قبول کر لیتے ہیں صرف دولت مند ہونا چاہئے نہ مذہب منع کرتا ہے نہ خاندان نہ کسی دینِ انسانی نے کسی بدکاری پر کوئی سزا مقرر کی صرف زبانی نفرت کرتے ہیں جس کا کوئی فائدہ نہیں زبانی و تحریری نفرت سے جرائم نہیں رک سکتے۔ صرف یہ کہہ دینا کہ اَلسُّلْطَانُ لَایَکْذِبُ یَعْنِیْ لَایَلِیْقُ جھوٹ بولنا بادشاہ کے لائق نہیں یا یہ کہہ دینا کہ

وَتَجْتَنِبَ الْاَسُوْدَ وُرُوْدَ مَاءٍ اِذَا کَانَ الْکِلَابُ یَلَغْنَ فِیْهِ

''شیر اس پانی کو منہ نہیں لگاتے جس کو کتے چاٹتے ہوں۔''

اس آیت پاک میں اہل ایمان کو مہذب و مطہر کیفیت و معاشرت کا درس دیا گیا جس سے اسلامی ماحول پاکیزہ رہے بگڑنے نہ پائے۔ عیسائی مذہب کہتا ہے اگر کوئی مرد کسی کنواری غیر منگنی والی سے زنا کرے تو وہ ضرور اس سے بیاہ کرے اور مہر دے لیکن اگر لڑکی کا باپ اس مرد سے نکاح پر راضی نہ ہو تو وہ زانی مرد زنا کے بدلے کا کنواریوں کے مہر برابر عورت کو مال دے (از کتاب خروج باب ۲۲ آیت ۱۶) کتاب استثنا باب ۲۲ آیت ۲۸ میں ہے جو زنا کرے وہ لڑکی کے باپ کو پچاس مثقال چاندی ادا کرے۔ یہودی مذہب میں ہندوؤں کی طرح امیر غریب کا علیحدہ قانون ہے چنانچہ لکھا ہے کہ اگر کوئی کاہن کی لڑکی سے زنا کرے تو مرد کو پھانسی دے دو (از تالمود) ہندو مذہب کا دھرم شاستر کا شلوک ۳۷۷ کہتا ہے جو مرد اپنی ذات کی کنواری لڑکی سے برضامندی زنا کر لے اسے کوئی سزا نہیں ہے اگر لڑکی کا باپ راضی ہو تو اس کو معاوضہ دے اور اگر نیچی ذات کا مرد اونچی ذات کی لڑکی سے زنا کرے تو لڑکی کو گھر سے نکال دیا جائے اور مرد کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ اگر لڑکی برہمن ہے تو پھر مرد کو زندہ جلا دیا جائے (از اودھیائے نمبر ۸ / اشلوک ۳۶۵) مجوسی مذہب اس کی قانونی اجازت دیتا ہے۔ کچھ مذاہب انسانی خاموش ہیں گویا کہ ان کے نزدیک بدکاری عیب ہی نہیں بلکہ جنسی حق ہے (معاذ اللہ) مگر دین اسلام ہر مجرم سے یکساں سلوک فرماتا ہے مجرم مرد ہو یا عورت امیر ہو یا غریب اونچی ذات کا ہو یا نیچی ذات کا اس لیے ماننا پڑے گا کہ زمین دنیا کو بدکاری کی

گندگی سے صرف اسلام نے پاک کیا ہے مومن مومنہ کو لائق نہیں کہ جسمانی گندگی یا روحانی گندگی سے رشتہ جوڑیں زنا جسمی گندگی ہے اور شرک روحانی گندگی ہے۔ یہ تعلق نہ قرآن کو پسند ہے نہ رحمان کو اس لیے حرام کر دیا گیا ہے وہ رشتہ تعلق جس سے شرک وزنا کی گندگی ہو یہاں حرمت سے ناپسندیدگی ونفرت ہے نہ اپنا نکاح کرو بدقماش و بدمعاش سے نہ اپنی عورتوں بہنوں بیٹیوں کا۔ دنیا میں دو جرم سب سے زیادہ خبیث ہیں۔ بے غیرتی میں زنا کاری اور نامرادی میں کفر شرک۔ ان دونوں کی وجہ سے زمین کا فساد ہے۔ متقین کو ان دونوں سے بچنا چاہئے۔ صحابہ کرام نے تو یہاں تک احتیاط فرمائی کہ اگر نکاح کے بعد رخصتی سے پہلے خاوند یا بیوی میں سے کسی نے غیر کے ساتھ زنا کر لیا اور ظاہر ہو گیا تب بھی دونوں بیوی خاوند کا نکاح فسخ کر دیا گیا اور مجرم کو کوڑے لگائے گئے اور زانی زانیہ کو نکاح میں جوڑا گیا کیونکہ گندہ شخص گندی شخصیت سے ہی محبت و نباہ کر سکتا ہے خواہ حقیقت کی گندگی ہو یا عقیدت کی۔ وَ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِیْنَ جَلْدَةً وَّ لَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ اور اے مسلمانو! جو لوگ بے حیائی، بے غیرتی کو مشہور کرنے کے لیے تہمتیں، الزام تراشیاں، بہتان بازیاں بناتے اور لگاتے پھرتے ہیں پاکدامن متقیہ صالحہ شخصیات کو۔ پھر تہمت ثابت کرنے کے لیے عدالت میں چار گواہ بھی نہ لا سکیں۔ تو وہ تہمت لگانے والے ایسے ہی نہ چھوڑے جائیں کہ دندناتے شور مچاتے پھریں بلکہ ان کی تین سزائیں مقرر ہیں ایک یہ کہ ان کو اَسّی اَسّی کوڑے مارو برسر عام۔ دوم یہ کہ ان کی کبھی گواہی قبول نہ کرو کسی بھی دعوے مقدمے میں مرتے دم تک۔ سوم یہ کہ وہ دنیا آخرت میں بدترین ذلیل نافرمان ہیں۔ ان سزاؤں کی وجہ یہ کہ اسلام نے صرف بے غیرتی کو ہی ناپسند نہ فرمایا بلکہ بے غیرتی کی شہرت کرنے کو بھی ناپسند فرمایا کیونکہ جس طرح اصل فعلِ جرم سے معاشرہ تباہ ہوتا ہے اسی طرح تشہیر وافواہ سے بھی بے غیرتی پھیلتی ہے۔ ماحول کو صاف ذہنوں کو پاک رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ سچی یا جھوٹی تشہیر جرائم کا دروازہ بھی بند کیا جائے۔ جھوٹی تشہیر سے چار خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ **اولاً** یہ کہ ہر آوارہ مزاج دشمن خیال اور تخریب پسند، شیطان فطرت لوگ ہر نیک و بد خاص و عام کی عزت برباد کرنے کو ایک دلچسپ مشغلہ بنالیں گے اور اس طرح اپنی فطرت خبیثانہ سے دشمنی کا انتقام لیتے رہیں گے۔ **دوم** یہ کہ سچی یا جھوٹی الزام تراشیوں کے کھلے عام رواج سے پاکیزہ ذہن متاثر و متزلزل ہو سکتے ہیں۔ **سوم** یہ کہ کسی شریف کی عزت محفوظ نہ رہ سکے گی جس کسی کو راہ سے ہٹانا منصب سے بھگانا چاہا تو ایک راستہ ہاتھ آ جائے گا کہ اس کو تہمت لگا کر بدنام و ذلیل کر دو تا کہ بھاگنے پر مجبور ہو جائے خاص طور پر فرقہ پرستی کے ماحول میں۔ **چہارم** یہ کہ ہر گلی چوراہوں میں بدقماش دشمن مزے لے لے کر افواہیں پھیلاتے رہیں گے گندی تہمتیں بناتے پھریں گے اور لوگ مزے لے کر سنتے رہیں گے اور دیگر بدمعاش ایک کی چار بنا کر آگے چلاتے رہیں گے اور بے چارہ شریف عزت لے کر گھر میں بیٹھا ہر چیز سے بے خبر مفت میں بلا جرم ذلیل ہوتا رہے گا۔ اس طرح ایک عزت دار نیک شریف محفلوں میں ناقابلِ قبول لوگوں میں قابلِ نفرت بن جائے گا۔ کچھ لوگ اس بے گناہ کو ٹھکرا دیں گے اور کچھ لوگ اپنی مفاد پرستی میں اس کو ورغلانے مقامِ عزت سے راہِ ذلت کی طرف بھٹکانے اپنی راہ و رسم بڑھانے کی اور برائی میں پھسلانے کی بھی کوشش کریں گے۔ دیگر شرفاء اس سے خود کو بچائیں گے یہ الزام تراشی ان تمام حق تلفیوں، ظلم زیادتیوں کا سبب عظیم ہے اور انہی بہتان بازیوں سے بدگمانیاں، بدمعاشیاں، عاداتِ شہوانیاں پھیلتی ہیں

یہاں تک کہ ذرا سے جھوٹ سے خاندانی فساد، انتقامی جذبات، بے چینی کی فضا طاری، فتنوں کی آندھی جاری ہو جائے گی ان ہی مصیبتوں سے بچانے کے لیے اسلام نے تہمت بازی کے خلاف سخت اقدام اٹھایا اور سزا و کثیر قائم فرما کر تا قیامت عالمگیر قانون بنا دیا اور دنیا کو بتا دیا کہ قذف و اتہام اور اس کی تشہیر کوئی افسانوی کھیل نہیں کہ جس کی چاہیں عزت اچھالتے پھریں۔ بلکہ فرمایا گیا کہ عدالت میں آنے سے پہلے الزام تراشی حق العبد ہے کہ چاہے تو مظلوم متہوم ظالم متہم کو معاف کر دے لیکن عدالت میں آنے کے بعد یہ حق اللہ ہے اب کوئی معاف نہیں کر سکتا نہ سزا کے خاتمے کی سفارش کر سکتا ہے۔ عدالتِ اسلامیہ تہمت ثابت کرنے کے لیے چار گواہ طلب فرماتی ہے اگر الزام تراش عدالت میں نیک متقی مسلمان گواہ پیش نہ کر سکے تو بہتان باز شرعی جھوٹا تصور کیا جائے گا اور اس کو تین سزائیں۔ ۱۔ اسی کوڑے۔ ۲۔ تاعمر گواہی مردود حدِ قذف لگنے کے بعد۔ ۳۔ وہ بہتان باز اسلامی معاشرے میں تاعمر فاسقین میں سے شمار کیا جائے گا۔ پہلی سزا جسمانی ہے اور یہ دو سزائیں ذلتِ بدنامی ہیں۔ یعنی ایذاو بدنی، ایذاو قلبی، ایذاو فعلی، تشہیرِ دنیوی تذلیلِ اُخروی، سزا پانے کے بعد اگر مجرم قاذف آئندہ تہمت بازی سے سچی توبہ کر لے تو فاسقیت کی سزا ختم کر دی جائے گی اور مجرم کو شرعی فاسق نہ سمجھا جائے گا۔ مگر پہلی دو سزائیں ختم نہیں ہو سکتیں نہ توبہ سے نہ معافی سے، کوڑوں کی سزا اگر دنیا میں نہ پائی تو آخرت میں نارِ جہنم کی شکل میں ہوگی۔ گواہی بھی تاعمر قبول نہیں ہوگی توبہ کے بعد بھی کیونکہ گواہی حق العبد ہے اور ظاہر ہے، توبہ حق اللہ ہے اور پوشیدہ ہے۔

قذف کے قانونی مسائل

لغت عربی میں کوئی چیز پھینکنے کے لیے دو کلمے ہیں۔ ۱۔ لَفظٌ۔ ۲۔ رَمیٌ۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ بغیر نشانہ باندھے کوئی چیز پھینکنا۔ لَفظٌ ہے۔ عام بات چیت گفتگو کو لفظ و الفاظ اسی معنی میں کہا جاتا ہے۔ اور نشانہ باندھ کر کوئی چیز پھینکنا رَمیٌ ہے۔ اس کی پانچ صورتیں ہیں۔ بندوق سے گولی، کمان سے تیر، غلیل سے غلہ، ہاتھ سے پتھر یا زبان سے بات مارنا۔ زبان کا زخم سب سے زیادہ سخت اور دیرپا ہوتا ہے اس لیے قرآن مجید کی اس آیت پاک میں اس زبانی رمی کے لیے یہ سخت سزا مقرر فرمائی گئی۔ رمی زبانی کی پانچ قسمیں ہیں۔ ۱۔ محض گالی دینا۔ ۲۔ الزام تراشی۔ ۳۔ اِتہام بازی۔ ۴۔ بہتان سازی۔ ۵۔ قذف۔ ان پانچوں میں فرق یہ کہ اگر بات مارنے کا ارادہ غصہ ہے تو گالی۔ اگر نشانہ غلط لگے تو الزام تراشی، اگر نشانہ صحیح لگے لیکن بات مارنے والے کا انتخاب غلط ہو تو اِتہام، اگر جان بوجھ کر غلط انتخاب کیا محض دشمنی کے انتقام کے لیے تو بہتان ہے، لیکن اگر صحیح سمجھتے ہوئے نشانہ بنایا تو قذف ہے۔ قذف کی دو صورتیں ایک یہ کہ قاذف اس کو شرعی معیار پر ثابت کر دے اور عدالت شرعی اس ثبوت کو تسلیم کر لے دوم یہ کہ قاذف اپنی قذف کو عدالتِ شرعی میں ثابت نہ کر سکے۔ پہلی قذف کا نام، قذفِ صادق اس میں قاذف بری مقذوف مجرم۔ دوسری قذف کا نام، قذفِ کاذب اس میں مقذوف بری قاذف مجرم۔ آیت مقدسہ میں وَ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ اور ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا (الخ) سے یہی قاذف مجرم مراد ہیں۔ الزام، دشنام، اتہام، بہتان یہ چاروں جرم حق العبد ہیں اس میں یا معافی مدعی کی یا تعزیری سزا عدالت کی مگر قذف عدالت میں جانے کے بعد حق اللہ ہے لہٰذا اب نہ معافی نہ تاوان بلکہ صرف حد قذف کی سزا۔ اگر قذف چوری، ڈکیتی، شراب نوشی، بدمعاشی، بدکاری کی ہو تو حاکم کی مقرر کردہ تعزیری سزا۔ لیکن اگر قذف زنا کی ہے تو اسی کوڑے حدِ شرعی نہ کم نہ زیادہ۔ شرعی قانون یہ ہے کہ تمام جرائم میں مجرم کو اپنی صفائی کا پورا

حق ومہلت ہے کہ اپنی قذف شرعی نصاب گواہی سے ثابت کرے جرم کا ثبوت دو قسم کا ہے اولاً مقذوف کا اقرار اور جرم تسلیم کر لینا۔ دوم اگر اقرار نہ ہو تو دیگر جرائم میں نصاب شہادت دو گواہ عادل۔ اور قذف زنا میں نصاب شہادت چار عادل گواہ۔ اگر قاذف یہ گواہی مکمل عدالت میں پیش نہ کر سکے تو قاذف اور نصاب سے کم گواہوں کو حد قذف لگے گی مقذوف کے مطالبے پر۔ بر سر عام، پہلے جسمانی پھر تحریری دوسری دو سزائیں۔ اس آیت مقدس میں یَرْمُوْنَ سے مراد صرف تہمت زنا ہے یعنی انسانی عورت مرد کی حرام صحبت وطی۔ اس قول کے چار دلائل۔ ۱۔ آیت کے سیاق وسباق میں زنا کا ہی ذکر ہے۔ ۲۔ زنا کی ہی سزا کا ذکر ہے۔ ۳۔ قذف میں محصنات کی قید ہے۔ ۴۔ گواہی کا نصاب چار عدد ہونا۔ تین سزائیں یک جرم صرف زنا جیسے جرم کی قذف میں ہی ہو سکتی ہیں کیونکہ فعل زنا سب سے بڑا جرم اس لیے اس کی جھوٹی قذف بھی سب سے بڑا جرم۔ اسی وجہ سے قاذف کاذب کو فاسق قرار دیا گیا نہ کہ فاجر و عاصی و آثم۔ فاسق اس گناہ کبیرہ والے کو کہتے ہیں جو موذی بھی ہو تخریب پسند بھی ظالم بھی۔ اور فاجر وہ جو خود صرف علانیہ گناہ کبیرہ کرتا پھرے۔ عاصی وہ جو شریعت کا نافرمان و کاسل غافل خطا کار آثم وہ جو صغیرہ کبیرہ گناہ کرے مگر ڈر کر چھپ کر جھجک کر۔ اس آیت میں دس باتیں قابل تشریح ہیں۔ پہلی اَلَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ یہ دونوں لفظ اگرچہ مذکر جمع ہیں مگر مراد عورت و مرد دونوں ہیں یعنی عورت کسی کو تہمت لگائے یا مرد۔ قذف کے پورے احکام دونوں کے لیے یکساں ہیں۔ دوم اَلْمُحْصَنٰتِ یہ بھی جمع مونث ہے مگر مراد عورت و مرد ہیں۔ یعنی پاکدامن مرد پر تہمت لگے یا پاکدامن عورت پر سب کی عدالتی کارروائی ایک جیسی۔ لیکن اَلَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ کو جمع مذکر اور اَلْمُحْصَنٰتِ کو جمع مونث لانے کی وجہ رواجی و تجرباتی اکثریت ہے کہ تہمت لگانے والے اکثر مرد ہوتے ہیں۔ عورتیں زیادہ الزام تراشیاں نہیں کرتیں خاص کر مردوں پر تو بہت کم مثال ملے گی۔ اسی طرح مردوں کو بہتان زنا کم ہی لگائے جاتے ہیں مُحْصِنْ وَ مُحْصِنَہ کے احصان کی تین قسمیں۔ ۱۔ پاکدامن مسلمان ہونا۔ ۲۔ غلامیت میں نہ ہونا آزاد ہونا۔ ۳۔ شادی شدہ ہونا۔ لیکن آیت میں پہلی دو قسمیں مراد ہیں۔ پاکدامنی و آزادی۔ تہمت میں تین چیزیں ہوتی ہیں۔ ۱۔ تہمت لگانے والا قاذف و قاذفہ۔ ۲۔ جس کو تہمت لگی مقذوفہ و مقذوف۔ ۳۔ تہمت لگانا یعنی قذف۔ قذف کذب لگانا گناہ کبیرہ ہے۔ اس لیے جھوٹا قاذف فاسق ہے۔ مگر قذف زنا کا جرم فعل زنا سے کم جرم ہے۔ اس وجہ سے حدِ قذف کے کوڑے تعداد میں کم اور ضرب میں نرم ہوتے ہیں۔ قذف لگانے کی تین صورتیں ہیں ایک قذف صریح دوم قذف کنایہ سوم قذف تعریض۔ صریح یہ ہے کہ قاذف صاف کہے کہ تو نے یا فلاں نے زنا کیا ہے کسی عورت یا مرد پر یہ تہمت لگائے۔ اسی قذف صریح کا ذکر اس آیت مقدسہ میں ہے۔ اگر ثبوت نہ ملے تو اس کی سزا حد شرعی اسی کوڑے وَمَرْدُوْدُ الشَّهَادَت و فاسقیہ ہے۔ قذف کفایہ یہ ہے جس میں گالی کا بھی احتمال ہو اور تہمت کا بھی جیسے کسی عورت یا مرد کو کہنا کہ او بدکارہ اور حرام کار یا کسی شخص کو حرامی کہنا اس کی ماں کو گالی یا تہمت ہے اس صورت میں حاکم عدالت قاذف سے اس کی مراد پوچھے گا۔ اگر قاذف کہے میں نے گالی دی تھی تو تاوان کی سزا یا معافی مانگے مقذوف سے اور اگر کہے کہ میں نے تہمت لگائی تھی تو یا ثابت کرے یا سزاء قذف کھائے۔ قذف تعریض وہ ہے کہ لعن طعن کے طریقے پر کسی عورت، مرد کو ملعون و مطعون کرنا مثلاً کوئی شخص کسی سے غصہ میں کہے کہ اے فلاں تیری ماں تو زانیہ باغیہ نہ تھی یا تیرا باپ تو برا بدکار نہ تھا اس کا معنی ہے کہ تو کیوں ایسا ہوا یا ایسی ہوئی۔ ولادت مسیح علیہ السلام پر بنی اسرائیل نے حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ

عنہا پر قذف تعریض ہی لگائی تھی۔ جس کا ذکر سورۃ مریم میں ہے از آیت ۲۷ تا آیت ۲۸ قذف تعریض کا حکم شرعی یہ ہے کہ عدالت میں ثبوت زنا پیش کرے ورنہ سزاء قذف کھائے لیکن اگر یہی تعریضی کلمات ہنسی خوشی کسی کے متعلق کہے تو وہ نہ گالی نہ تہمت بلکہ اس کے والدین کی مدح و ثنا ہے ثبوتِ قذف کے دو طریقے۔ ایک یہ کہ مقذوف چار مرتبہ عدالت میں صاف صاف اقرارِ زنا کرے۔ دوم یہ کہ اگر مقذوف اقرار نہیں کرتا تو قاذِف چار گواہ عدالت میں پیش کرے۔ ورنہ سزا کھائے قذف ثابت ہو تو مقذوف کو سزاءِ زنا ہوگی۔ قاذف یعنی تہمت لگانے والے میں پانچ شرطیں ہیں۔ ۱۔ بالغ یا بالغہ ہو، نابالغ کی قذف معتبر نہیں ایسے قاذف کی سزا معافی اور جھڑک ہے۔ ۲۔ عاقل یا عاقلہ ہو، پاگل مجنون کی قذف معتبر نہیں کیونکہ نابالغ و دیوانہ غیر مکلف ہیں۔ ۳۔ قاذِف متکلم اور علاقے کی زبان جاننے والا ہو، گونگا یا بے علم نہ ہو، اشاروں سے قذف معتبر نہیں، غیر اور اجنبی زبان میں قذف بھی معتبر نہیں۔ زبان دانی سے مراد یہ کہ قاذف جس لغت و الفاظ میں تہمت لگا رہا ہے وہ زبان حاکم مقذوف اور گواہوں کو بھی سمجھ آ رہی ہو۔ ۴۔ قاذِف مقذوفہ کا خاوند نہ ہو کیونکہ خاوند کا بیوی کو تہمتِ زنا لگانے سے حدِ قذف واجب نہیں ہوتی نہ چار گواہ بلکہ لعان واجب ہوتا ہے۔ ہاں البتہ اگر بیوی اپنے خاوند کو تہمتِ زنا لگائے تو قذف ہے۔ اور بیوی ثبوت دے یا سزا کھائے۔ حد قذف کی دو قسمیں ہیں ۱۔ اگر قاذف یا قاذفہ آزاد شخصیت ہیں تو اسی کوڑے۔ ۲۔ اگر لونڈی غلام ہیں یا قیدی تو چالیس کوڑے کیونکہ غلامیت کے پاس ثبوت کے وسائل کم ہوتے ہیں بوجہ مملوکہ غیر ہونے کے ملکیت غیر کی قید نے حقوق آدھے کر دیئے تو سزا بھی آدھی اسی کی سختی و پابندی پر آج کل کے جیل قیدی کو قیاس کیا جاتا ہے۔ غلامیت کی سزا نصف کا ذکر تو تمام فقہاء فرماتے ہیں مگر قیدی کو ان پر قیاس میرا ذاتی ہے اگر کسی کو یہ تسلیم نہ ہو تو کسی شرعی دلیل سے قیدی قاذف کا حکم بیان کیا جائے ورنہ میرے قیاس پر شرعی عدالتوں میں عمل کیا کرایا جائے۔ ۵۔ قاذِف اندھا نہ ہو۔ کیونکہ چشم دید تہمتِ زنا شرعاً معتبر ہے۔ یہی پانچ شرطیں گواہوں میں لازم ہیں۔ یعنی چاروں گواہ عاقل، بالغ، متکلم، اجنبی غیر خاوند اور دانا بینا ہوں۔ ۶۔ مزید یہ کہ قاذف و گواہ مقذوف کے پرانے دشمن نہ ہوں اگر دشمنی ثابت ہو کسی ایک کی بھی تو قذف ثابت نہ ہوگی قاذف و گواہان کو سزا ملے گی۔ ۷۔ قذف و گواہی کے بیان و ادا، وقت و مقام، و چشم دیدی و مقذوف کی شناخت میں اختلاف یا اجمال یا ہچکچاہٹ یا شک و شبہ نہ ہو صاف صاف ایک جیسا ہو۔ ۸۔ قاذف یا کوئی گواہ پہلے کسی حد میں سزا یافتہ یا محدود و مجرم نہ ہوئے ہوں۔ جس پر تہمت لگائی گئی ہو اس مقذوف یا مقذوفہ کے احصان میں پانچ شرطیں ہیں۔ ۱۔ مسلمان۔ ۲۔ عاقل۔ ۳۔ بالغ۔ ۴۔ پاکدامنی میں مشہور ہونا۔ ۵۔ آزاد ہوں غلامیت سے۔ جیل قیدی وغیرہ قیدی برابر ہیں۔ کیونکہ اگرچہ ثبوت کی تو کمی ہے مگر جیل کے حقوق میں کمی نہیں۔ قاذف میں غلام و قیدی ایک جیسے مگر مقذوف میں غلام و قیدی کا فرق واضح ہے۔ جن مقذوفین کے قاذف پر حد نہیں لگتی اس کی صرف یہ ایک شرط ہے کہ اگر مقذوف میں مندرجہ بالا پانچ شرطوں میں ایک بھی نہ ہو تو قاذف کاذب کو حد نہ لگے گی۔ عدالت میں گواہی کے دن تمام گواہوں کا حاضر ہونا ضروری ہے اگر ایک بھی کم ہوگا تو نہ دوسرے دن بقیہ کی مہلت دی جائے گی نہ قذف ثابت ہوگی۔ ہاں البتہ حاکم عدالت اپنی صوابدید پر چاروں گواہوں کے لیے مدت بڑھا سکتا ہے گواہی دنوں میں متفرق نہیں کر سکتا اگر کسی بھی کمزوری کی بنا پر جرم قذف سچا ثابت نہ ہو تو قاذف کو سزا حد ہوگی۔ اگر مقذوف غیر مسلم ہے تو جھوٹے قاذف کو حد نہ لگے گی اگر قاذف غیر مسلم ہے اور مقذوف پانچوں

شرطوں والا مسلم ہے تو جھوٹے قاذف کو حد لگے گی۔ اگر غلام سمجھ کر قذف لگائی مگر مقذوف آزاد تھا تو جھوٹی قذف پر قاذف کو حد لگے گی۔ ذمّی مجازاً گالی کو بھی کہتے ہیں۔ شرعی احصان کا پاکدامن وہ ہے جو بلوغت سے نیک متقی مشہور و متعارف ہو۔ اور اس قذف سے پہلے اس پر کبھی سچی یا جھوٹی یا جبری زنا کی بھی تہمت نہ لگی ہو۔ نہ اس کی والدہ یا والد کو کبھی سچی قذف لگی ہو۔ لواطت کی جھوٹی تہمت سے حدِ قذف نہ لگے گی۔ جو مقذوف محصن نہیں اس کو جھوٹی تہمتِ زنا پر بھی حد نہیں ہے۔ مقذوف کافر ہو تب بھی جھوٹی قذف پر حد نہیں ہے بچے مجنون و غلام کی قذف کاذبہ پر حد نہیں ہے۔ قذف کے بعد مقذوف مرتد ہو گیا پھر فیصلہ عدالت کے بعد مسلمان ہوا جھوٹے قاذف سے حد ختم ہو جائے گی کیونکہ قذف سے فیصلے تک مقذوف کا محصن ہونا شرط لازمی ہے۔ غیر مسلم پر کسی نے تہمتِ زنا لگائی۔ عدالت میں مقدمہ ہوا۔ فیصلے سے پہلے مقذوف مسلمان ہو جائے تب بھی جھوٹے قاذف کو حد نہ لگے گی۔ مکاتب غلام مر گیا مرنے کے بعد اس پر قذف لگی وارث نے دعویٰ کیا جھوٹ ثابت ہو گیا تب بھی قاذف پر حد نہیں ہے گونگے مقذوف کے قاذف کاذب کو حد نہ لگے گی کیونکہ مقذوف کی طرف سے قولی مطالبہ کرنا شرط ہے۔ لیکن گونگا صرف اشارہ کر سکتا ہے جو شرعاً معتبر نہیں۔ ہاں البتہ تعزیری سزا ہو گی۔ اگر حد لگنے سے مقذوف فوت ہو گیا تو حد ختم مقذوف کے وارث حد لگانے کا مطالبہ نہیں کر سکتے کیونکہ حدودِ شرعیہ کا نفاذ حق اللہ ہے لہٰذا حق وراثت نہیں ہوتا۔ اگر مقذوف قاذف کا بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی ہو تو قاذف پر حد نہیں۔ قاذِف نابالغ پر حد نہیں نہ تعزیر۔ مراہق قاذف کو تعزیر لگے گی۔ نشہ کی حالت میں قذف لگائی تو حد نہیں کسی نے مجبور کیا اور قذف مجبور ہو کر لگائی تب بھی حد نہیں۔ دار الکفر، دار الحرب، دار البغاوت میں قذف لگائی تو بھی جھوٹے قاذف کو حد نہیں ہے۔ خیال رہے کہ تمام کافر صرف تین قسم کے ہیں۔ ۱۔ ذمّی جو دار الاسلام میں اقلیتاً رہتے ہوں۔ ۲۔ مستامن جو دار الاسلام میں عارضی ویزہ لے کر آئے ہوں۔ ۳۔ حربی جو اپنے ملک کفرستان میں رہتے ہوں۔ یعنی کفرستان کا ہر کافر حربی ہے۔ اگر مرد کو کہا اے زانیہ تو حد نہیں کیونکہ مرد کے لیے مونث کا لفظ بولنا اصلاً بھی غلط صنفاً بھی لیکن اگر عورت کو کہا۔ اے زانی تو حد لگے گی کیونکہ صنفاً اگرچہ غلط ہے مگر اصلاً صحیح ہے یہ اصل لفظ مذکر ہی ہوتا ہے۔ آیت میں جو عورت کو زانیہ کہا گیا ہے وہ مجازاً ہے رضامندی مزنیہ ظاہر کرنے کے لیے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مرد کو زانیہ کہا تو بھی حد لگے گی کیونکہ آخری ھا۔ تانیث کی ہی نہیں ہوتی مبالغے کی بھی ہو سکتی ہے جیسے علامہ کی آخری ھا مگر یہ قول غلط و کمزور ہے۔ اس لیے کہ آخری ھا کا مبالغہ ہونا مجازی ہے حقیقت میں ھا مونث کے لیے ہی ہے نیز امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول اس آیت نمبر ۳ کے بھی خلاف ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر بقول امام محمد رحمۃ اللہ علیہ مبالغے کے لیے بھی ہو تب بھی حد نہ لگے گی۔ کیونکہ دو معنی ہونے کی وجہ سے معاملہ مشکوک ہو گیا اور شک سے حد ختم ہو جاتی ہے اگر کہا کہ تو مجھ سے یا فلاں سے زیادہ زانی ہے تو حد نہیں کیونکہ یہ قذفِ زنا نہیں بلکہ قوتِ مردی کا ذکر ہے۔ اسم تفضیل ہمیشہ ترجیح کے لیے بولا جاتا ہے جیسے کوئی کسی کو کہے کہ تو مجھ سے زیادہ کھاؤ ہے تو کھانا مراد نہیں ہوتا بلکہ قوتِ معدہ مراد ہوتی ہے اگر کہا تو نے وطی کی ہے یا کہا حرام وطی کی ہے یا کہا تو نے فلاں سے فسق و فجور کیا ہے یا کہا حرام زادہ وغیرہ وغیرہ تو حد نہیں کیونکہ یہ قذف نہیں گالی ہے۔ اگر کسی نے کسی سے کہا کہ جا کر فلاں سے کہہ دے تو زانی ہے۔ قاصد نے جا کر کہہ دیا کہ فلاں کہتا ہے تو زانی ہے تو نہ قاصد پر حد ہے نہ اصل پر کیونکہ معاملہ مشکوک ہو گیا اگر چار گواہوں میں ایک عورت گواہ ہو یا ایک مرد گواہ کسی حد کا سزا یافتہ ہو۔ یا ایک گواہ

اندھا ہو یا غلام ہو یا کافر ہو تو قاذف و گواہوں کو حد لگے گی کیونکہ نصاب شرعی گواہی پورا نہ ہوا اس لیے سب جھوٹے ثابت ہوئے۔ اگر گواہ ایک مرد تین عورتیں یا دو مرد دو عورتیں تو بھی سب کو حد لگے گی۔ اگر کسی نے کہا کہ فلاں نے اپنے بچپن میں زنا کیا تھا یا کبھی بحالتِ جنون زنا کیا تھا تو جھوٹا ہونے پر حد لگے گی۔ کیونکہ اب بالغ و تندرست ہو کر محصن ہے۔ اگر کسی قاصد نے کہا کہ تو زانی ہے تو حد لگے گی کیونکہ اب یہ قاصد کا اپنا کلام ہو گیا پیغام نہ رہا اور قاصد خود قاذف بن گیا۔ مستامن کافر نے محصن مسلمان کو قذف لگائی ثابت نہ کر سکا حد لگے گی۔ کیونکہ زنا ہر دین میں ممنوع ہے قابل نفرت ہے لہٰذا اگر وہ مستامن اس مسئلے سے اپنی لاعلمی ظاہر کرے تو نہ مانی جائے گی۔ قاذف نے کہا اے فلاں تو اپنے باپ کا نہیں تو ثبوت دے ورنہ حد لگے گی۔ کیونکہ یہ دو بندوں پر قذف ہے والدہ اور اس کے اس بیٹے پر لہٰذا بیٹے کا مطالبہ حد اس کا حق ہے۔ فسق میں مشہور شخص کی گواہی معتبر نہیں کیونکہ فاسق کی گواہی بذاتِ خود مشکوک ہے۔ اگر دو متقی مسلمان یا ایک مرد دو عورتیں کسی مقذوف کے اقرار قذف کی گواہی دیں تو حد ختم۔ حد قذف کے عدالتی فیصلے کے لیے مقذوف کا زبانی یا بادستخط تحریری مطالبہ عدالت میں پیش کرنا ضروری ہے مطالبے میں اشارہ کنایہ یا انگوٹھا لگا دینا معتبر نہیں۔ اگر کسی ایک شخص کو چند بار یا چند شخصوں کو ایک بار ایک ہی عبارت سے یا چند مختلف عبارتوں سے ایک ہی دن، ایک ہی محفل میں، یا چند دن، چند محفلوں میں، ایک زنا کی یا چند زناؤں کی قذف لگائی۔ پھر سب نے مل کر اس قاذف پر ایک ہی مقدمہ کیا تو جھوٹے قاذف کو ایک ہی قذف لگے گی لیکن علیحدہ مقدموں میں اتنی سزائیں جتنی بار جھوٹا ثابت ہوگا۔ اگر قاذف کو ایک دعوے میں حدِ قذف لگ گئی۔ قاذف پھر اس زنا کی اسی مقذوف کو دوبارہ قذف لگاتا ہے تو اب حد نہ لگے گی بلکہ تعزیری سزا ہوگی یہ سب حکم ہر اس جرم کا ہے جس کی سزا حدِ شرعی ہے یعنی چند جرموں کا ایک دعویٰ اور ایک فیصلہ تو سزا بھی ایک اور چند جرموں کے چند دعوے اور چند فیصلے تو سزائیں بھی چند۔ جرم و دعویٰ قذف کا ہو یا ارتکاب کا جو شخص زانی تھا پھر سچی توبہ کر لی۔ یا بوقتِ زنا کافر تھا یا غلام تھا پھر مسلمان ہو گیا اور غلام آزاد ہو گیا اس تبدیلی کے بعد سابقہ زنا کی قذف لگی اور قاذف جھوٹا ثابت ہوا تو صرف حنفی مسلک میں حد نہ لگے گی۔ حد قذف لگنے کے وقت مقذوف کا موجود ہونا ضروری نہیں ہے۔ دیکھو بہتان صدیقہ کے کاذبوں کو حد لگائی تو صدیقہ حاضر نہ تھیں۔ لہٰذا فیصلہ کے بعد مقذوف زندہ و مردہ برابر ہے کسی کے فوت شدہ والد یا والدہ کو تہمت زنا لگانی شرعاً قذف اور بیٹے بیٹی کو سزا دلوانے کا حق ہے۔ یہ حق وراثت نہیں بلکہ حقِ اصلی ہے گویا اولاد ہی مقذوف ہے۔ غیر موجود اور غیر معروف کو قذف لگانا شرعاً معتبر نہیں۔ مثلاً یہ کہنا کہ تیرے آباء و اجداد زانی تھے کیونکہ آباء کافر بھی ہو سکتے ہیں یہ تہمت شرعاً گالی ہے اور اس کی تعزیری سزا ہے۔ ہر وہ شخص حد قذف کا مطالبہ کر سکتا ہے جس کو اس قذف سے نسلی یا نسبی یا قومی بدنامی لگے یعنی اصل میں والد، دادا، پردادا اور نسل میں بیٹا، پوتا، پڑپوتا کو حق مطالبہ ہے اگرچہ میراثِ مقذوف سے محروم ہوں بوجہ قانون میراث یا بوجہ قتلِ مورث یا بوجہ کفر یا بوجہ غلامیت۔ غلام اپنے مولیٰ پر قذف کی حد کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔ کافر یا غلام والدین یا بیٹا پوتا اپنے فوت شدہ والدین پر لگائی ہوئی قذف کی حد کا مطالبہ نہیں کر سکتے اگرچہ ان کی نسلی، نسبی، قومی بدنامی ہوتی ہو۔ یا البتہ ایسی صورت میں دور کے مسلم و آزاد رشتے دار حدِ قذف کا مطالبہ کر سکتے ہیں، مطالبہ حدِ قذف میں والدہ مثلِ والد ہے۔ اگر کوئی اپنی بیوی پر قذف لگائے تو نہ بیوی حد کا مطالبہ کر سکتی ہے نہ اس کی اولاد، بیوی کے لیے یہ قذف لعان ہے اولاد کے لیے والد کا احترام ہے۔ حدیث مقدس میں ہے کہ

بیٹا والد کے خلاف اور غلام مولیٰ کے خلاف حدِ قذف کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔ میت کے بھائی، چچا، ماموں، پھوپھی، خالہ میت پر قذف کے مطالبہ حد کا حق نہیں ہے۔ والدہ کو بعدِ وفات تہمت لگائی والد نے۔ بیٹے نے دعویٰ کر دیا۔ عدالت نے والد کو حدِ قذف لگا دی تو دونوں باپ بیٹے کا عادل متقی ہونا ختم دونوں مردود الشہادت دونوں فاسق شرعی کیونکہ باپ قاذف کاذب ہو گیا اور بیٹا والد کی حد کا سبب بننے کی وجہ سے۔ اگر قذف ثابت کرنے کے لیے چار گواہ نہ پیش کر سکے تو بھی قاذف کاذب شمار ہو گا اگرچہ حقیقتاً سچا ہو۔ ایسی قذف لگانا گناہ کبیرہ ہے جس میں قاذف کو حد یا تعزیر لگ جائے کیونکہ گناہ کو کبیرہ بنانے کے لیے مقذوف کا محصن ہونا ضروری نہیں اور اگر تہمتِ قذف سچی ثابت ہو اور مقذوف کو حدِ زنا لگ جائے تو قذف پر گناہ نہیں بلکہ ثواب ہے۔ حدِ قذف لگاتے وقت قاذف مرد یا عورت کے باریک کپڑے نہ اتارے جائیں گے مگر موٹے کپڑے اتارے جائیں مثلاً حشو، وفرہ، فروہ کپڑے یعنی روئی بھرا۔ بذاتِ خود موٹا کوٹ اور ڈبل سلائی کے اُستر والا۔ حدِ قذف میں عورت و مرد کے تمام مذکورہ بالا احکام برابر ہیں۔ اگر کسی مسلمان نے ذمی کافر کو جھوٹی تہمت لگائی تو بفرمانِ حدیث پاک دنیا میں تعزیری اور آخرت میں آگ کے کوڑوں کی سزا ہو گی یہ حدیث مقدس مسند احمد میں بروایت حضرت وائلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہے۔ صغیرہ آزاد اور لونڈی اور بے پردہ فیشنی آوارہ عورت کو قذف کاذبہ لگانا گناہ صغیرہ ہے۔ کیونکہ ایسی عورتوں کو ہتکِ عزت، ایذاء بدنامی کا احساس کم ہوتا ہے۔

حدود اور تعزیر میں تقریباً بارہ طرح فرق ہے

۱۔ حدِ شرعی قرآن مجید اور حدیثِ مقدس اور اجماعِ صحابہ کرام سے ثابت ہوتی ہے مگر تعزیری سزا حاکمِ اسلامی کی صوابدیدی تجویز سے نافذ ہوتی ہے۔ ۲۔ حد میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی نہ جرم کی نہ تعدادِ سزا کی نہ طریقہ سزا میں مگر تعزیر میں موقعہ محل اور مجرم و جرم کی کیفیت کے لحاظ سے تبدیلی جائز ہے۔ مثلاً سو کوڑے اور اسی کوڑے اور سنگساری ذرہ بھر کمی بیشی تا قیامت نہیں کی جا سکتی لیکن تعزیری کوڑے کم از کم تین زیادہ سے زیادہ انتالیس ہے۔ آدھی حد سے بھی کم جو کہ قذف و شرب میں غلام کی سزا ہے۔ ۳۔ تعزیر کے کوڑے سخت زور سے مارے جائیں۔ اس سے نرم حدِ زنا کے اس سے نرم شربِ شراب کے کوڑے اس سے نرم حدِ قذف کے کوڑے مارے جائیں۔ ۴۔ حد کی سزا شبہات سے ختم ہو جاتی ہے مگر تعزیر کی سزا ختم نہیں بلکہ بعض مرتبہ کسی شبہ سے حد ختم ہو کر اس کی جگہ تعزیر اسی شبہ کی وجہ سے ہی آتی ہے۔ ۵۔ حد کی سزا نہ رحم کی اپیل سے ختم ہو نہ معاف کرنے سے لیکن تعزیر ختم کرنا یا کم کرنا جائز ہے۔ ۶۔ مجنون پر حد کی سزا نہیں لگتی تعزیر لگ سکتی ہے یہی حال مُراہق یعنی قریب بلوغ بچے کا ہے۔ ۷۔ کافر غیر مسلم ذمی کے جرائم پر حد نہیں ہے تعزیر ہے مگر اُس تعزیر کا نام عقوبت ہے۔ ۸۔ مقررہ سزا کا نام حدِ شرعی ہے اور غیر مقررہ سزا کا نام تعزیر ہے۔ ۹۔ حد شرعی صرف مخصوص جرائم پر لگتی ہے وہ سات ہیں۔ جرم زنا، جرم قتل، جرم چوری، جرم ڈکیتی، جرم قذف، جرم قصاص، جرم شراب نوشی۔ لیکن تعزیر ہر چھوٹے بڑے جرم پر اور کوڑوں کے علاوہ بھی ہر جسمانی سزا جس کا فیصلہ عدالت کرے وہ تعزیر ہے اگرچہ ایک چپت ہو۔ ۱۰۔ حدِ شرعی عدالت کے فیصلے سے پہلے حق العبد ہے۔ لیکن ثبوت اور فیصلے کے بعد حق اللہ ہے۔ حق العبد تاوان یا صلح سے و شفارش سے معاف ہو جاتا ہے مگر حق اللہ معاف نہیں ہو سکتا، نہ صلح سے نہ معافی سے، مگر تعزیری سزا اول سے آخر تک حق العبد ہے۔ [illegible] سے پہلے پہلے تاوانی صلح بھی جائز ہے۔

معافی دینا بھی جائز۔ ۱۱۔ حدِ شرعی کا ثبوت صرف دو طریقوں سے اوّلاً اقرار جرم۔ دوم نصاب شہادت کی گواہی مگر تعزیر کا ثبوت چار طریقے سے جائز اوّلاً اقرار جرم۔ دوم اگر یہ نہیں تو مدعیٰ علیہ قسم اٹھائے کہ میں بے گناہ ہوں۔ سوم اگر یہ بھی نہ ہو تو مدعی گواہی پیش کرے۔ چہارم اگر یہ بھی نہیں تو مدعیٰ علیہ بری مدعی کو تعزیر۔ ۱۲۔ حد قذف میں مقذوف کی طرف سے زبانی یا تحریری مطالبہ واجب ہے مگر تعزیری سزا کے لیے کسی مطالبے کی ضرورت نہیں حاکمِ عدالت خود مجرم کو پکڑوا کر فیصلہ تعزیر کر سکتا ہے اور گواہی کا ثبوت حاصل کر سکتا ہے۔

ان آیات میں مختلف اقوال

۱۔ اَلزَّانِیْ لَا یَنْکِحُ اِلَّا۔ (الخ) یہ پوری آیت ۳ محکم ہے تا قیامت نافذ العمل ہے اور یہ حکم نہیں بلکہ استحبابی و اخلاقی علامتِ مومن و مومنات ہے یہی قول درست ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا یہ آیت منسوخ ہے اور اس کے ناسخ میں تین قول۔ یا سورۃ نساء کی آیت ۳ فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ سے یا اسی سورۃ نور کی آیت ۳۲ وَاَنْکِحُوا الْاَیَامٰی مِنْکُمْ سے یا اجماع صحابہ سے۔ مگر یہ تینوں قول غلط و جاہلانہ ہیں۔ اجماع صحابہ سے تو کوئی آیت یا حدیث نبوی منسوخ ہو سکتی ہی نہیں بلکہ ایسا کہنا بھی کفر ہے۔ ناسخ آیت یا حدیث یا صرف آیت یا حدیث ہی ہو سکتی ہے۔ اور سورۃِ نور کی آیت ۳۲ بھی ناسخ نہیں ہو سکتی کیونکہ اَیَامٰی آزاد یا مسلم لونڈی غلام کا نکاح بھی زانی۔ زانیہ مشرکہ مشرک سے ممنوع ہے۔ ایسے ہی فَانْکِحُوْا مَا طَابَ میں بھی نیک متقیہ مومنہ عورتیں ہی مراد ہیں نیز ناسخ و منسوخ کے لیے یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ آیت منسوخہ کا نزول پہلے ہوتا ہے ناسخ کا بعد میں مگر سورۃ نساء کا نزول پہلے ہے اس کا ۹۲ ہے اور سورۃِ نور کا نزول بہت بعد میں اس کا نزول ۱۰۲ ہے۔ منسوخ بعد میں نہیں ہو سکتی کیونکہ نزول ہی تو ناسخ ہوتا ہے۔ ایسے ہی جاہلانہ اقوال سے گمراہیاں و گستاخیاں پھیلتی ہیں۔ لَا یَنْکِحُ اور لَا یَنْکِحُهَا کے معنی میں چار قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا یہ جملہ خبریہ ہے اس میں انسانوں کی فطری طبعی مزاجی و ایمانی عادت و مناسبت بتائی گئی ہے یہ حکم شرعی نہیں۔ یہی قول درست ہے کیونکہ اگر حکم و انشا ہوتا تو فعل نہی ہوتا نہ کہ مضارع منفی۔ ۲۔ بعض نے کہا یہ نفی بمعنی نہی ہے لہٰذا معناً و حکماً یہ جملہ انشائیہ ہے۔ یعنی خبردار نکاح نہ کرے۔ ۳۔ بعض نے کہا یہاں جواز و عدم جواز کا قانون اسلامی بتایا جا رہا ہے یعنی زانی کا نکاح اس کی زانیہ سے یا کسی مشرکہ سے ہی جائز ہے۔ ایسے ہی زانیہ سے صرف اس کا زانی ہی نکاح کرے یا پھر کوئی مشرک نکاح کر لے۔ متقی مومن مرد و عورت کو جائز نہیں۔ ۴۔ بعض نے کہا یہاں نکاح بمعنی وطی ہے نہ کہ عقدِ نکاح۔ دونوں جگہ لَا یَنْکِحُ کی قرأت میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت میں یہ مضارع منفی ہے یہی درست ہے کیونکہ مشہور و مکتوب ہے۔ ۲۔ بعض کی قرأت میں یہ فعل نہی ہے ح پر جزم یعنی لَا یَنْکِحْ۔ حرم کی قرأت میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت میں ماضی مطلق مجہول ہے یہی درست ہے کیونکہ مشہور و مکتوب ہے۔ ۲۔ بعض کی قرأت میں حَرَّمَ ہے ماضی مطلق معروف۔ حُرِّمَ کے معنی میں تین قول۔ ۱۔ بعض نے کہا، حرام کر دیا گیا۔ ۲۔ بعض نے کہا مکروہ تحریمی کر دیا گیا۔ ۳۔ بعض نے کہا مکروہ تنزیہی کر دیا گیا مُشْرِکَۃٌ کی مراد میں تین قول۔ ۱۔ اکثر نے کہا۔ بُت پرست عورتیں تا قیامت۔ ۲۔ بعض نے کہا۔ عرب کی عام کسبیہ طوائفیں۔ ۳۔ بعض نے کہا مکہ و مدینہ کی مشرکہ محبوبائیں مراد ہیں۔ ذٰلِکَ کے مشار الیہ میں تین قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا اس سے زنا مراد ہے (از احناف و شوافع)۔ ۲۔ بعض نے کہا مراد نکاح ہے (از مالکی و حنبلی)۔ ۳۔ بعض نے کہا مراد ہے غلط

فحش سے نکاح کر کے معاشرہ بگاڑنا حرام کیا گیا۔ بِاَرْبَعَةِ کی قرأت میں دو قول۔ ا۔ اکثر کی قرأت میں بغیر تنوین ہے۔
۲۔ بعض کی قرأت میں تنوین سے ہے یعنی بِاَرْبَعَةٍ۔ لَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً کے معنی میں دو قول۔ ا۔ اکثر نے فرمایا۔ مطلقاً کوئی گواہی کسی بھی دعوے میں قبول نہ ہوگی۔ ۲۔ بعض نے فرمایا صرف تہمت کے ثبوت میں قبول نہ ہوگی۔

فائدے

ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ **پہلا فائدہ:** دنیا میں سب سے بڑا جرم زنا ہے کیونکہ اس سے پانچ قسم کی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اولاً نسل تباہ دوم معاشرے میں بے غیرتی بے حیائی کا پھیلاؤ سوم ذلت قومی چہارم فتنہ فساد پنجم زنا کاری مشابہ شرک ہے کیونکہ شرک سے موجودہ دینوی آبادی کی بربادی اور زنا سے آئندہ نسلوں کی بربادی۔ شرک سے قولی فحاشی زنا سے عملی فحاشی۔ نہ مشرکین زنا کاری کو برا سمجھیں نہ زانی زانیہ یہی وجہ ہے کہ زنا کی سزا دنیا میں اور شرک کی سزا آخرت میں سب سے زیادہ اور سخت۔ زنا کاری تو ایک خاوند بیوی پر پابندی نہیں کرتی اور شرک ایک عبادت پر یہ فائدہ زنا اور شرک کو ایک ساتھ ذکر کرنے سے حاصل ہوا۔ **دوسرا فائدہ:** انسانی قومی مدارج یا علمی عملی منصب یا دینوی اعلیٰ افسری کی وجہ سے دینی شرافت، کرامت، یا شرعی سزاؤں میں کمی بیشی نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا عالم جاہل، سید غیر سید، امیر غریب سب کی حدِ جرم وَ حدِ قذف ایک جیسی برابر ہوں گی، جرائم زنا کے ہوں یا قذف شراب نوشی، قتل، قزاقی، ڈکیتی، سرقہ کے یہ فائدہ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ (الخ) کے حکم کو عام مطلق فرمانے سے حاصل ہوا۔ **تیسرا فائدہ:** اگرچہ سچی تہمت کی بھی تشہیر جرم و گناہِ کبیرہ ہے کیونکہ یہ عدالتی مقدمہ ہے نہ کہ تشہیری مشغلہ۔ لیکن جھوٹی تہمت اور اُس کی تشہیر تو سب سے بڑا اور نقصان دہ جرم ہے۔ یہ فائدہ حدِ قذف کی تین سزاؤں سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ:** اگر کوئی والد اپنی نیک جوان بیٹی کا نکاح اس کی مرضی کے بغیر کسی زانی شرابی سے کر دے تو بیٹی کو شریعت فسخ نکاح کا حق دیتی ہے اور ایسا باپ شرعاً سوءِ اختیار والا ہے آئندہ وہ باپ اپنی کسی بیٹی کے نکاح کا ولی نہیں بن سکتا نہ اپنی مرضی سے بلا اجازتِ بیٹی اس کا نکاح کبھی کر سکتا ہے اگر جبری نکاح کرے گا تو باپ کو سزا اور نکاح فسخ ہوگا کیونکہ سوءِ اختیار والا باپ شرعاً ظالم ہے۔ اور ایسا باپ اپنی کسی اولاد کا نہ وکیل بن سکے نہ اصیل نہ کفیل۔ یہ مسئلہ اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ (الخ) کے اس عموم سے مستنبط ہوا۔ **دوسرا مسئلہ:** اگر زانی و زانیہ کو کوڑوں کی حدِ زنا لگ جائے پھر وہ سچی توبہ کر لیں تب مومن یا مومنہ متقیہ سے ان کا نکاح درست و بہتر ہے لیکن اگر بغیر سزا کھائے توبہ کریں تو متقیہ سے زانی تائب کا نکاح نہ کیا جائے اس لیے کہ سزا یافتہ کی توبہ پکی ہوتی ہے۔ لیکن جہاں زانی کو سزا کا خوف نہ ہو وہاں زنا سے توبہ کچی ہوتی ہے۔ پھر بھی بھٹک سکتا ہے۔ اگرچہ مرد و عورت دونوں کے لیے یہ مسئلہ برابر ہے مگر متقیہ مومنہ عورت کے لیے زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے کیونکہ مرد مجبور و مظلوم نہیں ہوسکتا البتہ عورت بدقماش خاوند کی زوجیت میں مجبور و مظلوم ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر غیر احتیاطی میں بدقماش زانی شرابی سے شرعی نکاح ہو گیا تو نکاح درست ہوگا اولاد حلالی ہوگی۔ یہ مسئلہ لَا يَنْكِحُ (الخ) کی خبر عمومی و تفسیری وضاحت سے مستنبط ہوا۔ احناف کے نزدیک حُرِّمَ ذٰلِكَ کا معنی حرمت نکاح نہیں بلکہ معاشرہ

بگاڑنا حرام کیا گیا ہے۔ **تیسرا مسئلہ:** قانونِ شریعت میں حدِ قذف لگانے کے لیے ضروری ہے کہ مقذوف پاکدامن، عفیف و عادل متقی ہو۔ اگر کسی مقذوف نے اس قذف سے پہلے کبھی بھی ابدی حرام والی وطی کی ہوگی تو اس کی عفت عدالت تقویٰ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گا اور اس پر جھوٹی قذف لگانے والوں کو حدِ قذف نہ لگے گی یہ مسئلہ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ کی قید لگانے سے مستنبط ہوا۔ خیال رہے کہ حرمت وطی دو قسم کی ہے۔ ۱۔ حرمتِ ابدی جیسے غیر بیوی، یا رضاعی بہن، یا سگی ساس وغیرہ سے وطی۔ اس ابدی حرام وطی سے وطی زنا ہے اور زنا سے عفت عدالت احصان (پاکدامنی) ہمیشہ کے لیے ختم ہو جاتی ہے۔ ۲۔ حرمتِ وقتی جیسے اپنی بیوی سے بحالتِ حیض، نفاس یا بحالتِ احرام وطی حرام ہے مگر ایسی وطی کر لینے سے عِفت عدالت ختم نہیں ہوتی۔ اس کے جھوٹے قاذف کو حدِ قذف لگے گی بغیر گواہ نکاح سے بھی وطی حرام ابدی ہے۔ حدیث مقدس میں ہے لَا نِكَاحَ اِلَّا بِشُهُوْدٍ۔ یعنی بغیر گواہوں کے نکاح ہوتا ہی نہیں ایسے نکاح کے بعد وطی کر لی تو عفت و عدالت ختم۔ دار قطنی و طبرانی میں حدیثِ مقدس ہے کہ اَلْحَرَامُ لَا يُحَرِّمُ الْحَلَالَ فَاَوَّلُهٗ سِفَاحٌ وَّاٰخِرُهٗ نِكَاحٌ۔ یعنی زانی اگر اپنی زانیہ سے نکاح کر کے شریفانہ زندگی گزارے یا توبہ کچی پکی کر کے کسی نیک عورت سے نکاح کی زندگی گزارے تو جائز ہے بلکہ بہتر ہے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ **پہلا اعتراض:** یہاں پہلے فرمایا گیا۔ اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ۔ فعل مضارع جس سے زانی زانیہ کا نکاح متقی متقیہ سے حرام و ناجائز ثابت نہیں ہوتا۔ صرف نامناسبیت ثابت ہوتی ہے کیونکہ مضارع جملہ خبریہ ہے۔ پھر فرمایا گیا حُرِّمَ ذٰلِكَ۔ اس سے نکاح کی حرمت ثابت ہو رہی ہے۔ نیز فقہا بھی اس نکاح کو جائز کہتے ہیں۔ تاریخ اسلامی میں بھی ایسے نکاح ثابت ہیں کہ نیک مرد کی بدکارہ بیوی۔ اور نیک بیوی کا بدکار خاوند۔ تو پھر یہاں حُرِّمَ ذٰلِكَ۔ کیوں فرمایا گیا۔ **جواب:** اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ۔ کی پوری عبارت اکثریت مومنین کے طبعی میلان و محبت و نفرت کی خبر دی جا رہی ہے نہ کہ کلی قاعدہ یا حکمِ شرعی۔ یعنی اکثر ایمانی طبیعت بدکاروں سے ازدواجی تعلق قائم کرنا پسند نہیں کرتے اور بدکار لوگ بھی نیک مرد یا سیدھی سادی نیک بیوی کو پسند نہیں۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ آوارہ لڑکیاں داڑھی والے نمازی نوجوان مرد کا رشتہ نامنظور کر دیتی ہیں اور عیاش و آوارہ کا رشتہ پسند کر لیتی ہیں اور حُرِّمَ ذٰلِكَ میں ایسے نکاح کی حرمت کا ذکر نہیں بلکہ بروں بدمعاشوں سے رشتے داری کر کے معاشرہ خراب کرنے کی حرمت کا ذکر بیان کیا جا رہا ہے۔ فقہی مسئلہ قانون ہے اور تاریخی مشاہدہ جزئی و نادر واقعات ہیں۔ آیت میں احتیاط کرنے کا ذکر ہے۔ بے احتیاطی میں اکثر گھر اجڑنے کا تجربہ ہے۔ **دوسرا اعتراض:** یہاں پہلے فرمایا گیا۔ اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً پھر فرمایا گیا وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ۔ ان دونوں عبارتوں میں ظاہراً کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ محض لفظی تکرار ہے جو بلاغت کے خلاف لگتی ہے۔ **جواب:** دونوں عبارتوں میں فرق ظاہر موجود ہے وہ یہ کہ پہلی عبارت میں بدکار مردوں کی رغبتِ قلبی کا ذکر کیا گیا ہے اور دوسری عبارت میں نیک مردوں کی رغبتِ قلبی کا ذکر کیا گیا۔ یعنی جس طرح برے مرد نیک عورتوں کو پسند نہیں کرتے بلکہ اپنے جیسی آزاد خیال محفلوں کی زینت بیوی پسند کرتے ہیں۔ اسی طرح نیک مرد بھی بری و آوارہ عورتوں کو پسند نہیں کرتے اور حُرِّمَ میں بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ بھی برے مرد

وبری عورت کو پسند نہیں فرماتا۔ **تیسرا اعتراض:** اس کی کیا وجہ کہ آیت ۲ میں۔ اَلزَّانِیَۃُ مونث کا ذکر پہلے اور اَلزَّانِیْ مذکر کا ذکر بعد میں مگر یہاں آیت ۳ میں۔ اَلزَّانِیْ مذکر کا ذکر پہلے۔ اور وَالزَّانِیَۃُ مونث کا ذکر بعد میں۔ **جواب:** اس کی وجہ یہ کہ پہلی آیت میں سزا کا ذکر ہے۔ اس آیت میں نکاح کا ذکر ہے۔ سزا میں زنا کا جرم اور زنا میں شہوت کا اور شہوت عورت میں زیادہ ہوتی ہے اس لیے زنا کی پیش کش اکثر عورت کی طرف سے ہوتی ہے۔ اور بدکاری کی تحریک اور آمادگی و رغبت اولاً عورت کی طرف سے اس لیے جرم زنا کی سزا میں پہلے عورت کا ذکر کیا گیا۔ اور نکاح میں رغبۃ وطلب مرد کی طرف سے ہوتی ہے۔ شرعاً بھی رواجاً بھی پیغام نکاح بھی مرد والوں کی طرف سے ہی ہوتا ہے۔ اس لیے یہاں پہلے مذکر لفظ کا ذکر کیا گیا۔ **چوتھا اعتراض:** اس کی کیا وجہ کہ یہاں اَلزَّانِیْ اور اَلزَّانِیَۃُ فرمایا گیا۔ یعنی زنا کرنے والا مرد اور زنا کرنے والی عورت حالانکہ زنا کا فعل تو صرف مرد ہی کرتا ہے۔ عورت سے زنا کیا جاتا ہے۔ عورت زنا کا فعل کر نہیں سکتی۔ لہٰذا اس کو زانیہ نہیں کہنا چاہئے تھا بلکہ مزنیہ کہا جاتا۔ **جواب:** چونکہ یہاں عورت و مرد کی سزا و تذلیل کا ذکر ہے اس لیے اَلزَّانِیَۃُ فرمایا گیا۔ زانی و زانیہ کے لفظ سے فعل زنا مراد نہیں بلکہ مقصدِ زنا کا حصول مراد ہے یعنی خواہش شہوت پوری کرنا۔ عورت ہو یا مرد جب دونوں کی رضا و رغبت سے زنا ہو رہا ہو تو دونوں ہی زناکار ہیں اگرچہ مرد فاعل اور عورت مفعول ہوتی ہے لیکن دو طرفہ رضا کی وجہ سے دونوں زانی و زانیہ ہیں۔ اسی رضا و رغبت کی سزا دی جاتی ہے۔ مزنیہ اس عورت کو کہا جاتا ہے جس سے مرد جبراً زنا کرے۔ مزنیہ کو شریعت میں زنا کی سزا نہیں ہے کیونکہ وہ مجبور و کمزور ہے۔ مزنیہ کا ذکر آگے آیت ۳۳ میں فرمایا جا رہا ہے۔

تفسیر صوفیانہ

اَلزَّانِیْ لَا یَنْکِحُ اِلَّا زَانِیَۃً اَوْ مُشْرِکَۃً ۘ وَّالزَّانِیَۃُ لَا یَنْکِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِکٌ ۚ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ اے عرفانِ الٰہی کے طلبگارو۔ یاد رکھو کہ کسی بھی راہِ مستقیم و منزلِ مراد میں نفسِ اَمارہ اور نفسِ مطمئنہ کا تعلق قربت و ارادت قائم نہیں رہ سکتا۔ لہٰذا ایک قالب میں دونوں کی خواہشیں پوری کرنے کی کوشش نہ کرو۔ امارہ چاہتا ہے طبیعت خناثہ کو اور پسند کرتا ہے عقلِ عیارہ کو۔ اور اعمالِ مکارہ و اقوال بدکارہ کو خبائث و خنائس ہی پسند کر سکتے ہیں۔ اور حرام و بعید کر دیا گیا ہے نیک لوگوں کا برے لوگوں سے تعلق قلبی و روحی کیونکہ اس بے جوڑ تعلق سے چار خرابیاں پیدا ہوتی ہیں **اول** یہ کہ تھوڑی برائی و پلیدی زیادہ اچھائی و پاکیزگی کو بگاڑ دیتی ہے **دوم** یہ کہ تعلق داری کی بنا پر بروں کو اچھوں کی محفل میں آنے برائی پھیلانے کا موقعہ ملے گا اور اچھے مجبور ہوں گے بروں کے ساتھ محفل کرنے پر یا اُن کی محفلوں میں شامل ہونے پر **سوم** یہ کہ اس تعلق داری سے اچھے برے کی پہچان ختم ہو جائے گی اور نیک لوگ بری ہم مجلسی کی وجہ بروں کے مشابہ لگیں گے اور یہ ملاوٹ دنیوی اُخروی مصیبت ہے **چہارم** یہ کہ اکثر وقت فاسقین و زندیقین کا قُرب حاصل رہے گا نتیجتاً ان اچھوں پر بھی فحاشی کذابی کا اثر صحبت ہو جائے گا اور ان نیکوں کو بھی فاسقان سے الفت و رغبت ہوگی۔ صالحات سے نفرت، زمینِ قالب روحانی کا زانی نفسِ امارہ ہے اور زانیہ عقلِ عیارہ ہے، مشرک مزاجِ خناث ہے مشرکہ عادتِ خبیثہ ہے۔ اے معرفت کے طلبگارو بروں کے جلووں سے بچو، اہلِ دل کی محافل خلوت میں رہو کیونکہ ہر طبیعت اپنی مشابہت و مجانست سے ہی مانوس ہوتی ہے ملاقاتِ ہم شکل سے تن موثر ہوتی ہے، ہر جسم میں بیماری و برائی جلدی سرایت کرتی ہے۔ ارشادِ نبوی ہے کہ مشرکوں سے تین تعلق توڑ دو سکونت کا، مصاحبت کا، مجامعت کا، تاکہ

مشرکوں کی عادتیں تم میں نہ آجائیں۔ جو مشرکوں سے مصاحبت کرے گا وہ اُن کی مشابہ ہو جائے گا اور جو مشابہ ہوگا وہ انہیں میں سے ہو جائے گا انسانوں میں بھی پرندوں وحیوانوں کی مثل مشاکلت اور اُنسیت ہے۔

ہمہ مرغاں کند با جنس پرواز　　کبوتر با کبوتر باز با باز

ہر ساکن اپنے ہم مسکن سے سکون پاتا ہے، بزرگ فرماتے ہیں کہ ناواقف لوگوں کے تعارف کے لیے عوام سے مت پوچھو بلکہ اُن کے دوستوں اور ساتھیوں کو دیکھو۔ اہلِ فساد فسادیوں کے ہی ساتھی ہوتے ہیں اگر چہ مکان دور دور ہوں اور اہلِ سعادت سعید لوگوں کے ہی ساتھی بنتے ہیں اگر چہ مزار دور دور ہوں۔ جنسیت، ضمیت کی علت ہے اور مشاکلت اُلفت کا سبب ہے۔ ہر شخص اپنی فطرت کے مطابق دوست بناتا ہے۔ بلبل ہمیشہ محفلِ گلستان کی طرف اور چیل خارزار کی طرف، پروانہ شمع کی طرف، اور سُنّی محفلِ نعت کی طرف ہی جاتا ہے۔

بلبل بباغ رفت وزغن سوئے خارزار

اس لیے حرام کر دیا گیا ہے ایمانِ معرفت والوں پر بری خصلت والوں کی حمایت وحفاظت کرنا تاکہ اہلِ سعادت میں بروں کے فسادِ حال وبداقوال کا اثر بداخلاق نہ پڑے۔ اے بندۂ سالک نورِ معرفت کے طالب تیری ہم نشینی سے وہی خوش ہوگا جو تیری مثل ومشابہ ہے وہی تیری محفل ومجلس کے مناسب ہے۔ غیر جنس وخلافِ مزاج کبھی سچا پکا ہمراہی نہیں ہو سکتا مختلف مزاجی بھی دنیا میں عذابِ شدید ہے۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مسلمان کسی کافرہ خوبصورت عورت کو دیکھ کر زبان سے یہ کہے کہ کاش میں بھی اسی کی طرح کے دین پر ہوتا تاکہ اس سے شادی کر لیتا تو وہ شخص یہ کہتے ہی کافر ہو جائے گا۔ کیونکہ یہ خبیثانہ تمنا باطنی ہم جنسی ومشابہت کی دلیل ہے۔ لہٰذا ہر عاقل پر واجب ہے کہ حتی المقدور بروں سے دور ہٹے بچے۔ بیشک اللہ تعالیٰ غیور و بے پرواہ ہے۔ بے پرواہ کی بے پرواہی سے ہر آن ڈرنا خائف رہنا چاہئے (از روح البیان) وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِیْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًاۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔ اس عالمِ نفسانفسی وفتنہ فسادِ شخصی میں اہلِ سعادت کے لیے بہت مصائب مخالفت ہیں۔ لہٰذا راہِ طلب کی وادیِ رنگ وبو میں جو اہلِ نفوس اہلِ قلوب پر تہمتِ بدعملی و بے فکری لگاتے ہیں اور پھر عقل وضمیر، شعور وفراست کے چار گواہوں کی حمایت۔ تائید، بیان وشفاعت بھی نہ لاسکیں تو انہیں فراقِ ذلت کی تین سزائیں دی جاتی ہیں گمراہی کے اسی کوڑے، ازلی مردودیت، دنیوی، اُخروی فنا، کوڑوں کی تقسیم اس طرح کہ قہر وعتاب ذلت وفراق کے بیس بیس کوڑے۔

إِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْاۚ

سوائے ان کے جو بہتان بازی سے سچی توبہ کرلیں اس سزاء جسمانی کے بعد اور نیک بن جائیں

مگر جو اس کے بعد توبہ کرلیں اور سنور جائیں

فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۝ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ

تو بیشک اللہ تعالیٰ ان کے لیے (آخرت میں) غفور رحیم ہے اور وہ لوگ جو تہمت زنا لگائیں اپنی بیویوں کو
تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور وہ جو اپنی عورتوں کو عیب لگائیں
وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍ
اور نہ حاصل ہو سکیں ان کے لئے عینی مشاہداتی گواہ مگر فقط وہ خود ہی اکیلے تو ان میں ہر خاوند کی گواہی چار مرتبہ گواہی ہے
اور ان کے پاس اپنے بیان کے سوا گواہ نہ ہوں تو ایسے کسی کی گواہی یہ ہے کہ چار بار گواہی دے
بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۶
اللہ تعالیٰ کی قسم کے ساتھ کہ بیشک وہ تہمت باز خاوند البتہ سچوں میں سے ہے
اللہ کے نام سے کہ وہ سچا ہے
وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝۷
اور پانچویں بار یہ کہے کہ بیشک اللہ کی لعنت ہو اس پر اگر ہو وہ تہمت باز جھوٹوں میں سے
اور پانچویں بار یہ کہ اللہ کی لعنت ہو اس پر اگر جھوٹا ہو

تعلقات

ان آیات پاک کا پچھلی آیات پاک سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آیات میں تہمت لگانے کے مجرم کی روحانی ذلت آمیز سزا کا ذکر فرمایا گیا کہ ہمیشہ تاعمر ان کی کوئی گواہی قبول نہ کی جائے گی اور وہ معاشرے کے فاسق بدترین ہیں اب ان آیات میں اس ذلت آمیز سزا سے بچنے کا ذکر فرمایا جا رہا ہے کہ سچی توبہ کرلیں کہ آئندہ کسی پاک دامن عورت یا مرد کو محض بدنام و ذلیل کرنے کے لیے کبھی تہمت نہ لگائیں گے۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیات میں غیر مرد و عورت کو تہمت لگانے کے جرم و سزا کا ذکر ہوا۔ اب ان آیات میں خاوند کا اپنی بیوی کو تہمت لگانے کے جرم اور اس کے تصفیے شرعی فیصلے کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔

شان نزول

جب يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ (الخ) آیت ۴ نازل ہوئی تو صحابی سید الانصار سعد بن عبادہ نے آقائے کائنات حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ زنا کے ثبوت میں تو بحکم قرآنی چار عینی گواہ عدالت میں پیش کرنے ضروری ہیں لیکن اگر کوئی خاوند اچانک بغیر اطلاع اپنے گھر میں آئے اور اپنی شرعی اسلامی بیوی پر کسی غیر مرد کو چڑھا ہوا دیکھے کہ وہ مرد اس کی بیوی سے بدفعلی کر رہا ہے اب اگر یہ خاوند چار مردوں کو بطور گواہ ڈھونڈ کر یہ زنا کاری دکھانے کے لیے لائے تو اتنی دیر میں تو وہ زانی مرد بھاگ جائے گا۔ اب اگر یہ اکیلا خاوند عدالت میں یہ کہتا ہے کہ میری اس بیوی نے زنا کرایا ہے فلاں مرد سے فلاں تاریخ فلاں وقت تو سزائے تہمت کھائے یا چپ رہے اور زنا کاریاں دیکھتا رہے اس کا کیا حل ہے۔ پہلے ان کے منہ سے یہ

الفاظ بھی نکل گئے کہ کیا یہ آیت ایسی ہی نازل ہوئی ہے اس پر نبی کریم ﷺ نے انصار کو مخاطب کر کے فرمایا کہ سنتے ہو تمہارے سردار ابن عبادہ کیا کہہ رہے ہیں سعد نے معافی مانگتے ہوئے عرض کیا کہ میرا ایمان ہے یہ آیت ایسی ہی نازل ہوئی ہے مگر میں اس مصیبت کا حل پوچھ رہا ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کچھ دن انتظار کرو اللہ تعالیٰ اس کا بھی حل بیان فرمادے گا۔ دوسرے دن ایک صحابی ہلال بن امیہ نے بارگاہِ نبوی میں خود اپنا واقعہ بیان کیا یارسول اللہ کل رات میں نے اپنی بیوی خولہ بنت عاصم پر ایک اجنبی مرد شریک بن سحماء کو دیکھا ہے۔ تب سورۂ نور کی اگلی پانچ آیتیں نازل ہوئیں از آیت ۶ تا آیت ۱۰ جن میں خاوند بیوی کے درمیان اسی قسم کے جھگڑے مقدمے کا حل بصورت لعان اور براءت کا طریقہ بتایا گیا۔ اسلام کے یہ قوانین تاقیامت جاری ہیں۔

تفسیر نحوی

اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَ اَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ وَ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَ لَمْ یَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّاۤ اَنْفُسُهُمْ۔ اِلَّا لغوی یعنی استثنا کے لیے نہیں ہے۔ ترجمہ ہے سوائے بجز بمعنی ہاں البتہ سوائے ان لوگوں کے۔ ایک قول میں یہ اِلَّا کفو نہیں ہے اور اس سے مستثنیٰ کیا ہے وَلَا تَقْبَلُوْا کے جملے کو اور اسی قول کی بنیاد پر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مسلک کے لیے استدلال کرتے ہیں مگر یہ قول غلط اس لیے استدلال بھی کمزور ہے۔ اس کی وضاحت انشاء اللہ تعالیٰ تفسیر عالمانہ میں کی جائے گی۔ اَلَّذِیْنَ اسم موصول برائے شرط۔ تَابُوْا بابِ نَصَرَ کا ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ جمع مذکر غائب تَوْبٌ وَ تَوْبَۃٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے لوٹنا، باز رہنا، معافی مانگنا، اس کا تعلق مستقبل لامحدود سے ہوتا ہے یعنی آئندہ ایسا نہ کرنے کا عہد مِنْ جارہ ابتدائیہ بیانیہ بعد اسم ظرف زمانی مضاف ہے۔ ذٰلِكَ اسم اِشارہ بعیدی اس کا مشار الیہ یَرْمُوْنَ اور فَاجْلِدُوْا ہے یہ مضاف الیہ ہے بَعْدِ کا یہ مرکب اضافی مجرور متعلق ہے تَابُوْا کا۔ اور تَابُوْا کا فاعل هُمْ ضمیر صیغہ پوشیدہ جس کا مرجع ہے اَلَّذِیْنَ۔ یہ فعل فاعل اور متعلق مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ، واؤ عاطفہ، اَصْلَحُوْا باب افعال کا ماضی مطلق برائے مستقبل یعنی آئندہ تا عمر۔ مصدر ہے اِصْلَاحٌ۔ ترجمہ ہے نیک بنانا اپنے آپ کو، اعمال صالحہ کرنا۔ یہاں مراد ہے آئندہ شرارت و بہتان بازی سے باز آجانا۔ صُلْحٌ سے بنا ہے بمعنی نیک ہونا۔ اس کا فاعل هُمْ ضمیر صیغہ پوشیدہ یہ فعل فاعل جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف ہے تَابُوْا کے جملے پر دونوں عطف مل کر صلہ ہے۔ اَلَّذِیْنَ یہ موصول صلہ مل کر شرط ہے۔ ف جزائیہ۔ اِنَّ حرف مشبہ اللّٰهَ اس کا اسم غَفُوْرٌ بروزن فعول اور رَّحِیْمٌ بروزن کریم دونوں صفت مشبہ۔ برائے مبالغہ غَفْرٌ اور رَحْمٌ سے مشتق ہے۔ ترجمہ ہے بہت بخشش بہت شفقت فرمانے والا۔ یہ دونوں خبریں ہیں اِنَّ کی۔ اِنَّ اپنے اسم اور دونوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر جزا ہے اَلَّذِیْنَ کے جملے کی۔ یہ شرط و جزا مل کر جملہ شرطیہ ہو گیا۔ واؤ سر جملہ اَلَّذِیْنَ اسم موصول جمع مذکر برائے شرط۔ یَرْمُوْنَ باب ضَرَبَ کا مضارع حال مثبت معروف هُمْ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل۔ اَزْوَاجَ اسم جمع مکسر تکثیری۔ اس کا واحد ہے زَوْجَۃٌ معنی ہے بیوی۔ خیال رہے کہ جمع مکسر بعدد ادحروف تین قسم کا ہے۔ ۱۔ جمع تکثیری۔ کہ واحد میں حروف کی زیادتی کر کے جمع بنائی جائے جیسے زَوْج کی اَزْوَاج رَجُلٌ کی رِجَالٌ۔ ۲۔ جمع تقلیلی کہ واحد کے حروف میں کمی کر کے جمع بنائی جائے جیسے رسول کی جمع رُسُلٌ۔ ۳۔ جمع سوائی کہ واحد و جمع کے حروف برابر ہوں صرف

اعراب میں تبدیلی کر کے جمع بنائی گئی ہو۔ جیسے اَسَدٌ (شیر) کی جمع اُسُدٌ۔ اَزْوَاجُ مضاف ھُمْ مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مفعول بہ ہے یَرْمُوْنَ کا۔ یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ لَمْ یَکُنْ۔ بابِ نَصَرَ کا فعل تامہ مضارع نفی جحد بلم بمعنی ماضی مطلق صیغہ واحد مذکر غائب لَهُمْ جار مجرور اس کا متعلق شُهَدَآءُ اسم جمع مبالغہ اس کا واحد ہے شَاهِدٌ۔ جیسے کہ عَالِمٌ کی جمع مبالغہ علماء۔ شاعر کی شعراء یہ فاعل ہے لَمْ یَکُنْ کا۔ اور مستثنیٰ منہ ہے اگلے کلام کا اِلَّا حرف استثنا متصل۔ اَنْفُسُ اسم جمع مکسّر ہے نَفْسٌ کی۔ ترجمہ ہے ذات۔ شخصیت۔ ھُمْ ضمیر نفسی بمعنی اپنی۔ خود آپ۔ مضاف الیہ ہے اَنْفُسُ کا یہ مرکب اضافی مستثنیٰ ہے شُهَدَآءُ کا دونوں مل کر فاعل ہے لَمْ یَکُنْ کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہے یَرْمُوْنَ کے جملے پر دونوں عطف مل کر صلہ اَلَّذِیْنَ موصول صلہ مل کر شرط ہے۔ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۢ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ ۝ وَ الْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَیْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ ۝ ۔ فَ حرف عطف برائے جزا ترجمہ ہے تو۔ شَهَادَةُ۔ اسم حاصل مصدر بروزنِ فَعَالَةٌ۔ بمعنی گواہی مضاف ہے اَحَدِ اسم مفرد عددی بمعنی ایک۔ مراد ہے پہلا یعنی تہمت لگانے والا۔ هِمْ ضمیر مضاف الیہ۔ یہ ڈبل مرکب اضافی مبتدا ہے۔ اَرْبَعُ اسم عددی بمعنی چار ممیز مضاف ہے۔ شَهٰدٰتٍ اسم جمع مونث سالم یہ تمیز مضاف الیہ۔ شَهَادَاتٌ اسم مصدر ہونے کی وجہ سے عامل ہے بِاللّٰهِ کا۔ یہ جار مجرور متعلق ہے اس مصدر عامل کا اِنَّ حرف مشبہ ۃٗ ضمیر اس کا اسم لام کے برائے تحقیق یعنی بیشک مِنْ جارہ تبعیضیہ بمعنی میں سے۔ اَلصَّادِقِیْنَ الف لام اسمی بمعنی اَلَّذِیْنَ۔ صَادِقِیْنَ بابِ نَصَرَ کا اسم فاعل صیغہ جمع مذکر برائے غائب واحد ہے صَادِقٌ صِدْقٌ سے مشتق ہے۔ ترجمہ ہے سچ بولنا صَادِقِیْنَ بمعنی سچ بولنے والے لوگ یہ مجرور متعلق ہے ثابتٌ یا صحیحٌ پوشیدہ اسم مشتق کا (اسم فاعل یا صفت مشبہ کا) وہ پوشیدہ مشتق اپنے پوشیدہ فاعل اور اس ظاہر متعلق سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے اِنَّ یہ اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مفعول بہ ہے شَهَادَاتٌ مصدر کا یہ مصدر عامل اپنے متعلق و مفعول بہ سے مل کر شبہ جملہ ہو کر تمیز مضاف الیہ یہ دونوں مل کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ۔ اَلْخَامِسَةُ الف لام عہد خارجی۔ خَامِسَةُ۔ اسم عددی نمبری ترجمہ ہے پانچویں۔ مراد ہے پانچویں حلفیہ گواہی۔ یہ مبتدا ہے اَنَّ حرف مشبہ لَعْنَتَ۔ اسم مفرد مونث لفظی ہے۔ حاصل مصدر ہے۔ بابِ فتح میں اس کی گردان ہوتی ہے۔ لَعْنٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے رحمتِ الٰہی سے دوری غضب پھٹکار، دھتکار، مضاف ہے اللّٰهِ مضاف الیہ یہ مرکب اضافی اسم ہے اَنَّ کا عَلَیْهِ علی جارہ ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اَحَدِ ہے یعنی تہمت باز خاوند۔ یہ جار مجرور متعلق ہے قَائِمٌ یا لَاحِقٌ پوشیدہ اسم فاعل کا وہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر اسم ہے اَنَّ کا۔ یہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر جزا مقدم ہے۔ اِنْ حرف شرط كَانَ فعل ماضی مطلق تامہ۔ ھُوَ ضمیر صیغہ پوشیدہ اس کا فاعل مِنْ حرف جر تبعیضیہ۔ الف لام اسمی بمعنی اَلَّذِیْنَ۔ کَاذِبِیْنَ۔ بابِ ضَرَبَ کا اسم فاعل جمع مذکر کِذْبٌ سے مشتق ہے۔ ترجمہ ہے جھوٹ بولنا۔ یہ مجرور ہے مِنْ سے یہ جار مجرور متعلق ہے كَانَ کا یہ فعل فاعل متعلق مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر شرط موخر ہوئی یہ شرط و جزا مل کر خبر ہے اَلْخَامِسَةُ مبتدا کی یہ دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف ہے اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍ کے جملے پر دونوں عطف مل کر خبر ہے فَشَهَادَةُ مبتدا کی دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو کر جزا ہے وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ شرط کی وہ دونوں مل کر جملہ شرطیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ

اِلَّا الَّذِیۡنَ تَابُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِکَ وَ اَصۡلَحُوۡا ۚ فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ۝ مگر وہ لوگ جو محصنہ پاکدامن شخصیات پر قذف زنا لگائیں اور عدالت میں جھوٹے پڑ جائیں تو ان پر حدِ قذف ضرور لگے گی اور وہ تاعمر مردود الشہادت بھی ہوں گے اگرچہ سچی توبہ بھی کرلیں اور آئندہ تاعمر اصلاحِ حال قائم رکھنے کا پکا عہد بھی کرلیں اگر حد کھانے کے بعد بھی توبہ واپنی اصلاح کریں تب بھی تاعمر کسی معاملے میں ان کی گواہی قبول نہ کی جائے گی اس کی پانچ وجہ پہلی یہ کہ توبہ کی حقیقت اور پختگی کا تعلق علم الٰہی سے ہے اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ قاذفِ کاذب کی توبہ کیسی اور کب تک ہے۔ اس لیے اس توبہ سے حدود کی سزائیں معاف نہیں کی جاسکتیں۔ اسی طرح گواہی بھی نامقبول رہے گی کیونکہ گواہی حق العبد ہے مجرم کی توبہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں توبہ کا تعلق اللہ تعالیٰ کی غفورِ رحیمی سے ہے جس کا ظہور آخرت میں ہوگا اور نتیجہ فِسق بھی آخرت میں نکلے گا۔ لہٰذا اِلَّا الَّذِیۡنَ تَابُوۡا کا معنی یہ ہے کہ قذف میں جھوٹے پڑ جانے والے قاذفین کو حد لگنے کے بعد تا ابد مردود الشہادت رکھو۔ یہ دونوں فرمانِ ربانی قانونی حکم ہیں (۱۔ حد جاری کرنا بھی، ۲۔ مردود الشہادت ہونا بھی) توبہ قاذف سے ختم نہیں ہوسکتے ہاں مگر وہ لوگ جو قذف لگانے کے بعد توبہ کریں یا عدالتی فیصلے کے بعد توبہ کریں یا حدِ قذف کھانے کے بعد سابقہ سے توبہ آئندہ کے لیے اپنی اصلاح تو ان کی فاسقیت ختم ہوجائے گی۔ احناف کے نزدیک اِلَّا کا استثنا صرف آخری جملے۔ اُولٰٓئِکَ سے ہے اس لیے کہ یہ جملہ خبریہ ہے نہ کہ قانونی حکم۔ توبہ کے بعد جھوٹے قاذف کو فاسق نہ کہا جائے گا۔ اِلَّا سے پہلے تین جملے ارشاد فرمائے گئے۔ ۱۔ فَاجۡلِدُوۡھُمۡ۔ ۲۔ وَّ لَا تَقۡبَلُوۡا لَھُمۡ۔ ۳۔ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ۔ پہلے جملے کے مستثنیٰ نہ ہونے اور تیسرے جملے کے مستثنیٰ ہونے میں آئمہ اربعہ کا اتفاق ہے۔ یعنی اِلَّا الَّذِیۡنَ تَابُوۡا سے حدِ قذف ختم نہ ہوگی۔ مگر توبہ کرلینے سے فاسقیت ختم ہوجائے گی۔ لیکن درمیانی جملے لَا تَقۡبَلُوۡا لَھُمۡ شَھَادَۃً کے حکم میں اختلاف ہے امام اعظم وصاحبین فرماتے ہیں کہ توبہ کے بعد بھی جھوٹے قاذف کی گواہی کسی بھی دعوے میں تاعمر قبول نہ ہوگی۔ باقی ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ توبہ کے بعد گواہی بھی قبول کی جائے گی۔ مگر حنفی مسلک دلائل میں قوی ہے۔ اس کی ایک وجہ تو ابھی پہلے بیان کی گئی۔ دوسری وجہ یہ کہ توبہ نام ہے قلبی شرمندگی وعقلی احساسِ غلطی کا اور آئندہ کے لیے ارادہ اصلاح کرنے کا۔ لیکن یہ چیزیں مخفی ہیں جس کا علم عزم یا مجرم کو ہے یا اللہ تعالیٰ کو۔ حکومت، عدالت وعوام کو اس کا کوئی نہ علم نہ یقین۔ جبکہ گواہی کا تعلق عدالت وعوام سے اور شریعت ظاہری علم وثبوت پر جاری ہوتی ہے اسی لیے سچی توبہ سے صرف اُخروی سزائیں معاف ہوتی ہیں نہ کہ دنیوی شرعی۔ اسی وجہ سے ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ اگر توبہ کرلیں تو اِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ یعنی اللہ تعالیٰ آخرت میں غفور ورحیم ہے۔ توبہ کا فائدہ آخرت میں۔ تیسری وجہ یہ کہ جھوٹا صرف وہ ہی نہیں ہوتا جو بلا کچھ دیکھے بناوٹی تہمت لگائے بلکہ وہ بھی جھوٹا ہے جو عدالت میں اپنی تہمت کو ثابت نہ کرسکے اگرچہ تہمت میں واقعتاً سچا ہو اس لیے کہ قذف لگانا مثلِ گندگی ہے اُس کو دور کرنا ہی بہتر ہے نہ کہ پھیلانا اور جو شخص قذف کو ثابت نہ کرسکے مگر بیان کرتا پھرے وہ گندگی پھیلانے اچھالنے کا مجرم ہے اس لیے ایسے مجرم کی گواہی آئندہ کے لیے ہر مقدمے میں تاعمر بند کردی گئی تاکہ تشہیری فتنے کا دروازہ بند ہو۔ نیز کوئی مدعیٰ علیہ یا مقذوف علیہ کبھی بھی پسند نہیں کرتا کہ اس کے خلاف ایسے کاذب کی گواہی سنی جائے جو پہلے جھوٹ کا سزا یافتہ ہے کیونکہ سزا تو ظاہر مگر توبہ مخفی ورنہ عدالت ظلم میں بدنام ہو

گی جس کی تعزیر بچ کو بھی پڑے گی۔ چوتھی وجہ۔ فقہ کا کلی قانون ہے کہ جب چند معطوفہ جملوں کے بعد اِلَّا سے استثنا کیا جائے تو استثنا کا تعلق صرف اس آخری جملے سے ہوگا جو اِلَّا سے متصل ہو۔ یا پھر کوئی قرینہ یا وجہ ہو جو استثناء کو سابقہ تمام معطوفی جملوں سے متعلق کر دے۔ یہاں آیت ۴ میں تین معطوفی جملے ہیں۔ اور اگلی آیت ۵ اِلَّا الَّذِیْنَ سے استثناء کیا گیا تو چونکہ یہاں ایسا کوئی قرینہ نہیں ہے جو تینوں کو یا دو کو اِلَّا سے جوڑے۔ اس لیے آخری جملہ ہی مستثنیٰ ہوگا۔ یعنی توبہ سے صرف جھوٹے قاذف کی فاسقیت ختم ہوگی۔ پانچویں وجہ یہ کہ پہلے دو جملے قانون شرعی اسلامی حکم ہیں۔ پہلا امر ہے۔ دوسرا نہی ہے۔ مگر تیسرا جملہ قانون نہیں بلکہ خبر ہے اس لیے یہ تیسرا جملہ پہلے دو سے حکماً مختلف اور جدا ہوگیا۔ اگرچہ تینوں جملوں میں هُمْ ضمیر اور اُولٰٓئِكَ کے ذریعے معناً اتصال ہے مگر ظاہراً منقطع و مختلف جملے کے بیچ میں حائل ہونے کی وجہ سے حکماً پہلے دو جملوں کی طرف استثناء نہیں جا سکتا۔ اور استثناء کی شرط ہے کہ مستثنیٰ و مستثنیٰ منہ میں اتصال ہو۔ جب اتصال نہیں تو استثناء بھی نہیں۔ اِلَّا کا تقاضہ وضرورت ہے کہ ماقبل سے مل کر پورا ہوتا ہے۔ یہ ضرورت تیسرے جملے کے ملنے سے پوری ہوگئی لہٰذا باقی کا ملنا بلا ضرورت ہوگیا۔ چھٹی وجہ یہ کہ توبہ صرف اُخروی جرائم کو مٹاتی ہے نہ کہ عدالتی دنیوی جرائم کو۔ حدِ قذف اور مردود الشہادت ہونا یہ صرف عدالتی سزائیں ہیں۔ یہ توبہ کر لینے سے معاف نہیں ہوسکتیں۔ ائمہ ثلاثہ نے ان اُصول پر غور نہ فرمایا۔

چند شرعی قوانین

۱۔ چونکہ حدِ قذف حقُ العبد بھی ہے اس لیے مقذوف کا مطالبہ کرنا عدالت میں دعویٰ کرنا ضروری ہے۔ ۲۔ جو غیر مسلم مستامن ہو اگر وہ جھوٹی قذف لگائے تو سزائے حد اس کو بھی لگے گی۔ ۳۔ مقدمہ دعویٰ شروع ہونے کے بعد حاکم عدالت اپنی ذاتی معلومات کو بھی داخل تفتیش کر سکتا ہے اور جھوٹ ثابت ہونے پر حدِ قذف لگا سکتا ہے۔ لیکن مقدمہ عدالت میں لینے سے پہلے کی معلومات سے حد جاری نہیں کر سکتا۔ ۴۔ اگر کسی ایک مجرم پر چند حدیں یا چند مجرموں پر چند حدیں بیک دم لگانی پڑ جائیں تو ترتیب اس طرح ہوگی کہ پہلے حدِ قذف لگائی جائے گی پھر حدِ زنا، پھر حدِ شراب نوشی، پھر چوری کی حد۔ ۵۔ مقذوف اگر قذف کی سچائی کا اقرار مکمل چار مرتبہ کر لے تو پھر رجوع نہیں کر سکتا۔ ۶۔ حدِ قذف لگانا صرف حکمِ عدالت سے لازم ہے۔ کوئی مقذوف وغیرہ بغیر عدالتی فیصلے کے حد نہیں لگا سکتا نہ فیصلہ سزا جاری کر سکتا ہے۔ ۷۔ ثبوتِ مقذوف میں ذرہ بھر شبہ پڑ جانے سے حدِ قذف ختم ہو جاتی ہے۔ ۸۔ حدِ قذف فیصلہ عدالت کے بعد یقیناً جاری کی جائے گی۔ نہ مالی تاوان سے ختم کی جا سکتی ہے نہ معافی سے نہ سفارش سے نہ رحم کی اپیل سے۔ ۹۔ ثبوتِ قذف کے لیے صرف قاذف سے شرعی نصاب کی گواہی طلب کی جائے گی۔ مقذوف سے بے گناہی کی قسم نہ لی جائے گی۔ ۱۰۔ لونڈی غلام پر دیگر تمام حدودی سزاؤں کی طرح حدِ قذف بھی آدھی یعنی چالیس کوڑے سزا ہوگی۔ یہ قوانین فقہ میں متفق علیہ ہیں۔

چند اختلافی احکام

۱۔ امام شافعی کے مسلک میں حق العبد کو اللہ تعالیٰ نے حق اللہ پر فوقیت و اولیت عطا فرمائی ہے کیونکہ بندہ ضرورت مند ہے اور اللہ تعالیٰ غنی ہے۔ ۲۔ احناف کے مسلک میں حق اللہ غالب ہے کیونکہ وہی غالب و حاکم ہے و شارع کا اپنے ذاتی مسب و

عطاء الٰہی کہنا غلط ہے۔ بندہ صرف نائب شرعی ہے۔ ۳۔ شوافع کے نزدیک حدِ قذف میں بھی وراثت ہے کیونکہ حق العبد غالب ہے۔ لہٰذا اگر مقذوف مقدمہ کرنے کے بعد حدِ قذف لگنے سے پہلے مر گیا تو اس کے قریبی وارث مطالبہ حد کر سکتے ہیں۔ ۴۔ احناف کے نزدیک سزا حدِ قذف میں وراثت نہیں ہے کیونکہ عدالت میں پہنچ کر یہ حق اللہ ہے لہٰذا اگر نفاذ حد سے پہلے مقذوف فوت ہو گیا تو حد ختم۔ حق اللہ میں وراثت نہیں چلتی۔ ہاں حدودِ مالی یا اتصالی کے حق میں ہے جیسے کفالت یا قصاص مگر حد قذف نہ مالی ہے نہ انقلاب مالی نہ اتصالی۔ ۵۔ اگر مقذوف نے کہا کہ یہ گواہ غلط بیانی کر رہے ہیں مجھ پر کسی نے قذف نہیں لگائی۔ تو تمام کے نزدیک حد ختم ہو جائے گی۔ اس لیے کہ قاذف حاضر نہیں تو شروع سے حد واجب نہ ہوئی نہ یہ کہ واجب ہو کر ختم ہوئی۔ بخلاف قصاص کے کہ وہ واجب ہو کر بھی معافی سے ختم ہو جاتا ہے کیونکہ قصاص میں حق العبد غالب ہے۔ ۶۔ احناف و مالکی مسلک ہے کہ حدِ قذف کا عوض جائز نہیں۔ ۷۔ مگر شوافع و حنابلہ مسلک میں عوض جائز ہے۔ ۸۔ اگر ایک شخص پر چند قذف یا چند شخصوں پر ایک قذف لگائی ایک قاذف نے اور سب نے دعویٰ کیا تو احناف کے نزدیک تمام یا چند قذفوں میں کاذب ہوا تب بھی حد ایک ہی لگے گی۔ ۹۔ شوافع کا مسلک ہے چند جھوٹی قذفوں کی چند سزائیں ہیں۔ جب قاذف نے حد کھالی اور آئندہ کے لیے سچی توبہ و اصلاح حال کر لی۔ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ تو بیشک اللہ تعالیٰ صادق قلبی و صالح عملی و نادم لسانی تائب کے لیے غفور بھی ہے رحیم بھی اور غفاریت و رحیمیت سے قیامت میں ندامۃ و صلاحیۃ کی توبہ کو قبول فرماتا ہے یہ غفاریت رحیمیت و قبولیت اس پر واجب نہیں ہے وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ یَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّاۤ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ ۝ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَیْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ ۝ اور وہ لوگ جو اپنی نیک پاک اور پاکدامنی میں مشہور پردہ نشین بیویوں کو زنا کی تہمت لگائیں لیکن تہمت کو عدالت میں ثابت کرنے کے لیے ان کے پاس شرعی گواہیاں بھی نہیں بجز اپنی ذات کے تو ہر خاوند پر واجب ہے کہ حاکم عدالت کے سامنے چار مرتبہ اللہ تعالیٰ کی گواہی دے کر کہے کہ بیشک یہ خاوند یعنی میں خود یقین صادق سے تہمت زنا لگانے میں سچوں میں سے ہوں کیونکہ میں نے اپنی آنکھوں سے بالکل صاف روشنی میں دیکھا ہے کہ ایک مرد میری اس بیوی سے زنا کر رہا ہے اور میرا یہ دیکھنا اتنا اچانک تھا کہ گواہیاں ڈھونڈنے کا موقعہ ہی نہ تھا۔ یہ شہادت باللہ چار مرتبہ ادا کرے۔ ان چاروں شہادتوں میں چار چیزیں واضح کرے۔ ۱۔ وقت کا ذکر۔ ۲۔ جگہ کا ذکر۔ ۳۔ زانی مرد کا نام اگر متعارف ہو۔ ورنہ صرف ایک مرد کہنا ہی کافی ہے۔ ۴۔ زانیہ بیوی کا نام اور اس کی طرف اشارہ کیونکہ لعان کے وقت مقذوفہ بیوی کا عدالت میں حاضر ہونا ضروری ہے۔ پانچویں بار لعان کرتے ہوئے کہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو مجھ تہمت لگانے والے خاوند پر اگر میں تہمت لگانے میں جھوٹوں میں سے ہوں۔ شریعت میں اس کو لعان کرنا کہتے ہیں۔ یعنی اپنے پر لعنت ڈالنا اس کے بعد بیوی بھی اسی طرح کہے گی جس کا ذکر آگے آ رہا ہے اس دو طرفہ لعان کے بعد حاکم عدالت ان دونوں خاوند بیوی کو نکاح سے علیحدہ کر دے گا اور یہ علیحدگی طلاق بائنہ سے فسخ نکاح ہوگی۔ لیکن حرمت ابدی ہوگی پھر کبھی بھی یہ عورت مرد آپس میں نکاح نہیں کر سکتے۔ لعان کا شرعی طریقہ جو احادیث مبارکہ میں مذکور ہے وہ یہ ہے کہ اگر کوئی خاوند اپنی بیوی سے کسی مرد کو زنا کرتے دیکھے تو جلد از جلد عدالت میں حاضر ہو حاکم قاضی کو سب واقعات کھلے کھلے بتائے کہ فلاں دن فلاں وقت اپنی فلاں بیوی کو میں نے اپنی کھلی

آنکھوں سے صاف روشنی میں فلاں شخص اجنبی مرد کے ساتھ زنا میں مشغول دیکھا۔ مگر حالت ایسی تھی کہ میں گواہ مہیا نہ کرسکتا تھا۔ حاکم عدالت خاوند مدعی کا پورا واضح بیان سن کر بیوی کو عدالت میں طلب کرے۔ اور پہلے خاوند کو کھڑا کرے اور خاوند کو آخرت کا خوف دلائے۔ لعنت کی حقیقی سختی بتائے اور کہے کہ اگر تو واقعتاً جھوٹا ہے تو دنیوی سزائے حد قذف کھا کر آخرت کے سخت عذاب سے بچ جا۔ اگر خاوند پھر بھی اپنی تہمت کی سچائی پر مصر رہے تب قرآنی طریقے کے مطابق لعان کرائے اور پہلے کہلوائے کہ میرا اللہ تعالیٰ پر پختہ ایمان ہے۔ پھر خاوند کے بعد بیوی سے لعان کروائے۔ آقائے کائنات حضور اقدس ﷺ نے ہلال بن امیہ اور ان کی بیوی خولہ بنت عاصم کے درمیان اسی طرح لعان کرایا تھا۔ حاکم عدالت لعان کرانے سے پہلے دونوں کو چار باتیں سمجھائے۔ ۱۔ ایمان علی اللہ یاد دلائے۔ ۲۔ موت قبر حشر جہنم یاد دلائے۔ ۳۔ جھوٹے پر لعنت کی اخروی حقیقت سے ڈرائے۔ ۴۔ خاوند بیوی کو باری باری سچائی پر آمادہ کرے اگر پھر بھی مرد تہمت لگانے پر اور بیوی اپنی پاکدامنی پر مصر ہو تو لعان کرائے۔

لعان کے چند مسائل

۱۔ اگر خاوند قاذف نابالغ ہو تو لعان نہ کرایا جائے گا۔ ۲۔ اگر خاوند بالغ بیوی صغیر نابالغہ یا بہت ہی بوڑھی خواہ قابل حمل ہو یا ناقابل حمل بہرحال لعان کرایا جائے گا۔ ۳۔ خاوند اپنی بیوی پر لواطت کی تہمت لگاتا ہے تو لعان نہیں ہوگا۔ بلکہ جو جھوٹا ہو اسے تعزیری سزا کیونکہ یَرْمُوْنَ سے صرف قذف زنا مراد ہے عورت غیر ہو یا بیوی۔ ۴۔ لعان کی ترتیب ترتیب قرآنی کے مطابق ہونی سنت نبوی ہے یہی ترتیب بہتر ہے۔ ۵۔ لیکن اگر پہلے بیوی سے لعان کرایا پھر خاوند سے تب بھی جائز ہے۔ ۶۔ لعان درست۔ ۷۔ علیحدگی واجب۔ ۸۔ عدت لازم۔ طلاق بائنہ مگر حرمت ابدی۔ ۹۔ خاوند کو الگ طلاق دینے کی ضرورت نہیں۔ ۱۰۔ اگر لعان کے بعد خاوند طلاق دے تو بے کار ہے کیونکہ لعان بیوی مکمل ہوتے ہی حرمت ابدی ثابت اب یہ عورت محل طلاق ہی نہ رہی (حنفی مسلک)

ان آیات میں مختلف اقوال

اِلَّا الَّذِیْنَ کے استثنائی تعلق میں تین قول ۱۔ فقہ کے آئمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ اِلَّا کا تعلق سابقہ دوسرے دو جملوں سے ہے فَاجْلِدُوْھُمْ سے نہیں ہے۔ ۲۔ مشائخ فقہ میں سے علامہ شعبی فرماتے ہیں کہ اِلَّا کا تعلق تینوں جملوں سے ہے۔ یعنی آئمہ ثلاثہ کے مسلک میں جھوٹے قاذف کی توبہ سے دوسری دو سزائیں معاف اور شعبی کے نزدیک تینوں معاف مگر یہ دونوں قول غلط ہیں دوسرا تو قطعاً غلط ہے۔ ۳۔ امام اعظم فرماتے ہیں کہ اِلَّا کا تعلق صرف تیسرے جملے وَاُولٰٓئِكَ سے ہے۔ یہی قول درست ہے اس کے مضبوط دلائل تفسیر عالمانہ میں بیان کردیے گئے ہیں۔ شیخ فقہ علامہ شعبی کی دلیل یہ کہ سابقہ تینوں جملے آپس میں معطوف ہیں لہٰذا سب کا تعلق اِلَّا سے ضروری **جواب:** یہ تینوں کو معطوف کہنا غلط ہے کیونکہ پہلے دو جملے طلبیہ ہیں۔ فَاجْلِدُوْھُمْ فعلیت میں اور لَا تَقْبَلُوْا ترکیت میں۔ لیکن تیسرا جملہ وَاُولٰٓئِكَ خبریہ ہے اور واؤ سر جملہ ہے نہ کہ عاطفہ لہٰذا یہ معطوف نہیں علیحدہ ہے نحوی قانون سے جملہ انشائیہ کا عطف جملہ خبریہ پر ناجائز ہے اس لیے کہ معطوف علیہ و معطوف حکماً ایک

جیسا ہونا ضروری ہے۔

ائمہ ثلاثہ کے دلائل

پہلی دلیل: یہ کہ گواہی کا قبول نہ ہونا فاسقیت کی وجہ سے ہے اور توبہ سے بفرمانِ حدیث مقدس حقفاً فاسقیہ ختم لہٰذا گواہی قبول الفاظِ حدیث اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَاذَنْبَ لَہٗ **جواب:** اس حدیث مقدس اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کو لَاذَنْبَ لَہٗ سے مشابہت دی گئی ہے نہ کہ اَلتَّائِبُ مِنَ الْفِسْقِ کو۔ ذنب اور فسق میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ ذنب صرف حقوق اللہ کے گناہ کو کہا جاتا اور فسق حقوق اللہ وحقوق العبد وغیرہ گناہ کو کہا جاتا ہے نیز حدیث مقدس نے بتایا کہ توبہ سے ذنب ختم ہو جاتے ہیں مگر سابقہ مذنبیت کے ختم ہونے کا ذکر نہیں کیا اس کا علم آخرت میں ہوگا گناہ اور گناہگاریت میں بھی بہت فرق ہے۔

دوسری دلیل: جب توبہ سے زانی وقاتل اور کافر کی گواہی قبول ہے تو قاذف کاذب کی گواہی بدرجہ اولیٰ قبول ہونی چاہئے۔ جھوٹی قذف، زنا قتل اور کفر سے بڑا جرم نہیں۔ **جواب:** قذف کذب، زنا وقتل وکفر سے بڑا جرم ہے اس لیے زنا، قتل، کفر کی ایک ایک سزا۔ لیکن جھوٹی قذف کی تین سزائیں اور زنا وکفر صرف حق اللہ۔ قتل صرف حق العبد مگر جھوٹی قذف حق العبد بھی اور حق اللہ بھی۔ اس کی پہلی دو سزائیں حق العبد کی وجہ سے اور تیسری سزا حق اللہ کی وجہ سے۔

تیسری دلیل: امام اعظم بھی فرماتے ہیں کہ حد قذف لگنے سے پہلے قاذف کاذب کی گواہی کسی بھی دوسرے مقدمے میں قبول ہے حد لگنے کے بعد قبول نہیں۔ ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ جب حد لگنے سے پہلے قبول ہے تو بعد میں بھی قبول ہونی چاہئے۔ **جواب:** ائمہ ثلاثہ کا قیاس بھی غلط ہے۔ کیونکہ حد لگنے سے پہلے مقدمہ شروع ہے کسی بھی وقت سچائی ثابت ہو سکتی ہے ابھی کاذبیت مشکوک ہے اس لیے ابھی توبہ کی بھی ضرورت نہیں بغیر توبہ گواہی قبول ہوگی۔ لیکن حد لگنے کے بعد مقدمہ ختم سچائی کا امکان بھی ختم کاذبیت قائم ثابت اس لیے دو سزائیں بھی حد لگنے کے بعد شروع اب اگر کوئی مجرمِ قذف سچی توبہ کرتا ہے تو صرف فاسقیت کی سزا حق اللہ ختم ہوگی کسی بھی توبہ سے حق العبد کا جرم ختم نہیں ہو سکتا۔ **چوتھی دلیل:** اگر کافر نے کسی مسلمان کو جھوٹی قذف لگائی اور حد قذف کھالی پھر مسلمان ہو گیا اور قذف کاذبہ سے سچی توبہ کر لی تو حقفاً اس کی گواہی قبول ہے لہٰذا مسلمان قاذف کاذب کی توبہ کے بعد گواہی قبول ہونی چاہئے کیونکہ قذف مع الاسلام زیادہ معتبر ہے قذف مع الکفر سے تو توبہ مع الاسلام بھی زیادہ معتبر ہونی چاہئے۔ **جواب:** یہ قیاس بھی غلط ہے دو وجہ سے۔ **وجہ اول** یہ کہ کفر سے اسلام میں آنا تبدیلی حالت ہے اور مسلمان ہونا خالص حق اللہ ہے کافر نے اپنی حالت تبدیل کی پھر توبہ کی مگر مسلمان کی توبہ کسی تبدیلی حالت کے بعد نہ ہوئی توبہ کفر کے بعد توبہ قذف مضبوط ہے کفر کی توبہ سے حد قذف بھی ختم ہو جاتی ہے مسلمان کی توبہ قذف صرف عملی تبدیلی ہے نہ کہ تبدیلی حالت اس لیے مسلمان کی توبہ قذف سے حد قذف ختم نہیں ہوتی۔ اگر کوئی مسلمان جھوٹا قاذف فیصلہ قذف کے بعد حد قذف لگنے سے پہلے توبہ کر لیتا ہے تو ائمہ ثلاثہ بھی کہتے ہیں کہ حد لگے گی مگر کفر کی توبہ سے سب کے نزدیک حد قذف ختم۔ **وجہ دوم** جھوٹی قذف کے جرم ہونے کی وجہ بدنامی وذلت ہے اور ایک بے گناہ مسلمان کی بدنامی مسلمان کی جھوٹی قذف سے زیادہ ہے اس لیے مسلمان کاذب کو سزا بھی زیادہ ہونی چاہئے یہ سزا توبہ سے ختم

نہیں ہوسکتی بخلاف کافر کی تہمت بازی کو کفریہ دشمنی بھی کہا جاسکتا ہے لہٰذا اس سے اتنی بدنامی نہیں ہوتی نیز ائمہ ثلاثہ کا یہ مسلک کسی حدیث مقدس سے ثابت نہیں یعنی مردودیت گواہی کا توبہ سے ختم ہونا حدیث میں مذکور نہیں۔ **حدیث شریف ۱:** ھلال بن امیہ کی قذف زوجہ کے وقت اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا کی آیت نازل ہوچکی تھی مگر آیت لعان نہ اتری تھی۔ صحابہ کرام نے یہ تہمت زوجہ اور گواہوں کے نہ ہونے کا سن کر کہا تھا کہ اب تا عمر ھلال کی گواہی قبول نہ ہوگی۔ کسی نے بھی یہ نہ کہا تھا کہ اگر توبہ کرلے تو قبول ہے۔ **حدیث ۲:** ایک بار آقا ﷺ نے فرمایا کہ ہر مسلمان ہر مسلمان کے لیے عادل یعنی مقبول الشہادت ہے۔ سوائے محدود فی القذف مسلمان کے یہاں بھی توبہ سے استثناء نہ فرمایا (از طبرانی)

حدیث ۳: عمرو ابن شعیب اپنے والد وہ اپنے والد سے راوی کہ فرمایا آقا ﷺ نے محدود فی القذف کی گواہی اسلام میں قبول نہیں یہاں توبہ کے استثناء کا ذکر نہیں ثابت ہوا کہ کاذب قاذف توبہ کرے یا نہ کرے گواہی قبول نہ ہوگی۔

پانچویں دلیل: حدیث ۱: مقدس میں ہے کہ اے مسلمانو جب تم کسی مجرمانہ واقعے کو سورج کی طرح دیکھو تو گواہی ضرور دیا کرو یہ حکم مطلق ہے اور مطلق اپنے اطلاق پر رہتا ہے لہٰذا محدود فی القذف مسلمان اس میں شامل اور گواہی دیا کرو کا معنی ہے گواہی قبول ہوگی ثابت ہوا کہ محدود فی القذف کی گواہی قبول ہے۔ **حدیث ۲:** میں ہے کہ شریعت ظاہر میں ہے اس حدیث سے ثابت ہوا کہ توبہ سے پاکدامنی ثابت اور پاکدامنی سے عادل ہونا ظاہر اور عادل مسلمان مقبول الشہادت لہٰذا محدود فی القذف بھی توبہ سے عادل ہوگیا تو مقبول الشہادت بھی ہوگیا۔ **جواب:** یہ سب کمزور تانہ بانہ کے دھاگے ہیں۔ جواب الزامی تو یہ ہے کہ پہلی روایت اگر مطلق ہے تو پھر توبہ کی قید بھی کیوں؟ بغیر توبہ بھی محدود فی القذف کی گواہی قبول ہونی چاہئے۔ تحقیقی جواب یہ ہے کہ یہ حدیث مطلق نہیں بلکہ عمومی ہے اور عمومی فرمودات میں ہر قسم کا شخص مراد نہیں ہوا کرتا بلکہ شروع سے عادل عاقل بالغ متقی مسلمان مراد ہوتے ہیں محدود فی القذف ایسا نہیں۔ روایت دوم کا جواب یہ ہے کہ یہاں ظاہری عفت و پاکدامنی مراد ہے مگر محدود فی القذف اگر توبہ کرلے تو اس کی صرف توبہ ظاہر ہوئی عادل ہونا ظاہر نہ ہوا۔ توبہ کی شرعی حیثیت میں دو قول۔ ۱۔ ائمہ ثلاثہ نے فرمایا صرف توبہ ہی سے فاسقیت ختم ہوجائے گی اور گواہی قبول ہوگی۔ ۲۔ امام اعظم نے فرمایا صرف توبہ سے فاسقیت ختم نہ ہوگی بلکہ لفظی توبہ بھی کرے اور سابقہ کاذبیت کا اقرار بھی کرے اور اظہار تقویٰ بھی کرے تب صرف فاسقیت ختم ہوگی۔ گواہی پھر بھی قبول نہ ہوگی۔ یہی قول درست ہے یَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ کی تشریح میں دو قول۔ ۱۔ ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ ہر وہ خاوند بیوی جن کی طلاق دینا لینا صحیح ہے ان کا لعان بھی صحیح ہے لہٰذا اگر دونوں غلامیت میں ہوں یا ایک یا میاں بیوی دونوں مسلمان ہوں یا بیوی کتابیہ کافرہ ہو یا دونوں کافر ہوں۔ یا دونوں عادل ہوں یا دونوں فاسق۔ یا ایک عادل ایک فاسق۔ دونوں احصان والے ہوں یا غیر محصن محصنہ ہر ایک کی قذف میں لعان واجب۔ اجنبیہ کی تہمت کی طرح اپنی بیوی میں محصنہ ہونا شرط نہیں اس لیے کہ اجنبیہ یعنی غیر بیوی پر تہمت لگانے کا مقصد صرف معاشرہ و محلہ داری بچانی ہے۔ لیکن اپنی بیوی سے خاوند کے تقریباً پندرہ تعلق ہوتے ہیں۔ (۱)۔ قلبی جذبات۔ (۲)۔ خاندانی و ذاتی عزت۔ (۳)۔ خاندانی و محلے داری کی معاشرت۔ (۴)۔ تا عمر حقوق ازدواجی۔ (۵)۔ بیوی سے نسل و نسب کا تعلق۔ (۶)۔ گھر گرہستی و امانت داری کا تعلق۔ (۷)۔ اصل و نسل کی شرافت کا تعلق۔ (۸)۔ خاوند کی دولت کے تحفظ و تصرف کا

تعلق۔(۹)۔تمام گھر کی ذمہ داری کا تعلق۔(۱۰)۔شریک رازداری کا تعلق تا حیات تعلق۔(۱۱)۔دوطرفہ مفادات کا تعلق۔(۱۲)۔اگر بیوی بدچلن ہو تو نسل مشکوک۔(۱۳)۔عزت برباد۔(۱۴)۔غیرت تباہ۔(۱۵)۔شریفانہ محلے داری کے لائق نہیں رہتے شریف لوگ دونوں کو ذلیل کر کے نکال دیتے ہیں۔اس لیے ہر خاوند نیک بیوی چاہتا ہے لہٰذا ہر خاوند بیوی کی قذف میں لعان لازم۔ ۲۔امام اعظم فرماتے ہیں کہ اجنبیہ کی طرح بیوی کا محصنہ ہونا بھی ضروری ہے تب لعان ہو گا غیر محصنہ بیوی کی قذف پر لعان نہیں بلکہ کاذب قاذف کو تعزیری سزا ہو گی اور سچا قاذف ہو تو بیوی کو بھی سزا تعزیری۔احناف کے نزدیک ائمہ ثلاثہ کے بیان کردہ زوجین کے پندرہ تعلقات کی بنا پر جواز لعان درست نہیں ہے کیونکہ غیر محصنہ کے لیے دو گواہوں کی گواہی سے تعزیری سزا ثابت ہے اور دو گواہ مہیا کرنا مشکل نہیں اگر پہلی بار نہ ہو سکے تو دوسری بار مہیا کرے اگر پھر بھی مہیا نہ کر سکے تو جھوٹا ثابت۔آئمہ ثلاثہ نے اپنے بنائے ہوئے قانون لعان میں منشاء الٰہی پر غور نہیں فرمایا۔آیت کریمہ کے الفاظ سے ہی ظاہر ہو رہا ہے کہ لعان کے لیے بیوی کا محصنہ ہونا شرط ہے۔**اولاً** شہادتوں کا چار ہونا دیگر محصنات کی قذف میں چار گواہوں کی مثل ہے۔**ثانیاً** یہ کہ شہادت باللہ کے الفاظ بتا رہے ہیں خاوند بیوی مومن متقی ہوں نہ کہ کافر یا فاسق کیونکہ کافر شہادت الٰہیہ کو جانتا ہی نہیں اور بدچلن فاسق کو پرواہ نہیں ہوتی۔**ثالثاً** یہ کہ آگے آیت ۱۰ میں فرمایا گیا وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ (الخ) یہ الفاظ بھی تقاضہ کرتے ہیں کہ خاوند بیوی پہلے کے پاکدامن محصن محصنہ ہوں کیونکہ یہاں پردہ نشینی کی عزت و آبرو کی بقا کا ذکر ہے یعنی تمہاری عزت بچا کر تم پر فضل و رحمت فرمائی اور پردہ نشینی عزت و آبرو عاقل بالغ آزاد کی ہی ہوتی ہے۔غلام بچے مجنون کی نہیں۔نیز احادیث سے جو ثابت ہے کہ لعان کے لیے مسجد یا کعبہ یا کسی مقدس شرعی جگہ لاؤ یہ سنت مؤکدہ ہے اس سے بھی ثابت ہو رہا ہے کہ خاوند بیوی احصان ایمان والے ہوں۔گرجا،کلیسا،گردوارہ،مندر کو مقدس سمجھنا یا کہنا حرام ہے۔نیز احادیث سے ثابت ہے کہ آیت لعان کے نزول سے پہلے قانون نبوی میں بیویوں کے لیے بھی وہی تھا جو دیگر محصنات کے لیے قرآن کریم نے بیان فرمایا تھا کہ چار گواہ یا حد۔یہ بھی بتا رہا ہے کہ لعان کے لیے بیوی محصنہ ہونا لازم۔ آئمہ ثلاثہ نے ان چیزوں پر غور نہیں فرمایا۔لعان کے حکم میں دو قول۔ ۱۔آئمہ ثلاثہ نے فرمایا یہ حق خاوند ہے۔ ۲۔امام اعظم نے فرمایا یہ فَضْلُ اللّٰهِ وَرَحْمَتُهٗ ہے لہٰذا ہر بہو بیٹی کا حق ہے کہ اس پر بھی فضل و رحمت ہو اپنی بیوی یا غیر کی یہ پندرہ ذمہ داریاں تو ہر عورت پر واجب ہیں بیوی ہو یا بیٹی ہو۔امام اعظم فرماتے ہیں کہ لعان صرف محصن و محصنہ کے لیے ہے یعنی عاقل بالغ مسلمان متقی پاکدامن مشہور و متعارف ہوں بیوی پردہ نشین اور خاوند بھی کسی حد شرعی کا محدود نہ ہوا ہو۔ان دونوں کا نکاح بھی بالکل صحیح ہو فاسد نہ ہو۔امام مالک کے نزدیک کفار کا نکاح کفریہ طریقے والا فاسد ہے اس لیے ان کے مابین لعان نہیں بلکہ جو جھوٹا ثابت ہو اسے تعزیری سزا قاذف خاوند کی جسمانی کیفیت میں دو قول۔ ۱۔ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ نابینا خاوند نے تہمت لگائی تو لعان نہیں بلکہ جھوٹے کو تعزیری سزا۔ ۲۔امام اعظم فرماتے ہیں کہ اندھے خاوند کی قذف سے بھی لعان واجب اس کی دو وجہ۔ ۱۔اندھا خاوند بھی اپنی بیوی کے حالات و عادات و افعال میں بہت کچھ جان لیتا ہے اور سن لیتا ہے بلکہ اندھے کا تجسس بیناؤں سے بھی تیز ہوتا ہے۔ ۲۔لعان کا مقصد یہ ہے کہ دونوں سے حد ختم ہو اور باپردہ معاملہ ختم کر کے دونوں کی عزت برقرار رہے۔اس لیے محصنہ ہونے کی قید ہے اور اس لیے لعان سے پہلے دونوں کو عذاب اخروی سے ڈرایا جاتا ہے کہ

بچ بتادو اور دنیا کی معمولی سزا پالو۔ عذاب اخروی سے بچ جاؤ۔ شُهَدَآءُ کی مراد میں دو قول۔ ۱۔ آئمہ ثلاثہ نے فرمایا۔ شہداء بمعنی حالفین یعنی حلف وقسم دینے والے۔ ۲۔ امام اعظم فرماتے ہیں شُهَدَآءُ کا معنی ہے شرعی گواہ۔ جو عادل عاقل بالغ متقی مسلمان ہوں۔ آپ کی دلیل وہ حدیث مشہورہ ہے جو چار سندوں سے مروی ہے۔ عَنْ عمرو ابن شعیب، عَنْ عثمان بن عبد الرحمن الزهری، عَنْ عثمان بن عطاخراسانی، عَنْ عَنْ عماد بن مطر ان چار سلسلوں کی وجہ سے یہ حدیث قوی ہے۔ جبکہ اصول حدیث کے قانون سے اس طرح کی چند سندوں والی ضعیف بھی قوی ہو جاتی ہے۔ الفاظ حدیث مقدس۔ فرمایا آقا ﷺ نے کہ چار قسم کے خاوند بیوی میں لعان نہیں کیا جاتا۔ ۱۔ خاوند غلام بیوی آزاد۔ ۲۔ خاوند آزاد بیوی لونڈی۔ ۳۔ خاوند مسلمان بیوی یہودی۔ ۴۔ خاوند مسلمان بیوی عیسائی۔ ثابت ہوا کہ صرف محصن ومحصنہ خاوند بیوی میں لعان کرایا جائے گا اور آئمہ ثلاثہ کا ہر قسم کے خاوند بیوی سے لعان جائز وواجب کرنا غلط مسلک ہے۔ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ کے معنی میں دو قول۔ ۱۔ امام شافعی نے فرمایا۔ یہاں شہادت بمعنی قسم ہے کیونکہ بِاللّٰهِ کا لفظ قسم کے لیے خاص ہے یہ بَ قسمیہ ہے اور لفظ شہادت سے قسم بھی مراد لی جاسکتی ہے اور چونکہ شہادت بول کر قسم مراد لینا متفقہ ہے۔ اس لیے ہم شوافع نے احتمال کو حتمی قرار دے لیا۔ نیز یہاں شہادت سے گواہی مراد لینا اس لیے بھی غلط ہے کہ اپنے حق میں گواہی شرعاً معتبر نہیں ہوتی قسم معتبر ہوتی ہے اور لعان میں یہ سب شہادتیں اپنے ہی حق میں ہر ایک بولتا ہے گواہی ثبوت کے لیے ہوتی ہے۔ قسم نفی کے لیے ہے اور لعان میں اپنے سے کاذبیت کی نفی ہی مقصود ہوتی ہے۔ ۲۔ احناف فرماتے ہیں کہ امام شافعی کا یہ مسلک بھی کمزور اور عقلی دلائل بھی کمزور۔ بِاللّٰهِ کی بَ قسمیہ نہیں بلکہ بَ معیت یا سببیہ ہے اور معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی وجہ سے گواہی دیتا ہوں نیز یہ کہ گواہی ثبوت قذف کی ہے نہ کہ محض کاذبیت کی نفی اور اپنے لیے دینا ممنوع نہیں بلکہ جائز ہے دیکھو سورۃ آل عمران آیت ۱۸ میں ارشاد ہے شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ بیشک اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ وہی معبود ہے۔ اور حدیث پاک میں ہے کہ جب بھی موذن اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہتے تو آقا ﷺ فرمایا کرتے۔ اَشْهَدُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ ثابت ہوا کہ اپنی گواہی اپنے حق میں جائز ومعتبر ومقبول ہے۔ لعان میں یہ چار اپنے لیے گواہیاں چار گواہوں کے قائم مقام ہیں اور یہ نفس گواہیاں ثبوت قذف کے لیے ہیں اگرچہ ظاہراً ذاتی براءت معلوم ہوتی ہیں لَمْ يَكُنْ کی قرأت میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت لَمْ يَكُنْ ہے۔ یہی قرأت درست ہے کیونکہ مشہور ومکتوب۔ ۲۔ بعض کی قرأت لَمْ تَكُنْ ہے۔ شُهَدَآءُ کی قرأت میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت شُهَدَآءُ ہمزہ پر پیش سے اسم ہے لَمْ يَكُنْ کا یہی درست ہے کیونکہ مشہور ومکتوب ہے۔ ۲۔ بعض کی قرأت شُهَدَآءَ ہے ہمزہ پر زبر لَمْ يَكُنْ کی خبر۔ اَرْبَعُ کی قرأت میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت میں اَرْبَعُ ہے۔ سابقہ شَهَادَةُ مبتدا کی خبر یہی قول درست ہے کیونکہ مکتوب ومشہور ہے۔ ۲۔ بعض کی قرأت میں اَرْبَعَ ہے کیونکہ تمیز ہے فَشَهَادَةُ کی اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ کی قرأت میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت اَنَّ مشدد ہے۔ ۲۔ بعض کی قرأت اَنْ مخففہ ہے۔ لَعْنَتَ اللّٰهِ کی قرأت میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت لَعْنَتَ ہے۔ زبر سے۔ ۲۔ بعض کی لَعْنَةُ ہے۔ پیش سے۔

فائدے

ان آیات سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ **پہلا فائدہ:** اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں نہ قبولیت نہ دنیوی عطا نہ اخروی ثواب اس کی عطائیں محض کرم و فضل ہے یہ فائدہ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا (الخ) کے بعد فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ فرمانے سے حاصل ہوا۔ **دوسرا فائدہ:** مسلمان مرد و عورت کا دنیا میں سب سے بڑا اعزاز اس کی پاکدامنی و محصن محصنہ ہونا ہے۔ عورت کی پاکدامنی کی پانچ نشانیاں ہیں۔ ۱۔ عبادت کی پابندی۔ ۲۔ سادگی تقویٰ طہارت۔ ۳۔ گھر کی پردہ نشینی۔ ۴۔ باہر نکلنے میں چہرے پر برقعہ کا پردہ شرم و حیا کا زیور۔ ۵۔ عزت و جسم کی حفاظت۔ فیشن زدہ آوارہ مزاج عورتیں محصنہ نہیں ہوسکتیں۔ یہ فائدہ وَ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ (الخ) فرمانے کے بعد۔ فَشَهَادَةُ (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا۔ **تیسرا فائدہ:** اخلاق اسلامی میں سب سے بری عادت کسی مسلمان کا اپنے پر یا کسی دوسرے مسلمان پر لعنت ملامت ڈالنا ہے اور بددعا کرنا ہے اگرچہ کتنا ہی فاسق ہو۔ یہ فائدہ۔ فَشَهَادَةُ کی ف جزائیہ سے حاصل ہوا کہ لعان میں بھی پہلے خاوند بیوی کو لعنت ڈالنے سے حتی الامکان باز رکھنے کی کوشش کی جائے گی عذاب آخرت یاد دلا کر پھر بامرِ مجبوری لعنت کی اجازت دی جائے گی اس کی وجہ یہ کہ دنیا میں تو لعنت کی حقیقت کا کسی کو علم نہیں ہے قبر حشر میں لعنت کا پتہ چلے گا کہ لعنت کتنا سخت عذاب ہے۔

احکام القرآن

ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ:** تمام فقہاء کے نزدیک حدِ قذف حق العبد بھی ہے اور حق اللہ بھی اس لیے اگر کسی وجہ سے ایک حق سزا کا تقاضہ کرے دوسرا حق حد کے ختم ہونے کا اور قذف میں کچھ شکوک پیدا ہو جائیں تو بہتر ہے کہ حد ختم ہونے کا فتویٰ یا فیصلہ کیا جائے اگرچہ بعد میں فتویٰ یا فیصلہ غلط ثابت ہو۔ اس لیے کہ غلطی سے معاف کر دینا بہتر ہے۔ اس سے کہ غلطی سے سزا دے دی جائے۔ یہ مسئلہ فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ فرمانے سے مستنبط ہوا۔ **دوسرا مسئلہ:** ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ اگر خاوند یا بیوی لعان سے انکار کرے تو جو انکار کرے اس کو اس کی حد لگائی جائے یعنی اگر خاوند انکار کرے تو حد قذف کیونکہ یہ انکار ہی اپنی تکذیب کا اقرار ہے اور اگر بیوی لعان سے انکار کرے تو حد زنا۔ کیونکہ بیوی کا انکار لعان اقرار زنا ہے۔ مگر امام اعظم فرماتے ہیں انکار لعان اقرار نہیں بن سکتا اور اس انکار کو اقرار بنا کر حد لگانا قطعاً غلط ہے اس لیے منکر کو قید کیا جائے گا کہ یا لعان کرے یا صاف لفظوں میں اپنی تکذیب کرے۔ یا منکرہ بیوی زنا کا اقرار کرے صرف انکار میں سینکڑوں شکوک اور وجوہ ہیں جبکہ ایک شک سے بھی حد ختم ہو جاتی ہے۔ یہ مسئلہ فَشَهَادَةُ کی ف جزائیہ سے مستنبط ہوا۔ ف جزائیہ نے بتایا کہ قذف خاوند کے بعد لعان واجب ہو گیا۔ صرف انکار نے شک ڈال دیا کہ نہ معلوم یہ انکار اقرار ہے یا فرار۔ اس لیے وضاحت ضروری اور وضاحت کے لیے مہلت۔ مہلت کے لیے قید ضروری تاکہ مجرم منکر فرار نہ ہو سکے۔ **تیسرا مسئلہ:** تمام فقہاء فرماتے ہیں کہ جس طرح قذف زنا میں صاف گوئی لازم ہے اسی طرح تہمت لعان میں بھی صاف صاف بیان کرنا واجب ہے۔ یعنی حاکم کے سامنے صاف گوئی سے کہے کہ میں نے اپنی فلاں مسمات کو صاف روشنی میں ایک مرد سے زنا کراتے ہوئے بچشم خود دیکھا ہے۔ یا کہے کہ میری فلاں بیوی کے پیٹ میں میرا بچہ نہیں ہے یا کہے کہ میری فلاں بیوی زانیہ ہے یا کہے کہ اے فلاں مسمات تو زانیہ ہے یا اپنی بیوی کی طرف اشارہ کر کے کہے کہ وہ زانیہ ہے۔ یہ مسئلہ۔

دونوں جگہ وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ فرمانے سے مستنبط ہوا۔ قذف اَلْمُحْصَنٰتِ میں بھی اور قذف اَزْوَاجَهُمْ میں بھی جس نے بتایا کہ دونوں قذفوں میں بیان قذف کی صاف گوئی ایک جیسی ہونی چاہیے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کیے جاتے ہیں۔ **پہلا اعتراض:** احناف کہتے ہیں کہ توبہ قاذف سے صرف فاسقیہ ختم ہوتی ہے پہلی دو سزائیں ختم نہیں ہوتیں حالانکہ تینوں جملوں میں واؤ عاطفہ ہے جو شرکت کا تقاضہ کرتی ہے اور شرکت تینوں جملوں کو اِلَّا کا مستثنیٰ بناتی ہے ثابت ہوا کہ توبہ سے تینوں سزائیں ختم ہو جائیں گی (علامہ شعبی) **جواب:** ہم نے اس کا جواب اختلافی اقوال میں دے دیا کہ پہلی واؤ عاطفہ ہے وَلَا تَقْبَلُوْا لیکن دوسری واؤ، وَاُولٰٓئِكَ والی عاطفہ نہیں بلکہ سر جملہ ہے لہٰذا اعتراض ختم ہو گیا۔ یہ دوسری واؤ عاطفہ ہو سکتی ہی نہیں کیونکہ حکماً ایک جیسے لفظوں جملوں کا آپس میں عطف ہو سکتا ہے۔ مگر یہاں ایک جیسے نہیں ہیں بلکہ پہلے دو امر و نہی انشائی ہیں اور تیسرا خبریہ ہے۔ تفسیر مظہری نے جواب دیا کہ شرکت فی الحکم کا قاعدہ کلیہ نہیں صرف شرکت فی الاعراب کا قاعدہ کلیہ ہے۔ **دوسرا اعتراض:** یہاں فرمایا گیا وَلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا اور ہر شخص کے لیے ابدیت اس کے اس عمل کی انتہا تک ہے یعنی جب تک عمل باقی سزا کی ابدیت باقی جب عملیت ختم تو اس کی سزا کی ابدیت بھی ختم لہٰذا جب سزا کوڑہ کھانے کے بعد جھوٹے قاذف نے توبہ کر لی تو اس کا عمل قذف ختم ہو گیا اور جب عمل ختم تو دوسری سزا کی ابدیت بھی ختم ہونی چاہیے اور توبہ کے بعد گواہی قبول ہونی چاہیے (ائمہ ثلاثہ) **جواب:** آئمہ ثلاثہ کی یہ تینوں باتیں کمزور ہیں۔ ۱۔ ابدیت سزا کو مدت عمل سے جوڑنا۔ ۲۔ اور یہ کہنا کہ جب تک عمل باقی اس وقت سزا ہونی چاہیے۔ ۳۔ اور یہ کہ توبہ سے علم کا ختم ہونا۔ ابدیت سزا کا تعلق مدت عمل سے نہیں ہے نہ دنیا میں نہ آخرت میں بلکہ ابدیت سزا کا تعلق مجرم کی حالت بدلنے سے ہے اور حالت موت سے بدلتی ہے۔ تو اب آیت کا منشا یہ ہوا کہ موت تک گواہی قبول نہ ہوگی۔ آخرت میں سزا کفریہ کی ابدیت بھی اسی طرح ہے۔ اگر وہاں بھی موت ہوتی تو ابدیت ختم ہو جاتی وہاں چونکہ موت نہ ہوگی اس لیے ابدیت سزا باقی رہے گی۔ اگر سزا کی ابدیت کا تعلق بقاء عمل سے ہوتا تو چاہیے تھا کہ کسی مجرم کو کبھی سزا نہ ملتی نہ دنیا میں نہ آخرت میں کیونکہ عمل تو تھوڑی دیر بعد ختم ہو جاتا ہے بعد میں مجرم پکڑا جاتا ہے پھر عدالت فیصلہ کرتی ہے پھر عرصے بعد سزا ملتی ہے مرنے کے بعد بھی دنیوی عمل ختم پھر صدیوں بعد اخروی سزا۔ لہٰذا نہ سزا کا تعلق بقاء عمل سے نہ توبہ تک عمل کی بقا نہ توبہ سے عملیت ختم نہ عملیت کے خاتمے سے ابدیت سزا کا خاتمہ بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب تھا کہ ابدیت سزا کا تعلق مجرمیت جرم کی بقا سے ہے یعنی جب تک گناہ یا کفر باقی اس وقت تک سزا باقی اسی بنا پر بعض نے فرمایا کہ صرف توبہ قاذف سے مردودیت گواہی کی سزا ختم نہ ہوگی بلکہ اقرار کاذبیت بھی ضروری ہے اس لیے حضرت فاروق اعظم نے حضرت مغیرہ پر تہمت لگانے والوں سے فرمایا تھا کہ اگر تم اپنی دیرینہ دشمنی کی وجہ سے لگائی ہوئی قذف میں اپنی کاذبیت کا بھی اقرار کرو تب میں تمہاری آئندہ گواہی قبول کر لوں گا۔ مگر اس قذف کی نوعیت دشمنی تھی۔ عام قذف میں اقرار سے بھی مردودیت ختم نہ ہوگی۔ **تیسرا اعتراض:** اس کی کیا وجہ کہ لعان میں پانچویں گواہی خاوند کے لیے لعنۃ اللہ اور بیوی کے لیے غضب اللہ ہے۔ چاہیے تھا کہ دونوں کے لیے لعنۃ اللہ ہوتی کیونکہ لعان کا معنی ہے ایک دوسرے پر لعنت یا اپنے پر لعنت اور یا پھر دونوں جگہ غضب اللہ ہوتا **جواب:**

محققین کے نزدیک اخروی و دنیوی دو قسم کے عذاب کا نام لعنت ہے۔ لعنتِ ظاہری کا نام دوریِ رحمت اور لعنتِ باطنی کا نام نفرت ذلت۔ دنیا میں بندے بھی دو قسم کے ہیں قابلِ دوری، و لائقِ نفرت لعان سے خاوند کو دنیا میں تین قسم کی دوریاں ملتی ہیں۔ ۱۔ گھریلو خانہ آبادی سے دوری۔ ۲۔ اپنے اس بچے سے دوری جو بیوی کے پیٹ میں ہے۔ ۳۔ اس مقذوفہ بیوی سے دوری بلکہ ابدی حرمت اس لیے اس سے ظاہری لعنت کرائی گئی۔ بیوی کو اس لعان سے تین نفرتیں ملتی ہیں۔ ۱۔ خاوند کی نفرت۔ ۲۔ میکہ و سسرال خاندان کی نفرت۔ ۳۔ معاشرے کی نفرت۔ اس لیے اس سے باطنی لعنت جو دنیا میں غضب الٰہی ہے کرائی گئی۔ لیکن لعنت کفر کے معنی، دنیا، قبر، حشر، جہنم میں رحمت سے دوری عقوبت و عذاب سے قربت۔ دنیا میں اس کا ظہور اس طرح ہوتا ہے توفیق خیر و ایمان بند، ناراضگی الٰہی قائم، فیضان نبوی ختم، انبیاء، اولیاء، ملٰئکہ کی بددعا ساتھ، فاسقین کی لعنت یہ کہ دنیا میں سعادت سے دوری، قبر میں راحت سے دوری، محشر میں شفاعت سے دوری، جہنم میں رحمت سے دوری، لفظ لعنت اللہ صریحی حقیقی لعنت ہے اور لفظ غضب اللہ تعریضی و مجازی لعنت ہے۔

تفسیر صوفیانہ

اِلَّا الَّذِیۡنَ تَابُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِکَ وَ اَصۡلَحُوۡا ۚ فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۵﴾ مگر وہ اہل شرور و نفوس جنہوں نے راہِ طلب میں فاسقیت کے جال بچھائے پھر قہرِ جلال کی سزائے عتاب پا کر توبہ منزل و رجوع قرب کر لیا اور تزکیہ روح کر کے اصلاحِ حال و قال افعال کر لیا۔ تو بیشک اللہ تعالیٰ اپنے بندگان عجز و انکسار پر ابواب قرب کی غفاریت و رحیمیت فرمانے والا ہے کہ سچی پکی قلبی عقلی عملی توبہ سے اسی برس کی فاسقیت محض کرم سے ختم فرما کر مرتبہ مقربین عطا فرما دیتا ہے۔ وَ الَّذِیۡنَ یَرۡمُوۡنَ اَزۡوَاجَہُمۡ وَ لَمۡ یَکُنۡ لَّہُمۡ شُہَدَآءُ اِلَّاۤ اَنۡفُسُہُمۡ فَشَہَادَۃُ اَحَدِہِمۡ اَرۡبَعُ شَہٰدٰتٍۭ بِاللّٰہِ ۙ اِنَّہٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیۡنَ ﴿۶﴾ اور وہ قلوبِ مسعودین جن کا تعلق باطنی ارواح طیبات و طاہرات سے جڑ جاتا ہے اگر وہ کبھی اپنی روحِ سعید پر عاداتِ نفسانیہ کی تہمت ذلیلہ قذف خبیثہ لگائیں اور احوال روحانی کا مشاہدہ مراقبہ کرنے والا کوئی نہ ہو کیونکہ احوال روح کی واردات کو بجز قلبِ مخفی کوئی نہیں جانتا تو دونوں قلب و روح کے لیے حصول تربیت و وصول کاملیت کے چار سال ہیں۔ **پہلا سال**: **شہادت فنا فی اللہ** پھر **دوسرا سال**: بقآ باللہ پھر **سال سوم**: رضآ للہ پھر **سال چہارم**: **قرب مع اللہ**۔ پہلا درجہ عارفین کا دوم عادلین کا سوم عاشقین کا چہارم مشاہدین کا۔ وَ الۡخَامِسَۃُ اَنَّ لَعۡنَتَ اللّٰہِ عَلَیۡہِ اِنۡ کَانَ مِنَ الۡکٰذِبِیۡنَ ﴿۷﴾ ابرارین کا مقام پنجم کہ غضب الٰہی۔ لعنت کبریائی عذاب فرقت عتاب غفلت سے برائت ابدی یہی مُوۡتُوۡا قَبۡلَ اَنۡ تَمُوۡتُوۡا کی دائمی جدائی اور وصل الٰہی ہے پھر اگر بطنِ باطنی سے صفاتِ ذمیمہ کا ظہور ہو تو نسبتِ شیطانی جس کی وجہ سے قالب تمام دامِ شیطان بن جاتا ہے اور اسی کا تصرف ہوتا ہے اور قلب و روح میں معنوی تفریق ابدی کر دی جاتی ہے کیونکہ روحِ سعید کا مقام عالمِ علوی ہے وہ اسی طرف مائل ہوتی ہے۔ مگر روحِ خبیثہ کا مقام عالم سفلی ہے وہ اسی طرف مائل ہوتی ہے روح مقذوف اور قلب مسعود کی موافقت و مصاحبت قربت کبھی بھی نہیں ہو سکتی اور یہ بھی حقیقت ہے کہ جس طرح کواڑوں کے چھوٹے سوراخوں سے سورج کے نمودار ہونے کا پتہ لگتا ہے ایسے ہی چھوٹی باتوں معمولی حرکتوں سے انسان کے کردار کا پتہ چلتا ہے طالب معرفت کے قلب میں ذکر اللہ کی ضرب اِلَّا اللّٰہ سے چھوٹی کھڑکیاں کھلتی ہیں جن سے انوار الٰہی کے ظہور و ورود کا پتہ لگتا

ہے۔اے بندو تم خوبصورتی کی تمنا مت کرو وہ اتنی مفید اور قیمتی نہیں ہوتی۔خوب سیرتی کو اختیار و پسند کرو کیونکہ ظاہر و باطن میں مفید و قیمتی خوب سیرتی ہی ہے بغیر خوب سیرتی کے خوبصورتی اس پھول کی طرح ہے جس میں کانٹے تو بہت ہوں رنگ بھی اچھا ہو مگر خوشبو نہ ہو۔الزام تراشی و بہتان بازی کرنے والے لوگ ایسے ہی کانٹے دار پھول کی مثل ہیں کیونکہ ان سے لوگوں کو زخم جگر تو لگتا ہے مگر شفا کا مرہم نہیں ملتا۔اے بندے اگر تو محبت ابدی کا طلبگار ہے تو مردودیت سے بچ اور مقبولیت حاصل کر، فاسقیت سے دور ہو صادقیت سے قریب ہو، سزا سے دور ہو عطا کے قریب ہو۔

وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۢ بِاللّٰهِ ۙ
اور ختم کردے گی اس بیوی سے سزائے زنا کو یہ بات کہ گواہی دے حلفیہ چار گواہیاں اللہ تعالیٰ کی قسم کے ساتھ
اور عورت سے یوں سزا ٹل جائے گی کہ وہ اللہ کا نام لے کر چار بار گواہی دے
اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۙ﴿۸﴾
کہ بیشک وہ خاوند البتہ جھوٹوں میں سے ہے
کہ مرد جھوٹا ہے
وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَاۤ اِنْ كَانَ
اور پانچویں حلفیہ گواہی یہ کہ بیشک اللہ تعالیٰ کا غضب ہو اس بیوی پر اگر ہو وہ
اور پانچویں بار یوں کہ عورت پر غضب اللہ کا
مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۹﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ
خاوند سچوں میں سے اور اگر نہ ہوتا اللہ تعالیٰ کا فضل اے مسلمانوں تم پر اور اس کی رحمت
اگر مرد سچا ہو اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی
وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۰﴾
اور بیشک اللہ تعالیٰ ہی توبہ قبول فرمانے والا حکمت والا ہے
اور یہ کہ اللہ توبہ قبول فرماتا حکمت والا ہے تو تمہارا پردہ کھول دیتا

تعلقات

ان آیات پاک کا پچھلی آیات پاک سے چند طرح تعلق ہے۔**پہلا تعلق:** پچھلی آیات میں خاوند بیوی کے لعان کرانے کا عدالتی شرعی ذکر فرمایا گیا کہ خاوند جو تہمت لگانے والا ہو وہ پہلے پانچ بار قسمیں بولے۔اب ان آیات میں لعان کا دوسرا پہلو

بیان کیا جارہا ہے کہ خاوند کی قسموں کے بعد بیوی بھی پانچ بار قسمیں بولے تب بیوی سے سزا زنا ختم ہوگی یعنی خاوند کی قسموں سے حد قذف ختم ہو معاف ہوگی اور بیوی کی قسموں سے حد زنا ختم ہوگی۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیات میں بدکاری کے جرموں اور سزاؤں یا سزا سے بچنے کے اسلامی عدالتی طریقوں کا ذکر ہوا۔ اب ان آیات میں فرمایا جارہا ہے کہ معاشرے کو پاک وستھرا رکھنے کے لیے یہ سزائیں وطریقے بھی جاری نافذ فرمانا اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا کرم فضل ورحم ہے کہ دنیا میں ہی سزائیں دلوا کر جرم وگناہ مٹا دیئے گئے اگر یہ سزائیں نہ ہوتیں تو ان جرائم کی پاداش میں قبر وحشر وجہنم میں بڑا دیر پا عذاب الیم بھگتنا پڑتا۔ **تیسرا تعلق:** پچھلی آیات میں جرائم معاشرتی کی دنیوی سزاؤں کا ذکر فرمایا گیا۔ اب ان آیات میں ان سزاؤں کی آسانیاں اور فوائد بیان فرمائے جارہے ہیں کہ یہ سزائیں دنیوی پاکیزگی اور اخروی فلاح وکامیابی عطا فرمانے والی اللہ تعالیٰ کا عظیم الشان فضل ورحمت ہے۔

تفسیر نحوی

وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۙ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ واؤ سر جملہ يَدْرَؤُا۔ مضارع مستقبل معروف صیغہ واحد مذکر غائب باب فَتَحَ سے ہے دَرْءٌ سے مشتق ہے۔ ترجمہ ہے ختم کرنا دور کرنا، مٹانا، عَنْهَا، عَنْ جارّہ زوالیہ هَا ضمیر کا مرجع اَزْوَاج۔ کیونکہ جمع مونث کے لیے واحد کی ضمیر آسکتی ہے مراد ہے ایک تہمت زدہ بیوی یہ جار مجرور متعلق ہے۔ اَلْعَذَابَ الف لام عہد خارجی عَذَابَ اسم مفرد جامد بمعنی دنیوی حد شرعی۔ یہ مفعول بہ ہے اور اگلی پوری عبارت الصّٰدِقِيْنَ تک يَدْرَؤُا کا فاعل ہے۔ اَنْ حرف ناصبہ۔ مضارع کو چار حرف نصب (زبر) دیتے ہیں۔ ۱۔ اَنْ۔ ۲۔ لَنْ۔ ۳۔ كَيْ۔ ۴۔ اِذَنْ۔ تَشْهَدَ۔ باب سَمِعَ کا مضارع مستقبل صیغہ واحد مونث غائب اس کا فاعل هِيَ ضمیر صیغہ پوشیدہ جس کا مرجع ہے زَوْجَه۔ اَرْبَعَ ممیز مضاف شَهٰدٰتٍ اسم جمع مونث سالم تمیز مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مفعول بہ تَشْهَدَ کا بِاللّٰهِ۔ یہ جار مجرور متعلق ہے تَشْهَدَ کا۔ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍ یہ مرکب اضافی معطوف علیہ۔ وَالْخَامِسَةُ اس کا معطوف یہ دونوں مل کر مفعول بہ ہے تَشْهَدَ کا۔ اِنَّهٗ۔ اِنَّ حرف مشبہ ہٗ ضمیر منصوب متصل اس کا اسم لام تاکیدی بمعنی البتہ یقیناً۔ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ۔ یہ جار مجرور متعلق ہے وَاقِعٌ یا ثَابِتٌ اسم فاعل پوشیدہ کا یہ اسم فاعل اپنے ضمیر صیغہ فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ اسمیہ ہوکر خبر ہے اِنَّ کی یہ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہوکر معطوف علیہ واؤ عاطفہ۔ اَنَّ حرف مشبہ بالفعل۔ غَضَبَ اسم حاصل مصدر مضاف ہے اللّٰهِ فاعل مضاف الیہ۔ عَلٰی حرف جر فوقیت کا بمعنی پر۔ اوپر۔ هَا ضمیر کا مرجع بیوی تہمت زدہ۔ یہ جار مجرور متعلق ہے مصدر کا۔ غَضَبَ مصدر مضاف اپنے فاعل مضاف الیہ اور متعلق سے مل کر شبہ جملہ ہوکر جزا مقدم ہے۔ اِنْ حرف شرط۔ كَانَ فعل ماضی مطلق تامہ هُوَ پوشیدہ ضمیر صیغہ کا مرجع ہے اَحَدِهِمْ۔ یہ فاعل ہے كَانَ کا۔ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ۔ یہ جار مجرور متعلق ہے كَانَ کا۔ یہ فعل فاعل متعلق مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر شرط موخر ہے۔ یہ شرط وجزا مل کر معطوف ہے اِنَّهٗ کے جملے پر دونوں عطف مل کر مفعول بہ دوم ہے تَشْهَدَ کا۔ اَنْ تَشْهَدَ۔ فعل فاعل متعلق اور دونوں مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر فاعل ہے يَدْرَؤُا کا۔ یہ فعل فاعل مفعول بہ اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوگیا۔ خیال رہے کہ وَالْخَامِسَةَ کی واؤ عاطفہ دونوں جگہ عطفی رابطے کا کام دے

رہی ہے۔ ا۔ اوّلاً اَرۡبَعَ شَهٰدٰتٍ اور الۡخَامِسَةَ کے درمیان۔ ۲۔ پھر اِنَّهٗ اور اَنَّ غَضَبَ کے درمیان۔ وَلَوۡلَا فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ وَرَحۡمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيۡمٌ ۝ ۔ واوسرِ جملہ۔ لَوۡ حرف شرط۔ لَا نفی جنس فَضۡلُ مصدر مضاف اللّٰهِ فاعل مضاف الیہ عَلَيۡكُمۡ یہ جار مجرور متعلق ہے فَضۡلُ کا۔ یہ مصدر مضاف اپنے فاعل مضاف الیہ اور متعلق سے مل کر شبہ جملہ ہو کر معطوف علیہ واوَ حرف عطف رَحۡمَتُهٗ۔ رحمت اسم مفرد جامد۔ ترجمہ ہے شفقت مہربانی نرمی۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع ہے اللہ تعالیٰ۔ یہ مرکب اضافی ہے۔ معطوف ہے۔ فَضۡلُ کے جملے پر۔ دونوں عطف مل کر شرط ہے۔ اس کی جزا محذوف و متروک ہے۔ اس کے الفاظ میں دو قول ہیں۔ ا۔ بعض نے کہا کہ محذوفہ عبارت ہے فَمَا كَانَ اللِّعَانُ اور ترجمہ ہے شرط و جزا کی پوری عبارت کا کہ اور اگر نہ ہوتا اللہ کا فضل اور اس کی رحمۃ تو لعان کا یہ حکم نہ ہوتا۔ ۲۔ بعض نے کہا کہ محذوفہ عبارت ہے۔ لَعَاجَلَ عَلَيۡكُمۡ عُقُوۡبَةً۔ یعنی اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم پر (خاوند بیوی پر) تہمت لگانے کی حد شرعی جلدی لگ جاتی۔ اور دو طرفہ عقوبت و مصیبت پڑ جاتی۔ خیال رہے کہ فضل کا لغوی ترجمہ ہے مطلقاً زیادتی۔ کثرت۔ اچھی زیادتی کو فضیلت کہا جاتا ہے۔ بری زیادتی کو فضول کہا جاتا ہے اصطلاح میں ہمیشہ فضل بمعنی فضیلت ہی ہوتا ہے۔ یہاں بھی فَضۡلُ اللّٰهِ سے فضیلت ہی مراد ہے فضل وفضیلت کا شرعی معنی ہے بغیر استحقاق کسی کو کرم، رحم، عزت، قوت، نرمی، حفاظت، لیاقت، علم، حلم، عقل، دولت، فہم، مرتبہ، بلندی، برتری عطا فرمانا۔ واوسرِ جملہ۔ اَنَّ حرف مشبہ اللّٰهَ۔ اس کا اسم۔ تَوَّابٌ۔ اسم مفرد مشتق ہے مبالغے کا صیغہ ہے بروزنِ فعال جوّادٌ۔ ترجمہ ہے بار بار توبہ قبول فرمانے والا۔ تَوۡبٌ اور تَوۡبَةٌ سے مشتق ہے۔ ترجمہ ہے رجوع کرنا، لوٹنا ارادہ چھوڑنا، یہ اللہ تعالیٰ کی بھی صفت ہے اور بندوں کی بھی صفت ہے۔ بندوں کو توّاب کہنے کا معنی، گناہ سے رجوع کر کے نیکی کی طرف آنا اور بار بار آنا۔ اللہ تعالیٰ کو تَوَّابٌ کہنے کا معنی ہے، عذاب کو چھوڑ کر ثواب اور بخشش عطا فرمانا بار بار، یہ خبر اول ہے اَنَّ کی۔ حَكِيۡمٌ۔ اسم صفت مشبہ بابِ کرم سے ہے۔ بروزنِ فعیلٌ وَ كَرِيۡمٌ۔ حِكۡمٌ وَ حِكۡمَةٌ سے مشتق ہے۔ حکمت کا معنی ہے تدبیر اور معرفت اگر اللہ تعالیٰ کی صفت مراد ہو تو معنی ہے کہ تدبیر و معرفت سے بنانا پیدا کرنا، ایجاد کرنا، چلانا، پرورش و ربوبیت، اگر بندے کی صفت مراد ہو تو معنی ہے۔ تدبیر و معرفت سے اشیاء موجودات و مخلوقات و آیات کو جاننا ماننا، عمل کرنا، کرانا، قرآن مجید میں جہاں بھی لفظِ حکیم آیا ہے۔ وہاں اللہ کا ہی صفاتی نام مراد ہے۔ ایسے ہی یہاں بھی ہے یہ خبرِ دوم ہے اَنَّ کی۔ اَنَّ اپنے اسم اور دونوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ خیال رہے کہ یہاں اَنَّ بفتحہ الۡهَمۡزَةِ واوِ ابتدائیہ کی وجہ سے ہے۔

تفسیر عالمانہ

وَيَدۡرَؤُا عَنۡهَا الۡعَذَابَ اَنۡ تَشۡهَدَ اَرۡبَعَ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الۡكٰذِبِيۡنَ ۙ۝ وَالۡخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيۡهَاۤ اِنۡ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيۡنَ ۝ ۔ اور ختم کر دے گی اس مقذوفہ بیوی سے دنیوی سزا کو جو قید ہوتی لعان سے انکار کی صورت میں اور حدِ زنا ہوتی جرم کے اقرار کی صورت میں۔ یہ بات کہ بیوی بھی چار مرتبہ ہی گواہی دے اللہ کے نام کے ساتھ یعنی اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کلمہ شہادت پڑھ کر کہے کہ بیشک وہ میرا خاوند میری اس تہمت لگانے میں البتہ یقیناً پکا جھوٹوں میں سے ہے۔ ان چار گواہیوں کے بعد حاکم عدالت یا اس کا نائب جو بھی اس وقت اس کام پر مقرر کیا گیا ہو۔ بیوی خوف آخرت دل ...

اے عورت خوب سوچ سمجھ لے کہ اب یہ پانچویں بددعائیہ گواہی آخری بات ہوگی جس سے دنیوی سزا تو ختم ہو جائے گی جو عارضی بھی ہے معمولی بھی نرم بھی مگر آخرت کی سزاء عذاب تجھ پر واجب ہو جائے گی جو اس دنیوی سزا سے کہیں زیادہ سخت ہوگی دراز مدت بھی اَلیم وذلیل بھی اور رُسوا کرنے والی بھی۔ اگر حاکم کے اس سمجھانے کے باوجود بیوی اپنی پہلی چار گواہیوں پر قائم رہے تو حاکم اس کو پانچویں گواہی کا حکم دے اور پانچویں بار مقذوفہ بیوی کو کہنا پڑے گا کہ بیشک اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہو اس عورت پر۔ اپنی طرف اشارہ کر کے یا کہے کہ اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہو مجھ پر اگر وہ شخص یعنی میرا خاوند مجھ پر تہمتِ زنا لگانے میں سچا ہو۔ ان لفظوں کے ادا کرنے کے بعد لعان مکمل ہو گیا۔ اس کے بعد خاوند طلاق دے یا نہ دے حاکم دونوں خاوند بیوی کو جدا کر دے گا۔ اور یہ جدائی عدالت سے ہی شروع ہو جائے گی اس طرح خاوند ایک دروازے سے نکلے بیوی دوسرے دروازے سے۔ خاوند اپنے گھر ایک راستے سے جائے بیوی اپنے گھر دوسرے راستے سے اگر عدالت کا دروازہ اور گھروں کا راستہ ایک ہی ہے تو پہلے خاوند چلا جائے کچھ دیر بعد بیوی چلی جائے اگر بیوی کے پاس کوئی گھر نہیں ہے تو عدالت اس کا انتظام کرے۔ لعان کے بعد حاکمِ عدالت اپنے تحریری فیصلے میں چھ باتیں لکھے۔ **اول** یہ کہ یہ فلاں خاوند بیوی اس تکمیل لعان کے بعد دنیوی سزا کے مستحق نہیں رہے ان کا معاملہ اب اللہ کے پاس ہے جو جھوٹا ہوگا اس پر اخروی عذاب ہوگا۔ **دوم** اگر اس عورت کے بچہ پیدا ہوا اور خاوند بچے کا منکر ہو تو بچہ صرف ماں کا ہوگا کسی باپ کی طرف منسوب نہ ہوگا نہ اس کی میراث پائے گا۔ یہ ماں ہی بچہ کی وارث ہوگی اور بچہ اس کا وارث۔ **سوم** کوئی شخص اس عورت کو زانیہ اور اس بچے کو ولد الزنا نہ کہے جو کہے گا اس کو حدِ قذف لگے گی۔ **چہارم** خاوند پر حق مہر ادا کرنا واجب ہے۔ **پنجم** یہ کہ یہ تفریق حاکم طلاق بائنہ ہوگی اور اس کا سبب خاوند کا لعان ہوگا بیوی پر عدت واجب ہے مگر اس عدت میں خاوند پر بیوی کا کچھ بھی خرچہ واجب نہیں۔ **ششم** یہ کہ آج کے بعد ان دونوں کی حرمتِ نکاح ابدی ہے حلالہ سے بھی ختم نہیں ہو سکتی یہ حرمتِ ابدی نسبی نسلی رضاعی مصاہری کی مثل ہے۔ ہاں البتہ اگر خاوند عدالت سے نکلنے کے پہلے حاکم کا فیصلہ ابدی حرمت سننے کے بعد حاکم سے یہ کہے کہ میں نے جھوٹی تہمت لگائی تھی مجھے حدِ قذف لگاؤ تو حدِ قذف کے بعد ابدی حرمت ختم ہو جائے گی اور باہمی خاوند بیوی کی رضامندی سے دوبارہ نکاح جائز ہے اس لیے کہ یہ ابدی حرمت لعان کی وجہ سے تھی خاوند کے اقرارِ کذب سے فیصلہ لعان ختم ہو گیا لہٰذا حرمتِ ابدی بھی ختم۔

چند شرعی قوانین

قانون ۱ : لعان تب واجب ہوتا ہے جب خاوند صرف لفظوں سے اپنی بیوی کو تہمت لگائے اور زنا کا نام لے۔ **قانون ۲** : کنایۃ الفاظ یا بطریقہ تعریض تہمت لگانے سے لعان کرنا واجب نہیں ہوتا۔ زمانہ اقدس میں تقریباً چھ مرتبہ مقدمہ لعان پیش ہوا۔ **پہلی** بار ہلال بن امیہ اور ان کی بیوی خولہ نے دعویٰ کیا۔ ظاہراً زنا کی قذف تھی۔ پہلے خاوند سے پھر بیوی سے لعان کرایا گیا۔ **دوسری** بار عویمر ابن عاصم بن عدی عجلانی اور ان کی بیوی سے اس میں ہونے والے بچے کا انکار تھا۔ یہاں بھی پہلے خاوند سے پھر بیوی سے لعان کرایا گیا۔ مگر عویمر نے تفریق عدالت سے پہلے باظہارِ نفرت تین طلاقیں بھی دے دیں جس

کی ضرورت نہ تھی۔ **تیسری** بار جن خاوند میں لعان کرایا گیا احادیث میں ان کا نام مذکور نہیں۔ خاوند نے کہا کہ میری بیوی فلاں بنت فلاں زانیہ ہے تب اسی ترتیب قرآنی سے لعان کرایا گیا۔ بیوی نے کہا تھا میرا خاوند کذاب ہے۔ بیوی سے لعان کرانے کے بعد ارشاد نبوی ہوتا تھا کہ **لَاسَبِیْلَ لَکَ عَلَیْھَا** یعنی اے خاوند اب تیرا اس بیوی پر تا عمر کوئی راستہ نہیں۔ **چوتھی** بار کے مقدمہ میں خاوند نے بیوی کو زنا کی تہمت لگائی لعان کرایا گیا پھر خاوند نے ہونے والے بچے کا انکار کیا۔ نبی کریم ﷺ نے تفریق کرتے ہوئے فرمایا ہونے والا بچہ صرف ماں کا ہے۔ لیکن ماں کو زنا کی اور بچے کو ولد الزنا کی ذلت نہ دی جائے۔ جو یہ کہے گا اسے حدِ قذف لگے گی اس قاذف خاوند نے کہا کہ میرے دیئے ہوئے حق مہر کا کیا حکم ہے کیا مجھے واپس مل سکتا ہے۔ ارشاد نبوی ہوا۔ اگر تو قذف میں سچا ہے تو وہ مہر تیری حلال وطی زوجہ کا بدلہ ہو گیا۔ اور اگر تو جھوٹا ہے تو تیرے جھوٹ کی کچھ دنیوی سزا بن گیا اور تجھ سے دور ہو گیا۔ **پانچواں** واقعہ اس طرح ہوا کہ ایک شخص حاضرِ بارگاہ ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ میری بیوی کو ایک بری عادت ہے کہ وہ کسی بھی ہاتھ لگانے والے مرد کا ہاتھ نہیں جھٹکتی۔ یہ کنایہ الفاظ تھے اس کے کئی معنی ہو سکتے ہیں یہ سن کر آقا ﷺ نے کوئی سوال نہ فرمایا بلکہ مشورہ دیا کہ اس کو طلاق دے دے۔ اس نے عرض کیا کہ میں اس کے بغیر رہ نہیں سکتا وہ میری محبوبہ ہے۔ تب آپ نے فرمایا اس کو روکے رکھ اور نگاہ رکھ۔ لیکن لعان نہ کرایا کیونکہ کنایہ تہمت سے لعان نہیں ہو سکتا (از نسائی عن عبداللہ ابن عباس) **چھٹا** واقعہ اس طرح ہوا کہ ایک بدوی نے آ کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ میری بیوی نے کالا بچہ جنم دیا ہے۔ مجھے شک ہے کہ وہ میرا نہیں ہے۔ یہ تعریضی قذف تھی اس لیے اس میں بھی لعان نہ کرایا گیا بلکہ آپ نے اس بدوی (گاؤں والے) سے پوچھا کیا تو نے اونٹ رکھے ہوئے ہیں اور ان کے بچے پیدا ہوئے ہیں۔ عرض کیا جی ہاں فرمایا کس رنگ کے ہیں۔ عرض کیا تین سرخ ہیں ماں باپ جیسا مگر ایک خاکستری رنگ کا ہے (کالا سفیدی مائل) فرمایا یہ رنگ کیسے آیا۔ عرض کیا شاید اونٹ یا اونٹنی میں سے کسی کی کوئی رگ کھینچ کر یہ رنگ لے آئی ہے۔ تب آپ نے فرمایا شاید تیرے اس کالے بچے کے رنگ کو بھی تیرے کسی اصل کی رگ کھینچ کر لے آئی ہو اور وہ شخص کالا ہو گا جس کا اثر یہاں آ گیا (از بخاری مسلم عن ابی ہریرہ) اس لیے کہ جب ایک اونٹ اونٹنی کے بچے احمر۔ اسود۔ ازرق۔ ارقم بھورے ہو سکتے ہیں تو انسانوں کے بھی ہو سکتے ہیں۔ بروایت حضرت ابو ہریرہ ابوداؤد و نسائی میں ہے کہ فرمایا آقا ﷺ نے کہ جو عورت کسی خاوند میں غیر خاندان کا بچہ جنم دے وہ جنت میں کبھی نہیں جا سکتی۔ پھر فرمایا جو خاوند اپنی محصنہ بیوی کو بلا ثبوت تہمتِ زنا لگائے یا حمل بیوی کا انکار کرے یا نومولود بچے کو اپنا نسب نہ مانے تو وہ دیدارِ الٰہی سے محروم بھی رہے گا اور اولین و آخرین کے سامنے ذلیل بھی کیا جائے گا۔ **قانون ۳:** لعان صرف عدالت میں ہو سکتا ہے عوام میں یا آپس میں اہلِ خاندان گھر میں نہیں کر سکتے اگر کسی نے کیا تو نہ فرقتِ زوجین جائز نہ حرمتِ زوجین ثابت۔ **قانون ۴:** لعان کا حق خاوند کو بھی ہے بیوی کو بھی لہٰذا کوئی بھی عدالت میں دعویٰ کر سکتا ہے کیونکہ خاوند کو نسب و نسل کی عار اور بیوی کو عزت اصل کی عار ہوتی ہے لیکن مطالبہ نہ کرنا اور معاملہ چھپا جانا زیادہ بہتر ہے تاکہ شہرتِ بدنامی سے زبان درازیِ عوام نہ ملے۔ **قانون ۵:** جس قسم کا بھی قذف ہو خواہ زنا کا یا انکارِ حمل کا۔ یا نفی نسبِ نومولود کا لعان کرانے کا حق شریعت دونوں کو دیتی ہے کیونکہ سب کی بنیاد زناء زوجہ ہی ہے۔ **قانون ۶:** اگر خاوند کو یقین زنا ہو تو دعوئے لعان واجب ہے اب خاموش رہنا حرام ہے۔ **قانون ۷:**

صرف وسوسہ شیطانی کی وجہ سے جائز اولاد کا انکار نسب بھی حرام ہے۔ **قانون ۸**: حمل کے ناجائز ہونے میں شک ہو تو لعان کرنا واجب نہیں۔ **قانون ۹**: اگر بیوی پہلے بھی متہمہ ہو یا آوارہ مزاج اور نومولود دوسرا بچوں والا ہو تو نفی جائز ہے واجب نہیں۔ **قانون ۱۰**: اگر صرف فعلِ زنا کی قذف ہو تو حالاتِ خانہ کے اعتبار سے چھپالینا بھی اور دعویٰ لعان بھی جائز۔ **قانون ۱۱**: مگر دعویٰ لعان کے بعد لعان کرانا واجب اب مقدمہ واپس لینا ممنوع ہے کیونکہ اب یہ خالصتاً حق اللہ وحق شریعت ہے۔ **قانون ۱۲**: لعان کی پانچوں شہادتیں قولی وزبانی ہونا واجب ہیں لہٰذا اگر خاوند بیوی دونوں گونگے ہوں یا ایک تو لعان نہ ہوگا۔ اگرچہ گنگ زبان کٹنے سے ہو اور سماعت باقی ہو۔ **قانون ۱۳**: لعان میں لفظ اَشْهَدُ بولنا واجب ہے کیونکہ یہ لفظ رکنِ لعان ہے۔ اس لیے عجمی لوگوں کو یہ لفظ اور اس کا معنی یاد کرایا جائے گا امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ عجمی لوگ اپنی زبان میں بھی اس پوری گواہی کے ہم معنی الفاظ بول سکتے ہیں۔ مثلاً اردو میں۔ گواہی دیتا ہوں میں۔ اور فارسی میں مَن گواہی می دہم۔ **قانون ۱۴**: گونگے کی تحریر اس کے اشارے کے قائم مقام ہے نہ کہ الفاظ کے اور اشارہ کنایہ کی مثل ہے۔ بہت سے مطلب نکل سکتے ہیں۔ لہٰذا شہادت شکوک وشک سے لعان کی حد ختم جبکہ ہر حد میں صاف گوئی کی کثرت واجب ہے۔ اس لیے مشائخ فقہ فرماتے ہیں کہ بوقتِ شہادتِ لعان خاوند بیوی اپنا اور دوسرے ساتھی کا نام مع ولدیت حاکم عدالت کے سامنے بولیں یعنی یہ فلاں بنت فلاں میری بیوی اور بیوی کہے کہ یہ فلاں بن فلاں میرا خاوند اور ایک دوسرے کی طرف اشارہ بھی کرے۔ **قانون ۱۵**: اگر نومولود بچے کا انکار ہو تو بچہ بھی ماں کے ساتھ لایا جائے اور خاوند اس کی طرف اشارہ کرکے انکار کرے۔ **قانون ۱۶**: حمل کا انکار ہو تو پیٹ کی طرف اشارہ کرے کہ اس بیوی کے اس پیٹ میں یہ حمل میرا بچہ نہیں ہے۔ **قانون ۱۷**: اگر خاوند کہے کہ فلاں مرد نے فلاں وقت میری اس بیوی سے زنا کیا تو اگر خاوند اس مردِ زانی کو حدِ زنا کا مطالبہ بھی اسی مقدمے میں کرے تو عدالت اس کو بھی بلا کر تفتیش کرے گی ثبوت کی صورت میں سزاء حد لگائے گی اگر خاوند مطالبہ نہ کرے تو نہ مقذوف کو سزاء حد ہوگی نہ قاذف کو حدِ قذف۔ صرف لعان ہوگا۔ مطالبہ خاوند اس لیے ضروری کہ یہ صرف خاوند کا حق ہے اور اس زنا سے صرف خاوند کو ہی تین نقصان ہوئے۔ ۱۔ بدنامی کی ذلت ۲۔ گھر اجڑ گیا۔ ۳۔ نسل برباد۔ اور مطالبے پر زانی مرد کو اس لیے سزاء حد کیونکہ لعان سے صرف بیوی کی حد ختم ہوئی نہ کہ مقذوف زانی کی اسی لیے آیت میں صرف۔ يَدْرَؤُا عَنْهَا فرمایا گیا۔ احادیث میں بھی ہلال بن امیہ کی بیوی کے زانی مرد شریک بن عامر کی حدِ زنا کا ذکر نہیں اس لیے کہ ہلال بن امیہ خاوند نے اس کا مطالبہ نہ کیا تھا۔ حالانکہ آیت ۴ وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنٰتِ۔ میں زانیہ وزانی دونوں کو حد لگانے کا ذکر ہے۔ **قانون ۱۸**: لعان کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت کا عدالت میں موجود ہونا فرض ہے جو کم از کم چار مسلمان ہوں۔ **قانون ۱۹**: لفظِ غضب جب اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہو تو معنی ہوتا ہے نفرت وعقوبت کی سزا جیسے یہاں غَضَبَ اللّٰهِ اور جب مخلوق کی طرف منسوب ہو تو معنی ہوتا ہے قلبی بدلہ جس کی ظاہری نشانی آنکھیں سرخ، دماغ میں غصہ، چہرہ تنا ہوا، سینہ پھولا ہوا سانس چڑھا ہوا حدیث مقدس میں ہے: اِتَّقُوا الْغَضَبَ فَاِنَّهٗ جَمْرَةٌ تُوْقَدُ فِيْ قَلْبِ ابْنِ آدَمَ ''بچو تم غضب سے یہ وہ چنگاری ہے جو انسان کے دل میں سلگتی ہے۔'' وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ اور خاوند واولاد بیوی پر لعان کا یہ تا قیامت شرعی قانون تم پر بہت طریقوں سے

اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت ہے اور اگر یہ فضل و رحم نہ ہوتا تو تم کو چار مصائب و نقصان دنیا میں اور چار آخرت میں ہوتے۔ پہلا یہ کہ دیگر محصنت کی طرح اپنی محصنات بیویوں پر قذف کا بھی چار شرعی گواہوں سے ثبوت دینا پڑتا اور گواہ جمع کرنا فرض ہو جاتا کیونکہ گواہوں کو جمع کرنا اگر پہلی بار اچانک مشاہدۂ زنا کاری میں ناممکن تو دوسری بار منصوبہ سازی سے یہ ممکن ہے اور خاوند پھر بھی گواہی حاصل نہ کر پاتا تو حدِ قذف کھاتا۔ آیات لعان کے نزول سے پہلے قانونِ نبوی یہی تھا۔ دوم یہ کہ اگر حدِ قذف لگتی تو تاعمر خاوند معاشرے میں ذلیل خوار پھرتا۔ مردود الشہادت بھی فاسق بھی۔ سوم یہ کہ اگر توبہ اور اقرار کذب نہ کرتا تو تاعمر فاسقیت کا ذلال دنیوی وبالِ اخروی قائم چوتھی مصیبت یہ کہ ثبوت جرم ہو جاتا تو بیوی کو سزاء سنگساری ہوتی۔ لعان ہو جانے سے یہ دنیوی ساری مصیبتیں ختم ہو گئیں۔ البتہ اے خاوند بیوی ابھی اخروی مصیبت باقی ہے یہ تو ظاہر ہے کہ تم میں ایک یقینی جھوٹا ہے اور اللہ رسول جانتا ہے کہ تم میں کون جھوٹا ہے تم خود بھی ایک دوسرے کے جھوٹ کو قطعی یقین سے جانتے ہو مگر اللہ تعالیٰ نے فضل و رحمت سے دنیا میں تمہاری عزت بچالی پردہ رکھ لیا۔ ابھی آخرت قبر حشر جہنم کی ذلت و سزا باقی ہے۔ قبر کی سختی۔ حشر کی بدبختی شفاعت سے محرومی۔ سزاءِ جہنم ابھی ہونی ہے لہٰذا اب خفیہ مناجات و عبادات میں جو جھوٹا ہو وہ سچی پکی توبہ سابقہ واصلاح آئندہ کر کے تقوۂ حیات کر لو اور دنیا میں آخرت کا معاملہ ختم کرالو۔ اور رب تعالیٰ سے رو کر گڑگڑا کر معافی مانگو تو آخرت کی مصیبتیں بھی ختم ہو جائیں گی کیونکہ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيمٌ ۝ بیشک اللہ تعالیٰ ہر بندے کی توبہ بہت جلدی قبول فرمانے والا ہے اور آخرت کی عزت بچانے میں عظیم و کبیر حکمت والا ہے وہی جانتا ہے کہ ابرار کی شرافت کس طرح بچانی ہے اور اشرار کی شرارت کس طرح مٹانی ہے۔

ان آیات میں مختلف اقوال

تفریق لعان کے وقت میں دو قول۔ ۱۔ امام شافعی نے فرمایا کہ فقط لعان خاوند سے ہی تفریق خود بخود ہو جائے گی کیونکہ لعان قذف طلاق بائنہ کے درجہ میں ہوتا ہے اور طلاق صرف خاوند کی طرف سے۔ بیوی کو لعان کرانے کا مقصد صرف اس سے جرم زنا کی حد ختم کرنا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ۔ ۲۔ احناف فرماتے ہیں نہ صرف خاوند کے لعان سے تفریق ہو نہ عورت کے لعان سے بلکہ دو طرفہ لعان کے بعد حاکم خود تفریق کرے گا کیونکہ لعان فسخ نکاح ہے اور یہ فسخ حاکم طلاق بائنہ کے درجہ میں ہے احادیث میں ہے کہ لعان کے بعد آقائے کائنات حضور اقدس ﷺ نے خود تفریق فرمائی تھی اور محفل عدالت سے پہلے خاوند کو نکالا تھا۔ نیز اگر بیوی کے لعان سے پہلے ہی تفریق ہو گئی تو بیوی۔ بیوی نہ رہی۔ اب لعان بیوی بیکار اور اگر بیوی کا لعان صرف حدِ زنا ختم کرنے کے لیے ہوتا تو واجب نہ ہوتا صرف مستحب ہوتا۔ مگر واجب اس لیے کہ ادلاً حد ختم ہو پھر تکمیل لعان سے تفریق کی جائے۔ اگر لعان خاوند سے ہی تفریق ہو جاتی تو بیوی کو عذاب آخرت یاد کروانا اور شہادتیں کہلوانا بیکار تھا۔ تفریق لعان کی حیثیت میں دو قول۔ ۱۔ ائمہ ثلاثہ نے فرمایا کہ حاکم کی تفریق فسخ ہے طلاق نہیں اگر خاوند طلاق دے تب طلاق ہے۔ ۲۔ احناف نے فرمایا یہ فسخ ہی طلاق بائنہ ہے اور لعان سے حرمت ابدی۔ یہاں دو مسئلوں میں سب فقہاء و مشائخ کا اتفاق ہے۔ ۱۔ اس تفریق کے بعد بیوی پر عدت واجب ہے خاوند پر حق مہر واجب اگر پہلے نہ دیا ہو۔ لیکن زمانہ عدت کا خرچہ کپڑا مکان واجب نہیں اگر بیوی غریب ہے تو حکومت خرچہ دے گی۔ ۲۔ بوقت لعان

تفریق عدالت میں دس شخصوں کا موجود رہنا لازم ہے حاکم عدالت۔ خاوند قاذف۔ بیوی مقذوفہ۔ وکیل۔ اصیل۔ کفیل اور چار مسلمان خواہ اراکین عدالت ہوں۔ حرمت کی ابدیت کے بارے میں دو قول۔ ۱۔ ائمہ ثلاثہ نے فرمایا۔ بہر صورت حرمت ابدی ہے۔ ۲۔ احناف نے فرمایا۔ اگر خاوند لعان و تفریق کے بعد اسی وقت عدالت میں قذف سے رجوع واقرار تکذیب کر لے تو نوعیت بدل جائے گی۔ خاوند کو حدِ قذف سابقہ لعان کالعدم اور حرمت کی بنیادی وجہ ختم تو حرمت بھی ختم۔ اب وہی خاوند اس مطلقہ بائنہ بیوی سے دوبارہ نکاح اسی وقت کر سکتا ہے وجہ یہ کہ لعان سے حرمۃ ہوئی اور تفریق حاکم سے فسخ اور فسخ سے طلاق بائنہ۔ رجوع خاوند سے صرف لعان و حرمۃ ختم ہوگی نہ کہ تفریق و تنسیخ اس لیے دوبارہ نکاح ضروری۔ ہاں اگر تفریق سے بھی پہلے رجوع ہو جائے تو نکاح کی بھی ضرورت نہیں۔ عذاب کے معنی میں دو قول۔ ۱۔ آئمہ ثلاثہ نے فرمایا۔ عَذَابَهَا کا معنی ہے حدِ زنا۔ ۲۔ امام اعظم نے فرمایا۔ اگر لعان ہو جائے تو عذاب کا معنی حد زنا اور اگر بیوی انکار لعان کرے تو قید کی سختی مراد ہے۔ وَالْخَامِسَةَ۔ کی قرأت میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت میں فتحہ ہے کیونکہ عطف ہے اَرْبَعَ پر۔ ۲۔ بعض کی قرأت میں الْخَامِسَةُ ہے ضمہ سے کیونکہ مبتدا ہے مابعد خبر کا۔ اَنَّ غَضَبَ کی قرأت میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت میں اَنَّ مشددہ ہے۔ ۲۔ بعض کی قرأت میں اَنْ مخففہ ہے مشددہ سے بدل کر غَضَبَ اللهِ کی قرأت میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت میں یہ مرکب اضافی ہے۔ ۲۔ بعض کی قرأت میں یہ غَضِبَ اللّٰهُ ہے جملہ فعلیہ باب سمع کا ماضی لفظِ اللّٰہ اس کا فاعل ہے۔ اگر خاوند بیوی کے پیٹ کے حمل کا انکار کرے تو اس میں تین قول۔ ۱۔ امام مالک و شافعی فرماتے ہیں کہ فوراً لعان واجب ہے کیونکہ یہ نفی ہی تہمت ہے۔ ۲۔ امام اعظم و امام احمد فرماتے ہیں کہ صرف موٹا پیٹ دیکھ کر اپنے نطفے کا انکار کرنا لعان واجب نہیں کرتا کیونکہ حمل ہونا مشکوک ہے اور شک سے حد ختم ہو جاتی ہے۔ ۳۔ مشائخ فقہ میں سے صاحبین فرماتے ہیں کہ انتظار کیا جائے گا اگر وقتِ نفی سے چھ ماہ کے اندر ولادت ہوئی تو لعان واجب ہے اگر بعد چھ ماہ کے ولادت ہوئی لعان نہیں کیونکہ ولادت کی کم سے کم مدت چھ ماہ کا حمل ہے۔ جب چھ ماہ کے بہت بعد حمل مولود ہوا تو معاملہ مشکوک ہو گیا کہ اس وقت حمل تھا یا نہیں۔ اگر خاوند نے کسی شخص کو اپنی بیوی سے زنا کرتے دیکھا اور اس مرد کو قتل کر دیا تو اس کے حکم میں دو قول۔ ۱۔ ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ اگر قاتل خاوند یہ ثابت کر دے کہ زانی شادہ شدہ تھا اور زنائے زوجہ پر چار شرعی گواہ بھی کر دے تو خاوند سے سزائے قصاص معاف لیکن اگر گواہی یا شادی شدہ ہونا ثابت نہ کر سکے تو خاوند کو قصاص میں قتل کیا جائے گا۔ ۲۔ امام اعظم فرماتے ہیں کہ چونکہ اس نے خود قانون اپنے ہاتھ میں لیا ہے اس لیے خاوند کو بہر صورت قصاص میں قتل کیا جائے گا۔ اگر کوئی شخص اپنی مطلقہ بائنہ یا مغلظہ کو قذف زنا لگائے تو اس میں دو قول۔ ۱۔ امام مالک و شافعی فرماتے ہیں کہ لعان واجب ہے۔ ۲۔ امام اعظم نے فرمایا لعان نہیں ہوگا کیونکہ اب وہ اس کی بیوی نہیں ہے اگرچہ عدت میں ہو کیونکہ لعان صرف شرعی موجود زوجین میں ہے۔ اگر مطلقہ رجعیہ کو قذف لگائی تو رجوع کا ثبوت پیش کرے تب لعان ہے ورنہ نہیں۔

فائدے

ان آیات سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ **پہلا فائدہ:** لعان خود واجب ہے اور لعان میں دو چیزیں فرض ہیں۔ ۱۔ الفاظِ شہادت۔ ۲۔ چند مسلمانوں کا عدالت میں بوقتِ لعان و تفریق موجود رہنا اور دو چیزیں مستحب ہیں۔ ۱۔ لعان کے

لیے زمان ومکان کا تعین۔ ۲۔ اور لعان کرانے کے لیے کوئی مقدس مقام اس لیے بہتر ہے تا کہ مجرمین کو ہیبت آخرت زیادہ ہو۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں مقامِ ابراہیم یا حجرِ اسود کے پاس مدینہ منورہ میں منبر اقدس کے پاس بیت المقدس میں گنبد صخرہ میں۔ دیگر شہروں میں جامع مسجد محراب کے پاس۔ یا کسی مزارِ مبارک کے پاس۔ جمعہ کے دن بوقت عصر سنت سے ثابت ہے لعان سے پہلے دونوں کو وضو کرایا جائے۔ یہ فائدہ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ سے حاصل ہوا۔ کیونکہ اس فرمان سے غضب الٰہی کا خوف کثیر پیدا کرتا ہے۔ **دوسرا فائدہ:** اللہ تعالیٰ بندوں کی مجبوریوں کی وجہ سے فضل و رحم فرماتا ہے۔ لعان قائم فرما کر رب تعالیٰ نے دینی۔ دنیوی۔ اخروی تین فضل و رحم فرمائے۔ دینی یہ کہ لعان رب تعالیٰ کا پسندیدہ اور مقرر کردہ ہے۔ دنیوی یہ کہ معاشرے میں دونوں کی عزت برقرار رہی۔ خاوند کو اس کی مراد ملی کہ ثبوت قذف کی مشقت اور سزائے قذف سے بچ گیا۔ بیوی حدِ زنا سے بچ گئی۔ فضلِ اُخروی یہ کہ دونوں کو آئندہ کے لیے سچی پکی توبہ کی مہلت مل گئی۔ یہ فائدہ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ کے پورے فرمانِ اقدس سے حاصل ہوا۔ **تیسرا فائدہ:** یہ بات اظہر ہے فقہ اسلامی میں فقہ حنفی اپنے دلائل واستنباط وقیاسات کے اعتبار سے تمام فقہ پر غالب ہے کیونکہ فرموداتِ امام اعظم منشاء کلامِ الٰہی کے مطابق ہوتے ہیں ایسے ہی فرموداتِ نبوی کا اصل منشا فقہ حنفی میں اجاگر کیا جاتا ہے۔ یہ مسلک الہامی والقائی معلوم ہوتا ہے دیگر ائمہ و مشائخ فقہ کی فکرِ ذہنی ان باریکیوں تک نہیں جہاں بصیرت امام اعظم پہنچ جاتی ہے یہ فائدہ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ اور وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ (الخ) سے حاصل ہوا۔ کیونکہ رب تعالیٰ کا یہ کلام مسلک امام اعظم کی تائید فرما رہا ہے اور بیوی کے محصنہ ہونے کی حنفی شرط اسی کلام سے مستنبط کی گئی۔

احکام القرآن

ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ:** جھوٹے پر لعنت اور غضب اللہ کی بددعا کرنی شرعاً جائز ہے اگرچہ وہ جھوٹا شخص مسلمان ہی ہو۔ یہ مسئلہ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اور اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَا کے قانون الٰہی سے مستنبط ہوا۔ **دوسرا مسئلہ:** اگر خاوند نے اپنی بیوی کے نومولود بچے سے اپنے نسب کی نفی کر دی اور بیوی نے خاوند کی تصدیق کر دی اور صرف اتنا کہہ دیا کہ میرا خاوند سچا ہے یا سچ کہتا ہے تو یہ قذف ختم اور جب قذف ختم تو اس قذف سے لعان نہیں ہو سکتا۔ نہ خاوند پر حدِ قذف نہ بیوی پر حدِ زنا اور نومولود بچہ خاوند کا ہی مانا جائے گا کیونکہ اس طرح کی تصدیق مشکوک ہے اور عدالت کو بذاتِ خود زیادہ تفتیش کا شرعاً کوئی حق نہیں۔ نہ اقرارِ زنا پر جبر کیا جا سکتا ہے غرضیکہ بیوی کی اس عمومی تصدیق نے تمام مقدمہ کو لغو کر دیا۔ یہ مسئلہ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا (الخ) کے بعد اَنْ تَشْهَدَ (الخ) فرمانے سے مستنبط ہوا اس لیے کہ عذاب ثابت ہوتا ہے لعان خاوند سے اور ختم ہوتا ہے لعان بیوی سے اور تصدیق بیوی سے لعان خاوند ہی ختم ہو گیا اور قذف مشکوک۔ **تیسرا مسئلہ:** قانونِ شریعت میں جب تک عدالت کا حاکم خاوند بیوی میں تفریق نہ کرے اس وقت نہ جدائی قائم ہوگی نہ حرمتِ ابدی ثابت اگرچہ دونوں طرف سے لعان مکمل ہو جائیں۔ یہ مسئلہ يَدْرَؤُا فعل مضارع فرمانے سے مستنبط ہوا۔ کیونکہ آیت پاک نے فرمایا کہ جب بیوی لعان کر لے تو حکامِ عدالت اس سے عذاب ختم کریں یعنی بغیر عملِ حاکم خود بخود ختم نہ ہو گا اور عملِ حاکم سنتِ نبوی سے یہ ثابت ہے کہ لعان بیوی کے بعد حاکمِ عدالت یہ بتائے کہ اب تا ابد تم جدا ہو اور ایک

دوسرے پر حرام ہو۔ یہ عورت عدت گزار کر جہاں چاہے کسی اور سے نکاح کر سکتی ہے اگر بغیر عدالت خود بخود تفریق ہو جاتی جیسا کہ ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں تو اعلانِ نبوی کی ضرورت نہ تھی اور اگر یہ اعلان صرف مسئلہ بتانے کے لیے ہوتا جیسا کہ ایک جاہل وہابی نے لکھا ہے تو پھر عدالتی کارروائی سے پہلے ہی یہ مسئلہ سمجھا دیا جاتا اور صرف پہلی بار سمجھانا ہی کافی تھا نہ کہ ہر بار اور آخر میں ہی نیز خلفاء راشدین نے بھی آخر میں ہمیشہ خود ہی تفریق زوجین فرمائی۔ یہ مسئلہ بھی ذہن نشین رہے کہ جہاں عدالت میں حدِ قذف اور حدِ لعان کا اسلامی طریقہ جاری ہو وہاں مفتی اسلام طریقہ لعان جاری کر سکتا ہے۔ تفریق زوجین بھی اور حرمۃ ابدی بھی۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کیے جاتے ہیں۔ **پہلا اعتراض:** یہاں لعان میں خاوند کاذب پر لعنت ڈلوائی گئی اور بیوی مقذوفہ اگر مجرمہ ہو تو غضب الٰہی ڈلوایا گیا۔ جس سے ثابت ہوا کہ کذب بھی کفر ہے اور زنا بھی کفر۔ کیونکہ لعنت اور غضب دونوں صرف کفار کے لیے ہیں (خارجی فرقہ) **جواب:** اس اعتراض کی بنیاد ہی غلط ہے کہ لعنت وغضب صرف کفار کے لیے ہے۔ معترض کو چاہیے تھا کہ پہلے اپنے اس دعویٰ کا ثبوت پیش کرتا۔ تحقیقی جواب یہ ہے کہ لعنت وغضب صرف کفار سے خاص نہیں۔ بلکہ لعنت کے تین معنی۔ ا۔ رحمت سے دوری۔ ۲۔ نفرت۔ ۳۔ ذلت یعنی درجہ ابرار سے گرنا۔ لعنت کی پہلی قسم صرف کفار کے لیے لعنت کی دوسری قسم مغرور گنہگاروں کے لیے۔ تیسری قسم فاسقین فاحشین کے لیے اسی طرح ہر غضب بھی کفار سے خاص نہیں۔ یاد رکھو کہ کافر کے لیے اُخروی لعنت وغضب۔ گنہگار کے لیے فقط دنیوی۔ جواب الزامی یہ کہ اگر کذب و زنا کفر ہوتا تو قاذف ومقذوف میں سے جس کا جرم ثابت ہوتا وہ مرتد ہوتا اور قتل یا قید کی سزا ہوتی نہ کہ لعان کروانے کی اور سزاء مرتد سے تفریق بھی خود بخود ہو جاتی مگر زمانہ نبوی اور زمانہ خلفاء میں ایسا نہ ہوا۔ پس ثابت ہو گیا کہ کذب یا زنا کفر نہیں۔

دوسرا اعتراض: یہاں فرمایا گیا وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ (الخ) یہ جملہ شرطیہ ہے جس کی جزا ضروری ہے مگر یہاں جزا مذکور نہیں جس کی وجہ سے یہ جملہ ادھورا ہے۔ پورا جملہ اس طرح ہونا چاہیے تھا اور اگر نہ ہوتا تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت تو ایسا ہو جاتا۔ یہاں اس ادھورے جملے کی کیا حکمت ہے **جواب:** یہاں جزا پوشیدہ ہے پوشیدگی کی وجہ کثرت فوائد ہے تاکہ علماء فقہاء عوام اپنے اپنے ذہن سے مختلف ومتعدد فوائد خود سوچ لیں۔ علماء کرام فرماتے ہیں اَلْمَوْقُوْفُ مَسْکُوْتٌ عَنْهُ اَبْلَغُ مِنْ مَنْطُوْقٍ بِهٖ یعنی بہت دفعہ بول دینے سے چپ رہنے میں زیادہ بلاغت و بہتری ہوتی ہے۔ ایسے کلام میں وسعت کثرت کی فصاحت ہوتی ہے۔ **تیسرا اعتراض:** لعنت کا معنی ابدی جہنم اور ابدی جہنم صرف کفار کے لیے تو ثابت ہوا کہ ہر جھوٹا انسان کافر ہے اور جھوٹ بولنا کفر ہوا۔ لہٰذا جس طرح منافق باوجود نماز روزے کلمہ کلام کے کافر اسی طرح ہر فاسق بھی کافر ہے (موجودہ وہابی) **جواب:** اعتراض وہ درست ہوتا ہے جس کی دلیل ہو اور دلیل وہ مضبوط جس کا عقلی یا نقلی ثبوت وحوالہ ہو اور حوالہ وہ مکمل جو مخالف کو تسلیم ہو۔ اس اعتراض میں نہ تو دلیل نہ حوالہ نہ ثبوت محض نادانی کا تانا بانا ہے جو کسی بھی ذی علم وعقل کو تسلیم نہیں۔ ہم اہلسنت کا مسلک یہ ہے کہ نہ ہر کاذب فاسق ہے نہ ہر فاسق ملعون نہ ہر لعنت اخروی نہ ہر اخروی مصیبت دائمی۔ کیونکہ اخروی مصیبت کی دو قسمیں ہیں۔ ا۔ سزا عقوبت۔ ۲۔ سزا وعذاب۔ عقوبت کی مصیبت صرف

مجرم کو پاک نفیس لائق جنت بنانے کے لیے عارضی ہے جیسے کہ سونے چاندی کو آگ میں ڈالنا نکھارنے کے لیے ہوتا ہے کچھ دیر تک لیکن سزائے عذاب دائمی ہے۔ جیسے کہ لکڑی کا آگ میں جانا۔ لعنت کی بھی دو قسمیں۔ ۱۔ لعنت دنیوی یعنی نحوست۔ بے برکتی۔ بے توفیقی۔ نیکی دشوار برائی آسان عبادت میں ہزار رکاوٹیں۔ کسلتیں۔ غفلتیں۔ گناہوں میں آسانیاں سہولتیں ملتی چلے جانا۔ ۲۔ لعنت اُخروی صرف کفار کے لیے۔

تفسیر صوفیانہ

وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ ۔ اگر قلب مومن کی پانچ شہادتیں قائم ہو جائیں تو قلب کی صداقت روح کی لطافت پر غالب آ جاتی ہے قلب کی پانچ گواہیاں۔ شہادت اول توفیق خیر۔ شہادت دوم تعمیل صالحہ۔ سوم اطاعت کاملہ۔ چہارم اتباع راغبہ۔ شہادت پنجم براءت صادقہ ان ہی شہادتوں سے روح کی پاکیزگی ہے جب روح انسانی پر الزام کبیر ہو کہ اس پر عقل نفسانی سوار ہے اور اس تسلط سے روح میں نطفہ شیطانی ومحرومی آ گیا ہے جس نے روح معنوی کو ضعیف وخبیث کر دیا ہے۔ تب حاکم ومرشد پر واجب ہے کہ روحانی لطائف خمسہ کی گواہیوں سے تزکیہ روح کرائے اور خلوت مراقبہ سے نکال کر مسجد قالب کی عدالت جلوت میں مشاہدہ ابرار میں آلائش دنیوی کا لعان تفریق کرائے تا کہ باطنی کثافتوں ملاوٹوں نجاستوں رکاوٹوں کا عذاب قہر دور ہو۔ روح کی پانچ شہادتیں۔ اول قوت روح۔ دوم سرعۃ روح۔ سوم جرءت روح۔ چہارم سخاوت روح۔ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَاۤ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ اور شہادت پنجم تصدیق شعوری نوری سے براءت قلبی وتزکیہ روحی یعنی روح مومن کو دنیوی آلائشوں رجستوں سے اسی عمل عزیز وشہادت لذیذ وقوت لطیف وسرعۃ کثیر اور براءت بعید نے ہی بچاتا ہے اور ہر ذلت سے بچا کر مقام توبہ تک پہنچاتا ہے۔ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ۔ اے راہ معرفت کے مسافرو اس راستے میں بہت کانٹے کنکر پتھر ہیں۔ اگر بندہ سالک کے قلب وقالب۔ عقل غالب۔ علم طالب اعضا غائب۔ روح راغب پر اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم اور شفقت محبت کی نصرت۔ یسرت اور توفیق سعادت کی رحمت نہ ہوتی تو کھل جاتے تمہاری خلوتوں کے بھید اور نہ چھپے رہتے تمہارے خفیہ حالات ومراقبات لیکن تمہاری غفلت پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور تمہارے کسل پر اللہ تعالیٰ کا فضل غالب وسابق آ گیا۔ تب ہی یہ انسان ضعیف ہزاروں موذی دشمنوں۔ راہ مار شیطانوں کے درمیان سے بچ نکلتا ہے۔ اس کریم ورحیم نے اپنی حکمۃ بالغہ سے تمہارے باطنی تنگیز کو شریعت جامعہ کے لباسوں طریقت کاملہ کے پردوں حقیقت قائمہ کی مضبوط چار دیواری میں چھپا کر تمہاری دینی۔ دنیوی۔ اخروی عزت وعظمت کو برقرار رکھا۔ شیاطین وخناسین سے بچایا اور تمہاری توبہ کی جگہ پر اپنی رحمت کو سبقت عطا فرمائی اس کے باوجود کہ تمہارے نفوس امارہ نے تم سے رب تعالیٰ کے احکام واجبہ عبادات لازمہ کی مخالفت ومباشرت کروائی۔ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل تمہاری ناقص عبادت قبول فرمانے میں تمہارا دستگیر نہ ہوتا۔ اور سعادت جلی خفی ظاہری باطنی نہ دیتا تو البتہ یقیناً دنیا، قبر، حشر میں اے مسافران راہِ منزل تم سب بڑے نقصان عظیم کی حسرت والے ہو جاتے۔ لیکن رب کریم جل مجدہ نے بچایا تم کو تمہارے نقصان ابدی سے تین انعامات فرما کر اپنی رحمۃ قدیم اور فضیلت عظیم وعزت عمیم بخش کر۔ صوفیاء عظام فرماتے ہیں کہ تحریر خاموش زبان ہے اور قلم تحریر وکتابت کی زبان ہے اس لیے ہر طالب معرفت کو بری کتابوں سے منع کیا جاتا ہے بری کتابیں

زہر باطنی ہے جو جسم کو نہیں مارتا بلکہ روح کو ہلاک کرتا ہے۔ ایسی ہی زہریلی کتابوں کے لیے مولائے روم نے فرمایا۔

صد کتاب وصد ورق در نار کن   روئے دل را جانب دلدار کن

اے بندگانِ سالکین شہادتوں کی دولت مشاہدہ کو عدالتِ مراقبہ میں حاضر کرو اور دولت دنیوی کی ترک کا لعانِ نفس کرو کیونکہ دنیوی دولت سے کوئی سچی خوشی نہیں ملتی۔ سچی ابدی باقی خوشی تو ایمان، ایقان، عرفان اور کامیابی امتحان سے ہی ملتی ہے۔ اے بندو! راہِ حقیقت کے تھکے ماندے مسافر وقُرب امتحان آنے والا ہے غفلت سے نکلو نیند سے جاگو نقارۂ رحلت بج گیا ہے موت سر پر کھڑی ہے قبر بلا رہی ہے جلدی جلدی ندامت کے آنسوؤں کا وضو مشقتِ عبادت کا غسل کر کے توبہ قیام و رکوع و سجود کر لو۔ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ ۝۱۰ اور بیشک اللہ تعالیٰ ہی خطا کاران ریاضت کی توبہ رغبت فی اللہ محبت للہ قربت مع اللہ خشیت باللہ اور سرعت الی اللہ کو قبول فرمانے والا ہے اور عظیم وعمیم وکریم حکمت والا ہے دولتِ معرفت عطا فرمانے کے لیے اہل کو منتخب کرنے میں۔ علم خفی کے دو خزانے پہلا کان ہے دوسرا آنکھ یہاں خزانہ علوم جمع ہوتا ہے اے معرفت کے طلبگار اسرار غیبیہ کے امانت دار اگر امن وعافیہ چاہتا ہے تو کان اور آنکھ استعمال کر اور زبان بند رکھ۔ عقلمند سوچ کر بولتا ہے اور بے عقل بول کر سوچتا ہے۔ اے بندے دنیا میں ہزار دوست بھی ہوں تو تھوڑے ہیں۔ دشمن ایک بھی زیادہ ہے کیونکہ ایک دشمن وہ کام کر جاتا ہے جو ہزار دوست نہیں کر پاتے۔ دنیا میں خود کو عالم نہ سمجھو جس نے خود کو عالم سمجھا وہ درحقیقت جاہل ہے کیونکہ اس نے اپنے اوپر علم کا دروازہ بند کر دیا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ

بیشک وہ لوگ جو لائے ہیں بڑا بہتان وہ تم میں سے ہی مسلمان کہلانے والا ایک ٹولہ ہے

بیشک وہ کہ بڑا بہتان لائے ہیں تمہی میں سے ایک جماعت ہے

لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ؕ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ

اے مخلص مسلمانو نہ گمان کرو تم اس شرارت بازی کو ذلت اپنے لیے بلکہ وہ آئندہ ابدی بھلائی ہے تمہارے لیے

اسے اپنے لیے برا نہ سمجھو۔ بلکہ وہ تمہارے لیے بہتر ہے

لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ

ہر شخص کے لیے ان شرارتوں میں سے وہی گناہ ہے جو اس نے کمایا

ان میں ہر شخص کے لیے وہ گناہ ہے جو اس نے کمایا

وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝۱۱

اور وہ مردود جس نے سب سے بڑی شرارت مچائی اس ٹولے میں سے اس کے لیے تو عذاب عظیم ہے

اور ان میں جس نے سب سے بڑا حصہ لیا اس کے لیے بڑا عذاب ہے
لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ
ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے اس شرارت بازی کو سنا تھا تو گمان کیا ہوتا مومن مردوں اور عورتوں نے
کیوں نہ ہوا جب تم نے اسے سنا تھا کہ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں نے
بِاَنْفُسِهِمْ خَیْرًا ۙ وَّ قَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۲﴾
اپنوں کے لیے اچھائی کا ہی اور سب کہہ دیتے کہ یہ شرارت کھلا بہتان ہے
اپنوں پر نیک گمان کیا ہوتا اور کہتے کہ یہ کھلی تہمت ہے

تعلقات

ان آیات پاک کا پچھلی آیات پاک سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آیات میں جرائم کی اسلامی سزاؤں کو فضل ورحمت فرمایا گیا۔ اب ان آیات میں فرمایا جارہا ہے کہ بعض موقعوں پر بدبخت وشرارتی لوگوں کی جھوٹی الزام تراشی وتہمت سازی بھی نیک بخت اور متقی لوگوں کے لیے خیر ورحمت بن جاتی ہے اور بدبختوں کا منصوبہ خاک میں مل جاتا ہے۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیات میں تہمت لگانے والوں کی بدبختیوں سزاؤں کا ذکر ہوا جو مجرموں کی ذلت ورسوائی کا باعث ہے اب ان آیات میں ان لوگوں کی عزت عظمت خیریت کا ذکر فرمایا جارہا ہے جن پر یا جن کے رشتے داروں پر بدبختوں نے تہمت سازی کی ہوگی۔ **تیسرا تعلق:** پچھلی آیات میں تہمت لگانے والے بدبخت انسانوں کی دنیوی سزاؤں کا ذکر فرمایا گیا۔ اب ان آیات میں ان سرکش بدبختوں کی اخروی سزاؤں کا ذکر فرمایا جارہا ہے اگرچہ دنیوی سزاؤں سے بچ جائیں۔

شان نزول

اگلی چند آیات ام المومنین جو ساری کائنات کی تاقیامت عورتوں سے افضل حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان براءت میں نازل ہوئیں۔ مگر تعداد آیات میں علماء اسباب نزول کے دو قول ملتے ہیں۔ بعض نے فرمایا کہ دس بعض نے کہا گیارہ آیتیں نازل ہوئیں از آیت ۱۱ تا آیت ۲۱ بعض نے کہا ۱۵ مگر صحیح اور اکثریت کا فرمان ہے کہ اٹھارہ آیتیں نازل ہوئیں۔ از آیت ۱۱ تا آیت ۲۸۔ ام المومنین عائشہ صدیقہ کا ہار گم ہونے کا واقعہ غزوۂ بنی مصطلق سے واپسی پر مدینہ منورہ سے ایک منزل پہلے پیش آیا اور منافقین نے اِفک وبہتان کا شور مچایا تب اٹھارہ دن بعد اٹھارویں پارے کی سورۃ نور میں اٹھارہ آیتیں شانِ براءت صدیقہ ظاہر فرمانے کے لیے نازل ہوئیں جس سے تاقیامت حضرت عائشہ صدیقہ کی یہ شان ظاہر ہوئی کہ خود رب تعالیٰ نے آپ کی پاکدامنی بیان فرمائی یہ شان ومقام اولین وآخرین میں کسی کو نہ ملی اور گستاخوں کو ابدی عذاب عظیم کی وعید سنائی فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰالِكَ۔

تفسیر نحوی

اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْکِ عُصْبَۃٌ مِّنْکُمْ ؕ لَا تَحْسَبُوْہُ شَرًّا لَّکُمْ ؕ بَلْ ھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ ؕ لِکُلِّ امْرِیءٍ مِّنْھُمْ مَّا اکْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ ۔ اِنَّ حرف عاملہ مشبہ ۔ اَلَّذِیْنَ اسم موصول ۔ جَآءُوْ باب ضَرَبَ کا ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ جمع مذکر غائب ۔ جَیْئٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے آنا جب اس کے بعد بَ تعدیہ مفعول کا تعلق ہو تو یہ متعدی ہو جاتا ہے اور معنی ہو جاتا ہے لانا ۔ یہاں اسی معنی میں ہے اس کا فاعل ضمیر صیغہ ھُمْ کا مرجع اَلَّذِیْنَ بَ جارہ تعدیہ کی ۔ اَلف لام حرفی معرفی تعظیمی عہد خارجی معنی ہے بڑا اور مخصوص اِفْکٌ اسم مفرد جامد بمعنی بناوٹی بات ۔ تہمت ۔ بہتان ۔ الزام تراشی ۔ یہاں مراد ہے زنا کی تہمت ۔ یہ جار مجرور متعلق ہے جَآءُوْ کا یہ فعل فاعل متعلق مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہے اَلَّذِیْنَ کا ۔ دونوں صلہ موصول مل کر اسم ہے اِنَّ کا ۔ عُصْبَۃٌ ۔ اسم مفرد جامد ۔ لفظاً واحد ہے معناً جمع ہے جیسے رَھْطٌ ۔ قَوْمٌ ۔ اھل ۔ آل صحیح یہ ہے کہ اس کا تثنیہ جمع نہیں ہوتا بعض نے کہا کہ اس کا جمع عُصَبٌ ہے ۔ عُصْبَۃٌ کا لغوی ترجمہ ہے مضبوط اسی لیے جسمانی پٹھے کو عَصَبٌ اور پٹھوں کو اَعْصَاب کہا جاتا ہے عُصْبَۃٌ کا معنی ہے متعصب و مضبوط مردوں کا گروہ ۔ خواہ باعتبار دین یا دنیوی دولت ۔ یا باعتبار جوانی یا باعتبار نفری یعنی افرادی قوت ۔ اس کی تعداد و افراد میں آٹھ قول ہیں ۱ ۔ ایک تا تین جوان مردوں کا ایک جتھہ ۔ ۲ ۔ ایک تا چھ ۔ ۳ ۔ ایک تا سات ۔ ۴ ۔ ایک تا نو ۔ ۵ ۔ ایک تا دس ۔ جیسے برادران یوسف علیہ السلام نے کہا تھا نَحْنُ عُصْبَۃٌ ۔ اسی قول پر اکثریت کا اتفاق ہے ۔ ۶ ۔ ایک سے پندرہ تک مردوں کا گروہ ۔ ۷ ۔ چالیس جوان مردوں کا گروہ ۔ ۸ ۔ حضرت ابن عباس و امام ابن قتیبہ تابعی کا فرمان ہے کہ تین جوان مرد یا سرداران قوم کا متفقہ گروہ نَفَرٌ ہے اور نو سرداروں یا جوانوں کا گروہ رَھْطٌ ہے ۔ لیکن دس تک اُمراء لیڈران قوم یا جولتان قبیلہ کا ایک جتھہ عُصْبَۃٌ ہے یہاں یہی مراد ہے ۔ عُصْبَۃٌ اور عُصَابَۃٌ بروزن فُعْلَۃٌ وَ فُعَالَۃٌ دونوں ایک ہی معنی میں حاصل مصدر مبالغہ ہیں بمعنی ایک مستقل مکمل مضبوط گروہ حق ہو یا باطل یہاں باطل گروہ منافقین اور ان کے ساتھ چند بیوقوف بے سوچے سمجھے مخلصین تائید ہے مراد ہیں ۔ یہ مصدر مضاف ہے مِّنْکُمْ سے مِنْ جارہ زائدہ برائے اضافت منیہ ہے ۔ کُمْ مجرور ۔ در اصل ہے عُصْبَۃُ کُمْ بمعنی تم میں سے یعنی صرف ظاہری مسلمان یہ مرکب اضافی خبر ہے اِنَّ کی وہ اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا ۔ لَا تَحْسَبُوْہُ ۔ باب سمع کا فعل نہی حاضر معروف صیغہ جمع مذکر اَنْتُمْ اس کا پوشیدہ فاعل ہ ضمیر واحد مذکر غائب جس کا مرجع اِفْکٌ ہے یہ مفعول بہ اول ہے شَرًّا ۔ اسم مفرد نکرہ بمعنی مصیبت خرابی فتنہ فساد بدبختی نقصان یہ مفعول بہ دوم ہے ۔ لَکُمْ جار مجرور متعلق ہے لَا تَحْسَبُوْہُ کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ ۔ بَلْ عاطفہ برائے اضراب یعنی ما قبل کی نفی کے لیے ۔ ھُوَ مبتدا ضمیر واحد مذکر غائب مرفوع منفصل کا مرجع اِفْکٌ ہے ۔ خَیْرٌ ۔ اسم مصدر بمعنی بھلائی ہونا ۔ لَکُمْ جار مجرور متعلق ہے خَیْرٌ کا یہ مصدر اپنے متعلق سے مل کر شبہ جملہ ہو کر خبر ہے ھُوَ مبتدا کی دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف ہے لَا تَحْسَبُوْہُ کے جملے پر ۔ دونوں مل کر جملہ عطفیہ ہو گیا ۔ لام جارہ نفع کا کُلِّ اسم جمع مضاف ہے اِمْرِیءٍ اسم مفرد جامد نکرہ بمعنی مرد شخص اس کا مونث ہے اِمْرَءَۃٌ ۔ اِمْرِیءٍ موصوف ۔ مِنْھُمْ جار مجرور متعلق ہے شامِلٌ اسم فاعل پوشیدہ کا یہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر صفت ہے اِمْرِیءٍ کی یہ مرکب توصیفی مضاف الیہ ہے کُلِّ کا یہ مرکب اضافی مجرور ہے جار مجرور متعلق مقدم ہے مَّا ۔ اکْتَسَبَ کا مفعول موصول ۔ اکْتَسَبَ باب افتعال کا ماضی مطلق اکْتَسَبَ

سے مشتق ہے۔ ھُوَ پوشیدہ ضمیر اس کا فاعل ہے مرجع ہے امْرِءٍ۔ مِنَ جارہ بعضیہ کا الْاِثْمِ اسم مفرد معرفہ بمعنی گناہ۔ الف لام جنسی ہے۔ یہ جار مجرور متعلق ہے اکْتَسَبَ کا۔ یہ فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا مَا کا یہ موصول صلہ مل کر فاعل ہے ثَابِتٌ کا یا نائب فاعل ہے موجودٌ پوشیدہ کا یہ اسم مشتق پوشیدہ اپنے فاعل و متعلق مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ وَالَّذِیْ تَوَلّٰی كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝۱۱ ۔ واوٴ ابتدائیہ۔ اَلَّذِیْ اسم موصول تولی باب تفعّل کا ماضی مطلق واحد مذکر تَوَلِّیْ مصدر ہے ترجمہ ہے منہ پھیرنا۔ مراد ہے بھاگ دوڑ کر شرارت پھیلانا۔ اس کا فاعل ھُوَ پوشیدہ کا مرجع اَلَّذِیْ كِبْرَ۔ اسم مفرد جامد بمعنی بڑی مضاف ہے ہٗ ضمیر کا مرجع ہے اِفْک مضاف الیہ ہے۔ مِنْهُمْ یہ جار مجرور متعلق ہے تَوَلّٰی کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہے اَلَّذِیْ کا وہ موصول صلہ مل کر مبتدا ہے۔ لَهٗ جار مجرور متعلق ہے قَائِمٌ پوشیدہ اسم فاعل کا عَذَابٌ اسم نکرہ مفرد جامد موصوف ہے عَظِیْمٌ اس کی صفت یہ مرکب توصیفی فاعل ہے قَائِمٌ پوشیدہ کا۔ ترجمہ ہے بڑا عذاب اخروی یہ اسم فاعل پوشیدہ اپنے فاعل و متعلق سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے اَلَّذِیْ کے جملے کی دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَیْرًا ۙ وَّ قَالُوْا هٰذَاۤ اِفْكٌ مُّبِیْنٌ ۝۱۲ لَوْلَا حرف توبیخ (جھڑک) بمعنی ھَلَّا ان آیات میں لَوْلَآ چھ جگہ آیا ہے اول آیت ۱۲ میں دوم آیت ۱۳ میں سوم آیت ۱۴ میں چہارم آیت ۱۶ پنجم آیت ۲۰ ششم آیت ۲۱ میں لَوْلَآ اگر ماضی پر داخل ہو تو برائے توبیخ یعنی جھڑک۔ اگر مضارع پر داخل ہو تو برائے تحضیض یعنی آمادہ کرنا اور اگر جملہ اسمیہ پر آئے تو برائے امتناع یعنی منع کرنا۔ ان آیات میں اول دوم چہارم توبیخ کے لیے ہے اس لیے ان میں جزا شرط مذکور نہیں ہوئی اور سوم پنجم ششم شرطیت کے لیے اس لیے سوم و ششم کی جزا لفظاً موجود ہے اور پنجم کی جزا محذوف منوی ہے۔ لَوْلَآ توبیخیہ کا تعلق ماضی سے ہے بمعنی ایسا کیوں نہ ہوا۔ لَوْلَآ تحضیضی کا تعلق مستقبل سے ہے بمعنی ایسا کیوں نہیں کرتے۔ لَوْلَآ امتناعیہ کا تعلق بھی ماضی سے ہے بمعنی ہے کہ اگر ایسا نہ ہوتا تو ایسا ہو جاتا۔ اِذْ ظرفیت زمانی کے لیے بمعنی جس وقت سَمِعْتُمُوْ۔ باب سَمِعَ کا ماضی مطلق صیغہ جمع مذکر حاضر۔ دراصل ہے سَمِعْتُمْ واوٴ برائے تفخیم ہے۔ سَمْعٌ سے مشتق ہے اس کا فاعل ضمیر صیغہ ہٗ ضمیر مفعول بہ کا مرجع اِفْکٌ۔ یہ فعل فاعل مفعول بہ جملہ فعلیہ ہو کر ظرف مقدم ہے۔ اس مقدم پہلے ہونے سے جھڑک کی سختی ظاہر ہوئی ظَنَّ باب نصر کا ماضی مطلق واحد مذکر بمعنی ماضی تمنائی۔ اَلْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ معطوف علیہ معطوف فاعل ہے ظَنَّ کا۔ بِ جارہ فوقیت کے لیے۔ اَنْفُسِ۔ اسم جمع مکسر منصرف اس کا واحد ہے نَفْسٌ ترجمہ ہے شخصیات ھِمْ ضمیر جمع مذکر نفس کی بمعنی اپنی یہ مضاف و مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مجرور۔ متعلق ہے ظَنَّ کا خَیْرًا۔ اسم حاصل مصدر جامد بمعنی اچھائی۔ بھلائی نیکی۔ مراد ہے پاکدامنی۔ مفعول بہ ہے ظَنَّ کا یہ سب فعل فاعل مفعول بہ ظرف مقدم اور متعلق مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو گیا ظَنَّ کا بمعنی ماضی تمنائی اور جملہ کا انشائیہ ہونا لَوْلَا توبیخی کی وجہ سے ہے۔ واوٴ دوسرے جملہ بعض نے کہا عاطفہ ہے اور عطف ظَنَّ کے جملہ پر ہے۔ قَالُوْا فعل ھُمْ ضمیر صیغہ اس کا فاعل یہ فعل فاعل جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر قول ہوا یہ قَالُوْا ماضی مطلق بھی لَوْلَا کی وجہ سے بمعنی ماضی تمنائی ہے۔ ترجمہ ہے اور کیوں نہ کہا یا کہہ دیے۔ ھٰذَآ۔ اسم اشارہ قریبی بمعنی یہ۔ اس کا مشار الیہ ہے وہی منافقین کی تہمت و شرارت۔ ھٰذَآ مبتدا۔ اِفْكٌ موصوف مُّبِیْنٌ۔ باب افعال کا اسم فاعل بمعنی اسم مفعول ترجمہ ہے کھلا ہوا یہ صفت ہے اِفْكٌ کی یہ مرکب توصیفی خبر ہے ھٰذَآ مبتدا کی دونوں مل

کر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ ہے قَالُوْا کا۔ یہ قول مقولہ جملہ قولیہ انشائیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ

اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ؕ بَلْ هُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ ؕ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ وَ الَّذِیْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۱﴾۔ اور بیشک وہ بدبخت منافق لوگ جو محض شرارت و فتنے کی نیت سے اپنی گھٹیا ذہنیت سے بالکل بناوٹی حقیقت کے خلاف ایک بات بنا کر لے آئے وہ لوگ تم مسلمانوں میں ہی شامل ایک شرارتی منافقوں کا ٹولہ ہے تفاسیر و احادیث میں کل منافقین کی تعداد تین سو بتائی گئی۔ اِفک بنانے میں منافقین کا سردار عبداللہ بن ابی ابن سلول عبداللہ منافق کے باپ کا نام ابی اور ماں کا نام سلول تھا۔ تمام منافقین یہودی تھے اور یہودی منصوبہ کے تحت صرف زبانی مسلمان ہوئے تھے مسلمانوں کو ورغلانے کے لیے یہودیوں کی منافقت ان کی پرانی عادت ہے۔ اس کا دوسرا ساتھی زید بن رفاعہ بن زید یہودی منافق اس کا تیسرا ساتھی مُعَب بن ریاض یہودی منافق۔ ان تینوں نے یہ بہتان بنایا اور باقی منافقین نے دلچسپی سے اس کو پھیلایا اور چند مخلص نادان مسلمانوں کو بھی اس افک میں ورغلایا۔ لیکن ان کی ورغلاہٹ میں صرف تین مسلمان مبتلا ہوئے اور کوئی اس شرارت شیطانی میں شامل نہ ہوا۔ ان تین مسلمانوں کے نام حسان بن ثابت اور مسطح بن اثاثہ بن عباد بن مطلب ان کا اصل نام عوف بن اثاثہ ہے۔ لفظ مسطح کا لغوی ترجمہ ہے خیمہ (از روح البیان) شاید یہ خیمہ سازی کرتے ہوں گے اور تیسری شخصیت حمنہ بنت جحش اسدیہ تھیں۔ یہ چھوٹی بہن تھیں اُمّ المومنین زینب بنت جحش کی۔ کچھ مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ اس شرارت میں فقط اپنی بہن زینب کو اپنے گمان میں خوش کرنے کے لیے شامل ہوئیں کیونکہ حضرت صدیقہ سوکن یعنی سوت تھیں زینب کی۔ بھلا اس کے سوا حمنہ کا اور کیا مقصد ہو سکتا ہے۔ مگر حضرت زینب بذات خود حضرت صدیقہ کی ثناگو تھیں اور اپنی چھوٹی حمنہ کے اس کردار سے سخت ناخوش۔ ان تینوں کا کام ان دنوں یہ تھا کہ ہر محفل مجلس اور گلی محلے میں اس افک کو سوالیہ انداز میں مشہور کرتے پھرتے تھے کوئی مسلمان ان کو جھڑک دیتا کوئی انکار کرتا اور کوئی بالکل خاموش رہتا۔ کوئی ان کی ہی طرح کا کچے ایمان والا مذبذب ہو جاتا۔ یہ لوگ تو اپنے اپنے خیال میں کوئی حضرت صفوان بن معطل کو بدنام کر رہا تھا کوئی حضرت زینب کی خوشی کی خاطر۔ مگر یہ دھیان ان تینوں میں سے کسی کو نہ آیا کہ ہماری اس بدکرداری سے ہمارے اس آقا غیب جاننے والے نبی رحمۃ عالمین ﷺ کو کتنی رنجیدگی پہنچ رہی ہے جو ہمارے قلبی ارادوں کو بھی جانتے ہیں۔ ان لوگوں کو یہ بھی احساس نہ رہا کہ خود ہماری تا قیامت کتنی ذلت بن رہی ہے۔ منافقوں سے یہ بدخصلتی کچھ بعید نہ تھی وہ تو ازل کے بدتر۔ جہنم کے شرارتی اور ابد کے جہنمی ہی ہیں۔ کم از کم ان تین مسلمانوں کو تو عقل سے کچھ سوچنا چاہیے تھا بلکہ حق ایمان تو یہ تھا کہ ان منافقوں کا منہ توڑنا چاہیے تھا۔ اس قذف افک سے پانچ شخصیات کو ذاتی تکلیف پہنچی۔ ا۔ آقائے کائنات حضور اقدس ﷺ کو۔ ۲۔ اُمّ المومنین جناب صدیقہ کو۔ ۳۔ ان کے والد صدیق اکبر کو۔ ۴۔ صدیقہ کی والدہ اُمّ رومان زینب بنت دہمان کو۔ ۵۔ صفوان بن معطل سلمی ثم ذکوانی کو۔ ان شخصیات مقدسات کو منافقین اور ان تین احمقین مخلصین پر ان کی اس فتنہ انگیزی کی وجہ سے غم و غصہ بھی تھا اور صبر و تحمل بھی۔ ان کی ہی تسلی و تشفی کے لیے یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اس واقعے کو اپنے لیے نقصان دہ شر مت سمجھو بلکہ تا قیامت دنیا و آخرت میں خیر ہے تمہارے لیے۔ اس جملہ مبارکہ میں چار

شخصیات سے خطاب ہے۔ صدیق اکبر۔ اُمِ رومان زوجہ صدیق اکبر۔ حضرت صدیقہ اور صفوان بن معطل و دیگر مخلصین سے۔ فرمایا یہ جا رہا ہے کہ اے غمزدہ صبر و تحمل کرنے والے مسلمانو یہ شرارت و فتنہ انگیز واقعہ اگرچہ ظاہراً بہت بڑا شر ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے اس شر کو تمہارے لیے تاقیامت عظیم و کبیر خیر بنا دیا اور منافقین نے جو ارادے و منصوبے بنائے تھے وہ ان پر ہی الٹے پڑ جائیں گے۔ لہٰذا اے مسلمانو تم اس شرارت کو اپنے لیے شر اور مصیبت گمان نہ کرو بلکہ حقیقۃً منافقوں کی یہ فتنہ پرور چالیں تمہارے لیے خیر کثیر بنتی چلی جائیں گی چنانچہ پانچ وجہ سے یہ افک ان مسلمانوں کے لیے خیر بن گئی۔ ۱۔ افک سے غم اور غم پر صبر اور صبر سے دائمی ثواب۔ ۲۔ تاقیامت حضرت صدیقہ کی پاکدامنی کا چرچا۔ ۳۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں پاکدامنی بیان فرما کر تاقیامت حضرت صدیقہ کی عفت و عزت کو مسلمانوں کے ایمان کا ایک حصہ بنا دیا۔ جو مسلمان سارے ایمانیات کو مانے مگر حضرت صدیقہ کی پاکدامنی کو نہ مانے وہ مومن نہیں ہو سکتا۔ ۴۔ قاذفین کو قیامت تک کی ذلت ملی۔ ۵۔ خود رب تعالیٰ نے پاکدامنی بیان فرمائی اور اس قذف کو افک اور بہتان فرمایا یعنی یہ تہمت تو بالکل ہی خلاف حقیقت ہے۔ مقصد فرمان الٰہی یہ ہے کہ چاہیے تو یہ تھا کہ حضرت صدیقہ کی ثناخوانی و مدح سرائی کی جاتی کیونکہ حضرت صدیقہ فضیلت میں اکمل عفت میں اعلیٰ حسب و نسب میں بالا علم، عقل، شرافت، دیانت، صداقت، فقاہت، حقانیت میں مقام کمال پر اور اولوالعزم زوجیت والی۔ اس واقعے سے بہت سے لوگوں کا کردار ابھر کر سامنے آ گیا۔ کھوٹا کھرا اور کم عقل کمزور ایمان والا مسلمان پہچانا گیا۔ منافقت تا ابد ظاہر و فاش ہو گئی۔ اخلاقیات اسلامی کے قوانین و ضابطے مسلمانوں کو بتائے گئے اور مسلم معاشرے کو ہمیشہ کے لیے برائیوں بداخلاقیوں، بہتان بازیوں کی پیداوار سے بچایا گیا اس لیے یہ واقعہ شر سے زیادہ خیر بن گیا۔ دنیا میں شر بھی موجود ہے اور خیر بھی۔ شر وہ ہوتا ہے جس کا نقصان اس کے نفع سے زیادہ ہو۔ خیر وہ ہوتا ہے جس کا نفع اس کے نقصان سے زیادہ ہو۔ وہ شر جس میں خیر بالکل نہیں وہ جہنم ہے وہ خیر جس میں شر بالکل نہیں وہ جنت ہے (از قرطبی) تاریخ قرآنی میں چار تہمتوں کا ذکر ہے۔ **اول** تہمت یوسف علیہ السلام کو لگی تو ان کی پاکدامنی اہل زلیخا کے ایک شیر خوار بچے نے دی۔ **دوم** حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں نے نامردی کی تہمت آپ کی حیات داری پردہ نشینی کی وجہ سے لگائی تو پتھر آپ کے کپڑے لے کر بھاگ گیا اور یہودیوں کے اجتماع میں آپ کو پیچھے بھگاتے ہوئے لے آیا اور اس تہمت کو مٹایا۔ **سوم** حضرت مریم کو یہودیوں نے تہمت لگائی تو حضرت مسیح علیہ السلام نے شیر خوارگی میں اپنی والدہ مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پاکدامنی بیان فرمائی۔ **چہارم** لیکن جب زوجہ محبوب ﷺ حضرت صدیقہ کو خبثاء زمانہ نے تہمت لگائی تو رب تعالیٰ نے قرآن مجید کی ان ہی اٹھارہ آیات میں خود صدیقہ کی پاکدامنی بیان فرمائی۔ سابقین کے وہ واقعات و حالات تاریخی قصے بن گئے مگر عفت صدیقہ کے چرچے تاقیامت تلاوتوں، تفسیروں منبروں محرابوں میں، عفت صدیقہ جزو ایمان، تہمت کا عقیدہ کفر و ضلالت سابقہ تہمتوں کو افک نہ فرمایا گیا مگر تہمت صدیقہ کو بزبان قرآن اِفْكٌ مُّبِيْنٌ بھی بہتان عظیم بھی فرمایا گیا یہ وہ چند خصوصیات ہیں جو اولین و آخرین میں بجز صدیقہ کسی کو نہ ملیں۔ تاریخ اسلام میں دو عورتیں تمام مسلمانوں کے لیے قابل فخر ہیں۔ **ایک** ام المومنین حضرت زینب کہ ان کا نکاح نبی کریم ﷺ کے ساتھ خود رب تعالیٰ نے قائم فرمایا۔ چنانچہ سورۃ احزاب آیت ۳۷ میں ہے۔ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا۔ **دوم** ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہا کہ ان کی پاکدامنی خود رب تعالیٰ نے بیان فرمائی ان وجوہ سے اس شرارت منافقین کو بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ فرمایا گیا۔
اور اے مسلمانو یہ بھی ذہن نشین کرلو کہ اس تہمت افک میں ان منافقین و احمقین میں جن لوگوں نے جتنی شرارت کمائی اور اپنے
اوپر جتنا گناہ کمایا اس کو اتنی ہی شرعی سزا دی جائے گی اور اب تا حشر یہ شرعی اسلامی قانون بنا دیا گیا ہے کہ جو بدبخت محصنات
غافلات مومنات عفت مآب عورتوں کو افک جیسی جھوٹی تہمت لگائیں گے ان کو وہی سزا ہوگی جو حضرت صدیقہ کے قاذفین و
مشتہرین کو دی جائے گی۔ افک صدیقہ کے مجرم سات قسم کے لوگ ہوئے۔ ۱۔ کسی نے افک کی بناوٹ کی۔ ۲۔ کسی نے
بناوٹ میں تعاون کیا۔ ۳۔ کسی نے تائید کی۔ ۴۔ کسی نے تشہیر کی۔ ۵۔ کسی نے ہنسی اڑائی۔ ۶۔ کسی نے دلچسپی دکھائی۔ ۷۔ کسی
نے خاموشی اپنائی۔ چنانچہ مجرم اول کو دگنی سزا القذف یعنی ایک سو ساٹھ کوڑے، مجرم دوم کو اسی کوڑے قذف کی شرعی حد، مجرم سوم
کو تعزیری سزا، مجرم چہارم کو توبہ و دنیوی کی سزا، مجرم پنجم کو اعتراف گناہ کی سزا، مجرم ششم کو ندامت و ذلت کی سزا، مجرم ہفتم کو
عتاب الٰہی کی سزا۔ پھر کسی کو دنیا میں بھی سزا آخرت میں بھی، کسی کو قبر، حشر جہنم کی سزا کسی کو ابدی کسی کو عارضی، کسی کو شرعی سزا
کے علاوہ معذوری کی سزا، عبرت بھی۔ حسان آنکھوں سے نابینا ایک ہاتھ سے معذور مسطح کی بینائی نیم سی ہو گئی تھی وہ راستوں
میں ٹھوکریں کھا کر گرتے تھے اور حمنہ کو مرگی و مالیخولیا کی بیماری لگ گئی تھی ان تینوں کو اسی اسی کوڑے بھی حد قذف میں لگائے
گئے۔ مگر یہ تینوں بھی توبہ کرنے پچھتانے اور حضرت صدیقہ سے معاف کرا لینے کی وجہ سے آخرت میں مرحوم و مغفور ہیں اور
البتہ وہ بدبخت منافق جو ان قاذفین میں سب سے بڑا شرارتی فتنہ پرور فساد ظاہر کرنے والا ان کے لیے تو بہت ہی بڑا عذاب
الیم و عظیم ہے دنیا میں منافقت کا پردہ فاش کر دنیا میں ذلت قبر میں سر حسرت حشر میں منہ کالا دوزخ کا نوالہ یعنی سر کے بل گھسیٹنا،
جہنم میں گرنا، نہ دنیوی پچھتاوا کام آیا نہ رونا دھونا مفید ہوا کیونکہ منافقوں کا پچھتانا بھی توبہ کا نہ تھا اپنے منصوبے کی ناکامی کا تھا
کہ ہائے میرا منصوبہ میری ہی ذلت ابدی بن گیا یہ منصوبہ تو مسلمانوں کو دور بھگانے، نبوت کو ستانے اسلام کو ناکام بنانے، چادرِ
عفت پر بدنامی کا جھوٹا داغ لگانے، کامیابی اسلام پر خوش ہوتے مسلمانوں کو رلانا یہودیوں کے منصوبے کا جال پھیلانا تھا مگر
آیات قرآن نے نازل ہو کر اقوام عالم کے سامنے میری کمر توڑ حالت بنا دی۔ مکاری یہودیت، عیاری نصرانیت کے پول
کھل گئے اور جن کو میں رسوا کرنا چاہتا تھا ان کو حکمت الٰہی قدرت صبر و تحمل مصطفائی سے مزید ترقی کے انوار روشنی کے مینار
عزت وقار، اعلیٰ کردار کے تمغات مل گئے۔ کاش یہ آیات نازل نہ ہوتیں اور نبی کریم خود ہی حد قذف کا ثبوت مانگ کر فیصلہ
فرما دیتے سزائے قذف لگا دیتے بات ختم ہو جاتی۔ لیکن ایسا نہ کیا گیا آخر کیوں؟ نبی کے علم غیب نے کیا جانا اور ان کی دور و
نزدیک کو دیکھنے والی نگاہِ اعجاز نے کیا دیکھ لیا تھا۔ ایک ماہ تک خاموش رہے ظاہراً پریشان تھے باطناً مطمئن تھے۔ ہائے
افسوس، نہ ان کو ہم ستاتے اور نہ وہ غمگین یوں ہوتے۔

نہ کھلتے کفر سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

تاریخوں میں ہے کہ اس ذلت کے بعد ابن ابی تا عمر کبھی سر اٹھا کر نہ چلا۔ اپنی اس ذلت کا شدت سے احساس تھا اور تھوڑے
عرصے بعد اسی ذلت میں مر گیا۔ اے چند نادان مسلمانو! وہ تو منافق تھا اس نے تو ایسا ہی کردار بد دکھانا تھا، مگر تم کو کیا ہو گیا تھا۔
تمہارا جذبہ ایمانی، قوت عرفانی، جرات ایقانی کیوں سرد اور زبان حقانی کیوں خاموش رہی۔ لَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُمْ

الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ۔ ایسا کیوں نہ ہوا کہ جس وقت تم لوگوں نے منافقوں کی اس بناوٹی بکواسیات کو سنا تھا تو اسی وقت بلا جھجک فوراً تصدیق قلبی یقین عقلی سے گمان کر لیا ہوتا سب مومن مردوں اور مومنہ عورتوں نے اپنے دل میں بھی اور آپس میں بھی خیر و عافیت اور بھلائی کا اور منافقین قاذفین سے بڑھ چڑھ کر بلند و بالا طریق سے پاکدامنی کا چرچہ مشہور کرتے ہوئے سب سے کہتے کہ یہ تہمت سازی شرارت بازی کھلی ظاہر ظہور افک ہے باطل خلاف حقیقت بناوٹی بات ہے۔ تمہاری اس خاموشی و حیرانگی سے تو بدبختوں کے حوصلے شرارتی کردار اور بڑھ گیا اے لوگو یہ افک صدیقہ قاذفین کا جرم اور تمہارا امتحان تھا جس میں تم کامیاب نہ ہوئے۔ بِاَنْفُسِهِمْ کا اصل معنی ہے اپنوں سے اصطلاحی معنی ہے اپنے آپ سے۔ یہاں اس لفظ مرکب نے یہ درس عظیم عطا فرمایا کہ سب مومن ملت واحدہ کی لڑی میں ایک جسم و جان کی مثل مسلمان اعضاء یک دیگر اند۔ حضرت نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ فرمایا آقا ﷺ نے مَثَلُ الْمُسْلِمِيْنَ فِيْ تَوَاصِلِهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ اِذَا وَجَعَ بَعْضُهٗ بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰى وَجَعَ كُلُّهٗ ۔ یعنی آپس کی غمخواری اور رحم دلی میں مسلمانوں کی مثال ایک جسم کی طرح ہے کہ جب جسم کا کوئی حصہ بے خوابی یا بخار سے تکلیف میں ہوتا ہے جسم تڑپ اٹھتا ہے۔ دوسری حدیث مقدس میں ہے۔ عَنْ اَبِيْ بُرْدَهْ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ اَلْمُؤْمِنُوْنَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهٗ بَعْضًا ۔ حضرت ابی بردہ سے روایت ہے کہ فرمایا آقا ﷺ نے سب مومن ایک دوسرے کے لیے ایک قلعے کی مثل ہیں کہ بعض بعض سے مضبوطی حاصل کرتا ہے لہٰذا کسی مسلمان کو کسی مسلمان سے تکلیف نہیں پہنچنی چاہیے۔ تو اس شخص سے زیادہ بدبخت کون ہوگا جس کے قول و عمل سے آقا ﷺ کو رنج و غم پہنچے۔

افک کا واقعہ

بخاری و مسلم اور دیگر بعض کتب احادیث اور ان سے منقول تمام تفاسیر میں واقعہ افک اس طرح مذکور ہے کہ غزوہ بنی مصطلق جس کو علاقائی نام سے غزوہ مریسیع بھی کہتے ہیں یہ جہاد قبیلہ بنی خزاعہ کی ایک شاخ بنی مصطلق سے مقام مریسیع میں ہوا تھا۔ یہ جگہ مدینہ منورہ سے سات منزل دور ہے ایک منزل پچاس میل دور ہوتی ہے گویا ساڑھے تین سو میل دور مریسیع ایک کنویں کا نام تھا اسی کے نام پر علاقہ کا نام بھی مریسیع ہو گیا یہ غزوہ غزوات اسلامیہ میں اٹھارہواں تھا ۵ھ یا ۶ھ میں ہوا تھا۔ بروز دوشنبہ چند گھنٹے لڑائی ہوئی کفار نے زبردست شکست کھائی۔ دس کافر مارے گئے چالیس گرفتار ہوئے اکثر مسلمان ہو گئے۔ واپسی سے پہلے آقا ﷺ کے حکم سے سب قیدیوں کو بلا معاوضہ آزاد کر دیا گیا۔ کفار نے ایسا اخلاق حسن زندگی میں پہلی بار دیکھا تھا بہت متاثر ہوئے اور سب مسلمان ہو گئے۔ حضرت صدیقہ فرماتی ہیں اس غزوے کی طرف روانگی سے ایک دن پہلے حسب قاعدہ ازواج پاک میں ہمراہی کے لیے قرعہ ڈالا گیا۔ فرماتی ہیں نام میرا نکلا اس لیے میں ساتھ گئی واپسی ایک منزل میں ٹھہرے رات گزاری جب بعد نماز فجر کوچ کا نقارہ بجا تو مجھے حاجت ہوئی میں جنگل کی طرف نکل گئی جب فارغ ہو کر لوٹنے لگی تو میں نے محسوس کیا کہ میرا قیمتی ہار جو شادی میں میری والدہ نے مجھے دیا تھا گر گیا میں پھر اسے ڈھونڈنے لگی وہ ہار کالے اور سفید یمنی موتیوں کا تھا قیمت بارہ درہم تھی۔ اتنی دیر میں قافلہ اگلی منزل کی طرف چل

خادمین نے میری ہودج پالکی اٹھا کر اونٹ پر باندھ دی اور اٹھانے والے دونوں بندوں کو احساس بھی نہ ہوا کہ میں اس میں نہیں ہوں کیونکہ میں دبلی پتلی ہلکی پھلکی لڑکی تھی اس وقت حضرت صدیقہ کی عمر تقریباً پندرہ سال تھی۔ جب مجھے ہار مل گیا تب میں وہیں واپس آئی۔ دیکھا کہ سب میدان خالی پڑا ہے۔ میرا دل تو بہت پریشان ہوا لیکن یہ خیال کر کے آگے جس منزل پر اتریں گے تو مجھے نہ پا کر واپس لوٹیں گے۔ میں ایک پتھر سے ٹیک لگا کر لیٹ گئی اور مجھے نیند آ گئی۔ تھوڑی ہی دیر میں صفوان بن معطل سلمی ذکوانی جن کو اس سفر میں صرف اس لیے پیچھے رکھا تھا کہ وہ روانگی قافلہ کے بعد آئیں تا کہ قافلے کے پڑاؤ سے گزریں اور جس کی کوئی چیز پڑاؤ میں رہ گئی ہو وہ لیتے آئیں۔ جب صفوان وہاں پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ کوئی آدمی وہاں سو رہا ہے۔ ذرا قریب پہنچے تو انہوں نے مجھے پہچان لیا کیونکہ حکم پردہ کے نزول سے پہلے انہوں نے مجھے دیکھا ہوا تھا۔ انہوں نے زور سے پڑھا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۱۵۶﴾ پردے کی آیات ۳ھ میں نازل ہو چکی تھیں۔ یہ آواز سن کر میں جاگی اور میں نے فوراً اپنی چادر سے منہ ڈھک لیا۔ صفوان نے اپنا اونٹ بٹھایا اور میں اچھی طرح اپنی چادر میں لپٹ کر اونٹنی پر بیٹھ گئی۔ صفوان نے بجز اِنَّا لِلّٰهِ کے کوئی بات تمام راہ نہ کی۔ میں سارے راہ یہ پڑھتی رہی حَسْبِیَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ دوپہر تک ہم قافلے میں پہنچ گئے۔ قافلے کی ابتدا میں ہی عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں کا قیام تھا۔ عبداللہ نے کسی سے پوچھا کہ اب کون وارد ہوا ہے اس کے کسی ساتھی نے آواز لگائی کہ یہ عائشہ اور صفوان ہے۔ بس یہیں سے اس نے منصوبہ بنا لیا۔ حضرت صدیقہ کو اس سے آگے کچھ پتہ نہیں راویات واقعہ کہتے ہیں کہ اگلی منزل مدینہ منورہ پہنچنے تک عبداللہ ابن ابی اور اس کے ساتھیوں نے قافلے میں کھلبلی مچا دی۔ کہتے پھرتے کہ عائشہ صفوان سے بچ نہیں سکتی۔ کسی سے کہتا کہ دیکھو تمہارے نبی کی بیوی نے کیا کیا۔ حضرت صدیقہ فرماتی ہیں کہ مدینہ منورہ پہنچ کر میں بیمار ہو گئی اور شہر کے اندر ان دس بارہ دنوں میں جو میرے خلاف چرچا ہو رہا تھا مجھے اس کے بارے میں کچھ پتہ نہیں تھا ہاں البتہ میں اتنی تبدیلی محسوس کر رہی تھی کہ نبی کریم ﷺ کچھ فکرمند رہتے تھے گھر میں بہت کم آتے اور میری طرف بھی پہلے جیسا لطف و کرم نہ فرماتے۔ ایک دن صبح اندھیرے میں اپنی پھوپھی ام مسطح بنت ابی رھم بن عبد مناف کے ساتھ جنگل گئی۔ ان دنوں ابھی گھروں میں بیت الخلا نہ ہوتے تھے۔ جب فارغ ہو کر واپس آ رہی تھیں تو ام مسطح نے اپنے کمبل سے الجھ کر ٹھوکر کھائی اور بے ساختہ ان کے منہ سے نکلا۔ تَعِسَ الْمِسْطَحُ۔ یعنی مسطح ہلاک ہو۔ یہ سن کر میں نے حیرانی سے کہا اے پھوپھی کیا آپ اپنے بیٹے اور غازی بدر کو بددعا دے رہی ہیں۔ انہوں نے جواباً کہا اے غافل بھولی لڑکی کیا تجھے پتہ نہیں کہ وہ کیا بکتا پھر رہا ہے۔ میں نے پوچھا کیا کہہ رہا ہے۔ تب انہوں نے مجھے مسطح اور منافقوں کی ساری بات بتائی یہ سن کر تو میرے ہوش اڑ گئے غم سے بیماری زیادہ ہو گئی گھر آ کر بمشکل نماز فجر پڑھی اور بستر پر گر پڑی۔ جب نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور مجھے ایسے پڑے دیکھا تو فرمایا كَیْفَ تِیْلِسا۔ اے عائشہ کیسی ہو۔ میں نے عرض کیا مجھے میکے بھیج دیجئے آپ نے مجھے ایک غلام کے ساتھ میکے بھیج دیا۔ میرا میکہ قریب ہی تھا۔ یہ واقعے کا تقریباً بیسواں دن تھا۔ ادھر واقعے کے تقریباً دسویں دن آقا ﷺ نے منبر پر تشریف فرما ہو کر مجمع عام میں فرمایا۔ فَوَ اللّٰهِ مَا عَلِمْتُ عَلٰی اَهْلِ بَیْتِیْ اِلَّا خَیْرًا۔ وَلَقَدْ ذَكَرُوْا رَجُلًا مَا عَلِمْتُ عَلَیْهِ اِلَّا خَیْرًا وَمَا كَانَ یَدْخُلُ فِیْ بَیْتِیْ اِلَّا مَعِیْ۔ ترجمہ: واللہ میں اپنے اہل بیت میں سوائے خیر کے کچھ نہیں پاتا اور جس شخص کو یہ مردود منافقین بدنام کر رہے ہیں میں اس میں بھی

بھلائی کے سوا کچھ نہیں پاتا وہ جب بھی میرے گھر آیا تو میرے ساتھ ہی آیا۔ تم میں سے کون مجھے اس منافق کے بارے میں معذور رکھے گا یعنی اگر میں اس کے خلاف قدم اٹھاؤں تو کسی کو برا نہ لگے یہ دیگر منافقوں یا اس کے غیر مسلم قبیلے کی طرف اشارہ تھا۔ اس پر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اٹھ کر عرض کیا۔ یا سیدی یا رسول اللہ اگر وہ شخص میرے قبیلے اوس کا ہے تو میں اس بدبخت کو قتل کر دوں گا اور اگر وہ بنی خزرج کا ہے تو آپ جو حکم فرمائیں کر گزروں گا اس پر بنی خزرج کے سردار سعد بن عبادہ حضرت ابن معاذ اور ان کے چچازاد بھائی اسید بن حضیر سے قومی طرفداری میں کچھ تلخ کلامی کرنے لگے۔ عبداللہ بن ابی مردود بھی بنی خزرج سے تھا۔ تفسیر روح البیان ششم ۱۲۵ / اور مدارج چہارم ۷۸ ۳ پر ہے کہ پھر فاروق اعظم نے ابن عبادہ کو جھڑکا اور شور کو ٹھنڈا کیا اور عرض کیا یا رسول اللہ میں گواہی دیتا ہوں عائشہ صدیقہ کی پاکدامنی اور عفت اعلیٰ کی اس لیے کہ ہم نے دیکھا ہے آپ کے جسم اقدس پر گندی مکھی نہیں بیٹھ سکتی تو جس اللہ تعالیٰ نے آپ کے جسم پاک کو اس مکھی سے بچایا جو گندگی پر بیٹھتی ہے تو بھلا گندی عورت کو آپ کی زوجیت کا شرف کس طرح عطا فرماتا۔ پھر عثمان غنی کھڑے ہو کر عرض کرنے لگے۔ یا سیدی یا رسول اللہ میں گواہی دیتا ہوں صدیقہ کی پاکدامنی کی اس لیے کہ ہم سب نے دیکھا ہے، آپ کا سایہ نہیں ہے نہ دھوپ میں نہ چاندنی میں تاکہ آپ کے سائے پر کسی کا پیر نہ پڑے جب رب تعالیٰ کو آپ کے سائے کی بے ادبی پسند نہیں اس لیے آپ کے سائے کی حفاظت فرمائی تو کس طرح ہو سکتا ہے کہ آپ کی شریک حیات کی حفاظت نہ فرمائے بدکرداری تو درکنار یہاں تو بدنگاہی بھی محال و ناممکن ہے۔ یہ دونوں کلام تمام صحابہ وغیرہ نے سنے مگر کسی نے بھی نہ انکار کیا نہ حیرانی کا اظہار کیا کیونکہ تمام لوگ دن رات یہ دونوں معجزے دیکھتے تھے۔ پھر اسی مجمع عام میں مولیٰ علی کھڑے ہوئے اور عرض کیا میں گواہی دیتا ہوں حضرت صدیقہ کی پاکدامنی کی، اس لیے کہ ابتدائی ایام میں ہم سب باجماعت نماز مع جوتیوں کے ادا کر رہے تھے تو آپ نے دوران نماز جوتیاں اتار دیں ہم سب نے بھی اتار دیں یہ سمجھ کر کہ شاید حکم شرعی بدل گیا۔ مگر آپ نے سلام پھیر کر فرمایا حکم نہیں بدلا بلکہ جبرائیل نے مجھے کہا کہ آپ کی نعلین میں کچھ گھناؤنی چیز لگی ہے تو میں نے بحکم ربی اپنی جوتیاں اتار دیں۔ یا آقا جب اللہ تعالیٰ کو آپ کی نعلین پر گھناؤنی چیز پسند نہیں تو آپ کے لیے گندی عورت کیسے منتخب فرما سکتا ہے۔ ادھر ایوب انصاری کے والد خالد بن زید کی گفتگو اپنی بیوی سے ہوئی آپ نے اپنی بیوی ام ایوب سے پوچھا۔ کیا تم نے کچھ سنا ہے۔ بولیں ہاں سنا ہے۔ خالد بن زید نے پوچھا تم اس کے بارے میں کیا کہتی ہو۔ بیوی نے جواب دیا۔ اگر میں عائشہ کی جگہ ہوتی تو کیا رسول اللہ سے خیانت کر سکتی تھی ہرگز نہیں۔ عائشہ تو مجھ سے بھی خیر ہیں۔ پھر کہا اور اگر تم اے ابوایوب صفوان کی جگہ ہوتے تو کیا کسی ناجائز حرکت کا تصور بھی کر سکتے تھے۔ ابوایوب نے فرمایا۔ نعوذ باللہ ہرگز نہیں۔ بیوی نے کہا۔ تو صفوان تم سے بھی خیر ہیں۔ یہ بات بھی آقا ﷺ تک پہنچی ان ہی دنوں میں خود نبی کریم ﷺ نے اپنی زوجہ زینب بنت جحش سے پوچھا کہ تم نے کبھی عائشہ میں کوئی عیب دیکھا۔ تو انہوں نے عرض کیا۔ قسم ہے رب تعالیٰ کی میں نے عائشہ میں خیر کے سوا کبھی کچھ نہیں دیکھا اس کی پاکدامنی کی گواہی تو فرشتے بھی دیتے ہیں۔ آقا ﷺ ان تمام صحابہ وصحابیات کی یہ پاکیزہ باتیں سن کر مسرور ہوئے۔ صدیقہ فرماتی ہیں کہ جب میں میکے پہنچی تو والدہ سے پوچھا کہ میرے متعلق یہ کیا باتیں اڑ رہی ہیں۔ والدہ نے فرمایا۔ بیٹی تو غم نہ کر۔ کیونکہ جو بیوی اپنے شوہر کی محبوبہ ہو اور اس کی سوکنیں بھی بہت ہوں اس کے خلاف ایسی باتیں اڑا ہی کرتی ہیں۔ میں نے

پوچھا کیا والد محترم کو اس کے متعلق پتہ ہے۔ بولیں ہاں پتہ ہے۔ پھر میں نے پوچھا کیا رسول اللہ کو بھی پتہ ہے۔ والدہ بولیں ہاں یہ سن کر تو میری حالت بگڑ گئی۔ بس دن رات رونا ہی رونا تھا نہ رات کو نیند نہ دن کو چین۔ دس دن تک میں ایسی ہی مضطرب رہی۔ ایک دن مجھے خواب میں ایک بزرگ نے فرمایا۔ یہ دعا پڑھا کرو اَللّٰھُمَ یَا دَافِعَ النِّقَمِ وَیَاسَابِغَ النِّعَمِ وَ یَا فَارِجَ الْغَمِ وَ یَا کَاشِفَ الظُّلَمِ وَ یَا عَادِلُ مِنْ حُکْمٍ وَ یَا حَسِیْبُ مِنْ ظُلْمٍ وَ یَا اَوَّلُ بِلَابِدَایَۃٍ وَیَا آخِرُ بِلَا نِھَایَۃٍ اِجْعَلْ لِّیْ مِنْ اَمْرِیْ فَرَجًا وَّ مَخْرَجًا یہ دعا پڑھتے رہنے سے مجھے بہت سکون ملا۔ بنی امیہ سے ایک روایت ہے کہ ایک دن نبی کریم ﷺ نے اسامہ بن زید اور مولیٰ علی کو بلایا اور پوچھا کہ تم کیا کہتے ہو تو اسامہ نے عرض کیا کہ حضرت صدیقہ میں خیر ہی خیر ہے۔ میں ان کی پاکدامنی کی گواہی دیتا ہوں۔ آپ صدیقہ کو جدا نہ کرنا۔ مولیٰ علی نے عرض کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر کوئی پابندی نہیں لگائی۔ اس کے علاوہ بھی آپ کے لیے بہت بیویاں ہیں اس سے اچھی بھی مل سکتی ہیں آپ مزید بریرہ حبشیہ لونڈی سے پوچھیں تو آقا ﷺ نے بریرہ کو بلا کر پوچھا کہ تو نے عائشہ میں کبھی کوئی شک دیکھا۔ وہ بولی کہ قسم ہے مجھ کو اللہ تعالیٰ کی میں نے اس بات کے سوا اس میں کوئی عیب نہیں دیکھا کہ بچپنی عمر کی وجہ سے لا ابالی بھولی بھالی غافلہ ہے یعنی نہ اپنی پرواہ نہ چیزوں کی پرواہ آٹا گوندھ کر رکھتی ہے تو سنبھالنا بھول جاتی ہے اور جب نیند آئے تو بے سدھ ہو کر سو جاتی ہے یہاں تک کہ کئی دفعہ ایسا بھی ہوا کہ کسی گلی محلے کی کوئی گھریلو بکری آئی اور کچھ آٹا کھا گئی یا منہ مار گئی۔ کہنے کا مقصد تھا کہ فاحش عورتیں تو بڑی چالاک ہوشیار فیشن پرست بناؤ سنگھار والی ہوتی ہیں۔ اس روایت میں مولیٰ علی کی طرف یہ بیہودہ اور کنایۃً قذف والی بات منسوب کرنا کسی خبیث خارجی کی بناوٹ ہے۔ مولیٰ علی اس طرح کی لغویات نہیں کہہ سکتے سچی بات وہی ہے جو پہلے بیان ہوئی اس کے چند دن بعد غالباً قذف کو ایک ماہ گزر رہا تھا۔ ایک انصاری عورت میری عیادت کے لیے بیٹھی تھی وہ بھی روتی رہی میں بھی روتی رہی اتنے میں نبی کریم تشریف لے آئے اور میرے قریب بیٹھ گئے حالانکہ جب سے یہ واقعہ ہوا تھا آپ میرے قریب نہ آئے تھے۔ آپ نے حمد الٰہی سے کلام شروع فرمایا اور پھر فرمایا اے عائشہ مجھے تیرے متعلق کچھ باتیں پہنچی ہیں۔ فَاِنْ کُنْتِ بَرِیْئَۃً فَسَیُبَرِّئُکِ اللّٰہُ وَاِنْ کُنْتِ اَلْمَمْتِ بِذَنْبٍ فَاسْتَغْفِرِیْ اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ لِمَنْ تَابَ۔ یعنی اے عائشہ اگر تو بری ہے تو عنقریب اللہ تعالیٰ تیری براءت بیان فرما دے گا اور اگر تو کبھی کسی گناہ کی لغزش میں خطا کر چکی ہے (جس کے وبال میں تجھ پر یہ آفت آپڑی ہے) تو اس خطا و ارادہ خطا سے معافی مانگ بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے ہر اس کو جو توبہ کر لے۔ تفسیر خازن چہارم ۳۷۸ پر اَلْمَمْتِ کا یہی معنی لکھا ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔ قِیْلَ ھُوَ مَنَ اللَّمَمِ وَ ھُوَ مُغَائِرُ الذُّنُوْبِ وَ قِیْلَ مَعْنَاہُ مَفَارَقَۃُ الذَّنْبِ مِنَ غَیْرِ فِعْلٍ۔ میں نے یہ بات سن کر اپنے والد سے کہا۔ آپ میری طرف سے جواب دیں۔ انہوں نے فرمایا۔ واللہ مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی کہ میں کیا بولوں پھر میں نے اپنی والدہ سے کہا۔ انہوں نے یہی جواب دیا۔ تب میں بولی۔ اس وقت میرے آنسو بالکل بند ہو گئے تھے۔ میں نے کہا۔ لوگوں نے ایک بات سنی اور اس کی درستی پر کان دھر لیا۔ اب اگر میں کہوں کہ میں اس قذف سے بری ہوں تو کوئی نہیں مانے گا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے میں بری ہوں اور اگر میں اقرار کر لوں کہ بری نہیں ہوں تو سب مان لیں گے حالانکہ اللہ تعالیٰ میری پاکدامنی کو جانتا ہے۔ لہٰذا میرے پاس بھی حضرت یوسف کے والد والا جواب ہے کہ فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ ؕ وَ اللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ ﴿۱۸﴾ (یوسف:

۱۸) یہ کہہ کر میں دوسری طرف منہ کر کے لیٹ گئی۔ اسی وقت آپ پر نزول وحی کے آثار نمودار ہوئے جبکہ ایک ماہ سے وحی بند تھی۔ سب موجود لوگ دم بخود ہو گئے۔ جب وہ کیفیۃ نزول ختم ہوئی تو آقا ﷺ نے مسکراتے ہوئے فرمایا۔ اُبْشُرِیْ یَا عَائِشَہ۔ اے عائشہ خوشخبری لو اللہ تعالیٰ نے تمہاری پاکدامنی خود بیان فرمائی ہے۔ سب لوگ خوش ہو گئے میری والدہ نے مجھے فرمایا اٹھو نبی کریم کا شکریہ ادا کرو۔ میں فوراً بیٹھی اور میں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور شکر ادا کیا۔ صدیقہ فرماتی ہیں میں یہ تو جانتی تھی اور یہ گمان تھا کہ ضرور کسی طریقے سے میری براءت ظاہر ہو گی تصور یہ تھا کہ کسی خواب والہام کے ذریعے براءت ظاہر کر دی جائے گی۔ مگر یہ تو خیال نہ تھا کہ مجھ ناچیز حقیر بندی کو اتنی بڑی شان دی جائے گی۔

ان آیات میں اختلافی اقوال

اِنَّ الَّذِیْنَ کے اِنَّ کی قرأت میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت اِنَّ مکسورہ ہے۔ ۲۔ بعض کی قرأت اَنَّ مفتوحہ ہے۔ اس جملے کا تعلق سابقہ کلام تَوَّابٌ حَکِیْمٌ ۞ سے ہونے کی وجہ سے یہ درمیان کلام میں ہے۔ مگر یہ غلط ہے سابقہ سے تعلق نہیں ہے۔ اَلْاِفْكِ میں دو قول۔ ۱۔ بعض نے کہا۔ یہ الف لام عہد خارجی ہے اور افک سے مراد صرف تہمت صدیقہ ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا یہ الف لام جنسی ہے اور مراد ہے اس قسم کی ہر تہمت۔ افک کی قرأت میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت اِفْكِ ہے الف کے زیر سے۔ ۲۔ بعض کی اَفْكِ ہے الف کے زبر سے۔ اِفْک کے معنی میں تین قول۔ ۱۔ بعض نے کہا اس کا معنی ہے قذف۔ ۲۔ بعض نے کہا افتریٰ۔ ۳۔ بعض نے اس کا معنی کیا بہتان۔ مِنْکُمْ کے معنی میں تین قول۔ ۱۔ بعض نے کہا اس کا معنی ہے۔ تم مومنین میں ظاہراً شامل لوگ۔ ۲۔ بعض نے کہا۔ تم مومنین میں خارج لوگ۔ ۳۔ بعض نے لکھا کہ یہ خطاب صرف صدیق اکبر۔ ان کی زوجہ ام رومان اور حضرت صدیقہ اور صفوان بن معطل ہے۔ مگر پہلا قول درست ہے۔ لَا تَحْسَبُوْهُ کی ہٗ ضمیر کے مرجع میں دو قول۔ ۱۔ بعض نے کہا اس کا مرجع اِفک ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا مرجع غم ہے۔ اَلَّذِیْنَ کی مراد میں دو قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا۔ اَلَّذِیْنَ سے مراد صرف منافقین کیونکہ اصل قاذف وہی تھے۔ ۲۔ بعض نے کہا۔ تمام شاملین مراد ہیں شَرًّا لَّكُمْ اور خَیْرٌ لَّكُمْ کے خطاب میں دو قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا یہ خطاب صرف ان سے ہے جن کو اس خطاب سے دکھ پہنچا۔ ۲۔ بعض نے کہا اس میں خطاب ان چند مسلمانوں سے بھی ہے جو تشہیر افک میں شامل ہو گئے تھے کیونکہ وہ مزید گناہ سے بچ گئے۔ وَالَّذِیْ کے معنی میں تین قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا اس سے ابن ابی رئیس المنافقین مراد ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا اس سے مراد حسان بن ثابت ہیں۔ ۳۔ بنی امیہ کے خارجیوں نے کہا کہ اس سے مراد علی ہیں۔ کیونکہ انہوں نے یہ کہہ کر آپ عائشہ کو چھوڑ دیں آپ کے لیے اس سے اچھی عورتیں موجود ہیں۔ یہ در پردہ کنایۃً قذف لگانا ہی ہے اس کی بھی سزا ہے مگر یہ قول خوارج کی کذب بیانی ہے۔ مولیٰ علی نے ہرگز ایسا نہیں فرمایا۔ ان کا اصل قول تفسیر عالمانہ میں گزر گیا۔ کِبْرَهٗ کی قرأت میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت۔ کِبْرَهٗ۔ کاف کے زیر سے ہے۔ بمعنی شرارت کی ابتدا۔ ۲۔ بعض کی کُبْرَهٗ ہے کاف کے پیش سے بمعنی بڑا گناہ۔ عَذَابٌ عَظِیْمٌ کے معنی میں دو قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا کہ اس کا معنی ہے دنیا میں دگنی سزا اور آخرت میں قبر حشر جہنم کا ابدی عذاب۔ ۲۔ بعض نے کہا۔ صرف اخروی عذاب مراد ہے کیونکہ وہی عظیم ہو سکتا ہے۔ قاذفین کی حد میں تین قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا۔ سب کو اسی اسی کوڑے حد قذف لگی ابن ابی کو دگنی ایک سو

ساٹھ کوڑے۔ ۲۔ بعض نے کہا دنیا میں کسی کو سزا نہ دی گئی سب کو آخرت میں سزا ملے گی۔ ۳۔ بعض نے کہا کہ پانچ شخصوں کو دنیا میں سزا دی گئی۔ ا۔ زید بن رفاعہ یہودی منافق۔ ۲۔ معجب بن ریاض منافق۔ ۳۔ حسان بن ثابت۔ ۴۔ مسطح بن اثاثہ۔ ۵۔ حمنہ بنت جحش۔ مگر عبداللہ بن ابی منافق کو دنیا میں سزا نہ دی گئی مگر یہ دو قول غلط ہیں پہلا قول صحیح ہے آیات براءت کے بعد نزول حضرت صدیقہ کے کلام تشکر میں دو قول۔ ا۔ اکثر نے فرمایا کہ والدہ صدیقہ نے جب صدیقہ کو حکم دیا کہ اے عائشہ رسول اللہ کا شکریہ ادا کرو تو حضرت صدیقہ نے حمد الٰہی عرض کی اور رسول اللہ خوش ہو کر باہر تشریف لے گئے۔ ۲۔ بعض وہابیوں نے لکھا کہ والدہ کے حکم پر صدیقہ نے نہایت جذباتی ہو کر کہا۔ میں سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کا شکریہ ادا نہ کروں گی۔ میری براءت کے لیے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی نے کچھ نہیں کیا۔ اور اس قول کی دلیل میں ایک موضوع روایت کا حوالہ بھی دیتے ہیں۔ مگر میں کہتا ہوں یہ قول وہابیوں کی بناوٹ و گستاخی صدیقہ ہے۔ یہ جذباتی بات سراسر گستاخی نبوت ہے جو انسان کو کافر بنا دیتی ہے۔ کیا صدیقہ یہ نہ جانتی تھیں کہ انہیں براءت کی یہ خصوصی و اعزازی شان اسی وجہ سے ملی کہ وہ زوجہ حبیب کریم ﷺ ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو کبھی یہ شان نہ ملتی۔ والدہ صدیقہ نے یہی جانتے ہوئے حکم دیا کہ رسول اللہ کا شکر ادا کرو اور صدیقہ نے جو حمد الٰہی کہی وہی نبی کریم کا شکریہ تھا۔ یہ خُبَثاء علیحدہ ہی چال چل گئے۔ بوقت اِفک عمر صدیقہ میں تین قول۔ ا۔ اکثر نے فرمایا پندرہ سال یہی درست ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا چودہ سال۔ ۳۔ بعض نے کہا اٹھارہ سال خیال رہے کہ نکاح صدیقہ بعمر نو سال مکہ مکرمہ میں۔ رخصتی بعمر گیارہ ہجرت کے پہلے سال ہوئی مدینہ منورہ میں۔ بارہ سال رفاقت نبوی میسر آئی۔ اڑسٹھ سال کی عمر میں وفات صدیقہ ہوئی۔ اِفک کی تاریخ میں تین قول۔ ا۔ اکثر نے فرمایا ۵ھ۔ ۲۔ بعض نے کہا ۴ھ۔ ۳۔ بعض نے کہا ۶ھ۔ پہلا قول درست ہے۔

فائدے

ان آیات سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں **پہلا فائدہ:** نبی کی بیوی فاحشہ بدکارہ ہرگز نہیں ہو سکتی اگرچہ کافرہ ہو سکتی ہے اس لیے کہ بیوی کی برائی خاوند پر طعن و ذلت ہے۔ تمام کفار بھی بدکاری فحاشی سے نفرت کرتے ہیں اگرچہ کفر سے نفرت نہیں کرتے۔ انبیاء کرام علیہم السلام دنیا میں کفار کو مومن بنانے کے لیے مبعوث ہوتے ہیں اگر ان کے گھر میں ہی فحاشی موجود ہو تو کفار کے لیے انبیاء کرام سے نفرت کا ایک بڑا بہانہ ہے اور اگر کوئی زوجہ نبی بدکارہ ہوتی تو کفار اس کو خوب مشہور کرتے کیونکہ فحاشی عادت بن جاتی ہے اور عادت کا جرم چھپا نہیں رہ سکتا لیکن تاریخ عالم گواہ ہے کہ کفار بدترین دشمن نبی ہونے کے باوجود کسی نبی کی کسی بیوی پر بدکاری کا طعنہ نہ دے سکے۔ یہ فائدہ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْا (الخ) سے حاصل ہوا۔ جس نے بتایا کہ اگر کوئی بدبخت کسی نبی علیہ السلام کی بیوی کو قذف لگائے تو وہ اِفکِ مُبین و بہتانِ عظیم ہی ہوگا۔ ہزارہ پاکستان کا ایک تفضیلی شیعہ گمراہ پیر اور اس کا ایک چیلہ جاہل گمراہ مفتی اپنی کتاب کی جلد چہارم ۱۴۳ پر لکھتا ہے کہ نوح علیہ السلام کا بیٹا کنعان ان کی ایک بیوی کا ناجائز بیٹا تھا اور اس بیوی نے بدکاری کی خیانت سے بیٹا جنم دیا۔ اللہ تعالیٰ اس مصنف کو دنیا و آخرت میں ذلیل کرے **دوسرا فائدہ:** جو شخص کسی برائی کا موجد ہو۔ یا ابتدا کرنے والا وہ دگنا مجرم ہے لہٰذا اس کو دنیا میں دگنی سزا اور آخرت میں عذاب عظیم ہے۔ حدیث مقدس میں ہے کہ جس نے برا طریقہ ایجاد کیا اس کو اپنے فعل بد کا بھی اور

تا قیامت تمام مرتکبین برائی کا گناہ بھی پڑے گا جس کا عذاب آخرت وسزا دنیا میں دگنی۔ کچھ فقہاء فرماتے ہیں کہ دگنی سزا دنیوی اور عذاب عظیم اخروی صرف ان بدبختوں کو ہوگا جو کسی بھی زمانے میں کسی بھی نبی علیہ السلام کی بیوی کو بدچلنی کی تہمت لگائیں۔ یہ فائدہ وَالَّذِیْ تَوَلّٰی كِبْرَهٗ (الخ) کی وعید شدید سے حاصل ہوا **تیسرا فائدہ:** ازواج انبیاء علیہم السلام کو برائی کی تہمت لگانا کائنات میں سب سے بڑا جرم ہے قاذف کافر ہو جاتا ہے۔ اسی لیے قدرت وقانون کی طرف سے ایسے مجرم کو دنیا و آخرت میں چار سزائیں۔ **پہلی** حد قذف کی دگنی سزا۔ **دوم** یہ کہ سزائے کفر میں عدالت اسلامی اس قاذف کو قتل کرا دے تا کہ اس کے شرارتی وجود سے زمین پاک ہو جائے۔ **سوم** سزائے اخروی یہ کہ اگر توبہ نہ کرے تو اس کی کوئی دعا بھی قبول نہیں ہوتی اور اس کی نحوست سب متعلقین پر پڑتی ہے **چہارم** سزائے اخروی یہ کہ دنیا میں توفیق وسعادت سے محرومی بعد موت عذاب دہشت وذلت۔ یہ فائدہ هٰذَاۤ اِفْكٌ مُّبِیْنٌ سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ:** فقہاء فرماتے ہیں کہ ہر مسلمان مرد وعورت پر واجب ہے کہ جب تک کسی جرم کی گواہی شرعی اور پکا ثبوت یا شہرت عامہ کا چرچا نہ ملے اس وقت تک کسی مسلمان مرد وعورت کے متعلق افواہیں پھیلانا اور غیبتیں اڑانا سخت حرام ہے ہر مومن ومومنہ کے بارے میں اچھا گمان رکھنا فرض عین ہے۔ اگر کوئی شخص بلا ثبوت کوئی تہمت یا الزام تراشی کرے گا اور دنیا میں اس الزام تراش کو سزا نہ ملے تو آخرت میں عذاب عظیم ملے گا اور نہ توبہ سے معافی ہو نہ شفاعت سے چھٹکارا کیونکہ یہ حق العبد کی حق تلفی ہے۔ یہ مسئلہ لَوْلَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ (الخ) سے مستنبط ہوا۔ **دوسرا مسئلہ:** فقہاء احناف فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مرد مسلمان کسی جنگل وغیرہ میں کسی بے کس بے بس گمشدہ عورت کو پائے تو خالص ایمانداری سے اس عورت کو اگر اس کی مرضی ہو تو اس کو اس کی منزل مقصود پر پہنچانا کار ثواب ہے بشرطیکہ مرد کے پاس باسہولت ذرائع ہوں اور کسی قسم کے فتنے کا خطرہ یا اندیشہ نہ ہو۔ یہ مسئلہ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا (الخ) کے فرمان سے مستنبط ہوا جس میں دلالۃً حضرت صفوان کو ان کی کارکردگی پر تحسین وتشفی فرمائی گئی۔ **تیسرا مسئلہ:** قانونِ شریعت کے مطابق اب اگر کوئی مردود وبدذات شخص حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کسی برائی بدچلنی کی تہمت لگائے یا یہی قذف لگائے تو ایک دم کافر مرتد ہو جائے گا۔ کیونکہ اس مردود نے ان آیات قرآنیہ کا انکار کر دیا۔ بعض غالی تبرائی رافضی شیعہ اب بھی جناب صدیقہ طاہرہ کو متّہم کرتے ہیں اور گستاخی کرتے ہیں۔ معاذ اللہ تعالیٰ وہ پکے مرتد ہیں۔ یہ مسئلہ لِكُلِّ امْرِیٍٔ اور لَهٗ عَذَابٌ عَظِیْمٌ کی وعید شدید سے مستنبط ہوا۔ توحید ورسالت کی طرح عفتِ صدیقہ پر بھی ایمان لانا فرض ہے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کیے جاتے ہیں۔ **پہلا اعتراض:** مفسرین فرماتے ہیں کہ کسی نبی کی بیوی فاجرہ نہیں ہوسکتی حالانکہ فاجرہ ہونے کا ثبوت سورۃ تحریم کی آیت ۱۰ میں موجود ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَیْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَیْنِ فَخَانَتٰهُمَا ترجمہ: نوح اور لوط علیہما السلام کی بیویوں نے اپنے خاوندوں سے خیانت کی بیوی کی خیانت خاوند سے بدکاری ہی ہوسکتی ہے تو اگر انبیاء کی بیویاں فاجرہ نہیں ہوسکتیں تو قرآن نے خَانَتَا کیوں فرمایا۔

جواب: خیانت بہت قسم کی ہوتی ہے، خاوند بیوی ہوں یا غیر، مثلاً مال کی، راز کی، ادب احترام کی وغیرہ وغیرہ۔ ان دونوں بیویوں کی خیانت دین و ایمان، ادب و احترام، راز و اسرار کی تھی نہ کہ بدکاری و فحاشی کی۔ اس آیت مذکورہ کی تفسیر احادیث مقدس میں اس طرح بیان ہوئی کہ اٰذَتَا هُمَا یعنی ان دونوں عورتوں نے اپنے خاوند نبی کو ایذا دی کہ نوح علیہ السلام کی ایک بیوی کافرہ رہ کر نوح علیہ السلام کو مجنون کہتی تھی اور زوجہ لوط علیہ السلام اپنی قوم کی محبت میں کافر ہی رہی۔ گھر کے نبوی راز کافروں کو بتاتی تھی اور ہر بات میں آپ کی مخالفت کرتی تھی بشکل مہمان فرشتوں کے آنے کی اطلاع اسی نے قوم کو دی تھی مگر ان دونوں عورتوں سے خود کوئی بدکاری ثابت نہیں۔ تفسیر حدیثی سے ثابت ہوا کہ نبی کی بیوی کافرہ ہوسکتی ہے فاجرہ نہیں ہو سکتی۔ **دوسرا اعتراض:** یہاں فرمایا گیا بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اس میں خیر کا پہلو یہ بھی تھا کہ تمام مسلمانوں کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہوگئی کہ نبی غیب دان نہیں ہیں جو کچھ اللہ بتاتا ہے وہی کچھ جانتے ہیں اس کے ماسوا آپ کا علم اتنا ہی کچھ ہے جتنا ایک بشر کا ہوسکتا ہے ایک مہینے تک آپ حضرت عائشہ کے معاملے میں سخت پریشان رہے کبھی خادمہ سے پوچھتے کبھی ازواج سے کبھی علی اور کبھی اسامہ بن زید سے۔ آخر کار عائشہ سے فرمایا اگر تم نے یہ گناہ کیا ہے تو توبہ کرو۔ اگر آپ غیب کے علم والے ہوتے تو یہ پریشانی و پوچھ گچھ و تلقین توبہ کیوں ہوتی۔ جب وحی نے حقیقت بتادی تو آپ کو وہ علم حاصل ہوگیا جو مہینے تک حاصل نہ تھا۔ اللہ نے مسلمانوں کو اس مبالغے سے بچالیا۔ (از تفہیم مودودی وہابی جلد سوم ۳۶۶) **جواب:** یہ وہ وہابیانہ کتاب ہے جس کو خود وہابی اکابر نے جاہلانہ کہا ہے۔ اس اعتراض میں چار جہالتیں ہیں۔ **پہلی** جہالت یہ کہ جاہل مصنف اَلَمَمتِ بِذَنْبٍ کا ترجمہ کرتا ہے۔ یہ گناہ (منافقین کا لگایا ہوا) حالانکہ اَلْمَمْتِ بِذَنْبٍ ہے نہ کہ بِهٰذَا ذَنْبٍ یہ ترجمہ مصنف کی شیطانی خیانت ہے۔ کلام نبی کے ان الفاظ کا صحیح ترجمہ ہے۔ کوئی گناہ صغیرہ جیسا کہ تفسیر خازن چہارم ۳۷۷ کے لغوی نحوی حوالے سے پہلے بتادیا گیا۔ **دوسری** جہالت یہ کہ جھوٹے کا حافظہ نہیں ہوتا۔ دیکھو یہاں تو علم نبوی کا انکار کررہا ہے لیکن آگے ۳۶۸ پر لکھتا ہے کہ نبی کریم ﷺ پہلے ہی سب (نزول وحی سے پہلے ہی) حقیقت جانتے تھے کوئی شک لاحق نہ تھا کیونکہ آپ نے خطبے میں ہی صاف فرمادیا تھا کہ میں نے نہ اپنی بیوی میں کوئی برائی دیکھی نہ اس شخص میں جس کے متعلق الزام لگایا جارہا ہے۔ **تیسری** جہالت یہ مصنف اس اعتراض میں پوچھ گچھ و تلقین توبہ کو بے علمی سمجھ رہا ہے حالانکہ سوال کا مقصد ہمیشہ بے علمی نہیں ہوتا۔ قرآن مجید میں تو اللہ تعالیٰ کے بھی بہت سے سوالات مذکور ہیں۔ استاد بھی شاگرد سے حاکم ملزم سے اقرار کرانے کے لیے سوال کرتا ہے۔ **چوتھی** جہالت مصنف کہتا ہے کہ نبی کریم نے فرمایا۔ اے عائشہ اگر تم نے یہ گناہ کیا ہے تو توبہ کرو۔ پوچھو جاہل سے کہ یہ گناہ تو زنا تھا۔ اور اس طرح کہنا اقرار جرم کرانا ہے اور اقرار زنا کی حد رجم ہے نہ کہ فقط توبہ۔ اگر ایسا ہی فرمان ہوتا جیسا کہ اس جاہل مصنف نے بیان کیا تو کیا نبی کریم پر یہ الزام نہ آتا کہ دوسرے زنا کریں تو رجم یا کوڑے اور اپنی بیوی زنا کرے تو فقط توبہ۔ بہر حال یہ تو اس اعتراض کی جہالتیں تھیں تحقیقی جواب یہ ہے کہ یہ آیات و حالات وطرز عمل نبوی ہی بتا رہا ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے علم غیب سے اصل حال سب کچھ جانتے تھے۔ مثلاً ۱۔ نبی کریم ﷺ کا خود فیصلہ قذف نہ فرمانا حالانکہ احکام وطریقہ فیصلہ کی آیات نازل ہوچکی تھیں اور عدالت نبوی سے کئی فیصلے جاری بھی ہوچکے تھے۔ ۲۔ نبی کریم ﷺ کو سب کچھ پتہ تھا کہ اس کا فیصلہ میں نے نہیں کرنا۔ خود رب تعالیٰ نے کرنا ہے اب اس

معلومات کو خواہ غیب دانی کہا جائے یا حفظ قرآنی و علم قرآنی کہہ لو۔ نبی کریم آقائے کائنات حضور اقدس ﷺ کے اس علم و معلومات پر چار دلائل ہیں۔ **پہلی دلیل** یہ کہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام ولادت سے پہلے ہی کتب الٰہیہ کے حافظ و عالم ہوتے ہیں خاص کر اپنی کتاب آسمانی کے آقا ﷺ کا علم کتب الٰہیہ تو عالم ازل سے ہی تمام انبیاء سے علم کامل و اکمل والا ہے۔ اس کا ثبوت۔ ا۔ عیسیٰ علیہ السلام کا فرمانا۔ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ (مریم: ۳۰) ثبوت۔ ۲۔ آقا ﷺ کا فرمانا کُنْتُ نَبِیًّا وَ آدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ (مشکوٰۃ شریف، ۵۱۰) نبی ہونا ہی یہ ہے کہ عالم کتاب اللہ ہو۔ ثبوت۔ ۳۔ مسلم شریف دوم ۲۹۰ پر ہے فَاَخْبَرَنِیْ اَنَّ جِبْرِیْلَ کَانَ یُعَارِضُهُ الْقُرْآنَ فِیْ کُلِّ سَنَةٍ مَرَّةً وَاِنَّهٗ عَارَضَهُ الْاٰنَ مَرَّتَیْنِ ترجمہ: مجھے آقا ﷺ نے بتایا کہ جبرائیل علیہ السلام ہر سال مجھ سے قرآن مجید کا دور فرمایا کرتے تھے (ماہ رمضان میں) ایک بار لیکن اس آخری بار دو مرتبہ دور کیا یعنی یہ سال وفات ہے۔ یہ بھی غیبی خبر ہوئی۔ یُعَارِضُ باب مفاعلہ ہے جس کا معنی ہے دونوں کا باری باری پڑھنا۔ ایک بار جبرائیل اور ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہما السلام اسی کو اردو میں دور کرنا کہتے ہیں دور وہی کر سکتا ہے جو حافظ قرآن ہو۔ **دلیل دوم:** جاہل مصنف نبی کریم ﷺ کے پوچھنے کو اور صحابہ و صحابیات سے پوچھ گچھ کرنے کو آپ کی پریشانی ولاعلمی کہتا ہے حالانکہ یہ پوچھ گچھ کسی شک و بے علمی کی بنا پر نہ تھی بلکہ ان صحابہ و صحابیات کا امتحان لے کر لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ کے زمرے سے نکالنا تھا۔ عتاب الٰہی سے بچانا اور ان کامیاب صحابہ و صحابیات کو دیگر مومنین و مسلمین کے لیے مثالی نمونہ ایمانی بنانا تھا کہ اے مسلمانو تم نے جب یہ قذف سنی تھی تو ان صحابہ و صحابیات کی طرح برملا تردید کیوں نہ کر دی تھی۔ تم کو بھی چاہئے تھا کہ هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِیْنٌ کہہ کر عفتِ صدیقہ کی گواہی دیتے اس اعتراض سے تو یہ ثابت ہو رہا ہے کہ صحابہ کرام کا عقیدہ تھا کہ نبی کریم ﷺ کو غیب کا علم ہے کیونکہ مصنف لکھتا ہے۔ خَیْرٌ لَّکُمْ فرما کر اس عقیدے کو توڑا گیا اور وہ بھی اٹھارہ سال بعد افک کے موقعے پر اٹھارہ سال تک صحابہ اس عقیدے پر قائم رہے اور جو صحابہ اس عقیدے پر فوت ہو گئے ان کا یہ عقیدہ ابدی ہو گیا وہ اسی عقیدے کے ساتھ جنت میں جائیں گے اور یہاں بھی رب تعالیٰ نے وضاحت سے نہیں توڑا بلکہ اشاروں کنایوں سے اور وہ اشارے بھی صرف جاہل مصنف کو سمجھ میں آئے۔ نہ نبی کریم سمجھے نہ صحابہ نہ کوئی عالم وفقیہ۔ **دلیل سوم:** آقا ﷺ عفتِ صدیقہ کی طرف سے پریشان ولاعلم نہ تھے نہ مذبذب ورنہ آپ کا علم تو ان صحابہ و صحابیات سے کم ہو جاتا جنہوں نے برملا علی الاعلان عفت صدیقہ کی گواہی دی اور نبی کریم ابھی بھی مذبذب و پریشان۔ اگر ایسا ہوتا تو نبی کریم ﷺ لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ کی وعید میں آجاتے اور یہ عقیدہ کفر ہے کیا خبیث مصنف کو اتنی بھی غیرت ایمانی نہ رہی کہ عام مسلمان تو مطمئن اور نبی پریشان و مذبذب۔ **دلیل چہارم:** ہاں البتہ آقا ﷺ غمگین تھے منافقین کی بکواسات سے اور یہ غمگینی آپ کو اس واقعے سے پہلے بھی ہوتی تھی چنانچہ سورۃ حجر: ۹۷ میں ہے۔ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ یَضِیْقُ صَدْرُكَ بِمَا یَقُوْلُوْنَ ترجمہ: اے محبوب ہم جانتے ہیں کہ بیشک آپ کا دل ان کفار و منافقین کی باتوں سے غمگین رہتا ہے خیال رہے کہ انبیاء علیہم السلام کے علم غیب کا انکار سب سے پہلے منافقین کفار نے کیا پھر وہابیوں نے۔

تفسیر صوفیانہ

اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ؕ بَلْ هُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ ؕ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ

الْاِثْمِ ۚ وَالَّذِیْ تَوَلّٰی كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۱﴾ ۔قالب انسانی میں نفس امارہ کا فرید نی ہے اور اس کی نفسیات منافقین جسمانی ہیں جو ہر وقت قلب ایمانی و عقل عرفانی کے در پہ آزار و اذیت ہے۔ اے لوگو نفسیات نفس تمہارے ہی باطن کا متعصب اور ضدی حاسد منافق گروہ ہے جس نے عقل سلیم پر برائی کج روی بدنہی کی الزام تراشی بنائی۔ اے وادی معرفت کے قافلے والو اس خباثت نفسی کو اپنے لیے شر اور فتنہ نہ سمجھو بلکہ تمہارے لیے یہ مخالفۃ خناسی، مقام بلندی و پرواز روحانی کا خیر اور اعمال صالحہ کی بھلائی ہے دنیا و آخرت میں۔ اہل امن و ایمان و امانت کے لیے دونوں جہان کی عظمتیں رفعتیں ہیں۔ لیکن یہی خناسیت فسادیوں شریروں اور ہر فتنہ پرور کے لیے عذاب و قہر کی ذلت و خسرت ہے اور اتنی ہی فنائیت ہے جتنی اس نفس لعین نے ظلم و بداعمال کی شرارت کا گناہ کمایا اور وہ جرأت نفسانی بے غیرتی شیطانی جس نے ان گروہ منافقہ میں سب سے زیادہ اپنے فساد کو بھڑکایا۔ فتنے کو چکایا شرارت کو پھیلایا دوسروں کو ورغلایا ظلم شروع کرایا اس خناس کے لیے بڑا عذاب ہے۔ لَوْلَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَیْرًا ۙ وَّ قَالُوْا هٰذَاۤ اِفْكٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۲﴾ ۔اے بندگانِ معرفت نعمت مکاشفہ پانے والو وادی معرفت میں ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے باطن جسمانی میں منافقت خفیہ نفسیات پوشیدہ کی شورش جلیہ سنی تھی تو قوت اسرار طاقت انوار جرأت ابرار والے مومنین قلبی اور مومنات عقلی نے اپنے مراقبات خلوت میں تصور خیر کی ریاضت حقیقت کیوں نہ کی اور زبان حال اعضاء اعمال قوت اقوال ہمت افکار سے پاس انفاس کے ذکر اخیار کرتے ہوئے کہہ دیا ہوتا کہ وادی طریقت اور منزل شریعت میں نفس امارہ کے تمام فاسد عملیات باطل فکریات افک مبین ہیں بغاوت لعین ہے کیونکہ افک عظیم پر وعید شدید اور عقاب غلیظ و قہر بلیغ ہے۔ افک سے بڑا کوئی گناہ نہیں۔ افک رذیلہ قوت انسانیہ ہے اور زنا ذمیمہ قوت شہوانیہ ہے اور قتل خبیثہ قوت غضبیہ قہریہ ہے۔ یہ سب دنیا ہے فرمایا آقا ﷺ نے دنیا سے بے رغبتی قلب و روح کی سچی حقیقی ابدی راحت ہے اور دنیا کی رغبت و محبت بے سکونی بڑھاتی ہے۔ دنیا کی محبت انسان کو منافق اور گستاخ بنا دیتی ہے بکریوں کے ریوڑ میں دو بھوکے بھیڑیوں کی تباہی سے زیادہ انسان کے قالب میں محبت دنیا تباہی مچاتی ہے۔

لَوْلَا جَآءُوْ عَلَیْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ
اگر سچے تھے تو کیوں نہ لائے اس تہمت بازی پر چار عینی گواہوں کو
اس پر چار گواہ کیوں نہ لائے
فَاِذْ لَمْ یَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓىٕكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۳﴾
تو جب نہ لا سکے یہ شرارتی لوگ گواہوں کو پس ثابت ہو گیا کہ اللہ کے نزدیک یہ لوگ ہی پکے جھوٹے ہیں
تو جب گواہ نہ لائے تو وہی اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں
وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ
اور اے شریک کار مسلمانو اگر نہ ہوتا اللہ تعالیٰ کا فضل تم پر

اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت
فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ لَمَسَّكُمْ
اور اس کی رحمت دنیا اور آخرت میں تو البتہ یقیناً پکڑتا تم کو
تم پر دنیا اور آخرت میں نہ ہوتی تو جس چرچے میں تم پڑے
فِي مَا أَفَضْتُمْ فِيهِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿۱۴﴾
اس شرارت پھیلانے میں کہ شامل ہو گئے تھے تم جس میں بڑے سخت عذاب کی سزا
اس پر تمہیں بڑا عذاب پہنچتا

تعلقات

ان آیات پاک کا پچھلی آیات پاک سے چند طرح تعلق ہے **پہلا تعلق:** پچھلی آیات میں ایک جھوٹی تہمت لگانے کا ذکر کیا گیا۔ اب ان آیات میں ایک شرعی قانون سے ان بدبختوں جھوٹی تہمت لگانے والوں کے جھوٹا ہونے کو ثابت کیا جارہا ہے **دوسرا تعلق:** پچھلی آیات میں تہمت لگانے والے بدبخت شخص پر اخروی عذاب عظیم کا ذکر فرمایا گیا۔ اب ان آیات میں اس مردود پر دنیا میں عذاب نہ ہونے کی وجہ کا ذکر فرمایا جارہا ہے **تیسرا تعلق:** پچھلی آیات میں ان بعض چند مخلص مومن مگر کم عقل بے وقوف مسلمان لوگوں کا ذکر فرمایا گیا جو اس بڑے بدبخت منافق مردود ابدی کے ساتھ اس تہمت کی تائید و تشہیر میں شامل ہو گئے تھے۔ اب ان آیات میں فرمایا جارہا ہے کہ ایسے نادانوں کو محض ان کی نادانی کی بنا پر نہ پکڑا گیا نہ دنیا کے عذاب سے نہ آخرت کے عذاب عظیم سے اور ان پر اللہ تعالیٰ نے فضل و رحمت فرما کر ان کو اس دنیوی اخروی ذلت سے بچالیا ان کے ایمان و خلوص کی وجہ سے اور بعد میں پچھتانے سچی توبہ کرنے سے۔

تفسیر نحوی

لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَإِذْ لَمْ يَأْتُوا بِالشُّهَدَآءِ فَأُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَلَوْلَا حرف تنبیہ و توبیخ یعنی جھڑک و تکذیب کے لیے جَآءُوْ۔ باب ضرب کا ماضی مطلق صیغہ جمع مذکر غائب جَیْئٌ سے مشتق ہے۔ یہ مادہ بذات خود لازم ہے ترجمہ ہے آنا۔ اگر اس کے بعد بِ تعدیہ مفعولیہ آئے تو یہ متعدی ہوتا ہے۔ یہاں متعدی ہے بِ جارہ تعدیہ کی وجہ سے ترجمہ ہو گیا۔ لانا جَآءُوْ کا فاعل ھُمْ ضمیر صیغہ پوشیدہ مرجع ہے اَلَّذِیْنَ۔ عَلٰی جارہ فوقیت کے لیے ہٖ ضمیر کا مرجع افک یہ جار مجرور متعلق اول ہے۔ بِ جارہ تعدیہ یعنی مفعولیت کی اَرْبَعَةِ اسم عددی ممیّز ہے شُهَدَآءَ اسم جمع مبالغہ ہے شَاهِدٌ کی۔ یہ تمیز ہے۔ ممیّز تمیز مل کر مجرور متعلق دوم ہے جَآءُوْ کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ فَ زائدہ۔ اِذْ حرف شرط ظرفیۃ زمانی کے لیے۔ فَاِذْ کا ترجمہ ہے تو اس وقت لَمْ يَأْتُوا۔ باب ضَرَبَ کا مضارع نفی جحد بلم بمعنی ماضی مطلق۔ اَتْیٌ سے مشتق ہے یہ بھی جَیْئٌ کی مثل متعدی بنایا جاتا ہے۔ متعدی کا ترجمہ ہے لانا۔ جَیْئٌ متعدی اور اَتْیٌ متعدی میں فرق یہ ہے کہ آنا مع

لانا ساتھ جَیئیٌ ہے۔ اور آنے کے بعد لانا اِتی ہے۔ هُمْ ضمیر صیغہ اس کا فاعل ہے بِالشُّهَدَآءِ یہ جار مجرور متعلق لَمْ یَاْتُوْا کا یہ فعل فاعل متعلق جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہے۔ فَ جزائیہ۔ اُولٰٓئِكَ۔ اسم اشارہ جمع مذکر مبتدا ہے۔ عِنْدَ اسم ظرفی مکانی بمعنی پاس، نزدیک، قریب مضاف ہے۔ اللّٰهِ مضاف الیہ یہ مرکب اضافی ظرف مقدم ہے الْكٰذِبُوْنَ کا هُمْ ضمیر برائے تاکید حصر کے لیے ہے بمعنی ہی الْكٰذِبُوْنَ۔ باب ضَرَبَ کا اسم فاعل جمع مذکر کِذْبٌ سے مشتق ہے۔ هُمْ ضمیر صیغہ اس کا پوشیدہ فاعل یہ اسم فاعل اپنے فاعل اور ظرف مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے اُولٰٓئِكَ مبتدا کی دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو کر جزا ہے۔ فَاِذْ لَمْ یَاْتُوْا کے جملے کی یہ شرط و جزا مل کر جملہ شرطیہ ہو گیا وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِیْ مَاۤ اَفَضْتُمْ فِیْهِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝ ۔ واو سرِ جملہ۔ لَوْ حرف شرط۔ لَا۔ مشبہ بلیس فَضْلُ اسم مفرد جامد بمعنی انعام، شفقت نرمی مضاف ہے اللہ مضاف الیہ۔ یہ مرکب اضافی معطوف علیہ واؤ عاطفہ رَحْمَتُهٗ یہ مرکب اضافی معطوف ہے دونوں عطف مل کر اسم ہے لَا مشبہ بلیس کا۔ عَلَیْكُمْ یہ جار مجرور متعلق اول ہے نَافِذَیْنِ پوشیدہ اسم فاعل تثنیہ کا فِیْ جارہ ظرفیہ مکانی کے لیے الدُّنْیَا۔ اسم معرف باللام بمعنی یہ دنیوی جہان (حیات دنیوی) معطوف علیہ واؤ عاطفہ۔ الْاٰخِرَةِ۔ اسم معرفہ مراد ہے بعد موت کا جہان (از قبر، حشر، قیامت تا جنت) یہ معطوف ہے۔ یہ دونوں عطف مل کر مجرور ہے فِیْ سے یہ جار مجرور متعلق دوم ہے نَافِذَیْنِ پوشیدہ اسم فاعل تثنیہ کا هُمَا ضمیر تثنیہ مذکر غائب اس کا فاعل مرجع ہے فضل و رحمۃ۔ پوشیدہ اسم فاعل اپنے فاعل اور دونوں متعلقوں سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے لَا مشبہ بلیس کی۔ لَا اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر شرط ہے لَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ کے جملے کی۔ لمسکم۔ لام کَیْ برائے تحقیق ترجمہ ہے البتہ یقیناً یہاں جزائیہ ہے۔ مَسَّ۔ باب نَصَرَ کا۔ ماضی مطلق مثبت معروف۔ صیغہ واحد مذکر غائب۔ مَسٌّ۔ مضاعف ثلاثی سے مشتق ہے۔ ترجمہ ہے، چھو جانا، لگ جانا، پہنچ جانا، كُمْ ضمیر مخاطب جمع مذکر خطاب ہے الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ سے۔ یہ كُمْ مفعول بہ ہے مَسَّ فعل ماضی کا۔ فِیْ جارہ ظرفیہ حالیہ کیفیہ سببیہ۔ ترجمہ ہے۔ اسی حالت و کیفیت کے سبب۔ مَا اسم موصول بمعنی اس۔ مراد ہے وہ افک مچانے کی شرارت۔ اَفَضْتُمْ۔ باب افعال کا فعل ماضی مطلق مثبت معروف۔ صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اس کا مصدر ہے اِفَاضَةٌ۔ دراصل اِفْیَاضٌ تھا اور اَفَضْتُمْ دراصل اَفْیَضْتُمْ تھا۔ تعلیل نحوی سے اِفَاضَةٌ اور اَفَضْتُمْ ہوا۔ اصل مادہ مصدر فَیْضٌ ہے اس کا لغوی ترجمہ ہے۔ پانی گر کر بہنا، پھیلنا، اصطلاح میں ہر اچھی بری چیز کا پھیلنا، منتشر ہونا، مشہور ہونا، فیض ہے۔ اِفَاضَةٌ کا معنی ہے۔ پھیلانا، مشہور کرنا، بکھیرنا، لٹانا، نچھاور کرنا۔ اسی معنی میں عام داتا و سخی کو فیاض۔ عام سخاوت و عطا کو فیاضی کہا جاتا ہے۔ اَفَضْتُمْ کا فاعل اَنْتُمْ ضمیر صیغہ۔ یہاں معنی ہے شرارت پھیلائی تم نے۔ فِیْهِ اس تہمت بازی میں۔ یہ جار مجرور متعلق ہے اَفَضْتُمْ کا۔ اگلی عبارت اِذْ تَلَقَّوْنَ اَفَضْتُمْ کا ظرف ہے یہ سب جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہے مَا کا۔ وہ موصول صلہ مل کر مجرور متعلق ہے مَسَّ کا۔ عَذَابٌ موصوف عَظِیْمٌ صفت۔ یہ مرکب توصیفی فاعل ہے مَسَّ کا۔ یہ سب فعل فاعل متعلق مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر جزا ہے لَوْلَا کے جملے کی وہ شرط و جزا مل کر جملہ شرطیہ انشائیہ ہو گیا۔ خیال رہے کہ عربی میں۔ لَوْلَا۔ دو قسم کا ہوتا ہے ۱۔ لَوْلَا متصلہ۔ یہ لفظ تنبیہ اور زجر و توبیخ ہے یعنی جھڑکتے ہوئے ماضی کا مطالبہ و سوال کرنا۔ اس کا ترجمہ ہے کہ ایسا کیوں نہ ہوا۔ ایسا کیوں نہ کیا۔ یہ لفظ حروف تنبیہ۔ اَلَا وَهَلَّا وَلَوْمَا وَلَوْلَا حروف تحضیض میں سے ایک ہے۔ ۲۔ لَوْلَا منفصلہ یہ دو علیحدہ

علیحدہ حرف ہیں۔ پہلا حرف شرط دوم حرف نفی۔ مستقل عامل یا لانفی جنس ہے یہ اکثر یہ ہے۔ یا لا مشبہ بلیس ہے۔ یہ کبھی کبھی ہوتا ہے یہاں ان آیات میں لَوْ لَا اِذْ اور لَوْ لَا جَآءُ وْ متصلہ (حرف تنبیہ) ہے اور لَوْ لَا فَضْلُ یہ مُنفصلہ ہے۔ پہلے کا ترجمہ کیوں نہیں۔ دوسرے کا ترجمہ ہے اگر نہ ہوتا۔

تفسیر عالمانہ

لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۝ ۔اے نادانو اندھی تہمت لگانے والو۔ تہمت لگانے پھیلانے اور مشہور کرنے سے پہلے تم نے اپنی عقل وخرد سے یہ کیوں نہ سوچا کہ جو منافقین قاذفین اس قذف کی بناوٹ کر رہے ہیں وہ اس اِفکِ مبین پر چار گواہ کیوں نہ لائے کیا تم نے اس سے پہلے عدالت نبوی میں قذف کے فیصلے ہوتے نہیں دیکھے تھے کیا تمہیں معلوم نہیں کہ قذف کو سچا ثابت کرنے کے لیے چار عادل صادق شرعی گواہ پیش کرنا قاذف پر واجب ہے جب منافقین نے تم کو اس اِفکِ مبین کے متعلق بتایا ورغلایا اور بڑھ بڑھ کر اپنی چرب زبانی سے لوگوں کو جھانسے دیئے تھے تو تم نے ان سے گواہوں کا مطالبہ کیوں نہ کیا اور اگر تم نے جان لیا محسوس کر لیا تھا کہ انہوں نے قذف پر کوئی گواہی پیش نہیں کی اور نہ ہی وہ کوئی گواہ پیش کر سکتے تھے کیونکہ یہ محض جھوٹی قذف ہی نہ تھی بلکہ اِفکِ مبین تھی۔ یہ تو وہ بہتان عظیم تھا کہ اس کے لیے کسی تفتیش و گواہی کی ضرورت ہی نہ تھی اس قذف کی صداقت ناممکن تھی اس لیے کہ کسی نبی کی زوجہ محترمہ کا فاجرہ باغیہ ہونا محال ہے اور جب تم نے دیکھ لیا تھا کہ ان منافقین نے ایک بھی کسی قسم کی گواہی پیش نہ کی صرف زبانی کلامی جھوٹی قسمیں کھا کر قذف پھیلا رہے ہیں تو اسی بات سے تم نے اندازہ کیوں نہ لگا لیا کہ وہ سب منافقین قاذفین اللہ کے قانون شریعت احکام قرآنی میں عند اللہ پکے اور ظاہر ظہور جھوٹے ہیں۔ اس وقت تم سب ان تمام باتوں عقلمندیوں دانشوریوں کو بھول کر اندھے کیوں بن گئے تھے یہ تو اللہ تعالیٰ کا تم پر اس کے حبیب کی اطاعت واتباع وخلوص کے صدقہ وطفیل میں فضل وکرم رحمت نعمت تھی کہ کوئی آفت ومصیبت عتاب وعقاب کا عذاب نہ آ گیا صرف معمولی سزاؤں معافیوں توبوں سے جان چھوٹ گئی ورنہ زوجہ محبوب کو افک قذف لگانا کوئی معمولی جرم نہیں ہے اور زوجہ بھی وہ جو صدیقہ دنیا وآخرت ہے اور مومنین ومومنات کائنات کی ماں ہے۔ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْ مَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ ۔اور اگر نہ ہوتا اللہ تعالیٰ کا فضل تم چند مسلمان صحابہ پر اور اس کی رحمت دنیا وآخرت میں اس طرح کہ دنیا میں توبہ کی مہلت معافی مانگنے کی توفیق ملنے کا فضل اور حد قذف سے کفارہ جرم بن جانے کی رحمت اور آخرت میں قبولیت توبہ کا فضل اور مغفرت وشفاعت کی رحمت کا شرف وسعادت نہ ہوتی تو البتہ یقیناً تم مسلمان قاذفین کو بھی اس اشاعت افک کے بدلے میں دنیا وآخرت کے اندر ایک دم بہت ہی بڑا عذاب پہنچ جاتا۔ جیسے کہ پچھلی امتوں میں قوم نوح، عاد، ثمود، قوم لوط اور قوم فرعون کو پہنچا تھا۔ کہ دنیا سے قبر تک، قبر سے حشر تک، حشر سے جہنم تک عذاب ہی عذاب۔ خیال رہے کہ اس افک مبین میں لوگوں کے چار گروہ ہو گئے۔ ایک ٹولہ منافقین قاذفین کا یہ تقریباً چودہ افراد تھے دوم شائعین وذاکرین افک کا اس ٹولے میں تین افراد تھے۔ حسان، مسطح، حمنہ یہاں ان دونوں آیتوں میں ان تین ہی کو جھڑک سنائی جا رہی ہے۔ سوم ساکتین کا اس ٹولے میں وہ تمام صحابہ صحابیات تھے جو بالکل خاموش رہے۔ اگلی آیت ۱۶ میں ان کو جھڑکا گیا ہے کہ تم خاموش کیوں رہے حق

کی صداقت و باطل کی کذابیت برملا علانیہ بیان کیوں نہ کی چوتھا گروہ مخلصین صالحین راسخین کا جیسے فاروق اعظم، عثمان غنی علی مرتضی حبشیہ بریرہ لونڈی، ام مسطح، ایوب انصاری کے والد، والدہ وغیرہم ان آیات میں یہ بھی بتایا گیا کہ اے لوگو ایمانی نگاہ کے علاوہ اگر ظاہری نظر سے بھی دیکھا جائے تو یہ قذف ہر پہلو سے ہر طرح کذب وافترائی ہی ہے اور افک مبین وبہتان عظیم ہی ہے۔ کیونکہ اس سفر میں یہ سب منافقین ساتھ ہی ہیں۔ نہ کسی ساز باز کی گنجائش نہ خیانت خباثت بغاوت کی حماقت ومنصوبہ سازی اور دغابازی کا کسی کی طرف سے امکان یا شبہ چالاک ترین عورت بھی خاوند کی موجودگی وقربت وسفری حالت میں کوئی چالاکی نہیں کرتی پھر کس کو پہلے سے پتہ تھا کہ اس وقت صدیقہ جنگل جائیں گی اور ہار گم ہوگا اور پھر یہ کون جانتا تھا کہ ہودج اونٹ پر رکھتے وقت رکھنے والے خالی ہونے کا اندازہ نہ لگائیں گے پھر ہر سفر میں بھی کسی کو پیچھے رکھا جاتا کبھی کسی کو۔ بلکہ منزلیں بدلنے سے آدمی بھی بدلے جاتے کہ پہلی منزل تک کسی کو دوسری تک کسی کو اور یہ انتخاب اچانک ہوتا ان صورتوں میں واپسی پر اس غزوے کی چھٹی منزل کے لیے جب روانگی ہونے لگی تو اچانک نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ اے صفوان اب تم پیچھے آنے کی ڈیوٹی دو۔ پھر جب اگلے پڑاؤ پر لشکر ٹھہرا تو تقریباً ایک ڈیڑھ گھنٹے بعد ہی صفوان پہنچ جاتے ہیں پیدل انسان کتنی بھی تیز چلے تو اتنی ہی دیر میں اگلی منزل پر یعنی پچاس میل کا فاصلہ طے کر سکتا ہے۔ یہ تمام وہ اتفاقیات تھے جن میں نہ کسی منصوبہ سازی کا امکان ہے نہ وقت قلیل ہی اس کی گنجائش دیتا ہے۔ اتفاقی جبری بدکاری میں بھی وقت لگتا ہے۔ پھر تمام وقت قافلے میں پہنچنے تک صفوان وصدیقہ ایمان کامل کے ساتھ پرسکون ہیں۔ اس قسم کا بددیانت بھی مطمئن وپرسکون نہیں رہ سکتا چہرے کی ہوائیاں چلنے کی کمزوریاں ہی راز فاش کر دیتی ہیں مگر صفوان نہایت اطمینان سے سب کے سامنے سے گزرتے ہوئے عین خیمے نبوی کے پاس جا کر اونٹ بٹھاتے ہیں۔ حضرت صدیقہ اتر کر خیمے میں چلی جاتی ہیں یہ باتیں سب منافقین بھی سمجھتے تھے کسی قذف کی ذرہ بھر گنجائش نہیں مگر پھر بھی خباثت اچھل پڑی حماقت بکھر پڑی شامت اعمال مچل پڑی۔ قافلے والے ابھی اپنے اپنے خیمے ہی لگا رہے تھے ابھی کسی کو صدیقہ کے پیچھے رہ جانے کا یا ہودج خالی ہونے کا دھیان تک نہ آیا تھا۔ ان ہی دو مردوں نے ہودج اتار کر نیچے بھی رکھ دیا تھا۔ جب خیمہ نبوی تیار ہو چکا تو صفوان بھی وہاں پہنچ گئے۔ جب صدیقہ خیمے میں پہنچیں تو خیمہ تیار کرنے والے یہی سمجھے کہ شاید آپ ہودج سے نکل کر آئی ہیں اور وہ خیمے سے باہر چلے گئے۔ کچھ دیر بعد نبی کریم ﷺ خیمے میں تشریف لائے صدیقہ کو دیکھا مگر کچھ نہ پوچھا۔ صدیقہ نے خود یہ سب واقعہ بتایا بلکہ شکایتاً گلہ کیا کہ آپ لوگ مجھے چھوڑ کر چلے آئے اگر صفوان بھی بغیر دھیان کئے چلے جاتے تو میں کیا کرتی کڑکتی دھوپ میں ہی پیاسی مر جاتی۔

شریعت میں قاذف کی چار قسمیں ہوتی ہیں۔ ۱۔ ظاہراً بھی سچا باطناً بھی سچا یعنی خود بھی چشم دید صاف صاف اور چار عادل گواہ بھی صاف چشم دید۔ ایسی قذف میں مقذوف ومقذوفہ کو حد شرعی لگے گی۔ ۲۔ قاذف ظاہراً بھی جھوٹا باطناً بھی جھوٹا۔ یعنی قاذف نے نہ خود کچھ دیکھا۔ نہ جھوٹے گواہ لا سکا ایسی قذف میں قاذف کو حد قذف لگے گی۔ ۳۔ قاذف ظاہراً عدالت شرعی میں جھوٹا پڑ جائے مگر باطناً عند اللہ سچا ہو۔ وہ اس طرح کہ قاذف نے جرم کو اپنی آنکھوں سے صاف صاف دیکھا اور پہچانا مگر نصاب شرعی کے مطابق گواہی شرعی عدالت میں پیش نہ کر سکا تو ایسے قاذف کو بھی حد قذف لگے گی کیونکہ شریعت کا ظاہر پر فیصلہ ہوتا ہے مقذوف دنیا میں بری مگر باطن کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد۔ کا بدلہ بھی آخرت میں۔ وصال نبوی کے بعد فاروق

اعظم نے اعلان فرمایا تھا کہ لوگو اب وحی بند ہو گئی ہے۔ سب فیصلے ظاہر حالات پر ہوں گے لہٰذا جو شخص ظاہراً پاک صاف ہوگا ہم اس کو پاک وصاف ہی سمجھیں گے اس کو امن بھی دیں گے مقرب ومعزز بھی بنائیں گے ہمیں اس کے باطن سے کچھ غرض نہیں اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے اور جو شخص ظاہراً مجرم ثابت ہوگا نہ اس کو سزا سے امن ہوگی نہ سچا کہا جائے گا اگرچہ باطن حقیقی میں عند اللہ سچا ہو۔ اجماع امت یعنی صحابہ کرام وفقہاء ائمہ اربعہ کا اتفاق بھی اسی پر ہے کہ دنیوی احکام ظاہر پر ہیں اور باطنی حالات کا فیصلہ آخرت میں۔ ۴۔ قاذف ظاہراً سچا بن جائے مگر باطناً حقیقت میں جھوٹا ہو۔ یعنی قاذف نے خود بھی نہیں دیکھا اور گواہوں نے بھی کچھ نہیں دیکھا مگر شرارت اور چالاکی سے جھوٹی تہمت لگا کر عدالت میں صاف چشم دید کا بیان اور گواہی دے دی تو ایسی قذف میں عدالت اسلامی مقذوف ومقذوفہ کے حالات کا جائزہ لے گی اگر مقذوف یا مقذوفہ سے عادتاً ایماناً وعقیدتاً یا کیفیت جسمی یا دیگر حالات میں وہ جرم ممکن ہو تو قاذف بری مقذوف کو سزا لیکن اگر عادتاً ایماناً یا جسمانی کیفیت میں یا دیگر حالات کی وجہ سے وہ جرم مقذوف یا مقذوفہ سے ناممکن ومحال ہو تو قاذف وگواہان کو سزاء حد قذف اور مقذوف ومقذوفہ بری۔ مثلاً زنا کی تہمت لگائی اور مقذوف بچپن سے مقطوع الذکر ہے یا کامل نامرد ہے یا مکمل خنثیٰ ہے یا قاذف وگواہان نے زنا کار جو دن اور وقت بتایا تھا اس دن اور اس وقت وہ کسی دوسرے شہر میں تھا اور مقذوف قاذف کے گواہوں سے بڑے گواہوں کی گواہی سے یا علامات سے یہ بات عدالت میں ثابت کر دے یا اگر کوئی بدبخت ازواج النبی میں سے کسی زوجہ نبی کو زنا کی تہمت لگائے تو قاذف وگواہان کو سزا ہو گی دنیا میں بھی آخرت میں بھی یہ تمام قانون تا قیامت ہے۔
لندن والتھم سٹو کا ایک رافضی مفتی نوح علیہ السلام کی ایک بیوی کنعان کی والدہ پر کنعان کو ناجائز اولاد کہتے ہوئے زنا کاری کی تہمت افک مبین لگاتا ہے اپنی کتاب جلد چہارم کے صفحہ ۱۴۹ پر اور اصل قاذف خواجہ حسن بصری اور امام باقر کو بناتا ہے گویا کہ یہ رافضی مصنف اپنی جہالت وبے عقلی سے تین شخصیات پر تہمت لگاتا ہے۔ ۱۔ زوجہ نوح علیہ السلام پر زنا کی۔ ۲۔ خواجہ حسن بصری پر۔ ۳۔ امام محمد باقر پر جھوٹے قاذف ہونے کی اگر دنیا میں سزا نہ ملی تو آخرت میں تگنی سزا سے بچ نہ سکے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

فائدے

ان آیات سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ **پہلا فائدہ:** اگر قذف کو مشہور کرنے والے مسلمان مسطح وغیرہ بچی توبہ نہ کرتے تو ان کے تمام اعمال صالحہ برباد اور ایمان ختم ہو جاتا اور اَنۡ تَحۡبَطَ اَعۡمَالُكُمۡ (الخ) کے زمرے میں شامل ہو جاتے کیونکہ افک صدیقہ سے ایذاء رسول ہے۔ جامع صغیر جلد اول بروایت مولیٰ علی ہے کہ کسی نے پوچھا یا رسول اللہ آپ کو سب سے زیادہ کون محبوب ہے۔ قَالَ اَحَبُّ النَّاسِ اِلَیَّ الۡعَائِشَةُ وَمِنَ الرِّجَالِ اَبُوۡهَا۔ ترجمہ: فرمایا آقا ﷺ نے کہ عورتوں میں سب سے زیادہ محبوب عائشہ اور مردوں میں اس کے والد۔ یہ فائدہ۔ وَلَوۡلَا فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ میں لَوۡلَا امتناعیہ کے بعد لَمَسَّكُمۡ (الخ) فرمانے سے مستنبط ہوا۔ **دوسرا فائدہ:** اسلام میں سب سے بڑا گناہ ازواج النبی کی گستاخی ہے۔ اسی لیے اس کی بہت قسم کی سزائیں۔ ۱۔ سزاء شرعی حد قذف۔ ۲۔ سزاء ذلت مردود الشہادت ہونا۔ ۳۔ سزاء الٰہی فاسقیت۔ ۴۔ سزاء عبرت کہ دنیا میں کوئی بیماری لگ جانا۔ ۵۔ سزاء آخرت کہ قبر حشر جہنم میں عذاب عظیم ہونا۔ قذف

صدیقہ کے قاذف دو قسم کے پہلے قاذف قائمین یعنی وہ منافقین جنہوں نے حد قذف کھا کر بھی توبہ نہ کی ان کے لیے آخرت میں عذاب عظیم۔ دوم قاذف تائبین۔ یعنی وہ تین مسلمان جنہوں نے حد قذف کھا کر سچی توبہ کر لی ان کی فاسقیہ تو ختم ہو گئی مگر دنیا میں عبرت کی سزا ملی کہ حسان نابینا ہو گئے۔ مسطح مفلوج العین ہو گئے اور حمنہ دیوانگی و مرگی میں مبتلا ہوئی۔ یہ فائدہ فَضْلُ اللّٰهِ کے فرمان میں عَلَيْكُمْ کی قید لگانے سے حاصل ہوا۔ یعنی فضل و رحمۃ خاص صرف بہکائے گئے مسلمانوں پر نہ کہ منافقین پر دوسرا فرق یہ کہ مسلمانوں کو تمام حد شرعی کفارہ جرم ہے مگر ذمی یا مستامن یا منافق کفار کو شرعی سزا کفارہ نہیں صرف جرم مٹانا ہے۔

احکام القرآن

ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ:** اس بات پر اجماع امت ہے کہ احکام شریعت بندوں کے صرف ظاہری حال و ثبوت پر لگتے ہیں نہ کہ باطنی حال و کیفیت پر۔ یہ مسئلہ۔ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ کے فرمان سے مستنبط ہوا۔ **دوسرا مسئلہ:** جو بات ظاہری باطنی مشاہدات و علامات سے غلط و ناممکن ثابت ہو اس کی کرید کرنی یا پیچھے لگنا حرام و ممنوع بلکہ اس کی لغویت پر یقین رکھ کر فوراً تردید کرنا لازم ہے تاکہ تخریب کاروں کا فتنہ ختم ہو۔ یہی حکم کفار کی ملکی و سیاسی افواہ بازی کا ہے۔ یہ مسئلہ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا (الخ) کے فرمان ربانی سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ **پہلا اعتراض:** یہاں فرمایا گیا۔ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ۔ یعنی قاذفین جب گواہ نہ لا سکیں تو وہ عند اللہ جھوٹے ہیں۔ عِنْدَ اللہ کا معنی ہے آخرت میں جھوٹے۔ ثابت ہوا کہ وہ دنیوی عدالت میں جھوٹے نہیں۔ حالانکہ قانونِ اسلامی کے مطابق ایسے تہمت باز تو دنیوی اسلامی عدالت میں بھی جھوٹے ہوتے ہیں۔ تو پھر یہاں عند اللہ۔ کی قید کیوں ہے۔ **جواب:** مفسرین فرماتے ہیں کہ یہاں عِنْدَ اللہ کا معنی عِنْدَ الشرع ہے لیکن عِنْدَ الشرع کے بجائے عِند اللہ کہنے میں جرم کی سختی بیان کرنا ہے۔ یعنی ایسی کھلی جھوٹی قذف اتنی بری ہے کہ آخرت تک اس کا عذاب ہے۔ **دوسرا اعتراض:** یہاں گواہ نہ لانے والوں کو جھوٹا کہا گیا۔ حالانکہ کبھی سچا قاذف بھی گواہ نہیں لا سکتا اور کبھی جھوٹا قاذف بھی عیاری مکاری سے جھوٹے گواہ لے آتا ہے تو پھر کس کو یقینی سچا کہا جائے۔ **جواب:** نہ تو یہاں گواہ لانے کا ذکر ہے اور نہ ہر قذف کا ذکر ہے بلکہ صرف اس قذف صدیقہ کا ذکر ہے اور فرمایا گیا کہ اے افک کو مشہور کرنے پھیلانے والے مسلمانو تم نے منافق قاذفین کی ورغلاہٹ میں آ کر یہ غور کیوں نہ کیا کہ اس قذف کے گواہ کہاں ہیں نہ تم نے خود منافقین سے گواہوں کا مطالبہ کیا اور نہ یہ سوچا کہ جب اسلامی عدالت ہم سے مطالبہ کرے گی تو ہم گواہ کہاں سے لائیں گے جس اندھے پانگلے بن کر منافقوں کے پیچھے چل پڑے۔

تفسیر صوفیانہ

لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۝ ۔ مقربین منزل کے لیے گوش و ہوش کے مراقبات خلوت اور تخیل و تصور بہت ضروری ہے ورنہ ہر وقت بھٹکنے بہکنے کا خطرہ ہے۔ اے منزل طلب کے

فریبیو تم فریب نفس میں مبتلا ہو کر نفسیات باطنی کی قذف شیطان پر۔ نطق و ہوش، سمع و بصر کے چار گواہ کیوں نہ لائے حالانکہ تمام اسرار معرفت کے ہر پوشیدہ بھید کے لیے شہادۃ آشکار وانکار ضروری ہے مگر مفسدین عیارین کے پاس نہ شہادت سمعی نہ بصری نہ ہوش فہمی نہ نطق لسانی۔ پس جان لو کہ قرب جلال کی بارگاہ میں تمام نفسیات ظاہراً باطناً ابدی جھوٹے ہیں۔ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْ مَاۤ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۴﴾ ۔اے راہِ طلب میں بہکائے جانے والو تم نے قلب کے گوش عقل کے ہوش فنا کر کے نفس امارہ کی بات مانی نارِ ذلت کو نورِ عزت سمجھا۔ اگر معرفت الٰہی کا فضل قرب تم پر نہ ہوتا اور دستگیری کی رحمت تم پر نہ آتی اور سہارا دے کر نہ بچاتی کہ دنیا میں محبت رسالت اور آخرت میں مروت شفاعت نہ ملتی تو تمہاری بدعملیوں کی وجہ سے تم کو دوری منزل بربادی محنت کا بڑا عذاب فراق پہنچتا۔ اس حقیقت کو جانو۔ مانو کہ جو بندہ اپنی ذات کی نفی کرتا ہے تو دل شاد، روح آباد اور نفس برباد ہو جاتا ہے۔ ادب سے عاجزی اور عاجزی سے سجدہ ریزی پیدا ہوتی ہے جب بندہ اپنے رب تعالیٰ کے لیے سجدہ کرتا ہے تو غرور کا بت ٹوٹ جاتا ہے۔ لیکن جب کوئی بندہ اپنی خواہشات کے جال میں گم ہو کر اندھا بن کر بھاگتا شور مچاتا ہے تو کسی کی بددعا سے اندھیروں میں گمنام ہو جاتا ہے۔ اے معرفتِ حقیقی کے طلبگارو اپنے قالب باطنی کو تصورات صالحہ، تخیلات کاملہ نیات خالصہ سے سجا کر مسجد بناؤ۔ بناوٹی خیالات والے افک مبین کے بتوں سے جسم مومن کو کفرستان کا مندر نہ بناؤ۔

اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ
جب تم بڑھ چڑھ کر چلا رہے تھے اپنی زبانوں کو اور بک رہے تھے اپنے مونہوں سے وہ باتیں کہ نہیں تھا
جب تم ایسی بات اپنی زبانوں پر ایک دوسرے سے سن کر لاتے تھے اور اپنے منہ سے وہ نکالتے تھے
مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا ۖ
ذرہ بھر تم کو جس کا علم اور تم اپنے گمان میں سمجھتے ہو اس بہتان بازی کو نہایت معمولی و آسان بات
جس کا تمہیں علم نہیں اور اسے سہل سمجھتے تھے
وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ﴿۱۵﴾ وَلَوْلَاۤ اِذْ
حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی سخت بات ہے اور ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب
اور وہ اللہ کے نزدیک بڑی بات اور کیوں نہ ہوا جب
سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ
سنا تھا تم نے اس شرانگیزی کو تو فوراً کہہ دیتے نہیں جائز ہمارے لیے کہ بات کریں ہم اس قسم کی
تم نے سنا تھا کہا ہوتا کہ ہمیں نہیں پہنچتا کہ ایسی بات کہیں

سُبۡحٰنَكَ هٰذَا بُهۡتَانٌ عَظِيۡمٌ ﴿۱۶﴾

پاک ہے تو یا اللہ یہ بات تو بڑا سخت بہتان ہے

الٰہی پاکی ہے تجھے یہ بڑا بہتان ہے

تعلقات

ان آیات پاک کا پچھلی آیات پاک سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آیات میں بے عقل نادان مسلمانوں پر فقط ان کے باطنی خلوص کی بنا پر رب تعالیٰ کی جانب سے فضل و کرم کیے جانے کا ذکر ہوا اب ان آیات میں ان کو بے عقلی چھوڑ کر عقل و شعور سے کام لیتے ہوئے علم و تدبر و تفکر سے کام لینے کا سمجھایا جا رہا ہے اور آئندہ کے لیے تا قیامت ہر مسلمان کو اس قسم کے تخریب کار دشمنوں سے بچنے اور سمجھداری کا سبق سکھایا جا رہا ہے۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیات میں ایک شرعی قانون بیان فرمایا گیا کہ جب کوئی شخص کسی مسلمان پر زنا کا الزام لگائے تو اس الزام لگانے والے پر واجب ہے کہ ثبوت زنا کے لیے چار سچے گواہ پیش کرے۔ اب ان آیات میں فرمایا جا رہا ہے کہ اگر کسی الزام تراش کے پاس چار گواہ نہ ہوں تو سننے والے مسلمانوں کو اپنے اندازے اور تخمینے لگا کر الزام تراشی میں شامل نہیں ہو جانا چاہئے بلکہ فوراً بلا جھجک الزام تراش کی تکذیب کرتے ہوئے اس الزام لغو کو بیہودہ اور بہتان عظیم کہہ دینا چاہئے۔ **تیسرا تعلق:** پچھلی آیات میں تخریب کار عناصر اور معاشرے کو بگاڑنے والے بعض اوباش لوگوں کی شرارتوں اور الزام تراشیوں معاشرے کو بگاڑنے فساد مچانے کا ذکر ہوا۔ اب ان آیات میں مسلمانوں کو ایسے ہی بد بخت فسادی لوگوں کو جھٹلا کر فساد کا دروازہ بند کرنے اور اسلامی معاشرے کو فساد لڑائی جھگڑوں نفرتوں سے پاک و صاف رکھنے کا طریقہ سکھایا جا رہا ہے۔

تفسیر نحوی

اِذۡ تَلَقَّوۡنَهٗ بِاَلۡسِنَتِكُمۡ وَتَقُوۡلُوۡنَ بِاَفۡوَاهِكُمۡ مَّا لَيۡسَ لَكُمۡ بِهٖ عِلۡمٌ وَّتَحۡسَبُوۡنَهٗ هَيِّنًا ۖ وَّهُوَ عِنۡدَ اللّٰهِ عَظِيۡمٌ ﴿۱۵﴾ ۔ اِذۡ ۔ اسم ظرف زمانی کے لیے۔ ترجمہ ہے۔ جس وقت۔ جبکہ۔ تَلَقَّوۡنَ باب تفعُّل کا مضارع مثبت معروف صیغہ جمع مذکر حاضر۔ دراصل ہے کُنۡتُمۡ تَتَلَقَّوۡنَ۔ ماضی استمراری۔ اِذۡ کے قرینے سے لفظ کُنۡتُمۡ کو حذف کیا گیا اور ہم مخرج ت کی وجہ سے پہلی ت کو حذف کیا گیا۔ اس حذف سے کلام کا ثقل دور ہوا۔ تخفیف و نرمی پیدا ہوئی۔ اس کا مصدر ہے تَلَقِّیۡ۔ مادہ ہے لَقۡیٌ۔ لَقۡیٌ کا معنی ہے ملاقات کرنا اور تَلَقِّیۡ کا معنی ہے۔ تلقین کرنا، اکسانا، آمادہ کرنا، کسی کے سامنے جانا۔ یہاں سب معنی ہیں یعنی چل پھر کر شرارت پھیلانے کی دوسروں کو تلقین کرنا اور اکسانا کہ تم بھی اس بات کا چرچہ کرو پھیلاؤ۔ اس کا فاعل ضمیر صیغہ ضمیر واحد مذکر غائب منصوب متصل کیونکہ مفعول بہ ہے بِ حرف جر اَلۡسِنَةِ۔ اسم جمع مکسر منصرف تکثیری۔ اس کا واحد ہے لِسَان۔ ترجمہ ہے۔ زبان جسمانی، بولی، گفتگو، لہجہ، باتیں یہاں مراد ہے جسمانی منہ کے اندر والی زبانیں۔ اَلۡسِنَةِ مضاف کُمۡ مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے تَلَقَّوۡنَ کا۔ یہ لفظ صیغہ دراصل ہے تَتَلَقَّيُوۡنَ۔ تعلیل نحوی سے تَلَقَّوۡنَ ہوا۔ یہ فعل فاعل مفعول بہ اور متعلق سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ ہوا واؤ عاطفہ تَقُوۡلُوۡنَ۔ فعل مضارع مثبت معروف بمعنی ماضی

استمراری۔ تَلَقَّوْنَ پر عطف کی وجہ یہ بھی دراصل کُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ ہے۔ قَوْلٌ سے مشتق باب نَصَرَ سے۔ اس کا فاعل ضمیر صیغہ جمع مذکر حاضر۔ بِ جارہ۔ اَفْوَاہِ۔ اسم جمع مکسر منصرف بروزن اقوال افعال۔ ترجمہ ہے مونہوں سے اس کا واحد ہے فُوْہٌ۔ اس کا لغوی ترجمہ ہے۔ ہوا سے بھرا ہوا تھیلا مٹی سے بنا ہوا سانچہ (سچا) چونکہ منہ میں ہوا ہو تو الفاظ نکلتے ہیں اور منہ الفاظ کا سانچہ اس لیے منہ کو فُوْہٌ کہا جاتا ہے۔ اسی سے ہے اَفْوَاہٌ بمعنی پھیلی ہوئی جھوٹی خبریں جو ہوا کی طرح اڑتی پھریں اور ان کا سراغ نہ لگے کہ کس نے اڑائیں پھر فُوْہٌ کی ہ کو حذف کیا گیا۔ اور واؤ کو میم سے بدلا گیا۔ ہو گیا فَمٌ۔ فَمٌ کا لغوی معنی ہے سوراخ، خلا چہرے کا منہ بھی خلا کی مثل سوراخ ہوتا ہے اس لیے منہ کو فَمٌ کہا جاتا ہے اس کی اپنی کوئی جمع نہیں بلکہ جمع اصل کی طرف ہی ہوتی ہے یعنی اَفْوَاہِ یہ مضاف ہے کُمْ مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے تَقُوْلُوْنَ کا۔ مَا اسم موصول۔ لَیْسَ فعل ماضی مطلق صیغہ واحد مذکر غائب، تامہ ہے۔ لام حرف جارہ تعدیہ کا کُمْ مجرور یہ جار مجرور متعلق اول ہے۔ بِہٖ۔ بِ جارہ تعدیہ کا ہٖ ضمیر کا مرجع ہے اِفْکٌ۔ یہ جار مجرور متعلق دوم ہے۔ عِلْمٌ اسم مصدر مادہ ثلاثی۔ ترجمہ ہے جاننا، مراد ہے معلومات ہونا، خبر ہونا۔ یہ فاعل ہے لَیْسَ کا یہ فعل فاعل دونوں متعلق مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا مَا کا۔ یہ موصول صلہ مل کر مفعول بہ ہے تَقُوْلُوْنَ کا۔ وہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ہے۔ واؤ عاطفہ۔ تَحْسَبُوْنَ۔ باب سَمِعَ کا فعل مضارع حال۔ یا ماضی استمراری۔ صیغہ جمع مذکر حاضر، حَسْبٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے گمان کرنا، خیال بنانا، شمار کرنا۔ ظَنٌّ اور حَسْب میں فرق یہ ہے کہ ظن دو مخالف چیزوں (نقیضوں) کے لیے ایک درجہ کا عقیدہ و تصور ہونے کا نام ہے اور حَسْبٌ دو مخالف چیزوں میں سے ایک پر عقیدہ و تصور، یا یقین ہونے کا نام اسی لیے دینی تعلق کو بھی حَسْبٌ کہا جاتا ہے۔ غرضکہ پختہ گمان حَسْبٌ ہے اور ناپختہ گمان ظَنٌّ ہے۔ لیکن کبھی ظن حسبٌ کی طرح یقین کامل کے معنی میں ہوتا ہے۔ تَحْسَبُوْنَ کا فاعل اَنْتُمْ پوشیدہ ضمیر مفعول بہ اول مرجع ہے اِفْکٌ۔ ھَیِّنًا۔ اسم مفرد نکرہ۔ ترجمہ ہے آسان، معمولی بات یہ ذوالحال ہے۔ واؤ حالیہ، ھُوَ ضمیر مبتدا۔ عِنْدَ اللّٰہِ۔ یہ مرکب اضافی ظرف مکانی مقدم ہے۔ عَظِیْمٌ۔ اسم صفت مشبہ۔ باب کَرُمَ سے۔ اس کا فاعل ھُوَ ضمیر پوشیدہ۔ عَظْمٌ سے مشتق ہے۔ ترجمہ ہے سخت، بڑی، بری ہونا، یہ صفت مشبہ اپنے فاعل اور ظرف مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے ھُوَ مبتدا کی وہ دونوں جملہ اسمیہ ہو کر حال ہے ھَیِّنًا کا۔ دونوں مل کر مفعول بہ دوم ہے تَحْسَبُوْنَ کا، وہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہے تَقُوْلُوْنَ کے جملہ پر یہ دونوں عطف مل کر معطوف ہے تَلَقَّوْنَ کے جملے پر۔ وہ دونوں عطف مل کر ظرف زمانی ہے سابقہ فعل اَفَضْتُمْ کا۔ وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْہُ قُلْتُمْ مَّا یَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِھٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ ھٰذَا بُھْتَانٌ عَظِیْمٌ ⑯ ۔ واؤ سر جملہ۔ لَوْلَا۔ اسم متصل مجموعہ ہے لَوْ شرطیہ اور لَا نافیہ کا حرف تنبیہ ہے زجر و توبیخ کے لیے۔ ترجمہ ہے۔ ایسا کیوں نہ ہوا۔ اِذْ۔ اسم ظرف زمانی۔ سَمِعْتُمُوْہُ۔ باب سَمِعَ کا ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ جمع مذکر حاضر دراصل ہے سَمِعْتُمْ۔ آخر کی واؤ تفخیم اور اشباع یعنی بھراؤ کے لیے۔ اس کا فاعل ضمیر صیغہ ضمیر اس کا مفعول بہ۔ یہ فعل فاعل مفعول بہ مل کر ظرف مقدم ہے۔ قُلْتُمْ فعل ماضی مطلق بمعنی ماضی تمنائی۔ یہ فعل فاعل ظرف مقدم مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر قَوْل ہوا۔ مَا حرف نفی مشبہ بلیس۔ یَكُوْنُ فعل مضارع حال تامہ ہے اس کا فاعل ھُوَ ضمیر مرجع حَقٌّ ہے معنی ہے کہ نہیں ہے حق یا جائز ہے یعنی نہیں ہے جائز۔ لَنَا۔ یہ جار مجرور متعلق ہے یَكُوْنُ کا یہ فعل فاعل متعلق مل کر جملہ فعلیہ ہو کر اسم ہے مَا کا۔ اَنْ حرف ناصبہ

نَتَکَلَّمَ باب تفعل کا مضارع مثبت معروف صیغہ جمع متکلم اس کا مصدر ہے تکلُّمٌ۔ کَلْمٌ سے بنا ہے ترجمہ ہے کلام کرنا، باتیں کرنا، زبان کھولنا۔ اس کا فاعل نَحْنُ ضمیر پوشیدہ بِ حرف جر برائے تعدیہ۔ ھٰذَا اسم اشارہ قریبی اس کا مشار الیہ اِفک۔ یہ جار مجرور متعلق ہے نَتَکَلَّمَ کا۔ یہ سب مل کر خبر ہے مَامشبہ بلیس کی۔ مَا اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ اول ہوا۔ سُبْحٰنَ۔ اسم مصدر ہے بروزنِ فُعْلَان۔ آخر کا الف نون زائدتان ہے سَبْحٌ سے بنا ہے مضاف ہے کَ ضمیر واحد مذکر حاضر مرجع ہے اللہ تعالیٰ۔ یہ مضاف الیہ ہے۔ مرکب اضافی مفعول مطلق ہے پوشیدہ فعل بافاعل سَبَّحْنَا کا وہ فعل بافاعل اپنے مفعول مطلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مقولہ دوم ہوا۔ ھٰذَا۔ اسم اشارہ قریبی مبتدا ہے۔ اس کا مشار الیہ اِفک ہے۔ بُھْتَانٌ۔ اسم مصدر بروزن فُعْلَانٌ۔ الف نون زائدتان۔ یہاں منصرف ہے کیونکہ موصوف ہے منصرف کا۔ بہت سے بنا ہے۔ ترجمہ ہے حیران، پریشان کرنا، لاجواب کرنا۔ باب سَمِعَ اور کَرُمَ میں اس کی گردان ہوتی ہے۔ مراد ہے کھلا، صاف جھوٹ، بہتان کا معنی اتنا صاف اور ظاہر ظہور جھوٹ کہ بولنے والا سننے والوں کو اپنی کذب بیانی وخباثت ومکاری پر حیران کردے کہ دنیا میں ایسے جھوٹے بھی ہیں۔ یہ موصوف ہے۔ عَظِیْمٌ اس کی صفت ہے۔ یہ مرکب توصیفی خبر ہے ھٰذَا مبتدا کی دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ سوم ہوا۔ قُلْتُمْ قول اپنے تینوں مقولوں سے مل کر جملہ قولیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ

اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا ۖ وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ۝۔ اللہ تعالیٰ کے فضل ورحمت سے تم بچ گئے ورنہ پکڑ لیتا تم کو عذاب عظیم اسی وقت جبکہ افک مبین کی تشہیر میں دلچسپی لیتے ہوئے اور کسی پاکدامن کی عزت سے کھیلنے کو معمولی مذاق تماشہ سمجھتے ہوئے باتیں اچک رہے تھے تم اپنی زبانوں پر کسی سے سن کر کسی کو سنا کر۔ تَلَقَّوْنَ کی تین صورتیں تھیں کبھی ان میں سے کوئی کسی کے پاس گھر بازار یا کسی محفل میں جا کر کہتا کہ میں نے ایسا سنا ہے تمہارا اس بارے میں کیا خیال ہے دوسرا خاموش ہو جاتا۔ یہ کردار مسطح کا تھا اور کوئی کسی سے کہتا کہ ارے بھائی تو نے کچھ سنا جب وہ دوسرا کہتا کہ نہیں بھئی میں نے کچھ نہیں سنا تو یہ پہلا اس کو خوب بڑھا چڑھا کر افک مبین کی باتیں بنا بنا کر سناتا یہ کردار حمنہ کا تھا اور حسان بن ثابت کا کردار اس تشہیر میں یہ تھا کہ کبھی صفوان کا نام لے کر یہ واقعہ سفر بیان کرتے کبھی حضرت صدیقہ کا نام اقدس لے کر ادھر منافقین اپنے طور پر گلی محلوں محفلوں میں بیٹھ کر کسی سے سنتے کسی کو سناتے۔ نہ خوف خدا نہ شرم نبی نہ ایذاء رسول اللہ کا خیال نہ غمنا کی صدیقہ کا خیال اور وہ تمام باتیں جو تم چند لوگ صرف اپنے ہی مونہوں سے بنا بنا کر ایک دوسرے سے کہتے چلے جا رہے تھے یہ ایسی تھیں کہ ان میں سے کسی بات کا خود تم کو بھی کچھ علم نہ تھا اور اس کے باوجود کہ تمہارے دل دماغ اس قذف کو جھوٹ جانتے تھے پھر بھی تم یہی سمجھتے رہے کہ تہمت ایک معمولی جرم ہے اور اتنی بڑی شرارت بازی تخریب کاری کو بہت معمولی بات سمجھا حالانکہ یہ قذف اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی سخت خبیثانہ حرکت تھی۔ کیونکہ عام محصنین ومحصنات پر اتہام بھی بدترین جرم ہے تو پھر ازواج الانبیاء خصوصاً نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات ومقدسات پر الزام واتہام لگانا خاص کر وہ زوجہ مقدسہ جس کو خود رب قدیر نے تمام جہانوں کی صدیقہ وعفیفہ اور تمام مومنین ومومنات کی ماں بنایا ہے۔ یہ افک تو بے انتہا جرم عظیم ہے۔ اس کا وزن اس کی ہلاکت تو کوئی نہ اٹھا سکے نہ برداشت کر سکے۔ حد قذف سے کفارہ جرم تو پورا ہو جائے گا اور

توبہ صحیحہ صادقہ سے داغ فاسقیت تو اتر جائے گا مگر مردود الشہادت تا عمر رہو گے اور بذریعہ ان آیات قرآنیہ تمہارا براچرچہ، خراب شہرت تا قیامت باقی۔ تمہاری صحابیت برقرار ہوگی مگر باوقار نہ ہوگی کیونکہ اس افک مبین میں قلب کی بےعلمی عقل کی بےفہمی نفس امارہ کی چالبازی زبانوں کی عیاری باتوں کی مکاری ہے۔ تمہاری صداقت امانت، دیانت و ایمان داری سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ عربی لغت میں زبانی بناوٹ کے لیے تین لفظ ہیں۔ لَقْیٌ، لَقِفَ، لَقَنَ۔ لَقْیٌ سے ہی تلقی بنا ہے۔ اس کا معنی ہے زبان پر کسی لفظ عجیب کا خود بخود آ جانا اس کی تین صورتیں ہوتی ہیں۔ ۱۔ الہام ربی سے زبان پر جاری ہونا۔ جیسے سورۃ بقرہ آیت ۳۷ فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ۔ ۲۔ القاء شیطانی سے زبانوں پر جاری ہونا۔ جیسے تلاوت سورۃ نجم کے وقت بعض کفار کی زبان پر بتوں کی تعریف جاری ہوگئی تھی۔ ۳۔ انسان خناس کے بہکانے گمراہ کرنے سے عوام کا کچھ بکتے پھرنا جیسے یہاں افک مبین میں اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ کا ارتکاب۔ لَقِفَ اور تَلَقُّفٌ کا معنی ہے کسی کی بات کو پورا ہونے سے پہلے ہی اچک لینا اور بیان کر دینا جیسا کہ اکثر مشاعروں میں ہوتا ہے کہ سامعین شعر پورا ہونے سے پہلے خود پورا کر دیتے ہیں۔ لَقَنَ، تَلَقَّنَ، تَلْقِينَ۔ اس کا معنی ہے کہ بڑی مہارت سے کوئی بات لینا اور بڑھا چڑھا کر اس انداز میں بیان کرنا کہ سننے والا بھی اس کو کہنے لگ جائے۔ اس واقعے میں لوگ چار گروہوں میں بٹ گئے تھے تین گروہ مجرم اور ایک گروہ مخلص۔ ۱۔ پہلا گروہ قاذفین منافقین کا جن کی زبانوں نے جھوٹ بنایا دل میں کچھ علم عقل میں کچھ انجام کی فکر نہ تھی۔ ۲۔ دوسرا گروہ احمقین مشتہرین کا جنہوں نے بلا تحقیق تشہیر قذف پھیلائی۔ ۳۔ تیسرا گروہ جنہوں نے اس افک مبین و بہتان عظیم کو معمولی سمجھا حالانکہ یہ گناہ کبیرہ جرم عظیم اور تہمت کثیر تھی۔ ہر مسلمان کو اس سے بچنا واجب تھا۔ ان ہی تینوں گروہوں کو فرمایا جا رہا ہے۔ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ۔ جب تم اپنی زبانوں سے یہ عجیب و حیران کن جھوٹ بنائے پھرتے تھے۔ وَلَوْلَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖۗ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ⑯۔ اے افک کا چرچہ کرنے والو تم کو عقل کے ساتھ ایمان و علم کی قوت بھی دی گئی۔ تم نے منافقین سے اس قذف و افک کو سن کر بالکل ہی دل دماغ سے کام نہ لیا اور ایک دم ظاہری باطنی اندھے بن گئے۔ ایسا کیوں نہ ہوا کہ دیگر مومنین گروہ مخلصین کی طرح جب تم نے اس غلط قذف افک کا ذکر سنا تھا تو فوراً منافقوں کو جھوٹا کہتے سمجھتے ہوئے برملا علی الاعلان کہہ دیتے کہ اے بدبختو جھوٹے منافقو تم جو چاہو بکتے پھرو مگر ہم اہل ایمان کے لیے یہ لائق و مناسب نہیں ہے کہ ہم اس قسم کی ناممکن و محال بات کی تائید و حمایت میں ذرہ بھر کچھ کلام کریں اور پھر توبہ استغفار کرتے ہوئے اللہ کی تسبیح عرض کرتے کہ یا اللہ پاک ہے تو ہر عیب ہر بھول چوک ہر غلط انتخاب سے لہٰذا کبھی ایسا نہیں ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ کسی فاسقہ فاجرہ عورت کو اپنے کسی نبی علیہ السلام کی زوجیت میں منتخب فرما دے۔ خاص کر سردار انبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کے لیے کسی غلط عورت کا انتخاب فرما دے۔ ذات باری تعالیٰ سے ایسا غلط انتخاب ناممکن و محال بالذات ہے۔ اس لیے منافقت کی یہ تمام باتیں بناوٹیں خلاف حقیقت صاف و ظاہر بہتان عظیم ہے اور اس قسم کی بہتان سازی دنیا و آخرت میں باعث لعنت و نفرت کیونکہ اس سے اللہ رسول کو ایذا پہنچی اور اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ (الاحزاب: ۵۷) ترجمہ: بے شک جو لوگ اللہ رسول کو ایذا دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر لعنت بھیجتا ہے دنیا و آخرت میں۔ اسی قذف سے قاذف کو چھ نقصان ہوئے۔ ۱۔ دنیا و آخرت میں لعنت و حقارت ملی۔ ۲۔ اللہ رسول یعنی نبی کریم ﷺ کو ایذا پہنچائی۔

۳۔صدیقہ و والدین صدیقہ اور دیگر مسلمانوں کو غم پہنچایا۔ اس کا بھی وبال کثیر ملا۔ ۴۔فحاشی کی اشاعت ہوئی جو باعث عتاب ہے۔ ۵۔مسلمانوں کا بہت سا اسلامی وقت ضائع ہوا۔ یہ تخریب کاری حسن اسلام واصلاح اخلاق کے خلاف کام ہوا۔ ۶۔اللہ تعالیٰ کو ناراض کیا شیطان کو خوش کیا کیونکہ پردہ پوشی اخلاق رحمٰن ہے اور پردہ دری عادت شیطان ہے اور ارشاد نبوی ہے۔ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ یعنی اے مسلمانو اللہ تعالیٰ کے اخلاق اختیار کرو۔ سُبْحٰنَکَ کے تین معنی۔ ۱۔پاک ہے تو یا اللہ فاجرہ کو زوجہ نبی بنانے کے غلط انتخاب سے۔ ۲۔قاذفین کے ظلم کذب پر راضی ہونے سے۔ ۳۔پاک ہے تو قاذفین کو بغیر عذاب چھوڑنے اور مشتہرین کو بغیر سزا و بغیر توبہ معاف کرنے سے۔ آٹھ شخصوں نے اس تہمت کو سنتے ہی اس کو بہتان و بکواس کہہ دیا تھا نزول آیات سے پہلے ہی چار خلفا۔ ۵۔ایوب انصاری کے والد۔ ۶۔ان کی والدہ۔ ۷۔سعد بن معاذ۔ ۸۔اسامہ بن زید حارثہ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ لفظ بہتان، بُھْتٌ سے بنا ہے۔ اس کا معنی ہے۔ ایسا کھلا جھوٹ جو سننے والوں کو مبہوت یعنی حیران پریشان کردے اور دماغ چکرا جائے۔ افک صدیقہ اس لیے بھی بہتان عظیم ہے کہ ہر قذف کی سختی و حقارت دو نوعیت سے ہوتی ہے۔ ایک یہ کہ مقذوفہ ابتدا سے خاندانی و ذاتی طور پر پاکدامن مشہور ہو۔ دوم یہ کہ مقذوفہ کو ایسی نسبت مل جائے کہ قذف کا وجود اس مقذوفہ سے ناممکن ہو جائے۔ حضرت صدیقہ کی شخصیت میں یہ دونوں خوبیاں موجود ہیں۔ اس لیے ان پر قذف لگانا۔ افک مبین بھی بہتان عظیم بھی۔ کسی کو برا کہنے کے چار طریقے ہوتے ہیں۔ ۱۔غیبت۔ ۲۔شکوہ۔ ۳۔شکایت۔ ۴۔بہتان۔ کسی کا عیب اس کی غیر موجودگی میں بیان کرنا غیبت ہے اور کسی پر جھوٹا عیب بنا کر لگانا، پھیلانا بہتان ہے یہ دونوں بہر صورت ہر وقت حرام ہیں اور کسی کی برائی خود برے سے بیان کرنا یہ شکوہ اور برائے اصلاح کسی کی برائی اس کے کسی بڑے سے بیان کرنا یہ شکایت ہے۔ یہ دونوں اگر اصلاح کے لیے تو جائز اگر شرارت و بدنامی کے لیے ہیں تو ناجائز۔

ان آیات میں اختلافی اقوال

اِذْ کے متعلق ظرفی میں دو قول۔ ۱۔بعض نے کہا اس کا تعلق سابقہ لَمَسَّکُمْ سے ہے۔ ۲۔بعض نے کہا سابقہ اَفَضْتُمْ سے ہے۔ تَلَقَّوْنَ۔ کی قرأت میں نو قول۔ ۱۔اکثر کی قرأت باب تَفَعُّل کا مضارع معروف جمع مذکر حاضر۔ برائے تخفیف پہلی ت گرگئی۔ دراصل تَتَلَقَّوْنَ تھا۔ ۲۔بعض کی قرأت تَتَلَقَّوْنَ ہی ہے اصل پر۔ ۳۔بعض کی قرأت ہے اِتَّلَقَّوْنَ۔ پہلے ت گری پھر اذ ظرفیہ کا دوسری ت میں ادغام کر دیا۔ ۴۔بعض کی قرأت تُلْقُوْنَ ہے باب افعال سے۔ ۵۔بعض کی قرأت تَلْقَیُوْنَ ہے باب حَسِبَ سے۔ ۶۔بعض کی قرأت تَلْقَیُوْنَ ہے باب فتح سے۔ ۷۔بعض کی قرأت تَلْقَوْنَ ہے۔ باب سَمِعَ سے۔ ۸۔بعض کی قرأت تَثْقَفُوْنَ ہے ثَقِفَ سے باب سَمِعَ اور ترجمہ ہے ادھر ادھر باتیں پہچانا۔ ۹۔بعض کی قرأت۔ تَقِفُوْنَ ہے۔ وَقَفَ سے باب ضَرَبَ سے وَقْفٌ کا معنی ہے ایک بات پر ہی لگ جانا، جم جانا بغیر سوچے سمجھے۔ سَمِعْتُمُوْہُ کی ہ ضمیر کے مرجع میں دو قول۔ ۱۔اکثر نے فرمایا اس کا مرجع قذف کی بات ہے۔ ۲۔بعض نے کہا اس کا مرجع قاذف شخص ہے۔ بِھٰذَا کے مشار الیہ میں دو قول۔ ۱۔اکثر نے فرمایا مشار الیہ اِفکِ صدیقہ ہے یہی صحیح ہے۔ ۲۔بعض نے کہا مشار الیہ عام قذف محصنات ہے۔ سُبْحٰنَکَ۔ عرض کرنے میں دو قول۔ ۱۔اکثر نے فرمایا یہ حمد الٰہی ہے۔ ۲۔بعض نے کہا یہ برائے تعجب ہے مگر یہ قول دو وجہ سے غلط ہے۔ پہلی یہ کہ تعجب کے لیے ہونا عربی محاورے کے خلاف ہے۔ کیونکہ تعجب کے وقت

سُبْحَانَ اللّٰهِ کہا جاتا ہے۔ نہ کہ سُبْحٰنَکَ چنانچہ جب پہلی بار صدیقہ نے اپنی والدہ کے منہ سے یہ قذف سنی تو تعجب سے سُبْحَانَ اللّٰهِ ہی کہا تھا۔ وجہ دوم یہ کہ یہ کلام یہاں حکم الٰہی ہے اور اللہ تعالیٰ کسی کو تعجب کرنا نہیں سکھاتا۔

فائدے

ان آیات سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ **پہلا فائدہ:** غافل اور بے عقل ہونا بڑا عیب ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام اس عیب سے پاک ہوتے ہیں۔ جو بدبخت انسان انبیاء کرام علیہم السلام کو بے علم یا بے خبر مانے یا انبیاء کرام علیہم السلام کے علم کو ایک عام بشر کے علم کے برابر مانے وہ زندیق اور منافق ہے۔ یہ فائدہ۔ وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ (الخ) کے تفسیری بیان و منشاء کلام سے حاصل ہوا۔ **دوسرا فائدہ:** ہر نبی علیہ السلام کا ہر قول و فعل اللہ تعالیٰ کے خصوصی انتخاب سے ہوتا ہے۔ دینی قول و فعل ہو یا دنیوی اس لیے ہر اعتبار سے اعلیٰ ترین ہوتا ہے۔ یہ فائدہ۔ سُبْحٰنَکَ کے حکم ربانی سے حاصل ہوا۔ یعنی تردید افک کرتے وقت اللہ تعالیٰ کی تسبیح بولو اور لوگوں کو بتادو کہ زوجیت صدیقہ کا انتخاب اللہ تعالیٰ کا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک تو انتخاب غلط کیسے ہوسکتا ہے اب عفت و طہارت صدیقہ کا انکار ایسا ہی کفر ہے جیسے توحید و سبحان الٰہی کا انکار۔ **تیسرا فائدہ:** انبیاء کرام علیہم السلام کو ستانا، غمزدہ کرنا منافقوں اور کافروں کا کام و باعث عذاب ہے۔ یہ فائدہ۔ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ کے جملے کا لَمَسَّكُمْ. یا فِيْمَا اَفَضْتُمْ کے جملے کے ساتھ تعلق ظرفی بنانے سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ:** فقہاء فرماتے ہیں تعجب کے لیے سُبْحٰنَکَ کہنا گناہ ہے ہاں البتہ جس طرح بعض الفاظ بعض موقعوں کے لیے مختص ہو گئے مثلاً اِنَّا لِلّٰهِ غم و مصیبت کے لیے، مَاشَاءَ اللّٰهُ خوشی کے لیے اسی طرح، سُبْحَانَ اللّٰهِ تعجب کے موقع پر بولا جاسکتا ہے (از تفسیر روح المعانی) یہ مسئلہ۔ سُبْحٰنَکَ سے پہلے لَوْلَآ اور قُلْتُمْ کے حکم الٰہی سے مستنبط ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے سُبْحٰنَکَ کہنے کا حکم دے کر اس کو ذکر الٰہی بنادیا۔ لفظ سُبْحَانَ قرآن مجید میں تقریباً اکتالیس جگہ آیا ہے مگر کہیں بھی تعجب کے لیے نہیں۔ **دوسرا مسئلہ:** ہر مسلمان پر واجب ہے کہ ہر وقت اپنی زبان کی احتیاط کرے پہلے سوچے پھر بولے۔ احادیث مقدسہ میں بھی زبان کی احتیاط پر بہت زور دیا ہے کیونکہ گناہ کفر، شرک منافقت اور شرارت اولاً زبان سے ہی صادر ہوتے ہیں۔ یہ مسئلہ۔ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ (الخ) سے مستنبط ہوا۔ ترمذی و ابن ماجہ میں بروایت حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ ہے کہ فرمایا آقا ﷺ نے بارہ اعمال جہنم سے بچانے والے اور جنت میں پہنچانے والے ہیں۔ ۱۔ ہمیشہ عبادت کرنا۔ ۲۔ ستون دین یعنی نمازوں کو قائم رکھنا۔ ۳۔ شرک کفر منافقت سے بچنا۔ ۴۔ فرضی زکوٰۃ دیتے رہنا۔ ۵۔ فرضی روزے ادا کرنا۔ ۶۔ فرضی حج پورا کرنا۔ ۷۔ نفلی صدقات و عبادات کی کثرت جاری رکھنا۔ ۸۔ اپنے دین و اسلام کی حفاظت کرنا۔ ۹۔ برے لوگوں بری کتابوں اور ابلیسی شیطانوں، انسانی خناسوں سے دور ہی رہنا۔ ۱۰۔ جہاد ختم نہ کرنا۔ ۱۱۔ نماز تہجد کی پابندی کرنا۔ ۱۲۔ سب سے زبان کی حفاظت کرنا، زبان ہی جہنم کا بڑا راستہ ہے۔ **تیسرا مسئلہ:** اسلام دشمن سازشوں شرارتوں کی شروع دن سے یہی چال رہی کہ عام مسلمانوں کو اسلامی رہنماؤں بزرگوں اور اسلامی سیاسی لیڈروں سے متنفر کیا جائے تحریراً تقریراً اور جھوٹی افواہیں پھیلا کر یہ کفار و منافقین

مختلف بھیس اور روپ بدل کر اکثر بلکہ ہر وقت عوام مسلمانوں کو صرف اس لیے ورغلاتے ہیں تاکہ مسلمان اپنے روحانی، مذہبی و سیاسی رہنماؤں سے متنفر ہو کر علیحدہ ہو جائیں اس تخریب کاری کا مقصد اول یہی ہے کہ عیار دشمن یہود و ہنود و نصاریٰ اپنی ان شاطرانہ چالوں سے مسلم ووٹ بھی حاصل کرے اور مسلمان سیاسی و سماجی رہنما اپنی ہی قوم مسلم کے ووٹوں سے محروم رہ جائے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ظاہری باطنی دشمن کی انہی عیاریوں مکاریوں سے آگاہ و خبردار فرما رہا ہے جو مسلمان ان مکاریوں سے ہوشیار رہے گا وہی بچے گا اور ہر سیاست میں کامیاب ہوگا۔ دشمن کی یہ مکاریاں تا قیامت رہیں گی شروع دور سے قیام پاکستان تک یہ منافقت جاری رہی اور آج بھی ہے لہٰذا اے مسلمانو جب کسی مسلمان بھائی، بزرگ کی عداوت میں کوئی خلاف واقعہ بات سنو تو ہر مسلمان پر واجب ہے کہ فوراً تحریراً، تقریراً اس کی تردید کرے دشمن کی ہاں میں ہاں ملانا، یا سوچ میں پڑ جانا اور اپنوں سے بدظن یا مشکوک ہو جانا یا تردید دشمن میں دیر لگانا، یا ہچکچانا، یا دشمن کی رورعایت میں خاموش رہنا سخت گناہ بلکہ اشد حرام ہے عوام مسلمانوں کے اس نرم و غلط طریقے سے اسلامی ریاست کو کمزور بلکہ خراب کرنا اور دشمن کو کامیاب کرنا۔ یہ مسئلہ۔ وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ۔ میں اِذْ ظرفیہ زمانیہ کو سَمِعْتُمُوْهُ پر مقدم کرنے سے مستنبط ہوا اور بتایا گیا کہ اے مسلمانو اپنے دینی دنیوی بزرگوں رہنماؤں کے خلاف کبھی ایک لفظ سننا برداشت کرنا گوارہ نہ کرو کیونکہ دشمن کا تو مقصد ہی یہ ہے کہ جھوٹی باتوں کی الزام تراشیوں کے ذریعے مسلمان بزرگوں کو بدنام کر کے اسلام کی اجتماعی اتحادی قوت کو کمزور کیا جائے لہٰذا تم بھی ایسی فوری و کھلی تردید کرو کہ دشمن کی کمر ٹوٹ جائے، شروع سے آج تک مسلمانوں کے سخت و عیار دشمن یہود، ہنود، نصاریٰ ہیں۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کیے جاتے ہیں۔ **پہلا اعتراض:** یہاں فرمایا گیا۔ تَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ یعنی تم اپنے مونہوں سے بولتے تھے۔ سوال یہ کہ انسان تو سب کچھ ہی منہ سے بولتا ہے تو بِاَفْوَاهِكُمْ کی وضاحت کچھ ضروری نہ تھی ظاہراً یہ لفظ بیکار لگتا ہے۔ **جواب:** بِاَفْوَاهِكُمْ کا لفظ وضاحت کے لیے نہیں بلکہ تقسیم اقوال کے لیے ہے۔ انسان کی کچھ باتیں دل سے ہوتی ہیں اور کچھ باتیں فقط منہ سے، دل کی باتیں علم و عقل فہم سے ہوتی ہیں ان ہی باتوں میں سچائی ہوتی ہے کیونکہ دل میں علم، علم میں حقیقی معلومات، معلومات میں عقلی معقولیت معقولیت دماغ میں دماغ کے راستے زبان پر آ کر باہر نکلتی ہیں۔ لیکن فقط منہ کی باتیں منہ میں ہی پیدا ہو کر منہ سے ہی باہر نکل جاتی ہیں ایسی باتوں کا علم، عقل، فہم، دماغ معلومات و معقولات کی حقیقت و سچائی سے کوئی واسطہ تعلق نہیں ہوتا۔ اس لیے صرف منہ کی باتیں بناوٹ جہالت سے ہوتی ہیں ایسی سب باتیں جھوٹی ہوتی ہیں۔ اس کی مزید وضاحت سورۃ آل عمران کی آیت ۱۶۷ میں اس طرح فرمائی گئی۔ يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ۔ یعنی کفار اپنی دینی ہر بات و عقیدہ صرف مونہوں سے کہتے بناتے ہیں ان کے دل میں اس کی صداقت نہیں ہوتی۔ یہاں بھی بِاَفْوَاهِكُمْ سے اسی کذابیۃ کو بیان فرمایا گیا۔ خیال رہے کہ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ میں علم قلبی کی نفی ہے نہ کہ عقیدہ قلبی کی۔ بعض علماء نے یہ جواب دیا کہ بِاَفْوَاهِكُمْ فرمانا محض تاکید کے لیے ہے۔ جیسے کہ ایک جگہ ارشاد ہے يَطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ (انعام: ۳۸) ہر پرندہ اپنے دونوں پروں سے اڑتا ہے مگر پہلا جواب زیادہ اچھا ہے۔ **دوسرا اعتراض:** یہاں فرمایا گیا۔ وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ۔ یہ لَوْلَا توبیخیہ ہے اس کا بیان توبیخ قُلْتُمْ اور نحوی قانون ہے کہ توبیخ و بیان توبیخ کے درمیان فاصلہ منع ہے تو

پھر یہاں سَمِعْتُمُوْهُ سے فاصلہ کیوں کیا گیا۔ چاہیے تھا فرمایا جاتا۔ لَوْلَآ قُلْتُمْ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ۔ **جواب:** اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ کا جملہ فاصلہ نہیں بلکہ تکمیل کلام ہے کیونکہ ہر توبیخ یعنی جھڑک کی کوئی وجہ ہوتی ہے یہاں یہ فرمایا جارہا ہے کہ تم پر واجب تھا کہ سنتے ہی یہ کہہ دیتے۔ مگر تم نے سنتے ہی ایسا کیوں نہ کہہ دیا۔ **تیسرا اعتراض:** مفسرین فرماتے ہیں کہ افک صدیقہ کو بہتان عظیم کہنا ہر مسلمان پر شروع دن سے واجب تھا۔ مفسرین کی یہ بات درست نہیں لگتی۔ کیونکہ کسی چیز کا واجب ہونا تب ہوتا ہے جبکہ اس کا مسلمان کو علم یقینی ہو۔ لیکن افک کی کذبیت کا یقین مسلمانوں کو پہلے نہ تھا۔ علم یقین تو ان آیات کے نزول سے ہوا۔ آیات نے بتایا کہ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ۔ یہ قذف افک، بلکہ افک مبین اور بہتان عظیم ہے۔ **جواب:** دنیا میں کچھ احکام واجب شرعی ہوتے ہیں اور کچھ احکام واجب عقلی فکری اور کچھ احکام واجب شرعی بھی عقلی فکری بھی۔ افک صدیقہ ظاہر ظہور اتنا سخت جھوٹ تھا کہ ہر عقل سلیم والا نزول آیات کے بغیر بھی اپنی فہم وفکر اور فطرت ایمانی فراست اسلامی اور شعور انسانی سے خود بخود جانتا تھا کہ یہ قذف سراسر بہتان و افک مبین ہے۔ اس لیے کہ نہ کوئی ثبوت، نہ گواہ، نہ دید نہ شنید، نہ کوئی علامت نہ نشان نہ موقعہ نہ امکان۔ بس ایک نے بنائی دوسروں نے اڑائی کہ نہ بنانے والے کو کچھ علم نہ اڑانے والوں کو کچھ عقل اور پھر یہ قذف جس شخصیت پر لگائی وہ حرم نبی و صدیقہ اعظم ہے۔ جہاں معمولی فسق وفجور بھی ناممکن ومحال بالغیر ہے چہ جائیکہ اتنی بڑی قذف فطرتاً، عقلاً ہر مسلمان دل کی گہرائیوں میں اس کی کاذبیت کو جانتا ہے کسی کے بتانے یا نزول آیات سے سمجھانے کی ضرورت نہ تھی۔ لہٰذا ہر مسلمان پر شرعاً، عقلاً، فکراً شروع دن سے ہی اس کی تردید وتکذیب واجب تھی اور مفسرین کا فرمان درست ہے۔ اسی عقل ایمان کی بنا پر بہت سے صحابہ نے نزول آیات سے پہلے یہ برملا کہہ دیا تھا۔ هٰذَآ اِبُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ان آیات کی تفسیر صوفیانہ آیت ۱۹ کے بعد ہے۔

يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا
نصیحت فرماتا ہے تم کو اللہ تعالیٰ کہ خبردار جو آئندہ پھر لوٹے تم اس شرارت بازی کی مثل کبھی بھی
اللہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ اب کبھی ایسا نہ کہنا
اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٧﴾ وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ۭ
اگر ہو تم سچے مومن اور بیان فرماتا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آیتیں
اگر ایمان رکھتے ہو اور اللہ تمہارے لیے آیتیں صاف بیان فرماتا ہے
وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿١٨﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ
اور اللہ تعالیٰ ہی علم والا حکمت والا ہے بیشک وہ لوگ جو پسند کرتے ہیں
اور اللہ علم وحکمت والا ہے وہ لوگ جو چاہتے ہیں

اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ
یہ کہ پھیلے فاشی ان لوگوں میں جو ایمان لے آئے تو ان مردودوں کے لیے دردناک عذاب ہے
کہ مسلمانوں میں براچرچہ پھیلے ان کے لیے دردناک عذاب ہے
فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ⑲
دنیا اور آخرت میں اور اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے ان لوگوں کو اور تم نہیں جانتے
دنیا اور آخرت میں اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے

تعلقات

ان آیات پاک کا پچھلی آیات پاک سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آیات میں تا قیامت ہر مسلمان کو شرارتی لوگوں کی شرارتوں سے بچنا اور بچنے کا طریقہ سکھایا گیا اب ان آیات میں اس طریقے کی اہمیت کو بیان فرمایا جا رہا ہے کہ یہ طریقہ عام معمولی بات نہیں بلکہ رب تعالیٰ کی طرف سے ایک عظیم نصیحت ہے۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیات میں مسلمانوں کو دنیوی تخریب کاریوں سے بچنے کا ایک طریقہ سکھایا گیا۔ اب ان آیات میں ہر قسم کی قانونی احکامی انتظامی آیات کے نازل فرمانے کا بیان فرمایا جا رہا ہے۔ **تیسرا تعلق:** پچھلی آیات میں تخریب کاروں کی تخریب کا ذکر ہوا۔ اب ان آیات میں ان بدبختوں کی اصل نیت اور مقصد تخریب کا ذکر کیا جا رہا ہے کہ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ یعنی وہ لوگ مسلمانوں میں فحاشی و بدمعاشی کو شائع اور پھیلانا چاہتے ہیں تاکہ اسلامی معاشرے میں شیطانیت داخل ہو جائے۔

تفسیر نحوی

يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖۤ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ⑱ ۔ يَعِظُ ۔ باب ضَرَبَ کا مضارع مثبت معروف حال صیغہ اور مذکر غائب وَعْظٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے نصیحت کرنا، نصیحت کا معنی ہے کسی چیز سے روکنا۔ کرنے کے حکم کو عربی میں وصیت کہتے ہیں۔ نصیحت، وصیت دونوں کا تعلق آئندہ مستقبل سے ہوتا ہے۔ یعنی آئندہ ایسا نہ کرنا یہ نصیحت ہے اور آئندہ ایسا کرنا یہ وصیت ہے۔ اصطلاح میں نصیحت عام زندگی میں ہوتی ہے اور وصیت فوت ہونے کے وقت کسی کو دینے کا نام مگر یہ ایک عجمی اصطلاح ہے قاعدہ کلیہ نہیں۔ كُمْ ضمیر مفعول بہ اول ہے کیونکہ وَعْظٌ متعدی بدو مفعول ہوتا ہے۔ اللّٰهُ اس کا فاعل اَنْ حرف ناصبہ مصدریہ، مضارع پر آئے تو نصب بھی دیتا ہے اور مصدری معنی میں بھی کرتا ہے۔ اگر ماضی پر آئے تو فقط مصدری میں معنی کرتا ہے۔ یہاں مضارع پر آیا ہے۔ تَعُوْدُوْا باب نَصَرَ کا فعل مضارع مثبت بمعنی منفی۔ يَعِظُ نے اس کا ثبوت توڑا۔ اَنْ ناصبہ نے مصدری معنی کیا اور آخر کو نصب دیا جس کی وجہ سے آخری نون اعرابی گر گئی۔ تَعُوْدُوْنَ سے تَعُوْدُوْا ہو گیا۔ اور ترجمہ ہوا نہ لوٹنے کی نصیحت فرماتا ہے۔ عَوْدٌ سے مشتق ہے بمعنی لوٹنا۔ لام جارہ مفعولیت کا۔ مِثْلِ ۔ اسم مفرد تشبیہی۔ مضاف ہے ہٖ ضمیر کا مرجع اِفْكٌ ۔ یہ مرکب اضافی مجرور متعلق ہے تَعُوْدُوْا کا۔ اس

کا فاعل ہے اَنْتُمْ ضمیر صیغہ۔ اَبَدًا۔ اسم ظرف زمانی۔ یہ ظرف ہے تَعُوْدُوْا کا۔ یہ فعل فاعل متعلق اور ظرف مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر جزا مقدم ہے۔ اَنْ حرف شرط۔ کُنْتُمْ فعل ناقصہ ماضی مطلق صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اس کا اسم اَنْتُمْ ضمیر ہے۔ مُؤْمِنِیْنَ باب افعال کا اسم فاعل جمع مذکر برائے حاضر بحالت فتحہ ہے کیونکہ خبر ہے فعل ناقصہ کی۔ کُنْتُمْ ناقصہ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ انشائیہ ہو کر شرط موخر ہے۔ یہ شرط و جزا مل کر مفعول بہ دوم ہے یَعِظُ کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو گیا۔ خیال رہے کہ عربی میں حرف اَنْ چار قسم کا ہے۔ ۱۔ ان ناصبہ مصدریہ۔ ۲۔ اَنْ مخففہ تحقیقیہ (اَنَّ سے اَنْ ہوا)۔ ۳۔ اَنْ زائدہ۔ ۴۔ اَنْ مُفسّرہ۔ واؤ سر جملہ۔ یُبَیِّنُ۔ باب تفعیل کا فعل مضارع مثبت معروف صیغہ واحد مذکر غائب اس کا مصدر ہے تَبْیِیْنٌ اور تبیان۔ بَیْنَ سے بنا ہے۔ لغوی ترجمہ ہے ظاہر کرنا، ظاہر ہونا۔ کسی چیز کو بیان کرنا بھی اس کو ظاہر کرنا ہوتا ہے اس لیے بیان وتِبْیَان وتَبیین کہا جاتا ہے۔ عربی میں درمیان کو بَیْنَ کہتے ہیں کیونکہ وہ دوطرفہ ظاہر ہوتا ہے۔ یُبَیِّنُ کا فاعل ہے اسم ظاہر اللّٰہُ لَکُمْ یہ جار مجرور متعلق ہے یُبَیِّنُ کا الْاٰیٰتِ۔ اسم جمع مونث سالم ہے اٰیَۃٌ کی۔ یہ مفعول بہ ہے یُبَیِّنُ کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ واؤ سر جملہ۔ اللّٰہُ مبتدا، عَلِیْمٌ اسم صفت مشبہ مبالغہ عِلْمٌ سے مشتق ہے بروزن کَرِیْمٌ۔ ترجمہ ہے۔ بہت زیادہ جاننے والا۔ یہ خبر اول ہے مبتدا کی حَکِیْمٌ۔ اسم صفت مشبہ حِکْمَۃٌ وَحِکْمٌ سے مشتق ہے۔ ترجمہ ہے بہت ہی حکمۃ یعنی قدرت تدبیر ومعرفت والا، یہ خبر دوم ہے۔ اللّٰہُ مبتدا اپنی دونوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَۃُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۹﴾ اِنَّ حرف مشبہ۔ الَّذِیْنَ۔ اسم موصول۔ یُحِبُّوْنَ۔ باب افعال کا مضارع مثبت معروف۔ حَبَّ سے بنا ہے مصدر ہے اِحْبَابٌ۔ ترجمہ ہے پسند کرنا۔ محبت کرنا چاہنا۔ اس کا فاعل هُمْ ضمیر صیغہ مرجع الَّذِیْنَ۔ اَنْ ناصبہ مصدریہ تَشِیْعَ۔ باب ضَرَبَ کا مضارع۔ شِیْعَۃٌ سے مشتق ہے۔ ترجمہ ہے۔ بکھرنا، پھیلنا، شائع ہونا۔ حدود سے نکل جانا۔ ہر وہ قوم یا قبیلہ جو وطن سے نکل جائے یا حدود قانونی سے نکل کر بگڑ جائے لغت میں اس کو شیعہ کہا جاتا ہے۔ اسی طرح ادھر ادھر سے آ کر کسی ایک شخص کے پاس جمع ہو جانے والا گروہ بھی شیعہ کہلاتا ہے۔ اَلْفَاحِشَۃُ۔ الف لام عہد خارجی تعظیمی یعنی بڑی فَاحِشَۃٌ باب ضَرَبَ کا اسم فاعل مونث واحد۔ یہ لفظ جب معرف باللام ہو تو مراد ہوتی ہے بدکاری، زنا کاری۔ لیکن جب نکرہ ہو تو معنی ہوتا ہے فحش کلامی، بداخلاقی، بدخصلتی، نیچ پن، کمینگی، ذلالت، رذالت۔ یہاں پہلے معنی میں ہے یعنی بدکاری، یہ فاعل ہے تَشِیْعَ کا فِیْ جارہ ظرفیۃ مکانی کے لیے الَّذِیْنَ اسم موصول۔ اٰمَنُوْا۔ باب افعال کا ماضی مطلق صیغہ جمع مذکر غائب۔ اس کا فاعل هُمْ ضمیر صیغہ پوشیدہ مرجع الَّذِیْنَ۔ یہ فعل فاعل جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صلہ ہے الَّذِیْنَ کا۔ موصول صلہ مل کر مجرور۔ جار مجرور مل کر متعلق تَشِیْعَ کا۔ یہ فعل فاعل متعلق مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مفعول بہ ہے یُحِبُّوْنَ کا۔ وہ سب فعل فاعل مفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا الَّذِیْنَ کا۔ یہ موصول صلہ مل کر اسم ہے اِنَّ کا۔ لام جارہ بمعنی عَلٰی جارہ یعنی ان پر ان کے لیے۔ هُمْ ضمیر کا مرجع الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ۔ یہ جار مجرور متعلق اول ثابتٌ یا قائمٌ پوشیدہ اسم فاعل کا عَذَابٌ موصوف ہے۔ اَلِیْمٌ صفت مشبہ۔ مبالغہ یعنی کثرت وزیادتی کے لیے۔ اَلَمٌ سے مشتق ہے۔ ترجمہ ہے درد تکلیف۔ اَلِیْمٌ کا معنی بہت سخت بے انتہا درد تکلیف والا۔ یہ صفت ہے عَذَابٌ کی یہ مرکب توصیفی فاعل ہے ثَابِتٌ یا قائمٌ پوشیدہ کا فِیْ جارہ ظرفیۃ مکانی کے لیے

الدُّنْیَا۔ اسم تفضیل مونث دَنُوٌ یا دَنِیٌ سے بنا ہے۔ ترجمہ ہے گھٹیا۔ اس کا مذکر اَدْنیٰ ہے۔ مراد ہے یہ جہانِ حیات اول معطوف علیہ ہے واؤ عاطفہ الْاٰخِرَۃِ۔ باب نصر کا اسم فاعل واحد مونث اٰخِرٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے انتہا میں۔ بعد میں اخیر میں ہونے والی مراد ہے۔ قیامت، قبر، حشر، جہنم۔ یہ معطوف ہے۔ یہ دونوں عطف مل کر مجرور متعلق دوم ہے ثَابِتٌ یا قَائِمٌ پوشیدہ اسم فاعل کا۔ یہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے اِنَّ کی۔ اِنَّ اپنے اسم خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ واؤ سر جملہ۔ اللّٰہُ، مبتدا، یَعْلَمُ۔ باب سَمِعَ کا مضارع حال مثبت معروف صیغہ واحد مذکر غائب عِلْمٌ سے مشتق ہے۔ ترجمہ ہے جاننا، معلومات رکھنا، اس کا فاعل ھُوَ ضمیر صیغہ مرجع ہے اللہ تعالیٰ۔ یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر ہے اللّٰہُ مبتدا کی۔ دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا اگر واؤ حالیہ ہے۔ تب یَعْلَمُ کا جملہ ذوالحال اَنْتُمْ کا جملہ حال ہے یہ ایک قول ہے۔ مگر صحیح ترکیب میں واؤ سر جملہ۔ اَنْتُمْ جمع مذکر حاضر مرفوع منفصل مبتدا ہے۔ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ باب سَمِعَ کا مضارع منفی معروف۔ اس کا فاعل ضمیر صیغہ پوشیدہ جمع مذکر حاضر یہ فاعل فاعل جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے۔ اَنْتُمْ مبتدا کی یہ دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ

یَعِظُکُمُ اللّٰہُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِہٖۤ اَبَدًا اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ اے تہمت لگانے پھیلانے میں مشغول ہونے والے مسلمانو آئندہ کے لیے اللہ تعالیٰ تم کو سختی اور جھڑک سے نصیحت فرماتا ہے اس بات سے کہ پھر کبھی خبردار جو اس قسم کی تخریب کار بدخصلتی میں دوبارہ حصہ لیا یہ نصیحت دنیا بھر تا قیامت مسلمانوں کو ہے اس لیے اے سننے والو اگر تم سچے مکلف مومن ہو تو اس وجوبی حکم پر عمل کرنا اور پاکدامن شخصیات پر قذف افک و تہمت بہتان جیسے حرام کام میں مشغول ہونے سے بچے رہنا۔ یہ سخت نصیحت اس لیے بھی ہے کہ اس قسم کی شیطانی حرکتوں سے چار بنیادی نقصان پیدا ہوتے ہیں **اول** یہ کہ بزرگ اسلامی شخصیات اغیار کی نظروں میں بدنام و رسوا ہوں گی **دوم** یہ کہ اس بدکرداری سے آپس میں نفرتیں پیدا ہوتی ہیں محبتیں ختم اور اتحاد اسلامی پارہ پارہ ہو جاتا ہے۔ **سوم** یہ کہ قاذف خود بھی دنیا و آخرت میں ذلیل، بے اعتماد، بے اعتبار، نا قابل بھروسہ مردود الشہادۃ ہو جاتا ہے اور اگر سچی توبہ نہ کرے تو تا ابد فاسق بھی **چہارم** یہ کہ ان بری خصلتوں سے فحاشی کی نشر و اشاعت کے ساتھ ساتھ اسلامی شرعی پاکیزہ معاشرہ خراب ہو جاتا ہے بدکاری ختم ہونے کے بجائے نئے نئے طریقوں سے بڑھتی پھیلتی ہے ان وجوہ سے اے مسلمانو تم پر واجب ہے کہ رب تعالیٰ کی اس نصیحت عظیمہ قدیمہ پر ہمیشہ یعنی تا عمر پابندی سے عمل کرو۔ یہ نصیحت ایمان والوں کو جھڑک بھی ہے اور سختی سے پابند رہنے کی رغبت بھی۔ **وَیُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمُ الْاٰیٰتِ ؕ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ** ۔ اے مسلمانو تم کتنے خوش قسمت ہو کہ خالق کائنات اللہ تعالیٰ خود بیان فرماتا ہے۔ تمہارے حالات، کردار، اخلاق، آداب زندگی، عادات بندگی، بنانے سنوارنے کے لیے۔ شریعت طریقت، معرفت، حقیقت کی علمی، فہمی، فکری، تدبیری، عقلی، آسان آیتیں قرآن و حدیث میں نازل فرما کرتا کہ ہر مسلمان خود ہی اُن منزل من اللہ آیتوں سے تمسک، تدبر، غیرت، عبرت و اخلاق حمیدہ کو پہچان لے اور اللہ تعالیٰ ان آیتوں، نصیحتوں کے نزول و ورود بیان کرنے میں علیم بھی ہے کہ ہر عامل ہر عمل ہر نیت کو جاننے والا ہے ہر زمان و ہر مکان میں اور حکیم و حکمت والا ہے کہ حالات و واقعات، کیفیات طبیعات کے مطابق و مناسب احکام نازل فرماتا ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ہی معبود ہے اور معبود کا علیم و حکیم ہونا ضروری ہے اور مخلوق پر علیم و حکیم کے احکام ماننا واجب مطیع ہونا

لازم۔ علیم کا ہر حکم لائق عمل اور حکیم کا ہر ثواب، عطا، عذاب، عتاب، عقاب مناسب و درست ہوتا ہے جو علیم نہ ہو اس کا ہر حکم ماننا واجب نہیں ہوتا کیونکہ غلط حکم دینے کا امکان ہے اور اگر حکیم نہ ہو تو بے موقعہ و نامناسب حکم جاری کرنے کا امکان ہے۔ بے موقعہ یہ کہ مطیع کو سزا نافرمان کو جزا دے دے۔ نامناسب یہ کہ سزا و جزا میں کمی بیشی کر دے۔ لیکن اے ایمان والو اللہ تعالیٰ علیم بھی ہے حکیم بھی۔ جتنی آسان مفید ابدی بقا والی عبادتیں، نصیحتیں، شریعتیں رب تعالیٰ نے اپنے بندوں کو عطا فرمائیں ایسی اور اتنی کسی دنیوی دین نے نہ بتائیں نہ سکھائیں اس لیے ان کا ماننا ہر انسان پر لازم جو ان نصیحتوں کو مانے گا وہی زمانے میں برتری پالے گا۔ اس لیے اے مسلمانو تم پر ان کا ماننا لازم و فرض ہے ایسا نہ ہو کہ تم قوانین اسلام کی شریعت و عدالت کو چھوڑ کر دنیا میں ذلیل و خوار ہوتے پھرو اور غیر مسلم اسلام کا اعلیٰ کردار اختیار کر کے تم پر برتری حاصل کر لیں۔ غیر مسلم دشمن تمہاری یہی دنیوی ذلت دیکھنا چاہتا ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۙ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ ؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۹﴾ ۔ بیشک وہ چالاک دشمن جو اپنی تدبیروں، تشہیروں، تحریروں، تقریروں بے موقعہ خاموشیوں، دبے لفظوں تائیدوں کے ذریعہ پسند کرتے ہیں کہ عملی قولی ہر طرح مسلمانوں میں فحاشی پھیلے، بدکاری، بدعملی، بدنظمی کا عروج ہو اور ایمان والوں کے معاشرے میں خوب برائی پھیلے۔ اے ایمان والو یہ بھی کفار کا منصوبہ اور عداوتی سازش ہے اور تا قیامت جاری رہے گی۔ ایسے اندرونی بیرونی اسلام دشمن لوگوں گروہوں کے لیے کثیر و کبیر بڑا سخت دردناک ذلت آمیز عذاب ہے۔ دنیا میں بھی آخرت میں بھی۔ انفرادی بھی اجتماعی بھی۔ دنیا میں انفرادی تو حد قذف مردود الشہادت فاسق معلن اور منافقت کو ظاہر کر کے اور اجتماعی شکستیں، ذلتیں دے کر اور آخرت میں۔ قبر کا عتاب، حشر میں ذلت و بے کسی بے بسی کا عتاب، جہنم کا عذاب دے کر، پل صراط سے گرا کر، دوزخ میں دبا کر اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے خیر ہو یا شر اور ہر شخص کو جانتا ہے۔ افک بنانے والوں کو تشہیر کرنے والوں کو تائید کرنے والوں خاموش رہنے والوں اور مخلصین تردید کرنے والوں کو اور جانتا ہے اللہ تعالیٰ ہر ایک کے مناسب حال سزا جزا کو بھی۔ پاکدامن کو بھی ناپاکدامن کو بھی۔ لیکن اے مسلمانو تم نہیں جانتے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ۔ میں آٹھ قسم کے لوگ مراد ہیں۔ ۱۔ ھَمّازین۔ یعنی چغلخور۔ ۲۔ لَمّازین۔ یعنی جاسوسی وغیبت کرنے والے۔ ۳۔ قذافین۔ یعنی تہمتیں بنانے لگانے والے۔ ۴۔ فحاشین۔ یعنی بدکاری کرنے والے۔ ۵۔ دلالین۔ یعنی بدکاری کرانے اور بدکاری تک پہنچانے والے۔ ۶۔ حامیین۔ سفارشین۔ یعنی جرم و مجرم کا حمایتی۔ عدالتوں میں سفارش سے چھڑانے والا، بچانے والا۔ ۷۔ عیاشین۔ یعنی بدکاری کے اڈے چلانے والے دولت حرام کمانے والے۔ ۸۔ شیاعین۔ یعنی وہ لوگ جو بغیر علم و تحقیق دلچسپی سے کسی کی بدنامی پھیلانے والے۔ یہ سب لوگ مردود دین بارگاہ الٰہی و مستحقین عذاب ہیں۔ اشاعت فحاشی کے بارہ طریقے ہو سکتے ہیں۔ ۱۔ عورتوں کی بے پردگی فیشن پرستی آوارہ مزاجی۔ ۲۔ فلمی عشقیہ گانے۔ ۳۔ شراب خانے۔ ۴۔ ناچ گانے۔ ۵۔ کنجر بازی کے کوٹھے سجانے۔ ۶۔ متعہ جائز کرنا۔ ۷۔ عورتوں مردوں کی مخلوط پڑھائی۔ ۸۔ گندی ننگی تصویری اشاعت۔ ۹۔ ناول افسانے عشقیہ قصے کہانیاں۔ ۱۰۔ عورتوں کا کھلے عام پھرنا، ہوٹلوں کلبوں، میلوں میں جانا۔ ۱۱۔ اسلامی تعلیم و تربیت سے خود بھی دور ہونا، اولاد کو بھی دور رکھنا۔ ۱۲۔ بری صحبتوں میں رہنا۔ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ کے فرمان میں وہ سب آٹھ قسم کے لوگ اور بارہ قسم کے طریقے شامل ہیں اور اجتماعی ادارے

ہوں یا انفرادی ارادے والدین ہوں یا قومی لیڈر، ناول نویس ہوں یا افسانہ نگار قوم مسلم کے لیے سب ہی زہریلے سانپ ہیں۔ ان سب شخصیات ونشریات کا سدباب کرنا اسلامی حکومت کا فرض ہے۔ مسلمان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکومت وملک ملنے کا مقصد اور کرسی حکومت کا حق ادا کرنا یہی فحاشی کی سدبابی اور اخلاقیات اسلامی کی فتح یابی اجارہ داری قائم کرنا ہے اگرچہ مسلمان عورتوں مردوں پر چوٹی چادر چار دیواری اور داڑھی ٹوپی کا جبر کرنا پڑے۔

ان آیات میں اختلافی اقوال

یَعِظُکُمُ کے معنی میں پانچ قول۔ ا۔ اکثر نے فرمایا اس کا معنی ہے نصیحت فرماتا ہے تم کو۔ ۲۔ بعض نے کہا منع فرماتا ہے۔ ۳۔ بعض نے کہا حرام فرماتا ہے۔ ۴۔ بعض نے کہا ناپسند فرماتا ہے۔ ۵۔ بعض نے کہا جھڑکتا ہے اَنْ تَشِیْعَ کے معنی میں دو قول۔ ا۔ اکثر نے فرمایا کہ افک صدیقہ مراد ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا۔ ہر قذف کی تشہیر مراد ہے۔ اَلْفَاحِشَةُ کے معنی میں دو قول۔ ا۔ اکثر نے فرمایا۔ زنا کاری مراد ہے۔ کیونکہ یہاں الف لام عہد خارجی ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا ہر قسم کی برائی فحاشی بھی مراد ہے۔ برائی بے حیائی کے اسباب بھی فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کی مراد میں تین قول۔ ا۔ اکثر نے فرمایا۔ تمام صحابہ کرام مراد ہیں۔ ۲۔ بعض نے کہا تا قیامت تمام مسلمان۔ ۳۔ بعض نے صدیقہ وصفوان عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِی الدُّنْیَا کے معنی میں تین قول۔ ا۔ اکثر نے فرمایا یہاں دنیوی عذاب سے مراد حد قذف کی سزا ہے اور یہ دنیوی ذلت۔ ۲۔ بعض نے کہا دنیوی معاشرے میں نفرت ملامت۔ ۳۔ بعض نے کہا اس سے مراد قذف کی تینوں سزائیں ہیں یعنی کوڑے مردود الشہادت ہونا۔ فاسقیت ابدی تاعمر اور دنیا کی سخت عبرت ناک بیماریاں معذوریاں وَاللّٰهُ یَعْلَمُ کے معنی میں دو قول۔ ا۔ بعض نے کہا اس کا معنی ہے۔ قاذفین کے کذب کو اور مقذوفہ ومقذوف کی سچائی پاکدامنی کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ ۲۔ اکثر نے فرمایا کہ جانتا ہے اللہ تعالیٰ ان خبیثوں کو جو تشہیر فحاشی کو پسند کرتے ہیں اور ان کو ہی دنیا وآخرت میں عذاب الیم ہے۔

فائدے

ان آیات پاک سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ **پہلا فائدہ:** بے ضرر پاکدامن مسلمان کو ہاتھ یا زبان سے رنج وغم، نقصان پہنچانا عذاب الیم کا باعث ہے یہ فائدہ اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ کے بعد لَهُمْ عَذَابٌ کی وعید شدید سے حاصل ہوا۔ احادیث مقدسات میں بھی ایذا رسانی کی بہت برائی آئی ہے۔ چنانچہ ایک جگہ ارشاد نبوی ہے جو مسلمان مسلمان کے عیب بناتا، ڈھونڈتا، مشہور کرتا پھرے اس کو قیامت میں خوب ذلیل کیا جائے گا۔ ایک جگہ ارشاد نبوی ہے۔ جو مسلمان مسلمانوں کی پردہ پوشی دنیا میں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ قیامت میں اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ ایک جگہ ارشاد نبوی ہے۔ حقیقی مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ زبان قلم سے مسلمان محفوظ ومطمئن رہیں۔ ایک جگہ بروایت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ارشاد نبوی ہے کہ وہ شخص جہنم سے دور اور جنت میں اول دخول ہوگا جو مسلمانوں کے لیے وہی پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ **دوسرا فائدہ:** چار عادتیں سخت بری شرعی جرم اور قابل وعید ہیں گناہ عظیم کا ارادہ کرنا، یا اس سے محبت کرنا، یا فاسقوں سے محبت کرنا اور ان کی محفلوں میں جانا۔ یہ فائدہ۔ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ (الخ) سے حاصل ہوا۔ **تیسرا فائدہ:** اللہ تعالیٰ نے تمام انس وجن، ملائکہ سے زیادہ اپنے محبوب نبی آقا دوجہان ﷺ کو علم ظاہری باطنی، غیبی عطا فرمایا یہ فائدہ۔ وَاَنْتُمْ لَا

تَعۡلَمُوۡنَ۔ میں اَنۡتُمۡ کی تاکید سے حاصل ہوا۔ کیونکہ براءت صدیقہ کی ان اٹھارہ آیتوں میں نبی کریم ﷺ کہیں مخاطب نہیں، صرف صحابہ و مسلمان ہی مخاطب ہیں۔

احکام القرآن

ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ:** فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے لیے وہ صفاتی نام بولنا جو عام بزرگ انسانوں کے لیے بولے جاتے ہیں سخت منع ہے۔ اگرچہ ان مصادر کے دیگر مشتقات قرآن و حدیث میں رب تعالیٰ کے لیے ارشاد ہوئے ہوں مثلاً اللہ تعالیٰ کو مفتی، صاحب یا واعظ یا استاد صاحب یا، معلم، یا نبی کہنا ناجائز ہے اگرچہ اللّٰہُ یُفۡتِیۡکُمۡ (نساء: ۱۲۷) اور یَعِظُکُمُ اللّٰہُ اور اَلرَّحۡمٰنُ ۙ عَلَّمَ اور خبیر ارشاد ہوا ہے۔ یہ مسئلہ۔ یَعِظُکُمُ اللّٰہُ (الخ) سے مستنبط ہوا (از تفسیر کبیر رازی) **دوسرا مسئلہ:** فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ گناہوں سے محبت کرنے والا اسی طرح بدترین مجرم ہے جس طرح گناہوں میں مبتلا شخص آخرت میں دونوں برابر کے گناہ گار یہ مسئلہ یہاں اِنَّ الَّذِیۡنَ یُحِبُّوۡنَ اور آیت ۱۱ میں وَالَّذِیۡ تَوَلّٰی کِبۡرَہٗ فرمانے سے مستنبط ہوا کہ قذف کے گناہگاروں اور تشہیر و اشاعت سے محبت کرنے والوں دونوں کو عذاب سخت ہے گناہگاروں کو عذاب عظیم گناہ سے محبت کرنے والوں کو عذاب الیم اور ہر عظیم الیم بھی ہے ہر الیم عظیم بھی۔ **تیسرا مسئلہ:** امام اعظم نے فرمایا کہ اگر کوئی مسلمان کسی شخص کو بدکاری فحاشی کرتے ہوئے اپنی آنکھوں سے صاف صاف دیکھ لے اور نصاب شریعت کے مطابق اس کو گواہ بھی مل جائیں۔ تب بھی عام لوگوں میں یہ بات بیان نہ کرتا پھرے۔ کیونکہ یہ بھی اشاعت فحاشی ہے جو حرام شرعی ہے۔ ہاں البتہ جرائم کے سدباب اور ختم کرنے کی نیت سے گواہوں کے ساتھ عدالت اسلامی میں بیان کرے یہ بیان کرنا شرعاً و اخلاقاً مفید ہوگا کہ مقذوف و مقذوفہ کو شرعی سزا ہوگی۔ آئندہ کے لیے اصلاح معاشرہ جرائم کی روک تھام، مجرمین کو سزاؤں کا خوف، مگر عوام میں بیان کرنا تین طرح نقصان دہ و بے فائدہ ہے۔
۱۔ مقذوفین کی فقط بدنامی اور۔ ۲۔ بدنامی سے خاندانی دشمنی۔ ۳۔ اشاعت فحاشی اور اشاعت سے معاشرہ خراب۔ یہ مسئلہ۔ اِنَّ الَّذِیۡنَ یُحِبُّوۡنَ سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراضات کیے جاتے ہیں۔ **پہلا اعتراض:** یہاں یَعِظُکُمُ اللّٰہُ اَنۡ تَعُوۡدُوۡا میں اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ کی شرط لگا کر یہ بتایا گیا کہ بناوٹی جھوٹی قذف افک لگانا کفر ہے اور ایمان کے خلاف، لہٰذا ثابت ہوا کہ ہر گناہ کفر ہے (معتزلی فرقہ) **جواب:** یہ تمام عبارت آیت۔ شرط و جزا نہیں ہے۔ بلکہ مخلص مسلمان اور عاقل و غافل مسلمان کی تقسیم ہے۔ کیونکہ پہلے فرمایا گیا۔ مِنۡکُمۡ۔ تم مومنین میں سے ہی ایک گروہ وہ ہے جو افک بنا لایا۔ اب بتایا گیا کہ اگر تم مخلص و عاقل مومن ہو تو اپنے اندر کے اس گروہ کے پھندے میں مت آنا اور احمق غافل نہ بننا۔ مِنۡکُمۡ کا فرمان بتا رہا ہے کہ گناہ افک کے باوجود ایمان سے خارج نہ ہوئے ہو۔ **دوسرا اعتراض:** یہاں فرمایا گیا۔ عَلِیۡمٌ حَکِیۡمٌ۔ صرف حَکِیۡمٌ فرمانا چاہیے تھا اس لیے کہ حَکِیۡمٌ میں عَلِیۡمٌ خود بخود آ گیا۔ حکمت علمیت کا تقاضا کرتی ہے حکیم ہوتا ہی وہ ہے جو علیم ہو۔ جو علیم نہیں وہ حکیم بھی نہیں تو حکیم کہہ دینا ہی کافی تھا۔ حکیم وہی ہے جو اچھے برے قول و فعل شخص کو بھی جانے اور مناسب نامناسب موقعہ بے موقعہ

سزا جزا کو بھی جانے۔ تو پھر عَلِیْمٌ کیوں فرمایا گیا۔ **جواب:** علم وحکمت دو علیحدہ صفتیں ہیں علم صفت بالقوۃ ہے۔ حکمت صفت بالفعل ہے۔ بوقت علم دونوں صفتیں ایک دوسرے میں شامل و داخل کہ عمل علم سے ہوتا ہے اور طریقہ عمل حکمۃ سے ہوتا ہے اور جس وقت عمل نہ ہو رہا ہو اس وقت دونوں باطنی قوتیں ہوتی ہیں دونوں علیحدہ تو یہاں دونوں لفظوں کا ذکر فرما کر باطنی قوتوں کا اظہار فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ صفت علم کا بھی مالک ہے اور صفت حکمت کا بھی باطنی اعتبار سے یہ دونوں علیحدہ علیحدہ ہیں۔ اس لیے دونوں کا ذکر کیا گیا۔ یہی جواب مضبوط ہے لیکن بعض نے جواب دیا کہ دونوں لفظ ایک دوسرے کی تاکید ہیں کہ دونوں جب ظاہر ہوں گی تب ایک دوسرے میں شامل جب باطن میں ہوں تو جدا جدا۔ **تیسرا اعتراض:** یہاں فرمایا گیا۔ وَیُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمُ مفسرین لَکُمْ کا معنی کرتے ہیں لِاَجْلِکُمْ۔ اس معنی سے پورے جملے کا معنی ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے افعال بھی کسی غرض و ضرورت سے ہوتے ہیں۔ یہاں یُبَیِّنُ کی غرض یہ کہ بندوں سے عبادت۔ اطاعت و ایمان کا نفع اللہ تعالیٰ کو حاصل ہو۔ حالانکہ رب تعالیٰ غرض اور نفع کی ضرورت سے پاک ہے۔ **جواب:** یُبَیِّنُ کی وجہ نفع اور حصول اغراض نہیں بلکہ رب تعالیٰ کا علیم وحکیم ہونا ہے۔ بتایا یہ گیا کہ اللہ تعالیٰ علم وحکمت سے اپنے بندوں کے لیے موقعہ مقام اور مناسب حال اور بندوں کی ضرورت سے آیتیں بیان فرماتا ہے نہ کہ اپنی ضرورت سے۔

تفسیر صوفیانہ

(از آیت ۱۵ تا آیت ۱۹) اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَیْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَیِّنًا ۖ وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِیْمٌ ۝ ۔ اہل شریعت عابدین کو بدنام وخراب کرنے والے شیاطین ہیں۔ اہل طریقت زاہدین کو بدنام وخراب کرنے والے بہروپے ہیں کیونکہ ہم شکل و ہم لباس ہیں جو اپنی زبانوں کی بناوٹ اور مونہوں کی سجاوٹ سے بے علمی کے جال پھیلاتے، شریعت میں رکاوٹیں کھڑی کرتے ہیں اور مکرم عظیم کو معمولی سمجھتے ہیں حالانکہ یہ بارگاہ جلال میں گناہ عظیم ہے اس لیے رب قدیر کی طرف سے جھڑک فرمائی گئی ہے ان کو جو جبہ و دستار کے عیار ہیں اور منبر ومحراب کے مکار ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں اعمال میں صداقت کا اقوال میں حقیقت کا اور تقلید مقربین کے حالات کا اعلان کرتے ہیں اور ان کے منہ کہتے ہیں کہ ہم نے اچھوں سچوں پکوں پر ہی اعتقاد کیا۔ یہی وہ مدعی افواہ ہیں جن کی باتوں کو علم سے کوئی نسبت نہیں۔ جھوٹ باندھتے ہیں اور جھوٹی دعویداری کا کھیل رچایا۔ مگر معرفت کا قانون ہے کہ کبھی کوئی کذب کسی حقیقت عرفانی کا درجہ نہیں لے سکتا۔ راہ سلوک میں مکاروں نے اس شیطانیت کو بالکل معمولی جانا۔ مگر بناوٹ وشرارت میں یہی وہ بہتان ہے جس نے حقیقی سچوں کو پریشان و حیران کر دیا۔ کاش یہ مدعی جانتے کہ ان کے خلوتی مراقبے ظاہری شرافتیں، زبانی فصاحتیں اور باطنی اطلاعات کے باوجود وادی معرفت میں نفرت کے مقام پر ہیں۔ اس لیے واجب ہے کہ ان پر دائمی عتاب محرومی وعذاب فراق قائم رہے۔ یہ دوری منزل ان کے فساد اعتقاد کی وجہ سے ہے نہ کہ فساد اعمال کی وجہ سے کیونکہ فساد اعمال کی بخشش ممکن ہے مگر فساد اعتقاد کی بخشش ناممکن وَلَوْلَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا یَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِیْمٌ ۝ ۔ اے وادی غرور کا فتنہ اٹھانے والو تم کو چاہیے تھا کہ سفر معرفت میں مکار شیطانوں کی پہچان رکھتے اور ان سے دور ہٹے رہتے اور جب ان کی لغویات سنی تھیں تو فوراً غیرت ایمانی شعور عرفانی سے مخالفۃ شیاطین کرتے ہوئے کہہ دیتے کہ ہم ایسے فریب کاری کے جال نہیں پھیلا

سکتے اور جبہ و دستار منبر و محراب کو دنیا سازی کے لیے بگاڑ نہیں سکتے۔ اس لباس و مقام میں ایسا گندا فاسقانہ مجرمانہ کردار اہل سعادت و معرفت پر بہتان عظیم ہے اگر ہم خود صدیقین صالحین نہیں بن سکتے تو سچے عارفین کو اپنی فریب کاری سے بدنام بھی نہیں کرنا چاہتے۔ یَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖۤ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۷﴾ اے وادی حقیقت کے مسافران منزل اللہ تعالیٰ تم کو منع فرماتا ہے کہ کہیں پھر بھٹک نہ جانا اور بھٹک کر تھک نہ جانا اگر تم ہمت ایمانی والے ہو تو ایسا نہ کرنا اگرچہ وادی پرخار ہے۔ وَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ﴿۱۸﴾ اور بیان فرماتا ہے اسی بھٹکنے سے بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ تم طالبان مبتدین و عارفان مخلصین کے سامنے ظاہر و باطن میں اپنے نشانات قدرت حکمت کے انوار عرفانی کی تجلیاں و روشنیاں جو بتاتی ہیں زبان حال سے کہ ہمارا خالق و محافظ ہر شی کو جاننے والا ہے اور پیدا کرنے میں حکمت والا ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۙ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ ؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۹﴾ دنیا کی ہر وادی طلب میں کچھ مطلب پرست ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی فطرت خبیثانہ، جبلت مفسدانہ، خصلت ابلیسانہ ہوتی ہے وہ ہر وقت یہی پسند کرتے ہیں کہ اہل خیر میں شر و فتنہ پھیلے۔ ایسے ہی خناسین کے لیے دنیا میں فراق لعنت کا عذاب الیم ہے اور انجام آخرت میں محرومی و نفرت کا عذاب کثیر ہے اور صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے ایسے گمراہان منزل کے مخفی ارادوں، باطنی چالوں کو اور وہی جانتا ہے ان پر عذاب فرقت سزا محرومیت کی نوعیت و ضرورت کو تم نہیں جانتے اور اسی لاعلمی کی وجہ سے تم اچھے ہو کر بھی بروں کے راستے پر چل پڑتے ہو اور نہیں سمجھتے کہ وہ گمراہان راہ مولیٰ میں بھی طالب دنیا ہیں۔ حالانکہ دنیا مردہ بکری سے بھی زیادہ خوار و ذلیل و حقیر ہے اور اگر دنیا کا مرتبہ بارگاہ حق تعالیٰ میں مچھر کے پر برابر بھی ہوتا تو دنیا کافر کو چلو بھر نہ ملتی۔ دنیا گناہوں کی سردار، بربادلوگوں کا گھر اور مفلسوں کا مال ہے۔

وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ
اور اگر نہ ہوتا اللہ تعالیٰ کا فضل تم پر اور اس کی رحمت
اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی
وَ اَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴿۲۰﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
اور بے شک یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نرمی فرمانے والا ہے رحیم بھی ہے اے وہ لوگو جو سچا ایمان لا چکے
اور یہ کہ اللہ تم پر نہایت مہربان رحم والا ہے تو تم اس کا مزہ چکھتے اے ایمان والو
لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ؕ وَ مَنْ یَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ
اب کبھی پیروی نہ کرنا شیطان کے نقش قدم کی اور جو شخص پیروی کرتا ہے شیطان کے قدموں طریقوں کی
شیطان کے قدموں پر نہ چلو اور جو شیطان کے قدموں پر چلا

فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ

تو بے شک وہ شیطان حکم دیتا ہے فقط فحاشی اور بے حیائی بدمعاشی کا اور اگر نہ ہوتا اللہ تعالیٰ کا فضل تم پر

تو وہ تو بے حیائی اور بری بات ہی بتائے گا اور اگر اللہ کا فضل

وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ

اور اس کی رحمت تو نہ ہوسکتا نیک پاک تم میں سے کوئی بھی کبھی بھی

اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو تم میں کوئی بھی کبھی ستھرا نہ ہوسکتا

وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۱﴾

اور لیکن اللہ تعالیٰ نیک پاک بنا دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور اللہ ہی سننے والا جاننے والا ہے

ہاں اللہ ستھرا کر دیتا ہے جسے چاہے۔ اور اللہ سنتا جانتا ہے

تعلقات

ان آیات پاک کا پچھلی آیات پاک سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آیات میں گمراہوں کے لیے دنیا و آخرت میں عذاب الیم ہونے کا ذکر فرمایا گیا۔ اب ان آیات میں نیک متقی مخلص ہدایت یافتہ لوگوں پر دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کا فضل و رحمۃ ہونے کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیات میں فرمایا گیا کہ فحاشی بدمعاشی پھیلانے والے لوگوں کو اے لوگو مخلص نادانو تم نہیں جانتے اور اپنے بھولپن میں ان بدبختوں، شرارتیوں کے ساتھ شامل ہو کر ان کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے تشہیر فحاشی میں ان کے معاون بن جاتے ہو۔ اب ان آیات میں فرمایا جا رہا ہے کہ تم نادانوں کا علاج تو یہ ہی تھا کہ تم کو بھی دنیا میں ذلت آمیز عبرت ناک سزا دی جاتی اور پوری حد قذف شرعی لگائی جاتی مگر معاف صرف اس لیے کیا گیا کہ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۔ **تیسرا تعلق:** پچھلی آیات میں فرمایا گیا کہ کچھ بدبخت سرکش تخریب کار لوگ پسند کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں فحاشی پھیلے۔ اب ان آیات میں اس تخریب کاری کی وجہ بیان فرمائی جا رہی ہے کہ یہ لوگ شیطان ابلیس کی پیروی کرتے ہیں اور شیطان ابلیس تو ہمیشہ فحاشی و بدکاری کا ہی حکم و مشورہ وسوسہ دیتا ہے مسلمانوں کو شیطان کی پیروی سے روکا جا رہا ہے۔

تفسیر نحوی

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۞ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ ۔ واؤ ابتدائیہ۔ لَوْ حرف شرط۔ آیت ۱۰ کی طرح یہاں آیت ۲۰ میں بھی جواب شرط یعنی جزا محذوف معنوی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان شرطوں کا تعلق سابقہ عبارتوں سے ظاہر فرماتا ہے۔ وہاں لعان کی سہولت سے اور یہاں يَعِظُكُمُ کی مشفقانہ نرمی و محبت سے اور معنی کلام یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل و رحمۃ نہ ہوتے تو

لعان کا قانون نہ بنایا جاتا اور یہاں یہ کہ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل ورحمۃ نہ ہوتے تو یہ مشفقانہ وعظ ونصیحت وبیان آیات نہ ہوتا۔ بلکہ دونوں جگہ کڑی سزائیں دی جاتیں۔ لَا حرف نفی جنسی۔ فَضْلُ اسم مفرد معرفہ فضل بمعنی عطاء انعام اور رحمۃ بمعنی حفاظت فَضْلُ اللّٰہِ مضاف مضاف الیہ یہ مرکب اضافی معطوف علیہ واؤ عاطفہ رَحْمَتُہٗ یہ مرکب اضافی معطوف دونوں مل کر اسم ہے لائے نفی کا۔ عَلَیْکُمْ یہ جار مجرور متعلق ہے نافِذًا پوشیدہ اسم فاعل کا یہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے لائے نفی کی یہ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر شرط ہے جزاء پوشیدہ کی وہ دونوں مل کر جملہ شرطیہ ہو گیا۔ جزا کی پوشیدہ عبارت صحیح قول میں لَمَا یَعِظُکُمُ اللّٰہُ ہے۔ بعض نے فرمایا کہ پوشیدہ عبارت ہے۔ لَمَسَّکُمُ الْعُقُوْبَۃُ (واللہ اعلم) اس پوشیدہ رکھنے سے احسان کی عظمت کا فائدہ واشارہ ملا۔ واؤ ابتدائیہ۔ اَنَّ مشبہ اللہ اس کا اسم رَءُوْفٌ باب فتح کا اسم مبالغہ بروزن فَعُوْلٌ۔ اس کا مادہ مصدر ہے رَأْفٌ۔ رَأْفَۃٌ۔ ترجمہ ہے نرمی رکھنا، احکام وعبادات میں نرمی برتنا، رحمت ورافۃ میں فرق یہ ہے کہ رحمت عام ہے پسندیدہ وناپسندیدہ شخصیت پر صرف دنیا میں اور رافۃ خاص ہے دنیا میں پسندیدہ شخصیات پر رؤف رحیم یہ دونوں خبر ہیں اَنَّ کی۔ یہ اپنے اسم ودونوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ یا حرف ندا۔ اَیُّھَا لفظ فاعل ہے۔ اَلَّذِیْنَ۔ اسم موصول اٰمَنُوْا باب افعال کا ماضی مطلق مثبت معروف جمع مذکر غائب فاعل ضمیر صیغہ۔ یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہے اَلَّذِیْنَ کا دونوں مل کر منادی ہے۔ لَا تَتَّبِعُوْا۔ باب افتعال کا فعل نہی معروف، صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اس کا مصدر ہے اِتِّبَاعٌ۔ تبعٌ سے بنا ہے۔ ترجمہ ہے پیچھے پیچھے عقیدت سے چلنا۔ کسی کے اعمال کی نقل کرنا۔ نقش قدم پر چلنا، کسی کا حکم ماننا اطاعت ہے کسی کا عمل اپنانا اتباع ہے۔ اس کا فاعل اَنْتُمْ ضمیر صیغہ۔ خُطُوٰتِ۔ اسم جمع مونث سالم۔ اس کا واحد ہے خَطْوٌ۔ بمعنی قدم۔ اصل میں تھا خَطٌّ۔ بمعنی لکیر ڈالنا، نشان ڈالنا، مراد ہے نشان قدم۔ یہاں بمعنی وسوسے ہے۔ بحالت فتحہ ہے کیونکہ مفعول بہ ہے مضاف ہے۔ الشَّیْطٰنِ اسم مبالغہ بروزن فَیْعَالٌ۔ شَطَنٌ سے بنا ہے۔ ترجمہ ہے مکاری کرنا، صفاتی نام ہے ابلیس کا۔ یہ مضاف الیہ ہے خُطُوٰتِ کا۔ دونوں مل کر مفعول بہ ہے لَا تَتَّبِعُوْا کا یہ فعل با فاعل مفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ۔ واؤ عاطفہ مَنْ اسم موصول شرطیہ۔ یَتَّبِعْ۔ باب افتعال کا مضارع حال یا مستقبل مثبت معروف صیغہ واحد مذکر غائب اس کا فاعل ضمیر صیغہ جس کا مرجع ہے مَنْ جازمہ۔ اس نے یَتَّبِعْ مضارع کو جزم دیا۔ خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ یہ مرکب اضافی مفعول بہ یَتَّبِعْ کا۔ یہ فعل فاعل مفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر شرط ہے۔ فَ۔ حرف جزا۔ اِنَّ حرف مشبہ۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع شَیْطٰنُ ہے۔ یہ ضمیر اسم ہے اِنَّ کا۔ یَاْمُرُ باب نَصَرَ کا مضارع حال صیغہ واحد مذکر غائب امر سے مشتق ہے ترجمہ حکم دینا، متعدی ہے۔ اس کا فاعل ھُوَ ضمیر صیغہ مرجع ہے شیطان۔ ب جارہ تعدیہ کی اَلْفَحْشَآءِ اسم معرف باللام۔ ترجمہ ہے بدکاری، معطوف علیہ ہے واؤ عاطفہ۔ اَلْمُنْکَرِ۔ الف لام ہے استغراقی۔ بمعنی ہر قسم۔ مُنْکَرٌ۔ باب افعال کا اسم مفعول۔ اس کا مصدر ہے اِنْکَارٌ ترجمہ ہے ناپسند کرنا، نفرت وانکار کرنا۔ نکرٌ سے بنا ہے مُنْکَرُ کا معنی ہے قابل نفرت مکروہ، ناپسندیدہ، کمینگی، بداخلاقی، بدخصلتی۔ مراد ہے ہر قسم کا گناہ یہ معطوف ہے۔ اَلْفَحْشَآءِ پر۔ دونوں عطف مل کر مجرور اور متعلق ہے یَاْمُرُ کا۔ یہ فعل فاعل متعلق مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر ہے اِنَّ کی۔ یہ اپنے اسم خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر جزا ہے مَنْ یَّتَّبِعْ کی۔ یہ شرط وجزا مل کر معطوف علیہ لَا تَتَّبِعُوْا کے جملے پر دونوں عطف مل کر جواب ندا ہے۔ یا ندائیہ اپنے منادی وجواب ندا سے مل

کر جملہ ندائیہ ہو گیا وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۱﴾۔ واؤ سر جملہ (ابتدائیہ) لَوْ حرف شرط۔ لَا حرف نفی جنس۔ فَضْلُ اللّٰهِ مرکب اضافی معطوف علیہ۔ عَلَيْكُمْ معترضہ کلام۔ واؤ عاطفہ رحمتہ مرکب اضافی معطوف ہے فَضْلُ اللّٰهِ پر دونوں عطف مل کر اسم ہے لاء نفی کا۔ عَلَيْكُمْ یہ جار مجرور متعلق ہے ثَابِتًا یا نَافِذًا پوشیدہ اسم فاعل کا۔ وہ اپنے فاعل ضمیر صیغہ اور متعلق سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے لاء نفی کی وہ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر شرط ہے۔ مَا زَكٰى۔ باب نَصَرَ کا ماضی مطلق منفی معروف صیغہ واحد مذکر غائب۔ لَوْ شرطیہ کی وجہ سے ماضی تمنائی کے معنی میں ہے۔ ترجمہ ہے نہ ہوتا نہ ہو سکتا۔ زَكٰى يَازْكُوْ سے مشتق ہے اس کا حاصل مصدر ہے زَكَاةٌ بمعنی پاکیزگی۔ زَكٰى کا لغوی ترجمہ ہے۔ پھلنا، پھولنا، شاداب ہونا۔ زَكُوْ کا لغوی ترجمہ ہے بڑھنا۔ قابل نشوونما ہونا۔ اصطلاحی ترجمہ ہے پاک صاف ستھرا ہونا۔ جسمانی وروحانی نفع بخش ہونا، یہاں مراد ہے نیک ہونا۔ اس کا فاعل هُوَ پوشیدہ، مِنْكُمْ یہ جار مجرور متعلق اول ہے۔ مِنْ بعضیت کا ہے معنی ہے تم میں سے۔ مِنْ اَحَدٍ یہ مِنْ بیانیہ ہے اَحَدٍ اسم عددی تنکیری بمعنی کوئی یہ جار مجرور متعلق دوم ہے۔ اَبَدًا اسم ظرفیہ زمانیہ ظرف ہے مَا زَكٰى کا یہ فعل اپنے فاعل دونوں متعلقوں اور ظرف سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ۔ واؤ عاطفہ۔ لٰكِنَّ حرف مشبہ بسیط ہے مرکب نہیں۔ بعض نے اس کو لَا اَنَّ یا۔ لَكَ اَنَّ سے مرکب کہا ہے۔ مگر یہ غلط ہے۔ یہ صرف استدراک کے لیے آتا ہے مَا زَكٰى نقیض ہے يُزَكِّيْ کی۔ جس کو ختم کر کے لٰكِنَّ سے يُزَكِّيْ کو ثابت فرمایا گیا اللّٰهَ اس کا اسم۔ يُزَكِّيْ باب تفعیل کا مضارع حال مثبت معروف صیغہ واحد مذکر غائب ہے مصدر تَزْكِيَ یا تَزْكُوِيَ اور تَزْكِيَةً۔ اس کا فاعل هُوَ ضمیر صیغہ جس کا مرجع ہے اللہ تعالیٰ۔ مَنْ اسم موصول۔ يَشَآءُ۔ باب فَتَحَ کا مضارع حال مثبت معروف صیغہ واحد مذکر شَيْءٌ سے مشتق ہے اس کا مصدر میمی ہے مَشِيَّة لغوی ترجمہ ہے چاہنا، ارادہ کرنا، اصطلاح میں معاملہ، قانون، محسوس چیز، محدود و محلول چیز۔ یہ جسم یا ڈھانا موجود چیز کو اسی لغوی معنی میں شَيْءٌ کہا جاتا ہے کیونکہ وہ مراد میں ہوتی ہے۔ يَشَآءُ کا فاعل هُوَ ضمیر صیغہ جس کا مرجع مَنْ ہے۔ یہ فعل فاعل جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہے مَنْ کا یہ موصول صلہ مل کر مفعول بہ ہے يُزَكِّيْ کا۔ یہ فعل بافاعل اور مفعول بہ جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر ہے لٰكِنَّ کی وہ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف ہے مَا زَكٰى کے جملے پر دونوں عطف مل کر جزا ہے لَوْلَا کے جملے کی وہ دونوں شرط وجزا مل کر جملہ شرطیہ ہو گیا۔ واؤ سر جملہ۔ اللہ مبتدا۔ سَمِيْعٌ اور عَلِيْمٌ دونوں باب كَرُمَ سے صفت مشبہ مبالغہ کے صیغے ہیں سَمْعٌ اور عِلْمٌ سے مشتق ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں میں سے ہیں ترجمہ ہے قدرت وغلبے سے ہر چیز کی سننے والا ہر چیز کو جاننے والا ہمیشہ سے ہمیشہ تک۔ جب یہ بندوں کی صفت بنائی جائے تو معنی ہے صرف کان سے سننے والا اور صرف قلب وعقل سے جاننے والا۔ نہ ہمیشہ سے نہ ہمیشہ تک۔ یہ دونوں اسم دو خبریں ہیں اللہ مبتدا کی۔ یہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿٢٠﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ۔ اے وہ لوگو جو بلا سوچے سمجھے منافقین کی ورغلاہٹ، شیطان کی وسوساہٹ اور عجیب گھبراہٹ میں آ گئے تم کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں شرعی سزائیں دے کر عذاب آخرت سے بچا لیا اگر یہ فضل و

کرم اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم پر نہ ہوتا اور اس کی رحمۃ وشفقۃ تم سے نہ ہوتی۔ تو بالکل منافقین کی طرح دنیا وآخرت میں تمہاری تباہی وقار، بربادی اعمال، ذلت احوال ہو جاتی۔ لیکن تم لوگ قلب وعقل سے ظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ کے مطیع رسول اللہ کے متبع، شریعت کے عابد، قرآن مجید کے فرمانبردار، ایمان کے مخلص ہو اس لیے اپنے حبیب کے طفیل تمہاری عزت آبرو ایمان و اعمال کو دنیا، قبر، حشر میں بچالیا گیا اور بیشک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر شریعت کے نرم وآسان قوانین واحکام کی آیات نازل فرما کر رؤف اور رحیم ہے۔ رؤف ہے رافت ونرمی فرما کر رحیم ہے دونوں جہان میں عزت بچا کر رؤف ہے توبہ کی مہلت دے کر رحیم ہے توبہ قبول فرما کر۔ اللہ تعالیٰ تو آب ہے بندوں کو مہلت توبہ دے کر اور رحیم ہے دنیا قبر وحشر میں عزت دے کر رؤف ہے توبہ کا طریقہ سکھا کر رحیم ہے ٹوٹی پھوٹی کسلت غفلت کی ناقص توبہ قبول فرما کر۔ رؤف ہے توفیق عبادت دے کر رحیم ہے قبولیت کی سعادت دے کر۔ اے مسلمانو تم سے یہ لغزش تلبیس ابلیس، تخریب خبیث کے جال میں پھنسنے کی وجہ سے ہوئی جس نے تم کو رسوا کر دیا مگر اب خوب گوش وہوش سے سن لو کہ آئندہ کوئی بھی شیاطین کے بنائے فاسقین کے بتائے ہوئے رستوں و قدم کے نقشوں پر مومن مخلص نہ چلے خبردار وآگاہ کیا جاتا ہے نہ مشاور دنیوی کی اطاعت سے نہ مشاغل مذہبی کی اتباع میں۔ اس لیے کہ شیاطین خناسین تمہارے خیر خواہ کبھی نہیں ہو سکتے اگر چہ کسی بھی روپ بہروپ میں تمہارے پاس آئیں اور جو شخص اپنی بدبختی سے شیطان کے بنائے بتائے پر چلے یا چلنے کا ارادہ کرے تو تجربہ یقین اور مشاہدہ عینی سے سمجھ لو کہ شیطان ہمیشہ ہر شخص کو فحاشی، بدکاری اور دنیا آخرت کی نفرت ذلت کے منکر و ناپسندیدہ اقوال افعال حرکات وکردار کا ہی حکم ومشورہ دیتا ہے۔ شیطان اپنے ساتھیوں کو کبھی بھی نیکی یا اچھائی کی ہدایت نہیں دیتا بلکہ بے حیائی بے غیرتی کی ہی صحبت محبت دلاتا ہے اور اسی انداز سے برائی سکھاتا ہے کہ انسان برا بن کر مہلک اور مذل اعمال بد کو بھی اچھائی ناموری سمجھنے لگتا ہے اور ناکامی کو کامیابی، حماقت کو سیاست جانتا ہے اور پھر ایسی کمینگی پھیلاتا ہے کہ معاشرہ برباد و بے غیرت ہو جاتا ہے اور بدمست فرد اپنی ہی بربادی کو بربادی نہیں سمجھتا۔ آنکھیں اس وقت کھلتی ہیں جب خطوات شیاطین پر چلنے والا خود اپنی آگ میں ہی جلتا ہے اپنے فساد میں خود پھنستا ہے اور پھر ہر جگہ اپنے پرایوں میں کہتا پھرتا ہے۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝۲۱ ۔

اے مسلمانو یہ بھی اللہ تعالیٰ کا ہی تم پر فضل ورحمت، کرم وشفقت ہے کہ تم اپنے بڑے دشمن ایمان کے خفیہ چور ظاہر ڈاکو شیطان سے بچے ہوئے ہو اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل، رسول اللہ کی نظر، دامن رحمۃ کا سایہ احمد نہ ہوتا تو تم میں سے کوئی بھی شیطان کی پلیدیوں سے بچا ہوا صحیح سلامت پاکیزہ نہ رہ سکتا۔ خواہ کتنی بھی کوشش کرتا۔ نہ عملی لیاقت بچا سکتی نہ عقلی طاقت نہ فکری عبادت۔ بہت سوں کا تجربہ ہے کہ دروازہ مصطفیٰ سے بٹنے بیگانے ہونے والے ناز وفخر کرنے والے بڑے بڑے علماء، عقلا، فضلا، صلحا کو ابلیس ایک لمحے میں زیر کر لیتا ہے۔ کسی نے کیا خوب فرمایا۔

اے یارا تو احمق ہویا علم زیادہ پڑھ کے پڑھ پڑھ کے مغرور نہ ہونا پھٹ جاتا دودھ کڑھ کے

بس اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندوں میں جس کو چاہتا ہے پسند فرما کر سعادت کی خوشبو طہارت کی خوبی عبادت کی توفیق سے معطر،

مطہر، منور کر دیتا ہے اور اس بندۂ سعید سے تمام غلاظتیں دور فرما دیتا ہے اور اس کو برائیوں سے دور گناہوں سے نفور نیکیوں سے مسرور بنا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو کامل راحت اکمل رحمۃ بنایا، صحابہ کو ہدایت کا تارا اور اہلبیت کو سفینۂ نوحی سہارا، مسلمانوں کا آسرا بنایا۔ ورنہ اس بیابان میں کوئی پرسان حال تمہارا نہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ اسی انتخاب بندگان میں سمیع بھی ہے علیم بھی وہ ہی جانتا ہے کہ کون قرب بارگاہ کے قابل کون تزکیہ قلب و روح کے لائق، وہ سمیع ہے تمہارے اقوال کا علیم ہے تمہارے اعمال کا۔ مگر انسان نادان ہے کہ دوست دشمن کو نہیں پہچانتا اور شیطان خطرناک ہے اس کی چالیں ہیبتناک ہیں۔ بس سمیع و علیم ہی بچانے والا ہے۔

ان آیات میں اختلافی اقوال

ان آیات میں تین جگہ کُمْ ضمیر کے مرجع میں دو قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا۔ ان تینوں کا مرجع مشتہرین افک ہیں۔ ۲۔ بعض نے کہا۔ تا قیامت عام مسلمان ہیں۔ خُطُوٰتِ کی قرأت میں تین قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت خُطُوٰتِ ہے۔ ۲۔ بعض کی قرأت خُطَوٰتِ ہے۔ ۳۔ بعض کی قرأت خُطْوٰتِ ہے۔ فَاِنَّهٗ کی ہٗ ضمیر کے مرجع میں تین قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا اس کا مرجع مراد شیاطین ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا اس کا مرجع مَنْ یَّتَّبِعْ ہے۔ ۳۔ بعض نے کہا اس کا مرجع کوئی نہیں کیونکہ یہ ضمیر شان ہے۔ مَازَکٰی کی قرأت میں تین قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت مَازَکٰی ہے باب ضَرَبَ سے۔ ۲۔ بعض کی قرأت مَازَکّٰی ہے باب تفعیل سے۔ ۳۔ بعض کی قرأت مَازَکِیَ ہے باب حَسِبَ سے۔ مِنْكُمْ اور مِنْ اَحَدٍ دونوں مِنْ کے معنی میں تین قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا کہ پہلا مِنْ بیانیہ ہے دوسرا زائدہ۔ ۲۔ بعض نے کہا دونوں بیانیہ ہیں۔ ۳۔ بعض نے کہا دونوں زائدہ ہیں۔

فائدے

ان آیتوں سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ **پہلا فائدہ:** پہلے زمانوں کا ایک فرقہ قدریہ کہتا تھا کہ مسلمانوں کو قلب و عقل و روح کا تزکیہ پاکیزگی طہارت بدنی و عبادت عضوی سے ملتی ہے یہ تزکیہ مسلمانوں کی اپنی محنت سے ہے۔ مگر اہلسنت کا عقیدہ تھا اور ہے کہ تزکیہ و پاکیزگی قلب و عقل و روح نہ طہارت بدنی سے ملتی ہے نہ عبادات اعضائی سے بلکہ فقط اللہ تعالیٰ کے کرم و رحمت و رافت سے ملتی ہے یہی عقیدہ صحیح ہے کیونکہ قرآن حدیث کے مطابق ہے۔ یہ فائدہ وَّلٰکِنَّ اللّٰهَ یُزَکِّیْ مَنْ یَّشَآءُ فرمانے سے حاصل ہوا۔ **دوسرا فائدہ:** اللہ تعالیٰ کی کچھ صفات دیگر کچھ صفات سے زیادہ اکرم و اہم ہیں۔ مثلاً صفت رؤف اہم ہے صفت توّاب سے۔ لہٰذا جس بندے پر اللہ تعالیٰ رافۃ کا کرم فرمائے وہ زیادہ مکرم و معزز ہے اس بندے سے جس پر توابیت کا کرم ہو۔ اس لیے کہ توابیت میں ایک کرم صرف اس گناہ کی معافی جس کی توبہ کی گئی۔ مگر رافت میں تین کرم۔ قبولیت بھی، مقبولیت بھی، محبوبیت بھی۔ یعنی دفع عذاب بھی عزت شان بھی۔ یہ فائدہ پہلے مسئلہ لعان میں تَوَّابٌ اور اب واقعہ افک میں رَءُوْفٌ فرمانے سے حاصل ہوا۔ کہ وہاں قانون بنا کر اظہار توابیت ہوا اور یہاں عذاب الیم ختم فرما کر اظہار رافۃ محبوبیت ہوا اور عذاب ختم کر دینا زیادہ کرم ہے۔

احکام القرآن

ان آیتوں سے کچھ فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ:** خود شیطان اگرچہ ظاہر نظر نہیں آتا مگر اس کے خطوات

یعنی نقوش و نشانات ظاہر نظر آتے ہیں ہر گمراہی، بدعقیدگی، بدعت سیئہ۔ یہ سب شیطان ہی کے نقش قدم ہیں اس لیے ہر مسلمان کو ان گستاخیوں سے بچنا واجب ہے۔ شیطان کا پہلا قدم اور خصوصی سبق گستاخی انبیاء کرام اور نبی علیہ السلام کو اپنے جیسا بشر کہنا ہے اور انسانوں کو گستاخ بنانا ہے۔ ان خطوات میں بدعقیدہ پیر، خطیب، برے دوست، جاہلانہ کتابیں، فحش افسانے، گندی غزلیں شامل۔ یہ مسئلہ لَا تَتَّبِعُوْا کی نہی شدید سے مستنبط ہوا۔ جس نے بتایا کہ ہر برے شخص سے بچنا بٹنا خود ہر مسلمان پر واجب ہے۔ **دوسرا مسئلہ:** دنیوی اعمال بد میں سب سے زیادہ نقصان دہ برے کام فحاشی، بدمعاشی کرنا کرانا پھیلانا ہے اس کے بعد اعمال مکروہات، اس لیے کہ مکروہات شرعیہ کا اثر صرف فاعل پر رہتا ہے مگر فحاشی، بدمعاشی، بدکاری کا اثر فاعل پر بھی اور پورے ماحول و معاشرے پر بھی پھیلتا چلا جاتا ہے۔ یہ مسئلہ۔ يَأْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ۔ میں فَحْشَآءِ کو پہلے اور مُنْكَرِ کو بعد میں ذکر فرمانے سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کیے جاتے ہیں۔ **پہلا اعتراض:** یہاں۔ لَوْلَا شرطیہ ہے اور شرط کے لیے جواب شرط یعنی جزا ضروری ہے مگر یہاں جزا نہیں ہے لہٰذا یہ جملہ ناقص ہوا اور ناقصیت فصاحت کلام کے خلاف ہے۔ **جواب:** یہاں جزا معدوم و ناپید نہیں۔ بلکہ محذوف منوی ہے اور محذوف بھی اس لیے کہ سابقہ آیت ۱۹ میں۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ کا پورا جملہ اس جزاء محذوفہ کا نشان و قرینہ موجود ہے اور نشان سے نشان والی چیز سمجھ لی جاتی ہے۔ یہاں اس طرح سمجھو کہ بتایا جا رہا ہے۔ فحاشی پھیلنے کو پسند کرنے والوں کے لیے تو عذاب الیم مقرر و مقدر ہو گیا۔ لیکن تم پھیلانے والوں پر اگر فضل و رحمت نہ ہوتا تو تم پر بھی عذاب الیم آ جاتا یا مقدر ہو جاتا۔ پتہ لگ گیا کہ اس شرط کی جزا عذاب الیم ہونا ہے۔ **دوسرا اعتراض:** یہاں مسلمانوں کو فرمایا گیا کہ شیطان کے خطوات کی اتباع نہ کرو جو اتباع کرنے لگتا ہے تو شیطان اس کو فحشا و منکر کا حکم دیتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ خطوات کچھ علیحدہ چیز ہے اور فحشا و منکر علیحدہ چیز اور پہلے اتباع خطوات ہے پھر حکم فحشا و منکر اور خطوات بذات خود برے نہیں بلکہ فحشا و منکر کا ذریعہ و سبب ہے۔ حالانکہ احادیث مقدسات سے ثابت ہے۔ خطوات ہی فحشا و منکر ہیں۔ تو آیت و روایت میں مطابقت کیسے ہو۔ **جواب:** مطابقت اس طرح ہے کہ قرآن مجید کی اس آیت نے اسباب و مسببات کا ذکر فرمایا اور ہر حدیث پاک نے ان کے گناہ ہونے کا یعنی آیت نے فرمایا کہ اتباع خطوات اور شیطان کا ساتھی تمام دیگر جرائم کا سبب ہے اور دیگر جرائم مسبب۔ حدیث پاک نے فرمایا اتباع خطوات اور شیطان کے رستوں نشانات قدم پر آ کر شیطان کا ساتھی بننا بھی باعث گناہ و عذاب ہے۔ مثلاً بری کتابیں، عشقیہ ناول، گندے گانے، بدمعاشوں کی دوستی، بری محفلیں آج کل کے فاسق گمراہ پیر خطیب، فلمیں ڈرامے وغیرہ یہ خطوات شیطان ہیں۔ گناہوں کے اسباب ہیں۔ ان کے قریب ہونا ان کو پسند کرنا ان کی بیعت و اقتدا کرنا، پڑھنا، گانا، بروں کی محفلوں میں جانا، یہ ان کی اتباع ہے۔ اور پھر ان کی مثل ان کے رنگ میں رنگ جانا بری صحبت کا اثر ہو جانا اور پھر خود بھی بدمعاشی، فحاشی، شراب نوشی وغیرہ کی بدکاری، بدکرداری کرنے لگ جانا یہ يَأْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ہے۔ کہ ان تمام اسباب و مسببات کی تلبیس و تلویث و اتباع سے ہی آخرت برباد زندگی تباہ ہے۔

تفسیر صوفیانہ

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ اور اگر قرب منزل کا فضل الٰہی اور بقاء دوام کی رحمت کبریائی اور ظلمات ناسوت میں انوار جلوہ مصطفیٰ کی دستگیری تمہیں نہ ملتی تو تم پر بھی مجالس اشرار مصاحبت اغیار اور محافل آزار کی وجہ سے فناء فراق کا عذاب نازل و مقدر و مقرر ہو جاتا لیکن تم کو تمہارے سینہ انوار کی وجہ سے بچالیا گیا اور بیشک اللہ تعالیٰ اپنے بھٹکے ہوئے بندگان مخلص پر بھی رافتہ اسرار و رحمۃ انوار اور انعام ابرار فرمانے والا ہے۔ اسی لیے اپنے بندگان خاص کو دامن محبوب کی وادی طور تجلیات میں پہنچایا۔ اشرار دنیوی سے بچایا۔ بچانا ہمارا کام اور آئندہ بچنا تمہارا کام۔ لہٰذا۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ ۔ اے قرب معرفت کے ایمان والو جو معرفت حق الیقین پر ایمان لائے ہو یاد رکھو عالم ناسوت کے سفر حیات و راہ منزل میں بہت سے شیطانی راستے اور نشانات ابلیس ہیں۔ ہر قدم پر گناہوں کے کانٹے، فریبوں کے پتھر ہیں۔ اس لیے

پیر رابگذیں کہ بے پیر ایں سفر ہست بس پر آفت و خوف و خطر

مرشد پکڑو اور مرشد ایمانی کی دستگیری سے منہ نہ پھرانا اور خطوات شیاطین کی اتباع نہ کرنا اور وادی سلوک کا جو بدنصیب خطوت شیطان کی پیروی کرتا ہے تو وہ یاد رکھے کہ شیطان کسی بھی شکل و صورت قول و اقرار میں ہو وہ انسان و جنات کا دشمن ہی ہے اور فحاشی ظلمات و منکر لغویات کا ہی حکم دیتا ہے اور یہ وہ ازلی دشمن ہے جو ہر وقت ہر انسان کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ اے بندگان طلب اگر وادی حقیقت میں رب تعالیٰ کا فضل و رحمۃ اپنے بندگان طالبین و راغبین پر نہ ہوتا تو یہ ابدی ظاہری باطنی اصلی دشمن تم کو بحر ظلمات میں ڈبو دیتا اندھیری جھاڑیوں میں پھنسا دیتا اور کوئی بھی بندہ فضل الٰہی رحمت کبریائی سے اپنے قول فعل شکل و جسم پر نقشہ مصطفائی سجانے کے بغیر تا عمر کبھی بھی مطہر مزاج مزکی دماغ نہیں ہو سکتا اگرچہ طریقہ مصطفیٰ محبت مجتبیٰ کو چھوڑ کر کوئی عابد بحر و بر زاہد خشک و تر ہو جائے اور یہ بھی یاد رکھو کہ ہر اک کو میسر نہیں اس در کی غلامی۔ یہ بھی رب تعالیٰ کا کرم عمیم ہے کہ جس پر چاہتا ہے رحم فرما کر بندہ خاص بنا کر عبد مصطفیٰ بنا دیتا ہے اور اسی کو قلب و روح کی طہارت عطا فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی ہر سائل و سالک کی سننے والا ہر طالب و عاجز کو جاننے والا ہے وہی بندگان خاص پر الطاف حقیقی کے اسباب نازل فرماتا ہے اگرچہ ظاہراً بندے قہر محسوس کریں۔ طالب معرفت پر اسباب لطف کے پانچ فائدے ہوتے ہیں۔ **اول** تادیب بارگاہ کی تعلیم **دوم** تہذیب اعمال کی تربیت **سوم** بلندی درجات کا موجب **چہارم** قرب منزل کی ترقی **پنجم** امتحان طریقت کا شکنجہ۔ ابتلاء اولیاء اللہ مثل آتش صراف ہے اور مرید عارف مثل سونا چاندی جس طرح سونے چاندی کے لیے آتش صراف مفید ہے ایسے ہی طالب صادق کے لیے ابتلاء قہر و مصائب دہر مفید ہے۔ ارشاد نبوی اَشَدُّ النَّاسِ بَلَاءً اَلْاَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْاَوْلِيَاءُ ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ ایک دوسری حدیث میں ارشاد مقدس ہے يُبْتَلَى الرَّجُلُ عَلٰى قَدْرِ دِيْنِهٖ یعنی ہر بندہ اپنے دین کے حساب سے امتحان لیا جاتا ہے۔ وادی طلب کے قانون میں حقیقۃ و مجاز ساتھ ساتھ چلتے ہیں بلکہ مجاز نشان حقیقت ہے اور سیڑھی ہے حقیقت کی اس لیے سورۃ لقمان آیت ۱۴ میں ارشاد ہے۔ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ؕ اے بندے میرا بھی شکر ادا

کرا اور اپنے والدین کا بھی چونکہ والدین وجود مجازی کے اصل و والد ہیں اس لیے ان کا شکر مجازی ہے اور اللہ تعالیٰ وجود حقیقی کا اصل و خالق ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کا شکر حقیقی ہے جیسے نعمت حقیقی رب تعالیٰ کی طرف سے مجازاً غیر اللہ کی طرف سے اسی کی طرف اشارہ ہے حدیث مقدس میں مَنْ لَّا یَشْكُرِ النَّاسَ فَقَد لَا یَشْكُرُ اللّٰهَ جو بندہ لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کا بھی شکر نہیں کرتا۔ آیت لقمان میں مجاز کو حقیقت کی سیڑھی فرمایا گیا ہے اور اس حدیث میں مجاز کو حقیقت کا نشان اسی وجہ سے بوقت براءت والدہ صدیقہ نے صدیقہ کو فرمایا تھا کہ شکریہ کرو نبی کریم ﷺ کا تاکہ شکر الٰہی کی شرط ثواب مکمل ہو جائے شکر نبی کریم ﷺ سبب اکمل ہے شکر الٰہی کا اگر سبب نہ ہو تو مسبب ہو سکتا ہی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہر عبادت الٰہی میں نقشہ مصطفائی قائم فرمایا گیا اور نماز الٰہی میں سلام مصطفائی کرایا گیا تاکہ تعبد رب تعالیٰ میں تصور نبی کریم رہے۔ اسی خیال محمدی کے لیے فرمایا صَلُّوْا كَمَا رَاَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ یعنی نماز الٰہی میں بھی خیال مصطفائی قائم فرمایا گیا۔ جس نماز میں نبی کریم ﷺ کا خیال نہیں آیا وہ نماز مردود ہے۔ اہل معرفۃ کے لیے خیال مصطفوی مقام عروج کی تکمیل ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف جانے کے دو راستے ہیں۔ پہلا راستہ اہل سلامت کا۔ دوم اہل ملامت کا۔ اہل سلامت کا راستہ درجات جنت تک ہے اہل سلامتی اپنے وجود کی قید میں مقید ہوتے ہیں۔ لیکن اہل ملامت کا راستہ بارگاہ الٰہی تک پہنچتا ہے اس لیے کہ ابتلاء وملامت وجود کے دروازے کی چابی ہے۔ یہاں وجود حادث اس طرح پگھلتا ہے جس طرح سورج کے قرب سے پہاڑوں کی برف اور جس طرح برف پگھل کر چشموں دریاؤں کی طرف اپنی منزلیں طے کرتا ہے اسی طرح وجود حادث پگھل کر منزل قرب کے بحر انوار کی طرف منزلیں طے کرتا ہے۔ اسی ابتلاء سلامت سے صدیقہ کو نور قدیم نے کرم ولایت سے نوازا یہ ملامت دلالت ہوگئی ان کی ولایت پر۔ یَعِظُكُمْ میں امر ونہی کے نو احکام نازل فرمائے گئے۔ ۱۔ اَنْ تَعُوْدُوْا۔ پھر نہیں بھٹکنا۔ ۲۔ یُبَیِّنُ آیات کا دھیان رکھنا۔ ۳۔ اشاعت فحاشی سے بچنا۔ ۴۔ نشانات شیطان سے دور رہنا۔ ۵۔ روح قلب کے تزکیے میں لگے رہنا۔ ۶۔ ہر کامیابی کو اللہ تعالیٰ کی رحمت وفضل سمجھنا۔ ۷۔ ہر ناکامی کو رب تعالیٰ کی حکمت اور اپنی کوتاہی۔ ۸۔ گناہوں میں حصہ نہ لینا۔ ۹۔ ہر منکر سے نفرت کرنا۔ خطوات شیطان کی سات قسمیں ہیں۔ ۱۔ فحاشی۔ ۲۔ منکر۔ ۳۔ قذف کذب۔ ۴۔ گالی۔ ۵۔ عیب جوئی۔ ۶۔ جھوٹ۔ ۷۔ گستاخی۔ دنیا میں صرف تین کام ایمانی ہیں۔ تبلیغ عمل صالح، ذکر اللہ۔ باقی سب شیطانی ہیں اور وبال جان۔ حقیقی تزکیہ یہ ہے کہ اغیار سے دور ہو ہر گناہ سے نفور ہو۔ شیطان اپنے ساتھیوں کو تین حکم دیتا ہے۔ ۱۔ درندگی کا۔ ۲۔ حیوانیات کا۔ ۳۔ شیطانیت کا۔ درندگی وحیوانیت میں اصلاح کی امید ہوتی ہے مگر شیطانیت میں نہ امید اصلاح نہ قرب فلاح درندگی وحیوانیت سے انسان شیطان کا سپاہی بنتا ہے مگر شیطانیت سے شیطان کو مشیر ومحبوب اس لیے اس سے انسان کو فضل سے محرومی اور رحمت سے محجوبی ہوتی ہے۔ کمال سعادت کا ملنا رحمۃ ہے اور نور ہدایت کا ملنا فضل ہے۔ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ

وَلَا یَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ

اور نہ قسم ڈال لیں وہ جو سب سے زیادہ دینی افضلیت والے ہیں تم میں سے اور دنیوی دولت مندی والے ہیں

اور قسم نہ کھائیں وہ جو تم میں فضیلت والے اور گنجائش والے ہیں
اَنْ یُّؤْتُوْۤا اُولِی الْقُرْبٰی وَ الْمَسٰکِیْنَ وَ الْمُهٰجِرِیْنَ
اس رکاوٹ کی کہ خرچہ دیں قرابت داروں کو اور مسکینوں کو اور مہاجروں کو
قرابت والوں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دینے کی
فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۪ۖ وَ لْیَعْفُوْا وَ لْیَصْفَحُوْا ؕ
اللہ تعالیٰ کے راستے میں اور چاہیے کہ ذاتی مجرموں کو معاف کر دیں اور سابقہ غلطیوں کی درگزر کریں
اور چاہیے کہ معاف کریں اور درگزر کریں
اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ؕ
اے افضلیت والو کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ بخش دے اللہ تعالیٰ تم کو
کیا اسے دوست نہیں رکھتے کہ اللہ تمہاری بخشش کرے
وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۲۲﴾
اور اللہ تعالیٰ ہی بخشنے والا رحیم ہے
اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے
اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ
بیشک وہ لوگ جو تہمت لگاتے ہیں پاکدامنوں کو گناہوں سے ناواقف
بیشک وہ جو عیب لگاتے ہیں انجان پارسا
الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ ۪ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۲۳﴾ۙ
ایمان والیوں کو وہ شرارت باز لوگ لعنت کیے گئے ہیں دنیا اور آخرت میں اور ان کے لیے بڑا سخت عذاب ہے
ایمان والیوں کو ان پر لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے

تعلقات

ان آیات پاک کا پچھلی آیات پاک سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آیات میں فرمایا گیا کہ کوئی بندہ خود بخود شیطان کی گندگی سے پاک وصاف ستھرا نہیں ہو سکتا اللہ تعالیٰ ہی یُزَكِّیْ مَنْ یَّشَآءُ ؕ جس کو چاہتا ہے پاک وصاف فرماتا ہے اب ان آیات میں پاک صاف ستھرے مسلمانوں کی نشاندہی فرمائی جا رہی ہے کہ وہ خوش قسمت مسلمان اُولُوا الْفَضْلِ

حضرات ہیں۔ **دوسرا تعلق**: پچھلی آیات میں فرمایا گیا کہ جن کم عقل نادان مسلمانوں نے اس الزام تراشی بہتان بازی میں اپنے بھولپن کی وجہ سے تخریب کاروں کا ساتھ دیا تھا۔ ان کے باطنی مخلصانہ ایمان اور بعد میں اپنے کیے پر پچھتانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں محض اپنے فضل و رحمت سے معاف فرما دیا۔ اب ان آیات میں فرمایا جا رہا ہے کہ اے وہ لوگو جن کو اس بہتان بازی سے نقصان پہنچا تم بھی ان پچھتانے والے خطا کاروں کو معاف کر دو کیونکہ تم منجانب اللہ اُولُوا الْفَضْلِ کی شان پانے والے ہو۔ تم لوگ ان خطا کاروں کی مخالفت میں قسمیں نہ بولو۔ **تیسرا تعلق**: پچھلی آیات میں خطا کاروں کی اس معافی کا ذکر ہوا جو اللہ تعالیٰ نے معافی دی۔ اب ان آیات میں معافی دینے کی وجہ بیان فرمائی جا رہی ہے کہ وہ اُولِي الْقُرْبٰى اور مساکین و مہاجرین فی سبیل اللہ ہیں۔

شان نزول

جب ام المومنین حضرت صدیقہ کو چند بد بخت منافقین نے تہمت لگائی تو ان کے ساتھ چند صحیح مسلمان بھی بہک گئے جن میں حضرت حسان بن ثابت اور ایک بدری مجاہد و مہاجر کی حضرت مسطح بن اثاثہ بھی شامل ہو گئے اور یہ مسطح کچھ زیادہ ہی اچھل کود اور شور و تشہیر مچاتے لوگوں کو بتاتے پھرتے۔ مسطح صدیق اکبر کے دوری رشتے کے بھانجے لگتے تھے آپ کی خالہ زاد بہن کے بیٹے۔ یہ بہت غریب تھے اس لیے ان کا اور ان کے تمام بال بچوں کی تمام ضروریات زندگی کا پورا بوجھ و خرچہ صدیق اکبر نے اٹھایا ہوا تھا۔ جب مسطح نے اس بہتان تراشی اور تشہیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہوئے منافقوں کا پورا ساتھ دیا تو فطری بات تھی کہ صدیق اکبر کو ان پر سخت غصہ اور دکھ و رنج آیا کیونکہ صدیقہ آپ کی بیٹی تھیں۔ آپ نے قسم کھالی کہ آئندہ میں مسطح کو کچھ خرچہ نہ دوں گا تب یہ پانچ آیات از ۲۲ تا ۲۶ نازل ہوئیں ایک ساتھ ہی تمام یا آٹھ تا آیت ۲۸۔ بعض نے لکھا کہ یہ آٹھ یا پانچ آیتیں کچھ دن بعد نازل ہوئیں۔ پہلا قول درست ہے۔ ان پانچ آیتوں میں صدیق اکبر کو افضل الخلق بعد الانبیاء کی فضیلت والا فرما کر قسم توڑنے کا حکم فرمایا گیا کہ سزا دینا رب تعالیٰ کا کام ہے تم اپنی نیکیاں بند نہ کرو اور اس قلبی دکھ کے بدلے رب تعالیٰ تم پر دیگر بہت سے کرم فرمائے گا تب آپ نے قسم توڑ دی خرچہ جاری رکھا۔

تفسیر نحوی

وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ۗ۔ واؤ ابتدائیہ۔ لَا يَأْتَلِ۔ باب افتعال کا فعل نہی صیغہ واحد مذکر غائب اَلْیٌ سے بنا ہے لغوی ترجمہ ہے مضبوط بات کرنا۔ اصطلاح میں قسم بولنا قسم کھالینا۔ فعل نہی کا معنی ہے قسم نہ ڈال لیں۔ اس کا مصدر ہے اِئْتِلَاءٌ۔ تعلیل نحوی سے ہوا اِئْتِلَاءٌ۔ اُولُوا اسم مکبرہ معنی ہے والے۔ یہ جمع ہے اس کا واحد و تثنیہ نہیں ہوتا۔ ہمیشہ اسم ظاہر کی طرف مضاف ہوتا ہے اس کا اعراب حرفی ہوتا ہے۔ یعنی بحالت ضمہ واؤ اور بحالت فتحہ و کسرہ ی۔ یہ مضاف ہے اَلْفَضْلِ اسم معرف باللام نکرہ مخصوصہ۔ معنی ہے دینی فضیلت۔ ایمانی مرتبہ جس کو پانے والا انسان اپنے ساتھیوں سے بلند مرتبے والا ہو جاتا ہے۔ یہ معطوف علیہ مِنْكُمْ یہ عبارت معترضہ ہے۔ واؤ عاطفہ اَلسَّعَةِ۔ اسم حاصل مصدر بمعنی گنجائش فراوانی مراد ہے دولت مندی معطوف ہے فَضْلِ پر دونوں عطف مل کر مضاف الیہ ہے اُولُوا کا مرکب اضافی مبتدا مِنْكُمْ جار مجرور متعلق ہے ثَابِتٌ اسم فاعل پوشیدہ

کا۔ یہ اپنے ضمیر صیغہ فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر فاعل ہے لَا یَاْتَلِ کا۔ اَنْ حرف ناصب۔ یُّؤْتُوْٓا۔ باب افعال کا فعل مضارع مثبت معروف بمعنی منفی۔ لَا یَاْتَلِ کی قسم نے اس کی ثبوتیت کو ختم کر کے نفی پیدا کی اور اَنْ نے مصدری معنی کئے پوری عبارت کا ترجمہ ہوا۔ نہ دینے کی قسم نہ ڈالیں نہ کھائیں۔ اُولِی اسم مکبرہ بحالت فتحہ مضاف ہے اَلْقُرْبٰی۔ اسم تفضیل مونث ہے اس کا مذکر ہے اَقْرَبُ باب نَصَرَ سے بمعنی قرابت دار رشتے دار۔ یہ مضاف الیہ ہے مرکب اضافی مل کر معطوف پر واؤ عاطفہ اَلْمَسٰکِیْنَ۔ اسم جمع مکسر ہے اس کا واحد مِسْکِیْنٌ اسم حاصل مصدر میمی سَکَنٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے ٹھہرنا۔ گر پڑنا۔ برائے مبالغہ یعنی بوجہ غربت گرا ہوا، حرکت نہ کر سکے۔ انتہا کا مالی کمزور یہ معطوف علیہ واؤ عاطفہ اَلْمُهٰجِرِیْنَ۔ باب مفاعلۃ کا اسم فاعل صیغہ جمع مذکر برائے غائب اس کا واحد ہے۔ مُهَاجِرٌ۔ مصدر ہے مُهَاجَرَۃٌ۔ هَجْرٌ سے بنا ہے لغوی ترجمہ ہے چھوڑنا۔ اصطلاحی ترجمہ ہے وطن چھوڑ دینا یہ معطوف ہے۔ مَسٰکِیْنِ پر وہ معطوف ہے اُولِی الْقُرْبٰی پر یہ تینوں عطف مل کر مفعول بہ ہے یُّؤْتُوْٓا کا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ۔ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے یُّؤْتُوْٓا کا۔ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مفعول بہ ہے لَا یَاْتَلِ کا۔ وہ سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو گیا۔ واؤ ابتدائیہ لْیَعْفُوْا۔ باب نَصَرَ کا فعل امر غائب معروف۔ صیغہ جمع مذکر غائب عَفْوٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے معاف کرنا۔ اس کا فاعل هُمْ ضمیر صیغہ مرجع ہے اُولُوا یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ انشائیہ ہو گیا۔ واؤ سر جملہ لْیَصْفَحُوْا باب فَتَحَ کا فعل امر غائب معروف صیغہ جمع مذکر صَفْحٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے درگزر کرنا۔ اس کا فاعل ہے هُمْ ضمیر صیغہ جس کا مرجع ہے اُولُوا۔ یہ فعل فاعل جملہ فعلیہ انشائیہ ہو گیا بعض علمائے نحو نے ان دونوں جملوں کو آپس میں عطف کر کے معطوف کیا ہے لَا یَاْتَلِ کے جملے پر اور پھر جملہ عاطفہ بنایا ہے مگر یہ درست نہیں۔ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۲۲﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ ۪ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۲۳﴾۔ اَ ہمزہ استفہام اقراری یا ایجابی کے لیے یعنی یہ کرو۔ لَا تُحِبُّوْنَ۔ باب ضَرَبَ کا فعل مضارع حال منفی معروف صیغہ جمع مذکر حاضر۔ حُبٌّ مضاعف ثلاثی سے مشتق ہے۔ اس کا فاعل اَنْتُمْ ضمیر صیغہ جس کا خطاب اُولُوا سے ہے۔ اَنْ ناصبہ یَّغْفِرَ باب ضَرَبَ کا مضارع مستقبل صیغہ واحد مذکر غائب غَفْرٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے بخشا، چھپانا لپیٹنا۔ یہاں مراد ہے رحمت کی چادر میں لپیٹنا۔ اللّٰهُ اس کا فاعل لَكُمْ جار مجرور متعلق ہے یَّغْفِرَ کا۔ یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مفعول بہ ہے لَا تُحِبُّوْنَ کا۔ سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو گیا۔ واؤ سر جملہ (ابتدائیہ) اللّٰهُ مبتدا غَفُوْرٌ پہلی خبر رَّحِیْمٌ۔ دوسری خبر یہ مبتدا اپنی دونوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ اِنَّ حرف مشبہ۔ الَّذِیْنَ اسم موصول۔ یَرْمُوْنَ باب ضَرَبَ کا مضارع حال مثبت معروف صیغہ جمع مذکر غائب رَمْیٌ سے مشتق ہے دراصل تھا یَرْمِیُوْنَ۔ تعلیل نحوی سے ہوا یَرْمُوْنَ۔ رَمْیٌ کا لغوی ترجمہ ہے تیر چلانا، تیر پھینکنا۔ یہاں مراد ہے بہتان اور تہمت لگانا۔ کیونکہ تہمت بھی ہوا میں تیر چھوڑنے اور زخم لگانے کے مشابہ ہوتی ہے۔ اس کا فاعل هُمْ ضمیر کا مرجع الَّذِیْنَ ہے۔ اَلْمُحْصَنٰتِ اسم جمع مونث سالم باب افعال اسم فاعل مونث معنی ہے شادی شدہ خاوند والی پاکدامن بیویاں۔ موصوف ہے اَلْغٰفِلٰتِ باب ضَرَبَ یا حَسِبَ کا اسم فاعل مونث موصوف ہے۔ اَلْمُؤْمِنٰتِ باب افعال کا اسم فاعل جمع مونث۔ یہ صفت ہے۔ یہ تینوں اسماء ڈبل مرکب توصیفی ہو کر مفعول بہ ہے یَرْمُوْنَ کا۔ ان تینوں اسموں میں الف لام حرفی جنسی ہے یا استغراقی۔ یہ فعل فاعل مفعول بہ جملہ فعلیہ ہو کر

صلہ ہوا الَّذِيْنَ کا یہ موصول صلہ اسم ہے اِنَّ کا۔ لُعِنُوْا۔ باب فتح کا ماضی مطلق مثبت مجہول۔ صیغہ جمع مذکر غائب لَعْنٌ سے مشتق ہے۔ ترجمہ ہے رحمت سے دور کر دیا جانا، پھٹکار ڈالنا، دھتکارنا۔ لُعِنُوْا کا ترجمہ ہے لعنت کردئے گئے۔ بعض نے ترجمہ لکھا ہے۔ لعنت کر دئے جائیں اس کو بددعائیہ فقرہ بنایا ہے مگر یہ قطعاً غلط ہے اللہ تعالیٰ دعا اور بددعا دینے سے پاک ہے۔ هُمْ ضمیر اس کا نائب فاعل مرجع الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ ہے۔ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ۔ یہ معطوف علیہ معطوف دونوں مجرور ہو کر متعلق ہے لُعِنُوْا کا یہ فعل نائب فاعل اور متعلق مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ۔ واؤ عاطفہ۔ لَهُمْ۔ یہ جار مجرور متعلق ہے قَائِمٌ پوشیدہ یا ثَابِتٌ یا نَافِذٌ اسم فاعل کا۔ عَذَابٌ موصوف عَظِيْمٌ صفت یہ مرکب توصیفی فاعل ہے پوشیدہ اسم فاعل قَائِمٌ یا ثَابِتٌ یا نَافِذٌ کا۔ یہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف ہے لُعِنُوْا پر۔ دونوں عطف مل کر خبر ہے اِنَّ کی۔ اِنَّ اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ

وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُّؤْتُوْا أُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ۗ أَلَا تُحِبُّوْنَ أَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲﴾۔ اور اب نہ قسم کھالے ہمارا وہ پیارا بندہ جو اے عرشی فرشی مسلمانو تم سب سے زیادہ دینی بزرگی میں افضل و فضیلت والا ہے اور دنیوی وسعت و خیرات میں اعلیٰ ہے تا قیامت افضل الخلق بعد الانبیاء ہے اور مالی خیرات و صدقات میں بھی تم سب سے اعلیٰ اتم و بالا ہے کہ شروع اسلام سے خوشنودی الٰہی کے لیے مساکین و اہل قرابت و مہاجرین کو مالی وسعت دینے والا ہے۔ اسے چاہئے کہ اس نیکی نہ کرنے پر جو بوجہ غمگینی قسم کھائی ہے وہ توڑ دے اور معافی مانگنے شرمندہ ہونے والے مجرم کو معاف کر دے اور اس کی سابقہ کوتاہی دلآزاری کو بھول جائے اے افضل و اعلیٰ بندے کیا تجھ کو یہ پسند نہیں ہے کہ اس معافی و درگزر کے بدلے اللہ تعالیٰ تجھ کو بخش دے اور اگلے پچھلے گناہ مٹا دے رحمت کی چادر میں لپیٹ لے اے لوگو اللہ تعالیٰ بہت جلد اور بہت زیادہ مغفرت فرمانے والا ہے اور تھوڑے عمل پر بڑا رحم فرمانے والا ایک نیکی پر بار بار انعام دینے والا۔ اس آیت پاک میں اُولُوا الْفَضْلِ سے مراد ابوبکر صدیق ہیں۔ اور مِنْكُمْ سے مراد تمام صحابہ و اہل بیت آل و عیال ہیں۔ فضل سے مراد دینی اخروی بزرگی و بلندی۔ وَالسَّعَةِ سے مراد دنیوی مالی حیثیت و سخاوت۔ مِنْكُمْ کا تعلق صرف اُولُوا الْفَضْلِ سے ہے نہ کہ وَالسَّعَةِ یعنی دین میں تم سب صحابہ و اہلبیت سے بڑے۔ اُولِي الْقُرْبٰى سے مراد قریبی رشتے دار یعنی مسطح۔ جب براءت صدیقہ کی آیات نازل ہوئیں تو سب قاذفین کو حد قذف لگائی گئی۔ تشہیر کرنے والے ان تینوں مسلمانوں کو سزا کے بعد توبہ کی بھی توفیق ملی انہوں نے اللہ تعالیٰ سے توبہ اور بندوں سے معذرت و ندامت کر لی یہاں ان ہی کو معاف کر دینے کا ذکر ہے۔ لیکن۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۳﴾۔ بیشک وہ بدقماش بدخصلت لوگ جو بناوٹی تہمتیں پھینک مارتے لگاتے ہیں ان پاکدامن عفیفہ محفوظ پردہ نشین عورتوں کو جو بالکل ہر قسم کی برائیوں، گناہوں، مکاریوں، چالاکیوں سے غافل و بے خبر ہیں اور صرف دینی شرعی احکام، امر و نہی اسلام، فرائض و واجبات طہارت و عبادات جاننے والی مومنات عورتیں ہیں۔ ایسے تہمت باز الزام تراش لعنت کیے گئے ہیں دنیا میں اللہ رسول کی طرف سے فاسقیت مردودیت کی اور جن و

ملائکہ کی طرف سے نفرت حقارت کی اور مسلمانوں کی طرف سے ذلت کی زندگی سے اور اخروی لعنت بھی یہ کہ توفیق خیر سے دوری توبہ سے فراری اور قبر حشر میں رحم و کرم سے دوری، جہنم میں پھٹکار و عذاب سے قریبی پا کر اور یہی لوگ دنیا کے منحوس آخرت کے مقبوح ہیں جن کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔ روایت میں ہے کہ جب آیات براءت نازل ہوئیں تو صدیق اکبر نے قسم کھائی کہ اب میں آئندہ کبھی مسطح و اہل مسطح کو کچھ خرچہ نفقہ نہیں دوں گا۔ اس نے میرا بھانجا ہو کر افک میں منافقوں کا ساتھ دے کر افک صدیقہ کو مشہور کیا اور میرے احسانوں کا یہ بدلہ دیا۔ اس نے مجھے صدمہ پہنچایا۔ حضرت مسطح نے حد قذف کھانے کے بعد سچی توبہ کی اور صدیقہ کے والد اپنے ماموں صدیق اکبر سے معافی مانگی مگر آپ نے معافی نہ دی۔ جب آقا حضور ﷺ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے صدیق اکبر کو بلا کر یہ آیتیں سنائیں تب صدیق اکبر بہت مسرور سب غم دھل گئے اور قسم توڑتے ہوئے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے یہی پسند ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے سب گناہ ختم کر کے مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرمائے۔ میں مسطح کو معاف کرتا ہوں اور آئندہ پہلے سے زیادہ خرچہ دیا کروں گا۔ امام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر کبیر میں یہاں صدیق اکبر کی بائیس فضیلتیں شمار فرمائی ہیں۔ **ایک** یہ کہ متواتر احادیث اور تمام تفاسیر سے ثابت کہ یہ آیت ۲۲ صرف صدیق اکبر کی شان افضلیت میں نازل ہوئی۔ **دوسری** یہ کہ فضل سے مراد دینی اخروی بزرگی مراد ہے اس لیے کہ یہ فضیلت ثنا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی کی دنیوی ثنا نہیں فرماتا۔ بلکہ دنیوی ثنا خوانی کرنا شرعاً بھی ممنوع و گناہ ہے۔ **تیسری** یہ کہ یہاں مِنْكُمْ فرما کر بتایا گیا کہ صدیق اکبر تمام صحابہ اور تاقیامت تمام مسلمانوں سے افضل ہیں بلکہ افضل الخلق بعد الانبیاء ہیں۔ اسی طرح سورۃ حدید آیت ۱۰ میں صدیق اکبر کے لیے فرمایا گیا۔ لَا يَسْتَوِىْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ ؕ یعنی وہ بندہ تم سب سے بلند و افضل ہے جس نے فتح مکہ سے پہلے بھی راہ الٰہی میں خرچ کیے اور جہاد بھی کیے۔ تم میں سے کوئی اس سے برابری نہیں کر سکتا۔ یہاں بھی مِنْكُمْ میں تمام صحابہ و اہلبیت مراد ہیں۔ **چوتھی** فضیلت صدیق اکبر کو تین اولیتیں وہ ملیں جو کسی کو نصیب نہ ہوئیں۔ ۱۔ مسلمان ہونے کی اولیت۔ ۲۔ خیرات کرنے کی اولیت۔ ۳۔ ہجرت مدینہ منورہ کی اولیت **پانچویں** فضیلت صدیق اکبر کو گیارہ ثانویتیں وہ ملیں جس میں آپ آقا ﷺ کے ثانی و ساتھی بنائے گئے یہ سعادت بھی کسی دوسرے کو نصیب نہ ہوئی۔ ۱۔ تبلیغ اسلام میں ثانی۔ ۲۔ ہجرت میں۔ ۳۔ غار میں۔ ۴۔ معافی دینے میں۔ ۵۔ درگذر فرمانے میں۔ ۶۔ حضر میں۔ ۷۔ سفر میں۔ ۸۔ وفات میں۔ ۹۔ مزار میں۔ ۱۰۔ امامت میں۔ ۱۱۔ اللہ تعالیٰ کی رضا و مغفرت ملنے میں۔ **چھٹی** فضیلت سورۃ والیل آیت ۱۷ میں صدیق اکبر کو اَتْقٰى فرمایا گیا۔ یعنی سب صحابہ و اہلبیت سے زیادہ متقی۔ **ساتویں** فضیلت اسلام کی پہلی مسجد نبوی کی تمام زمین صدیق اکبر نے خرید کر وقف کی۔ **آٹھویں** فضیلت صرف صدیق اکبر کی شان میں وَالسَّعَةِ فرمایا گیا۔ یعنی تمام صحابہ سے زیادہ سخی۔ **نویں** فضیلت یہ کہ فضل و سعت صرف صدیق اکبر کو حاصل نہ کہ مولیٰ علی کو۔ لہٰذا۔ تبرائی و تفضیلی شیعہ کا مولیٰ علی کو صدیق اکبر سے افضل بتانا غلط ہوا۔ مولیٰ علی تاعمر غریب ہی رہے۔ سَعَةً والے نہ بن سکے۔ **دسویں** فضیلت اس آیت میں پانچ صیغے۔ ۱۔ لَا يَاْتَلِ۔ ۲۔ اَنْ يُّؤْتُوْٓا۔ ۳۔ وَلْيَعْفُوْا۔ ۴۔ وَلْيَصْفَحُوْا۔ ۵۔ اَلَا تُحِبُّوْنَ۔ ان میں پہلا واحد جس نے واحد شخصیہ بتائی۔ چار صیغے جمع جنہوں نے اس شخصیت کی تعظیم سکھائی۔ یعنی تاقیامت اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تعظیم صدیق کا درس فرمایا۔

گیارھویں فضیلت اس آیت مقدس نے صدیق اکبر کی چار شانیں بیان فرمائیں۔ سخی، محسن، بے غرض، مفضل، مستفیض۔ **بارھویں** فضیلت شان صدیق میں بیس شان فاروق آٹھ شان ذوالنورین میں سات شان مولیٰ علی میں آٹھ آیتیں نازل ہوئیں۔ **تیرھویں** فضیلت صدیق اکبر کی سخاوت لوجہ اللہ تھی۔ اور مولیٰ علی کی سخاوت ایفاء نذر و خوف قیامت سے تھی۔ چنانچہ سورۃ والیل کی آیت ۱۷ تا ۲۰ میں ہے۔ وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ۝ الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى ۝ وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَى ۝ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَى ۝ ۔ یہ سخاوت صدیق کی للّٰہیت کا ذکر ہے اور سورۃ دہر کی آیت ۷ تا ۹ میں ہے۔ يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا ۝ وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ۝ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنْكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا ۝ ۔ آیت ۱۰ میں ارشاد ہے۔ إِنَّا نَخَافُ مِنْ رَبِّنَا يَوْمًا عَبُوسًا قَمْطَرِيرًا ۝ ۔ ان آیات میں سخاوت مولیٰ علی کا ذکر ہے کہ آپ کی سخاوت خوف الٰہی و خوف قیامت سے تھی۔ **چودھویں** فضیلت صحابیت صدیق اکبر کا انکار کفر ہے۔ کیونکہ آپ کی صحابیت کا ذکر سورۃ توبہ کی آیت ۴۰ میں ہے۔ آپ کو لِصَاحِبِهٖ فرمایا گیا۔ گویا آپ کی صحابیت کا انکار اس آیت کا انکار ہے۔ **پندرھویں** فضیلت خلافت صدیقی کا انکار بھی کفر ہے۔ کیونکہ خلافت صدیقی پر اجماع صحابہ ہو گیا۔ اور اجماع صحابہ کا انکار کفر ہے۔ **سولھویں** فضیلت اس آیت نے صدیق اکبر کی چھ فوقیتیں بیان فرمائیں۔ فضیلت کی فوقیہ، عبادت کی، اتباع کی، اطاعت کی، شفقت کی، احسان کی۔ **سترھویں** فضیلت اسلام کے پہلے امتی مبلغ آپ کی ہی تبلیغ سے ایک دن میں پندرہ مسلمان ہوئے۔ عثمان ابن مظعون، طلحہ، زبیر، سعد بن ابی وقاص اور ان کے اہل خانہ۔ اس لیے تا قیامت مبلغین اسلام کی تبلیغ سے صدیق اکبر کو بھی ثواب ملتا رہے گا۔ کیونکہ حدیث مقدس میں ہے مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ اَجْرُهَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا۔ **اٹھارھویں** فضیلت صدیق اکبر نے اسلام کی خاطر اپنوں کی بہت اذیتیں برداشت کیں اور صرف اللہ رسول کی رضا کے لیے انہیں معاف کیا۔ اپنوں کی ایذائیں ہر ایذا سے زیادہ ہوتی ہیں۔ اور قلبی ایذا جسمی زخم سے زیادہ شدید ہوتی ہے اس لیے حدیث پاک میں جہاد کفار کو اصغر فرمایا گیا اور جہاد نفس کو اکبر۔ مسطح کی افک بازی بھی اپنوں کی ایذا رسانی تھی۔ **انیسویں** فضیلت اَلْفَضْلِ وَالسَّعَةِ کا الف لام استغراقی ہے جس نے بتایا کہ تمام قسم کی فضیلتیں وسعتیں صدیق اکبر کو حاصل ہیں۔ **بیسویں** فضیلت قرآن مجید کی بہت سی آیات نے صدیق اکبر کی پانچ سعادتیں بیان فرمائیں۔ متقی، مزکی، حلیم الطبع، صدیق ہونا، شہید ہونا۔ **اکیسویں** فضیلت عشرہ مبشرہ میں پہلا نمبر آپ کا ہی ہے۔ **بائیسویں** فضیلت صدیق اکبر بشہادت قرآن ہر قسم کے گناہ سے خالی تھے۔ اس لیے کہ اُولُوا الْفَضْلِ وہ ہوتا ہے جو جنتی ہو اور جنتی وہ جو گناہوں سے خالی ہو۔ نافرمان اُولُوا الْفَضْلِ نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ سورۃ نساء آیت ۱۴ میں ہے۔ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا ۔ یعنی جو شخص ذرا سی بھی اللہ رسول کی نافرمانی کرے اور حدود الٰہی کو توڑے اس کو اللہ تعالیٰ ہمیشہ کے لیے جہنم میں داخل کرے گا۔ احادیث میں تین چیزوں کی بہت فضیلت ہے۔ ۱۔ صلہ رحمی۔ چنانچہ صِلْ مَنْ قَطَعَكَ اس سے بھی صلہ رحمی کر جو تجھے توڑے۔ یہی اصلی افضل و اعلیٰ صلہ رحمی ہے۔ ۲۔ ظالم نادم و تائب کو معاف کرنا۔ ۳۔ اسے بھی عطا کر جو تجھے محروم رکھے اور تینوں کام صرف اللہ رسول کی رضا کے لیے کرنا۔ یہ تینوں مرتبے صرف صدیق اکبر کو حاصل۔ ایک حدیث میں ہے جو

بندہ اپنے نادم و تائب مجرم کو معاف نہ کرے وہ بروز قیامت میرے حوض پر نہ آئے۔ اعلیٰ اخلاق معافی دینا ہے۔ مجرم جھوٹی توبہ کرے یا سچی۔ حضرت صدیقہ چودہ مرتبوں میں دیگر نساء عالمین سے افضل ہیں۔ ۱۔ نبی کریم ﷺ کو کنواری ملیں۔ ۲۔ محبوبہ محبوب رب العالمین ہیں۔ ۳۔ سب ازواج مطہرات میں کم عمر۔ ۴۔ صدیقہ چار پشت کی صحابیہ اور مہاجرہ ہیں۔ ۵۔ صدیقہ کی شکل جنتی ریشم میں لپیٹ کر قبل نکاح بذریعہ جبرئیل علیہ السلام آقا ﷺ کو دکھائی گئی تھی۔ ۶۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے غسل سے بچے ہوئے پانی کے ساتھ صدیقہ کو غسل کی سعادت حاصل ہوئی۔ ۷۔ کئی بار بستر صدیقہ پر وحی نازل ہوئی۔ ۸۔ کئی بار جبرئیل علیہ السلام نے صدیقہ کو سلام کہلوایا۔ ۹۔ بوقت وفات ایک مسواک میں آقا ﷺ اور صدیقہ کا لعاب جمع ہوا۔ ۱۰۔ بوقت وفات نبی کریم ﷺ کا سر اقدس آغوش صدیقہ میں تھا۔ ۱۱۔ تا قیامت منبر و محراب میں براءت صدیقہ کی نغمہ سرائی۔ ۱۲۔ بیت صدیقہ میں وفات و مزار اقدس بنا۔ ۱۳۔ ایک سفر میں صدیقہ کا ہار اونٹنی کے نیچے گم ہوا تب آیت تیمم نازل ہوئی۔ ۱۴۔ صدیقہ کی عفت کا انکار کفر ہے۔ سب سے بڑے گناہ سات ہیں حدیث پاک میں ان کو موبقات فرمایا گیا۔ یعنی ہلاک کرنے والے۔ ارشاد نبوی ہے سات موبقات سے بچو۔ ۱۔ شرک۔ ۲۔ جادوگری۔ ۳۔ عمداً وظلماً قتل انسانی۔ ۴۔ سودخوری۔ ۵۔ مال یتیم کھانا۔ ۶۔ میدان جنگ سے بھاگنا۔ ۷۔ محصنات غافلات مومنات کو قذف لگانا۔ یہ گناہ سو سال کے اعمال صالحہ برباد کر دیتا ہے (از بخاری، مسلم، طبرانی عن حذیفہ رضی اللہ عنہ) مقذوفہ عورتیں دو قسم کی ہوتی ہیں۔ ۱۔ مقذوفہ محصنات مومنات عاقلات ان کا ذکر سورۃ نور آیت ۴ میں ہوا۔ ۲۔ مقذومہ محصنات مومنات غافلات ان کا ذکر یہاں آیت ۲۳ میں ہے۔ لعنت کی چار قسمیں۔ ۱۔ لعنت کافر۔ ۲۔ لعنت فاسق۔ ۳۔ لعنت ظالم۔ ۴۔ لعنت قاتل۔

ان آیات میں اختلافی اقوال

لَا يَاْتَلِ کے مادۂ اشتقاق میں دو قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا۔ یہ اِلیٌّ سے بنا ہے معنی ہے قسم کھالینا۔ ۲۔ بعض نے کہا یہ اِلُوٌّ سے بنا ہے۔ معنی ہے کم کر دینا۔ لَا يَاْتَلِ کی ممانعت نہی کے درجہ میں دو قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا کہ اس نہی سے حرمت قسم نہیں صرف مکروہ تنزیہی ہے یعنی قسم کھالینا بہتر نہیں۔ ۲۔ بعض نے کہا یہ نہی ممانعہ حرمۃ وجھڑک ہے یعنی قسم کھالینا حرام ہے۔ مگر یہ قول جاہلانہ ہے۔ لَا يَاْتَلِ کی قرأت میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت میں باب افتعال کی نہی کہ پہلے الف پھر تَ۔ یہی قرأت درست ہے۔ ۲۔ بعض کی قرأت میں باب تفعل سے ہے۔ لَا يَتَاَلَّ کہ تَ پہلے الف بعد میں۔ اُولُوا الْفَضْلِ کے معنی میں دو قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا۔ فضل سے مراد دینی بزرگی۔ دو وجہ یہ قول درست ہے۔ **اول** یہ کہ دنیوی بزرگی کے لیے وَالسَّعَةِ کا لفظ موجود ہے۔ **دوم** یہ کہ یہ ممانعت دینی بزرگی کی وجہ سے ہی ہوئی تھی دنیوی دولت مندی کی وجہ یہ قسم ممنوع نہ تھی۔ ۲۔ بعض نے کہا کہ فضل سے مراد دنیوی دولت مندی ہے مگر یہ غلط ہے کیونکہ اس سے تکرار لفظی لازم آتا ہے وَالسَّعَةِ سے مراد بھی دنیوی دولت مندی ہے۔ اَنْ يُّؤْتُوْٓا کی قرئت میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قرئت اَنْ يُّؤْتُوْٓا ہے۔ جمع مذکر غائب کا صیغہ۔ یہی قرئۃ درست ہے۔ ۲۔ بعض کی قرئت اَنْ تُؤْتُوْٓا ہے۔ جمع مذکر حاضر کا صیغہ۔ يَرْمُوْنَ کے معنی میں تین قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا کہ حضرت صدیقہ کو تہمت لگانا مراد ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا تمام ازواج انبیاء علیہم السلام کو تہمت لگانا مراد ہے کیونکہ ہر نبی علیہ السلام کی کسی بھی بیوی کو تہمت لگانا افک مبین و بہتان عظیم ہے۔ ۳۔ بعض نے کہا یہ حکم شرعی تا قیامت

ہر مومن مسلمان پاکدامن، خواہشات نفسانی سے غافل عورتوں کو تہمت لگانے کا ہے مگر پہلا قول درست ہے کیونکہ اگر چہ اب یہ حکم تا قیامت ہے مگر ان آیات میں صرف افکِ صدیقہ ہی مراد ہے ان کے صدقے میں دوسروں کو یہ عزت ملی۔ لُعِنُوۡا کے معنی میں دو قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا کہ یہاں کفار فساق منافقین ہر قسم کے قاذف کاذب پر لعنت مراد ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا۔ صرف کفار و منافقین مراد ہیں کیونکہ لعنت صرف کفار پر ہوتی ہے منافق بھی کافر ہے مگر فاسق کافر نہیں ہے۔

فائدے

ان آیات سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ **پہلا فائدہ:** اگر کوئی بزرگ مسلمان کسی مسلمان کی غریب پروری کرتا ہو پھر اس کی طرف سے اس امیر بزرگ دولت مند کو کوئی ایذا پہنچے اور وہ غریب پرور قسمیہ ارادہ کرلے کہ آئندہ میں اس موذی کی پرورش نہ کروں گا نہ معاف کروں گا نہ اچھا سلوک۔ پھر وہ مجرم موذی اپنے کئے پر شرمندہ ہو کر اللہ تعالیٰ سے سچی توبہ اور اس بزرگ سے سچی معافی مانگے تو شرعی حکم یہ ہے کہ وہ صدیق اکبر کے طفیل اسے معاف کردے اور پھر اپنی قسم کا کفارہ دے دے اس طرح کرنے سے انشاء اللہ تعالیٰ معاف کرنے والے کو تین اجر ملیں گے۔ ۱۔ اللہ تعالیٰ کی رضا۔ ۲۔ صلہ رحمی کا ثواب۔ ۳۔ کفارہ قسم سے اخروی بزرگی۔ یہ فائدہ اَلَا تُحِبُّوۡنَ کے وعدہ الٰہیہ سے حاصل ہوا۔ **دوسرا فائدہ:** دنیا میں مردود و مقبول بندے کی نشانی یہ ہے کہ جس کو گناہ کے بعد توبہ، ندامت، معافی کی توفیق اور آئندہ نیک بننے کی سعادت مل گئی۔ سمجھ لو یہ بارگاہ الٰہی میں مقبول ہے جس کو گناہ کے باوجود نیکی کی سعادت۔ توبہ و معافی کی توفیق نہ ملی۔ گناہ کر کے سزا کھا کے بھی اکڑا پھرتا ہے۔ سمجھ لو یہ مردود بارگاہ ہے یہ فائدہ آیت ۵ میں اِلَّا الَّذِیۡنَ تَابُوۡا اور آیت ۲۳ میں اِنَّ الَّذِیۡنَ یَرۡمُوۡنَ کے بعد لُعِنُوۡا فرمانے سے حاصل ہوا کہ وہ وَالَّذِیۡنَ یَرۡمُوۡنَ مقبولین بارگاہ ہیں کیونکہ تَابُوۡا کا ثواب پاگئے۔ اور اِنَّ الَّذِیۡنَ یَرۡمُوۡنَ۔ مردودین بارگاہ ہیں کہ لُعِنُوۡا کا عذاب پاگئے۔ **تیسرا فائدہ:** سیدنا صدیق اکبر کی افضلیت تمام صحابہ کرام و اہلبیت عظام سے بلند و عظیم و کثیر۔ اور اس کا انکار حرام ہے یہ شان اعلیٰ کسی بھی دوسرے صحابی کو نہ ملی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ یہ فائدہ یہاں آیت ۲۲ میں اور سورۃ حدید کی آیت ۱۰ میں مِنۡکُمۡ فرمانے سے حاصل ہوا۔ کچھ علماء فرماتے ہیں کہ صدیق اکبر ابوبکر کی شان افضل الخلق بعد الرسل کا انکار کرنا کفر ہے کیونکہ یہ شان قرآن مجید کی ان آیتوں نے بیان فرمائی اب شان صدیق کا انکار آیات قرآن کا انکار ہوا۔

احکام القرآن

ان آیتوں سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ:** فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ جس طرح اشیاء میں حرمت و حلت و کراہت کا درجہ دینا صرف اللہ رسول کا کام ہے کوئی بھی ان کے علاوہ شخص نہ کسی چیز کو حلال کرسکے نہ حرام نہ مکروہ۔ اسی طرح فضیلت و افضلیت دینا بھی صرف اللہ رسول کا کام ہے۔ ان کے علاوہ کوئی شخص کسی کو نہ افضل کرسکے نہ مفضول نہ ادنیٰ نہ اعلیٰ کرسکے اللہ رسول نے جس کو جس سے بھی افضل کردیا وہ ابدی افضل ہے قرآن مجید میں سب سے زیادہ فضیلۃ انبیاء کرام علیہم السلام کی بیان ہوئی تمام مخلوق میں بعض کی بعض پر۔ پھر بعد الانبیاء مخلوق میں صدیق اکبر کی پھر صحابہ کرام کی بعض کی بعض پر پھر تابعین بعض کی بعض پر پھر تبع تابعین بعض کی بعض پر پھر اولیاء اللہ کی اسی طرح درجہ بدرجہ پھر علماء پھر صلحاء درجہ بدرجہ۔ یہ

مسئلہ یہاں اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ فرمانے اور سورۃ بقرہ آیت ۲۵۳ تِلْكَ الرُّسُلُ (الخ) اور دیگر آیات سے مستنبط ہوا۔ گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی۔ اس مسئلہ افضلیۃ کا منکر زندیق وگمراہ ہے۔ **دوسرا مسئلہ:** اکثر فقہاء فرماتے ہیں۔ اچھے کام کے نہ کرنے پر قسم کھانا۔ کبھی تو گناہ ہے اور کبھی بہتر نہیں لہٰذا قسم توڑ کر وہ کام کر لینا چاہیے اور پھر کام کر لینے کے بعد کفارہ قسم دے دے تا کہ قسم توڑنے کا گناہ کفارہ دے دینے سے ختم ہو جائے۔ یہ مسئلہ وَلَا يَأْتَلِ (الخ) سے مستنبط ہوا۔ **تیسرا مسئلہ:** فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ صرف چار جرموں سے تمام نیک اعمال برباد ہوتے ہیں۔ ا۔ کفر ارتداد یعنی مرتد ہونا۔ چنانچہ سورۃ مائدہ آیت ۵ میں ارشاد ہے۔ وَمَنْ يَكْفُرْ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ۔ ۲۔ شرک سے۔ چنانچہ سورۃ زمر آیت ۶۵ میں ارشاد ہے۔ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ۔ ۳۔ آیات وقیامت کا انکار کرنے سے۔ چنانچہ سورہ کہف آیت ۱۰۵ میں ارشاد ہے۔ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ۔ ۴۔ نبی کریم ﷺ کی گستاخی سے چنانچہ سورۃ حجرات آیت ۲ میں ارشاد ہے۔ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ۞۔ مگر ان جرائم کے علاوہ کسی اور جرم سے خواہ کتنا ہی برا وایذا رساں ہو ضبطی اعمال صالحہ کا باعث نہیں ہے اس کی سزا تو توبہ ہی کافی ہے۔ یہ مسئلہ۔ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فرمانے سے مستنبط ہوا۔ کہ قذف افک جیسے بدترین جرم کے باوجود ان کے سابقہ اعمال صالحہ نماز روزہ، ہجرت فی سبیل اللہ اور جہادات کو باقی رکھا گیا۔ اگرچہ کئی شخصیات کو اس قذف سے ایذا پہنچی کیونکہ ان مشتہر قاذفین کی نیت گستاخی نبوت نہ تھی لیکن اس قذف صدیقہ کو بنانے والے منافقین کے تمام اچھے اعمال برباد ہو گئے کیونکہ ان کی نیت اس قذف سے گستاخی نبوت تھی۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ **پہلا اعتراض:** لَا يَأْتَلِ (الخ) سے ابوبکر (صدیق) کی شان ظاہر نہیں ہوئی بلکہ ان کا گناہ اور برائی ظاہر کی گئی کہ ایک ناجائز قسم کھا لینے کے گناہ سے زجراً منع فرمایا گیا۔ یہ ان کو سخت جھڑک کی ممانعت ونہی ہے (شیعہ رافضی) **جواب:** یہ قسم کھا لینا صدیق اکبر کا فطری جائز حق تھا اور جائز حق کا استعمال کسی بھی قانون عدل میں جرم یا گناہ نہیں ہو سکتا۔ جو حق کے استعمال کو جرم کہے وہ تو خود ظالم وجاہل ہے۔ اور لَا يَأْتَلِ کی نہی جواز سے احسان کی طرف لانا ہے کہ اے صدیق اکبر تم اہل فضل وسعۃ ہو۔ تمہارے لیے اگرچہ یہ قسم بوجہ ایذا وغمگینی جائز ہے مگر احسان وکرم یہ ہے کہ لَا يَأْتَلِ۔ تمہاری شان وہمت کے لائق ایسی قسمیں نہیں۔ ہاں البتہ تمہارے اس جائز حق کا بدلہ اللہ تعالیٰ تم کو یہ عطا فرماتا ہے کہ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ۔ دنیا میں بشارت آخرت میں نظارت اور جنت میں اقامت کا وعدہ و انعام۔ **دوسرا اعتراض:** اس کی کیا وجہ کہ پہلے مُحْصَنَاتِ غَافِلَاتِ فرمایا گیا پھر مؤمنات فرمایا گیا۔ چاہیے تھا کہ پہلے مؤمنات فرمایا جاتا کیونکہ تمام اچھائیوں کی اصل تو ایمان ہی ہے۔ ایمان کے بغیر کوئی بھی اچھائی نیکی نہیں بنتی۔ **جواب:** یہاں مؤمنات سے مراد اصل اصطلاحی وشرعی ایمان والیاں مراد نہیں۔ اصل ایمان تو لفظ مُحْصَنَات میں ہی آ گیا۔ بلکہ یہاں لغوی ایمان مراد ہے یعنی شریعت کے فرائض واجبات وحلال وحرام مکروہات اور نیکی وگناہ، غیرت وبے غیرتی، عزت وبے عزتی جاننے، ماننے، سمجھنے والیاں اور غفلت سے دنیا کی فیشن پرستی دولت مستی بے پردہ بازی آوارہ مزاجی، چالاکی سے غافل۔ اس لیے لفظ مؤمنات کا

ذکر بعد میں کرنا ہی درست ہے۔ یہ لفظ فرمانا ایمان کی تکمیل ہے نہ کہ اصل۔ یعنی یہ وہ محصنت ہیں جو دنیوی عیاریوں، مکاریوں سے بے خبر اور دینی اچھائیوں سے باخبر۔ **تیسرا اعتراض:** تمام مفسرین فرماتے ہیں کہ ان آیات میں صرف صدیقہ کا ذکر ہے۔ تو پھر محصنت، غافلات، مومنات جمع کیوں ارشاد ہوا۔ چاہئے تھا لفظ واحد محصنہ، غافلہ، مومنہ فرمایا جاتا۔

جواب: اس کے تین جواب دے گئے۔ ا۔ یہ جمعیت صرف احترام صدیقہ سکھانے کے لیے ہے۔ ۲۔ یہ جمعیت تمام ازواج انبیاء کا قانون بتانے کے لیے ہے۔ ۳۔ یہ جمعیت تا قیامت تمام مسلمان پاکدامن سادہ مزاج عورتوں کی اہمک کے لیے قانون شرعی بنانا ہے اگرچہ اصل نزول براءت صدیقہ اور قاذفین کا جرم بتانے کے لیے تھا۔

تفسیر صوفیانہ

اے مسافر منزل اس بیابان خواہشات میں تیرے ہزاروں دشمن بدخواہ ہیں ظاہراً و باطناً۔ لہٰذا تجھ پر لازم ہے کہ ہر نیکی کر اگرچہ چھوٹی ہو اور ہر برائی چھوڑ اگرچہ چھوٹی ہو۔ کیونکہ وادی معرفت میں منزل قرب کے لیے تجھ کو نور باطن کی افضلیت اور قرب کی وصلیت والا بنایا گیا ہے اور خزانہ اسرار کی سعادت سے نوازا گیا ہے تو جو بندہ طالب منزل بارگاہ کا منتہی ہوا سے چاہئے کہ رشتہ باطنی کی قطع رحمی نہ کرے نہ اسباب باطنی کے ارادے سے نہ اعضاء ظاہری کے عمل سے۔ قربت روحانی نیتوں کے مساکین بھی ہیں اور صراط توحید میں ترک دنیا کے مبتدی مہاجرین بھی اور ہر نئے راستے میں مبتدی طالب و مرید سے لغزشیں ہوتی ہیں پس مقرب منتہی کو چاہئے کہ مبتدی کی لغزشوں، خطاؤں سے درگزر کرے تاکہ منزل قرب آستانہ جمال بارگاہ جلال کی طرف ہمت وشوق کے قدم بڑھتے چلے جائیں اے فضل انوار اور وسعت اسرار والو کیا تم کو یہ پسند نہیں ہے کہ سب سے پہلے تم کو ہی چادر رحمۃ میں چھپالیا جائے یہ اللہ تعالیٰ کا ہی وعدہ بشارت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی مغفرت کی پناہ دینے والا رحیم ابدی قدیمی ہے۔ اس وادی طلب میں بیشک وہ عیاران ظاہر منافقان باطن بھی ہیں جن کا کام ہی یہ ہے کہ ان ارواح محصنت پر گمراہی کی تہمت، ضلالت کی قذف جہالت کی الزام تراشی کریں جو مقدس ومنزہ پاکیزہ روحیں بے خبر ہیں مکاریوں کے اشرار سے اور باخبر ہیں ستاریوں کے اسرار سے، نشانات منزل سے واقف، غلط کاریوں سے غافل قاذفین راہ طریقت پر لعنت نفرت ابدی ہے ناسوت کے ظاہر میں بھی جبروت کے باطن میں دوری منزل کی لعنت اور انہی کے لیے ہے فراق ومحرومی کا بڑا عذاب۔ اے مرشد انوار حاذی افضال مریدان کمزور کو اپنی دولت روحانی سے دور نہ کر بلکہ بڑی خطا کی معافی عطا فرما اور چھوٹی کو نظرانداز کردے اپنے الطاف کریمانہ کو نہ روک بلکہ مریدان عاجزین تابعین کو تربیت روحانی کی غیبی امانتیں ان کے سپرد کر دے تو باہمت مرید بشری کمزوری کے باوجود احکام طریقت سے محجوب نہ رہے گا اہل شرافت کے دو حال۔ ا۔ عفو۔ ۲۔ صفح۔ مریدان کم ہمت کی بداعمالی سے ندامت کو معاف کرنا عفو ہے اور امتحان کی ناکامی سے درگذر کرنا صفح ہے ماضی کی خطا کا تذکرہ نہ کرنا عفو ہے اور پکڑ نہ کرنا صفح ہے۔ بعض صوفیاء نے فرمایا کہ گذشتہ خطا کی پردہ پوشی و ترک زجر عفو ہے اور مکروہات مرید سے درگذر صفح ہے۔ صدیق وہ ہے جس کی نظر اپنے عیوب پر ہو۔ زندیق وہ ہے جس کی نظر دوسروں کے عیوب پر ہو۔ قرب الٰہی کی چھ نشانیاں ہیں۔ ا۔ توفیق سعادت کا ظاہر ہونا۔ ۲۔ ہیجان امارہ میں سکون ہونا۔ ۳۔ قوت نفس میں فتور ہونا۔ ۴۔ سینہ میں غلبہ نور ہونا۔ ۵۔ توبہ وندامت میں مشغول رہنا۔ ۶۔ طبیعت پر انوار ومکاشفہ کا تسلط وفوز ہونا۔ دوری منزل کے تین نشان۔

۱۔ گناہوں کی سہولت۔ ۲۔ عبادت سے کدورت۔ ۳۔ توبہ سے رعونت و نفرت، ذلیل بندوں کو تین محرومیاں اول یہ کہ مقام اسرار و محل حضور میں نہیں پہنچ سکتے۔ دوم یہ کہ محفل مناجات سے دور کیے جاتے ہیں۔

يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ

اس قیامت کے دن کہ گواہی دیں گی ان کے خلاف ان کی ہی زبانیں اور ان کے ہی ہاتھ

جس دن ان پر گواہی دیں گی ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ

وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۴﴾ يَوْمَئِذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ

اور ان کے ہی پیر ان بدعملیوں کی جو وہ دنیا میں کرتے تھے اس دن پورا دے گا ان کو اللہ تعالیٰ

اور ان کے پاؤں جو کچھ کرتے تھے اس دن اللہ انہیں ان کی سچی سزا پوری دے گا

دِيْنَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ ﴿۲۵﴾

ان کے باطل دین کا حق بدلہ (سچی سزا) اور اس دن جانیں گے کہ بیشک اللہ وہ ہی ظاہر و بیّن حق ہے

اور جان لیں گے کہ اللہ ہی صریح حق ہے

اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ج

(یادرکھو کہ دنیا میں) خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لیے ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لیے ہی مناسب ہیں

گندیاں گندوں کے لیے اور گندے گندیوں کے لیے

وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ج

اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لیے ہی مناسب ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لیے مناسب ہیں

اور ستھریاں ستھروں کے لیے اور ستھرے ستھریوں کے لیے

اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ط

یہ لوگ بری ہیں ان حرکتوں سے جو یہ شرارتی لوگ کہتے ہیں

وہ پاک ہیں ان باتوں سے جو یہ کہہ رہے ہیں

لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۲۶﴾ ع

ان پاکیزہ لوگوں کے لیے ہی بخشش ہے اور رزق کریم ہے

ان کے لیے بخشش اور عزت کی روزی ہے

تعلقات

ان آیات پاک کا پچھلی آیات پاک سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آیات میں معاف کر دینے والوں کے اجر وثواب کا ذکر فرمایا گیا کہ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ؕ۔ یعنی اپنے دل پر جبر کر کے محض اللہ تعالیٰ کے لیے معاف کر دینے والے کیا یہ پسند نہیں کرتے کہ اس معافی کے بدلے اللہ تعالیٰ کل قیامت میں ان خوش بختوں کو ابدی بخششیں عطا فرمائے۔ اب ان آیات میں ان بدنصیب سرکشوں کے اخروی قہر وعذاب کا ذکر فرمایا جا رہا ہے جو سرکشی کی معافی نہیں مانگتے کہ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ۔ یعنی اللہ تعالیٰ ان بدبختوں کو ان کی استحقاقی سزا پوری پوری دے گا۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیات میں ان برے لوگوں کا ذکر کیا گیا جو پاکدامن اور گناہ سے ناواقف عورتوں کو بدکاری کی تہمتیں لگاتے ہیں اور نہیں جانتے کہ کل قیامت میں اس کا کتنا بڑا عذاب ہے۔ اب ان آیات میں بتایا جا رہا ہے کہ قیامت میں سب کچھ جان لیں گے۔ **تیسرا تعلق:** پچھلی آیات میں اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ۔ فرما کر فسادی اور تخریب کاری پھیلانے والوں کا ذکر کیا گیا۔ اب ان آیات میں ان بدبختوں کی دنیوی اخروی حیثیت وکیفیت کا ذکر فرمایا جا رہا ہے کہ ایسے برے مرد وعورت سب خبیث ہیں۔ اور اپنی خباثتوں سے جن محصنت وغافلات کو دکھ پہنچاتے ان کا درجہ عند اللہ طیبون وطیبات کا ہے۔

تفسیر نحوی

يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۴﴾ يَوْمَئِذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ ﴿۲۵﴾۔ يَوْمَ اسم ظرف جامد زمانی۔ یہ ظرف مقدم ہے۔ تَشْهَدُ۔ باب سمع کا مضارع مستقبل مثبت معروف صیغہ واحد مونث غائب شَهْدٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے گواہی دینا، شہادت دینا، نحوی قانون ہے کہ تَشْهَدُ کے بعد اگر عَلٰی حرف جر ہو تو معنی ہے خلاف گواہی دینا اور اگر بعد میں لام حرف جر ہو۔ جیسے کہ تَشْهَدُ یا يَشْهَدُ لَهُمْ یا لَكُمْ۔ تو معنی ہے حق میں گواہی دینا۔ یہ قانون صرف شَهْدٌ و شَهَادَةٌ کے افعال میں ہے لفظ شہِيْدًا میں نہیں ہے۔ لہٰذا یہاں مراد ہے خلاف گواہی۔ عَلٰی حرف جر بمعنی پر یعنی ان پر (ان کے خلاف) هُمْ ضمیر کا مرجع اَلَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ ہے۔ اَلْسِنَةٌ۔ اسم جمع مکسر منصرف اس کا واحد ہے لِسَانٌ بمعنی زبان جسمانی (منہ کے اندر) مضاف ہے هُمْ مضاف الیہ یہ مرکب اضافی معطوف علیہ واؤ عاطفہ۔ اَيْدِيْ۔ اسم جمع مکسر ہے يَدٌ کی۔ بمعنی ہاتھ جسمانی عضو۔ یہ مرکب اضافی معطوف علیہ واؤ عاطفہ۔ اَرْجُلُ۔ اسم جمع مکسر منصرف ہے رِجْلٌ کی بمعنی جسمانی پاؤں مراد ہے صرف قدم۔ یہ مرکب اضافی معطوف ہے یہ تینوں معطوف علیہ معطوف مل کر فاعل ہے تَشْهَدُ کا۔ عَلَيْهِمْ اس سے پہلے یہ جار مجرور مل کر متعلق اول ہے تَشْهَدُ کا۔ ب جارہ تعدیہ۔ مَا موصولہ۔ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ باب سمع کا ماضی استمراری مثبت معروف صیغہ جمع مذکر غائب عَمَلٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے مذہبی کام کرنے۔ یعنی باعتبار مذہب برائے آخرت اچھے یا برے اعمال۔ اس کا فاعل ضمیر صیغہ پوشیدہ جس کا مرجع اَلَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ ہے۔ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ اپنے فاعل پوشیدہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہے مَا کا یہ موصول صلہ مل کر مجرور اور متعلق دوم ہے تَشْهَدُ کا۔ وہ فعل اپنے فاعل اور ظرف مقدم دونوں متعلقوں سے مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ يَوْمَ اسم ظرف زمانی مضاف ہے۔

اِذٍ اسم اشارہ نکرہ مخصوصہ بمعنی اسی بات اس کام، اس چیز۔ اس کا مشار الیہ۔ یَوْمَ تَشْهَدُ۔ ترجمہ ہے اس کام کے دن۔ یعنی ہاتھ پاؤں زبان کی گواہی کے دن یَوْمَ مضاف اِذٍ مضاف الیہ یہ مرکب اضافی ظرف مقدم ہے۔ یُوَفِّی باب تفعیل کا مضارع مثبت معروف صیغہ واحد مذکر غائب وَفِیٌّ سے مشتق ہے۔ اس کا مصدر ہے۔ تَوْفِیْءٌ۔ تَوْفِیَةٌ۔ وَفِیٌّ کا معنی ہے بھرنا۔ تَوْفِیَةٌ کا معنی ہے پورا کرنا۔ پورا دینا۔ اسی سے ہے وفات یعنی عمر پوری ہو جانا۔ هِمْ ضمیر اس کا مفعول بہ اللهُ اس کا فاعل۔ دین۔ اسم جامد مضاف ہے بمعنی عقائد مذہب۔ مسلک۔ باب ضرب کا مصدر یہاں حاصل مصدر جامد ہے۔ بمعنی جزا۔ بدلہ۔ برائی کا بدلہ سزا اور اچھائی کا بدلہ ثواب ہوتا ہے هُمْ ضمیر مضاف الیہ نے بتایا کہ یہاں برائی کا بدلہ مراد ہے۔ کیونکہ هُمْ کا مرجع الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ ہے۔ یہ مرکب اضافی موصوف ہے۔ اَلْحَقَّ۔ اسم مفرد معرفہ بمعنی سچا پکا۔ مناسب استحقاقی بدلہ یعنی سزا۔ یہ صفت ہے۔ یہ مرکب توصیفی مفعول بہ دوم ہے یُوَفِّی کا۔ یہ فعل فاعل ظرف مقدم اور دونوں مفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ ہوگیا۔ واؤ سر جملہ یَعْلَمُوْنَ۔ باب سَمِعَ کا مضارع مستقبل مثبت معروف۔ اس کا فاعل هُمْ ضمیر صیغہ عِلْمٌ سے مشتق ہے۔ اَنَّ حرف مشبہ اللهَ اس کا اسم هُوَ ضمیر حصری بمعنی ہی۔ اَلْحَقُّ۔ اسم معرفہ بمعنی سچا۔ ہمیشہ قائم موجود۔ موصوف ہے اَلْمُبِیْنُ باب افعال کا اسم فاعل واحد مذکر۔ یہ صفت ہے یہ مرکب توصیفی خبر ہے اَنَّ کی وہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مفعول بہ ہے یَعْلَمُوْنَ کا یہ فعل با فاعل و مفعول بہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہوگیا۔ اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَالْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثٰتِ وَالطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبٰتِ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا یَقُوْلُوْنَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِیْمٌ ﴿۲۶﴾۔ الف لام حرفی استغراقی خَبِیْثٰتُ۔ صفت مشبہ باب کرم کا جمع مونث سالم اس کا واحد مونث ہے خَبِیْثَةٌ۔ لغوی ترجمہ ہے۔ موذی نقصان دہ۔ منحوس۔ اصطلاح میں ہر مکار، فریبی، گندا، گھناؤنا۔ مکروہ اور غلط شخص و غلط کام، کلام، اشیاء، عقیدہ، طبیعت، خیالات، ارادہ، حرام کاری اور برے پھل کانٹے دار درخت کو خبیث کہا جاتا ہے۔ اَلْخَبِیْثٰتُ۔ مبتدا ہے۔ لِلْخَبِیْثِیْنَ یہ جار مجرور متعلق ہے پوشیدہ اسم فاعل لَائِقٌ یا مُنَاسِبٌ کا۔ وہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے۔ اَلْخَبِیْثٰتُ مبتدا کی دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہوگیا۔ واؤ ابتدائی۔ اَلْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثٰتِ بھی اسی ترکیب سے جملہ اسمیہ ہوگیا۔ واؤ ابتدائی۔ اَلطَّیِّبٰتُ۔ جمع مونث سالم ہے طَیِّبَةٌ کی۔ باب ضَرَبَ کا صفت مشبہ۔ لغوی ترجمہ ہے۔ خوشگوار، حلال، پاکیزہ، مفید، لذیذ اشیاء اور اشخاص اور اخلاق، ضد ہے خبیث کی۔ یہاں طیب و خبیث سے مراد نیک و بد انسان ہیں۔ اَلطَّیِّبٰتُ مبتدا لِلطَّیِّبِیْنَ۔ جار مجرور متعلق ہے لَائِقٌ یا مُنَاسِبٌ پوشیدہ اسم فاعل کا۔ یہ اپنے پوشیدہ ضمیر صیغہ فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے اَلطَّیِّبٰتُ مبتدا کی دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہوگیا۔ واؤ سر جملہ اَلطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبٰتِ۔ اسی ترکیب سے جملہ اسمیہ ہوگیا۔ اُولٰٓئِكَ۔ اسم اشارہ اس کا مشار الیہ اَلطَّیِّبٰتُ وَالطَّیِّبُوْنَ ہے۔ یہ مبتدا ہے۔ مُبَرَّءُوْنَ۔ باب تفعیل کا اسم مفعول صیغہ جمع مذکر برائے غائب اس کا واحد مُبَرَّءٌ اس کا مصدر ہے تَبْرِئَةٌ اور تَبَرِیَةٌ۔ بَرِیٌّ سے بنا ہے۔ لغوی ترجمہ ہے دور ہٹنا۔ دور رہ جانا۔ دور رہنا، چھٹکارا پانا۔ اس کی چار صورتیں ہوتی ہیں۔ ا۔ بری ہو کر۔ یہاں یہی معنی ہیں۔ ۲۔ نفرت و بیزاری سے۔ ۳۔ فارغ ہو کر۔ شعبان کی پندرہویں رات کو شب براءت۔ اسی معنی میں کہا جاتا ہے۔ ۴۔ اس سے بَرُوْءٌ ہے۔ بیماری سے شفا پانا۔ مُبَرَّءُوْنَ کا نائب فاعل هُمْ ضمیر صیغہ جس کا مرجع اُولٰٓئِكَ۔ مِمَّا مِنْ جارہ بیانیہ کا اسم موصول۔ یَقُوْلُوْنَ۔ باب نَصَرَ کا مضارع حال مثبت معروف صیغہ

جمع مذکر غائب۔ اس کا فاعل ضمیر صیغہ جس کا مرجع ہے اَلَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ یہ فعل بافاعل جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صلہ ہے مَا کا۔ دونوں مل کر مجرور ہے مِنْ سے جار مجرور مل کر متعلق ہے مُبَرَّءُوْنَ کا۔ یہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر اول ہے۔ لَهُمْ جار مجرور کا مرجع طَیِّبَات و طَیِّبُوْنَ ہے۔ یہ متعلق ہے مَوْجُوْدٌ پوشیدہ اسم مفعول کا۔ مَّغْفِرَةٌ۔ باب ضرب کا اسم ظرف۔ اور مصدر میمی اسم ظرف ہو تو بمعنی جنت اور اگر مصدر میمی ہو تو بمعنی بخشنا معاف کرنا، لپیٹنا، چھپانا۔ یہاں سب معنی بن سکتے ہیں۔ غَفْرٌ سے مشتق ہے۔ یہ معطوف علیہ واؤ عاطفہ رِزْقٌ کَرِیْمٌ مرکب توصیفی معطوف ہے۔ دونوں عطف مل کر نائب فاعل ہے مَوْجُوْدٌ پوشیدہ کا۔ مَوْجُوْدٌ پوشیدہ اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر دوم ہے۔ اُولٰٓئِكَ مبتدا کی۔ وہ اپنی دونوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ

یَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَیْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَ اَیْدِیْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۲۴﴾ یَوْمَئِذٍ یُّوَفِّیْهِمُ اللّٰهُ دِیْنَهُمُ الْحَقَّ وَ یَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ ﴿۲۵﴾۔ منافقین پر لعنت و عذاب عظیم اس دن شروع ہو گا جس دن خود ان کی ہی زبانیں ان کے خلاف زبان قال کی قوت فاعلی سے کلام کرتے ہوئے منافقین کے اعمال و اقوال، احوال و کردار، حرکات و سکنات کی گواہی دیں گی اور قوت فاعل سے ان کفار کے ہاتھ بھی اور ان کے پیر بھی گواہی دیں گے ان تمام بد اعمالیوں کی جو دنیا میں وہ کفار اپنے ہاتھوں پاؤں زبانوں سے کرتے تھے۔ خیال رہے کہ دنیا میں بھی زبانیں بولتی ہیں۔ اور آخرت میں بھی بولیں گی مگر فرق اول یہ ہے دنیا میں ہر انسانی زبان قلب یا عقل یا نفس امارہ کا کلام بولتی ہے صرف آلہ بن کر دانت، ہونٹ، تالو، جبڑوں حلق کے چوبیس مخرجوں اور پورے منہ کی مدد سے مگر آخرت کے میدان محشر میں اس آلہ کلام پر مہر لگا دی جائے گی پھر یہ قلب و عقل و نفس امارہ کا کلام نہ بول سکے گی۔ بلکہ زبان کے اس لوتھڑے میں قدرتی قوت گویائی پیدا ہو گی اور یہ زبان فاعل کلام بن کر خود اپنے کلام کی متکلم ہو گی اور زبان کے آلہ کاری پر مہر لگ جائے گی جیسا کہ سورۃ یٰس آیت ۶۵ میں ہے۔ اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰۤى اَفْوَاهِهِمْ (الخ) یعنی بروز حساب ہم مہر لگا دیں گے کفار کے مونہوں پر۔ تب یہ زبان ہاتھوں پیروں کی طرح قدرت الٰہی سے قوت گویائی پا کر کفار کے قلب و قالب روح و عقل کے خلاف گواہی دے گی کہ یہ بدبخت کفار دنیا میں مجھے شرک کفر بلوایا اور قذف و افک کی بدکلامیاں لگوایا کرتے تھے اور ہاتھ و پاؤں بھی خود بول کر کفار کے خلاف ان بدکاریوں کی گواہی دیں گے جو یہ کفار اپنے ان ہاتھوں پیروں سے کروایا کرتے تھے۔ ہاتھ پاؤں زبان کی یہ متکلمانہ گواہی اس وقت شروع ہو گی جب یہ ہی زبانیں پورے مونہوں کی مدد والا کفریہ کلام اور بد اعمالیوں کا انکار بول دیں گی۔ یا دیگر گواہوں کی اپنے کافروں کے خلاف گواہی کو جھٹلا دیں گی۔ اس تکلم زبانی کی شہادت کے بعد اللہ تعالیٰ ہر بندے کا پورا حساب لے گا۔ کفار کا عدل سے مومنوں کا فضل سے فساق کا تو ابی سے۔ حساب و کتاب کے بعد ہر شخص کے بدلے کا اعلان فرمایا جائے گا اور ہر اچھے برے کو اس کا وہ استحقاقی حق عطا فرمائے گا جو بندے کے دین نے اس بندے کے لیے دنیا میں بنایا ہو گا۔ جیسے عقائد و اعمال ویسا ہی ثواب و عذاب کا بدلہ۔ یہاں دین کا معنی اجر ہے اور حق کا معنی استحقاق ہے۔ جو لوگ بوجہ کفر اللہ تعالیٰ کے وجود و قدرت قوت، حکمت، مصلحت آج دنیا میں نہیں مانتے وہ بروز قیامت حالات و کیفیات و شہادات کو دیکھ کر سن کر جان لیں گے کہ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ

الْمُبِیْنُ۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہی حق اور مبین ہے وہی ثابت قائم صانع خالق مالک موجود ابدی و قدیمی ہے وہی ثواب وعذاب دینے والا وہی نیکوں کی حفاظت کرنے اور بدگویوں سے بچانے والا ہے۔ حق ہے اُلوہیت میں حقدار ہے عبادت میں۔ ظاہر العدل ہے قائم الفضل ہے حاکم القدر ہے۔ خالق ہے دہریات وموسمیات کا۔ صانع ہے مقامات وسمٰوات کا۔ دنیا میں کفار نہ حقائق جانتے نہ خالق کو مانتے ہیں۔ اس لیے حادثات وموسمیات کو بروج وکواکب کی طرف اور نفع نقصان کو مخلوق کی طرف منسوب کردیتے ہیں اسی وجہ سے ان کو خوف ہے تو حکام کا آس ہے تو حکیموں سے۔ اصل خالق تعالیٰ سے نہ کوئی امید نہ خوف۔ محدث ابن جریر و ابن ابی حاتم نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور مستدرک حاکم و مسند ابویعلیٰ نے حضرت ابوسعید خدری سے روایت کیا کہ فرمایا آقا ﷺ نے۔ بروز قیامت گناہگار مومنین تو فوراً اپنی غلطی کا اقرار کرلیں گے۔ لہٰذا بخشے جائیں گے۔ لیکن کفار سب شہادتوں کی تکذیب کریں گے تب ان کے موہنوں پر مہر لگادی جائیں گی اور ان کے اعضاء ان کے خلاف بولیں گے۔ سب سے پہلے زبان کو زبان ملے گی۔ پھر داہنی ران پھر ہتھیلی بولیں گی۔ (نسائی ومسلم دوم باب اَنَّ الْاَعْضَاءَ یَتَکَلَّمُ) اور بیہقی و مسند احمد نے روایت فرمایا کہ پہلے ران پھر ہتھیلی پھر گوشت پھر ہڈیاں بولیں گی پھر فیصلہ ربانی کا صدور ہوگا۔ اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَ الْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثٰتِ ۚ وَ الطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَ الطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبٰتِ ۚ۔ اے مسلمانو افک و بہتان کی باتیں سن کر۔ تم ورغلائے کیوں گئے حیران وخاموش کیوں رہ گئے تم نے اپنی عقل و شعور فراست نور سے کام کیوں نہ لیا اور یہ کیوں نہ جانا کہ تمام خبیث و ذلیل باتیں عادتیں، خصلتیں اور بدکار عورتیں، خبیث مردوں کے لیے ہی ہوتی ہیں۔ ایسے ہی ذلیل لوگوں کے وجود میں بسی ہوتی ہیں۔ اس لیے خبیثہ عورت کا خبیث مرد سے نباہ و بیاہ ہوسکتا ہے۔ برائی کو برائی خباثت کو خباثت ہی پناہ وسہارا دے سکتی ہے کیونکہ ہر رنگ ڈھنگ کی جنسیت و جبلت فطری ہوتی ہے۔ یہ ایک نفسیاتی حقیقت ہے کہ اچھا اچھوں میں خوش رہتا ہے برا بروں میں۔ بلبل مرغزار میں کرگس مردار میں اور پھر خبیثوں کی ہر چیز ہی بری ہوتی ہے۔ کردار، گفتار، رفتار، ظاہر بھی باطن بھی۔ ایسے ہی طیب لوگوں کے لیے ہر چیز طیب پیدا کی گئی ہے۔ عادت خصلت قول و فعل ظاہر بھی باطن بھی پاکیزہ ایسی فطرت طیب عورتوں کے لیے ہی طیب مرد پیدا کیے ہیں اور فطری طیب و پاکیزہ مردوں کے لیے ہی طیب عورتیں پیدا کی گئی ہیں۔ طیب کا طیبہ سے اور طیبہ کا طیب سے ہی گزارہ ہوسکتا ہے۔ نباہ و بیاہ ہوسکتا ہے۔ دنیا میں برے واچھے اور برائی و اچھائی دو قسم کی ہے۔ ۱۔ فطری جبلی پلید و برا و برائی اس کو عربی میں خبیث کہا جاتا ہے ایسی برائی کبھی بھی کسی بھی محنت تربیت، تعلیم و علمیت و صحبت سے ختم نہیں ہوسکتی قبر حشر تک رہتی ہے۔ ۲۔ فطری جبلی پاکیزگی اچھائی اور پاکیزہ و اچھا اس کو عربی میں طیب کہا جاتا ہے یہ بھی کبھی ختم نہیں ہوتی حیات و موت قبر و حشر میں باقی۔ خباثت کے ساتھ شرافت اور طیب کے ساتھ فحاشۃ نہ ہوسکتی ہے نہ رہ سکتی ہے۔ انسان ظرف ہے اس کے اندر کا مظروف کسی میں فحاشت کسی میں شرافت۔ اے مسلمانو تم نے قیامت تک رہنا ہے زمانوں پر پھیلنا ہے فضاؤں پر چھانا ہے۔ تمہارے دشمن ہوتے ہی رہیں گے۔ اس لیے اس قانون قرآنی و قاعدہ ایمانی کو سدا یاد رکھو تاکہ آئندہ خبیث دشمن کی چال و جال میں نہ پھنس سکو۔ جب عام شخصیات و خصلیات میں طیب و طیبہ اور خبیث و خبیثہ کا یہ اٹل قانون مشہور و مجرب ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے حبیب اَطْیَبُ الطَّیِّبِیْنَ کے لیے غیر اَطْیَبْ چیز کیسے منتخب فرماسکتا ہے۔ سردار انبیاء کی زوجہ و شریک حیات بننا کوئی معمولی بات نہیں یہاں تو

کسی کی کمزوری کے آثار دور دور تک نظر نہیں آسکتے اس کی شان صداقت، عفت نزہت کی بلندی کو کوئی کیا جان سکتا ہے۔ یہاں تو عثمان و علی بھی دامادی و ابنیت کا سرنگوں کئے ہوئے ہیں۔ اس لیے صدیقہ کی شان طہارت مقام براءت کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور اسی نے بیان فرمائی۔ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ ۔ یہی لوگ ہیں مبرہ منزہ پاکیزہ ان کذبیات سے جو یہ ظاہری باطنی خبثا کہتے پھرتے ہیں۔ ان ہی پاکباز ہستیوں کے لیے مغفرت و بخشش کے خزانے ہیں اور جنۃ ابدی کے کرم و کرامات والے رزق کثیر۔ صدیقہ کی براءت میں نزول آیت کی وجہ یہ کہ نبی حبیب کی رفیقہ امت کی صدیقہ ہے اور بنت صدیق ہے خبیث کلمات سے مراد کذبیات اور خبیثہ عورتوں سے مراد بدکارہ عورتیں فحاشی میں مشہور تاریخ میں ابن ابی منافق کی بیوی فحاشی میں مشہور تھی حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دس وجہ سے افضل النساء ہیں۔

۱۔ سب میں زیادہ عابدہ۔ ۲۔ زاہدہ۔ ۳۔ شب بیدار۔ ۴۔ جنتی مٹی سے بنائی گئیں۔ ۵۔ سب سے زیادہ علم والی فقیہ۔ ۶۔ مزاج شناس رسول اللہ ﷺ۔ ۷۔ منشاء کلام اللہ کو سب سے زیادہ سمجھنے والی۔ ۸۔ وعدہ رزق کریم والی۔ ۹۔ براءت رب رحیم والی۔ ۱۰۔ عظمت صدیقہ قرآن کا جزو ایمان کا حصہ۔ یہ سعادتیں اولین و آخرین میں کسی کو نہ ملیں۔ مسلم و بخاری میں فرمان نبوی ہے۔ فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَآءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلَى الطَّعَامِ۔ دوسری حدیث مقدس بخاری و مسلم میں ارشاد نبوی ہے۔ اے فاطمہ عائشہ سے محبت کیا کرو کیونکہ یہ محبوبہ محبوب رب العالمین ہے۔

ان آیات میں اختلافی اقوال

يَوْمَ تَشْهَدُ کی قرأت میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت تَشْهَدُ، ت واحد مونث غائب۔ ۲۔ بعض کی قرأت يَشْهَدُ ہے واحد مذکر غائب۔ يُوَفِّيهِمْ کی قرأت میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت۔ يُوَفِّي ہے باب تفعیل سے۔ ۲۔ بعض کی قرأت يُوْفِي ہے باب افعال سے دِيْنَهُمْ کے معنی میں دو قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا اس کا معنی ہے جزاء اعمال۔ ۲۔ بعض نے کہا حساب اعمال۔ الْحَقَّ کی قرأت میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت الْحَقَّ ہے زبر سے دِيْنَ کی صفت ہے۔ ۲۔ بعض کی قرأت الْحَقُّ ہے پیش سے صفت ہے لفظ اللهُ کی۔ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ کے معنی میں تین قول۔ ۱۔ بعض نے کہا اس کا معنی ہے حقدار عبادت۔ ۲۔ بعض نے کہا معنی ہے موجود حقیقی قدیمی ابدی قائم بالذات۔ ۳۔ بعض نے کہا معنی ہے عادل واعدل۔ تینوں معنی صحیح ہیں الْمُبِيْنُ کے معنی میں دو قول۔ ۱۔ بعض نے کہا ذوالبیان۔ ۲۔ بعض نے کہا مُظْهِرُ وُجُوْدِ الْمَخْلُوْقِ۔ اَلْخَبِيْثٰتُ وَ الطَّيِّبٰتُ کے معنی میں تین قول۔ ۱۔ بعض نے کہا۔ خبیث باتیں، طیب باتیں۔ ۲۔ بعض نے کہا۔ خبیث عادتیں، طیب عادتیں۔ ۳۔ خبیث عورتیں، طیب عورتیں۔ تینوں قول درست ہیں۔ اُولٰٓئِكَ کے مشار الیہ میں چار قول۔ ۱۔ بعض نے کہا اس کا مشار الیہ حضرت صدیقہ ہیں۔ ۲۔ بعض نے کہا تمام ازواج مطہرات ہیں۔ ۳۔ بعض نے کہا۔ صدیقہ اور والدہ صدیقہ اور صدیق اکبر اور صفوان بن معطل ہے۔ ۴۔ بعض نے کہا تمام مسلمان طیبات و طیبون ہیں۔ سب قول درست ہیں۔

فائدے

ان آیات سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ **پہلا فائدہ:** ہر مسلمان کو اپنی دنیوی زندگی میں اپنے ظاہری باطنی اعضاء کا بہت خیال رکھنا چاہیے تا کہ ایمان اطاعت اتباع سے بھٹک بہک نہ جائیں۔ کیونکہ ہر ظاہری باطنی عضو دنیا میں بھی

کیفیت و نیت کی گواہی دیتا رہتا ہے زبان قال سے بھی زبان حال سے بھی اور آخرت میں بھی اچھوں کے لیے اچھی گواہی بروں کے لیے دنیا میں یہ گواہیاں سنبھلنے بدلنے کے لیے ہیں اور آخرت کی گواہیاں جزا سزا کے لیے ہیں۔ جیسا کرے گا ویسا بھرے گا۔ خوشی میں چہرے کی بشاشت برائی میں لجاجت، آنکھوں کی ندامت، خوف میں ہوائیاں اڑنا، چہرے کی زردی، مردنی مایوسی یہ سب کچھ زبان حال کی دنیوی گواہیاں ہیں۔ قیامت میں یہی اعضا زبان تکلم سے گواہی دیں گے۔ یہ فائدہ۔ يَوْمَ تَشْهَدُ کی پوری آیت اور يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ (الخ) سے حاصل ہوا۔ **دوسرا فائدہ:** حضرت عائشہ صدیقہ کا امۃ مسلمہ پر تا قیامت بہت بڑا احسان ہے کہ آپ کے دو بار ہار گمنے سے مسلمانوں کو بہت شرعی احکام اور شرعی سہولتیں حاصل ہوئیں۔ پہلی بار گمنے سے تیمم کے مسائل ملے۔ جو پہلی امتوں کو نہ ملے تھے اور دوسری بار ہار گمنے سے امت تا قیامت کو ظاہری، باطنی، استنباطی، اخلاقی مسائل قانونی عدالتی معاشرتی تقریباً بیس احکام عطا ہوئے۔ یہ فائدہ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ فرمانے سے حاصل ہوا۔ دنیا میں احکام شریعت مسلمانوں کے لیے رِزْقٌ كَرِيْمٌ ہی ہے۔

احکام القرآن

ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ:** ہر وہ شخص جو شرعاً لعنۃ کا مستحق ہو اس پر لعنت ڈالنا جائز ہے۔ قانون شریعت میں تین قسم کے لوگ لعنت کے مستحق ہوتے ہیں۔ ظاہر کافر، ظاہر فاسق، ظاہر بدعتی منکر سنت۔ لعنت ڈالنے کے تین طریقے۔ **اول** یہ کہ عام بروں اور برائیوں پر لعنت مثلاً جھوٹوں پر، کفار پر لعنت، جھوٹ و کفر پر لعنت۔ **دوم** یہ کہ خاص بروں اور برائیوں پر لعنت۔ مثلاً۔ یہودیوں و یہودیت پر لعنت یا زانی و زنا پر لعنت۔ لعنت کے یہ دونوں طریقے جائز ہیں۔ **سوم** یہ کہ کسی خاص شخصیت پر لعنت ڈالنا۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔ ا۔ اس شخص کا کفر پر مرنا یقین سے ثابت ہو گیا ہو۔ تو اس پر لعنت ڈالنا جائز ہے۔ مثلاً نمرود، فرعون، ابوجہل، ابولہب پر لعنت ہو۔ ۲۔ وہ کافر شخص ابھی زندہ ہے۔ یا اس کافر کا کفر پر مرنا یقین سے ثابت نہیں۔ تو ان دونوں صورتوں میں نام لے کر لعنت ڈالنا جائز نہیں یہ مسئلہ۔ يَوْمَ تَشْهَدُ (الخ) کے بعد اَلْخَبِيْثٰتُ (الخ) فرمانے سے مستنبط ہوا۔ **دوسرا مسئلہ:** قانون شریعت کے مطابق جس طرح کسی شخص کا عدالت کے سامنے کسی دوسرے شخص کے خلاف اس کا چشم دید جرم بیان کرنا سچی گواہی ہے۔ اسی طرح کسی مجبور شخص کا عدالت کے سامنے اپنے عمل و مجبور ا جرم کا اظہار کرنا بھی اس جابر کے خلاف سچی گواہی کا درجہ رکھتا ہے نہ کہ فقط اقرار جرم اور حکام عدالت اسلامی اس اقرار یہ بیان کو گواہی بناتے ہوئے جابر کی گرفت و تفتیش کر سکتے ہیں۔ یہ مسئلہ۔ يَوْمَ تَشْهَدُ (الخ) سے مستنبط ہوا۔ کیونکہ رب تعالیٰ نے اعضا کے اپنے جرائم کے بیان کرنے کو کفار کے خلاف گواہی قرار دیا۔ اس لیے کہ دنیا میں اعضاء نفس امارہ و روح خبیثہ کے آگے مجبور تھے اور یہ مجبوری کا اقراری بیان ہوگا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ **پہلا اعتراض:** یہاں فرمایا گیا بروز قیامت کفار کی زبانیں گواہی دیں گی۔ لیکن سورۃ یٰسین آیت ۶۵ میں ارشاد ہے کہ بروز قیامت ہم کفار کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے جب منہ پر مہر لگ گئی تو بولنا اور بول کر گواہی کیسے ہو سکتی ہے؟ **جواب:** سورۃ یٰسین آیت ۶۵ میں زبان و منہ کے آلہ تکلم پر مہر لگانے کا ذکر ہے۔ دنیا میں منہ و

زبان آلہ ہے قلب وعقل نفس وروح کے کلام کا۔ خود متکلم نہیں۔ اسی لیے وہاں نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ فرمایا گیا۔ یعنی پورے مونہوں پر مہر۔ مگر قیامت میں زبان کی اکیۃ پر مہر لگا کر تکلمیت کی قوت صرف زبان کو دی جائے گی اور زبان آلہ بن کر نہیں بلکہ خود متکلم بن کر بات کرے گی اس لیے یہاں اَلْسِنَةُ فرمایا گیا۔ یہ قوت گویائی ہاتھوں پیروں کو بھی ملے گی مگر صرف گواہی دینے کے لیے کچھ وقت۔ جیسے دنیا میں شجر وحجر کی گویائی، یا خیبر کے زہریلے گوشت کی گواہی یا نباتات کا حمد وتسبیح پڑھنا۔ بعض نے جواب دیا کہ یہ کام دوعلیحدہ علیحدہ وقت میں ہوں گے کہ پہلے مونہوں کا تکلم پھر مونہوں پر مہر اور زبانوں کا ذاتی تکلم۔ بعض نے جواب دیا کہ دونوں کام بیک مجلس ہوں گے کہ مونہوں کا تکلم۔ پھر مونہوں پر مہر اور ہاتھ پاؤں زبان کی زبان حال کی باتیں نہ کہ زبان قال کی۔ مگر پہلا جواب مضبوط ہے۔ **دوسرا اعتراض:** مفسرین کہتے ہیں کہ یہاں مغفرت اور رزق کریم کی بشارت کا وعدہ دنیا میں ہی حضرت صدیقہ کو دے دیا گیا۔ یہ تو بہت بری بات ہے دنیا میں کسی کو اس قسم کی بشارت دینا اس کو گناہوں پر دلیر اور گناہگار بنانا ہے (شیعہ رافضی) **جواب:** اس کے دو جواب۔ الزامی تو یہ کہ نبی کریم ﷺ نے دس صحابہ کرام کو جنت کی بشارت دی۔ ان میں مولیٰ علی بھی شامل تو کیا مولیٰ علی یہ بشارت سن کر گناہوں برائیوں پر دلیر ہو گئے تھے ہرگز نہیں۔ بلکہ شکر وفکر میں اور زیادہ عابد ہو گئے تھے۔ جواب تحقیقی یہ کہ ایسی بشارتیں صرف مستقبل کو ہی نہیں بتاتیں بلکہ بندے مکرم ومبشر کی سابقہ کیفیت وشان کو بھی ظاہر فرماتی ہیں کہ یہ وعدہ بشارت دیا ہوا بندہ ازل کا خوش بخت لائق جنت قابل عزت ہے۔ پس اس بشارت لدنی نے صدیقہ کی ازلی ابدی شان اور ماضی ومستقبل کی لیاقت وقابلیت کو بتایا کہ صدیقہ ازلی ابدی مالک جنت لائق مغفرت وقابل رزق کریم ہیں اور ایسی شان والا ہر برائی سے محفوظ ومامون ہوتا ہے۔

تفسیر صوفیانہ

يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۴﴾ يَوْمَىِٕذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ ﴿۲۵﴾ اے راہ طلب کے بےعمل غافلو۔ عالم روحانیت میں بوقت قیامت صغریٰ ایک دن ایسا بھی آتا ہے جس دن ہر بندے کو اس کے عمل کے مطابق جزا دی جاتی ہے۔ نفس امارہ کو اس کی شرارتوں بناوٹوں مکاریوں کی سزا میں نفرت، فرقت، پھٹکار ودرکار دی جاتی ہے۔ صالحین کو درجات محبت ورضا کی جزا۔ عارفین کو وصل قرب کی۔ عاشقین کو رویۂ رحمٰن کی جزاء عشق اور کافرین باطن کو محرومی کی سزا ابد فطری۔ ہر بندے کے اندر آب حیات وآب ممات ہے۔ زبان قال بھی ہے زبان حال بھی مگر منافقین منزل ان کے وجود مسعود سے اندھے بہرے گونگے ہیں۔ وہی وقت فراق ہے جب اعضاء انسانی کی گواہی اسی کی زبان حال سے دنیا میں بندے کی شکایت کریں، بےنمازی کے چہرے کی نحوست، ہاتھوں کی غفلت، پیروں کی کسلت مزاج کی رعونت قلب کا فساد یہ سب زبان فاسقین کی کیفیاتی گواہیاں ہیں جو بروں کی بداعمالی کی بولتی تصویریں ہیں۔ اور نمازی کے چہرے کی بشاشت حسن وجاہت ظاہر کی رونق باطن کی خوشیاں یہ بھی زبان حال کی گواہیاں ہیں۔ ہر اچھے برے کام کی گواہی آنکھوں سے مل جاتی ہے۔ اسی طرح بروز قیامت کبریٰ زبانوں سے تلاوت کی، جسموں سے عبادت کی، ہاتھوں سے اعمال نامے کی اور دنیا میں کتب آیات روایات پکڑنے کھولنے کی۔ پاؤں سے سجدہ ومحراب کعبہ انوار، روضہ سرکار کی طرف چلنے کی گواہی ملتی ہے۔ یاد نبی اور عشق الٰہی کی گواہی عشق صادق کے آنسوؤں سے ملتی ہے۔ لغزش

گناہ سے توبہ کی گواہی ندامت کے قطروں سے ملتی ہے۔ اچھے برے کانوں کی گواہی ان کی اچھی بری سماعت سے ملتی ہے۔ ذکر و وظائف آیات کی تلاوت یہ اچھے کانوں کی گواہی ہے۔ مگر گستاخوں، فاسقوں کی شہادت احوال و کیفیات ان کے منحوس چہروں، مکروہ عضووں، خبیث شکلوں بدلی صورتوں سے مل جاتی ہے۔ اجسام عارفین پر عادات حمیدہ کے انوار کا ظاہر ہونا ان کے مراتب عرفانی درجات ایمانی کی گواہی ہے۔ جب یہ گواہیاں ظاہر ہونے لگتی ہیں تو اللہ تعالیٰ ہر بندے کو اس کے دین ظاہری، باطنی کا پورا استحقاقی بدلہ بشکل ثواب وصل اور عذاب فراق عطا فرماتا ہے نیکوں کو فضل سے بدوں کو عدل سے۔ تب آنکھیں کھلتی ہیں۔ اسرار ظاہر ہوتے ہیں اور سب جان لیتے ہیں۔ اہل وصال بھی، اہل فراق بھی کہ بیشک اللہ تعالیٰ ہی قائم و قیوم ہے۔ ظاہر الوجود ہے اَلْحَقُّ الْمُبِیْنُ ہے۔ اس کے علاوہ دنیا و آخرت میں ناسوت و جبروت میں ہر وجود لاشی، مستعار و عارضی ہے۔ اللہ تعالیٰ باقی ہے۔ اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَ الْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثٰتِ ۚ۔ خبیث وہ ہے جو محسوسات میں ذلیل اور معقولات میں خسیس، اعتقادات میں باطل، مقالات میں کاذب، اعمال میں قبیح، حالات میں جاہل، اختیارات میں ظالم، عادات میں کمینہ ہو۔ معاملات میں عیار ہو۔ ظاہر میں تندرست ہو باطن میں بیمار لاغر ہو۔ مگر اہل اللہ ظاہر میں مفلوک و بیمار لگتے ہیں، باطن میں تندرستی والے۔ حافظ شیرازی نے اسی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

شعر با ضعف و ناتوانی ہمچو نسیم خوش باش
بیمار اندریں راہ بہتر ز تندرستی

اہل طریقت کے نزدیک بری فطرت و جبلت یعنی پیدائش بری عادت و حالت کو خباثت کہا جاتا ہے۔ جس کی اصل و بنیاد حقیر و ٹیڑھی و نقصان دہ ہو وہی خبث اصلی و نجس عینی ہے۔ دنیا میں بارہ چیزیں خبیثات ہیں۔ ۱۔ خواہشات نفس امارہ۔ ۲۔ شیطانی وسوسے۔ ۳۔ باطل کی عیاریاں۔ ۴۔ موذی کی دھوکے بازیاں جال سازیاں۔ ۵۔ گندے اخلاق۔ ۶۔ محبت دنیا۔ ۷۔ غفلت آخرت۔ ۸۔ شیطانی راستے و نشانات۔ ۹۔ فسق کی غلاظتیں نجاستیں۔ ۱۰۔ شہوانی لذات حرام کی ظلمات۔ ۱۱۔ محرمات میں مشغولیت۔ ۱۲۔ ریاکاری منافقت اور تیرہ خبیثون ہیں۔ اول اہل نفوس، دوم باطل و بدذات لوگ، سوم طالبین دنیا، چہارم مُحِبِّین خاشی، پنجم انوار اللہ سے محجوب، ششم اسرار اللہ سے محروم، ہفتم رحمت اللہ سے ملعون، ہشتم سعادت کمال سے مردود، نہم توفیق فیض سے دور، دہم برکات رسالت نصرت نبوت ہدایۂ صحابیت، امداد ولایت رعایت مزارات سے مایوس و بد عقیدہ، یازدہم وہ شخص جو حرام پر خوش ہو، دوازدہم وہ لوگ جو آپس میں فحاش ہوں، سیزدہم علاقے میں بدمعاش ہوں۔ دنیا میں خبیثین پانچ قسم کے ہیں۔ اول بدکردار خاوند، دوم آوارہ مزاج والدین، سوم برے قائد، چہارم ظالم حکمران، پنجم رشوت خور حکام سود خور عوام۔ چھ قسم کی عورتیں خبیثت ہیں۔ ۱۔ بدکارہ بیویاں۔ ۲۔ آوارہ بیویاں۔ ۳۔ فیشن پرست بازاری عورتیں۔ ۴۔ بے علم، بے ادب گستاخ مائیں۔ ۵۔ ہرجائی مزاج آزاد خیال لڑکیاں و اولاد۔ ۶۔ عبادت سے دور، تلاوت سے نفور، اخلاق حسنہ سے غرور۔ اسلامیات سے فرور جسماً منحوس، عادۃً مغرور۔ ۶۔ فحاش عورتیں وَ الطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَ الطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبٰتِ ۚ۔ لیکن مومن وہ ہے جو ہر قال ہر حال، ہر مکان ہر زمان، ہر میدان میں ظاہراً باطناً طیب و طاہر عاقل و ماہر ہو۔ اسلام میں سولہ چیزیں طیبات ہیں۔ نو قسم کے بندے طیبین ہیں اور تیرہ قسم کے بندے طیبون ہیں۔ اور نو قسم کی عورتیں طیبات ہیں۔

طیب چیزیں۔ ۱۔ پاکیزہ لباس۔ ۲۔ حلال رزق۔ ۳۔ پاک نیتیں صاف ارادے۔ ۴۔ الہامات الٰہیہ۔ ۵۔ انکشافات حقائق۔ ۶۔ اقوال صادق۔ ۷۔ اعمال صالح۔ ۸۔ حالات کرامات۔ ۹۔ واقعات دقائق۔ ۱۰۔ معلومات معارف۔ ۱۱۔ شرح صدور نفس میں فتور۔ ۱۲۔ اخلاق محمودہ۔ ۱۳۔ انعامات کبریائی۔ ۱۴۔ عشق مصطفائی۔ ۱۵۔ خلوص کی عبادت۔ ۱۶۔ مغفرت کی بشارت۔ نیک اعمال کی خوشبو آنا۔ برے افعال کی بدبو آنا بندہ طیب کی نشانی سعادت ہے۔ طیبین لوگ۔ ۱۔ اصحاب قلوب۔ ۲۔ محی الارواح یعنی اہل دل اور زندہ روح والے۔ ۳۔ عارفین۔ ۴۔ صالحین۔ ۵۔ محبین۔ ۶۔ مسارعین۔ ۷۔ عابدین مخلصین۔ ۸۔ عاشقین کاملین۔ ۹۔ صاحب حال قابل قال۔ عادات خسیسہ رزیلہ ذلیلہ کمینہ سے پاک۔ طیبون بندے۔ ۱۔ نیک خاوند۔ ۲۔ باشرع شخصیت۔ ۳۔ بہترین والد۔ ۴۔ اچھے متقی دوست۔ ۵۔ زاہدین خلوت۔ ۶۔ عاملین جلوت۔ ۷۔ قابلین قربت۔ ۸۔ کاملین طریقت۔ ۹۔ صادقین معاملت۔ ۱۰۔ صاحب یُسرت۔ ۱۱۔ لائق نُصرت۔ ۱۲۔ مخلوق لِلْجَنَّةِ وَ مَبعود عَنِ الْجَهَنَّمِ۔ ۱۳۔ حقائق، دقائق، عقل ومعارف ومکاشفات اور شرح قلوب والے۔ طیبات عورتیں اول مُحْصَنَة، دوم غافلت، سوم مومنت، چہارم نیکیوں سے واقف، پنجم گناہوں سے ناواقف یعنی دنیا سے بے خبر آخرت سے باخبر، ششم دنیا سے بےغرض بے تعلق دین سے باغرض باتعلق۔ یعنی دنیا سے غافل دین میں شاغل، ہفتم شریعت کی عاقل، طریقت کی عارف، ہشتم صالحہ کاملہ، نہم بہترین ماں۔ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ؕ۔ یہی وہ طیبات وطیبون اور طیبین وطیبات ہیں جن خوش بختوں کی براءت طہارت نفاست لیاقت خود ان کا خالق تعالیٰ بیان فرماتا ہے ان لغویات کذبیات سے جو یہ اہل خباثت بناتے بولتے پھیلاتے رہتے ہیں عارفین اہل حقائق کے خلاف اور اہل صبر اپنے صبر وشکر پر مثل سدا بہار قائم رہتے ہیں۔ دنیا کے اسی صبر وشکر کی وجہ سے۔ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝۲۶۔ انہی طیبات و طیبون کے لیے رحمت برکت کی مغفرت کمال اور حلال و جمال کا رزق انوار ہے۔ دنیا میں وہی خوش نصیب ہے جو خبث و خبیث سے بچ گیا اور طیبین وطاہرین کی جماعت میں سج گیا۔ فاروق اعظم نے فرمایا کہ بروں کی ہم نشینی سے گوشہ نشینی بہتر ہے اسی میں صالحین طیبین کا سکون وراحت ہے۔ گوشہ نشینی کے دو طریقے۔ ایک یہ کہ خلقت سے دوری۔ دوم یہ کہ مخلوق سے قطع تعلق اور ادائیگی حقوق۔ یعنی اپنی اغراض چھوڑ دو لوگوں کی اغراض پوری کرو۔ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا
اے وہ لوگو جو مومن ہو گئے ہو نہ داخل ہو جایا کرو
اے ایمان والو اپنے گھروں کے سوا
بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا
ان گھروں میں جو تمہارے رہائشی گھروں کے علاوہ ہیں یہاں تک کہ خوب اچھی واقفیت حاصل کرلو
اور گھروں میں نہ جاؤ جب تک اجازت نہ لے لو

وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ
اور داخل ہونے کے لئے سلام کیا کرو اس گھر کے موجود رہائشیوں پر یہ طریقہ اسلامی اچھا ہے تم سب کے لئے
اور ان کے ساکنوں پر سلام نہ کرلو۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے
لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿٢٧﴾ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا
تا کہ تم نصیحت پکڑو پھر اگر کسی وقت نہ پاؤ تم اس گھر میں کسی کو موجود تو نہ گھسو تم اس میں
کہ تم دھیان کرو پھر اگر ان میں کسی کو نہ پاؤ
حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ
جب تک کہ اجازت نہ دی جائے تم کو اور اگر کہا جائے تم کو
جب بھی بے مالکوں کی اجازت کے ان میں نہ جاؤ اور اگر تم سے کہا جائے
ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ۭ
کہ واپس چلے جاؤ تو واپس لوٹ آؤ یہ طریقہ عمدہ ہے تمہارے لیے
کہ واپس جاؤ تو واپس ہو جاؤ یہ تمہارے لیے بہت ستھرا ہے
وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿٢٨﴾
اور اللہ تعالیٰ ان تمام کاموں کو جو تم کرتے ہو جاننے والا ہے
اللہ تمہارے کاموں کو جانتا ہے

تعلقات

ان آیات پاک کا پچھلی آیات پاک سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آیات میں بہتان لگانے والے بروں اور تہمت و بہتان پانے والے نیکوں کا اور ان کے عذاب و ثواب کا ذکر فرمایا گیا۔ اب ان آیات میں تا قیامت ایک شرعی تہذیبی اخلاقی قانون وضع فرمایا جا رہا ہے جس سے تہمت سازی کا مکمل و بہترین سد باب ہو جائے اور تخریب کاروں کو تخریب کاری کا موقع ہی نہ ملے۔ پچھلی آیت میں پیدا شدہ برائیوں کے تدارک و خاتمے کا طریقہ بتایا گیا اب یہاں آئندہ برائیوں کے اندیشے کا دروازہ ہی بند کرنے کا طریقہ سکھایا جا رہا ہے۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیات میں خبیث و طیب لوگوں کا تذکرہ ہوا۔ اب ان آیات میں مسلمانوں کو طیب بننے کا اخلاقی مہذب سبق عطا فرمایا جا رہا ہے۔ **تیسرا تعلق:** پچھلی آیات میں طیب لوگوں کے حلال و پاکیزہ رزق کریم کا ذکر فرمایا گیا۔ اب ان آیات میں طیب لوگوں کے حلال و پاکیزہ ستھرے اخلاق و

عادات اور اچھی طبیعتوں کا طریقہ سکھایا جا رہا ہے۔

تفسیر نحوی

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾ ۔ يَا حرف ندا۔ اَيُّهَا۔ اسم فاصل۔ الَّذِيْنَ اسم موصول جمع مذکر۔ اٰمَنُوْا باب افعال کا ماضی مطلق جمع مذکر با فاعل پوشیدہ ضمیر صیغہ یہ فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا۔ موصول صلہ مل کر منادیٰ ہوا۔ لَا تَدْخُلُوْا۔ باب نَصَرَ کا فعل نہی معروف صیغہ جمع مذکر حاضر دَخَلَ سے مشتق ہے۔ ترجمہ ہے۔ اندر جانا۔ داخل ہونا یہ مادہ لازم ہے۔ اس کا فاعل اَنْتُمْ ضمیر صیغہ پوشیدہ۔ بُيُوْتًا اسم جمع ک[illegible] منصرف۔ اس کا واحد ہے بَيْتٌ۔ ترجمہ ہے رات گزارنے کا کمرہ یہاں مراد ہے پورا با پردہ گھر چار دیواری والا۔ پختہ مستقل گھر یا کچی جھونپڑی یا منتقلی خیمہ۔ یہ موصوف ہے۔ غَيْرَ اسم استثنائی مضاف ہے۔ بُيُوْتِكُمْ یہ مرکب اضافی مضاف الیہ ہے غَيْرَ کا وہ مرکب اضافی مفعول فیہ ہے لَا تَدْخُلُوْا کا۔ خیال رہے کہ عربی میں مفعول پانچ قسم کے ہیں۔ ۱۔ مفعول بہ۔ ۲۔ مفعول مطلق۔ ۳۔ مفعول معہ۔ ۴۔ مفعول لہٗ۔ ۵۔ مفعول فیہ۔ مگر مصدر مجرد (مادہ) یا مصدر مزید فیہ کا متعدی ہونا صرف مفعول بہ سے ہوتا ہے۔ باقی چار مفعول مصدر لازم کے بھی ہوتے ہیں جیسے کہ دَخَلَ مصدر لازم ہے لیکن بُيُوْتًا اس کا مفعول فِيْهِ ہے۔ حَتّٰى۔ حرف جر بمعنی اِلٰى جارہ (یہاں تک کہ) تَسْتَاْنِسُوْا۔ بابِ استفعال کا فعل مضارع بمعنی مستقبل۔ یعنی آئندہ یہاں اَنْ ناصبہ مصدریہ پوشیدہ ہے اس لیے تَسْتَاْنِسُوْا کا آخری نون اعرابی بوجہ نصب گر گیا۔ دراصل تھا تَسْتَاْنِسُوْنَ۔ اس کا مصدر ہے اِسْتِيْنَاسٌ۔ اُنسٌ سے بنا ہے ترجمہ ہے۔ واقفیت ہونا، لگاؤ اور چاہت ہونا، مراد ہے محبت چاہت واقفیت سے اجازت ملنا، کیونکہ جبری اجازت لینا بھی شرعاً گناہ ہے۔ اسی لیے یہاں تَسْتَاذِنُوْا کے بجائے تَسْتَاْنِسُوْا ارشاد ہوا۔ جبری اجازت کو ہمارے محاورے میں چھاپہ مارنا کہتے ہیں۔ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا کا نحوی ترکیبی ترجمہ ہے خوشی بخوشی اجازت ملنے تک۔ تَسْتَاْنِسُوْا کا فاعل اَنْتُمْ ضمیر صیغہ پوشیدہ ہے یہ فعل فاعل جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ۔ تُسَلِّمُوْا۔ باب تفعیل کا فعل مضارع بمعنی مستقبل صیغہ جمع مذکر حاضر اس کا فاعل ہے اَنْتُمْ پوشیدہ۔ اس کا مصدر ہے تَسْلِيْمٌ۔ سَلْمٌ سے بنا ہے ترجمہ ہے سلام کرنا۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کہنا۔ عَلٰى جارہ برائے فوقیت۔ اَهْل اسم [illegible] بمعنی والا۔ مالک صاحب یہاں مراد ہے رہائشی لوگ مالکیت سے ہو یا کرائے داری سے یہ مضاف ہے ھا یہ واحد مونث غائب کا مرجع بُيُوْتًا جمع غیر عقلی ہے۔ کیونکہ غیر عقلی جمع کے لیے ضمیر واحد مونث ہی آتی ہے۔ ھَا مضاف الیہ۔ اَهْلِهَا مرکب اضافی مجرور متعلق ہے تُسَلِّمُوْا کا۔ یہ فعل فاعل متعلق جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف ہے تَسْتَاْنِسُوْا کے جملے پر۔ دونوں عطف مل کر مجرور ہے حَتّٰى سے یہ جار مجرور متعلق ہے لَا تَدْخُلُوْا کا۔ وہ سب فعل فاعل مفعول فیہ و متعلق سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر جواب ندا اول ہوا۔ ذٰلِكُمْ۔ اشارہ بعیدی اس کا مشار الیہ لَا تَدْخُلُوْا کا پورا جواب ندا جملہ ہے۔ اس میں کُمْ جمع مذکر حاضر کی ضمیر مشار الیہ کے صیغے کی مطابق کی وجہ سے ہے۔ یہ ذٰلِكُمْ مبتدا ہے۔ خَيْرٌ مصدر بمعنی اچھا ہونا۔ بھلائی ہونا۔ لَكُمْ یہ جار مجرور متعلق ہے خَيْرٌ کا۔ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۔ باب تفعّل کا مضارع احتمالی برائے تعلیل یعنی علت۔ بمعنی [illegible] اس کا مصدر ہے تَذَكُّرٌ۔ ترجمہ نصیحت پکڑنا۔ ذِكْرٌ سے بنا ہے بمعنی یاد کرنا، یاد رکھنا، [illegible] پکڑنا۔ اس کا فاعل ضمیر صیغہ [illegible]

فاعل جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر علت ہے خَیْرٌ مصدر کی یہ سب مل کر شبہ جملہ ہو کر خبر ہے ذٰلِکُمْ مبتدا کی یہ دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو کر جواب ندا دوم ہوا۔ یا ندائیہ اپنے منادیٰ اور دونوں جواب ندا سے مل کر جملہ ندائیہ ہو گیا۔ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِیْهَاۤ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى یُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَ اِنْ قِیْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ ﴿۲۸﴾۔ فَ حرف تعقیب۔ اِنْ حرف شرط لَمْ تَجِدُوْا۔ باب ضَرَبَ کا مضارع منفی جحد بلم بمعنی ماضی مطلق۔ صیغہ جمع مذکر حاضر۔ ترجمہ ہے۔ اگر کبھی نہ پایا تم نے۔ فِیْ جارہ ظرفیہ مکانیہ هَا ضمیر کا مرجع۔ بُیُوْتًا۔ یہ جار مجرور متعلق ہے لَمْ تَجِدُوْا کا۔ اَحَدًا۔ اسم عددی۔ بمعنی ایک نکرہ عمومی ہو تو معنی ہے کوئی مفعولیت میں معنی ہے کسی کو۔ یہ مفعول بہ ہے۔ لَمْ تَجِدُوْا وَجْدٌ سے مشتق ہے۔ ترجمہ ہے پانا۔ اسی سے ہے وُجُوْدٌ اور مَوْجُوْدٌ۔ یعنی پایا جانا، پایا ہوا یہ فعل فاعل مفعول بہ اور متعلق سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہے۔ فَ حرف جزا۔ لَا تَدْخُلُوْا۔ باب نَصَرَ کا فعل نہی حاضر معروف جمع مذکر دَخْلٌ سے مشتق ہے اس کا فاعل اَنْتُمْ ضمیر صیغہ هَا ضمیر مفعول فیہ حَتّٰى حرف جر یُؤْذَنَ باب افعال کا مضارع مجہول مثبت صیغہ واحد مذکر غائب اِذْنٌ سے مشتق ہے۔ اس کا مصدر ہے اِیْذَانٌ۔ دراصل اَاْذَانٌ تھا۔ دوسری ہمزہ کو یٰ سے بدل دیا گیا تخفیف کے لیے اس کا نائب فاعل هُوَ ضمیر صیغہ جس کا مرجع ہے اِذْنٌ حاصل مصدر۔ لَكُمْ۔ جار مجرور متعلق ہے یُؤْذَنَ کا۔ یہ فعل مجہول اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر مجرور ہے حَتّٰى سے یہ جار مجرور متعلق ہے لَا تَدْخُلُوْا کا۔ یہ فعل فاعل مفعول فیہ اور متعلق مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر جزا ہے لَمْ تَجِدُوْا کے جملے کی۔ دونوں شرط و جزا مل کر جملہ شرطیہ ہو گیا۔ خیال رہے کہ حرف كَیْ اور لام كَیْ کی طرح حَتّٰى جارہ میں بھی اَنْ ناصبہ مصدریہ پوشیدہ ہوتا ہے اور فعل مضارع کو نصب دیتا ہے۔ جیسے کہ یہاں حَتّٰى یُؤْذَنَ میں۔ واؤ سر جملہ اِنْ حرف شرط۔ قِیْلَ۔ باب نَصَرَ کا ماضی مطلق مجہول قَوْلٌ سے مشتق۔ اس کا نائب فاعل ہے ارْجِعُوْا جو اس کا مقولہ بھی ہے۔ لَكُمْ جار مجرور متعلق ہے ارْجِعُوْا باب ضَرَبَ کا فعل امر حاضر معروف صیغہ جمع مذکر حاضر رَجْعٌ سے مشتق ہے بمعنی لوٹ جانا واپس ہو جانا۔ اس کا فاعل پوشیدہ ضمیر صیغہ یہ فعل فاعل جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر مقولہ اور نائب فاعل ہے قِیْلَ کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر شرط ہے۔ فَ جزائیہ۔ ارْجِعُوْا یہ فعل امر با فاعل پوشیدہ جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر جزا ہے دونوں شرط و جزا مل کر جملہ شرطیہ ہو گیا۔ هُوَ۔ اسم ضمیر واحد مذکر غائب مرفوع منفصل مبتدا ہے۔ اس کا مرجع فَارْجِعُوْا کا جملہ جزائیہ ہے۔ اَزْكٰى۔ باب نَصَرَ کا اسم تفضیل صیغہ واحد مذکر۔ زَكْوٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے خوشگوار اور مفید ہونا۔ عمدہ اور ستھرا طریقہ۔ معاشرے میں نفع بخش ہونا۔ اس کا فاعل ضمیر صیغہ هُوَ پوشیدہ۔ خیال رہے کہ یہ سابقہ هُوَ اس کا فاعل نہیں بن سکتا کیونکہ فاعل کبھی مقدم نہیں ہو سکتا۔ لَكُمْ یہ جار مجرور متعلق ہے اَزْكٰى اسم تفضیل کا۔ یہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے هُوَ مبتدا کی۔ دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ واؤ سر جملہ یعنی ابتدائیہ۔ اللّٰهُ مبتدا۔ بِ حرف جر مَا اسم موصول۔ تَعْمَلُوْنَ۔ باب فَتَحَ کا مضارع حال مثبت معروف صیغہ جمع مذکر حاضر اس کا فاعل ہے اَنْتُمْ ضمیر صیغہ پوشیدہ عَمَلٌ سے مشتق ہے۔ معنی ہے حیات دنیوی کے اچھے برے تمام کام۔ یہ فعل فاعل جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صلہ ہوا مَا کا وہ موصول صلہ مل کر مجرور ہے بِ سے وہ جار مجرور مل کر متعلق مقدم ہے عَلِیْمٌ صفت مشبہ مبالغہ کا۔ بروزن فَعِیْلٌ باب كَرُمَ سے عِلْمٌ سے مشتق ہے۔ عَلِیْمٌ کا فاعل هُوَ ضمیر صیغہ پوشیدہ جس کا مرجع ہے اللّٰهُ۔ یہ اسم صفت مشبہ اپنے فاعل پوشیدہ اور متعلق مقدم سے مل کر جملہ

اسمیہ ہو کر خبر ہے۔ اللہ مبتدا کی دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانه

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَاؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۝۲۷ ۔اے ایمان والو آئندہ کے لیے قذف و بہتان اور الزام ولعان، تخریب کاری و بدنام سازی سے بچنے کے لیے تمام مسلمانوں کے لیے ایک بہترین قانون بنایا جا رہا ہے جس کی پابندی ہر مسلمان پر واجب ہے۔ مرد ہو یا عورت، سمجھدار بچے ہوں یا جوان و بوڑھے، اجنبی واقف کار ہوں یا ناواقف، محرم ہوں یا نامحرم، بینا ہوں یا نابینا، والدین ہوں اولاد، بہن بھائی ہوں یا بہو بیٹی، مالک مکان ہو یا پڑوسی۔ یہ کہ کسی دوسرے کے رہائشی گھر میں بغیر اطلاع اور بغیر اجازت لیے خبردار کبھی نہ جاؤ۔ خواہ مالک مکان کا رہائشی ہو یا کرائے کا یا عاریت کا رہائشی ہو۔ ملاقات کے یہ شرعی قانون و اسلامی آداب اس لیے بنائے گئے ہیں تاکہ کوئی شخص کسی کے گھر میں اچانک آ کر نہ گھر والوں کے پوشیدہ حالات دیکھے نہ مخفی باتیں سنے نہ خصوصی سامان دیکھ سکے۔ بچوں کو اجازت لینا اس لیے ضروری کہ وہ قابل پردہ جسم کو نہ دیکھ لے۔ اندھوں کو اس لیے ضروری کہ وہ مخفی باتیں نہ سن سکیں۔ تنہائی میں کئی دفعہ خاوند بیوی کے درمیان ایسے حال وکلام ہوتے ہیں جن کا پوشیدہ و باپردہ ہونا ضروری ہے اور جس کا دیکھنا نہ گھر والوں کو پسند نہ آنے والوں کو اس لیے اچانک داخلہ شرعاً ممنوع کر دیا گیا۔ جب تک دروازے پر کھڑے کھڑے گھر والوں کے ساتھ تعارف انسیت و رضامندی سے داخلے کی اجازت نہ لے لو۔ اسلام نے اجنبی گھر میں داخل ہونے کی اجازت لینے کے دس آداب سکھائے۔ **اول** جب دروازے پر آؤ تو بالکل دروازے کے سامنے نہ کھڑے ہو بلکہ دائیں یا بائیں جانب کھڑا ہونا چاہیے۔ دروازہ کھلا ہو یا بند۔ پردہ پڑا ہو یا اٹھا ہوا تاکہ آنے والے کی نگاہیں ایک دم گھر کے اندر نہ پڑیں۔ نیز کبھی ہوا سے کواڑ یا پردہ ایک دم کھل جاتا ہے یا کوئی گھر کا بچہ ایکدم کھول دیتا ہے حکم نبوی یہی ہے کہ دروازے کے ایک طرف کھڑے ہونا چاہیے۔ **دوم** اگر گھنٹی بجانے یا کواڑ کھٹکھٹانے کے لیے دروازے کے سامنے آنا ہی پڑے تو اطلاع دے کر پھر دائیں یا بائیں پیچھے ہٹ جاؤ۔ **سوم** اگر گھنٹی بجانا یا کواڑ کھٹکھٹانا نہ چاہو تو باآواز بلند اس طرح تکبیر یا تحمید یا تسبیح کے الفاظ ادا کرو کہ گھر والے پہچان کر داخلے کی اجازت دے دیں یا آنے والا کھانسے یا کھنکھارے تاکہ گھر والوں کو پتہ لگ جائے کہ کوئی اجازت مانگ رہا ہے اور وہ اجازت دے دیں یا آ کر پوچھیں کہ کون ہے۔ **چہارم** یہ کہ اجازت مانگنے والا مہذب انداز میں درمیانی طرز پر گھنٹی بجائے یا کواڑ کھٹکھٹائے نہ تیزی وسختی دکھائے نہ مسلسل بجائے کھٹکھٹائے بلکہ نرمی اور وقفے وقفے سے تاکہ گھر والوں کی گھبراہٹ پریشانی یا نفرت کا باعث نہ بنے۔ **پنجم** دروازے پر کھڑے ہو کر چیخ چیخ کر گھر والوں کو نہ پکارے۔ **ششم** جب اچھے اخلاق وآداب سے گھر والوں کو اپنی موجودگی کا احساس دلا دیا اور گھر والوں نے اجازت دے دی تو آنے والا دروازے کے سامنے آ کر کہے۔ السلام علیکم۔ **ہفتم** جب اندر سے آواز آئے وعلیکم السلام تو پھر اندر آنے کی اجازت مانگے اور کہے کیا میں اندر آ جاؤں۔ اس سے پہلے کے آداب اپنی اطلاع دینی تھی۔ اب یہ سلام سلام اجازت ہے۔ **ہشتم** اس سلام کا فائدہ یہ کہ گھر والے اپنے آپ کو سنبھال سمیٹ لیں اور وہ تین اطلاعیں تیزی سے ایک دم دھماکہ خیز نہ ہوں بلکہ نرمی مختصر اور وقفے وقفے سے ہر اطلاع تین تین بار۔ **نہم** بعض علماء نے فرمایا کہ

دروازے پر کھڑے ہو کر تکبیر کے الفاظ یا کھانستا کھنکارنا یا السلام علیکم کہنا یہ ہی پہلی اجازت لینا ہے۔اور سلام کرنا سب سے بہتر ہے کیونکہ اس میں اجازت لینا بھی ہے۔دعا دینا بھی آواز سنا کر اپنی پہچان کرانا بھی۔حصول رحمت و برکت بھی۔حکم الٰہی و سنت نبوی پر عمل بھی یہ پانچ فوائد و منافع دیگر کسی بھی دنیوی اطلاعی لفظوں میں نہیں ہیں۔حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ صحابی فرماتے ہیں کہ السلام علیکم کے نزول حکم سے پہلے ہم ملاقات و اجازت کے لیے تین جملے بولا کرتے تھے۔کبھی کہتے۔ اَنْعَمَ صَبَاحًا کبھی کہتے،حَيَّيْتُمْ صَبَاحًا حَيَّيْتُمْ مَسَاءً کبھی کہتے،اَنْعَمَ اللّٰهُ بِكَ عَيْنًا۔اور یہ کہتے ہی گھر میں داخل ہو جاتے اجازت ملے بغیر ہی نہ اجازت ملنے کا انتظار کرتے۔ان الفاظ کا معنی ہے۔صبح خیر۔شام خیر۔جیسے انگریزی میں گڈ مورنگ،گڈ آفٹر نون،گڈ ایوننگ۔یہ دعا تو ہے مگر گونگی بہری اندھی مجہول نہ معلوم کس کو،کس کی،کتنی کیوں اور کب تک خیر۔ جب السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ کہنے کا حکم نازل ہوا تب دیگر تمام اپنے بنائے ہوئے دعائیہ الفاظ سے روک دیا گیا کیونکہ وہ دعائیں ناقص و مجہول ہیں مگر سلام ہر طرح ہمہ وقتی جامعیت و نسبت والی دعا ہے۔السلام کا الف لام عہد خارجی ہے جس کا معنی ہے میری طرف سے ہر وقت تم پر اللہ تعالیٰ کی رحم و برکت والی سلامتی ہو(از ابو داؤد) ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہر مسلمان کو یہی ہے کہ میل ملاقات و اجازت و اجازت طلبی کے وقت صرف سلام کرے۔اس کو چھوڑ کر دوسرے الفاظ بنالینا بدعت و گناہ ہے جیسے کہ شیعوں نے یا علی مدد بنالیا۔وہابیوں نے اللہ حافظ کہنا۔بنالیا۔جہلائے عوام نے خدا حافظ کہنا شروع کر دیا۔کسی نے آداب عرض۔یہ سب ممنوع ہے۔**دھم** بہتر یہ ہے کہ پہلے کہے السلام علیکم پھر پوچھے کیا میں اندر آجاؤں۔کچھ علماء نے فرمایا۔پہلے اجازت مانگے پھر سلام کرے اور اگر گھر والا خود سامنے آگیا تو پہلے سلام کرے پھر اجازت طلبی اور جب گھر والے پوچھیں کہ کون ہے تو اپنا شناختی مشہور نام بتائے یہ نہ کہے کہ میں۔یہ تھے اذن و ملاقات کے اسلامی پاکیزہ مہذب و مفید آداب۔پھر جب اندر سے اجازت مل جائے تو داخل ہوتے ہی پہلا کام سلام کرنا ہے تمام موجود اہل خانہ کو یہ دوسرا سلام ملاقات تحیۃ کا سلام ہے۔

آداب اجازت سے متعلق چند احادیث مبارکہ

حدیث اول۔ترمذی شریف بروایت حضرت انس رضی اللہ عنہ فرمایا آقا ﷺ نے اے بیٹے جب بھی تو اپنے اہل خانہ پر حاضر ہو تو پہلے سلام کر اس سلام و جواب سے تجھ پر اور تیرے اہل پر برکت ہوگی۔**حدیث دوم** کلدہ ابن حنبل نے فرمایا کہ ایک بار میں بغیر اجازت اور بغیر سلام آقا ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا تو آقا ﷺ نے فرمایا۔واپس جا اور دروازے پر کھڑے ہو کر پہلے سلام کر پھر اجازت مانگ جب اندر سے اجازت ملے تو اندر آ (از ابو داؤد و ترمذی)۔ **حدیث سوم** بیہقی بروایت حضرت جابر۔فرمایا آقا ﷺ نے کہ اس ملاقاتی کو اندر آنے کی اجازت مت دو جو پہلے سلام نہ کرے۔**حدیث چہارم** ایک ملاقاتی کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اجازت نہ دی اور فرمایا پہلے سلام کر پھر اجازت مانگ اور اجازت ملنے کا انتظار کر۔جب اس نے ایسا کیا تب آپ نے اجازت دی۔**حدیث پنجم** موطا امام مالک بروایت حضرت ابو موسیٰ اشعری و حضرت حسن و حضرت عطا ابن یسار رضی اللہ عنہم۔ایک شخص نے عرض کیا یا

رسول اللہ میں اپنی والدہ کے ساتھ رہتا ہوں اور والدہ کا اکیلا خادم ہوں بار بار آنا جانا پڑتا ہے۔کیا میں بھی ہر بار اجازت مانگا کروں فرمایا آقا ﷺ نے کیا تو یہ پسند کرتا ہے کہ بلا اجازت اچانک گھر میں جائے اور والدہ کو ننگا دیکھ لے۔عرض کیا ہرگز نہیں۔تو فرمایا۔کہ ہر بار اجازت طلب کرتا کہ گھر والا سنبھل جائے۔**حدیث ششم** مسند احمد بروایت ابی ہریرہ۔فرمایا آقا ﷺ نے اگر کسی کو اس گھر کا قاصد ساتھ بلا کر لے جائے تب صرف سلام لازم ہے طلب اذن لازم نہیں اور یہ سلام تحیۃ ہوگا نہ کہ سلام اذن۔اے مسلمانو قرآن وحدیث کا بیان کردہ اجازت طلبی کا یہ طریقہ تا قیامت ہے۔تا کہ ہر وقت ہر اعتبار سے تمہاری عزت،محبت،مروت،امانت،دیانت،تہذیب،وقار،احترام قائم رکھنے میں تمہارے لیے خیر ہی خیر ہو۔اے مسلمانو تم ہر وقت حکم کبریائی فرمان مصطفائی سے احکام شریعت ونصیحت پر عملی نقشہ پیش کرو۔یہ تو اس گھر کے آداب اجازت تھے جس میں اہل خانہ موجود ہوں۔لیکن فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَاۤ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ۔اگر تم کسی گھر میں کسی سے ملنے جاؤ اور اس گھر میں کسی اجازت دینے والے کو نہ پاؤ تو بھی اس گھر میں مت جاؤ جب تک کہ کوئی بڑا شخص اہل خانہ میں سے وہاں آکر تم کو اندر جانے کی اجازت نہ دے دے۔لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَاۤ کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں۔ایک یہ کہ گھر لوگوں سے بالکل خالی ہو دروازہ کھلا یا بھڑا ہو،تالا نہ ہو۔دوم یہ کہ گھر میں چھوٹے بچے ہوں بڑا کوئی نہ ہو جو اجازت دے سکے اور بچے اگر اجازت دیں بھی تو اندر نہ جاؤ۔سوم یہ کہ گھر میں اس کا ناواقف مہمان موجود ہو گھر کا بڑا کوئی نہ ہو مہمان کو شرعاً جائز نہیں کہ کسی کو اندر آنے کی اجازت دے اگر مہمان کسی ملاقاتی کو اجازت دے بھی تو ملاقاتی کو اندر جانا جائز نہیں۔شریعت کے اس قانون سے ثابت ہوا کہ اجازت لینے دینے کی حکمت صرف اہل خانہ کا سنبھل بیٹھنا ہی نہیں بلکہ اور بھی بہت سی حکمتیں مصلحتیں و بھلائیاں ہیں مثلاً ۔ ا۔کسی کی ملکیت میں بلا اجازت تصرف کرنے سے بچانا۔ ۲۔چوری یا کچھ نقصان ہو جانے کی سچی یا جھوٹی بدگمانی والزام تراشی سے بچانا۔ ۳۔گھروں میں بہت سی چیزیں حفاظت و پوشیدگی کے قابل ہوتی ہیں گھر والا ان کو کسی ملاقاتی پر ظاہر نہیں کرنا چاہتا ان اشیاء کے ظاہر ہونے سے بچانا اور گھر کا پردہ قائم رکھنا۔ ۴۔یہ بھی ہوسکتا ہے کہ گھر میں حرق،غرق،سرق،یعنی جلنا،غرق ہونا،چوری ہونا،کسی اور جانب سے ہو اور نام لگ جائے بے اجازت جانے والے بے گناہ کا۔وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝۲۸۔اے ملاقاتیو شریعت کا تیسرا حکم یہ ہے کہ اگر گھر والے موجود ہیں اور تم سے کہیں کہ لوٹ جاؤ یہ وقت ملاقات نہیں ہے یا میں کسی وجہ سے نہیں مل سکتا تو ملنے کی ضد نہ کرو بلکہ فوراً خوش دلی سے واپس لوٹ جاؤ یہ لوٹ جانا تمہارے لیے بہت اچھی اخلاقی فراخ دلی،مودت محبت مروت،ستھری عادت پاکیزہ عمل ہے۔اس اخلاقی بلندی میں،دل کی پاکیزگی،روح کی تراوٹ،معاشرے کی سجاوٹ،طبیعت کی بحالی معاملات کی خوشحالی ہے دروازے پر کھڑے رہنے،ملاقات کی ضد کرنے سے،نفرت،کراہت،کدورت ذلت لڑائی پڑنے جھگڑا بڑھنے کا اندیشہ ہے۔یہ انکار اہل خانہ اگرچہ تین بار اجازت مانگنے کے بعد ہو اور گھروں میں کھڑکی،دروازوں،کواڑوں کی دراڑوں،نیچی دیواروں سے جھانکنا بھی گناہ ہے۔یہی سنت نبوی وعمل صحابہ ہے۔سبحان اللہ کیا پاکیزہ اخلاق ہیں اور قرآن وحدیث کے کیسے پیارے معاشرتی قوانین۔**حدیث مقدس**۔بخاری مسلم میں بروایت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ہے کہ ایک بار حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دروازے پر گئے اور تین بار سلام اجازت کیا مگر اندر سے کوئی

جواب نہ آیا تو ابو موسیٰ لوٹ پڑے۔ تب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے آواز دی کہ تم کو اندر آنے سے کس نے روکا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے جواباً فرمایا کہ آقا ﷺ کا ارشاد مقدس ہے کہ کسی کے دروازے پر تین بار اجازت مانگو اگر اندر سے خاموشی رہے تو لوٹ جاؤ۔ فاروق اعظم نے فرمایا۔ اس ارشاد کا کون گواہ ہے۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے گواہی دی کہ میں نے بھی زبان اقدس سے یہ فرمان سنا ہے تب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اطمینان ہوا۔ سبحان اللہ یہ تھی صحابہ کرام کی احتیاط روایات۔ **حدیث مقدس دوم** حضرت ابو ایوب انصاری نے فرمایا۔ اجازت مانگنا یہ ہے کہ تین بار تھوڑے تھوڑے وقفے سے کہے السلام علیکم کیا میں اندر آجاؤں۔ اگر خاموشی رہے تو ملاقاتی لوٹ جائے کیونکہ اہل خانہ کی خاموشی بھی ارجعوا کے حکم میں ہے (از ابن ماجہ) ایسا ہی فرمان نبوی ہے بروایت ابو موسیٰ اشعری و ابو سعید خدری کہ خاموشی بھی ارجعوا ہی ہے۔ **حدیث سوم** بیہقی شریف میں بروایت حضرت انس رضی اللہ عنہ ہے۔ ایک بار آقا ﷺ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے دروازے پر تشریف لائے۔ اور تین بار سلام اجازت فرمایا حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ہر بار جواب دیا مگر بہت آہستہ۔ آقا ﷺ لوٹ پڑے تب حضرت سعد بھاگ کر نکلے اور عرض کیا۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ میں نے ہر بار اس لیے آہستہ جواب دیا تا کہ بار بار آپ سے یہ سلامتی و رحمت برکت کی دعائیں لوں۔ آپ اندر تشریف لائیں۔ آقا ﷺ ان کے گھر میں آئے۔ اس وقت آپ نے سعد کو تین دعائیں دیں۔ اے سعد۔ ۱۔ تیرا کھانا نیک لوگ کھائیں۔ ۲۔ تجھ پر فرشتے رحمت کی دعائیں بھیجیں۔ ۳۔ تیرے رزق سے روزے دار افطار کریں۔ **چوتھی حدیث مقدس** حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما ابن عباس رضی اللہ عنہما جب کسی کے پاس کوئی مسئلہ یا حدیث نبوی مقدس پوچھنے جاتے تو اجازت لینے کے بجائے دروازے پر ہی ایک طرف کھڑے رہتے جب گھر والا خود ہی کسی کام سے نکلتا تو اس سے فرمان نبوی پوچھتے۔ کئی بار لوگوں نے عرض کیا۔ یا ابن عم رسول اللہ۔ ہمیں افسوس ہوتا ہے کہ آپ دروازے پر مشقت سے کھڑے ہوں اور ہم گھر میں آرام کرتے رہیں آپ دیگر لوگوں کی طرح اطلاع فرما دیا کریں۔ آپ فرمایا کرتے۔ طلب علم کے لیے بھی حکم نبوی ہے اور سورۃ حجرات کی آیت ۵ سے دلیل لیتے کہ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ۔ ایک بار فاروق اعظم نے ان کو سمجھایا کہ یہ آیت صرف دروازہ نبوی کے آداب کے لیے ہے نہ کہ ہر ایک کے لیے۔ تب حضرت ابن عباس نے یہ طریقہ چھوڑا۔ اے مسلمانو تا قیامت ان احکام پر عمل کرو۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے ان تمام ظاہری باطنی کاموں کو جاننے والا ہے جو جب بھی تم کرتے ہو۔ فقہاء عظام فرماتے ہیں کہ چھ موقعوں پر اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔ ۱۔ جب کسی کے گھر آگ لگ جائے تو بجھانے کے لیے اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔ ۲۔ جب کسی کے گھر میں چور گھس آئے تو چور پکڑنے کے لیے۔ ۳۔ جب کسی گھر میں کوئی ظالم کسی اہل خانہ کو ظلماً عمداً یا کوئی پاگل کسی کو قتل کرنے لگے تو بچانے کے لیے۔ ۴۔ جب خود صاحب خانہ کسی مصیبت میں مدد کے لیے پکارے تو مصیبت سے چھڑانے کے لیے۔ ۵۔ جب گھر والا قاصد بھیج کر کسی کو قاصد کے ساتھ بلائے۔ ۶۔ جب حاکم کی اجازت سے پولیس کسی کے گھر میں چھاپہ مارنے لگے کسی مجرم مفرور یا جرم کو پکڑنے کے لیے۔ ان سب صورتوں میں چونکہ اذن طلبی نقصان کا باعث ہے لہٰذا شدت ضرورت کی بنا پر داخلے کی اجازت لینا ٹھیک نہیں۔ اس مسئلے کی دلیل وہ حدیث مقدس ہے کہ اَلضَّرُوْرَاتُ تُبِيْحُ الْمَحْظُوْرَاتِ یعنی ضروریات

حیات، مباح کردیتی ہیں ممنوعات کو۔

ان آیات میں اختلافی اقوال

ان دو آیتوں ۲۷ و ۲۸ کے شان نزول میں دو قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا کہ آیت ۱۱ سے آیت ۲۸ تک اٹھارہ آیتیں افک کے برائت میں ہی نازل ہوئیں۔ یہی قول حق ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا کہ آیت ۱۱ تا ۲۶ براءت کی ہیں لیکن آیت ۲۷ و ۲۸ کا شان نزول ایک انصاری عورت کا یہ عرض کرنا ہے کہ میں کئی بار گھر میں اکیلی ایسی حالت میں ہوتی ہوں کہ کسی کے اچانک آجانے کو پسند نہیں کرتی مگر کبھی والد یا ولد یا ماں یا بہن اچانک گھس آتے ہیں اور میں بھی اور وہ بھی شرمندہ ہوجاتے ہیں۔ اس کا کیا علاج ہو۔ تب یہ دو آیتیں نازل ہوئیں۔ مگر یہ غلط ہے کہ اس کہنے پر یہ آیتیں نازل نہ ہوئیں تھیں بلکہ پہلے نازل شدہ ان دو آیتوں کو نبی کریم ﷺ نے پڑھ کر سناتے ہوئے فرمایا تھا کہ جا کر اپنے تمام متعلقین کو یہ حکم الٰہی سنا دے۔ بُیُوْتًا کی قرأت میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت بُیُوْتًا ب پر پیش سے ہے۔ ۲۔ بعض کی قرأت بِیُوْتًا ب کے زیر سے ہے۔ حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا کی قرأت میں تین قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت انہی لفظوں اور اسی ترتیب سے ہے۔ یہی قول درست ہے کیونکہ مکتوب و مشہور ہے۔ ۲۔ بعض کی قرأت اس طرح ہے۔ حَتّٰی تُسَلِّمُوْا عَلٰی اَهْلِهَا وَتَسْتَاذِنُوْا۔ یہ قرأت جاہلانہ ہے۔ ۳۔ بعض نے کہا۔ اصل آیت حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا تھی مگر کسی کاتب وحی نے غلطی سے تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا لکھ دی۔ مگر یہ قول سخت غلط بلکہ کفریہ ہے۔ بھلا کیسے ہوسکتا ہے کہ آقا ﷺ کی موجودگی میں کوئی کاتب وحی غلط لکھے اور آج تک غلط ہی لکھا جاتا رہے۔ جبکہ صحابہ نے کئی بار نمازوں تلاوتوں میں خود نبی کریم ﷺ کی زبان پاک سے پورا قرآن مجید سنا تھا۔ اس طرح تو پھر سارا قرآن مجید مشکوک ہوجائے گا۔ حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا کی عملی ترتیب میں تین قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا۔ پہلے اجازت طلبی پھر سلام۔ ۲۔ بعض نے کہا پہلے سلام پھر اجازت طلبی۔ ۳۔ بعض نے کہا۔ اگر ملاقاتی نے گھر والوں کو دیکھ لیا تو پہلے سلام۔ ورنہ پہلے اجازت طلبی۔ تَسْتَاْنِسُوْا کے ترجمے میں پانچ قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا۔ اس کا معنی ہے تم اہل خانہ کی انسیت حاصل کرلو پھر سلام اجازت کرو۔ ۲۔ بعض نے کہا اس کا معنی ہے۔ تم گھر والوں کو اپنا تعارف کرادو وہ تمہیں دیکھ لیں۔ ۳۔ بعض نے معنی کیا۔ تم اپنی موجودگی کا احساس دلا دو۔ ۴۔ بعض نے کہا تم دروازے پر کھڑے ہوکر تکبیر وغیرہ کے الفاظ پڑھو۔ ۵۔ بعض نے کہا گھر والوں کو اپنے تعارف سے سکون پہنچاؤ۔ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ کے معنی میں دو قول۔ ۱۔ بعض نے معنی کیا۔ یہ اجازت لینا تمہارے لیے خیر و برکت ہے بے اذن جانے سے۔ ۲۔ بعض نے معنی کیا کہ اسلامی طریقہ ملاقات اختیار کرنا تمہارے لیے خیر و بھلائی ہے۔ جاہلانہ، کافرانہ یا خود ساختہ طریقے اختیار کرنے سے۔ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ کے معنی میں تین قول۔ ۱۔ بعض نے کہا تاکہ تم اسلامی نصیحتیں پکڑو۔ ۲۔ بعض نے معنی کیا تاکہ تم اسلامی آداب و اخلاق کا عملی چرچا کرو۔ یہ دونوں قول درست ہیں۔ ۳۔ بعض نے معنی کیا کہ شاید تم نصیحت پکڑو۔ مگر یہ قول غلط ہے اس لیے کہ لفظ شاید میں شک ہے اور اللہ تعالیٰ شک سے پاک ہے۔ اَحَدًا کے معنی میں دو قول۔ ۱۔ بعض نے کہا اس کا معنی ہے گھر انسانوں سے خالی ہو۔ ۲۔ بعض نے معنی کیا۔ گھر میں اجازت دینے کے قابل کوئی نہ ہو۔ یہ دونوں صورتیں درست ہیں۔

فائدے

ان آیات سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ **پہلا فائدہ:** دین اسلام جرائم سے صرف نفرت ہی نہیں کرتا بلکہ سختی سے سدباب بھی کرتا ہے اسی لیے بے غیرتی کو روکنے کے لیے بے غیرتی کے اسباب کو حرام قرار دیا۔ بے غیرتی اور تہمت بازی کے تین اسباب۔ ا۔ بے پردگی اور بغیر اجازت دوسروں کے گھروں میں چلے جانا۔ ۲۔ اجنبی مردوں عورتوں کی مخلوط محفلیں۔ ۳۔ اسلامی احکام وتعلیم وتربیت سے غفلت۔ شریعت نے ان تینوں کو حرام فرمایا۔ یہ فائدہ ان دونوں آیتوں کے پورے مضمون سے حاصل ہوا۔ **دوسرا فائدہ:** ہر مسلمان کے ہر مسلمان پر چھ حق واجب ہیں۔ ا۔ بوقت ملاقات سلام کرنا، جواب سلام دینا۔ ۲۔ دعوت قبول کرنا۔ ۳۔ چھینک کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ سنے تو سننے والا یَرْحَمُکَ اللّٰهُ کہے پھر چھینک والا یَهْدِیْکُمُ اللّٰهُ کہے یہ تینوں کلمات کہنا واجب ہیں۔ ۴۔ بیمار مسلمان کی عیادت کرنا۔ ۵۔ مسلمان میت کی نماز جنازہ پڑھنا۔ ۶۔ غیبت نہ کرنا۔ یہ فائدہ وَتُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا فرمانے سے حاصل ہوا۔ **تیسرا فائدہ:** پانچ طریقے فحاشی، بدمعاشی پیدا کرتے ہیں۔ اول عورتوں کی کھلے عام فیشن وزینت۔ دوم بے پردگی کی بے حیائی۔ سوم بے پردہ آوارہ گردی اور اجنبی غیر مردوں نامحرموں سے میل ملاقات۔ چہارم بے نکاح رہنا اور سکول وکالج کی مخلوط تعلیم۔ پنجم آزاد خیالی آوارگی بلا اجازت دوسروں کے گھروں میں جانا یہ فائدہ لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا (الخ) کے شرعی مطلق قانونی ممانعت سے حاصل ہوا۔ لَا تَدْخُلُوْا کا حکم کلی عام ہے عورتوں مردوں کی تمام آوارہ مزاجیوں کو۔

احکام القرآن

ان آیتوں سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ:** احادیث وفقہ سے تین چیزیں شدید حرام ہیں۔ ا۔ نامحرم عورتوں مردوں کی خلوت۔ ۲۔ زینت وسنگھار کی نمائش سر عام۔ ۳۔ مخلوط سکول وکالج کی پڑھائی یہی سکول وکالج یونیورسٹی تعلیم گاہ نہیں بلکہ ابلیس وشیاطین کے اڈے ہیں۔ اور یہ علم نہیں بلکہ صرف لکھائی پڑھائی ہے۔ حدیث مقدس میں ہے۔ اجنبی عورت ومرد کی خلوت میں تیسرا شیطان ہوتا ہے۔ یہ مسئلہ لَا تَدْخُلُوْا کے حکم عام سے مستنبط ہوا۔ بُیُوْتًا سے مراد یہی اجنبی خلوت بھی ہے۔ **دوسرا مسئلہ:** ہر بالغ عاقل مسلمان مرد وزن پر ہر ملاقات اور وداع کے وقت سلام کرنا سنت موکدہ واجبہ اور جواب دینا فرض ہے۔ ملاقات کے وقت پہلے سلام۔ پھر دوسرا کلام۔ اور وداع کے وقت پہلے رخصت کا رخصتی کلام پھر اَلْوِدَاعی سلام۔ فقہاء اسی آیت سے استنباط کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جس طرح گھر میں جانے کے لیے اہل خانہ کی موجودگی شرط ہے اسی طرح رخصت ووداع کے وقت بھی اہل خانہ کا موجود ہونا شرط ہے۔ مثلاً گھر والا یہ کہہ کر باہر نکلا کہ تم بیٹھو میں ابھی آیا تو ملاقاتی کو اس کے آنے سے پہلے جانا شرعاً ناجائز ہے اس مسئلے میں بھی بہت حکمتیں مصلحتیں ہیں۔ یہ مسئلہ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا (الخ) کے حکم عمومی اور منشاء کلام سے مستنبط ہوا۔ **تیسرا مسئلہ:** غیر مسلم کو خود پہلے سلام نہ کرو اگر وہ سلام کرے تو انہی جوابی لفظوں میں سلام کر سکتے ہو۔ یعنی کفار نے کہا السلام علیکم تو مسلمان جواباً وعلیکم السلام کہہ سکتا ہے مگر اس جواب سے ہدایت کی نیت کرے۔ سلامتی کی نیت نہ کرے نیز ہر وہ لفظ یا آواز جس سے طلب اجازت ظاہر ہو۔ ادا کرنا جائز ہے الفاظ جیسے کہ الحمد للہ یا سبحان اللہ یا اللہ اکبر وغیرہ زور سے بولنا۔ آواز جیسے کہ کھانستا کھنکارنا ٹھکارنا

وغیرہ اس کے بعد کہے السلام علیکم کیا میں اندر آ جاؤں تا کہ اہل خانہ کو ملاقاتی کی موجودگی کا پتہ بھی لگ جائے تعارف بھی ہو جائے۔ فاروق اعظم جب بھی در اقدس پر حاضر ہوتے تو دروازے پر یہی عرض کرتے۔ اَلسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ اَیَدْخُلُ عُمَرُ رسول اللہ پر سلام ہو کیا عمر اندر آ سکتا ہے۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اپنے بچوں وخادموں اور دیگر بے پڑھے مسلمانوں شاگردوں مریدوں کو دیگر تعلیم و تربیت کے ساتھ یہ تمام آداب بھی خوب اچھی طرح سکھائے۔ حدیث پاک میں ہے۔ السلام قبل الکلام۔ حدیث دوم۔ لَا یُؤْذَنُ لَهٗ حَتّٰی یُسَلِّمَ۔ یعنی جو ملاقاتی بچہ یا بڑا پہلے سلام نہ کرے اس کو ملاقات کی اجازت نہ دی جائے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بڑے اہتمام سے اپنے بچوں، لونڈی، غلاموں اور عوام کو سلام کلام ملاقات و وداع کے یہ آداب اسلامی اخلاق ایمانی سکھایا کرتے تھے۔ یہ مسئلہ۔ غَیْرَ بُیُوْتِکُمْ۔ اور وَ تُسَلِّمُوْا سے مستنبط ہوا۔

تفسیر صوفیانہ

اے دار فنا میں رہنے والو حق الیقین کا ایمان مشاہدہ و عرفان مکاشفہ رکھنے والو جب تم دار بقا والوں کی زیارت کا ارادہ کرو اور حیات ظاہری کے مجذوبین و حیات باطنی کے مقبورین کے آستانوں و مزاروں پر جاؤ تو ایک دم بے ادب بن کر نہ چلے جایا کرو بلکہ باوضو باخوشبو پہلے دور دروازوں پر کھڑے ہو کر سلام زیارت کر کے صاحب آستانہ و مزار کی انسیت محبوبی حاصل کرو پھر کیفیۃ مکاشفہ کی اجازت قرب حاصل کر کے سلام تعارف و معرفت و دعاء عجز و نیاز طلب کرو اور ان اہل باطن اولیاء کاملین، مرشدین، حاملین سے بقاء و سلامتی، ایمان حفاظتی کی اجازت مانگو۔ یہ طریقہ التجا اور مقصد بقا تمہارے لیے تمام دنیا و مافیہا سے بہتر ہے تا کہ تم راہ حقیقۃ کے ابدی تذکرے پالو۔ اے معرفت حق کی طلب و تمنا والو۔ تمہارے یہ اجسام دار فانی اور ابدان بیوت مجازی ہیں لہٰذا یہاں سے ترک سکونت کر کے وطن حقیقی میں داخلہ سکون کی اجازت مانگو۔ سالکین معرفت کا یہی مقصود سفر ہے اور پھر اگر کبھی صاحب مزار کو مزار میں نہ پاؤ اور اپنے مکاشفوں کے مشاہدے میں مزار و آستانہ خالی پاؤ تب بلا اذن حاضری نہ دو اور اگر کسی آستانہ میں وجود انسانیت مقام فنا پر ہو تو قرب وجودی میں ہرگز نہ جاؤ جب تک امر الٰہی کی اجازت استقامۃ وَ تَصَرُّف طبیعت حاصل نہ ہو جائے اور اگر صدائے غیبی آئے کہ لوٹ جاؤ اپنے رب قدیر کی طرف تو فوراً خواہش نفسی سے خالی ہو کر خلوت مراقبہ میں رجوع الی اللہ میں مشغول ہو جاؤ۔ اہل دنیا کی طرح دنیا طلبی پر ضد نہ کرو۔ یہ ترک خواہش ہی تمہاری روح کی غذا۔ قلب کی بقا عقل کی تراوٹ بدن کی طہارت کے لیے ہے اسی سے بقا مع اللہ ہے۔ اے بندو کوتاہی نہ کرنا تا کہ کسی فتنہ افسانیہ لغزش جسمانیت میں نہ گر پڑو اور اللہ تعالیٰ جاننے والا ہے تمہارے فعل رجوع اِلَی اللّٰہ اور ترک تعلق دنیا کو۔ جان لو کہ یہی ترک وجودی و قرب حضوری تمہارے لیے بہتر ہے زائر محبوب کو زیارت مقبول مل جانے کی آٹھ نشانیاں۔ ۱۔ طبیعت میں ذوق۔ ۲۔ عقل میں شوق۔ ۳۔ سینے میں امید۔ ۴۔ آنکھوں میں آنسو۔ ۵۔ جسم پر خشیت کا لرزہ۔ ۶۔ قلب میں رقت۔ ۷۔ لذت طبعی۔ ۸۔ میلان محبت یہ کیفیات راہ سعادت کے خزانے ہیں اور کسی قسمت والے کو ملتے ہیں۔

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ

نہیں ہے تم پر کوئی اخروی دنیوی نقصان اس بات میں کہ داخل ہوا کرو تم ان غیر رہائشی گھروں میں
اس میں تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ان گھروں میں جاؤ جو خاص کسی کی سکونت کے نہیں
فِيهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ﴿٢٩﴾
جن میں سفری سامان ہے تمہارا اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے وہ سب جو ظاہر کرتے ہو تم اور وہ سب جو چھپا کر کرتے ہو تم
اور ان کے برتنے کا تمہیں اختیار ہے اور اللہ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو
قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ
حکم دیجئے تمام ایمان والوں کو کہ نیچی رکھا کریں اپنی نگاہوں کو راہ چلتے
مسلمان مردوں کو حکم دو کہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں
وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ۚ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ۚ
اور حفاظت کریں ہر وقت اپنی شرم گاہوں کی وہ طریقہ مفید ہے ان کے لیے
اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لیے بہت ستھرا ہے
اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ﴿٣٠﴾
بیشک اللہ تعالیٰ خبر والا ہے ان تمام کاموں سے جو وہ کرتے رہتے ہیں
بیشک اللہ کو ان کے کاموں کی خبر ہے

تعلقات

ان آیات پاک کا پچھلی آیات پاک سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آیات میں مسلمانوں کو کچھ گھروں میں بغیر اجازت جانے داخل ہونے سے منع فرمایا گیا۔ اب ان آیات میں کچھ گھروں میں بلا اجازت جانے کی اجازت دی جارہی ہے۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیات میں مسلمانوں کو ایک طریقہ اَزْكٰى یعنی پاکیزہ اخلاق ستھری مہذب عادت سکھائی گئی اب ان آیات میں ایک دوسرا مہذب و اَزْكٰى طریقہ سکھایا جارہا ہے۔ **تیسرا تعلق:** پچھلی آیات میں مسلمانوں کو معاشرہ درست کرنے والے اچھے اعمال کا ذکر فرما کر بتایا گیا کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ ان سب کو خوب جانتا ہے۔ اب ان آیات میں ذات کو درست کرنے والے اچھے کردار سکھا کر فرمایا جارہا ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ تمہارے ہر کردار سے خبیر ہے۔

شان نزول

جب پردے کی آیات نازل ہوئیں اور مسلمانوں کے گھروں میں داخل ہونے کے لیے اجازت لینے کی پابندی کا قانون بیان فرمایا گیا تب کچھ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم بحالت سفر ہوٹلوں، سرایوں میں ٹھہرتے ہیں سرایوں کے کمرے کرائے

پر لیتے ہیں وہاں ہمارے سامان رکھے ہوتے ہیں اور ہم باہر بازاروں کا چکر لگانے شہر میں جاتے ہیں تو کیا ہم وہاں سرایوں، ہوٹلوں میں بھی داخل ہونے کے لیے بار بار اجازت لیا کریں۔ اس عرض سوال پر یہ تین آیتیں ۲۹ تا ۳۱ نازل ہوئیں اور فرمایا گیا کہ اس طرح کے گھروں میں داخل ہونے کے لیے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے بس دو باتوں کا سب عورتیں مرد خیال رکھو۔ ا۔ يَغُضُّوا مِنْ اَبْصَارِهِمْ۔ ۲۔ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ۔

تفسیر نحوی

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ۝۲۹۔

لَيْسَ فعل ماضی ناقصہ صیغہ واحد مذکر غائب۔ عَلَيْكُمْ۔ جار مجرور متعلق ہے ثَابِتًا پوشیدہ اسم فاعل کا یہ اسم فاعل اپنے ضمیر صیغہ فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے۔ جُنَاحٌ اسم صفت مشبہ جَنْحٌ سے مشتق ہے بروزن فُعَالٌ۔ لغوی ترجمہ ہے جھکنا لغوی معنی کی مناسبت سے نو معنی میں مشترک ہے۔ ا۔ مائل ہونا۔ ۲۔ گناہ کرنا۔ ۳۔ سمٹنا۔ ۴۔ پرندے کے پر۔ ۵۔ بازو۔ ٦۔ آغوش (گود)۔ ٧۔ شخصیت۔ ۸۔ سہارا۔ ۹۔ ظلم زیادتی۔ جیم کے پیش سے بمعنی گناہ ہے یعنی حق چھوڑ کر باطل کی طرف مائل ہونا اس کی جمع جُنُوْحٌ ہے اور جیم کے فتحہ (زبر) سے بمعنی بازو، پر، کروٹ، بغل، گود۔ اس کی جمع اَجْنِحَةٌ ہے یہاں جُنَاحٌ ہے بمعنی گناہ یہ اسم ہے لَيْسَ کا۔ اَنْ ناصبہ مصدریہ۔ تَدْخُلُوْا۔ باب نَصَرَ کا مضارع مثبت معروف صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اس کا فاعل اَنْتُمْ پوشیدہ ضمیر صیغہ۔ بُيُوْتًا اسم جمع مکسر منصرف موصوف ہے غَيْرَ مضاف مَسْكُوْنَةٍ۔ باب نَصَرَ کا اسم مفعول صیغہ واحد مونث سَكَنٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے ٹھہرنا، رہائش رکھنا، رہائش کرنا، مقیم رہنا۔ اس کا نائب فاعل هِيَ ضمیر صیغہ یہ مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مضاف الیہ غَيْرَ کا۔ یہ مرکب اضافی صفت ہے بُيُوْتًا کی وہ مرکب توصیفی پھر موصوف ہے۔ فِيْ جارہ هَا ضمیر کا مرجع بُيُوْتًا۔ وہ جار مجرور متعلق ہے مَوْجُوْدًا۔ پوشیدہ کا۔ مَتَاعٌ۔ اسم مفرد مرفوع نکرہ اس کی جمع مکسر منصرف اَمْتِعَةٌ ہے مَتْعٌ سے مشتق ہے باب فتح اور باب تفعیل میں گردان ہوتی ہے۔ لغوی ترجمہ ہے نفع لینا، نفع پانا۔ اصطلاح میں سامان کو متاع کہا جاتا ہے یہاں اسی معنی میں ہے۔ لفظ مَتَاعٌ۔ لغوی مناسبت سے نو معنی میں مشترک ہے۔ ا۔ فائدہ مند۔ ۲۔ معاشی تجارتی سامان۔ ۳۔ وقتی نکاح (متعہ کرنا)۔ ۴۔ روشن دن نکلنا۔ ۵۔ سبزہ اونچا ہونا۔ ٦۔ عقلمندی۔ ٧۔ دھات کے برتن و ہتھیار (اسلحہ)۔ ۸۔ کپڑوں کا جوڑا مع جوتی دوپٹہ۔ ۹۔ گھریلو سامان۔ یہ نائب فاعل ہے مَوْجُوْدًا پوشیدہ کا لَكُمْ یہ جار مجرور متعلق دوم ہے مَوْجُوْدًا کا یہ اسم مفعول اپنے نائب فاعل اور دونوں متعلقوں سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر صفت ہے بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ کی یہ مرکب توصیفی مفعول فیہ ہے اَنْ تَدْخُلُوْا کا۔ یہ سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر مفعول فیہ ہے لَيْسَ کا۔ وہ فعل ناقصہ اپنے اسم و خبر اور مفعول فیہ سے مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ ہو گیا۔ اَنْ تَدْخُلُوْا دراصل تَدْخُلُوْنَ تھا۔ اَنْ ناصبہ کے نصب سے آخری نون اعرابی گر گئی۔ واؤ سر جملہ۔ اللّٰهُ مبتدا۔ يَعْلَمُ۔ باب سمع کا مضارع حال مثبت معروف صیغہ واحد مذکر غائب اس کا فاعل هُوَ ضمیر پوشیدہ کا مرجع اللّٰهُ۔ عِلْمٌ سے مشتق ہے۔ معنی ہے جاننا۔ مَا اسم موصول۔ تُبْدُوْنَ۔ باب افعال کا فعل مضارع حال۔ اس کا فاعل اَنْتُمْ ضمیر صیغہ۔ ترجمہ ہے جو ظاہر کرتے ہو تم بَدْوٌ یا بَدْءٌ سے مشتق ہے اس کا مصدر ہے اِبْدَاءٌ بمعنی ظاہراً کام کرنا۔ یہ فعل فاعل جملہ فعلیہ

ہو کر صلہ ہوا مَا کا۔ موصول صلہ مل کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ مَا موصولہ۔ تَكْتُمُوْنَ۔ باب نَصَرَ کا مضارع حال مثبت معروف۔ کُتْمٌ سے مشتق ہے۔ ترجمہ ہے چھپانا۔ یہ مادہ اصلیہ بھی متعدی بیک مفعول ہوتا ہے۔ اس کا فاعل ضمیر صیغہ جمع مذکر حاضر۔ یہ فعل فاعل جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہے مَا کا وہ موصول صلہ مل کر معطوف ہے مَاتُبْدُوْنَ کے جملے پر۔ دونوں عطف مل کر مفعول بہ ہے یَعْلَمُ کا۔ وہ فعل فاعل مفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ خبر یہ ہو کر خبر ہے اللّٰهُ مبتدا کی دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۞۔ قُلْ فعل امر واحد مذکر حاضر خطاب نبی کریم ﷺ کو ہے لِلْمُؤْمِنِيْنَ یہ جار مجرور متعلق ہے قُلْ کا۔ یہ فعل با فاعل اپنے متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر قول ہے۔ يَغُضُّوْا۔ باب نَصَرَ کا مضارع بمعنی امر غائب معروف صیغہ جمع مذکر غائب اس کا فاعل هُمْ ضمیر ہے۔ غَضٌّ مضاعف ثلاثی سے مشتق ہے ترجمہ ہے جھکانا یہ مادہ متعدی بیک مفعول ہے۔ مِنْ حرف جار تبعیض کے لیے ترجمہ ہے کچھ، بعض، تھوڑی، اَبْصَار۔ اسم جمع مکسر منصرف اس کا واحد ہے بَصَرٌ معنی ہے نگاہیں (بینائی) مراد ہے آنکھیں اور چہرہ۔ یہ مضاف هِمْ ضمیر مضاف اِلَیہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے يَغُضُّوْا کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ۔ يَحْفَظُوْا باب سَمِعَ کا مضارع بمعنی امر غائب معروف صیغہ جمع مذکر غائب حِفْظٌ سے مشتق ہے بمعنی بچانا، چھپانا، ہٹانا۔ ذہن میں رہے کہ لفظ يَغُضُّوْا اور لفظ يَحْفَظُوْا۔ دونوں فعل مضارع ہیں دراصل يَغُضُّوْنَ اور يَحْفَظُوْنَ ہیں قُلْ فعل امر کی وجہ سے یہ دونوں بھی امر کے معنی میں ہو گئے اس لیے ان دونوں کو جزم آیا اور آخر سے نون اعرابی گر گئی۔ بمعنی امر ہونے سے یہ حکم وجوبی شرعی بنانہ کہ فرضی اگر یہ دونوں اصل امر ہوتے تو لِیَغُضُّوْا اور لِیَحْفَظُوْا ہوتے لام اَمر مکسور کے ساتھ اور دونوں حکم فرضی شرعی ہوتے۔ هُمْ ضمیر اس کا فاعل۔ فروج اسم جمع مکسر اس کا واحد ہے فَرْجٌ۔ لغوی ترجمہ ہے کشادگی، کھلی جگہ، خلا، سوراخ، اصطلاح میں ہر شرم گاہ اور ننگیز کو فرج کہتے ہیں مرد کی ہو یا عورت کی یا مذکر مونث جانور کی۔ یہاں مرد کی شرمگاہ مراد ہے اور حفاظت کا معنی حرام سے بچانا کہ نہ حرام جگہ استعمال کرو نہ دکھاؤ۔ فروج مضاف هُمْ مضاف الیہ یہاں دونوں هِمْ اور هُمْ ضمیر نفسی ہے بمعنی اپنی یہ مرکب اضافی مفعول بہ ہے يَحْفَظُوْا کا۔ یہ سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف ہے يَغُضُّوْا کے جملے پر یہ دونوں عطف مل کر مقولہ ہوا قُلْ کا۔ وہ قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ ہو گا۔ ذٰلِكَ۔ اسم اشارہ بعیدی بمعنی وہ اس کا مشار الیہ يَغُضُّوْا اور يَحْفَظُوْا کا جملہ ہے یہ مبتدا ہے۔ اَزْكٰى باب نَصَرَ کا اسم تفضیل واحد مذکر اس کا فاعل ہے پوشیدہ ضمیر۔ لَهُمْ جار مجرور متعلق ہے اَزْكٰى کا۔ یہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے ذٰلِكَ مبتدا کی دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ اِنَّ حرف مشبہ اللّٰهَ اس کا اسم خَبِيْرٌ۔ صفت مشبہ برائے مبالغہ (کثرت و ازلیت و ابدیت کے لیے) باب كَرُمَ سے۔ خَبَرٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے خبر رکھنا، خبر لینا۔ بِ جارہ تعدیت ومفعولیت کے لیے معنی ہے کو۔ مَا موصولہ يَصْنَعُوْنَ۔ باب فَتَحَ کا مضارع حال مثبت معروف۔ صیغہ جمع مذکر غائب۔ صَنْعٌ و صَنْعَةٌ سے مشتق ہے۔ ترجمہ ہے۔ عقل و دماغ و دل جمعی سے بذریعہ ظاہری اعضا سے کام کرنا۔ کاریگری صناعی دکھانا۔ اس کا فاعل هُمْ ضمیر صیغہ پوشیدہ جس کا مرجع ہے تمام انسان۔ یہ فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہے مَا کا وہ موصول صلہ مل کر مجرور متعلق ہے خَبِيْرٌ کا۔ وہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے اِنَّ کی۔ اِنَّ اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ

لَیۡسَ عَلَیۡکُمۡ جُنَاحٌ اَنۡ تَدۡخُلُوۡا بُیُوۡتًا غَیۡرَ مَسۡکُوۡنَۃٍ فِیۡہَا مَتَاعٌ لَّکُمۡ ؕ وَ اللّٰہُ یَعۡلَمُ مَا تُبۡدُوۡنَ وَ مَا تَکۡتُمُوۡنَ ﴿۲۹﴾ ۔ پچھلی آیات میں گھریلو رہائشی محلے داری شہری برادری میں آنے جانے میل ملاقات کے قوانین بیان کئے گئے ہیں کہ اذن وسلام سے آؤ جاؤ۔ لیکن بحالت سفر اور سامان تجارت کے ساتھ ہوٹلوں سرایوں، کرائے کے کمروں مکانوں میں آنے جانے ٹھیرنے۔ چند راتوں اور دنوں کو گزارنے کے لیے مالک ہوٹل سرائے مہمان و مسافر خانے کے منتظم سے کئی بار یا بار بار اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔ ان بازاری مسافری سرایوں، مہمان خانوں میں وہ دشواریاں رکاوٹیں نہیں ہیں جن کی وجہ سے آنے جانے اجازت لینے کی ضرورت پیش آئے یہ مسافر خانے تو مسافروں کے ٹھیرنے سفری وتجارتی سامان رکھنے کے لیے ہی بنائے جاتے ہیں۔ یہاں نہ پردے دار عورتیں ہوتی ہیں نہ رہائشی ماحول۔ لہٰذا اے مسلمانو ایسے غیر مسکونہ گھروں میں بغیر اجازت لئے آنے جانے میں تم پر کوئی گناہ نہیں کیونکہ ان گھروں کے کرایوں پر لیے ہوئے منتخب کمروں میں تمہارا سامان ہے اور تم نے اس کو بیچنے مزید خریدنے کے لیے بار بار بازار جانا پھر واپس آنا ہے خریداروں کو مال دکھانے کے لیے یہاں لانا ہے اور بھی بہت سے تمہارے سفری فائدے ہیں ان کرائے کے ہوٹلوں سرایوں میں مثلاً اپنا کمرہ اپنا تالا سامان کی حفاظت رات گزارنے سونے آرام کرنے کی سہولت سردی گرمی بارش سے بچاؤ کی ضرورت۔ یہ کرائے کے مسافر خانے چند دن کے لیے تمہارے ذاتی رہائشی وطنی گھروں کی مثل ہو جاتے ہیں کہ بغیر اجازت آؤ جاؤ بیٹھو سوؤ۔ آرام کرو۔ شرعاً تم پر کوئی گناہ نہیں اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے تمہارے ظاہری اعمال کو اور باطنی ارادوں نیتوں کو کہ کون تم میں عادت کا فسادی ہے ارادے کا فحاشی ہے اور کون عمل کا صالح نیت کا خالص ہے کس کے کردار میں جھوٹ نیت میں کھوٹ اور کس کے کردار میں لیاقت ارادے میں صداقت ہے۔ کسی بھی شخص کا ظاہر و باطن۔ کتمان وابدان حرکات وسکنات اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں۔ اس لیے اے محبوب تا قیامت قُلۡ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِہِمۡ وَ یَحۡفَظُوۡا فُرُوۡجَہُمۡ ؕ ذٰلِکَ اَزۡکٰی لَہُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیۡرٌۢ بِمَا یَصۡنَعُوۡنَ ﴿۳۰﴾ ۔ شریعت کا یہ حکم الٰہی سنا دیجئے تمام ایمان والوں کو کہ وہ مسافر ہوں یا مقیم بازار میں ہوں یا گلی محلے میں کسی تقریب میں یا تحریک میں اپنوں میں ہوں یا پرایوں میں۔ اپنی نگاہیں کچھ قدر نیچی رکھیں ہر ایک کو نگاہیں پھاڑ پھاڑ کر دیدہ دلیری سے نہ دیکھا کریں اور اگر کسی ممنوعہ چیز یا نامحرم غیر عورت پر اچانک بلا ارادہ نگاہ پڑ بھی جائے تو فوراً منہ دوسری طرف پھیر لیا کریں۔ اور ہر مومن مسلمان مرد اپنی شرمگاہ کو ہر وقت غیر سے چھپا کر حرام سے بچا کر رکھیں یہ نگاہوں کا پھرانا فروج کا بچانا، شرمگاہ کا چھپانا تا قیامت دنیا میں وتا ابد آخرت میں ان مسلمانوں کے لیے سب سے اچھا وسچا ستھرا پاکیزہ عمل ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ خبر رکھنے والا ہے ازل قدیم سے اور خبر دینے والا ہے دنیا میں قرآن وحدیث کے ذریعے اور خبر لینے والا ہے قبر وحشر میں سزا وجزا کے ذریعے ہر نیک وبد مومن وکافر کو ان اچھے برے اعمال کی جو وہ دنیا میں کرتے ہیں یا کریں گے۔

اس آیت کی تفسیر میں چند احادیث

ا۔ بیہقی شعب الایمان میں بروایت خواجہ حسن بصری مرسلاً بیان فرمایا کہ فرمایا آقا ﷺ نے اللہ تعالیٰ لعنت فرماتا ہے ان

مردوں پر جو غیر عورتوں کو دلچسپی سے دیکھیں اور ان عورتوں پر جو اپنا حسن دکھاتی پھریں۔ ۲۔ ابوداؤد ترمذی میں بروایت حضرت بریدہ ہے کہ فرمایا آقا ﷺ نے اے علی کبھی بھی غیر محرم عورت کو نظر جوڑ کر نہ دیکھنا کیونکہ اچانک کی پہلی نظر معاف ہے اور دوسری نظر معاف نہیں۔ ۳۔ مسلم شریف میں بروایت حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ اگر اچانک اجنبی عورت پر نظر پڑ جائے تو کیا کروں۔ فرمایا آقا ﷺ نے فوراً منہ دوسری طرف پھیر لے۔ ۴۔ مسند امام احمد میں بروایت حضرت ابوامامہ۔ فرمایا آقا ﷺ نے کہ جس مسلمان کی کسی اجنبی حسینہ کے چہرے پر نگاہ پڑی اور اس نے فوراً پھیر لی تو اللہ تعالیٰ اس بندے کو ہر عبادت کی مٹھاس عطا فرماتا ہے۔ جس کو وہ دنیا میں بھی بوقت عبادت محسوس کر لیتا ہے۔ ۵۔ ترمذی وابوداؤد وابن ماجہ میں بروایت بہزابن حکیم وہ اپنے والد دادا سے راوی کہ فرمایا آقا ﷺ نے کہ بجز اپنی بیوی یا لونڈی کے ہر عورت سے اپنی شرمگاہ کو بچاؤ۔ یعنی زنا متعہ، لواطت سے اور بلا معذوری کسی کو نہ دکھاؤ۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ اگر کسی جگہ کوئی مرد یا عورت تنہا ہو تو ننگا رہنے کا کیا حکم ہے۔ فرمایا بلا وجہ اکیلے بھی شرمگاہ نہ کھولو۔ اللہ تعالیٰ اور فرشتوں سے حیا کرو اللہ تعالیٰ تمہاری حیا کا زیادہ حقدار ہے۔ ۶۔ ترمذی شریف میں بروایت حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما ارشاد نبوی ہے کہ پانچ موقعوں کے علاوہ بلا وجہ ننگا ہونا جائز نہیں یعنی بول، براز واستنجا، غسل اور بیوی یا لونڈی سے ہم بستری کے وقت کاتبین اعمال، محافظین انسان اور برکت ورحمۃ کے فرشتوں سے بھی حیا داری فرض ہے۔ ۷۔ بخاری شریف میں بروایت مولیٰ علی ارشاد نبوی ہے کہ انسان اپنے تمام حواس سے زنا کرتا ہے۔ پہلا زنا۔ ا۔ نظر بازی سے۔ ۲۔ پھر زبانی باتوں سے۔ ۳۔ پھر کانوں سے گندے گانے سن کر۔ ۴۔ پھر ہاتھوں سے نامحرم کو ہاتھ لگا کر۔ ۵۔ پاؤں کا زنا چل کر جانا نامحرم عورت کے پاس۔ ۶۔ نامحرم سے معانقہ جسم کا زنا۔ ۷۔ بوس وکنار ہونٹوں کا زنا۔ یہ سات چھوٹے زنا راستے ہیں بڑی زنا کاری کا۔

حدیث مقدس ہشتم طبرانی میں بروایت عبداللہ ابن مسعود ارشاد نبوی ہے کہ انسان کی نگاہ شیطان کے زہریلے تیروں میں سے ایک تیر ہے۔ ۹۔ حدیث قدسی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس بندے نے فقط میری رضا کی خاطر غلط بازی کو چھوڑا۔ برائی سے منہ موڑا۔ تو میں اس کے ایمان میں ایسی حلاوت بھر دوں گا جس کو ہر وقت وہ اپنے دل میں پائے گا۔

حدیث دھم بخاری ابوداؤد ترمذی میں بروایت امام جعفر صادق وہ اپنے والد امام محمد باقر سے راوی وہ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے راوی کہ حَجَّۃُ الْوِدَاع کے موقع پر مشعر حرام کے پاس فضل ابن عباس رضی اللہ عنہما ایک عورت کو دیکھنے لگے تو آقا ﷺ نے ان کا سر پکڑ کر پھیر دیا ان تمام احادیث مقدسات سے ثابت ہوا کہ نامحرم پر نظر ڈالنا سخت خطرناک گناہ ہے۔ اس حکم میں مسلمہ، غیر مسلمہ، چادر میں لپٹی، برقعہ پوش ہر عورت داخل ہے۔

ان آیتوں میں اختلافی اقوال

بُیُوْتًا کی مراد میں پانچ قول۔ ا۔ اکثر نے فرمایا اس سے مراد سفری ہوٹل وسرائیں ومسافر خانے ہیں۔ ۲۔ بعض نے کہا اس سے مراد کرائے کی دکانیں۔ ۳۔ بعض نے کہا۔ مراد بازار ہیں۔ ۴۔ بعض نے کہا اس سے مراد آمد ورفت والے گھر ان سب اقوال میں مَتَاعٌ لَّكُمْ سے مراد سفری یا تجارتی سامان ہے ان میں پہلا قول درست ہے۔ ۵۔ بعض حمقانے کہا کہ بیوت سے سفری یا گھریلو بیت الخلا مراد اور متاع سے مراد فارغ ہونا یہ تو بہت ہی غلط قول ہے یَغُضُّوْا اور یَحْفَظُوْا کے مکلفین میں دو

قول۔ ا۔ اکثر نے فرمایا کہ یہاں مسلم غیر مسلم سب ملکی مرد مراد ہیں کیونکہ یہ انتظامی امور میں سے ہے اس طرح کے تمام اخلاقی امور میں کفار بھی پابند و مکلف ہوتے ہیں۔ کفار کی کھلی چھٹی نہیں دی جاسکتی کہ وہ سرراہ ہر مسلم غیر مسلم عورت کو گھورتے پھریں۔ لیکن لِلْمُؤْمِنِيْنَ کی تخصیص فرمانا دو وجہ سے ہے۔ ا۔ یہ کہ مسلم اکثریت کی بنا پر۔ کفار اقلیت گنے جاتے ہیں۔ ۲۔ یہ کہ مومنین اس حکم کی پابندی کریں تو ثواب پائیں کفار کو ثواب نہیں۔ اگر پابندی نہ کریں تو مسلم غیر مسلم دونوں کو تعزیری دنیوی سزا۔ ۲۔ بعض نے کہا کہ یہاں صرف مسلمان مرد ہی مراد ہیں نہ کہ غیر مسلم کیونکہ یہ حکم شرعی ہے اور شریعت کے مکلف صرف مسلمان ہیں اس لیے خصوصیۃ سے قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ فرمایا گیا۔ مگر یہ قول غلط ہے مندرجہ بالا وجوہ کی بنا پر۔ مِنْ اَبْصَارِهِمْ کے مِنْ میں تین قول۔ ا۔ اکثر نے فرمایا یہ مِنْ تبعیضیہ ہے یعنی نگاہ کو کچھ نیچا رکھو پورا نہیں۔ ۲۔ بعض نے کہا یہ مِن صلہ ہے اَبْصَار کا یعنی گھور کر نہ دیکھو۔ ۳۔ بعض نے کہا یہ مِنْ زائدہ ہے۔

فائدے

ان آیتوں سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ **پہلا فائدہ:** یہ جسم کا ہر وہ حصہ جس کو دیکھ کر شہوت آئے اس کا پردہ فرض ہے۔ اسی لیے اسلامی پردہ عورت کے چہرے سے ٹخنے تک ہے یہ فائدہ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ سے حاصل ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ جانوروں کے جسم کے کسی بھی حصے کا پردہ نہیں کرایا جاتا کیونکہ اس کی طرف دیکھ کر انسان کو شہوت نہیں آتی۔ قانون شرعی میں ننگیز کو شرمگاہ بھی کہا جاتا ہے وہ چار قسم کی ہے۔ ا۔ مرد کی شرمگاہ یہ ناف سے گھٹنے تک امام اعظم کے نزدیک ناف کے نیچے سے گھٹنے کے نیچے تک ننگیز یعنی ناف ننگیز نہیں گھٹنے ننگیز ہیں دیگر آئمہ ثلاثہ کے نزدیک خود ناف اور خود گھٹنا ننگیز نہیں ہے امام مالک فرماتے ہیں کہ مرد کی ران بھی ننگیز نہیں ہے مگر حدیث پاک میں ارشاد نبوی ہے کہ اے علی نہ کبھی اپنی ران ننگی کرنا نہ کبھی کسی زندہ یا مردہ آدمی کی ران دیکھنا اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ران شرمگاہ میں شامل۔ دو نوجوان مردوں کا یا دو غیر عورتوں کا ایک بستر میں بلا مجبوری سونا منع ہے۔ غیر محرم عورت مرد کا مصافحہ و معانقہ بھی ناجائز اسی طرح ہاتھ پاؤں چومنا بھی حرام لیکن والد بیٹی کا اور والدہ بیٹے کا شفقۃً منہ ماتھا چوم سکتے ہیں۔ ۲۔ عورت کا ننگیز عورت کے کندھوں سے گھٹنوں تک غیر مسلم عورت سے بھی مسلمان عورت کو پردہ لازم ہے کیونکہ دین میں اجنبی ہے۔ ۳۔ ننگیز عورت کا مرد سے یہ سر سے ٹخنوں تک ہے کہ بال، چوٹی، چہرہ، پیٹ، پیٹھ سب چھپانا صرف ہاتھ پاؤں کھلے ہونا جائز۔ ہر نماز میں بھی عورت کا یہی پردہ واجب ہے صرف چہرہ و ہاتھ پاؤں کھلے رکھنا جائز ہے۔ اجنبی مرد سے چہرہ چھپانا اشد واجب ہے کہ یہی اصل مقام شہوت چار زنا صرف چہرے پر ہوتے ہیں۔ ۴۔ مرد کا ننگیز عورت سے چہرہ اور ناف سے گھٹنے تک عورت کے لیے ان کو دیکھنا ناجائز۔ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ سے یہی چار قسم کے ننگیز مراد ہیں ان کی حفاظت ہر مسلمان پر فرض ہے کہ خود کو بھی چھپاؤ اور اپنی ماں بہن بیوی بیٹی کو بھی اجنبی نگاہوں سے بچاؤ چھپاؤ۔ **دوسرا فائدہ:** پانچ بندوں کو پانچ بندوں کا چہرہ دیکھنا جائز ہے۔ ا۔ اگر نکاح کرنا مقصود ہو تو عورت و مرد کچھ فاصلے سے ایک دوسرے کا چہرہ دیکھ سکتے ہیں۔ ۲۔ اگر لونڈی کو خریدنے کا ارادہ ہو تو بھی سر چہرہ بلکہ پیٹھ وغیرہ دیکھ سکتا ہے۔ ۳۔ اگر عورت گواہ ہو تو قاضی، وکیل چہرہ دیکھ سکتے ہیں۔ ۴۔ ڈاکٹر دائی بھی مرض کی جگہ دیکھ سکتے ہیں۔ ۵۔ ڈوبتے یا جلتے کو بچانے بچانے کے لیے دیکھنا پکڑنا جائز ہے یہ فائدہ لَيْسَ عَلَيْكُمْ

جُنَاحٌ کے اطلاق سے حاصل ہوا۔ **تیسرا فائدہ:** تقویٰ یہ ہے کہ اپنی بھی شرمگاہ خاص نہ دیکھو۔ صدیقہ فرماتی ہیں میں نے زندگی بھر نہ اپنی شرمگاہ دیکھی نہ اپنے خاوند کی۔ عثمان غنی فرماتے ہیں جب سے چہرہ اقدس پر نگاہ پڑی ہے کبھی اپنی شرمگاہ نہ دیکھی نہ اپنی بیوی کی۔ اہل تقویٰ غسل خلوت بھی تہبند باندھ کر کرتے ہیں۔ حدیث مقدس میں ارشاد ہے کہ نگاہ ہی دل میں شہوت پیدا کرتی ہے۔ ایسا ہی توریت مقدس میں تھا۔ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تو اپنی پنج سالہ عمر میں ہی طوائف سے اپنی آنکھیں بند کر کے اس حدیث اور یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ کی تعلیم اسلامی کا نقشہ پیش کر دیا تھا۔ جس سے متاثر ہو کر اس بازاری طوائف نے اپنی گناہگار زندگی سے توبہ کر لی تھی اور اسی نے یہ سب واقعہ لوگوں کو سنایا۔ یہ فائدہ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ کی تعلیم قرآنی سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ:** قانون شریعت کے مطابق اگر کسی شخص کے پھلدار درخت کی شاخیں پڑوسی کے گھر میں جا رہی ہوں تو مالک درخت شاخیں کاٹنے یا پھل توڑنے کے لیے پڑوسی کے گھر اجازت لے کر ہی جا سکتا ہے بلا اجازت جانا گناہ ہے۔ اس گناہ و جرم پر عدالت اس کو تعزیری سزا بھی دے سکتی ہے اور پڑوسی اس مالک درخت کو روک بھی سکتا ہے یا اپنے گھر میں آئی ہوئی شاخیں توڑ کر اسی کے گھر میں پھینک بھی سکتا ہے یا زبردستی کرنے کی صورت میں مقدمہ بھی کر سکتا ہے اور عدالت سے سزا بھی یہ مسئلہ۔ لَيْسَ عَلَيْكُمْ میں غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ کی قید سے مستنبط ہوا۔ **دوسرا مسئلہ:** فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص کی دیوار میں اتنا نیچا روشندان یا ہوادان ہو کہ پڑوسی کے آنگن میں نگاہ پڑتی ہو اور پڑوسیوں کو بے پردگی وغیرہ کی تکلیف ہوتی ہو تو پڑوسی کو حق حاصل ہے کہ وہ اس سوراخ کو بند کر دے یہ مسئلہ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ کے فرمان ربانی سے مستنبط ہوا۔ کیونکہ اس سوراخ سے پڑوسی کو تکلیف ہے جس کو وہ برملا ظاہر کرتا ہے اور سوراخ اس کی تکلیف کو چھپا تا و بڑھاتا ہے۔ **تیسرا مسئلہ:** اجنبی غیر محرم عورت یا مرد پر پہلی اچانک نگاہ معاف ہے دوسری نگاہ مکروہ تحریمی۔ تیسری نگاہ حرام ہے۔ اس کا عذاب ہے پہلی ارادۃً نگاہ بھی حرام ہے۔ یہ مسئلہ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (الخ) سے مستنبط ہوا۔ احادیث میں اس آیت کی یہی تفسیر ہے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ **پہلا اعتراض:** اس کی کیا وجہ کہ يَغُضُّوْا کے حکم میں مِنْ ہے لیکن يَحْفَظُوْا کے حکم میں مِنْ نہیں ہے۔ **جواب:** اس کی وجہ یہ کہ ابصار سے ایک وقت میں دو کام لیے جاتے ہیں۔ ایک جائز ایک ناجائز۔ جائز کام راستہ دیکھنا، ناجائز کام راہ چلتی عورتوں کو دیکھنا فرمایا جا رہا ہے کہ آنکھیں کچھ کھولو تا کہ راستہ دیکھ سکو اور نیچی رکھو تا کہ عورتوں کو نہ دیکھ سکو اس لیے مِنْ تبعیضیہ لایا گیا جس نے بعض کھولنے بعض نیچی رکھنے کا حکم دیا۔ لیکن شرمگاہ کا ایک ہی کام ہے صحبت وطی۔ وہ بھی ہر وقت نہیں اس لیے حکم دیا جا رہا ہے کہ فروج کی ہر وقت مکمل طور پر حفاظت کرو ہر ایک سے چھپا کر بھی اور حرام سے بچا کر بھی۔ صرف حلال کے لیے کھولو حلال ہی کے سامنے اس لیے یہاں مِنْ کی ضرورت نہیں ہے۔ **دوسرا اعتراض:** یہاں فرمایا گیا۔ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ پہلے فرمایا گیا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا ان آیتوں سے ثابت ہو رہا ہے کہ

بلا اجازت صرف مسافر خانوں ہوٹلوں میں جانا جائز ہے مگر رہائشی گھروں میں بلا اجازت کبھی کسی صورت میں بھی جانا جائز نہیں۔ چنانچہ تفسیر روح البیان ششم ۱۳۹ پر بھی اسی ثبوت میں فاروق اعظم کا ایک واقعہ منقول ہے کہ آپ عبداللہ ابن مسعود کے ساتھ ایک رات گشت پر تھے کہ ایک گھر سے کچھ گانے کی آواز بلند ہوئی آپ نے جھانک کر دیکھا کہ ایک بوڑھے کے سامنے برتن میں شراب رکھی ہوئی ہے اور ایک جوان مغنیہ گا رہی ہے۔ دونوں حضرات پچھلی دیوار سے پھلانگ کر اندر گئے اور فاروق اعظم نے جھڑکتے ہوئے فرمایا کہ اے بڈھے کیا تجھ جیسے عمر رسیدہ مرد کو یہ بدخصلتی مناسب ہے۔ بڈھے نے عرض کیا یا امیر المومنین میں نے تو ایک گناہ کیا مگر آپ نے تین گناہ کئے۔ آپ نے فرمایا وہ کس طرح بوڑھے نے جواباً کہا پہلا یہ کہ آپ نے میرے گھر میں جھانک کر میری جاسوسی کی حالانکہ سورۃ حجرات آیت ۱۲ میں ارشاد ہے۔ وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ۔ دوم یہ کہ آپ میرے گھر میں پیچھے سے آئے حالانکہ سورۃ بقرہ آیت ۱۸۹ میں ہے۔ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا۔ سوم یہ کہ آپ مجھ سے اجازت لیے بغیر میرے گھر میں آ گئے۔ حالانکہ سورۃ نور آیت ۲۷ میں ہے۔ لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا۔ یہ سن کر فاروق اعظم نے اپنی غلطی تسلیم کی اور استغفار پڑھتے ہوئے واپس تشریف لے گئے اور اس وقت بوڑھے کو کچھ نہ کہا بعد میں بلا کر تنبیہ کی توبہ کرائی۔ لیکن فقہاء فرماتے ہیں کہ سات قسم کے لوگوں کو رہائشی گھروں میں بلا اجازت جانا جائز ہے ان میں سے حکومتی چھاپہ مارنا بھی ہے۔ تو فاروق اعظم نے اس طرح چھاپہ مارنے کو اپنی غلطی کیوں سمجھا اور اگر واقعی شرعاً یہ غلطی ہے تب تو جرائم پکڑنے بہت مشکل ہو جائے گا۔

جواب: اولاً تو یہ واقعہ ثقہ و مستند نہیں روح البیان والے صحابہ کرام کے متعلق اکثر اسی قسم کے غیر ثقہ واقعات غالباً کتب روافض سے نقل کر دیتے ہیں۔ اسی لیے ہمارے علماء فرماتے ہیں کہ روایات روح البیان پر اعتماد نہ کیا جائے۔ ثانیاً دراصل جرائم خانے تین قسم کے ہیں۔ ۱۔ بعض گھر جرائم میں مشہور۔ ۲۔ اور بعض گھروں کی مخبری کی گئی ہو۔ اسی قسم کے گھروں میں بلا اجازت چھاپہ مارنا اور ایک دم بلا اطلاع محتسب حاکم یا پولیس کا گھر میں داخل ہو جانا شرعاً جائز بلکہ واجب ہے تاکہ جرم اور مجرم پکڑا جا سکے۔ ۳۔ بعض گھر غیر مشہور و مخفی جرائم گاہ ہوتے ہیں ان میں چھاپہ مارنا اور بلا اجازت و اطلاع داخل ہونا منع ہے۔ ایسے گھروں سے جرم پکڑنے کے چند طریقے شرعی عدالت نے مقرر فرمائے ہیں۔ ۱۔ اگر پہلی بار کسی گھر میں جرم ہونے کا پتہ لگے تو اولاً حاکم اہل خانہ مجرموں کو سرزنش کرے آئندہ کے لیے توبہ کرائے اگر پھر بھی باز نہ آئے تو اچانک چھاپہ مارے۔ ۲۔ یا مثلاً اگر کسی گھر میں کوئی مجرم پوشیدہ ہو تو اس کو پکڑنے کے لیے پہلے اس گھر کا گھیراؤ کیا جائے پھر چھاپہ مارا جائے یہ گھیراؤ گویا حاکمانہ اطلاع اور اجازت طلبی ہی ہے وغیرہ۔ **تیسرا اعتراض:** اس کی کیا وجہ کہ یہاں پہلے نگاہیں نیچی کرنے کا حکم دیا گیا بعد میں حفاظت شرمگاہ حالانکہ جتنی بے غیرتی فحاشی فروج کی بدکاری حرام کاری سے پھیلتی ہے اتنی آنکھوں کی آنکھ بازی سے نہیں پھیلتی تو چاہئے تھا کہ پہلے حفاظت فروج کا ذکر کیا جاتا۔ بعد میں غضِ ابصار کا۔ تاکہ شرمگاہوں کی حفاظت کے اہم و اول ہونے کا اشارہ ملتا رہتا۔ **جواب:** یہ بات فطرتاً و اخلاقاً و اجماعاً تجربتاً ثابت ہے کہ حفاظت فروج سے غضِ ابصار زیادہ اہم و ضروری ہے اس کی چار وجہ۔ **اول** یہ کہ نگاہ بازی قلب میں لذت زنا اور نفس امارہ میں خواہش زنا پیدا کرتی ہے یعنی آنکھ دعوت دیتی ہے تب دل آمادہ ہوتا ہے یہاں تک کہ آلہ بدکاری میں شہوت بھی آنکھ بازی

سے آتی ہے۔ **دوم** یہ کہ نگاہ ہر وقت بھٹک سکتی ہے۔ فرج ہر وقت نہیں بھٹک سکتی اس کے لیے بڑی تیاری و منصوبہ بندی کرنی پڑتی ہے پھر بھی کبھی کام بنتا ہے کبھی نہیں۔ **سوم** یہ کہ نظر کا زنا عام ہے شرمگاہ کے زنا سے۔ **چہارم** یہ کہ اسباب زنا نگاہیں مہیا کرتی ہیں۔ مثلاً آنکھ سے دیدار حسن، اشارہ بازی، پرچہ نویسی، میل ملاقات، آمد و رفت پھر پر کہیں جا کر فرج کا کام شروع ہوتا ہے ان وجوہ سے پہلے غض ابصار یعنی نگاہوں پر پابندی لگانے کا حکم دیا گیا بعد میں حفاظت فروج کا۔ یہی ترتیب عین حکمت و سعادت ہے اسی وجہ سے ستر پوشی اسی وجہ سے پردہ نشینی نہ آگ و پٹرول کا قرب ہو نہ آگ لگے۔ مرد و عورت کا تعلق بھی آنکھ جوڑتی ہے۔ رب تعالیٰ ہر مسلمان کو اپنی حفاظت میں رکھے۔

تفسیر صوفیانہ

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ۝ ۔ اے سالکین واصل اور واصلین کامل تم پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ اپنے ان بیُوتِ جسمانی میں تصرف خلوت و مداخلت جلوت کرو جن میں سکون قلبی و اطمینان روحانی کی رہائش و سکونت نہ ہو۔ اور صاحب بیت کی متاع اعمال بھی نہ رہے۔ اے راہ سلوک کے مسافر جائز ہے تمہارے لیے اس انسانیت فانی میں قدم اعمال و متاع اسرار ودیعت رکھنا جس کے وجود پر حق تعالیٰ کی طرف سے فنا وارد ہو گئی ہے۔ اے قرب جمال کی منزل پا لینے والے مسافرین طریقت ایسے ہی مکانات جسمانیہ میں تمہارا سامان عضویات دولت عملیات متاع صالحات کا خزانہ رکھا جا سکتا ہے۔ اسی سامان و اعمال کے تم دنیا جہان و آخرت مکان میں حاجت مند ہو۔ یہی سیرِ الی اللہ اور سفرِ ملکوت کی راہ و گذرگاہ انوار ہے۔ اسی سامان کو حاصل کرنے کے لیے تمہارے جسموں میں تمہاری روحیں امانت رکھی گئیں ہیں۔ تمہارے جسم اسفل السافلین ہیں اور ارواح اعلیٰ علیین کے پرندے ہیں لہٰذا اس عالم رنگ و بو میں وہ طریقہ اختیار کرو کہ اجسام اسفل وطن ارواح میں پہنچ جائیں۔ خبردار اس طریقہ شیطانیہ پر نہ چلنا کہ اعلیٰ علیین کی روحیں مع جسم کے اسفل السافلین کے بیوت ویران میں گرا دی جائیں۔ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے تمہارے اچھے برے اعمال۔ کامل و ناقص عبادات و استعمال آلات انسانی اچھی بری نیات کو جو تم کردار ظاہر سے بتاتے دکھاتے ہو اور جو قلبی عقلی فکریات چھپاتے ہو وہ خالق تعالیٰ ہر خیر و شر کو جانتا ہے کہ تم میں کون رضاء رحمانی کا طلب گار ہے اور کون ہوائے نفسانی کا خواہش مند۔ یاد رکھو کہ خلوص قلبی کے خالص موتیوں کو مخزن بنانے کے لیے قالب بھی خاص ہوتے ہیں اس در ثمین و قیمتی جواہر کو ہر نالائق کی جیب میں نہیں رکھا جا سکتا۔ لہٰذا اے ہادی کونین۔ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ۭ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝ ۔ حکم فرما دے شریعت، طریقت، حقیقت معرفت کا ایمان رکھنے والوں کو کہ اگر تم خزانہ ایمان و اعمال بچانا چاہتے ہو تو عقل فتور کی طرف سے منہ پھیر لو اور نظروں کو دنیا سے ہٹا لو اور دنیوی لذتوں سے نگاہیں پھرا لو۔ ظاہری باطنی شرمگاہوں کو جلوت خلوت میں چھپاؤ۔ حدیث مقدس میں فرمان نبوی ہے اے بندو تم اپنی نگاہوں کی ضمانت دو تو میں تم کو جنت کی بشارت دیتا ہوں۔ ایمان معرفت کی چھ حفاظتیں اور سات نگاہیں ہیں۔ پہلی حفاظت بات کی کہ جب بولو تو سچ بولو اگرچہ سر پر تلوار رہو۔ دوم حفاظت وعدہ کہ وعدہ سوچ سمجھ کر کرو اور جب کر لو تو ہر قیمت پر مقررہ وقت پر پورا کرو۔ تیسری حفاظت امانت کی اپنی جان کی طرح حفاظت کرو کہ نہ ضائع ہو نہ خیانت ہو۔ حفاظت چہارم شرمگاہوں کی مکمل

ستر پوشی خلوت میں بھی۔ پانچویں حفاظت عبادت وریاضت ووظائف کی۔ چھٹی اپنے اعضاء کی حفاظت غلط کاری بداعمالی سے بچا کر۔ پہلی نگاہ ظاہری بدنی کو محرمات شرعیہ سے بند رکھنا۔ نگاہ دوم نفس امارہ کی اس کو شہوات وخواہشات سے بند رکھنا۔ نگاہ سوم عقل کی اس کو طبیعت انسانی محبت فانی اور حسن شیطانی سے بچانا۔ نگاہ چہارم قلب کی اپنے اعمال کی رویت اور نعیم آخرت کی لالچ سے بند کرنا۔ تاکہ نہ اعمال کا غرور ہو نہ خلوص کا فتور ہو۔ نگاہ پنجم شعور کی، دنیوی تفکرات، دینی حادثات نفس کے معاملات اور ارواح کے حالات وشخصی کیفیات سے پھیر لینا تاکہ نہ ریا کاری قریب ہو نہ رضاء الٰہی دور ہو بلکہ مشاہدہ اسرار کا سرور حاصل ہو۔ دنیا میں اس طرح رہو کہ وجود حق کی تلاش میں صفات حق کی رویت ہو جائے اور سالکین حقیقت کو دیدار انوار میں مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ۞ کے قرب جمال تک پہنچنا نصیب ہو۔ جس طرح حبیب دیدار محبوب میں مقام لامکانی تک پہنچائے گئے معراج عارفین قدم حبیب کے قاب قوسین تک پہنچنا ہے۔ نگاہ ششم روح کی نظر، اس کو التفات ماسوا اللہ سے ہٹانا۔ نگاہ ہفتم ہمت فکر کی، اس کو عقلی علتوں، نفسی ذلتوں اور خوش فہمیوں سے بند کرنا۔ تاکہ نفس امارہ کو اپنی لیاقت وقابلیت واہلیت کا غرور نہ ہونے لگے۔ ان سب ریاضتوں کے بعد بندہ سالک مشاہدہ حق کر سکتا ہے۔ اے صراط طریقت کے مسافرو فروج ظاہری کے ساتھ فروج باطنی کی بھی حفاظت کرو تاکہ اعمال دینی وافعال دنیوی میں بے جا مداخلت وفضول تصرف سے بچ جاؤ۔ یہ پابندی ریاضت اور نظر وفرج کی حفاظت اَزْکٰی ہے تمہارے لیے حادثات دنیا سے بچانے اور حقوق عقبیٰ کے دلانے میں بیشک اللہ تعالیٰ خبیر ہے ان اعمال سے جو تم ادائیگی حقوق اور وصولی حظوظ میں دن کی جلوتوں رات کی خلوتوں میں کرتے ہو۔ یا اللہ ہم کو ان بندوں میں سے جو ہر عمل خیر کے حق کی رعایت کرتے ہیں اور ادائیگی عبادت کا حق ادا کرتے ہیں۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ اگر بندوں کا دل دنیا میں رہے اور دنیا اس میں نہ آنے پائے تو حسب ضرورت اَجَلِیّ دنیا کو استعمال کرنا جائز ہے۔ لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ۔ دنیا کو اس طرح استعمال کرنا جائز ہے جس طرح آب دریا کو کشتی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اس طرح استعمال سے تم پر گناہ نہیں۔ اس سے زیادہ وعلاوہ استعمال دنیا گناہ ہے فاروق اعظم نے فرمایا چار چیزوں سے عبادت کی حقیقی معرفت ملتی ہے۔ ۱۔ شرعی فرائض کی مکمل ادائیگی سے۔ ۲۔ شریعت کی ممنوعہ چیزوں سے ایسی نفرت جیسی گندے مردار سے نفرت ہوتی ہے۔ ۳۔ غضب الٰہی سے خود بھی بچنا لوگوں کو بھی بچانا۔ ۴۔ رضاء کبریائی کے لیے احکام شریعت پورے کرنا اور کرانا عثمان غنی نے فرمایا۔ بھلائی چار چیزوں میں ہے۔ ۱۔ نوافل عبادت میں۔ ۲۔ شرعی احکام پر قیام وصبر میں۔ ۳۔ تقدیر پر شاکر رہنے میں۔ ۴۔ اللہ تعالیٰ سے حیا کرنے میں۔ مولیٰ علی نے فرمایا۔ ایمان کا دل پر سفید نقطہ ہوتا ہے اور منافقت کا سیاہ نقطہ بندہ جیسے عمل کرے ویسے ہی نقطے بڑھتے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ یا سارا دل سفید ہو جاتا ہے یا سیاہ۔

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ

اور حکم دیجئے مومن عورتوں کو کہ راہ چلتے نیچی رکھا کریں اپنی نگاہوں کو

اور مسلمان عورتوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں

وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ

اور حفاظت کیا کریں اپنی پوری ستر پوشی کی اور نہ ظاہر ہونے دیں اپنی قدرتی و بناوٹی خوبصورتی کو

اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ نہ دکھائیں

إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ ۖ

مگر وہ جو مجبوراً ظاہر ہوتا ہو اس خوبصورتی میں سے اور اوڑھے رہیں اپنے موٹے دوپٹوں کو اپنے سینوں تک

مگر جتنا خود ہی ظاہر ہو اور دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں

وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ

اور نہ ظاہر ہونے دیں اپنی خوبصورتی کو مگر اپنے گھر والے خاوندوں کے لیے

اور اپنا سنگار ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں پر

أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ

یا اپنے والد یا اپنے سسر یا اپنے سگے بیٹوں

یا اپنے باپ یا شوہروں کے باپ یا اپنے بیٹے

أَوْ أَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ

یا اپنے سوتیلے بیٹوں یا اپنے سگے بھائیوں یا اپنے بھتیجوں یا اپنے بھانجوں

یا شوہروں کے بیٹے یا اپنے بھائی یا اپنے بھتیجے یا اپنے بھانجے

أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ

یا اپنی دینی بہنوں پر یا اپنی زر خرید ملکیتی لونڈیوں پر

یا اپنے دین کی عورتیں یا اپنی کنیزیں

أَوِ التَّابِعِينَ غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ

یا اپنے حکم کے تابع ان نوکروں خادموں پر جو بالکل شہوت والے نہ ہوں (نامرد خسرہ ہوں)

جو اپنے ہاتھ کی ملک ہوں یا نوکر بشرطیکہ شہوت والے مرد نہ ہوں

أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَىٰ عَوْرَاتِ النِّسَاءِ ۖ

یا وہ نابالغ نوکر جو ناواقف ہوں عورتوں کی شرم گاہوں سے

یا وہ بچے جنہیں عورتوں کی شرم والی چیزوں کی خبر نہیں
وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ
اور نہ پٹخ کر چلیں اپنے پیروں کو ایسے کہ جان لیا جائے اس زینت کو جس کو چھپا رہی ہوں ہر اٹھنے والی اچانک نگاہوں سے
اور زمین پر پاؤں زور سے نہ رکھیں کہ جانا جائے ان کا چھپا ہوا سنگار
وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿۳۱﴾
اور سب مومن مرد و عورت توبہ کرتے رہو اللہ تعالیٰ کی طرف تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ
اور اللہ کی طرف توبہ کرو اے مسلمانو سب کے سب اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ

تعلقات

اس آیت پاک کا پچھلی آیات پاک سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آیات میں مومن مردوں کو دو حکم عطا فرمائے گئے کہ راستوں میں اپنی نگاہیں نیچی رکھا کرو اور اپنی شرمگاہوں کی ہر وقت حفاظت کیا کرو۔ اب ان آیات میں مومن عورتوں کو تین حکم دیئے جا رہے ہیں۔ ۱۔ راستوں میں اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں۔ ۲۔ اپنی شرمگاہوں یعنی پورے جسموں کو چھپا کر حفاظت کیا کریں۔ ۳۔ اپنی قدرتی و مصنوعی زینت و خوبصورتی کو ظاہر نہ ہونے دیں یعنی چہروں کا پردہ کریں۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیات میں مسلمانوں کو اجنبی گھروں میں بلا اجازت داخل ہونے سے منع فرمایا گیا اور غیر اجنبی گھروں میں بلا اجازت داخل ہونے کی اجازت دی گئی۔ اب ان آیات میں مسلمان عورتوں کو اجنبی مردوں سے پردہ کرنے کا اور غیر اجنبی مردوں کے سامنے بلا پردہ آنے کی اجازت دی جا رہی ہے۔ اجنبی گھر اور اجنبی مرد کی تعریف تفسیر عالمانہ میں بیان کی جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ **تیسرا تعلق:** پچھلی آیات میں مسلمان مردوں کو نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم دیا گیا۔ اب ان آیات میں مسلمان عورتوں کو راہ چلتے ایسی حرکات سے منع کیا جا رہا ہے جس سے اجنبی مردوں کی نگاہیں خود بخود ان کی طرف اٹھیں۔

تفسیر نحوی

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ يَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَ لَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۖ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ۔ واؤ ابتدائیہ۔ قُلْ فعل با فاعل پوشیدہ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یہ جار مجرور متعلق ہے قُلْ کا سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر قول ہوا۔ يَغْضُضْنَ باب نَصَر کا مضارع بمعنی امر غائب معروف صیغہ جمع مونث غائب غضٌ مضاعف ثلاثی سے مشتق ہے ترجمہ ہے جھکا کر رکھنا، نیچے رکھنا زمین کی طرف دیکھنا مراد ہے چہرہ جھکا رکھنا۔ مِنْ تبعیضیہ اَبْصَار۔ جمع مکسر ہے بَصَرٌ کی مضاف ہے هِنَّ۔ اسم ضمیر جمع مونث غائب مرجع ہے مُؤمِنَات۔ یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے يَغْضُضْنَ کا۔ یہ فعل اپنے پوشیدہ فاعل ضمیر صیغہ اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ يَحْفَظْنَ۔ باب سَمِعَ کا فعل مضارع بمعنی امر۔ صیغہ جمع مونث غائب۔ حِفْظٌ سے مشتق ہے۔ اگر یہ اصل امر ہوتا تو

لِیَحْفَظْنَ ہوتا لام امر مکسور کے ساتھ اور حکم شرعی فرض ہو جاتا۔ مضارع کو بمعنی امر کرنے سے حکم وجوبی ہوا۔ یہی کیفیت یَغْضُضْنَ کی ہے۔ فُرُوْجَ۔ اسم جمع مکسر منصرف تکثیری اس کا واحد ہے فَرْجٌ۔ حاصل مصدر ہے کبھی بمعنی اسم فاعل ہوتا ہے کبھی بمعنی اسم مفعول لغوی ترجمہ ہے چیرنا، پھاڑنا، شگاف و سوراخ کرنا، کشادگی کرنا۔ اصطلاحی معنی ہے اگلی پچھلی شرم گاہ مرد کی یا عورت یا ہر مذکر مونث جانور کی۔ اگر بمعنی اسم فاعل ہو تو مرد کا آلہ تناسل اور اگر بمعنی اسم مفعول ہو تو عورت کا آلہ ولادت مراد ہوتا ہے۔ دراصل شرم گاہ ہر وہ جسم ہے جس کو دیکھ کر شہوت آئے یہ مرد انسان کا ناف سے گھٹنوں تک ہے اور عورت کا سر چہرے سے ٹخنوں تک ہے۔ اسی کو فارسی میں ننگیز کہا جاتا ہے اسی کا پردہ فرض ہے۔ یہاں یہی مراد ہے یہ مضاف هُنَّ مضاف الیہ مرکب اضافی مفعول بہ ہے یَحْفَظْنَ کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ۔ واؤ عاطفہ۔ لَا یُبْدِیْنَ۔ باب افعال کا فعل نہی بَدْوٌ ناقص واوی سے بنا ہے اس کا مصدر ہے اِبْدَاءٌ ترجمہ ہے ظاہر کرنا، جرأت دکھانا۔ اسی معنی میں بیرون شہر علاقہ کو بَدْوَۃٌ، بَدَاوَۃٌ یا بِدَاوَۃٌ گنوار اور جنگل میں رہنے والے آدمی کو بَدْوِیْ کہا جاتا ہے یا بَدَاوِی پہلے مشورے کو بادِیُ الرَّائے کہا جاتا ہے۔ اسی سے ہے ابتدا اور مبتدا۔ کیونکہ جو پہلے ہو وہ خوب ظاہر ہوتا ہے۔ اس کا فاعل ضمیر صیغہ هُنَّ پوشیدہ زِیْنَتَ۔ اسم مفرد مونث۔ ترجمہ ہے خوبصورتی۔ اس کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ ۱۔ قدرتی حسن۔ ۲۔ بناوٹی فیشن یہاں دونوں مراد ہیں۔ زینت مضاف هُنَّ ضمیر نفسی بمعنی اپنی مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مستثنیٰ مِنْهُ ہے اِلَّا حرف استثنا مَا اسم موصول۔ ظَهَرَ باب نَصَرَ کا ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ واحد مذکر غائب ظُهُوْرٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے کھل جانا مِنْ حرف جر بعضیت کے لیے بمعنی کچھ تھوڑی هَا ضمیر کا مرجع ہے زِیْنَۃ۔ یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے ظَهَرَ کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر مستثنیٰ ہوا۔ زِیْنَتَهُنَّ۔ یہ دونوں مستثنیٰ مِنْهُ و مستثنیٰ مل کر مفعول بہ ہے لَا یُبْدِیْنَ کا۔ ایک قول میں یہ استثنا ہے جملے کا جملے پر۔ یعنی لَا یُبْدِیْنَ کا جملہ مستثنیٰ منہ ہے اور مَا ظَهَرَ کا جملہ اس کا مستثنیٰ ہے۔ مگر پہلا قول درست ہے۔ لَا یُبْدِیْنَ فعل فاعل مفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ ہو کر پھر معطوف علیہ اگلی عبارت کا واؤ عاطفہ۔ لِیَضْرِبْنَ۔ باب ضَرَبَ فعل امر معروف صیغہ جمع مونث غائب ضَرْبٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے مارنا، بیان کرنا، پٹخنا۔ یہاں مراد ہے سختی سے لپیٹنا۔ بِ حرف جر مفعولیت کے لیے معنی ہے کو۔ خُمُرِ۔ اسم جمع مکسر تقلیلی منصرف اس کا واحد ہے خِمَارٌ خَمْرٌ کا اسم مبالغہ بروزن فِعَال کتاب۔ اس کا مصدر مزید فیہ مُخَامَرَۃٌ (مُفَاعَلَۃ) ترجمہ ہے چھپانا۔ خِمَارٌ بمعنی دوپٹہ، اوڑھنی، برقعہ۔ جو جسم کو اچھی طرح چھپائے اسی سے ہے خَمْرٌ بنصب المیم بمعنی نشہ آور انگوری شراب جو عقل وحواس کو چھپا لے اس کا مصدر مزید فیہ ہے اِخْتِمَارٌ اور ترجمہ ہے خمیر کا جھاگ بننا جو نیچے کی اصل چیز کو چھپالیں۔ خُمُرِهِنَّ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق اول ہے لِیَضْرِبْنَ کا۔ عَلٰی جارہ برائے فوقیت بمعنی اوپر۔ جُیُوْب اسم جمع مکسر۔ اس کا واحد ہے جَیْبٌ۔ ترجمہ ہے گریبان، سینہ، بغل، نرم دل یہاں بمعنی گریبان و سینہ ہے۔ جُیُوْبِهِنَّ۔ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے لِیَضْرِبْنَ کا یہ فعل با فاعل اپنے دونوں متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ۔ واؤ عاطفہ۔ لَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ۔ سابقہ ترکیب کی مثل مستثنیٰ منہ ہوا۔ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِیْنَ غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِیْنَ لَمْ یَظْهَرُوْا عَلٰی عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۪ اِلَّا

حرف استثنا۔ لام حرف جر نفع کا۔ بُعُوْلَتِ اسم جمع مکسر منصرف اس کا واحد ہے بَعْلٌ۔ لغوی ترجمہ ہے غالب، قوی۔ اسی مناسبت سے آقا، مالک خاوند اور مربی کو بَعْلٌ کہا جاتا ہے۔ یہ یمنی بلکہ پوری سامی عرب کی لغت ہے قوم الیاس علیہ السلام کے مشرکین کا بڑا بت بَعْلٌ تھا سونے کا بنا ہوا اسی کے نام سے ملک شام میں بَکْ بادشاہ نے ایک شہر آباد کیا تھا جس کا نام خود بادشاہ اور بت کے نام کو جوڑ کر بعلبک رکھا گیا تھا یہ شہر اب بھی ہے لفظ بَعل عام عربی میں دس معنی کے لیے مشترک ہے۔ ۱۔ اونچی و مضبوط جگہ۔ ۲۔ غیر محتاج۔ ۳۔ عرب میں جنگلی پودوں اور درختوں کو اسی مناسبت سے بَعل شجرات بعولہ کہا جاتا ہے کہ وہ اپنی نشوونما میں بارش کے محتاج نہیں ہوتے نیچے سے خود پانی کھینچ لیتے ہیں۔ ۴۔ حیرت۔ ۵۔ دہشت و وحشت۔ ۶۔ بوجھ۔ ۷۔ طاقتور۔ ۸۔ مالک۔ ۹۔ بلند و برتر شخصیت۔ ۱۰۔ خاوند۔ یہاں بُعُوْلَتِ سے مراد خاوند ہیں۔ عربی میں خاوند کو زَوْج بھی کہا جاتا ہے مگر فرق یہ ہے کہ صرف نکاح سے مَرد زَوْج بن جاتا ہے مگر رخصتی اور وطی صحبت اور نان نفقہ ور ہائش دینے سے اس کو بَعْلٌ کہا جاتا ہے۔ بُعُوْلَتِ مضاف هِنَّ مضاف الیہ یہ مرکب اضافی معطوف علیہ ہے اَوْ عاطفہ تخییری۔ آباءِ اسم جمع مکسر واحد اَبٌ بمعنی مربی یعنی چچا، تایا، والد۔ یہ مضاف هِنَّ مرکب اضافی معطوف علیہ اَوْ حرف عطف معنی ہے یا۔ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ یہ ڈبل مرکب اضافی معطوف علیہ اَوْ عاطفہ اَبْنَآءِ۔ اسم جمع مکسر اِبْنٌ کا بمعنی سگا بیٹا یا منہ بولا اور تمام مَربُوب (زیر پرورش) یہ مرکب اضافی معطوف علیہ اَوْ عاطفہ۔ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ یہ ڈبل مرکب اضافی معطوف علیہ اَوْ حرف عطف اِخْوَان۔ جمع مکسر۔ اس کا واحد اَخٌ ہے۔ اس کی دوسری جمع مکسر اِخْوَةٌ ہے اس کا تثنیہ اَخَوَیْنِ ہے اس کی مونث اُخْتٌ۔ جس کی جمع اَخَوَاتٌ اور تثنیہ اُخْتَیْنِ ہے۔ اَخٌ کا لغوی ترجمہ ہے شریک۔ اصطلاح اَخٌ بھائی ہے۔ اُخت بہن ہے بھائی بہن کی چھ قسمیں ہوتی ہیں۔ ۱۔ سگا۔ ۲۔ علاتی۔ ۳۔ اخیافی۔ ۴۔ رضاعی یہاں یہی چار قسمیں مراد ہیں۔ ۵۔ قومی۔ ۶۔ دینی۔ اِخْوَانِهِنَّ یہ مرکب اضافی معطوف علیہ اَوْ عاطفہ۔ بَنِیْٓ اِخْوَانِهِنَّ۔ یہ ڈبل مرکب اضافی آگے معطوف علیہ اَوْ عاطفہ بَنِیْٓ اَخَوٰتِهِنَّ یہ ڈبل مرکب اضافی معطوف علیہ اَوْ حرف عطف نِسَآءِ نِسْوَةٌ کی جمع ترجمہ ہے مونث انسانی عورت یہ مضاف ہے هِنَّ ضمیر نفسی جمع مونث غائب یہ مضاف الیہ ہے اسی اضافت کی وجہ سے نِسَآءِ سے مومن مسلمان متقیہ عورتیں ہی مراد ہیں۔ کافرہ فاحشہ مراد نہیں۔ یہ مرکب اضافی معطوف علیہ اَوْ عاطفہ مَا موصولہ مَلَكَتْ باب ضَرَبَ کا ماضی مطلق واحد مونث غائب مِلْكٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے مالک ہونا۔ اَیْمَانٌ۔ اسم جمع مکسّر ہے یَمِیْنٌ کی بمعنی داہنا ہاتھ لغوی ترجمہ ہے قوی۔ کلام ہو یا جسم یا گواہ۔ یہاں مراد ہے داہنے ہاتھ یہ مرکب اضافی فاعل ہے مَلَكَتْ کا۔ یہ فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ معطوف علیہ ہے اَوْ عاطفہ۔ التّٰبِعِیْنَ الف لام اسمی بمعنی الَّذِیْنَ۔ تَابِعِیْنَ۔ اسم فاعل باب فتح کا جمع مذکر تَبِعٌ سے مشتق ہے۔ ترجمہ ہے پیچھے چلنا، ساتھ لگ جانا، طفیلی یا نوکر، خادم بن کر ساتھ چلنا، بعد میں آنا، عقیدت سے کسی کے اعمال کی نقل کرنا، نقش قدم پر چلنا۔ یہاں مراد ہے نوکر۔ کمی خدام یہ موصوف۔ غَیْرِ مضاف اُولِی اسم مکمرہ بحالت کسرہ مضاف الیہ مضاف ہے۔ الْاِرْبَةِ۔ الف لام حرفی عہد خارجی اِرْبَةِ اسم مصدر آخر میں ت مصدر یہ ہے۔ اِرْبٌ سے بنا ہے۔ ترجمہ ہے۔ سخت حاجت ضرورت۔ جس کے لیے کوئی عقل فکری تدبیر کرنی پڑے۔ آٹھ معنی میں مشترک ہے۔ ۱۔ کشادگی۔ ۲۔ حصہ۔ ۳۔ عقل۔ ۴۔ بصیرت۔ ۵۔ چالاکی۔ ۶۔ مہارت۔ ۷۔ مضبوط گرہ باندھنا۔ اسی معنی میں نکاح کو اِرْبَةِ کہا گیا ہے یہاں یہی مراد

ہے۔ ۸۔ حاجت مندی محتاجی۔ یہ مضاف الیہ ہے غَیْرِ کا یہ ڈبل مرکب اضافی صفت ہے تَابِعِیْنَ۔ مِنَ الرِّجَالِ یہ جار مجرور متعلق ہے تَابِعِیْنَ کا وہ اسم فاعل اپنے پوشیدہ ضمیر صیغہ فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر موصوف ہے۔ غَیْرِ ڈبل مرکب اضافی صفت ہے یہ مرکب توصیفی معطوف علیہ۔ یہاں التّٰبِعِیْنَ غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَةِ سے وہ لوگ مراد ہیں جن کو نکاح کی قطعاً حاجت نہیں ہوتی۔ بوجہ نامردی یا سخت بڑھاپا یا بچپنہ چھٹپن نابالغی۔ یا خصی۔ یا خنثیٰ۔ احناف کے نزدیک مقطوع الذکر اور مخنث اور نامرد اجنبی نہیں ہیں لہٰذا یہ لوگ غیر اِرْبَةِ میں شامل نہیں ان سے پردہ فرض ہے۔ اَوْ عاطفہ۔ الطِّفْلِ۔ الف لام حرفی استغراقی یا جنسی طِفْلِ نابالغ لڑکا۔ یہ موصوف ہے الَّذِیْنَ۔ اسم موصول جمع مذکر۔ لَمْ یَظْهَرُوْا۔ باب فتح کا مضارع نفی جحد بلم صیغہ جمع مذکر غائب ظُهُوْر سے مشتق ہے۔ ترجمہ ہے واقف ہونا مطلع ہونا۔ اس کا فاعل ضمیر پوشیدہ هُمْ۔ جس کا مرجع ہے الطِّفْلِ الَّذِیْنَ۔ عَلٰی جارہ فوقیہ کا۔ عَوْرٰتِ اسم جمع مونث سالم واحد ہے عَوْرَتْ بمعنی شرمگاہیں۔ نکیز۔ یہ مضاف ہے النِّسَآءِ۔ الف لام حرفی استغراقی۔ نِسَآءِ نِسْوَةٌ کی جمع مکسر۔ مضاف الیہ ہے عَوْرٰتِ کا یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے لَمْ یَظْهَرُوْا کا۔ یہ فعل فاعل متعلق مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صلہ ہے الَّذِیْنَ کا یہ موصول صلہ مل کر صفت ہے طفل کی یہ مرکب توصیفی معطوف۔ یہ بارہ عدد آپس میں معطوف علیہ معطوف ہو کر مجرور ہے لِبُعُوْلَتِهِنَّ کے لام جارہ جار مجرور متعلق ہے پوشیدہ یُبْدِیْنَ کا وہ فعل با فاعل متعلق مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مستثنیٰ ہے لَا یُبْدِیْنَ کے جملے کا دونوں مل کر معطوف ہے لْیَضْرِبْنَ کے جملے پر دونوں عطف مل کر معطوف ہے پہلے لَا یُبْدِیْنَ کے جملے پر۔ وہ معطوف ہے یَحْفَظْنَ کے جملے پر وہ معطوف ہے یَغْضُضْنَ کے جملے پر۔ سب مل کر مقولہ اول ہوا قُلْ کا۔ اگلی عبارت بھی اسی قُلْ کا مقولہ ہے۔ وَ لَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِهِنَّ ؕ وَ تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ جَمِیْعًا اَیُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۱﴾ ۔ واو ابتداء کلام۔ لَا یُبْدِیْنَ۔ باب ضَرَبَ کا فعل نہی معروف صیغہ جمع مونث غائب اس کا فاعل هُنَّ ضمیر صیغہ پوشیدہ۔ بَ جارہ اَرْجُلِ اسم جمع مکسر منصرف رِجْلٌ کی۔ لغوی ترجمہ ہے۔ سہارا، ٹیک، ستون، اصطلاح میں ہر جاندار کے پاؤں کو رِجْلٌ کہا جاتا ہے۔ اَرْجُلِ مضاف هِنَّ ضمیر جمع مونث غائب نفسی بمعنی اپنے مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے۔ لَا یَضْرِبْنَ کا یہ فعل فاعل متعلق مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر علت ہے۔ لِیُعْلَمَ۔ لام کے تعلیلیہ بمعنی تاکہ یُعْلَمَ باب سَمِعَ کا فعل مضارع مجہول صیغہ واحد مذکر غائب عِلْمٌ سے مشتق ہے۔ ترجمہ ہے جاننا۔ مَا اسم موصول۔ یُخْفِیْنَ۔ باب افعال کا مضارع معروف اس کا مصدر ہے اِخْفَاءٌ خُفْیٌ سے بنا ہے۔ بمعنی چھپانا صیغہ جمع مونث غائب۔ اس کا فاعل هُنَّ ضمیر پوشیدہ۔ مِنْ زِیْنَتِهِنَّ۔ یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے یُخْفِیْنَ کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ۔ یہ موصوف صلہ مل کر نائب فاعل ہے لِیُعْلَمَ کا وہ فعل اپنے نائب فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معلول ہے لَا یَضْرِبْنَ کے جملے کا دونوں مل کر مقولہ دوم ہوا قُلْ کا۔ واو سر جملہ۔ تُوْبُوْۤا باب نَصَرَ کا فعل امر حاضر معروف صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تَوْبٌ مشتق ہے۔ ترجمہ رجوع کرنا معافی مانگنا۔ بعض جاہل لوگوں نے استغفار کا ترجمہ توبہ کرنا کیا ہے یہ ان کی جہالت ہے۔ تُوْبُوْۤا کا فاعل اَنْتُمْ ضمیر صیغہ ممیز ہے۔ جَمِیْعًا کا۔ یہ اسم کلی باب کَرُمَ کا صفت مشبہ جَمِیْعًا بروزن فعیلا یہ تمیز ہے ممیز تمیز دونوں مل کر فاعل ہے تُوْبُوْۤا کا۔ اِلَى اللّٰهِ یہ جار مجرور مل کر تُوْبُوْۤا کا متعلق ہے یہ سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر جواب ندا مقدم ہے اَیُّهَ حرف

فاصل قائم مقام یا حرف ندا محذوف منوی کا۔ اَلْمُؤْمِنُوْنَ اس کا منادی یہ ندا منادی اور مقدم جواب ندا مل کر جملہ ندائیہ ہوکر علت ہے۔ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ باب افعال کا مضارع احتمالی تعلیلیہ بمعنی تا کہ یہ فعل بافاعل جملہ فعلیہ ہوکر معلول ہے۔ ترکیب دوم۔ لَعَلَّ حرف مشبہ كُمْ ضمیر اس کا اسم تُفْلِحُوْنَ جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر خبر ہے لَعَلَّ کی۔ یہاں انشائیت لَعَلَّ کی ترجی نے بنائی۔ لَعَلَّ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہوکر معلول ہے تُوْبُوْٓا کا دونوں علت ومعلول مل کر جملہ تعلیلیہ ہوگیا۔ ایک قول میں مقولہ سوم ہے قُلْ کا اور قُلْ اپنے تینوں مقولوں سے مل کر جملہ قولیہ ہوگیا۔

تفسیر عالمانہ

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا اس آیت پاک میں اللہ تعالیٰ نے مسلمان عورتوں کے لیے آٹھ شرعی حکم بیان فرمائے ہیں۔ ۱۔ احکام حجاب یعنی چہرے پر برقعہ اوڑھنا نقاب ڈالنا۔ ۲۔ حکم ستر یعنی جسم ڈھکنا۔ ۳۔ افراد قرابت میں سے ذی رحم محرم کے لیے حجاب کا طریقہ۔ ۴۔ غیر محرم افراد کے لیے عورتوں کے حجاب کا طریقہ۔ ۵۔ غیر اُولِي الْاِرْبَةِ یعنی ناسمجھ بچوں دیوانوں کے لیے شرعی حکم۔ ۶۔ نابالغ بچوں کے احکام۔ ۷۔ عورتوں کی آواز کا حکم۔ ۸۔ توبہ کرنے کا حکم اور توبہ کا فائدہ وفضیلت۔ ان شرعی احکام میں کرنے والے چار کام۔ **پہلا** یہ کہ عورتیں نگاہیں جھکا کر چلا کریں۔ **دوم** یہ کہ اپنی شرم گاہ کی ہر طرح حفاظت کریں۔ **سوم** یہ کہ چہرہ و سر کا پردہ کریں۔ **چہارم** یہ کہ اکثر اوقات ہر مسلمان مرد وعورت توبہ کیا کریں۔ یہ شرعی اوامر ہیں یعنی کرنے والے کام۔ اور اسی آیت میں تین کام نہ کرنے والے بیان ہوئے ان کو عربی میں نَوَاهِیْ کہا جاتا ہے۔ اول یہ کہ اپنی زینت ظاہر نہ کریں۔ دوم یہ کہ اپنا حسن اور سنگھار نامحرموں کو بالکل نہ دکھائیں۔ سوم یہ کہ اپنی طرف سے کسی قسم کی آواز نامحرموں کو نہ سنائیں نہ مونہوں کی سریلی آواز نہ زیور کی جھنجھناتی آواز۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ محبوب کریم ختم رُسُلْ تا قیامت دانائے سبل۔ فرمادو تمام آزاد بالغات مومنات کو کہ راستہ چلتے اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں تا کہ صرف راستہ اور ضرورت کی چیزوں کو دیکھیں اور ناجائز وغیرہ ضروری چیزوں پر نگاہیں نہ پڑیں شریعت میں اجنبی مرد وعورت وہ ہے جو غیر محرم ہو یعنی ان کا آپس میں نکاح ابدی حرام نہ ہو۔ اگر چہ عارضی حرام ہو جیسے کسی کی بیوی یا معتدہ طلاق سے یا بیوگی سے یا اپنی مطلقہ کی بہن سے عدۃ کے اندر یا چار بیویوں کے ہوتے ہوئے پانچویں بیوی کرنا۔ یہ حرمتیں عارضی وقتی ہیں عدت ختم تو حرمۃ بھی ختم۔ شریعت میں اجنبی گھر وہ ہے جہاں سب غیر محرم لوگ رہتے ہوں اگر چہ تعارفا واقف ہوں یا دور کے قرابت دار۔ انہی نامحرموں سے شریعت نے عورتوں پر سر چہرے سے نیچے ٹخنوں تک پردہ فرض کیا ہے۔ دوسرا حکم یہ فرمایئے کہ سب مسلمان عورتیں اپنی شرمگاہوں کی حفاظت ہر انسان سے چھپا کر بھی اور بدکاری سے بچا کر بھی کریں واضح رہے کہ اصل فروج وشرمگاہ قُبُل وَ دُبر۔ اور ذکر وخصیان ہیں مگر ان کا حدود پردہ عورت کا کندھوں سے گھٹنوں تک اور مرد کا ناف سے گھٹنوں تک ہے۔ عورتوں کے لیے تیسرا حکم یہ کہ سب مسلمان عورتیں اس حکم کی بھی سختی سے پابندی کریں کہ اپنے حسن وسنگھار کی قدرتی ومصنوعی زینت کو گلیوں بازاروں اجنبی مردوں کی محفلوں میں ظاہر دبے پردہ نہ کریں۔ خبردار کسی مومنہ مسلمہ عورت کی کوئی خوبصورتی غیر محرموں پر ظاہر نہ ہو نہ فیشن نہ حسن نہ زیور یا تو بلا ضرورت نکلنا ہی بند کر دیا اگر ضرورتاً نکلنا ہی پڑے تو اچھی طرح حجاب کر کے سب سے بہتر حجاب برقعہ یا بڑی اور موٹی چادر۔

سر چہرہ اچھی طرح چھپا کر قدموں ٹخنوں تک ہاں وہ زینت وخوبصورت جس کا کھلنا مجبوراً وضرورتاً ہو اس کے کسی وقت کھل جانے میں گناہ نہیں جیسے خوبصورت لباس یا خوبصورت چادر یا برقعہ ان کا کھلنا تو لازمی ہے۔ یا مثلاً بوقت خریداری لین دین میں ہاتھوں کا آدھی کلائی تک کھل جانا اور ہاتھوں کا زیور مہندی کا رنگ اس جسم کی خوبصورتی کا ظاہر ہو جانا۔ یا پاؤں آدھی پنڈلی تک اور پاؤں کا زیور یا راستہ دیکھنے کے لیے صرف آنکھیں بے حجاب رکھنا۔ اسی طرح اپنے بزرگوں کی خدمت گزاری کے وقت ان کے سامنے گھونگھٹ سے آنے اور ہاتھ پاؤں کھل جانے میں کچھ گناہ نہیں اِلَّا مَاظَهَرَ مِنْهَا۔ میں یہ سب مجبوریاں شامل و داخل مفسرین فرماتے ہیں زینت چار قسم کی ہے۔ ا۔ قدرتی حسن۔ ۲۔ بناؤ سنگھار کا فیشن۔ ۳۔ زیور سے فیشن کرنا۔ ۴۔ خوبصورت چمکیلے بھڑ کیلے کپڑوں سے فیشن کرنا۔ اوپر کے حجابی کپڑے کھلنا تو لازمی چیز ہے۔ کیونکہ وہ دیگر زینتوں کو چھپانے کے لیے ہی ہے اس لیے بزرگوں نے فرمایا کہ برقعہ و اوپر کی حجابی چادر بھڑ کیلے چمکیلے کپڑے کی نہ ہونی چاہئے یہی تقویٰ ہے۔ اسی لیے نیک متقی لوگوں نے اپنی عورتوں کے لیے سفید لٹھے کی چادر یا ٹوپی والا برقعہ ایجاد فرمایا کیونکہ چادر اور دیسی برقعے میں زینت کے ساتھ ساتھ عورت کی شخصیت بھی چھپ جاتی ہے کہ جوان عورت بھی بوڑھی لگتی ہے اس طرح لوگوں کی بدنگاہی سے بچی رہتی ہے۔ جبکہ فیشنی برانڈی برقعہ بدنگاہی کی دعوت دیتا ہے اور بوڑھی عورت بھی جوان لگتی ہے۔ بہر حال دیسی برقعہ اسلامی پردے کا بہترین طریقہ ہے اور تقوے نشانی اگر چہ دیگر برقعے بھی جائز۔ اسی لیے فرمایا گیا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ۔ اور ہر مسلمان عورت کو چاہئے کہ باہر نکلتے وقت اپنے گریبانوں تک اپنے موٹے دوپٹے چادروں کی طرح بڑے اچھی طرح مضبوطی سے اوڑھ لیا کریں۔ سر سے گریبان تک گھونگھٹ کی شکل میں تاکہ اس طرح اوڑھنے سے عورتوں کی پیٹھ تک اور چوٹی، سر، چہرہ، گلا، ہار سنگھار، سینہ چھپ جائیں۔ شریعت میں پردہ تین قسم کا ہے۔ اول باہر نکلنے کے لیے یہ قدموں سے سر کے بال چوٹی تک۔ دوم اہل خانہ گھریلو محرم مردوں سے، گھٹنوں سے کندھوں تک۔ سوم پردہ نماز کے لیے ٹخنوں سے سر تک۔ اس میں قدم کے پنجے ہاتھ کی ہتھیلیاں اور چہرہ شامل پردہ نہیں ہے۔ مفسرین جب بھی یہ فرمائیں کہ چہرے ہاتھوں و قدموں کا پردہ ضروری نہیں تو وہاں بحالت نماز ہی پردہ مراد ہوتا ہے نہ کہ بحالت بازار۔ گھریلو پردہ بھی نمازی پردے کے مشابہ ہے۔ پہلے پردے کا نام ستر حجاب ہے دوسرے کا نام ستر حیا ہے تیسرے کا نام ستر نماز ہے۔ پردہ حجاب کی مزید وضاحت سورۃ احزاب آیت ۵۹ میں اس طرح فرمائی گئی۔ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ؕ۔ ترجمہ اے نبی کریم فرمادیجئے اپنی سب ازواج کو اور اپنی سب آٹھوں بیٹیوں کو اور تاقیامت تمام مومنہ عورتوں کو کہ باہر نکلتے وقت اپنے چہروں پر اپنی موٹی چادریں اوڑھ کر نکلا کریں یہ مکمل جسمانی پردہ اس لیے ضروری لازم واجب اور کافی ہے کہ وہ پہچانی نہ جائیں اور آوارہ لوگوں کے گھورنے یا چھیڑنے یا بدنگاہی کے تیروں سے ایذا نہ دی جائیں۔ یہاں لفظ جلابیب نے پردے کی نوعیت بتائی اور لفظ خُمُرْ نے چادروں کا بڑا اور موٹا ہونا بتایا کیونکہ یہ خُمُرْ سے مشتق ہے خَمَرْ کا معنی ہے کسی چیز کو پورا چھپالینا۔ نشہ آور شراب کو خمر اس لیے کہتے ہیں کہ وہ پوری عقل چھپالیتی ہے اور چادر جب موٹی بھی ہو بڑی بھی تب ہی وہ پورے جسم کو چھپائے گی۔ اس لیے موٹے اور بڑے دوپٹے کو عربی میں خمار وجمع خُمُرْ کہا جاتا ہے بلکہ اردو میں دوپٹہ بھی موٹی اوڑھنی کو ہی کہا جاتا ہے۔ دوپٹہ یعنی دوپٹ والا ڈبل

کپڑا۔ اور لفظ یُعْرَفْنَ نے پردے کی حدود بتائیں کہ وہ پردہ پورے چہرہ پر ہونا لازمی کیونکہ انسانی تعارف صرف چہرے سے ہی ہوتا ہے۔ تعارف کرنے کے لیے چہرہ ہی دیکھا جاتا ہے اور تعارف چھپانے کے لیے چہرہ ہی چھپایا جاتا ہے۔ کتنے جاہل و گمراہ ہیں وہ خطیب جو کہتے پھرتے ہیں کہ عورتوں کے چہرے کا پردہ ضروری نہیں کھلے چہرے باہر پھر سکتی ہے۔ اتنی واضح آیات بھی اگر ان کی شیطانی عقل فہم میں نہیں آتیں تو سمجھ لو زَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ (سورۃ نمل آیت ۲۴) ترجمہ۔ شیطان نے ان کے برے اعمال کو ان کی نظروں وعقلوں میں سجادیے ہیں۔ اس لیے ایمان والے مردوں عورتوں کو حجاب کا حکم فرمایا تاکہ بے دین لوگ اس حکم سے نکل جائیں اور گمراہ لوگ گمراہی پھیلاتے پھریں۔ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآىِٕهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآىِٕهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْۤ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْۤ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآىِٕهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِیْنَ غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِیْنَ لَمْ یَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ۪۔ اور اے مسلمان عورتو اپنی ہر قسم کی زینت کو نامحرموں اجنبیوں گلی بازار کے لوگوں کو دکھاتی نہ پھرو۔ کیونکہ ہر نامحرم اجنبی اور ہر اجنبی سے پردہ واجب ہے اگرچہ پڑوسی ہو واقف ہو یا ناواقف۔ ہاں البتہ بارہ قسم کے وہ لوگ ہیں جن سے پردہ واجب نہیں۔ ان میں پہلا شخص بُعُول ہے یہ جمع ہے بَعل کی اس کا لغوی ترجمہ ہے مالک۔ اگر پورے جسم کا مالک ہو تو مراد ہوتا ہے مولیٰ وآقا۔ اور اگر صرف شرم گاہ کا مالک ہو تو مراد ہوتا ہے خاوند۔ یہاں صرف خاوند ہی مراد ہیں کیونکہ زینت اور پردے کا ذکر ہے۔ زینت و پردہ صرف بیوی پر ہے لونڈی نہ زینت کرسکتی ہے نہ پردہ نیز آگے آباءِ بُعُول کا ذکر ہے اور صرف خاوند کے آباء ذی رحم ہیں نہ کہ مولیٰ کے۔ شریعت میں ابدی حرمۃ کے تین رشتے۔ اول نسبی دوم رضاعی سوم صِهْرِیْ یعنی سسرالی۔ یہاں ان بارہ شخصیات اور سات جمع مونث کے صیغوں اور اٹھارہ جمع مونث کی ضمیروں میں یہی تینوں ابدی حرمۃ نکاح والے رشتے دار بطریقہ استثنا بیان فرمائے جارہے ہیں جن میں پہلا خاوند ہے کہ اس کی بیوی اپنے خاوند سے کسی قسم کا حجاب نہیں کرسکتی نہ جسم کا نہ شرمگاہ کا نہ حسن وزینت کا یہ بے حجابی دوطرفہ ہے دیکھنے چھونے برتنے میں بلکہ زیور سنگھار تو ہوتا ہی خاوند کے لیے ہے اور خاوند کی زینت بھی صرف بیوی کے لیے ہوتی ہے اجنبیہ کے لیے حرام ہے۔ دوم اٰبَآىِٕهِنَّ عورت کا نسبی والد، دادا، نانا، چچا، تایا بھی اور رضاعی والد۔ سوم خاوند کا نسبی والد دادا و نانا۔ یعنی سسر۔ چہارم عورت کے سگے بیٹے پوتے نواسے۔ اَبْنَآىِٕهِنَّ میں چھ افراد نسبی بیٹے پوتے نواسے رضاعی بیٹے پوتے نواسے۔ پنجم خاوند کے نطفے سے دوسری بیوی کی اولاد بیٹے، پوتے، نواسے۔ ششم عورت کے سگے وعلاتی واخیافی نسبی ورضاعی بھائی۔ ہفتم ان چاروں قسم کے بھائیوں کے بیٹے پوتے نواسے۔ ہشتم چاروں قسم کی بہنوں کے بیٹے پوتے نواسے یعنی سگی، علاتی، اخیافی، رضاعی بہنیں۔ نہم مسلمان رشتے دار عورتیں۔ کفار عورتوں سے مسلمان عورتوں کو پردہ واجب ہے کیونکہ دین میں اجنبیہ ہیں۔ دہم اپنی لونڈی عورت مسلمان ہو یا کافرہ کیونکہ ملکیت کی وجہ سے اجنبیہ نہیں رہی۔ گیارہویں قسم۔ تابعین غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَةِ۔ اس میں آٹھ قسم کے مرد شامل۔ ۱۔ بوڑھے کمزور غریب جن کو کھانے کی حاجت ہو عورت کی نہیں۔ ۲۔ دائمی مکمل نامرد یعنی عنین۔ ۳۔ آلات مردی سے اپاہج معذور۔ ۴۔ مقطوع الذکر۔ ۵۔ خصی مرد۔ ۶۔ خُنثیٰ مرد۔ ۷۔ ابلہ مخبوط الحواس نیم دیوانہ۔ ۸۔ معتوہ مرد وہ جس کو کسی بیماری کی وجہ سے عورت کی خواہش نہ ہو بچپن سے ہی بیماری لگی ہو۔ بارہویں قسم وہ چھوٹے نا سمجھ

بچے جن کو پردہ بے پردہ کا کچھ شعور نہیں ان تمام لوگوں سے چہرے کا حجاب واجب نہیں لیکن ستر شرمگاہ کندھے سے گھٹنے تک واجب ہے۔ وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِن زِينَتِهِنَّ ط اور مسلمان عورتیں یہ احتیاط بھی کریں کہ راستہ چلتے پیروں کو زور سے زمین پر نہ مارتی چلیں تا کہ پیروں کے زیور کی آواز یا سخت جوتی کی کھٹ کھٹ نہ پیدا ہو۔ اور لوگوں کی نگاہیں آواز کی طرف اٹھیں اور جس زینت کو وہ چادروں برقعوں میں چھپا کر گزرنا چاہتی ہیں وہ ان کے پیروں کی ضرب سے ہی اجنبیوں پر ظاہر ہو اور لوگوں کے ذہن جان لیں۔ بلکہ مسلمان عورتوں کو چاہئے کہ بغیر آواز پیدا کئے ہوئے خاموشی سے گزریں۔ حدیث مبارک سے ثابت ہے کہ مسلمان عورتوں کو باہر نکلتے وقت آٹھ احتیاطیں چاہئیں۔ ۱۔ ابوداؤد و ابن ماجہ۔ ترمذی نسائی ومسند احمد میں بروایت متعددہ ہے کہ فرمایا آقا ﷺ نے کہ عورتیں گھر کے علاوہ پیروں کا زیور جھانجھر یا پازیب نہ پہنیں۔ ۲۔ تمام صحاح ستہ میں ہے کہ عورتیں گھر میں یا باہر سریلی آواز کے ساتھ زور سے نہ بولیں تا کہ غیر مرد نہ سنے۔ ۳۔ خوشبو لگا کر باہر نہ نکلیں۔ ۴۔ اونچی آواز سے اذان، تکبیر، تلاوت، نعت خوانی بھی عورتوں کو منع ہے تا کہ غیر مردوں کو عورتوں کی آواز نہ پہنچے۔ ۵۔ اگر عورتیں جماعت میں پچھلی صف کے اندر کھڑی ہیں تو امام کی غلطی پر آواز سے لقمہ بھی نہ دیں نہ تکبیر سے نہ تہلیل وتحمید سے بلکہ ایسی غلطی ہو جانے کی صورت میں اپنی کلائی پر ہتھیلی مار کر تالی وتصفیق کی آواز پیدا کر کے امام کو آگاہ کریں۔ ۶۔ عورتوں کی نماز گھر میں بہتر ہے مسجد سے اگر مسجد میں پڑھنا چاہیں تو بچوں سے بھی پچھلی صف میں اور سلام پھرتے ہی مسجد سے نکل کر گھروں کو چلی جائیں اور کنارے پر چلا کریں سمٹ کر بیچ راستہ نہ چلیں۔ ۷۔ تنہائی میں رشتے قرابت داروں سے بھی نہ ملا کریں کیونکہ تنہائی میں تیسرا شیطان ہوتا ہے (از مسند احمد) کوئی نامحرم مرد کبھی کسی نامحرم بالغہ عورت کو ہاتھ نہ لگائے یہاں تک کہ پیرومرشد اور دینی یا دنیوی استاد سے بھی پردہ واجب بیعت کرتے وقت بھی ہاتھ نہ لگائے یا زبانی بیعت کرے یہی سنت ہے۔ یا پس پردہ رہ کر اپنی چادر پکڑائے۔ مسلم بخاری میں بروایت سہل بن سعد فرمان نبوی ہے۔ اَلتَّسْبِيحُ لِلرِّجَالِ وَالتَّصْفِيقُ لِلنِّسَآءِ یعنی بحالت نماز اگر کسی کو روکنا ٹوکنا پڑ جائے تو مرد نمازی زبان کی تسبیح سے اور عورت نمازی ہاتھ کی تالی بجا کر غلطی سے روکے ٹوکے۔ گویا کہ عورت کی آواز کا بھی پردہ ہے۔ بیہقی شریف میں بروایت بنت بندہ فرمان نبوی ہے۔ اے عورتو تم شیطان کا جال نہ بنو۔ وَتُوبُوا إِلَى اللهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ ۔ اور خوب توبہ کرتے رہو تم اے ایمان کامل اعمال صالح عقائد خالص والے مرد وعورتو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تا کہ سچی پکی توبہ کی برکت سے دنیوی اخروی ابدی کامیابی پالو۔ فرمایا آقا ﷺ نے کہ مبارک ہے وہ بندہ جس کے اعمال میں کثرت استغفار ہو۔ پھر فرمایا۔ سعادت دارین توبہ سے ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے مروی ہے کہ فرمایا آقا ﷺ نے اے مسلمانو کثرت سے استغفار پڑھا کرو خود میں بھی روزانہ سو بار استغفار کرتا ہوں۔ بخاری شریف بروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرمان نبوی ہے کہ اِنِّي لَأَسْتَغْفِرُ اللهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ فِي الْيَوْمِ أَكْثَرَ مِنْ سَبْعِينَ مَرَّةً اور مسلم شریف میں بروایت حضرت اعرابی رضی اللہ عنہ فرمان نبوی اس طرح ہے کہ میں روزانہ سو بار استغفار اور توبہ کرتا ہوں۔ ترمذی ابوداؤد۔ ابن ماجہ میں بروایت حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما ہے کہ جب آقا ﷺ یہ دعا مانگتے۔ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَتُبْ عَلَيَّ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُورُ۔ تو ہم گنتے رہتے۔ سو بار یہ دعا پڑھتے۔ علماء کرام نے توبہ اور استغفار کے بہت سے فرق بتائے ہیں ان میں

سے ایک یہ کہ استغفار دعا طلب ہے اور توبہ وعدہ ترک ہے یا رجوع الی اللہ یعنی یا اللہ مجھے اور میرے امتیوں، مریدوں، مقتدیوں کو یہ عطا فرما یہ استغفار ہے اور یا اللہ میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ میں اور میرے اہل و متعلقین یہ کام نہ کریں گے تو ہمارا وعدہ قائم و قبول فرما۔ یہ توبہ ہے۔ نبی کریم ﷺ استغفار اپنے لیے پڑھتے تھے اور توبہ امتیوں کے لیے کرتے تھے۔ اور وَتُبْ عَلَيَّ کا معنی ہے کہ میرے یہ الفاظ توبہ امت کے حق میں قبول فرما۔ جس طرح امت کا گناہ نبی کریم ﷺ کی طرف مضاف کیا جاتا ہے ایسے ہی امت کی توبہ بھی اپنی طرف نسبت فرمایا کرتے کیونکہ آقا ﷺ امت کے وکیل و شفیع والی وارث ہیں۔

ان آیات میں اختلافی اقوال

وَلْيَضْرِبْنَ کی قرأت میں دو قول۔ ا۔ اکثر کی قرأت لام امر ساکن ہے۔ ۲۔ بعض کی قرأت میں یہ لام امر مجرور ہے۔ بِخُمُرِهِنَّ کی قرأت میں دو قول۔ ا۔ اکثر کی قرأت بِخُمُرِ خِمار کی جمع ہے۔ ۲۔ بعض کی قرأت بِخُمْرِ ہے میم کے جزم سے جنسی لفظ ہے۔ جُيُوبِهِنَّ کی قرأت میں دو قول۔ ا۔ اکثر کی قرأت کی جُيُوْبِ جیم کے پیش سے۔ ۲۔ بعض کی جِيُوبِ جیم کے زیر سے۔ نِسَآئِهِنَّ کے معنی میں دو قول۔ ا۔ اکثر نے فرمایا کہ نِسَاءِ سے مراد نیک مسلمان عورتیں ہیں کیونکہ کافرہ فاحشہ خنثی عورتوں سے پردہ مستحب ہے۔ اور هُنَّ ضمیر کی اضافت سے مراد دینی، نیکی اور عورت ہونے کی مشابہت یعنی یہاں فرمان الٰہی میں پردہ نہ کرنے کا حکم صرف اپنی جیسی نیک پاک مسلمان عورت ہونا ہے۔ یہی قول درست ہے فاروق اعظم نے حضرت عبیدہ بن جراح گورنر بصرہ کو حکم لکھا تھا کہ مسلمان عورتیں غیر مسلم عورتوں کے ساتھ حماموں میں نہ جایا کریں۔ کفار عورتیں دینی اور فحاش تقوے اور خنثیٰ عورتیں بے پردگی آوارگی مخبری جاسوسی چغل خوری کے اعتبار سے مسلمان متقیہ عورتوں کے لیے اجنبیہ ہیں۔ ۲۔ بعض نے کہا نِسَآئِهِنَّ سے ہر قسم کی عورتیں مراد ہیں اور هِنَّ ضمیر کی اضافت صنفی یا واقفیت یا ملکیتی نسبت کے لیے ہے۔ مگر یہ قول غلط اور خلاف احادیث ہے۔ مَامَلَكَتْ کے معنی میں دو قول۔ ا۔ اکثر نے فرمایا۔ اپنی ملکیتی لونڈی۔ ۲۔ بعض نے کہا لونڈی غلام دونوں مراد ہیں مگر یہ قول غلط ہے کیونکہ ملکیتی غلام سے مالکن کا پردہ واجب ہے۔ غَيْرِ کی قرأت میں دو قول۔ ا۔ اکثر کی قرأت غَيْرِ ہے۔ تَابِعِيْنَ کی صفت ہے۔ ۲۔ بعض کی قرأت غَيْرَ ہے تَابِعِيْنَ کا حال ہے۔ اُولِي الْاِرْبَةِ کے معنی میں دو قول۔ ا۔ بعض نے کہا ہر قسم کا کمزور و معذور۔ ۲۔ بعض نے کہا ہر قسم کا ذہنی کمزور مجنون۔ اَوِالطِّفْلِ کی قرأت میں دو قول۔ ا۔ اکثر کی قرأت الطِّفْلِ ہے۔ لفظاً واحد۔ جنساً جمع۔ ۲۔ بعض کی قرأت میں او الاطفال ہے۔ لفظاً جمع۔ لَمْ يَظْهَرُوْا کے معنی میں چار قول۔ ا۔ بعض نے کہا وہ بچے جو فہم و شعور نہیں رکھتے۔ ۲۔ بعض نے کہا جو قوت و غلبہ نہیں رکھتے۔ ۳۔ بعض نے کہا جو شہوت و خواہش نہیں رکھتے۔ ۴۔ وہ بچے جو کم عمری کی وجہ سے مثل بہائم ہیں۔ عَوْرٰتِ کی قرأت میں تین قول۔ ا۔ اکثر کی قرأت میں عَوْرٰتِ واؤ کے جزم سے ہے۔ ۲۔ بعض کی قرأت میں عورت ہے واؤ پر فتحہ ہے۔ ۳۔ بعض کی قرأت میں عَوَّرَاتِ ہے واؤ پر شد اور فتحہ۔ اَيُّهَ کی قرأت میں چار قول۔ ا۔ اکثر کی قرأت اَيُّهَ ھا پر زبر۔ ۲۔ بعض کی قرأت اَيُّهُ ہے ھا پر ضمہ۔ ۳۔ بعض کی قرأت ایُّہْ ہے ھا پر جزم۔ ۴۔ بعض کی قرأت ایُّھا ہے ھا کے ساتھ الف۔

فائدے

اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ **پہلا فائدہ:** فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ نکاح کے لیے عورت کو ایک نظر دیکھنا اور کسی عورت کو بیماری کمزوری کی وجہ سے ہاتھ لگانا تب جائز ہے۔ جب دیکھنے یا ہاتھ لگانے سے مرد یا عورت کو شہوت نہ آئے اگر شہوت کا خطرہ ہو تو نہ دیکھنا جائز نہ ہاتھ لگانا جائز۔ کیونکہ بفرمان حدیث شہوت سے دیکھنا آنکھ کا زنا ہے اور شہوت سے چھونا ہاتھ کا زنا ہے اس لیے دونوں حرام۔ یہ فائدہ اِلَّا کے استثنا اور اس کے تیرہ عدد مستثناؤں سے حاصل ہوا۔ **دوسرا فائدہ:** خنثیٰ شخص سے مسلمان عورت کو پردہ کرنا حکماً واجب نہیں ہے مگر احتیاطاً لازم ہے کر لینا چاہیے یہ فائدہ غَیۡرِ اُولِی الۡاِرۡبَۃِ مِنَ الرِّجَالِ کے استثنا سے حاصل ہوا۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ ایک خنثیٰ جس کا نام ھَیۡتَا تھا۔ ازواجِ مطہرات کے پاس کبھی کبھی آیا کرتا تھا اس کو غَیۡرِ اُولِی الۡاِرۡبَۃِ میں شمار کر کے اس سے پردہ نہ کیا جاتا۔ ایک بار آقا ﷺ نے اس کو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بھائی حضرت عبداللہ سے یہ کہتے ہوئے سن لیا کہ اگر کبھی طائف فتح ہو جائے تو طائف کی ایک عورت بادیہ بنت غیلان بن سلمہ ثقفی کو ضرور حاصل کرنا وہ اتنی خوبصورت موٹی تازی ہے کہ چار شکنوں میں آتی ہے آٹھ میں جاتی ہے یعنی موٹاپے سے پیٹ کی شکنیں۔ نبی کریم ﷺ نے یہ سن کر اس کو جھڑکا اور فرمایا اے دشمن خدا تو نے تو اس میں اپنی نگاہیں گاڑھ دیں۔ پھر ازواج سے فرمایا آئندہ اس سے پردہ کیا کرو یہ تو مخبر و چغل خور ہے۔ ثابت ہوا کہ خنثیٰ ہونے کی وجہ سے پردہ نہیں ورنہ شروع سے کرایا جاتا۔ **تیسرا فائدہ:** توبہ کا ایک معنی ہے ماسوا اللہ سے بے رغبت ہو کر خالصتاً رجوع الی اللہ کرنا۔ اس لیے بے گناہوں کو بھی توبہ کرنے کا حکم ہے۔ یہ فائدہ تُوۡبُوۡۤا اِلَی اللّٰہِ کے بعد لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ سے حاصل ہوا۔ انبیاء علیہم السلام کی توبہ بھی اسی معنی میں ہے۔ بعض خبیثوں نے انبیاء کرام کی توبہ ان کے لیے گناہ کا صدور مانا۔ ایسے بدبخت کافر و گمراہ ہیں۔

احکام القرآن

اس آیت سے چند فقہی مسئلے مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ:** مسلمان عورت بھی مسلمان عورت کی شرمگاہ نہیں دیکھ سکتی۔ یعنی ناف سے گھٹنے تک۔ یہ مسئلہ قُلۡ لِّلۡمُؤۡمِنٰتِ کے اطلاق سے مستنبط ہوا۔ **دوسرا مسئلہ:** امام شافعی فرماتے ہیں کہ نامحرم مرد اور عورت کا چہرہ ضرورۃً بھی دیکھنا جائز نہیں دونوں ایک دوسرے سے پردہ کریں۔ ان کی دلیل۔ حضرت ام سلمہ کی روایت ہے کہ نزول پردہ کے بعد ایک دن عبداللہ بن ام مکتوم اچانک ہمارے گھر نبی کریم ﷺ کے پاس آ گئے میں اور میمونہ پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔ نبی کریم ﷺ نے ہم دونوں سے فرمایا پردہ کرو ہم نے عرض کیا یہ تو نابینا ہیں آپ نے فرمایا تم تو نابینا نہیں ہو۔ امام اعظم فرماتے ہیں کہ ضرورۃً چہرہ دیکھنا جائز ہے بلاضرورت منع ام سلمہ کی روایت میں بلاضرورت کا ذکر ہی ہے۔ نیز اگر شہوت کا اندیشہ ہو تو حرام ہے۔ امام اعظم کی ایک دلیل یہ کہ ایک بار فضل ابن عباس رضی اللہ عنہما ایک عورت کو گھور کر دیکھنے لگے تو نبی کریم ﷺ نے ان کا چہرہ پھرا دیا اور فرمایا دونوں جوان ہیں اس لیے شیطانی رغبت کا اندیشہ ہے ثابت ہوا کہ اگر اندیشہ نہ ہو تو ضرورۃً دیکھنا جائز دوسری دلیل۔ فاطمہ بنت قیس کو طلاق ثلاثہ ہوئی تو بحکم نبوی انہوں نے عبداللہ ابن ام مکتوم نابینا کے گھر بوجہ لاوارثی مجبوری عدت گزاری ثابت ہوا کہ فاطمہ بنت قیس کو بوجہ خطرہ نہ ہونے کے ابن ام مکتوم کا چہرہ دیکھنا

جائز تھا۔ یہ مسئلہ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ کے مِنْ تبعیضیہ سے مستنبط ہوا۔ یعنی ہر نگاہ جھکانی لازم نہیں بلکہ بعض۔ **تیسرا مسئلہ:** شریعت میں پردے تین قسم کے ہیں ان میں بڑا اور اصل پردہ حیا ہے یہ پردہ عورت باہر نکلتے وقت دیسی برقعے یا برانڈی برقعے یا بڑی اور موٹی چادر پورے جسم کو ڈھکے۔ صرف آنکھیں کھلی ہوں راستے کے لیے اور ہاتھ پاؤں کھلے ہوں چلنے پکڑنے کے لیے عربی میں موٹی چادر کو خمار اور پتلی چادر کو رقاق۔ اردو میں دوپٹہ موٹا کپڑا اور ردپٹہ باریک پتلا کپڑا۔ یہ مسئلہ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ کے حکم سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ **پہلا اعتراض:** یہاں قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ علیحدہ کیوں فرمایا۔ دیگر احکام کے مثل مذکر صیغوں میں ہی شامل کیوں نہ کرلیا گیا۔ جیسے کہ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ اور كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ۔ وغیرہ میں مسلمان عورت و مرد شامل ہوتے ہیں اور اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ۔ اور اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ میں۔ مومنون و مومنات داخل۔ اسی لیے بنات نبی سے ازواج نبی افضل کہ وہ مومنات کی بھی مائیں ہیں (از تفسیر قرطبی جلد دوم و تفسیر فتح القدیر جلد چہارم ۲۶۲) **جواب:** تین وجہ سے علیحدہ ذکر فرمایا گیا۔ **ایک وجہ** اِن کی اہمیت بتانے کے لیے **دوم** یہ کہ مردوں کی اور عورتوں کی غضِ بصر میں فرق ہے۔ عورتوں کی غض بصر کے لیے برقعہ یا چادر کا نقاب یا گھونگھٹ بھی واجب یہ مردوں کے لیے نہیں۔ **سوم** یہ کہ مردوں کو صرف دو حکم لیکن عورتوں کو چھ حکم فرمائے گئے۔ اس تفصیل کو سمجھانے کے لیے علیحدہ ذکر فرمایا گیا۔ عورتوں کی غض بصر و حفظ فروج مردوں سے اہم ہے۔ **دوسرا اعتراض:** اس کی کیا وجہ کہ یہاں رضاعی ذی محارم کا ذکر نہ کیا گیا نہ ہی چچا، تایا، ماموؤں کا۔ حالانکہ یہ سب بھی محرمات ہیں ان سے بھی پردہ واجب نہیں ہے۔ **جواب:** اس لیے کہ ان کا نام خود بخود بغیر ذکر کئے آ گیا۔ دودھ کے رشتے آباء، ابناء، اخوان و اخوات میں شامل۔ ایسے ہی چچا پھوپھی کا بھائی ہے اور ماموں خالہ کا بھائی ہے۔ بنی اخوان سے بھتیجا، بھتیجی مراد اور مومنت و مومنین ان کے پھوپھی و چچا و تایا ہوئے اسی طرح بنی اخوات سے بھانجہ بھانجی مراد اور مومن و مومنہ ان کی خالہ و ماموں ہوئے۔ تفسیر معانی نے فرمایا کہ آباء میں چچا تایا آ گئے کیونکہ عربی میں چچا تایا کو اَبٌ کہہ دیا جاتا ہے جیسے کہ قرآن مجید میں آزر چچا کو اَبِيْهِ فرمایا گیا۔ **تیسرا اعتراض:** مفسرین فرماتے ہیں مَامَلَكَتْ سے مراد لونڈیاں ہیں تو پھر اَوْ نِسَآئِهِنَّ کیوں فرمایا گیا۔ اس اضافت سے بھی تو لونڈیاں ہی مراد ہیں۔ **جواب:** اکثر مفسرین فرماتے ہیں کہ نِسَآئِهِنَّ سے مراد صرف آزاد مومنہ متقیہ عورتیں ہیں اور یہ اضافت ملکیتی نہیں بلکہ مشابہت دینی ایمانی و آزادی کی نسبت مراد ہے۔ نِسَآئِهِنَّ کا معنی ہے ان کی عورتیں یعنی ان مومنات کی مثل و مشابہ آزاد، مومنہ متقیہ عورتیں۔ لہٰذا فرق واضح اس لیے ذکر بھی ضروری۔ **چوتھا اعتراض:** بعض علماء فرماتے ہیں کہ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ سے لونڈی غلام دونوں مراد ہیں اور دونوں سے مالکن کا پردہ معاف ہے۔ کیونکہ غلام کو بھی خدمت گزاری کے لیے مالکن کے پاس بار بار آنا پڑتا ہے اگر پردہ کرایا گیا تو سخت دشواری ہوگی۔ حدیث پاک سے بھی یہی ثابت ہے۔ چنانچہ ابوداؤد شریف بروایت حضرت انس فرمایا کہ ایک بار آقا ﷺ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے پاس ایک غلام ھبہ کرنے کے لیے لائے۔ خاتون جنت نے گھبرا کر غلام سے پردہ کرنا چاہا اور چادر ڈھونڈنے لگیں تب آقا ﷺ نے فرمایا پردہ

کرنے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ ایک تمہارے والد ہیں اور ایک یہ غلام ہے ثابت ہوا کہ غلام سے مالکن کا پردہ واجب نہیں۔ امام مالک کا بھی یہی مسلک اور یہی روایت دلیل ہے۔ اس غلام کا نام تفاسیر میں عبد اللہ بن مسعدہ الفزاری لکھا ہے۔

جواب: آئمہ ثلاثہ کے مسلک میں جوان غلام سے پردہ واجب ہے۔ نابالغ غلام سے نہیں اور ان کے نزدیک **مَامَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ** میں نابالغ عبد ہی مراد ہے۔ مذکورہ حدیث انس میں لفظ عبد نہیں بلکہ غلام ہے۔ آقا ﷺ نے فرمایا تھا۔ اے فاطمہ پردہ نہ کرو۔ کیونکہ ایک تمہارے والد ہیں اور ایک غلام ہے اور عربی میں غلام نابالغ کو ہی کہتے ہیں رہا خدمت گزاری کے لیے بار بار آنے جانے کی دشواری تو اس کا حل وہی ہے جو عمل صحابیات سے ثابت اور جو آج کل مسلمان مذہبی پردہ نشین عورتیں اپنے خدام سے کام کراتی ہیں کہ خود پس پردہ رہ کر یا چھوٹے بچوں کے ذریعے یا گھریلو لونڈیوں خادماؤں کے ذریعے بڑے نوکروں غلاموں کو کام سمجھاتی اور لین دین کر لیتی ہیں۔ اس لیے باپردہ عورتوں کو نہ آج کوئی دشواری ہوتی ہے نہ پہلے کبھی دور غلامیہ میں کسی قسم کی دشواری ثابت ہے۔ امام اعظم کا یہی مسلک ہے۔

تفسیر صوفیانہ

وادی حقیقت میں اجسام ایمانی مومنون ہیں ان کے لیے مرشد معرفت کے دو حکم۔ ۱۔ غض بصر کا رکوع۔ ۲۔ حفظ فرج کا سجود اور اس وادی طلب میں ارواحِ عرفانی مومنات ہیں۔ ان کے لیے پانچ حکم ہیں۔ ۱۔ غض بصر کا رکوع حفظ فروج کا سجدہ تزکیہ۔ ۲۔ حکم ہے کہ جو بدنصیب لوگ راہ حقیقت سے نامحرم و ناواقف ہیں ان سے اپنی زینت باطنی و اسرار غیبی چھپالیں۔ ۳۔ اپنے اوپر خلوت مراقبہ کی موٹی چادر ڈال کر اغیار نابکار سے بالکل روپوش و پردہ دوش ہو جائیں ورنہ نفس و شیطان کی فحاشیاں ہلاک کر دیں گی۔ ۴۔ حکم آفاقی ہے کہ ذکر اللہ کی آوازوں کو پاس انفاس میں بدل دیں اس طرح قرین شیطان کو بھی خبر نہ ہو سکے اور طالبین مبتدی کو خوابی الہامات و کشفی مشاہدات ملتے رہیں تا کہ خلوت کے اسرار جلوت کے انوار مل جائیں۔ ۶۔ اجسام و ارواح کے سب مومنین و مومنات بارگاہ کبریائی میں توبہ صادقہ و رجوع کاملہ کریں یہ توبہ سب پر واجب ہے کامل ہوں یا ناقص منتہی ہوں یا مبتدی۔ توبہ مبتدی حرام سے بچنا توبہ متوسط لذات سے بچنا۔ توبہ منتہی ہر ماسوا اللہ سے دوری۔ توبہ ناقصین یہ ہے کہ کاملین کی محفلوں میں جائیں اور توبہ کاملین اہل معرفت کے قریب رہنا ہے اور توبہ عارفین۔ بحر فنا میں ڈوبنا ہے جو بندہ رویۂ ذات قدیم کے بحر فنا میں ڈوبا اس نے ہی بقا پائی۔ **لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ**۔ ایمان کا پھل توبہ ہے توبہ کا بیج کامیابی ہے اور کامیابی سے بچاؤ ہے۔ طالب مبتدی کی فلاح نار جہنم سے نجات ہے۔ طالب مبتدی کی فلاح نور جنت کا وصل ہے مقام اعلیٰ علیین میں قرب درجات کا حصول اور منتہی کی فلاح وجود مجازی کی فنا وجود حقیقی کی بقا اور ظلمات خلقی سے بچ کر نور خالق کی طرف رجوع کرنا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ اہل توبہ کو پسند فرماتا ہے۔ وہ بندہ ہی مومن ہے جس نے شرک جلی و خفی چھوڑ کر توبہ خالص کر لی۔ سچی توبہ کی چار نشانیاں ہیں۔ **اول** دل میں وسوسے نہ ہوں۔ **دوم** گناہ سے سینہ مومن تنگ ہو۔ **سوم** قلب مغموم ہو۔ **چہارم** روح نادم ہو۔ اسرار کی طرف رجوع کیفیۃ مبتدی ہے لیکن منتہی کے لیے یہ حجاب ہے اسی لیے بندگان معرفۃ قرب و قیام معارف و شواہد پا کر بھی توبہ توحید خالص کرتے رہتے ہیں کیونکہ یہ ابتدائی منزل ہے اور ابتدا کو انتہا سمجھ لینا بھی میدان معرفۃ کا شرک ہے۔ جس نے خود کو واصل سمجھا وہی لاحاصل ہے۔ نیکوں کی حسنات مقربین کی سیئات ہوتی ہیں۔

اگر اللہ تعالیٰ کسی بندے کو صفائی احوال وزکائی اعمال عطا فرمائے تو بندے کو چاہئے کہ اس زینت کو اغیار سے چھپائے وَلَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ اور پاکباز روحیں نہ ماریں اپنے وجود کے پیروں کو تکبر کی زمین پر ورنہ ان کی حسنات بھی سیئات بن جائیں گی۔ اسرار مخفی وہ کرامات ہیں جو بندہ عارف کو بلا عمل و بے تکلف حاصل ہوتی ہیں تو چاہئے کہ کسی پر ظاہر نہ ہونے دیں۔ اللہ تعالیٰ عالم ملکوت سے ذات وصفات کے انوار ظاہر فرماتا ہے اے ارواح مومنات زبان اختیاری و پائے بے اعتباری سے اپنی اس زینت اسرار وخفیہ کو نامحرموں غیروں پر ظاہر نہ ہونے دو۔ اِلَّا مَاظَهَرَ مِنْهَا مگر جو زبان اضطراری اور پائے وجد و کیفیت سے خود ظاہر ہو جائے اس کی معافی ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ بندے کے بدن باطن میں بارہ ذی محرم راز لطائف ہیں۔ ان سے کسی قوت روحانی کا پردہ نہیں ہوسکتا۔ لطیفہ اول بُعُولتِ قلبی۔ دوم آباء روحانی سوم آباء جسمانی کی قوت اعمال۔ یعنی اعضاء ظاہری۔ چہارم افعال روحانی کے اَبنائے کارندہ۔ پنجم افکار قلبی کے ابناء فکریات۔ ششم اخوان عقلیات۔ ہفتم شعور باطنی کے ابناء اخوان۔ لطیفہ ہشتم۔ نیات صالحہ کے بنی اخوات۔ نہم حواس خفیہ کی پردہ نشین نساء۔ دہم قوت مَامَلَكَتْ کے اقدام باطن۔ گیارہواں لطیفہ نفس لوامہ کے غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ۔ بارہواں لطیفہ ضمیر زندہ کے اطفال مسکین و بے توجہ۔ اس راہ بے رنگ میں مدعیان بے خبر بھی غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ۔ اور دین سے بے علم لوگ اطفال لَمْ يَظْهَرُوْا ہیں۔ ان بارہ لطائف کے بارہ مقام۔ **اول**۔ لطیفہ اول کا مقام قلب ہے۔ **دوم** کا مقام ناف۔ **سوم** کا مقام صدر یمین **چھارم** لطیفہ کا مقام صدر یسار (سینہ کا شمالی حصہ)۔ **پنجم** کا مقام دماغ۔ **ششم** کا مقام سر۔ مقام **ھفتم** شمالی کندھا۔ **آٹھواں** لطیفہ یمینی کندھا۔ **نواں** مقام داہنی آنکھ۔ **دسواں** لطیفہ بائیں آنکھ میں۔ **گیارھواں** دو کندھوں کے درمیان کی پشت۔ **بارھویں** لطیفے کا مقام پیشانی مومن۔ اے اسرار والو تربیت عجز کی نگاہیں نیچی رکھو اور فروج اعمال کو وسواس شیطان سے بچاؤ وادی طلب میں پیران کامل بُعُولِ روحانی ہیں اس کی قربت صحبت سے رحم خلوت میں اسرار کی ولادت ہوتی ہے۔ نسبت سلسلہ کے مشائخ آباء روحانی ہیں۔ مریدین منتہی اور دینی بھائی ابناء اخوان ہیں۔ راہ منزل کے مسافران شریک حالات بنی اخوات ہیں وادی سلوک کے ہمراہی نساء روحانیت ہے۔ اور ساتھی مملوکات مَامَلَكَتْ ہیں جس نے اپنا بھید مخلوق کو بتایا اس نے پھر خالق تعالیٰ سے کچھ نہ پایا بلکہ پہلا بھی گنوایا جو رویہ مخلوق میں مقبول ہو وہ رویہ خالق تعالیٰ سے محروم ہے وہی قطرہ موتی بنتا ہے جو سیپی کے اندر جاتا ہے جس کو سیپی اغیار واشرار سے چھپا کر پردوں میں بیٹھ جاتی ہے جو عالم ہے وہی طالب ہے جو راز ذی الجلال کو چھپاتا ہے وہی پہلے کو بچاتا ہے اگلے کو پاتا ہے سر غیب کا مخزن وہی بنتا ہے جو اپنے ہونٹ سی لے۔ تیرے نام میں جو فنا ہوا وہ فنا سے نو کا عدد بنا (از حضرت حکیم الامت بدایونی) یا اللہ مجھے فائنین و باقیین میں سے بنا نیکی توبہ کے پانچ عمل۔ ا۔ پسندیدہ کا ترک۔ ۲۔ عاجزی۔ ۳۔ تسلیم۔ ۴۔ رضا چار سعادتوں کا نام فلاح ہے۔ مشاہدات ربانی کا پانا۔ عذاب فرقت سے بچنا۔ استقامت کا حصول۔ معرفت کا وصول۔

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ

اور جلدی نکاح کردو تم پورے لائق نکاح دن والوں کا اپنی اطلاد میں سے اور نیک لائق

اورنکاح کردو اپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہوں اور اپنے لائق بندوں
مِنْ عِبَادِكُمْ وَ اِمَآئِكُمْ ؕ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ
اپنے غلاموں اور اپنی لونڈیوں کا اگر ہوں یہ مالی لحاظ سے غریب
اور کنیزوں کا اگر وہ فقیر ہوں
يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۲﴾
دولت مند کردے گا ان کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اور اللہ تعالیٰ ہی گنجائش دینے والا ہے جاننے والا ہے
تو اللہ انہیں غنی کردے گا اپنے فضل کے سبب اور اللہ وسعت والا علم والا ہے
وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا
اور چاہئے کہ پاکدامن رہیں وہ لوگ جو نہیں پاتے نکاح کرنے کی مالی طاقت
اور چاہئے کہ بچے رہیں وہ جو نکاح کی مقدور نہیں رکھتے
حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ
یہاں تک کہ مالدار کردے گا ان کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اور وہ غلام جو چاہتے ہیں مکاتب بننا
یہاں تک کہ اللہ مقدور والا کردے اپنے فضل سے اور تمہارے ہاتھ کی ملک باندی غلاموں میں سے
مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا ۖ
ان غلاموں میں سے جو مکمل تمہارے ہاتھوں کی ملکیت ہیں تو فوراً انکو مکاتب بنا دو اگر سمجھتے ہو تم ان غلاموں میں آزادی قابلیت
جو یہ چاہیں کہ کچھ مال کمانے کی شرط پر انہیں آزادی لکھ دو تو لکھ دو اگر ان میں کچھ بھلائی جانو
وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ ؕ
اور امداد بھی دو اس مال سے جو اللہ نے تم کو دیا
اور اس پر ان کی مدد کرو اللہ کے مال سے جو تم کو دیا
وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ
اور نہ مجبور کرو اپنی لونڈیوں کو بدکاری پر اگر وہ پاکدامنی کا
اور مجبور نہ کرو اپنی کنیزوں کو بدکاری پر

تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ؕ
ارادہ رکھیں جبکہ تم چاہتے ہو اس بدکاری سے دنیوی زندگی کا مال
جبکہ وہ بچنا چاہیں تا کہ تم دنیوی زندگی کا کچھ مال چاہو
وَمَنْ یُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ
اور جو شخص مجبور کرے اپنی ان لونڈیوں کو تو بیشک ان لونڈیوں کی مجبورا بدکاری کے بعد بھی
اور جو انہیں مجبور کرے گا تو بیشک بعد اس کے کہ وہ مجبوری ہی کی حالت پر رہیں
غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ
اللہ ان کو بخشنے والا رحیم ہے اور البتہ نازل کیں ہم نے تم لوگوں کی طرف
بخشنے والا مہربان ہے اور بیشک ہم نے اتاریں تمہاری طرف
اٰیٰتٍ مُّبَیِّنٰتٍ وَّ مَثَلًا مِّنَ الَّذِیْنَ خَلَوْا
روشن بیان کرنے والی آیتیں اور مثالیں ان لوگوں کی
روشن آیتیں اور کچھ ان لوگوں کا بیان
مِنْ قَبْلِكُمْ وَ مَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِیْنَ ﴿۳۴﴾
گزرے تم سے پہلے اور بڑی نصیحت پرہیزگاروں کے لیے
جو تم سے پہلے گزرے اور ڈر والوں کے لیے نصیحت

تعلقات

ان آیات پاک کا پچھلی آیات پاک سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آیات میں فحاشی بدمعاشی اور بہتان تراشی کو روکنے کے لیے تین قانون بتائے گئے۔ ۱۔ بلا اجازت کسی کے گھر میں مت جاؤ۔ ۲۔ نگاہیں نیچی رکھو۔ ۳۔ عورتیں اپنا مکمل پردہ کریں زینت وخوبصورتی چھپائیں۔ اب ان آیات میں فحاشی بدمعاشی تہمت بازی روکنے کا چوتھا قانون بتایا جا رہا ہے کہ اپنے بچوں کا نوکروں غلاموں کا جلدی نکاح کرو۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیات میں فرمایا گیا تھا کہ ایمان والو تم سب مرد وعورت امیر غریب آزاد غلام ہر وقت ہر گناہ سے مرنے تک سچی توبہ کرتے رہو تا کہ دین دنیا آخرت کی کامیابیاں حاصل کرلو۔ اب ان آیات میں فرمایا جا رہا ہے کہ توبہ سچی وحقیقی یہ ہے کہ ہر حال میں بدکاری فحاشی سے بچو کنوارے رہ کر بھی شادی شدہ ہو کر بھی۔ نکاح کرنے کی طاقت ہو یا نہ ہو۔ **تیسرا تعلق:** پچھلی آیات میں آزاد لوگوں کو توبہ کرنے کا حکم دیا

گیا کہ خبردار فحاشی نہ کرو نہ کرواؤ۔ اب ان آیات میں ان مجبور مسلمانوں کا ذکر فرمایا جارہا ہے جن کو کوئی حاکم جابر ظالم مالک شخص جبراً بدکاری پر آمادہ کرے اور اپنی مجبور عورتوں سے بدکاری کا پیشہ کرائے مگر وہ مجبور و بے بس عورتیں اس کام سے نفرت کرتی ہوں لیکن ظالم مالک ان عورتوں کے ذریعے اپنا کاروبار چلاتا ہو فرمایا گیا کہ ان مجبور عورتوں کو بروز قیامت ایسے جبری گناہ پر پکڑا نہ جائے گا۔

شان نزول

ایک بار حضرت حویطب بن عبد العزیٰ انصاری صحابی کے ایک غلام صبیح صحابی نے اپنے مولیٰ حُویطب سے عرض کیا مجھے مکاتب کردو اور مجھ سے میری قیمت کے پیسے لے لو حویطب نے انکار کردیا اس مسلمان غلام نے آقا کائنات حضور اقدس ﷺ کی خدمت اقدس میں یہ بات عرض کی اور ادھر ایک واقعہ یہ بھی پیش آیا کہ مدینہ منورہ کا منافق عبداللہ بن ابی ابن سلول جو قبیلہ اوس وخزرج کا سردار تھا اور علاقہ کا سیاست دان اس نے اپنی لونڈیوں کے ذریعے رنڈی بازار اور بدکاری کے اڈے چکلے کھولے ہوئے تھے۔ اہل عرب سرداروں کا یہ عام کاروبار تھا اس زناکاری کو عیب نہ سمجھا جاتا تھا بلکہ اس کاروبار پر فخر کیا جاتا تھا۔ ان رنڈی بازاروں سے دولت کمانے کے علاوہ سیاسی مفاد بھی حاصل کئے جاتے تھے یہ منافق اپنے سیاسی امراء دوستوں کو شب باشی کے لیے خوبصورت لونڈیاں پیش کیا کرتا تھا جس سے دولت کماتا سیاست چمکاتا ایک بار اس کی بہت خوبصورت لونڈی معاذہ نے صدیق اکبر سے عرض کیا کہ اب تو ہم مسلمان ہیں مگر میرا مولیٰ عبداللہ اب بھی مجھ سے بدکاری کراتا ہے حالانکہ وہ بھی مسلمان بن گیا ہے۔ میں سخت پریشان ہوں مجھے تو زناکاری سے پہلے بھی نفرت تھی اب تو اور بھی زیادہ نفرت ہے مجھے آپ بچائیں۔ صدیق اکبر نے یہ سب معاملہ بارگاہ رسالت میں عرض کیا۔ نبی کریم ﷺ نے صدیق اکبر سے فرمایا کہ اس لونڈی کو تم اپنے اہل خانہ میں پناہ دو۔ یہ بات جب اس منافق عبداللہ بن ابی ابن سلول کو معلوم ہوئی تو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بہت شور مچایا۔ تب یہ بیکدم تین آیات نازل ہوئیں از آیت ۳۲ تا آیت ۳۴ اور ساتھ ہی ان تمام لونڈیوں کو آزادی ملی جن سے ان کے مالکان بدکاری کراتے تھے۔

تفسیر نحوی

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ ؕ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ۔ واوٴ ابتدائیہ۔ اَنْكِحُوا باب افعال کا فعل امر حاضر معروف صیغہ جمع مذکر۔ اس کا فاعل ہے اَنْتُمْ ضمیر مخاطب پوشیدہ۔ نَكْحٌ سے بنا ہے مصدر ہے اِنْكَاحٌ ترجمہ ہے عقد نکاح۔ الف لام حرفی استغراقی۔ اَيَامٰى اسم جمع مکسر اس کا واحد ہے اَيْمىٌ۔ عام استعمال میں مخفف کرکے اَيْمٌ یا اَيِّمٌ بولا جاتا ہے۔ بغیر خاوند والی عورت کو اَيْمٌ یا اَيِّمٌ کہا جاتا ہے۔ کنواری ہو یا بیوہ یا مطلقہ۔ اصلاً وحقیقتاً عورت کے لیے یہ لفظ ہے مگر مجازاً واستعارۃً اور سمجھانے کے لیے بغیر بیوی والے مرد کو بھی اَيِمىٌ یا اَيِّمٌ کہہ دیتے ہیں۔ یہاں اَيَامٰى مرد وعورت دونوں کے لیے فرمایا گیا ہے۔ یہ مفعول بہ ہے۔ مِنْ حرف جر تبعیضیہ۔ معنی ہے میں سے۔ كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر نفسی بمعنی اپنی یا اپنوں میں سے مراد ہے اپنی اولاد میں سے یہ ضمیر مجرور متصل معطوف علیہ واوٴ عاطفہ اَلصّٰلِحِيْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ برائے غائب

باب فَتَحَ سے ہے اس کا فاعل ھُمْ ضمیر صیغہ پوشیدہ مِنْ جارہ تبعیضیہ عِبَادِ اسم جمع مکسر ہے عَبْدٌ کی۔ لغوی ترجمہ ہے عبادت و پرستش کرنا۔ اصطلاح میں ہر قسم کی عاجزی کرنا عبدیت ہے یہاں مراد ہے زرخرید غلام مملوکہ بندے یہ مضاف کُمْ مضاف الیہ یہ مرکب اضافی معطوف علیہ واؤ عاطفہ اِمَآءِ جمع مکسر منصرف اس کا واحد ہے اَمَةٌ بمعنی لونڈی یعنی مملوکہ اور زرخرید عورتیں باندیاں یہ مرکب اضافی معطوف ہے عِبَادِکُمْ پر دونوں عطف مل کر مجرور متعلق ہے صَالِحِیْنَ کا۔ یہ اسم فاعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف ہے مِنْکُمْ کی ضمیر کُمْ پر دونوں عطف مل کر جر ور متعلق ہے اَنْکِحُوا کا۔ یہ فعل با فاعل اپنے مفعول اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو گیا۔ اِنْ حرف شرط۔ یَکُوْنُوْا۔ باب نَصَرَ سے مضارع مثبت معروف ناقصہ بحالت جزم ہے اِنْ شرطیہ نے جزم دیا۔ دراصل یَکُوْنُوْنَ تھا۔ آخری نون اعرابی جزم سے گر گئی۔ اس میں پوشیدہ ھُمْ ضمیر صیغہ اس کا اسم ہے جس کا مرجع اَلْاَیَامٰی ہے۔ فُقَرَآءَ۔ اسم جمع مبالغہ اس کا واحد ہے۔ فَقِیْرٌ صفت مشبہ۔ باب کَرُمَ سے۔ فَقْرٌ سے مشتق ہے۔ لغوی ترجمہ ہے کمر کی ہڈی یعنی ریڑھ ٹوٹنا۔ اصطلاح میں چار معنی ہیں۔ ۱۔ ضرورت کے مطابق بھی روزی و سامان زندگی نہ ہو بمعنی مسکین۔ ۲۔ صرف ضرورت کے مطابق روزی و سامان ہو زائد نہ ہو۔ یہاں یہی معنی مراد ہیں۔ ۳۔ حریص لالچی کبھی پیٹ نہ بھرے کتنی ہی دولت ہو۔ ۴۔ محتاج اِلَی اللہ۔ اس معنی میں پوری کائنات فقیر ہے۔ فُقَرَآءَ خبر ہے یَکُوْنُوْا کی یہ فعل ناقصہ اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ انشائیہ ہو کر شرط ہے۔ یُغْنِ۔ باب افعال کا مضارع مستقبل مثبت معروف صیغہ واحد مذکر غائب غِنًی سے مشتق ہے یہ مادہ لازم ہے ترجمہ ہے دولت مند ہونا، محتاج نہ ہونا، حریص و لالچی بھی نہ ہونا۔ فَقْرٌ کی ضِد و نقیض۔ اس کا مصدر ہے۔ اغناء۔ یہ متعدی بیک مفعول ہے ترجمہ ہے غنی کرنا، دولتمند بنانا۔ ھُمْ ضمیر ظاہر اس کا مفعول بہ جس کا مرجع ہے اَلْاَیَامٰی۔ اللہُ اس کا فاعل مِنْ جارہ فَضْلِهٖ مرکب اضافی ترجمہ ہے اپنے فضل سے مجرور ہے مِنْ سے یہ جار مجرور متعلق ہے یُغْنِ کا سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر جزا ہے اِنْ یَکُوْنُوْا شرط کی یہ شرط و جزا مل کر جملہ شرطیہ ہو گیا۔ یُغْنِ دراصل یُغْنِیْ ہے۔ جزا کی وجہ سے شرط کے تابع ہوا۔ وہ مجزوم تو یہ بھی مجزوم ہوا۔ لہٰذا جزم سے آخری ی گر گئی۔ واؤ سر جملہ۔ اللہُ۔ مبتدا۔ وَاسِعٌ کا اسم فاعل واحد مذکر برائے غائب اسم صفاتی ہے اللہ تعالیٰ کا وُسْعٌ اور سِعَةٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے۔ کشادگی، فراخی، اور گنجائش دینے والا۔ یہ پہلی خبر ہے۔ عَلِیْمٌ خبر دوم ہے۔ اللہُ مبتدا اپنی دونوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ واؤ سر جملہ لِیَسْتَعْفِفِ باب استفعال کا فعل امر غائب معروف صیغہ واحد مذکر غائب اس کا مصدر ہے اِسْتِعْفَافٌ عَفَفٌ سے بنا ہے۔ ترجمہ ہے بچنا اپنے آپ کو بچائے رکھنا، دور رکھنا۔ اسی معنی میں پاکدامن عورت و مرد کو عَفِیْفَہ و عفیف کہتے ہیں اسی سے ہے عِفَّةٌ پاکدامنی، مُحْصِنٌ وَمُحْصِنَہ اور عَفِیْفٌ وَعَفِیْفَہ میں فرق یہ ہے کہ صرف فروج کی حفاظت احصان ہے اور ہر چھوٹے بڑے گناہ سے خود کو دور کرنا عِفَّةٌ ہے۔ اَلَّذِیْنَ اسم موصول۔ لَا یَجِدُوْنَ باب ضرب کا مضارع حال منفی معروف صیغہ جمع مذکر غائب وَجْدٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے پانا حاصل کرنا مراد ہے طاقت رکھنا۔ اس کا فاعل ھُمْ ضمیر صیغہ جس کا مرجع ہے اَلَّذِیْنَ۔ نِکَاحًا۔ اسم حاصل مصدر بروزن فعال قتال باب مُفَاعَلَةٌ کا دوسرا مصدر پہلا مصدر مُنَاکَحَةٌ ہے۔ بمعنی شادی بیاہ رخصتی کرنا، یہ مفعول بہ ہے۔ حَتّٰی حرف جر۔ یُغْنِیَ باب افعال کا مضارع مستقبل بحالت نصب اَنْ مصدریہ ناصبہ مقدرہ کی وجہ سے ھُمْ اس کا مفعول بہ اللہُ فاعل مِنْ فَضْلِهٖ

مرکب اضافی مجرور متعلق ہے یُغْنِیَ فعل اپنے فاعل مفعول اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر مجرور ہے حتیٰ سے یہ جار مجرور متعلق ہے لَا یَجِدُوْنَ کا۔ بعض نے کہا یہ متعلق ہے لِیَسْتَعْفِفِ کا مگر یہ غلط ہے۔ لَا یَجِدُوْنَ فعل فاعل مفعول بہ و متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صلہ ہے اَلَّذِیْنَ موصول صلہ مل کر فاعل ہے لِیَسْتَعْفِفِ کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو گیا۔

وَالَّذِیْنَ یَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِیْهِمْ خَیْرًا ۖ وَّ اٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِیْۤ اٰتٰىكُمْ ؕ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَیٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ؕ وَمَنْ یُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ ۔ واؤ ابتدائیہ اَلَّذِیْنَ اسم موصول۔ یَبْتَغُوْنَ۔ باب افتعال کا فعل مضارع حال مثبت معروف صیغہ جمع مذکر غائب اس کا مصدر ہے اِبْتِغَاءٌ۔ بَغْیٌ سے بنا ہے لغوی ترجمہ ہے حد سے بڑھ کر کوشش کرنا۔ اگر اچھی ہو تو معنی ہے چاہنا تلاش کرنا اور اگر بری ہو تو معنی ہے سرکشی کرنا بغاوت کرنا۔ باب افتعال میں پہلے معنی ہوئے۔ باب ضَرَبَ میں دوسرے معنی۔ الف لام عہد خارجی کِتَاب۔ اسم حاصل مصدر معنی ہے مکاتب بننا۔ یہ مفعول بہ ہے مِمَّا اصل میں ہے مِنْ مَا۔ مِنْ حرف جر تبعیضیہ بمعنی میں سے۔ مَا موصولہ مَلَكَتْ۔ باب ضَرَبَ کا ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ واحد مونث غائب۔ اَیْمَانُ۔ اسم جمع مکسر ہے یَمِیْنٌ کی یُمْنٌ سے مشتق ہے صفت مشبہ برائے مبالغہ یعنی کثرت کے لیے۔ یُمن کا لغوی ترجمہ ہے مضبوطی، حُسن و خیر و برکت، حقیقی معنی ہے داہنا ہاتھ۔ مجازاً قسم، حلف اور مضبوط وعدے کے لیے ہے چونکہ قسم و حلف اور وعدے کے وقت لوگ ایک دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہیں اس لیے عاریۃً یہ لفظ قسم کے لیے بھی لیا گیا یہاں اَیْمَانُ حقیقی معنی میں ہے یعنی داہنے ہاتھ مراد ہے مضبوط قبضہ و مکمل ملکیت۔ اَیْمَانُكُمْ مرکب اضافی فاعل ہے مَلَكَتْ کا یہ فعل فاعل جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صلہ ہے مَا کا۔ دونوں مل کر مجرور متعلق ہے یَبْتَغُوْنَ کا۔ یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہے اَلَّذِیْنَ کا یہ موصول صلہ مل کر معطوف علیہ۔ فَكَاتِبُوْ۔ ف عاطفہ جزائیہ كَاتِبُوْا باب مُفَاعَلَةٌ کا فعل امر حاضر معروف صیغہ جمع مذکر حاضر۔ كَتْبٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے مکاتب بنانا، اس کا فاعل ضمیر صیغہ، هُمْ مفعول بہ۔ یہ فعل فاعل مفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر جزاء مقدم ہے۔ اِنْ حرف شرط عَلِمْتُمْ۔ باب سَمِعَ کا ماضی مطلق با فاعل ضمیر صیغہ اَنْتُمْ جمع مذکر حاضر۔ فِیْهِمْ یہ جار مجرور متعلق ہے عَلِمْتُمْ کا خَیْرًا اسم حاصل مصدر نکرہ بمعنی بھلائی، شر کی ضد و نقیض۔ یہ مفعول بہ ہے۔ عَلِمْتُمْ کا۔ یہ سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر شرط موخر ہے فَكَاتِبُوْ کے جملے کی۔ دونوں شرط و جزا مل کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ۔ اٰتُوْ۔ باب افعال کا فعل امر حاضر معروف صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اَتْیٌ۔ بمعنی آنا لازم ہے جب باب افعال میں ہو گا تو متعدی ہے اگر اس کے بعد بَ جارہ ہے تو متعدی بیک مفعول ہوتا ہے ترجمہ ہے لانا۔ اگر اس کے بعد مِنْ جارہ ہو تو متعدی بدو مفعول ہوتا ہے اور ترجمہ ہو گا دینا۔ یہاں اسی معنی میں ہے اٰتُوْ فعل با فاعل هُمْ اس کا مفعول بہ اول۔ مِنْ جارہ تبعیضیہ۔ بمعنی میں سے کچھ مال مضاف اللّٰہ مضاف الیہ۔ یہ مرکب اضافی موصوف ہے۔ اَلَّذِیْ۔ اسم موصول اٰتَا۔ باب افعال کا ماضی مطلق مصدر ہے اِیْتَاءٌ اس کا فاعل ضمیر صیغہ هُوَ پوشیدہ جس کا مرجع اللّٰہ کُمْ ضمیر مفعول بہ۔ یہ فعل فاعل مفعول بہ جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صلہ ہے یہ موصول صلہ مل کر صفت ہے مَالِ اللّٰہِ کی وہ مرکب توصیفی مجرور ہے۔ جار مجرور متعلق بمعنی مفعول بہ دوم اٰتُوْ کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف ہے كَاتِبُوْ کے جملے شرطیہ پر۔ وہ دونوں عطف مل کر معطوف ہے وَالَّذِیْنَ پر۔ دونوں عطف

مل کر جملہ عاطفہ ہوگیا۔ واؤ سر جملہ۔ لَا تُكْرِهُوْا۔ باب افعال کا فعل نہی حاضر معروف صیغہ جمع مذکر۔ مصدر ہے اِکْرَاهٌ، کُرْهٌ سے بنا ہے۔ ترجمہ ہے مجبور کرنا، ناپسند کرتا ہونا، فَتَيٰتِ۔ اسم جمع مونث سالم۔ اس کا واحد مونث ہے فَتَاةٌ اس کا واحد مذکر ہے فَتًى جمع مذکر فِتْیَانٌ۔ ترجمہ ہے جوان لڑکیاں۔ فَتَيٰتِكُمْ مرکب اضافی مفعول بہ ہے لَا تُكْرِهُوْا کا۔ عَلٰی جارہ فوقیت کا۔ بمعنی پر بِغَآءِ اسم مصدر بروزن ہے فِعَالٌ۔ ترجمہ ہے سرکشی، بغاوت، بے غیرتی، بدکاری، یہاں اسی معنی میں ہے۔ یہ جار مجرور متعلق ہے۔ لَا تُكْرِهُوا کا۔ یہ سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر علت ہے یا سبب۔ لِتَبْتَغُوْا۔ لام تاکید یہ برائے علت۔ تَبْتَغُوا۔ باب افتعال کا مضارع استمراری۔ ترجمہ ہے۔ تاکہ چاہتے رہو۔ پاتے رہو۔ عَرَضَ۔ اسم معرفہ بمعنی سامان، مراد ہے دولت، الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔ یہ مرکب توصیفی مضاف الیہ ہے عَرَضَ کا وہ مرکب اضافی مفعول بہ ہے لِتَبْتَغُوْا کا وہ فعل فاعل مفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معلول ہے لَا تُكْرِهُوْا کا۔ وہ علت معلول مل کر جزاء مقدم۔ اِنْ شرطیہ اَرَدْنَ باب افعال کا ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ جمع مونث غائب اس کا مصدر ہے اِرَادَةٌ اس کا فاعل ضمیر صیغہ هُنَّ پوشیدہ۔ تَحَصُّنًا باب تفعل کا مصدر۔ ترجمہ ہے پاکدامن رہنا یہ مفعول بہ ہے اَرَدْنَ کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہے لَا تُكْرِهُوْا جزاء مقدم کی یہ شرط و جزا مل کر جملہ شرطیہ ہوگیا۔ وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔ واؤ سر جملہ مَنْ اسم موصول شرطیہ برائے اہل عقل۔ معنی ہے جو شخص۔ يُكْرِهْ باب افعال کا مضارع مثبت معروف دراصل يُكْرِهُ۔ ضمہ سے مَنْ نے جزم دیا۔ اس کا مصدر ہے اِکْرَاهٌ ترجمہ ہے۔ مجبور کرنا اصلی مادہ کُرْهٌ ہے ناپسند کرنا۔ اس سے ہے مکروہ تحریمی و تنزیہی بمعنی شرعی ناپسندیدہ۔ اس کا فاعل ہے هُوَ پوشیدہ اس کا مرجع ہے مَنْ هُنَّ ضمیر مفعول بہ یہ فعل فاعل مفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر صلہ ہے مَنْ کا دونوں موصول صلہ مل کر شرط ہے فَ جزائیہ اِنَّ حرف مشبہ۔ اللّٰهَ اس کا اسم مِنْ جارہ بیانیہ بَعْدِ۔ اسم ظرفیہ مکانیہ کا مضاف ہے۔ اِكْرَاهِ افعال کا مصدر مضاف ہے هِنَّ مضاف الیہ یہ ذیل مرکب اضافی مجرور ہے مِنْ سے۔ یہ جار مجرور متعلق مقدم ہے غَفُوْرٌ صفت مشبہ بروزن فعولٌ ترجمہ ہے بہت ہی بخشنے والا۔ یہ خبر اول ہے اِنَّ کی۔ رَّحِيْمٌ بھی صفت مشبہ ہے باب کَرُمَ کی ترجمہ ہے بہت ہی زیادہ رحم فرمانے والا۔ ان دونوں کا فاعل هُوَ ضمیر صیغہ جس کا مرجع اللّٰه مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ نہی کا متعلق مقدم ہے یہ سب اِنَّ کی خبر دوم اِنَّ اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر جزا ہے مَنْ يُكْرِهْ شرط کی دونوں مل کر جملہ شرطیہ ہوگیا۔ وَلَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ وَّ مَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ۔ واؤ سر جملہ لام گی تاکید یہ۔ قَدْ اَنْزَلْنَا ماضی قریب مثبت معروف جمع متکلم۔ باب افعال سے اس کا مصدر ہے اِنْزَالٌ۔ مادہ نَزْلٌ ہے بمعنی اتارنا، اترنا۔ اِلَيْكُمْ یہ جار مجرور متعلق ہے قَدْ اَنْزَلْنَا کا۔ اٰيٰت مبينٰت۔ یہ دونوں اسم۔ جمع مونث سالم موصوف صفت مرکب توصیفی معطوف علیہ۔ واؤ عاطفہ۔ مثلا اسم مصدر تشبیہی۔ مِنْ حرف جر برائے مفعولیت۔ الَّذِيْنَ اسم موصول۔ خلوا باب نَصَرَ کا ماضی مطلق مثبت معروف جمع مذکر غائب خَلَا یا خَلْوٌ سے مشتق ہے۔ ترجمہ ہے خالی، گزر جانا۔ اس کا فاعل ھم ضمیر صیغہ اس کا مرجع الَّذِيْنَ۔ مِنْ جارہ قَبْلِكُمْ مرکب اضافی مجرور متعلق ہے خَلَوْا کا یہ فعل بافاعل و متعلق مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صلہ ہے الَّذِيْنَ کا یہ موصول صلہ مل کر مجرور ہے مِنْ سے یہ جار مجرور متعلق ہے مَثَلًا مصدر کا دونوں مل کر شبہ جملہ ہو کر معطوف علیہ ہے۔ واؤ عاطفہ۔ مَوْعِظَةً باب ضَرَبَ کا مصدر میمی۔ وعظ سے بنا ہے

ترجمہ ہے نصیحت لینا اور کرنا۔ لِّلۡمُتَّقِیۡنَ ۞ ۔ لام جارہ نفع کا۔ مُتَّقِیۡنَ ۔ باب افتعال کا اسم فاعل جمع مذکر۔ اس کا مصدر ہے اِتِّقَاءٌ وَقۡیٌ سے بنا ہے ترجمہ ہے بچنا، ڈرنا، پرہیزگار ہونا۔ یہ جار مجرور متعلق ہے مَوۡعِظَۃٌ مصدر کا دونوں مل کر شبہ جملہ ہو کر معطوف ہے مَثَلًا کے شبہ جملے پر۔ دونوں عطف مل کر معطوف ہے اٰیٰتٍ مُّبَیِّنٰتٍ مرکب توصیفی پر۔ یہ دونوں عطف مل کر مفعول بہ ہے قَدۡ اَنۡزَلۡنَآ کا۔ وہ فعل با فاعل مفعول بہ و متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ

وَ اَنۡکِحُوا الۡاَیَامٰی مِنۡکُمۡ وَ الصّٰلِحِیۡنَ مِنۡ عِبَادِکُمۡ وَ اِمَآئِکُمۡ ؕ اِنۡ یَّکُوۡنُوۡا فُقَرَآءَ یُغۡنِہِمُ اللّٰہُ مِنۡ فَضۡلِہٖ ؕ وَ اللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ ۞ ۔ اے لوگو اپنی جوان اَیِّم اولاد کی شادی نکاح کر دو۔ اَیِّم وہ عورت مرد ہیں جو بغیر ازدواجی ساتھی کے ہوں۔ خواہ کنوارے ہوں یا طلاق والے یا وفات والے (رنڈوے) ہوں یعنی عورت کا خاوند اور مرد کی بیوی نہ ہو۔ خاوند کی نااہلی کی وجہ سے نکاح فسخ ہو چکا ہو۔ خاوند کی نااہلی کی چار صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ۱۔ خاوند حقیقتاً غریب و قلاش ہو بیوی کا خرچہ نہ دے سکے۔ ۲۔ یا خاوند ظالم متعنت ہو کہ نہ آباد کرے نہ خرچہ دے نہ طلاق دے نہ خلع کرے۔ ۳۔ خاوند دائمی پاگل ہو چکا ہو۔ ۴۔ خاوند برسوں سے لاپتہ ہو اور بیوی کی خانہ بربادی خطرہ گناہگاری ہو۔ ان سب صورتوں میں یہ عورت اَیِّم کہلائے گی اس کی جمع اَیَامٰی۔ اور اے لونڈی غلام رکھنے والو تم کو بھی شریعت کا یہ حکم ہے کہ اپنی مملوک و مملوکہ کا جلدی نکاح کر دو جبکہ صالحین نکاح ہو جائیں یعنی نکاح کی صلاحیت رکھنے والے تو جوان۔ یا اپنے ہی لونڈی غلام کا آپس میں یا دوسروں کی لونڈی غلام سے یا آزاد مرد و عورت سے جیسا بھی قابل صلاحیت رشتہ ملے۔ یہ نکاح فحاشی بدکاری کو روکنے کا بہترین طریقہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زنا و بہتان اور ان کی سزاؤں کے ذکر کے بعد ہر قسم کی برائیوں کو روکنے کے لیے آٹھ قانون بیان فرمائے۔ ۱۔ پردہ نشینی۔ ۲۔ ستر پوشی۔ ۳۔ داخلے کی اجازت لینا۔ ۴۔ نگاہیں نیچی رکھنا۔ ۵۔ شرمگاہوں کی حفاظت۔ ۶۔ ہر وقت توبہ و استغفار کرتے رہنا۔ ۷۔ روزہ نماز و خوف الٰہی۔ ۸۔ اور شرعی نکاح سے خانہ آبادی کے ذریعے اپنی عفت و احصان پاکدامنی ایمان کو ہمت و توفیق سے قائم رکھنا۔ فرمودات نبوی کی روشنی میں نکاح کی تقریباً سات قسمیں ہیں اول نکاح فرض۔ ہر اس مرد پر نکاح کرنا فرض ہے جس میں دو صلاحیتیں ہوں یعنی حقوق بیوی پورے کرنے کی صلاحیت مردی اور بیوی کا نان نفقہ مہر ادا کرنے کی سہولت بیوی سے عدل و محبت کا جذبہ۔ بدکاری کا اندیشہ ہو تب نکاح کرنا فرض ہے۔ دوم نکاح واجب۔ سوم نکاح سنت۔ چہارم نکاح مستحب۔ پنجم نکاح جائز۔ ششم نکاح مکروہ۔ ہفتم نکاح حرام۔ مرد کی کیفیات جیسی بدلتی جائیں گی اسی طرح نکاح کا حکم بدلتا جائے گا۔ یہ سات قسم کے نکاح سات قسم کی حالتوں میں ہیں احادیث مبارکہ سے ثابت ہیں۔ پہلی حدیث ترمذی ابن ماجہ بروایت سمرہ رضی اللہ عنہ فرمان نبوی ہے کہ تبتل یعنی بے نکاح رہنا سخت منع۔ حدیث دوم مسند احمد نے بروایت حضرت عکاف فرمان نبوی نقل فرمایا کہ اگر مرد ہر طرح صلاحیت نکاح رکھتا ہو اور پھر بھی نکاح نہ کرے تو وہ شیطان کا ساتھی ہے۔ حدیث سوم مشکوٰۃ میں بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمان نبوی ہے کہ نکاح میری سنت ہے بے نکاح رہنے والے مرد اشرار ہیں ان کی موت بھی ذلت کی۔ حدیث چہارم مسند احمد۔ ابوداؤد۔ نسائی میں بروایت حضرت انس ہے کہ آقا ﷺ نے بائت کا بار بار حکم فرمایا۔ تبتل سے سخت منع فرمایا۔ اور فرمایا بائت نصف ایمان ہے تبتل راہ شیطان ہے۔ بائت بمعنی

نکاح کرنا۔ تبتل بمعنی نکاح نہ کرنا۔ حدیث پنجم فرمایا آقا ﷺ نے کہا محبت اور اولا د والی بیویوں سے نکاح کرو۔ کچھ مشائخ احناف نے نکاح کو فرض عین فرمایا کچھ نے فرض کفایہ کسی نے واجب عین کسی نے واجب کفایہ فرمایا۔ یہ تفریق مردمی کیفیت کے اعتبار سے ہے۔ یہاں فرض عین واجب عین کا معنی یہ ہے کہ ساری عمر خاوند بیوی ساتھ ساتھ رہیں۔ اس آیت پاک میں اسی حکم کا ذکر ہے اور فرض کفایہ واجب کفایہ کا معنی یہ ہے کہ بس عمر میں ایک بار نکاح وصحبت حلال کر لی جائے تو باقی عمر اَیامیٰ رہنا بھی جائز ہے۔ حدیث ششم بخاری مسلم نے بروایت حضرت عبداللہ بن مسعود فرمان نبوی نقل فرمایا۔ کہ اے جوانوں کے گروہ تم میں جو طاقت نکاح رکھتے ہیں وہ نکاح کریں جو نہیں رکھتے یعنی غریب ہیں وہ روزے رکھا کریں کیونکہ روزے اور کم خوری کی عادت خواہش شہوانی کو توڑتی ہے اس حدیث مقدس سے نکاح کی استحبابیت ثابت ہوئی۔ پہلی احادیث سے فرضیت اور وجوب وسنت ہونا ثابت ہوا۔ حدیث ہفتم ترمذی میں بروایت ابوایوب انصاری ہے کہ چار کام سنت انبیاء علیہم السلام ہیں۔ حیاداری، مسواک کرنا، عطر لگانا، نکاح کرنا۔ حدیث ہشتم ابن ماجہ میں فرمان نبوی ہے کہ جو بندہ اللہ تعالیٰ کو بروز قیامت طاہر ومطہر ہو کر ملنا چاہتا ہے وہ نکاح والا رہے تا عمر۔ فقہاء احناف فرماتے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت عادت کی اتباع بھی واجب ہے اور سنت عبادت کی بھی اے مسلمانو رشتہ نکاح کے وقت اولا د یا داماد کی فقیری غریبی دیکھ کر رشتے کو رد نہ کرنا۔ بلکہ جب دینی ایمانی ہم عقیدہ نیک صالح متقی حسبی نسبی کفو والا رشتہ مل جائے اور دو طرفہ ایک دوسرے کے عادات و اخلاق سے راضی خوش ہو تو فوراً رشتہ منظور نکاح قبول کر کے نکاح کر دیا کرو۔ خاوندوں کی غربت فقیری میں اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب ہے۔ غنی فرما دے گا نئے خاندان والوں کو اپنے فضل وکرم قدرت وحکمت سے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو ہر طرح بہت وسیع وکثیر بابرکت وبا رحمت بنانے والا ہے اور ہر شخص کی ضرورت کو ہر چیز کی حکمۃ کو جاننے والا ہے۔ اے مسلمانو خاندان بنانے رشتے لگوانے میں صرف خاندانی شرافت، جسمانی صحت دینی جہت نسلی نسبیت ہی دیکھا کرو۔ مالی حالی غریبی کو مقدم نہ رکھا کرو اس کا کوئی بھروسہ نہیں کیونکہ رب تعالیٰ ہی کفیل ہے خاوند بیوی وغیرہ کے رزق وضروریات کا اور وہی قناعت بھی عطا فرماتا ہے فراغت بھی وسعت بھی اس لیے توکل علی اللہ کیا کرو۔ اگر تم نے نیکی وشرافت کو نہ دیکھا اور بوجہ غربت وقتی رشتہ ٹھکرا دیا تو لڑکیاں کنواری رہیں گی جس سے خاندانوں میں فتنہ اور زمین میں فساد اولاد میں نافرمانی آوارگی غالب آجائے گی۔ اس آیت کریمہ میں بلا امتیاز آزاد وغلام ایسا رحیمانہ کریمانہ حقوق انسانیت کا فراخدلانہ قانون بنایا گیا ہے جس کی مثال اسلام کے سوا پوری تاریخ انسانیت میں نہیں ملتی۔ یہود ونصاریٰ اور یورپی قوموں نے غریبوں غلاموں پر جو ظلم جاری رکھے اوراق تاریخ اس سے سیاہ ہیں۔ حقوق انسانی تو درکنار ان ظالم کفار نے تو غلاموں کو جانوروں جیسے بھی حقوق نہ دیئے تھے آج یہ اپنی شرافت کا جھوٹا ڈھنڈورا پیٹتے پھرتے ہیں۔ اسلام ہی وہ دین رحیم وفضل کریم ہے۔ جس نے نہ رنگ ونسل کا امتیاز برتا نہ غلامیت و آزادی کا۔ اس آیت میں والیوں اور مولاؤں کے لیے ایک حکم جاری فرمایا گیا کہ والیان اپنی اولاد کی خانہ آبادی کریں اور مولیٰ اپنے غلاموں کا ہر طرح ہر وقت خیال رکھیں۔ اب اگلی آیت میں بے والدین، خود مختار لوگوں کے لیے قانون بیان فرمایا جا رہا ہے۔ وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ۔ اور وہ مسلمان جو نکاح کے لیے اپنے مالی حالات درست نہ پائیں کہ بوجہ غریب فی الحال نہ مہر دے سکیں نہ بیوی کا نان نفقہ نہ فی الحال روزگار ہو نہ نوکری، نہ قومی

برادری کا سہارا نہ وراثت کی امید، حقوق زوجیت کا بھی خوف ہو اور عزت و پاکدامنی بچانے کا بھی شوق تو وہ متقی لوگ صبر و ہمت سے کام لیتے ہوئے ذکر اللہ صوم وصلوٰۃ کم خوری مجالس نوری میں خود کو مشغول رکھ کر اپنی عفت بچائے رکھیں اور وعدہ نبوی سے درجوں ثواب پائیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ غنی فرمادے ان کو اپنے فضل عطا کرکے اور کثیر اسباب مہیا فرمادے اور قدرت غیبی سے ایسا وسیع رزق عطا کرے جو زوجین کے علاوہ اگلی نسل کو بھی کافی ہو۔ دین کا یہ ایسا پاکیزہ درس ہے جس کو اختیار کرکے ایک عام مومن بھی پاکیزگی میں عام فرشتوں سے افضل ہو جائے۔ اس طریقے سے مسلمان ہزاروں گناہوں سے بچ جاتا ہے۔ یہ رہبانیت نہیں بلکہ قوت ایمانیت کا مظاہرہ اور طبیعہ کاملہ کا محاسبہ ہے۔ وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا ۖ وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ ۔ اور اے مسلمانو اسلام کا یہ ہمدردانہ، رحمدلانہ قانون بھی یاد رکھو کہ تمہارے لونڈی غلاموں میں سے جو مکاتب بننا چاہیں تو تم اگر ان کو قابل آزادی لائق کتابت سمجھو کہ کتابت کے بعد بھی انہیں اچھے چال چلن کی خیر محسوس کرو تو ان کو طے شدہ مال پر مکاتب بنادو۔ اور ان غلاموں پر رحم و آسانی کرنے کے لیے اپنے اس مال سے مالی امداد بھی کرو جو اللہ تعالیٰ نے تم کو دیا ہے۔ زکوٰۃ، صدقات، عطیات کرکے۔ یہ اسلام کا خصوصی احسان ہے غلامیہ پر اسلام کے علاوہ کسی بھی معاشرے میں آزادی غلام کا تصور بھی نہیں ملتا (از تفسیر معانی) دیگر لوگوں میں کسی غلام کے غلامیت سے نکلنے کے بس چار ہی طریقے تھے۔ ۱۔ تجارت سے۔ ۲۔ وراثت سے۔ ۳۔ مملوک کے ہبہ سے۔ ۴۔ یا کسی کا دل چاہتا تو غلام کو آزاد کر دیتا۔ آزادی غلام کا قانون صرف اسلام نے عطا فرمایا۔ اسلام نے چار طریقے سے غلاموں کو آزادی دلوائی۔ ہر غلطی کے کفارے میں۔ ۱۔ آزادی غلام۔ ۲۔ ام ولد بنا کر۔ ۳۔ مکاتب بنا کر۔ ۴۔ وصیت کرکے۔ پہلے زمانوں میں غلاموں کی شادی کا کوئی رواج یا حق نہ تھا۔ پانچویں صورت فرمان نبوی میں بلاعوض بغرض ثواب غلام آزاد کرنا۔ اس کی دو صورتیں ہوتیں۔ ۱۔ اپنا مملوک آزاد کردیں۔ ۲۔ یا کسی سے خرید کر آزاد کردیں یا کسی مالک سے کہہ دیا جائے کہ فلاں غلام کو میری طرف آزاد کردے اور اس کی قیمت مجھ سے لے لے یا بعد میں لے لینا۔ کتابت غلام کا لفظ لوگوں نے پہلی مرتبہ زبان نبوت سے سنا۔ دنیا میں پہلے مکاتب حضرت عبداللہ بن صبیح ہیں یہ غلام تھے حضرت حویطب بن عبدالعزیٰ کے۔ مال کتابت سو دینار مقرر ہوئے کہ کمائی کرکے اپنے مولیٰ کو دیں۔ جس دن پورے ہو جائیں گے۔ اس دن سے آزاد۔ جب اسی دینار ادا کر چکے تو بیس دینار حضرت حویطب نے معاف کر دیئے یا ہبہ کرکے وصول کئے۔ عبد اللہ بن صبیح غزوہ حنین میں شہید ہوئے انہوں نے اپنے تمام جہادوں میں تقریباً ایک سو چالیس کافر قتل کئے۔ ایک قول میں پہلا مکاتب ابو اُمیہ کو کہا گیا یہ فاروق اعظم کے غلام تھے۔ (از تفسیر معانی یہی آیت صفحہ ۱۵۲)

کتابت کے قوانین

اول مولیٰ پر مستحب ہے غلام یا لونڈی کو مکاتب بنانا اگر غلام یا لونڈی خواہش کریں تو بعض علماء فَكَاتِبُوْهُمْ کے امر سے وجوب ثابت کرتے ہیں مگر یہ دلیل اس لیے کمزور ہے کہ آگے ارشاد ہے۔ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا ۔ اس شرط نے امر کو استحبابی بنا دیا۔ دوم مکاتب بنانا خرید فروخت کی طرف عقدی معاہدہ ہے اس میں تین باتیں ضروری ہیں۔ ۱۔ غلام کہے کہ مجھے مکاتب بنا

دو۔ ۲۔مولیٰ کہے کہ مجھے اتنا ملادے دے تو میں تجھ کو مکاتب بنا دوں گا۔ ۳۔ پھر غلام کہے مجھے اتنا مال دینا قبول ہے اس معاہدے کے بعد وہ غلام مولیٰ کی خدمت گذاری سے نکل جائے گا اور اپنی محنت مزدوری کر کے اولاً اپنے اخراجات علیحدہ کر کے باقی رقم تھوڑی تھوڑی کر کے اپنے پاس یا مولیٰ کے پاس جمع کرتا جائے۔ مگر غلامیت سے اس وقت تک نہیں نکل سکتا جب تک مال کتابت پورا ادا نہ ہو جائے۔ ۴۔ مجنون اور بچے اور معذور اور کافر غلام کو مکاتب بنانا جائز نہیں۔ اس لیے کہ مجنون معذور و بچے معاہدہ کتابت کا مال مہیا نہیں کر سکتے بلکہ ان کو آزاد کر دینا بھی گناہ ہے کیونکہ وہ بے سہارا ہو کر مصیبت میں پڑ جائیں گے اور کافر آزاد ہو کر مسلمانوں کے لیے خطرناک ہو سکتا ہے۔ ۵۔ کتابت میں چار چیزیں معین کرنا ضروری ہیں۔ اولاً کتابت کا مال۔ دوم مال دینے کی آخری مدت۔ سوم ادائیگی مال کا طریقہ کہ قسط وار یا یکمشت۔ چہارم اگر قسط سے ادائیگی ہو تو قسط کتنی ہوگی۔ ۶۔ اس معاہدے کے بعد غلام کی ذمہ داری کمائی کرنا ہے خواہ محنت مزدوری کرے یا تجارت کرے یا قرض حسنہ لے یا زکوٰتیں مانگے یا تحفے ہدیے عطیے مسلمانوں دوستوں سے جمع کر کے مولیٰ کو دیتا رہے۔ ۷۔ اس معاہدے کو نبھانا مولیٰ پر واجب ہے اب معاہدہ توڑ نہیں سکتا ہاں البتہ غلام اپنی ادائیگی مال سے عاجزی ظاہر کر کے معاہدہ توڑ سکتا ہے اس طرح وہ پھر غلامیہ کی خدمت گزاری میں داخل ہو جائے گا۔ لیکن اگر غلام بلا عذر ادائیگی نہ کرے یا محنت مزدوری سے جی چرائے تو معاہدہ فسخ نہیں ہو سکتا اور قانون غلام پر جبر کر کے معاہدہ کرائے گا۔ ۸۔ مکاتب کی بیع ناجائز ہے البتہ دیگر طریقے سے مولیٰ بلا عوض آزاد کر سکتا ہے کفارے وغیرہ میں اس طرح آزادی سے مال کتابت ختم اور جو قسطیں مولیٰ لے چکا ہے وہ واپس کرنی واجب۔ ۹۔ غلام اگر مزید مہلت مانگے تو باہمی رضامندی سے مہلت دینا لازمی ہے لیکن مہلت صرف ایک بار ہو گی اگر پھر بھی ادائیگی نہ کی گئی تو مولیٰ غلام سے معاہدہ فسخ کرائے یا عدالت میں جا سکتا ہے پھر جو بھی عدالت فیصلہ کرے۔ ۱۰۔ کتابت کا عوض مولیٰ کے لیے ہر طرح لینا برتنا جائز ہے۔ خواہ غلام کے ہاتھ سے ملے یا کسی دوسرے شخص کے ہاتھ سے زکوٰۃ ہو یا صدقہ خیرات دینے والا یہ کہے کہ یہ فلاں غلام کی کتابت کا عوض ہے۔ مولیٰ اگرچہ امیر ہو یا سید ہاشمی ہو۔ کیونکہ مولیٰ کے لیے وہ مال عوض بن کر آیا۔ ۱۱۔ اگر دوران ادائیگی غلام مر گیا اور اس نے کچھ مال چھوڑا تو غلام آزاد تصور کیا جائے گا اور اس کا مال ترکہ اس طرح خرچ کیا جائے گا کہ پہلے کفن دفن کا خرچہ۔ پھر مولیٰ کو ادائیگی بقیہ۔ پھر اس کے آزاد وارثین کو ورنہ بقیہ بیت المال میں۔ ۱۲۔ اِنْ عَلِمْتُمْ فِیْهِمْ خَیْرًا کا معنی یہ ہے کہ معاہدہ کتابت سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ غلام یا لونڈی مال کتابت شریفانہ طریقے سے ادا کر کے بھی باقی زندگی شریفانہ محنت مزدوری سے ادا کر سکیں گے یا نہیں۔ کہیں چور، ڈاکو، بھکاری، جواری تو نہ بن جائیں گے یا لونڈی فاحشہ، زانیہ طوائف تو نہ بن جائے گی اگر یہ خطرات ہوں تو مکاتب بنانا ناجائز ہے اور برائیوں سے بچانے کے لیے امراء علاقہ کا امدادی تعاون بھی ضروری ہے وَّاٰتُوْهُمْ کے فرمان میں اسی امدادی اخلاقی تعاون کا حکم دیا جا رہا ہے اس تعاون میں خود مولیٰ بھی شامل ہے کہ وہ کم از کم آخری قسط ہی معاف کر دے۔ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَیٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ؕ وَمَنْ یُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۳۳﴾۔ اور اے دنیا بھر کے تا قیامت مسلمانو خوب ہوش گوش سے سن لو کہ سب پر زناکاری کنجر بازی چکلہ سازی حرام کر دی گئی ہے لہٰذا اپنی لونڈیوں، مصنوعی بیٹیوں، کرائے کی عورتوں، اغوا کی لڑکیوں کو بہلانے پھسلانے کے ذریعوں سے

زنا کاری پر مجبور نہ کرو جبکہ وہ جوان بچیاں خود بھی پاکدامن رہنا چاہتی ہوں۔ مگر تم بدکردار لوگ محض دنیوی دولت کمانے کی خاطر لالچی بن کر اپنی لونڈیوں بچیوں کو مار پیٹ کر بدکاری پر مجبور کرتے ہو اور جو بدبخت نیک پاک اور بدکاری سے نفرت کرنے والی لڑکیوں کو جبراً بدکاری پر مجبور کرے گا تو اس جبر کا عذاب مجبور کرنے والے پر ہوگا اور بے بس مجبور عورت کے لیے مجبوری سے زنا کرا لینے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔ یعنی اس فعل حرام کا گناہ ختم نہ ہوگا بلکہ مجبور سے جابر کی طرف منتقل ہو جائے گا شریعت میں ہر حرام و حلال کے عذاب و ثواب کا یہی حکم ہے۔ آج یہ بدکاری کا کاروبار جبری وغیرہ جبری طوائفوں اور ان کے ٹھیکیداروں کے پاس ہے اسی بدکاری کے لیے لڑکیاں اغوا اور فروخت کی جاتی ہیں اور اصلی و نقلی بیٹیاں بنائی جاتی ہیں اور چکلہ سازی کے لیے جواز متعہ کے بہانے تراشے جاتے ہیں۔ پہلے زمانوں میں امراء لونڈیاں خرید کر اس فعل خبیثانہ کے لیے بازار حسن سجاتے تھے تجارتیں چمکاتے اور دو طرح دولت کماتے زانی سے زنا کی اجرت لیتے مزنیہ سے اولاد لیتے اور غلام و لونڈی بنا کر بیچتے۔ مدینہ منورہ میں دیگر کفار کے علاوہ عبداللہ بن ابی ابن سلول یہودی نے بھی بہت زمانے سے یہی تجارتیں شروع کر رکھی تھیں۔ ہجرت نبوی کے وقت اس کے پاس چھ خوبصورت لونڈیاں تھیں۔ جن کے نام۔ ۱۔ مُعاذہ۔ ۲۔ مُسیکہ۔ ۳۔ اُمیمہ۔ ۴۔ عُمرہ۔ ۵۔ اَرْوٰی۔ ۶۔ قُتیلہ تھا۔ بعد ہجرت ابن ابی یہودی منافقانہ مسلمان بنا۔ اس کی یہ لونڈیاں مخلص مسلمان بن گئیں ان کو معلوم تھا کہ اسلام میں زنا حرام و خبیث ہے۔ مگر ابن ابی جبراً اب بھی ان سے یہ بدکاری کراتا دولت بناتا جب یہ کہتیں کہ اب ہم مسلمان ہیں ہم بدکاری نہ کریں گی تو ان کو مارتا۔ ایک دن معاذہ و مسیکہ نے صدیق اکبر کو رو رو کر یہ نفرت و ظلم سنایا۔ تب صدیق اکبر نے آقا ﷺ سے ذکر کیا اس وقت یہ تین آیتیں نازل ہوئیں اور آقا ﷺ نے فرمایا تم ان دونوں لونڈیوں کو اپنی حفاظت میں لے لو۔ جس پر یہ منافق یہودی بہت چیخا اور معاذ اللہ اسلام کو ظالم کہنے لگا کہ اسلام تو ہماری مملوکات و تجارات و دولت پر بھی قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ ایک انصاری صحابی نے یہ بکواس سن کر اس کو دھمکایا تب وہ چپ ہوا اس طرح مدینہ منورہ سے اس قسم کی تمام کفار کی بدکاریاں ختم کر دی گئیں۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ رحمۃ الٰہی کا مرتبہ مغفرت الٰہی سے اعلیٰ ہے۔ وَ لَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ اٰیٰتٍ مُّبَیِّنٰتٍ وَّ مَثَلًا مِّنَ الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ وَ مَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِیْنَ۔ اور البتہ نازل فرمائیں ہم نے تم تمام کی طرف قرآن مجید میں ایسی مُبیِّن آیتیں جو خود بھی روشن اور سارے اسلام و اسلامیات کو روشن و ظاہر بیان فرمانے والی ہیں۔ حلال و حرام جائز و ناجائز امر و نہی فرض و واجب و مکروہ ممنوع کے قانون و قواعد مسائل شرعیہ بھی و دلائل نظریہ بھی۔ دنیا کی سہولیات بھی آخرت کی قبولیات بھی اور نازل فرمائیں ہم نے گذشتہ امتوں کے حالات و واقعات کی مثالیں اور عقوبات کی عبرتیں۔ ثوابات کی نعمتیں متقین کے لیے کیونکہ وہی وعظ سننے والے نصیحت پکڑنے والے ہیں اس لیے صرف وہی ان آیۃ سے فائدہ پاتے ہیں فساق و کفار کو کچھ فائدہ نہیں اس لیے کہ فساق کی عقلوں پر پردے اور کفار کے دلوں پر مہریں ہیں۔

ان آیات میں اختلافی اقوال

اَنْكِحُوا کے شرعی درجہ میں دو قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا یہ حکم استحبابی ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا یہ حکم وجوبی ہے مگر یہ قول غلط ہے کیونکہ عمل صحابی سے خلاف بھی ثابت کہ بہت سے اکابر تا عمر بے نکاح رہے اگر یہ حکم وجوبی ہوتا تو کوئی بھی بے نکاح نہ

رہتا۔ اَیَامٰی کی لفظی بناوٹ میں دو قول۔ ا۔ بعض نے کہا اس کا واحد اَیِّم اور جمع اَیَایِمْ پھر مقلوب ہو کر اَیَامٰی جمع ہوئی۔ ۲۔ بعض نے کہا یہ مقلوبی جمع نہیں بلکہ ابتدائی واصلی ہے۔ وَالصّٰلِحِیْنَ کے معنی میں دو قول۔ ا۔ بعض نے کہا اس کا معنی ہے نکاح کی قابلیت وصلاحیت رکھنے والے۔ ۲۔ بعض نے کہا عدالت وعبادت کو قائم رکھنے والے دونوں قول درست ہیں۔ عِبَادِکُمْ کی قرأت میں دو قول۔ ا۔ اکثر کی قرأت عِبَادِ ہے۔ ۲۔ بعض کی قرأت عَبِیْدِ ہے۔ فَکَاتِبُوْا کے شرعی درجے میں دو قول۔ ا۔ اکثر نے فرمایا یہ حکم استحبابی ہے۔ ۲۔ بعض نے فرمایا یہ حکم وجوبی ہے۔ خَیْرًا کے معنی میں تین قول۔ ا۔ اکثر نے فرمایا خَیْرًا کا معنی آزاد ہو کر ایماندار، امانتدار اور شرافت والا بنا رہنا۔ ۲۔ بعض نے کہا۔ معنی ہے دولت کمانے مزدوری کرنے کی ہمت طاقت ہونا۔ ۳۔ بعض نے کہا کاریگری ہونا۔ وَاٰتُوْھُمْ کے شرعی درجہ میں تین قول۔ ا۔ اکثر نے فرمایا یہ حکم سب کے لیے مستحب ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا سب کے لیے واجب ہے یعنی اگر پھر غلامیت شروع ہو جائے تو یہی احکام جاری ہوں گے۔ ۳۔ بعض نے کہا کہ مولیٰ پر واجب ہے باقی دیگر مسلمانوں پر مستحب وَاٰتُوْھُمْ کی مالی مقدار میں چھ قول۔ ا۔ بعض نے کہا پورے مال کا چوتھائی مال دو۔ ۲۔ بعض نے کہا تہائی دو۔ ۳۔ بعض نے کہا چھٹا حصہ۔ ۴۔ بعض نے کہا جتنا چاہیں دیں مگر غلام کے ہاتھ میں دیں۔ عوام لوگ خود مولیٰ کو نہ دیں۔ ۵۔ بعض نے کہا کہ عوام تو غلام ہی کو دیں لیکن مولیٰ خواہ زبانی معاف کر دے یا مال غلام کو دے کر پھر وہی مال قسط شمار کر کے واپس لے لے۔ ۶۔ بعض نے کہا مالی مقدار پر کوئی پابندی نہیں نہ مولیٰ پر نہ عوام پر جتنا چاہیں۔ اِنْ اَرَدْنَ کے معنی میں دو قول۔ ا۔ اکثر نے کہا یہ اِنْ شرطیہ ہے بمعنی اگر۔ ۲۔ بعض نے کہا یہ اِنْ ظرفیہ حالیہ ہے بمعنی جبکہ۔ اِکْرَاھِھِنَّ کی قرأت میں چار قول۔ ا۔ اکثر کی قرأت میں بَعْدِ اِکْرَاھِھِنَّ ہے۔ ڈبل مرکب اضافی۔ ۲۔ بعض کی قرأت ہے۔ بَعْدِ اِکْرَاہٍ لَھُنَّ۔ ۳۔ بعض کی قرأت ہے۔ بَعْدِ اِکْرَاھِھِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ لَھُنَّ۔ ۴۔ بعض کی قرأت ہے۔ بَعْدِ اِکْرَاھِھِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ لَھُنَّ وَلَیْسَ لَھُمْ۔ مگر صرف پہلی قرأت صحیح ہے باقی سب غلط کیونکہ احادیث کے خلاف ہے مُبَیِّنٰتٍ کی قرأت میں دو قول۔ ا۔ اکثر کی قرأت مُبَیِّنٰتٍ ہے۔ اسم فاعل جمع مونث۔ ۲۔ بعض کی قرأت مُبَیَّنٰتٍ ہے اسم مفعول جمع مونث۔ اٰیٰتٍ اور مَثَلًا اور مَوْعِظَۃً۔ کی نسبت میں دو قول۔ ا۔ اکثر نے فرمایا قرآن مجید کی تمام آیات مراد ہیں۔ ۲۔ بعض نے کہا صرف سورۃ نور کی آیہ مراد ہیں۔

فائدے

ان آیات پاک سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ **پہلا فائدہ:** نکاح شرعی کی نو حکمتیں **اول** یہ کہ نکاح والے سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ غنا ہے احادیث میں بھی اس وعدے کا ذکر ہے چنانچہ ترمذی، نسائی، ابن ماجہ مستدرک بیہقی میں بروایت حضرت ابو ہریرہ فرمان نبوی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کے تین حق اپنے ذمے لے لیے۔ ا۔ نیک نیت خاوند کو غنی کرنا۔ ۲۔ نیک غلام کو مکاتبت کی سہولت دینا۔ ۳۔ مجاہد مخلص فی سبیل اللہ کو فتح عطا فرمانا۔ حدیث دوم محدث خطیب نے اپنی تاریخ میں بروایت جابر بن عبداللہ فرمان نبوی بیان فرمایا کہ ایک شخص نے غربت کی شکایت عرض کی فرمایا آقا ﷺ نے نکاح کر لے انشاء اللہ تعالیٰ غربت دور ہو جائے گی۔ پھر ایسا ہی ہوا۔ حدیث سوم فرمان نبوی ہے غضِ بصر وحفظِ فرج کا بہترین ومجرب طریقہ نکاح کرنا ہے۔ حدیث چہارم محدث ابن ابی حاتم نے ارشاد صدیق اکبر نقل کیا کہ غربت کا علاج نکاح ہے۔

حدیث پنجم محدث عبد الرزاق و امام ابن ابی شیبہ نے ارشاد فاروق اعظم نقل کیا کہ نکاح میں غنا تلاش کرو۔ حدیث ششم امام ثعلبی و محدث دیلمی نے بروایت حضرت ابن عباس فرمان نبوی بیان کیا کہ نکاح کے ذریعے رب تعالیٰ سے غنا حاصل کرو۔ **حکمة دوم** نکاح سے ہمت کاروبار ملتی ہے کاہلی سستی دور ہوتی ہے۔ **حکمة سوم** بیوی بہترین مشیر و معاون ہے۔ **حکمة چهارم** شادی شدہ مرد علاقے میں قابل عزت و اعتبار ہو جاتا ہے۔ **حکمة پنجم** صالح اولاد نعمت الٰہی و مددگار نکاح ہی سے ملتی ہے۔ **حکمة ششم** بیوی کا خاندان بھی بہترین معاون مشیر و سہارا ہوتا ہے۔ **حکمة هفتم** چونکہ ہر فرد اپنی قسمت کا رزق لے کر پیدا ہوتا ہے تو بیوی بچوں کا رزق بھی خاوند کے گھر آتا ہے۔ **حکمة هشتم** مشکوٰۃ شریف میں صفحہ ۱۷۵ پر ہے کہ فرمایا آقا ﷺ نے کہ نکاح آدھا ایمان ہے۔ **حکمة نهم** نکاح سے بزرگی و پختگی ملتی ہے۔ یہ فائدہ وَ اَنْكِحُوا الْاَیَامٰى کے حکم الٰہی سے حاصل ہوا۔ **دوسرا فائده:** اب جبکہ دنیا سے غلامیت ختم ہو چکی ہے تو قرآن مجید میں ان کا ذکر فرمانا ہم تا قیامت مسلمانوں کو یہ بتاتا ہے کہ اے مسلمانو تم اپنے غریب نوکروں خادموں ملازموں مزارعوں پر کفار کی طرح ظلم زیادتی جبر قہر نہ کرنا بلکہ قرآن و حدیث کی تعلیم کے مطابق وہی محبت، دلجوئی کرنا اور حسن سلوک و ادائیگی حقوق کرنا جو پہلے مسلمان اپنے غلاموں سے کرتے تھے۔ یہ فائدہ وَ الَّذِیْنَ یَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ کے فرمان کبریائی و احادیث مصطفائی سے حاصل ہوا۔ **تیسرا فائده:** شریعہ اسلامیہ کے قانون میں عبدیت انسانیت کو غیر اللہ کی طرف نسبت کرنا جائز ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو عبد النبی نام اور عباد مصطفیٰ لقب رکھنا جائز ہے۔ اس لیے سورۃ زمر کی آیت ۵۳ میں۔ قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ۔ میں یٰعِبَادِیَ سے عباد النبی مراد لینا جائز ہے۔ یہ فائدہ یہاں وَ الصّٰلِحِیْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ۔ فرمانے سے حاصل ہوا کیونکہ خود رب تعالیٰ نے غلاموں کو عِبَادِكُمْ فرمایا دیوبندی وہابی عبد النبی نام رکھنے کو شرک کہتے ہیں یہ ان کی بے علمی ہے اور قرآن مجید کی مخالفت لیکن وہ فرمان نبوی کہ لَا یَقُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ عَبْدِیْ وَ اَمَتِیْ لٰكِنْ فَتَایَ وَ فَتَاتِیْ (از معانی) وہابی اس روایت کو چار وجہ سے دلیل نہیں بنا سکتے۔ ۱۔ یہ خبر واحد ہے اور خبر واحد مشکوک ہوتی ہے کچھ علماء نے اس کو موضوع کہا ہے کیونکہ یہ روایت خلاف قرآن ہے۔ ۲۔ خبر واحد قیاس سے بھی متروک ہو جاتی ہے۔ ۳۔ یہ روایت معتبر کتب احادیث میں نہیں ہے۔ ۴۔ اس روایت کی ممانعت عَبْدِیْ بمعنیٰ غلامی کی وجہ سے نہیں بلکہ معبودیت و بندگی کے معنی میں ہے۔ جبکہ عِبَادُكُمْ کا معنی غُلَامُكُمْ ہے۔ لہٰذا عبد النبی کا معنی غلام نبی ہے اور عبد اللہ کا معنی عابد اللہ ہے۔

احکام القرآن

ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ:** نکاح کی پانچ قسمیں ہیں فرض، واجب، مستحب، حرام، مکروہ۔ یہ تقسیم مرد کے حالات کے اعتبار سے ہے۔ چند مشائخ فقہ نے فرمایا کہ نکاح کرنا ہر حال میں ہر عاقل بالغ مسلمان پر واجب ہے مگر یہ مسلک غلط ہے اگر ایسی سختی ہوتی تو صحابہ میں اصحاب صفہ اور تابعین میں بشر حافی وغیرہ صوفیا بغیر نکاح عمر نہ گزار دیتے۔ نیز فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر ایم لڑکا یا لڑکی نکاح سے انکار کریں تو کوئی ان کو مجبور نہیں کر سکتا مولیٰ پر بھی اپنے جوان غلاموں کا نکاح کرنا واجب نہ تھا بہت سے صحابہ نے نہ کیا۔ اور تعجب ہے کہ یہ چند حنبلی مشائخ اسی اَنْكِحُوا الْاَیَامٰى سے

ہی دلیل لے کر بھی صرف مرد ایّم کا نکاح کرنا کرانا واجب کہتے ہیں نہ کہ ایّم عورت کا۔ بہر کیف یہ قول غلط ہی ہے۔ یہ مسئلہ۔ اَنْكِحُوا کے بعد اِنْ یَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ اور وَ الصّٰلِحِیْنَ کی قید سے مستنبط ہوا جس نے بتایا کہ واجب نہیں بلکہ بعض حالتوں میں شدید مستحب ہے۔ **دوسرا مسئلہ:** اگر کبھی کوئی خاوند صرف غربت واقعی کی وجہ سے بیوی کو خرچہ نہ دے سکے تو نکاح فسخ نہیں ہو سکتا نہ کوئی مفتی قاضی جج بذریعہ عدالت فسخ کر سکتا ہے اگر کوئی جج فسخ کر بھی دے تب بھی نہ ہوگا اور جج ظالم و گناہگار ولائق عذاب جہنم ہوگا۔ نکاح باقی رہے گا اس لیے عورت یا کوئی اور شخص دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے کرائے ورنہ نکاح پر نکاح ہوگا جو کفر ہے۔ ہاں البتہ عدالت وحکومت پر فرض ہے کہ صحیح صورت حال کی تفتیش کرے اگر واقعتاً غریبی ثابت ہو تو بیت المال سے خاوند کی مدد کی جائے اور خاوند سے محنت ومزدوری کرائی جائے جیسا کہ عملاً وقولاً طریقہ نبوی سے ثابت ہے یہ مسئلہ یُغْنِهِمُ اللّٰهُ کے وعدہ الٰہی سے مستنبط ہوا۔ **تیسرا مسئلہ:** قانون شرعی کے مطابق جبریہ گناہ کا عذاب بھی ختم نہیں ہوتا بلکہ مجبور سے جابر کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اور جابر کو دگنا گناہ ہوتا ہے ایک گناہ پر مجبور کرنے کا اور ایک گناہ مجبور کے ارتکاب جرم کا۔ یہ مسئلہ۔ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ کے ابدی قانون سے مستنبط ہوا۔ یعنی مجبور پر گناہ نہ پڑے گا۔ ہر حلال وحرام کے ثواب وعذاب کا یہی حکم ہے مثلاً بے گناہ کو قتل کرنا، یا اپنی تصویر فوٹو، وڈیو بنانا، بنوانا ہر شریعت میں حرام ہی رہا تو اگر کوئی شخص کسی کو کسی کے قتل پر ظلماً مجبور کرے اور وہ مجبور اس بے گناہ کو قتل کردے تو اس قتل وجبر کا عذاب جابر کو ہوگا ایسے ہی اب حکومتیں عوام کو شناختی کارڈ یا پاسپورٹ کے لیے فوٹو بنوانے پر مجبور کرتی ہیں اور عوام مسلمان اپنی ضروریات زندگی و دینی پوری کرنے کے لیے یا وطن میں رہنے کے لیے مجبوراً تصویر بنوانے کا حرام کام کرتے ہیں تو یہ گناہ بھی قانون ساز حاکم اور قانون نافذ کرنے والے حکام کے سر پر ہے اس کا عذاب قیامت میں ضرور ملے گا مگر مجبور کو بچا لیا جائے گا۔ یہی حکم جبریہ نیکی کا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی سے جبراً کوئی نیکی کروائے اور مجبوراً آدمی مجبوراً وہ نیکی کرلے تو جابر کو ڈبل ثواب اور مجبور کو کچھ بھی ثواب نہیں۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کیے جاتے ہیں۔ **پہلا اعتراض:** یہاں فرمایا گیا۔ اِنْ یَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ یُغْنِهِمُ اللّٰهُ یعنی اگر نکاح والے غریب ہوں گے تو بعد نکاح اللہ تعالیٰ ان کو امیر کردے گا یہ وعدہ الٰہی ہے حالانکہ بہت سے لوگ بعد نکاح بھی غریب ہی رہتے ہیں تو یہ وعدہ کیسا ہے۔ **جواب:** یہ وعدہ مشیت پر موقوف ہے یہاں مشیت پوشیدہ ہے اس کا اظہار سورۃ توبہ کی آیت ۲۸ میں ہے کہ وَ اِنْ خِفْتُمْ عَیْلَةً فَسَوْفَ یُغْنِیْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖۤ اِنْ شَآءَ۔ یعنی اگر اللہ تعالیٰ کی حکمت ومصلحت نے چاہا تو غنا ملے گی۔ **دوسرا اعتراض:** اگر نکاح کے بعد غنی ہونا مشیت پر موقوف ہے تو نکاح کی شرط سے تخصیص کرنے کی ضرورت کیا تھی کہ اگر غریب ہوں تب نکاح کے بعد اللہ چاہے تو ان کو اپنے فضل سے غنی کردے گا۔ مشیت پر تو ہر چیز ہر وقت موقوف ہوتی ہے بلکہ چیز کو عربی میں شئی بھی اسی لیے کہتے ہیں۔ **جواب:** عوام کے اس وہم کو توڑنے کے لیے جو لوگ سمجھتے ہیں کہ نکاح سے غربت بڑھتی ہے اس طرح کہ جمع شدہ دولت خرچ ہو جاتی اولاد بڑھتی ہے۔ رزق گھٹتا ہے اب تو یہ شیطانی وہم حکومتوں کو بھی پڑ گیا۔ خاندانی منصوبہ بندی اسی وہم کا نتیجہ ہے۔ لہٰذا فرمایا جارہا ہے کہ یہ وہم غلط ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اولاد کی ضروریات سے بھی زیادہ رزق عطا فرمادے نکاح اور کثرت اولاد اللہ تعالیٰ کی مشیت کو نہیں بدل سکتے۔

غربت کی وجہ وعدہ الٰہی کا خلاف نہیں۔ بلکہ غرباء کی بدنیتی کسلمندی اور امراء کی ظلم بندی حق تلفی نہ میراث بٹتی ہے نہ زکوٰۃ نکلتی ہے۔ **تیسرا اعتراض:** یہاں پہلے فرمایا گیا۔ وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا۔ اس تمام آیت سے ثابت ہو رہا ہے کہ مجبور کی گئی عورت پر مجبوری بے بسی کے زنا کا گناہ نہیں ہے۔ لہٰذا مجبورہ کو غفاریت کی بھی ضرورت نہیں ہونی چاہئے کیونکہ غفاریت کا معنی ہے گناہ بخشنا۔ لیکن بعد میں فرمایا گیا غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مجبور کو بھی گناہ ہوتا ہے جس کو بخشا جاتا ہے۔ اگر گناہ نہیں تو غفاریت کس چیز کی۔ **جواب:** غفاریت صرف بخشش گناہ کا ہی نام نہیں ہے۔ بلکہ بہت صورتیں ہیں مجبور کو گناہگار قرار نہ دینا اور گناہ جبریہ کو جابر پر ڈال دینا اور تاقیامت یہ قانون بنادینا بھی غفاریت ورحیمی کریمی ہے۔ یہاں یہی سمجھایا جارہا ہے۔ غفاریت کے چھ معنی ہیں۔ ۱۔ طلب کرنا۔ ۲۔ چھپانا۔ ۳۔ مٹانا۔ ۴۔ بخشنا۔ ۵۔ عطا فرمانا۔ ۶۔ قریب کرنا۔ یہ تقسیم بندوں کی شخصیات و اوقات استغفار اور اللہ تعالیٰ کے رحم، کرم، فضل، محبوبیت وحبیبیت کے اعتبار سے ہے۔

تفسیر صوفیانہ

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ ؕ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۲﴾۔ جسم وروح کا ملنا نکاح ایمانیات ہے اے اولیاء کامل ومرشدان قامل تم اپنے مریدان مبتدین اور طالبان ابتدائی کے جسم وروح کا تعلق مشاہدہ اور ربط مکاشفہ جوڑ دو تاکہ رحم قلب میں صلب ولایت سے فیض اعلیٰ کی قبولیت کا مادہ اسرار ونطفہ انوار امانت ہوجائے ولایت کے عظیم سمٰوٰات اور کرامت کی وسیع زمین میں یہی ولادت ہے اگر مخاصمین عمل وشائقین فیض وطالبین روحانیت دولت عقلی میں غریب اور فراست وشعور کے فقیر ہوں تب بھی ہمت عمل صالح جاری رکھیں اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل رحمانی اور ان کے تعلق ایمانی سے غنی کردے گا۔ وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اور وہ مخلصین سالکین جو بیعت مرشد سے تعلق جسم وروح کی قوت نہیں رکھتے تو وہ جرأت اعمالی کے ذریعے ارحام قلوب وفروج باطنی کو تصرفات دنیا کی خواہشات نفسانی وسواس شیطانی سے بچا کر رکھیں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کو رہنمائی کی ہدایہ غنا کی سعادت عطا فرمادے اور کسی مرشد برحق ہادی رہبر کے ظاہری باطنی تعلق نسبت کی دولت سے سالکین پاکدامن کو نوازے جس طرح رہنمائی فرمائی موسیٰ علیہ السلام کی خضر علیہ السلام کی طرف نور باطن سے اور اسرار طور کی طرف نار ظاہر سے۔ وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا ۖ وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْۤ اٰتٰىكُمْ ؕ۔ اے مرشدین ولایت اگر وہ طالبین معرفت جو صاحب خیر و ہمت ہیں کبھی قیود ریاضت وشروط عبادت کے لیے خلوت کی محفلوں اور جلوت کے اوقات قلیلہ کی پابندی کرنے سے خلاصی و آزادی کے طلبگار ہوں تو اے راہ معرفت کے راہنماؤ تم ان کو صراط مستقیم کے مکاتبین آزاد بنادو۔ اے منزل معرفت حقیقت کی طرف بڑھنے والے مسافرو تمنا بالمال کے طالب نہ بنو کیونکہ یہ طلب کمزور اور مطلوب فانی حال ہے۔ غنا بالقناعت کو طلب کرو کیونکہ وہ طلب مضبوط اور مطلوب باقی و حال قوی ہے۔ رزق اگرچہ تقدیر کا مقسوم ہے مگر اس کو وسائل ظاہری باطنی سے طلب کرنا فرض ہے۔ مہارت دنیوی کمال نہیں ہے۔ کمال یہ ہے کہ عادت لطف سے آزادوں آواروں کو غلام اور عادت احسان سے غلامان نفس کو آزاد بنادو۔ جو طالبین کم

ہمت طلب الٰہی میں مراتب اعلیٰ تک نہ پہنچ سکیں مگر ان کے ایمان غالب ہیں نفس امارہ کے ارمان پر اور چاہتے کہ تو بصادقہ و اعمال صالحہ کی دولت مکتوب دے کر عذاب الٰہی و نار جدائی سے آزاد ہو جائیں تو ان کو مکاتبین بارگاہ بنالو۔ اگر ان میں مشاہدہ کر رہے ہو آثار صداقت، وفاء صحت، قوت خلوت، جرأت جلوت کی بھلائی کا اور جان لو کہ ان میں اقرار قَالُوْا بَلٰی کی استقامت برقرار ہے۔ یعنی اگر تم کو مریدین مخلصین میں توحید و معرفت، توکل رضا، صدق و قناعت، وفاء عہد عمل لحد کی خیر نظر آئے تو ان کو اپنی قرب خلوت کی پابندی سے آزادی دے دو۔ سیر و پرواز کے لیے آزاد کر دو۔ کیونکہ تلقین عہد صرف ان نفوس قدسیہ کے لیے ہے جو اہل وفا ہیں وہی بندے اس فراست قویہ کو پہچانتے ہیں جو امانت رکھی ہے اللہ تعالیٰ نے اہل یقین کے سینوں میں اور اے علم معرفت والو تقسیم کرتے رہو ان فیوضات الٰہیہ میں سے بھی اپنے عرفان کی زکوٰۃ ولایت اور نصیحت دینی کے صدقات جو اللہ تعالیٰ نے ولایت کبریٰ میں سے تم کو عطا فرمائے طالبین آزادی کی سہولت و ہمت چاہنے والوں پر۔ مسافرین متقین سے تعاون ہی بِرّ وَالتَّقْوٰی ہے۔ یہ زکوٰۃ معرفت و صداقت نصیحت اس لیے ضروری ہے تاکہ تمہاری دولت عرفانی میں کثرت و برکت ہو۔ جس طرح اگر مال ظاہر کی زکوٰۃ نہ نکالی جائے تو وہ ضائع یا برباد ہو جاتا ہے اسی طرح اگر دولت باطن کی زکوٰۃ ولایت نہ دی جائے تو وہ بھی فنا ہے جس سے سینہ بے نور ہو جاتا ہے۔ سالکین سعادت و طالبین ہدایت کو اپنے آستانوں سے نہ ہٹاؤ ورنہ اموال دنیوی کی طرح دولت دینی بھی چھن جائے گی۔ یہ پیری مریدی دنیا سازی نہیں ہے بلکہ حقدار کرم کو حق پہچانا ہے۔ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔ اور نہ مجبور کرو اہل قلوب کو عالم رنگ و بو میں نفسیات خناسیہ کے لیے اگر وہ بچنا چاہتے ہیں۔ ظواہر بدنیہ کی خباثتوں ملاوٹوں سے کہ اصحاب خلوت ہمیشہ جدا رہتے ہیں ارباب جلوت سے۔ لہٰذا سلطنت ظاہری کی طرح سلطنت باطن روحانی میں بھی اصلاح نظام و اعانت عمل ضروری ہے۔ ہر زمین کا اپنا نصیبہ ہوتا ہے۔ اے باطن والو اپنی نفسیات لوّامہ کو توجہ عبادت کے کرم و توفیق میں محصنہ عفیفہ پاکدامن رہنے دو اور ان کو فساد قالب پر مجبور نہ کرو جس کی نسبت معنوی کسی نفس ربانی سے متصل نہ ہوئی ہو مگر تکمیل ایمان کا دعویدار بن جائے تو وہی بدکار باطنی ہے اور تربیت بد سے ہلاک ہونے والا ہے وہی غرض و مرض، عنادات و خواہشات کا مطیع و متبع ہے۔ اہل حق سے پھرنے والا اہل باطل سے جڑنے والا۔ وہی مُحصَنۃِ روحانیہ کو بغاوت شہوانیہ شیطانیہ پر مجبور کرنے والا ہے اور نطفہ نورانی کو بگاڑنے والا۔ یا اللہ بچا ہم کو قیدِ کافرین و مکرِ ماکرین سے۔ وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ وَّمَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ۔ اے راہ طلب کے مسافرو اور البتہ تمہارے لیے ہی نازل فرمائیں آیات مکاشفات اور سالکین گذشتہ کی عبرت والی مثالیں اور تقویٰ کی نصیحتیں و اخلاق حسنہ کے مواعظ۔ سعید وہی ہے جس نے اشرار کی فنا سے اسرار کی عبرت پکڑ لی۔ اے طلب معرفت والو وعظ حقیقی کے لیے تلاوت قرآن و ذکر رحمٰن میں مشغول رہو ورنہ دنیا و آخرت سے محروم ہو جاؤ گے۔

مہتری در قبول فرمان است　　ترک فرماں دلیل حرمان است

اَللّٰہُ نُوۡرُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ

اللہ تعالیٰ نور ہے سب آسمانوں اور پوری زمین کا

اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا

مَثَلُ نُوۡرِہٖ کَمِشۡکٰوۃٍ فِیۡہَا مِصۡبَاحٌ ؕ

اس کے نور کی مثال اس طرح سمجھو کہ جیسے ایک طاق ہے اس میں چراغ ہے

اس کے نور کی مثال ایسی جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے

اَلۡمِصۡبَاحُ فِیۡ زُجَاجَۃٍ ؕ اَلزُّجَاجَۃُ کَاَنَّہَا کَوۡکَبٌ

اور وہ چراغ ایک شیشے کی چمنی میں ہے وہ چمنی گویا وہ ستارہ ہے چمکتا موتی

وہ چراغ ایک فانوس میں ہے۔ وہ فانوس گویا ایک ستارہ ہے موتی سا

دُرِّیٌّ یُّوۡقَدُ مِنۡ شَجَرَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ زَیۡتُوۡنَۃٍ

روشن کیا جاتا ہے زیتون کے برکت دیئے ہوئے درخت سے

چمکتا روشن ہوتا ہے برکت والے پیڑ زیتون سے

لَّا شَرۡقِیَّۃٍ وَّ لَا غَرۡبِیَّۃٍ ۙ یَّکَادُ زَیۡتُہَا یُضِیۡٓءُ

نہ مشرق میں کوئی اس جیسا اور نہ مغرب میں قریب ہے کہ اس درخت مبارک کا تیل خود بخود بلا وسیلہ روشنی پھیلا دے

جو نہ پورب کا نہ پچھم کا قریب ہے کہ اس کا تیل بھڑک اٹھے

وَ لَوۡ لَمۡ تَمۡسَسۡہُ نَارٌ ؕ نُوۡرٌ عَلٰی نُوۡرٍ ؕ

اگرچہ نہ چھوئے اس کو آگ وہ درخت مبارک نور علیٰ نور ہے

اگرچہ اسے آگ نہ چھوئے نور پر نور ہے

یَہۡدِی اللّٰہُ لِنُوۡرِہٖ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ

ہدایت فرماتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے اس نور کائنات کی طرف جس کو پسند فرمانا چاہتا ہے

اللہ اپنے نور کی راہ بتاتا ہے جسے چاہتا ہے

وَ یَضۡرِبُ اللّٰہُ الۡاَمۡثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ ﴿۳۵﴾

اور بیان فرماتا ہے اللہ مثالوں کو لوگوں کے لیے اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے
اور اللہ مثالیں بیان فرماتا ہے لوگوں کے لیے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے

تعلقات

اس آیت پاک کا پچھلی آیات پاک سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آیات میں چند اسلامی قانون کا ذکر فرمایا گیا جو دنیا جہان میں ہر انسان کے لیے نور اور مشعل راہ ہیں۔ اب ان آیات میں فرمایا جا رہا ہے کہ اسلام کا دین وقوانین سب رب کریم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اللہ تعالیٰ آسمان وزمین کا نور ہے یہ قرآن وحدیث اور ان کے احکام اسی کی روشنی ہے جس سے زمین وآسمان جگمگا رہے ہیں۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیات میں گناہوں کا ذکر کیا گیا جو زمین کا اندھیرا اور ظلمت ہے اب ان آیات میں آسمانوں اور زمین کے نور کا ذکر فرما کر سمجھایا جا رہا ہے کہ اے لوگو ظلمت سے دور ہٹو اور نور کے قریب آؤ۔ **تیسرا تعلق:** پچھلی آیات میں روشنی کے لیے تین چیزیں بیان فرمائی گئیں۔ ا۔ آیات مُبَیِّنٰتٍ۔ ۲۔ گزرے لوگوں کی مثال۔ ۳۔ متقین کے لیے بہت بڑی نصیحت۔ اب ان آیات میں نور کی مثال میں تین چیزیں بیان فرمائی جا رہی ہیں۔ ا۔ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ۔ ۲۔ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ۔ ۳۔ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ۔ فرمایا جا رہا ہے جس نے روشنی ابدی حاصل کرنی ہو وہ ان تین کے ذریعے ان تین کو پائے۔

تفسیر نحوی

(یہ آیت نور بالکل علیحدہ نازل ہوئی) اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ ۔ اَللّٰهُ۔ مبتدا ہے نُوْرُ۔ اسم مفرد جامد۔ مضاف ہے۔ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ یہ معطوف علیہ اور معطوف مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی خبر ہے مبتدا کی دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ مَثَلُ۔ اسم مصدر مضاف نُوْرِهٖ اسم حاصل مصدر مضاف ہے ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مجرور متصل مرجع اللہ یہ مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی مفعول مضاف اِلَیہ۔ ک۔ حرف جر برائے تشبیہ وتمثیل۔ مشکوۃ۔ اسم آلہ بمعنی اسم ظرف مکانی صیغہ واحد مونث۔ دراصل مِشْكَوَةٌ ہے بروزن مِنْصَرَةٌ۔ باب نَصَرَ سے۔ یہ آلہ بمعنی ظرف اس لیے ہے کہ جب طاق میں چراغ رکھ کر بتی روشن کی جاتی ہے تو وہ طاق چراغ کو بنا تا روشن رکھتا بھی ہے اور اس کا مکان بھی ہوتا ہے۔ مشکوۃ کا ترجمہ ہے طاق۔ مَشْكُوٌ سے مشتق ہے۔ مختلف ابواب میں اس کا مختلف ترجمہ ہوتا ہے۔ چنانچہ اسی سے ہے شَكْوَةٌ بمعنی چھوٹا مشکیزہ جس کی جمع شَكَوَاتٌ وَشِكَاءٌ اور اسی سے ہے شِكْوٌ، شکایت، شَاكِيْ، شَكِيَّةٌ، مِشْكٰوةٌ موصوف فِيْهَا۔ یہ جار مجرور متعلق ہے۔ پوشیدہ اسم فاعل قَائِمٌ کا۔ مِصْبَاحٌ۔ باب فتح کا اسم آلہ واحد مذکر اس کی جمع منتھی الجموع ہے مَصَابِيْح۔ صَبْحٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے روشنی پھیلانے کا آلہ یعنی چراغ کی روشن بتی (لو) یہ فاعل ہے قَائِمٌ پوشیدہ کا۔ قَائِمٌ اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر صفت ہے مِشْكٰوةٌ کی یہ مرکب توصیفی مجرور ہے کاف تشبیہی سے یہ جار مجرور متعلق مَثَلُ مصدر کا۔ وہ مصدر مضاف اپنے مفعول مضاف الیہ اور متعلق سے مل کر شبہ جملہ ہو گیا۔

اَلْمِصْبَاحُ۔ مبتداء۔ فِیْ زُجَاجَةٍ۔ جار مجرور متعلق ہے مَوْجُوْدٌ پوشیدہ اسم مفعول کا وہ اپنے پوشیدہ نائب فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے اَلْمِصْبَاحُ مبتدا کی دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ اَلزُّجَاجَةُ۔ اسم مفرد معرف باللام جامد ترجمہ ہے شیشے کی چمنی جو چراغ کی لو یعنی بتی پر لگی ہوتی ہے۔ مبتدا ہے۔ کَاَنَّ حرف مشبہ بالفعل ھَا ضمیر کا مرجع زُجَاجَةٍ ہے۔ یہ ضمیر اسم ہے کَاَنَّ کا کَوْکَبٌ۔ اسم مفرد نکرہ جامد بمعنیٰ ستارہ اس کی جمع ہے کَوَاکِبُ۔ لغوی ترجمہ ہے چمک اسی معنی سے آنکھ کی سفیدی۔ قوم کا سردار۔ نئی تلوار۔ پھول کی کلی کو بھی کوکب کہا جاتا ہے۔ حقیقی معنی ہے آسمانی تارہ ہر قسم کا۔ جبکہ نجم صرف سیارہ ستاروں کو کہا جاتا ہے۔ یہ موصوف ہے۔ یہاں لغوی معنی میں ہے یعنی وصفیت مراد ہے (چمک) دُرِّیٌّ۔ دُرّ بمعنی موتی ہر قسم کا (سمندری یا پہاڑی)۔ آخر میں یٌّ نسبت کی ہے بمعنی موتی جیسا چمکدار۔ یہ صفت ہے کَوْکَبٌ کی یہ مرکب توصیفی خبر ہے کَاَنَّ کی وہ اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے اَلزُّجَاجَةُ مبتدا کی۔ دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ یُوْقَدُ۔ باب افعال کا مضارع حال مثبت مجہول وَقْدٌ سے بنا ہے ترجمہ ہے روشن ہونا جلنا، بھڑکنا، شعلے بلند ہونا۔ اس کا مصدر ہے اِیْقَادٌ۔ اِوْقَادٌ تھا واو مادہ کو تخفیف کے لیے ی بنایا گیا۔ ترجمہ ہے روشن کیا جانا۔ اس کا نائب فاعل ھُوَ ضمیر صیغہ پوشیدہ جس کا مرجع ہے اَلزُّجَاجَةُ۔ مِنْ جارہ بمعنی بِ سببیہ۔ شَجَرَةٍ اسم مفرد نکرہ جامد موصوف ہے مُّبٰرَكَةٍ۔ باب مُفَاعَلَةٌ کا اسم مفعول واحد مونث۔ بَرَکَ سے بنا ہے۔ معنی ہے برکت دیا ہوا۔ یہ صفت ہے شَجَرَةٍ کی یہ مرکب توصیفی مُبدل منہ ہے۔ زَیْتُوْنَةٍ کی۔ اسم مفرد نکرہ نوعی نام ہے ایک درخت کی جنس کا۔ خیال رہے کہ نام آٹھ قسم کا ہوتا ہے۔ ۱۔ ذاتی ۲۔ صفاتی ۳۔ نوعی۔ ۴۔ صنفی ۵۔ جنسی ۶۔ قومی۔ ۷۔ مذہبی۔ ۸۔ علاقائی۔ زَیْتُوْنَةٍ بدل الکل ہے شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ کا۔ دونوں مل کر پھر موصوف ہے۔ لَا نفی محض تبرء کا شَرْقِيَّةٍ اسم نکرہ مخصوصی اسم لَا دونوں مل کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ لَا نفی محض غَرْبِيَّةٍ اس کا اسم دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف ہے لَا شَرْقِيَّةٍ پر دونوں عطف مل کر صفت ہے شَجَرَةٍ کے مرکب پر یہ مرکب توصیفی مجرور ہے مِنْ سے جار مجرور مل کر متعلق ہے یُوْقَدُ کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو گیا۔ یَكَادُ زَیْتُهَا یُضِیْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ؕ یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ یَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝ ۔ یَكَادُ فعل مقاربہ مضارع مستقبل مثبت معروف صیغہ واحد مذکر غائب باب سَمِعَ کَوْدٌ سے زَیْتٌ اسم مفرد معرفہ بمعنی تیل۔ مضاف ہے ھَا ضمیر کا مرجع اَلزُّجَاجَةُ یہ مضاف الیہ مرکب اضافی اسم ہے فعل مقاربہ کا یُضِیْٓءُ۔ باب افعال کا مضارع مثبت معروف صیغہ واحد مذکر غائب ضَیْءٌ وَ ضِیَآءٌ سے بنا ہے اس کا مصدر ہے اِضْیَآءٌ وَاِضَاءَةٌ ترجمہ روشنی پھیلنا۔ روشن ہونا اس کا فاعل ہے ھُوَ ضمیر جس کا مرجع ہے زَیْتُهَا۔ واوٗ وصلیہ بمعنی اگرچہ۔ لَمْ تَمْسَسْ۔ باب نَصَرَ کا۔ مضارع نفی جحد بلم بمعنی ماضی مطلق مَسَسٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے چھونا، لگنا۔ ہٗ ضمیر اس کا مفعول یہ مرجع ہے زَیْتٌ۔ نَارٌ اسم مفرد جامد نکرہ بمعنی آگ۔ فاعل ہے لَمْ تَمْسَسْ کا یہ فعل فاعل مفعول مل کر جملہ فعلیہ ہو کر وصل ہے زَیْتٌ کا زَیْتُهَا اپنے وصل کے ساتھ فاعل ہے یُضِیْٓءُ کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے یَكَادُ مُقَارَبہ کی وہ سب مل کر جملہ فعلیہ مقاربہ ہو گیا۔ نُوْرٌ مبتدا۔ عَلٰی نُوْرٍ جار مجرور متعلق ہے ثَابِتٌ پوشیدہ کا وہ اسم فاعل اپنے پوشیدہ ضمیر صیغہ فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ یَهْدِی باب ضَرَبَ کا مضارع معروف هُدًی سے مشتق ہے اللّٰہُ اس کا فاعل لام جارہ نفع کا نُوْرِهٖ مرکب اضافی مجرور متعلق ہے یَهْدِی کا۔ مَنْ اسم

موصول۔ یَشَآءُ باب فتح کا مضارع حال مثبت معروف۔ ھُوَ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل یہ فعل بافاعل جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر صلہ ہے مَنْ کا موصول صلہ مل کر مفعول بہ ہے یَھْدِیْ کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا واؤ ابتدائیہ۔ یَضْرِبُ فعل مضارع ضَرَبَ سے مشتق ہے ترجمہ ہے بیان کرنا۔ اللّٰہُ اس کا فاعل۔ الْاَمْثَالَ۔ اسم جمع مُکَسَّر معرف باللام۔ مفعول بہ ہے۔ لِلنَّاسِ یہ جار مجرور متعلق ہے یَضْرِبُ کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو گیا۔ واؤ ابتدائیہ اللّٰہُ مبتدا ب جارہ مفعولیت کا کُلِّ شَیْءٍ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق مقدم ہے۔ عَلِیْمٌ صفت مشبہ کا۔ صفت مشبہ اپنے پوشیدہ ضمیر فاعل اور متعلق مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر مبتدا۔ دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط۔ اے زمین و آسمانوں میں رہنے والو اگر تم حیات دنیوی میں دیدار حق تعالیٰ کی تمنا رکھتے ہو تو جاؤ دیکھو اس شخصیت مقدس کو جس کا نعرہ اور اعلان عام ہے۔ مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ (عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ مستدرک حاکم جلد چہارم صفحہ ۳۹۳) یعنی جس نے مجھ کو دیکھا اس نے حق تعالیٰ کو دیکھا اس کی وجہ یہ کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور کل روئے زمین یعنی پوری کائنات کا نور اصلی ابدی ازلی قدیمی ہے۔ زمین و آسمان والوں کے لیے۔ مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ ط اس کے نور کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک جسم شفاف کا طاق ہو اس طاق میں نور حق کا چراغ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کو مجسم پیدا فرمایا اور مختلف مخلوق کو مختلف جسم عطا فرمائے۔ کسی کو جسم لطیف جیسے ملائکہ جنات وغیرہ کسی کو جسم شفاف جیسے حور وغلامان جنت میں اور شیشہ وغیرہ زمین پر۔ یاد رہے کہ کسی شفاف اجسام کا سایہ نہیں ہوتا۔ اس لیے حور وغلامان کا جنت میں اور زمین پر شفاف خالص شیشے کا سایہ نہیں ہوتا ہے نہ دھوپ میں نہ چاندنی میں نہ کسی چراغ کی روشنی میں حضرت جبرائیل جب انسانی شکل میں آئے تب بھی آپ کا سایہ نہیں ہوتا تھا۔ کسی کو جسم کثیف جیسے عام انسان حیوان، شجرات حجرات وغیرہ۔ کسی کو جسم ثقیل جیسے اینٹ پتھر دھات وغیرہ کسی کو جسم خفیف جیسے دھواں ہوا وغیرہ۔ غرضکہ اجسام مخلوق پانچ قسم کے ہوئے۔ ۱۔ جسم لطیف۔ ۲۔ جسم شفاف۔ ۳۔ جسم کثیف۔ ۴۔ جسم ثقیل۔ ۵۔ جسم خفیف۔ جسم محمدی نور الٰہی کا مشکوٰۃ شفاف ہے اسی لیے نبی کریم ﷺ کا بدنی سایہ نہ تھا۔ اس حقیقت کو تمام صحابہ کرام دن رات دیکھتے تھے اور جانتے تھے کہ مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ ط۔ اللہ تعالیٰ کے نور کی مثال دنیا میں انسانوں کے لیے جو خود رب تعالیٰ نے بیان فرمائی اس مثال میں جسم مصطفیٰ کو مشکوٰۃ اور نور خدا کو مصباح بتا کر ثابت فرمادیا کہ اس جسم کا سایہ نہیں ہو سکتا کیونکہ جس شفاف چمنی میں نور ہو اس کا سایہ نہیں ہوتا یہ ہر انسان کا مشاہدہ ہے۔ یہی مشاہدہ صحابہ کرام نے جسم نبی کریم سے ہر وقت ملاحظہ کیا۔ چنانچہ تفسیر مدارک نسفی علی اربعہ جلد چہارم صفحہ ۲۷۸ سورۃ نور میں ہے وَقَالَ عُثْمَانُ اِنَّ مَا اَوْقَعَ ظِلَّکَ عَلَی الْاَرْضِ لِئَلَّا یَضَعَ اِنْسَانٌ قَدَمَہٗ عَلٰی ذٰلِکَ الظِّلِّ فَلَمَّا لَمْ یُمْکِنْ اَحَدًا مِنْ وَضْعِ الْقَدَمِ عَلٰی ظِلِّکَ فَکَیْفَ یُمْکِنُ (الخ) ترجمہ حضرت سیدنا عثمان غنی نے صحابہ کرام کے بھرے مجمعے میں آقا ﷺ سے عرض کیا۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے آپ کا سایہ زمین پر نہ پڑنے دیا تاکہ کوئی انسان آپ کے سائے پر پاؤں نہ رکھ سکے۔ تفسیر روح البیان ششم صفحہ ۱۲۵ پر بھی لکھا ہے کہ صحابہ کرام کو جسم نبی کا سایہ نظر نہ آتا تھا نہ دن کے وقت نہ چاندنی رات میں صحابہ کرام کو اس پر تعجب نہ ہوتا تھا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ جسم شفاف میں جب نور ہو تو

سایہ نہیں ہوسکتا اور پیارے آقا ﷺ کا جسم اقدس تو فرشتوں حور وغلمان سے بھی زیادہ شفاف تھا۔ اسی لیے سب نے عثمان غنی کا قول سنا مگر کسی نے نہ انکار کیا نہ تعجب کیونکہ سب کا دن رات کا مشاہدہ تھا اور شفاف اس لیے بنایا گیا تھا کہ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَةٍ ؕ اس جسم مشکوٰۃ میں نور الٰہی کا مصباح امانت رکھنا ہے اور اہل نظر کو دیدار الٰہی کرانا ہے جس طرح آج ہم کہہ سکتے ہیں کہ جس نے بجلی دیکھنی ہو وہ بلب روشن اور ٹیوب برقی کو دیکھ لے۔ اسی لیے آقا ﷺ نے فرمایا۔ بلکہ رب تعالیٰ نے کہلوایا مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ۔ جس نے مجھے دیکھ لیا اس نے رب تعالیٰ کو دیکھ لیا۔ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَیْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِیَّةٍ وَّ لَا غَرْبِیَّةٍ ۙ یَّكَادُ زَیْتُهَا یُضِیْٓءُ وَ لَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ۔ اور وہ زجاجہ چمنی۔ نور کبریائی کی مصباح کی وجہ سے تمام ستاروں سے زیادہ چمکدار ستارہ ہے کیونکہ وہی وَ الشَّمْسِ وَ ضُحٰىهَا ۝۱ ہے اور وہی وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۝۱ ہے اور وہی سراج منیر ہے یعنی دوسرے ستاروں کو منور فرمانے والا۔ روشن کیا گیا ہے شجر لامکانی کے فیضان سے وہ فیضان برکتوں منفعتوں فائدوں سے بھرا ہوا ہے۔ وہ زیتون سدا بہار ہے نبوت رسالت مرسلیت صاحبیت قابلیت کے انوار واسرار کا كَشَجَرَةٍ طَیِّبَةٍ ہے اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِی السَّمَآءِ ۝۲۴ ہے۔ اس کا مقام اصل نہ دنیا کا مشرق ہے نہ دنیا کا مغرب بلکہ مَقَامُهٗ سدرة المنتهىٰ ہے۔ ازل حادث سے فیضان نبوت تقسیم فرما رہا ہے اسی کا اعلان اظہار ہے كُنْتُ نَبِیًّا وَآدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ۔ میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام ابھی روح وبدن میں علیحدہ علیحدہ تھے۔ یہ کوکب دُرّی اس وقت سے اپنے خالق تعالیٰ رب علیٰ کا دیدار کر رہا ہے۔ جب معراج کے بعد صحابہ کرام نے پوچھا۔ هَلْ رَاَیْتَ رَبَّكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ کیا آپ نے اپنے رب تعالیٰ کو دیکھا ہے تو فرمایا آقا ﷺ نے رَاَیْتُ نُوْرًا اور مسلم شریف جلد دوم کتاب الایمان باب ۸۷ میں ہے۔ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ نُوْرٌ اِنِّیْ اَرَاهُ اسے اس طرح بھی پڑھا گیا ہے۔ نُوْرَانِیٌّ اَرَاهُ ترجمہ وہ نور ہے بیشک میں نے اس کا دیدار کیا ہے بعض لوگ اس طرح پڑھتے ہیں۔ نُوْرٌ اَنّٰی اَرَاهُ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر اس طرح پڑھا جائے تو معنی ہے کہ وہ نور ہے میں نے بجز نور کچھ نہ دیکھا۔ بعض جہلا نے نُوْرٌ اَنّٰی اَرَاهُ کا ترجمہ کیا ہے۔ وہ نور ہے میں کیسے دیکھ سکتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا نور روشنی تو جسم مصطفیٰ میں ہے۔ اگر تم مطیع ومتبع ہو کر غلام بن کر دامنِ قرب میں آگئے تو تمہارے لیے عالم کا ذرہ ذرہ پتہ پتہ معرفت الٰہی کا دفتر بن جائے گا۔ اور اگر غلامی میں نہ آئے تو ہزار عقلوں پڑھائیوں کے باوجود اندھے ہی رہو گے۔ اس جسم فیضانی ضیاء ایمانی ونعمت رحمانی کی شفافیت اتنی عظیم ہے کہ اگرچہ اظہار نبوت نزول وحی کی آتش قرب وتبلیغ دین کی ابتدا ابھی نہ کی گئی تھی تب بھی یہ فیضان نبوت وضیاء کبریائی اتنی کثیر ہے کہ اعلان نبوت سے پہلے ہی نور رحمانی کی شعاعیں زمین وآسمان میں عیاں ہیں۔ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ ہر فرد جانتا ہے کہ یہیں پر ہے نور کبریائی۔ اور صرف نور ہی نہیں بلکہ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ؕ یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ؕ۔ اس جسم محمدی میں نور الٰہی کی جلوہ گری نے اس سرتاپا جسم مدنی مشکوٰۃ بدنی کو نور بنا دیا۔ اس طرح کہ سر نور، ذقن نور، دہن نور، زباں نور، دل نور، عقل نور، جگر نور، بصر نور، لب نور، ظہر نور، بطن نور، عمر نور ذات محمدی کا یہ مشکوٰۃ شفاف ہادی بھی ہے مَهْدِی بھی۔ ہادی الیٰ معبود اور مَهْدِی الیٰ محبوب ہے۔ داعی الیٰ ذات ہے مَدْعُوْ الیٰ صفات ہے اور كَآفَّةً لِّلنَّاسِ ہے ہدایت فرماتا ہے اس کا اللہ تعالیٰ اس کے دروازے تک اپنا نور دکھانے کے لیے جس کو چاہتا ہے کیونکہ

ہر ایک کا حصہ نہیں دیدار کسی کا بوجہل کو محبوب دکھائے نہیں جاتے

وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ اور بیان فرماتا ہے اللہ تعالیٰ یہ مثالیں اپنا نور دکھانے کے لیے شان حبیب بتانے کے لیے۔ طالبین دیدار کو سمجھانے کے لیے کہ جس طرح سورج کی شعاعیں دیکھنے کے لیے شفاف شیشہ بجلی کی روشنی دیکھنے کے لیے بلب یا لمبی ٹیوب چاہیے اسی طرح نور الٰہی دیکھنے کے لیے جسم مصطفیٰ ﷺ۔ اے انسانو ان مثالوں سے تین باتیں سمجھائی گئیں **اول** یہ کہ اگر نور برق و فیض بجلی لینا ہو تو بلب و ٹیوب کے قریب آنا پڑتا ہے۔ اسی طرح اگر دنیا میں نور کبریا دیکھنا ہو تو قرب مصطفیٰ میں آکر دیدار مصطفیٰ کرو نور خدا نظر و فیضان الٰہ مل جائے گا۔ **دوم** یہ کہ جسم کثیف جب صاف و شفاف ہو اور اس میں روشنی ہو تو اس کا سایہ نہیں ہوتا۔ اسی طرح جسم مصطفیٰ اگرچہ کثیف ہے مگر لطیف سے بھی زیادہ شفاف ہے تو اس کا بھی سایہ نہیں کیونکہ اس بدن زجاجہ میں نور الٰہی کا مصباح ہے۔ **سوم** یہ کہ جب بلب و ٹیوب میں نور بجلی آیا تو ظاہر باطن مکمل بلب و ٹیوب ہی نور بن گیا اپنا وجود بھی برق میں روپوش ہو گیا۔ اسی طرح جب جسم محمدی میں نور الٰہی کا مصباح آگیا تو جسم محمدی نور خدا میں مستور ہو گیا۔ **چہارم** یہ کہ بلب و ٹیوب میں ساری بجلی نہیں آئی صرف ایک تجلی آئی مگر کہا جاتا ہے یہ سب بجلی کی روشنی ہے۔ شعاع کو بھی شیشہ کو بھی تار کو بھی اس طرح مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا کی وجہ سے پورے وجود مصطفیٰ کو نور خدا کہا جاتا ہے۔ اگرچہ اس میں بھی صرف ایک تجلی الٰہی ہے لہٰذا مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاَى الْحَقَّ۔ جس نے مصطفیٰ کو دیکھا اس نے خدا کو دیکھا۔ لیکن اس کے باوجود جیسے کہ کہا جاتا ہے جس نے بلب کو دیکھا اس نے بجلی کو دیکھا۔ مگر جس طرح بلب اور ہے بجلی اور ہے اسی طرح مصطفیٰ اور ہے خدا اور ہے۔ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ ۔ اور اللہ تعالیٰ ہی اپنی قدرت، حکمت، مصلحت سے ہر چیز کو جاننے والا ہے کہ کون لائق ہے مخزن نور الٰہی کے مصباح بننے کا کون اس کے دیدار کے قابل کس کو صدیق بنایا جائے کس کو زندیق۔

ان آیات میں مختلف اقوال تشبیہ

بعض مفسرین نے فرمایا کہ اَللّٰهُ نُوْرُ، صفت الٰہی ہے۔ مگر امام غزالی نے فرمایا نور ذات الٰہی ہے اور اللہ تعالیٰ ہی نور ہے مشکوٰۃ جسم مصطفیٰ، مِصْبَاحٌ کلام ربانی۔ زُجَاجَةٍ سینہ مصطفیٰ۔ كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ، قلب مصطفیٰ، يُوْقَدُ معرفت مصطفیٰ ہے جس کی روشنی بعثت سے پہلے بھی کائنات میں پھیلی ہوئی تھی۔ شَجَرَةٍ ذات نبوی مُّبٰرَكَةٍ صفات مقدس جس کے بے حد و بے شمار فوائد و منافع، زیتون کا انتخاب اور زیتون سے ذات نبوت کو تمثیل دینا اس لیے بھی ہے کہ زیتون سدا بہار درخت ہے اس کے پتے موسم خزاں میں بھی نہیں گرتے۔ زیتون تمام درختوں میں کثیر المنافع ہے۔ اس کی راکھ بھی مفید و قیمتی ہے کہ اس سے ریشم دھویا جاتا ہے۔ اس درخت کو ستر انبیاء کرام علیہم السلام کی دعائیں ملیں خود آقاء کائنات حضور اقدس ﷺ نے اس کو برکت کی دعا دی کہ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ فِي الزَّيْتِ وَالزَّيْتُوْنِ (از قرطبی) اور فرمایا یہ جنتی درخت ہے۔ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ سے مراد رسالت محمدی ہے جو رحمۃ عالمین ہے نہ صرف اہل مشرق کے لیے نہ صرف اہل مغرب کے لیے۔ زَيْتُهَا معجزات نبوی۔ لَوْلَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ سے مراد اظہار نبوت سے پہلے ہی آسمانوں زمینوں میں آپ کی مشہوری کے چرچے تذکرے ہونا نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ سے مراد نبوت پر رسالت۔ رسالت پر مرسلیت اور مرسلیت پر محبوبیت ملنا۔ **تشبیہ دوم** بعض نے لکھا کہ نور سے

مراد حواس خمسہ اور مشکوٰۃ قوت احساس، مصباح قوت عقلیہ، شَجَرَۃٍ قوۃ فکریہ۔ مُّبٰرَکَۃٍ کثرت تخیلات زَیْتُهَا قلب ودماغ میں علم وعقل کا خزانہ۔ روغن زیتون کا دھواں کم روشنی زیادہ ہوتی ہے ایسے ہی علم وعقل میں فوائد زیادہ نقصان کم۔ لَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ قوۃ قدسیہ کا وہ علم لدنی جو پڑھنے کے بغیر ہی مل جاتا ہے۔ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ سے مراد یہ کہ علم لدنی کے ساتھ اگر علم کتابی بھی ہو تو نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ہے۔ **تشبیہ سوم** بعض نے کہا نور قوت قلب ہے اس کے چار مرتبے۔ ۱۔ قوت عقلیہ مشکوٰۃ ہے جو خالی ہے نظری وضروری علوم سے۔ ۲۔ قوت تجربہ، زُجَاجَۃٍ ہے۔ ۳۔ قوت فعل مِصْبَاحٌ ہے یہی نظریات کا مخزن ہے۔ ۴۔ علم کے ساتھ عقل سلیم نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ہے۔ لَّا شَرْقِیَّۃٍ وَّلَا غَرْبِیَّۃٍ۔ یہ نور شریعت ہے جو نہ اہل مشرق فلاسفہ سے مل سکتا ہے نہ اہل مغرب سائنسدانوں سے کیونکہ یہ دونوں عقل دنیوی کے ظلمات ہیں۔ کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ قرآن مجید ہے۔ **تشبیہ چہارم** بعض عارفین نے فرمایا۔ نور بمعنی منور ہے۔ مشکوٰۃ ابراہیم علیہ السلام ہیں اور زجاجہ اسمٰعیل علیہ السلام ہیں۔ مصباح محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ شَجَرَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ نسل ابراہیمی کی نبوت۔ لَّا شَرْقِیَّۃٍ وَّلَا غَرْبِیَّۃٍ ذات ابراہیم ہیں کہ نہ اہل مشرق عیسائی تھے نہ اہل مغرب یہودی۔ بلکہ حَنِیْفًا مُّسْلِمًا تھے نہ افراط والے نہ تفریط والے۔ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ۔ ابراہیم نُوْرٌ اسماعیل اور ان کو نبی کریم ﷺ ملے تو نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ہوگیا۔ **تشبیہ پنجم** نور لطیفہ ربانی ہے مشکوٰۃ سینہ مصطفیٰ اس کے دو باب ایک جانب خالق لینے کے لیے دوم جانب مخلوق دینے بانٹنے کے لیے اللّٰهُ مُعْطِیْ وَاَنَا قَاسِمٌ زجاجہ قلب محمدی۔ مِصْبَاحٌ نبوت محمدی۔ شَجَرَۃٍ۔ فیضان محمدی۔ مُّبٰرَکَۃٍ کثرت فیض کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ عقل محمدی۔ **تشبیہ ششم** بعض نے لکھا۔ نور ایمان ہے مشکوٰۃ مومن ہے۔ زجاجہ قلب مومن ہے۔ مِصْبَاحٌ اس میں قرآن مجید ہے۔ شَجَرَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ اعمال صالحہ ہیں۔ لَّا شَرْقِیَّۃٍ وَّلَا غَرْبِیَّۃٍ۔ مومن نہ اہل مشرق سے متاثر ہو نہ اہل مغرب سے۔ مومن کی چار عادتیں۔ مل جائے تو شاکر، چھن جائے تو صابر۔ حاکم بنے تو عادل۔ کلام کرے تو صادق۔ یَکَادُ زَیْتُهَا یُضِیْٓءُ۔ مومن کا نور فراست وشعور معرفت ہے۔ لَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ۔ اگرچہ محنت تعلیم کی آگ نہ ملے۔ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ۔ مومن کے لیے دس نور۔ ۱۔ قول نور۔ ۲۔ علم نور۔ ۳۔ ظاہر نور۔ ۴۔ باطن نور۔ ۵۔ زندگی نور۔ ۶۔ موت نور۔ ۷۔ قبر نور۔ ۸۔ حشر نور۔ ۹۔ ثواب نور۔ ۱۰۔ مقام جنت نور۔ **ساتویں تشبیہ** بعض نے لکھا۔ یہاں پانچ ادراک انسانی مراد ہیں۔ عقلیات نور ہے۔ حسیات مشکوٰۃ ہے۔ خیالات زجاجہ تصورات مصباح ہے۔ تفکرات شَجَرَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ ہے۔ قوت قدسی زَیْتُهَا ہے۔ لَّا شَرْقِیَّۃٍ وَّلَا غَرْبِیَّۃٍ۔ یہ وہ ادراک ایمانی ہے جو نہ مشرقی علوم میں ہے نہ مغربی علوم میں۔ **آٹھویں تشبیہ** بعض نے کہا۔ توفیق نور ہے۔ دماغ مشکوٰۃ ہے۔ قوت اجتہاد وملکہ قیاس شَجَرَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ ہے۔ حادثاتی واقعات زَیْتُهَا ہے۔ لَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ یہ قوت باطنی کی عطاء ربانی ہے۔ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ علوم ظاہر کے ساتھ علوم روحانی کا ملنا۔ دنیا میں ہر ایک کے گیارہ دوست ودشمن ہیں۔ ۱۔ زندگی کا دشمن موت۔ ۲۔ علم کا دشمن جہالت۔ ۳۔ قوت کا دشمن کمزوری۔ ۴۔ سماعت کا دشمن بہرا پن۔ ۵۔ بصارت کا دشمن اندھا پن۔ ۶۔ تکلم کا دشمن گونگا پن۔ ۷۔ ارادے کا دشمن جبر۔ ۸۔ سخاوت کا دشمن کنجوسی۔ ۹۔ نور کا دشمن اندھیرا۔ ۱۰۔ عدل کا دشمن ظلم۔ ۱۱۔ عمل کا دشمن غفلت کسلت۔ **نویں تشبیہ** بعض نے کہا تقویٰ نور ہے۔ معاشرہ مشکوٰۃ ہے شجر مبارکہ نبوت ہے زَیْتُهَا محبت ہے۔ لَّا شَرْقِیَّۃٍ وَّلَا غَرْبِیَّۃٍ۔ یہ محبت

خالص نہ اہل مشرق میں نہ اہل مغرب میں۔ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ آیات و روایت ہیں۔ **دسویں تشبیہ** بعض نے کہا۔ مشکوٰۃ عبدالمطلب ہے۔ زجاجہ۔ سیدنا عبداللہ اور مصباح وجود مصطفیٰ ہے جو چمکتا آ رہا ہے آپ کے آباؤ اجداد کی پشتوں سے پیشانیوں میں۔

اس آیت میں اختلافی اقوال

اَللّٰہُ نُوْرُ کے معنی میں پانچ قول۔ ۱۔ بعض نے کہا۔ اللہ ہادی۔ ۲۔ بعض نے کہا۔ اَللّٰہُ مُدَبِّرٌ۔ ۳۔ بعض نے کہا اَللّٰہُ حَقٌّ۔ ۴۔ بعض نے کہا اَللّٰہُ مُنَوِّرٌ۔ ۵۔ بعض نے کہا اَللّٰہُ مُوْجِدُ النُّوْرِ۔ مَثَلُ نُوْرِہٖ کے معنی میں تین قول۔ ۱۔ بعض نے کہا مثل کے معنی دلائل۔ ۲۔ بعض نے کہا۔ معارف۔ ۳۔ بعض نے کہا صفات۔ زجاجہ کی قرأت میں تین قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت۔ زَ کے پیش سے۔ ۲۔ بعض کی قرأت زبر سے۔ ۳۔ بعض کی قرأت زیر سے۔ دُرِّیٌّ کی قرأت میں پانچ قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت دال کے پیش سے۔ ۲۔ بعض کی زبر سے دَرِّیٌّ۔ ۳۔ بعض کی زیر سے دِرِّیٌّ۔ ۴۔ بعض کی قرأت۔ دال کے بعد ہمزہ سے دُرِّئٌ۔ ۵۔ بعض کی قرأت ذال سے۔ ذُرِّیٌّ۔ دُرِّیٌّ کے معنی میں تین قول۔ ۱۔ بعض نے معنی کئے روشنی والا۔ ۲۔ بعض نے کہا اندھیرا دور کرنے والا۔ ۳۔ بعض نے کہا چلنے والا۔ یُّوْقَدُ۔ قرأت میں تین قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت۔ یُّوْقَدُ ہے۔ ۲۔ بعض کی قرأت تُوْقَدُ ہے۔ ۳۔ بعض کی قرأت تَوَقَّدُ ہے مِنْ شَجَرَۃٍ کے مِنْ میں دو قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا یہ مِنْ سببیہ ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا ابتدائیہ ہے۔ شَرْقِیَّۃٍ غَرْبِیَّۃٍ کی قرأت میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت۔ ق اور ب کے زیر سے۔ ۲۔ بعض کی قرأت ق اور ب کے زبر سے۔ لَمْ تَمْسَسْہُ کی قرأت میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت لَمْ تَمْسَسْ ت سے۔ ۲۔ بعض کی قرأت۔ لَمْ یَمْسَسْ۔ ی سے۔

فائدے

اس آیت پاک سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ **پہلا فائدہ:** اس آیت مقدسہ نے بتایا کہ صفات الٰہیہ منور ہیں ذات الٰہیہ سے اور اس کی معرفت آسمانوں زمین میں ہر جگہ ظاہر۔ یہ صفات بالفعل ممکن فی نفس ہیں۔ اور بالقوہ واجب بالذات ہیں۔ اپنے امکان کی وجہ سے بالفعل حادث ہیں اسی لیے وجود انبیاء سے ظہور ہوتا ہے۔ یہ فائدہ اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِہٖ سے حاصل ہوا (از نبراس) **دوسرا فائدہ:** اولیاء اللہ کے مشاہدات کی تجلیاں، صفات کے ہزار ہا پردوں کے پیچھے ہوتی ہیں تب ہی اولیاء کے مقام و وجود کی بقا قائم رہتی ہے۔ ورنہ ایک جھلک بھی بے حجاب ہو تو مثل طور کے سب کچھ جل کر فنا ہو جائے۔ صفات بے حجابی کا ظہور صرف انبیاء علیہم السلام اور بعض ملائکہ مقربین کا خاصہ ہے۔ مگر آقاء کائنات ﷺ کے لیے جب ظہور ذات ہوا تو زمین یا کسی مکان پر نہ ہوا۔ بلکہ یہ مظاہرہ دیدار ذات لامکان قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی ۝ پر ہوا۔ کیونکہ لامکان کے علاوہ کوئی بھی مکان اس کا متحمل تھا نہ ہے۔ یہ فائدہ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ (الخ) کے ارشاد سے حاصل ہوا۔ **تیسرا فائدہ:** ولایت کی تین قسمیں پہلی ولایت کبریٰ یہ انبیاء کرام علیہم السلام کی۔ دوم ولایت علیا یہ ملائکہ کی۔ سوم ولایت صغریٰ یہ اولیاء اللہ کی ان تینوں ولایتوں کے مدارج اس طرح ہیں۔ ولایت کبریٰ کو قرب الٰہی قرب صفات بلا حجاب ہے۔ اور ولایت علیا کو قرب کلام ہے اور ولایت صغریٰ کو قرب صفات بالحجاب ہے۔

ولایت کبریٰ کا قرب مِنْ حَیْثُ الْقِیام ہے۔ ولایت علیا کا قرب حیثیت باطنی سے ہے۔ ولایۃ صغریٰ کا قرب زُہد وتقویٰ کی حیثیت سے ہے۔ مگر کسی بھی قرب کے لیے کوئی کیفیت معین نہیں کی جاسکتی کیونکہ اس قرب کا ادراک نہ کوئی عقل کرسکتی ہے نہ حواس نہ علم حضوری نہ علم حصولی۔ اس کا ادراک و سمجھ صرف فیضان الٰہی سے ہوسکتا ہے جس کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔ صرف محسوس ہوسکتا ہے۔ یہ فائدہ یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

اس آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ:** قانون شریعت کے مطابق صفات الٰہیہ عین ذات ہیں نہ غیر ذات بلکہ زائد عَلَی الذَّات ہیں یہی کتاب وسنت سے ثابت ہے اور اسی پر اجماع امت ہے یہ مسئلہ کَمِشْكٰوةٍ فِیْهَا مِصْبَاحٌ کی تشبیہ سے مستنبط ہوا (امام رازی) **دوسرا مسئلہ:** قرب الٰہی کا سب سے بڑا ذریعہ نفلی نماز ہے۔ حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرے قریب ہوجاتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں اور اتنا قرب بخشتا ہوں کہ اس کی آنکھ، زبان، کان، ہاتھ بن جاتا ہوں پھر وہ بندہ میری قوت سے سنتا دیکھتا بولتا پکڑتا ہے۔ یہ مسئلہ یہاں یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ کی تمثیل سے اور سورۃ بقرہ آیت ۲۵۷۔ اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ (الخ) سے مستنبط ہوا۔ یعنی بندہ عابد شجر فیضان الٰہی سے سراپا روشنی بن جاتا ہے۔ **تیسرا مسئلہ:** کوئی شخص اپنے علم، عقل، زہد، تقویٰ یا ذات صفات کمالات سے رب تعالیٰ کی ذات وصفات کی معرفت حاصل نہیں کرسکتا نہ نبی کریم ﷺ کی معرفت پاسکتا ہے جب تک کہ اللہ تعالیٰ فضل نہ فرمائے۔ یہ مسئلہ۔ یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ **پہلا اعتراض:** اگرچہ ہمارے مرشد مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے بھی لکھا ہے کہ جسم محمدی کا سایہ نہ تھا اور تمام سنی علماء فقہاء بھی یہی کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا سایہ نہ تھا۔ مگر میری عقل تسلیم نہیں کرتی۔ کیونکہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جسم کثیف کا سایہ نہ ہو (از صاحبزادہ عبدالدائم ہزاروی مجددی و دیگر وہابی لوگ) **جواب:** یہ آپ کی عقل فکری کمزوری ہے ورنہ دنیا میں ہزاروں جسم کثیف ہیں جن کا سایہ نہیں ہوتا۔ مثلاً شفاف شیشہ، بلب ٹیوب وغیرہ۔ نیز یہ آیت نور بھی بتارہی ہے کہ آقا ﷺ کے جسم اقدس کو محض کثیف کہنا بھی گستاخی ہے۔ کیونکہ آپ کا جسم اقدس جسم شفاف زُجَاجَةِ نُوْرُ اللّٰهِ ہے اور آپ کی بشریت بھی۔ فَتَمَثَّلَ لَكُمْ بَشَرًا سَوِیًّا وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا۔ اور قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ ہے۔ نہ روشن زجاجہ کا سایہ ہوتا ہے نہ سِرَاجًا مُّنِیْرًا کا نہ نور کا۔ یہی وجہ ہے کہ کسی صحابی نے نبی ﷺ کا کبھی سایہ نہ دیکھا۔ یہ آیت تو اتری ہی اس بات کو ثابت کرنے کے لیے۔ اللہ تعالیٰ نے چار قسم کے جسم پیدا فرمائے۔ ۱۔ جسم لطیف۔ ۲۔ جسم کثیف۔ ۳۔ جسم شفاف۔ ۴۔ جسم ارواح۔ روح نہ لطیف ہے نہ کثیف نہ شفاف وہ تو اَمرِ ربی ہے۔ **دوسرا اعتراض:** یہاں فرمایا گیا كَوْكَبٌ دُرِّیٌّ۔ کَوکَب ستارے کو کہتے ہیں اور دُر موتی کو۔ ستارہ آسمانوں میں دُر زمین میں کوکب زیادہ چمکدار ہوتا ہے۔ تو یہاں كَوْكَبٌ کو دُر کیوں فرمایا گیا یعنی اَعلیٰ کو ادنیٰ کی طرف تعارفی نسبت کیوں دی گئی چاہیے تھا کہ دُرِّیٌّ كَوْكَبٌ فرمایا جاتا یا كَوْكَبٌ نَجْمٌ۔ **جواب:** اس کے دو جواب دیئے گئے ہیں ایک یہ کہ اس موتی کو

درٌ کہا جاتا ہے جو موتیوں میں سب سے زیادہ چمکدار ہو تو یہاں کَوْكَبٌ دُرِّيٌّ کہنے کا معنی ہے ستاروں میں سب سے زیادہ در یعنی چمکدار۔ **جواب دوم** آسمان پر پانچ بڑے ستارے جو سیارہ بھی ہیں۔ ۱۔زحل۔ ۲۔عطارد۔ ۳۔مشتری۔ ۴۔مریخ۔ ۵۔زہرہ۔ ان میں سب سے زیادہ چمکدار ستارہ زحل ہے۔ اس کو ہی کَوْكَبٌ دُرِّيٌّ کہا جاتا ہے اس کو تشبیہ دیتے ہوئے یہاں اس ذات اقدس زجاجہ کو كَاَنَّهَا فرمایا گیا۔ چاند سے تشبیہ اس لیے نہ دی گئی کہ اس میں داغ ہیں اور گرہن بھی لگ جاتا ہے۔ سورج سے بھی تشبیہ اس لیے نہ دی گئی کہ اسے بھی گرہن لگ جاتا ہے۔ نیز سورج کو قرآن مجید میں سراج فرمایا گیا۔ اور مصباح بھی سراج ہے۔ زجاجہ کو کَوْكَبٌ دُرِّيٌّ فرمایا گیا۔ تاکہ پتہ لگ جائے کہ زجاجہ کا مرتبہ مصباح سراج سے کم ہے۔ اگر زجاجہ کو شَمْسٌ دُرِّيٌّ فرمایا جاتا تو زجاجہ کا مرتبہ مصباح سے بڑھ جاتا اور یہ حقیقۃ و مقصود کے خلاف ہے کیونکہ بتایا یہ جا رہا ہے کہ زجاجہ مصباح کی وجہ سے کَوْكَبٌ دُرِّيٌّ ہے۔ شَمْسٌ دری کہنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ زجاجہ خود ہی چمکدار ہے۔ حالانکہ کوئی چمنی خود چمکدار نہیں ہوتی بلکہ اندر کی مصباح بتی برقی ناری یا نوری سے روشن و چمکدار ہوتی ہے۔ **تیسرا اعتراض**: یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کی مثال مصباح سے کیوں دی چاہئے تھا کہ شمس سے مثال دی جاتی اور فرمایا جاتا۔ فِيْهَا شَمْسٌ وَالشَّمْسُ فِيْ زُجَاجَه کیونکہ شمس اَتَم وَاَکمل وَاَحسن روشنی ہے۔ **جواب**: پانچ وجہ ہیں کہ مصباح سے مثال دینا ہی مناسب و بہتر ہے۔ پہلی وجہ یہ بتایا ہے کہ نور قلب میں اور قالب سینے میں اور سینہ بدن میں یہی تین چیزیں مصباح میں ہوتی ہیں اس طرح کہ روشنی مصباح میں اور مصباح زُجاجہ میں اور زجاجہ مشکوٰۃ میں یہ ترتیب سورج میں نہیں۔ وجہ دوم یہاں نور معرفت مراد ہے جس کے لیے آلات ضروری اور آلات کے لیے اجتماع ضروری معرفت کے آلات، ذہن، فہم، عقل کی بیداری، شعور اور انشراح یعنی دل دماغ کی بیداری۔ یہی چھ آلات مصباح کے لیے ضروری۔ قندیل، روشنی، فتیلہ بتی، تیل، چمنی، طاق۔ یہ چیزیں سورج میں نہیں۔ وجہ سوم یہ کہ سورج کی روشنی اعلیٰ سے اسفل یعنی اوپر سے نیچے کی طرف آتی ہے اور نیچے کو چمکاتی ہے مگر چراغ نیچے سے اوپر کو چمکاتا ہے اور نور معرفت بھی نیچے والوں کو اوپر سے چمکاتا ہے۔ چوتھی وجہ سورج کی روشنی صرف دن کو منور کرتی ہے مگر چراغ دن رات کے ہر اندھیرے کو مٹاتا ہے ایسے ہی نور معرفت بھی ہر اندھیرے کو مٹاتا ہے۔ وجہ پنجم سورج کی روشنی ہر خاص و عام کے لیے ہوتی ہے مگر چراغ کی روشنی ہر ایک کے لیے نہیں ہوتی بلکہ صرف چراغ والے کے لیے اسی طرح نور معرفۃ بھی صرف اہل دل کے لیے ہوتی ہے۔ **چوتھا اعتراض**: نور معرفت کو نور شمس سے تشبیہ نہ دینا تو ان وجوہ سے ٹھیک ہوا چاہئے تھا کہ نور شمع سے تشبیہ دی جاتی کیونکہ شمع کی روشنی چراغ کی روشنی سے زیادہ ہوتی ہے۔ **جواب**: شمع سے تشبیہ دینا بھی درست نہیں اس کی دو وجہ۔ ایک یہ کہ شمع کا تیل خالص نہیں ہوتا موم وغیرہ کئی چیزوں کی ملاوٹ ہوتی ہے لیکن چراغ میں ایک ہی خالص تیل ہوتا ہے زیتون کا یا سرسوں کا وغیرہ اسی طرح نور معرفت کے لیے بھی خلوص ایمان و اعمال ضروری۔ منافقانہ فاسقانہ ملاوٹ کے ایمان و اعمال سے نور معرفت نہیں ملتا۔ دوم یہ کہ شمع امراء کی روشنی ہے اور چراغ فقراء کی روشنی اور نور معرفت بھی فقراء کے دلوں میں ہوتا ہے نہ کہ امیروں کے دل میں اس لیے نور معرفت کو سمجھنے کے لیے مصباح فقراء کی تمثیل و تشبیہ ہی مناسب ہے۔

تفسیر صوفیانہ

صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ یہ آیت نور جسم مصطفیٰ ﷺ کے تعارف اصلیہ کے لیے نازل ہوئی ہے۔ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ۔ اللہ تعالیٰ نبوت مصطفیٰ کے آسمانوں اور بشریت مصطفیٰ کی زمین کا نور وحدت ہے ضیاء فیضان کی عطا و تقسیم کے لیے۔ قالب مصطفیٰ میں چالیس نور ہیں۔ ۱۔ نور حفظ۔ ۲۔ نور خشیت۔ ۳۔ نور امید۔ ۴۔ نور محبت۔ ۵۔ نور تفکر۔ ۶۔ نور یقین۔ ۷۔ نور تذکر۔ ۸۔ نور علم۔ ۹۔ نور عقل۔ ۱۰۔ نور حیات۔ ۱۱۔ نور عبادت۔ ۱۲۔ نور حلاوت۔ ۱۳۔ نور احسان۔ ۱۴۔ نور نعمت۔ ۱۵۔ نور فضل۔ ۱۶۔ نور کرم۔ ۱۷۔ نور برکت۔ ۱۸۔ نور رحمت۔ ۱۹۔ نور ہیبت۔ ۲۰۔ نور قدرت۔ ۲۱۔ نور حکمت۔ ۲۲۔ نور جلالت۔ ۲۳۔ نور جمالت۔ ۲۴۔ نور استقامت۔ ۲۵۔ نور انسیت۔ ۲۶۔ نور عظمت۔ ۲۷۔ نور محبوبیت۔ ۲۸۔ نور محمدیت۔ ۲۹۔ نور وحدت۔ ۳۰۔ نور ابدیت۔ ۳۱۔ نور نبوت۔ ۳۲۔ نور فردیت۔ ۳۳۔ نور ازلیت۔ ۳۴۔ نور ہدایت۔ ۳۵۔ نور سعادت۔ ۳۶۔ نور قدرت۔ ۳۷۔ نور اعمال۔ ۳۸۔ نور مکاشفہ۔ ۳۹۔ نور کلیت۔ ۴۰۔ نور اسرار۔ یہ تمام انوار قالب مصطفیٰ میں ہی جمع ہیں۔ کیونکہ ذات مصطفیٰ تمام شرطوں کے ساتھ قائم مع اللہ ہے۔ حقیقت عبادت اور طریقت محبت جسم محمدی سے ہی دائم ہے۔ وہی نُوْرُہٗ ہے اور مَعَ اللّٰهُ عَلٰی نُوْرٍ ہے جس طرح دنیا کی حفاظت کے لیے آسمانوں میں بارہ برج ہیں۔ ۱۔ حمل۔ ۲۔ ثور۔ ۳۔ جوزہ۔ ۴۔ سرطان۔ ۵۔ اسد۔ ۶۔ سنبلہ۔ ۷۔ میزان۔ ۸۔ عقرب۔ ۹۔ قوس۔ ۱۰۔ جدی۔ ۱۱۔ دلو۔ ۱۲۔ حوت۔ جب تک یہ بروج قائم ہیں نظام عالم قائم ہے اسی طرح جہان معرفت کے سموات سراقدس ہے اس میں طریقت حقیقت کے بارہ برج ہیں۔ ۱۔ ذہن اقدس۔ ۲۔ عقل مبارک۔ ۳۔ ایمان کمل۔ ۴۔ یقین محکم۔ ۵۔ بصیرت مقدس۔ ۶۔ فراست پیہم۔ ۷۔ حیاء فطرت۔ ۸۔ رجاء رحمۃ۔ ۹۔ خشیت صادق۔ ۱۰۔ نفس لوامہ۔ ۱۱۔ ہوش کائناتی۔ ۱۲۔ انشراح قلب و دماغ۔ جب تک قلب و قالب عارفین پر ان بروج محمدی کے انوار نازل ہوتے رہیں گے اس وقت تک نظام ولایت، حلاوت، عبادت، سعادت معرفت، توفیق ہدایت قائم و موجود ہے۔ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِیْهَا مِصْبَاحٌ۔ مشکوٰۃ عالم اجسام ہے زُجَاجَةٍ عرش ہے۔ مصباح کی کرسی ہے۔ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّیٌّ۔ خود ذاتاً بھی ظاہر صفاتاً بھی ظاہر اور ہر وجود کو ظاہر کرنے والا۔ وہ پایا گیا اپنے وجود سے اور ظاہر ہوا اپنے ظہور سے وہی ہے آسمانوں زمین کا نور اصلی ہے۔ ارواح سموٰۃ و اجسام ارض کو ایجاد و روشن فرمانے والا۔ یہی پوری کائنات باطن ہے۔ جس نے بھی وجود پایا اسی نور الٰہی سے پایا۔ جو امانت ہے زجاجہ مصطفوی میں یہاں مثل سے مراد صفت ہے۔ تمام عالمین مشکوٰۃ ہیں۔ ان میں ہر طرف ظلمت تھی تو روح مصباح نے ان کو منور فرمایا اور عقل و حواس کا زجاجہ پہنایا۔ قلب مطہر کو روح منور بخشی تمام مشکوٰۃ موجودات شعلہ نورانی بنا دی۔ پھر ایسی نورانیت ظاہر ہوئی جیسے كَوْكَبٌ دُرِّیٌّ کہ نبوت کے تمام ستاروں میں سب سے زیادہ علویت فرطیت و کثرت میں منوّد۔ یہی شعاعیں وارد ہوئیں قلوب عارفین کے ذروں پر تو ان کو سدا ایسا جگمگا دیا۔ کہ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَیْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِیَّةٍ وَّ لَا غَرْبِیَّةٍ یَّكَادُ زَیْتُهَا یُضِیْٓءُ وَ لَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ۔ شجر مبارکہ وہ عالم ملکوت ہے جو عالم اجسام کا باطن ہے اسی سے روشن کیا جا رہا ہے ان نفوس اولیاء اللہ کو جو اعمال صالحہ و عبادات نفلیہ کی شاخوں میں برکت دیئے ہوئے ہیں نہ فقط ازلی مشرق میں اور نہ فقط فنا کے مغرب میں بلکہ ان کے لیے ابدی بقا ہے فنائیت

نہیں ہوسکتی ان کی زمین بدنی پھولوں سے معطر پھلوں ملذذ ہے ان ہی اعمال کے منافع فضاء قلبی میں یُضِیْٓءُ روشن ہیں اور انہی اخلاق حسنات اعمال مدرکات ترقی کمالات سے روحانی سمٰوات میں برکات پھیلی ہیں۔ ان سے ہی سعادت دارین کا وجود ہے۔ ان نفوس رسالت سے زمین ناری پر نور کی سات قندیلیں روشن کی گئی ہیں۔ ۱۔انوار۔ ۲۔اسرار۔ ۳۔معارف۔ ۴۔حقائق۔ ۵۔مقامات۔ ۶۔مکاسب۔ ۷۔احوال و مواہب۔ مثل زیتون عالیین طریقہ کا وجود کلی و جزئی اور قلب و روح میں جلوہ گر ہے قریب ہے کہ اس کا روغن فیضان عدم سے ظہور میں نور مقدس بن کر ایقان فطری عرفان عملی میں خود بخود روشن ہو جائے۔ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ؕ یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ؕ نور کمال پر نور توفیق ثابت قائم موجود ہے یہ سعادت رب کی ہدایت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہدایت دیتا ہے وصلِ قُرب کی طرف خیرِ کثیر سے جس کو چاہے لائق۔ طالب متمنی و اہل عنایت بنادے اور سعادت پر فائز فرمادے۔ اگرچہ قدرت سے نارِ عشق اس کو نہ پہنچے اور عقل تنزیلی و شعور الہامی کی آگ اس سے نہ لگے۔ وَ یَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ ۔ اور بیان فرماتا ہے اللہ تعالیٰ تمثیلات عرشی ان طالبین فرشی کے لیے جو معرفت رسالت کے عاشقین ہیں تاکہ دیدار حقیقی آسان ہوجائے وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۳۵﴾ ۔ اور اللہ تعالیٰ ہی جاننے والا ہے ہر مثال کی مطابقت اور بندوں کی مناسبت اور اس کے بیان کرنے کو۔ منکشف فرماتا ہے اہل فراست علماء اولیاء اصفیاء کے لیے تحقیقات کی حقانیت کو۔ بندہ عارف پر دو نور ہیں۔ پہلا صفت رحمانی کا نور دوسرا عرش لامکانی کا نور۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے نور رحمانی کے فیض کی ہدایت دیتا ہے اور جس پر چاہے تحت الثریٰ تک ایجاد کا ارادہ فرماتا ہے۔ بعض نے فرمایا۔ مشکوٰۃ جسم عارف ہے زجاجہ قلب ہے مصباح اَسرار ہے۔ شجر حیات ہے۔ مبارک روح ہے زَیْتُهَا وہ روح انسانی ہے جس میں نور عرفانی ہے قبولیت کی بقا ہے اسی میں نار تجلی کی چمک ہے جب نور عقل سے عَلٰی نور ہوا اور مَنْ یَّشَآءُ ؕ کے بھید سے منور ہوا تب زجاجہ قلب و مشکوٰۃ جسم چمک کر کوکب دری بن گیا اور شعاعیں حواس کے روشندانوں سے نکل پڑیں تب زمین بشری ضیاء ابدی سے بھر گئی۔ اسی طرف سورۃ زمر آیت ۶۹ میں اشارہ ہے کہ وَ اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا۔

فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَ یُذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ ۙ
وہ نور والا طاق ان گھروں میں ہے اجازت دی ہے اللہ تعالیٰ نے یہ کہ ہر طرح بلند رکھیں جائیں وہ گھر اور لیا جایا کرے
ان گھروں میں جنہیں بلند کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور ان میں اس کا نام لیا جاتا ہے
یُسَبِّحُ لَهٗ فِیْهَا بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ ﴿۳۶﴾ ۙ
ان گھروں میں اس اللہ کا نام تسبیح پڑھتے رہتے ہیں ان گھروں میں بوقت سحر اور بوقت شام
اللہ کی تسبیح کرتے ہیں ان میں صبح اور شام
رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَیْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ
وہ لوگ کہ نہیں بے توجہ کرتی ان کو تجارت اور نہ دکانداری اللہ تعالیٰ کے ذکر سے

وہ مرد جنہیں غافل نہیں کرتا کوئی سودا اور نہ خرید و فروخت اللہ کی یاد
وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ
اور نماز پنج وقتہ قائم رکھنے سے اور زکوٰتیں ادا کرنے سے ڈرتے ہیں
اور نماز برپا رکھنے اور زکوٰۃ دینے سے
يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ﴿۳۷﴾
وہ اس دن سے پھر جائیں گے جس دن میں عقل و علم والے دل اور آنکھیں
ڈرتے ہیں اس دن سے جس میں الٹ جائیں گے دل اور آنکھیں
لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ
ڈرتے ہیں تاکہ بدلہ دے ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ ان اعمال سے زیادہ اچھا جو کیے انہوں نے اور زیادہ عطا فرمائے اپنے
تاکہ اللہ انہیں بدلہ دے ان کے سب سے بہتر کام کا اور اپنے فضل سے انہیں
فَضْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۸﴾
فضل میں سے ان لوگوں کو اور اللہ رزق دیتا ہے جس کو چاہے بے حساب
انعام زیادہ اور اللہ روزی دیتا ہے جسے چاہے بے گنتی

تعلقات

ان آیات پاک کا پچھلی آیات پاک سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق** پچھلی آیات میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نور کی جس کو چاہتا ہے ہدایت عطا فرماتا ہے اب ان آیات میں ہدایت والے گھروں یعنی مسجدوں اور ہدایت پانے والے بندوں کا ذکر فرمایا جارہا ہے کہ یہ گھر ہیں جہاں سے اللہ تعالیٰ کی ہدایت ملتی ہے اور ان گھروں میں ذکر اللہ و تسبیح الٰہی کرنے والے بندے ہی رب تعالیٰ کے ہدایت یافتہ ہیں۔ **دوسرا تعلق**: پچھلی آیات میں دنیوی ہدایت کا ذکر ہوا۔ اب ان آیات میں اس ہدایت کی اخروی جزا کا ذکر فرمایا جارہا ہے۔ یعنی دنیا میں اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور ہدایت سے بندوں کے اعمال صالحہ ذکر تسبیح نماز زکوٰۃ تا عمر۔ پھر آخرت میں رب تعالیٰ کا فضل اور فضل سے جزاء اعمال۔ **تیسرا تعلق** پچھلی آیات میں دونوں کا ذکر فرمایا گیا ایک ایمانی عرفانی روحانی نور پھر دوسرا شجر مبارکہ سے جسمانی نور و روشنی۔ اب ان آیات میں ان ایمانی و جسمانی نور کے دنیوی و اخروی فائدوں کا ذکر کیا جارہا ہے کہ جسمانی فائدہ تجارت اور ایمانی فائدہ عبادت ہے۔

شان نزول

ایک بار حضرت تمیم داری انصاری صحابی ملک شام سے بہت سی قندیلیں، خوبصورت رسی کی لڑیاں، روئی کی بہت سی بتیاں،

زیتون کا بہت سا تیل خرید کر لائے یہ جمعرات کا دن تھا رات کو بارہ ربیع الاول تاریخ تھی صبح کو جمعہ تھا آپ نے اپنے غلام ابوالبز اد کو جو بہترین مخبر اور کاریگر تھا اور اس کی مدد کے لیے اپنے چند غلاموں کو فرمایا کہ ان رسیوں کی لڑیاں بنائیں اور ان میں تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر قندیلیں لٹکاؤ اور قندیلوں میں یہ بتیاں اور زیتون کا تیل ڈالو۔ پھر بعد مغرب مسجد نبوی میں ہر طرف لٹکا کر سب قندیلوں کو روشن کر دو جو ساری رات روشن رہیں۔ بوقت مغرب ایسا ہی کیا گیا جس سے مسجد نبوی شریف بقعہ نور بن گئی۔ جب آقاء کائنات حضور اقدس ﷺ نماز مغرب کے لیے تشریف لائے تو مسجد نبوی شریف کا یہ چراغاں دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور پوچھا یہ کس نے کیا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا یہ چراغاں تمیم داری نے کیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ان کو بہت دعائیں دیں اور فرمایا کہ تم نے اسلام کو روشن کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہاری دنیا و آخرت منور فرمائے گا بعد نماز مغرب اس بشارت نبوی کی تائید میں یہ تین آیات نازل ہوئیں از آیت ۳۶ تا آیت ۳۸ (از تفسیر قرطبی و کتاب اسباب نزول) گویا کہ جشن عید میلاد النبی کا یہ پہلا چراغاں تھا جو مسجد نبوی شریف میں نبی کریم ﷺ و صحابہ کی موجودگی میں ایک صحابی نے کیا اور نبوی دعائیں و بشارتیں لیں۔

تفسیر نحوی

فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْکَرَ فِیْہَا اسْمُہٗ یُسَبِّحُ لَہٗ فِیْہَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۔ فِیْ حرف جر ظرفیت مکانی کے لیے اس کا تعلق اَذِنَ سے ہے متعلق مقدم یا اَلزُّجَاجَۃُ سے بُیُوْتٍ اسم جمع مکسر منصرف ہے بَیْتٌ کی موصوف ہے۔ اَذِنَ باب سَمِعَ کا ماضی مطلق اِذْنٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے اجازت دینا مراد ہے۔ کسی کی خواہش باطنی کے مطابق اس کو حکم دینا حکم بمعنی اذن ہوتا ہے۔ اللّٰہُ اس کا فاعل ہے اَنْ ناصبہ مصدریہ تُرْفَعَ۔ باب فَتَحَ کا مضارع مثبت مجہول صیغہ واحد مونث غائب رَفْعٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے بلند کرنا اٹھانا اس کا نائب فاعل ھِیَ ضمیر صیغہ ہے جس کا مرجع ہے بُیُوْتٍ یہ فعل با نائب فاعل جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ۔ بَیت کا لغوی ترجمہ ہے رات گزارنا۔ منقول عرفی و اصطلاحی میں چار دیواری اور چھت والے کمرے کو بیت کہتے ہیں۔ اینٹ پتھر کا ہو یا کپڑے کا یا لکڑی کا۔ شعر کو اسی بناوٹ کی بنا پر بیت کہا جاتا ہے مگر اس کی جمع اَبْیَاتٌ ہے۔ یُذْکَرُ باب نَصَرَ کا مضارع مثبت مجہول صیغہ واحد مذکر غائب ذِکْرٌ سے مشتق ہے یہاں ذکر بمعنی ورد ہے اور مراد ہے عبادت کرنا۔ فِیْہَا یہ جار مجرور متعلق ہے یُذْکَرَ کا اسْمُہٗ یہ مرکب اضافی نائب فاعل ہے یُذْکَرَ کا۔ وہ سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف ہے تُرْفَعَ کے جملہ پر دونوں عطف مل کر مفعول بہ ہے اَذِنَ کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صفت ہے بیوتٍ کی وہ مرکب توصیفی مجرور ہو کر فِیْ سے متعلق ہے یَھْدِیْ کا۔ یُسَبِّحُ باب تفعیل کا مضارع مثبت معروف صیغہ واحد مذکر غائب اس کا مصدر ہے تَسْبِیْحٌ۔ سَبْحٌ سے بنا ہے۔ لَہٗ جار مجرور پہلا متعلق ہے فِیْہَا یہ جار مجرور دوسرا متعلق ہے یُسَبِّحُ کا۔ بِ حرف جر برائے ظرفیت زمانی بمعنی فِیْ۔ اَلْغُدُوِّ۔ اسم جمع معنوی اس کا واحد ہے غَدَاتَۃٌ۔ لغوی ترجمہ ہے درمیانہ وقت چونکہ قمری تاریخ کا درمیانی وقت صبح سحر کا وقت ہے جو فجر صادق اور طلوع آفتاب کے درمیان ہے اس لیے اس وقت کو غَدَاتَۃٌ اور غُدُوٌّ کہا جاتا ہے۔ بِالْغُدُوِّ کا ترجمہ ہے سحر کے وقتوں میں۔ یہ معطوف علیہ ہے واؤ عاطفہ۔ اَلْاٰصَالِ۔ یہ اسم جمع الجمع ہے اَصِیْلٌ کی اس طرح کہ اَصِیْلٌ کی جمع اُصُلٌ اور اُصُلٌ کی جمع آصال۔ جیسے کہ یمین کی جمع یُمُنٌ اور یُمُنٌ کی جمع

اَیْمَانٌ ہے۔ اصالٌ کا ترجمہ ہے۔ پچھلا پہر۔ یعنی عصر سے مغرب آخری تک یعنی وقت شام عشاء سے پہلے پہلے۔ یہ معطوف ہے غُدُوِّ پر۔ دونوں عطف مل کر مجرور ہے بَ سے جار مجرور مل کر متعلق ہے یُسَبِّحُ کا۔ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ اِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَ الْاَبْصَارُ ﴿۳۷﴾ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَ يَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۸﴾ ۔ رِجَالٌ اسم جمع مکسر واحد ہے رَجُلٌ بمعنی مرد۔ لوگ یہ موصوف ہے۔ لَا تُلْهِيْ۔ باب افعال کا مضارع منفی معروف مصدر ہے اِلْهَآءٌ۔ لَهْوٌ سے بنا ہے لغوی ترجمہ ہے غفلت ہونا۔ اِلْهَاءٌ کا ترجمہ غافل کرنا۔ اس مناسبت سے دس معنی میں مشترک ہے۔ ۱۔ کھیل، تماشہ۔ ۲۔ بیکار چیز۔ ۳۔ بے فائدہ کام۔ ۴۔ عارضی بے بنیاد عمارت۔ ۵۔ جذباتی باتیں۔ ۶۔ توجہ ہٹانا۔ ۷۔ بے رخی کرنا۔ ۸۔ دل بہلاوا۔ ۹۔ ہاتھ سے چھوڑ دینا۔ ۱۰۔ غیر اہم۔ هِمْ ضمیر مفعول بہ تِجَارَةٌ باب ضَرَبَ کا دوسرا مصدر مبالغہ بروزن فِعَالَةٌ۔ تَجْرٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے خرید و فروخت کا پیشہ، کاروبار کرنا۔ یہ معطوف واؤ عاطفہ لَا نفی عاطفہ بَيْعٌ۔ اسم مادہ مصدر مجرد ترجمہ ہے بیچنا۔ معطوف ہے تِجَارَةٌ پر۔ دونوں عطف مل کر فاعل ہے لَا تُلْهِيْ کا۔ عَنْ حرف جر برائے زوال (دور کرنا) ذِكْرِ اللّٰهِ مرکب اضافی معطوف علیہ واؤ عاطفہ اِقَامِ باب افعال کا مصدر ہے۔ دراصل اِقْوَامٌ ہے۔ تعلیل نحوی سے اِقَامَةٌ ہوا اور اتصال سے مصدر کی تاء آخری گر گئی۔ یہ مضاف ہے الصَّلٰوةِ۔ اسم مفرد مشتق بمعنی پنج وقتہ نماز یہ مفعول مضاف الیہ مرکب اضافی معطوف علیہ واؤ عاطفہ۔ اِيْتَآءِ باب افعال کا مصدر مضاف الزَّكٰوةِ اسم مفرد مشتق بمعنی فرضی سالانہ صدقہ نصابی۔ یہ مفعول مضاف الیہ شبہ جملہ ہو کر معطوف ہے اِقَامِ الصَّلٰوةِ پر وہ معطوف ہے ذِكْرِ اللّٰهِ پر سب عطف مل کر مجرور ہے عَنْ سے جار مجرور متعلق ہے لَّا تُلْهِيْهِمْ کا۔ یہ فعل منفی اپنے فاعل مفعول بہ اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر پہلی صفت ہے رِجَالٌ کی۔ يَخَافُوْنَ۔ باب سَمِعَ کا مثبت معروف خَوْفٌ سے مشتق ہے۔ ترجمہ ہے ڈرنا، بے اطمینانی، اندیشہ، دھڑکا۔ یہاں معنی اندیشہ کرنا۔ نقیض ہے اَمْنٌ اور طمع کی۔ اس کا فاعل هُمْ ضمیر صیغہ پوشیدہ مرجع ہے رِجَالٌ۔ يَوْمًا اسم ظرفیت زمانی کے لیے نکرہ مفرد جامد ہے معنی ہے دن۔ یہ موصوف ہے۔ تَتَقَلَّبُ۔ باب تَفَعُّلٌ کا مضارع مثبت معروف صیغہ مونث غائب قَلْبٌ سے مشتق ہے۔ ترجمہ ہے دھڑکنا، پھڑکنا، الٹا پلٹا لوٹ پوٹ ہونا۔ فِيْهِ جار مجرور متعلق ہے تَتَقَلَّبُ کا۔ الْقُلُوْبُ اسم جمع مکسر ہے قَلْبٌ کی حاصل مصدر جامد بمعنی دل۔ اس کا مصدری ترجمہ ہے دھڑکنا۔ چونکہ یہ ہر وقت دھڑکتا ہے اس لیے دل کو قلب کہا جاتا ہے۔ عقل و علم فکر و تجسس والے دل کو قلب کہا جاتا ہے۔ الْقُلُوْبُ معطوف علیہ واؤ عاطفہ۔ الْاَبْصَارُ۔ اسم جمع مکسر ہے یہ بَصَارَةٌ اور بَصَرٌ کی ترجمہ ہے بینائی والی آنکھیں۔ یہ معطوف ہے الْقُلُوْبُ پر۔ دونوں عطف مل کر فاعل ہے تَتَقَلَّبُ کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صفت ہے يَوْمًا کی وہ مرکب توصیفی ظرف ہے يَخَافُوْنَ کا۔ وہ فعل فاعل ظرف مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صفت دوم ہے رِجَالٌ کی وہ موصوف اپنی دونوں صفتوں سے مرکب ہو کر فاعل ہے يُسَبِّحُ کا۔ لام حرف تاکید۔ برائے علیت یہاں اَنْ ناصبہ پوشیدہ ہوتا ہے۔ يَجْزِيَ۔ باب ضَرَبَ مضارع مثبت معروف بحالت نصب ہے اسی اَنْ پوشیدہ کی وجہ سے جَزْیٌ سے مشتق ہے اسی سے ہے جَزَاءٌ بمعنی بدلہ هُمْ ضمیر مفعول بہ اللّٰهُ اس کا فاعل۔ اَحْسَنَ۔ اسم تفضیل واحد مذکر باب نَصَرَ سے ہے معنی ہے بہت زیادہ اچھائی والا۔ اَحْسَنَ مضاف۔ مَا اسم موصول عَمِلُوْا ماضی مطلق باب سَمِعَ سے جمع مذکر

غائب یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صلہ ہے مَا کا یہ موصول صلہ مل کر مضاف الیہ ہے اَحْسَنَ کا یہ مرکب اضافی مفعول بہ دوم ہے یَجْزِیَ کا یہ فعل اپنے فاعل اور دونوں مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ ہے واؤ عاطفہ۔ یَزِیْدَ۔ باب ضَرَبَ فعل مضارع مثبت معروف صیغہ واحد مذکر غائب زِیْدٌ سے مشتق ہے ترجمہ زیادہ دینا، زیادہ کرنا اس کا فاعل هُوَ ضمیر پوشیدہ مرجع اللّٰهُ۔ هُمْ ضمیر مفعول بہ مرجع ہے رِجَالٌ۔ مِنْ حرف جر بعضیت کا فَضْلِهٖ مرکب اضافی مجرور ہے یہ جار مجرور متعلق ہے یَزِیْدَ کا۔ یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہے یَجْزِیَ پر۔ وہ دونوں عطف مل کر علت ہے یُسَبِّحُ کی۔ بعض نے کہا یہ یَخَافُوْنَ کی علت ہے مگر یہ غلط ہے۔ یُسَبِّحُ اپنے فاعل اور تینوں متعلقوں اور علت سے مل کر جملہ فعلیہ تعلیلیہ ہو گیا۔ واؤ سر جملہ۔ اللّٰهُ مبتدا۔ یَرْزُقُ۔ باب نَصَرَ کا مضارع مثبت معروف رِزْقٌ سے مشتق ہے لغوی ترجمہ ہے۔ ضروریات زندگی یہاں یہی مراد ہے۔ رزق انسانی کی چار قسمیں ہوتی ہیں۔ ۱۔ کھانا۔ ۲۔ پینا۔ ۳۔ پہننا۔ ۴۔ برتنا۔ دیگر حیوانات کا رزق تین قسم کا ہوتا ہے۔ کھانا، پینا، برتنا۔ اس کا فاعل هُوَ ضمیر کا مرجع اللّٰهُ۔ مَنْ اسم موصول۔ یَّشَآءُ باب فَتَحَ کا مضارع۔ یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صلہ ہے مَنْ کا یہ موصول صلہ مل کر مفعول بہ ہے یَرْزُقُ کا بِ حرف جر زائدہ غَیْرِ حِسَابٍ۔ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے یَرْزُقُ کا۔ یہ سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر مبتدا ہے۔ وہ دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ

فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَ یُذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ یُسَبِّحُ لَهٗ فِیْهَا بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ ﴿۳۶﴾۔ حکم فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے کچھ گھروں کے بارے میں یہ کہ بلندی دیئے جائیں اور ذکر اللہ کیا جائے ان گھروں میں اس کے نام پاک کا تسبیح و تحمید، تکبیر و تہلیل اور صلوٰۃ و سلام سے۔ رسول اللہ کا ذکر بھی اللہ تعالیٰ کا ہی ذکر ہے۔ دنیا میں مسلمانوں کے تین قسم کے گھر ہوتے ہیں اس سورۃ میں تینوں قسم کے گھروں کے شرعی احکام بیان فرمائے گئے ہیں۔ چنانچہ رہائشی گھروں کے شرعی احکام آیت ۲۷ میں اور مسافری گھروں کے احکام آیت ۲۹ میں بیان فرمائے گئے۔ اب یہاں آیت ۳۶ میں عبادت خانوں کے شرعی احکام بیان فرمائے جا رہے ہیں۔ بُیُوْتٍ اَذِنَ سے مراد دنیا بھر کی تا قیامت مسجدیں ہی مراد ہیں۔ احادیث مقدسات میں بھی مسجدوں کی بہت شان بیان فرمائی گئی ہے۔ **حدیث اول:** بروایت حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرمان نبوی ہے۔ اَلْمَسَاجِدُ بُیُوْتُ اللّٰهِ فِی الْاَرْضِ۔ مسجدیں زمین میں اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں یہ آسمان والوں کے لیے اسی طرح چمکتے ہیں جس طرح ستارے زمین والوں کے لیے۔ **حدیث دوم:** بخاری و مسلم نے بروایت حضرت عثمان غنی فرمان نبوی نقل فرمایا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی مسجد بنائی زمین پر تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے گھر بناتا ہے جنت میں۔ **حدیث سوم:** مسلم نے بروایت حضرت ابو موسیٰ اشعری فرمان نبوی کو نقل فرمایا۔ کہ جس نے دو بَرْدین کی پابندی کی مسجد میں جا کر اس کے لیے جنت یقینی ہے۔ بَرْدین سے مراد دو ٹھنڈی نمازیں یعنی فجر و عصر۔ **حدیث چہارم:** بروایت حضرت سہل ابن سعد رضی اللہ عنہما کہ فرمایا آقا ﷺ نے جو شخص صبح و شام مسجد میں جا کر دین کی تعلیم سیکھے یا سکھائے وہ مجاہد فی سبیل اللہ کا درجہ پائے گا کہ وہ لوٹتا ہے یہ تعلیم کا مال غنیمت لے کر۔ **حدیث پنجم:** فرمایا آقا ﷺ نے کہ جو مسلمان مسجدوں میں بیکار و دنیوی باتیں کرتا وہ اپنی نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح چرندہ گھاس کو۔ ان احادیث مقدسات نے مسجدوں کی شان و

احترام بتایا۔ یہاں اَذِنَ کا معنی ہے حکم فرمایا۔ اور تُرْفَعَ کا معنی ہے تعظیم۔ قرآن مجید میں چار قسم کی رفعتیں و بلندیاں ذکر ہوئیں ایک جسمانی بلندی۔ چنانچہ سورۃ بقرہ آیت ۶۳ و ۹۳ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ۔ دوم رِفعۃِ ذکری سورۃ نشرح آیت ۴ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۞ ۔ سوم رفعت تعمیری۔ سورۃ بقرہ آیت ۱۲۷ میں ہے۔ وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ۔ چہارم رفعت افضلیت۔ سورۃ زخرف آیت ۳۲ میں ارشاد ہے۔ وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ۔ لیکن مساجد کو یہ چاروں رفعتیں دینا مسلمانوں کا فرض ہے کہ ہر مسجد کو نوقسم کی بلندی دی جائے۔ ۱۔ تمام گھروں سے زیادہ مضبوط۔ ۲۔ زیادہ بلند۔ ۳۔ زیادہ خوبصورت۔ ۴۔ زیادہ سجاوٹ۔ ۵۔ زیادہ پاکیزہ۔ ۶۔ زیادہ عزت۔ ۷۔ زیادہ ذکر اللہ و ذکر رسول اللہ۔ ۸۔ سب سے زیادہ معطر۔ ۹۔ منور بنائی جائے ہر بستی اور ہر علاقہ میں۔ فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ پچاس گھروں کے لیے ایک محلے کی بحسب آبادی رقبے میں مسجد بنائی جائے اور تین سو گھروں کے لیے ایک بڑی جامع مسجد بنائی جائے نہ اس سے کم نہ اس سے زیادہ۔ کیونکہ اگر کم بن گئی تو لوگ بے نمازی رہیں گے اور اگر زیادہ بن گئیں تو مسجدیں بے آباد رہیں گی اس لیے کہ کم میں فاصلے بڑھیں گے اور زیادہ میں قربتیں بڑھیں گیں اور دونوں نقصان دہ۔ ویران مسجد اہل علاقہ کو بددعا دیتی ہے اور آباد مسجد دعا دیتی ہے۔ قانون شریعت کے مطابق ہر مسجد کی روزانہ یا ہفتہ وار یا ماہانہ اچھی طرح صفائی کرنا واجب ہے۔ تمام مساجد ان نو عدد رفعتوں اور آبادی کے حقوق میں برابر ہیں اگرچہ درجہ اور ثواب میں برابر نہیں۔ مسجدیں صرف عبادت الٰہی کے لیے بنی ہیں اور عبادت الٰہی دو چیزوں کا نام ہے۔ ۱۔ ذکر اللہ۔ ۲۔ ذکر رسول اللہ۔ اسی لیے نماز الٰہی میں سلام مصطفائی واجب فرمایا گیا۔ ذکر اللہ کے تیرہ طریقے اور چار قسمیں۔ پہلی قسم ذکر ذات جیسے حمد وثنا اور کلمہ طیبہ کا ورد۔ دوم ذکر صفات یعنی ذکر نفی اثبات۔ منفی جیسے سُبْحَانَ اللّٰهِ اور سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ کا ورد۔ سوم ذکر اثبات جیسے عليمٌ خبيرٌ رازقٌ وغیرہ اسماء الٰہیہ کا ورد۔ نفی اثبات کا جامع ذکر اللہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا ورد کرنا ہے۔ ذکر چہارم فعلی جیسے رازقٌ خالقٌ حكيمٌ۔ اسماء حسنیٰ کا ورد کرنا۔ مساجد میں ذکر کے تیرہ طریقے۔ ۱۔ تحمید۔ ۲۔ تکبیر۔ ۳۔ تہلیل۔ ۴۔ تسبیح۔ ۵۔ توحید۔ ۶۔ تلاوت۔ ۷۔ عبادت۔ ۸۔ نعت خوانی۔ ۹۔ درود و سلام خوانی۔ ۱۰۔ اخلاق رسول اللہ کا ذکر۔ ۱۱۔ پنج وقتہ جماعت نماز۔ ۱۲۔ تعلیم قرآن وحدیث وفقہ اور لغت عربی کے لیے معاون کتب کی تعلیم۔ ۱۳۔ اسلامی اصلاحی جلسے و مذاکرہ دینی علمی مگر دنیوی تمام کام مسجدوں میں ناجائز ہیں۔ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ۔ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں کچھ ایسے مرد بھی ہیں جو دن رات صبح شام مسجدوں میں ہر طرح کا خوب اچھے طریقے اور قلبی محبت سے اللہ تعالیٰ کی تسبیحیں پڑھتے ہیں بلند آواز سے بھی، آہستہ بھی، سِرّی بھی، سانسوں میں بھی، بیٹھے بھی، کھڑے بھی، حلقوں میں بھی، صفوں میں بھی، مراقبوں میں بھی، اعتکافوں میں بھی، طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک پھر زوال آفتاب سے رات تک ایسے ذوقِ ایمانی شوقِ رحمانی، عشق کبریائی، محبت مصطفائی سے کہ دنیا کی کوئی تجارت کوئی بیع نہ ذکر اللہ سے غافل و سست کرتی ہے نہ پنج وقتہ نمازوں کے قائم کرنے سے روکے اور نہ سالانہ زکوٰۃ کے حساب و کتاب و ادائگی سے دنیوی مشاغل روک سکیں۔ کچھ علماء فرماتے ہیں کہ يُسَبِّحُ کا معنی ہے پرخلوص عبادت و تلاوت اور غُدُوِّ کا معنی ہے سحر سے صبح تک اور اٰصَالِ کا معنی ہے بعد زوال یعنی ظہر، عصر، مغرب، عشاء، تہجد۔ احادیث میں ہے کہ پانچ نمازوں کے لیے گھر سے

وضو کر کے جانے والے کو حج کا ثواب ہے اور دیگر عبادات کے لیے گھر سے وضو کر کے جانا عمرے کا ثواب، اندھیرے میں، بارش میں یا سردی میں مسجد کی طرف چلنے والوں کو قبر وحشر میں نور ہے۔ انتظار نماز میں رہنے یا مسجدوں میں ہی بیٹھنے والوں کو فرشتوں کی دعائیں ملتی ہیں۔ رِجَالٌ سے یہ وضاحت ہوئی کہ مسجدیں صرف مردوں کی عبادت گاہ ہے۔ عورتوں کی اصل عبادت گاہ ان کے رہائشی گھر اور گھروں کے کمرے ہیں۔ تجارت سے مراد سفری سوداگری ہے اور بیع سے مراد اپنے شہر میں کاروبار دکانداری ہے یا تجارت سے مراد اُدھار خرید وفروخت اور بیع نقد خرید وفروخت یا تجارت کا معنی صرف خریداری اور بیع کا معنی صرف فروخت۔ اقامت سے مراد فرائض، واجبات، سنتیں، مستحبات، وضو اور ہر طہارت کو اچھی طرح پابندی سے اور بہتر وقت پر پنج وقتہ نمازوں میں ادا کرنا۔ ذِكْرِ اللهِ اور نمازیں دونوں علیحدہ عبادتیں ہیں۔ ایک حدیث مقدس میں ہے کہ بروز حشر ان لوگوں کے چہرے مَثَلُ كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ چمکتے ہوں گے جو اذان سنتے ہی وضو کے لیے اٹھ کھڑے ہوں اور جو لوگ اذان سے بھی پہلے وضو کر لیں ان کے چہرے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے۔ اور جو لوگ اذان کے وقت مسجد میں آ چکے ہوں ان کے چہرے سورج کی طرح چمکتے ہوں گے۔ اے میرے کریم ورحیم مولیٰ تعالیٰ مجھے اور میری سب آل اولاد نسل کو اہل صدق وحق و یقین اور مُسارِعین وسابقین میں سے بنا۔ اِيْتَآءِ کا معنی ہے باقاعدہ سال بعد حساب نصاب سے وقت پر زکوٰۃ نہایت خوشدلی سے ادا کرنا نہ بیدلی سے دیر لگائیں نہ بددلی سے روکیں نہ تلملائیں نہ غمکذار وہچکچائیں اگر منت مانیں تو پوری کریں۔ ایک حدیث مقدس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ بروز قیامت میدان محشر میں تمام مسجدوں کو جمع فرمائے گا۔ اس وقت ان کی عمارتیں چمکدار موتی، ستون عنبر کے، دیواریں زعفران کی، مینارے مشک کے، چھتیں نور کی ہوں گی۔ یہ مینارے اَنْ تُرْفَعَ کی تعمیری نشانی ہے۔ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَ الْاَبْصَارُ ﴿۳۷﴾۔ اتنی عبادت ریاضت تقویٰ طہارت کے باوجود وہ پاکباز بندے قیامت کے اس ہولناک دن سے ڈرتے ہیں جس دن نافرمانوں کے دل اچھل کر گلوں میں اٹک جائیں گے اور دہشت سے آنکھیں نیلی ہو کر اوپر کو چڑھ جائیں گی اور دل اس اندیشے سے دھڑکیں گے کہ نہ معلوم ہمارا انجام کیا ہو۔ نامہ اعمال پتہ نہیں کس ہاتھ میں دیا جائے حساب میں کامیابی ہو یا ناکامی۔ کیا پتہ ہم جنتی ہیں یا جہنمی۔ ہم کو شفاعت ملے گی یا نہیں۔ آج دنیا میں ان پاکباز لوگوں کو بھی اس دن کا دھڑکا لگا ہوا ہے اگرچہ میدان محشر میں لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ کی بشارتیں ان کے لیے ہی ہیں۔ مگر دنیا میں خوف زدہ رہنا بھی ایمان کی ایک اعلیٰ نشانی ہے۔ ان پاکیزہ بندوں کی عبادت، ریاضت خشوع، خضوع ذکر اللہ تسبیح وَ اِقَامِ وَ اِيْتَآءِ اس لیے ہے کہ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَ يَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۸﴾۔ تاکہ جزا عطا فرمائے ان کو اللہ تعالیٰ ان کے تمام اعمال صالحہ کی مقدار وجوبی میں اَحْسَنَ۔ وہ اعمال جو انہوں نے اپنی اس حیات دنیوی میں کئے۔ یا دس گنا ثواب دے کر یا اس سے بھی زیادہ واچھا ثواب۔ احادیث مقدسہ میں احسن کی پانچ صورتیں بیان فرمائی گئی ہیں۔ ا۔ کسی مومن کو ایک کا بدلہ اُسی نیکی جیسا دس گنا ثواب۔ ۲۔ کسی کو زیادہ اچھا۔ ۳۔ کسی کو سات سو گنا ثواب۔ ۴۔ کسی کو ثواب اعمال کے علاوہ بھی فضل وکرم کا انعام۔ ۵۔ کسی کو اعلیٰ مقام۔ ایسا اَحْسَنَ کہ آج دنیا میں نہ کوئی آنکھ دیکھ سکے نہ کوئی عقل سوچ سکے نہ کوئی دل تصور کر سکے۔ اور اللہ تعالیٰ تو دنیا میں بھی جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے اس کی دنیوی عطا کا بھی کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا۔

ان آیات میں اختلافی اقوال

فِیْ بُیُوْتٍ کے تعلق میں چار قول۔ ا۔ اکثر نے فرمایا اس کا تعلق اَذِنَ سے ہے یہ متعلق مقدم ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا یہ متعلق مقدم ہے یُسَبِّحُ کا۔ ۳۔ بعض نے کہا یہ متعلق ہے سابقہ یُوْقَدُ کا۔ ۴۔ بعض نے کہا متعلق ہے ایک پوشیدہ فعل یُسَبِّحُوْا کا۔ بُیُوْتٍ کی مراد میں پانچ قول۔ ا۔ اکثر نے فرمایا بیوت سے مراد دنیا کی تمام مسجدیں ہیں۔ ۲۔ بعض نے فرمایا اس سے مراد وہ چار مسجدیں ہیں جو انبیاء کرام علیہم السلام نے بنائیں زمین کی پہلی مسجد حرم کعبہ جس کو ابراہیم واسمٰعیل علیہما السلام نے تعمیر کیا۔ دوسری مسجد بیت المقدس جس کو داؤد و سلیمان علیہما السلام نے تعمیر کروایا۔ دنیا کی تیسری مسجد قبا۔ چوتھی مسجد نبوی شریف ان دونوں کو نبی کریم ﷺ نے تعمیر فرمایا۔ ۳۔ بعض نے کہا اس سے مراد صرف بیت المقدس ہے اور بیوت کو جمع فرمانا اس کے مختلف حصوں کی وجہ سے ہے مگر یہ قول احمقانہ ہے۔ ۴۔ بعض نے کہا بُیُوْتٍ سے مراد تا قیامت مسلمانوں کے گھر ہیں جن کو مسجدوں کی مثل استعمال کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے کہ مسلمان اپنے گھروں کو بت خانہ نہ بنائیں۔ ۵۔ بعض نے کہا کہ بُیُوْتٍ سے مراد صحابہ کرام کے گھر ہیں۔ صدیق اکبر نے فرمایا اس سے مراد فاطمۃ الزہرا اور ازواج مطہرات کے گھر ہیں جن کی پاکیزگی رفعت بے مثالی تھی۔ تُرْفَعَ کے معنی میں چار قول۔ ا۔ بعض نے کہا مزین کی جائیں۔ ۲۔ بعض نے کہا عبادت سے آباد کی جائیں۔ ۳۔ بعض نے کہا۔ تعظیم کی جائیں۔ ۴۔ بعض نے کہا تعمیر میں بلند رکھی جائیں۔ یہ سب قول درست ہیں۔ یُسَبِّحُ کی قرأت میں تین قول۔ ا۔ اکثر کی قرأت یُسَبِّحُ ہے مضارع معروف واحد مذکر غائب۔ ۲۔ بعض کی قرأت یُسَبَّحُ۔ مضارع مجہول۔ ۳۔ بعض کی قرأت تُسَبِّحُ ہے واحد مونث۔ برائے جمع مکسر رِجَالٌ کے لیے الْاٰصَالِ کی قرأت میں دو قول۔ ا۔ اکثر کی قرأت الْاٰصَالِ ہے اُصُلٌ کی جمع اور اُصُلٌ جمع ہے اَصِیْلٌ کی۔ ۲۔ بعض کی قرأت الْاٰصَالِ ہے۔ صَلٰوۃ کے معنی میں دو قول۔ ا۔ اکثر نے فرمایا ہر قسم نماز فرض واجب سنت نفل۔ ۲۔ بعض نے کہا صرف فرض نماز۔ زکوٰۃ کے معنی میں تین قول۔ ا۔ بعض نے کہا سالانہ فرضی زکوٰۃ۔ ۲۔ بعض نے کہا ہر قسم کا فرضی واجبی نفلی صدقہ۔ ۳۔ بعض نے کہا زکوٰۃ سے مراد پرخلوص اطاعت۔ مگر یہ قول غلط ہے کیونکہ اِیْتَآءِ صرف حقوق مالی کی ادائیگی کو کہتے ہیں۔ تَتَقَلَّبُ فِیْهِ الْقُلُوْبُ وَ الْاَبْصَارُ ۝ کے معنی میں چار قول۔ ا۔ بعض نے کہا بروز قیامت صرف کفار کے دل و آنکھیں بگڑیں گی۔ ۲۔ بعض نے کہا کفار و فساق دونوں کی۔ ۳۔ بعض نے کہا ہر انسان کے دل گھبرائیں گے آنکھیں پتھرائیں گی۔ ۴۔ بعض نے کہا تَتَقَلَّبُ کا معنی ہے صالحین کے دل مشاہدہ دیدار الٰہی سے مسرور ہو کر جھومیں گے۔ لِیَجْزِیَ کے تعلق میں تین قول۔ ا۔ بعض نے کہا اس کا تعلق یُسَبِّحُ سے ہے کہ اس کی وجہ سے جزا۔ ۲۔ بعض نے کہا۔ لَا تُلْهِیْهِمْ سے تعلق ہے یعنی لَا تُلْهِیْ کی وجہ سے جزا۔ ۳۔ بعض نے کہا اس کا تعلق یَخَافُوْنَ سے ہے یعنی خوف الٰہی کی وجہ سے جزا ہو گی۔

فائدے

ان آیات سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ **پہلا فائدہ:** یہاں بندوں کے چار اعمال کے چار ثوابوں کا ذکر وعدہ فرمایا گیا۔ ا۔ ذکر اللہ کا ثواب لِیَجْزِیَ۔ ۲۔ اِقَامِ الصَّلٰوةِ کا ثواب اَحْسَنَ۔ ۳۔ اِیْتَآءِ الزَّكٰوةِ کا ثواب وَیَزِیْدَهُمْ۔ ۴۔ یَخَافُوْنَ کا ثواب یَرْزُقُ۔ یہ فائدہ یہاں اس ترتیب ذکری سے حاصل ہوا۔ **دوسرا فائدہ:** کوئی مومن مسلمان

بھی اعمال صالحہ کر لینے سے ثواب اخروی کا حقدار نہیں ہو سکتا۔ ثواب کی عطا تو فقط رب تعالیٰ کے کرم و فضل سے ہے ہمارے اعمال ثواب کے لائق نہیں ہوتے۔ یہ فائدہ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا فرمانے سے حاصل ہوا کیونکہ اگر صرف عمل سے ہی استحقاق ہو جاتا تو اجر مطابق عمل و برابر حساب ملتا نہ کہ اَحْسَنَ۔ **تیسرا فائدہ:** ہر مسلمان پر ہر مسجد کے تقریباً پچیس حق واجب ہیں جن میں سات کرنے والے اٹھارہ نہ کرنے والے۔

کام کرنے والے

۱۔ جب کسی مسجد میں داخل ہو تو پہلے داخلے کی دعا مانگے۔ اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ۔ ۲۔ پھر جوتا اتارے پہلے بایاں پھر دایاں۔ ۳۔ پھر مسجد کے اندر پیر رکھے پہلے دایاں پھر بایاں۔ ۴۔ پھر موجود نمازیوں کو سلام کرے اگر کوئی نہ ہو تو کہے اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ ۵۔ اور عِبَادِ اللّٰهِ سے ملائکہ کی نیت کرے۔ ۶۔ اگر وقت مکروہ نہیں ہے اور گھر سے باوضو ہے تو بیٹھنے سے پہلے دو نفل تحیۃ مسجد پڑھے۔ ۷۔ مسجدوں میں کثرت خوشبو اور کثرت طہارت اور پھر کثرت ذکر اللہ کرنا اور کثرت چراغاں کرنا اور ہر طرح کی زینت کرنا واجب ہے۔

نہ کرنے والے کام

۸۔ مسجد میں بیوپاری سامان لا کر بیچنا و خریدنا مکروہ تحریمی ہے۔ ۹۔ مسجد میں ہتھیار لا کر لہرانا، ڈرانا یا چلانا حرام ہے۔
۱۰۔ بھیک مانگنا یا گمشدہ چیز کا اعلان کرنا یا کرانا ممنوع ہے ہاں البتہ تلاش کرنا جائز ہے۔ ۱۱۔ مسجد میں چیخنا چلانا شور مچانا مکروہ تحریمی ہے اسی بنا پر مسجد کے اندر محراب و منبر کے پاس پنج وقتہ اور جمعہ کی اول دوم اذان کہنا بھی مکروہ تحریمی ہے۔ ۱۲۔ مسجدوں کو دیوی باتوں، مشوروں یا میٹنگوں کے لیے استعمال کرنا اور مسجد کو چوپال بنانا سخت حرام قطعی ہے۔ ۱۳۔ مسجدوں میں نمازیوں کو پریشان کرنا صفیں چیر کر گردنیں پھلانگ کر آگے بڑھنا یا جگہ میں جھگڑا کرنا یا صفوں میں گھس کر تنگی پیدا کرنا مکروہ تحریمی ہے بلکہ جس کو جہاں جگہ ملے وہیں نماز ادا کرے۔ ۱۴۔ نمازی کے آگے سے تین صفوں تک گزرنا مکروہ تحریمی ہے۔
۱۵۔ مسجد میں تھوکنا، سنکنا، وضو کا پانی جھاڑنا حرام ہے۔ ۱۶۔ مسجد میں ناچنا، تھرکنا، بھاگنا، دوڑنا اور انگلیاں چٹخنا مکروہ تحریمی ہے۔ ۱۷۔ مسجد میں کوئی کھیل کھیلنا بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر حرام ہے۔ ۱۸۔ مسجدوں میں ظاہری یا باطنی گندگی پھیلانا حرام ہے ظاہری گندگی نجاست ہے باطنی گندگی گناہ ہے۔ ۱۹۔ تین قسم کے لوگوں کا مسجد میں آنا یا ان کو لانا گناہ ہے۔ اول پاگل دیوانہ۔ دوم نا سمجھ بچے۔ سوم گھناؤنے اور بدبودار لوگ خواہ منہ میں بدبو ہو۔ مثلاً سگریٹ، بیڑی حقے لہسن، پیاز کی یا کپڑوں میں بدبو یا جسم میں بدبو، پسینے کی یا گندے تیل پٹرول سپرٹ مٹی کے تیل کی یا زخم کی سڑاند یا دوائی کی یا بغل گندگی۔ تیل مٹی کا مسجد میں جلانا روشن کرنا بھی ممنوع ہے جبکہ اس کی بدبو مسجد میں پھیلے۔ اگر مجبوری ہو تو اس سے تیز خوشبو پہلے مسجد میں پھیلائی جائے۔
۲۰۔ مسجد میں زندہ یا مردہ جوئیں پھینکنا مسجد میں فصد کھلوانا برتن میں خون ڈلوانا یا برتن میں پیشاب کرنا حرام ہے۔
۲۱۔ مسجدوں میں کچہری لگانا سزائیں سنانا یا لگانا ممنوع ہے۔ ۲۲۔ مکڑی کے جالے پرندوں کے گھونسلے صاف نہ کرنا مکروہ تحریمی بلکہ بننے ہی نہ دینا چاہئے۔ ۲۳۔ مسجد میں جنبی مرد اور حائضہ و نفاس والی و جنبیہ عورت کا آنا حرام ہے۔

۲۴۔ مسجدوں میں گزرگاہ بنانا حرام ہے۔ ۲۵۔ مسجد میں میت کی ڈولی لانا، مسجد میں بغیر اعتکاف سونا، کھانا پینا، قصے کہانیاں کہنا فوٹو والے اخبار و رسائل لانا، گندے اشعار کہنا۔ مسجد میں دنیوی تعلیم یا کاریگری سکھانا مکروہ تحریمی ہے خاص کر بچوں کو دنیوی تعلیم دینا سخت ناجائز ہے اس میں دو خرابیاں اولاً بچوں کا شور و بھاگ دوڑ۔ دوم گندگی پھیلنا۔ تقدس مسجد کی پامالی ہے۔ مسجد میں فیس لے کر دینی تعلیم بھی حرام ہے کیونکہ تجارت فی المسجد ہے۔ مسجد میں کسی دنیوی گودام کے لیے کرائے پر دینا منع ہے ہاں مسجد کا اپنا سامان گودام کرنا جائز ہے۔ ایسے ہی حرام کام کے لیے مسجد کا کوئی حصہ کرائے پر دینا ناجائز ہے یہ فائدہ اور یہ تمام شرعی احکام آیت ۳۶ کے پورے مضمون سے حاصل ہوئے۔

احکام القرآن

ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ:** مسجد کو اپنے ذاتی مال سے مزین کرنا بہترین عمل وسنت صحابہ ہے۔ اور اللہ رسول کی خوشنودی احادیث سے ثابت ہے کہ آقا ﷺ نے مسجد میں روشنی کرنے اور صفائی کرنے والوں کو بہت دعائیں دیں آپ نے کئی دفعہ خود بھی مسجد میں جھاڑو لگائی۔ یہ مسئلہ اَنۡ تُرۡفَعَ کے حکم ربانی سے مستنبط ہوا۔ **دوسرا مسئلہ:** مسجدیں صرف مسلمان مردوں کی عبادت کے لیے ہوتی ہیں۔ اگر بلا عذر مسجد میں مرد نہ آئیں تو سخت عذاب ہے۔ مردوں کی نماز گھروں میں بلا عذر مکروہ تحریمی ہے۔ گھر صرف عورتوں کی عبادت گاہ ہے۔ یہ مسئلہ بُیُوۡتٍ کے بعد رِجَالٌ کی تخصیص فرمانے سے مستنبط ہوا۔ احادیث سے بھی یہ مسئلہ ثابت ہے۔ چنانچہ بیہقی شریف میں بروایت حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرمان نبوی ہے کہ۔ خَيْرُ مَسَاجِدِ النِّسَآءِ قَعْرُ بُيُوْتِهِنَّ یعنی عورتوں کے لیے بہترین مسجدیں ان کے گھر کے پچھلے کمرے ہیں۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ **پہلا اعتراض:** یہاں فرمایا گیا لَّا تُلۡهِيۡهِمۡ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيۡعٌ۔ تجارت اور بیع تو ایک ہی چیز ہے کیونکہ تجارت مجموعہ ہے خرید و فروخت کا تو صرف تِجَارَةٌ فرمانا کافی تھا۔ **جواب:** تجارت اور بیع میں چار طرح فرق کیا گیا ہے۔ اول یہ کہ تجارت سفر جلبی کاروبار ہے جس کو فی زمانہ برآمدات کہتے ہیں اور بیع مقیمی حضری دکانداری کو کہتے ہیں اسی کو درآمدات بھی کہتے ہیں۔ دوم یہ کہ تجارت صرف خریداری کو کہتے ہیں جس میں مشغولیت بھی کم نفع غیر یقینی لیکن بیع میں نفع یقینی اس لیے لین دین کے حساب و کتاب سے مشغولیت بھی زیادہ۔ سوم یہ کہ خریداری آسان ہے بیچنا مشکل و تجربہ کاری ہے۔ چہارم تجارت عمل ہے بیع فن ہے۔ کیونکہ بیع میں مال دینا پیسے لینا نفع کمانا و بچانا ہے اور تجارت میں پیسے دینا مال لینا ہے اور فطرتاً پیسے لینے میں رغبت زیادہ ہوتی ہے اسی لیے گاہک کی دعائیں مانگی جاتی ہیں نہ کہ دکاندار کی۔ نیز خریداری اختیاری چیز ہے اور بیع و بیوپار مجبوری ہے لہٰذا دونوں کی نوعیت مختلف کہ تجارت آسان بیع و بیوپار مشکل اس لیے دونوں کو علیحدہ ذکر فرمایا گیا اور بتایا گیا کہ اہل ایمان کو یاد الٰہی سے نہ آسان کام غافل کرتے ہیں نہ مشکل کام۔ **دوسرا اعتراض:** یہاں رِجَالٌ لَّا تُلۡهِيۡهِمۡ کیوں فرمایا گیا۔ عورتوں کا ذکر کیوں نہ کیا گیا حالانکہ ذِكۡرِ اللّٰهِ و نماز زکوٰۃ تو مسلمان عورتوں پر بھی فرض ہے۔ **جواب:** یہاں عمومیۃ کا ذکر ہے اور عام طور پر عورتیں نہ تجارت کرتی ہیں نہ بیع نہ ان کا مسجد میں حاضری دینا

لازم بلکہ نہ نکلنا شرعاً زیادہ بہتر ہے۔ عام طور پر خرید وفروخت اور حاضری مساجد مسلمان مرد ہی کرتے ہیں اور یہ کام وذمہ داری بھی اصلاً اور رواجاً مردوں کی ہی ہے اس لیے خاص طور پر صرف مردوں کا ہی ذکر فرمایا گیا۔ **تیسرا اعتراض:** یہاں پہلے فرمایا گیا۔ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ پھر فرمایا گیا۔ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بندے عمل کرتے ہیں تو جزا وثواب کے مستحق ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ احادیث پاک سے ثابت ہے کہ بندے اپنے اعمال سے ثواب کے حقدار نہیں بنتے۔ نہ ہی ثواب دینا اللہ تعالیٰ پر واجب ہے۔ ثواب تو محض رب تعالیٰ کا فضل وکرم واحسان ہے۔ یہی سب علماء اہلسنت کا عقیدہ ہے متفقاً۔ تو پھر یہاں لِيَجْزِيَ کیوں ارشاد ہوا۔ لِيَجْزِيَ کا لام تعلیلی تو بندے کی حقداری اور وجوب الٰہی کو ثابت کرتا ہے۔

جواب: حقداری اور وجوب ادائیگی چار طرح لازم ہوا کرتی ہے۔ ۱۔ تعمیل سے۔ ۲۔ تفضیل سے۔ ۳۔ تکریم سے۔ ۴۔ عہد ومیثاق اور وعدہ کریمانہ سے مزدور عملی مزدوری کر کے اجرت کا حقدار ہوتا ہے۔ مالک پر قانوناً ادا واجب ہے۔ اور مہمان اپنی مہمانی کا فضیلتاً حقدار بنتا ہے اور میزبان پر اخلاقاً مہمان کی میزبانی ومہمان نوازی واجب ہے لیکن محبوب دوست تکریماً عزت افزائی وتحفے ہدیئے کا حقدار بن جاتا ہے۔ حبیب پر الفتاً محبوب کی عزت لازم ہے۔ مگر مملوک غلام نہ تعمیل سے حقدار اجرت نہ تفضیل سے حقدار میزبانی ومہمانی۔ نہ تکریم سے حقدار تحفہ وہدیہ۔ بلکہ محض وعدہ مولیٰ کی وجہ سے حقدار انعام بنتا ہے غلام اپنے مولیٰ کا کتنا ہی کام کرے مستحق اجرت نہیں ہوتا کیونکہ مولیٰ کے کام کرنا غلام کا فرض مملوکی وغلامی ہے۔ ہاں البتہ اگر مولیٰ کسی بات سے خوش ہو کر غلام سے کوئی وعدہ کر لے تو فقط ایفاء عہدی کی بنا پر مملوک اس چیز یا انعام کا مستحق ہو جائے گا تو سمجھ لو کہ ہم سب اللہ تعالیٰ کے مملوک ومخلوق ہیں لہٰذا اعمال صالحہ وعبادات الٰہیہ ہم پر فرض ہیں۔ اعمال صالحہ سے ہم حقدار ثواب نہ ہوں گے۔ حدیث مقدس میں اسی استحقاق بالاعمال کی نفی ہے اور یہاں لِيَجْزِيَ میں وعدہ کرم الٰہی فضل کبریائی سے لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ﴿﴾ کی بنا پر بندے کی حقداری کا ذکر ہے۔ **چوتھا اعتراض:** دنیا میں بہت سے کام ہیں جو مسلمانوں کی غفلت عبادت کا باعث اور سبب بن سکتے ہیں۔ تو صرف تجارت وبیع کو لَّا تُلْهِيهِمْ میں کیوں ذکر فرمایا گیا۔ مثلاً کھیل تماشہ، مزدوری، بال بچے وغیرہ۔ **جواب:** دنیا کے جائز کاموں میں کثرت توجہ اور بااختیار مصروفیت اور کثرت فوائد والے کام صرف تجارت اور خرید وفروخت ہی ہے جو ہر انسان کی ضرورت زندگی ہے اور انسان دن رات سفر وحضر میں اس میں مشغول ہے کہ کبھی مال خرید کر لانا، کبھی دکان میں سجانا کبھی بیچنا، کبھی حساب وکتاب کرنا کبھی دکان کھولنا مال پھیلانا۔ پھر شام کو سمیٹنا اس میں لگاوٹ بھی تھکاوٹ بھی جب یہ تجارت وبیع جیسے ضروری کام بھی غافل نہیں کرتے تو دیگر مشاغل بدرجہ اولیٰ۔

تفسیر صوفیانہ

فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ﴿﴾۔ جسم مومنین میں قلوب مومنین اللہ تعالیٰ کی مسجدیں ہیں ان کے لیے ہی اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ اے ایمان والو اپنے دلوں کو خواہشات دنیا سے خالی رکھو مشاہدات ذات مظہرات صفات وتصرفات حالات کے لیے۔ دلوں کو باہمت ومشقت ومزین کی بلندیاں عطا کرو اور قالب پر نقشہ مصطفیٰ قلب میں اسوۂ حسنہ کا سرور پھیلاؤ۔ اس طرح کہ دل صفات اللہ کا ذکر کرے۔ عقل اسم اللہ کا روح ذات اللہ کا زبان کلام اللہ کا ورد کرے۔ واصلین بارگاہ زبان قال وحال واسرار سے اپنے رب تعالیٰ کی تسبیح پڑھتے ہیں صبح ایمانی ظہر

قرآنی، عصر عرفانی، مغرب لامکانی، عشاء قرب رحمانی وتہجد نورانی کے اوقات اسرار میں۔ ذکر اللہ سے قلوب کو بلندیٔ تعمیریٔ ملتی ہے۔ حکم الٰہی ہے کہ ان بیوت اللہ کی بنیاد کو تقوےٰ صالحات سے مضبوطی دو اور عمارت قلبی کو خالص نیتوں سے بلندی دو اور ان کے درجات انوار عبادات و پاکیزہ خیالات سے مزین کرو۔ کیونکہ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ اِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَ الْاَبْصَارُ ﴿۳۷﴾۔ مردان عارفین اور بندگان عاشقین وہ ہیں جن کو تجارت اخروی اور بیع دنیوی بھی نہ ذکر اللہ سے غافل کرتی ہے نہ نماز عشق کی ادا سے اور نہ اموال وارواح واجسام واوقات کی زکوٰۃ نکالنے سے غافل کرتی ہے نہ دنیوی خوبیاں برائیاں غافل کریں نہ راحتیں مصیبتیں۔ نہ خوشی وغم۔ ان بندگان پاکیزہ کی مثال ان بھرے وبہتے دریاؤں کی طرح ہے جو پانی لینے سے کم نہ ہوں اور کسی مردار گرنے سے پلید نہ ہوں۔ پتھر گرنے سے خراب نہ ہوں۔ یہی لوگ حقیقت پر ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی ایسی حفاظت فرمائی ہے کہ خلوتوں جلوتوں میں ماسوا اللہ کی طرف نہیں جاسکتے۔ اسی لیے دنیا کا رنگ وبوا تار چڑھاؤ ان کو رب تعالیٰ سے دور نہیں کرسکتا۔ یہ لوگ اسرار کے باغوں، ذکر کی بہاروں میں مست ومسرور ہیں۔ ظاہر میں مخلوق کے ساتھ ہیں باطن میں خالق تعالیٰ کے ساتھ۔ ان کی تجارت ایمانی ہے ان کی بیع عرفانی ہے۔ اسی تجارت کا ذکر سورۃ الصف آیت ۱۰ میں اس طرح ہوا۔ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۱۰﴾۔ اور ایسی بیع مبارک کا ذکر سورۃ توبہ آیت ۱۱۱ میں اس طرح ارشاد ہوا۔ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ۔ یہ وہ خوش قسمت سوداگر ہیں کہ ان کی خرید وفروخت پر خود اللہ تعالیٰ ان کو بشارتیں عطا فرماتا ہے۔ چنانچہ توبہ کی آیت ۱۱۱ میں ارشاد ہے۔ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۱۱﴾ صوفیاء فرماتے ہیں کہ رجال وہ ہیں جن کی توبہ نہ دنیا کی طرف ہو نہ آخرت کی طرف بلکہ وہ صلوٰۃ وصل کے مشاہدہ قیام میں ہوں اور نصاب اعمال کی اداء زکوٰۃ میں عمریں گزار دیں۔ ان کا غدوِ سحر خلوت مراقبہ اور آصال زوال جلوت مشاہدہ میں ہے جو رجال حقیقت ہیں وہ غافل شریعت نہیں ہوسکتے۔ یہ کاملین طریقت یوم فراق کے اندیشے سے ڈرتے ہیں کہ کہیں وصل قرب فراق بعد میں نہ بدل جائے دل دھڑکتے ہیں آنکھیں پریشان ہیں کیونکہ ہر بندے کا دل وآنکھیں یَدُ اللّٰهِ کے قبضے میں ہے جب چاہے جیسا چاہے پھیر دے۔ اسی لیے باوجود عبادت عرفانی میں سدا قائم رہنے کے یوم مشاہدہ کی حضوری قرب وحاضری وصل سے خائف ہیں۔ دل پریشان آنکھیں حیران۔ ان کے دل میں انوار ذات ہیں آنکھوں میں انوار صفات ہیں مگر ڈرتے ہیں کہیں ان منازل شہود اور مشاہدہ حقیقت سے ناواقف نہ ہوجائیں اور سیر ابدی اوّلی سے منقطع نہ ہوں۔ ڈرتے ہیں قلبی اسرار کے بدلنے اور تبدیلی ابصار کے قہر سے کیونکہ جب حقائق بدلتے ہیں تو مجاز کو فنا حقیقت کو بقا ملتی ہے قلب کو وجدان کا سرور آنکھوں کو بقا کا نور ملتا ہے۔ رجال عارفین کی يُسَبِّحُ اور لَا تُلْهِيْ وَ اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ اِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙ اور خوف یوم اس لیے بھی ہے کہ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَ يَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۸﴾۔ تاکہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کرم سے وجود حقانی میں جزاء اعمال کی جنت عطا فرمائے جو احسن ہے ان تمام اعمال سے جو انہوں نے حیات شہودی میں کئے۔ اور اپنے فضل ابدی ازلی قدیمی سے کثرت جزا بھی فرمائے۔ اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اسرار ومشاہدے کا رزق کریم بخشتا ہے اس کی عطا بے حساب ہے نہ کوئی گن سکتا ہے نہ حساب وقیاس سے اندازہ لگا

سکتا ہے یہ جمال قدیم کے کشف کا رزق ہے جو بغیر حجاب انشراح سینہ میں نقل نفوس اور قلب ایمانی کی تقلیب سے ہے اللہ تعالیٰ نے دلوں کو تغیر کے لیے ہی پیدا فرمایا اور ان پر عطا کے پردے قفل کی ذات لگا دی۔ پردے ہٹتے ہیں ذکر کے انوار سے قفل کی ذات ٹوٹتی ہے فکر آخرت سے اور سینے کھلتے ہیں شکر نعمت سے۔ اے بندو جب تم نے جان لیا پہچان لیا کہ بیشک اللہ تعالیٰ ہی مُقَلِّبَ الْقُلُوْبُ وَ الْاَبْصَارُ ؕ ہے تو چاہئے کہ قلب ونظر کے واردات عملی میں اللہ تعالیٰ کی طرف ہی رہیں اور غفلت ومخالفت سے دونوں بچیں۔ ذکر اللہ دل کی نورانی پالش ہے۔ جب دل صیقل ومنور ہو تو نور جمال کی تجلی فرمائی جاتی ہے۔ یہی جزاء اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا ہے وَرِزْقِ بغیر حساب ہے لہٰذا عقل والوں پر واجب ہے کہ اعمال شریعت وآداب طریقت واخلاق حقیقت کی پابندی واستقامت میں لگے رہیں یہ پابندی ہی انوار طریقت کے حصول کا سبب کبیر ہے۔ جس کا باطن دنیا میں منور ہو گیا اسی کا ظاہر آخرت میں منور ہوگا۔ کیونکہ ہر جزا جنس عمل کے مطابق ملتی ہے (از تفسیر روح البیان۔ عرائس البیان۔ ابن عربی نیشاپوری) چار چیزوں کی پابندی فرض ہے۔ رزق حلال، عبادت کمال، اخلاق جمال اور فکر جلال یہی زیور ایمانی نور قرآنی ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ بِقِيْعَةٍ
اور وہ لوگ جو کافر ہی رہے ان کے تمام اچھے کام چمکتی ریت کی طرح ہے ریگستان میں کہ گمان کرتا ہے
اور جو کافر ہوئے ان کے کام ایسے ہیں جیسے دھوپ میں چمکتا ریتا
يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْــــًٔا
اس سراب کو پیاسا آدمی دور سے پانی یہاں تک کہ جب آیا اس کے قریب تو نہ پایا اس سراب کو کچھ بھی
کسی جنگل میں کہ پیاسا اسے پانی سمجھے یہاں تک کہ جب اس کے پاس آیا تو اسے کچھ نہ پایا
وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ۭ
اور جب کفار نے بروز حشر اللہ تعالیٰ کو اپنے قریب پایا تو اللہ تعالیٰ نے پورا دے دیا اس کو اس کا حساب
اور اللہ کو اپنے قریب پایا تو اس نے اس کا حساب پورا بھر دیا
وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۙ؀۳۹ اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّـجِّيٍّ
اور اللہ جلدی کرنے والا ہے ہر ایک کا حساب یا کفار کی مثال جیسے کہ اندھیریاں
اور اللہ جلد حساب کر لیتا ہے یا جیسے اندھیریاں
يَّغْشٰـىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ۭ
کسی گہرے دریا میں گھٹا ٹوپ کر دیا ہو اس کو موج اس کے اوپر موج نے اس کے اوپر گاڑھا بادل ہو

کسی کنڈے کے دریا میں اس کے اوپر موج موج کے اوپر اور موج اس کے اوپر بادل

ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ؕ اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ؕ

اتنی اندھیریاں کہ ان کے بعض ہیں بعض پر کہ جب اپنا ہاتھ نکالا نہ قریب ہے کہ دیکھے اس ہاتھ کو

اندھیرے ہیں ایک پر ایک۔ جب ہاتھ نکالے تو سجھائی دیتا معلوم نہ ہو

وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ۝٤٠

اور وہ شخص کہ نہ بنایا اللہ تعالیٰ نے جس کے لیے نور تو نہیں ہے اس کے لیے کہیں بھی نور

اور جسے اللہ نور نہ دے اس کے لیے کہیں نور نہیں

تعلقات

ان آیات پاک کا پچھلی آیات پاک سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آیات میں ہدایت یافتہ لوگوں کا ذکر فرمایا گیا۔ اب ان آیات میں ان بدقسمت لوگوں کا ذکر فرمایا جا رہا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کی ہدایت ایمانی سے نہ نوازا۔
دوسرا تعلق: پچھلی آیات میں ہدایت والے بندوں کے اعمال صالحہ کی سدا بہاری کا ذکر فرمایا گیا۔ اب ان آیات میں بے ہدایت لوگوں کے اعمال صالحہ اور اچھے کاموں کی سدا بربادی اور دھوکہ خوری کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ **تیسرا تعلق:** پچھلی آیات میں ہدایت کی روشنی اور نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ کا ذکر فرمایا گیا۔ اب ان آیات میں بے ہدایتی کی ظُلُمٰتٌ اور بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ؕ کے تہہ در تہہ اور مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ گھٹا ٹوپ اندھیرے کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔

شان نزول

بعثت نبوت سے پہلے مکہ مکرمہ میں دو بھائی تھے عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ۔ یہ دونوں سچے دین کے تلاش میں تھے اون کے کپڑے پہنتے اور دن رات دعا مانگتے کہ یا اللہ ہم کو سچا دین عطا فرما۔ کبھی یہودی راہبوں کے پاس جاتے کبھی عیسائی پادریوں کے پاس۔ کسی نے ان سے کہا کہ نبی آخر الزمان تشریف لانے والے ہیں ان کا دین ہی برحق ہوگا۔ وہ صاحب معجزات کثیرہ ہوں گے، چاند توڑیں گے، سورج موڑیں گے، بارش برسائیں گے تم ان پر ایمان لانا۔ اس وقت تو وہ بڑے خوش ہوئے لیکن جب تبلیغ اسلام شروع ہوئی تو منکر رہے ان کے متعلق یہ دو آیتیں نازل ہوئیں اور بتایا گیا کہ یہ سچے دین کے پیاسے تھے مگر ان کو سراب ہی ملا۔ کیونکہ سراب ہی کی طرف دوڑے سچے دین کی طرف نہ آئے۔

تفسیر نحوی

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ؕ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝٣٩ ۔ واؤ سر جملہ۔ اَلَّذِيْنَ اسم موصول كَفَرُوْٓا۔ باب نَصَرَ کا ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ جمع مذکر غائب كُفْرٌ سے مشتق ہے لغوی ترجمہ ہے انکار کرنا۔ یہاں مراد ہے اللہ رسول کو نہ ماننا۔ اس کا فاعل ہے

ضمیر صیغہ یہ فعل فاعل جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا اَلَّذِیْنَ کا دونوں مل کر مبتدا ہے اَعْمَالُ۔ اسم جمع مکسر اس کا واحد ہے عَمَلٌ۔ ترجمہ ہے حواسِ خمسہ وَ اَعضاءِ ظاہری باطنی کے کام۔ مراد ہیں دینی مذہبی کام یہ مضاف ہے هُمْ ضمیر مضاف الیہ۔ یہ مرکب اضافی فاعل ہے پوشیدہ ثَابِتٌ اسم فاعل کا۔ کَافْ حرف جر برائے تمثیل۔ سَرَاب صیغہ مبالغہ (کثرت) بروزن فَعَالٍ ترجمہ ہے بہت زیادہ چمکنے والی ریت جس کا ہر ذرہ چمکے۔ سَرَبٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ چمکیلی ریت۔ یہ موصوف ہے۔ بِ جارہ بمعنیٰ فِیْ ظرفیہ مکانیہ۔ قِیْعَۃٍ اسم جمع مبالغہ اس کا واحد ہے قَاعٌ۔ بمعنیٰ ریگستانی چٹیل (ہموار) میدان۔ سَرَابٍ بِقِیْعَۃٍ کا ترجمہ ہے ہموار ریگستانی میدانوں میں چمکیلی ریت۔ یہ مجرور ہے بِ سے یہ جار مجرور متعلق ہے وَاقِع اسم فاعل کا وہ اسم فاعل پوشیدہ اپنے ضمیر صیغہ فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر صفت ہے سَرَاب کی یہ مرکب توصیفی پھر موصوف ہے۔ یَحْسَبُ۔ بابِ سَمِعَ کا فعل مضارع حال مثبت معروف صیغہ واحد مذکر حَسْبٌ سے مشتق ہے بمعنیٰ گمان وَتخیّل اور اندازہ لگانا۔ خیال رہے کہ سراب کا لغوی معنیٰ ہے چمکیلی ریت۔ اس مناسبت معنیٰ سے سات لفظوں میں مستعمل ہوتا ہے۔ ۱۔ سراب بمعنیٰ فریب ودھوکہ کھانا۔ ۲۔ بہتا پانی۔ ۳۔ کھلا راستہ۔ ۴۔ آزادی سے چلنا، پھرنا، چرنا۔ ۵۔ نشیبی جگہ۔ ۶۔ راستہ بنانا۔ ۷۔ ہموار میدان۔ اور لفظ قِیْعَۃٍ۔ قَوْعٌ یا قَیْعٌ سے بنا ہے اصلی معنیٰ ہے ریگستان۔ اس مناسبت سے ہر چٹیل میدان، کھلا جنگل، صاف ستھری جگہ، گھر کے بڑے صحن کو بھی قِیْعَۃٌ کہہ دیا جاتا ہے۔ یَحْسَبُ متعدی بدو مفعول ہے۔ اس کا پہلا مفعول یہ ہٗ ضمیر متصل ظاہرہ ہے جس کا مرجع ہے سَرَاب۔ اَلظَّمْاٰنُ۔ باب سَمِعَ کا صفت مشبہ۔ الف نون زائدہ تان۔ غیر منصرف ہے برائے مبالغہ۔ بمعنیٰ سخت پیاسا۔ ہر مبالغہ کثرت کے لیے ہی لایا جاتا ہے ظَمْأٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے پیاس لگنا یہ فاعل ہے یَحْسَبُ کا۔ مَآءً اسم نکرہ بمعنیٰ پانی یہ مفعول بہ دوم ہے یَحْسَبُ کا حتیٰ حرف جر۔ اِذَا حرف شرط جَآءَ بابِ ضَرَبَ کا ماضی مطلق مثبت معروف جَیْءٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے آنا۔ اس کا فاعل هُوَ پوشیدہ جس کا مرجع ہے ظَمْاٰنُ۔ ہٗ ضمیر ظاہر ظرف مکانی ہے جَآءَ کا مرجع ہے سَرَاب۔ یہ فعل فاعل اور ظرف مکانی مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہے۔ لَمْ یَجِدْ۔ بابِ ضَرَبَ کا مضارع نفی جحد بلم بمعنی ماضی مطلق صیغہ واحد مذکر غائب وَجْدٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے پانا۔ اس کا فاعل هُوَ ضمیر صیغہ جس کا مرجع ہے ظُمْاٰنُ۔ ہٗ ضمیر ظاہر مفعول بہ اول لَمْ یَجِدْ کا مرجع ہے سَرَاب۔ شَیْئًا۔ اسم نکرہ عمومی بمعنیٰ کوئی چیز۔ یعنی کچھ بھی یہ فعل فاعل اور دونوں مفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ۔ وَجَدَ۔ باب ضَرَبَ کا ماضی مطلق معروف اس کا فاعل ضمیر صیغہ اللّٰہَ اس کا مفعول بہ۔ عِنْدَ اسم ظرفی مکانی بمعنیٰ پاس قریب مضاف ہے ہٗ ضمیر مضاف الیہ یہ مرکب اضافی ظرف ہے وَجَدَ کا یہ مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ اگلی عبارت کا۔ فَ حرف عطف وَفّٰی۔ باب تفعیل کا ماضی مطلق وَفّٰی سے مشتق ہے۔ مصدر ہے تَوْفِیَۃٌ۔ ترجمہ ہے پورا کرنا۔ پورا لینا۔ پورا دینا۔ یہاں مراد ہے پورا دینا اس کا فاعل هُوَ پوشیدہ مرجع ہے اللّٰہ۔ حِسَابَ۔ اسم حاصل مصدر بروزن فِعَالٌ قِتَالٌ وغیرہ۔ مضاف ہے ہٗ ضمیر مضاف الیہ جس کا مرجع تمثیلی ظَمْاٰنُ ہے یعنی کافر۔ اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا والا۔ یہ مرکب اضافی مفعول بہ ہے وَفّٰی کا۔ وہ سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف ہے وَجَدَ اللّٰہَ کے جملے پر دونوں عطف مل کر معطوف ہے لَمْ یَجِدْ کے جملے پر وہ سب مل کر جزا ہے اِذَا جَآءَ کے جملے کی شرط وجزا مل کر مجرور ہے حَتّٰی سے جار مجرور مل کر متعلق ہے یَحْسَبُ کا وہ اپنے فاعل دونوں مفعول بہ اور متعلق سے مل

کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صفت ہے سَرَاب بِقِيْعَةٍ کی وہ مرکب توصیفی مجرور ہو کر معطوف علیہ۔ اگلی عبارت وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ﴿۳۹﴾۔ علیحدہ جملہ معترضہ ہے۔ واؤ ابتدائیہ اللّٰهُ مبتدا۔ سَرِيْعُ باب کَرُمَ کا صفت مشبہ برائے مبالغہ بمعنیٰ اسم فاعل سُرْعَةٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے جلدی لینا، جلدی دینا۔ مضاف ہے اَلْحِسَابِ مضاف الیہ یہ مرکب اضافی خبر ہے۔ مبتدا کی دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ؕ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ؕ اِذَاۤ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ؕ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ﴿۴۰﴾ اَوْ حرف تخییر و تقسیم اس نے تمثیل اعمال کو تقسیم کر دیا کہ كَسَرَابٍ کفار کے اچھے اعمال کی تمثیل ہے اور كَظُلُمٰتٍ کفار کے برے اعمال کی تمثیل ہے یہ تقسیم چار قسم کی ہے۔ ۱۔ افرادی یعنی کچھ کفار کے اعمال كَسَرَابٍ ہیں کچھ کے كَظُلُمٰتٍ ہیں۔ ۲۔ زمانی یعنی کبھی اچھے کام کبھی برے۔ ۳۔ مکانی یعنی کہیں اچھے کام کہیں برے۔ ۴۔ نوعی یعنی دنیوی اچھے کام دینی برے۔ کاف جارہ برائے تمثیل۔ ظُلُمٰتٌ۔ اسم جمع مونث سالم۔ اس کا واحد ہے ظُلْمَةٌ۔ بمعنیٰ اندھیرا۔ یہ موصوف ہے۔ فِيْ جارہ ظرفیت مکانی کے لیے بَحْرٍ اسم نکرہ مفرد جامد بمعنیٰ سمندر یا بڑا دریا۔ موصوف ہے لُّجِّيٍّ۔ اسم نکرہ بمعنیٰ خوب گہرا پانی ہے لُجَّةٌ سے مشتق ہے اور لَجَّة بفتحہ لام کا معنی ہے لوگوں کی چیخ و پکار شور و غل (قرطبی) یہ صفت ہے یہ مرکب توصیفی موصوف يَغْشٰى باب ضَرَبَ کا مضارع مثبت معروف غَشْيٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے چھا جاتا۔ ہٗ ضمیر کا مرجع بَحْرٍ لُّجِّيٍّ ہے یہ مفعول بہ ہے يَغْشٰى کا مَوْجٌ اسم مفرد معنی ہے پانی کی موٹی تہہ یعنی لہر۔ موصوف ہے۔ مِنْ جارہ زائدہ فَوْقِ اسم ظرف مکانی بمعنیٰ اوپر مضاف ہے ہٖ مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے رَاكِبٌ پوشیدہ اسم فاعل کا مَوْجٌ اس کا فاعل ہے اور موصوف ہے اگلی عبارت کا۔ مِنْ فَوْقِهٖ مرکب اضافی جار مجرور متعلق ہے قَائِمٌ پوشیدہ اسم کا۔ سَحَابٌ۔ اسم مبالغہ بمعنیٰ موٹا اور گاڑھا بادل مراد ہے کالی گھٹا۔ یہ فاعل ہے قَائِمٌ کا۔ یہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر صفت ہے مِنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ کے جملے پر وہ مرکب توصیفی صفت ہے يَغْشٰهُ مَوْجٌ کی مَوْجٌ موصوف اپنے صفت کے جملے سے مرکب ہو کر فاعل ہے يَغْشٰى کا وہ فعل فاعل مفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صفت ہے بَحْرٍ لُّجِّيٍّ کی یہ موصوف صفت مرکب ہو کر مجرور ہے فِيْ سے وہ جار مجرور مل کر متعلق ہے مَوْجُوْدٍ پوشیدہ کا وہ اسم مفعول اپنے ضمیر صیغہ نائب فاعل اور فِيْ بَحْرٍ متعلق سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر صفت ہے ظُلُمٰتٍ کی وہ مرکب توصیفی مجرور ہو کر معطوف ہے كَسَرَابٍ پر دونوں عطف مل کر متعلق ہے ثَابِتٌ پوشیدہ کا یہ اپنے فاعل اَعْمَالُهُمْ اور متعلق كَسَرَابٍ مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے وَالَّذِيْنَ مبتدا کی۔ دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ ظُلُمٰتٌ۔ مبتدا۔ بَعْضُهَا۔ مرکب اضافی یہ فاعل ہے قَائِمٌ یا وَاقِعٌ پوشیدہ اسم فاعل کا۔ فَوْقَ بَعْضٍ ؕ یہ مرکب اضافی ظرف ہے پوشیدہ کا۔ قَائِمٌ پوشیدہ اپنے فاعل اور ظرف سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے ظُلُمٰتٌ مبتدا کی دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ اِذَا حرف شرط اَخْرَجَ باب اِفعال فعل ماضی مطلق هُوَ ضمیر صیغہ اس کا فاعل۔ يَدَهٗ مرکب اضافی اس کا مفعول بہ۔ یہ فعل فاعل مفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہے۔ لَمْ يَكَدْ فعل مقاربہ مضارع منفی، جحد بلم۔ هُوَ پوشیدہ ضمیر صیغہ اس کا اسم ہے۔ يَرٰى۔ باب فَتَحَ کا مضارع۔ هُوَ ضمیر صیغہ اس کا فاعل هَا ضمیر اس کا مفعول بہ یہ فعل فاعل مفعول مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے لَمْ يَكَدْ کی یہ سب مل کر جملہ فعلیہ مقاربہ ہو کر جزا ہے شرط و جزا مل کر جملہ شرطیہ ہو گیا۔ واؤ سر جملہ مَنْ اسم موصول شرطیہ۔ لَمْ يَجْعَلِ فعل منفی اللّٰهُ اس کا فاعل لَهٗ جار مجرور متعلق ہے نُوْرًا

مفعول بہ۔ لَمْ یَجْعَلِ اپنے فاعل و مفعول و متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہے۔ ف جزائیہ مَا حرفی زائدہ نافیہ غیر کافہ۔ یہاں ثَبَتَ فعل ماضی مطلق یا یَثْبُتُ فعل مضارع پوشیدہ ہے۔ یعنی فَمَا ثَبَتَ لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ۔ ثبت فعل۔ لام جارہ نفع کا ۂ ضمیر مجرور کا مرجع مَنْ ہے یہ جار مجرور متعلق اول ہے ثَبَتَ پوشیدہ کا۔ مِنْ جارہ بعضیت کے لیے یعنی کوئی نور۔ کچھ ذرہ نور۔ نُوْرٍ یہ مجرور ہے مِنْ سے جار مجرور متعلق دوم ہے ثبت کا۔ وہ فعل با فاعل دونوں متعلقوں سے مل کر جزا ہے مَنْ لَّمْ یَجْعَلِ کی یہ دونوں شرط و جزا مل کر جملہ شرطیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ

اے لوگو تم نے اہل ایمان رجالِ رحمٰن کی شان عمل اور اللہ تعالیٰ کے انعام کرم کی خبریں سن لیں اب اہل کفر کے اعمال کی بدحالی بھی سن لو کہ۔ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۢ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ۗ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔـا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ۗ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ ۔ اور وہ لوگ جو حیاتِ دنیوی میں کافر ہوئے اور کفر پر ہی مرے ان میں سے کوئی بھی نہ غلامی مصطفیٰ میں آیا نہ ایمان کبریائی کا ادراک پایا بلکہ دنیوی عقل و بصارت کے باوجود صنعت الٰہی سے اندھے بہرے ہی رہے تو ان کے وہ دنیوی کام جن کے بارے کفار خوش فہمی میں ہیں کہ توحید و رسالت پر ایمان کے بغیر ہی ہم کو ہمارے یہ اعمال خیر عذاب سے بچانے جنت میں پہنچانے کے لیے مفید و نافع ہیں۔ تو یہ ان کی احمقانہ بھول و دھوکہ ہے کفار کے اعمال تو دوپہری کی دھوپ میں چمکتی ریت کے سراب کی طرح ہیں جو دور سے بہتا پانی لگتا ہے اور پیاس سے بے تاب مسافر اس کو ٹھنڈا میٹھا بہتا پانی سمجھ کر گرتا پڑتا اس کی طرف بڑھتا چلا آتا ہے یہاں تک کہ جب اس سراب کے قریب آتا ہے تو سوائے ریت کے کچھ بھی نہیں پاتا نہ چمک نہ دمک نہ بہنے کی سرسراہٹ نہ پانی۔ خیال رہے کہ ہر چمکدار و شفاف چیز پر انسانی حیوانی نظر پلٹ کر جاتی ہے اس لیے اس میں اتنے ہی فاصلے سے ادھر کی اشیا اور اپنا عکس نظر آتا ہے جتنی دور وہ چیز یا دیکھنے والا کھڑا ہو آئینہ ہو یا چمکدار دیوار یا ریت کے چمکدار ذرے اور جو شعاع چمکدار و شفاف جسم میں سے ہو کر دیوار وغیرہ پر پڑے گی وہ ہلتی سرسراتی بھی نظر کو محسوس ہو گی۔ یہی سراب کی حقیقت ہے کہ دھوپ کی ترچھی شعاعوں سے ریت چمکی اور جب اس پر نظر انسانی پلٹی تو بہتا ہوا پانی لگنے لگی لیکن جب مسافر قریب آیا تو یہ ترچھی شعاعیں ختم ہو گئیں اس لیے اب نہ وہ نگاہوں کی پلٹ رہی نہ رینگنا نہ سرسرانا (از فتاوی رضویہ جلد اول صفحہ ۵۴۹) یہاں کفار کے اچھے اعمال سے مراد انسانی حیوانی ہمدردی والے کام ہیں فرمایا جا رہا ہے کہ کفار یہ دنیوی اچھائیاں کر کے مسرور ہیں اور موت سے پہلے ان کو سراب شیریں سمجھ کر موت و قبر کی طرف دوڑتے چلے جا رہے ہیں مگر جب موت کے کنارے قبر کے سرہانے پہنچتے ہیں تو اپنی ان اچھائیوں میں کچھ بھی نہیں پاتے۔ کوئی دنیوی ہمدردی ان کو بچانے میں کام نہیں آتی اور یہ مرنے والا کافر اس ریگستانی پیاسے کی طرح حسرت و مایوسی میں پڑا رہ جاتا ہے۔ پیاسے کو سراب کے پاس اور کافر کو قبر کے پاس آ کر اپنے فریب نظری و عقلی کا پتہ لگتا ہے۔ تب رب تعالیٰ کو پکارتا ہے اب انہیں وہاں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نظر نہیں آتا۔ نہ پیاسے کو ساتھی نہ کافر کو ساجھی شریک دیوی دیوتا بس اللہ تعالیٰ ہی اس کے پاس ہے اور اللہ تعالیٰ کو ہی اپنے پاس پایا دنیا میں تقدیر سے موت میں وعید سے۔ قبر میں قہر سے حشر میں تکلیف سے جہنم میں عذاب سے۔ کفار کے اچھے کام کا پورا بدلہ ان کو دنیا میں ہی دنیوی صحت عزت شوکت فتح مندی

کامیابی دے کر دے دیا کیونکہ کفار کی اچھائیاں درخت سے ٹوٹی شاخ کی مثل ہیں شجر حیات کی جڑ تو ایمان اسلامی ہے اور بغیر جڑ والی شاخ کے پھل پھول پتے تر و تازگی تو چند روزہ ہی کی خوشنمائی ہوتی ہے۔ کفار کی دنیوی خوشحالیاں انہی چند اچھائیوں کا بدلہ ہے جو دنیا میں دے دیا گیا۔ اب تو صرف ان کے کفر کا بدلہ باقی ہے۔ جس کا عتاب قبر میں۔ حساب حشر میں۔ عذاب جہنم میں ہونا ہے۔ جس میں پورا عدل ہوگا۔ کفر کا بدلہ مرتے ہی شروع اس لیے کہ اللہ تعالیٰ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ہے۔ یہ حساب دنیا میں امتحان لے کر کہ عمل فانی کی جزاء فانی اور قبر میں عذاب وثواب کا نظارہ۔ حشر میں اعمال باقی کی جزاء باقی کہ میزان کے تول سے گواہوں کے قول سے اعمال نامے کے بول سے سُرعتِ حساب میں نہ گنتی کی رکاوٹ نہ کثرت حسابات کی تھکاوٹ نہ قطار کی بناوٹ نہ تعداد کی گھبراہٹ بلکہ سب کا حساب دنیا کے آدھے دن کی مدت برابر میں مکمل۔ خیال رہے کہ عربی میں اصل پانی کو شراب اور فریب کو سَراب کہتے ہیں سَراب کی دو صورتیں بوقت صبح غبار بادل کی مثل اور بوقت دوپہر بہتے پانی کی طرح ہوتا ہے۔ غبار کو آل کہتے ہیں۔ بہتے پانی کی مثل کو فریبِ سَراب۔ اعمال کفار کا حال بیان فرمانے کے بعد اب کچھ احوال کفار بیان فرمایا گیا۔ اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِیْ بَحْرٍ لُّجِّیٍّ یَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌؕ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍؕ۔ سنو کفار کے اعمال کی حالت سَراب ہے اور کفار کی اپنی حالت حسرت و یاس ہے۔ اعمال فریب ہی فریب۔ حیات ظلمت ہی ظلمت۔ ان ظلمتوں اندھیروں کی مثال اس طرح کہ اگر کوئی گہرے سمندر کی تہہ میں گر جائے برسات کی اندھیری رات میں تو اس پر اوپر نیچے پانچ اندھیرے چھا جاتے ہیں۔ پہلا اندھیرا سمندر کی گہری تہہ کا۔ دوسرا پانی کی ایک موج کا۔ تیسرا طوفانی ہوا سے موج پر موج کا۔ چوتھا رات کا۔ پانچواں اندھیرا ان گاڑھے سیاہ بادلوں کا جنہوں نے ستاروں کی چمک کو بھی بند کر دیا۔ ایسے سخت اندھیرے پر اندھیرا کہ اِذَآ اَخْرَجَ یَدَهٗ لَمْ یَكَدْ یَرٰىهَاؕ۔ جب وہ گہرائیوں میں پڑا ہوا سکڑا سکڑایا انسان خود اپنے ہی ہاتھ کو بغل سے نکال کر اپنی آنکھوں کے قریب لائے اور ہاتھ کو دیکھنا چاہے تو نہ دیکھ سکے بلکہ دیکھنے کے قریب بھی نہ ہو۔ جب ہاتھ جیسی قریب چیز بھی دیکھی نہ جا سکے تو کسی دوسری چیز کا دیکھنا تو کہیں زیادہ مشکل اور کیسی عجیب گھبراہٹ کہ ایسے سخت اندھیرے تو خود سمندری جانور گھبراتے ہیں فرمایا جا رہا ہے کہ کفار پر بھی دنیا میں یہ پانچ اندھیر چھائے ہوئے ہیں کہ پہلا کفر کے گہرے سمندر کا۔ دوسرا اندھے عقیدوں کی ابھرتی موجوں کا اندھیرا۔ تیسرا کفر و بت پرستی کی بداعمالی والی بپھری موج پر موج کا اندھیرا۔ چوتھا اندھیرا حقوق اللہ و حقوق العباد و حقوق النفس کی پامالی والے ظلم کی کالی رات کا۔ پانچواں اندھیرا حماقت، جہالت، ضلالت کے ان گہرے گاڑھے سیاہ بادلوں کا جنہوں نے کفار کی عقل و دل سے ہدایت و سعادت کے وہ تمام چمکتے ستارے چھپا دیئے جو توفیق کے آسمانوں پر جگمگا رہے ہیں اور کفار کی یہ وہ ازلی بدقسمتی ہے جس کو کوئی انسان بدل نہیں سکتا۔ اس لیے کہ وَمَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ۔ اور وہ بدقسمت انسان جس کی خرمستیوں ظلم تراشیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے ہدایت کا نور۔ سعادت کی روشنی، توفیق کی چمک نہ بنائی تو اس کے لیے کہیں بھی نور نہیں ہے نہ وہ خود اپنے علم و فن سے نور لے سکتا ہے نہ کوئی دوسرا اس کو نور دے سکتا ہے۔ کیونکہ عطیہ نور کسب و کمائی سے نہیں عطاء الٰہی سے ہی ملتا ہے۔ نور ہدایت تو عشق الٰہی و محبت مصطفائی والوں کو خاص تحفہ کبریائی ہے۔ لیکن

بے عشق محمد کے جو بنتے ہیں نمازی ملتی ہے ضلالت ہی ہدایت نہیں ملتی

حدیث مقدس میں نبی غیب دان ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام جن وانس کو ظلمت میں پیدا فرمایا پھران پر نور کی بارش برسائی تو جس پر چھینٹا پڑ گیا وہ دنیا میں مومن بن گیا جو محروم رہا وہ کافر رہا۔ اس کی برکت سے مومن نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ اور کافر ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ۔ ہو گیا۔ مومن کا ہر کام وکلام ومقام نور اور کافر کا ہر کام کلام مقام ظلمت ہے۔ کفار کے دلوں پر ظلمت اعتقاد۔ کانوں پر ظلمت کلام۔ آنکھوں پر ظلمت اعمال۔ زبان پر ظلمت بیان جسم پر ظلمت طغیان ہے۔ کافر اپنی جہالت و حماقت کو بے علمی بے عقلی نہیں سمجھتا بلکہ خود کو سب سے زیادہ علم وعقل والا سمجھتا ہے۔ ان آیتوں میں کفار کے اعمال کی نو تمثیلیں اور کفار کے احوال کی سولہ تمثیلیں بیان فرمائی گئیں۔

چنانچہ اعمال کفار: میں ا۔ سَراب سے مراد اچھے کام اور برے عقیدے۔ ۲۔ قِیْعَةٍ سے مراد حیات دنیوی کا صحراء زمانہ۔ ۳۔ اَعْمَالُهُمْ سے مراد کفار کے ہمدردانہ رفاحی کام خیراتی منصوبے۔ ۴۔ یَحْسَبُ کا اشارہ ہے کفار کا اپنے دین وعمل وعقیدوں پر بھروسہ۔ ۵۔ ظَمْاٰنُ سے مراد کفار کی بوقت موت گھبراہٹ پریشانی مایوسی۔ ۶۔ جَآءَهٗ سے مراد موت وقبر تک آنا۔ ۷۔ شَیْـٴًا سے مراد اچھے کاموں کا برباد ہونا۔ ۸۔ وَجَدَ اللّٰهَ سے اللہ تعالیٰ کا کفار کے لیے فیصلہ عذاب۔ ۹۔ عِنْدَهٗ سے مراد وہ عذاب جو قبر سے شروع ہو۔ ۱۰۔ فَوَفّٰىهُ سے مراد حساب آخرت ہے۔

تمثیلات احوال: ا۔ ظُلُمٰتٌ۔ کفریہ عقیدے۔ ۲۔ بَحْرٍ۔ شیطانی خواہشات۔ ۳۔ لُّجِّیٍّ۔ کثرت عیاشی فحاشی کی بدمستی۔ ۴۔ یَّغْشٰهُ۔ دل پر کفر کی مہر عقل پر گمراہی کے پردے۔ ۵۔ مَوْجٌ۔ جہالت وحماقت۔ ۶۔ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ قلب و قالب پر شیطان کا قبضہ۔ ۷۔ دین اسلام سے شک کرنا۔ ۸۔ مِّنْ فَوْقِهٖ۔ کفار کی فتور عقل۔ ۹۔ سَحَابٌ نفس امارہ کی گمراہ کن چاہتوں کا دھواں۔ ۱۰۔ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا۔ کفریہ ضد ضد وغرور۔ ۱۱۔ فَوْقَ بَعْضٍ۔ ہر قسم کے کفر کے ساتھ دین حق کے خلاف سازشیں بھی۔ ۱۲۔ اَخْرَجَ۔ نہ معجزات پر تیقن نہ کبھی قرآن پر تفکر نہ کسی کے بتانے سمجھانے پر تدبر۔ ۱۳۔ یَدَهٗ سے مراد عتبہ بن ربیعہ جیسے کفار کو ان کے مومن دوستوں کا سمجھانا۔ ۱۴۔ لَمْ یَكَدْ یَرٰىهَا۔ اتنی سخت کفریہ ظلمت کہ کوئی سچائی نہ دیکھ سکے حالانکہ وہ سچا دستگیر مثل ہاتھ قریب ہے۔ ۱۵۔ وَمَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا یعنی کفار کی بدقسمتی۔ ۱۶۔ فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ۔ بدقسمت کے لیے کوئی بھی کہیں بھی ہدایت کی روشنی نہیں۔

ان آیتوں میں اختلافی اقوال

قِیْعَةٍ کی قرأت تین قول۔ ا۔ اکثر کی قرأت قِیْعَةٍ ہے واحد لفظ۔ ۲۔ بعض کی قرأت قِیْعَاتٍ ہے جمع لفظ۔ ۳۔ بعض کی قرأت قِیْعَاهٍ ہے۔ الظَّمْاٰنُ کی قرأت میں دو قول۔ ا۔ اکثر کی قرأت الظَّمْاٰنُ ہے ہمزہ سے۔ ۲۔ بعض کی قرأت اظْمَانُ ہے بلا ہمزہ۔ وَجَدَ اللّٰهَ کے معنی میں چار قول۔ ا۔ بعض نے کہا وَجَدَ وَعْدَ اللّٰهِ۔ ۲۔ بعض نے کہا وَجَدَ عَذَابَ اللّٰهِ۔ ۳۔ بعض نے کہا۔ وَجَدَ قَضَآءَ وَحُكْمَ اللّٰهِ۔ ۴۔ بعض نے کہا۔ وَجَدَ مَلَآئِكَةَ اللّٰهِ یعنی زبانیہ فرشتے۔ عِنْدَهٗ کے معنی میں دو قول۔ ا۔ بعض نے کہا اپنے پاس۔ ۲۔ بعض نے کہا حساب اعمال کے پاس۔ اَوْ۔ عاطفہ میں چار قول۔ ا۔ بعض نے کہا یہ اَوْ عطف تخییری ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا یہ عطف نوعی ہے۔ ۳۔ بعض نے کہا یہ عطف تقسیمی ہے۔ ۴۔ بعض نے کہا یہ اَوْ ہے ہمزہ سوالیہ اور واؤ عاطفہ سے۔ یعنی سَراب کی تمثیل اُخروی اور ظُلُمٰتٌ کی تمثیل دنیوی ہے۔ ظُلُمٰتٌ کے معنی میں دو قول۔

ا۔ بعض نے کہا بُرے اعمال۔ ۲۔ بعض نے کہا بُرے عقیدے دونوں قول درست ہیں۔ بَحْرٍ کے معنیٰ میں دو قول۔ ا۔ بعض نے کہا بَحْرٍ سے مراد کفار کا قلب وسینہ ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا کفار کی کثیر خواہشیں، تمنائیں۔ لُجِّيٍّ کی قرأت میں دو قول۔ ا۔ اکثر کی قرأت لُجِّيٍّ ہے لام کے پیش سے۔ ۲۔ بعض کی قرأت لِجِّيٍّ ہے لام کے زیر سے۔ دونوں مَوْجٌ کی مراد میں دو قول۔ ا۔ بعض نے کہا۔ موج اول سے مراد کفار کی گمراہی۔ موج دوم سے مراد کفار کی ٹیڑھی عقل وفکر کفار ان میں غرق ہیں۔ ۲۔ بعض نے کہا۔ موج اول کفار کی قلبی غفلت اور موج دوم اسلام کے خلاف شک وسازش۔ سحاب کی مراد میں دو قول۔ ا۔ بعض نے کہا بادل سے مراد کفریہ خواہشات حرام شہوات۔ ۲۔ بعض نے کہا مراد ہے شرک کفر کی کثرت۔ سَحَابٌ۔ ظُلُمٰتٌ کی ترکیب نحوی میں تین قول۔ ا۔ بعض نے کہا دونوں مرفوع تنوینی ہیں اور ظُلُمٰتٌ هِيَ پوشیدہ مبتدا کی خبر ہے دراصل ہے هِيَ ظُلُمٰتٌ۔ ۲۔ بعض نے کہا سَحَابٌ۔ ظُلُمٰتٌ ہے اور یہ ظُلُمٰتٌ پہلے ظُلُمٰتٌ کا بدل کل تابع ہے۔ ۳۔ بعض نے کہا یہ ہے سَحَابُ ظُلُمٰتٍ۔ مرکب اضافی وصفی۔ بمعنیٰ اندھیرے بادل جیسے کہا جاتا ہے۔ سَحَابُ رحمةٍ۔ سَحَابُ مَطَرٍ بمعنیٰ رحمت والا بارش والا بادل۔ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ۝ کی دو تفسیریں۔ ا۔ بعض نے کہا کہ جس کو دنیا میں ہدایت وتوفیق نہ ملی تو اس کو آخرت میں بھی کامیابی وقبولیت نہ ملے گی۔ ۲۔ بعض نے کہا جس کو دنیا میں اسلام وشمع رسالت کی روشنی نہ ملی اس کو قبر وحشر میں بھی نہ روشنی ملے نہ جنت کا راستہ۔

فائدے

ان آیتوں سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ **پہلا فائدہ:** کافر کی نیکیاں اچھائیاں ختم گناہ قائم مگر مومن کے گناہ ختم نیکیاں قائم انشاء اللہ تعالیٰ یہ فائدہ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔا کے لیے وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا کی تخصیص سے حاصل ہوا۔ **دوسرا فائدہ:** ہر مسلمان کو دنیا میں ہی سمجھ لینا چاہئے کہ برے دوست برے استاد بری کتابیں اور کھیل تماشے یہ سب دنیوی ایسے اندھیرے ہیں جو ہر ایک آنکھ کو اندھا کر دیتے ہیں اور سچائی نہیں دیکھنے دیتے۔ یہ فائدہ كَظُلُمٰتٍ کے بعد۔ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا۔ فرمانے سے حاصل ہوا۔ لہٰذا ہر مسلمان کو ان اندھیروں سے بچنا چاہئے۔ **تیسرا فائدہ:** انسان کی سب سے بڑی بدنصیبی یہ ہے کہ دنیوی زندگی میں اس کو آستانہ مقدس در مصطفیٰ سے روک دیا جائے نہ حیات طیبہ میں قرب محفل نہ بعد وصل حاضری روضہ اقدس نصیب ہو ایسے بدبخت انسان کے لیے کہیں بھی اور کبھی بھی بھلائی کی ہدایت توفیق کی سعادت کا نور نہیں مل سکتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سب نور تو سینہ مشکوٰۃ مصطفیٰ میں ہیں ﷺ۔ یہ فائدہ۔ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ۝ فرمانے سے حاصل ہوا۔ کچھ گمراہ لوگ دور دراز ملکوں سے حج کرنے جاتے ہیں مگر عدم فرصتی کا بہانہ بنا کر مکہ مکرمہ سے ہی لوٹ آتے ہیں وہ بدبخت دراصل بارگاہ الٰہی سے درکارے دھتکارے ہوئے ہیں۔ ان خبیثوں پلیدوں کو مدینہ منورہ جانے کی اجازت ہی نہیں ہوتی۔ ایسے لوگوں کو نہ کعبے سے نور ملے نہ اسلام سے نہ قرآن سے نہ حج عمرہ طواف سے۔

احکام القرآن

ان آیتوں سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ:** اگر کوئی مسلمان کسی خشک جنگل میں تیمم کر کے نماز پڑھ لے پھر اسے دور سے بہتا پانی نظر آئے تو اس کی تیمم والی نماز موقوف ومعلق ہو جائے گی اور اس پر واجب ہوگا کہ اس پانی تک

پہنچے اگر پہنچنا ممکن ہو تو۔ پھر جب پہنچ جائے اور وہ واقعتاً پانی ہو اس کا استعمال اس شخص کے لیے ممکن ہو تب اس کی پڑھی ہوئی نماز ختم ہو جائے گی اس پانی سے وضو کر کے پھر نماز پڑھے۔ لیکن اگر وہ سراب تھا یا حصول پانی ناممکن یا وقت نماز راہ میں ہی ختم ہو گیا تو وہی نماز درست ہو جائے گی موقوفیت ختم۔ یہ مسئلہ۔ یَحۡسَبُ الظَّمۡاٰنُ مَآءً ؕ حَتّٰۤی اِذَا جَآءَهٗ (الخ) کی اشارت النص سے مستنبط ہوا۔ **دوسرا مسئلہ**: دینی، دنیوی کام میں تعجیل کرنا حرام ہے مگر سُرعت کرنا جائز بلکہ بہتر ہے باعث ثواب ہے۔ تعجیل و سرعت میں فرق یہ ہے کہ تعجیل کا معنیٰ ہے وقت سے پہلے جلدی مچانا جس سے اصل کام ہی خراب ہو جائے۔ اور سرعت کا معنیٰ ہے۔ وقت ہو جانے پر دیر نہ کرنا یہ مسئلہ وَاللّٰهُ سَرِيۡعُ الۡحِسَابِ ﴿۳۹﴾ کے استحبابی کلام سے مستنبط ہوا جس سے ثابت ہوا کہ سُرعت کرنا اچھی صفت اور اخلاق اللہ میں سے ہے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کیے جاتے ہیں۔ **پہلا اعتراض**: یہاں پہلے فرمایا گیا۔ حَتّٰۤی اِذَا جَآءَهٗ۔ اس سے ثابت ہوا کہ وہ شخص کسی چیز کے پاس آیا۔ پھر فرمایا گیا۔ لَمۡ يَجِدۡهُ شَيۡـئًا۔ اس نے بتایا کہ وہ کسی چیز کے پاس نہیں آیا۔ یہ تو تناقض ہے اور یہ تناقض محال ہے۔ **جواب**: بالکل تناقض نہیں ہے اس لیے کہ حَتّٰۤی اِذَا جَآءَ نے اس جگہ کی طرف اشارہ کیا جس میں وہ شخص بہتا پانی سمجھا تھا۔ جَآءَهٗ اسی جگہ کی طرف آنے کا ذکر ہے وہ جگہ تو حقیقتاً موجود ہے۔ لَمۡ يَجِدۡهُ شَيۡـئًا نے جگہ کی نفی نہیں کی بلکہ اس پیاسے کے گمان والی چیز پانی کی نفی کی۔ شَيۡـئًا سے مراد پانی ہے کہ نہ پانی نہ سرابیت کی چمک دمک اور یہ دونوں علیحدہ چیزیں ہیں۔ **دوسرا اعتراض**: یہاں فرمایا گیا يَحۡسَبُهُ الظَّمۡاٰنُ یعنی پیاسا۔ اس سراب کو دور سے پانی سمجھتا ہے۔ حَتّٰۤی اِذَا جَآءَهٗ لَمۡ يَجِدۡهُ شَيۡـئًا۔ یہاں تک کہ جب اس کے قریب آتا ہے تو کچھ نہیں پاتا۔ وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنۡدَهٗ۔ اس کا ترجمہ عام مفسرین فرماتے ہیں کہ وَجَدَ عَذَابَ اللّٰهِ یعنی پیاسے نے وہاں پہنچ کر عذاب پایا۔ سوال یہ ہے کہ پیاسے کو عذاب کیوں۔ **جواب**: یہاں دو چیزیں خیال میں رکھو۔ ۱۔ اصل پیاسا۔ ۲۔ اس کی تمثیل کافر۔ اگر ظَمۡاٰنُ سے پیاسا مسافر ہی مدنظر رکھا جائے تو عذاب سے مراد شدت پیاس اور پانی کی حسرت و مایوسی ہے یہ بھی سخت ترین عذاب ہوتا ہے بلکہ شدید بھی اور ان مصائب کی وجہ بھی بد اعمالی ہی ہوتی ہے۔ جیسا کہ سورۃ شوریٰ آیت ۳۰ میں ہے۔ وَمَاۤ اَصَابَكُمۡ مِّنۡ مُّصِيۡبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتۡ اَيۡدِيۡكُمۡ۔ اور اگر یہاں تمثیلی کافر ہی مراد لیا جائے تو عذاب سے مراد قبر کی سزا حشر کی گھبراہٹ اور جہنم کا ٹھکانہ ہے۔ **تیسرا اعتراض**: یہاں آیت ۴۰ میں فرمایا گیا کہ دنیا میں کافر کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص سیاہ بادلوں والی کالی رات میں کسی گہرے سمندر کی تہہ میں پڑا ہو سمندر پر ہواؤں کا طوفان ہو جس کی وجہ سے موج پر موج چڑھتی چلی آتی ہو غرضیکہ پانچوں طرف سے ایسا گہرا اندھیرا ہو کہ قریب ترین چیز بھی نظر نہ آئے ایسا شخص تو سخت گھبراتا ہے مگر دنیا میں دیکھا جا رہا ہے کہ کوئی کافر نہ پریشان ہے نہ گھبرایا ہوا بلکہ خوب عیش و خوشی و شادیوں میں ہے۔ تو یہ تمثیل کس طرح درست ہوئی۔ **جواب**: یہ تمثیل جسم کے لیے نہیں بلکہ روح کے لیے ہے دنیا میں کافر ظاہراً جسماً اگرچہ خوشی میں مگن ہے مگر روح ظُلُمٰتُ کفر میں مچلتی تڑپتی پھڑک رہی ہے۔ اور کافر کے جسم کی تر و تازگی بھی درخت سے کٹی ٹوٹی شاخ کی طرح چند روزہ ہی ہے پھر فنا و بربادی تباہ حالی ہی مقدر ہے۔

تفسیر صوفیانہ

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۢ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ۔ اور وہ لوگ جنہوں نے اپنے اعضاء جسمانی و نعماء ربانی اور عبادات رحمانی کو دکھلاووں ریاکاریوں کے گناہوں کے لیے استعمال وادا کیا اور بجائے شکر کے ادائے کفر کیا۔ عقلی حماقتوں سے اللہ رسول کی مخالفتیں کیں یہی لوگ کفران نعمت والے ہیں۔ دین و ایمان وعبادات رحمٰن کو باپ دادوں کی رسم و رواج سمجھنے و بنانے والے۔ ان کے ہر کام میں شیطان کی مداخلت نفس امارہ کی چاہت ہے۔ ابلیس نے ان کی بداعمالی کو ان کے لیے ان کی نگاہوں میں مزین وخوبصورت کر دیا ہے اس لیے سمجھتے ہیں کہ ہماری یہ بدکرداری طبلہ سارنگی کھیل تماشے ہی دونوں جہان کا مفید سرمایہ ہیں یادرکھیں وہ فاسقین ناسوتی احمقانِ طاغوتی کہ ان کی سب اچھائیاں اور دکھلاوے کی نیک اعمالیاں نام ونمود کی خیر خواہیاں صحراء بیابان کے سراب فریب کی طرح ہیں۔ مسافر پیاسے کی مثل فاسق وفاجر یہ سمجھتا ہے کہ میرے اعمال ٹھیک ہیں اور صحراء حیات میں مثل سراب مفید سمجھتا ہے جب تک منزل قبر وقت موت سے دور ہے باعث ثواب سمجھتا رہے۔ گستاخی کو توحید اور وعدے کو وعید جانتا رہے۔ اور گمان کرتا رہے کہ میرے یہی برے اعمال غضب الٰہی کی آگ کو بجھا دیں گے۔ مگر حَتّٰٓى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ؕ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ ۔ یہاں تک کہ جب یہ کافران نعمت فاسقان عبرت اپنی موت کے بعد قبر کے پاس آکر اعمال ریاکاری کو قریب سے دیکھیں گے۔ بدبو سونگھیں گے تب پتہ لگے گا کہ خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا پھر جانیں گے کہ ہائے افسوس ہمارے اعمال خاک ہیں۔ اقوال راکھ ہیں خیال دھوکہ تھے ثواب کے بجائے لائق عذاب ہیں اور دامن انبیاء وسیلہ اولیاء کو چھوڑ کر جن عبادتوں پر بھروسہ کئے ہوئے تھے وہ ناقص تھیں اس لیے اللہ تعالیٰ ان کو محرومی کا عذاب فرقت دوری رحمت کی سزاء لعنت کا پورا حساب دے گا۔ میزان کے وزن سے۔ حرمان کے حزن سے اور اللہ تعالیٰ سب کے لیے سریع الحساب ہے کہ شریعت کے فاسقین کو قبر کی قیامت میں اور طریقت کے ظالمین کو دنیا میں ہی درجات فانیہ وصال عارضیہ عطا فرما کر یہ تمثیل ہے عیاران طریقت مکاران حقیقت کے حالات خودفریبی کی۔ اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّـجِّيٍّ يَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ؕ ۔ یا ان کے دنیوی حالات وکیفیات ایسے ہیں جیسے کہ اندھیرے ہی اندھیرے سب طرف ظاہر، باطن، اوپر، نیچے، دائیں، بائیں، آگے، پیچھے۔ غرضکہ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ؕ ۔ فاسقین کے اعمال بد پھر اس پر حرام غذائیں پھر اس پر حرام لباس پھر اس پر اہل اللہ سے نفرت اندھیرے پر اندھیرا۔ نہ خلوص بدنی نہ حضور قلبی۔ حُبِّ دنیا کے گہرے سمندر میں غرق۔ اس پر ناموری کی موجیں غرور وتکبر کی طوفانی موجیں۔ خوشنودی امراء ووزراء کے شرک خفی کے سیاہ بادل۔ ظاہر میں منافرت باطن میں منافقت کے اتنے سخت اندھیرے کہ۔ اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ؕ اگر کبھی یہ دنیادار اجتہاد صداقت تفکر حقیقت کا دست تدبر ذہن ارادت فکر عقیدت کی کوششیں چند لحوں کے لیے اپنی جیب دنیا وگریبان منافقت سے نکال کر نگاہ حقیقت بین کے پاس لاکر دیکھیں تب بھی سچائی کو نہ دیکھ سکیں نہ اصلاح حال کریں نہ خلاصی بداعمال خواہ مکاران جبہ و دستار ہوں یا نام وگفتار والے ظاہردار ہوں کوئی بھی خاتمہ ظلمات کا راستہ نہیں دیکھ سکتا اس لیے کہ۔ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ۝ ۔ اور وہ بدبخت انسان جس پر اللہ تعالیٰ نے تقسیم تقدیر کے وقت نور معرفت کا چھینٹا نہ ڈالا تو تدبیر تخلیق کے وقت ان کے لیے کوئی نور

نہیں وہ دنیا پرستی کی جہالت میں سدا رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو کوئی نہیں موڑ سکتا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ پانی چشموں سے، بارش بادل سے، آگ پتھر سے، دھواں آگ سے، لوہا پہاڑ سے، شہد نحل سے، دودھ چوپائے سے، پھل درخت سے، درخت زمین سے نکالتا ہے یہ قدرتیں حکمتیں کوئی نہیں بدل سکتا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مومن کو مخلص عرفان نور ایمان ضیاء اسلام سراج یقین بنایا۔ اور فاسق کو ظلمت کفران وظلمت حرمان واندھیر عصیان بنایا کسی کو شیطان ناسوت کسی کو یاران طاغوت بنایا نہ کوئی ان حکمتوں کو بدل سکتا ہے نہ ان قدرتوں کو جان سکتا ہے اس دنیا سلوک میں فاسقین بھی ہیں عابدین بھی دونوں کے اعمال جدا جدا کیونکہ فاسقین کے اعمال نفسی حیوانیت سے ہوتے ہیں۔ اس وجہ سے معرفت کا وصل مراد ہے نہ صداقت کا جاہ و جمال۔ لیکن عابدین کے اعمال قلب ایمانیہ سے ہوتے ہیں اس وجہ سے عابدین کے لیے حسب قبولیت کا جاہ و جمال بھی معرفت کا وصل مراد بھی ہے۔ اعمال فاسقین کا بدلہ فرقت وانقطاع کی محرومی۔ مگر اعمال عابدین کا بدلہ قُربت واہتمام اور عزت واکرام کی مغفوری شریعت میں وہ فقیر ہے جس کے گھر میں مال نہ ہو مگر طریقت میں وہ فقیر ہے جس کے دل میں انوار نہ ہوں۔ ریاکار مثل پیاسا مسافر ریگستان ہے۔ اس لیے کہ پیاسے مسافر نے سراب کو پانی سمجھا۔ اور ناموری کے خواہشمند ریاکار نے ریاکاری کو کامیابی سمجھا۔ سراب کے قریب پیاسے نے بجز حسرت کچھ نہ پایا اور قبر کے قریب ریاکار نے بجز ندامت کچھ نہ پایا۔ اے راہ طریقت کے مسافر و خالق تعالیٰ کو چھوڑ کر مخلوق کی طرف اور مسبب کو چھوڑ کر اسباب کی طرف مت جاؤ ورنہ ابدی ظلمتوں میں پھنس جاؤ گے۔ فرمایا مولیٰ علی نے سب سے بڑھ کر بے عیب وہ ہے جس نے قلب کو عقل کا اور عقل کو قالب کا امیر وراہبر بنایا اور نصیحت کو لگام صبر کو قائد، تقویٰ کو نگہبان، خوف الٰہی کو اپنا ساتھی موت کو رب تعالیٰ کا دعوت نامہ مصیبتوں کو اللہ تعالیٰ کا مہمان اور اپنا دوست سمجھا۔ بندہ مثل چرواہا ہے اور نفس امارہ مثل بھیڑ بکریاں۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

کیا نہ دیکھا آپ نے کہ بیشک اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھتی ہے اس کی ہر وہ مخلوق جو آسمانوں اور زمین میں ہے

کیا تم نے نہ دیکھا کہ اللہ کی تسبیح کرتے ہیں جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں

وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ ؕ

اور پرندے قطار بنانے والے بھی ہر مخلوق نے جان لی ہے اپنی نماز اور اپنی تسبیح

اور پرندے پر پھیلائے۔ سب نے جان رکھی ہے اپنی نماز اور اپنی تسبیح

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ

اور اللہ تعالیٰ جاننے والا ہے اس سب کو جو وہ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ہی ہے آسمانوں اور زمین کا ملک

اور اللہ ان کے کاموں کو جانتا ہے اور اللہ ہی کے لیے ہے سلطنت آسمانوں اور زمین کی

وَ اِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۴۲﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا
اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہی لوٹنا ہے کیا نہ دیکھا آپ نے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نرمی سے چلاتا ہے گاڑھے بادل کو
اور اللہ ہی کی طرف پھر جانا ہے۔ کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ نرم نرم چلاتا ہے بادل کو
ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ
پھر جوڑ دیتا ہے اس کو آپس میں پھر بنا دیتا ہے اس کو موٹا بادل پھر دیکھتے ہو تم بارش کو نکلتی ہے اس کے بیچ میں سے
پھر انہیں آپس میں ملاتا ہے پھر انہیں تہہ پر تہہ کر دیتا ہے تو تو دیکھے کہ اس کے بیچ میں مینہ نکلتا ہے
وَ يُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا
اور نازل فرماتا ہے آسمان کی طرف سے پہاڑوں کے برابر
اور اتارتا ہے آسمان سے اس میں جو برف کے پہاڑ ہیں
مِنْۢ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَصْرِفُهٗ
ان پہاڑوں میں برف سے (روئی اور اولوں کی شکل میں) پھر ڈالتا ہے اس برف کو جس مخلوق پر چاہے
ان میں سے کچھ اولے پھر ڈالتا ہے انہیں جس پر چاہے
عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ ؕ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ﴿۴۳﴾
اور پھیر دیتا ہے اس برف کو جس سے چاہے قریب ہے کہ اس بادل کی بجلی کی چمک مٹا دے نگاہوں کو
اور پھیر دیتا ہے انہیں جس سے چاہے قریب ہے کہ اس کی بجلی کی چمک آنکھ لے جائے

تعلقات

ان آیت پاک کا پچھلی آیات پاک سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آیات میں ہدایت سے دور ہونے والے انسانوں کا ذکر کیا گیا کہ وہ بدقسمت انسان ہیں۔ اب ان آیات میں ان خوش بخت جانوروں پرندوں کا ذکر فرمایا جا رہا ہے جن کو اللہ نے ہدایت کی روشنی عطا فرمائی۔ فرمایا جا رہا ہے کہ بے ہدایت انسان اشرف المخلوقات ہونے کے باوجود ان جانوروں سے بدتر ہیں۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیات میں فرمایا گیا کہ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا۔ یعنی جس کے لیے اللہ تعالیٰ نور نہ بنائے اس کے لیے کہیں بھی نور نہیں وہ نہ اسلام میں نہ قرآن میں نہ حدیث میں نہ دل میں نہ عقل میں وہ قرآن و حدیث پڑھ کر بھی اندھا ہی رہتا ہے۔ اب ان آیات میں اس کی وجہ بیان ہو رہی ہے کہ آسمانوں زمین کا مالک صرف اللہ تعالیٰ کا ہی ہے ہر شی پر اس کا حکم نافذ۔ کسی کو بھی کسی سے اس کے حکم کے بغیر کچھ نہیں مل سکتا نہ دین نہ دنیا۔ **تیسرا تعلق:** پچھلی آیت

میں اچھے برے بندوں کے اچھے برے دنیوی اعمال کا ذکر فرمایا گیا۔ اب ان آیات میں اللہ تعالیٰ کے دنیوی انعامات کا ذکر فرمایا جا رہا ہے جو ہر اچھے برے بندے کے لیے بلا فرق اور بلا قیمت تا عمر جاری ہیں۔

تفسیر نحوی

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ الطَّیْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَ تَسْبِیْحَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِمَا یَفْعَلُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ وَ اِلَى اللّٰهِ الْمَصِیْرُ ﴿۴۲﴾ ۔ اَ ہمزہ سوالیہ۔ لَمْ تَرَ۔ باب فتح کا مضارع نفی جحد بلم معروف صیغہ واحد مذکر حاضر۔ رُؤْیَۃٌ سے مشتق ہے بمعنی بنظر تحقیق بغور دیکھنا۔ اس کا فاعل اَنْتَ ضمیر صیغہ مرجع ہے نبی کریم ﷺ اَنَّ حرف مشبہ اللہَ اسم ہے اَنَّ کا۔ یُسَبِّحُ باب تفعیل کا فعل مضارع مثبت معروف سَبْحٌ سے بنا ہے اس کا مصدر ہے تَسْبِیْحٌ۔ ترجمہ ہے۔ پاکیزگی بیان کرنا ہر عیب اور ہر کمزوری سے۔ لَهٗ۔ لام جارہ تعدیہ۔ ہٗ ضمیر کا مرجع ہے اللہَ۔ یہ جار مجرور متعلق ہے یُسَبِّحُ کا۔ مَنْ اسم موصول برائے اہل عقول۔ فِی حرف جر ظرفیت مکان کے لیے السَّمٰوٰتِ۔ الف لام حرفی استغراقی سَمٰوٰتٌ اسم جمع مونث سالم اس کا واحد ہے سَمَاءٌ (سَمَاو) یہ معطوف علیہ واؤ عاطفہ الْاَرْضِ۔ الف لام حرفی جنسی اَرْضٌ اسم مفرد جامد بمعنی تمام زمین۔ یہ معطوف السَّمٰوٰتِ پر۔ دونوں عطف مل کر مجرور ہے فِی سے۔ جار مجرور مل کر متعلق ہے مَوْجُوْدٌ پوشیدہ اسم مفعول کا۔ وہ اپنے ضمیر صیغہ نائب فاعل متعلق سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر صلہ ہے مَنْ کا وہ موصول صلہ مل کر فاعل ہے یُسَبِّحُ کا۔ وہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے اَنَّ کی وہ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مفعول بہ ہے اَلَمْ تَرَ کا۔ یہ فعل اپنے فاعل اور اپنے مفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ واؤ عاطفہ۔ مابعد کا عطف ہے مَنْ پر ہے۔ الطَّیْرُ اسم جنسی ہے واحد اور جمع دونوں کے لیے آتا ہے یہاں جمع کے لیے ہے اور اس کا واحد ہے طَائِرٌ۔ اس کی لفظی جمع مکسر طُیُوْرٌ اور اَطْیَارٌ ہے۔ لفظ طَیْرٌ۔ مصدر مبالغہ ہے ترجمہ ہے اڑنا۔ جب اس کو حاصل مصدر بنایا جائے تو بمعنی صفت مشبہ ہوتا ہے یعنی بہت اڑنے والا جو اڑنے کے لیے ہی پیدا کیا گیا یعنی پرندہ، پرندے۔ یہ ذوالحال ہے۔ صٰٓفّٰتٍ۔ اسم جمع مونث سالم ہے صَافَّۃٌ کی صَفٌّ سے مشتق ہے باب نَصَرَ سے۔ یہ بحالت نصب ہے کیونکہ حال ہے الطَّیْرُ کا یہ دونوں مل کر معطوف ہے مَنْ پر وہ سب فاعل ہے یُسَبِّحُ کا۔ كُلٌّ مبتدا۔ اسم تاکیدی ہے۔ قَدْ عَلِمَ ماضی قریب اس کا فاعل ھُوَ پوشیدہ جس کا مرجع كُلٌّ ہے صَلَاتَهٗ یہ مرکب اضافی معطوف علیہ واؤ عاطفہ تَسْبِیْحَهٗ یہ مرکب اضافی معطوف دونوں مل کر مفعول بہ ہے قَدْ عَلِمَ کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے كُلٌّ مبتدا کی۔ دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ واؤ ابتدائیہ اللّٰهُ مبتدا عَلِیْمٌ باب کَرُمَ کا صفت مشبہ بِ جارہ تعدیہ کا مَا اسم موصول یَفْعَلُوْنَ باب فتح کا فعل مضارع حال صیغہ جمع مذکر غائب فِعْلٌ سے مشتق ہے یہ مصدر مرکزی ہے عربی کے تمام مصادر اسی کے گرد گھومتے ہیں۔ یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہے مَا کا دونوں مل کر مجرور متعلق ہے عَلِیْمٌ کا۔ وہ اپنے فاعل ضمیر صیغہ اور متعلق سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے اللہ مبتدا کی دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ واؤ ابتدائیہ۔ لِلّٰهِ جار مجرور متعلق ہے ثَابِتٌ اسم فاعل پوشیدہ کا۔ مُلْكُ اسم مفرد جامد بمعنی بادشاہت، شہنشاہیت۔ مضاف ہے السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ معطوف علیہ و معطوف دونوں مل کر مضاف الیہ یہ مرکب اضافی معطوف علیہ واؤ عاطفہ اِلٰی جارہ انتہائیہ اللّٰهِ مجرور یہ جار مجرور متعلق مقدم ہے الْمَصِیْرُ۔ الف لام اسمی بمعنی اَلَّذِیْ۔ مَصِیْرٌ اسم

حاصل مصدر جامد یہ باب ضرب کا مصدر میمی ناقصہ بھی ہوتا ہے بمعنی لوٹنا، پھرنا۔ اور اسی کو حاصل مصدر جامد کہا جاتا ہے بمعنی ٹھکانہ۔ اور اسم ظرف مکانی بھی۔ بمعنی لوٹنے کی جگہ یہاں مصدر ہے یہ مصدر اپنے متعلق مقدم سے مل کر شبہ جملہ ہو کر معطوف ہے مُلْكُ پر۔ دونوں عطف مل کر خبر ہے ثَابِتٌ پوشیدہ کے جملے اسمیہ پر وہ دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہوا اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْۢ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ ۭ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ۝ ۔ اَ ہمزہ استفہامیہ (سوالیہ) لَمْ تَرَ۔ باب فتح کا مضارع منفی بمعنی ماضی مطلق اَنْتَ ضمیر پوشیدہ اس کا فاعل مخاطب اَنَّ حرف مشبہ۔ اللّٰہ اس کا اسم۔ يُزْجِيْ باب افعال کا مضارع مثبت معروف اس کا مصدر ہے اِزْجَآءٌ زَجْوٌ یا زَجْیٌ سے بنا ہے۔ لغوی ترجمہ ہے حقیر و قلیل کرنا، ہونا و سمجھنا اسی لیے دھکیل دینا اسی مناسبت سے سات معنی میں مشترک ہے۔ ۱۔ نرمی سے چلانا۔ یہاں اسی معنی میں ہے۔ ۲۔ بلا مشقت نکال دینا۔ ۳۔ آہستگی سے ہانکنا دھکیلنا۔ ۴۔ معمولی پونجی کو مُزْجَات کہا جاتا ہے۔ ۵۔ خرچ کرنا۔ ۶۔ آسان ہونا۔ ۷۔ اکتفا کرنا پورا اور کافی ہو جانا۔ يُزْجِيْ کا فاعل هُوَ ضمیر صیغہ جس کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے سَحَابًا بمعنی موٹا بادل گھنا و گاڑھا۔ یہ مفعول بہ ہے۔ يُزْجِيْ فعل با فاعل اپنے مفعول بہ سے مل کر معطوف علیہ ثُمَّ حرف عطف تراخی کے لیے یعنی پھر بعد میں۔ يُؤَلِّفُ باب تفعیل مضارع مثبت معروف صیغہ واحد مذکر غائب اس کا فاعل ضمیر صیغہ اس کا مصدر تَاْلِيْفٌ اِلْفٌ سے بنا ہے ترجمہ ہے جوڑنا۔ جمع کرنا مرکب کرنا بَيْنَهٗ یہ مرکب اضافی ظرف ہے يُؤَلِّفُ اپنے فاعل اور ظرف سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ ثُمَّ عاطفہ يَجْعَلُهٗ باب فتح کا مضارع مثبت معروف جَعْلٌ سے مشتق ہے ۂ ضمیر اس کا مفعول بہ اوّل۔ رُكَامًا۔ اسم نکرہ مفرد مشتق رَكْمٌ سے مشتق ہے۔ اوپر تلے ڈھیر لگانا۔ تہہ در تہہ رکھنا دبیز موٹے بادل۔ چربی ہوئی موٹی اونٹنی کو عربی میں مَرْكُوبَه کہا جاتا ہے۔ یہاں مراد ہے اوپر تلے تہہ در تہہ بادل۔ یہ حاصل مصدر ہے بروزن فُعَالٌ یہ مفعول بہ دوم ہے يَجْعَلُ کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف عَلَيْهِ۔ فَ عاطفہ سببیہ تَرَى باب فتح کا مضارع مثبت معروف رُؤْيَةٌ سے مشتق ہے۔ اس کا فاعل ہے اَنْتَ ضمیر مخاطب پوشیدہ الْوَدْقَ۔ الف لام حرفی عہد خارجی وَدْقٌ۔ باب ضَرَبَ کا حاصل مصدر۔ لغوی ترجمہ ہے اترنا اوپر سے نیچے۔ اسی مناسبت سے آٹھ معنی میں مشترک ہے۔ ۱۔ مینہ کی بارش یہی یہاں مراد ہے۔ ۲۔ برسنا سخت بارش۔ ۳۔ مانوس ہونا۔ ۴۔ مائل ہونا۔ ۵۔ نازل ہونا۔ ۶۔ اسی سے وَدِيْقه گرمی کی شدت وَدِيْقه تر و تازہ مقام۔ ۷۔ مَوْدِقٌ سبزہ اور بارش کا مقام۔ ۸۔ وَادِقٌ تیز تلوار۔ اگر باب افعال میں لایا جائے تو اِيْدَاقٌ بمعنی مینہ برسانا۔ وَدْقٌ موصوف۔ يَخْرُجُ باب نَصَرَ کا مضارع حال مثبت معروف خُرُوْجٌ سے مشتق ہے بمعنی نکلنا۔ اس کا فاعل ضمیر صیغہ جس کا مرجع ہے وَدْقٌ۔ مِنْ جارہ بعضیت کا ترجمہ ہے میں سے خِلٰلِ۔ اسم مفرد ظرفیت مکانی کے لیے معنی ہے بیچ، درمیان مضاف ہے ہٖ ضمیر مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے يَخْرُجُ کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صفت ہے وَدْقٌ کی مرکب توصیفی مفعول بہ ہے تَرَى کا وہ فعل فاعل مفعول مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہے يَجْعَلُ کے جملے پر وہ دونوں عطف مل کر پھر معطوف علیہ ہے۔ وَاؤ عاطفہ يُنَزِّلُ باب تفعیل کا مضارع مثبت معروف اس کا مصدر ہے تَنْزِيْلٌ۔ نَزْلٌ سے بنا ہے بمعنی اتارنا اس کا فاعل ضمیر صیغہ مرجع اللہ تعالیٰ۔ ۱۔ مِنَ السَّمَآءِ اور ۲۔ مِنْ جِبَالٍ۔ ۳۔ اور

فِیۡهَا۔ ۴۔اور مِنۡ بَرَدٍ۔ یہ چاروں جار مجرور متعلق ہیں یُنَزِّلُ کے وہ سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ ف عاطفہ یُصِیۡبُ۔ باب افعال کا مضارع مثبت معروف اس کا مصدر ہے اِصَابَۃ۔ صَیۡبٌ سے بنا ہے ترجمہ ہے ڈالنا۔ جار مجرور متعلق ہے یُصِیۡبُ کا مَنۡ اسم موصول یَّشَآءُ۔ باب فتح کا مضارع مثبت معروف ضمیر صیغہ فاعل مرجع اللہ تعالیٰ یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہے مَنۡ کا یہ موصول صلہ مل کر مفعول بہ ہے یُصِیۡبُ کا یہ فعل فاعل مفعول بہ متعلق مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واوٗ عاطفہ۔ یَصۡرِفُ۔ باب ضَرَبَ فعل مضارع مثبت معروف صرف سے مشتق ہے بمعنی پھیر دینا ضمیر صیغہ اس کا فاعل ہے۔ مرجع اللہ تعالیٰ۔ ہٗ ضمیر مفعول بہ ہے اس کا مرجع سَحَابًا ہے۔ عَنۡ حرف جر ز والی مَنۡ موصول۔ یَّشَآءُ یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صلہ ہے مَنۡ کا یہ موصول صلہ مل کر مجرور ہے عَنۡ سے۔ جار مجرور مل کر متعلق ہے یَصۡرِفُ کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہے یُصِیۡبُ کے جملے پر وہ دونوں عطف مل کر معطوف ہوا یُنَزِّلُ کے جملے پر وہ معطوف ہے یَجۡعَلُ کے جملے پر پھر وہ دونوں عطف معطوف ہوئے یُؤَلِّفُ کے جملے پر وہ معطوف ہے یُزۡجِیۡ کے جملے پر پھر یہ سب معطوف مل کر خبر ہے اَنَّ کی۔ اَنَّ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مفعول بہ ہے لَمۡ تَرَ کا وہ فعل فاعل مفعول مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو گیا۔ یَکَادُ سَنَا بَرۡقِهٖ یَذۡهَبُ بِالۡاَبۡصَارِ ۞ ۔ یَکَادُ فعل مُقاربہ مضارع صیغہ واحد مذکر غائب۔ سَنَا۔ اسم مفرد جامد مذکر۔ ترجمہ ہے تیز چمک۔ مضاف ہے بَرۡق اسم مفرد جامد مذکر۔ بمعنی بجلی مضاف الیہ ہے اور مضاف ہے ہٖ ضمیر واحد مذکر مجرور متصل کا۔ اس کا مرجع ہے سَحَابًا۔ سَنَا بَرۡقِهٖ۔ ڈبل مرکب اضافی یہ اسم ہے یَکَادُ۔ کا۔ یَذۡهَبُ۔ باب فتح کا مضارع مثبت معروف۔ ذَهۡبٌ سے مشتق ہے۔ ترجمہ ہے لے جانا، ختم کر دینا۔ اس کا فاعل پوشیدہ ضمیر صیغہ۔ جس کا مرجع سَنَا ہے۔ بَ جارہ مفعولیت کی۔ اَلۡاَبۡصَارِ۔ اسم جمع مکسر منصرف اس کا واحد ہے بصَارت یعنی بینائی آنکھ کی۔ مگر قلب وعقل کی بینائی کو بصیرت کہتے ہیں اَبۡصَارٌ کی جمع المنتہیٰ کو بَصَائِرُ کہتے ہیں۔ اَلۡاَبۡصَارِ مجرور ہے بَ جارہ سے۔ متعلق ہے یَذۡهَبُ کا وہ فعل فاعل متعلق مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے یَکَادُ کی۔ یَکَادُ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ فعلیہ مقاربہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ

اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یُسَبِّحُ لَهٗ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ الطَّیۡرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ کُلٌّ قَدۡ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَ تَسۡبِیۡحَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیۡمٌۢ بِمَا یَفۡعَلُوۡنَ ۞ ۔اے محبوب آسمانی وحبیب لامکانی ورسول عالمینی کیا تم نے سیر معراج ومشاہدہ کائنات میں اپنی نگاہوں سے نہیں دیکھا کہ بیشک اللہ تعالیٰ ہی وہ ہے جس کی تسبیح و پاکیزگی بیان کرتی ہے وہ تمام مخلوق جو آسمانوں اور زمین کے ظاہر و باطن میں ہے۔ جن وملک انسان، شجر، حجر، حیوان، سرنگوں ہو کر اور ہواؤں فضاؤں میں صغیر وکبیر پرندے پر پھیلا کر۔ اَلَمۡ تَرَ۔ فرمانے کا مقصد یہ کہ مخلوقات کی حمد وثنا والی تسبیح سننے سمجھنے والے کے لیے تین علم ضروری ہیں۔ ۱۔علم رویۃ وبصارت۔ ۲۔علم فہم و فراست۔ ۳۔علم مشاہد وقربت۔ یعنی تسبیح خوان کو دیکھ سکے ان کی بولی جان سکے ہر مخلوق پر شاہد وقریب بھی ہو سکے۔ یہ تین علمی قوتیں مخلوق میں صرف نبی کریم آقا ﷺ کو عطا ہوئیں۔ اس لیے اَلَمۡ تَرَ کا صیغہ واحد وخطابی ارشاد ہوا اور آپ نے ہی کائنات ارضی سماوی وتمام مخلوقات ارضی سماوی کا مشاہدہ معراج میں ہر طرح فہم وقرب سے فرمایا دیگر آیتوں روایتوں سے بھی ثابت کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام سب مخلوق کی بولیاں جانتے سمجھتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ سے اونٹوں، ہرنیوں، چڑیوں نے

فریادیں کیں۔ کنکریوں نے کلمے پڑھے پتھروں نے سلام کئے۔ یہاں مَنْ فرمانے کے دو مقصد ہو سکتے ہیں یا یہ کہ عالمین میں ذی عقل مخلوق زیادہ ہے سب سے زیادہ ملائکہ، پھر جنات، پھر حیوانات، پھر انسان۔ اور اکثریت کا ہی ذکر کرنے میں اقلیت شامل ہے یا اس لیے کہ تسبیح خوانی کے اعتبار سے سب مخلوق کو ذی عقل قرار دیا گیا۔ اگرچہ ہر ایک کی نماز و تسبیح لفظاً، معناً، طریقتاً، زباناً مختلف ہے۔ یُسَبِّحُ فرما کر بتایا گیا کہ یہ تسبیح وصلوٰۃ اضطراری و مجبوری کی نہیں بلکہ اختیاری ہے۔ ہر ایک نے جان لیا پہچان لیا اپنی نماز و تسبیح کو الفاظ بھی طریقہ بھی۔ کسی نے تعلیم الٰہی سے کسی نے تربیت نبوی سے کبھی الہام سے کبھی پیغام سے۔ کسی نے فیضان حکمت سے کسی نے جبلت قدرت سے۔ اس طرح کہ عالم ازل میں سب سے پہلے رب تعالیٰ نے اپنے حبیب کو پڑھایا سکھایا۔ اور عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ (نساء: ۱۱۳) کی سند علمی عطا فرمائی پھر جب ملائکہ پیدا کیے گئے تو عالم امر میں ہی ملائکہ کو ان کی نماز و تسبیح تعلیم الٰہی و تربیت مصطفوی سے سکھائی گئی۔ چنانچہ (بقرہ: ۱۲۹) وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ۔ ترجمہ وہ نبی ان کو سکھاتا ہے کتاب حکمت پھر بموقعہ معراج بیت المقدس میں انبیاء کرام علیہم السلام کو فرائض تہجد اور بیت المعمور آسمانی میں ملائکہ علیہم السلام کو وتر واجب پڑھا کر نماز اسلامی کی عملی تعلیم عطا فرمائی اور جنات کو مقام نخلہ میں نماز فجر پڑھا کر نماز اسلامی کی تعلیم دی بازار عکاظہ جاتے ہوئے سفر طائف سے واپسی پر مقام نخلہ طائف و مکہ کے درمیان ہے یہ جنات علاقہ نصیبین کے تھے (از نور العرفان صفحہ ۹۱۳) حشرات شجرات کو القاء فطری سے تعلیم کبریائی عطا ہوئی خیال رہے کہ فرضیت نماز کے بعد ایک بار جبرئیل علیہ السلام کا امام نماز بننا اور نبی کریم ﷺ کا مقتدی بننا تعیین اوقات کا تربیت عمل سے پیغام الٰہی پہنچانا تھا نہ کہ تعلیم۔ یہ بھی خیال رہے تمام ملائکہ و جنات و انسان کی نمازوں کا طریقہ و اوقات و رکعات اور مدارج فرضی واجبی نفلی، سنتی اور نماز کے اندرونی بیرونی شرائط و ارکان، واجبات مستحبات سب یکساں ہیں۔ اور چونکہ جن و ملائکہ کی جسمانیت مختلف نیز نواقض غسل وضو کی علت نہیں اس لیے نہ ان پر غسل فرض نہ وضو۔ باقی عبادات یکساں اپنے اپنے جسموں سے ادا کرنا فرض ہے۔ ان تین مخلوق کے علاوہ مخلوق کی عبادت میں ہر چیز مختلف ہے اور اللہ تعالیٰ ان تمام اعمال افعال کو ہر وقت جاننے والا ہے جو افراد مخلوق عالمین میں کرتے ہیں یا ارادہ رکھتے ہیں۔ قرآن مجید میں تین ہستیوں کا تعلق عالمین سے بیان فرمایا گیا ہے۔ اوّلاً اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا۔ کہ فرمایا گیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۝ سورۃ فاتحہ آیت ا۔ دوم رحمت نبی کریم ﷺ کا کہ سورۃ انبیاء آیت ۱۰۷ میں ارشاد ہے۔ وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۝ سوم قرآن مجید کا کہ سورۃ قلم آیت ۵۲ میں ارشاد ہے۔ وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ اس تعلق عالمینی سے ثابت ہوا کہ اگرچہ سب کی صلوٰۃ و تسبیح جدا ہے مگر تعلیم سب کی کتاب مبین قرآن مجید سے ہی ہے۔ اور معلم اول رب تعالیٰ و معلم ثانی نبی کریم ﷺ ہیں۔ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ۝ ۔ اور تمام آسمانوں و پوری زمین کی ازلی ابدی کلی حقیقی بادشاہت اللہ تعالیٰ کی ہی ہے اسی کا سب ملک ہے آسمانوں کے رزق کا زمینوں کی غذاؤں کا وہی خالق و مالک ہے قالب و قلب پر ہواؤں فضاؤں پر اسی کی سلطنت ہے ظہور و خفا میں اوّلاً۔ فنا و بقا میں آخراً اسی کا حکم نافذ ہے حیات میں اعمال پر ممات میں حساب پر۔ اسی لیے تمام حساب دینے والوں جزا لینے والوں نے اسی قادر و قیوم کی بارگاہ قضا و قدر کی طرف لوٹنا ہے۔ تب وہی عطا فرمائے گا ہر بندے کو سزا بھی جزا بھی عدل کے حساب سے فضل کے کمال سے۔ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ

یَجْعَلُهٗ رُكَامًا۔ اے نبی صرف تم ہی دیکھتے ہو اپنی نگاہ بدنی چشم بصیرت نظر ظاہری بصیرت باطنی سے قدیر کی قدرت حکیم کی حکمت خلاق کی خلقت کو۔ کیا تم نے نہ دیکھا کہ بیشک اللہ تعالیٰ ہی اپنی قدرت سے بطریقہ حکمت آہستہ آہستہ چلاتا ہے بادلوں کے ٹکڑوں کو پھر کسی علاقے پر لا کر ان کو جوڑ دیتا ہے آپس میں۔ حدیث مقدس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ چار ہوائیں چلاتا ہے۔ پہلی ہوا زمین کے بخارات و دخانات و غبارات بنا کر او پر اڑاتی ہے۔ بخارات پانی سے۔ دخانات آگ سے غبارات مٹی سے بنتے ہیں یہی مخلوقات زمینی کے چار عنصر ہیں۔ انسانات، حیوانات میں چاروں جمع ہیں۔ دیگر مخلوق میں ایک ایک عنصر۔ پھر رب تعالیٰ دوسری ہوا بھیجتا ہے جو ان بخار و دخان و غبار کو بادل بنا دیتی ہے سفید پھر پیلا پھر کالا۔ کہیں چھوٹا ٹکڑا کہیں بڑا۔ پھر تیسری ہوا چلتی ہے۔ جو ان چھوٹی بڑی ٹکڑیوں کو جوڑ دیتی ہے اسی تالیف و ترکیب سے بکھرے بادل رکام یعنی تہہ بر تہہ موٹا بادل بن جاتا ہے۔ پھر چوتھی ہوا چلتی ہے جو اسی موٹے رکام بادل سے ٹھنڈا میٹھا پانی برساتی ہے۔ یہ سب کچھ آقا محبوب ﷺ کی نگاہ حقیقت بین دیکھتی ہے۔ فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْۢ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ ؕ ۔ تو اے حبیب کریم نبی عمیم تم اپنی نگاہ بصیرت مشاہدہ حقیقت سے دیکھتے جانتے ہو ان بارشی قطروں کے طریقہ تنزیل و حقیقت تخلیق و ظہور وجود کو جو نکلتے ہیں اس بادل کے درمیان سے۔ خیال رہے کہ غبار و دخان و بخار کا اڑنا، ہواؤں کا چلنا، بادلوں کا رینگنا۔ پھر جڑ نا رُکامًا بننا۔ بارشی قطروں کا ٹپکنا۔ اولے بننا بن کر پڑنا۔ رعد کا کڑکنا۔ برق کا چمکنا۔ نگاہوں کا اچکنا تو سب دیکھتے جانتے ہیں عوام و خواص بھی فلاسفہ و سائنسدان بھی مگر اِنَّ اللّٰهَ کے دست قدرت کی کارکردگی و حقیقت حکمت کی درستگی کو تو نگاہ مصطفیٰ و علم مجتبیٰ کے سوا نہ کوئی جان سکے نہ دیکھ سکے۔ اسی لیے تینوں جگہ صرف رویت محمدی کی قوت کا اظہار فرمایا۔ ۱۔ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ کی تسبیح مخلوقات میں۔ ۲۔ اَلَمْ تَرَ یُزْجِیْ کے فلکیاتی غیوب میں۔ ۳۔ فَتَرَى الْوَدْقَ کے تخلیقی علوم میں۔ فَتَرٰی کے تعلق وَدْق اور یَخْرُجُ کی کیفیت وَ یُنَزِّلُ کی حقیقت اور فَیُصِیْبُ وَیَصْرِفُ کی حکمت۔ یَکَادُ کی سینۃ یَذْهَبُ کی عملیت سب علم مصطفیٰ میں ہیں۔ اسی لیے فرمایا گیا کہ اے نبی کیا تم نہیں دیکھتے۔ یعنی دیکھتے ہو کہ دیگر قدرتوں کے علاوہ اور وہی نازل فرماتا ہے آسمانوں کے پہاڑوں میں سے ان میں کی کچھ برف ٹھنڈ بنا کر۔ تو وہ برف کے موٹے اور سخت اولے مصیبت بنا کر جس پر چاہتا ہے اللہ تعالیٰ برسا دیتا ہے۔ مالی، جانی، زرع، ضرع و ثمرہ کی ہلاکت بنا کر۔ زرع غلوں کے کھیت، ضرع دودھ کے چوپایہ چرندے۔ ثمرہ باغوں کے پھل بوٹے اولوں سے ان کی ہی تباہی ہوتی ہے۔ بہت سے انسان بھی مر جاتے ہیں سر پھٹ جاتے ہیں اور پھیر دیتا ہے اللہ تعالیٰ اپنا رحم و کرم فرما کر جس قوم و فرد سے چاہے اولے پڑنے کی اس ہلاکت و تباہی والی مصیبت کو۔ یاد رہے کہ جس طرح زمین پر خشک و سرسبز پتھروں کے پہاڑ ہیں اسی طرح قدرت الٰہی نے آسمان اول پر بھی کچھ پہاڑ بنائے ہیں۔ ان پہاڑوں سے اولوں کی شکل میں بادلوں میں سے گزر کر برف نیچے آتی ہے اور قوت قدرت سے بادل جس طرح اپنے اندر بے شمار پانی لیے پھرتے ہیں۔ اسی طرح کروڑوں ٹن وزنی برف کے اولے اٹھائے پھرتے ہیں۔ اولہ برف کے سخت گولے کو کہتے ہیں جن کے سائز مختلف ہوتے ہیں سب سے چھوٹا مسور کے دانے برابر اور سب سے بڑا چھوٹے خربوزے کے برابر۔ لفظ بَرَدٍ عام ہے ہر قسم کی جمی اور بکھری آسمانی برف کے لیے۔ مگر یہاں صرف موٹے و بڑے اولے مراد ہیں کیونکہ بکھری برف آسمانی بادل کی طرف سے۔

پہاڑوں اور جزیروں پر سفید روئی کی طرح گرتی ہے صرف سردیوں میں اور بہت اونچے پہاڑوں پر بارہ مہینے، چھوٹے اولے کسی کا کچھ نقصان نہیں کرتے بلکہ ان سے کھیتوں کو بہت قسم کا فائدہ ہوتا ہے۔ یہاں موٹے اولے مراد ہیں۔ یَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ﴿۴۳﴾۔ کیا عجیب شاہکار قدرت ہے کہ زمین سے بخارات اور بخارات سے بادل۔ بادل میں پانی۔ پانی میں آگ کی بجلی۔ بجلی میں کڑک اور کڑک میں چمک ایسی تیز وسخت کہ قریب ہے کہ اچک لے جائے انسانوں، حیوانوں کی بڑی تیز نگاہیں ظاہراً ان دونوں کو دیکھتے سب ہیں مگر حقیقت باطنی کو صرف نگاہ نبوت ہی دیکھتی ہے۔ ان کو سن کر ہر زبان قال کہتی ہے فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ﴿۱۴﴾۔

ان آیات میں اختلافی اقوال

یہاں دونوں اَلَمْ تَرَ اور فَتَرَى کے معنی میں چار قول۔ ۱۔ اکثر علماء نے فرمایا اس کا معنی ہے آنکھوں سے دیکھا۔ ۲۔ بعض نے کہا۔ معنی ہے کیا تم نے جانا۔ ۳۔ بعض نے کہا۔ کیا تم نے وحی سے معلوم کیا۔ ۴۔ بعض نے کہا معنی ہے کیا تم نے مکاشفے سے معلوم نہ کیا۔ پہلا قول درست ہے کیونکہ لغت کے مطابق باقی اقوال ذاتی تخیل ہے لہٰذا غلط ہے اَلطَّيْرُ کی قرأت وترکیب میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت اَلطَّيْرُ۔ مرفوع ہے کیونکہ مَنْ پر عطف ہے۔ ۲۔ بعض کی قرأت اَلطَّيْرَ ہے۔ زبر سے کیونکہ واؤ بمعنی مع ہے اور یہ مفعول مَعَهٗ ہے مَنْ کا صٰٓفّٰتٍ کی قرأت وترکیب میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت صٰٓفّٰتٍ ہے ت پر زیر۔ کیونکہ حال ہے اَلطَّيْرُ کا۔ ۲۔ بعض کی قرأت صٰٓفّٰتٌ ہے ت پر ضمہ۔ کیونکہ خبر ہے اَلطَّيْرُ مبتدا کی۔ قَدْ عَلِمَ کی قرأت میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت قَدْ عَلِمَ ہے۔ سمع سے۔ ۲۔ بعض کی قرأت قَدْ عَلَّمَ ہے تفعیل سے يَفْعَلُوْنَ کی قرأت میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت يَفْعَلُوْنَ ہے۔ ۲۔ بعض کی قرأت تَفْعَلُوْنَ ہے۔ يُؤَلِّفُ کی قرأت میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت يُؤَلِّفُ ہے تفعیل سے۔ ۲۔ بعض کی قرأت يُؤْلِفُ ہے افعال سے۔ اَلْوَدْقَ کے معنی میں دو قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا وَدْقٌ کا معنی ہے بارش۔ ۲۔ بعض نے کہا بجلی۔ خِلٰلِهٖ کی قرأت ولفظ میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت خِلٰلِهٖ ہے مرکب اضافی یہ جمع ہے خَلَلٌ کی جیسے جِبَالٌ جمع ہے جَبَلٌ کی۔ ۲۔ بعض کی قرأت خَلٰلِهٖ ہے ہمزہ سے اور خلال خود واحد ہے جمع نہیں ہے بروزن حِجَابٌ۔ حِجَازٌ۔ مِنَ السَّمَآءِ۔ مِنْ جِبَالٍ۔ مِنْۢ بَرَدٍ۔ ان تینوں کے مِنْ میں پانچ قول۔ ۱۔ بعض نے فرمایا یہ تینوں بعضیت کے لیے ہیں۔ یعنی آسمان کے کچھ حصے کی طرف سے۔ کچھ پہاڑوں سے کچھ برف۔ ۲۔ بعض نے کہا تینوں زائدہ ہیں۔ ۳۔ بعض نے کہا پہلا زائدہ۔ دوم سوم تبعیضیہ۔ ۴۔ بعض نے کہا پہلا تبعیضیہ دوم سوم زائدہ۔ ۵۔ بعض نے کہا یہ پہلا ابتدائیہ دوم تبعیضیہ سوم بیانیہ یہی صحیح ہے۔ يُصِيْبُ بِهٖ کی ہ اور يَصْرِفُهٗ کی ہ ضمیر کے مرجع میں دو قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا اس کا مرجع بَرَدٍ ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا وَدْق ہے يَكَادُ سَنَا کی قرأت میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت يَكَادُ سَنَا ہے۔ ۲۔ بعض کی قرأت يَكَادُ سُنَا ہے سین پر شد۔ سَنَا بَرْقِهٖ کی قرأت میں تین قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت سَنَا بَرْقِهٖ ہے۔ ۲۔ بعض کی قرأت سَنَا بُرَقِهٖ ہے۔ بُرَق وَبُرْقَةٌ کی جمع۔ ۳۔ بعض کی قرأت سَنَاءُ بَرْقِهٖ ہے۔ سَنَا و سَنَاءُ کا ترجمہ ایک ہی ہے کڑک چمک کچھ نے کہا سنا کا معنی کڑک اور سناء کا معنی بلند۔ عربی میں سَنَا ایک دوائی کے پودے کا بھی نام ہے۔ يَذْهَبُ کی قرأت میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت يَذْهَبُ ہے باب فتح سے۔ ۲۔ بعض کی قرأت يُذْهِبُ ہے افعال سے۔

فائدے

ان آیات سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ **پہلا فائدہ:** نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کے علم سکھائے یہ فائدہ اَلَمْ تَرَ فرمانے اور دیگر احادیث مقدسات سے حاصل ہوا۔ صحابہ کرام و اولیاء کاملین کو بھی بہت سے شجر و حجر حیوانات کا علم آتا ہے۔ چنانچہ تفسیر بیان جلد ششم ۱۶۴ پر بروایت اُبَیّ بن ثابت رضی اللہ عنہ ہے کہ امام جعفر صادق پرندوں کی بولیاں جانتے تھے جب غلاموں کی یہ شان ہے تو آقا کی کیا شان ہوگی۔ **دوسرا فائدہ:** تمام مخلوق زبان قال و اختیار حال سے اپنی اپنی نماز و تسبیح پڑھتی ہے نہ کہ زبان حال و اضطرار اجسام سے۔ یہ فائدہ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ فرمانے سے حاصل ہوا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ہر چیز کو زبان نُطق ملی ہے مثنوی میں ہے۔

نُطق آب و نُطق باد و نطق گِل ہست محسوس از حواس اہل دل

تیسرا فائدہ: نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کی ہر شان قدرت کے مظہر ہیں۔ اسی لیے آسمان و زمین کی کوئی مخلوق نبی کریم ﷺ سے علماً و رویۃً پوشیدہ نہیں ہے۔ یہ فائدہ اَلَمْ تَرَ کے سوال اقراری اور فتویٰ کی خبر حالی سے حاصل ہوا۔ لہٰذا مسلمانوں کو اعمال کرتے وقت یہ ذہن میں رکھنا چاہئے کہ اللہ رسول ہمیں دیکھ رہے ہیں۔

احکام القرآن

ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ:** تا قیامت غافلوں کو جھڑک و عبرت کی تنبیہ فرمائی جارہی ہے اے غافلو فاستو چرند و پرند کی صلوٰۃ و تسبیح سے عبرت پکڑو۔ غفلت و گناہ چھوڑو اپنی کمال اشرفیت علی الخلق کو پہچانو اور بچاؤ۔ جانوروں سے بدتر نہ بنو۔ یہ مسئلہ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ (الخ) کے بعد وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۝ سے مستنبط ہوا۔
دوسرا مسئلہ: ہر مسلمان کو تین عادتوں سے ہمیشہ بچنا چاہئے۔ ۱۔ حرص دنیا۔ ۲۔ لالچ۔ ۳۔ حصول دنیا کی جلد بازی۔ یہ بری عادتیں مسلمانوں کو کفار کی مثل حرام اشیاء کا شوقین بنا دیتی ہیں۔ ہر مسلمان کو یاد رکھنا چاہئے کہ ہر چیز کے خزانے رب تعالیٰ کے پاس ہیں جو کبھی ختم نہیں ہوسکتے اور ہر مسلمان کو قسمت و تقدیر پر یقین و شکر کرنا چاہئے۔ جو کچھ قسمت میں ہے وہ مل کر رہے گا لہٰذا جلد بازی، طمع لالچ حرص سے کچھ فائدہ نہیں نہ قسمت سے زائد مل سکے۔ یہ مسئلہ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ اور فَيُصِيْبُ وَيَصْرِفُهٗ (الخ) فرمانے سے مستنبط ہوا۔ دیکھو بادل اتنا برس کر بھی کہ ندی نالے دریا بھر جاتے ہیں ختم نہیں ہوتا۔ ویسا ہی رہتا۔ ثابت ہوا کہ بارش تو مثل چھلنی ذریعہ اور وسیلہ ہے پانی کا خزانہ کہیں اور ہی ہے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ **پہلا اعتراض:** یہاں فرمایا گیا يُسَبِّحُ لَهٗ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ یعنی شجرات حجرات حیوانات جنات ملائکہ و انسان نماز و تسبیح پڑھتے ہیں۔ یہ زبان قال کی تسبیح و نماز مراد ہے یا زبان حال کی اگر دونوں مراد ہیں تو حقیقت و مجاز کو جمع کر دیا گیا اور یہ محال و غلط ہے اور اگر صرف زبان قال کی نماز مراد ہے تو کچھ علما فرماتے ہیں کہ جنات انسان ملائکہ تو زبان قال کی نماز پڑھتے ہیں مگر شجر حجر حیوان زبان حال کی اور اگر زبان حال کی مراد ہے تو جن و انس ملائکہ کا ذکر نہ ہوا۔ اور سمٰوات والارض کہنا غلط ہوا۔ کیونکہ زبان قال کی نماز و تسبیح حقیقت ہے جبکہ زبان حال کی مجاز ہے۔ اس الجھن کا کیا حل۔

جواب: اس کے دو جواب۔ ایک یہ کہ تمام مخلوقات زبان قال و اعضاء اجسام سے ہی نماز و تسبیح کرتی ہے۔ یہ بات احادیث واقوال اولیاء اللہ سے ثابت ہے۔ دوم جواب یہ کہ یہاں اگر زبان قال و حال دونوں بھی مراد ہوں تب بھی حقیقت مجاز کا اجتماع نہیں ہے کیونکہ اجتماع یہ ہے کہ ایک چیز پر ایک ہی وقت میں ایک ہی لفظ کا حقیقی معنی بھی مراد لیا جائے اور مجازی معنی بھی مثلاً شیر کا حقیقی معنی ہے درندہ حیوان اور مجازی معنی بہادر انسان اب اگر زید کو شیر کہا جائے تو مراد صرف بہادر انسان ہو گا نہ کہ جنگل کا درندہ حیوان۔ اگر کوئی احمق درندہ حیوان بھی مراد لے تو یہ حقیقت و مجاز کا اجتماع ہوا اور یہی محال ہے۔ مگر آیت میں زبان قال والی دوسری مخلوق ہے۔ زبان حال والی دوسری لہٰذا نہ حقیقت و مجاز کا اجتماع ہوا نہ محال ہوا۔ **دوسرا اعتراض:** یہاں فرمایا گیا۔ ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ لفظ بَيْنَ دو چیزوں کے درمیان کے لیے بولا جاتا ہے مگر بادل اپنی جنسیت کے اعتبار سے ایک چیز ہے اور ٹکڑوں کے اعتبار سے کثیر ہیں۔ تثنیہ بہرحال نہیں تو پھر یہاں بَيْن کیوں ارشاد ہوا۔ **جواب:** یہ بات ہی غلط ہے کہ بَيْنَ دو درمیان کے لیے بولا جاتا ہے۔ بلکہ اکثر لفظ بَيْنَ کثرت کے درمیان کے لیے بولا جاتا ہے مثلاً کہا جاتا ہے۔ بَيْنَ الْاَشجار۔ بین الْاَحجار بین الحیوانات۔ اردو میں کہا جاتا ہے۔ آدمیوں کے درمیان میں سے۔ تو اسی طرح یہاں بھی کثرت سَحَابٌ مراد ہے جنساً اگرچہ سب ایک ہے مگر نوعاً مختلف کوئی چھوٹا ٹکڑا کوئی بڑا۔ کوئی سفید کوئی پیلا کوئی کالا۔ کوئی پانی والا کوئی اولوں والا وغیرہ۔ **تیسرا اعتراض:** اس کی کیا وجہ کہ یہاں فرمایا گیا۔ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيهَا مِنْۢ بَرَدٍ۔ تین بار مِنْ فرمایا گیا۔ اس تکرار کا مقصد کیا۔ اگر اس طرح ہوتا۔ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ جِبَالٍ بَرَدٍ۔ یعنی نازل فرماتا ہے آسمان سے برف کے پہاڑ یا اس طرح ہوتا۔ وَيُنَزِّلُ مِنْ جِبَالٍ فِى السَّمَآءِ بَرَدٍ۔ یعنی نازل فرماتا ہے ان پہاڑوں سے جو آسمان میں ہیں بردکو۔ کیا یہ درست نہ تھا۔ تکرار مِنْ سے بچ جاتے۔ **جواب:** تین بار مِنْ فرما کر تین باتیں بتائی گئیں۔ ا۔ ابتداء نزول کا مقام۔ ۲۔ نزولِ برد کی مقدار۔ کہ سب نہیں کچھ۔ ۳۔ جنسیتِ شیءِ۔ اسی لیے پہلا مِنْ ابتدائیہ ہے اس نے ابتداء مقام بتائی کہ آسمان کی طرف سے دوسرا مِنْ بعضیت کا اس نے مقدار بتائی کہ کچھ برد نہ کہ سب۔ تیسرا مِنْ بیانیہ ہے۔ اس نے چیز کی جنسیت بتائی کہ جبال برد ہی کے ہیں نہ کہ پتھر کے اس لیے تینوں جگہ مِنْ فرمانا ہی درست ہے۔

تفسیر صوفیانہ

اے مشاہدۂ عرفانی والی نگاہ قدوسی کیا تو نے مکاشفہ خلوت میں نہ دیکھا کہ سمٰوات روحانی و زمین جسمانی کی ہر حرکت ظاہری باطنی اپنے رب تعالیٰ کے لیے صفات جلالی جمالی کی نماز و تقدیس ذاتی کی تسبیح پڑھتی ہے اور قوت قلبیہ کے پرندے قدرت سریہ کی فضاؤں میں مراقبوں کے پر پھیلائے اپنے وجود مراتب میں نور سکینہ کی ہواؤں سے مستقیم ہو کر نماز و تسبیح میں مشغول ہیں نہ کوئی اپنی حد سے بڑھ سکتا ہے نہ رک سکتا ہے۔ کیونکہ وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ (صافات: ۱۶۴) اور سب جانتے ہیں کہ ہمارا مقام عبادت کیا ہے جسم روحانی کے ہر عضو مسافر نے جان لیا اپنی نماز اسرار و تسبیح افکار کو القاء کبریائی کی تعلیم سے کہ ادا کر رہا ہے سلطنت ربانی کی مسخر صفوں میں حفاظت رحمانی و تربیت نبوی سے۔ مشاہد توحید کی تسبیح ان صفات کی مظہر ہے جو مخصوص ہیں ذات قدیم کے لیے اور صرف اللہ تعالیٰ ہی جاننے والا ہے اہل قلوب و اہل نفوس کے افعال سریہ مخفیہ کو جو وہ

کرتے ہیں۔ نماز طریقت وتسبیح حقیقت کی تین قسمیں۔ ۱۔ نماز وتسبیح عقلاء کی زبان قال وجسم حال سے یہ عبادت ملائکہ کی غذا۔ جن وانس کی دوا ہے۔ ۲۔ عبادت حیوانات زبان حاجات وصورت دلالات سے۔ ۳۔ عبادت نماز وتسبیح جمادات زبان اشارات ومظہر آیات سے۔ حیوانات کی عبادت ان کے لیے حیات زمینی ہے۔ جمادات کی عبادت ان کے لیے بقاء زمینی ہے ہر مخلوق کو مناسب حال شعور بخشا گیا۔ نماز قیام عبودیت ہے اور تسبیح ثناء ربوبیت ہے۔ ہر جہان ملکوت ہے اور ہر ملکوت۔ فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ کا مظہر ہے (سورۃ یٰسین آیت ۸۳) ملکوت بقاء حیات ہے اور مَلَکُوتیۃ روحانی قابلیت ہے۔ یہ قابلیت انسان میں سب سے زیادہ اسی لیے سورۃ والتین آیت ۴ میں ارشاد ہوا۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۝ ۔ اسی قابلیت سے انسان اشرف المخلوقات اور مومن اکرم افضل عارف بنایا گیا۔ اشرفیت محتاج ہے اکرمیت کی اور اکرمیت محتاج ہے افضلیت کی۔ پھر قابلیت ملائکہ۔ پھر جنات پھر حیوانات پھر نباتات پھر جمادات۔ جن وانس ملائکہ کا علم تعلیم نبوی سے۔ حیوانات نباتات جمادات کا شعور الہام الٰہی سے۔ اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی حقیقت کمالی ہے اور بندوں کا علم عطائی قدرت استعداد سے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی کا ملک ہے آسمانوں میں فیاضی سے اور زمین میں جوادی سے اور اسی کی طرف سب عابدین سالکین عارفین عاشقین وعاصین کا ٹھکانہ ہے بقا وفنا میں۔ اے توحید ومعرفت کے شاہد برحق کیا تو نے نگاہ تدبر سے نہ دیکھا کہ بیشک اللہ تعالیٰ اپنی قدرت حکمت سے شریعت طریقت معرفت صداقت حقیقت کے بادل چلاتا ہے آہستہ آیت آیت کر کے قلب مصطفیٰ کی بلندیوں کی طرف۔ کرم، رحم، محبوبیت، حبیبیت کی چار ہواؤں سے پھر انوار صفات وتجلیات ذات کے پانیوں سے بھر کر سینہ نبوی میں ان کو مخزن ومعدن رکام عرشی بنا دیتا ہے۔ پھر تو دیکھتا ہے کہ سینہ محمدی سے علم وعقل غیوب ظہور اسرار وانوار آیت وروایات کی بارشیں نکلتی ہیں اور نازل فرماتا ہے زمین ایمان کی طرف جب مکمل منکشف ہو جاتے ہیں مزاج احمدی میں جمال وجلال کے جبال بروز بان مصطفیٰ سے جواہر رشد وہدایت کے اولے اور حقائق علوم کی برف پھر یہ اسرار کے برد جمال ان ارواح مکرمین تک پہنچائی جاتی ہے جو عالم ازل میں قرب بارگاہ کی سبقت لے گئے ان کی لغزشیں انہی تنزیلی اولوں کے ذریعے مٹادی جاتی ہیں مگر جن سے یہ پھیر دیئے جاتے ہیں ان کو ان برد ودق سے محروم رکھا جاتا ہے اسی لیے ان کے گناہ باقی رہتے ہیں۔ قریب ہے کہ غضب الٰہی وناراضی مصطفائی سے نکلی ہوئی تجلی صفات کی کڑک برق معائنہ اغیار کے وقت غالب آجائے اور فنا کر دے نگاہوں کو۔ یا اللہ بچا ہم کو ضالین ومغضوبین سے۔

يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ؕ
پھیرتا ہے اللہ تعالیٰ رات اور دن کو
اللہ بدلی کرتا ہے رات اور دن کی
اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ ۝۴۴
بیشک ان سب قدرتوں میں البتہ دعوۃ غور ہے عقل والوں کے لیے

بیشک اس میں سمجھنے کا مقام ہے نگاہ والوں کو

وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ ۚ

اور اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا فرمایا ہر چلنے والے کو پانی سے تو کچھ ان میں سے وہ ہیں جو رینگتے ہیں اپنے پیٹ پر

اور اللہ نے زمین پر ہر چلنے والا پانی سے بنایا تو ان میں کوئی اپنے پیٹ پر چلتا ہے

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰٓى اَرْبَعٍ ؕ

اور کچھ ان میں سے وہ ہیں جو چلتے ہیں دو پیروں پر اور کچھ ان میں سے وہ ہیں جو چلتے ہیں چار پیروں پر

اور ان میں کوئی دو پاؤں پر چلتا ہے اور ان میں کوئی چار پاؤں پر چلتا ہے

يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۴۵﴾

پیدا فرما سکتا ہے اللہ تعالیٰ جو چاہے بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے

اللہ بناتا ہے جو چاہے۔ بیشک اللہ سب کچھ کر سکتا ہے

لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ؕ

البتہ نازل کیا ہے ہم نے ظاہر بیان کرنے والی آیتوں کو

بیشک ہم نے اتاریں صاف بیان کرنے والی آیتیں

وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴۶﴾

اور اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرماتا ہے جس کو چاہے سیدھے سچے راستے کی

اور اللہ جسے چاہے سیدھی راہ دکھائے

تعلقات

ان آیات پاک کا پچھلی آیات پاک سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آیات میں اللہ تعالیٰ کی رزق و غذا خوراک والی آسمانی نعمتوں کا ذکر فرمایا گیا۔ اب ان آیات میں آسمانی موسمی نعمتوں کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ بادل و بارش اور پہاڑی برف باری یہ سب غذائی نعمتیں ہیں کہ ان سے ہی کھیت و باغات ہیں اور دن رات کا آنا جانا اور ان میں تغیر و تبدل یہ موسمی نعمتیں ہیں۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیتوں میں بادل اور بارش کے بہتے و منجمد پانیوں کا ذکر فرمایا گیا اب ان آیات میں ان پانیوں کے فائدوں کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ **تیسرا تعلق:** پچھلی آیات میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ اپنی دنیوی نعمتیں بادل بارش وغیرہ جس کو چاہتا پہنچاتا ہے جس سے چاہتا ہے پھیر دیتا ہے۔ اب ان آیات میں فرمایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی

اخروی یعنی صراط مستقیم کی ہدایت والی نعمتیں جس کو چاہتا ہے پہنچاتا ہے جس سے چاہتا ہے پھیر دیتا ہے اگر دنیوی نعمتیں نہ ملیں تو بندے محتاج ہو جاتے ہیں اگر اخروی نعمتیں نہ ملیں تو بندے گمراہ ہو جاتے ہیں۔

تفسیر نحوی

یُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّیۡلَ وَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِكَ لَعِبۡرَةً لِّاُولِی الۡاَبۡصَارِ ﴿۴۴﴾ وَ اللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنۡ مَّآءٍ ۚ فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ یَّمۡشِیۡ عَلٰی بَطۡنِهٖ ۚ وَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ یَّمۡشِیۡ عَلٰی رِجۡلَیۡنِ ۚ وَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ یَّمۡشِیۡ عَلٰۤی اَرۡبَعٍ ؕ - یُقَلِّبُ باب تفعیل کا مضارع مثبت معروف صیغہ واحد مذکر غائب اس کا مصدر ہے تَقْلِیْبٌ قَلْبٌ سے بنا ہے ترجمہ ہے۔ بدلنا، پھیرنا، آگے پیچھے کرنا، یا الٹ پلٹ کرنا۔ یہاں مراد ہے آگے پیچھے یعنی چھوٹا بڑا کرنا۔ اللّٰهُ اس کا فاعل ہے۔ اَلَّیْلَ اسم مفرد جامد اس کی جمع ہے لَیَالِیْ۔ لَیْلَ بمعنی رات غروب آفتاب سے طلوع آفتاب تک یا طلوع فجر صادق تک مگر پہلا قول درست ہے یہ معطوف علیہ واوٗ عاطفہ النَّهَارَ اسم مفرد مشتق۔ نَهْرٌ سے مشتق ہے۔ لغوی ترجمہ ہے روشن ہونا۔ اسی مناسبت سے بارہ معنی میں مشترک ہے۔ ۱۔ روشن دن طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک یہاں یہی مراد ہے۔ ۲۔ کھلنا۔ ۳۔ کھولنا۔ ۴۔ پانی بہنا۔ ۵۔ بہتے پانی کی جگہ۔ ۶۔ فراخی۔ ۷۔ روشنی۔ ۸۔ وافر یعنی ضرورت سے زیادہ مقدار۔ ۹۔ دن میں دشمن کا حملہ۔ ۱۰۔ اچک لینا۔ ۱۱۔ جھڑکنا۔ ۱۲۔ مکان اور گھر کی بالکونی یعنی فرنٹ گارڈن۔ یہ معطوف ہے اَللَّیْلَ پر دونوں عطف مل کر مفعول بہ ہے یُقَلِّبُ کا وہ فعل فاعل مفعول مل کر جملہ خبریہ ہوگیا۔ اِنَّ حرف مشبہ فِیْ جارہ۔ ظرفیت معنوی کے لیے ذٰلِكَ اسم اشارہ بعیدی بمعنی اس۔ اس کا مشار الیہ یُقَلِّبُ کا عمل تقلیبی ہے۔ ذٰلِكَ مجرور ہے فِیْ سے یہ جار مجرور متعلق ہے پوشیدہ اسم مفعول مَوْجُوْدٌ کا۔ وہ اپنے نائب فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر مقدم ہے اِنَّ کی۔ لَعِبْرَةً۔ لام کَیْ برائے تاکید وتحقیق عِبْرَةً۔ اسم مادہ مصدر اصلیہ آخر میں ۃ مصدر یہ ہے۔ عَبْرٌ سے بنا ہے۔ ترجمہ ہے۔ ۱۔ بڑی نصیحت لینا۔ ۲۔ مقام غور وفکر۔ ۳۔ برائی ونقصان دہ سے ہٹ جانا بچ جانا۔ ۴۔ ایک موجودہ چیز کو کسی گذشتہ یا آئندہ چیز سے سچی مماثلت یا مشاکلت یا مشابہت دینا۔ ۵۔ دلالت سے علم اور علم سے یقین تک پہنچنا۔ ۶۔ عبرت وہ فکر وبصیر ہے جو جہالت وحیرت سے نجات دلائے۔ اسی سے ہے اعتبار بمعنی بھروسہ اور اسی سے ہے عُبُوْرٌ کہ ایک حال سے دوسرے حال یا ایک جگہ سے دوسری جگہ یا ایک طرف سے دوسری طرف منتقل ہو جانا مشاہدے کی معرفت سے مجہول تک پہنچ جانا معنی سے مخاطب تک پہنچنا۔ کسی تہہ تک پہنچ جانا یہ عُبُوْرٌ ہے۔ اسی سے تعبیر ہے یعنی خواب کا مطلوب مقصد۔ عِبْرَةٌ کی جمع ہے عِبَرٌ۔ اسی سے ہے عبارت بمعنی کلام فصیح۔ لام جارہ اُولِیْ اسم مشابہ جمع مذکر سالم اس میں دو اختلافی قول ہیں ایک یہ کہ یہ اسم مکبرہ ہے پانچ وجہ سے۔ ۱۔ یہ ذُوْ کی غیر لفظی جمع ہے۔ ۲۔ اس کا اعراب اَسْمَاءِ ستہ مکبرہ کی مثل حرفی ہے نہ کہ حرکتی یعنی رفع میں واوٗ۔ اُولُوْ اور نصب وجر میں ی اُولِیْ ہوتا ہے۔ ۳۔ یہ استعمال میں ہمیشہ مضاف ہو کر آتا ہے بغیر اضافت نہیں آتا۔ ۴۔ یہ ذُوْ کی مثل ہمیشہ کی طرح اسم ظاہر کا مضاف ہوتا ہے ضمیر کا مضاف نہیں ہوتا۔ ۵۔ اس کی تصغیر نہیں ہوتی ان وجوہ خمسہ سے اُولِیْ بھی مکبرہ ہے۔ قول دوم یہ مکبرہ نہیں دو وجہ سے۔ ۱۔ یہ ذُوْ کی جمع نہیں اس کی جمع ذُوُوْ ہے۔ ۲۔ اس کا اعراب ستہ مکبرہ کی طرح کلاً نہیں ہے مکبرہ کا حرفی اعراب نصب میں الف ہوتا ہے مگر اولو کا نصب میں ی ہے مگر اکثریت پہلے قول پر ہے۔ اُولِیْ مضاف

الْاَبْصَارِ مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے عِبْرَۃً مصدر کا دونوں مل کر شبہ جملہ ہو کر اسم اِنَّ ہے۔ وہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ واؤ سر جملہ اللّٰہُ مبتدا خلق۔ باب نصر کا ماضی مطلق۔ کُلَّ اسم تاکیدی مضاف ہے دَآبَّۃٍ۔ اسم مفرد مشتق دَبَّ مضاعف ثلاثی سے مشتق ہے باب نصر کا اسم فاعل مونث۔ یہاں اسم جامد ہے بمعنی جانور، حیوان۔ لغوی ترجمہ ہے نشان بنانا۔ اس مناسبت سے نو معنی میں مشترک ہے۔ ۱۔ آہستہ چلنا آگے بڑھنا۔ ۲۔ رینگنا۔ ۳۔ گھسٹ کر چلنا۔ ۴۔ پاؤں کے نشانات بناتے ہوئے چلنا۔ ۵۔ پیر پٹخنا اسی معنی سے ریچھ کو دَبابہ کہتے ہیں۔ ۶۔ گھوڑے کو دابہ کہا جاتا ہے۔ ۷۔ ڈھول کی آواز۔ ۸۔ قدموں کی چاپ۔ ۹۔ آج کل عرب میں فوجی ٹینک کو دَبّابہ کہتے ہیں۔ یہ مذکر مونث دونوں کے لیے بولا جاتا ہے۔ آخری ۃ وحدت کی ہے۔ یہ مضاف الیہ ہے کُلَّ کا۔ یہ مرکب اضافی مفعول بہ ہے خَلَقَ کا مِّنْ مَّآءٍ یہ جار مجرور متعلق ہے خَلَقَ کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ فَ حرف عطف مِنْهُمْ جار مجرور متعلق مقدم ہے يَّمْشِیْ کا مَنْ موصول يَّمْشِیْ باب ضَرَبَ کا مضارع حال مثبت معروف مَشْیٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے چلنا آگے بڑھنا۔ عَلٰی جارہ بمعنی بَ سببیہ۔ بَطْنِ اسم مفرد جامد بمعنی پیٹ ہٖ ضمیر نفسی مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے يَّمْشِیْ کا۔ یہ فعل اپنے ضمیر صیغہ فاعل اور مقدم و موخر دونوں متعلقوں سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہے مَنْ کا وہ موصول صلہ مل کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ۔ اگلا جملہ اسی ترکیب سے پھر معطوف علیہ۔ واؤ عاطفہ اگلی عبارت عَلٰۤى اَرْبَعٍ تک اسی ترکیب سے معطوف ہے۔ یہ تینوں عطف۔ ۱۔ عَلٰى بَطْنِهٖ۔ ۲۔ عَلٰى رِجْلَیْنِ۔ ۳۔ عَلٰۤى اَرْبَعٍ کے مکمل جملے مل کر معطوف ہے خَلَقَ کے جملے پر۔ وہ دونوں عطف مل کر خبر ہے مبتدا کی دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۴۵﴾ لَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اٰیٰتٍ مُّبَیِّنٰتٍ ؕ وَ اللّٰهُ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۴۶﴾۔ يَخْلُقُ فعل مضارع حال مثبت معروف خَلْقٌ سے مشتق ہے اللّٰهُ اس کا فاعل مَا اسم موصول يَشَآءُ باب فتح کا مضارع حال مثبت معروف شَیْءٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے چاہنا اس کا فاعل ضمیر صیغہ جس کا مرجع ہے اللہ تعالیٰ یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صلہ ہے۔ موصول صلہ مل کر مفعول بہ ہے يَخْلُقُ کا۔ وہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا اِنَّ حرف مشبہ بالفعل اللّٰهَ اس کا اسم عَلٰى جارہ فوقیت کی كُلِّ اسم تاکیدی مضاف ہے شَیْءٍ اسم حاصل مصدر بمعنی چاہت، پسندیدگی۔ یہ مضاف الیہ ہے كُلِّ کا یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق مُقدّم ہے۔ قَدِیْرٌ باب کَرُمَ کا اسم صفت مشبہ مبالغہ بمعنی اسم تفضیل واحد مذکر۔ معنی ہے ہمیشہ سے ہمیشہ تک بہت قدرت والا۔ اس کا فاعل ضمیر صیغہ جس کا مرجع ہے اللّٰهَ۔ یہ اسم صفت مشبہ اپنے فاعل اور متعلق مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے اِنَّ کی وہ اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ لام کیے تحقیقیہ بمعنی بیشک قَدْ اَنْزَلْنَاۤ باب افعال کا ماضی قریب مثبت معروف صیغہ جمع متکلم مرجع اللہ تعالیٰ یہ جمعیت فصاحت کلام کے لیے ہے۔ اٰیٰتٍ۔ اسم جمع مونث سالم موصوف ہے۔ مُّبَیِّنٰتٍ۔ باب تفعیل کا اسم فاعل جمع مونث۔ صفت ہے اس کا مصدر ہے تَبْیِیْنٌ اور تِبْیَانٌ اٰیٰتٍ مُّبَیِّنٰتٍ مرکب توصیفی مفعول بہ ہے قَدْ اَنْزَلْنَاۤ کا سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو گیا۔ وَ اللّٰهُ۔ واؤ سر جملہ۔ اللّٰهُ مبتدا۔ یَهْدِیْ۔ باب ضَرَبَ کا فعل مضارع حال مثبت معروف صیغہ واحد مذکر غائب هُدًى سے مشتق ہے۔ بمعنی ہدایت دینا یعنی سیدھا سچا راستہ دکھانا۔ اور منزل قرب تک پہنچانا اس کا فاعل ضمیر صیغہ مرجع اللہ تعالیٰ۔ مَنْ اسم موصول یَّشَآءُ۔ فعل با فاعل جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صلہ ہے مَنْ کا یہ موصول

صلہ مل کر مفعول بہ ہے یَهْدِیْ کا اِلیٰ حرف جر صِرَاطٍ اسم مفرد جامد بمعنی کھلا سیدھا راستہ۔ یہ موصوف ہے۔ مُسْتَقِیْمٍ باب استفعال کا اسم فاعل واحد مذکر۔ اس کا مصدر ہے اِسْتِقْوَامٌ۔ تعلیل نحوی سے ہوا اِسْتِقَامَةٌ قَوْمٌ سے بنا ہے بمعنی قائم رکھنا۔ قائم رہنا۔ یہ صفت ہے صِرَاطٍ کی وہ مرکب توصیفی مجرور ہو کر متعلق ہے یَهْدِیْ کا۔ وہ سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر ہے اللہ مبتدا کی دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ

يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۚ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ۝ ۔اے دنیا والو یاد رکھو کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی بدلتا رہتا ہے ہر رات اور ہر دن کو کبھی زیادتی کی۔ اس طرح کہ کبھی رات کا قبضہ ہو جاتا ہے دن کے کچھ حصے پر اور رات بڑی ہو جاتی ہے اور پھر کبھی دن کا قبضہ ہو جاتا ہے رات کے کچھ حصہ پر تو دن بڑا ہو جاتا ہے۔ ۲۔اور اس طرح بھی اللہ تعالیٰ ہی تغیر فرماتا ہے کہ کبھی رات کالے بادلوں سے اندھیری ہوتی ہے کبھی چاند کی چاندنی سے منور اور کبھی دن کالے بادلوں سے اندھیرا کبھی سورج کی دھوپ سے روشن۔ ۳۔کبھی دن خیر کبھی رات خیر۔ کبھی رات میں شر کبھی دن میں۔ ۴۔کبھی سردی میں کبھی گرمی میں۔ ۵۔اور تاریخی اعتبار سے رات ہمیشہ پہلے ہی ہوتی ہے مغرب سے شروع ہو کر فجر پر ختم۔ ۶۔پھر ایک ہی وقت میں کسی جگہ رات ہے کسی جگہ دن ہے۔ ۷۔کبھی دن رات پر بہار ہے کبھی خزاں۔ ۸۔کہیں برسات کہیں خشک سال۔ یہ تقلیب لیل و نہار نہ چاند کرتا ہے نہ سورج نہ ستاروں کا ظہور نہ بروج کا عروج نہ موسموں کا خروج نہ دہر نہ زمانہ۔ نہ کسی کا آنا جانا۔ کیونکہ یہ تمام آلہ کار ہیں نہ کہ فاعل مختار بلکہ حکم کبریائی کے بندگان کار۔ مُقَلِّبُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ تو صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ البتہ بیشک اس تغیر تبدل تقلب میں عبرت تفکر۔ اعتبار تدبر دلائل تذکر اشارۂ تعمل ہے کہ

ہمہ از بہر تو کارند و فرمانبردار   حیف باشد کہ تو فرماں نبری

اے عقل و بصیرت والو آج دنیا میں عمل و عقیدہ سنبھال کر عبرت و نصیحت پکڑ لو اس لیے کہ ہر مومن اُولِي الْاَبْصَارِ ہے اور اُولِي الْاَبْصَارِ پر واجب ہے عبرت فکر کرنا۔ نصیحت ذکر پکڑنا۔ ان آیتوں میں توحید الٰہی کے تین دلائل بیان فرمائے گئے۔ **دلیل اول** حالات زمین و آسمان۔ **دلیل دوم** مخلوق کی علویت سفلیت بلندی پستی۔ **دلیل سوم** حیوانات کی خلقت، ولادت، عادت، جبلت کے مختلف و متفرق حالات۔ بروایت حضرت ابو ہریرہ ایک حدیث قدسی میں ہے فرمایا آقا علیہ السلام نے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے يُؤْذِيْنِيْ ابْنُ آدَمَ يَسُبُّ الدَّهْرَ وَاَنَا الدَّهْرُ بِيَدِيَ الْاَمْرُ اُقَلِّبُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ۔ یعنی انسان مجھے ایذا دیتا ہے زمانے کو گالیاں دے کر حالانکہ میں ہی خالق زمانہ ہوں زمانے کو بنانے چلانے والا تمام امور میرے قبضے میں ہیں۔ میں ہی پھیرتا ہوں رات دن کو۔ وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ اور اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا فرمایا ہے تمام چلنے والوں کو۔ زمین کے اوپر ہوں یا اندر۔ پانی میں ہوں یا ہواؤں میں۔ ظاہر ہوں یا پوشیدہ بلندیوں پر ہوں یا پستیوں میں۔ پانی سے ہی جنساً بھی نوعاً بھی صنفاً جاندار ہونا ایک جنس ہے۔ گھوڑا گدھا ہونا الگ نوع ہے۔ مذکر مونث ہونا صنف ہے۔ حدیث مقدس میں فرمان نبوی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک جوہر پیدا فرمایا اس پر تجلی ہیبت ڈالی تو وہ جوہر پانی بن گیا۔ پھر اس پانی کو چار حصوں میں تقسیم فرمایا۔ نور، نار، ہوا، خاک۔ نور سے فرشتے۔ نار سے جنات۔ ہوا سے فلکیات۔ خاک سے ارض و ارضیات

جمادات نباتات حیوانات و آدم و آدمیان علیہ السلام۔ حور و غلمان کے اجسام شفاف كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ سے یہی کثافت کی شفافیت ثابت فرمائی گئی غرضکہ مادہ مخلوق کا اصل جوہر آب ہے یہ تخلیق جنسی ہے نوعاً اس طرح کہ سب مخلوق کا خمیر پانی سے ہی گوندھا گیا۔ سورۃ انبیا کی آیت ۳۰ میں ارشاد ہے۔ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ ۔ ترجمہ اور بنایا ہم نے ہر چیز کو پانی سے زندہ۔ اور فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر جاندار کو نطفے کے پانی سے پیدا فرمایا۔ یہ تخلیق صنفی کا ذکر ہے۔ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِیْ عَلٰی بَطْنِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِیْ عَلٰی رِجْلَيْنِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِیْ عَلٰۤی اَرْبَعٍ ؕ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ۝ ایسی قدرت و حکمت سے پیدا فرمایا کہ ان میں سے کچھ جانور اپنے پیٹ پسلیوں سے چلتے ہیں اتنی تیزی سے کہ ان کا رینگنا بھی مثل چلنے کے ہے جیسے کہ خشکی میں سانپ وغیرہ اور پانی میں مچھلی وغیرہ اور کچھ جانور اپنے دو پیروں پر چلتے ہیں۔ جیسے انسان اور زمینی و ہوائی پرندے اور کچھ جنگلی جانور مثلاً کینگرو جو دو پیروں پر اچھل اچھل کر چلتا ہے اور کچھ جانور چار پیروں پر چلتے ہیں۔ خواہ چار ہی پیر ہوں جیسے چوپائے یا زیادہ کسی کے چھ کسی کے آٹھ کسی کے بارہ کسی کے چالیس وغیرہ۔ مگر چلنے کی طاقت صرف چار پیروں میں ہی ہوتی ہے دو اگلے دو پچھلے پیروں میں۔ اگر چار سے زیادہ پیر والے کیڑے کے اگلے دو اور پچھلے دو پیر کاٹ دیئے جائیں تو باقی پیروں سے نہ چل سکے نہ بھاگ سکے نہ رینگ سکے اور اگر درمیان کے پیر کاٹ دیئے تو چلتا رہتا ہے اگرچہ آہستہ گرتا پڑتا چلے۔ غرضکہ چار سے زائد پیر قیام و قوت کا سہارا تو ہیں مگر ان میں چلنے کی طاقت نہیں ہوتی اسی لیے چار سے زیادہ پیروں کا ذکر نہ فرمایا گیا۔ ان حیوانات کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ پیدا فرماتا ہے جو چاہتا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر مشیت پر ہر وقت قادر ہے ازل قدیم سے ابد بعید تک۔ زمینی جاندار میں تیرہ قسم کے اختلافی حالات ہیں۔ ۱۔ جسمانی بناوٹ میں مختلف۔ ۲۔ اعضا میں۔ ۳۔ جسمانی وزن اور حجم میں۔ ۴۔ ولادت تناسل میں۔ ۵۔ مدت عمر میں۔ ۶۔ قوت جسمانی میں۔ ۷۔ جرأت قلبی میں۔ ۸۔ طریقہ پرورش میں۔ ۹۔ طریقہ رہائش میں۔ ۱۰۔ جبلی فطری عادات میں۔ ۱۱۔ انسیت محبت الفت وفا میں۔ ۱۲۔ آواز میں۔ ۱۳۔ فطرتی پیدائش مشغولیت و فنکاری میں مختلف۔ مثلاً کسی کا جسم بڑا، چھوٹا، لمبا ٹھگنا، موٹا، دبلا اور مثلاً بعض اعضاء میں مشترک بعض میں مختلف بعض منفرد۔ یعنی اجزا میں مشترک اعضاء میں مختلف کہ خون ہڈی، پٹھے بال گوشت پوست میں مشترک مگر بناوٹ شکل، صفت و تعداد اعضاء میں مختلف کہ کسی حیوان میں زیادہ کسی میں کم۔ کسی کے سینگ ہیں کسی کے نہیں کھوا بالکل جدا۔ پھر ان کی بناوٹ فوائد، کمیت کیفیت وضع قطع کارکردگی میں فرق اور کوئی وزنی کوئی ہلکا کہ مچھلی ہی مکھی برابر اور مچھلی ہی ہاتھی سے بڑی۔ رنگ و صورت سختی نرمی مختلف پھر کسی سے بچے کسی سے انڈے کسی کی تکمیل شکم مادر میں کسی کی بعد ولادت کچھ جانور کیڑے کی شکل میں جنم لیتے ہیں پھر کچھ دنوں بعد اصلی شکل پر آتے ہیں کسی کے پستان سینے پر کسی کے ناف کے نیچے۔ پھر کسی عضو کا ایک فائدہ کسی کا زیادہ مثلاً انسانی ہاتھ سے بائیس فائدے ہاتھی کی سونڈ کے ہاتھی کو دس فائدے کان کے چار فائدے کہ سماعت بھی، جھاڑن بھی، پنکھا بھی، بچاؤ بھی وائرلیس بھی حیوانات کی وطنیت میں اختلاف۔ کسی کا وطن صرف پانی، کسی کا دونوں جگہ خشکی بھی پانی بھی، کسی کی رہائش گھروں میں کسی کی گھونسلوں میں کسی کی سوراخوں میں کسی کی درختوں میں۔ طریقہ تنفس حرکات و سکنات مختلف کوئی گوشت خور کوئی سبزی خور کوئی دونوں چیزیں کھالے۔ کسی کی غذا پتوں پھولوں کا رس۔ کوئی ناک سے سانس لیتا ہے کوئی منہ سے کوئی

دونوں سے مکھی بھڑ، نحل مچھر وغیرہ مسامات سے سانس لیتے ہیں۔ کسی کا چلنا پسلیوں کی طاقت سے کوئی رینگ کر چلے کوئی تیر کر۔ مینڈک، بطخ، مرغابی، ریچھ، کتا، شیر، بھینس، بندر، پنجوں سے تیرتے ہیں۔ فنکاری میں کوئی شہد بنائے کوئی زہر بنائے کوئی شکاری کوئی چالاک کوئی بیوقوف کوئی سخت دل کوئی نرم دل کوئی رحم دل۔ آوازوں میں فرق کوئی چنگھاڑنے والا۔ کوئی ڈکرانے والا کوئی ہنہنانے والا کوئی چہچہانے والا کوئی بھونکنے کوئی اونکنے والا کوئی بالکل خاموش جیسے کیڑے مکوڑے حشرات۔ آمد و رفت میں فرق کوئی گروہ بنا کر رہنے والے کوئی صرف جوڑا جوڑا کچھ مکر والے کچھ عقل والے۔ کچھ حافظے والے کچھ حاسد کچھ مغرور۔ حیوانات زمینی کی یہ وہ کیفیات ہیں جو خالق کائنات نے انسان حیوان کی فطرت، جبلت میں رکھ دی ہیں۔ ہر جاندار پیدا ہوتے ہی اپنی کیفیاتی فطرت جبلت کو خود بخود دیکھ جاتا ہے۔ انسانی عقل فکر نظر علم حیوانات کے حالات کو احاطہ نہیں کر سکتے نہ کوئی عقل پوری واقف نہ کوئی فکر پوری واصل۔ بس خالق تعالیٰ ہی مطلع احوال حیوانات ہے اور واقف تعداد جنسیات ہے اور عالم حاجات وضروریات ہے۔ نہ کوئی اس کو مانع نہ کوئی اس پر غالب وہی قادر علی الکل ہے اور قابض بالکل ہے لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ يَهْدِیْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴۶﴾ ۔ البتہ ہم نے ہی نازل فرمائیں عبرت، نصیحت، حیرت، مصیبت، دہشت کے دلائل و مسائل والی ظاہر و مظہر آیتیں کھل کر بیان کرنے والی عبارتیں اور قدرت کی علامتیں اور ان نشانیوں کی طرف اللہ تعالیٰ ہی ہدایت فرماتا ہے۔ جس عاقل، بالغ، عاجز، مطیع، متبع، عابد و زاہد مشفق، مستحق، متقی کو چاہے وصل و قرب کے اس صاف سیدھے مضبوط مستحکم راستے کی جو خود بھی قائم و دائم ہے اور مخلصین بندوں کو قائم دائم رکھنے والا ہے۔

ان آیات میں اختلافی اقوال

يُقَلِّبُ کے معنی میں چار قول۔ ۱۔ بعض نے کہا اس کا معنی ہے آگے پیچھے فرماتا ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا چھوٹا بڑا کرتا ہے۔ ۳۔ بعض نے کہا کم زیادہ۔ ۴۔ بعض نے کہا موسموں کی تبدیلی۔ لَعِبْرَةً کے معنی میں چھ قول۔ ۱۔ بعض نے کہا۔ عبرت کا معنی وجود الٰہی پر دلالت۔ ۲۔ بعض نے کہا توحید پر دلیل۔ ۳۔ بعض نے کہا کمال قدرت کی دلیل ہونا۔ ۴۔ بعض نے کہا۔ عبرت کا معنی ہر چیز پر محیط و غالب ہونا۔ ۵۔ بعض نے کہا عبرت بمعنی نفاذ مشیت۔ ۶۔ بعض نے کہا عبرت بمعنی ہر عیب سے پاک ہونا۔ پہلا و دوسرا قول درست ہے۔ اُولِی الْاَبْصَارِ کے معنی میں دو قول۔ ۱۔ بعض نے کہا اہل بصیرت۔ ۲۔ بعض نے کہا اہل بصارت۔ وَاللّٰهُ خَلَقَ کی قرأت میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت خَلَقَ ہے۔ ۲۔ بعض کی قرأت خالِقُ ہے۔ كُلَّ دَآبَّةٍ کی قرأت میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت كُلَّ ہے زبر سے مفعول بہ ہے خَلَقَ کا۔ ۲۔ بعض کی قرأت كُلِّ ہے خالِقُ کا مفعول مضاف الیہ مگر خَلَقَ اور كُلَّ کی قرأت صحیح ہے كُلَّ دَآبَّةٍ کے معنی میں تین قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا اس سے مراد صرف بحری و بری جانور و انسان مراد ہیں۔ ۲۔ بعض نے کہا اس سے مراد آسمانی و زمینی جاندار ہیں۔ ۳۔ بعض نے کہا آسمانی زمینی و جنتی بھی مراد ہیں یعنی حور و غلمان خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ کی تفسیر میں تین قول۔ ۱۔ کسی نے یہ تفسیر کی کہ ہر ایک جاندار پانی سے بنایا گیا۔ ۲۔ کسی نے تفسیر کی کہ پانی سے زندہ رکھا گیا۔ ۳۔ کسی نے لکھا کہ پانی سے مراد مذکر مونث کا نطفہ ہے۔ یعنی سب کو نطفے سے پیدا فرمایا مَآءٍ کے نکرہ ہونے کی وجہ میں تین قول۔ ۱۔ بعض نے کہا یہ مفرد نوعی کی وجہ سے نکرہ ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا مفرد شخصی کی وجہ سے۔ ۳۔ بعض نے کہا دونوں وجہ سے نکرہ ہے۔ مُّبَيِّنٰتٍ کی قرأت میں دو قول۔

ا۔اکثر کی قرأت مُبَیِّنَاتٍ ہے اسم فاعل جمع۔ ۲۔بعض کی مُبَیَّنَۃٍ ہے اسم مفعول۔

فائدے

ان آیات سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔**پہلا فائدہ:** اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی ہر چیز ہی بے مثل حیران کن ہے مگر بعض اشیا تو عقل انسانی کو ورطہ حیرت میں ڈالنے والی ہیں جن میں سے ایک سانپ ہے جو بغیر پاؤں کے اتنا تیز دوڑتا ہے کہ تیز رفتار گھوڑا بھی مقابلہ نہیں کرسکتا اور مچھلی کہ کتنا ہی منہ کھولے مگر منہ میں پانی نہیں جاتا۔خود انسان کا وجود بھی حیران کن ہے یہ فائدہ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ کے مقدم فرمانے سے حاصل ہوا۔**دوسرا فائدہ:** جاندار مخلوق قدرت کا عظیم و عجیب شاہکار ہے کہ عناصر سب کے چار مگر اعضاء، اجسام، شکل وصورت عادات قوت طبیعت ولادت، وزن، خوراک اصول رہائش میں ہزارہا اختلاف اور فرق۔کیا حیرانی ہے کہ جتنے اندرونی بیرونی ہاتھی کے اجزاء واعضاء اتنے ہی چیونٹی کے بلکہ کاغذ کے باریک کیڑے میں جو چیونٹی کے سر کے برابر ہوتا ہے اس میں بھی اتنے ہی اجزا و اعضا جتنے ہاتھی میں یہ فائدہ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ سے حاصل ہوا۔**تیسرا فائدہ:** ہر مسلمان کے لیے چار کام بہت بڑی عبادت ہے **اول** مخلوق میں تفکر۔ **دوم** ہر نشان قدرت سے عبرت پکڑنا۔ **سوم** امور دین میں خرچ کرنا۔ **چہارم** ہر مسلمان ہر وقت خاص کر صبح شام جبکہ رات دن کی ابتداء واختتام ہو تو اپنے ہر عمل کا محاسبہ کرتا رہے بلوغت سے موت تک۔ یہ فائدہ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔**پہلا مسئلہ:** سائنس دانوں اور موسمیات والوں کی لغویات فلکیات کی تائید وتصدیق کرنا مسلمانوں کے لیے ناجائز بلکہ بعض تائیدیں حرام ہیں۔کیونکہ وہ لوگ تبدیلی موسمیات کا فاعل ستاروں اور برجوں کو سمجھتے ہیں اور اسی بنا پر آئندہ وموجودہ کا حال بتاتے ہیں۔قدرت الٰہی وحکمت کبریائی کو نہیں مانتے۔اور ہندو جوتشی موسموں کو اپنے دیوتاؤں کی طرف بھی منسوب کرنے کا کفر کرتے ہیں یہ مسئلہ يُقَلِّبُ اللّٰهُ (الخ) کے فرمان سے مستنبط ہوا۔ **دوسرا مسئلہ:** اسلامی شریعت میں ہر پوری رات کا تعلق آئندہ دن سے ہے نہ کہ پہلے دن یا آدھی رات سے۔مثلاً بدھ جمعرات کی درمیانی رات جمعرات کی رات ہے نہ کہ بدھ کی۔اور پورے دن رات کا نام ایک تاریخ ہے ہر غروب آفتاب سے اسلامی مہینوں کی تاریخ بدل جاتی ہے۔وہ لوگ جاہل پاگل ہیں جو آدھی رات کو تاریخ بدلنا سمجھتے ہیں۔یہ مسئلہ يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ میں لَيْلَ کو مقدم فرمانے سے مستنبط ہوا۔**تیسرا مسئلہ:** تین دولتیں ملنی خاص اللہ تعالیٰ کی کرم نوازی ہے۔ا۔ہدایت ایمان۔ ۲۔توفیق اعمال صالحہ۔ ۳۔سچے عقیدے کی سعادت یہ ابدی دولتیں نہ کسب سے ملتی ہیں نہ عقل وعلم سے نہ ذکر وفکر سے نہ نزول آیات سے نہ قبول حرکات سے۔ یہ مسئلہ۔ لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ کے بعد وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ۔فرمانے سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں **پہلا اعتراض:** [illegible] نکرہ فرمایا گیا لیکن سورۃ انبیا

آیت ۴۰ میں مِنَ الْمَآءِ فرمایا معرف باللام۔ **جواب:** اس کی وجہ یہ کہ یہاں عام حقیقی اصلی پانی مراد ہے جیسا کہ پہلے حدیث قدسی کا فرمان بیان ہوا اور نوعی افراد مراد لیے گئے اور وہاں مِنَ الْمَآءِ سے خاص نطفے کا پانی مراد ہے اور جنسی افراد اور جَعَلْنَا کا معنی ابتدائی خلقت بناوٹ ترکیبی اجزا۔ لہٰذا یہاں نکرہ کرنا ہی درست ہے وہاں معرفہ کرنا ہی نکرہ عام ہوتا ہے معرفہ خاص۔ **دوسرا اعتراض:** یہاں فرمایا گیا۔ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِىْ عَلٰى بَطْنِهٖ۔ یعنی کچھ مخلوق جاندار اپنے پیٹ پر چلتی ہے۔ حالانکہ پیٹ پر چلنے کو اردو میں رینگنا عربی میں زَحْفٌ کہتے ہیں۔ تو پھر یہاں يَّمْشِىْ کیوں فرمایا گیا يَزْحَفُ فرمانا چاہیے تھا۔ **جواب:** دو وجہ سے یہاں يَزْحَفُ کو يَّمْشِىْ فرمایا گیا۔ ایک یہ کہ اظہار قدرت کے لیے مجازاً مبالغے وکثرت کا لفظ ارشاد ہوا۔ کیونکہ بغیر پیروں کے رینگنا بھی چلنے کے مشابہ ہے اور بہت تیز رینگنا تو چلنے سے بھی زیادہ قوت والا ہوتا ہے۔ مجازاً ہر ترقی کو بھی چلنا کہہ دیا جاتا ہے مثلاً دکان چل پڑی، کاروبار چل پڑا مشین چلتی ہے کام چلتا ہے وغیرہ تو رینگنے کی تیزی بتانے کے لیے یہاں يَّمْشِىْ فرمایا گیا۔ جیسے خشکی میں سانپ، پانی میں مچھلی۔ وجہ دوم یہ کہ آہستہ بڑھنے کو رینگنا اور زَحْفٌ کہا جاتا ہے اگرچہ پاؤں والا آہستہ بڑھے جیسے کچھوے کا بڑھنا اصل رینگنا ہے حالانکہ اس کے چار پاؤں ہوتے ہیں مگر تیزی سے آگے بڑھنے کو يَّمْشِىْ ہی کہا جاتا ہے وہی یہاں مراد ہے اگرچہ عَلٰى بَطْنِهٖ ہو۔ **تیسرا اعتراض:** اس کی کیا وجہ کہ یہاں صرف تین طریقے سے چلنے والوں کا ذکر فرمایا گیا۔ ۱۔ پیٹ کے بل۔ ۲۔ دو پاؤں سے۔ ۳۔ چار پاؤں سے۔ حالانکہ بہت سے حشرات کیڑے مکوڑے چار سے زیادہ پیر والے ہیں ان کا ذکر کیوں نہ فرمایا گیا۔ **جواب:** اس کے چار جواب ہیں ایک یہ کہ حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہاں اَرْبَعٍ کا معنی اَكْثَرَ ہے۔ رُبَعٌ کا اسم تفضیل برائے مبالغہ اور آیت کا ترجمہ ہوا کہ کچھ جانور پیٹ پر چلتے ہیں کچھ دو پیروں پر کچھ زیادہ پر۔ چار ہوں یا چالیس۔ اس لیے صرف اَرْبَعٍ فرمایا گیا نہ کہ اربعِ رِجَالٍ (از تفسیر قرطبی) **جواب دوم** یہ کہ چار سے زیادہ پیروں والے حیوانات کا ذکر يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ میں آ گیا۔ اور بتایا گیا کہ کچھ جانور پیٹ کے بل چلتے ہیں۔ کچھ دو پاؤں سے کچھ چار پاؤں سے اس کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ پیدا فرماتا ہے جتنے پاؤں والے چاہے۔ اللہ تعالیٰ نے کچھ ایسے کیڑے بھی پیدا فرمائے ہیں جن کو تین پیر اور دو آریاں دی گئی ہیں۔ وہ بہت تیز چلتے بھی ہیں اور اپنی آریوں سے پتے اور پھل کاٹتے بھی ہیں۔ **جواب سوم** یہ کہ یہاں ظاہریت واکثریت تعداد کے اعتبار سے صرف تین قسموں کا ذکر فرمایا گیا کہ جن کو انسان ہر وقت کثرت سے دیکھتا جانتا ہے وہ صرف تین قسم کے ہی ہیں۔ نیز عَلٰى بَطْنِهٖ کا معنی ہے کہ چلتے وقت پیٹ زمین سے لگے پیر ہوں یا نہ ہوں اس معنی سے چھپکلی، سانپ سب اس میں شامل۔ **جواب چہارم** وہی ہے جو ہم نے تفسیر عالمانہ میں عرض کیا۔ کہ چلنے کے پاؤں صرف دو اور چار ہی ہوتے ہیں دو آگے دو پیچھے۔ باقی پیر صرف سہارا ہیں دو دیگر ضروریات کے لیے مثلاً آری کلہاڑی وغیرہ کی جگہ۔ ان تین قسموں کی ہر جگہ کثرت ہے اور سب انسان واقف ہیں۔ دیگر زائد پاؤں والے نہ ہر جگہ موجود نہ کثیر نہ ہر انسان ان سے واقف اس لیے ان کے ذکر کی ضرورت نہ تھی۔ آج ٹی وی کے ذریعے جتنے بحری بری جانور دیکھ لیے جاتے ہیں اس سے پہلے وہ کبھی کسی کے خواب وخیال میں بھی نہ تھے۔ اور آج بھی جن کے پاس ٹیلیویژن نہیں ہے وہ اب بھی ان عجائب مخلوقات سے بے خبر ہیں۔ مگر یہ تین قسمیں ہر جگہ کثرت سے موجود ہیں ہر ایک کو صدیوں سے نظر آ رہی ہیں۔

تفسیر صوفیانہ

یُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ۝ ۔ اللہ تعالیٰ ہی بدلتا ہے لیلِ فنا اور نہارِ بقا کو۔ لیلِ جلال و نہارِ جمال کو۔ لیلِ معصیت و نہارِ طاعت کو جس کے لیے چاہے اور بدلتا ہے ظلمت نفس کی اندھیری رات اور نور قلبی کے منور دن کو اس طرح کہ جب کبھی نور کا غلبہ ہوتا ہے تو قلب و روح منور ہوتے ہیں۔ اور جب ظلمۃ نفس کے اندھیرے چھا جاتے ہیں تو دنیوی مشغولیت بڑھ جاتی ہے فکرِ آخرت ختم ہو جاتی ہے اور قلب و روح نفسانی غفلت میں ڈوب جاتے ہیں اللہ تعالیٰ بدلتا رہتا ہے ہجر و محرومی کی رات اور مکاشفہ اسرار کے دن کو اہل بیان و مبتلاء امتحان لوگوں کے لیے اور تبدیل فرماتا ہے گناہوں کی رات اور نیکیوں کے دن کو عارفین کے حق میں اور پھیر دیتا ہے عبادت کے دنوں کو گناہوں کی اندھیری راتوں کی طرف شیاطین و خبیثین کے لیے بیشک اس تقلیب و تبدیل میں بصیرت قلبی والوں کے لیے فکر نصیحت ہے کیونکہ یہی لوگ نور و نار و ظلمت کا فرق جان سکتے ہیں اور جب جناب حق سے معدن نور پا لیتے ہیں اور مقام اسرار روحانی سے مخزن عبرت لے لیتے ہیں تب ان پر حجاب بعد منکشف ہوتے ہیں۔ اس تقلیب رات دن میں عبرت خوف و خشیت کبریا کے بہت سامان ہیں اہل مشاہدہ کے لیے کہ وہ آئینۂ دل میں لطف و قہر کا مشاہدہ کریں جہان لیل و نہار کی اس تبدیلی میں اہل فراست کے لیے بھی عبرت کی نعمت ہے کیونکہ یہ تغیر مشیت سے ہے اور مشیت ازلی غلبہ حقائق ہر شخص کی مشیت کے اوپر ہے کیونکہ سب کی مشیت اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تابع ہے۔ ہر ارادہ اللہ تعالیٰ کے ارادے سے صادر ہے۔ اگر کسی ارادے مشیت و تصرف میں حکم ربانی رضاء رحمانی کی مخالفت واقع ہو تو فنا کا دروازہ کھلتا ہے اور اللہ کے سوا نہ کوئی خالق ہے نہ کوئی واقف ہے تمام مخلوق اسی کی مشیت قدرت، حکمت میں مستعمل ہے۔ اپنی مرضی سے نہ کوئی موافق ہو سکتا ہے نہ مخالف کیونکہ رات و دن کا مقلب وہی وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ ہے وہی قائم عَلَى الْاَشْیَاء بالاشیاء ہے بقا دے کر بھی فنا دے کر بھی بلندی و پستی اسی کی عطا ہے۔ اس کی مشیت کے خلاف کوئی کسی پر نہ مونس ہے نہ وحشی۔ وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ یَّمْشِیْ عَلٰى بَطْنِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّمْشِیْ عَلٰى رِجْلَیْنِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّمْشِیْ عَلٰۤى اَرْبَعٍ ؕ یَخْلُقُ اللّٰهُ مَا یَشَآءُ ؕ ۔ اور اللہ تعالیٰ پیدا فرماتا ہے۔ ہر زمین بدنی میں مختلف طبیعتوں کے جاندار علم و عقل کے پانی سے تو کچھ چلتے ہیں اپنی باطنی نیتوں کے اشاروں پر کچھ چلتے ہیں علم و اخلاق کے دو پیروں پر اعمال خیر کرنے کے لیے اور کچھ چلتے ہیں شریعت طریقت حقیقت معرفت کے چار پیروں پر فکر آخرت کے لیے یہی صحیح مدعا کا منشا ہے۔ علم نوری عقل شعوری کا پانی لیا جاتا ہے نور محمدی کے بحرِ اُلفت سے کیونکہ وہی نور محمدی جوہر کائنات ہے اسی طرف اشارہ ہے حدیث مقدس کا اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ وَاَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ رُوْحِیْ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے نور محمدی اور روح محمدی کو پیدا فرمایا پس کچھ بندے اپنی طبیعتوں پر رینگتے چلتے ہیں اعمال طبعی کے لیے اور کچھ بندے دین و دنیا کے دو پیروں پر چلتے ہیں اعمال ایمانی و کمال عرفانی کے لیے اور کچھ چلتے ہیں مفادات حیوانی، نفسانی، شیطانی، طغیانی کے چار پیروں سے کردار زندگی کے لیے۔ لہٰذا جو چلتے ہیں اپنی سیرت نفسانی کے بطن پر وہ خواہشات کے حصول میں عمر برباد کرتے ہیں اور جو چلتے ہیں نفس امارہ و عقل عیارہ کے دو پیروں پر وہ شہوات کی طلب میں عمر تباہ کرتے ہیں اور جو چلتے ہیں وجاہت، مراتب، امارت، بناوٹ کے چار پیروں پر ان کی سواریاں مکر، فریب، دھوکہ، ریا ہے ایسے بد بخت حکومت وزارت

سرداریت امارت کی حصول میں عمر خراب کرتے ہیں۔ ہمارے بندوں میں کچھ وہ بھی ہیں جو سیر باطن میں رہتے ہوئے دریائے محبت میں مستغرق ہیں اور کچھ کاملین وہ ہیں جو عشق و معرفت کے قدموں پر قوت اعتماد سے چلتے ہیں اور کچھ اکملین توکل، اخوت، عبادت، محبت کے قدموں پر ملک وملکوت کی فضا میں سیر لاھوتی کرتے ہیں کہ ظاہراً مخلوق کے ساتھ۔ باطناً خالق تعالیٰ کے ساتھ ہیں اعمال میں شریعت کے افکار میں طریقت کے اقوال میں حقیقت کے نیات میں معرفت کے تقاضے پورے کرتے ہیں۔ وہ بندے طالب بھی ہیں مطلوب بھی مرید بھی مراد بھی۔ یہی خوش نصیب صبح ازل میں چار پیروں پر۔ دوپہر دنیوی میں دو پیروں پر اور شام اخیر میں تین پیروں پر اور شب قبور میں پیٹ پر چلتے ہیں۔ پیدا فرماتا ہے اللہ تعالیٰ عادات انسانیہ کی پسندگی، درندگی، چرندگی، پرندگی میں سے جو چاہتا ہے اپنی حکمت ازلیہ و مشیت ابدیہ سے جو چلتے ہیں عناصر روحانیہ کی قوت جبروتی سے اور پرواز کرتے ہیں معرفت حقیقت کے پروں سے اور تیرتے ہیں بحر طریقت میں۔ یہی ہیں وہ جن کو واقف کر دیا گیا اسرار پر ان کی بلندی کسی فرد عوام کو معلوم نہیں نہ نوعاً نہ جنساً نہ صنفاً۔ ان کے اعمال انہی کے لائق انہیں پر تام ہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۴۵﴾ لَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اٰیٰتٍ مُّبَیِّنٰتٍ ؕ وَ اللّٰهُ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۴۶﴾۔ بیشک اللہ تعالیٰ قادر ہے ہر منشاء ظاہرہ قدرت کاملہ پر۔ البتہ ہم نے ہی وادی سلوک میں آیات مشاہدہ نازل فرمائیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہی ہدایت فرماتا ہے جس کو چاہے ازلی ابدی معارف حقائق کی راہ مستقیم کی طرف احوال عامہ و علوم تامہ سے۔

وَ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ بِالرَّسُوْلِ وَ اَطَعْنَا

اور پہلے سب کہتے ہیں کہ ایمان لائے ہم اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ پر اور اطاعت کی ہم نے

اور کہتے ہیں ہم ایمان لائے اللہ اور رسول پر اور حکم مانا

ثُمَّ یَتَوَلّٰى فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ

پھر بدل جاتا ہے ایک گروہ ان میں سے اس ایمان کے بعد

پھر کچھ ان میں کے اس کے بعد پھر جاتے ہیں

وَ مَاۤ اُولٰٓىٕكَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۴۷﴾ وَ اِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ

اور قلبی طور پر ہی وہ لوگ نہیں تھے شروع سے ہی ایمان لانے والے اس طرح کہ جب یہ لوگ کبھی بھی بلائے گئے اللہ

اور وہ مسلمان نہیں اور جب بلائے جائیں اللہ

وَ رَسُوْلِهٖ لِیَحْكُمَ بَیْنَهُمْ اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۸﴾

اور اس کے رسول کی طرف تاکہ رسول اللہ فیصلہ فرمائیں ان کے درمیان تو ان میں سے یہی گروہ منہ پھیرنے والا ہے

اور اس کے رسول کی طرف کہ رسول ان میں فیصلہ فرمائے تو جبھی ان کا ایک فریق منہ پھیر جاتا ہے

وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْٓا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ ﴿۴۹﴾
اور اگر محسوس ہو ان کو کہ فیصلہ ان کے حق میں ہو گا تو آتے ہیں ان کی طرف بلا واماننتے ہوئے
اور اگر ان کی ڈگری ہو تو اس کی طرف آئیں مانتے ہوئے
اَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْٓا اَمْ يَخَافُوْنَ
کیا ان کے دلوں میں بیماری ہے یا شک کرتے ہیں یا ڈرتے ہیں
کیا ان کے دلوں میں بیماری ہے یا شک رکھتے ہیں یا یہ ڈرتے ہیں
اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ ۭ بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۵۰﴾
کہ ظلم کرے گا اللہ ان پر اور اس کا رسول بلکہ یہ لوگ خود ہی اپنے پر ظلم کرنے والے ہیں
کہ اللہ و رسول ان پر ظلم کریں گے

تعلقات

ان آیات پاک کا پچھلی آیات پاک سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آیات میں صراط مستقیم کی ہدایت کا ذکر فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ اب ان آیات میں ہدایت یافتہ اور بے ہدایتے بندوں کی نشاندہی فرمائی جا رہی ہے۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیات میں بندوں کو اللہ کی طرف ہدایت دینے کا ذکر فرمایا گیا۔ اب ان آیات میں بندوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ اس بلانے سے بھی ہدایت یافتہ اور بے ہدایتے بندوں کا فرق معلوم ہوا۔ **تیسرا تعلق:** پچھلی آیات میں تخلیقی اعتبار سے مخلوق کی تین قسمیں بیان ہوئیں۔ ۱۔ رینگنے والی مخلوق۔ ۲۔ دو پاؤں والی۔ ۳۔ چار پاؤں والی۔ اب ان آیات میں اخلاقی و ایمانی اعتبار سے تین قسم کی مخلوق انسانی کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ ۱۔ اللہ رسول کی طرف بلانے والے۔ ۲۔ اللہ رسول کی طرف خوش دلی سے آنے والے۔ ۳۔ بد دلی سے نہ آنے والے۔

شان نزول

کفار مشرکین یہود و نصاریٰ اور منافقین اگرچہ بظاہر و در پردہ نبی کریم ﷺ کے دشمن مخالف تھے مگر ان کا یہ عقیدہ و مشاہدہ تھا کہ عدالت نبوی میں ہر فیصلہ حق و صداقت عدل و انصاف کا ہی ہوتا ہے۔ ایک دفعہ ایک یہودی اور ایک منافق بشر میں جو ظاہرا مسلمان بنا ہوا تھا کسی زمینی کھیتی باڑی میں کوئی جھگڑا ہو گیا۔ یہودی نے کہا کہ چلو تمہارے نبی سے اس کا فیصلہ کراتے ہیں۔ منافق بشر بن ابو الصول اپنی غلطی اور ظلم و زیادتی کو جانتا تھا اور اسے معلوم تھا کہ نبی کریم ﷺ اس کے خلاف ہی فیصلہ فرمائیں گے یہودی کے حق میں فیصلہ ہو گا اس لیے کہنے لگا کہ نہیں۔ کیونکہ نبی کریم تو یَحِیْفُ عَلَیْنَا۔ ہمیشہ ہم پر ظلم ہی کرتے ہیں۔ چلو تمہارے یہودی سردار کعب بن اشرف سے فیصلہ کراتے ہیں۔ یہودی نے کہا ارے تو مسلمان ہو کر یہ کیا بک رہا ہے۔ میں یہودی ہونے کے باوجود پھر بھی جانتا مانتا ہوں کہ تمہارے نبی سے بہتر پورے جہان میں کوئی بھی شخص فیصلہ نہیں

کرسکتا۔ اس واقعے پر یہ آٹھ آیتیں نازل ہوئیں از آیت ۴۷ تا ۵۴۔

تفسیر نحوی

وَيَقُولُونَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَاۤ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۔ واؤ سر جملہ يَقُولُونَ۔ فعل مضارع جمع مذکر غائب هُمْ ضمیر صیغہ اس کا مرجع سابقہ آیات میں مذکور وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا ہے یہ ضمیر فاعل ہے يَقُولُونَ فعل بافاعل جملہ فعلیہ ہوکر قول ہوا۔ اٰمَنَّا۔ باب افعال کا ماضی مطلق جمع متکلم۔ بِاللّٰهِ جار مجرور معطوف علیہ واؤ عاطفہ بِالرَّسُوْلِ یہ جار مجرور معطوف ہے یہ دونوں عطف مل کر متعلق ہے اٰمَنَّا کا۔ وہ فعل فاعل متعلق مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ واؤ عاطفہ۔ اَطَعْنَا۔ باب افعال کا ماضی مطلق مثبت معروف مصدر ہے اِطَاعَةٌ وَطَعٌ سے بنا ہے۔ اصل مصدر ہے اِوْ طَاعَ۔ تعلیل نحوی سے اِطَاعَةٌ بنایا گیا۔ وَطَعٌ کا لغوی ترجمہ ہے جھکنا۔ اصطلاحی ترجمہ فرمانبردار ہونا۔ حکم ماننا۔ یہ فعل بافاعل ضمیر بارز جملہ فعلیہ ہوکر معطوف ہے اٰمَنَّا کے جملے پر دونوں عطف مل کر مقولہ ہوا يَقُولُونَ کا وہ قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ ہوگیا۔ ثُمَّ حرف عاطفہ زائدہ برائے تراخی۔ یعنی بعد يَتَوَلّٰى۔ باب تفعّل کا مضارع مثبت معروف صیغہ واحد مذکر غائب اس کا مصدر ہے تَوَلِّيْ وَلِيٌّ سے بنا ہے۔ لغوی ترجمہ ہے منہ لگانا یعنی دوست مددگار بننا یہ مادہ اصلیہ مجردہ لازم ہے جب تفعّل میں آکر متعدی ہوا تو معنی ہوگیا منہ پھرانا، دوستی کی نقیض۔ فَرِيْقٌ۔ اسم مفرد جامد۔ بمعنی بڑا گروہ۔ اس کی جمع اَفْرِقَةٌ بھی آتی ہے فُرُقٌ بھی فُرُوْقٌ بھی۔ یہ فاعل ہے يَتَوَلّٰى کا مِنْ حرف جر بعضیت کا بمعنی ان میں سے کچھ هُمْ ضمیر کا مرجع ہے الَّذِيْنَ كَفَرُوْا یہ جار مجرور متعلق اول ہے مِنْ جارہ زائدہ بَعْدِ اسم ظرفیت زمانی کا مضاف ہے ذٰلِكَ اسم اشارہ بعیدی اس کا مشار الیہ يَقُولُونَ کا پورا جملہ قولیہ یہ مضاف الیہ ہے مرکب اضافی مجرور ہوکر متعلق دوم ہے يَتَوَلّٰى کا۔ واؤ حالیہ۔ مَا نافیہ مشبہ بَلَيْسَ۔ اُولٰٓئِكَ اسم اشارہ بعیدی جمع کے لیے ہوتا ہے اس کا مشار الیہ فَرِيْقٌ۔ کیونکہ یہ لفظ اگرچہ لفظاً واحد ہے مگر معناً جمع ہے۔ جیسے قوم، رھط، جماعت، فرقہ وغیرہ۔ اُولٰٓئِكَ اسم ہے مَا مشبہ کا۔ بِالْمُؤْمِنِيْنَ۔ یہ جار مجرور متعلق ہے صَحِيْحًا پوشیدہ صفت مشبہ مبالغہ بمعنی اسم تفضیل کا۔ صَحِيْحًا۔ پوشیدہ اپنے فاعل ضمیر صیغہ پوشیدہ اور متعلق سے مل کر جملہ اسمیہ ہوکر خبر ہے مَا مشبہ نافیہ کی مَا اپنے اسم خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہوکر حال ہے فَرِيْقٌ ذوالحال کا وہ دونوں مل کر فاعل ہے يَتَوَلّٰى کا وہ فعل فاعل اور دونوں متعلق مل کر جملہ فعلیہ ہوگیا۔ وَاِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۞ وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْۤا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ ۞ اَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْۤا اَمْ يَخَافُوْنَ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ ؕ بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۞ ۔ واؤ سر جملہ اِذَا حرف شرط ظرفیت زمانیہ عمومیہ اس کا ترجمہ ہے جب بھی۔ دُعُوْۤا۔ باب نَصَرَ کا ماضی مطلق مجہول صیغہ جمع مذکر غائب دَعْوٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے بلایا جانا۔ دراصل دُعِوُوْا تھا تعلیل سے دُعُوْۤا کردیا گیا۔ اس کا نائب فاعل هُمْ ضمیر صیغہ پوشیدہ اِلٰى جارہ انتہا کے لیے بمعنی طرف تک۔ اللّٰهِ معطوف علیہ واؤ عاطفہ رَسُوْلِهٖ مرکب اضافی معطوف دونوں مل کر مجرور متعلق ہے دُعُوْۤا کا۔ لِيَحْكُمَ۔ لام کَیْ تاکید یہ اس میں اَنْ ناصبہ پوشیدہ ہوتا ہے اسی لیے يَحْكُمَ کو نصب ہوا۔ باب نَصَرَ کا مضارع مثبت معروف حُكْمٌ سے مشتق ہے بمعنی فیصلہ کرنا۔ بَيْنَ۔ اسم ظرف مکانی بمعنی درمیان مضاف ہے هُمْ مضاف الیہ یہ مرکب اضافی ظرف ہے يَحْكُمَ کا۔ اس کا فاعل هُوَ ضمیر صیغہ جس کا مرجع ہے رَسُوْلُهٗ یہ فعل

فاعل اور ظرف سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر علت ہے دُعُوْا کی وہ فعل نائب فاعل متعلق اور علت مل کر جملہ فعلیہ تعلیلیہ ہو کر شرط ہے۔ اِذَا۔ یہ اِذَا جزائیہ ہے بمعنی تب فَرِیْقٌ مبتدا۔ مِّنْهُمْ جار مجرور متعلق مقدم ہے مُّعْرِضُوْنَ۔ باب افعال کا اسم فاعل جمع مذکر۔ اس کا مصدر ہے اِعْرَاضٌ عَرَضٌ سے بنا ہے معنی ہے دور رہنا۔ اس کا فاعل ضمیر صیغہ یہ سب جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے فَرِیْقٌ مبتدا کی وہ دونوں جملہ اسمیہ جزا ہے اِذَا دُعُوْا کے جملے کی۔ وَاِنْ۔ واؤ ابتدائیہ اِنْ شرطیہ یَّكُنْ باب نَصَرَ کا مضارع تامہ دراصل یَکُوْنُ تھا۔ اِنْ شرطیہ نے جزم دیا دو ساکن جمع ہوئے تو واؤ گر گئی۔ یَّكُنْ ہو گیا۔ لَّهُمْ جار مجرور متعلق ہے۔ الْحَقُّ فاعل ہے یَّكُنْ تامہ کا۔ یہ فعل فاعل متعلق مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہے۔ یَاْتُوْٓا باب ضَرَبَ کا مضارع مثبت معروف اَتْیٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے آنا۔ دراصل تھا یَاْتِیُوْنَ۔ جزائیت نے جزم دیا تو واؤ گری پھر ضمہ کے ثقل سے ی گری اور ضمہ ماقبل ت پر آ گیا۔ نون اعرابی جزم سے گری۔ یَاْتُوْٓا ہو گیا۔ اس کا فاعل ضمیر صیغہ جمع مذکر۔ اِلَیْهِ جار مجرور متعلق ہے مُذْعِنِیْنَ۔ باب افعال کا اسم فاعل جمع مذکر۔ مصدر ہے اِذْعَانٌ ذَعْنٌ سے بنا ہے ترجمہ ہے فرمانبردار عاجز ہو کر دوڑ کر آنا۔ یہ حال ہے یَاْتُوْٓا کے فاعل کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جزا ہے اِنْ یَّكُنْ شرط کی۔ دونوں مل کر جملہ شرطیہ ہو گیا۔ اَ ہمزہ سوالیہ۔ فِیْ حرف جر۔ قُلُوْبِ جمع مکسر ہے قَلْبٌ کی بمعنی دل مضاف ہے هِمْ مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے مَوْجُوْدٌ پوشیدہ کا۔ مَّرَضٌ۔ اسم مفرد حاصل مصدر بمعنی بیماری یہ نائب فاعل ہے مَوْجُوْدٌ پوشیدہ کا۔ وہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف علیہ اَمْ عاطفہ۔ معنی ہے یا۔ یہ اَمْ متصلہ ہے نہ کہ منقطعہ۔ ارْتَابُوْٓا۔ باب افتعال کا ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ جمع مذکر غائب مصدر ہے اِرْتِیَابٌ۔ رَیْبٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے شک کرنا۔ وہم کی بیماری لگنا۔ دراصل تھا اِرْتَیَبُوْا۔ تعلیل سے ارْتَابُوْٓا ہوا۔ اس کا فاعل ضمیر صیغہ یہ فعل فاعل جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ۔ اَمْ عاطفہ منقطعہ۔ یَخَافُوْنَ۔ باب سَمِعَ کا مضارع مثبت معروف صیغہ جمع مذکر غائب خوف سے مشتق ہے ترجمہ ہے ڈرنا، دھڑکا و اندیشہ لگا رہنا۔ فاعل ضمیر صیغہ اَنْ ناصبہ۔ یَّحِیْفَ باب ضَرَبَ کا مضارع مثبت معروف اللّٰہُ معطوف علیہ۔ عَلَیْهِمْ یہ جار مجرور۔ کلام کے درمیان میں لایا گیا۔ تخی اور وضاحت کے لیے واؤ عاطفہ رَسُوْلُهٗ یہ مرکب اضافی معطوف ہے اللّٰہُ پر دونوں عطف مل کر فاعل ہے یَّحِیْفَ کا۔ یہ فعل فاعل اور درمیان کا متعلق مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر مفعول بہ ہے یَخَافُوْنَ کا بَلْ عاطفہ برائے استدراک اُولٰٓئِكَ اسم اشارہ مبتدا ہے۔ هُمْ ضمیر برائے حصر۔ بمعنی ہی۔ یعنی وہ فریق ہی۔ الظّٰلِمُوْنَ۔ الف لام اسمی بمعنی اَلَّذِیْنَ ظَالِمُوْنَ باب ضَرَبَ کا اسم فاعل جمع مذکر برائے غائب هُمْ ضمیر صیغہ اس کا فاعل مرجع ہے فَرِیْقٌ۔ یہ اسم فاعل اپنے پوشیدہ فاعل سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر مبتدا۔ دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف ہے۔ یَخَافُوْٓا کے جملے پر وہ دونوں عطف مل کر معطوف ہے ارْتَابُوْٓا کے جملے پر وہ دونوں عطف مل کر معطوف ہے فِیْ قُلُوْبِ کے جملے پر وہ دونوں عطف مل کر سوالیہ سبب ہے مُّعْرِضُوْنَ کے جملے کا۔ وہ اپنے سوالیہ سبب سے مل کر جزا ہوئی۔ اِذَا دُعُوْا شرط کی۔

تفسیر عالمانہ

وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَاۤ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝ ۔ اور مونہوں سے تو کہتے رہتے ہیں یہ منافقین کہ ہم سچا پکا ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر اور نبی کریم ﷺ پر اور ہم نے ہر حکم میں صحیح و مکمل

اطاعت کرلی مگر پھر منافقوں کا ہر گروہ ان میں سے سخت اور ناپسند حکم سن کر فرمانبرداری و اطاعت سے منہ پھیر لیتا ہے اس زبانی فرمانبرداری اطاعت کے قول اقرار کے بعد بھی حکم عدولی کرتے ہوئے۔ تو اے مخلص ایمان والو تم ان منافقوں کی زبانی باتوں پر اعتماد عقلی و بھروسہ قلبی نہ کرنا۔ ان کی یہ سب باتیں اوپر سے ہیں۔ حقیقتاً یہ لوگ دل دماغ سے کبھی بھی مخلص مومن نہ بنے تھے شروع دن سے ہی اندرونی بے دین تھے۔ یہ یہودی منافق اپنی پرانی یہودیانہ مکاری و فطرت خبیثانہ عیاری کے مطابق ایک منصوبے کے تحت ظاہراً اسلام میں داخل ہی اس لئے ہوئے ہیں کہ مخلصوں کو اسلام سے ورغلائیں نومسلموں کو بہکائیں اور خواہش اسلام لے کر آنے والے مسافروں کو اسلام سے بھگائیں۔ خیال رہے کہ منافقت بعد ہجرت مدنی دور میں شروع ہوئی مکہ مکرمہ میں کوئی منافق نہ تھا اور یہ سب منافق جو تقریباً تین سو بارہ (۳۱۲) تھے سب یہودی ہی تھے اور اپنے بڑے یہودیوں کے کہنے پر خاص منصوبہ بندی سے مسلمانوں میں فتنہ ڈالنے اور قوت اسلامی کو کمزور کرنے کے لئے بہروپیانہ جھوٹے مسلمان بنے اور یہ ان کی پرانی خصلت ہے جس کی ابتدا برادران یوسف میں یہودا ابن یعقوب سے ہوئی جبکہ انہوں نے اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام سے منافقانہ چال حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں چلی، پھر یہ نسلی فطرت بن گئی اور حضرات موسیٰ وزکریا و یحییٰ و عیسیٰ علیہم السلام سے چالیں چلتے رہے۔ پھر یہودیوں کی مکاریاں حواریوں میں پھیلیں پھر مسلمانوں میں پھر خلافت راشدہ میں پھر آج تک یہ یہودی مختلف شکلوں، چہروں میں نئے نئے بہروپ بدل کر آتے رہے۔ کبھی سامری بن کر کبھی قارون بن کر کبھی پولس کبھی عبداللہ بن ابی ابن سلول و دیگر منافقین بن کر کبھی عبداللہ بن سبا رافضی شیعہ فرقے کا بانی۔ دور صحابہ سے آج تک مسلمان چار قسم کے ہوتے رہے۔ ا۔ مخلصین۔ ۲۔ منافقین۔ ۳۔ دہریین۔ ۴۔ وہمی مذبذبین سوائے مخلصین کے دیگر تین فرقے باطل اور كُلُّهُمْ فِي النَّارِ ہیں۔ تاریخی اعتبار سے یہودی لوگ سات بری خصلتوں میں مشہور ہیں۔ ا۔ سخت کنجوس۔ ۲۔ بے حد بزدل۔ ۳۔ وعدہ شکن، دغاباز۔ ۴۔ خائن۔ ۵۔ مہمان کش۔ ۶۔ دھوکے باز۔ ۷۔ منصوبہ باز۔ اہل تجربہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی مسلمان کو راہ سفر میں یہودیوں عیسائیوں کے ساتھ کچھ وقت گزارنا پڑے تو کھانا یہودی کا کھائے مگر رات عیسائی کے گھر گزارے کیونکہ کھانا یہودی کا حلال ہوگا مگر حفاظت جان عیسائی کے گھر ہوگی۔ ایک صحیح روایت کے مطابق سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دینے والی ایک یہودی لونڈی تھی۔ یہ بدبخت لوگ کئی انبیاء علیہم السلام کے قاتل نہتوں پر جابر، بے کسوں پر ظالم ہوتے رہے اور اپنی منافقت سے اپنا ہی نقصان کرنے والے کہ اندرونی کفر کی وجہ سے ذلیل حرکتوں کے مجسمے بن جاتے ہیں اور ان مخلصین کو دھوکے میں رکھتے ہیں جو ان کا ظاہری کلمہ سن کر ان کو سچا مسلمان سمجھتے ہیں اور اسی دھوکے میں آ کر منافقین سے ظاہری باطنی تعلق قائم کر لیتے ہیں۔ قانون نبوی میں منافقین کو ان کی ظاہریت کی وجہ سے قتل کرنا ممنوع تھا مگر وصال نبوی کے بعد فاروق اعظم نے اعلان فرما دیا تھا کہ اب منافقت برداشت نہیں کی جائے گی ہم منافقوں کو ضرور قتل کریں گے۔ لہٰذا اب یا کھل کر مسلمان بننا ہوگا یا کافر۔ پہلے دور نبوی میں درگزر کرنا حکمت رحمت تھی اب درگزر نہ کی جائے گی۔ یہاں ان آیات میں منافقین کی چند تخریب کاریوں کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ وَإِذَا دُعُوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُم مُّعْرِضُونَ ﴿۴۸﴾ وَإِن يَكُن لَّهُمُ ٱلْحَقُّ يَأْتُوٓا۟ إِلَيْهِ مُذْعِنِينَ ﴿۴۹﴾۔ اور یہ منافقین فطرتاً

اتنے مطلبی ہیں کہ اپنے فائدے کے لئے اپنے ہی ہم مذہب پر ظلم کرنے، حق غضب کرنے سے بھی نہیں رکتے اور جب عدالت اسلامی میں اللہ رسول کی طرف بلائے جائیں حق فیصلے کے لئے تاکہ قانون الٰہی کے مطابق مدعی و مدعیٰ علیہ کے درمیان فیصلہ عدل کیا جائے تو منافقین کا ہر گروہ اپنے اسلامی قول اقرار کلمہ کلام و مومنیت کو چھوڑ کر ایک دم عدالت اسلامی سے منہ پھیر جاتے ہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ ہم خود ظلم کرنے والے ہیں اور ہمارا مدعی حق پر ہے اور بار ہا کے تجربوں مشاہدوں سے یہ بھی جانتے کہ نبی کریم علیہ السلام نے ہمیشہ عدل کیا اور اپنے پرائے سب کو دیکھا ایک نظر سے حق میں کوئی بیجا نہ رعایت علیہ السلام۔ پس جانتے ہیں کہ اس مقدمہ میں بھی فیصلہ نبوی ان کے خلاف ہی ہوگا اور اگر منافقین سمجھتے ہوں کہ دوسرے منافق کا ظلم ہے اور میں حق پر ہوں اور فیصلہ نبوی میرے حق میں ہی ہوگا تو عدالت نبوی میں بھاگے چلے آتے ہیں خواہ مدعی بن کر یا مدعیٰ علیہ ہونے کی صورت میں عدالت کے بلانے پر۔ چنانچہ واقعہ شان نزول میں یہی کیفیت تھی کہ بشر بن ابوالہول منافق ایک کھیتی میں اپنے پڑوسی یہودی سے جھگڑا کرتا تھا۔ یہودی نے کہا کہ تمہارے نبی سے فیصلہ کراتے ہیں۔ بشر منافق جانتا تھا کہ میں غلطی پر ہوں اسے لئے بولا کہ نہیں بلکہ کعب بن اشرف یہودی سردار سے فیصلہ کراتے ہیں۔ یہودی نے کہا تو عجیب مسلمان ہے کہ اپنے نبی کا دروازہ چھوڑ کر ایک عام آدمی غیر مذہب سے فیصلہ کرانا چاہتا ہے جس کو فیصلہ کرنے کا کوئی ڈھنگ اور طریقہ بھی نہیں ہے۔ خیال رہے کہ یہ وہی کعب بن اشرف ہے جس کی سازشوں، بدعہدیوں، بدمعاشیوں کی وجہ سے تمام یہودیوں کو مدینہ منورہ سے نکال دیا گیا تھا اب سعودی حکومت نے کعب بن اشرف کے گھر کو آثار قدیمہ کا بہانہ بنا کر تحفظ دیا ہوا ہے حالانکہ اسی سعودی حکومت نے بہت سی تاریخی مسجدیں اور مقدس و متبرک مکانات و مزارات صحابہ کرام کو گرا کر وہاں یا سڑکیں بنادیں یا اپنے شاہی محلات بنالئے۔ اسی سے اندازہ لگالو کہ سعودی کس کے دشمن کس کے دوست ہیں۔ بہر حال وہ یہودی ضد کر کے بشر کو عدالتِ نبوی علیہ السلام میں لے گیا۔ آقائے کائنات حضور اقدس علیہ السلام نے دونوں کا بیان سن کر فیصلہ یہودی کے حق میں کیا۔ جب دونوں مسجد نبوی سے باہر آئے تو منافق نے کہا۔ اس فیصلے سے میری کچھ تسلی نہ ہوئی چلو فاروق اعظم سے فیصلہ کراتے ہیں۔ یہودی بولا ضرورت تو نہیں ہے لیکن اگر تو کہتا ہے تو چلتے ہیں جب یہ دونوں بارگاہِ فاروقی میں آئے اور دونوں نے اپنا بیان سنا دیا تو یہودی بولا اس سے پہلے اس جھگڑے کا فیصلہ آپ کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرما دیا ہے مگر یہ بشر کہتا ہے کہ مجھے اس فیصلہ نبوی سے تسلی نہیں ہوئی اس لئے اب یہ مجھے آپ کے پاس لے کر آیا ہے آپ سے فیصلہ کرانے۔ فاروق اعظم کو اس گستاخی پر سخت غصہ آیا آپ نے بشر کو قتل کر دیا اور فرمایا کہ جس کو فیصلہ نبوی سے تسلی نہ ہو اس کا فیصلہ عمر کی تلوار کرتی ہے۔ بشر کا یہ واقعہ سورۃ نساء آیت ۶۰ میں بھی گزرا وہاں ارشاد ہے: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا...... يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ۔ ترجمہ:۔ یہ منافقین خود کو مومن گمان کرتے ہیں اور فیصلے شیطان طاغوت سے کرانا چاہتے ہیں۔ وہاں قرآن مجید میں کعب بن اشرف کو طاغوت فرمایا گیا۔ آج جس کے گھر کی سعودی تعظیم کر رہے ہیں اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قتل منافق میں فاروق اعظم کی تعریف فرمائی اور جبرئیل علیہ السلام نے فاروق کا لقب دیا (از تفسیر قرطبی) یہاں اگلی آیت میں فرمایا جا رہا ہے کہ اے مسلمانو تم کیا سمجھتے ہو کہ یہ منافق بارگاہِ رسالت سے کیوں فیصلہ کرانا نہیں چاہتے اور عدالت کے بلانے پر بھی مُّعْرِضُوْنَ کیوں ہوتے

ہیں۔ اَفِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ اَمِ ارۡتَابُوۡۤا اَمۡ يَخَافُوۡنَ اَنۡ يَّحِيۡفَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ وَرَسُوۡلُهٗ‌ ؕ بَلۡ اُولٰۤـئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ۝۔ کیا تمہیں یہ گمان ہے کہ ان کے دلوں میں منافقت کی بیماری ہے اس وجہ سے مُّعۡرِضُوۡنَ ہیں۔ یا اس شک کی وجہ سے جو ان کو اسلام قرآن و نبوت میں ہے اس کی وجہ سے عدالت نبوی سے بھی منہ پھیرتے ہیں۔ یا اے مسلمانو تمہارا یہ خیال ہے کہ ان منافقین کو خطرہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول فیصلے میں ان پر ظلم کریں گے۔ تو تمہارے یہ خیالات درست نہیں۔ اگر دل کی بیماری منافقت یا دماغ میں سمایا ہوا شک یا غلط فیصلے ظلم کا خطرہ حاضری عدالت اسلامی سے رکاوٹ بنتا تو پھر یہ منافقین کسی بھی مقدمے کے لئے عدالت نبوی ﷺ میں حاضر نہ ہوا کرتے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ اے مسلمانو تم دیکھتے ہو کہ جس دعوے میں منافق درست ہوں اس میں تو مذعنین بن کر دوڑے چلے آتے ہیں خواہ مدعیٰ علیہ ہوں یا مدعی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ نہ عدالت نبوی ﷺ کے فیصلے کی صداقت پر شک ہے نہ ظلم و زیادتی کا کوئی اندیشہ، نہ محض منافقت کی وجہ۔ یہ بھی جانتے ہیں کہ عدالت مصطفوی ﷺ کا فیصلہ دنیا کی تمام کورٹ کچہریوں سے ہر طرح زیادہ حق سچ صحیح ہوتا ہے عدالت نبوی ﷺ ہی میزان عدل ہے۔ لہٰذا سمجھ لو کہ ان کا عدالت سے مُّعۡرِضُوۡنَ ہونا اس لئے ہے کہ وہ منافقین ان مقدموں دعووں میں غلطی اور ظلم کرنے والے ہوتے ہیں جس کو خود بھی سمجھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ہمارا ظلم قائم رہے ہمارے خلاف فیصلہ نہ ہو۔ اس لئے اس سچی عدالت سے بھاگتے ہیں۔ ان کا یہی بھاگنا مُّعۡرِضُوۡنَ ہونا بھی دلیل ہے اس بات کی کہ نبوی عدالت ہر حال ہر مقال ہر زمان ہر مکان میں ہر شخص کے لئے حق و عدل والی ہے نہ کسی کی رو رعایت نہ کبھی بے جا حمایت۔ قرآن مجید کی اٹھائیس (۲۸) آیتوں میں چھتیس (۳۶) بار منافقوں کی دنیوی حرکتوں اور اُخروی ذلتوں کا ذکر فرمایا گیا اور تقریباً بتیس (۳۲) آیتوں میں منافقانہ خصلتوں خباثتوں کا ذکر فرمایا گیا تاکہ ہر دور میں ہر منافق سے بچا جا سکے۔

ان آیات میں اختلافی اقوال

وَيَقُوۡلُوۡنَ اٰمَنَّا۔ ان سب آیات کے شانِ نزول میں تین قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا یہ آیتیں بشر بن ابوالہول اور ایک یہودی کے جھگڑے کے متعلق نازل ہوئیں۔ ۲۔ بعض نے کہا یہ آیتیں بنی امیہ کے ایک شخص مغیرہ ابن وائل منافق کے بارے میں اتریں۔ ۳۔ بعض نے کہا کہ تفسیر ابن عباس میں لکھا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا کسی زمین میں مولیٰ علی رضی اللہ عنہ سے جھگڑا اٹھا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی قوم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اپنے نبی سے اس کا فیصلہ نہ کرانا وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں رعایت برتیں گے (معاذ اللہ) مگر یہ تیسرا قول تو بالکل ہی غلط بکواس، حقیقت کے خلاف ہے کیونکہ نہ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے پاس کبھی زمین ہوئی نہ کبھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے جھگڑا ہوا نہ کوئی تنازعہ ثابت یہ قول یقیناً شیعہ فرقہ کی ملاوٹ ہے۔ تفسیر ابن عباس ملاوٹوں سے بھرپور ہے۔ يَاۡتُوۡۤا اِلَيۡهِ کے تعلق نحوی میں دو قول۔ ۱۔ بعض نے کہا یہ اِلَيۡهِ۔ يَاۡتُوۡۤا کا متعلق ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا یہ مُذۡعِنِيۡنَ کا متعلق مقدم ہے۔ مُذۡعِنِيۡنَ کے معنی میں چار قول۔ ۱۔ بعض نے کہا مُذۡعِنِيۡنَ کا معنی عَاجِزِيۡنَ۔ ۲۔ اکثر نے فرمایا اس کا معنی مُسۡرِعِيۡنَ یعنی جلدی کرنے والے۔ ۳۔ بعض نے کہا اس کا معنی ہے طَائِعِيۡنَ۔ ۴۔ بعض نے کہا یہ معنی مُقِرِّيۡنَ ہے۔

فائدے

ان آیات سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ **پہلا فائدہ:** منافقین اگرچہ قومی مسلمان مانے جاتے ہیں مگر مذہبی مسلمان نہیں ہیں۔ یہی حکم تمام باطل فرقوں کا ہے لہٰذا احکام اسلامی میں دیگر مسلمانوں کی مثل ومشابہ ہیں اسلامی ملک میں کسی بھی باطل فرقے کو اقلیت قرار نہیں دیا جا سکتا ہاں البتہ کھلے کافر مثلاً یہودی، عیسائی، مرزائی، ہندو، سکھ وغیرہ اسلامی ملکوں میں اقلیت ہوں گے۔ یہ فائدہ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا کے بعد وَمَاۤ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ فرمانے سے حاصل ہوا۔ **دوسرا فائدہ:** تا قیامت آقائے کائنات حضور اقدس ﷺ کی بارگاہ دراصل اللہ تعالیٰ کی ہی بارگاہ ہے۔ یہاں کی حاضری اور قرب ووصل اللہ تعالیٰ کا ہی قرب ووصل ہے۔ یہاں سے دوری بارگاہِ الٰہی سے دوری ہے۔ یہ فائدہ اِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ سے حاصل ہوا کہ دیکھو بلایا گیا تھا عدالت نبوی ﷺ میں مگر رب تعالیٰ نے فرمایا: اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔ **تیسرا فائدہ:** جو شخص مسلمان ہو کر بھی احکام اسلامی کو دنیوی خواہشات اور ذاتی مفاد کے لئے مانے کہ فائدے والے اور آسان حکم مان لئے سخت اور خرچ کرنے والے حکم نہ مانے جیسا کہ گستاخ وآوارہ ذہن آزاد خیال گمراہ لوگ صرف نام کے مسلمان زکوٰۃ، صدقات، خمسات وغیرہ کے قانون اسلامی پر اعتراض کرتے ہوئے کبھی اسلام کو کبھی علماء کو بدعتی یا تنگ نظر، خشک ملا کہہ کر احکام الٰہی کا انکار کر دیتے ہیں وہ لوگ شرعاً منافق و کھلے بے دین ہیں یہ فائدہ وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ (الخ) فرمانے سے حاصل ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سچی فہم وہدایت عطا فرمائے۔

احکام القرآن

ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ:** تمام فقہاء عظام فرماتے ہیں کہ اگر مدعی ومدعیٰ علیہ دونوں یا ایک مسلمان ہو تو قاضی وجج کا مسلمان ہونا لازم ہے کیونکہ غیر مسلم شرعی عدالت کا قاضی یا جج نہیں بن سکتا۔ لیکن اگر مقدمے والے مدعی ومدعیٰ علیہ دونوں غیر مسلم ہوں تو انہیں اختیار ہے کہ شرعی عدالت سے فیصلہ کرائیں یا غیر شرعی سے۔ یہ مسئلہ اِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فرمانے سے مستنبط ہوا۔ **دوسرا مسئلہ:** قانونِ شرعی کے مطابق تا قیامت ہر مسلمان پر واجب ہے کہ مدعی کی درخواست پر اسلامی عدالت مدعیٰ علیہ وگواہان کو بلائے تو لازماً عدالت میں حاضر ہو جائیں۔ حاضر نہ ہونا قابل سزا جرم ہے۔ ہر شرعی اسلامی عدالت میں حاضر ہونا اللہ رسول کی عدالت میں حاضر ہونا ہے۔ حدیث مقدس بروایت حسن بن ابی الحسن بحوالہ محدث زہراوی فرمان نبوی ہے کہ جس مسلم مدعیٰ علیہ کو شرعی عدالت میں بلایا جائے اور وہ بلاوجہ حاضر عدالت نہ ہو تو وہ ظالم کاذب جھگڑالو ہے اس کے لئے کوئی حق نہیں ہے۔ یہ مسئلہ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ فرمانے سے مستنبط ہوا اور نہ حاضر ہونے والوں کی برائی فرمائی گئی۔ ہاں اگر مدعیٰ علیہ وگواہان کو اپنی جان مال کا خطرہ ہو یا جج فاسق ظالم ورشوت خور یا مدعیٰ علیہ کا دشمن مشہور ہو تو جانے سے گریز کر سکتا ہے کیونکہ بے انصافی کا اندیشہ ہے۔ **تیسرا مسئلہ:** قانون شریعت میں کسی مسلمان کو اپنی من پسندی کرنا جائز نہیں نہ احکام میں نہ قانون میں نہ مسلک ومذہب میں نہ تقلید میں کہ جب چاہا حنفی بن گئے جب چاہا شافعی مالکی بن گئے اور جدھر نرمی دیکھی ادھر ہو گئے جدھر ذرا سختی دیکھی ادھر سے ہٹ گئے۔ یہ تو دین اور پابندی

دین کو مکمل بنانا ہے۔ یہ مسئلہ مُعْرِضُوْنَ اور مُذْعِنِیْنَ کے پورے فرمان سے مستنبط ہوا اور بتایا گیا کہ یہ چالبازی منافقانہ طریقہ ہے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ **پہلا اعتراض:** یہاں وَیَقُوْلُوْنَ جمع کیوں فرمایا گیا جبکہ یہ واقعہ ایک منافق کا تھا۔ **جواب:** اس لئے کہ مجرم اگرچہ ایک منافق تھا مگر تائید و تحسین کرنے والے سب منافق تھے۔ جمع فرما کر یہ بتایا گیا کہ مجرم کی تائید کرنے والے بھی اصل مجرم کی طرح مجرم ہوتے ہیں۔ **دوسرا اعتراض:** یہاں ابھی پہلے فرمایا گیا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ دو ہستیوں کا ذکر لیکن پھر فرمایا گیا لِیَحْكُمَ۔ واحد کا صیغہ ایک شخصیت کا ذکر۔ چاہیے تھا کہ یا پہلے صرف اِلٰى رَسُوْلِهٖ فرمایا جاتا یا بعد میں لِیَحْكُمَا فرمایا جاتا۔ تثنیہ کا صیغہ۔ **جواب:** فرمان ربانی کی یہ طرز بیانی یہ بتانے کے لئے ہے کہ عدالت اسلامی میں قانون اللہ تعالیٰ کا ہے اور اس کو جاری فرمانا نبی کریم ﷺ کا کام و عمل ہے اور اس شان کی عدالت میں حاضر ہونا، اللہ رسول کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے۔ اس لئے پہلے دو کا پھر ایک کا ذکر بالکل درست ہے یعنی رسول اللہ کی بارگاہ اللہ کی ہی بارگاہ و عدالت ہے۔ **تیسرا اعتراض:** یہاں تین کفر بیان فرمائے گئے۔ ۱۔ دلوں میں بیماری۔ ۲۔ اسلام قرآن نبوت سے شک۔ ۳۔ اللہ رسول سے ظلم و بے انصافی کا خطرہ۔ حالانکہ ان سب کا تعلق دل ہی سے ہے کہ جب کسی کے دل میں بیماری ہو تو ہر طرح کا کفر آ ہی جاتا ہے تو پھر یہاں فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ کہنا ہی کافی تھا۔ **جواب:** یہاں صرف کفر بتانا ہی مقصود نہیں بلکہ کفر کی نوعیتیں اور قسمیں بھی بتانا مقصود ہے جس سے شدت کفر مزید واضح ہوئی اس لئے علیحدہ علیحدہ تین کفر بیان کئے گئے صرف فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ کہنے سے یہ تقسیم واضح نہ ہوتی۔ دل کی بیماری سے تو بے شمار کفر جنم لیتے ہیں اس لئے ان کفریات کا تعین نہ ہوتا۔ **چوتھا اعتراض:** یہاں تین سوالیہ جملے ارشاد ہوئے۔ ۱۔ اَفِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ۔ ۲۔ اَمِ ارْتَابُوْٓا۔ ۳۔ اَمْ یَخَافُوْنَ اور سوال شک کی وجہ سے کیا جاتا ہے حالانکہ یہ کلام رب تعالیٰ کا ہے اور اللہ تعالیٰ شک سے پاک ہے۔ تو اس طرح کیوں ارشاد ہوا۔ **جواب:** یہ شک متکلم کی طرف سے نہیں ہے بلکہ مختلف مسلمانوں کی ذہنی کیفیت بتائی جا رہی ہے کہ منافقوں کی مُعْرِضُوْنَ یعنی عدالت سے منہ پھیرنے کی وجہ کوئی مسلمان کچھ سمجھ رہا ہے کوئی کچھ۔ تو فرمایا گیا اے مسلمانو مُعْرِضُوْنَ ہونے کی وہ وجہ نہیں جو تم سمجھ رہے ہو بلکہ اصل وجہ ان کا ظالم غاصب ہونا ہے۔

تفسیر صوفیانہ

وَیَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ یَتَوَلّٰى فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَاۤ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ ۞ اور کہتے پھرتے ہیں یہ منکرین احوال اہل دل کہ ہم مرشدین مکاشفات و مشاہدات پر ایمان باطنی لائے ہیں اور ہم نے راہِ سلوک کے طریقوں و اصولوں کی مکمل اتباع کر لی ہے یہ باتیں منکرین طریقت کی صرف زبان و لباس سے ہیں مگر در پردہ ان میں سے ہر فریق اس ظاہری قول و اقرار کے بعد بھی اصلاً راہِ ولایت سے منہ پھیرے ہوئے ہے مگر دعویٰ یہی کرتے ہیں کہ ہم تفصیل عملی، جمعیت قلبی و تقاضہ توحیدی کے مطابق عمل کر رہے ہیں حالانکہ ان کے پاس نہ عملی جمعیت ہے نہ سکونِ قلبی ہے کیونکہ یہ لوگ

صدیقیت کے مخالف اور زندیقیت کی مطابقت میں ہر برائی کو حلال و مباح سمجھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ اس ایمان معرفت کے مومن نہیں جس کا دعویٰ کرتے ہیں ان کے باطل ہونے کی ایک نشانی یہ ہے کہ وَ اِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَ اِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْۤا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ ﴿۴۹﴾۔ اور جب یہ منافقین طریقت بلائے جائیں محبت حقیقت و عبادات معرفت کی طرف ثناء مصطفائی و حمد کبریائی میں شریعت کی مطابقت، طریقت کی موافقت، مخلصین کی مشابہت کے لئے تا کہ رسول رحمت مراقبہ جمال و مشاہدہ جلال کا فیصلہ فرمادیں تب یہ منکرین ازلی منافرت کے طبعی بوجھ سے عنایتوں کی دولت اور کفایتوں کی قوت سے منہ پھیرنے والے ہیں۔ ان کا وجود مشاہدہ ابدی سے محروم ازلی ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ دعوت الی اللہ حقیقت کے لئے ہے اور دعوت الی الرسول نصیحت کے لئے ہے۔ جو بدنصیب دعوت الی اللہ کو قبول نہ کرے وہ کافر مطلق ہے اور دعوت الی الرسول کو قبول نہ کرے وہ گمراہ مطلق ہے۔ اَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْۤا اَمْ يَخَافُوْنَ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَ رَسُوْلُهٗ ؕ بَلْ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۵۰﴾۔ ان منکرین طریقت اور مُعْرِضِیْن دعوت کی تین کیفیتیں ہیں۔ **اولاً:** فطری انحراف۔ **دوم:** اہل بدعات و شکی مزاج۔ **سوم:** یہ کہ جس وقت خیرات باقیہ کو لینے کی طرف اور لذات خبیثہ کو چھوڑنے کی طرف بلایا جائے تو کسی اندیشہ ظلم کے وہم سے ڈرتے ہیں حالانکہ اسی بارگاہ رحمت و برکت میں ان کا آخری ٹھکانہ عافیت و پناہ گاہ عافیت ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ کسی پر ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا۔ اطاعت اسلام کا خلاصہ دو چیزیں ہیں۔ **اول:** اداءِ فرائض۔ **دوم:** اجتناب محارم۔ ان دونوں میں غفلت و کوتاہی کا سبب دلوں کی بیماری ہے۔ کسی چیز کے بگڑنے کو بیماری کہا جاتا ہے۔ بدن انسانی کی اندرونی بیماری تین قسم کی ہوتی ہے۔ ۱۔ مرض جسمی۔ ۲۔ مرض قلبی۔ ۳۔ مرض عقلی۔ مرض جسمی سے اعمال اور مرض عقلی سے نیات خراب ہوتی ہیں۔ لیکن مرض قلبی سے بندوں میں چار برائیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ جہل، جبن، بخل، نفاق یعنی جہالت، بزدلی، کنجوسی، منافقت، یہ برائیاں دنیا میں ادراک فضیلت اور آخرت میں کمال اُخروی سے روکتی ہیں۔ جس طرح طبی بیماری میں طبیعت انسانی نقصان دہ چیزوں کی طرف مائل ہوتی ہے اسی طرح قلبی بیماری میں نفس امارہ و عقل عیارہ خبیث عقیدوں کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ کوئی بندہ کمال ایمان کی منزل میں اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا اور درجات تکمیل حاصل نہیں کر سکتا جب تک کہ قلب و قالب، عقل و نفس کا جھکاؤ اس ہدایت و سعادت کی طرف نہ ہو جس کو لے کر آقا ﷺ دنیا میں تشریف لائے۔ عبادات اطاعت اجابت و اتباع کی حقیقت و اصلیت ماسوا اللہ کا ترک اور مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ سے نفرت و اعراض ہے۔ جس نے اس کو قبول نہ کیا وہ آفتوں میں پھنسا۔ راہِ معرفت میں پانچ آفتیں ہیں۔ امتزاج و قلب کا فطرت الہیہ سے منحرف ہونا۔ ۲۔ محبت آخرت سے فرار۔ محبت دنیا میں قرار۔ ۳۔ دینی احکام میں شک کرنا۔ ۴۔ دہریت، بدعت، فلسفے اور غلام خواہشات کی باتوں پر یقین کرنا۔ ۵۔ اہل اللہ سے دوری و نفوری۔ منافقوں کو ہمیشہ چار خوف ہوتے ہیں: ایک، یہ کہ اللہ رسول ترک دنیا کا حکم دیں گے۔ دوم، یہ کہ نفس کو خواہشات و شہوات سے روکیں گے۔ سوم، یہ کہ عبادات، مجاہدات، مراقبات کی ریاضتوں مشقتوں میں لگا دیں گے۔ چہارم، یہ کہ تزکیہ نفس، تصفیہ قلب، تخلیہ عقل اور تحلیہ روح کرا دیں گے اور اخلاق حق کا زیور اور وصل بارگاہ کا لباس پہنا دیں گے اور جو بندے قلب و قالب کے یہ حقوق ادا نہ کریں وہ خود ہی اپنے پر ظلم کرنے والے ہیں۔ اللہ رسول کسی بندے پر ذرہ مثقال برابر ظلم نہیں فرماتے۔ مولیٰ علی

رضی اللہ عنہ نے فرمایا: چار چیزوں میں بھلائی ہے، قوت گویائی، خاموشی بینائی، حرکات سکنات کے صحیح استعمال کرنے میں، وہ گفتگو جو ذکر اللہ سے خالی وہ لغو ہے وہ خاموشی جو فکر سے خالی ہو وہ سہو ہے اور وہ نگاہ جو عبرت سے خالی ہو وہ غفلت ہے ہر وہ حرکت جو عبادت سے خالی ہو وہ کمزوری ہے۔

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ
یہی ہے ایمان والوں کی بات کہ جب بھی وہ بلائے گئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف
مسلمانوں کی بات تو یہی ہے جب اللہ اور رسول کی طرف بلائے جائیں
لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ؕ
تا کہ رسول اللہ فیصلہ فرمائیں یہ ہے کہ مومن کہتے ہیں ہم نے حکم سن لیا اور ہر حکم مان لیا
کہ رسول ان میں فیصلہ فرمائے کہ عرض کریں ہم نے سنا اور حکم مانا
وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵۱﴾
اور یہی تو ہیں وہ لوگ جو اپنی ہر مراد کو پالینے والے ہیں
اور یہی لوگ مراد کو پہنچے
وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ
اور ہر وہ شخص جو سچے دل سے حکم مانے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم کا اور سہمے اللہ کے جلال سے
اور جو حکم مانے اللہ اور اس کے رسول کا اور اللہ سے ڈرے
وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۵۲﴾
اور متقی بنا رہے اس اللہ کے لئے تو یہی لوگ ہی ہر عذاب سے بچنے والے ہیں
اور پرہیزگاری کرے تو یہی لوگ کامیاب ہیں
وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ
اور کچھ لوگوں نے قسمیں کھائیں اللہ کی اپنی قسموں کو زوردار بنا کر
اور انہوں نے اللہ کی قسم کھائی اپنے حلف میں حد کی کوشش سے
لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ؕ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا ۚ

کہ البتہ اب اگر تم حکم دو ان کو تو ضرور نکل پڑیں گے جہاد کے لئے تم فرماؤ کہ قسمیں مت کھاؤ
کہ اگر تم انہیں حکم دو گے تو وہ ضرور جہاد کو نکلیں گے تم فرماؤ قسمیں نہ کھاؤ
طَاعَةٌ مَّعْرُوفَةٌ ۚ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۳﴾
فرماں برداری تو خود ہی مشہور چیز ہے بیشک اللہ خبیر ہے اس پر جو تم کرتے ہو
موافق شرع حکم برداری چاہئے۔ اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو

تعلقات

ان آیات کا پچھلی آیات پاک سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آیات میں تین قسم کے لوگوں کا ذکر فرمایا گیا۔ ا۔ اللہ رسول کی طرف بلانے والوں کا۔ ۲۔ بلانے پر آ جانے والوں کا۔ ۳۔ بلانے پر کسی ذہنی خدشے کے تحت نہ آنے والوں کا۔ اب ان آیات میں فرمایا جا رہا ہے کہ ان سب میں سچے مخلص مومن مسلمان کون ہیں۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیات میں فرمایا گیا کہ جو لوگ بلائیں جانے پر اللہ رسول کی بارگاہِ عدالت میں سر تسلیم خم کر کے نہیں آئے اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ وہی لوگ دنیا و آخرت کے بدترین ظالم ہیں۔ اب ان آیات میں فرمایا جا رہا ہے کہ جو لوگ بلائے جاتے پر فوراً بارگاہ میں حاضر ہو جاتے ہیں۔ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ۔ وہی لوگ دنیا و آخرت کے بہترین کامیاب ہیں۔ **تیسرا تعلق:** پچھلی آیات میں فرمایا گیا ظالم منافق لوگ اللہ رسول کی بارگاہِ عدالت میں آنے پر پیشگی شرطیں لگاتے ہیں کہ وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ۔ اور اگر ان کے حق میں فیصلہ ہو تو حاضر عدالت ہوں گے ورنہ نہیں۔ اب ان آیات میں فرمایا جا رہا ہے کہ یہی ظالم منافق لوگ اللہ رسول کی اطاعت کرنے میں پیشگی قسمیں کھاتے ہیں حالانکہ ان کی پیشگی شرطیں بھی ان کی منافقت کو ظاہر کر رہی ہیں اور ان کی پیشگی قسمیں بھی ان کی منافقت کو ظاہر کر رہی ہیں۔ سچے اور مخلص مطیع کو نہ شرطیں لگانے کی ضرورت ہوتی ہے نہ قسمیں کھانے کی۔

تفسیر نحوی

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵۱﴾۔ اِنَّمَا حرف حصر بمعنی فقط، صرف۔ اِنَّ حرف مشبہ لغو ہے عملاً بھی معناً بھی مَا کافہ کی وجہ سے كَانَ فعل ناقصہ ماضی مطلق باب نَصَرَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ مرکب اضافی خبر مقدم ہے (اسم پر مقدم) اِذَا اسم ہے ظرفیت زمانی کے لئے۔ دُعُوْٓا نَصَرَ کا ماضی مطلق مثبت مجہول دَعْوٌ سے مشتق ہے۔ اس کا نائب فاعل هُمْ ضمیر صیغہ جس کا مرجع ہے مُؤْمِنِيْنَ۔ اِلٰى حرف جر انتہا کے لئے بمعنی طرف اور تک اللّٰهِ۔ معطوف علیہ واؤ عاطفہ رَسُوْلِهٖ مرکب اضافی معطوف ہے دونوں عطف مل کر مجرور ہے اِلٰى سے یہ جار مجرور مل کر متعلق ہے دُعُوْٓا کا۔ لام كَيْ برائے علیت۔ يَحْكُمَ نَصَرَ کا مضارع بحالت نصب ہے۔ اَنْ ناصبہ پوشیدہ نے نصب دیا۔ حَكَمَ یا حُكْمٌ سے مشتق ہے بمعنی فیصلہ کرنا۔ بَيْنَ ظرفیت مکانی کے لئے ہے۔ باب ضَرَبَ کا مصدر مادہ ہے۔ لغوی یعنی اصلی ترجمہ ہے ظاہر ہونا۔ اسی مناسبت سے چار معنی میں مشترک ہے۔ ا۔ بیچ میں ہونا۔ ۲۔ سامنے ہونا۔ ۳۔ جدائی ہونا۔ ۴۔ ملاپ ہونا۔ یہاں پہلے معنی میں ہے یعنی ان کے بیچ اور درمیان۔ بَيْنَ مضاف هُمْ

مضاف الیہ یہ مرکب اضافی ظرف ہے یَحْكُمَ کا۔ یہ فعل با فاعل اور ظرف مل کر جملہ فعلیہ ہو کر علت ہے دُعُوْا کی وہ اپنے نائب فاعل اور متعلق وعلت سے مل کر جملہ فعلیہ تعلیلیہ ہو کر ظرف ہے كَانَ کا۔ اَنْ حرف ناصب یَّقُوْلُوْا فعل مضارع منصوب ہے اَنْ سے اسی لئے آخر کی نون اعرابی گر گئی۔ یَقُوْلُوْنَ تھا یَّقُوْلُوْا ہو گیا۔ اس کا فاعل هُمْ پوشیدہ مرجع ہے مُؤْمِنِيْنَ کا یہ فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر قول ہوا۔ سَمِعْنَا باب سمع کا ماضی مطلق جمع متکلم سَمْعٌ سے مشتق ہے۔ یہ فعل فاعل جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ اَطَعْنَا۔ باب افعال کا ماضی مطلق جمع متکلم۔ یہ فعل فاعل جملہ فعلیہ ہو کر معطوف دونوں عطف مل کر مقولہ ہوا قول مقولہ جملہ قولیہ ہو کر اسم مؤخر ہے كَانَ کا كَانَ اپنے اسم خبر اور ظرف سے مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ ہو گیا۔ واؤ ابتدائیہ۔ اُولٰٓئِكَ مبتدا هُمْ ضمیر حصر۔ الف لام اسی بمعنی اَلَّذِيْنَ۔ مُفْلِحُوْنَ۔ باب افعال کا اسم فاعل جمع مذکر فَلَحٌ سے مشتق ہے اس کا مصدر ہے اِفْلَاحٌ لغوی معنی ہے پھاڑنا۔ اسی مناسبت سے کاشتکار مزارع کو فلاح کہا جاتا ہے کہ وہ ہل چلا کر زمین کو پھاڑتا ہے اور دینی یا دنیوی رکاوٹوں کو پھاڑ کر کامیابی سے مراد و انعام پا لینے والے کو مُفْلِحٌ کہا جاتا ہے۔ یہ مُفْلِحُوْنَ خبر مبتدا دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ؕ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا ۚ طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۳﴾۔ واؤ سر جملہ يُّطِعِ باب افعال کا مضارع مجزوم دراصل يُطِيْعُ تھا۔ مَنْ جازمہ نے آخر کو جزم دیا دو ساکن ہو گئے تو ی ساکن گر گئی اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ دونوں عطف مل کر مفعول بہ ہے يُطِعِ کا اس کا فاعل ضمیر صیغہ جس کا مرجع مَنْ سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ يَخْشَ باب سَمِعَ کا فعل مضارع مجزوم ہے عطف تابع کی وجہ سے اصل میں يَخْشٰی تھا۔ جزم کی وجہ سے ی آخر کی گر گئی۔ خَشْیٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے سہم جانا، جسم پر لرزہ طاری رہنا اس کا فاعل ضمیر صیغہ مرجع مَنْ ہے۔ اللّٰهَ مفعول بہ۔ یہ فعل فاعل مفعول بہ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ يَتَّقْ۔ باب افتعال کا مضارع مجزوم عطف کی وجہ سے۔ دراصل يَتَّقِي تھا۔ تَقْوٰی سے بنا ہے۔ معنی ہے وہ ڈر جس کی وجہ سے نیک بنا رہے۔ اس کا فاعل ضمیر صیغہ مرجع مَنْ ہے۔ ہِ اس کا مفعول بہ مرجع اللہ تعالیٰ۔ یہ سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف ہے یہ تینوں عطف مل کر صلہ ہے مَنْ کا وہ موصول صلہ مل کر شرط ہے۔ فَ جزائیہ۔ اُولٰٓئِكَ اسم اشارہ جمع اس کا مشار الیہ مَنْ کے تمام مدخول۔ ۱۔ يُطِعْ۔ ۲۔ يَخْشَ۔ ۳۔ يَتَّقْهِ۔ یہ مبتدا ہے هُمْ ضمیر حصر بمعنی وہی اَلْفَآئِزُوْنَ باب نصر کا اسم فاعل جمع مذکر فَوْزٌ سے مشتق ہے لغوی ترجمہ ہے فتح پانا، کامیاب ہونا۔ اس مناسبت سے تین معنی میں مشترک ہے۔ ۱۔ مصیبت سے نجات پانا۔ ۲۔ حصول سلامتی سے خیر کو پانا یہی امام راغب رحمۃ اللہ علیہ نے مفردات میں لکھا۔ ۳۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اپنا اصل و آخری مقصد پا لینا۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ بدایونی نے فرمایا کہ فَلَحٌ اور فَوْزٌ میں فرق یہ ہے کہ انعام لے کر کامیابی فَلَاحٌ ہے اور مصائب سے بچا لیا جانا اور بچ کر کامیابی فَوْزٌ ہے۔ اَلْفَآئِزُوْنَ خبر مبتدا دونوں مل کر جزا ہے۔ مَنْ يُّطِعِ کے پورے جملے کی دونوں مل کر جملہ شرطیہ ہو گیا۔ واؤ سر جملہ۔ اَقْسَمُوْا باب افعال کا فعل ماضی مطلق صیغہ جمع مذکر غائب قَسَمٌ سے بنا ہے اس کا مصدر ہے اِقْسَامٌ۔ ترجمہ ہے قسم بولنا قسم کھانا۔ اس کا فاعل هُمْ ضمیر صیغہ جس کا مرجع ہے فَرِيْقٌ۔ بِاللّٰهِ یہ جار مجرور متعلق ہے اَقْسَمُوْا کا جَهْدَ اسم حاصل مصدر ترجمہ ہے ہمت، کوشش، زور مضاف اَيْمَانٌ۔ اسم جمع مکسر منصرف ہے يَمِيْنٌ کی بمعنی

حلف دینا، پکا اورزوردار وعدہ ھِمْ مضاف الیہ ہے ایمان کا یہ ڈبل مرکب اضافی مفعول معہ ہے اَقْسَمُوْا کا سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر قسم ہوا۔ لَئِنْ لام تکی تاکیدی اِنْ حرف شرط اَمَرْتَ۔ بابِ نَصَرَ کا ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ واحد مذکر حاضر اَنْتَ پوشیدہ اس کا فاعل۔ ھُمْ ضمیر مفعول بہ۔ یہ فعل فاعل مفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر شرط ہے۔ لَیَخْرُجُنَّ بَابِ نَصَر کا مضارع لام تاکید بانون تاکید ثقیلہ مثبت معروف۔ اس کا فاعل ضمیر صیغہ۔ یہ فعل فاعل جملہ فعلیہ ہو کر جزا ہے لَئِنْ اَمَرْتَ کے جملے کی وہ شرط و جزا مل کر جواب قسم ہوا۔ دونوں مل کر جملہ قسمیہ ہو گیا۔ قُلْ فعل فاعل جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر قول ہوا۔ لَا تُقْسِمُوْا باب افعال کا فعل نہی۔ صیغہ جمع مذکر حاضر اس کا مصدر ہے اِقْسَامٌ۔ قَسْمٌ سے بنا ہے۔ ترجمہ ہے۔ ا۔شہادت دینا۔ ۲۔تقسیم کرنا۔ ۳۔باری مقرر کرنا۔ ۴۔وعدے کی ضمانت اور معاہدے کی توثیق کرنا۔ ۵۔حلف اٹھانا۔ قسم یمین اور حلف کا فرق تفسیر عالمانہ میں بیان کیا جائے گا، انشاء اللہ تعالیٰ۔ لَا تُقْسِمُوْا سے یہاں مراد ہے حلافی (حلف زنی) قسمیں کھاتے پھرنا۔ اس کا فاعل ہے۔ اَنْتُمْ ضمیر صیغہ جس کا مرجع ہے فَرِیْقٌ۔ یہ فعل بافاعل جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر مقولہ اول ہوا۔ طَاعَةٌ۔ اسم حاصل مصدر بمعنی فرمانبرداری مبتدا مَعْرُوْفَةٌ۔ باب ضَرَبَ کا اسم مفعول واحد مؤنث عُرْفٌ سے بنا ہے۔ ترجمہ ہے خبر لینا، خبر رکھنا۔ بِ جارہ تعدیہ کی مَا اسم موصول۔ تَعْمَلُوْنَ۔ بابِ سَمِعَ کا مضارع مثبت معروف حال۔ صیغہ جمع مذکر حاضر عَمَلٌ سے مشتق ہے۔ معنی ہے دینی کام کرنا۔ اس کا فاعل ضمیر مرجع ہے فَرِیْقٌ۔ یہ فعل فاعل جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صلہ ہے مَا کا موصول صلہ مل کر مجرور ہے بِ سے وہ جار مجرور متعلق ہے خَبِیْرٌ کا۔ وہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے اِنَّ کی وہ اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ سوم ہوا۔ قُلْ اپنے تینوں مقولوں سے مل کر جملہ قولیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ

اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵۱﴾ مخلص و منافق کی حالت عادت خصلت میں بہت سے فرق کے علاوہ یہ فرق بھی ہے کہ منافق لوگ حق سے مُعْرِضُوْنَ ہوتے ہیں لیکن مخلص بندوں کا قول و کردار یہی ہوتا ہے کہ جب انہیں عدالت نبوی میں اسلامی شرعی فیصلے کے لئے بلایا جائے مدعیٰ علیہ بنا کر تو وہ بغیر کسی رکاوٹ و جھجک اور ٹال مٹول کے سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا کہتے ہوئے حاضر بارگاہ عدالت ہو جاتے ہیں ان کا بس یہی عرض کرنا ہوتا ہے کہ ہم نے کانوں سے سنا دل سے اس بلاوے کی تعظیم و تکریم کر لی اور عمل سے بخوشی قبول کیا مخلص مومن لوگ نہ اپنے نفع کا سوچتے ہیں نہ نقصان کا غم کھاتے ہیں بلکہ وہ تو بلاوۂ نبوی کو ہی خوش بختی سمجھتے ہیں اسی پر مسرور ہیں سو جان سے نثار ہیں کہ آقا کا بلاوا آیا ہے۔ اہل ایمان کی یہی ازلی ابدی شان ہے کیونکہ جانتے ہیں کہ یہی وہ حق سچ عدالتِ مصطفائی ہے جس کے سب فیصلے قانون کبریائی ہیں۔ نہ نظر ثانی کی ضرورت نہ اپیل کی اجازت جو لوگ اس شان عقیدت سے قرآن و حدیث کے فیصلوں کو ماننے تسلیم کرتے ہیں وہی خوش قسمت دنیا و آخرت کی کامیابیوں والے ہیں کہ دنیا میں رضا کا انعام اور آخرت میں بقا کا قیام وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَخْشَ اللّٰهَ وَ يَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۵۲﴾ اہل ایمان کی اس عقیدت و نشان اجابت کو تا قیامت قانون الٰہی بنا دیا گیا کہ جو بندہ اسی طرح سچی پکی الفت عقیدت سے تا عمر اطاعت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کی ہر حال ہر زمان و ہر مکان کی خلوت و جلوت میں

اور گزشتہ وآئندہ زندگی پر افسوس واحتیاط کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے پچھلی کوتاہیوں پر خشیت اور آئندہ احتیاطوں پر تقویٰ اختیار کرے اور حتی المقدور کسلت، غفلت وعجلت وکمی کوتاہی سے بچتا رہے کہ گزشتہ پر ندامت آئندہ پر استقامت کرے تو وہی سب بندے فَائِزُوْنَ اور کامیاب ہیں دنیوی اقامت میں اخروی کرامت میں۔ ایسے ہی بندے حصول انعام میں مُفْلِحُوْنَ ہیں اور مرتبہ درجات میں مُظَفَّرُوْن ہیں اور مصیبتوں سے نجات میں فَائِزُوْنَ ہیں۔ ہر مسلمان کو یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ آقائے کائنات حضور اقدس ﷺ کی اطاعت قولی واتباع فعلی میں تین کامیابیاں ملتی ہیں حق کی فلاح انعام کی ظفر نجات کی فوزیت، انعام دنیا میں فلاح جنت میں فوزیت جہنم سے بچنے میں یہی فرق ہے۔ فلاحیت، ظفریت، فوزیت میں۔

حکایت

ایک دن امیر المومنین فاروق اعظم مسجد نبوی میں بیٹھے تھے کہ رومی عیسائی قیدیوں میں سے ایک حاضر بارگاہ ہوا اور عرض کیا مجھے مسلمان بنالیجئے۔ آپ نے اسے کلمہ پڑھا کر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ مسلمان کیا اسلام پر بیعت لے کر پوچھا تو کیوں مسلمان ہوا۔ اس نے عرض کیا کہ میں توریت زبور انجیل کا حَبْر یعنی عالم ومعلم ہوں۔ آج میں نے مسلمان کی تلاوت میں یہ آیت سنی وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (الخ) تو مجھے یقین کامل ہوگیا کہ قرآن واقعی اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ توریت زبور انجیل میں اس آیت کا تھوڑا تھوڑا مضمون ہے لیکن یہ آیت ان سب کا مجموعہ ہے اس کا تفصیلی معنی ہے کہ جو بندے اطاعت کریں اللہ تعالیٰ کی فرائض وواجبات میں اور اطاعت کریں رسول اللہ کی سنت وسیرت میں اور خَشْيَةِ اِلٰهِي رکھیں حیات گزشتہ میں اور تقوی کریں عمر بقیہ میں تو وہ فَائِزُوْنَ ہیں نجات جہنم ودخول جنت سے۔ فاروق اعظم نے فرمان نبوی سنایا کہ اُوْتِيْتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ۔ فرمایا ہمارے نبی کریم ﷺ نے کہ میں جامع کلمات عطا فرمایا گیا ہوں۔ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ۖ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا ۚ طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ ۚ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۳﴾۔ اور منافقوں کی پکی نشانی یہ ہے کہ وہ ہمارے نبی کو بے خبر وبے علم سمجھتے ہیں اسی لئے جب بارگاہِ رسالت میں آتے ہیں تو اپنی باطنی نیتوں مخفی باتوں ذہنی منصوبوں کو چھپانے کے لئے بڑی زوردار آوازوں میں بار بار قسمیں کھاتے ہیں کہ یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم ہم ہروقت ہر طرح آپ کے مطیع وفرمانبردار تابع کردار ہیں جس وقت جو بھی حکم فرمائیں ہم ماننے کے لئے تیار ہیں۔ اگر حکم دیں تو گھر بار مال آل سے نکل جائیں اگر جہاد کا حکم فرمائیں تو سب سے پہلے جہاد میں نکلا ہوا آپ ہم کو پائیں۔ اے مسلمانو! منافقین کی یہ قسمیں باتیں صرف زبانی کلامی ہیں وہ بھی صرف اس بدعقیدگی کی بناء پر کہ سمجھتے ہیں نبی غیب نہیں جانتے اور جس بدبخت کا بھی یہ عقیدہ ہوگا وہ تاقیامت عمر بھر اسی منافقت میں رہے گا۔ لہٰذا اے حبیب کریم! تم ان تمام منافقوں سے فرمادو کہ بڑھ بڑھ کر زیادہ قسمیں نہ کھاؤ میں تمہارے قول وکردار سے لاعلم وبے خبر نہیں ہوں مجھے میرے رب تعالیٰ نے سب غیب بتا دیئے ہیں۔ مجھے تو عرشیوں، فرشیوں، قبریوں، حشریوں کے ہر حال کی بھی خبر ہے تو بھلا تمہاری منافقت مجھ سے کب چھپی رہ سکتی ہے چنانچہ سورۃ توبہ کی آیت ۹۴ غیب نبوی کی اس طرح وضاحت فرمائی۔ وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ۔ ترجمہ اور اب دیکھتے ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول تمہارے سب ظاہر پوشیدہ اعمال۔ اس آیت کے علاوہ قرآن مجید میں ثبوت غیب نبوی کی تقریباً بائیس (۲۲) آیتیں ہیں۔ تمہاری اطاعت منافقانہ واتباع عامیانہ وقسم کلامیانہ بھی جانی پہچانی ہے۔ اطاعت

مخلصانہ چھپی نہیں رہتی ہر اطاعت خود معروف ہوتی ہے کسی تعارف کی محتاج نہیں ہوتی۔ مخلص عمل دکھاتا ہے منافق قسمیں کھاتا ہے لہٰذا اے لوگو یہ ابدی قانون یاد رکھو کہ سچے بننے کے لئے کبھی بھی زیادہ قسمیں نہ کھاؤ کیونکہ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر وقت تمہارے اعمال کی خبر رکھنے والا ہے جو بھی اچھے برے کام تم کرتے ہو۔ ملاوٹ والے ہوں یا بناوٹ والے جھوٹی قسموں سے ہوں یا جھوٹی گفتار والے۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ منافق کی اطاعت ظاہری و عبادت وقتی کا مقصد محض شہرت و ناموری ہے۔ یہ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا کا جملہ خبر ہے مومنین کے لئے زجر ہے منافقین کے لئے۔ خیال رہے کہ کسی قول و فعل کو مضبوط کرنے کے لئے عربی لغت میں تین لفظ ہیں۔ ۱۔ قسم۔ ۲۔ یمین۔ ۳۔ حلف۔ ان تینوں میں فرق یہ ہے کہ قسم وہاں بولی جاتی ہے جہاں کسی چیز میں صحت، قوت، قدرت کی تصدیق و گواہی دینے کے لئے زبانِ قال یا حال یا زبانِ شان سے کلام کیا جائے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جن تقریباً پینسٹھ (۶۵) متفرق آیتوں کے متفرق الفاظ سے تقریباً چھتیس (۳۶) اشیاء کی قسم فرمائی ہے اس قسم کا مقصد اس چیز کی شان بتانا اور وہ چیز بذات خود قدرت الٰہی کی گواہی دینے والی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قسم فرمانے کا معنی یہی ہوتا ہے کہ یہ چیزیں ہر آن ہر زمان اپنے خالق تعالیٰ کی قدرت وحدت، عظمت اور موجودگی کی اپنی زبان حالت و کیفیت بناوٹ سجاوٹ سے گواہی دے رہی ہیں۔ قسم کا یہ معنی سورۃ فجر کی آیت سے ثابت ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے: وَالْفَجْرِ ۝ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝ وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ۝ هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ ۝۔ ترجمہ: قسم ہے فجر کی قسم ہے دس راتوں کی۔ قسم ہے شفع کی قسم ہے وتر کی۔ قسم ہے رات کی جب چلے۔ کیا ان سب چیزوں میں عقل والوں کے لئے شان و عظمت کبریائی کی قسم یعنی گواہی نہیں ہے یعنی ہے یمین کا لغوی معنی ہے قوت و برکت۔ اصطلاح میں داہنے ہاتھ کو بھی یمین کہتے ہیں۔ عربی محاورے میں دو طرفہ معاہدے اور قسمیہ وعدے کو بھی یمین کہتے ہیں چونکہ داہنا ہاتھ مضبوط و قوت والا ہوتا ہے اور بابرکت بھی۔ اس لئے یہ اصطلاح بن گئی اور اہل عرب معاہدہ کو پکا کرنے کے لئے داہنے ہاتھ پر داہنا ہاتھ مار کے وعدہ کرتے ہیں اور داہنے ہاتھ سے ہی مصافحہ کرتے ہیں۔ اس لئے محاورہ بن گیا۔ یمین کی شریعت میں چار قسمیں۔ ۱۔ یمین منعقدہ۔ ۲۔ یمین غموس۔ ۳۔ یمین کذب۔ ۴۔ یمین لغو۔ بندوں کی قسم و یمین کا معنی ہے وعدہ، معاہدہ، شرط قسم کا تیسرا لفظ حلف ہے۔ اس کا لغوی معنی ہے ساتھ دینا، ساتھ نبھانا۔ اصطلاحی معنی ہے سچا بننا، سچا کہنا، سچا کہلوانا اور سچا بننے کے لئے زوردار کلام و تاکیدی و تحقیقی لفظوں کے ساتھ قسم بولنا۔ زیادہ قسمیں کھانے والے کو عربی میں حلّاف کہتے ہیں اور ساتھ نبھانے کا وعدہ کرنے والے کو حلیف کہتے ہیں۔ یہ تین لفظ یعنی قسم، یمین، حلف بندوں کی قسموں وعدوں کے لئے مستعمل ہیں مگر اللہ کی کسی قسم کو یمین یا حلف نہیں کہا جا سکتا۔

ان آیات میں اختلافی اقوال

قَوْلَ کی ترکیب و قرأت میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت قَوْلَ ہے فتحہ سے خبر مقدم ہے اسم کَانَ سے۔ اگلا جملہ اَنْ يَّقُوْلُوْا (الخ) کَانَ کا اسم ہے۔ ۲۔ بعض کی قرأت قَوْلُ ہے۔ کَانَ کا اسم ہے اور اَنْ يَّقُوْلُوْا کا پورا جملہ خبر کَانَ ہے۔ پہلا قول درست ہے۔ لِيَحْكُمَ کی قرأت میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت لِيَحْكُمَ فعل معروف ہے۔ ۲۔ بعض کی لِيُحْكَمَ ہے فعل مجہول۔ يَتَّقْهِ کی قرأت تین قول ہیں۔ ۱۔ اکثر کی قرأت يَتَّقْهِ ہے۔ ۲۔ بعض کی قرأت يَتَّقِهٖ ق مجرورہ ضمیر ساکن۔

۳۔ بعض کی قرأت یَتَّقِہٖ ق مجرورہ پر کھڑی زیر طَاعَۃٌ مَّعْرُوْفَۃٌ کے ترکیبی معنی میں سات قول۔ ۱۔ بعض نے یہ معنی کیا تمہاری اطاعت جانی پہچانی ہے۔ ۲۔ بعض نے یہ معنی کیا تم سے سچی مشہور اطاعت مطلوب ہے نہ کہ فقط قسمیں۔ ۳۔ بعض نے یہ معنی کیا اطاعت معروفہ یہ ہے کہ بندہ اپنی استطاعت کے مطابق اطاعت کرتا رہے عملاً نہ کہ صرف قسموں کی باتوں سے۔ ۴۔ بعض نے یہ معنی کیا بلکہ اطاعت مشہور عمل ہے وہ کر کے دکھاؤ قسموں کی ضرورت نہیں۔ ۵۔ بعض نے یہ معنی کیا کہ اطاعت جانی پہچانی ہوئی چیز ہے۔ ۶۔ بعض نے یہ معنی کیا کہ تم اطاعت کرنے کی طاقت رکھتے ہو پھر صرف قسمیں کیوں۔ ۷۔ بعض نے یہ معنی کیا۔ وہ اطاعت کرو جو مشہور و معروف ہے جیسے مخلصین کرتے ہیں۔

فائدے

ان آیات سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ **پہلا فائدہ:** دینی عبادتوں میں دنیوی اور طبی فائدے تلاش کرنا اور عوام میں بیان کرنا ناجائز ہے کیونکہ اس سے اولاً عبادت کا خلوص و تصور ختم ہو جاتا ہے۔ دوم یہ حکمتی فائدے خود ساختہ بناوٹ ہوگی حدیث و قرآن سے ثابت نہیں یہ فائدہ اَنْ یَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ؕ فرما کر مومن مخلص کی نشانی بتانے سے حاصل ہوا کہ دینی اطاعت و عبادت میں دنیوی مفاد پرستی منافقوں کی نشانی ہے نہ کہ مومن کی۔ **دوسرا فائدہ:** زیادہ قسمیں کھا کر خود کو سچا ثابت کرنا بھی جھوٹے فریبی ہونے کی نشانی ہے اسی کا دوسرا نام منافقت ہے۔ یہ فائدہ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰہِ جَہْدَ اَیْمَانِہِمْ کے فرمان سے حاصل ہوا۔ **تیسرا فائدہ:** سچا پکا مخلص مومن وہی ہے جو اپنے قول و فعل سے اپنی سچائی ثابت کرے مخلص کو نہ قسمیں کھانے کی ضرورت نہ باتیں بنانے کی۔ یہ فائدہ طَاعَۃٌ مَّعْرُوْفَۃٌ ؕ کی ایک ترکیب نحوی سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ:** اعمال شریعت میں تقلید ائمہ واجب ہے غیر مقلدیت گناہ ہے۔ یہ مسئلہ اِذَا دُعُوْٓا اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ لِیَحْکُمَ بَیْنَہُمْ فرمانے سے مستنبط ہوا کہ اب تا قیامت اللہ رسول کی طرف آنا علماء مجتہدین کی طرف آنا ہے اور ان کے فقہی فیصلے ماننا واجب ہے۔ ان سے منہ پھیرنا منافقت ہے فقہ آئمہ اللہ رسول کے احکام کی وضاحت کرتا ہے۔ خود مسئلے نکالنا جہالت و منافقت ہے۔ **دوسرا مسئلہ:** کسی مسلمان کو اسلامی احکام میں اپنی پسند و ناپسند کی عقلیں دوڑانا جائز نہیں بلکہ عقل قربان کن بہ پیش مصطفیٰ کا مظاہرہ کرنا واجب ہے۔ حکمت و مصلحت کسی کی سمجھ میں آئے نہ آئے حکیم حاذق و حاکم قابض سے بھی زیادہ آقا ﷺ کی ماننا فرض ہے۔ یہ مسئلہ اَنْ یَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا۔ فرما کر مومن کی نشانی بتانے سے مستنبط ہوا۔ **تیسرا مسئلہ:** قانون شریعت میں نیکی و سچائی ثابت کرنے کے لئے سچی قسم کھانا بالکل جائز ہے منع نہ کیا جائے گا مگر منافقانہ جھوٹی قسم کھانا حرام ہے ایسے شخص کو روکا جائے گا۔ یہ مسئلہ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا ۚ کے فرمان سے مستنبط۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ **پہلا اعتراض:** یہاں فرمایا گیا اِذَا دُعُوْٓا۔ جب بلائے جائیں۔ تو کیا زمانہ نبوی میں کوئی مظلوم شخص مدعی بن کر خود عدالت نبوی نہیں جا سکتا تھا۔ اگر جا سکتا تھا تو پھر صرف دُعُوْٓا کیوں فرمایا گیا اس میں تو صرف

مدعیٰ علیہ کا ہی ذکر ہے مدعی کا نہیں۔ **جواب:** یہاں صرف مدعیٰ علیہ کا ہی ذکر ہے اسی کو بلایا جاتا ہے۔ دراصل یہاں مخلص و منافق کا فرق بتایا جارہا ہے اور چونکہ مدعیٰ علیہ ہی اکثر ظلم زیادتی کرنے والا ہوتا ہے اس لئے وہی بچی عدالت سے ڈرتا ہے لیکن خود بخود بغیر بلائے بارگاہِ رسالت میں آنے والوں کا ذکر سورۃ نساء کی آیت ۶۴ میں فرمایا گیا۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ اور دیگر آیات میں تاقیامت نبی کریم ﷺ سے حاجتیں مانگنے کا حکم دیا جارہا ہے۔ **دوسرا اعتراض:** یہاں فرمایا طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ۔ ترکیب نحوی میں یہ مبتدا اور خبر ہیں حالانکہ نحوی قانون ہے کہ مبتدا پر الف لام ہونا چاہئے تو یہاں لفظ طَاعَةٌ نکرہ کیوں ارشاد ہوا۔ **جواب:** نحو کا یہ قانون کلیہ نہیں اور جس جگہ حقیقت عمومی مراد ہو وہاں مبتدا کو بھی نکرہ لانا پڑتا ہے۔ اگر یہاں الف لام لایا جاتا تو عمومیت ظاہر نہ ہوتی اور الف لام عہدی ہوتا تب آیت کا معنی یہ ہوجاتا۔ قسمیں نہ کھاؤ کیونکہ تمہاری اطاعت معروف ہے۔ یہ مبتدا خبر علت بن جاتا لَا تُقْسِمُوْا کی۔ حالانکہ علت بنانا مقصد کلام کے خلاف ہے اسی وجہ سے نکرہ فرمانا عین درست ہے اس سے عمومیت ثابت ہوئی اور علیت کا وہم ختم ہوا۔ یہ اعتراض جواب صرف اس ترکیب میں ہے جس میں ان دونوں کو مبتدا خبر بنایا گیا۔ اس جملے کی چند دیگر ترکیبیں بھی ہیں جو اختلافی اقوال میں بتادی گئی۔

تفسیر صوفیانہ

گلزار شریعت ہو یا باغیچہ طریقت خلوص کے پھول اور نفاق کے کانٹے ساتھ ساتھ رہتے ہیں خلوص خیر ہے، نفاق شر ہے، خلوص اطاعت ہے، نفاق رقابت ہے اور مخلصین طریقت و مومنین حقیقت کا نشان معروفہ ہمیشہ یہی رہا کہ جب بھی ریاضت عملی و عقیدت قلبی میں ان کو وصل باللہ و قرب رسول اللہ کی طرف خلوت مراقبہ کی دعوت دی گئی تو مخلصین معرفت نے کسی بھی عبادت مشقت سے منہ نہ پھیرا بلکہ فوراً راہِ سلوک میں قلب کی ساعت قالب کی اطاعت سے حاضر بارگاہ ہو گئے۔ تو یہی مخلصین حاضری الفت کی وجہ سے وعدۂ کبریائی کے حقوق دینوی اُخروی پالینے میں مُفْلِحُوْنَ ازلی اور کامیاب ابدی والے ہیں اور وہ سالکین طریقت جو اللہ رسول کے قرب بارگاہ کی چاہت اور حاضری کی طلب میں ماسوا اللہ کو چھوڑ دیتے ہیں اور ہر وقت اس بات سے ڈرتے رہتے ہیں کہ کہیں کسی لغزش سے قرب ووصل ختم نہ ہوجائے۔ اس لئے اللہ رسول کے غیر سے بچے مٹے رہتے ہیں پس یہی خوش قسمت وصل بارگاہ و وصول پناہ گاہ کا قرب پاکر محرومی و فراق سے نجات کے فَائِزُوْنَ ہیں اور نہ وصل کو فصل ہے نہ وصول کو زوال۔ یہی بندے طالب حق ہیں اور اپنے جسم فانی کو اطاعت کبریائی واتباع مصطفائی میں مصروف و مشغول رکھتے ہیں۔ ان کا قلب مصفی قالب مطہر، روح مذکی عقل منور ہوتی ہے یہ لوگ اپنے عمل و عقل سے اپنے وجود کی بقاء بناتے ہیں اور نام و نمود کے خواہش مند لوگ راہِ فرار کے غدار ہیں۔ سفر روحانیت میں شامل منافقوں نے ہمیشہ قسم و قول سے اپنے وجود کو منوانے کی بے فائدہ ولا حاصل کوشش کی کیونکہ منافقین نبی کی غیب دانی کے منکر ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو وہ علوم عطا فرمائے کہ تمام جہان والوں کے علم، علم نبوی کے سامنے ذرہ ناچیز ہیں۔ اس لئے ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا فرمادو اے ہادی کل دانائے سبل، ختم الرسل و مولائے کل ان تمام منافقین حلافین کو کہ اونچی اونچی قسمیں نہ کھاؤ نہ جبہ دستار کی قرب شانی دکھاؤ نہ منبر و محراب کی چرب زبانی سناؤ۔ کیونکہ آستانہ رسول اللہ میں اطاعت وہی ہے جو معروفہ اعمال و

مشہورہ افعال ہونہ کہ فقط دعوئے قیل وقال بیشک اللہ تعالیٰ خلوص و نفاق کے تمام اعمال سے جو تم کرتے ہو یا کرنے کا ارادہ قلبی بناتے ہو خبر رکھنے والا ہے۔ مخلص کے ہر عمل میں چار صفتیں ہوتی ہیں۔ ۱۔ فرقت ہجران کا خوف و خشیت ۔ ۲۔ وصل غفران کا شوق و جاہت۔ ۳۔ عظمت عرفان کا ذوق و لذت۔ ۴۔ ظفر و احسان اور فلاح دارین کی امید و رجیٰ کا لطف رحمٰن۔ جب بندۂ سالک آداب فرائض اور پرہیز محارم میں اللہ رسول کی اطاعت کرتا ہے اور گزرے گناہوں کی پکڑ سے نا مقبول ہونے کے حساب و محاسبہ سے خوف الٰہی رکھتا ہے اور باقی عمر کا ارادہ کرتا ہے کہ عقوبت حجاب اور تردید اعمال سے خود کو بچائے گا تو وہی بندہ مکاشفہ خلوت میں بلا کیف و بلا حیث اور بلا حساب و بلا حجاب مشاہدۂ انوار جمال پالیتا ہے۔ ایسے ہی خوش نصیب بندے سعادت کی توفیق، برکت کی توثیق اور رحمت کی تائید میں سبقت لے کر فَائِزُوْنَ ہوتے ہیں کیونکہ خشیت میں اطاعت ہے اور اطاعت میں معرفت ہے اور معرفت میں قربت ہے۔ قربت میں وصلت ہے اور وصلت سے صحبت ہے۔ سچی اطاعت نام ہے فعل حلال و ترک حرام کا۔ تقوے کے دو قدم ہیں: غِنَا بِاللّٰهِ مِنَ الْقَلْبِ. دل سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ غنی ہونا اور تَوَکُّل عَلَى اللّٰهِ مِنْ کُلِّ حَالٍ. ہر حال میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ مخلصین کی تین ظاہری عملی نشانیاں ہیں ہونٹ خشک ہوں روزہ داری سے، رنگت چہرہ زرد ہو کثرت بیداری سے، آنکھیں تر ہوں گریہ زاری سے۔ تعجب ہے اس مغرور پر جو گزرے دنوں میں ایک معمولی نطفہ تھا اور آئندہ دنوں میں مردار ہو جائے گا۔ خوف کی عبادت غلاموں کی ہے۔ لالچ کی عبادت تاجروں کی، ذوق کی عبادت شکر والوں کی ہوتی ہے۔

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ
فرماؤ کہ اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اطاعت کرو رسول کریم کی پھر اگر تم اطاعت سے منہ پھیرو گے
تم فرماؤ حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا۔ پھر اگر تم منہ پھیرو
فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ؕ
تو بس اس رسول کے ذمہ پر وہی تبلیغ ہے جو لازم کی گئی ہے اور تم پر وہ بوجھ واجب ہے جو تم لادے گئے ہو
تو رسول کے ذمہ وہی ہے جو اس پر لازم کیا گیا اور تم پر وہ ہے جس کا بوجھ تم پر رکھا گیا
وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ؕ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝۵۴
اور اگر اطاعت کرو گے تم ان کی تو ہدایت پا جاؤ گے۔ اور نہیں رسول اللہ کے ذمہ مگر صرف کھلی تبلیغ
اور اگر رسول کی فرمانبرداری کرو گے تو راہ پاؤ گے۔ اور رسول کے ذمہ نہیں مگر صاف پہنچا دینا
وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
وعدہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان سے جو ایمان لائے تم میں سے اور عمل کیے نیک پاک کہ ضرور خلافتیں عطا فرمائے گا

اللہ نے وعدہ دیا ان کو جو تم میں سے ایمان لائے اور اچھے کام کئے
لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ
ان پاکیزہ لوگوں کو زمین میں جس طرح خلافتیں عطا فرمائیں تھیں ان پیاروں کو جو ان سے پہلے گزرے
کہ ضرور انہیں زمین میں خلافت دے گا جیسی ان سے پہلوں کو دی
وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ
اور ضرور قوت دے گا ان کے لئے ان کے اسی دین کو جو چن لیا ہے ان پاکیزہ لوگوں کے لئے
اور ان کے لئے جما دے گا ان کا وہ دین جو ان کے لئے پسند فرمایا ہے
وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا
اور ضرور بدلے میں دے گا ان کو ان کے خوف کے بعد بہت بڑی امن، عبادت کرتے ہیں وہ میری
اور ضرور ان کے اگلے خوف کو امن سے بدل دے گا میری عبادت کریں
يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿٥٥﴾
اور نہیں شریک بناتے وہ میرا کسی چیز کو۔ اور جس نے کفر کیا اس کے بعد تو وہی لوگ نافرمان ہیں
میرا شریک کسی کو نہ ٹھہرائیں اور جو اس کے بعد ناشکری کرے تو وہی لوگ بے حکم ہیں

تعلقات

ان آیات کا پچھلی آیات پاک سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آیات میں فرمایا گیا قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا آپ فرماؤ اے منافقو بڑھ بڑھ کر قسمیں مت کھاؤ اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال کا خبیر ہے۔ اب ان آیات میں فرمایا جا رہا ہے کہ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ۔ فرمادیجئے بس تم اللہ رسول کی عملی اظہار سے اطاعت کئے جاؤ اگر اطاعت سے منہ پھیرا تو اپنے بوجھ کے ذمہ دار تم خود ہو۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیات میں فرمایا گیا کہ جو لوگ اللہ رسول کی سچی اطاعت کرتے ہیں اور ان کے باطن میں اللہ تعالیٰ کی خشیت ہیبت اور ظاہر میں اللہ تعالیٰ کا تقویٰ موجود ہے اللہ تعالیٰ دونوں جہان میں ان کو ثابت قدمی کی کامیابی عطا فرمائے گا۔ اب ان آیات میں فرمایا جا رہا ہے کہ اسی قسم کے مومنین سے اللہ تعالیٰ نے ایک یہ وعدہ بھی فرمایا کہ ان کو خلافت راشدہ کی نعمت بھی عطا فرمائی جائے گی جو تا قیامت مسلمانوں کے کام آئے گی۔ **تیسرا تعلق:** پچھلی آیات میں فرمایا گیا کہ اطاعت والے مُفْلِحُوْنَ ہیں اور خشیت و تقوے والے فَائِزُوْنَ ہیں اب ان آیات میں فرمایا جا رہا ہے کہ جو لوگ شرک و کفر والے ہیں وہ فَاسِقُوْنَ یعنی بے حکم نافرمان ہیں۔

شان نزول

صحابہ کرام نے مکہ مکرمہ میں کفار کے ظلم برداشت کرتے ہوئے عرصہ گزارا پھر اپنی اپنی عمر بھر کی کمائی منقولہ غیر منقولہ تمام جائیدادیں چھوڑ کر صرف دولت ایمان بچا کر ہجرت کر کے مدینہ منورہ آگئے مگر کفار مکہ کی آتش ظلم وغضب اب بھی بھڑک رہی تھی۔ نہتوں پر ظلم کرنے والے کفار مکہ کا سارا غرور میدان بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں رسوا کن ذلت آمیز شکست سے خاک میں مل چکا تھا اور انہیں پتہ چل گیا تھا کہ مسلمانوں کی کتنی عظیم قوت ہے مکے میں رہ کر ہمارے ظلم سہنا صرف امتحان صبر میں پورا اتر کر کامیاب ہونا تھا ورنہ صحابہ کمزور نہ تھے اگر کمزور یا بزدل ہوتے تو جنگ بدر میں ہم کفار مکہ کو ذلیل کر کے نہ مارتے۔ لیکن کفار مکہ کی فطرت خباثت انہیں چین سے نہ بیٹھنے دیتی اب بھی بار بار مکاری دکھاتے رہتے۔ کبھی اکیلے دُکیلے مسلمان کو اغوا کر لیتے، کبھی کسی مسلمان چرواہے کو قتل کر کے اس کے ذاتی وامانتی حفاظتی جانور چرا کر لے جاتے یعنی بدری ذلت کی خفت مٹانے کے لئے کمینی حرکتوں پر اتر آئے تھے۔ اس لئے صحابہ کرام کو ہر وقت ہتھیار بند ہو کر چوکنا رہنا پڑتا جس کی وجہ سے کچھ صحابہ کرام کبھی کبھی تنگی بھی محسوس کرتے۔ ایک بار ایک صحابی نے بارگاہِ اقدس میں عرض کیا یا آقا! صلی اللہ علیک وسلم ہم کب تک اس طرح حالت اضطرار میں رہیں گے۔ اَمَا یَأْتِیْ عَلَیْنَا یَوْمٌ نَأْمَنُ فِیْهِ وَنَضَعُ السِّلَاحَ۔ یعنی کیا کبھی ایسا دن نہیں آئے گا جب ہم اپنے جسموں سے ہتھیار اتار ڈالیں گے اور امن وسکون سے سویا کریں گے۔ آقا ﷺ نے جواباً فرمایا۔ بہت جلد ایسا وقت آنے والا ہے کہ قیصر وکسریٰ کے تاج بھی تمہارے قدموں میں ہوں گے اور ہر طرف ہر طرح چین وامن ہوگا۔ تب ارشاد نبوی ﷺ کی تائید میں یہ تین آیتیں نازل ہوئیں از آیت ۵۵ تا آیت ۵۷۔ جن میں خلافت راشدہ کا ذکر و وعدہ فرمایا گیا۔

تفسیر نحوی

قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَیْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَیْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ۗ وَاِنْ تُطِیْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ۗ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ۝ ۔ قُلْ فعل امر با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر قولٌ ہوا۔ اَطِیْعُوا باب افعال کا فعل امر حاضر معروف جمع مذکر اس کا مصدر ہے اِطَاعَةٌ۔ طَوْعٌ سے بنا ہے اصل میں اِطْوَاعٌ تھا۔ تعلیل سے اِطَاعَةٌ ہوا۔ ترجمہ ہے خوش دلی سے بات ماننا فرمانبرداری کرنا۔ اس کا فاعل ہے ضمیر صیغہ۔ اللّٰهَ اس کا مفعول بہ یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ۔ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ اسی ترکیب سے جملہ فعلیہ ہو کر معطوف دونوں عطف مل کر مقولہ ہوا قُلْ کا دونوں ملکر جملہ قولیہ ہو گیا۔ فَ زائدہ بمعنی ثُمَّ اِنْ حرف شرط تَوَلَّوْا۔ باب تَفَعُّلْ کا مضارع مستقبل دراصل تَتَوَلَّوْا تھا۔ تخفیف کے لئے ایک تَ گرگئی کیونکہ سیاق وسباق میں قرینہ خطابی موجود ہے عَلَیْكُمْ اور اَطِیْعُوا۔ یہ صیغہ جمع مذکر خطابی ہے (حاضر) اس کا فاعل ضمیر صیغہ۔ یہ فعل فاعل جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہے فَ حرف جزا۔ اِنَّمَا لفظ حصر بمعنی فقط عَلَیْهِ جار مجرور متعلق ہے وَاجِبٌ اسم فاعل پوشیدہ کا مَا اسم موصول حُمِّلَ باب تفعیل کا ماضی مطلق مجہول صیغہ واحد مذکر غائب اس کا مصدر ہے تَحْمِیْلٌ۔ حَمْلٌ سے مشتق ہے بمعنی ذمہ لگانا اس کا نائب فاعل ہے ضمیر صیغہ جس کا مرجع ہے رَسُوْلَ۔ یہ فعل نائب فاعل جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہے مَا کا موصول صلہ مل کر فاعل ہے وَاجِبٌ پوشیدہ کا۔ وہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف علیہ ہے اگلی پوری عبارت کا واؤ حرف عطف اپنے

معنی میں۔ عَلَیْکُمْ جار مجرور متعلق ہے وَارِدٌ یا وَاقِعٌ پوشیدہ اسم فاعل کا مَا حُمِّلْتُمْ۔ جملہ فعلیہ صلہ موصول مل کر فاعل ہے پوشیدہ کا یہ پوشیدہ اسم فاعل اپنے فاعل و متعلق سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف ہے دونوں عطف مل کر جزا ہے اِنْ تَوَلَّوْا کے جملے کی وہ شرط و جزا مل کر جملہ شرطیہ ہو گیا۔ واؤ سر جملہ اِنْ شرطیہ۔ تُطِیْعُوْہُ مضارع مستقبل معروف صیغہ جمع مذکر حاضر اس کا فاعل اَنْتُمْ ضمیر صیغہ، ہٗ ضمیر ظاہر مفعول بہ مرجع ہے رسول۔ یہ فعل فاعل مفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہے تُطِیْعُوْ دراصل تُطِیْعُوْنَ تھا۔ اِنْ شرطیہ نے جزم دیا تو نونِ اعرابی آخر سے گر گئی۔ تَهْتَدُوْا باب افتعال کا مضارع مستقبل۔ اس کا مصدر ہے اِهْتِدَاءٌ۔ هُدًی سے بنا ہے اس کا فاعل ضمیر صیغہ اَنْتُمْ جمع مذکر حاضر ہے۔ یہ فعل فاعل جملہ فعلیہ ہو کر جزا ہے اِنْ تُطِیْعُوْ کی دونوں مل کر جملہ شرطیہ ہو گیا۔ واؤ سر جملہ مَا حرف نفی مشبہ بِلَیْسَ۔ عَلَی الرَّسُوْلِ۔ یہ جار مجرور متعلق ہے لَازِمٌ یا پوشیدہ اسم فاعل کا یہ اپنے فاعل پوشیدہ ضمیر اور متعلق سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر مقدم ہے مَا کی اِلَّا حرف استثنا منقطع کیونکہ مستثنیٰ مِنْہُ مذکور نہیں ہے اَلْبَلٰغُ۔ اسم مصدر بمعنی کافی اور پوری تبلیغ کر دینا، پہنچا دینا۔ موصوف ہے اَلْمُبِیْنُ اسم فاعل باب افعال کا بمعنی صاف واضح ظاہر۔ یہ صفت ہے بَلَاغ کی یہ مرکب توصیفی اسم ہے مَا کا۔ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔ وَعَدَ۔ باب ضَرَبَ کا ماضی مطلق اللّٰهُ اس کا فاعل الَّذِیْنَ۔ اسم موصول اٰمَنُوْا باب افعال کا ماضی مطلق جمع مذکر غائب یہ فعل با فاعل پوشیدہ ضمیر صیغہ مِنْكُمْ جار مجرور متعلق ہے اٰمَنُوْا کا۔ یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ عَمِلُوْا باب سَمِعَ کا ماضی مطلق صیغہ جمع مذکر غائب اس کا فاعل هُمْ ضمیر صیغہ الصّٰلِحٰتِ اسم جمع مؤنث سالم اس کا واحد ہے صَالِحَةٌ معنی ہے دینی نیک کام و کلام یعنی نیکیاں یہ مفعول بہ ہے عَمِلُوْا کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہے اٰمَنُوْا پر۔ دونوں عطف مل کر صلہ ہے الَّذِیْنَ کا وہ موصول صلہ مل کر مفعول بہ اول ہوا وَعَدَ کا۔ لَیَسْتَخْلِفَنَّ۔ باب استفعال کا مضارع لام تاکید بانون تاکید ثقیلہ مستقبل مثبت معروف صیغہ واحد مذکر غائب اس کا فاعل هُوَ ضمیر صیغہ پوشیدہ جس کا مرجع ہے اللہ تعالیٰ اس کا مصدر ہے اِسْتِخْلَافٌ ترجمہ ہے خلیفہ بنانا۔ خَلْفٌ سے بنا ہے معنی ہے بعد میں ہونا پیچھے ہونا۔ هُمْ ضمیر کا مرجع ہے الَّذِیْنَ۔ یہ مفعول بہ ہے فِی الْاَرْضِ یہ جار مجرور متعلق اول ہے لَیَسْتَخْلِفَنَّ کا۔ كَمَا کاف جارہ مَا مصدریہ۔ اِسْتَخْلَفَ ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ واحد مذکر غائب اس کا فاعل ضمیر صیغہ مرجع اللہ تعالیٰ۔ الَّذِیْنَ اسم موصول جمع مذکر مِنْ جارہ بیانیہ قَبْلِهِمْ مرکب اضافی مجرور ہے مِنْ سے یہ جار مجرور متعلق ہے سَالِفِیْنَ پوشیدہ اسم فاعل جمع مذکر کا وہ اسم فاعل با فاعل پوشیدہ اور متعلق سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر صلہ ہے الَّذِیْنَ کا وہ موصول صلہ مل کر مفعول بہ ہے اِسْتَخْلَفَ کا یہ فعل فاعل مفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مجرور ہے كَمَا کے کاف جارہ سے وہ جار مجرور مل کر متعلق دوم ہے لَیَسْتَخْلِفَنَّ کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مفعول بہ دوم ہوا وعد کا۔ لیکن پہلے اگلی عبارت سے اٰمِنًا تک اس جملے کا عطفی تعلق ہے کہ یہ معطوف علیہ ہے۔ وَلَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا۔ واؤ عاطفہ لَیُمَكِّنَنَّ باب تفعیل کا فعل مضارع مستقبل لام تاکید یا نون تاکید ثقیلہ صیغہ واحد مذکر غائب۔ اس کا مصدر ہے تَمْكِیْنٌ، مَكْنٌ سے بنا ہے ترجمہ ہے قوت دینا، ٹھکانہ مضبوط کرنا، رہائشی قوت دینا یہاں مراد ہے دین کی مضبوطی اس

کا فاعل ضمیر صیغہ مرجع اللہ تعالیٰ۔ لَهُمْ یہ جار مجرور اس کا متعلق ہے۔ دِيْنَهُمُ مرکب اضافی موصوف ہے الَّذِي کا ارْتَضٰى باب افتعال کا ماضی مطلق مثبت معروف واحد مذکر غائب اس کا مصدر ہے اِرْتِضَاءٌ رَضِیٌ سے بنا ہے ترجمہ ہے رضا والا پسندیدہ اور چنا ہوا ہونا اِرْتِضَاءٌ متعدی ہے بمعنی چن لینا اس کا فاعل ضمیر هُوَ۔ لَهُمْ جار مجرور اس کا متعلق ہے۔ یہ فعل فاعل متعلق مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہے الَّذِي کا یہ موصول صلہ مل کر صفت ہے دِيْنَهُمْ کی یہ مرکب توصیفی مفعول بہ لَيُمَكِّنَنَّ کا وہ سب مل کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ۔ لَيُبَدِّلَنَّ باب تفعیل کا مضارع مستقبل لام بانون تاکید ثقیلہ معروف واحد مذکر غائب اس کا مصدر تَبْدِيْلٌ بَدْلٌ سے بنا ہے فاعل ضمیر صیغہ۔ هُمْ ضمیر مفعول بہ مِنْ جارہ بَعْدِ خَوْفِهِمْ یہ ذیل مرکب اضافی مجرور متعلق ہے۔ اَمْنًا حاصل مصدر جامد مفعول فیہ ہے لَيُبَدِّلَنَّ کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہوا لَيُمَكِّنَنَّ کے جملے پر دونوں معطوف علیہ معطوف مل کر پھر معطوف ہے لَيَسْتَخْلِفَنَّ کے جملے پر۔ یہ سب عطف مل کر مفعول بہ دوم ہے وَعَدَ کا یہ فعل فاعل دونوں مفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو گیا۔ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا ۭ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ يَعْبُدُوْنَ باب نَصَرَ کا مضارع حال مثبت معروف جمع مذکر غائب عَبْدٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے قولی فعلی عبادت کرنا اللہ سمجھ کر۔ اس کا فاعل هُمْ ضمیر نون وقایہ یٔ ضمیر واحد متکلم اس کا مفعول بہ یہ فعل فاعل مفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو گیا۔ لَا يُشْرِكُوْنَ باب افعال کا مضارع حال منفی معروف جمع مذکر غائب فاعل ضمیر صیغہ بِیْ۔ یہ جار مجرور اس کا متعلق۔ شَيْئًا اسم مفرد نکرہ جامد اس کی جمع مکسر اشیاء ہے یہ مفعول بہ ہے۔ لَا يُشْرِكُوْنَ اپنے فعل فاعل مفعول بہ متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ واؤ سر جملہ مَنْ اسم موصول۔ كَفَرَ باب نَصَرَ کا ماضی مطلق واحد مذکر غائب كُفْرٌ سے مشتق ہے فاعل ضمیر صیغہ هُوَ پوشیدہ۔ بَعْدَ مضاف ذٰلِكَ مضاف الیہ۔ یہ مرکب اضافی ظرف زمانی ہے كَفَرَ کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہے۔ فَ جزائیہ۔ اُولٰۗىِٕكَ اسم اشارہ بعیدی اس کا مشار الیہ مَنْ ہے یہ مبتدا ہے۔ هُمْ ضمیر حصر الْفٰسِقُوْنَ خبر مبتدا یہ دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو کر جزا ہے مَنْ كَفَرَ کی یہ شرط و جزا مل کر جملہ شرطیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ۭ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ۭ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝ اے نبی فرما دو سنا دو حکم شریعت ان بے ہدایت لوگوں کو سچے دل و پکی نیت سے اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان لاؤ اور نبی کریم کے فرمان مانو۔ یاد رہے کہ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا ۚ حکم توبیخی ہے یعنی جھڑکنے کے لئے اور یہ قُلْ اَطِيْعُوا حکم تکلیفی ہے یعنی واجب ہے وہ نہی ہے یہ امر ہے وہ حکم منافقت چھوڑنے کے لئے یہ خلوص جوڑنے کے لئے وہ جہنم سے بچانے کے لئے یہ جنت میں پہنچانے کے لئے۔ اس کے باوجود اگر تم اطاعت سے منہ موڑو اور منافقت سے دل جوڑو تو ہمارے نبی کا کوئی نقصان نہیں اس لئے کہ ان پر صرف وہی تبلیغ احکام واجب ہے جو ان کے ذمے ڈالی گئی اور انہوں نے بہت اچھے طریقے سے اپنی ذمہ داری پوری فرما دی۔ اس منہ پھیرنے پیٹھ موڑنے میں تمہارا ہی نقصان ہے اس لئے کہ تم پر فرمانبرداری کی وہ بھاری ذمہ داری ہے جو تم سب انسانوں پر ڈالی گئی ہے مگر تم منافقین و کفار نے وہ ذمہ داری پوری نہیں کی جبکہ بار بار ہر طرح تم کو سمجھایا گیا اگر اب بھی مخلص مطیع بن جاؤ تو سب ہدایتیں تمہارے لئے ہیں دنیا و آخرت میں اور سن لو عقل و

ہوش سے کہ رسول کریم ﷺ پر تبلیغ مبین کے سوا اور کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ آقائے کائنات حضور اقدس ﷺ نے چار طریقے سے تبلیغ دین فرمائی۔ ۱۔ تلاوت قرآن سے۔ ۲۔ وضاحت فرمان سے۔ ۳۔ رویت معجزات سے۔ ۴۔ جہاد غزوات سے۔ علماء فرماتے ہیں کہ رب تعالیٰ نے تین چیزیں تین چیزوں سے جوڑ دیں۔ ۱۔ اقامت نماز کو ادا و زکوٰۃ سے کہ زکوٰۃ کی ادا نہیں تو نماز کی قبولیت نہیں۔ ۲۔ اَطِیْعُوا اللّٰهَ کو اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ سے کہ اگر کسی مسلمان کے پاس اطاعت رسول کی سند نہیں تو اس کی اطاعت اللہ پسند نہیں۔ اطاعت نبی کریم دروازۂ قبولیت کی چابی ہے۔ اطاعت رسول کا نقشہ اچھوں کی پیروی ہے یہی پیروی اور پیچھے چلنا دخول جنت کا سبب اعظم ہے اسی اتباع صادقین نے سگ اصحاب کہف کو جنتی بنا دیا۔ ۳۔ اَنِ اشْکُرْلِیْ کو وَلِوَالِدَیْکَ سے کہ اگر والدین کا شکریہ نہیں تو شکر اللہ بھی قبول نہیں بلکہ توفیق ہی نہیں ملتی تین چیزوں کا دعویٰ تین عمل کے بغیر جھوٹا ہے۔ ۱۔ بغیر صدقہ خیرات جنت کی محبت۔ ۲۔ حرام و مکروہات کو چھوڑے بغیر محبت الٰہی کا دعویٰ۔ ۳۔ صحابہ و اولیاء کی محبت کے بغیر نبی کریم ﷺ کی محبت کا دعویٰ کرنا جھوٹ ہے۔ اس لئے کہ حُب درویشاں کلید جنت است۔ ہدایت کی دولت اس کو ملتی ہے جس کے پاس اطاعت کی قیمت ہو۔ طریقت کا امام وہی ہے جو پہلے شریعت کا مقتدی بنے اور جو شریعت کا غلام ہے وہی طریقت کا آقا ہے:

رہرو راہِ حقیقت ہے وہی جو شریعت کے اصولوں پر چلے

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۔ اے محبوب خوشخبری سنا دو اپنے پریشان حال اور ہمہ وقتی ہتھیار بند صحابہ مجاہدین کو کہ وعدہ فرمالیا ہے اپنے ذمہ کرم پر اللہ تعالیٰ نے کہ تم میں سے جو بھی ایمان کے اعلیٰ مقام پر قائم رہے اللہ تعالیٰ کی بندگی اور نبی کریم کی غلامی میں دائمی رہے اور اعمال صالحہ پاکیزہ پر عامل رہے اس طرح کہ دین اسلام کا ہو، ایمان مسلمان کا ہو۔ احکام شریعت کے ہوں تعمیل پابندی تم سب کی معبودیت اللہ تعالیٰ کی عبدیت مسلمانوں کی اگر یہ سدا بہار کیفیت جاری رہی تو ان مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے اس زمین میں اُسی شان و شوکت امن و حفاظت کے لئے اُسی قوت و اختیار اور تعدادِ چار سے خلیفہ بنا دے گا کثیر علاقوں میں جیسے کہ خلیفہ بنایا تھا رب تعالیٰ نے ان شخصیات بابرکات کو جو ان سے پہلے زمانوں میں ہوئے۔ خلافت کی چھ قسمیں ہیں۔ ۱۔ خلافت نیابت یعنی خلافۃ اللّٰہ۔ ۲۔ خلافت جانشینی یعنی خلافت نبوی۔ ۳۔ خلافت ولی عہدی۔ ۴۔ خلافت مجبوری و معذوری۔ ۵۔ خلافت معزولی و تبدیلی۔ ۶۔ خلافت عارضی وقتی جیسے خلافت حضرت ہارون علیہ السلام بوقت طور۔ یا خلافت مولیٰ علی بوقت غزوۂ تبوک۔ یہاں كَمَا کی تشبیہ میں تین تشبیہیں واضح کی گئیں اولاً تعداد خلفاء۔ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام میں چار انبیاء خلیفہ بنائے گئے۔ ۱۔ آدم۔ ۲۔ نوح۔ ۳۔ داؤد۔ ۴۔ سلیمان علیہم السلام قرآن مجید و حدیث پاک میں صرف ان چار کی خلافت کا ذکر ہے۔ دوسری تشبیہ اختیار و مراتب کی ہم مثلی و مشابہت یعنی جس طرح وہ چار نبی علیہم السلام کلی طور پر بااختیار خلیفہ تھے کہ ہر خلیفہ امامت نیابت حکومت، نظامت عدالت کے منصب کا امانت دار تھا۔ اسی طرح صحابہ کرام میں بھی چار خلیفے ہوں گے کہ ہر خلیفہ اپنے اپنے وقت میں ان پانچوں منصبوں ذمہ داریوں پر فائز ہوگا۔ تیسری مشابہت زمانی کہ جس طرح پہلے ہر ایک زمانے

میں صرف ایک خلیفہ ہوا ان کی وفات کے بعد دوسرے نبی خلیفہ بنائے گئے اسی طرح اب بھی ایسا ہی ہوگا یہ تینوں مشابہتیں صرف چار خلفاء راشدین میں ہوئیں اس لئے چار ہی خلفاء راشدین یہی چار خلیفۃ اللہ ہیں کہ وعدہ لَیَسْتَخْلِفَنَّ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو خلیفہ بنایا اور یہی خلیفۃ النبی ہیں کہ آقا ﷺ نے انہی کی خلافت کا اشارہ فرمایا۔ یہی چار افضل صحابہ ہیں اب تا قیامت مسلمانوں میں ان کی ہی فتوحات قائم ان کی ہی سیاست عدالت حکومت کا نظام نظام اسلامی ہے۔ تفضیلی رافضی کہتے ہیں کہ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ بھی خلفاء راشدین میں سے مگر یہ غلط ہے اس کے بارے میں مدلل فتویٰ ہمارے فتاویٰ العطایا جلد پنجم میں دیکھیے۔ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَهُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِكُوْنَ بِیْ شَیْـًٔا ؕ۔ خلافت کی ہدایت صلاحیت کے ساتھ پوری کائنات ارضی میں اللہ تعالیٰ ان کے لئے منتخب دین اسلام کو مضبوطی و استقامت عطا فرمائے گا جو کبھی ختم نہ ہو۔ کہیں حکومت سے کہیں ایسی وجاہت سے کہ علاقے کفار کے اس میں تلاوتیں قرآن کی۔ عمارتیں یہود و نصاریٰ ان میں مسجدیں مسلمانوں کی گرجے کنیسے غیر مسلموں کے ان میں اذانیں ایمان والوں کی۔ بازار کفار کے جلوس عید میلاد کے اور موجودہ خوف و پریشانی کے بدلے میں ان پاکباز مسلمان ہستیوں کو امن و سلامتی و حفاظت کی ایسی دولت عزت مرتبت عطا فرمائے گا کہ پوری دنیا میں ہر شاہ و گدا پر ان کا رعب ایمانی ہوگا کہ جہاں پہلے ابھی اصنام و کواکب و آتش کدوں کی پرستش ہوتی ہے وہاں بلا خوف و خطر اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ کی صدائیں گونجیں گی اسلام کی تمکینی، کفر کی تغییری کفار کی تبدیلی ہوگی۔ یہ ایفاء وعدہ صحابہ کرام نے بھی دیکھا اور صحابہ کے ایمان پُرخلوص عبادت پر حضور اور عقیدہ پرنور کے طفیل آج اس کا کچھ نقشہ ہم بھی دیکھ رہے ہیں۔ تمکین یہ ہوتی ہے کہ کسی کو کسی کے علاقہ میں قوت کا قبضہ نصیب ہو۔ خواہ ملکیتاً یا حکومتاً یا قانوناً یا غلبتاً اور تبدیلی یہ ہے کہ کسی کو ہٹا کر یا گھٹا کر یا مٹا کر دوسرے کو وہاں بٹھانا یا بسانا اور تغییر یہ ہے کہ کسی شخصیت کی صرف حالت کیفیت وحیثیت بدل دینا۔ اے لوگو یہ تمام عزتیں قوتیں دولتیں شوکتیں وجاہتیں صرف اس وقت تک ملیں گی جب تک مسلمان دین و ایمان پر قائم رہتے ہوئے خلوص قلبی صحت بدنی طہارت جسمی و روحی اور عبادت وقتی کی پابندی کرتے ہوئے صورۃً سیرۃً اتباع نبوی سے میری عبادت اس شان کی ادا کرتے رہیں کہ کسی چیز میں کسی کو بھی کسی طرح کی وقت بھی میرا شریک نہ بنائیں۔ اللہ تعالیٰ کے یہ تینوں وعدے دور نبوی اور چاروں خلفاء کے زمانوں میں پورے ہوئے اور اس طرح حالات خوشگوار و امان دار ہوئے کہ:

دمبدم صوت کمال دولت خدام او ــــ عرصہ روئے زمیں راسر بسر خواہد گرفت
شاہباز ہمتش چوں بر کشاید بال قدر ــــ او ثریا تا ثریٰ در زیر پر خواہد گرفت

خوف کفر حجاز سے بھاگا تو عرب میں پہنچا عرب سے عجم میں بھاگا پھر گوشے گوشے میں منہ چھپاتا پھرا۔ خوف کفر امن اسلام کا کہیں غلام بنا کہیں قیدی۔ کہیں مقتول کہیں مغرور کہیں مشکور کہیں مفتوح کہیں باجگزار کہیں تاج و تخت سے فرار۔ عہدی نبوی میں مکہ مکرمہ، پورا حجاز، خیبر، بحرین، یمن اور عرب کے تمام جزیرے خلافت صدیقی، علاقہ مرتدین، علاقہ یمامہ۔ تحفظ ختم نبوت، علاقہ عجم مشرق قریب اور مغرب قریب اسلام کے پہلے سپہ سالار خالد بن ولید اور دوسرے ابوعبیدہ بن جراح، خلافت فاروقی،

قیصر روم، علاقہ مصر، سپہ سالار مولیٰ علی، سلطنت کسریٰ، پورا ایران، قسطنطنیہ، حدود ہند نصف علاقہ، سندھ افغانستان، سرحد پاکستان کے پاس طور خم سے اندر مسجد علی آج بھی موجود ہے اس جگہ کا نام درۂ خیبر مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کی نسبت سے ہے۔ علاقۂ خراسان، فتوحات خلافت عثمانی، شمالی افریقہ، بحیرۂ روم، جزیرۂ قبرص، چینی سرحدی علاقہ ان تمام فتوحات میں تقریباً چھوٹے بڑے پانچ سو ملک فتح ہوئے۔ خلافت علوی حیدری میں اندرونی غداروں سے ملک بچایا گیا رافضی خارجی یہودیانہ سازشوں کا مقابلہ کیا گیا اور لشکری قوت کا تحفظ کیا گیا چونکہ اللہ تعالیٰ کے وعدے ان چار خلفاء کے زمانوں میں ہی پورے ہو گئے اس لئے یہی چار خلفاء راشدین مہدیین برحق ہیں۔ باقی بارہ خلفاء قریش جن کا ذکر احادیث مبارکہ میں آتا ہے وہ خلفاء مطلقہ ہیں ان کے پہلے امام حسن رضی اللہ عنہ اور آخری امام مہدی ہیں وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۔ اور جن لوگوں نے امن عافیت تحفظ عزت قوت حکومت غنیمت پاکر بھی کفر کیا۔ شرک یا عیاری یا ریاکاری یا غداری، تخریب کاری یا خلافت خلفاء کا انکار کر کے تو یہی لوگ دنیا کے بد دماغ آخرت کے فاسق و نافرمان ہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ اس امن وحفاظت کو بگاڑنے والے پہلے منکر قاتلین عثمان غنی رضی اللہ عنہ جو بعد میں رافضی شیعہ بن کر لشکر مولیٰ علی میں داخل ہوئے ان کو ہی فرمان نبوی میں منافق کہا گیا ہے (از ابن ماجہ باب فضائل عثمان ص ۱۱) اس کے بعد خارجی گروہ پیدا ہوا جس نے مسلمانوں کو آپس لڑایا امن مٹایا مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کو شہید کرایا اور خوف کفار سے امن کے بعد خوف خانہ جنگی آیا۔ یہ تبدیلی ان کافران روافض وخوارج کی وجہ سے آئی فَاسِقُوْنَ انہی کو فرمایا گیا ہے۔ اس آیت مقدسہ میں قدرت وحکمت کی سات دلیلیں واضح ہیں۔ ۱۔ رب تعالیٰ متکلم ہے۔ ۲۔ اللہ تعالیٰ وعدۂ اولیاء کے ایفاء اور وعید اعداء کے نفاذ پر قادر ہے۔ ۳۔ اللہ کا ہر علم قدیم ہے اشیاء کے وقت وجود سے پہلے ہی ہر شی کو جانتا ہے۔ ۴۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک ﷺ کو غیب کا علم عطا فرمایا اور آپ نے وَعَدَ اللّٰهُ اور لَيُمَكِّنَنَّ کی وضاحت کرتے ہوئے بہت سی غیبی خبریں پیشگی سنائیں۔ **پهلی حدیث:** مقدس بحوالہ تفسیر ابن کثیر جلد سوم ص ۱۰۳۔ فرمان نبوی اے صحابہ تھوڑے دن مزید صبر وانتظار کرو۔ بہت جلدی وہ وقت آنے والا ہے کہ تم لوگ دور دور بلا ہتھیار و بلا خوف چلو پھرو گے۔ **حدیث دوم:** شیعہ کتاب فروع کافی امام کلینی کتاب الروضہ ص ۱۰۲ بروایت امام عبداللہ جعفر صادق۔ یوم خندق مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے ایک چٹان توڑنے کی کوشش فرمائی مگر نہ ٹوٹی تب نبی کریم ﷺ نے مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے معول (کدال) لے کر ایک ضرب لگائی تو چٹان کے تین ٹکڑے ہو گئے اور تین چنگاریاں نکلیں آقا ﷺ نے فرمایا مجھے ان تین ٹکڑوں اور تین چنگاریوں سے تین بڑی فتوحات کی خوشخبری دی گئی ہے۔ قیصر وکسریٰ ویمن کے علاقے وخزانے مجھے دے دیئے گئے۔ الفاظ حدیث: فُتِحَتْ عَلَيَّ فِي ضَرْبَتِي هٰذَا بِكُنُوْزِ كِسْرىٰ وَ قيصر وَ يمن۔ **حدیث سوم:** بحوالہ مسند احمد جلد نہم طبع بیروت بروایت سلیم بن عامر عن مقداد بن اسود فرماتے ہیں کہ میں نے خود فرمان نبی کریم ﷺ سنا کہ روئے زمین پر کوئی پتھر یا مٹی کا مکان ایسا نہ رہے گا جس میں دین اسلام نہ پہنچے کوئی مانے یا نہ مانے۔ جو مانے گا وہ عزیز ہوگا جو نہ مانے گا وہ ذلیل ہوگا۔ **حدیث چھارم:** چند صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم کیا کبھی ایسا وقت آئے گا جب ہم مسلمان خوف کفار سے امن میں ہوں گے ہتھیار اتار کر بیٹھیں گے تو فرمایا آقا ﷺ نے

بہت جلد اللہ تعالیٰ وہ وقت لائے گا کہ مقام حضر موت تک تنہا مسافر امن سے سفر کرے گا بجز خوف الٰہی کسی کا خوف نہ ہوگا۔ صحابہ فرماتے ہیں دورِ فاروقی میں ہم نے یہ امن دیکھا۔ **حدیث پنجم:** بحوالہ مسند احمد بروایہ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ فرمان نبوی کہ میرے بعد تیس سال خلافت ہوگی پھر ملوکیت۔ اس فرمان سے خلافت راشدہ اربعہ ہی مراد ہے اس طرح کہ خلافت صدیقی دو سال آٹھ ماہ خلافت فاروقی دس سال چھ ماہ چار دن خلافت عثمانی بارہ سال تین ماہ۔ خلافت حیدری چار سال آٹھ ماہ پندرہ دن یہ مؤرخین کا حساب ہے یہ مدت تیس سال بنتی ہے مگر مفسرین کا حساب اس طرح ہے۔ خلافت صدیقی دو سال خلافت فاروقی دس سال، خلافت عثمانی بارہ سال، خلافت حیدری چھ سال۔ اس حساب سے بھی خلفاء اربعہ کی مدت خلافت تیس (۳۰) سال بنتی ہے۔ خلافت راشدہ کی پہچان قرآن مجید کی تشبیہ كَمَا اسْتَخْلَفَ سے یہی ہے کہ وہ وفات خلیفہ سے ختم ہوتی ہے۔ خلیفہ خود اپنی خلافت ختم نہیں کرسکتا نہ کسی کو دے کر نہ مستعفی ہو کر خود چھوڑنے سے خلیفہ گناہگار ہوگا لیکن خلافت مطلقہ خود چھوڑنا جائز۔ پہلا حکم حدیث مقدس سے ثابت دوسرا حکم عمل امام حسن رضی اللہ عنہ سے ثابت۔ **حدیث ششم:** بحوالہ بخاری مسلم فرمان نبوی تمام زمین میرے لئے سمیٹ دی گئی تو میں نے مشرق و مغرب کو دیکھ لیا عنقریب میری امت کی سلطنت وہاں تک ہوگی۔ **حدیث ہفتم:** بروایت حاکم میرا دین ہر اس گھر میں داخل ہوگا جس میں رات داخل ہوتی ہے یہ احادیث مقدسات ہم نے تفاسیر سے جمع کی ہیں ان سب میں غیب کی ہی پیشگوئیاں ہیں۔ قدرت کی۔ ۵۔ پانچویں دلیل، اللہ تعالیٰ شرک سے بیزار شریک سے پاک ہے۔ ۶۔ دلیل ششم، ایمان و عمل مثل شجر و ثمر ہیں۔ ۷۔ دلیل ہفتم، خلافت اربعہ ہی برحق و راشدہ ہے۔ ان دلائل کے استدلالات۔ ۱۔ دلیل اول وَعَدَ اللّٰهُ سے۔ ۲۔ دلیل دوم لَيَسْتَخْلِفَنَّ سے۔ ۳۔ دلیل سوم كَمَا اسْتَخْلَفَ سے۔ ۴۔ دلیل چہارم لَيُمَكِّنَنَّ سے۔ ۵۔ دلیل پنجم لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ سے۔ ۶۔ دلیل ششم ارْتَضٰى اور يَعْبُدُوْنَنِيْ سے۔ ۷۔ دلیل ہفتم لَيُبَدِّلَنَّهُمْ سے۔ آیت ۵۵ میں رافضی شیعوں کے پانچ قول اور ان کے تردیدی جواب۔ ۱۔ یہ آیت صحابہ ثلاثہ کے لئے نہیں بلکہ عام مطلقاً ہر مومن کے لئے ہے۔ **جواب:** یہ قول غلط ہے کیونکہ مِنْكُمْ فرمایا گیا صحابہ میں سے کچھ مِنَ الضِیۃ نے عمومیہ ختم کردی۔ ۲۔ لَيَسْتَخْلِفَنَّ سے مراد خلافت حکومت نہیں بلکہ سکونت فِي الْاَرْضِ مراد ہے۔ **جواب:** یہ قول بھی غلط کیونکہ سکونت تو تمام مخلوق کو حاصل لہٰذا وَعَدَ کی بشارت نہ دی جاتی۔ ۳۔ اسْتَخْلَفَ سے اگر خلافت مراد ہوتی تو نبی کریم ﷺ خود ہی خلیفے مقرر فرما دیتے حالانکہ نہ ایسا ہوا نہ ثابت نہ کوئی قائل اور بقول اہلسنت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے بوقت وفات فرمایا تھا کہ میں تم کو اسی طرح چھوڑ رہا ہوں جس طرح رسول اللہ نے تم کو چھوڑا یعنی بغیر خلیفہ ثابت ہوا کہ یہ اسلامی خلافت نہیں۔ **جواب:** اللہ تعالیٰ نے عبارۃً خلیفے مقرر فرمائے اور نبی کریم ﷺ نے صفات خلفاء بیان فرما کر اشارۃً مقرر فرمائے اور انتخاب مسلمانوں پر چھوڑا۔ لہٰذا یہی خلافتیں اسلامی ہیں۔ ۴۔ یہ آیت صرف مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے لئے ہے اور هُمْ ضمیر جمع تعظیمی ہے جیسے کہ سورۂ مائدہ آیت ۵۵ کا فرمان الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ صرف مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے لئے اترا۔ **جواب:** یہ دونوں باتیں غلط ہیں نہ یہاں هُمْ جمع تعظیم کے لئے ہے نہ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ کی آیت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں۔ اس لئے کہ جمع کو تعظیم کہنا مجازاً ہے جو یہاں سیاق و سباق کے خلاف ہے اور يُقِيْمُوْنَ کے بعد يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ

ہے تو یہ آیت ان صحابہ کے لئے ہے جو نماز و زکوٰۃ دونوں کو ادا کرتے رہے مگر مولیٰ علی رضی اللہ عنہ ساری عمر اس حالت میں رہے کہ ان پر زکوٰۃ فرض ہی نہ ہوئی خود ایک بار فرمایا اپنے زمانے کے فاسقین لوگوں کے متعلق۔

رَضِينَا قِسْمَةَ الْجَبَّارِ فِينَا لَنَا عِلْمٌ وَلِلْجُهَّالِ مَالٌ

۵۔ رافضی شیعہ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ آیت بارہ آئمہ اہل بیت کے لئے ہے نہ کہ تین صحابہ کے لئے۔ **جواب**: یہ بات دو وجہ سے غلط ہے۔ **اولاً**: اس لئے کہ لَيَسْتَخْلِفَنَّ میں حاضرین موجودین صحابہ سے خطاب ہے اور بارہ امام اس وقت پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ **دوم**: اس لئے کہ وعدہ تمکین وامن تو صحابہ اربعہ کے زمانوں میں ہی پورا ہو گیا تو اب کونسا وعدہ رہ گیا جس کی وجہ سے یہ آیت بارہ اماموں کی طرف پھیرنے کی ضرورت پڑے ثابت ہوا کہ خلفاء اربعہ ہی خلیفۃ اللہ ہیں۔ رافضی غلط خلفاء ثلاثہ کو برا کہہ کر اور خارجی غلط مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کو برا کہہ کر۔

ان آیات میں اختلافی اقوال

قُلْ کے حکم میں دو قول۔ ۱۔ بعض نے کہا پہلا قُلْ موکد ہے یہ قُلْ اس کی تاکید۔ ۲۔ اکثر نے فرمایا دونوں علیحدہ حکم پہلا ممانعت کا یہ وجوب کا۔ الرَّسُوْلَ کے الف لام میں دو قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا یہ عہد خارجی ہے اور مراد نبی کریم ﷺ ہیں۔ ۲۔ بعض نے کہا یہ جنسی ہے اور مراد ہر نبی رسول۔ تَوَلَّوْا کی بناوٹ میں دو قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا یہ دراصل تَتَوَلَّوْا ہے تفعّل سے برائے تخفیف تاء دوم گر گئی۔ ۲۔ بعض نے کہا ماضی مطلق ہے اپنے اصل پر۔ حُمِّلَ وَحُمِّلْتُمْ کی قرأت میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت میں میم کی تشدید سے باب تفعیل کا ماضی مطلق مجہول واحد مذکر و جمع مذکر۔ ۲۔ بعض کی قرأت حُمِلَ وَحُمِلْتُمْ ہے بلا تشدید باب ضرب کا ماضی مطلق مجہول۔ وَعَدَ اللّٰهُ کے معنی میں دو قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا یہ صرف صحابہ سے وعدہ ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا یہ مِنْ صرف بعضیہ کا ہے اور خطاب منافقین سے ہے۔ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ کے معنی میں دو قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا یہ جملہ خبریہ جواب وعدہ ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا یہ جملہ قسمیہ انشائیہ ہے قسم پوشیدہ کا جواب۔ فِي الْأَرْضِ کے علاقائی جغرافیائی رقبے میں دو قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا تمام عرب و عجم مراد ہیں۔ ۲۔ بعض نے کہا صرف عرب مراد ہے۔ كَمَا کی تشبیہ میں دو قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا یہ تشبیہ عددی نوعی حکمی معنوی ہے یعنی سابقہ انبیاء اربعہ علیہم السلام کی خلافت کے مثل باعتبار زمانی نظامی والی۔ ۲۔ بعض نے فرمایا یہ تشبیہ صرف قومی ہے یعنی قوم بنی اسرائیل کے مشابہ قوم مسلم کی خلافت صرف تصرف زمین نہ کہ سلطنت جیسے غرق فرعون کے بعد مصر و شام کا استعمال بنی اسرائیل کے لئے۔ اسْتَخْلَفَ کی قرأت میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت میں ماضی مطلق معروف ہے۔ ۲۔ بعض کی قرأت میں اُسْتُخْلِفَ ہے ماضی مجہول مطلق۔ لَيُبَدِّلَنَّ کی قرأت میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت مضارع ہے باب تفعیل سے۔ ۲۔ بعض کی قرأت باب افعال سے لَيُبْدِلَنَّ ہے۔ لَيُبَدِّلَنَّ کی ترکیب نحوی میں دو قول۔ ۱۔ بعض نے کہا یہ جملہ عطف ہے لَيُمَكِّنَنَّ پر۔ ۲۔ بعض نے کہا عطف ہے لَيَسْتَخْلِفَنَّ پر۔ خوف وامن کی مراد میں دو قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا دنیوی ہر قسم کا خوف مراد ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا اُخروی خوف مراد ہے۔ مِنْ قَبْلِهِمْ کی مراد میں دو قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا پہلے چار خلیفۃ اللہ، آدم، نوح، داؤد، سلیمان علیہم السلام مراد ہیں۔ ۲۔ بعض نے کہا آدم،

ہارون، یوشع، داؤد علیہم السلام مراد ہیں۔ یَعْبُدُوْنَنِیْ کی ترکیب نحوی میں چار قول۔ ا۔ بعض نے کہا یہ حال ہے پہلے الَّذِیْنَ کا۔ ۲۔ بعض نے کہا حال ہے لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ کی هُمْ ضمیر کا۔ ۳۔ بعض نے کہا یہ علیحدہ جملہ ہے ثناء مومنین کے لئے۔ ۴۔ بعض نے کہا یہ علیحدہ جملہ ہے خلیفہ بنانے کی وجہ بتانے کے لئے۔ لَا یُشْرِكُوْنَ کی ترکیب میں چار قول۔ ا۔ بعض نے کہا یہ جملہ حال ہے یَعْبُدُوْنَنِیْ کا۔ ۲۔ بعض نے کہا حال ہے پہلے الَّذِیْنَ کا۔ ۳۔ بعض نے کہا بدل ہے یَعْبُدُوْنَنِیْ کا۔ ۴۔ بعض نے کہا یہ علیحدہ جملہ ہے۔ لَا یُشْرِكُوْنَ کے معنی میں چار قول۔ ا۔ اکثر نے معنی کیا شرک نہیں کرتے۔ ۲۔ بعض نے کہا عبادت میں دکھلاوا نہیں کرتے۔ ۳۔ بعض نے کہا غیر اللہ سے نہیں ڈرتے۔ ۴۔ بعض نے کہا غیر اللہ سے محبت نہیں کرتے۔ شَیْئًا کی ترکیب میں دو قول۔ ا۔ اکثر نے فرمایا یہ مفعول بہ ہے لَا یُشْرِكُوْنَ کا۔ ۲۔ بعض نے کہا یہ مفعول مطلق ہے فعل پوشیدہ کا۔ مَنْ کے حکم میں دو قول۔ ا۔ اکثر نے فرمایا یہ موصولہ ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا یہ شرطیہ ہے۔ كَفَرَ کے معنی میں دو قول، ا۔ اکثر نے فرمایا كَفَرَ کا معنی شرک کیا۔ ۲: بعض نے کہا معنی ہے ناشکری کی۔

فائدے

ان آیات سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ **پہلا فائدہ:** قرآن مجید نے ہمیں یہ بتایا کہ ہدایت الٰہی موقوف و منحصر ہے اطاعت مصطفائی پر۔ غلامی آقا فرمانبرداری مولیٰ ﷺ کے بغیر طہارت عبادت تلاوت سب بیکار۔ نہ رحمت ملے نہ برکت یہ فائدہ اِنْ تُطِیْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ؕ فرمانے سے حاصل ہوا۔ **دوسرا فائدہ:** خلفاء راشدین تمام صحابہ سے افضل ان کی خلافت برحق۔ اگر بقول شیعہ رافضی یہاں تین خلافتیں باطل ہوتیں تو آج سارے سادات ناجائز اولاد ہوتے کیونکہ تمام سادات حسینی کی والدہ شہر بانو ہیں اور وہ ایران کی شہزادی فتح ایران میں قیدی بن کر مال غنیمت میں آئیں۔ یہ فتح ایران خلافت فاروقی میں ہوئی اور فاروق اعظم نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہزادی ایران عطا فرمائیں اور وہ سادات کی والدہ بنیں۔ اگر خلافت غلط تو فتح غلط، فتح غلط تو قیدی بنانا، مال غنیمت لینا اور شہر بانو کو تحفۂ امام حسین رضی اللہ عنہ کی ملکیت میں دینا پھر امام کا نکاح کرنا سب غلط اور غلط نکاح کی اولاد بھی غلط۔ شیعہ لوگ ان خلفاء ثلاثہ کی خلافتوں کو باطل کہہ کر اپنا ہی گھر تباہ کرتے ہیں۔ یہ فائدہ وَعَدَ اللّٰهُ (الخ) سے حاصل ہوا۔ **تیسرا فائدہ:** خلفاء راشدین صرف چار ہیں امام حسن رضی اللہ عنہ ان میں شامل نہیں یہ كَمَا اسْتَخْلَفَ کی تشبیہ سے حاصل ہوا کیونکہ سابقہ خلافت انبیاء علیہم السلام بھی چار ہی ثابت ہے۔ تفضیلی شیعوں کا امام حسن رضی اللہ عنہ کو خلافت راشدہ میں شامل کرنا غلط ہے۔

احکام القرآن

ان آیات سے چند فقہی مسئلے مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ:** خلاصہ ایمانیات دو چیزیں ہیں۔ ا۔ تمام حرام قول و فعل چھوڑنا۔ ۲۔ تمام لوازمات ادا کرنا یہ مسئلہ اَطِیْعُوا اللّٰهَ سے مستنبط ہو۔ تقویٰ اطاعت ہیبت خشیت محبت سب کچھ اسی میں ہے۔ **دوسرا مسئلہ:** شریعت میں بہترین عبادت وعدہ پورا کرنا ہے اور بدترین جرم وعدہ خلافی ہے یہ مسئلہ وَعَدَ اللّٰهُ کے بعد یَعْبُدُوْنَنِیْ (الخ) فرمانے سے مستنبط ہوا۔ جس نے فرمایا کہ اے بندو تم اللہ کے عہد پورے کرو اللہ تعالیٰ تمہارے وعدے

پورے فرمائے گا صحابہ کرام کی یہی عملی زندگی تھی اور یہی مسلمان کی شان ہے۔ **تیسرا مسئلہ:** مشکوٰۃ شریف ص ۵۵۱ اور ابوداؤد جلد دوم ص ۲۲۲ اور نووی شرح مسلم جلد دوم ص ۱۱۹ پر فرمان نبوی میں بارہ خلفاء مطلقہ کا ذکر فرمایا گیا ہے اور کتب تواریخ میں ان کے نام حسب ذیل مذکور ہیں۔ ۱۔امام حسن رضی اللہ عنہ۔ ۲۔حضرت ولید بن یزید بن عبدالملک رضی اللہ عنہ۔ ۳۔حضرت عبداللہ بن زبیر حواری رضی اللہ عنہ۔ ۴۔حضرت خالد بن یزید رضی اللہ عنہ۔ ۵۔حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ۔ ۶۔حضرت زید بن حسن بن مولیٰ علی رضی اللہ عنہم۔ ۷۔حضرت محمد بن نفس ذکیہ رضی اللہ عنہ۔ ۸۔حضرت ابراہیم بن عبداللہ محض رضی اللہ عنہ۔ ۹۔ازید بن امام زین العابدین رضی اللہ عنہم۔ ۱۰۔محمد مامون دیباج بن امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ۔ ۱۱۔خلیفہ ہارون رشید۔ ۱۲۔خلیفہ آخر الزمان امام مہدی رضی اللہ عنہ اور خلفاء راشدین کا ذکر قرآن مجید کی اس آیت میں ہے۔ خلفاء راشدین کی قرآن و حدیث سے تین نشانیاں ثابت ہیں پہلی یہ کہ وہ صرف چار ہوں گے نہ کم نہ زیادہ دوسری نشانی یہ کہ ہر خلافت خلیفہ کی وفات سے ختم ہوگی۔ تیسری یہ کہ خلافت راشدہ کو خود چھوڑنا گناہ ہے۔ پہلی دو نشانیاں كَمَا اسْتَخْلَفَ کی تشبیہ اور لَيُمَكِّنَنَّ وَلَيُبَدِّلَنَّ کے وعدۂ الٰہی کا ان خلفاء اربعہ کے زمانوں میں پورا ہونے سے مستنبط ہوئیں۔ اور تیسری نشانی ابن ماجہ ص ۱۱ کی حدیث مقدس سے ثابت ہوئی کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو فرمایا تھا اے عثمان اللہ تم کو ایک قمیص پہنائے گا۔ منافقین اس کو اتارنا چاہیں گے لیکن تم اس کو ہرگز نہ اتارنا اگرچہ قتل کر دیئے جاؤ یہ ایسا سخت تاکیدی حکم تھا کہ یہ حکم نبوی تین بار فرمایا گیا۔ ثابت ہوا کہ اس کی خلاف ورزی حرام ہے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس پر عمل کیا یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ اسی طرح باقی تین خلافتیں بھی وفات سے ختم ہوئیں اور سابقہ انبیاء علیہم السلام کی خلافتیں بھی وفات سے ختم ہوئی تھیں۔ لیکن حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت خود چھوڑی کیونکہ وہ خلافت راشدہ نہ تھی بلکہ مطلقہ تھی۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ **پہلا اعتراض:** یہاں فرمایا گیا لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ یعنی ان تمام صحابہ کو خلافت دیں گے حالانکہ خلیفہ تو چار ہی ہوئے تو یہ وعدۂ الٰہی کس طرح پورا ہوا۔ **جواب:** جب سب کے انتخاب سے خلیفہ مقرر کیا گیا تو گویا سب کی ہی خلافت قائم ہوگئی مگر ذمہ داریاں تقسیم ہوگئیں کہ کوئی امیر المومنین کوئی گورنر کوئی ناظم کوئی قاضی جج کچھ محافظین کچھ مجاہدین کوئی سپہ سالار۔ ان سب کے مجموعے کا نام خلافت فِي الْأَرْضِ ہے لیکن سردار و بادشاہ تو ایک ہی ہو سکتا ہے اس کی ترقی و فتح پوری قوم کی ترقی ہوتی ہے رواجاً بھی کہا جاتا ہے کہ فلاں ملک پر فلاں قوم کی حکومت ہے حالانکہ بادشاہ ایک ہی ہوتا ہے تاریخ میں ہے کہ ہندوستان پر ہزار سال مسلمانوں کی حکومت ہوئی۔ **دوسرا اعتراض:** یہاں فرمایا گیا کہ ان خلافتوں میں اللہ تعالیٰ خوف کو امن سے بدل دے گا حالانکہ امن تو صرف اڑھائی زمانوں میں رہا۔ زمانہ صدیقی، زمانہ فاروقی اور آدھا زمانہ عثمانی۔ باقی زمانے تو خانہ جنگی کے خوف میں ہی گزرے۔ اندرونی جنگ کی بے امنی اور سازشوں کی بدامنی تو یہ وعدہ مکمل پورا نہ ہوا۔ **جواب:** یہاں خوف سے مراد خوف کفار ہے اس لئے اَمن سے مراد بھی قتال کفار سے امن ہونا ہے۔ ان چار خلافتوں میں کفار کا زور دور دور تک بالکل ٹوٹ گیا تھا بلکہ اس کے بعد گیارہ خلفاء مطلقہ کے زمانوں میں بھی امن

برقرار ہی رہی۔ لہٰذا وعدۂ رب مکمل پورا ہوا۔ رہی خانہ جنگی تو یہ گھریلو بھائیوں کی ذاتی لڑائی کی مثل تھی۔ اندرونی بیرونی کفار کا خطرہ نہ تھا نہ ملک چھننے کا خطرہ نہ خلافت جانے کا اندیشہ نہ قید نہ غنیمت۔ خود امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کئی بار فرمایا کہ میں مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا مخالف نہیں ہوں وہ خلیفہ برحق ہیں میں تو خونِ عثمان رضی اللہ عنہ کے بدلے کا مطالبہ کر رہا ہوں میرا یہ مطالبہ بغاوت خلافت نہیں ہے۔ میں تو ان منافقین کے مخالف ہوں جو قاتلینِ عثمان رضی اللہ عنہ ہیں اور بہروپئے بن کر لشکرِ علی میں شامل ہو گئے ہیں۔ یہی مطالبہ جنگ جمل میں حضرت صدیقہ کا تھا۔ ان خانہ جنگیوں میں صرف پریشانی بے اطمینانی کی افراتفری تھی بدامنی نہ تھی۔ یہی وجہ تھی کہ جنگ کے باوجود دوطرفہ احترام برقرار تھا۔ اسی بناء پر بذات خود نہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ باغی تھے نہ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ منافق۔ باغی و منافق وہ خارجی رافض تھے جو سازش کر کے دوطرفہ شامل ہو گئے تھے۔ فرمان نبوی نے خارجیوں کو فِئَۃ باغیہ فرمایا اور شیعہ رافضیوں کو منافقین فرمایا (از ابن ماجہ و مسلم) ان آیات کی تفسیر صوفیانہ آیت ۵۸ کے بعد ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۵۶﴾
اور اے ایمان والو تم قائم رکھو نماز کو اور ادا کرو زکوٰۃ کو اور اطاعت کرتے رہو رسول اللہ کی تاکہ تم دنیا و آخرت میں رحم کیے جاؤ
اور نماز برپا رکھو اور زکوٰۃ دو اور رسول کی فرمانبرادی کرو اس امید پر کہ تم پر رحم ہو
لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ
۔نہ گمان کرو تو ان کے بارے جو کافر ہیں کہ وہ عاجز کر دینے والے ہیں زمین میں ہم کو
ہرگز کافروں کو خیال نہ کرنا کہ وہ کہیں ہمارے قابو سے نکل جائیں زمین میں
وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۖ وَلَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۵۷﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
اور ان کا ٹھکانہ آخرت میں تو آگ ہی ہے۔ اور البتہ برا ہے وہ اخیر انجام۔ اے ایمان والو
اور ان کا آگ ٹھکانہ ہے۔ اور ضرور کیا ہی برا انجام۔ اے ایمان والو
لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ
چاہئے کہ اجازت لیا کریں وہ غلام تمہارے ہاتھ جن کے مالک ہو گئے اور تمہارے وہ بچے بھی جو ابھی نہیں پہنچے بلوغت کو
چاہئے کہ تم سے اذن لیں تمہارے ہاتھ کے مال غلام اور وہ جو تم میں ابھی جوانی کو نہ پہنچے
مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ۚ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ
تم میں سے تین وقتوں میں۔ فجر کی نماز سے پہلے اور جس وقت اتار کر رکھتے ہو تم اپنے غیر ضروری کپڑے دوپہر کو

تین وقت نماز صبح سے پہلے اور جب تم اپنے کپڑے کو اتار رکھتے ہو دوپہر کو
وَمِنۡۢ بَعۡدِ صَلٰوةِ الۡعِشَآءِ ۗ ثَلٰثُ عَوۡرٰتٍ لَّكُمۡ ؕ
اور عشاء کی نماز کے بعد۔ تینوں شرم کے وقت ہیں تمہارے لئے
اور نمازِ عشاء کے بعد۔ یہ تین وقت تمہاری شرم کے ہیں
لَيۡسَ عَلَيۡكُمۡ وَلَا عَلَيۡهِمۡ جُنَاحٌۢ بَعۡدَهُنَّ ؕ
ہاں نہیں ہے تم پر اور نہ ان آنے والوں پر کچھ گناہ کہ بلا اجازت آجایا کریں ان تین وقتوں کے بعد
ان تین کے بعد کچھ گناہ نہیں تم پر نہ ان پر
طَوّٰفُوۡنَ عَلَيۡكُمۡ بَعۡضُكُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ ؕ
جو چکر لگاتے رہتے ہیں تمہارے پاس تمہارے بعض بعض پر
جو آمدورفت رکھتے ہیں تمہارے یہاں ایک دوسرے کے پاس
كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَـكُمُ الۡاٰيٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَكِيۡمٌ ﴿۵۸﴾
اسی طرح بیان فرماتا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے لئے قانونی آیتیں اور اللہ تعالیٰ علیم اور حکیم ہے
اللہ یوں ہی بیان کرتا ہے تمہارے لئے آیتیں۔ اور اللہ علم و حکمت والا ہے

تعلقات

ان آیات کا پچھلی آیات پاک سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آیات میں انسانوں کے دو گروہوں کا ذکر فرمایا گیا۔ ۱۔ اہل ایمان۔ ۲۔ کفار اب ان آیات میں دونوں گروہوں کے افراد کو ان کے کردار کے متعلق بتایا جا رہا ہے کہ اے ایمان والو تم اپنے اچھے اعمال کرتے رہو۔ کفار کے غرور کی پرواہ نہ کرو۔ وہ اپنے برے اور فضول گمان و گھمنڈ سے باز آجائیں اپنے انجام کو پہنچا ئیں۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیات میں مسلمانوں کے دین و قانون کو ممکن آسان اور مضبوط کرنے کا رب تعالیٰ کی طرف سے ایک وعدے کا ذکر فرمایا گیا۔ اب ان آیات میں مسلمانوں سے اچھے اور معاشرۂ اسلامی میں رواداری غیرت ایمانی قائم رکھنے کا ایک وعدہ لیا جا رہا ہے یہ وعدہ بھی اعمال صالحہ کا ایک حصہ ہے۔ **تیسرا تعلق:** پچھلی آیات میں فرمایا گیا کہ وَاِنۡ تُطِيۡعُوۡهُ تَهۡتَدُوۡا ؕ کہ رسول اللہ کی اطاعت ہی ہدایت الٰہیہ کا پالینا ہے۔ اب ان آیات میں فرمایا جا رہا ہے کہ ہر مسلمان کو ہر وقت تا عمر چار چیزوں میں نبی کریم ﷺ کی اطاعت فرض ہے۔ ۱۔ قیام نماز میں۔ ۲۔ اداء زکوٰۃ میں۔ ۳۔ مسلمانوں کے گھروں میں پردہ داری میں کہ بالکل نابالغ غلام و خدام اور نابالغ قریب بلوغ لوگ بھی بلا اجازت گھروں میں نہ آجایا کریں۔ ۴۔ اور تم بڑے لوگ بھی باپردہ گھروں میں بلا اجازت نہ گھس جایا کرو۔ اس اجازت لینے کے

لئے تین وقتوں کی پابندی شرط فرمائی گئی۔

شان نزول

صحابہ کرام نے یکے بعد دیگرے آقائے کائنات حضور اقدس ﷺ سے چار مسئلے پوچھے۔ **پہلا مسئلہ:** یہ کہ اجنبی اور غیر محرم مرد کس عمر میں ہو تو اجازت لے کر گھروں میں جائے۔ **دوسرا مسئلہ:** یہ کہ جب فرضیت حجاب کی آیتیں نازل ہوئیں تب بیوہ بے سہارا بوڑھی عورتوں نے بارگاہِ نبوت میں اپنی مجبوریاں اور ضروریات بتا کر عرض کیا کہ ہم پر بھی پردے کی وہی سختی پابندی اور فرضیت مطلقہ عام ہمہ صورت ہے جو جوان عورتوں پر ہے۔ **تیسرا مسئلہ:** حضرت عبداللہ بن میتب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ طریقہ صحابہ یہ تھا کہ جب جہاد کے لئے نکلتے تو گھر کی چابیاں بڑے بوڑھوں یا کمزوروں، معذوروں یا نابینا دوستوں عزیزوں کو دے جاتے تو ان کے لئے اپنے اپنے گھروں میں کھانے پینے اور ضروریات کی چیزیں رکھ جاتے اور چابیاں دیتے وقت کہہ جاتے کہ گھروں کی دیکھ بھال حفاظت بھی کرو اور یہ اشیاء کھانے پینے کی چیزیں بھی استعمال کرو کھاؤ پیو تا کہ گھروں کی ہمہ وقتی حفاظت بھی رہے اور ان کو اپنی ضروریات کے لئے کہیں جانے کی ضرورت بھی نہ پڑے مگر وہ بوڑھے اور معذورین حفاظت تو خوب کرتے مگر چیزوں کو امانت سمجھ کر استعمال نہ کرتے نہ کچھ کھاتے پیتے۔ جس کی وجہ سے وہ چیزیں بیکار و خراب ہو جاتیں۔ ایک بار مجاہدین صحابہ نے بارگاہِ رسالت ﷺ میں افسوس کے ساتھ یہ شکایت بیان کی۔ **چوتھا مسئلہ:** قبیلہ بنی لیث بن عمرو کے لوگ جب سب مسلمان ہو گئے تو انہوں نے یہ طریقہ بنا لیا کہ سنت ابراہیمی کے مطابق بغیر کسی مہمان صحابی کے کھانا نہ کھاتے۔ دیگر صحابہ کبھی تو ان کے کھانے میں شامل ہو جاتے کبھی شرم کرتے مگر وہ لوگ قبیلہ بنی لیث والے بغیر مہمان کھانا نہ کھاتے اور گھنٹوں بھوکے رہتے مہمان کا انتظار کرتے رہتے۔ تب انہوں نے بارگاہِ رسالت ﷺ میں اپنی یہ پریشانی عرض کی۔ ان چار مسئلوں کے حل کے لئے یہ چار آیتیں نازل ہوئیں از آیت ۵۸ تا آیت ۶۱ جن میں ان سب مسائل کے لئے تا قیامت شرعی قانون بیان فرما دیا گیا۔ ۱۔ کہ گھروں میں نامحرم نوکر چاکر خدام کو اجازت لینی لازم ہے خاص کر تین وقت۔ ۲۔ یہ کہ بوڑھی بیوہ عورتوں پر فرضیت پردہ معاف استحباب پردہ باقی۔ ۳۔ یہ کہ چابی بردار اپاہج بوڑھے محافظین کے لئے وہ اشیاء اور کھانے پینے امانت نہیں بلکہ ان کے لئے ہی رکھ جاتے ہیں لہٰذا ان کے لئے یہ اشیاء اور کھانے کھانا اور استعمال کرنا جائز ہیں امانت نہیں لہٰذا گناہ بھی نہیں۔ ۴۔ یہ کہ میزبان کی خواہش پر دوستوں رشتے داروں کی دعوت قبول کر لینے کا حکم فرمایا گیا کہ اس میں تم پر گناہ نہیں بلکہ ثواب ہے اس سے محبتیں بڑھتی ہیں۔

تفسیر نحوی

وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۵۶﴾ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِیْنَ فِی الْاَرْضِ ۚ وَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ وَ لَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ﴿۵۷﴾۔ واؤ ابتدائیہ۔ اَقِیْمُوْا باب افعال فعل امر حاضر معروف جمع مذکر مخاطب اس کا مصدر ہے اِقَامَةٌ قَوْمٌ سے بنا ہے ترجمہ ہے کھڑا ہونا اسی سے ہے قیام۔ اِقَامَةٌ اِقْوَامٌ تھا تعلیل سے اِقَامَةٌ ہوا ترجمہ ہے کھڑا کرنا، قائم قیام نماز یہ ہے یعنی مرنے تک تمام حقوق کے ساتھ ادائیگی۔ اس کا فاعل ضمیر صیغہ۔ اَلصَّلٰوةَ اسم مفرد معرفہ بمعنی نماز

پنجوقتہ مفعول بہ ہے۔ فعل فاعل مفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ واؤ ابتدائی اٰتُوا۔ بابِ ضَرَبَ کا فعل امر حاضر معروف جمع مذکر مخاطب اَتیٰ سے مشتق ہے معنی ہے دینا۔ اس کا فاعل ضمیر صیغہ الزَّکٰوۃَ۔ اسم معرفہ حاصل مصدر اس کا معنی ہے سالانہ نصابی صدقہ فرضی واجبی یعنی زکوٰۃ معروفہ۔ یہ مفعول بہ ہے۔ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا واؤ ابتدائیہ۔ اَطِیْعُوا باب افعال کا فعل امر حاضر معروف جمع مذکر مخاطب اس کا مصدر ہے اِطَاعَۃٌ۔ اس کا فاعل ہے ضمیر صیغہ الرَّسُوْلَ۔ اس کا مفعول بہ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۵۶﴾۔ فعل مضارع احتمالی مثبت مجہول صیغہ جمع مذکر حاضر مخاطب برائے علیت۔ ترجمہ ہے کہ تم رحم کیے جاؤ۔ رَحْمٌ سے مشتق ہے اس کا نائب فاعل اَنْتُمْ ضمیر صیغہ پوشیدہ یہ فعل با نائب فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معلول یا مسبب ہے اَطِیْعُوا کا۔ یہ فعل اپنے فاعل پوشیدہ اور مفعول بہ و مسبب سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ سببیہ ہو گیا۔ لَا تَحْسَبَنَّ۔ بابِ سمع کا فعل نہی بانون تاکید ثقیلہ۔ صیغہ واحد مذکر حاضر حَسْبٌ سے مشتق ہے حِسْبَانٌ بھی اس کا مصدر ہے۔ اس کا فاعل اَنْتَ ضمیر پوشیدہ۔ الَّذِیْنَ اسم موصول کَفَرُوْا بابِ نَصَرَ کا ماضی مطلق جمع مذکر غائب یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہے۔ الَّذِیْنَ کا یہ موصول صلہ مل کر مفعول بہ اول ہے۔ مُعْجِزِیْنَ۔ باب افعال اسم فاعل جمع مذکر۔ اس کا مصدر ہے اِعْجَازٌ عِجْزٌ سے بنا ہے۔ اس کا فاعل پوشیدہ ضمیر ہے فِی الْاَرْضِ۔ یہ جار مجرور متعلق ہے مُعْجِزِیْنَ کا۔ یہ اسم فاعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مفعول بہ دوم ہے لَا تَحْسَبَنَّ کا۔ وہ سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو گیا۔ واؤ سرِ جملہ۔ مَاْوٰی۔ بابِ ضَرَبَ کا اسم ظرف صیغہ واحد مذکر اَوْیٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے رہائشی ٹھکانہ بنانا، جگہ دینا۔ یہ مضاف ہے هُمْ ضمیر کا مرجع الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ہے یہ مضاف الیہ ہے مرکب اضافی مبتدا ہے۔ النَّارُ اسم معرفہ بمعنی جہنم نام ہے دوزخ کا یہ خبر ہے۔ مبتدا اور خبر مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ واؤ سر جملہ لام کی حرف تاکید۔ بِئْسَ فعل ذم یعنی برائی بیان کرنے والا فعل۔ یہ سَمِعَ کے وزن (شکل) پر بَئِسَ تھا۔ عین کلمہ ہمزہ کو تخفیف کے لئے ساکن کیا گیا اور اس کا کسرہ ماقبل کو دیا گیا تاکہ بولنے میں آسانی ہو زبان کو جھٹکا نہ لگے۔ الْمَصِیْرُ۔ صَارَ فعل ناقصہ کا اسم واحد مذکر بابِ ضَرَبَ سے ہے۔ معنی ہیں ہونے پھرنے لوٹنے کی جگہ۔ یہ فاعل ہے بِئْسَ کا۔ اس کا مخصوص بالذم۔ النَّارُ حذف کر دیا گیا کیونکہ قرینہ موجود ہے۔ یہ بِئْسَ اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِیَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِیْنَ مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ وَ الَّذِیْنَ لَمْ یَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَ حِیْنَ تَضَعُوْنَ ثِیَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِیْرَةِ وَ مِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ۫ؕ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ لَیْسَ عَلَیْكُمْ وَ لَا عَلَیْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوْنَ عَلَیْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ﴿۵۸﴾۔ یا حرف ندا۔ اَیُّهَا لفظ فاعل اعراب بچانے والا۔ الَّذِیْنَ اسم موصول جمع مذکر۔ اٰمَنُوْا۔ باب افعال کا فعل ماضی صیغہ جمع مذکر غائب با فاعل پوشیدہ ضمیر۔ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہے موصول صلہ مل کر منادیٰ ہے فَ حرف زائدہ بیانیہ لِیَسْتَاْذِنْ باب استفعال کا فعل امر غائب معروف صیغہ واحد مذکر غائب اس کا مصدر ہے اِسْتِیْذَان۔ اِذْنٌ سے بنا ہے۔ اِسْتِیْذَان کا ترجمہ ہے اجازت چاہنا، مانگنا۔ کُمْ ضمیر مفعول بہ الَّذِیْنَ موصول مَلَکَتْ باب ضَرَبَ کا ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ واحد مؤنث غائب اَیْمَانُکُمْ مرکب اضافی اس کا فاعل ہے اور مَلَکَتْ کا مفعول بہ محذوف منوی ہے اَلَّذِیْ کے قرینے اور نشانی کی وجہ سے دراصل عبارت اس طرح

ہے مَلَکَتۡھُمۡ اَیۡمَانُکُمۡ یہ فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہے اَلَّذِیۡنَ کا دونوں مل کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ اَلَّذِیۡنَ اسم موصول۔ لَمۡ یَبۡلُغُوا۔ باب نَصَر کا مضارع نفی جحد بلم بمعنی ماضی مطلق۔ بَلَغَ سے بنا بمعنی پہنچنا۔ اس کا فاعل ھُم ضمیر صیغہ جس کا مرجع ہے وَ الَّذِیۡنَ۔ اَلۡحُلُمَ۔ اسم مفرد حاصل مصدر۔ لغوی ترجمہ ہے برداشت کرنا، نرمی رکھنا۔ اسی مناسبت سے عقل، تدبر، تفکر کو حلیمی کہا جاتا ہے اور عقل کی وجہ سے بلوغت اور بالغ بالغہ ہونے کو حُلُم کہا جاتا ہے اور بلوغت کی وجہ سے شیطانی خوابوں کو اَحلام کہا جاتا ہے۔ نرم طبیعت، ٹھنڈے مزاج کو بھی حِلۡم کہا جاتا ہے۔ حُلُم کی جمع مکسر منصرف اَحۡلَامٌ ہے۔ یہ مفعول بہ ہے لَمۡ یَبۡلُغُوا کا۔ یہاں حُلُم سے مراد بالغ ہونا اور بلوغت ہے۔ مِنۡکُمۡ جار مجرور متعلق ہے لَمۡ یَبۡلُغُوا کا۔ وہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہے وَ الَّذِیۡنَ کا۔ وہ موصول صلہ مل کر معطوف ہے اَلَّذِیۡنَ مَلَکَتۡ کے جملے پر وہ دونوں عطف مل کر فاعل ہے لِیَسۡتَاۡذِنۡ کا۔ ثَلٰثَ۔ اسم عددی بمعنی تین ممیز مضاف ہے۔ مَرّٰتٍ اسم جمع مؤنث سالم ہے مَرَّۃٌ کی بمعنی ایک بار۔ مَرّٰتٍ چند بار۔ یہ تمیز مضاف الیہ ہے وہ مرکب اضافی مفعول فیہ ہے۔ مِنۡ جارہ بیانیہ قَبۡلِ مضاف صَلٰوۃِ الۡفَجۡرِ مرکب اضافی مضاف الیہ قَبۡلِ کا۔ یہ ذیل مرکب اضافی معطوف علیہ ہے واؤ عاطفہ حِیۡنَ اسم ظرف زمانی مفرد جامد۔ اس کی جمع مکسر ہے اَحۡیَان۔ چار معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ ۱۔ کبھی بمعنی ساعت یہاں اسی معنی میں ہے۔ ۲۔ کبھی بمعنی ایک سال۔ ۳۔ کبھی بمعنی ایک موسم۔ ۴۔ کبھی بمعنی مطلق وقت یا زمانہ یا مدت۔ اکثر مضاف ہوتا ہے اور مضاف الیہ اس کے معنی کی تعیین، تخصیص اور وضاحت کرتا ہے۔ یہاں ظرف زمانیہ مقدم ہے تَضَعُوۡنَ کا تَضَعُوۡنَ۔ بَابِ فَتَح کا مضارع حال مثبت معروف صیغہ جمع مذکر حاضر وَضۡعٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے رکھنا، علیحدہ کرنا، اتارنا، مقرر کرنا، خاص کرنا۔ یہاں بمعنی اتار کر علیحدہ رکھنا ہے۔ ثِیَابَکُمۡ مرکب اضافی مفعول بہ ہے تَضَعُوۡنَ کا۔ اس کا فاعل ضمیر صیغہ اَنۡتُمۡ پوشیدہ مِنَ الظَّھِیۡرَۃِ۔ یہ جار مجرور متعلق ہے تَضَعُوۡنَ کا۔ وہ فعل فاعل مفعول ظرف مقدم اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہے مِنۡ قَبۡلِ کے مرکب پر یہ دونوں عطف مل کر پھر معطوف علیہ ہے۔ واؤ عاطفہ مِنۡۢ بَعۡدِ صَلٰوۃِ الۡعِشَآءِ۔ یہ ذیل مرکب اضافی مجرور ہے مِنۡ سے وہ جار مجرور معطوف ہے مِنۡ قَبۡلِ کے مرکب مجرور پر۔ دونوں عطفی مجرور مل کر متعلق ہے لِیَسۡتَاۡذِنۡ کا۔ وہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جوابِ ندا اول ہوا۔ ثَلٰثُ ممیز مضاف عَوۡرٰتٍ اسم جمع مؤنث سالم ہے عَوۡرَۃٌ کی بمعنی ننگیز یہ عَارٌ سے بنا ہے اسی سے ہے اَعۡوَرُ انسان ایک آنکھ کا اندھا یا بھینگا یا کمزور نظر۔ لفظ عورت کے سات معنی۔ ۱۔ شرمگاہ سب سے یعنی ننگیز۔ ۲۔ شرمگاہ بعض سے یعنی قابل حجاب چہرہ وغیرہ۔ ۳۔ خلل کی چیز۔ ۴۔ خطرے کا مقام۔ ۵۔ شرم کی بات۔ ۶۔ ناگوار ہونا۔ ۷۔ عورت بمعنی کھلا کشادہ باسہولت چنانچہ سورۃ احزاب آیت ۱۳ میں ہے۔ اِنَّ بُیُوۡتَنَا عَوۡرَۃٌ۔ ترجمہ: بیشک ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں۔ یہ تمیز مضاف الیہ۔ دونوں مل کر مبتدا ہے۔ لَکُمۡ جار مجرور متعلق ہے مَوۡجُوۡدٌ پوشیدہ اسم مفعول کا وہ جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے مبتدا کی دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو کر جواب ندا دوم۔ لَیۡسَ فعل ناقصہ ماضی مطلق واحد مذکر غائب عَلَیۡکُمۡ یہ جار مجرور معطوف علیہ واؤ عاطفہ برائے جمع اور لا عاطفہ برائے تاکید تابع عطفی عَلَیۡھِمۡ یہ جار مجرور معطوف ہے دونوں عطف مجرور مل کر متعلق ہے وَارِدٌ پوشیدہ اسم فاعل کا۔ وہ اسم فاعل اپنے ضمیر صیغہ فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر مقدم ہے لَیۡسَ کی۔ جُنَاحٌ اسم مفرد مذکر اسم ہے

لَیْسَ کا بَعْدَ مضاف هُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب اس کا مرجع ہے ثَلٰثُ مَرّٰتٍ ۔ مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی ظرف زمانی ہے لَیْسَ کا۔ یہ فعل ناقصہ اپنے اسم خبر اور ظرف سے مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ ہو گیا۔ طَوّٰفُوْنَ باب نَصَر سے صیغہ مبالغہ جمع مذکر اس کا واحد ہے طوّاف۔ طَوْف سے مشتق ہے ترجمہ ہے بہت چکر لگانے والا، بار بار آنے جانے والا۔ عَلَیْکُمْ یہ جار مجرور متعلق اول ہے طَوّٰفُوْنَ کا۔ بَعْضُکُمْ یہ مرکب اضافی فاعل ہے عَلٰی بَعْضٍ متعلق دوم ہے طَوّٰفُوْنَ سب سے مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ کَذٰلِكَ اسم اشارہ۔ یہ چار حرفوں کا مجموعہ ہے۔ ۱۔ کاف تشبیہی۔ ۲۔ ذا۔ اسم اشارہ۔ ۳۔ لام بعید کے لئے۔ ۴۔ کَ ضمیر خطابی۔ یہ ضمیر بدلتی رہتی ہے اس کے اعتبار سے جس کے لئے اشارہ کیا جا رہا ہے چنانچہ واحد مذکر کے لئے۔ کَذٰلِكَ واحد مؤنث کے لئے کَذٰلِکِ۔ جمع مذکر کے لئے کَذٰالِکُمْ۔ جمع مؤنث کے لئے کَذٰالِکُنَّ۔ اب یہ مجموعہ اسم اشارہ بعیدی یہاں مبتدا ہے۔ یُبَیِّنُ باب تفعیل کا مضارع مثبت معروف صیغہ واحد مذکر غائب مصدر ہے تَبْیِیْنٌ اللّٰہُ اس کا فاعل ہے۔ لَکُمْ جار مجرور متعلق ہے۔ الْاٰیٰتِ ۔ یہ جمع مؤنث سالم مفعول بہ ہے۔ یُبَیِّنُ سب سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر مبتدا۔ دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ واؤ سر جملہ اَللّٰہُ مبتدا عَلِیْمٌ اسم صفت مشبہ مبالغہ خبر اول۔ حَکِیْمٌ صفت مشبہ برائے مبالغہ خبر دوم۔ اللّٰہُ مبتدا اپنی دونوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ یہاں تک کی عبارت یا ندائیہ کا جواب ندا ہے۔ ۱۔ پہلا جواب ندا لِیَسْتَاْذِنْ کا جملہ۔ ۲۔ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ کا جملہ۔ ۳۔ لَیْسَ کا جملہ۔ ۴۔ طَوّٰفُوْنَ کا جملہ۔ ۵۔ کَذٰلِكَ اور وَاللّٰہُ کا جملہ۔

تفسیر عالمانہ

وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۝ ۔ اور اے مسلمانو صرف مصلین نماز نہ بنو بلکہ مُقِیْمِیْنَ نماز بنو۔ اِقَامَۃ نماز تا عمر تیرہ (۱۳) پابندیوں کا نام ہے۔ ۱۔ تعدیل۔ ۲۔ ترتیل۔ ۳۔ ترتیب۔ ۴۔ ترکیب۔ ۵۔ طریقہ۔ ۶۔ تعدادِ نماز۔ ۷۔ اعدادِ رکعات۔ ۸۔ حساب لوازمات۔ ۹۔ آداب۔ ۱۰۔ اوقات۔ ۱۱۔ نیت کبریائی۔ ۱۲۔ تصور اتباع مصطفائی۔ ۱۳۔ نمازوں کا اہتمام۔ محبت کی نماز ہی وصل الٰہی کا مقام معراج ہے اس لئے تقریباً چھیالیس (۴۶) آیتوں میں نماز کا حکم فرمایا گیا۔ سلطنت اسلامی کا نشان اول ہے۔ چنانچہ سورۃ حج آیت ۴۱ میں ارشاد ہے: اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِؕ وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ۝ ۔ ترجمہ: ایسے بندے بھی ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین میں حکومت دیں تو نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کروائیں اور اچھائیوں کا حکم دیں اور پورے علاقہ سلطنت سے برائیوں کو روکا کریں۔ اور سب کے سب اعمال کا انجام اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہے۔ نماز ہر نمازی کو تقریباً اکیس (۲۱) چیزیں سکھاتی ہے۔ ۱۔ دنیا سے بے رغبتی و محبت آخرت۔ ۲۔ لالچ و بخل سے نفرت۔ ۳۔ نیکی بلندی۔ ۴۔ حسد و رشک دنیا کو گناہ جاننا۔ ۵۔ شیطٰن کو دشمن عظیم سمجھنا۔ ۶۔ پروردگار کائنات صرف اللہ تعالیٰ کو ماننا۔ ۷۔ خوف الٰہی۔ ۸۔ صرف اللہ تعالیٰ کو حفیظ و خبیر و ناصر سمجھنا۔ ۹۔ جماعت نماز نظم و ضبط و نسق سکھاتی ہے۔ ۱۰۔ نماز دلیری سکھاتی ہے۔ ۱۱۔ وقت کی قدر و پابندی سکھاتی ہے۔ ۱۲۔ توجہ الی اللہ سکھاتی ہے نماز ہی بتاتی ہے کہ سب قوتوں کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ ۱۳۔ امیر غریب کا فرق مٹا کر اتحاد و صف بندی کی مساوات سکھاتی ہے۔ ۱۴۔ تعلیم نماز پانچ اخلاقی نعمتیں دیتی ہے۔

معرفت الٰہی، عشق الٰہی، پہچان امر ونہی محبت دین، احترام بزرگان۔ ۱۵۔ تربیت نماز سے اتباع سنت کا ذوق پیدا ہوتا ہے اور اتباع سنت سے اخلاق کردار طہارت نفاست میں نکھار وسنوار حاصل ہوتا ہے۔ ۱۶۔ درست نماز سے چار حقوق حاصل ہوتے ہیں۔ حقوق اللہ، حقوق العباد، حقوق نفس، حقوق عبادت۔ ۱۷۔ نماز حرام و پلید سے بچاتی ہے حلال و پاکیزہ بناتی ہے۔ ۱۸۔ ہر ظلم سے بچاتی ہے اور روکتی ہے۔ ۱۹۔ سادگی سکھاتی ہے نمودگی سے ہٹاتی ہے۔ ۲۰۔ نماز حاکم ومحکوم کی دوریاں مٹاتی ہے، محبتیں بڑھاتی ہے، انصاف دلاتی ہے۔ ۲۱۔ نماز سے نظام روحانی درست ہوتا ہے۔ ایسا ہی بندہ امام قوم حکیم الامت میر کارواں بننے کا مستحق ہوتا ہے نہ کہ فاسق فاجر داڑھی منڈا مجوسی شکل یہودی عقل ہندو فکر عیسائی لباس والا۔ مسلمان کی زندگی آٹھ نظاموں سے جڑی ہوئی ہے۔ ۱۔ نظام تعلیم۔ ۲۔ نظام روحانی۔ ۳۔ نظام جسمانی۔ ۴۔ نظام معیشت۔ ۵۔ نظام حکومت۔ ۶۔ نظام عدالت۔ ۷۔ نظام تجارت۔ ۸۔ نظام تربیت۔ اگر یہ سب نظام اسلامی ہیں تو زندگی کو ابدی بقا ہے اگر یہ صحیح اسلامی نہیں تو زندگی کو بربادی خرابی ہے۔ لہٰذا اے مسلمانو نظام روحانی کی درستگی کے لئے نماز قائم رکھو اور نظام جسمانی کی درستگی کے لئے زکوتیں ادا کرتے رہو۔ یہ روحانی جسمانی صحت ہر مسلمان کے لئے ایسے ہی ضروری ہے جیسے ایک جسم کے لئے جان، دل، دماغ، عقل، خون جیسے ان پانچ کے درست رہنے سے ہوش وخرد میں بہار ہے۔ اسی طرح ان سب نظاموں کے درست ہونے سے ملک وملت قوم وسلطنت کی درستگی ہے۔ نظام روحانی کی ذمہ داری اپنے آپ پر ہے نظام تربیت کی ذمہ داری والدین پر ہے۔ باقی چھ نظاموں کی درستگی حکومت اسلامی کی ذمہ داری ہے۔ سب ذمے داریوں کو سچے طریقے سے نبھانے کے لئے اپنے آقا ﷺ کے اسوۂ حسنہ طریقہ اکملہ نقشہ اجملہ پر خوشدلی سے اطاعت کاملہ کرو قول کی بھی عمل کی بھی۔ اگر سب مسلمان اپنی ذمہ داریاں صحیح پوری کریں تو تم کو عزت قوت اطمینان، سکونت اور کرم رحم کی دولتیں ملیں گی اور تم کو بغاوت، شرارت، عداوت، منافقت، منافرت، ضلالت کے نقصان دہ منصوبوں سے بچالیا جائے گا۔ اے مسلمانو! اطاعت واتباع میں ہمت مرداں پیدا کرو تاکہ مدد الٰہی ملے۔ مجوس، یہود وہنود ونصاریٰ کی پیروی نہ کرو ورنہ آزادی غلامیت میں اور عزت خاک میں مل جائے گی۔ نظام زکوٰۃ سے ثابت ہوا کہ ٹیکس بچت پر لگتا ہے نہ کہ آمدنی پر۔ اسلامی ٹیکس وزکوٰۃ، عشر، خراج کے چھ مصرف ہیں: ۱۔ معذور کی پرورش۔ ۲۔ بیروزگار کی پرورش وتعاون۔ ۳۔ غریب یتیم پروری۔ ۴۔ ان کے علاج معالجے۔ ۵۔ ان کی تعلیم وتربیت۔ ۶۔ جنگی ہنگامی فنڈ۔ ان کے لئے بیت المال کا قیام۔ خلفاء راشدین پھر خلفاء مطلقہ پھر بعض مغلیہ زمانوں میں اطاعت نبوی کا یہی مظاہرہ تھا اس لئے ان پر تُرْحَمُوْنَ کے وعدے پورے ہوتے رہے۔ ملک پاکستان کا انعام الٰہی بھی قائداعظم کے اس وعدے کی وجہ ملا مگر جب بعد کے غداران قوم وحکمرانوں نے عہد اطاعت واقامت پورا نہ کیا تو بڑی ذلتیں ہی ملیں۔ آج دنیا میں ہر طرف کفر دندناتا پھر رہا ہے لیکن لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ وَلَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ اے مسلمان تو کبھی کسی حال کسی چال میں یہ گمان بھی نہ کرنا کہ کفار زمانہ اپنی حکومت کی قوت، ہتھیاروں کی طاقت، دولت کی شوکت، لشکر کی رونق سے اللہ تعالیٰ کو عاجز کر سکنے والے ہوسکیں۔ کبریائی لائحات، الٰہی ارادات، تخلیق کائنات، منصوبات ربوبیات میں ذرہ بھر رکاوٹ ڈال کر یا سچے مسلمانوں پر کبھی کسی زمین میں غلبہ پا کر یہ ظاہری دولت شوکت،

رونق تو ان کو ڈھیل ہے۔ اصل ٹھکانہ تو جہنم کی ابدی آگ ہے جو یقیناً بہت بری لوٹنے رہنے کی جگہ ہے۔ لیکن یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِیَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِیْنَ مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ وَ الَّذِیْنَ لَمْ یَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ۔ اے وہ لوگو جو صدق و اقرار عمل و اظہار شرعی سے اسلام قرآن پر ایمان لائے ہو۔ تہذیب و اخلاق کے اس حکم پر بھی عمل کرتے رہو کہ آئندہ ہمیشہ تمہارے لونڈی غلام اور نابالغ اولاد روزانہ جب بھی گھروں میں تمہارے پاس خلوت خانوں میں آنے لگیں تو چاہئے کہ اجازت لے کر اندر آئیں مذکر بچے بھی یا مؤنث بڑے مردوں سے بھی عورتوں سے بھی۔ علماء فرماتے ہیں کہ جب بچہ سات سال کا ہو جائے تو دینی تعلیم کے لئے دنیوی آداب بھی سکھائے جائیں انہیں آداب حیات میں سے اٹھنے بیٹھنے چلنے پھرنے آنے جانے کے اخلاق اور اجازت لینے کے طریقے، کھانے پینے کے اسلامی انداز سکھانا ہیں۔ یہ آداب والد، والدہ، مخدوم، مخدومہ، مالک، مالکہ سب پر عمل بھی واجب تعلیم بھی تربیت بھی۔ اجازت لینا تین وقتوں میں واجب ہے۔ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَ حِیْنَ تَضَعُوْنَ ثِیَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِیْرَةِ وَ مِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ۫ؕ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ۔ یہ تین مرتبہ کے تین وقت ہیں۔ پہلا وقت نماز فجر سے پہلے جو مسلمانوں کے جاگنے کا وقت ہے کسی نے سونے کا لباس اتارنا ہے جاگنے کا پہننا ہے۔ نماز کے کپڑے اوڑھنا ہوتے ہیں کسی نے نہانا ہوتا ہے۔ ہوسکتا ہے اس وقت کوئی بستر میں ہو یا برہنہ ہو۔ لہٰذا بلا اجازت آنے میں نفرت کراہت بے شرمی بدتہذیبی ہے۔ دوسرا وقت بھی قیلولے کا ہے دوپہر میں بھی لوگ کپڑے اتارتے ہیں، سوتے آرام کرتے ہیں۔ تیسرا وقت بعد نماز عشاء جب لوگ مستقل سونے لگتے ہیں۔ یہ تینوں وقت بلا اجازت آنے کی ناپسندیدگی کے ہیں۔ ہاں البتہ لَیْسَ عَلَیْكُمْ وَ لَا عَلَیْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوْنَ عَلَیْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ۔ ان تین وقتوں کے بعد بلا اجازت آنے میں نہ تم پر کوئی شرعی ممانعت یا نقصان ہے نہ چھوٹے بچوں غلاموں پر نہ اولاد نابالغہ پر اگر ان تین وقتوں کے علاوہ کوئی بچہ تمہاری خلوت میں بلا اجازت آیا تو کوئی حرج نہیں اور تم گناہگار ہو گے کہ تم بے وقت کیوں خلوت میں گئے دین اسلام دینی دنیوی دونوں نظم و نسق سکھاتا ہے۔ ان تین وقتوں کے علاوہ اوقات آنے جانے، ملنے ملانے، لین دین کے لئے ہیں لہٰذا بار بار اجازت مانگنے میں تم پر بھی ان پر بھی دشواری ہے بلکہ تم بڑے بھی طَوّٰفُوْنَ عَلَیْكُمْ بَعْضُكُمْ۔ ایک دوسرے سے بہت ضرورتاً ملتے ملاتے ہو۔ اس لئے باقی اوقات کو کھلے عام ملنے کے لئے رکھو۔ اجازت لینے کی پابندی مت لگاؤ۔ فرمان حدیث میں تین مرفوع القلم ہیں یعنی ان پر شرعی احکام لازم واجب نہیں بچہ بلوغت تک، پاگل درست ہونے تک، سونے والا بیدار ہونے تک، بلوغت کی ابتدا لڑکے کو احتلام ہونا اور لڑکی کو حیض آنا یا حمل ٹھہرنا ہے یہ قاعدہ کلیہ ہے۔ عمر کا کوئی یقینی تعین نہیں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ اس لئے امام اعظم کے نزدیک لڑکا بارہ سے پندرہ سال کی عمر تک اور لڑکی کی عمر بلوغت نو سے سترہ سال تک یہ صحت و خوراک پر منحصر ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ و احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہما لڑکے کی بلوغت کے لئے پندرہ سال معین فرماتے ہیں اور دلیل میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا واقعہ پیش کرتے ہیں کہ جنگ احد میں آپ کو مجاہدین کے ساتھ شامل نہ کیا گیا کیونکہ اس وقت آپ کی عمر چودہ سال تھی ابھی آپ نابالغ تھے۔ لیکن غزوۂ خندق کے مجاہدین میں شامل فرمالیا گیا کیونکہ آپ پندرہ سال کے تھے اور آپ کو بالغ مانا گیا۔ علماء احناف جواباً فرماتے ہیں کہ یہ تعین بھی غلط قول بھی غلط دلیل بھی کمزور۔ اس لئے

کہ مشاہدہ ہے بہت سے لڑکے بارہ سال کے بالغ ہو جاتے ہیں لہٰذا یہ تعین مشاہدے کے خلاف قول اس لئے غلط کہ غزوہ احد ۳ھ میں اور غزوۂ خندق ۵ھ میں ہوا تو چودہ سال عمر۔ دو سال کے بعد پندرہ سال کیسے ہی ایک سال ۴ھ کدھر گیا۔ دلیل کی کمزوری یہ ہے کہ یہ روایت مضطرب ہے درایت کے خلاف ہے نیز جنگ میں قوت دیکھی جاتی ہے نہ کہ عمر۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے پہلے غزوۂ احد میں دیکھتے ہی خارج کر دیا پھر دیکھتے ہی شامل فرمالیا کسی مرتبہ بھی نہ عمر پوچھی نہ نشانی بلوغت پوچھی صرف صحت وقد دیکھا۔ صحت قوت قد دیکھا جاتا ہے اور عمر و بلوغت پوچھی جاتی ہے۔ نیز قد کاٹھ، داڑھی مونچھ، زیر ناف بال بھی بلوغت کی یقینی نشانی نہیں بعض لوگوں کے بڑھاپے تک بال نہیں اگتے۔ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک پانچ فٹ قد ہو جانا بلوغت کی نشانی ہے۔ چنانچہ زمانہ صدیقی میں ایک نوعمر چور پکڑا گیا چوری ثابت ہوگئی جب سزا سنائی گئی تو مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے اس کا قد ناپا تو ایک انچ کم نکلا پانچ فٹ سے اس لئے نابالغ قرار دے کر چھوڑ دیا گیا مگر یہ بھی یقینی نہیں ہر ایک کے لئے نشان بلوغت نہیں ہوسکتی۔ کئی شخص چھوٹے قد کے ہوتے ہیں۔ بعض بزرگ فرماتے ہیں کہ تین آیتوں پر لوگوں نے عمل کرنا چھوڑ دیا۔ ایک یہی سورۃ نور کی آیت ۵۸۔ اس ترک عمل کو دلیل بناتے ہوئے ان بزرگوں نے فرمایا یہ آیت منسوخ ہے نور کی آیت ۲۷ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا (الخ) سے مگر یہ قول غلط ہے کیونکہ ناسخ آیت پہلے نہیں ہوسکتی۔ اور یہ اجازت لینے اور لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌ کا حکم تا قیامت ہے۔ دوسری آیت سورۃ نساء آیت ۸۔ اِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ (الخ) یعنی تقسیم میراث کے وقت موجود محروم قرابت داروں کو بھی کچھ دے دیا کرو۔ تیسری آیت سورۃ حجرات کی نمبر ۱۳ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ کیونکہ اب لوگوں نے نام ونسب ذات پات کو ہی سب سے بڑا سمجھ لیا تقویٰ ایمان کی کوئی قدر نہیں خاص کر فاسق و بدعقیدہ سادات جن کو جاہل خطیبوں نے مزید نڈر بنا دیا۔ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۵۸۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح بیان فرماتا ہے شریعت کے اعلیٰ عمدہ مہذب مؤدب احکام کی آیتیں۔ کلام قرآن و نبی کی زبان سے اور اللہ تعالیٰ ہی جاننے والا ہے اپنی مراد کو حکمت والا ہے اپنے احکام میں۔ علیم ہے بیان کا حکیم ہے تدبیر کا۔ علیم ہے مصلحت کا حکیم ہے حکمت کا۔ علیم ہے سب کی صلاحیت قابلیت کا حکیم ہے فلاحیت دینے کا۔ علیم معلومات کا حکیم مقصودات کا۔

ان آیات میں مختلف اقوال

وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ کی ترکیب میں چار قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا اطاعت رسول، عقائد و اعمال کی تکمیل اور دنیا آخرت انعام تُرْحَمُوْنَ کا باعث ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا یہ عطف ہے اَطِيْعُوا اللّٰهَ پر۔ ۳۔ بعض نے کہا یہ عطف ہے يَعْبُدُوْنَنِيْ پر۔ ۴۔ بعض نے کہا یہ تفصیل ہے اَطِيْعُوا اللّٰهَ کی۔ لَعَلَّكُمْ کے معنی میں دو قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا یہ تعلیلیہ ہے بمعنی تاکہ۔ ۲۔ بعض نے کہا یہ امید کے لئے ہے بمعنی شاید مگر یہ قول غلط ہے کیونکہ ترجی میں شک ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ شک سے پاک ہے امید و ترجی بے خبر کو ہوتی ہے۔ لَا تَحْسَبَنَّ کی قرأت میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت لَا تَحْسَبَنَّ ہے واحد مذکر حاضر۔ ۲۔ بعض کی قرأت لَا تَحْسَبَنَّ ہے واحد مذکر غائب مُعْجِزِيْنَ کی نسبت میں دو قول۔ ۱۔ اکثر نے کہا اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے۔ ۲۔ بعض نے کہا رسول اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے۔ ۳۔ بعض نے کہا اہل ایمان کو عاجز نہیں کر سکتے۔ تینوں قول درست

ہیں۔ آیت ۵۸ کے شان نزول میں تین قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا کہ آیت ۵۸ تا ۶۱ بہت صحابہ وصحابیات کی عرض مسائل پر اتریں۔ ۲۔ بعض نے کہا یہ فاروق اعظم کی عرض پر جبکہ ان کا ایک نوعمر غلام مدلج بن عمرو بلا اذن دوپہر میں آ گیا تھا۔ ۳۔ بعض نے کہا اسماء بنت ابی مرثد کی عرض پر اتریں۔ آیت ۵۸ کے حکم میں دو قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا یہ محکم ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا یہ منسوخ ہے آیت ۷ ۳ سے مگر یہ قول غلط ہے۔ لِيَسْتَاْذِنْكُمُ کے حکم میں چار قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا یہ حکم وجوبی ہے سب کے لئے۔ ۲۔ بعض نے کہا صرف مردوں کے لئے۔ ۳۔ بعض نے کہا صرف عورتوں کے لئے۔ ۴۔ بعض نے حکم استحبابی ہے سب کے لئے۔ لَمْ يَبْلُغُوا کے حکم میں دو قول۔ ۱۔ اکثر نے کہا ہر بچہ مراہق یعنی قریب بلوغت مراد ہے مذکر ہو یا مؤنث آزاد ہو یا غلام۔ ۲۔ بعض نے کہا صرف مراہق لڑکے مراد ہیں۔ الْحُلُمَ کے معنی میں تین قول۔ ۱۔ اکثر نے کہا یہ احتلام سے مشتق معنی ہے احتلام ہونا۔ ۲۔ بعض نے کہا یہ حِلْمٌ سے مشتق ہے معنی ہے عقل وحلیمی آنا مِنْكُمْ کی نسبت میں دو قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا مراد ہے اپنائیت نسلیت سے ہو یا ملکیت سے۔ ۲۔ بعض نے کہا نسلی اولاد مراد ہے الْحُلُمَ کی قرأت میں تین قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت الْحُلُمَ ہے ح اور لام پر ضمہ۔ ۲۔ بعض کی قرأت الْحُلْمَ لام پر جزم۔ ۳۔ بعض کی قرأت الْحُلَمَ سے لام پر زبر۔ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ کے معنی میں دو قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا تین وقت مراد ہیں۔ ۲۔ بعض نے کہا تین بار اجازت لینا مراد ہے ثَلٰثَ مَرّٰتٍ کی ترکیب نحوی میں دو قول۔ ۱۔ بعض نے کہا یہ مفعول فیہ ہے لِيَسْتَاْذِنْ کا۔ ۲۔ بعض نے کہا یہ تمیز ہے پوشیدہ ممیز اذنا کا۔ مِنْ قَبْلِ کی ترکیب میں تین قول۔ ۱۔ بعض نے کہا یہ بدل ہے ثَلٰثٌ کا۔ ۲۔ بعض نے کہا یہ بدل ہے مَرّٰتٍ کا۔ ۳۔ بعض نے کہا خبر ہے مبتدا محذوف کی اور محلا مرفوع ہے۔ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ کے مِنْ میں تین قول۔ ۱۔ بعض نے کہا مِنْ بیانیہ ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا بمعنی فِي ہے یعنی دوپہر میں۔ ۳۔ بعض نے کہا بمعنی لام سببیہ ہے یعنی دوپہر کی وجہ سے۔ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ کی قرأت میں دو قول۔ ۱۔ ثَلٰثُ ہے ثاء دوم مرفوع۔ ۲۔ بعض کی قرأت ثَلٰثَ عَوَرٰتٍ ہے دونوں ث زبر والے طَوّٰفُوْنَ کی قرأت میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت طَوّٰفُوْنَ ہے۔ ۲۔ بعض کی قرأت طَوّٰفِيْنَ ہے۔ بَعْضُكُمْ کی ترکیب میں تین قول۔ ۱۔ بعض نے کہا یہ فاعل ہے پوشیدہ فعل يَطُوْفُوْنَ کا۔ ۲۔ بعض نے کہا یہ عبارت بدل الکل ہے طَوّٰفُوْنَ کا۔ ۳۔ بعض نے کہا یہ مبتدا ہے طَائِفٌ پوشیدہ خبر کی۔

فائدے

ان آیات سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ **پہلا فائدہ:** اسلام ہی فطری دین ہے کیونکہ اس کے بیان کردہ اخلاقی ضابطے میں فطرت انسانی کے مطابق ہی ایسے ضابطے واخلاقیات مہذب کسی دین نے پیش نہ کئے اسلامی اخلاقیات کے فوائد اتنے عام فہم ہیں کہ غیر مسلم بھی اپنانے عمل کرنے پر مجبور ہیں۔ اسلام سے پہلے یہ اخلاقیات کسی کو بھی معلوم نہ تھے حالانکہ اہل عرب کثیر علاقوں کی سفر وسیاحت سے عرب وعجم کے رواجوں کو جانتے تھے مگر جو اخلاقیات اسلام نے سکھائے ان سے ناواقف تھے انہی مہذب اخلاقیات میں سے ایک یہ اذن لینے کا حکم اسلامی ہے یہ فائدہ لِيَسْتَاْذِنْ (الخ) سے حاصل ہوا۔ غیر مسلموں نے بیل کرنے دروازہ کھٹکھٹانے کا رواجی طریقہ تعلیم قرآن سے ہی سیکھا ورنہ پہلے نہ کسی کی مذہبی کتب سے یہ حکم ملتا ہے نہ کوئی جانتا

تھا۔ **دوسرا فائدہ:** اسلام حلال حرام جائز ناجائز کے احکام بھی بیان فرماتا ہے اور نظم وضبط پابندی اوقات، مہذب اخلاقیات واحتیاط کار اور دین کے ساتھ دنیا سازی کے طریقے بھی سکھاتا ہے یہ فائدہ لِيَسْتَأْذِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ اور لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌ بَعْدَهُنَّ کے قانون سے حاصل ہوا۔ **تیسرا فائدہ:** شریعت کا کوئی بھی حکم بے مقصد و بے فائدہ نہیں وجوبی ہو یا استحبابی، دینی ہو یا دنیوی یا اخروی۔ ہر حکم میں حکمت بھی ہے مصلحت بھی سببیت بھی کسی کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے اور اللہ تعالیٰ ظاہر فرمائے یا نہ فرمائے۔ یہ فائدہ لَيْسَ عَلَيْكُمْ کے بعد طَوّٰفُوْنَ کی سببیۃ بیان فرمانے سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ:** فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے کہ خود بھی دینی تعلیم حاصل کرے اور اپنی نابالغ و بالغ اولاد کو بھی دینی تعلیم وتربیت دے۔ حدیث پاک میں اولاد کی تربیت کے لئے عمر کا ساتواں سال مقرر فرمایا گیا ہے یعنی سات سال کی عمر میں پیار سے اور دس سال کی عمر میں مار سے دینی تربیت دے نماز اخلاقیات وتلاوت کے صحیح تلفظ وادائیگی کی تعلیم وتربیت۔ تعلیم کا معنی ہے لکھانا پڑھانا اور تربیت کا معنی ہے سکھانا وعمل کرانا۔ یہ مسئلہ لِيَسْتَأْذِنْكُمْ (الخ) کے تربیتی حکم سے مستنبط ہوا۔ **دوسرا مسئلہ:** قانون شریعت کے مطابق اسلامی چیزوں کا وہی نام لینا چاہئے جو اللہ رسول نے مقرر فرمائے۔ اہل عرب نے نماز عشاء کو صلوٰۃ عتمہ کہنا شروع کر دیا تھا کیونکہ اس وقت اہل عرب اونٹنیوں کا دودھ نکالتے اور دوہتے تھے اس کو عربی میں عتمہ کہتے۔ اس مناسبت سے رات کی نماز کا نام بھی نماز عتمہ پڑ گیا تو نبی کریم ﷺ نے سختی سے منع فرمایا۔ پنجاب میں جہلاء لوگ نمازوں کو پیشی، دیگر، شام، خفتاں، سویر کہتے ہیں یہ سخت گناہ ہے نماز ظہر، عصر، مغرب، عشاء، فجر کہنا چاہئے بعض جاہل شاعر مدینہ منورہ کو یثرب کہہ دیتے ہیں حالانکہ یہ جہالت سے کہنا گناہ ہے اور ضد سے کہنا منافقت کا کفر ہے یہ مسئلہ مِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ فرمانے سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ **پہلا اعتراض:** اس کی کیا وجہ کہ ابھی آیت ۵۴ میں فرمایا گیا کہ اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی بھی۔ مگر یہاں صرف اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ فرمایا گیا۔ اَطِيْعُوا اللّٰهَ نہ فرمایا گیا۔ **جواب:** اس کی تین وجہ ہو سکتی ہیں: اولاً یہ کہ اس اَطِيْعُوا کا تعلق اِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا سے ہے۔ دوم یہ کہ یہاں اَقِيْمُوا میں اطاعت الٰہی کی عملی وضاحت کا ذکر ہو گیا۔ سوم یہ کہ مغرور انسان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت ناگوار اور شاق نہیں ہوتی جتنی کہ کسی انسان کی اطاعت کرنا بوجہ مغروریت اور نفرت رعونت ناگوار ناپسندیدہ ہوتی ہے اسی مغروریت کی وجہ سے گمراہ لوگ انبیاء کرام علیہم السلام کو اپنے جیسا بشر کہتے ہیں۔ خاص کر جبکہ وہ دُرِّیتیم ظاہری غریب اور غریبوں کے ساتھ رہنے والا عمر میں کم بھی ہو۔ اہل عرب و دیگر گمراہوں کی اسی مغروریت کو توڑنے کے لئے بار بار اطاعت رسول اللہ کا حکم فرمایا گیا۔ یہی مغروریت ابلیس کو ہوئی تھی اور یہی مغروریت آج گمراہ فرقے میں ہے مگر رب تعالیٰ نے ان سب مغروروں حاسدوں کا منہ کچل کر رکھ دیا کہ اپنی اطاعت اپنی ہدایت اپنی رحمت ورحیمی کریمی کو اطاعت نبی سے معلق فرما دیا کہ اطاعت نبی کرو گے تو یہ نعمتیں ملیں گی ورنہ بھٹکتے رہو۔ **دوسرا**

اعتراض: یہاں فرمایا گیا کہ نابالغ بچے اجازت لے کر اندر جائیں یہ حکم واجب ہے کیونکہ امر اصلاً وجوب کے لئے ہوتا ہے حالانکہ بچوں پر تو کچھ واجب نہیں ہوا کرتا۔ **جواب:** یہاں کُم ضمیر سے خطاب بڑوں کو ہے اور حکم ہے بچوں کو تربیت دینے کا یعنی اے بڑو! تم پر واجب ہے کہ بچوں کو ایسی شاندار تربیت دو کہ وہ سمجھدار ہو کر بھی اور بالغ ہو کر آتے جاتے اجازت لیا کریں۔ بعض نے جواب دیا کہ ہر امر وجوب کے لئے نہیں ہوتا یہ امر بھی استحبابی ہے ان بڑوں پر تربیت دینا بچوں پر عمل کرنا مستحب ہے نہ کہ واجب نابالغوں کو تربیت کا یہ فائدہ کہ بلوغت سے پہلے ہی ان اخلاقیات کی عادت ہونا ضروری تاکہ بالغ ہوتے ہی کوئی وجوب ضائع کرنے کا گناہ نہ ہو۔ **تیسرا اعتراض:** یہاں فرمایا: لَیۡسَ عَلَیۡکُمۡ وَلَا عَلَیۡہِمۡ جُنَاحٌ۔ یعنی تین وقتوں کے بعد نہ تم بڑوں پر گناہ نہ ان بچوں پر گناہ ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تین وقتوں میں بلا اذن جانا بڑوں پر بھی گناہ بچوں پر بھی۔ بڑوں کا ذکر تو ٹھیک ہے کیونکہ وہ مکلف ہیں مگر چھوٹے تو مکلف نہیں ان پر گناہ کیوں۔ **جواب:** یہاں جُنَاح کا معنی گناہ نہیں بلکہ حرج ونقصان مراد ہے یعنی بے پردگی کا نقصان۔

تفسیر صوفیانہ

آیت ۵۴ اور ۵۵ میں صوفیاء کے اقوال۔ قُلۡ اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ ۚ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّمَا عَلَیۡہِ مَا حُمِّلَ وَعَلَیۡکُمۡ مَّا حُمِّلۡتُمۡ ؕ وَاِنۡ تُطِیۡعُوۡہُ تَہۡتَدُوۡا ؕ وَمَا عَلَی الرَّسُوۡلِ اِلَّا الۡبَلٰغُ الۡمُبِیۡنُ ۝ فرمادے اے حبیب عرشی محبوب فرشی رسول کائنات جسم انسانی کے نفس امارہ وعقل عیارہ کو کہ اطاعت کرو مولیٰ تعالیٰ کی کلیات امر میں اور اطاعت کرو نبی مختار کی کلیات عمل میں پھر اگر تم نے کلی جزئی فرمانبرداری سے منہ پھیرا تو جان رکھو کہ مرشد ازلی ہادی ابدی کی ذمہ داری صرف راستہ بتانا ہے اور منزل قرب ووصل تک پہنچانا ہے اور تم پر تمہاری ذمہ داری ہے کہ مطیع متبع بنو۔ نبی عالمین کی بھی چار ذمہ داریاں اور امت تا قیامت کی بھی چار ذمہ داریاں۔ ہادی عالمین ﷺ کی ذمہ داریاں۔ ۱۔ عطاء قرآنی۔ ۲۔ تقسیم ایمانی۔ ۳۔ وصل رحانی۔ ۴۔ قرب ربانی۔ امت دعوت کی ذمہ داریاں۔ ۱۔ اجابت مومنانہ۔ ۲۔ اطاعت بندگانہ۔ ۳۔ اتباع مخلصانہ۔ ۴۔ طہارت جسمانی وتزکیہ روحانی۔ اگر تمہاری اطاعت پوری ہوئی تو تم کو ہدایت معرفت نصیب ہوگی کیونکہ اطاعت نبوت ہی مکاشفات کا سبب وصول اور مشاہدات کی وجہ حصول ہے۔ آستانہ نبوی سے پائی ہوئی ہدایت میں معارف وقبولیت کے عجائبات ہیں۔ اطاعت وہدایت کی چار قسمیں **پہلی** اطاعت عبودیت سے اس کی ہدایت انوار ربوبیت کا ملنا۔ **دوم** اطاعت محبت۔ اس کی ہدایت مشاہدات ہونا۔ **سوم** اطاعت معرفت اس کی ہدایت قربت وصلی **چہارم** اطاعت احترام اس سے ہدایت سنن درجات ومعانی کرامات ملتی ہے۔ سیرت نبوی کو باطن پر اور صورت نبوی کو ظاہر پر لگانے سجانے والے کی ہر بات حکمت والی ہوتی ہے لیکن خواہشات نفس والے کی ہر بات بدعت وجہالت والی ہوتی ہے اور یہ جہالت ہی راہ معرفت کی ضلالت ہے۔ اگر ہدایت چاہتے ہو تو سنت نبوی کو اپنا امیر بنالو تاکہ تم کو حقائق قیام وآداب فرائض کی ہدایت وبرکت ملے اور تم رونق الفت والوں میں سے ہو جاؤ۔ رسول ملکوت کی ذمہ داری تبلیغ معرفت وتقسیم مشاہدت ہے جو سینہ مومن میں روشن ہے۔ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ کَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ ۪ وعدہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے عرفان حقیقت کے اہل ایمان عالمین سے کہ ان کو قالب بشری کی زمین کی سلطنت روحانی کی خلافت دی جائے گی اور اعمال

خیر کی قوت وتمکنت عطا ہوگی ظاہری باطنی اعضاء میں جس طرح پہلے کامِلون، مکمِّلون، اکملون، مُنتھون کو زمین معرفت کا اختیارِ خلافت عطا ہوا تھا۔ طریقت کے چار خلیفے۔ ۱۔ حافظین حدیث باطن۔ ۲۔ علماء اصول معرفت۔ ۳۔ فروعات سلوک اولیاءِ وارثین۔ ۴۔ اصحاب حقائق۔ پہلا طبقہ اقطاب عالم طبقہ دوم اوتاد زمنی۔ طبقہ سوم سمٰوات طریقۃ کے ستارے۔ طبقہ چہارم اسرار الٰہی کے معدن جبال۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے ایمان یقینی وفضائل اعمال والوں سے زمین نفوس کی قبضہ خلافت وغلبہ عدالت کا جس طرح خلافت ملکوتی عطا ہوئی ان کو جو ایمان توحید میں مقام فنا تک سبقت لے گئے اور وعدہ ہے دین مرتضوی منتخبی کی تمکین کا بقاء رضا اور نفس امارہ کے خوف کو استقامت امن میں بدلائے جانے کا۔ لہٰذا چاہئے کہ غیر اللہ سے ہٹ کر عباد اللہ میں شامل ہو جائیں عقیدۂ وحدت پر ہی قائم رہیں اور جو بدبخت انعام انوار کے بعد طغیان اشرار وانا کا کفران کر لے اور تمکین شکر وتکوین ایمان سے نکلا تو وہی معرفت کا فاسق وبے دین ہے وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ۔ صوفیاء کے اقوال آیت ۵۶ تا ۵۸ میں۔ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔ معرفت الٰہی کے طلب گار وقیام عشق سے اوقات ابدی میں نماز اسرار قائم رکھو اور اعضاءِ بدنیہ کے نصاب اعمال واوقات حیوٰۃ کی زکوٰۃ ذکر وفکر خلوت مراقبہ وجلوت مکاشفہ میں ادا کرتے رہو اور شریعت طریقت حقیقت معرفت کی ہر شاہ راہِ سلوک وتنگ راہِ عبدیت میں مرشد عالمین کی فرمانبرداری کرتے رہو تاکہ وصل وقرب لقاء وعطا کا تم پر رحم لاہوتی کیا جائے لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ وَلَبِئْسَ الْمَصِيْرُ۔ اے وادی بقا کے مقیم سالک تو کبھی تصور وگمان بھی نہ کرنا کہ وہ کافران مطلق جو بیابان معصیت میں بھٹک رہے ہیں وہ خالق کل کو عطاءِ انوار سے یا مالک کل کو تقسیم اسرار سے عاجز کرنے اور کبھی روک سکنے کی ہمت کر سکنے والے ہیں۔ ان کا تو اپنا ٹھکانہ نصیب حسرت وفراق محرومی برکات ہے اور بدنصیبی کی آگ ہے۔ یاد رکھو کہ حیات دنیوی میں اعمال صالحہ میں نام ونمود کا کفران شامل کرنے والوں کے لئے یہ نارِ فراق بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔ کفران نعمت یہ ہے کہ نعمت کو گناہوں میں وقتوں کو غفلت میں اطاعتوں کو فسقیات میں بدلا جائے ایسے ہی لوگوں کا مقام انجام جدائی کی آگ میں تڑپنا جلنا ہے۔ مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کم سے کم شکر یہ ہے کہ اپنی بدنی ومالی نعمت سے کسی گناہ پر تعاون نہ کرے نہ کسی گناہ سے تعاون مانگے۔ اے بندے اگر تیرا شکر ہر دن ایک جیسا ہے تو تو ناقص ہے لہٰذا چاہئے کہ ہر دن تیرا اداءِ شکر بڑھتا رہے کیونکہ ہر خیر کا دن مزید نعمت ہے اور جسم بندہ شکر کے لئے ہے۔ قانون شکر یہ ہے کہ جو چیز جس کام کے لئے بنے اسی کام کے لئے پوری استعمال ہو جیسے گھوڑا لشکر جرار کے لئے تلوار قتال اشرار وحفاظت اخیار کے لئے بنی۔ ایسے ہی جسم مومن عبادت غفار اور زبان شکر ستار کے لئے بنی۔ جس چیز سے مقصد ایجاد حاصل نہ ہو وہ بیکار ہے ایسے ہی جس انسان سے شکر حاصل نہ ہو وہ ناقص ہے بدنی آلات میں اور قاصر ہے عملی عبادات میں۔ اصل شکر اطاعت نبوی ہے اور اصل محبت اتباع نبوی ہے۔ آقا ﷺ نے ہر انسان کو ایمان، عبادت، اطاعت واتباع کی طرف بلایا جنہوں نے مان لیا وہ اہل سعادت بن گئے ان میں اولین صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ جنہوں نے نہ مانا وہ کفار ومنافقین بنے رہ گئے۔ جو لوگ اطاعت مصطفائی و عبادت کبریائی کو ترک کرکے دروازۂ الٰہی وآستانہ مصطفائی سے بھاگے ہی رہے ان کو دنیا میں قتل وقید کی ذلت ملی حکم الٰہی سے دست مصطفائی نے ایسا جکڑا جس کا تصور بھی نہ کیا تھا مگر کوئی بھی نہ حکم الٰہی کو [illegible] کانہ [illegible] نبوی کو۔ یا اللہ ہماری

حفاظت فرما اپنی کریمی کے قلعوں میں پاکیزہ فرما ہمارے ماحول و معاشرے کو اپنی عنایت کے چشموں سے اور گھیر لے ہم کو اپنی رحمۃ کی چادر میں۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِیَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِیْنَ مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ وَ الَّذِیْنَ لَمْ یَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍؕ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَ حِیْنَ تَضَعُوْنَ ثِیَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِیْرَةِ وَ مِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ۫ؕ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْؕ۔ اے مرشدین استقامت چاہئے کہ اجازت لیا کریں تمہاری تعلیم جسمانی وتزکیہ روحانی کے ذریعہ بارگاہ خلوت میں آنے کے لئے وہ مریدین جو مبتدی ہیں اور خدام سالکین طالبین منتہی بھی جو کہ ابھی تصرف تربیت سلسلہ تدریس میں ہیں اور وہ مریدین جو ابھی مقام شیخیت پر فیض رسانی ومسند سجادگی کی چوکھٹ تک حلم بلوغت حاصل نہ کر سکے وہ اذن مراقبہ لیا کریں۔ اجازت فیض کے تین وقت ہیں۔ پہلا فجر انوار سے پہلے تربیت ابتدائی کے لئے۔ دوسرا وقت تعلیم سلوکیت کے وسط نصف النہار میں۔ وقت سوم امور تصرفات روحانی کی مراقبہ عشاء میں۔ اجازت مرشد اس لئے ضروری ہے کہ خلوت شیطان کا جال نہ بن جائے۔ لیکن جب ان اوقات خلوت میں حالات مریدین مضبوط ہو جائیں تب باقی اوقات جلوت حضوری بلا اذن بھی جائز تاکہ نگاہ مرشد میں رہیں۔ لَیْسَ عَلَیْكُمْ وَ لَا عَلَیْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّؕ طَوّٰفُوْنَ عَلَیْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍؕ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ۝۵۸۔ بلوغت روحانی فیض عرفانی اسرار صمدانی پانے کے بعد نہ مرشد پر حرج ہے نہ مرید پر نہ فیض دینے میں نہ لینے میں اس لئے کہ اداء امانت ربانی میں دونوں ایک دوسرے کے طوّافون وضرورت مند ہیں مرشد امین روحانیت ہے مرید مامون وصل ہے اور فیضان ولایت امانت ہے۔ جس کو دینے کے لئے طواف ادا تو مرشد ہے اور لینے کی تمنا میں طواف مرید ہے۔ اسی طرح بیان فرماتا ہے اللہ تعالیٰ استعداد مرشدین وتوفیق مریدین کی نشانیوں کو اور اللہ تعالیٰ ہی علیم ہے مرشد کی ہمت قوت محنت شفقت کا اور حکیم وحکمت والا ہے مریدین کی سعادت ہدایت توفیق ومصلحت میں۔

وَ اِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْیَسْتَاْذِنُوْا
اور جب بالغ ہو جائیں بچے تم میں سے جوانی میں تو چاہئے کہ وہ بھی آنے کی اجازت لیا کریں
اور جب تم میں لڑکے جوانی کو پہنچ جائیں تو وہ بھی اذن مانگیں
كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْؕ
جس طرح اجازت لیتے رہے ان سے پہلے بڑے مرد
جیسے ان کے اگلوں نے اذن مانگا
كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰیٰتِهٖؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ۝۵۹
اسی طرح بیان فرماتا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اپنے قانون کی آیتیں اور اللہ تعالیٰ علم والا حکمت والا ہے
اللہ یوں ہی بیان فرماتا ہے تم سے اپنی آیتیں اور اللہ علم وحکمت والا ہے

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِیْ لَا یَرْجُوْنَ نِكَاحًا
اور بوڑھی گھر میں ہی رہنے والی وہ عورتیں جو نکاح کی ضرورت نہیں رکھتیں
اور بوڑھی خانہ نشین عورتیں جنہیں نکاح کی آرزو نہیں
فَلَیْسَ عَلَیْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ یَّضَعْنَ ثِیَابَهُنَّ غَیْرَ مُتَبَرِّجٰتٍ بِزِیْنَةٍ ؕ
تو نہیں ہے ان پر کوئی گناہ اس بات میں کہ اتار دیں اپنے پردے کی چادریں جبکہ نہ بے حیائی پھیلائیں فیشن سے
ان پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے بالائی کپڑے اتار رکھیں جبکہ سنگھار نہ چمکائیں
وَاَنْ یَّسْتَعْفِفْنَ خَیْرٌ لَّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۝۶۰
اور اگر پردہ قائم رکھیں تو اچھا ہے ان کے لئے اور اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے
اور اس سے بھی بچنا ان کے لئے اور بہتر ہے اور اللہ سنتا جانتا ہے

تعلقات

ان آیات کا پچھلی آیات پاک سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آیات میں قریب بلوغ نابالغوں کو باپردہ گھروں میں آنے کے لئے تین وقت اجازت لینے کی پابندی کا ذکر فرمایا گیا۔ اب ان آیات میں بالغ اور مکمل جوان غلاموں، خادموں، نوکر و ملازموں کو مکمل طور پر ہر وقت رات دن اجازت لے کر آنے کی پابندی کا قانونِ شرعی ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیات میں مسلمان مردوں کو پردے کا قانون بتایا گیا۔ اب ان آیات میں مسلمان بوڑھی عورتوں کو پردہ کا قانون بتایا جا رہا ہے۔ **تیسرا تعلق:** پچھلی آیت میں مردوں پر پردے کا سخت قانون بیان فرمایا گیا۔ مرد بوڑھے ہوں یا جوان یا نابالغ قریب بلوغ۔ اب ان آیات میں مسلمان بوڑھی عورتوں پر پردے کا نرم قانون بیان فرمایا جا رہا ہے۔

تفسیر نحوی

وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْیَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰیٰتِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ۝۵۹۔ واؤ حرف عطف۔ اس کا عطف ہے سابقہ جملے لِیَسْتَاْذِنْ پر اِذَا حرف ظرف فیہ زمانیہ برائے شرط و جزا۔ بَلَغَ باب نَصَرَ ماضی مطلق صیغہ واحد مذکر غائب بَلْغٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے پہنچنا یہ مادہ مصدر لازم ہے اس سے ہے تَبْلِیْغٌ متعدی بنفسہ معنی ہے پہنچانا اور اِبْلَاغٌ متعدی بغیرہ بمعنی پہنچوانا۔ الْاَطْفَالُ الف لام حرفی استغراقی بمعنی سب اَطْفَالُ اسم جمع مکسّر ہے طِفْلٌ واحد کا بمعنی نابالغ بچہ یہ فاعل ہے بَلَغَ کا۔ بقانون نحو اگر فاعل اسم ظاہر ہو تو اس کا عامل فعل یا عامل مشتق اسم واحد کے صیغے سے آتا ہے اگرچہ فاعل جمع ہو۔ جیسے کہ یہاں ہوا کہ بَلَغَ واحد کا فاعل اَطْفَالُ جمع ہے۔ مِنْكُمْ جار مجرور متعلق ہے بَلَغَ۔ اَلْحُلُمَ۔ اسم حاصل مصدر بمعنی بلوغت چونکہ انسان کے بالغ ہونے سے چار چیزیں پیدا ہوتی ہیں اس لئے ان چاروں

کے لئے اسی حُلُمٌ کے مشتقات مستعمل ہوتے ہیں۔ ۱۔ بلوغت سے عقلمندی ہے لہٰذا عقلمندی کو حِلم کہا جاتا ہے۔ ۲۔ بلوغت
سے شیطانی خوابیں آتی ہیں اس لئے ان کو اَحلام کہا جاتا ہے۔ ۳۔ حُلُم اور بلوغت سے سوتے میں انزال ہوتا ہے اس
لئے اس کو احتلام کہا جاتا ہے۔ ۴۔ بالغ ہو کر انسان نرم طبیعت ٹھنڈے مزاج کا ہو جاتا ہے سوچ وفکر سے کام لیتا ہے اس کو حلیم
کہا جاتا ہے۔ اَلْحُلُمَ مفعول فیہ ہے یا مفعول بہ بَلَغَ کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہے۔ فَ جزائیہ لِيَسْتَأْذِنُوْا۔ باب
استفعال کا فعل امر غائب معروف صیغہ جمع مذکر غائب اس کا فاعل ھُمْ ضمیر صیغہ۔ كَمَا کاف تشبیہی۔ مَا مصدریہ اسْتَأْذَنَ باب
استفعال کا ماضی مطلق۔ صیغہ واحد مذکر غائب الَّذِيْنَ اسم موصول مِنْ جارہ بیانیہ۔ قَبْلِهِمْ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے
مَذْكُوْرٌ۔ پوشیدہ اسم مفعول کا وہ اپنے نائب فاعل ضمیر صیغہ اور متعلق سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر صلہ ہے الَّذِيْنَ کا۔ موصول صلہ مل
کر فاعل ہے اسْتَأْذَنَ کا۔ وہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مجرور ہے كَمَا سے وہ جار مجرور متعلق ہے لِيَسْتَأْذِنُوْا کا وہ سب جملہ
فعلیہ انشائیہ ہو کر جزا ہے اِذَا بَلَغَ کے جملے کی شرط وجزا مل کر معطوف ہے سابقہ جملے پر۔ كَذٰلِكَ مبتدا ہے۔ يُبَيِّنُ سابقہ آیت
۵۸ کی ترکیب کی مثل جملہ فعلیہ ہو کر خبر مبتدا۔ دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ۞ سابقہ ترکیب کی مثل مبتدا
اور خبر ہو کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ
غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۢ بِزِيْنَةٍ ؕ وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ۞ واؤ ابتدائی۔ اَلْقَوَاعِدُ اسم جمع مکسر ہے قَاعِدٌ
کی۔ اس سے مراد وہ عورتیں ہیں جو بڑھاپے کی وجہ سے اپنے حیض وحمل سے مایوس ہو جائیں اور قَاعِدَةٌ کی جمع قَاعِدَاتٌ یعنی
وہ عورت جو رہائش میں پیروں چلنے سے بیٹھ رہے بوجہ تھکن یا معذوری جیسے کہ حامل وہ عورت جس کے پیٹ میں حمل کا بوجھ ہو
اور حَامِلَةٌ وَحَمَّالَةٌ وہ عورت جس کی پیٹھ پر سامان کا بوجھ ہو یا حائض عورت چونکہ حمل وحیض اور ان دونوں سے مایوس صرف
عورتوں کی خصوصی حالت ہے اس لئے قاعد، حامل، حائض اگرچہ مذکر لفظ ہیں مگر اس سے مراد صرف عورتیں ہی ہوتی ہیں۔ اور
حائض مذکر ہوتا ہی نہیں تو اسی خصوصیت کی وجہ سے مؤنث کو حامل وحائض ہی کہا جا سکتا ہے اسی طرح قواعد بھی یہاں عورت کے
لئے ہے لیکن مذکر کے حقیقی ومجازی معنی کے لئے تقریباً چھ لفظوں مستعمل ہے۔ ۱۔ قاعد سردار قوم (بیٹھنے والا)۔ ۲۔ بنیاد۔
۳۔ قاعد بمعنی سہارا۔ ۴۔ قاعد بمعنی بادشاہ قَاعِدَةُ الْمَلِكِ۔ تخت شاہی۔ ۵۔ اونٹ کی ڈولی یعنی هَوْدَج کی لکڑیاں قَاعِدَةُ
الْهَوْدَجِ وَقواعد الْهَوْدَجِ۔ ۶۔ قاعد بمعنی ٹھکانہ۔ قَوَاعِدُ یہاں قَاعِدَاتٌ اسم فاعل کے درجہ میں ہے لہٰذا عامل ہے اس کا
فاعل هُنَّ ضمیر صیغہ پوشیدہ۔ مِنَ النِّسَآءِ یہ جار مجرور متعلق ہے قَوَاعِدُ کا۔ وہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر موصوف ہے۔ الّٰتِيْ۔ اسم
موصول جمع مؤنث لَا يَرْجُوْنَ باب نَصَرَ کا مضارع منفی معروف صیغہ جمع مؤنث غائب رَجْوٌ سے مشتق ہے معنی ہے امید
کرنا۔ رِجَآءٌ بھی مصدر ہے بمعنی امید دلانا۔ دراصل لَا يَرْجُئْنَ تھا بروزن لَا يَنْصُرْنَ۔ ہمزہ کو ضغطۂ لسان (جھٹکا زبان) کی وجہ
سے واؤ سے بدل دیا۔ لَا يَرْجُوْنَ ہو گیا۔ اس کا جمع مذکر بھی لَا يَرْجُوْنَ ہوتا ہے مگر وہ لَا يَرْجُوُوْنَ سے تعلیلی ہوا ہے۔ اس کا
فاعل هُنَّ ضمیر صیغہ ہے نِكَاحًا اسم حاصل مصدر بروزن فِعَالًا قِتَالًا یہ مفعول بہ ہے۔ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہے الّٰتِيْ کا۔
یہ موصول صلہ مل کر صفت اَلْقَوَاعِدُ کے جملے کی یہ مرکب توصیفی مبتدا ہے۔ فَ زائدہ لَيْسَ فعل ناقصہ ماضی مطلق صیغہ واحد

مذکر غائب عَلَیْهِنَّ یہ جار مجرور متعلق ہے لَیْسَ کا جُنَاحٌ اسم حاصل مصدر جَنْحٌ یا جُنُوْحٌ سے بنا ہے لغوی ترجمہ ہے۔ مائل ہونا، جھکنا یعنی حق سے ہٹ کر باطل کی طرف ہونا۔ اصطلاح میں معنی ہے گناہ ذنب یہ اسم ہے لَیْسَ کا اَنْ ناصبہ مصدریہ۔ یَضَعْنَ بابِ فَتَحَ کا مضارع مثبت معروف صیغہ جمع مؤنث غائب وَضْعٌ سے مشتق ہے۔ ترجمہ ہے اتارنا، علیحدہ رکھنا اس کا فاعل هُنَّ ضمیر پوشیدہ ثِیَابَهُنَّ یہ مرکب اضافی مفعول بہ ہے۔ غَیْرَ مضاف مُتَبَرِّجٰتٍ۔ باب تَفَعُّلٌ کا اسم فاعل جمع مؤنث اس کا مصدر ہے تَبَرُّجٌ، بَرْجٌ سے بنا ہے۔ لغوی ترجمہ ہے بلندی کرنا، خوبصورتی دکھانا۔ اس مناسبت سے دس معنی میں مشترک ہے۔ ۱۔ زینت یعنی قدرتی خوبصورتی اور بناوٹی فیشن ظاہر کرنا۔ ۲۔ جائے پناہ۔ ۳۔ قلعہ کے چوطرفہ کونہریاں چنانچہ سورۃ نساء آیت ۸۷ میں قلعوں کو بروج مشیدہ فرمایا گیا۔ ۴۔ مٹک کر چلنا۔ ۵۔ شوخ نگاہی کرنا۔ ۶۔ خوبصورت چہرہ۔ ۷۔ بڑی فراخ آنکھوں کو بَرْجَاء کہا جاتا ہے۔ ۸۔ آسمانی برج۔ ۹۔ ظاہر چمکدار چیز۔ ۱۰۔ جنگی جہاز و کھلی کشتی کو بَارِجَةٌ اور اس کے ماہر ملاح کو بَارِجٌ کہا جاتا ہے۔ یہاں پہلے معنی میں ہے۔ یہ اسم فاعل اس کا فاعل هُنَّ ضمیر۔ بِزِیْنَةٍ یہ جار مجرور متعلق ہے مُتَبَرِّجٰتٍ کا یہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مضاف الیہ ہے غَیْرَ کا وہ مرکب اضافی حال ہے یَضَعْنَ کے فاعل کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے لَیْسَ کی وہ اپنے اسم، خبر اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر معطوف علیہ ہے واؤ عاطفہ۔ اَنْ حرف ناصبہ۔ یَّسْتَعْفِفْنَ باب استفعال کا مضارع مثبت معروف صیغہ جمع مؤنث غائب اس کا مصدر ہے۔ اِسْتِعْفَافٌ۔ عَفَفٌ مضاعف ثلاثی سے بنا ہے۔ ۱۔ اسی سے ہے عَفِیْفٌ یعنی پاکدامن مرد۔ ۲۔ اس سے ہے عَفِیْفَةٌ بمعنی پاکدامن عورت۔ ۳۔ اسی سے ہے عِفَّةٌ بمعنی پاکدامنی۔ ۴۔ اسی سے ہے عَفَافٌ بمعنی پاک وحلال چیزیں۔ ۵۔ اسی سے ہے تَعَفُّفٌ بمعنی بچنا بچانا۔ عَفٌّ کا لغوی معنی ہے باز رہنا، گناہ، زنا، بھیک مانگنے سے۔ اصطلاح میں پردے اور باپردہ رہنے کو عَفٌّ کہا جاتا ہے۔ یَّسْتَعْفِفْنَ کا فاعل هُنَّ ضمیر ہے یہ فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مبتدا ہوا۔ خَیْرٌ اسم مصدر۔ لَّهُنَّ یہ جار مجرور متعلق ہے خَیْرٌ مصدر کا وہ سب مل کر شبہ جملہ ہوا خبر مبتدا۔ اَنْ یَّسْتَعْفِفْنَ مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف ہے فَلَیْسَ کے جملے پر دونوں عطف مل کر خبر ہے وَالْقَوَاعِدُ مبتدا کی۔ وہ دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ وَاللّٰهُ واؤ سر جملہ اللّٰہ مبتدا سَمِیْعٌ صفت مشبہ بمعنی بہت سننے والا ہمیشہ سے ہمیشہ تک ہر وقت ہر ایک کی یہ خبر اول ہے۔ عَلِیْمٌ صفت مشبہ ہے بمعنی بہت جاننے والا ہمیشہ سے ہمیشہ تک ہر وقت ہر ایک کو۔ یہ خبر دوم ہے۔ اللّٰہ مبتدا اپنی دونوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ

وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۹﴾ اور یہی نابالغ بچے تہذیب وتربیت یافتہ تین وقتوں میں اجازت دخول لینے کے عادی غلام وخدام واولاد جب بالغ ہو جائیں اور پہنچ جائیں اپنی پختہ عمر احتلامی وشہوانی کو تو ان سب کو چاہئے کہ اپنے یا پرائے گھر میں کسی بھی ضروری یا غیر ضروری کام کے لئے آنا چاہیں تو ہر وقت اجازت لے کر اطلاع دے کر اجازت ملنے کا انتظار کر کے اجازت ملنے کے بعد اندر آیا کریں جیسے وہ تمام بڑے بوڑھے بزرگ جن کا ذکر ابھی پہلے آیت ۲۷ میں گزرا اپنے یا پرائے گھروں میں جانے کے

لئے اجازت داخلہ مانگتے ہیں یا جیسے یہی نو بالغ بچے آج سے پہلے نابالغی مراہقی، امردی کے زمانے میں صرف تین وقت اجازت مانگا کرتے تھے وہی غلام وخدام و آزاد اب ہر وقت اجازت مانگا کریں دن ہو یا رات، صبح، دوپہر، پچھلا پہر ہو یا۔ عصر، مغرب، عشاء ہو۔ اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ اسی طرح حرام وحلال مکروہ ومباح جائز وناجائز احکام شریعت کی آیتیں بیان فرماتا ہے تم سب تاقیامت مسلمانوں کو آرام وسہولت تہذیب وآداب کے لئے اور اللہ تعالیٰ جاننے والا ہے تمہاری دینی دنیوی ضروریات اور عزت تہذیب وآداب اور سہولتوں کو۔ ہر حکم مصلحت حکمت سے نازل ونافذ فرمانے والا۔ تمہارا کوئی حال اس کے علم سے دور نہیں اور اس کا کوئی حکم تمہارے فائدوں سے خالی نہیں۔ اسلام میں ہر قسم کی عمر کے علیحدہ آداب ملاقات بیان فرمائے گئے چنانچہ سورہ نور آیت ۲۷ میں بڑے لوگوں کے لئے اجازت لینے کے احکام بیان ہوئے اور آیت ۳۱ میں ناسمجھ نابالغ بچوں کے آداب اور آیت ۵۸ میں نابالغ مراہق یعنی قریب بلوغ سمجھدار بچوں کے آداب بیان ہوئے اور اب یہاں آیت ۵۹ میں بالغ ہو جانے والے بچوں کے لئے آداب اجازت بیان فرمائے گئے۔ ابھی تک غیر کے گھروں میں جانے کے آداب واخلاق سکھائے گئے اب اپنے گھروں سے نکلنے کے باعزت مہذب آداب واخلاق سکھائے جا رہے ہیں۔ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِیْ لَا یَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَیْسَ عَلَیْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ یَّضَعْنَ ثِیَابَهُنَّ غَیْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِیْنَةٍؕ۔ اور وہ بوڑھی عورتیں جو مایوس بیٹھ رہیں حیض ونفاس وحمل سے بوجہ بڑھاپا اور اب اس عمر میں ان کو نکاح کی کوئی امید وخواہش نہیں۔ نہ ان کے اپنے قلبی میلان سے نہ کسی رغبت مرد کی طرف سے صرف ایسی تمام عورتوں کے لئے تاقیامت یہ حکم ہے کہ وہ اپنی ضروریات کے لئے بغیر برقعہ باہر نکل سکتی ہیں ان پر اس بے پردگی کا نہ صغیرہ گناہ ہے نہ کبیرہ اور حجاب کے کپڑے چھوڑ سکتی ہیں بشرطیکہ اس شرعی اجازت وسہولت سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے فیشن کر کے نہ نکلیں نہ زیور ہار کا سنگھار کر کے اگر فیشن وسنگھار کی نمائش کریں گی تو پھر شرعاً گناہگار ہوں گی اور یہ سہولت شرعی نہ رہے گی کیونکہ غیر محرم اجنبی مردوں کا فیشن زینت سنگھار دکھانا ہر عمر کی عورت پر حرام ہے قانونِ فطرت میں عورتوں کی عمر کے آٹھ حصہ ہوتے ہیں۔ ۱۔ ولادت سے دو سال تک صبوبیت وشیر خوارگی۔ ۲۔ دو سے پانچ سال تک طفلیت۔ ۳۔ پانچ سے نو سال تک مراہقیت۔ ۴۔ نو سے اٹھارہ سال تک بلوغیت۔ ۵۔ اٹھارہ سے تیس سال تک شبابیت۔ ۶۔ تیس سے پچاس سال تک اشدیت۔ ۷۔ پچاس سے ساٹھ سال تک شیبیت بڑھاپا۔ ۸۔ ساٹھ سے پچھتر سال تک مایوسیت۔ اس عمر میں پہنچ کر عورت قاعد ہو جاتی ہے رحم خشک خون کم حیض بند ہو جاتا ہے۔ عمر کے ان تمام حصوں میں عورتوں کی چار حالتیں ہوتی بدلتی ہیں۔ ۱۔ آیس بوجہ بچپنہ، آیس بوجہ بڑھاپا۔ ۲۔ حائض۔ ۳۔ حامل۔ ۴۔ قاعد۔ آیس کی دو قسمیں ہوئیں۔ ۱۔ آیسہ صغیرہ رحم ٹھیک ہو حیض شروع ہی نہ ہو۔ ۲۔ آیسہ کبیرہ رحم خشک حیض بند ہو جائے۔ یہاں اسی عمر کا ذکر ہے اسی کو قاعد کہتے ہیں۔ وَاَنْ یَّسْتَعْفِفْنَ خَیْرٌ لَّهُنَّؕ وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۶۰﴾۔ فتویٰ شرعی تو وہی اجازت وسہولت کا ہے جو ابھی اوپر بیان ہوا جس کی وجہ کمزور نظری اور راستہ بھولنے بھٹکنے یا گرنے ٹھوکر کھانے کا اندیشہ اور شیطانی وشہوانی نظروں کا نہ فتنہ نہ خطرہ یہ اجازت صرف چہرہ کھلنے تک ہے سر کھولنے کی اس عمر میں بھی اجازت نہیں اس لئے تین کپڑے باہر نکلتے وقت ہمیشہ ضروری: موٹا لباس، موٹا دوپٹہ وموٹی قمیص گھر میں صرف اپنے محرموں کے سامنے دوپٹہ اتار سکتی ہیں مگر باہر سر سے پیر تک

لباس میں ہونا واجب ہے۔ اس کے باوجود تقویٰ یہ ہے کہ اگر کمزور نظری کے ہوتے ہوئے بھی برقعہ پہنے ہی نکلا کریں اور پردہ پوشی کی عفت قائم رکھیں تو ان کے لئے زیادہ ثواب اُخروی اور خیر دنیوی ہے کیونکہ تقوے مومن ہے۔ چنانچہ سورۃ اعراف آیت ۲۶ میں ہے وَلِبَاسُ التَّقْوٰی ذٰلِكَ خَيْرٌ۔ یعنی لباس تقویٰ ہی مومن کے لئے دین دنیا کی بھلائی ہے اور گوش و ہوش سے سن لو کہ اللہ تعالیٰ تم تمام لوگوں پر ظاہر، پوشیدہ، بات کو سننے والا اور تمہارے ہر حال اعمال نیات خیالات کو جاننے والا ہے۔ یہاں جو رخصت بیان کی گئی ہے وہ صرف سخت بوڑھی عورتوں کے لئے ہے لیکن جوان عورتیں مکمل سر چہرہ ڈھک کر باہر نکلا کریں موٹا برقعہ یا موٹی چادر اوڑھ کر۔ قانون شریعت میں مردوں عورتوں کے لباس شریفانہ میں تین تین کپڑے ہیں۔ مردوں کے لئے عمامہ، کرتہ، پاجامہ یا ٹوپی بلاوجہ ننگا سر رہنا شیطانی خصلت ہے۔ ایک حدیث پاک میں ننگے سر پھرنے والے کو بدمعاش و شیطان فرمایا گیا ہے (از موطا امام مالک) بعض شیطانوں نے ننگے سر نماز پڑھنی شروع کردی یہ تو بہت ہی سخت گناہ ہے اور عیسائیت کا نشان۔ عورتوں کے لباس میں موٹا دوپٹہ یعنی خمار، قمیص، شلوار یہ گھریلو لباس ہے دوپٹہ سر پر اوڑھنے کے لئے ہوتا ہے نہ کہ گلے کا مفلر۔ باہر کا حجابی لباس برقعہ یا بڑی چادر۔ عربی میں باریک دوپٹے کو رقاق کہا جاتا ہے یہ عورتوں کو ہر وقت منع ہے اس کو اوڑھ کر نماز بھی نہیں ہوتی اور باریک لباس پہننا ہر عورت کو حرام ہے گھر میں بھی اور باہر تو اشد حرام ہے۔ چنانچہ **حدیث:** پاک بحوالہ مسلم بروایت حضرت ابوہریرہ کہ فرمایا حضرت محمد ﷺ نے دنیا میں دو قسم کے انسان دوزخی ہیں، ایک: وہ ظالم حکام جن کے ہاتھ میں ہر وقت ظلم کا کوڑا ہو جیسے گائے کی دم کہ ہر وقت بلاوجہ لوگوں کو مارتے پھریں۔ دوم: وہ عورتیں جو لباس پہنے ہوئے بھی ننگی ہوں مائل ہونے والی مائل کرنے والی ان کے سروں پر بال ایسے ابھرے ہوں جیسے اونٹ کی کوہان۔ یہ دو قسم کے لوگ جنت سے اتنی دور ہوں گے کہ جنت کی خوشبو بھی نہ پائیں گے۔ یعنی ایسا باریک کپڑا کہ زینت زیور اور جسم کا رنگ بھی ہر ایک کو نظر آئے۔ یہ آقا غیب دان کی غیبی خبر ہے جو آج ہر جگہ نظر آ رہی ہے۔ **حدیث دوم:** بروایت حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرمایا آقا ﷺ نے مجھے خواب میں کچھ لوگ دکھائے گئے جن کی قمیصیں کسی کے گلے تک ہی ہیں، کسی کے صرف سینے تک، کسی کے پیٹ تک۔ پھر عمر لائے گئے ان کی قمیص کندھے سے ٹخنوں تک تھی۔ صحابہ کی عرض پر فرمایا اس کی تعبیر دین اسلام ہے۔ قرآن مجید میں تقوے کو لباس فرمایا گیا اور محاورۂ عرب میں بھی فضل و پاکدامنی کو ثیاب کہا جاتا ہے چنانچہ امراء القیس شاعر کہتا ہے:۔

ثِيَابُ بَنِيْ عَوْفٍ نَقِيَّهٖ وَاَوْجُهُهُمْ عِنْدَ الْمَشَاهِدِ غُرَّانُ

ترجمہ:۔ بنی عوف کی عزتیں پاک وصاف ہیں اور ان کے چہرے بوقت دیدار سفید چمکدار ہیں۔ ایک حدیث پاک میں خلافت راشدہ کو بھی قمیص فرمایا گیا۔ اس لئے جو عورتیں اپنی زینت دکھانے کے لئے نکلتی ہیں وہ اگرچہ لباس کی کاسیات ہوں مگر تقوے سے عاریات ہوتی ہیں۔ ایک **حدیث:** پاک میں عورتوں کو فتنہ فرمایا گیا۔ چنانچہ مسلم بخاری کتاب النکاح میں ہے۔ فرمایا نبی کریم ﷺ نے کہ میرے بعد بہت فتنے ہوں گے سب سے زیادہ مردوں کے لئے نقصان دہ فتنہ بیویوں کا ہوگا۔ اس سے مراد آوارہ فیشن بے پردہ مُتَبَرِّجٰت عورتیں ہی ہیں جو نیک والدین شریف خاوند کے لئے دنیا میں فتنہ نحوست آخرت میں عبرت

عقوبت ہیں۔ چوتھی حدیث پاک چند عورتوں نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ عورتوں کو مہندی سرخی چوڑیاں کنگن جھانجھر سونے کا زیور اور باریک لباس پہننا جائز ہے یا حرام تو صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اگر غیر مردوں پر ظاہر نہ کریں جائز ورنہ حرام ہے۔

ان آیات میں مختلف اقوال

الْاَطْفَالُ کے معنی میں دو قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا اس سے مراد سب نئے بالغین بچے ہیں۔ آزاد، غلام، اولاد، خدام، مذکر مؤنث کہ سب پر اجازت داخلہ لینا واجب ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا اس سے مراد صرف اپنی اولاد ہے اَلْحُلُمَ کی قرات میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قرات اَلْحُلُمَ ہے ح اور ل پر ضمہ۔ ۲۔ بعض کی قرأت اَلْحُلْمَ ہے ل پر جزم کما کی تشبیہ میں دو قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا یہ مشابہت ہے لَاتَدْخُلُوْا بُيُوْتًا کے قانون شرعی سے ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا یہ تشبیہ ہے نابالغین کی اجازت لینے سے مگر فرق یہ کہ وہ صرف تین وقت اور یہ ہر وقت اجازت لیں۔ اَلْقَوَاعِدُ کے معنی میں دو قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا وہ بوڑھی عورتیں جو بوجہ بڑھاپا حیض حمل نفاس نکاح سے مایوس و بے رغبت ہو جائیں۔ ۲۔ بعض نے کہا صرف وہ عورتیں جن سے کوئی نکاح کی رغبت نہ رکھے۔ ثِيَابَهُنَّ کی قرأت میں تین قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت ثِيَابَهُنَّ ہے۔ ۲۔ بعض کی قرأت مِنْ ثِيَابِهِنَّ ہے۔ ۳۔ بعض کی قرأت جَلَا بِيبَهُنَّ ہے۔ بِزِيْنَةٍ کی بَ میں دو قول۔ ۱۔ بعض نے کہا یہ بعضیت کی ہے کہ کچھ بعض زینتیں چھپائیں۔ ۲۔ بعض نے کہا یہ بَ بیانیہ ہے یعنی زینتیں چھپائیں۔ اَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ کی قرأت میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت باب استفعال کا امر غائب ہے۔ ۲۔ بعض کی قرأت باب ضَرَبَ کا امر ہے۔ اَنْ يَّعْفِفْنَ۔

فائدے

ان آیات سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ **پہلا فائدہ:** اسلام نے عورتوں کے حقوق کو بہت تحفظ دیا ہے اور غیر مسلموں نے عورتوں کے حقوق پر ظلم کیا ہے مگر بیوقوف مسلمانوں نے حقوق پہچاننے میں غلطی کی ہے عورت کا اصل حق چادر و چار دیواری اور شریفانہ غیرت والا لباس ہے مگر غیر مسلموں نے عورت کو بازار میں ننگا ہونا، آوارگی آزاد مزاجی سکھائی۔ دین اسلام نے شرم و حیا اور حجاب عطا فرمایا تاکہ ایمان والی عورتیں نہ مردوں کی ہم شکل بنیں نہ لونڈی غلام کی ہم شکل کہ نہ آوارہ بے حجابیں نہ ذلیل و بے پردہ پھریں۔ یہ فائدہ ثِيَابَهُنَّ کی تفسیری تقسیم سے حاصل ہوا۔ حدیث و قرآن سے ہٹ کر عورتوں کے حقوق کا مطالبہ کرنا شرافت و تحفظ نہیں بلکہ بدمعاشی و آوارگی ہے یہ بدمعاشی مسلمانوں کو ہنود و نصاریٰ نے سکھائی۔ یاد رکھو کہ مسلمان عورت خاتون خانہ ہوتی ہے نہ کہ نمائش بازارہ و مزاج آوارہ۔ **دوسرا فائدہ:** اسلام کے تمام قانون معاشرہ دو قسم کے ہیں، اولاً: قانون فتویٰ دوم قانون تقویٰ احکام فتویٰ میں سہولت زیادہ مگر حکم تقویٰ میں فضیلت زیادہ۔ مثلاً فتویٰ یہ ہے کہ گندگی کی معمولی چھینٹیں کپڑے و جسم کو ناپاک نہیں کرتیں مگر تقویٰ یہ ہے کہ ان کو بھی دھو لیا جائے اور مثلاً فتویٰ یہ ہے کہ بلا عذر بیٹھ کر نفل پڑھنا جائز ہے مگر تقویٰ یہ ہے نفل بھی کھڑے ہو کر پڑھے جائیں یہ فائدہ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ کے بعد وَ اَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ فرمانے سے حاصل ہوا۔ اَنْ يَّضَعْنَ (الخ) حکم فتویٰ ہے اور اَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ حکم تقویٰ ہے۔ **تیسرا فائدہ:** ہر

مسلمان عورت کو ہر عمر میں ہر قسم کی زینت کرنا جائز ہے۔ سرمہ، سکڑا بھی سرخی پوڈر بھی، زیور کپڑے بھی لیکن اپنی زینت کو گلی محلے بازار میں نامحرم اجنبی مردوں کے سامنے ظاہر کرنا اور مخلوط محفلوں میں شامل ہو کر بے پردہ ہونا حرام ہے۔ یہ فائدہ غَیْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۢ بِزِیْنَةٍ فرمانے سے حاصل ہوا زینت ظاہر کرنے کا جواز صرف دیگر عورتوں اور محرم مردوں کے لئے ہے لیکن وہ زینت جو کسی شرعی عبادت میں رکاوٹ بنے وہ حرام ہے جیسے ناخن پالش وغیرہ نیز صحیح یہ ہے کہ عورت کو سر پر کالا خضاب بھی جائز ہے کیونکہ سر ڈھکا رہتا ہے دھوکہ دہی کا اندیشہ نہیں ہے۔

احکام القرآن

ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ:** قانون شریعت میں ہر بالغ مرد و عورت کو ہر ایسے گھر میں جاتے وقت اجازت لینا واجب ہے جس میں نامحرم لوگ رہتے ہوں اس حکم شرعی کی چار نوعیتیں۔ ۱۔ اگر گھر میں ماں بہن بیٹی وغیرہ عورتیں ہوں اور مرد خود بھی رہتا ہو تو اجازت لینا لازم نہ لینا مکروہ تحریمی۔ ۲۔ گھر غیر کا ہو اور گھر میں نامحرم عورتیں رہتی ہوں تو اجازت واجب نہ لینا حرام۔ ۳۔ یہ کہ گھر اپنا بھی رہائشی ہو اور دوسرے مرد بھی رہتے ہوں تو اجازت لینا مردوں کو مستحب عورتوں کو واجب۔ ۴۔ یہ کہ گھر بالکل غیر کا رہائشی ہو تو ملاقاتی عورت و مرد دونوں کو اجازت لینا واجب ہے یہ مسئلہ۔ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا کے فرمان سے مستنبط ہو۔ **دوسرا مسئلہ:** تمام فقہاء فرماتے ہیں کہ ہر وہ کام جس کے کرنے نہ کرنے کی شرعی رخصت ہے اگر بندہ ترک رخصت کر کے اس کے خلاف کام کر لے تو ثواب زیادہ ہے یعنی شرعی رخصت سے فائدہ نہ اٹھائے یہ مسئلہ۔ وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ سے مستنبط ہوا۔ **تیسرا مسئلہ:** مسلمان عورت کے شرعی پہناوے چار قسم کے: ۱۔ لباس ستر، یعنی ہر وقت کا گھریلو لباس شلوار قمیص دوپٹہ موٹے کپڑوں کے۔ ۲۔ لباس شرم و حیا، دوپٹے کا گھونگھٹ بزرگوں کے سامنے۔ ۳۔ لباس حجاب برقعہ وغیرہ سر سے پاؤں تک نقاب چہرے پر۔ ۴۔ لباس نماز سر سے ٹخنوں تک مگر چہرہ ہتھیلیاں اور قدم کھلے رہیں۔ بعض جاہل خطیب اسی لباس نماز کو باہر پھرنے کا لباس سمجھ کر بے پردگی کو جائز کہنے لگے ایسے لوگ گمراہ ہیں۔ مسلمانوں کو یہ تقسیم لباس یاد رکھنی چاہئے۔ یہ مسئلہ لَيْسَ عَلَيْهِنَّ اور غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍ کے فرمان سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ **پہلا اعتراض:** یہاں فرمایا گیا فَلْيَسْتَاْذِنُوْا مگر آیت ۵۸ میں فرمایا گیا۔ لِيَسْتَاْذِنْكُمُ وہاں كُمْ ضمیر ہے مگر یہاں نہیں ہے اس کی کیا وجہ۔ **جواب:** پہلی آیت میں بڑوں کو حکم دیا جا رہا ہے کہ وہ نابالغ بچوں کی تربیت کر کے اجازت لینے کا عادی بنائیں اس لئے كُمْ سے خطاب ہے اور یہاں خود بالغ بچوں کو بلوغت کے احکام سمجھائے جا رہے ہیں اس لئے كُمْ ضمیر کی ضرورت نہیں۔ **دوسرا اعتراض:** یہاں فرمایا گیا ثِيَابَهُنَّ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ بوڑھی عورتوں کو تمام کپڑے اتار کر ننگا پھرنے کی اجازت دی جا رہی۔ یہ تو بہت بری بات ہے چاہئے تھا کہ فرمایا جاتا۔ جلا بِيبَهُنَّ یا قِنَاعَهُنَّ یا فرمایا جاتا مِنْ ثِيَابِهِنَّ۔ جلابیب کے معنی بڑی چادر قِنَاع کا معنی برقعہ اور مِنْ ثِيَاب کا معنی

ہے کچھ کپڑے۔ **جواب:** یہاں عربی محاورے کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ اہل عرب کے مطابق جسمی پیائش سے سلے کپڑوں کو لباس کہتے ہیں اور کھلے کپڑوں کو جو بغیر سلے ہوں ان کو ثیاب کہتے ہیں یعنی کرتہ شلوار لباس ہے اور کھلی چادر دوپٹہ غلافی برانڈی برقعہ یہ ثیاب ہیں تو یہاں ثیاب فرمایا کر بتایا گیا کہ لباس اتارنے کی اجازت نہیں ہے بلکہ لباس کے اوپر حجابی ثیاب اتارنے کی اجازت دی جارہی ہے کہ بوڑھی عورتیں چادریں برقعے اتار کر صرف لباس دوپٹے میں باہر جاسکتی ہیں لباس پہنا جاتا ہے ثیاب اوڑھے جاتے ہیں عربی میں اوڑھنے کو التحاف اور پہننے کو اِلتباس کہتے ہیں۔ **تیسرا اعتراض:** ہر مسلمان عورت کو چہرہ کھول کر باہر بے پردہ پھرنا جائز ہے کیونکہ اسلام میں چہرے کا پردہ واجب نہیں سر کا پردہ واجب ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف ص ۳۷۷ پر ہے: عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا اَنَّ اَسْمَآءَ بِنْتَ اَبِیْ بَکْرٍ دَخَلَتْ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَعَلَیْهَا ثِیَابٌ رُقَاقٌ. فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَقَالَ یَا اَسْمَآءُ اِنَّ الْمَرْئَةَ اِذَا بَلَغَتِ الْمَحِیْضَ لَنْ یُّصْلِحَ اَنْ یُّرٰی مِنْهَا اِلَّا هٰذَا وَهٰذَا وَاَشَارَ اِلٰی وَجْهِهٖ وَکَفَّیْهِ رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤُد۔ ترجمہ: حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ (میری چھوٹی بہن) اسماء بنت ابوبکر نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں اور اسماء کے سر پر بہت باریک کپڑا تھا تو نبی کریم ﷺ نے منہ پھیر لیا اس سے اور فرمایا اے اسماء جب عورت بالغہ ہو جائے تو درست نہیں کہ اس کے جسم سے کچھ دکھائی دے سوائے اس کے اور اس کے اور اشارہ فرمایا اپنے چہرے کی طرف اور اپنی دونوں ہتھیلیوں کی طرف بحوالہ ابوداؤد۔ اس حدیث سے ثابت ہے کہ چہرے کا پردہ نہیں ہوتا لہٰذا ہر عورت کھلا چہرہ گلی محلے بازار میں جاسکتی ہے۔ لہٰذا فقہاء کا یہ کہنا کہ عورت برقعہ پہن کر چہرہ چھپا کر باہر نکلیں اور چہرے کا پردہ واجب ہے یہ مسئلہ غلط ہے۔ فقہاء کی بات اس حدیث کے خلاف ہے (منجانب منہاج القرآن) **جواب:** یہ روایت پانچ وجہ سے معترض کی دلیل نہیں بن سکتی۔ **پہلی وجہ:** یہ روایت خبر واحد ہے اور فقہاء علم اصول خبر واحد کو حدیث نہیں مانتے اس لئے قیاس کے مقابل خبر واحد کو چھوڑ دیتے ہیں قیاس پر عمل کرتے ہیں نہ کہ خبر واحد پر۔ جیسا کہ نبراس ص ۴۴۹ اور نور الانوار ص ۱۰۲ پر ہے۔ **وجہ دوم:** یہ روایت مجمل ہے کیونکہ اس میں اِلَّا هٰذَا وَهٰذَا ہے اس کے مشار الیہ میں بہت سے احتمال نکل سکتے ہیں جبکہ نبی کریم ﷺ کا چہرہ مبارک بھی سننے والی سے پھرا ہوا ہو۔ راوی سمجھتا ہے کہ نبی پاک ﷺ نے اپنے چہرے اور ہتھیلیوں کی طرف اشارہ فرمایا۔ راوی کی یہ سمجھ غلط بھی ہو سکتی ہے دو وجہ سے: ۱۔ چہرہ پاک اسماء سے اَعْرَضَ ہے یعنی پھرا ہوا ہے تو یہ اشارہ کس کو دکھایا گیا حالانکہ کلام اسماء سے فرمایا گیا۔ ۲۔ راوی صحابی نہیں بلکہ تابعی ہے اور یہ اشارہ نہ خود دیکھا نہ اسماء نے کیونکہ وہ راوی تو دنیا میں ہی موجود نہیں اور اسماء کی طرف چہرہ نہیں تو گویا وَاَشَارَ اِلٰی وَجْهِهٖ وَکَفَّیْهِ کا اندازہ خود راوی نے لگایا جو کہ ہر اعتبار سے غلط ہے۔ شارحین یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہ اشارہ پیروں و ہاتھوں کی طرف تھا۔ **وجہ سوم:** یہ روایت صرف ابوداؤد نے بیان فرمائی اور اس کو مُرسَل کہتے ہیں۔ فقہاء کرام مُرسَل روایت سے دلیل نہیں پکڑتے بلکہ توقف کا حکم دیتے ہیں کہ ایسی روایت کا نہ اقرار کرو نہ انکار بلکہ کسی صحیح حدیث سے مطابقت تلاش کرو اگر مطابق ہو تو مانو۔ مُرسَل وہ روایت ہے جو تابعی روایت کرے کہ نبی کریم ﷺ نے یہ فرمایا۔ **چوتھی وجہ:** یہ کہ یہ روایت مضطرب ہے مشکوٰۃ میں ہے: اَلَّا هٰذَا وَهٰذَا وَاَشَارَ اِلٰی وَجْهِهٖ وَکَفَّیْهِ لیکن روح

البیان پارہ ۱۸، ص ۱۴۱ پر ہے۔ اِلَّا ھٰذَا وَاَشَارَ اِلٰی وَجْھِہٖ وَکَفِّہٖ اور تفسیر مظہری پارہ ۱۸، ص ۴۹۴ پر ہے: اِلَّا وَجْھَھَا وَیَدَھَا۔ وہاں اَعْرَضَ عَنْھَا نہیں ہے کیونکہ اعراض میں اس کے چہرے کی طرف اشارہ ناممکن اتنے لفظی اختلاف ہونے کی وجہ سے یہ روایت قابل دلیل نہیں رہی لہٰذا مشکوک و متروک ہے۔ اگر یہ روایت صحیح فرمان نبوی ہوتا تو اتنے اہم حکم میں اشارہ اور مجمل لفظ و اضطراب نہ ہوتا نہ یہ خبر واحد ہوتی نہ مُرْسَلْ ظاہر ہوا کہ یہ بناوٹی ہے۔ **وجہ پنجم:** یہ کہ یہ روایت درایۃً بھی درست نہیں کیونکہ آیات و دیگر بہت سی مشہور احادیث کے خلاف ہے۔ قرآن و حدیث تو فرمائے کہ بوڑھی عورتیں بھی زینت ظاہر نہ کریں حالانکہ اصل زینت تو صرف چہرے میں ہی ہے قدرتی حسن کی جوانوں میں بناؤ سنگھار کی ہر عورت میں چہرہ دیکھ کر ہی شہوت ابھرتی ہے۔ اس لئے سورۃ احزاب کی آیت ۵۹ میں بیویوں، بیٹیوں اور مومنات کو چہرے ڈھکنے کا ہی حکم فرمایا گیا اور ڈھکنے کی وجہ اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ بتائی گئی اور تعارف صرف چہرے سے ہوتا ہے نہ کہ بالوں سے۔ ان جاہل خطیبوں کی کیسی عقل ماری گئی ہے۔ بس اللہ تعالیٰ ہی بچی سمجھ دینے والا ہے۔

تفسیر صوفیانہ

وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْکُمُ الْحُلُمَ فَلْیَسْتَاْذِنُوْا کَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ ؕ کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمْ اٰیٰتِہٖ ؕ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ ﴿۵۹﴾۔ اور جب وادی طریقت کے نادان مبتدی طالبین مریدین ارادۂ خلوص کی عمر حقیقی کے چالیس سال کو پہنچ جائیں تو ان کو چاہئے کہ آداب سلوک اختیار کر کے پہلے مشائخ منتہی کے مثل مرشد کامل سے ہر قدم وادی کی اجازت لیا کریں جس طرح مریدین منتہی فیض رسانی کی اجازت لیتے رہے یہ اذن ہی استحقاق خلافت ہے اس اجازت لینے سے ہی فیض یابی کی منزلیں آسان ہوتی ہیں اور شان سجادگی بنتی ہے۔ راہ معرفت کی یہ درسگاہیں ہیں اللہ تعالیٰ نے ہر جگہ قائم فرمائی ہیں۔ اسی طرح بیان فرماتا ہے اللہ تعالیٰ اے طالبین صادقین تمہارے لئے صراط طویل وعظیم کشف و شرح والی نشانیاں تاکہ حاصل ہوں تمہیں آسانیاں، شریعت کی بلوغت پندرہ سال کی عمر پر ہے مگر طریقت کی عمر بلوغت چالیس برس پر ہے اور اللہ تعالیٰ علیم ہے مبتدی، منتہی، شیخ و مرید، مرشد و راہنما کے حالات قبض و بسط کا اور حکیم ہے ترقی تنزل، فیض و عطا، حصول و وصول کا حکمت و مصلحت والا اور امانت ودیعت، اجازت خلافت، کرامت سعادت، ہدایت وکالت کی آیات و نشانات کے نازل فرمانے میں راہِ تصوف میں مرید بالغ کے لئے چار حکم ہیں اور چار ہی ممانعتیں ہیں۔ ۱۔ امر ہے زیادہ رونے کا اس سے روح کی تازگی ہے۔ ممانعت ہے زیادہ ہنسنے سے کہ اس سے دل مردہ ہوتا ہے ہنسنا آگ ہے رونا پانی ہے۔ ۲۔ ممانعت ہے انتقام سے امر ہے معافی کا۔ معافی ہی راہِ راست کا انتقام ہے۔ ۳۔ ممانعت ہے مانگنے کی امر ہے عطا کا کیونکہ لطف روحانی عطا میں ہے نہ کہ سوال میں۔ ۴۔ ممانعت ہے دنیا کی فنا پر آنسو بہانے سے۔ امر ہے گناہوں کی بقا پر آنسو بہانے کا۔ اے لوگو! دنیا تمہارے لئے آنسو نہ بہائے گی لہٰذا تم بھی اس کے لئے آنسو نہ بہاؤ اور میدانِ عمل میں دنیا کی ہر قوت سے مایوس ہو جاؤ۔ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِیْ لَا یَرْجُوْنَ نِکَاحًا فَلَیْسَ عَلَیْھِنَّ جُنَاحٌ اَنْ یَّضَعْنَ ثِیَابَھُنَّ غَیْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِیْنَۃٍ ؕ وَاَنْ یَّسْتَعْفِفْنَ خَیْرٌ لَّھُنَّ ؕ وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۶۰﴾۔ اور وہ روحانی قوتیں جو مقام انتہا پر عبادت ریاضت کے اکتساب و حصول میں پہنچ جانے والی ہیں اور جن

میں قوت گویائی کا حمل فیض لینے اور فیض باطنی کے نکالنے کی ہمت نہ رہی ہے۔ اس طرح کہ

آنرا کہ خبر شد خبرش باز نیامد

اور افشاء راز و اظہار اسرار کا خطرہ نہ رہے۔ نیات دنیوی کے حیض آنے اور لذات نفسانی کے حمل رحم قلبی میں سمانے سے مایوس و مطمئن ہو گئے تو جائز ہے ان مریدان منتہی کے لئے کہ خلوت مراقبہ سے باہر نکلیں اور جلوت ظاہری میں ہدایت راشدی و سعادت کاملی کے لئے وادیِ معرفت کے اخیار و ابرار کو چہرۂ تعارفی دکھائیں مگر امانت اسرار کو چھپائیں ظاہر نہ کریں یہ تو رخصت طریقت ہے مگر زیادہ بھلائی یہی ہے کہ ہر اطمینانی کے باوجود اگر اشرار و اغیار سے خود کو چھپائیں تو ترقی درجات مزید ہے۔ شریعت کی بلوغت عقل ہے طریقت کی بلوغت عشق ہے۔ شریعت کی بلوغت اٹھنا ہے طریقت کی بلوغت چلنا ہے شریعت کی بلوغت حصول ہے طریقت کی بلوغت وصول ہے عالم قلم سے اٹھتا ہے عارف قدم سے اٹھتا ہے۔ پہلا قدم کشف حجاب ہے۔ دوسرا علم شباب ہے۔ تیسرا فہم کامیاب ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی بندۂ عاشق میں حکمت کا پودا اگاتا ہے صغیر ہو یا کبیر اور اللہ تعالیٰ سننے والا ہے خلوص و عناد کے اقوال کو۔ جاننے والا ہے ابرار و اشرار کو۔ حکمت کی عطا کو غفلت کی خطا کو مصلحت کی لقا کو۔ حکمت عمر سے نہیں کرم سے ملتی ہے اور جس کو ملتی ہے وہ نورِ کرامت سے دیکھتا ہے اے لوگو یاد رکھو کہ جیسے دنیوی امیری عقل و ہنر سے ہے نہ کہ مال و سال سے ایسے ہی بزرگی علم سے ہے نہ کہ عمر سے۔ وادی سلوک میں فضل قلبی کا اعتبار ہے نہ کہ صغر عمری و کبر جسمی کا ہر انسان کی عمر کے دو حصے ہوتے ہیں نصف اول و نصف آخر مرد مومن کی عمر کا نصف آخر بہتر ہے نصف اول سے کیونکہ اس میں پانچ کمال ملتے ہیں۔ ۱۔ جہالت کا خاتمہ۔ ۲۔ علم کا قائمہ۔ ۳۔ حلم کا قرب۔ ۴۔ رائے کا اجتماع و اعتماد۔ ۵۔ قول کی پختگی، نفس کی شکستگی مگر مومنہ کی عمر کا نصف اول بہتر ہے نصف آخر سے کیونکہ نصف اول حسن قائم رحم صالحہ اخلاق اچھے زبان میٹھی۔ عورت کا نصف آخر حسن ختم رحم خراب برے اخلاق، کڑوی زبان لیکن یہی عورت کی پناہ ہے۔ فساق کی عمر کا پہلا نصف غفلت میں نصف آخر کسلت میں۔ کفار کی عمر کا نصف اول دنیا سازی میں نصف آخر عمر بربادی میں کاملین کا نصف اول حصول میں نصف آخر عروج میں عارفین کی عمر کا نصف اول فناءِ نفس میں نصف آخر بقاءِ ذات میں۔ وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ۔

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ
نہیں ہے اندھے شخص پر گناہ اور نہ لنگڑے پر کوئی گناہ اور نہ بیمار پر کچھ گناہ
نہ اندھے پر تنگی نہ لنگڑے پر مضائقہ اور نہ بیمار پر روگ
وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ
اور نہیں ہے کچھ گناہ تمہارے اپنوں پر اس بات میں کہ کھانا کھالیا کرو اپنے گھروں سے
اور نہ تم میں کسی پر کہ کھاؤ اپنے اولاد کے گھر

اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآىِٕكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ
یا اپنے باپ دادا کے گھروں سے یا اپنی ماں دادی کے گھروں سے یا اپنے سگے بھائیوں کے گھروں سے
یا اپنے باپ کے گھر یا اپنی ماں کے گھر یا اپنے بھائیوں کے گھر
اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ
یا اپنی سگی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچا تایا کے گھروں سے یا اپنی پھپھیوں کے گھروں سے
یا اپنی بہنوں کے گھر یا اپنے چچاؤں کے یہاں یا اپنی پھپھیوں کے گھر
اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗ
یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا ان گھروں سے کہ کچھ دن کے لئے مالک ہو گئے
یا اپنے ماموؤں کے یہاں یا اپنی خالاؤں کے گھر یا جہاں کی کنجیاں تمہارے قبضے میں ہیں
اَوْ صَدِيْقِكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا
تم اس کی چابیوں کے یا اس گھر سے جو تمہارے دوست کا ہے نہیں ہے تم پر کوئی گناہ اس بات میں کہ کھانا کھاؤ مل بیٹھ کر
یا اپنے دوست کے یہاں تم پر کوئی الزام نہیں کہ مل کر کھاؤ
اَوْ اَشْتَاتًا ؕ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ
یا الگ الگ پھر یاد رکھو کہ جب داخل ہو تم کسی بھی گھروں میں تو سلام کرو تم اپنے مسلمانوں کو دعاء رحمت دیتے ہوئے
یا الگ الگ پھر جب کسی گھر میں جاؤ تو اپنوں کو سلام کرو ملتے وقت کی اچھی دعا
مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ
اللہ تعالیٰ کے پاس سے مبارک پاکیزہ اسی طرح بیان فرماتا ہے
اللہ کے پاس سے مبارک پاکیزہ
اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۱﴾ ع
اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آیتیں تاکہ تم سب سے زیادہ عقلمند ہو جاؤ
اللہ یوں ہی بیان فرماتا ہے تم سے آیتیں کہ تمہیں سمجھ ہو

تعلقات

اس آیت کا پچھلی آیات پاک سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آیات میں صحت مند مردوں کا ذکر فرمایا گیا کہ ان پر دوسروں کے گھروں میں جانے پر کیا کیا پابندی ہے۔ اب ان آیات میں اپاہج معذور مسلمان مردوں کے لئے کچھ قانون بیان فرمائے جا رہے ہیں۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیات میں دوسروں کے گھروں میں داخل ہونے کے لئے اسلامی طریقے بتائے گئے۔ اب اس آیت میں دوسروں کے گھروں میں جا کر کچھ تصرف کر لینے یعنی بلا اجازت بوجہ ضرورت کچھ کھانے پینے کی اجازت شرعی دیئے جانے کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ **تیسرا تعلق:** پچھلی آیات میں عام مسلمانوں کے گھروں میں پردہ داری اور پردہ نشینی کا ذکر فرمایا گیا اجنبی گھر ہوں یا اپنے یا اپنوں واقف کاروں کے۔ اب اس آیت پاک میں اپنوں کے چند مخصوص گھروں کا نام بنام وضاحت سے ذکر فرما کر ان میں کھانے پینے کے تصرف کر لینے کی اجازت شرعی کا قانون بیان فرمایا جا رہا ہے وہ بھی ہر شخص عام کو نہیں بلکہ معذورین اشخاص کو صرف۔

تفسیر نحوی

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗۤ اَوْ صَدِيْقِكُمْ ؕ۔ لیس فعل ناقصہ ماضی مطلق عَلَى الْاَعْمٰى یہ جار مجرور معطوف علیہ واؤ عاطفہ لا حرف عطف برائے تاکید عَلَى الْاَعْرَجِ یہ جار مجرور پھر معطوف علیہ واؤ عاطفہ لا عطف تاکیدی عَلَى الْمَرِيْضِ جار مجرور معطوف علیہ واؤ عاطفہ لا عطف تاکیدی عَلٰى جارہ اَنْفُسِ جمع مکسر ہے نَفْسٌ کی۔ ترجمہ ہے اپنوں لوگوں (اپنے لوگوں پر) یہ مضاف ہے کُمْ مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مجرور ہے عَلٰى سے جار مجرور معطوف ہے عَلَى الْمَرِيْضِ پر وہ معطوف ہے عَلَى الْاَعْرَجِ پر وہ معطوف ہے عَلَى الْاَعْمٰى پر یہ سب عطف مل کر متعلق ہے لَيْسَ کا۔ اسی طرح تینوں لفظ حَرَجٌ معطوف علیہ معطوف ہو کر اسم ہے لَيْسَ کا۔ اَنْ حرف ناصبہ۔ تَاْكُلُوْا۔ بابِ نَصَرَ کا فعل مضارع مثبت معروف صیغہ جمع مذکر حاضر۔ دراصل تھا تَاْكُلُوْنَ۔ اَنْ ناصبہ نے نصب دیا تو آخر سے نونِ اعرابی گر گئی۔ اَكْلٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے چبا کر کھانا، غذا کھانی۔ مِنْ جارہ بیانیہ بُيُوْتِ جمع مکسر ہے بَيْتٌ کا بمعنی رہائشی گھر۔ یہ مضاف ہے کُمْ ضمیر مضاف الیہ یہ مرکب اضافی معطوف علیہ ہے۔ اَوْ حرف عطف تخییری۔ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ یہ ڈبل مرکب اضافی بھی معطوف علیہ اَوْ عاطفہ۔ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ یہ دُہری مرکب اضافی پھر معطوف علیہ اَوْ عاطفہ۔ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ یہ ڈبل مرکب اضافی پھر معطوف علیہ اَوْ عاطفہ۔ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ معطوف علیہ اَوْ عاطفہ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ یہ مرکب اضافی دہری۔ معطوف علیہ ہے اَوْ حرف عطف۔ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ یہ ڈبل مرکب اضافی معطوف علیہ اَوْ عاطفہ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ۔ یہ ڈبل مرکب اضافی معطوف علیہ اَوْ عاطفہ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ۔ یہ دہری مرکب اضافی معطوف علیہ اَوْ عاطفہ۔ مَا اسم موصول۔ مَلَكْتُمْ بابِ ضَرَبَ کا ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ جمع مذکر حاضر مِلْكٌ سے مشتق ہے اس کا فاعل ہے اَنْتُمْ ضمیر صیغہ مَفَاتِحَ جمع منتهی الجموع ہے

مِفْتَاحٌ کی بمعنی چابی۔ مضاف ہے ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع بیت ہے یہ مضاف الیہ ہے مَفَاتِحَ کا۔ دونوں مل کر مفعول بہ مَلَكْتُمْ کا یہ فعل فاعل مفعول مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ اَوْ عاطفہ۔ صَدِيْقِكُمْ یہ مرکب اضافی معطوف ہے یہ گیارہ عدد معطوف علیہ معطوف مل کر مجرور ہے مِنْ حرف جر سے وہ جار مجرور مل کر متعلق ہے تَاْكُلُوْا کا۔ وہ فعل فاعل اور متعلق مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے لَيْسَ نَاقِصَه کی۔ وہ اپنے اسم خبر اور پورے متعلقات سے مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ ہو گیا۔ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ۚ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۱﴾ ۔ لَيْسَ فعل ناقصہ عَلَيْكُمْ یہ جار مجرور متعلق ہے لَيْسَ کا جُنَاحٌ۔ اسم ہے لَيْسَ کا اَنْ حرف ناصبہ تَاْكُلُوْا فعل مضارع اس کا فاعل ہے اَنْتُمْ ضمیر پوشیدہ ذوالحال ہے۔ جَمِيْعًا اسم نکرہ صفت مشبہ بروزن فَعِيْلٌ۔ جَمْعٌ سے مشتق ہے۔ ترجمہ ہے مل کر جمع ہو کر اکٹھے بیٹھ کر۔ یہ معطوف علیہ اَوْ عاطفہ۔ اَشْتَاتًا۔ شَتٌّ اور شَتَاتٌ کی جمع ہے۔ ترجمہ ہے جدا جدا اور متفرق بیٹھنا چیزوں کا پراگندہ اور بکھرا پڑا رہنا۔ یہ معطوف ہے جَمِيْعًا پر دونوں عطف مل کر حال ہے اَنْتُمْ۔ ضمیر صیغہ کا وہ ذوالحال وحال مل کر فاعل ہے تَاْكُلُوْا کا وہ فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے لَيْسَ فعل ناقصہ کی وہ اپنے اسم خبر متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ ہو گیا۔ فَ زائدہ بیانیہ۔ اِذَا اسم ظرفیہ شرطیہ زمانیہ دَخَلْتُمْ باب نَصَرَ کا ماضی مطلق اس کا فاعل اَنْتُمْ ضمیر۔ بُيُوْتًا مفعول فیہ۔ یہ فعل فاعل مفعول فیہ مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر شرط ہے۔ فَ جزائیہ سَلِّمُوْا باب تفعیل کا فعل امر حاضر معروف صیغہ جمع مذکر اس کا فاعل اَنْتُمْ ضمیر صیغہ پوشیدہ۔ عَلٰى جارہ برائے فوقیت اَنْفُسِ جمع مکسر ہے نَفْسٌ کی ترجمہ ہے اپنے لوگ اپنے ایمانی دوست كُمْ ضمیر نفسی جمع مذکر مخاطب حاضر۔ بمعنی اپنے۔ یہ مضاف ومضاف الیہ مجرور ہے عَلٰى سے وہ جار مجرور متعلق ہے سَلِّمُوْا کا اس کا مصدر ہے تَسْلِيْمٌ سَلِمَ سے بنا ہے بمعنی سلام کرنا۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کہنا۔ تَحِيَّةٌ باب تفعیل کا دوسرا مصدر، اصل مصدر ہے تَحْيِيْيٌ۔ حَيٌّ لفیف مقرون سے بنا ہے ترجمہ ہے زندہ رہنا، زندگی پانا۔ اب یہ دعا کے لئے مستعمل ہے۔ بمعنی شان وشوکت والی بقا مِنْ جارہ ابتدا کے لئے بمعنی طرف سے عِنْدِ اللّٰهِ یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے تَحِيَّةً مصدر کا۔ دونوں مل کر شبہ جملہ ہو کر موصوف ہے مُبٰرَكَةً باب مُفَاعَلَةٌ کا اسم مفعول صیغہ واحد مؤنث۔ ترجمہ ہے برکت وفضیلت دی ہوئی یہ موصوف ہے۔ طَيِّبَةً باب ضَرَبَ کا صیغہ مبالغہ بمعنی بہت پاکیزہ۔ نیکیوں سے بھری ہوئی یہ صفت ہے مُبٰرَكَةً کی وہ مرکب توصیفی صفت ہے تَحِيَّةً کے شبہ جملے کی اس پورے مرکب توصیفی کا ترجمہ ہے۔ شان و شوکت والی اللہ کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے پاس سے برکت وفضیلت دی ہوئی پاکیزہ نیکیوں بھری بقا اور زندگی ملے۔ اسلامی دعاءِ سلام کا یہ معنی ہے۔ یہ مرکب توصیفی تَحِيَّةً سے طَيِّبَةً تک مفعول لَهٗ ہے سَلِّمُوْا کا۔ وہ سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر جزا ہے اِذَا دَخَلْتُمْ شرط کی وہ شرط وجزا مل کر جملہ شرطیہ ہو گیا۔ كَذٰلِكَ اسم تشبیہی اشارہ بعیدی مبتدا ہے يُبَيِّنُ باب تفعیل کا مضارع صیغہ واحد مذکر غائب اس کا مصدر ہے تِبْيَانٌ ترجمہ ہے بیان کرنا۔ بَيْنٌ سے بنا ہے اَللّٰهُ اس کا فاعل لَكُمْ جار مجرور متعلق ہے۔ اَلْاٰيٰتِ اسم جمع مؤنث سالم اس کا واحد ہے اٰيَةٌ بمعنی کلام ربانی احکام قرآنی۔ یہ مفعول بہ ہے يُبَيِّنُ کا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۱﴾۔ باب ضَرَبَ مضارع احتمالی برائے علیت۔ اس کا فاعل اَنْتُمْ ضمیر صیغہ جمع مذکر حاضر مخاطب۔ یہ فعل

بافاعل پوشیدہ جملہ فعلیہ ہو کر علت اور سبب ہے یُبَیِّنُ کا۔ وہ فعل اپنے فاعل مفعول اور متعلق اور علت سے مل کر جملہ فعلیہ تعلیلیہ ہو کر خبر ہے کَذٰلِکَ مبتدا کی۔ وہ دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ اس آیت مقدسہ کے چند الفاظ کی وضاحت وتشریح۔
۱۔ اَعۡمٰی۔ عَمًی کا اسم تفضیل ہے صیغہ واحد مذکر۔ اس کا مؤنث ہے عُمۡیٰ۔ بابِ فَتَحَ سے گردان ہوتی ہے۔ بعض نے لکھا کہ لفظ اَعۡمٰی صفت مشبہ ہے۔ وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ۔ بصارت اور بصیرت دونوں کی نابینائی اور اندھاپن کے لئے بولا گیا ہے۔ یہاں مراد جسمانی آنکھوں کا نابینا اور بالکل مکمل طور پر اندھا شخص ہے۔ ۲۔ اَعۡرَجۡ۔ عَرۡجٌ سے مشتق اسم تفضیل ہے۔ اس کے متعلق بھی بعض نے لکھا ہے کہ صفت مشبہ ہے مگر یہ غلط ہے۔ اس کا مؤنث عُرۡجٌ ہے بابِ نَصَرَ میں گردان ہوتا ہے یا اس کا معنی ہے ایک پاؤں سے معذور یعنی بہت زیادہ لنگڑا کر چلنے والا شخص۔ ۳۔ حَرَجٌ۔ اسم حاصل مصدر جامد۔ لغوی ترجمہ ہے بھیڑ کرنا، بھیڑ ہونا، بھیڑ لگ جانا۔ اسی لغوی مناسبت سے پانچ معنی میں مشترک ہے۔ ۱۔ تنگی۔ ۲۔ مضائقہ۔ ۳۔ نقصان۔ ۴۔ اچھی بری چیز یا برے شخص کی ملاوٹ ومخلوطیت۔ ۵۔ گناہ۔ مگر حدیث وقرآن میں لَا حَرَجَ اور لَیۡسَ حَرَجٌ اکثر گناہ کے لئے مستعمل ہوا ہے۔ ۴۔ آبَاءِ۔ اَبٌ کی مکسر ہے۔ لغوی اصلی ترجمہ ہے مربی۔ اسی مناسبت سے باپ یعنی والد اور دادا پردادا اور والد کے بڑے بھائی یعنی تایا اور چھوٹے بھائی یعنی چچا کو بھی اَبٌ کہا جاتا ہے۔ ان کے علاوہ جو بھی کسی اپنے سے چھوٹے کی پرورش کرتا ہے عربی میں اس کو اَبٌ کہہ دیا جاتا ہے۔ ۵۔ اُمَّھَاتٌ۔ اُمٌّ کی جمع مؤنث سالم ہے دراصل اُمۡہَۃٌ ہے بمعنی جڑ۔ سبب، ذریعہ تخفیف کے لئے آخری ہ کو میم بنا کر دونوں میں اِدۡغَامَ (تشدید) کر دیا گیا لیکن جب مؤنث سالم بنائی جاتی ہے تو وہ اصل حروف سے بنتی ہے تاکہ سالمیت باقی نظر آئے۔ اس لئے ھَا لوٹ آئی اور اُمٌّ کی جمع ہو گئی اُمَّھَاتٌ۔ اصطلاح میں والدہ، دادی، نانی مُربیہ کو اُم کہا جاتا ہے یہاں اُمَّھَات سے یہی صورتیں مراد ہیں۔ ۶۔ اَعۡمَامٌ۔ عَمٌّ کی جمع مکسر منصرف ہے والد کے بڑے اور چھوٹے بھائی یعنی تایا اور چچا کو عربی میں عَمٌّ کہا جاتا ہے۔ وہی دونوں یہاں مراد ہیں۔ ۷۔ عَمّٰتٌ۔ عَمَّۃٌ کی جمع مؤنث سالم ہے ترجمہ ہے پھوپھی یعنی والد کی بہن عَمٌّ کی مؤنث۔ ۸۔ اَخۡوَال۔ خَالٌ کی جمع مکسر منصرف بمعنی ماموں یعنی والدہ کا بھائی۔ اس کی مؤنث ہے خَالَۃٌ بمعنی خالۃ والدہ کی بہن۔ ۹۔ مَفَاتِحَ مِفۡتَاحٌ کی جمع مُنۡتَھَی الۡجُمُوعِ غیر منصرف ہے۔ بابِ فَتَحَ کا اسم آلہ فَتۡحٌ سے مشتق ہے۔ لغوی ترجمہ ہے کھولنا، ہٹانا، زائل کرنا، فیصلہ کرنا، قبضے میں کرنا (فتح کر لینا) مِفۡتَاحٌ کا اصطلاحی معنی کنجی ہے (چابی) یعنی تالا کھولنے کا آلہ، اوزار۔ یہاں مَفَاتِحَ اسی معنی میں ہے یعنی کنجیاں۔ ۱۰۔ صَدِیۡقٌ اسم مفرد صفت مشبہ بروزن فَعِیۡلٌ۔ بابِ نَصَرَ سے۔ صِدۡقٌ سے مشتق ہے۔ صَدِیۡقٌ کا معنی ہے سچا پکا دوست۔ اس کی جمع مکسر ہے اَصۡدِقَاءُ۔ خیال رہے کہ اَبٌ اور اَخٌ حَسن کی جمع مکسر آیت پاک میں اٰبَاء اور اِخۡوَانَ ارشاد ہوئی ہے۔ یہ اَسۡمَاءِ سِتَّہ مکبرہ میں سے ہیں۔ یہ چھ الفاظ: اَبٌ۔ اَخٌ۔ فَمٌ۔ ھَمٌ۔ ھَنٌ اور ذُوۡ ہیں۔ ان کی باعتبار اعراب تین حالتیں ہوتی ہیں۔ ۱۔ اگر مفرد یعنی بغیر اضافت آئیں تو ان سب کا اعراب حرکتی ہوتا ہے یعنی زیر، زبر، پیش (کسرہ، فتحہ، ضمہ) سے۔ ۲۔ اور اگر ضمیر ظاہر یا اسم ظاہر کا مضاف بنے تو ان کا اعراب حرفی ہوتا ہے یعنی زبر میں الف، زیر میں ی، پیش میں واؤ۔ ۳۔ اور اگر یہ اسماء مکبرہ یاءِ متکلم کا مضاف بنیں تو ان سب کا اعراب تقدیری اور پوشیدہ ہوتا ہے۔ ان سب سے مراد پانچ مکبرہ

اسم ہیں کیونکہ چھٹا اسم ذُو نہ بغیر اضافت آتا ہے نہ کسی ضمیر کا مضاف ہوتا ہے۔ صرف اسم ظاہر کا مضاف ہی ہوتا ہے۔ ان اسماء کو مکبرہ اس لئے کہتے ہیں کہ ان کی تصغیر نہیں ہوتی۔ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ۔

تفسیر عالمانہ

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ اَوْ صَدِيْقِكُمْ ؕ۔ اے معذوروں سے کراہت کرنے والو یا ان پر ترس کھانے والو یا اے معذورو احساس کمتری میں مبتلا رہنے والو۔ شرعی قانون وہ نہیں ہے جو تم لوگ اپنے اپنے ذہنوں میں بنائے بیٹھے ہو بلکہ شرعی اسلامی قانون تا قیامت یہ ہے کہ اندھے نابینا لوگوں پر گناہ نہیں ہے نہ ترس کا خیال نہ نفرت و کراہت ہونا چاہئے ایسے ہی اپاہج پر بھی کوئی کسی قسم کا حرج نہیں ہے اور نہ کسی نزلے، زکام، بخار کے مریض و بیمار پر گناہ و ترس و احساس کمتری کا حرج ہے اور ایسے ہی اے تندرستو خود تم پر بھی کوئی گناہ و نقصان و مضائقہ اور شرم و جھجک کی کوئی برائی نہیں ہے اس بات میں کہ تم سب لوگ معذور بھی صحت مند بھی اپنے بیوی، بچوں، غلاموں کے گھروں سے دعوت کھالو یا اپنے والد کے یا دادا نانا کے گھروں سے کھالو۔ یا بوقت ضرورت اپنی سگی سوتیلی رضاعی، سسرالی ماؤں کے گھروں سے کھالو یا اپنے سگے سوتیلے رضاعی بھائیوں کے گھروں سے یا ہر قسم کی بہنوں کے گھروں سے یا چچا تایا کے گھروں سے یا بڑی چھوٹی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے سگے ماموؤں یا اپنی سگی خالاؤں کے گھروں سے ان کی دعوت و اجازت سے اور اپنی ضروریات پر کچھ کھالو پکا ہوا کھانا دیں بیٹھ کر اور جن گھروں کی چابیوں کے تم عارضی طور پر مالک بن گئے ہو وکالتاً یا حفاظتاً یا خدمتاً یا انتظاماً ان گھروں سے کھانے کی چیزیں تیار پکی ہوئی کھانے کی اجازت ہے۔ ایسے ہی اپنے جگری فراخ دل دوستوں کے گھر سے دعوت ملنے پر ضرور کھایا کرو تم پر اس کھانا کھانے میں شرعی، اخلاقی قانونی کوئی گناہ و جرم نہیں ہے۔ یہ دعوت و اجازت لفظی ہو یا حکمی یا رواجی۔ وضاحتاً ہو یا صراحتاً یا قرینۃً و اشارۃً۔ دنیا میں لوگ عادتاً اخلاقاً جبلاً تین قسم کے ہوتے ہیں کچھ ایسے نازک مزاج جو اندھوں کے طور طریقوں بیماروں معذوروں کی کیفیتوں سے کراہت کرتے ہوئے ان کے ساتھ کھانا پینا پسند نہیں کرتے اور کچھ لوگ ترس کرتے ہوئے ان کے ساتھ کھانا پسند نہیں کرتے ان کا کہنا ہے کہ چونکہ نابینا دیکھ نہیں سکتے معذور لوگ زیادہ بیٹھ نہیں سکتے اور بیمار زیادہ کھا نہیں سکتے اس لئے تندرستوں کے ساتھ ایک تھالی میں کھانے سے ایسا نہ ہو کہ تندرست جلدی جلدی عمدہ عمدہ کھا جائے اور معذورین بھوکے رہ جائیں یا عمدہ سے محروم۔ اس لئے معذورین کا حصہ علیحدہ ان کو دے دیا جائے تاکہ جب چاہیں جیسا چاہیں کھائیں اور کچھ لوگ مذہباً یا رواجاً کسی کے ساتھ کھانا پسند نہیں کرتے جیسے ہندو مذہباً اور عیسائی رواجاً کسی کے ساتھ نہیں کھاتے افراد خانہ بھی سب علیحدہ اپنی پلیٹ میں اور بعض دفعہ خود معذورین اپنی احساس کمتری کی وجہ سے تندرستوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانے میں شرم و پرہیز کرتے ہیں اور کچھ مسلمان صرف اس لئے معذورین کے ساتھ بیٹھ کر نہیں کھاتے کہ سورۃ نساء کی آیت ۲۹ کے تحت ساتھ کھانے سے بے احتیاطی ہو جانے کی بناء پر شرعی مجرم نہ بن جائیں جس میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: يٰٓاَيُّهَا

الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ۔ تیز تیز اور اچھا اچھا کھا کر بالباطل کے مرتکب نہ ہو جائیں یہاں ان سب قسم کے مسلمانوں کو فرمایا جا رہا ہے کہ ترک معیت نہ کرو بلکہ عمل رعایت، فعل مروت اور نقشہ محبت قائم کرو۔ عادت بدلو طریقہ اسلامی نہ بدلو۔ فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ تین قسم کے کھانے مالک کی لفظی صریحی اجازت کے بغیر کھانے ناجائز ہیں۔ ۱۔ ذخیرہ کئے ہوئے محفوظ کردہ کھانے۔ ۲۔ کچے کھانے جن کے خراب ہونے کا اندیشہ نہیں ہے جیسے گندم، چاول، دالیں وغیرہ جن کو کھانے کے لئے پکانا پڑے۔ ۳۔ وہ غذائیں جو تالا بند ہوں اور چابی مالک کے پاس ہو۔ ایسے ہی غیر ماکولی اشیاء کے استعمال کے لئے صریحی اجازت کی شرط ہے۔ مَامَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ میں چار قسم کی ملکیتیں مراد ہیں۔ ۱۔ امانت سے۔ ۲۔ رفاقت سے۔ ۳۔ قرابت سے۔ ۴۔ وکالت سے۔ حفاظت کرنے کی چار صورتیں ہوتی ہیں: خازن بن کر، خادم بن کر، غلام بن کر، بلا اجرت امانت دار بن کر جائیداد منقولہ ہو یا غیر منقولہ لیکن اجرت لے کر مزدوری کرنے والے اگرچہ کلید بردار ہوں بغیر اجازت ان کو گھر کا کچھ بھی کھانا برتنا جائز نہیں اور جن لوگوں کو مذکورہ گیارہ قسم کے گھروں سے کھانے کی اجازت دی گئی ہے وہ بھی صرف وہیں بیٹھ کر پیٹ بھر کھا سکتے ہیں جیبیں یا برتن بھر کر نہیں لے جا سکتے۔ عربی میں قرابت دار کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ قرابۃ لَصیق یعنی خونی نسلی اصلی رشتے دار۔ ۲۔ قرابۃ وَکید یعنی دوستی۔ اس کی گیارہ نوعیتیں۔ ۱۔ صدیق۔ ۲۔ رفیق۔ ۳۔ خلیل۔ ۴۔ عشیر۔ ۵۔ خلیط۔ ۶۔ قطین۔ ۷۔ قریب۔ ۸۔ امین۔ ۹۔ شخیل۔ ۱۰۔ سجیر۔ ۱۱۔ حبیب۔ صدیق وہ دوست جس کی محبت اخوت سے زیادہ ہو۔

حکایت

کسی نے افلاطون سے پوچھا تم کو صدیق پسند ہے یا بھائی جواب دیا وہ بھائی پسند ہے جو صدیق ہو نہ کہ عدو (دشمن) لفظ صدیق واحد جمع دونوں کے لئے مستعمل ہے یہاں جمع مراد ہے۔ رفیق وہ دوست جو حضر و سفر کا ساتھی ہو۔ خلیل جو راز دار ہو۔ عشیر وہ جو رشتے دار بھی ہو، خلیط جو ذمہ داری قبول کرے اور نبھائے۔ قطین باہر کا دوست، قریب اندر باہر کا دوست شخیل مخلص دوست بے غرض۔ سجیر عارضی وقتی دوست۔ حبیب وہ جو محبوب کی ہر چیز کا مختار ہو۔ بُیُوْتِكُمْ سے مراد غلاموں اور بیوی بچوں کا رہائشی گھر۔ بھائی کی دو قسمیں۔ ۱۔ حقیقی بھائی اس کی تین قسمیں سگا، سوتیلا، رضائی۔ ۲۔ مجازی بھائی اس کی پانچ قسمیں: دینی، قومی، فنی، کاروباری، وطنی یہاں حقیقی بھائی مراد ہیں۔ ایک حدیث مقدس بروایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمان نبوی ہے: لَا یَحِلُّ لِاَحَدٍ مَالَ امْرِءٍ مُسْلِمٍ اِلَّا مِنْ طِیْبِ نَفْسِهٖ وَلَا یَحْلِبَنَّ اَحَدٌ مَاشِیَةَ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِهٖ۔ ترجمہ کسی مسلمان کو حلال نہیں بغیر خوشدلی کی اجازت کے کسی مسلمان کا مال کھانا اور کوئی کسی کا دودھ والا جانور نہ دوہے مگر اس کی اجازت سے۔ یہ حدیث پاک اسی آیت کی تفسیر ہے۔ لَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِیْعًا اَوْ اَشْتَاتًا۔ اس آیت میں مسلمانوں کو ان بے جا ذہنی بناوٹی اپنے اوپر پابندیاں لگانے سے منع کیا جا رہا ہے جن کو نبھا نہ سکیں پھر مصیبت پڑ جائے جیسا کہ بنی اسرائیل کرتے تھے۔ قبیلہ بنی کنانہ کے مسلمانوں نے اپنے پر یہ پابندی لگائی تھی کہ جب تک کوئی مہمان یا دوست پڑوسی وغیرہ ان کے ساتھ کھانا نہ کھاتا وہ بھی نہ کھاتے اس لئے کبھی کبھی شام تک بھوکے رہتے اور کچھ لوگ کسی کے ساتھ کھانے کو برا

سمجھتے وہ اکیلے ہی کھاتے اللہ تعالیٰ نے دونوں قسم کی پابندیوں کو غلط فرما کر تا قیامت شرعی قانون بنا دیا کہ اے مسلمانو اس طریقے میں تم پر کوئی گناہ نہیں کہ ایک پیالے میں مل کر کھاؤ یا علیحدہ اپنی اپنی پلیٹوں میں کھاؤ۔ شرعی پابندی صرف یہ ہے کہ حلال کھاؤ اپنا حق کھاؤ بیٹھ کر، ہاتھ دھوکر بسم اللہ پڑھ کر کھاؤ خواہ اپنے گھر میں یا مذکورہ اہل قربت کے گھروں میں۔ ہاں البتہ ایک شرعی پابندی یہ ہے کہ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً۔ جب بھی تم کسی مسلمان کے گھر داخل ہونے لگو تو اس گھر میں موجود سب اپنوں کو السلام علیکم کے لفظوں سے سلام کیا کرو اور حیات دنیوی سلامتی دینی رحمۃ دائمی کی دعائیں دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبارک بادیوں کے ساتھ۔ آیتوں روایتوں میں سلام کرنے کی بہت فضیلت آئی ہے۔ **حدیث اول:** بخاری مسلم میں بروایت حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما ہے کہ ایک شخص نے بارگاہ نبوی میں عرض کیا اللہ کو کونسا اسلام پسند ہے فرمایا بھوکوں کو کھلانا، ہر مسلمان کو سلام کرنا، بیماروں کی عیادت کرنا۔ **حدیث دوم:** ترمذی، نسائی میں بروایت حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمان نبوی ہے کہ ہر مسلمان کے ہر مسلمان پر چھ حق ہیں۔ عیادت کرنا، تعزیت کرنا، دعوت قبول کرنا، ملاقات و وداع کے وقت سلام کرنا جواب دینا، ہر مسلمان کی بھلائی چاہنا، چھینک کا جواب دینا۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ چھینکنے والا زور سے کہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ تو سننے والا کہے يَرْحَمُكَ اللّٰهُ پھر چھینکنے والا کہے يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ۔ **حدیث سوم:** مسلم شریف بروایت حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمان نبوی کہ جنت ملتی ہے ایمان سے اور ایمان ملتا ہے محبت سے اور محبت ملتی ہے سلام کرنے سے۔ **حدیث چہارم:** مسلم بخاری میں بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمان نبوی ہے کہ سوار پیدل کو، پیدل بیٹھے کو، تھوڑے زیادہ کو، بے علم عالم کو پہلے سلام کرے۔ **حدیث پنجم:** ترمذی، ابوداؤد میں بروایت عمران رضی اللہ عنہ بن حصین فرمان نبوی ہے کہ صرف اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کہنے سے دس نیکیاں اور وَرَحْمَةُ اللّٰهِ ملانے سے بیس اور وَبَرَكَاتُهٗ ملانے سے تیس (۳۰) ملتی ہیں۔ **حدیث ششم:** مشکوٰۃ شریف بروایت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ فرمایا آقا ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پیارا انسان وہ ہے جو سلام میں پہل کرے۔ **حدیث ہفتم:** بیہقی شریف بروایت حضرت انس رضی اللہ عنہ فرمان نبوی، بیرونی ملاقات میں ہر مسلمان کو سلام کرنے سے عمر لمبی ہوتی ہے گھر آ کر سلام کرنے سے خیر و برکت کی کثرت اور نماز ظہر کی پابندی سے مقام ابرار نصیب ہوتا ہے کیونکہ نماز ظہر اوابین لوگوں کی نماز ہے۔ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٦١﴾ اے مسلمانو اللہ تعالیٰ تمہارے اخلاق و درجات بلند و پاکیزہ رکھنے کے لئے اسی طرح آسانیوں رحمتوں کے ساتھ فرضی واجبی نفلی آداب و عبادات کی ثوابی آیتیں تمہارے لئے بیان فرماتا ہے تاکہ تم دنیا میں سب سے زیادہ عقل والے ہو جاؤ۔ ان آیتوں میں تین بار يُبَيِّنُ فرمایا گیا۔ اولاً آیت ۵۸ میں وہاں اس کا مقصد یہ ہے کہ یہ بیان بے عملی بے حکمتی کا نہیں بلکہ بیان فرمانے والا علم و حکیم ہے۔ پھر آیت ۵۹ میں وہاں يُبَيِّنُ کا مقصد اس علم و حکمۃ کا اظہار ہے جو نابالغین و بالغین کی تعلیم و تربیت اخلاق و تہذیب سے متعلق ہے۔ پھر آیت ۶۱ میں يُبَيِّنُ فرمانے کا مقصد عمر رسیدہ بزرگوں کے علم و عقل فراست حاصل کرنے کے لئے۔

اس آیت میں اختلافی اقوال

آیت ۶۱ کے حکم وجوبی میں دو قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا کہ یہ پوری آیت محکم ہے اس کا حکم وجوبی تا قیامت ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا کہ علی بن طلحہ تابعی بروایت حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت منسوخ ہے سورۃ نساء کی آیت ۲۹ سے لَا تَأْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ سے مگر یہ قول دو وجہ سے غلط ہے۔ **وجہ اول**: سورۃ نساء کا نزول ۹۲ ہے اور سورۃ نور کا نزول ۱۰۲ ہے یعنی سورۃ نساء مکمل پہلے نازل ہوئی سورۃ نور بہت بعد میں نازل ہوئی حالانکہ ناسخ پہلے نہیں ہو سکتا۔ **وجہ دوم**: علماء اَسْمَاءُ الرجال فرماتے ہیں کہ علی ابن طلحہ کی ملاقات حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ثابت ہی نہیں (تفسیر قرطبی) لہٰذا یہ نساء ونور کی یہ دونوں آیتیں تا قیامت محکم ہیں۔ مَلَكْتُمْ کی قرأت میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت مَلَكْتُمْ ہے۔ ۲۔ بعض کی قرأت مُلِّكْتُمْ ہے۔ عَلَى الْاَعْمٰى کے عَلَى میں دو قول۔ ۱۔ بعض نے کہا یہ عَلَى اپنے ہی فوقیت کے معنی میں ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا یہ عَلَى بمعنی فِی ہے۔ لَا عَلَى الْاَعْرَجِ یہاں بیان کردہ تینوں معذورین کی شرعی نوعیت میں تین قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا کہ اس کا معنی ہے کہ جب گھر والوں کو ان کی امانت حفاظت میں چھوڑا جائے تو گھر میں رکھی کھانے کی چیزیں ان کو کھانا جائز ہیں۔ ۲۔ بعض نے کہا کہ ان معذورین پر جہاد میں نہ جانے کا گناہ نہیں ہے۔ ۳۔ بعض نے کہا کہ ان کے ساتھ تندرستوں کا کھانا پینا جائز ہے نہ معذوروں کا نقصان نہ تندرستوں پر گناہ۔ وَلَا عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ کے تعلق میں دو قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا یہ جملہ لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى سے متعلق ہے یعنی نہ معذورین پر نہ گھر والوں پر کوئی حرج۔ ۲۔ بعض نے کہا یہ علیحدہ جملہ ہے تمام جگہ لفظ بُيُوْتِ کی قرأت دو قول۔ ۱۔ اکثر کی بُيُوْتِ ہے بَ پر ضمہ۔ ۲۔ بعض کی قرأت بِيُوْتِ ہے بَ پر کسرہ۔ اُمَّهَاتِ کی قرأت میں تین قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت اُمَّهَاتِ ہے۔ ۲۔ بعض کی اِمَّهَاتِ ہے۔ ۳۔ بعض کی قرأت اِمْهَاتِ ہے۔ مَّفَاتِحَهٗ کی قرأت میں تین قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت مَفَاتِحَ ہے۔ جمع مکسر اس کا واحد ہے مِفْتَاح۔ ۲۔ بعض کی قرأت ہے مَفَاتِيحِ۔ ۳۔ بعض کی قرأت ہے مِفْتَاح۔ صَدِيْقِكُمْ کی قرأت میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت صَدِيْقِكُمْ ہے۔ ۲۔ بعض کی صَدِّيْقِكُمْ ہے۔ صَدِيْقِ کے معنی میں دو قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا یہ لفظاً، معناً واحد ہے یعنی ایک دوست۔ ۲۔ بعض نے کہا یہ لفظاً واحد معناً جمع ہے یعنی بہت سے دوست۔ جیسے لفظ عَدُوّ لفظاً واحد معناً ہمیشہ جمع ہوتا ہے۔ دَخَلْتُمْ کے معنی میں دو قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا لوگوں کے رہائشی گھروں میں داخلہ مراد ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا مسجدیں مراد ہیں۔ دَخَلْتُمْ کے حکم میں دو قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا یہ پوری آیت محکم ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا دَخَلْتُمْ سے طَيِّبَةً تک منسوخ اسی سورۃ کی آیت ۲۸ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا (الخ) سے مگر یہ قول دو وجہ سے غلط ہے۔ **اولاً** یہ کہ ہمیشہ پوری آیت منسوخ ہوتی ہے آدھی یا کم نہیں۔ **وجہ دوم** یہ کہ ناسخ پہلے نہیں ہو سکتا۔ تَحِيَّةً کے معنی میں چار قول۔ ۱۔ بعض نے کہا تحیۃ کا معنی۔ دعاء حیات۔ ۲۔ بعض نے کہا دعاء سلامتی۔ ۳۔ بعض نے کہا دعاء برکت۔ ۴۔ بعض نے کہا قابل ثواب عادتوں کی دعا۔

فائدے

ان آیات سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ **پہلا فائدہ**: ہر مسلمان کو سلام کرنے اور بسم اللہ پڑھنے کا عظیم فائدہ

ہے۔ابوداؤد میں بروایت ابو مالک اشجعی رحمۃ اللہ علیہ فرمان نبوی ہے کہ جو گھر میں جائے تو یہ دعا پڑھے: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ خَیْرَ الْوُلُوْجِ وَخَیْرَ الْخُرُوْجِ بِسْمِ اللّٰهِ وَلَجْنَا وَبِسْمِ اللّٰهِ خَرَجْنَا وَعَلَی اللّٰهِ تَوَکَّلْنَا۔ اس کو پڑھ کر گھر والوں کو سلام کرے اگر گھر خالی ہو تو نبی کریم ﷺ کو اور ملائکہ کو سلام کرے۔ مسلم باب آداب طعام بروایت حضرت زید ابن اسلم رضی اللہ عنہ تابعی عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرمان نبوی ہے کہ جب کوئی مسلمان کسی مسلمان کے گھر جا کر سلام کرتا ہے تو ابلیس اپنے شیطانوں سے کہتا ہے کہ یہاں سے بھاگو تمہارا بسیرا یہاں ممکن نہیں اور کھانے پر بسم اللہ پڑھی جائے تو کہتا ہے یہاں تمہارا کھانا بھی نہیں ہے لیکن جس گھر میں بوقت داخلہ سلام اور بوقت کھانا بسم اللہ نہیں ہوتی تو ابلیس کہتا ہے یہیں رہو تمہارا بسیرا بھی ہے کھانا بھی یہ فائدہ۔ فَاِذَا دَخَلْتُمْ کے فرمان سے حاصل ہوا۔ ہر مسلمان کو یہ دعا یاد کر لینی چاہئے۔ **دوسرا فائدہ:** مسلمان کو لازم ہے کہ مسلمان کو صرف السلام علیکم کے لفظوں سے سلام کرے۔ وہابیوں کے بنائے ہوئے اللہ حافظ شیعوں کے بنائے ہوئے یا علی مدد کفار کے بنائے بابا، ٹاٹا بولنا منع ہے۔ لیکن غیر مسلموں کو بابا، ٹاٹا کر سکتا ہے وہاں سلام نہ کہے۔ ہر مسلمان ملاقات پر بھی یہی سلام کرے اور وداع پر بھی۔ یہی حکم فرمان نبوی کا ہے کہ اے مسلمانو! مسلمانوں کو صرف سلام کے لفظ سے سلام کرو۔ یہ فائدہ فَسَلِّمُوْا (الخ) سے حاصل ہوا۔ **تیسرا فائدہ:** مسلک حنفی میں قرابت دار کے غیر مقفل گھر میں چوری کرنے پر ہاتھ نہ کٹیں گے صرف تاوان و تعزیری سزا ہوگی کیونکہ ہاتھ صرف محفوظ مال کی چوری سے کاٹے جاتے ہیں لیکن قرابت دار کا گھر قرابت دار پر نہ مقفل نہ محفوظ بلکہ آنے جانے ٹھہرنے کھانے پینے کی اجازت عام ہے۔ یہ فائدہ اَنْ تَاْکُلُوْا اور مَامَلَکْتُمْ (الخ) سے حاصل ہوا۔ چوری خواہ گھر والے کے مال کی ہو یا اس کے گھر میں امانت کی ہو۔

احکام القرآن

ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ:** یہ مسئلہ متفقہ ہے کہ صدیق یعنی دوست کی گواہی دوست کے حق میں شرعاً معتبر ہے مگر قریبی قرابتدار کی گواہی قرابتدار کے حق میں معتبر نہیں اس کی وجہ یہ کہ قرابت سے خونی و قومی نسلی اصلی رشتہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا اس کی گواہی میں عدل کے خلاف کذبیت کی لچک و قومیت کا جھکاؤ ہونے کا زیادہ امکان و اندیشہ ہے مگر دوستی کتنی بھی پرانی پختہ و گہری ہو اس کے خاتمے کا امکان ہے۔ اسی امکان خاتمہ و ناپختگی کی وجہ سے کذبیت کا امکان کم ہے بلکہ شاذ و نادر ہے۔ یہ مسئلہ اَوْ صَدِیْقِکُمْ کو تمام قرابتوں کو بعد آخر میں بیان فرمانے سے مستنبط ہو۔ **دوسرا مسئلہ:** دنیا میں گھر چار قسم کے ہوتے ہیں اور ہر ایک میں سلام کرنے کا طریقہ علیحدہ ہے۔ ۱۔ خالی گھر یا مسجد میں سلام کے الفاظ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِاللّٰهِ الصّٰلِحِیْنَ۔ ۲۔ گھر و مسجد میں موجود لوگوں کو سلام۔ السّلام علیکم۔ ۳۔ غیر مسلم کا گھر لوگ موجود ہوں تو سلام کا شرعی طریقہ اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی۔ غیر مسلم کو السّلام علیکم گناہ ہے۔ ۴۔ مخلوط لوگوں کے گھر میں سلام کا طریقہ یہ کہ مسلمانوں کی طرف دیکھتے ہوئے اور مسلمانوں کی ہی نیت کر کے السّلام علیکم کہے نماز کے آخری سلام دو طرفہ میں فرشتوں کو سلام کی نیت کرے۔ یہ مسئلہ فَاِذَا دَخَلْتُمْ (الخ) سے مستنبط ہوا۔ **تیسرا مسئلہ:** وہابی کہتے ہیں کہ ایصال ثواب ناجائز ہے مگر اہلسنت فرماتے ہیں

کہ جائز اور مفید ہے کل حشر میں فائدہ دے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ قرآن مجید سے ثابت ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ سورۃ بقرہ آیت ۱۱۰ میں وَمَا تُقَدِّمُوا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ۔ علماء عظام اس کا ترجمہ اس طرح فرماتے ہیں اور وہ نیکیاں جو تم نے آگے بھیجیں اپنوں کے لئے وہ اللہ تعالیٰ کے پاس موجود پاؤ گے محشر میں یعنی ضائع نہ ہوگی جس کے لئے بھیجی ہوں گی اسے ملے گی۔ لِاَنْفُسِكُمْ کا اصلی ترجمہ ہے اپنوں کے لئے۔ قرآن مجید میں تقریباً پچاس (۵۰) جگہ اَنْفُسِكُمْ کا لفظ ارشاد ہوا۔ ان میں سینتیس (۳۷) جگہ ترجمہ ہے اپنوں کے لئے اور دو جگہ ہے اپنے اپنوں کے لئے اور گیارہ جگہ ترجمہ ہے اپنے لئے۔ مثلاً سورۃ بقرہ آیت ۸۴ میں ہے کہ لَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ نہ نکالو تم اپنوں کو اپنے گھروں سے۔ خاص کر جن آیات میں آخرت کی طرف اعمال بھیجنے کا ذکر ہے وہاں تو سب جگہ ہی لِاَنْفُسِكُمْ کا ترجمہ ہے۔ اپنوں کے لئے قرآن مجید میں بغیر ایصال ثواب کے ذخیرۂ عمل ذاتی کا ذکر سورۃ حشر آیت ۱۸ میں اس طرح ارشاد ہوا: وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ اور سورۃ کہف آیت ۵۷ میں ہے۔ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ یعنی ذاتی اعضاء نے اور ہاتھوں نے آگے بھیجے۔ عام اعمال زبانوں سے ایصال نہیں کئے جاتے خود بخود بارگاہ الٰہی میں جمع ہو جاتے ہیں ان کا ذکر مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ اور نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ سے فرمایا گیا وہاں لِاَنْفُسِكُمْ نہیں ہے لیکن جہاں زبانی ایصال کا ذکر ہے وہاں تُقَدِّمُوْا کا خطاب اور لِاَنْفُسِكُمْ کی وضاحت ہے۔ ایصال ثواب کا یہ مسئلہ یہاں فَسَلِّمُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ سے مستنبط ہوا یعنی اپنوں پر سلام کرو۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ **پہلا اعتراض:** یہاں فرمایا گیا کہ مل کر کھانا بھی جائز ہے علیحدہ علیحدہ بھی جائز مگر ایک حدیث میں بروایت حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمان نبوی ہے کہ شَرُّ النَّاسِ مَنْ اَكَلَ وَحْدَهٗ ضَرَبَ عَبْدَهٗ وَمَنَعَ رِفْدَهٗ. ترجمہ: سب سے برا وہ ہے جو اکیلے کھائے اپنے غلام کو مارے اور اپنے سائل بھکاری کو بھیک دینے سے منع کرے۔ **جواب:** آیت میں اَشْتَاتًا ہے یعنی علیحدہ پلیٹ میں اور روایت میں وَحْدَهٗ ہے یعنی سب کھانا خود اکیلے ہی کھا جائے کسی کو کچھ نہ دے آیت و روایت میں لفظ بھی مختلف معنی کا فرق بھی واضح۔ **دوسرا اعتراض:** یہاں اتنے اہتمام سے کیوں فرمایا گیا کہ مل کر کھاؤ یا علیحدہ علیحدہ تم پر گناہ نہیں ہے۔ **جواب:** آج بھی اور پہلے زمانوں میں بھی کچھ لوگ اپنے ذہنوں میں تقویٰ سمجھ کر ایسے خیالات جما لیتے ہیں جن کا تقوے یا شرعی حکم سے کوئی تعلق نہیں ہوتا مگر وبال جان بن جاتے ہیں مثلاً کچھ لوگ بغیر مہمان اکیلے کھانا پینا پسند نہ کرتے تھے یہاں تک کہ بعض وقت شام تک بھوکے رہتے خود بھی پریشان سب گھر والے بھی پریشان اور کچھ معذورین کے ساتھ کھانا پسند نہ کرتے تھے کہ کہیں ہم زیادہ اور اچھا کھا جائیں اور ان کی حق تلفی ہو اور ہم لَا تَاْكُلُوْا بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ کے مجرم نہ بن جائیں اور اب کچھ مسلمان ہندوؤں کی صحبت میں رہ کر ساتھ کھانے میں نفرت کرتے ہیں کچھ لوگ بیٹیوں کے گھر سے کھانا حرام سمجھتے ہیں۔ اس آیت میں ان تمام کو ان ناجائز پابندیوں سے روکا گیا ہے۔ **تیسرا اعتراض:** اس کی کیا وجہ کہ اتنی قسم کے گھر بتائے گئے مگر اولاد کا گھر نہ بتایا گیا۔ **جواب:** مِنْ بُيُوْتِكُمْ سے اولاد کا گھر ہی مراد ہے بیٹا ہو یا بیٹی نہ کہ ذاتی رہائش، ذاتی رہائشی گھر میں اَنْ تَاْكُلُوْا کہنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ احادیث میں

بھی اولاد کی چیزوں کو والدین کی چیزیں ہی فرمایا گیا ہے چنانچہ ابن ماجہ میں اَنْتَ وَمَالُکَ لِاَبِیْکَ۔

تفسیر صوفیانہ

کثرت نوافل و عبادت سے روح بینا ہو جاتی ہے اور نفس امارہ نابینا قلب مسرور نفس معذور ہو جاتا ہے۔ بندۂ ظاہر تندرست ہو جاتا ہے شیطان باطن بیمار جو بندہ خواہشات دنیا سے اندھا ہو لذات نفسانی سے اَعرج و معذور شہوات شیطانی کا بیمار تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ خلوت گاہ مراقبہ سے نکل کر جلوت گاہ مکاشفہ کے آستانوں پر جا کر رزق سعادت غذاء ہدایت حاصل کریں۔ اَعْمٰی۔ اَعرج مریض مریدین مبتدی ہیں اور اَنْفُسِکُمْ مریدین منتہی ہیں۔ ہر قالب انسانی میں رہائش روح کے گیارہ گھر ہیں۔ ۱۔ بیت اعمال۔ ۲۔ بیت اسرار۔ ۳۔ بیت اَوّابِیْن۔ ۴۔ بیت اخیار۔ ۵۔ بیت انوار۔ ۶۔ بیت ابرار۔ ۷۔ بیت تربیت۔ ۸۔ بیت محبت۔ ۹۔ بیت مسکینیت۔ ۱۰۔ مشاہدات۔ ۱۱۔ بیت ربوبیت اور قلبُ الْمُومِنِ عرشُ اللہ۔ راہِ حقیقت میں اندھے وہ ہیں جن کی پوری رویت کو عظمت انوار کی چمک نے چندھیا دیا اور پوری حقیقت حال کو معلوم کرنے سے معذور و کمزور کر دیا اور منجنیق و کمان ازلی کے پتھروں تیروں نے ہمت دنیا سازی کے پیروں کو توڑ دیا اور کچھ بندے وہ ہیں جن کو عشق معرفت نے بیمار محبت کر دیا۔ یہ تینوں ترک مجاہدہ کر کے بیٹھ رہنے والے ہیں ان پر ترک دنیا و قبول حق کے دخول دعوت کا گناہ نہیں ہے۔ یہ مقبولین دین کے بینا ہیں دنیا کے اندھے ہیں۔ ان کا دیکھنا قدرت اللہ، ان کا چلنا قوت اللہ، ان کا پکڑنا ہمت اللہ سے ہے۔ یہی بندے بیمار دنیا، تندرست عقبیٰ اور مخصوص ہیں قرب الٰہی کی منزلوں میں اور فیض ربانی کے قبول و حصول میں سَابِقُوْن و مقرّبون ہو کر۔ وادیٔ طریقت کے اخوان وہ ہیں جن کی الفت للہ، خدمت فی اللہ اور اخوت باللہ ہو اور اسرار و اعلان میں خلوص ہو۔ صدیق روحانی وہ ہے جس کا ظاہر و باطن دوست کے ظاہر و باطن کے مطابق و موافق ہو مخالف نہ ہو۔ جب بندہ اس مقام پر پہنچ جائے تو امور دین و دنیا کی ہر چیز میں دوطرفہ اباحت و جواز ہوتا ہے ایسا بندہ گناہ سے محفوظ کر دیا جاتا ہے۔ اس کو ہی صوت صمدانی کی بشارت دی جاتی ہے کہ تم جو بھی کماؤ کھاؤ تم پر کوئی گناہ نہیں اور کمال و قوت پانے میں کوئی رکاوٹ نہیں نہ شریعت طریقت کی نہ حقیقت معرفت کی کیونکہ رب تعالیٰ کسی بندے کو اس کی ہمت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا اور اہل نفوس پر اس بات میں حرج نہیں کہ ان کی روحانی غذا اپنے دست بدنی کے اعمال عبادات سے ہو یا اولاد و ہم جنس کے ایصال ثواب سے ہو۔ اہل سلوک کے لئے یہی بُیُوْتِ صدق و صفا اور مراتب جنّۃِ عُلْی ہے۔ درجتِ جنت کی چابیاں اہل کسب و کمال کے مسکنوں میں کچھ ایسے بلند مقام پر ہیں جن کو بندۂ محبوب اپنے صدیق و جلیس سعید و صالح کی برکت سے پائے گا۔ جلوت محفل کا فیض ہو یا خلوت اسرار کی تغریق و تنہائی کی برکات اہل جنت کی غذائیں درجۃِ جَمِیْعًا میں ہوں یا مقامات اَشْتَاتًا میں کسی میں بھی رکاوٹ نہ ہوگی کیونکہ دنیا میں ولایت مرشد کا نور مرید صادق کے آئینے میں جھلکتا ہے ہر مرید اسی نور سے مرتبے پاتا ہے اعمال صالحہ سے قلب مرید آئینہ بن جاتا ہے۔ اے طالبین حقیقت جب داخل ہو جاؤ تم کاملین طریقت اولیاء اللہ کے آستانوں میں حرمت تامہ و آداب کاملہ اعتقاد باطنہ کے ساتھ تب تم اہل کرامت بن جاؤ گے پھر جب تم قرب کی کسی بھی منزل میں پہنچو تو احکام ربوبیت کا سلام اور اعمال عبودیت کی سلامتی قائم کرو یہاں تک کہ ترقی کر جاؤ تم اطیب و اعلیٰ

منزلوں تک اور سلامتی بھیجو اپنی روح و قلب عقل و علم کی قربتوں پر کیونکہ یہی کرامت ربانی کے محلات ہیں ان کی ساعتیں لطیف ہیں۔ تین سلامتیوں کا نام تَحِيَّةُ الٰهِي ہے۔ ۱۔ محنة مصيبة سے سلامتی۔ ۲۔ فتنہ و فساد سے۔ ۳۔ شر نفس و شیطان سے امن و سلامتی۔ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۱﴾ اسی طرح ظاہر فرماتا ہے اللہ تعالیٰ تم طالبین و سالکین کے لئے عارفین کے قلب و جسم روح و عقل پر انوار و اسرار کی آیات و نشانات و علامات تاکہ تم اے مبتدیو! وادیِ جلال کا ادب و احترام اور منزل جمال کی سمجھداری حاصل کرلو۔ یہی نمازِ معرفت کا قیام ہے اور یہی رکوع و سجود و قعود ہے:

تجھ ہی کو دیکھنا تیری ہی سننا تجھ میں گم ہونا
حقیقت معرفت والے عبادت اس کو کہتے ہیں

نمازِ معرفت منزل قرب ہے سجدۂ حقیقی معراج مومن ہے۔ بُيُوْتِكُمْ وجود مریدین ہے۔ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ وجود مرشدین ہے۔ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ نسبت بیعت ہونا ہے نیک بخت وہ ہے جس کی خوشی اس کو باطل پر نہ لائے اور غمی حق سے نہ ہٹائے۔ بندے کا دل جب تک غیر اللہ کی محبت و رغبت سے کنارہ کش نہ ہو اسے معرفت نصیب نہیں ہوسکتی۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا غیر اللہ کون ہے؟ فرمایا: اللہ کے دشمن غیر اللہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے دوست مِنَ اللّٰهِ ہیں یعنی اولیاء اللہ۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

فقط مومن وہی لوگ ہیں جو سچے طریقے سے ایمان لے آئے ہیں اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول کریم پر

ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر یقین لائے

وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰٓى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا

اور جب بھی شامل ہوئے وہ رسول اللہ کے ساتھ کسی اجتماعی کام پر تو واپس نہیں جاتے

اور جب رسول کے پاس کسی ایسے کام میں حاضر ہوئے ہوں جس کے لئے جمع کئے گئے ہوں تو نہ جائیں

حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ

جب تک کہ اجازت نہ مانگ لیں رسول اللہ سے بیشک وہی لوگ جو اجازت حاصل کرلیتے ہیں

جب تک ان سے اجازت نہ لے لیں وہ جو تم سے اجازت مانگتے ہیں

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ

یہی ہیں وہ لوگ جو خالص ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول کریم پر

وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں

فَإِذَا اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ فَأْذَنْ لِّمَن شِئْتَ مِنْهُمْ

توجب انہوں نے اجازت مانگی آپ سے اپنے کسی بہت اہم کام کے لئے تو اجازت دے دو تم جس کو چاہو ان میں سے

پھر جب وہ تم سے اجازت مانگیں اپنے کسی کام کے لئے تو ان میں جسے تم چاہو اجازت دے دو

وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿۶۲﴾

اور بخشش مانگا کرو تم ان مخلصوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے بیشک اللہ تعالیٰ مغفرت کرنے والا رحیم ہے

اور ان کے لئے اللہ سے معافی مانگو۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے

تعلقات

اس آیت کا پچھلی آیات پاک سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آیتوں میں اہل ایمان کے لئے چند معاشرتی قانون اسلامی بیان فرمائے گئے۔ اب اس آیت کریمہ میں اہل ایمان کا تعارفی ذکر فرمایا جا رہا ہے کہ مُؤْمِنُوْنَ کون لوگ ہیں۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیتوں میں مسلمانوں کا آپس میں ایک دوسرے کے گھروں میں جانے کی اجازت لینے کا شرعی قانون بیان فرمایا گیا۔ اب اس آیت پاک میں نبی کریم ﷺ کی محفل پاک سے کسی مسلمان کو بلا اجازت اٹھ کر واپس آنے کی ممانعت کا قانون ہنگامی وقتی بیان فرمایا جا رہا ہے۔ **تیسرا تعلق:** پچھلی آیتوں میں وہ قانون بیان فرمائے گئے جو ہر مسلمان کے لئے تا قیامت جاری و نافذ ہیں۔ اب اس آیت پاک میں وقتی ہنگامی مخصوص قانون محفل نبوی بیان فرمایا جا رہا ہے جو صرف حیات طیبہ میں حاضر باش صحابہ کرام کے لئے تھا اب نہیں ہے۔

شان نزول

جنگ بدر اور جنگ اُحد کی ذلتوں شکستوں کے بعد کفار مکہ نے ابوسفیان کی سرکردگی میں پھر سر اٹھایا اور لشکر قریش و دیگر قبائل عرب کو لے کر مدینہ منورہ پر حملے کے لئے نکلے۔ آقائے کائنات حضور اقدس ﷺ نے تمام صحابہ کرام کی مشاورتی مجلس طلب فرمائی اور دفاعی جنگ لڑنے کا مشورہ طلب فرمایا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ جو ایک ایرانی جرنیل بوذخشان مجوسی کے بیٹے تھے۔ انہوں نے ایرانی دفاعی جنگ کا طریقہ بتاتے ہوئے مشورہ دیا کہ مدینہ منورہ کے آس پاس خندق کھودی جائے اور صرف ایک جانب چھوڑی جائے وہاں اسلامی فوج جمع ہو۔ یہ مشورہ پسند و قبول ہوا اور تمام مسلمانوں کو خندق کھودنے کا حکم دیا گیا۔ خندق سات دن میں مکمل کھود لی گئی۔ سخت بلا کی سردی تھی موسم سرما اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی غربت۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پیٹ پر پتھر باندھ کر خندق کی کھدائی کی تھی۔ مخلصین تو ہمہ تن کام میں مصروف رہے اور ہر تکلیف جھیل کر بھی حکم آقا پر مرمٹنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے۔ خود آقا ﷺ کے بطن اقدس پر بھی سات پتھر بندھے ہوئے تھے۔ منافقین کی مکاری کی یہ حالت تھی کہ باری باری بہانے بہانے چھپ چھپا کر اجازت بے اجازت بھاگ رہے تھے ان کی مذمت کے لئے یہ آخری تین آیتیں نازل ہوئیں از آیت ۶۲ تا آیت ۶۴۔ ان آیات میں چار باتیں بیان فرمائی گئیں۔ ا۔ مخلصین صحابہ کی کارکردگی

اطاعت فرماں برداری۔ ۲۔ بارگاہِ نبوت کا ادب سکھایا گیا کہ اگر نبی کریم ﷺ کسی کو بلائیں تو اس بلاوے کا کیا ادب و اہتمام ہونا چاہئے یا اگر کوئی غلام امتی اپنے آقا ﷺ کو پکارے ندا کرے تو اس فریاد کا کیا طریقہ ہونا چاہئے۔ ۳۔ منافقین کی خباثت و مکاری کا ذکر فرمایا۔ ۴۔ آخر میں قدرت الٰہیہ اور انجام اخروی کا ذکر فرمایا گیا۔

تفسیر نحوی

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ وَ اِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰۤى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ یَذْهَبُوْا حَتّٰى یَسْتَاْذِنُوْهُ ؕ۔ اِنَّ حرف مشبہ زائدہ مَا کافہ۔ دونوں کا مجموعہ لفظ حصر بن گیا۔ معنی ہے فقط، صرف۔ اَلْمُؤْمِنُوْنَ باب افعال کا اسم فاعل صیغہ جمع مذکر۔ ترجمہ ہے فقط سچا پکا اور صحیح ایمان لانے والے۔ یہ مبتدا ہے اَلَّذِیْنَ اسم موصول جمع مذکر اٰمَنُوْا فعل ماضی مطلق ضمیر صیغہ اس کا فاعل جس کا مرجع ہے اَلَّذِیْنَ۔ بَ جارہ۔ اَللّٰہِ معطوف واؤ عاطفہ رَسُوْلِہٖ مرکب اضافی معطوف ہے دونوں عطف مجرور ہو کر متعلق ہے۔ اٰمَنُوْا کا یہ فعل فاعل متعلق مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ اِذَا حرف شرط کَانُوْا۔ فعل ماضی مطلق تامہ۔ صیغہ جمع مذکر غائب اس کا فاعل ضمیر صیغہ جس کا مرجع ہے اَلَّذِیْنَ۔ مَعَ اسم ظرفی مکانی مضاف ہے۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مجرور متصل اس کا مرجع ہے رَسُوْلِہٖ۔ یہ مضاف الیہ ہے مرکب اضافی مفعول مَعَهٗ ہے کَانُوْا کا۔ عَلٰی حرف جر فوقیت اَمْرٍ اسم نکرہ بمعنی معاملہ، واقعہ۔ یہ موصوف ہے جَامِعٍ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ ترجمہ ہے جمع کرنے والا امر اد ہے اجتماعی یہ صفت ہے مرکب توصیفی مجرور ہو کر متعلق ہے کَانُوْا کا۔ یہ فعل اپنے فاعل مفعول مَعَهٗ اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہے۔ لَمْ یَذْهَبُوْا۔ بَابِ فَتَحَ کا مضارع نفی حجد بلم صیغہ جمع مذکر غائب اس کا فاعل هُمْ پوشیدہ ضمیر صیغہ۔ ذھب سے مشتق ہے ترجمہ ہے جانا۔ حَتّٰی حرف جر۔ اس میں اَنْ ناصبہ پوشیدہ ہوتا ہے۔ اِسْتَاْذِنُوْا باب استفعال کا مضارع مثبت معروف صیغہ جمع مذکر غائب۔ مصدر ہے اِسْتِیْذَانٌ۔ اِذْنٌ سے بنا ہے۔ دراصل ہے یَسْتَاْذِنُوْنَ اَنْ ناصبہ پوشیدہ نے نصب دیا تو ہو گیا یَسْتَاْذِنُوْ۔ آخر سے نون اعرابی گر گئی۔ اس کا فاعل ہے ضمیر صیغہ جس کا مرجع اَلَّذِیْنَ ہے۔ معنی ہے اجازت لے لیتے ہیں ہٗ ضمیر مفعول بہ۔ جس کا مرجع ہے رَسُوْلِہٖ یہ فعل فاعل مفعول بہ جملہ فعلیہ ہو کر مجرور ہے حَتّٰی سے دونوں مل کر متعلق ہے لَمْ یَذْهَبُوْا کا۔ وہ فعل فاعل متعلق مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جزا ہے اِذَا کَانُوْا کے جملے کی وہ شرط و جزا مل کر معطوف ہے اٰمَنُوْا کے جملے پر دونوں عطف مل کر صلہ ہے اَلَّذِیْنَ کا وہ موصول صلہ مل کر خبر مبتدا۔ اَلْمُؤْمِنُوْنَ مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ۚ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۶۲﴾۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل یعنی فعل کی طرح رفع اور نصب دینے کا عمل کرتا ہے۔ اَلَّذِیْنَ اسم موصول یَسْتَاْذِنُوْنَ۔ باب استفعال کا مضارع حال مثبت معروف صیغہ جمع مذکر غائب مصدر ہے اِسْتِیْذَانٌ ترجمہ ہے اجازت مانگنا اس کا فاعل ہے ضمیر صیغہ جس کا مرجع ہے اَلَّذِیْنَ۔ کَ ضمیر واحد مذکر حاضر مرجع ہے نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس۔ یہ ضمیر مخاطب مفعول بہ ہے۔ یہ فعل فاعل مفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہے اَلَّذِیْنَ کا دونوں موصول صلہ مل کر اسم ہے اِنَّ کا۔ اُولٰٓىٕكَ اسم اشارہ مبتدا ہے۔ اَلَّذِیْنَ اسم موصول یُؤْمِنُوْنَ فعل فاعل مثبت معروف جمع مذکر غائب اس کا فاعل

ضمیر صیغہ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ یہ پوری عبارت مرکب اضافی معطوف و معطوف علیہ مجرور متعلق ہے یُؤْمِنُوْنَ کا وہ فعل فاعل متعلق مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہے الَّذِیْنَ کا یہ موصول صلہ مل کر معطوف علیہ ہے۔ فَ عاطفہ اذا شرطیہ اِسْتَاْذِنُوْ۔ باب استفعال کا ماضی مطلق مثبت معروف بمعنی مستقبل۔ اس کا فاعل ھُمْ ضمیر صیغہ جمع مذکر غائب۔ کَ ضمیر مخاطب مرجع نبی کریم ﷺ۔ لام حرف جر بَعْضِ اسم جزئی مضاف ہے۔ شَاْنِ اسم مفرد مذکر نکرہ خصوصی۔ اس کی جمع مکسر ہے شُئُوْنَ۔ لغوی ترجمہ ہے عظیم حالت وکیفیت اس مناسبت سے تیرہ (۱۳) معنوں میں مشترک ہے۔ ا۔ بڑا کام۔ ۲۔ اہم معاملہ۔ ۳۔ خاص واقعہ۔ ۴۔ فکر۔ ۵۔ دماغ کی جڑی ہوئی ہڈیاں۔ ۶۔ آنسوؤں کی رگ۔ ۷۔ تلاش و طلب۔ ۸۔ ارادہ۔ ۹۔ نشہ آور چیز۔ ۱۰۔ قدرت و تقدیر۔ ۱۱۔ برا یا اچھا بھلا پیشہ و دھندہ۔ ۱۲۔ تدبیر۔ ۱۳۔ بہت ضروری کام۔ یہاں اسی معنی میں ہے۔ یہ مضاف ھُمْ مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مضاف الیہ ہے بَعْضِ کا۔ یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے۔ اِسْتَاْذَنُوْ کا یہ فعل با فاعل اپنے مفعول بہ و متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہے۔ فَ جزائیہ۔ اِئْذَنْ۔ بروزن اِفْتَحْ باب فَتَحَ کا فعل امر حاضر معروف صیغہ واحد مذکر اِذْنٌ سے مشتق ہے۔ اس کا فاعل ہے اَنْتَ ضمیر واحد مخاطب مرجع ہے آقائے کائنات حضور اقدس ﷺ کی ذات مقدس۔ لِمَنْ لام جارہ تعدیہ کا بمعنی کو۔ مَنْ موصولہ شِئْتَ باب سَمِعَ کا ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ واحد مذکر حاضر خطاب ہے نبی کریم ﷺ کو شَیْءٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے چاہنا مراد ہے مَشِیْئَتْ۔ چیز کو عربی میں شَیْءٌ اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ چاہی ہوئی ہوتی ہے اسی وجہ سے عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ کا ترجمہ فرمایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر مشیت پر قادر ہے۔ شِئْتَ کا فاعل ضمیر صیغہ مِنْھُمْ۔ جار مجرور اس کا متعلق ہے یہ سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صلہ ہے مَنْ کا وہ موصول صلہ مل کر مجرور متعلق ہے فَأْذَنْ کا۔ وہ فعل فاعل متعلق مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ ہے واؤ عاطفہ۔ اِسْتَغْفِرْ۔ باب استفعال کا فعل امر حاضر معروف صیغہ واحد مذکر مخاطب خطاب ہے نبی کریم ﷺ کو۔ اس کا فاعل اَنْتَ ضمیر صیغہ۔ اس کا مصدر ہے اِسْتِغْفَارٌ۔ غَفْرٌ سے بنا ہے۔ ترجمہ ہے بخشش مانگنا۔ لَھُمْ جار مجرور متعلق ہے اِسْتَغْفِرْ کا اللّٰہَ اس کا مفعول بہ ہے۔ یہ فعل فاعل مفعول بہ اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف فَأْذَنْ کے جملے پر دونوں عطف مل کر جزا ہے اِذَا اسْتَاْذَنُوْ کے جملے کی شرط و جزا مل کر معطوف ہے الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ کے جملے پر۔ دونوں عطف مل کر خبر ہے اُولٰٓئِکَ مبتدا کی دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے اِنَّمَا کی۔ وہ اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ اِنَّ اللّٰہَ۔ اِنَّ حرف مشبہ تحقیقیہ ترجمہ ہے بیشک۔ یقیناً۔ اللّٰہَ اس کا اسم غَفُوْرٌ۔ اسم مبالغہ بروزن فَعُوْلٌ معنی ہے بہت ہی بخشش اور بخششیں فرمانے والا۔ یہ اِنَّ کی پہلی خبر ہے رَّحِیْمٌ دوسری خبر ہے۔ اِنَّ اپنے اسم اور دونوں خبروں سے مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ۔

تفسیر عالمانہ

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاِذَا کَانُوْا مَعَہٗ عَلٰٓی اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ یَذْھَبُوْا حَتّٰی یَسْتَاْذِنُوْہُ۔ اپنے مونہوں سے تو بہت لوگ کہتے پھرتے ہیں ہم مومن ہیں مگر اللہ تعالیٰ کا اعلان عام بقانون اسلام یہ ہے کہ مومن صرف وہی لوگ ہیں جو دل و جان عمل و اقرار سے اللہ تعالیٰ کی وحدت قدرت، مصلحت حکمت پر اور اللہ تعالیٰ کے رسول مکرم پر آپ کے علم و اختیار پر عملاً قولاً

عقیدۂ اور اظہار فرمانبرداری سے ایمان لائیں ایسے ہی سچے مومنوں کی نشانی ہے کہ جب بھی اپنے آقا کے حکم سے کسی مشاورتی محفل میں حاضر ہوں تو کبھی بھی کسی بھی ذاتی حاجت ضرورت پر محفل بارگاہ سے اٹھ کر چپ چاپ بلا اجازت نہیں جاتے۔ یہاں تک کہ اچانک بہت ہی شدت سے کوئی ضرورت پیش آجائے تب بھی نہایت مہذب و مودب و مروج طریقے سے اجازت لے کر جاتے ہیں موقعہ جہاد ہو یا مشورۂ غزوات ہو۔ اجتماع عیدین ہو یا خطبہ جمعہ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ۚ۔ یہی نشان دین وایمان ہے۔ اے پیارے حبیب ان لوگوں کا جو ہر ذاتی معاملے میں بھی آپ سے اجازت طلب کرتے ہیں۔ بارگاہِ الٰہی کے یہی مقبول ومحبوب ہیں۔ انہی کو مومن سمجھو کیونکہ ان کے کردار وعادات میں خلوص کی چاشنی ہے نورانیت کی جھلک ہے۔ لہٰذا اے نبی محترم ایسے مخلصین جب اپنی کسی دینوی ضرورت میں آپ سے اجازت رخصت خود طلب کریں تو آپ اپنی فراست غیبی بصیرت رمز شناسی عقل نورانی وشعور جاودانی کی حکمت مصلحت سے جس کو چاہو اجازت روانگی عطا فرمادو۔ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ اور اگر سمجھو کہ اس کی ضرورت اہم نہیں محفل سے جانا ضروری نہیں بارگاہِ مشاورت میں رہنا ضروری ہے اس کو اجازت نہ دو۔ یہ تمہارا اختیار کلی ہے دین و دنیا پر بھی شریعت طریقت حقیقت معرفت پر بھی۔ تمہاری ہی زبان رب تعالیٰ کی برہان ہے اور تمہاری چاہت ہی رب تعالیٰ کی رضا ہے:

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم خدا چاہتا ہے رضائے محمد

وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ اور اے حبیب جس کو تم نے اپنی صوابدید پر اجازت دے دی اور وہ اجازت پا کر مجلس مبارکہ سے چلے گئے ان کے لئے بھی اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگئے تاکہ یہ تھوڑی دیر کی غیر حاضری بارگاہ کی وجہ سے محرومی معیت کا جو ان کو نقصان ہوا وہ بھی استغفار نبوی سے ختم ہو جائے۔ بیشک اللہ تعالیٰ سچی اجازت مانگنے والوں اور تھوڑی دیر قرب نبوی سے مجبوراً دور ہونے والوں کو بہت بخشنے والا ہے اور سچی پکی توبہ کرنے والوں کو دنیا آخرت میں رحمتیں دینے والا ہے۔ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ کے فرمان ربانی سے چار چیزیں ثابت ہوئیں پہلی چیز یہ کہ نبی کریم ﷺ غیب جانتے ہیں کیونکہ غیب جاننے والا ہی جانتا ہے کہ اجازت طلب کرنے والا مخلص ہے یا منافق اس کی اجازت اشد ضرورت سے ہے یا بلا ضرورت۔ اجازت دی جائے یا نہ دی جائے۔ دور سے اشارہ کرنا طلب اذن ہے یا کچھ اور بات ہے۔ دوسری چیز یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مختار کلی بنایا۔ تیسری چیز یہ کہ آقا ﷺ کا ہر کام عین حکمت و مصلحت سے ہوتا ہے۔ چوتھی چیز یہ کہ آقا ﷺ کی مشیت بعینہٖ مشیت الٰہی ہے۔ اس لئے سورۃ نور کی ابتدا میں نزول آیات کا ذکر ہوا اور اب انتہا میں اتباع رسالت کا ذکر ہوا اور بتایا گیا کہ امر اللہ ہی امر نبی ہے۔ (یہ آیت ۶۲) ماہ شوال ۵ ہجری غزوۂ خندق کے موقعے پر اتری۔ کفار کے دو بڑے لشکروں نے مدینہ منورہ کو گھیر لیا تھا۔ ا۔ ابوسفیان لشکر قریش لایا اور عیینہ بن حصین لشکر غطفان لے کر آیا۔ موسم سرما مسلمانوں کی حالت غربت رات اندھیری مسلمانوں کو حکم نبوی ملا کر مدینہ منورہ کی پوری بستی کے آس پاس گہری و چوڑی خندق کھود دو۔ منافقین کچھ تو چھپ چھپا کر اور کچھ جھوٹے بہانے بنا کر سب بھاگ گئے تب یہ آیت نازل ہوئی جس نے مومن منافق کی پہچان بتائی۔ روایت میں ہے کہ غزوۂ تبوک جاتے ہوئے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بہت ضرورت کے تحت کچھ دیر کے لئے واپسی کی اجازت مانگی تو

آقا علیہ السلام نے فرمایا (غالباً منافقوں کو سنانے کے لئے) اے عمر تم کو اجازت ہے کیونکہ منافق نہیں ہو۔ منافقوں کی جھوٹی بہانے بازیوں کا ذکر سورۃ احزاب آیت ۱۳ میں بھی اس طرح ہے۔ اِنَّ بُیُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛؕ وَمَا هِیَ بِعَوْرَةٍ ۚ۔ ترجمہ: منافق کہتے ہیں یا نبی اللہ ہم کو جانے دیجئے کیونکہ ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں حالانکہ ان کے گھر کھلے نہ تھے۔ اس نزول آیت کے بعد تو صحابہ کرام ہر ہر کام میں اجازتِ آقا طلب کرتے اور آپ خوشدلی سے اجازت دیتے اس طلب وعطا سے ہر کام میں صحابہ کثیر برکتیں دیکھتے۔ ایک بار جب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عمرے کا ارادہ کر کے اجازت طلب کی تو آقا علیہ السلام نے اجازت دے کر فرمایا اے عمر وہاں ہمیں نہ بھول جانا دعاؤں میں یاد رکھنا۔ اللہ اکبر کیا عظیم شفقت آقا ہے علیہ السلام۔

اس آیت میں مختلف اقوال

آیت ۶۲ کے حکم میں دو قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا یہ آیت محکم ہے۔ ۲۔ بعض نے فرمایا یہ منسوخ ہے سورۃ توبہ کی آیت ۴۳ سے عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ سے مگر یہ قول غلط ہے۔ اَمْرٍ جَامِعٍ کی قرأت میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت اَمْرٍ جَامِعٍ ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا اَمْرٍ جَمِیْعٍ ہے بمعنی مَجْمُوع۔ اَمْرٍ جَامِعٍ کی مراد میں دو قول۔ ۱۔ بعض نے کہا اس سے مراد ہر وہ اجتماعی معاملہ ہے جس میں جماعت شرط ہے جیسے جمعہ عیدین، نماز استقاء، جہاد۔ ۲۔ بعض نے کہا اس سے مراد ہر وہ اجتماع ہے جس میں خطبہ واجب ہوتا ہے جیسے جمعہ وعیدین۔

فائدے

اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ **پہلا فائدہ:** اسلامی ضروری اجتماعات سے جانے کے لئے امام کی اجازت لازم ہے مگر امام بھی تفتیش حال کر کے اجازت دے سکتا ہے بلا تحقیق اپنی مرضی سے نہیں یہ اپنی مرضی کی اجازت دینا صرف نبی کریم علیہ السلام کی خصوصیت ہے یہ فائدہ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَاْذِنُوْنَ (الخ) سے حاصل ہوا مگر عورتیں بلا اجازت جا سکتی ہیں انہیں اپنی ضروریات بتانے کی ضرورت نہیں۔ **دوسرا فائدہ:** آقائے کائنات حضور اقدس علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے دین دنیا کے معاملات کا فیصلہ کرنے میں مختار کل بنایا ہے۔ اس لئے اسلام کے بڑے بڑے احکام آپ کی رائے وارادے سے بنے یہ آپ کا خصوصی مرتبہ ہے یہ فائدہ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ سے حاصل۔ مشکوٰۃ شریف کتاب اَلْمَنَاسِک فصل اول رواہ مسلم ص ۲۲۰ کی حدیث حج و دیگر احادیث سے بھی یہی ثابت ہے۔ **تیسرا فائدہ:** نبی کریم علیہ السلام خالق ومخلوق کے درمیان واسطہ عظمیٰ اور وسیلہ کبریٰ ہیں۔ آپ کی یہ شان ازل حادث سے ابد تک ہے اس لئے تمام مخلوق سے پہلے آپ کو نبی بنایا گیا۔ جیسا کہ کُنْتُ نَبِیًّا وَّاٰدَمُ (الخ) سے ثابت۔ آپ کی زبانِ اقدس سے نکلے ہوئے فیصلے منشاء الٰہی وتقدیر مبرم ہیں یہی حکم کبریائی رضاء رحمانی شریعت ربانی ہے صحابہ کرام اس بات کو جانتے مانتے عمل کرتے تھے یہ فائدہ حَتّٰی یَسْتَاْذِنُوْهُ ؕ سے حاصل ہوا اس لئے آپ کے فیصلے کے خلاف اپیل نہیں ہو سکتی جیسا کہ سورۃ نساء آیت ۶۵ سے ثابت۔

وَخَصَّکَ بِالْهُدٰی فِیْ کُلِّ اَمْرٍ فَلَسْتَ تَشَآءُ اِلَّا اللّٰهُ یَشَآءُ

(تفسیر صاوی)

احکام القرآن

اس آیت سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ:** تا قیامت ہر مسلمان پر واجب ہے کہ دینی دنیوی معاملے میں نبی کریم ﷺ سے اجازت مانگے۔ حیات طیبہ میں زبان اقدس سے حاضر بارگاہ ہو کر اور بعد وصال علماء فقہاء سے حدیث وقرآن کے استنباطی مسائل کے فیصلے لے کر مان کر غیر مقلدوں کی طرح خود ہی نہ جھک مارتا پھرے۔ یہ مسئلہ لَمْ یَذْهَبُوْا حَتّٰى یَسْتَاْذِنُوْهُ سے مستنبط ہوا۔ **دوسرا مسئلہ:** ہر انسان کی ضرورتیں دو قسم کی ہوتی ہیں: ا۔ اختیاری جیسے ضروری کام۔ ۲۔ اضطراری۔ جیسے بول براز، جسمانی تکلیف یا نکسیر عورتوں کو حیض، استحاضہ وغیرہ۔ فقہاء کرام فرماتے ہیں مرد تو محفل میں بیٹھ کر جانے کے لئے ہر ضرورت پر اجازت لیں نمازوں، خطبوں، مشوروں کے حاضرین ہوں یا مدرسوں کے شاگردین ہوں اجازت دینے والے امام ہوں یا خطیب یا حاکم یا استاد۔ قریب ہوں تو زبان سے دور ہوں تو اشارے سے لیکن عورتوں کو اپنی کسی بھی ضرورت میں اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔ یہاں تک کہ گھر کے مرد بھی عورت سے ترکِ روزہ نماز کی پوچھ گچھ نہ کرے یہ ذمہ داری والدہ کی ہے کہ بچیوں سے ترکِ نماز پر باز پرس کرے تاکہ شرم وحیا کا پردہ قائم رہے۔ یہ مسئلہ حَتّٰى یَسْتَاْذِنُوْهُ (الخ) سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ **پہلا اعتراض:** یہاں پہلے فرمایا گیا اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ پھر فرمایا گیا لَمْ یَذْهَبُوْا حَتّٰى یَسْتَاْذِنُوْهُ۔ اس سے ثابت ہوا کہ اجازت لینا ایمان ہے نہ لینا کفر ہے حالانکہ یہ ایک عمل ہے فرض ہو یا واجب نتیجہ نکلا کہ عمل عبادت کرنے والا ہی فقط مومن ہے نہ کرنے والا کافر اس بنا پر بے نمازی بھی کافر ہوا۔ جو بے نمازی و بدعمل بے عمل کو کافر نہ مانے وہ غلط اور فرمانِ قرآنی کے خلاف ہے (وہابی ومعتزلی) **جواب:** یہاں لفظ اِنَّمَا ہی بتا رہا ہے کہ یہ فرمان حکم نہیں بلکہ نشانی ہے یعنی سمجھایا جا رہا ہے کہ مخلصین وہ جو اجازت مانگیں، منافقین وہ جو بلا اجازت چھپ کر نکل جائیں تو آیت پاک نے مومن، منافق، کافر کی پہچان وفرق بتایا نہ کہ کفر واسلام کا حکم معترض نے بوجہ جہالت اِنَّمَا کو نہ دیکھا۔
دوسرا اعتراض: یہاں فرمایا گیا اَمْرٍ جَامِعٍ، اَمْر کا معنی ہے معاملہ۔ جَامِعٍ کا معنی ہے لوگوں کو جمع کرنے والا۔ جمع تو انسان کرتے ہیں انسانوں کو امر تو جامع نہیں ہو سکتا تو پھر یہاں امر کو موصوف کیوں بنایا۔ چاہئے تھا کہا جاتا اِنْسَانٍ جَامِعٍ۔ **جواب:** یہاں اِنْسَانٍ ہو ہی نہیں سکتا۔ امر کو مجازاً موصوف بنایا گیا۔ اَمْر کی اہمیت، عظمت شان وضرورت بتانے کے لئے کیونکہ امر سبب ہے لوگوں کے جمع ہونے کا، لوگوں کو جمع کرنا اگرچہ حقیقتاً داعی ومنادی انسان کا ہی عمل ہے مگر جمع کرنے کی وجہ وہی امر ہے تو مجازاً گویا امر ہی جامع ہے یہ عام محاورہ ہے اسی کو استعمال فرمایا گیا۔ **تیسرا اعتراض:** یہاں پہلے فرمایا گیا کہ جب ایمان والے آپ سے جانے کی اجازت مانگیں تو آپ جسے چاہیں اجازت دے دیں اس سے ثابت ہوا کہ اجازت مانگ کر محفل سے چلے جانا شرعاً جائز ہے گناہ نہیں مگر پھر فرمایا گیا ان کے لئے استغفار اور بخشش ومعافی مانگئے اس سے ثابت ہوا کہ ان کا یہ اجازت لے کر جانا بھی شرعاً گناہ ہے کیونکہ استغفار گناہگار کے گناہ معاف کرانے کے لئے ہی مانگی جاتی

ہے تو اجازت کو جائز فرما کر پھر گناہ کیوں قرار دیا گیا۔ **جواب:** اس کے دو جواب ہیں۔ **ایک** یہ کہ استغفار کا معنی ہے بخشش مانگنا اور بخشش کی طلب صرف گناہوں کی معافی کے لئے ہی نہیں ہوا کرتی بلکہ نیکی کے انعام کے لئے بھی بخشش مانگی جاتی ہے۔ جیسے عام محاورے میں بخشیش مانگنا کہتے ہیں تو یہاں اَسْتَغْفِرْلَهُمْ کا معنی یہ ہوا کہ چونکہ ان مخلصین نے انداز منافقانہ چھوڑ کر باادب اجازت طلب کر کے تین نیکیاں کیں: اول نشان ایمان قائم کیا۔ **دوم:** نظام اسلام ضبط ونسق قائم رکھا۔ **سوم:** منافقانہ رویہ ترک کیا۔ اس لئے اپنے عمل سے اللہ رسول کو خوش کیا انہوں نے تو اے نبی مکرم اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے بخشیش مانگئے۔ جواب دوم یہ کہ چونکہ اجازت مانگنا دنیوی ضرورت کے لئے تھا جو اگرچہ جائز تھی مگر اس لئے بہتر نہ تھی محفل نبوی میں ضرورت دینی کے لئے جمع ہونا بہت بڑا فریضہ تھا اس وجہ سے بہتر یہی تھا کہ ضروریات دنیوی چھوڑ دیتے بارگاہ میں حاضر رہتے مگر چونکہ بہتر کے خلاف کام کیا جو معمولی خطا ہے تو اس خطاء معمولی کو ختم کرانے کے لئے استغفار سے معافی دلوا دیجئے۔ اس آیت کی تفسیر صوفیانہ آخری آیت ۶۴ کے بعد ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ۔

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ
اے مسلمانو نہ بناؤ تم رسول پاک کو بلانا اپنے درمیان ایسے عام لفظوں سے جیسے کہ بلانا تمہارے بعض کا بعض کو
رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔
قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ
بیشک جانتا ہے اللہ تعالیٰ ان منافقوں کو جو چپکے سے نکل بھاگتے ہیں تم میں سے کسی کی آڑ لے کر
بیشک اللہ جانتا ہے جو تم میں چپکے سے نکل جاتے ہیں کسی چیز کی آڑ لے کر
فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ
تو چاہئے کہ ڈریں وہ لوگ جو مخالفت کرتے ہیں اس رسول کریم کے حکم کی اس بات سے کہ پہنچے ان کو سزا
تو ڈریں وہ جو رسول کے حکم کے خلاف کرتے ہیں کہ انہیں کوئی فتنہ پہنچے
اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ
یا ساتھ ہی پہنچے ان کو عذاب دردناک بھی خبردار بیشک اللہ تعالیٰ کا ہی ہے وہ سب کچھ جو آسمانوں اور زمین میں ہے
یا ان پر دردناک عذاب پڑے سن لو بیشک اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے
قَدْ يَعْلَمُ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ ؕ وَيَوْمَ يُرْجَعُوْنَ
بیشک جانتا ہے وہ اللہ تعالیٰ اس حالت کو تم جس پر ہو اور جانتا ہے اس دن کو بھی کہ جب لوٹائے جائیں گے

بیشک وہ جانتا ہے جس حال پر تم ہو اور اس دن کو جس میں وہ اس کی طرف پھیرے جائیں گے
اِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝۶۴ ع
سب لوگ اس کی طرف تو بتادے گا وہ اللہ ان لوگوں کو وہ سب جو انہوں نے کیا اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے
تو وہ انہیں بتادے گا جو کچھ انہوں نے کیا اور اللہ سب کچھ جانتا ہے

تعلقات

ان آیات پاک کا پچھلی آیات پاک سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آیت پاک میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کی محفل پاک کا ایک ادب واحترام صحابہ کرام کو بتایا سکھایا۔ اب ان آیتوں میں محفل نبوی وحاضر بارگاہی کا دوسرا عظیم الشان بے مثلیت نبوت سمجھانے والا قانون ادب واحترام سکھایا بتایا جارہا ہے۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیات میں نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ کا ادب واحترام کرنے والوں کی شان وثواب بتایا گیا۔ اب ان آیتوں میں ادب نہ کرنے والوں کی مصیبت وعذاب کا ذکر فرمایا گیا۔ **تیسرا تعلق:** پچھلی آیت کریمہ میں فرمایا گیا کہ نبوت ورسالت کا ادب کرنے والوں کے لئے رب تعالیٰ غفور ورحیم ہے اے نبی ان پیاروں کے لئے آپ مغفرت مانگا کریں۔ اب ان آیتوں میں فرمایا جارہا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے گستاخوں کے لئے ہر حرکت کا علیم اللہ تعالیٰ ہے قیامت میں اللہ تعالیٰ ان مردودوں کو ان کے اعمال کی ایسی خبر دے گا کہ تا ابد یاد کریں گے وہاں ان کی سب اکڑیں ٹوٹ جائیں گی۔

تفسیر نحوی

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ۔ لَا تَجْعَلُوْا باب فَتَحَ کا فعل نہی حاضر معروف صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اس کا فاعل اَنْتُمْ ضمیر صیغہ پوشیدہ جس کا مرجع ہے اَلْمُؤْمِنُوْنَ اور مراد ہیں تا قیامت مسلمان مرد وعورتیں۔ جَعْلٌ سے مشتق ہے ترجمہ بنانا، مراد سمجھنا اور اختیار کرنا۔ دُعَآءَ اسم حاصل مصدر بمعنی پکار یعنی امتیوں کی عرض فریاد یا ندائیہ خطاب اور نبی کریم ﷺ کا بلاوا۔ یہ لفظ دعا دونوں صورتوں کو شامل ہے۔ یہ مضاف ہے۔ الرَّسُوْلِ مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مفعول بہ ہے لَا تَجْعَلُوْا کا۔ بَيْنَ اسم ظرفیہ مکانیہ بمعنی درمیان آپس میں یہ مضاف ہے کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر نفسی ترجمہ ہے اپنے درمیان، اپنے آپس میں۔ یہ ضمیر مضاف الیہ مرکب اضافی ظرف ہے لَا تَجْعَلُوْا کا۔ کَ حرف جر برائے تشبیہ دُعَآءَ اسم مصدر مضاف۔ بَعْضِ اسم جزئی تبعیضی مضاف کُمْ مضاف الیہ۔ یہ مرکب اضافی فاعل مضاف الیہ ہے بَعْضًا مفعول بہ ہے دعاءِ مصدر مضاف اپنے فاعل مضاف الیہ اور مفعول بہ سے مل کر شبہ جملہ ہو کر مجرور ہے کاف جارہ سے یہ جار مجرور مل کر متعلق ہے لَا تَجْعَلُوْا کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ قَدْ حرف تحقیق۔ لفظ قَدْ کی تین قسمیں ہیں اور آٹھ معنی میں آتا ہے یہ۔ ۱۔ اسم فعل بھی ہوتا ہے۔ ۲۔ اسم بھی اور۔ ۳۔ حرف بھی اور۔ ۱۔ قَدْ بمعنی کافی ہے۔ ۲۔ قَدْ بمعنی ماضی قریب۔ ۳۔ قَدْ تقلیلیہ بمعنی کبھی۔ ۴۔ قَدْ تکثیریہ بمعنی اکثر۔ ۵۔ قَدْ توقّعی و۔ ۶۔ ترجی بمعنی

امید و شاید۔ ۷۔ قَدْ تحقیقیہ بمعنی بیشک یقیناً یہاں اسی معنی میں ہے۔ ۸۔ قَدْ تاکید یہ بمعنی اَلْبَتّٰہ بیشک۔ اس قَدْ پر لام تاکید ضرور آتا ہے جیسے کہ لَقَدْ۔ یَعْلَمُ فعل مضارع مثبت معروف اللہ اس کا فاعل۔ اَلَّذِیْنَ اسم موصول۔ یَتَسَلَّلُوْنَ۔ بابِ تَفَعُّلٌ کا مضارع مثبت معروف صیغہ جمع مذکر غائب اس کا مصدر ہے تَسَلُّلٌ سَلَلٌ مضاعف ثلاثی سے بنا ہے اس کا ترجمہ ہے چپکے سے نکل بھاگنا تَسَلُّلٌ کا ترجمہ ہے ایک دوسرے کی آڑ لے کر کھسکنا۔ اسی سے ہے اِسْتِلَالٌ بمعنی تلوار سونتنا۔ نشانہ لینا چپکے سے سرین کے بل سرکنے والا بچہ سَلِیْلٌ اور بچی سَلِیْلَۃٌ۔ نسل انسانی و حیوانی کو سَلَالَۃٌ اور خلاصہ کلام کو سَلَالٌ کہا جاتا ہے کیونکہ ان سب میں آہستگی سے کھسکنا پایا جاتا ہے۔ مِنْکُمْ یہ جار مجرور متعلق ہے یَتَسَلَّلُوْنَ کا اس کا فاعل ھُمْ ضمیر صیغہ ذوالحال ہے۔ لِوَاذًا بابِ مفاعلہ کا دوسرا مصدر مزید فیہ۔ مُلَاوَذَۃٌ سے ہے مُلَاوَذَتٌ کا ترجمہ ہے ایک دوسرے کی آڑ لینا اور لِوَاذًا کا ترجمہ ایک دوسرے کو آڑ دینا، دلوانا، بھاگنے بھگانے میں سہارا بننا۔ لَوْذٌ سے بنا ہے بمعنی کسی جاندار یا بے جان چیز کی آڑ میں چھپنا۔ اسی سے ہے مَلَاذٌ اسم ظرف مکانی بمعنی جا و پناہ اور مِلْوَذٌ۔ اسم آلہ بمعنی چھپنے کی چیز پردہ وغیرہ بابِ نَصَرَ کا دوسرا مصدر لِیَاذًا ہے۔ لِوَاذًا حال ہے یَتَسَلَّلُوْنَ کے فاعل کا۔ وہ سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صلہ ہے اَلَّذِیْنَ کا۔ موصول صلہ مل کر مفعول بہ ہے یَعْلَمُ کا وہ فعل فاعل مفعول مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو گیا۔ فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِہٖٓ اَنْ تُصِیْبَھُمْ فِتْنَۃٌ اَوْ یُصِیْبَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۶۳﴾ اَلَآ اِنَّ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ قَدْ یَعْلَمُ مَآ اَنْتُمْ عَلَیْہِ ؕ وَ یَوْمَ یُرْجَعُوْنَ اِلَیْہِ فَیُنَبِّئُھُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۶۴﴾۔ فَ حرف زائدہ بیانیہ لِیَحْذَرَ۔ بابِ فَتَحَ کا فعل امر غائب معروف حَذَرٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے بچنا، ڈرنا، صیغہ واحد مذکر غائب برائے جمع کیونکہ اس کا فاعل ظاہر اسم اَلَّذِیْنَ جمع ہے۔ یُخَالِفُوْنَ۔ بابِ مُفَاعَلَۃٌ کا مضارع مثبت معروف صیغہ جمع مذکر غائب اس کا مصدر ہے مُخَالَفَۃٌ۔ خلف سے مشتق ہے ترجمہ ہے نافرمانی کرنا، پیچھے رہنا۔ اس کا فاعل ضمیر صیغہ عَنْ اَمْرِہٖ۔ مرکب اضافی جار مجرور متعلق ہے یُخَالِفُوْنَ کا یہ فعل فاعل متعلق مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہے اَلَّذِیْنَ کا وہ موصول صلہ مل کر فاعل ہے لِیَحْذَرْ کا۔ اَنْ ناصبہ۔ تُصِیْبَ۔ باب افعال کا مضارع مستقبل مثبت معروف صیغہ واحد مؤنث غائب۔ اس کا مصدر ہے اِصَابَۃٌ صَیْبٌ سے بنا ہے دراصل ہے اِصْیَابٌ۔ اسی سے ہے مُصِیْبَتٌ بمعنی لگنا، پڑنا، پہنچنا۔ ھُمْ ضمیر مفعول بہ فِتْنَۃٌ۔ اسم مفرد جامد نکرہ عمومی لغوی ترجمہ ہے آزمائش تکلیف مراد ہے دنیوی خمیازہ بھگتنا یعنی برائی کا انجام و نتیجہ۔ یہ فاعل ہے تُصِیْبَ کا یہ فعل فاعل مفعول مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ اَوْ حرف عطف تخییری بمعنی یا یہ، یا یہ، یا یہ بھی ہے، یا یہ بھی نہیں۔ خیال رہے کہ تخییر دو قسم کی ہوتی ہے۔ ۱۔ تخییر مَانِعَۃُ الْخُلُوِّ یعنی دو میں سے ایک ضرور ہو۔ دونوں ختم نہ ہوں یا دونوں ہوں۔ یہاں یہی تخییر ہے تُصِیْبَھُمْ اَوْ یُصِیْبَھُمْ اَوْ کِلَاھُمَا یعنی یہ بھی ہو یہ بھی ہو۔ ۲۔ مَانِعَۃُ الْجَمْعِ یعنی صرف ایک ہو دونوں نہ ہوں۔ یُصِیْبَ فعل ھُمْ مفعول بہ عَذَابٌ اَلِیْمٌ مرکب توصیفی فاعل ہے یُصِیْبَ کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہے تُصِیْبَ کے جملے پر دونوں عطف مل کر مفعول بہ ہے لِیَحْذَرْ کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو گیا۔ اَلَآ یہ اسم بسیط ہے۔ بعض نے کہا کہ اسم مرکب ہے ہمزہ سوالیہ اور لاءِ نفی سے مگر یہ قول غلط ہے لفظ اَلَآ عربی میں چار طرح مستعمل ہے۔ ۱۔ برائے تنبیہ متنبہ اور آگاہ کرنے کے لئے۔ یہاں اسی معنی میں ہے ترجمہ ہے خبردار۔

۲۔ برائے استفتاح یعنی کلام کو شروع کا مطالبہ کرنا۔ یہ دونوں آلَآ (تنبیہ اور استفتاح والے) جملہ اسمیہ وفعلیہ دونوں پر آجاتے ہیں۔ ۳۔ برائے عرض یعنی کسی چیز کو نرمی سے طلب کرنا اگر بڑے کی طرف سے ہو تو شفقت اور چھوٹے کی طرف سے ہو تو نرمی کا نام عاجزی ہوتا ہے۔ ۴۔ برائے تخصیص یعنی کسی چیز کا سختی سے مطالبہ کرنا۔ یہ دونوں قسمیں صرف جملہ فعلیہ پر آتی ہیں۔ اِنَّ حرف مشبہ لِلّٰهِ یہ جار مجرور متعلق ہے مَمْلُوْكٌ پوشیدہ اسم مفعول کا هُوَ ضمیر اس کا نائب فاعل یہ سب مل کر جملہ اسمیہ ہو کر اسم اِنَّ کا مَا موصول فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یہ مرکب جار مجرور ہو کر صلہ ہے۔ مَا کا موصول صلہ مل کر نائب فاعل ہے اسم مفعول مَوْجُوْدٌ پوشیدہ کا وہ اپنے نائب فاعل سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے اِنَّ کی وہ اسم خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ قَدْ حرف تحقیق يَعْلَمُ فعل مضارع حال اس کا فاعل هُوَ ضمیر صیغہ جس کا مرجع ہے اللہ تعالیٰ۔ مَا موصول اَنْتُمْ مبتدا عَلَيْهِ جار مجرور متعلق ہے قَائِمُوْنَ پوشیدہ اسم فاعل کا وہ اپنے فاعل ضمیر صیغہ اور متعلق سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر مبتدا دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو کر صلہ ہے مَا کا دونوں مل کر مفعول بہ ہے يَعْلَمُ کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو گیا۔ واؤ سر جملہ يَوْمَ اسم ظرف زمانی یہ ظرف مقدم ہے۔ يُرْجَعُوْنَ۔ باب ضَرَبَ کا مضارع مثبت مجہول صیغہ جمع مذکر غائب رَجْعٌ سے مشتق ہے بمعنی لوٹنا، لوٹایا جانا، رجوع کرنا پھر واپس جانا یا کیا جانا۔ اس کا نائب فاعل ضمیر صیغہ۔ اِلَيْهِ یہ جار مجرور متعلق ہے يُرْجَعُوْنَ کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ہے فَ عاطفہ يُنَبِّئُ۔ باب تفعیل کا مضارع مستقبل نَبَاٌ سے مشتق ہے اس کا مصدر ہے تَنْبِيْ ترجمہ ہے خبر دینا، آگاہ کرنا، جتلانا، بتلانا، اسی سے ہے نَبِيٌّ صفت مشبہ یعنی دنیا میں آخرت و برزخ کی خبر دینے والا اور زمین والوں کو آسمانوں کی خبر دینے والا۔ اسی کو غیب کی خبریں کہا جاتا ہے لہٰذا نبی کا ترجمہ ہے غیب کی خبریں دینے والا۔ اس کا فاعل ہے ضمیر صیغہ جس کا مرجع ہے اللہ تعالیٰ هُمْ ضمیر مفعول بہ بَ جارہ تعدیہ مَا اسم موصول عَمِلُوْا۔ فعل ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ جمع مذکر غائب اس کا فاعل ضمیر صیغہ یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہے مَا موصول صلہ مل کر مجرور ہو کر متعلق ہے يُنَبِّئُ کا۔ وہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہے يَوْمَ يُرْجَعُوْنَ کے جملے پر دونوں عطف مل کر جملہ عاطفہ ہو گیا۔ واؤ سر جملہ اللهُ مبتدا بِ جارہ كُلِّ شَيْءٍ مرکب اضافی مجرور متعلق مقدم ہے عَلِيْمٌ کا۔ عَلِيْمٌ صفت مشبہ اپنے پوشیدہ فاعل اور متعلق مقدم سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر مبتدا دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۶۳۔ اے مسلمانو! یہ قانون شریعت یاد رکھو کہ کسی حال کسی مقام و مرتبے کا کوئی بھی شخص ہو رسول اللہ کو بلانے فریاد کرنے اور پکارنے کو آپس میں ایک دوسرے کو بلانے کی طرح نہ سمجھو نہ بناؤ کہ عام الفاظ ذاتی نام عمومی صفات برادری کی نسبتوں قومی رشتوں خاندانی تعلقوں اور طریقوں سے نہ پکارنا نہ چیخ کر نہ دروازوں پر آواز لگا کر۔ خواہ تم دور ہو یا نزدیک۔ آنے کا سلام کرنا ہو یا جانے کی اجازت لینی ہو۔ سوال طلب کا ہو یا شرعی مسئلے کا۔ حیات طیبہ کا زمانہ ہو یا بعد وصل پاک بارگاہِ رسالت کے لیے یہ قانونِ شرعی و حکم الٰہی تا قیامت ہے۔ حجرۂ پاک ہو

یا مواجہہ شریف ہو بلکہ اندازِ قرآنی القابات ایمانی احترام عرفانی عظمت لاثانی نداء رحمانی کی مثل اور طریقہ ربانی کی طرح۔ یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ، یٰاَیُّهَا الرَّسُوْلُ کہہ کر ندا کرنا یا اس طرح کہنا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ، یَارَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ یَارَاحَةَ الْعَاشِقِیْنَ۔ مُرَادَ الْمُشْتَاقِیْنَ، یَاخَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ، یا مولیٰ یا آقا کہہ کر ہی پکارا کرنا۔ انتہائی ادب احترام سے نداء کرامت سے۔ یہ وہ شہنشاہی دربار ہے۔ آستانہ گہربار ہے جس کے آداب شاہی الفاظ ندائی رب تعالیٰ نے سکھائے۔ سورۃ حجرات آیت ۳ میں ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى۔ بیشک وہ لوگ جو رسول اللہ کی بارگاہ میں اپنی آوازوں کو بہت ہی دھیمی رکھتے ہوئے سلام وکلام عرض کرتے ہیں ان خوش نصیبوں کو اللہ تعالیٰ نے تقوے ربانی کے لئے چن لیا۔ اے لوگو یہ خیال مت کرنا کہ نبی کریم ہماری دھیمی آواز کو کیسے سن سکیں گے۔ خبردار ان کے سننے کو اپنے سننے کی مثل نہ سمجھنا۔ ہمارا نبی تو ہزاروں میل فاصلے سے تشہد کا سلام امتی بھی سن لیتا ہے حالانکہ وہ سلام اتنا آہستہ کہلوایا گیا ہے کہ ساتھ کا ساتھی نمازی نہیں سن سکتا۔ اسی لئے آہستہ پڑھوایا گیا تاکہ تاقیامت دنیا والوں کو ساعت نبوی کی بے مثل قوت کا ثبوت مل جائے اور منکر ومنافق بھی نبی کی ساعت کو جان لیں۔ اے مشرقیو، مغربیو! دور ونزدیک والو تم میرے حبیب سے فریاد والتجا کر کے تو دیکھو۔ ممکن نہیں کہ خیر بشر کو خبر نہ ہو۔ لَا تَجْعَلُوْا کا یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ ہمارے محبوب ومحمود کے بلاوے کو عام لوگوں کے بلاوے کی طرح نہ سمجھنا کہ دل چاہا تو آگئے نہ چاہا تو نہ آئے۔ یا آئے بھی تو منافقوں کی مثل بے دلی سے آئے چھپ چھپا کے بھاگ جائے خبردار ایسا منافقانہ مظاہرہ بھی نہ کرنا اور ان کے دیکھنے کو بھی اپنے جیسا دیکھنا نہ سمجھنا ہمارا نبی تو فرش مقیم سے عرش عظیم کو بھی دیکھ لیتا ہے وہ تو نمازِ کسوف میں جنت کا خوشہ بھی پکڑ لیتا ہے۔ بھلا منافقوں کی یہ چالبازیاں نگاہِ نبی سے کب چھپ سکتی ہیں۔ ان کے تو غلاموں کی شان یہ ہے کہ لوح محفوظ است پیش اولیاء۔ اسی لئے سورۃ انفال آیت ۲۴ میں ارشاد ہوا۔ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْ۔ اے ایمان والو جب بھی تم کو اللہ رسول اپنے پاس اپنے کسی ایسے کام کے لئے بلائیں جو تم کو ابدی زندگی بخش دے کہ روحانی بدنی قلبی، عقلی حیات مل جائے تو فوراً اپنے سب کام ضروری غیر ضروری چھوڑ کر بارگاہِ نبوی میں یہ عقیدہ رکھ کر حاضر ہو جاؤ کہ رسول اللہ کا بلانا اللہ تعالیٰ کا بلانا اور خدمت نبوی کی حاضری عرش پر جانا ہے اور اے لوگو نبی کی دعا و بددعا کو بھی اپنی دعا بددعا کی طرح نہ سمجھنا۔ نبی کی دعاء محبت تو صدیق وفاروق، عثمان، علی رضی اللہ عنہم اور عشرہ مبشرہ وَمُرَافِقَكَ فِی الْجَنَّةِ بنا دیتی ہے اور بددعاء غضب تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ اور وَّامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ بنا دیتی ہے۔ اور عتبہ بن ابی لہب کو شیر سے پھڑوا دیتی ہے لہٰذا دعائیں لینے کی اور بددعا سے بچنے کی تاقیامت تاعمر کوشش کرتے رہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نہ ان کی کوئی دعا رد فرماتا ہے نہ بددعا۔ غرض کہ اس آیت نے تین احکام بیان فرمائے نبی کو پکارنا، نبی کا پکارنا اور نبی کی دعا بددعا کی قوت وقبولیت۔ ندا کی اٹھارہ قسمیں ہیں۔

۱۔ نداء کرامت۔ ۲۔ نداء ولایۃ۔ ۳۔ نداء علامت۔ ۴۔ نداء حقارت۔ ۵۔ نداء مقبول۔ ۶۔ نداء مردود۔ ۷۔ نداء محبوب۔ ۸۔ نداء مسعود۔ ۹۔ نداء محمود۔ ۱۰۔ نداء خیر۔ ۱۱۔ نداء غیر۔ ۱۲۔ نداء کبیر۔ ۱۳۔ نداء صغیر۔ ۱۴۔ نداء فقیر۔ ۱۵۔ نداء ظالم۔ ۱۶۔ نداء مظلوم۔ ۱۷۔ نداء کلامی۔ ۱۸۔ نداء اشارہ۔ بیشک اللہ تعالیٰ جانتا ہے ہر قسم کے چالباز منافق کو خواہ دو، دو ہو

کر بھاگیں محفل نبوی سے یا کسی اجازت پانے والے جاتے ہوئے مخلص مسلمان کی آڑ میں بھاگیں یا کسی دیوار کی آڑ لے کر بھاگیں۔ ایسے چالبازوں اور حکم نبوی کی مخالفت کرنے والوں کو ڈرنا چاہئے اس ہلاکت ذلت آفت ناگہانی سے جو دنیا میں فتنہ بن کر ان کو پہنچے یا آخرت میں عذاب دردناک بن کر۔ دنیوی فتنے کی چھ صورتیں۔ ۱۔ قتل غزوات۔ ۲۔ ہولناک تباہ کن زلزلے۔ ۳۔ کفر منافقت ظاہر ہونے کی ذلت۔ ۴۔ دلوں پر مہر لگ جانا۔ ۵۔ ظالم حکام کا مسلط ہونا۔ ۶۔ شکست کی ذلت ملنا۔ محفل نبوی میں چار قسم کے لوگوں کی حاضری ہوتی تھی۔ ۱۔ اکثر وہ صحابہ کرام جو کسی بھی بلاوے پر حاضر ہوتے تو دوران مجلس محفل سے باہر یا واپس ہرگز نہ جاتے۔ جب تک محفل برخاست نہ ہوتی۔ ۲۔ اور کبھی کچھ مخلصین شدید ضرورت سے مجبور ہو کر اجازت لے کر چلے جاتے مگر ضرورت پوری کر کے واپس آ جاتے۔ ۳۔ کچھ منافقین حاضری لگوا کر بیٹھتے پھر چھپ کر نکل بھاگتے۔ ۴۔ اور کچھ منافقین جھوٹے بہانے بنا کر اجازت مانگتے اور ملنے پر تیزی سے نکل بھاگتے اور کچھ مجبوراً پھنسے پھنسائے آخر تک بیٹھے رہتے مگر سخت تنگ دلی سے ایسا جہاد کی مشاورتی محفلوں میں زیادہ ہوتا۔ ان ہی چار قسم کے حاضرین کا ذکر ان آیتوں میں فرمایا گیا دو گروہ مخلصین کے دو منافقین کے اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قَدْ يَعْلَمُ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ ؕ وَ يَوْمَ يُرْجَعُوْنَ اِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ خبردار اے منافقو، مخالفو کیا تم یہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کی ہی ہے زمین و آسمانوں کی تمام موجودات مخلوقات خلقاً، ملکاً، عبیداً وہی قادر ہے بقاء و فنا پر وہی غالب ہے حیات و ممات پر بیشک جانتا ہے تمہارے ان تمام عظیم و کبیر حقیر و فقیر و قطمیر اعمال و اقوال کو جن پر تم ضد و غرور، تفور و سرور سے قائم ہو اور ایک دن ایسا آئے گا جب سب اچھے برے اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ تب بتا دے گا اللہ تعالیٰ ان کو ان کے تمام ان اعمال کا انجام خیر و شر جو وہ آج اپنی دنیوی زندگی میں کر رہے ہیں۔ ثواب کی بقا دے کر عذاب کی فنا دے کر اور اللہ تعالیٰ کائنات کے اولین و آخرین کی ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

ان آیتوں میں اختلافی اقوال

لَا تَجْعَلُوْا کے معنی میں دو قول۔ ۱۔ بعض نے کہا اس کا معنی ہے نہ بناؤ۔ ۲۔ بعض نے کہا نہ سمجھو۔ دُعَآءَ کے معنی میں تین قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا یہاں دعا کا معنی ہے نبی کریم ﷺ کو پکارنا۔ ۲۔ بعض نے کہا نبی کریم ﷺ کا کسی کو پکارنا۔ ۳۔ بعض نے کہا اس کا معنی ہے نبی کریم ﷺ کا اللہ تعالیٰ سے امتی کے لئے دعا یا کسی بدبخت کے لئے بددعا مانگنا۔ نبی کی دعا سے بڑی نعمت کوئی نہیں اور نبی کی بددعا سے بڑی مصیبت کوئی نہیں ہے۔ بَيْنَكُمْ کی قرأت میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ ہے۔ ۲۔ بعض کی قرأت دُعَآءَ الرَّسُوْلِ نَبِيِّكُمْ ہے۔ لِوَاذًا کی قرأت میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت لِوَاذًا ہے۔ ۲۔ بعض کی لَوَاذًا ہے۔ اس کے معنی میں دو قول۔ ۱۔ بعض نے کہا جہادوں سے فرار ہونا۔ ۲۔ بعض نے کہا جمعہ، عیدین و دیگر مشوروں سے بھاگنا یا آڑ لے کر یا بہانہ بنا کر۔ يُخَالِفُوْنَ کی قرأت میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت يُخَالِفُوْنَ ہے باب مفاعلة سے۔ ۲۔ بعض کی قرأت يُخَلِّفُوْنَ ہے باب تفعیل سے۔ عَنْ اَمْرِهٖ کے عَنْ میں دو قول۔ ۱۔ بعض نے کہا یہ زائدہ ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا یہ عَنْ بمعنی بَعْدَ ہے۔ جیسے کہ سورۃ کہف آیت ۵۰ میں فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ یعنی بَعْدَ اَمْرِهٖ۔ اَمْرِهٖ کے

شرعی مرتبے میں تین قول۔ ا۔احناف کے نزدیک امر وجوبی مراد ہے۔ ۲۔شوافع کے نزدیک وجوب، ندب، اباحت تینوں معنی میں مشترک ہے بیک وقت۔ ۳۔ شیعہ رافضی کہتے ہیں یہ امر چار معنی میں مشترک ہے چار معنی وجوب، اباحت، ندب اور تہدید یعنی جھڑک میں مگر یہ دونوں قول غلط ہیں۔ مشترک نہیں ہوسکتا (ازمظہری) اَمْرِهٖ کی ہ ضمیر کے مرجع میں دو قول۔ ا۔اکثر نے فرمایا اس کا مرجع لفظ رسول ہے۔ ۲۔بعض نے کہا مرجع اللہ تعالیٰ ہے عَذَابٌ کے معنی میں دو قول۔ ا۔اکثر نے فرمایا مراد ہے قبر حشر جہنم کی سزا۔ ۲۔بعض نے کہا مراد ہے دنیوی سخت سزا۔ یُرْجَعُوْنَ کی قرأت میں دو قول۔ ا۔اکثر کی قرأت یُرْجَعُوْنَ ہے مضارع مجہول۔ ۲۔بعض کی قرأت یَرْجِعُوْنَ۔ مضارع معروف عَلِیْمٌ کی قرأت میں دو قول۔ ا۔اکثر کی عَلِیْمٌ ہے۔ ۲۔بعض کی بَصِیْرٌ ہے۔

فائدے

ان آیتوں سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ **پہلا فائدہ:** جو شخص آقائے کائنات ﷺ کو یا آپ کے کسی حکم کو معمولی جانے وہ ملعون ہے کافر مطلق ہے (ازتفسیر صاوی) یہ فائدہ لَا تَجْعَلُوْا (الخ) سے حاصل ہوا۔ **دوسرا فائدہ:** نبی کریم آقائے کائنات حضور اقدس ﷺ کی نسبت والی ہر چیز کو اعلیٰ و بالا الفاظ سے ہی بولنا آداب ایمانی ہے لہٰذا کلام پاک کو ہمیشہ قرآن مجید، شہر مقدس کو مدینہ منورہ، مکہ مکرمہ احادیث کو حدیث مقدسہ، کمبل مبارک وغیرہ کے مہذب مؤدب الفاظ سے ہی یاد کرنا واجب ہے۔ کمبل شریف کو کملیہ اور شکل مقدس کو صورتیہ کہنا یا کسی کو مصغر کرنا، تصغیری لفظ بولنا یا صرف مدینہ یا مکہ یا قرآن یا حدیث کہنا سخت گستاخی، گناہ کبیرہ اور قابل سزا جرم ہے۔ یہ فائدہ دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَكُمْ کی پہلی تفسیر سے حاصل ہوا۔ ایک جاہل مولوی لفظ مُقَدَّس کو مُقْدَس کہتا ہے یہ اس کی جہالت اور مخالفت قرآن مجید ہے۔

احکام القرآن

ان آیتوں سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ:** تمام فقہاء فرماتے ہیں کہ عَنْ اَمْرِهٖ سے وجوبی امر ہی مراد ہے اور آقا ﷺ کا ہر حکم ماننا واجب ہے نہ ماننا حرام ہے، معمولی سمجھنا کفر ہے۔ یہ مسئلہ فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ کے فرمان شدید سے مستنبط ہوا۔ کیونکہ جھڑک اور وعید عذاب صرف ترک واجب پر ہوتی ہے۔ **دوسرا مسئلہ:** تین کام تاقیامت ہر مسلمان پر اشد حرام ہیں۔ اول: یہ کہ عام لوگوں کی مثل نبی کریم ﷺ کو بلانا۔ دوم: یہ کہ نبی کریم ﷺ کے بلاوے مقدس کو اہمیت نہ دینا معمولی سمجھنا۔ سوم: یہ کہ نبی کریم ﷺ کی دعا و بددعا کو معمولی سمجھنا۔ یہ مسئلہ آیت ۶۳ کے پورے مضمون سے مستنبط ہوا۔ آقا کی دعائیں اپنے غلاموں کے لئے اب بھی جاری ہیں۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ **پہلا اعتراض:** سنی علماء کہتے ہیں کہ نبی کی ہر دعا بددعا ضرور قبول ہوتی ہے اور دُعَآءَ الرَّسُوْلِ کے الفاظ قرآنی سے دلیل پکڑتے ہیں حالانکہ احادیث سے ثابت ہے کہ نبی پاک کی بھی بہت دعائیں نامنظور ہو جاتی ہیں جیسے کہ عام لوگوں کی۔ چنانچہ ایک صحیح حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک دعا مانگی تھی: اَللّٰهُمَّ اِنَّ اُمَّتِیْ لَا

يَضِيقُ بَاسَ بَعْضٍ فَمَنَعَهُ. یا اللہ میری امت میں سے کوئی مسلمان کسی مسلمان سے کوئی تکلیف نہ پائے، تو اللہ نے آپ کو اس دعا سے منع فرما دیا لہذا سنیوں کا مسلک غلط ہے (وہابی)۔ **جواب:** اہلسنت کا یہ عقیدہ قرآن وحدیث کی متعدد آیات و روایات سے ثابت ہے۔ چنانچہ سورۃ مریم آیت ۴ حضرت زکریا علیہ السلام کا قول منقول ہے: وَلَمْ أَكُنْ بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِيًّا ۝ ترجمہ:۔ یارب میں آج تک کبھی تجھ سے دعا مانگ کرنا کام نہ رہا۔ ثابت ہوا کہ ہر نبی کی ہر دعا قبول ہی ہوتی ہے۔ معترض نے جو حدیث پاک پیش کی وہ دعا کا رد نہیں بلکہ ممانعت ہے اور یہ ممانعت بھی محبوبیت ہے۔ دعا کی نامقبولیت یہ ہے کہ دعا مانگنے والے کو پتہ ہی نہ لگے کہ میری دعا کا کیا بنا۔ نہ تاخیر کی اطلاع نہ اُخروی ذخیرہ ہونے کی خبر نہ دعا سے منع کیا جائے نہ بدلہ دیا جائے۔ قبولیت دعا کی سات نوعیتیں ہیں: ۱۔ کبھی جلدی قبول۔ ۲۔ کبھی دیر سے۔ ۳۔ کبھی دعا کے بدلے دوسری نعمت کی عطا۔ ۴۔ کبھی بتا دیا جاتا کہ اس کا بدل آخرت میں۔ ۵۔ کبھی دعا کے بدلے امتی کو شفاعت سے نوازنا۔ ۶۔ کبھی دعا کے بدلے دنیا کا شر، مصائب دور فرما دینا۔ ۷۔ کبھی اس لئے منع فرما دینا کہ یہ تقدیر مبرم ہے اس کے لئے دعاء ہی نہ مانگو۔ **دوسرا اعتراض:** یہاں عَنْ أَمْرِهٖ میں عَنْ لانا بیکار ہے کیونکہ زائدہ ہے صرف أَمْرَهٗ فرمانا چاہئے تھا۔ **جواب:** یہ عَنْ زائد نہیں بلکہ عَنْ زوالیہ ہے بمعنی بَعْد اور بیکار نہیں بلکہ اس عَنْ سے تین چیزیں ظاہر فرمائی گئیں۔ ۱۔ منافقوں کی نوعیت مخالفت۔ ۲۔ مخالفت کا وقت۔ ۳۔ مخالفت کا طریقہ یعنی جب ہمارے رسول مکرم ان کو بلا لیتے ہیں اور وہ آ جاتے ہیں تب بعد میں وہ مخالفت واعراض کرتے اور محفل نبوی سے بھاگتے ہیں اور یہ حرکت زیادہ نقصان دہ ہے۔

تفسیر صوفیانہ

آیت ۶۲: عالم روحانیت عالم شریعت کی مثل ہے اس لئے راہِ طریقت کے وہی آداب ہیں جو راہِ شریعت کے ہیں کہ مرید طالب جب حاجت دنیوی کے لئے نکلنا چاہے تو مرشد سے اجازت مانگے۔ مرشد خواہ اپنے مکان میں ہو یا اپنے مزار میں۔ اگر دونوں جگہ کسی وقت نہ ہو تو حجرۂ مرشد یا مقبرۂ مرشد کے پاس جا کر اپنے قلب سے اس کے قلب کی طرف تصور سے متوجہ ہو اور مرشد کی روح سے اجازت مانگے حیات ہو یا وفات مکان و مزار نزدیک ہو یا دور کیونکہ مشارق و مغارب کے اولیاء ہر وقت سرکار کائنات ﷺ سے اجازتیں مانگتے بیعت اولیٰ والے بھی بیعت سلسلہ والے بھی لہذا اے مرید کبھی بھی خود کو مستقل و محتاج نہ سمجھو۔ بلا اجازت نہ جاؤ نہ مسند سجاؤ نہ سجادہ بناؤ نہ تکیہ لگاؤ جب تک کہ مسند خلافت نہ پاؤ اور دینی و دنیوی ہر عمل میں عادت متابعت بناؤ متابعت میں ہی تاثیر ہے شاگر دِ لائق اور مرید صادق وہی ہے جو خود کو دست شیخ میں اس طرح سپرد کر دے جس طرح کپڑا دست دھوبی میں جو مرید سرا پا جہراً شیخ کی مخالفت کرتا ہے وہ سچائی کی خوشبو کبھی نہیں پا سکتا نہ سیر ملکوتی کی سرعت نہ ورد عملی میں جرأت اذن مرشد میں تین برکتیں ہوتی ہیں: سرعت، نصرت، قدرت اگر کوئی عمل بلا اذن ہو جائے تو جلد معذرت کرنا واجب ہے تا کہ شیخ کامل استغفار سے کفارہ ادا کرے اپنے مرید کے لئے کیونکہ پیر کامل نبی کریم ﷺ کا نائب ہے اور مریدین آل وعیال ہیں اس لئے مرشد کو حکم ہے کہ اسْتَغْفِرْ لَهُمْ بخشش خطا مانگے مریدوں کے لئے۔ مریدوں کو حکم ہے کہ اپنے اوقات اعمال رضاء شیخ میں خرچ کرے اور تمام احوال میں مرشد کی موافقت کرے۔ طریقت کے چار قدم: متابعت، مطابقت،

اطاعت، مشابہت، مجاہدے کی ریاضت، مراقبے کی عبادت، مکاشفے کی شہادت لباس معرفت ہے۔ ابوعثمان علیہ الرحمۃ نے چار نصیحتیں فرمائی ہیں۔ ۱۔ دینی اجتماع پر ہمیشگی کرو۔ ۲۔ اکابر کی مخالفت سے بچو۔ ۳۔ شریعت کی اطاعت میں بھی مرشد کی اجازت حاصل کرو۔ ۴۔ ہر مرد کو حضور شیخ میں مثل اَعْمٰی اَعْرَج و مریض ہونا چاہئے۔ ابتدائی مرید محتاج ہے ان کی امداد کسب مجاہدہ ہے غیر مقلد بننا شریعت میں بھی حرام ہے طریقت میں بھی۔ ان نصیحتوں پر جن کا عمل مکمل ہوگا ان کی محنت عمل انشاء اللہ تعالیٰ ضائع نہ ہوگی اے بندرحمت سے ناامید نہ ہونا اگرچہ دیر ہوجائے بارگاہ کبریائی میں ہر مطیع کا حصہ وصولیت ہے طالب کو مایوسی منع ہے کیونکہ ہر سیاہی میں بھی سفیدی کی کرن ہوتی ہے جیسے کہ گرم راکھ میں چنگاری اگر سو کام بھی پورے نہ ہوں تب بھی ناکامی کی جلن میں نہ جل بلکہ دروازہ کھٹکھٹا تا رہ ہوسکتا ہے کبھی کھل جائے۔ کون کھڑا در بار ہمارے کبھی تو آقا پوچھیں گے۔ اگرچہ ابواب شفاعت کثیر ہیں مگر جب ایک سے مردودیت ہوجائے تو سب سے دھتکار ہی ملتی ہے۔ اے بندے دروازہ ایک ہی ہونا چاہئے اس کو کھٹکھٹانا بار بار چاہئے۔ کیا تو نے نہ دیکھا کہ جس کو بارگاہ نبوت سے مردودیت ملی اس کو کہیں سے بھی مقبولیت نہیں مل سکی۔ جس بدبخت نے اجازت رسول اللہ کو چھوڑا وہ سب سعادتوں سے محروم رہا اس کو کسی بھی ورد کی اجازت و محنت مفید نہیں کیونکہ جب ایک آئینے میں شکل گندی نظر آئے تو سب آئینوں میں گندی ہی ہوتی ہے۔ روحانیت کے گیارہ دروازوں پر اذن مرشد کی ضرورت ہوتی ہے۔ ۱۔ باب مجاہدہ۔ ۲۔ باب مراقبہ۔ ۳۔ سفر جلوت۔ ۴۔ حضر خلوت۔ ۵۔ فتنہ مال کثیر۔ ۶۔ طلب عزت کا وبال۔ ۷۔ قبولیت خلق کا شوق۔ ۸۔ خواہش نکاح۔ ۹۔ امراء وزرا کے دروازوں پر حاضری کا ذوق۔ ۱۰۔ باب رحمت خدا بوسیلہ اولیاء۔ ۱۱۔ بلاو دنیوی سے حفاظت کا دروازہ۔ یا اللہ ہمیں دولت قبولیت عطا فرما اور ذلت مردودیت سے بچا۔

تفسیر صوفیانہ

آیت ۶۳، ۶۴۔ اے طالبین معرفت! رسول اللہ کی آواز ہدایت کو اپنی آواز کی مثل نہ سمجھو کیونکہ تمہاری آوازیں راستہ دکھاتی ہیں مگر صداء نبوی کی ہدایت منزل مطلوب تک پہنچاتی ہے۔ سب ہادی بارگاہ کبریائی تک بھیجنے والے مگر نبی مکرم بلانے والے دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ۔ تم سب ہادی چراغ راہ ہو۔ نبی مکرم شمع محفل ہیں سِرَاجًا مُّنِيْرًا ہیں۔ بیشک جانتا ہے اللہ تعالیٰ ان عیارین کو جو بھیس بدل کر لبادۂ تصوف پہن کر تمہارے ہمراہی سفر بنے ہوئے ہیں ان کو راہ طریقت حقیقت کی راحتیں پسند ہیں ریاضتیں مشقتیں ناپسند ہیں۔ نہ مراقبے کی چاہت، نہ مشاہدے کی حاجت، سجادگی کی آڑ، پیرزادگی کا سہارا، صاحبزادگی کا بھروسہ لے کر مجاہدے سے بچنے کے لئے میدان عمل سے بھاگتے ہیں۔ انہیں چاہئے کہ ڈریں اس دن سے جب کہ پہنچے ان کو حجاب بارگاہ کا فتنہ یا لگے ان کو محرومی منزل کی نار فراق وعذاب الیم۔ اس فرار کے پانچ وبال۔ ۱۔ نعمت روحانی کا خاتمہ۔ ۲۔ نور قلبی کا بجھنا۔ ۳۔ قساوت کا میل جمنا۔ ۴۔ عقل پر شقاوت کا چڑھنا۔ ۵۔ ظلمت انکار کا چھا جانا نہ معرفت کا وصول نہ معرفت کا حصول، نہ محنت قبول، دل پر مہر، بدن پر قہر، یہ بھی کیا بری زندگی ہے جو موت سے بدتر۔ یَا اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ غَيْرُكَ وَلَا يُرْجٰى اِلَّا خَيْرُكَ۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں اور تیری ذات کریم سے صرف خیر کی ہی امید ہے۔ ہم کو راہ سلوک میں منزل پر چلنے کی

استقامت سعادت عطا فرما اور آوارہ ذہنی کے تَسَلُّلْ اور دریدہ عینی کے لِوَاذًا سے بچا۔ خبردار بے شک اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو کچھ قرب کے آسمانوں و بعد کی زمین میں ہے اور جانتا ہے دنیا عقبیٰ کی دولتوں کو اے بدمستو! تم کو جانتا ہے کہ تم دولتوں سے دل لگاتے ہو اور اللہ تعالیٰ سے منہ موڑتے ہو۔ حقارت سے ہٹا دیتا ہے اللہ تعالیٰ ایسے بروں کو دنیا کی رنگینیوں میں پھنسا کر اور بحر و حجاب کے عذاب الیم میں پھنسا کر اور جانتا ہے ان تمام اعمال سیاہ کو جن میں تم پڑے ہوئے ہو اور جس دن لوٹائے جائیں گے وہ عیاران طریقت جو اپنے جبہ و دستار منبر و محراب کو دنیا سازی آوارہ مزاجی کا ذریعہ بناتے ہیں تعلقات غیر اللہ کی زنجیروں میں جکڑے ہو کر تب بتائے گا ان کو خیر کی مقدار کا ثواب قُرب اور شر کی مقدار کا عذاب بُعد اور اللہ تعالیٰ ہر قول نقیر و فعل قطمیر کو جاننے والا ہے جو دنیا کے صغیر و کبیر، شریر و امیر، حقیر و فقیر، وزیر و امیر نے عمل کئے۔ صوفیاء کے نزدیک نداء حقیقت کی سات قسمیں۔ ۱۔ عابدین کے لئے نداء ولایت۔ ۲۔ عارفین کے لئے نداء کرامت۔ ۳۔ عاشقین کے لئے نداءِ عزت۔ ۴۔ ہر امت دعوت کے لئے نداء علامت۔ ۵۔ امت اجابت کے لئے نداء امانت۔ ۶۔ فساق کے لئے نداء ندامت۔ ۷۔ منکرین طریقت و منافقین عبرت کے لئے نداء حقارت۔ ادب نبوت سے ادب ربانی، ادب اولیاء اللہ سے معرفت نبوت اور معرفت نبی سے معرفت الٰہی ملتی ہے۔ احترام علماء سے ایمان و عمل نصیب ہوتا ہے کیونکہ اطاعت میں شریعت ہے۔ حقیقت میں معرفت ہے اتباع میں محبت ہے اور محبت سے ہی ادب ہے لہٰذا اے طالبین معرفت طریقت کبریا کی اتباع کرو ورنہ یا کثرت دنیا کے وبال وفتنوں میں گر جاؤ گے یا نفرت الٰہی کے عذاب الیم میں گر جاؤ گے۔ فتنہ و عذاب کے سات خطرے ہیں۔ ۱۔ بروں کی محبت ملنا۔ ۲۔ مخالفین انبیاء کی دوستی و قربت ملنا۔ ۳۔ اولیاء اللہ سے دشمنی۔ ۴۔ اللہ رسول کے دشمنوں کی عقیدت ملنا۔ ۵۔ حق کی مخالفت۔ ۶۔ اہل دنیا کی بھیڑ۔ ۷۔ دولت حرام کے حصول میں کثرت و رغبت و آسانی۔ حلال اشیاء سے بے رغبتی و بے قناعتی یہی فتنہ عظیم سب فتنوں کی جڑ ہے اس سے مسلمان غافل ہیں۔ دنیا عوام کے لئے فتنہ ہے خواص کے لئے بلا ہے۔ اہل اللہ کے لئے وبال جان ہے، اہل معرفت کے لئے عذاب الیم ہے۔ فتنہ ماخوذ ہے، بلا مَغْفُوٌّ ہے، وبال مردود ہے۔ عذاب مقبوح ہے جو بندہ جس فتنے سے بچ گیا وہی مَثَابٌ ہے۔ اہل اللہ پر تعلق غیر اللہ حرام لذت دنیا ہو یا طمع آخرت لیکن بقاء اخروی کے لئے تعلق دنیا ضروری ہے کیونکہ تعلق دنیا سے بقاء اُخروی اور بقاء اُخروی سے قرب الٰہی دیدار مصطفائی۔ صوفیاء فرماتے ہیں: مَا اَلْهٰكَ عَنْ مَوْلَاكَ فَهُوَ دُنْيَاكَ. وَمَا اَلْهٰكَ عَنْ دُنْيَاكَ لِمَوْلٰكَ فَهُوَ عُقْبٰكَ. یعنی اے بندے جو چیز تجھے غافل کر دے تیرے مولیٰ تعالیٰ سے وہ تیری دنیا ہے اور جو چیز تجھے غافل و بے پرواہ کر دے تیری دنیا سے طلب مولیٰ کے لئے وہ تیری عقبیٰ و عاقبت ہے۔ عاقل پر واجب ہے کہ تعلقات دنیوی کی رسی کاٹ دے اور صفات وحدت سے جڑ جائے اور جزاء مکافات کے دن سے پہلے فکر کرے امر کا۔ حساب کرے عمل عتاب کرے نفس کا۔ اس زندگی کی فکر نہ کر کہ اس کو فنا کی ممات ہے۔ اس زندگی کی فکر کر جس کو بقا کی حیات ہے اللہ تعالیٰ ہی علیم ہے ولو دور جوع کا اختیار و اضطرار سر و جہر کا مبارک ہے وہ بندہ جس نے مراقبہ عمر کا مشاہدہ کر لیا اور خاتمہ و انجام کا ملاحظہ کر لیا۔ ماسوا اللہ میں مشغولیت فتنہ ہے اور اللہ تعالیٰ سے دوری عذاب الیم ہے۔ خبردار بیشک اللہ تعالیٰ کا ہی ہے جو قلوب ملائکہ کے آسمانوں میں خزانہ رحمۃ ہے اور جو اہل محبت کی زمین سینہ میں وجودِ معرفت کا

دفینہ ہے اور اللہ تعالیٰ ہی جاننے والا ہے قلوب مقبولین کے ان پوشیدہ اسرار و مخفی حالات کو جو شوق و محبت کی واردات میں ہیں۔ پس جزا دے گا ان کو کشف مشاہدات کے دن اور اجر دے گا ان تمام مصائب کا جو ایام فراق میں ان پر گزریں اور حسن کرم سے رفع حجاب کی ابدی معذرت قبول فرمائے گا۔ اللہ والوں کو پانچ قسم کے لوگوں سے بچنا چاہئے۔ ۱۔ جھوٹوں سے کیونکہ ان کی محفل فریب ہے۔ ۲۔ بیوقوفوں سے ان کی قربت میں نقصان ہے۔ ۳۔ کنجوسوں سے ان کے پاس رہنے سے وقت برباد ہے۔ ۴۔ بزدلوں سے وہ مصیبت میں ساتھ چھوڑ دیں گے۔ ۵۔ فاسقوں سے کیونکہ ان کی دوستی جہنم کا راستہ ہے بہترین بندہ وہ ہے جس کو ملے تو بانٹے نہ ملے تو شکر کرے۔ سب سے بہتر شکر نبی کریم ﷺ کی اطاعت امر میں اور اتباع عمل میں کرنا ہے اللہ توفیق دے۔ بحمد اللہ تعالیٰ آج بروز منگل بوقت ظہر مؤرخہ ۲۰۰۱ء/۸/۲۸ مطابق ۸ر جمادی الآخر ۱۴۲۲ھ۔ سورۃ نور کی تفسیر و تالیف مکمل ہوئی۔ ماخوذات، تفسیرات۔ ۱۔ کبیر۔ ۲۔ معانی۔ ۳۔ قرطبی۔ ۴۔ مظہری۔ ۵۔ روح البیان۔ ۶۔ خازن۔ ۷۔ مدارک۔ ۸۔ ابن عباس۔ ۹۔ بیضاوی۔ ۱۰۔ طبری۔ ۱۱۔ صاوی۔ ۱۲۔ جلالین۔ ۱۳۔ نیشا پوری۔ ۱۴۔ ابن عربی۔ ۱۵۔ تفسیر فتح القدیر۔ ۱۶۔ عرائس البیان۔

سورۃ الفرقان کا مختصر تعارف

۱۔ اس اٹھارہویں پارے کا نام قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ ہے۔ اس پارے کی تیسری اور آخری سورت اَلْفُرْقَانَ ہے۔ اس پارے میں اس سورۃ کے صرف دو رکوع ہیں۔ جن کی بیس آیتیں اس پارہ ۱۸ میں ہیں۔ اس سورہ کا نام اَلْفُرْقَانَ اس کی پہلی آیت تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ کے لفظ فرقان سے لیا گیا ہے۔ فرقان کا معنی تفریق اور فرق کرنے والا۔ اس سورۃ کا اگلا تمام مضمون بھی جگہ جگہ مومن، منافق اور کافر کے درمیان دنیا و آخرت کی حیات اور دینی دنیوی مقامات، حالات کا فرق بتارہا ہے اور ہر قول و فعل میں تفریق کی تعلیم دے رہا ہے اس اعتبار سے بھی رب تعالیٰ نے اس سورت کا نام فرقان رکھا۔ خیال رہے کہ قرآن مجید کا نام بھی فرقان حمید ہے اور یہاں پہلی آیت تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ میں فُرقان کے لفظ سے پورا قرآن مجید ہی مراد ہے۔ قرآن مجید میں لفظ فرقان تقریباً سات جگہ ارشاد ہوا ہے ان میں سے تین جگہ قرآن مجید کو فرقان فرمایا گیا ہے اس کے علاوہ قیامت کو توریت و انجیل کو بھی فرقان فرمایا گیا ہے۔ احادیث و آیات میں تقریباً پچاس (۵۰) نام قرآن مجید کے بیان ہوئے ہیں اور یہ سب نام اللہ تعالیٰ نے خود رکھے ہیں۔ ۲۔ اس سورت میں تا قیامت تمام مسلمانوں کو یہ تعلیم دی جارہی ہے کہ ہر مومن متقی مسلمان اپنی ہر عادت کو عبادت بنالیں اور ہر عبادت کو دنیا کے ہر کافر، منافق، بدعقیدہ فرقے سے علیحدہ کرلیں کیونکہ کافر، منافق، بدعقیدہ فرقے کی ہر عادت عبادت باطل ہی باطل اور شیطانی ملاوٹ ہے۔ اگرچہ نام و نمود شکل و مشابہت میں عبادت نظر آتی ہو۔ اسی لئے قرآن مجید کی ہدایت ہے کہ صرف تعلیم قرآن سے ہی اللہ رسول، توحید و رسالت عادت و عبادت کو مانیں اور قرآن مجید کی پوری تعلیم عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَهْدِیِّیْنَ کے ارشاد نبوی میں ہے۔ اگر کوئی مسلمان اس تعلیم نبوی کو چھوڑ دے اور کتابوں، تفسیروں پر ہی بھروسہ کرلے تو ابلیس کے پھندے سے نہیں بچ سکتا کیونکہ باطل فرقوں نے تو اپنی نماز، اذان اور کلمے کو بھی اپنی مرضی و شیطٰن کی غرضی سے بدل ڈالا۔ ۳۔ یہ پوری سورۃ فرقان ہجرت سے پہلے مکہ مکرمہ میں نازل فرمائی گئی اس میں چھ رکوع ستتر (۷۷) آیتیں ہیں۔ آٹھ سو بانوے (۸۹۲) الفاظ اور تین ہزار سات سو تین (۳۷۰۳) حرف ہیں۔ اس کی ستاون آیتیں چار رکوعوں کے اندر اگلے پارے ۱۹ میں ہیں۔ یہ تفسیر نعیمی چونکہ پارے پارے کی ہے اس لئے مندرجہ ذیل آئندہ سطور و صفحات میں صرف ان بیس (۲۰) آیات کی تفسیر عرض کریں گے جو اس پارہ نمبر ۱۸ میں ہیں۔ ۴۔ اس سورۃ فرقان میں چھ چیزیں بیان فرمائی گئیں۔ **پہلی:** یہ کہ قرآن مجید کا نظام ابدی اور عالمگیر ہے جو حیات انسانی کے لئے مکمل ہے۔ **دوم:** یہ کہ توحید باری تعالیٰ کا ذکر اور پہچان کہ توحید وہی معتبر اور سچی ہے جو تعلیم نبوت اور انبیاء کرام علیہم السلام پر ایمان لانے سے حاصل ہو۔ ایمان انبیاء علیہم السلام کے بغیر سب کچھ تلبیس ابلیس ہے۔ **سوم:** اس سورۃ میں رسالت کا بھی تعارف کرایا گیا ہے اور فرمایا گیا کہ عرفان کے لئے ایمان، ایمان کے لئے توحید، توحید کے لئے رسالت، رسالت کے لئے قرآن، قیامت، مَلٰٓئِكَةُ کا

ماننا ضروری ہے۔ ۵۔ یہ سورۃ فرقان بھی وقفے وقفے سے تھوڑی تھوڑی آیتیں آیتیں ہو کر نازل ہوئی مگر اس کی سب آیات مکی ہیں۔ ۶۔ قرآن مجید کی تمام سورتوں کی طرح اس سورۃ کا پچھلی سورتوں سے ربط اور تعلق ہے اور اس کی ہر ہر آیت کا بھی آپس میں رابطہ ہے یہ ربط و تعلق فصل تعلقات میں بیان کیا جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ ۷۔ اس سورۃ فرقان کا نمبر تلاوت پچیس (۲۵) ہے۔ یہی نمبر ازلی قدیمی اور لوحِ محفوظ پر و جلد قرآن مجید میں مکتوب ہے۔ ان ہی نمبروں سے ترتیب تلاوت چلتی ہے۔ اس ترتیب کی مخالفت سے تلاوت کرنے والا گناہگار ہو جاتا ہے۔ اس ترتیب کو ترتیل کہا جاتا ہے۔ انہی ترتیمی نمبروں سے سورتوں، آیتوں کے رابطوں اور سیاق و سباق کے تعلقات کا پتہ لگتا ہے۔ یہ ترتیب تلاوت کے نمبر پچھلی سابقہ کتب الٰہیہ کی سورتوں میں بھی تھے یعنی توریت، زبور، انجیل میں۔ ۸۔ اس سورۃ فرقان کا نمبر نزول بیالیس (۴۲) ہے۔ قرآن مجید کی ہر سورت کا نمبر نزول قرآن مجید کی خصوصیت ہے پچھلی کتب الٰہیہ میں کسی بھی سورت کا نمبر نزول نہ تھا۔ نمبر نزول سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں: ۱۔ اولاً، یہ کہ یہ سورت کب، کہاں اور کیوں نازل فرمائی گئی اور یہ کہ سورۃ مکی ہے یا مدنی۔ ثانیاً، یہ کہ اس سورت میں کتنے اور کیا کیا اور کس کے لئے مضامین ہیں۔ چنانچہ اس سورۃ فرقان میں چھ مضامین بیان فرمائے گئے جن میں سے اس پارہ ۱۸ کے دو (۲) رکوع یعنی بیس (۲۰) آیات کی تفصیلی وضاحت ہم ابھی مندرجہ ذیل سطور میں مختصر تفسیر کے طور پر بیان کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ ۹۔ اس سورۃ فرقان کی عبارت النص سے مسلمانوں کے لئے شریعت کے ظاہری تقریباً سولہ (۱۶) مسائل بیان فرمائے۔ جن کی تفصیل آئندہ بیان کی جائے گی انشاء اللہ تعالیٰ اور اس سورۃ کے استنباطی مسائل فقہیہ انشاء تعالیٰ آئندہ احکام القرآن کی فصل میں بیان کئے جائیں گے۔

سورۃ الفرقان کے رکوعوں کی مختصر تفسیر

پہلے رکوع کی نو آیتوں میں تیرہ (۱۳) چیزیں بیان فرمائی گئیں۔ ۱۔ فرمایا گیا تَبٰرَكَ یہ صفت خصوصی ہے رب تعالیٰ کی اور وہاں بیان ہوتی ہے جہاں کمال قدرت کی حیرت انگیزیوں کا تذکرہ ہو۔ اس ضمن میں سب سے حیران کن بات اولاً یہ بتائی گئی کہ عظیم برکتوں کے خزانوں والا وَحْدَهٗ لَا شَرِیک جس نے اپنے بندے دُرِ یتیم محمد مصطفیٰ ﷺ پر فرقان جیسا بھاری مضبوط کلام الٰہی نازل فرمایا تاکہ یہ بندہ اکیلا ہی تمام جہانوں کے لئے نبی اور نذیر ہو جائے جہان مکانی ہوں یا زمانی۔ مکانی جہان آسمان و زمین میں ہیں زمانی جہان تا قیامت سالوں صدیوں قرنوں میں ہیں۔ اس بندے کی نبوت نہ کسی مکان میں محدود نہ کسی زمان میں۔ ۲۔ یہ فرقان نازل فرمانے والا اور ایک بندۂ بے مثل کو ساری کائنات کا نبی بنانے والا رب تعالیٰ کوئی معمولی ہستی نہیں بلکہ اتنی بڑی قوت و سلطنت والا ہے کہ تمام آسمان اور پوری زمین کی بادشاہت مُلکیت و مِلکیت اسی ذات بابرکات کی ہے۔ ۳۔ اور اپنی بادشاہت بچانے و سنبھالنے کے لئے کسی والی وارث ولی عہد کی ضرورت نہیں اسی لئے اس نے کوئی اولاد نہ بنائی نہ اس کو اولاد کی حاجت۔ ۴۔ اور نہ ہی کوئی اس کے ملک اس کی بادشاہی میں اس کا شریک ہے۔ ۵۔ وہی اللہ اتنی عظیم حکمتوں قدرتوں والا ہے کہ اس نے ہر چیز کو مکمل اور بہترین انداز سے پیدا فرمایا کہ نہ تبدیلی کی ضرورت نہ کمی بیشی کی حاجت۔ ذروں سے پہاڑ تک گھاس سے اونچے درختوں تک۔ کیڑے سے ہاتھی تک، انسان سے فرشتوں، زمین سے کواکب و سماوات تک ہر

ایک کو ظاہراً باطناً ٹھیک ٹھیک پیدا فرما دیا کہ ہر مخلوق کی ہر اندرونی بیرونی ضرورت پوری ہو رہی ہے۔ ۶۔ اور کفار مشرکین کا یہ حال ہے کہ انہوں نے اپنے ہی ہاتھوں سے ایسے معبود بنا لئے جو کچھ پیدا نہیں کر سکتے حالانکہ وہ تو خود ہی پیدا کیے گئے ہیں اور جو مخلوق ہو وہ خالق نہیں ہو سکتا۔ جو خالق نہیں وہ معبود نہیں ہو سکتا۔ ۷۔ اور پھر یہ بناوٹی معبود اتنے کمزور ہیں کہ خود اپنے نفع ونقصان کے مالک نہیں اپنے پجاریوں سے بھی زیادہ کمزور تو کسی دوست دشمن کا کیا نفع نقصان کر سکتے ہیں بلکہ یہ مٹی کے ڈھیر تو دوست دشمن کو ہی نہیں جانتے پہچانتے۔ سچے خالق ومعبود کی تین تو تیں کہ وہ موت اور حیات ونشور حشر کا خالق و مالک ہے مگر یہ جھوٹے بناوٹی معبود نہ کسی کی موت کے مالک نہ حیات کے نہ مردوں کو زندہ کرنے اٹھانے چلانے کے مالک۔ ۸۔ اسرار و انوار علم وعرفان کے خزانے کلام قرآن کے بارے میں ان کفار نے محض ضد مخالفت حماقت کی بناء پر کہنا شروع کر دیا کہ یہ کلام ہمارے آبائی دین پر صرف ایسا الزام و بہتان تراشی ہے جو ان محمد مصطفیٰ ﷺ نے خود گھڑ لیا ہے اور اس کلام کی فصاحت و بلاغت وحسن نظامت میں قوم کے چند دوسرے لوگوں نے بھی ان کی مدد کی ہے تو ایسی جاہلانہ احمقانہ باتیں کر کے یہ کفار اپنی جانوں پر ظلم ہی لائے اور کھلا جھوٹ۔ اے مسلمانو! ان باتوں کا جواب دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ان گھبرائی ہوئی جھوٹی ظالمانہ باتوں میں تو ان کا اپنا بھی ایک مزاج نہیں کیونکہ کچھ دیر پہلے قرآن پاک کو افک افترائی کہا اور پھر کہا کہ یہ قرآن اساطیر اولین ہیں پہلے لوگوں کی کہانیاں جن کو اس دعوۂ نبوت کرنے والے نے کہیں کسی قصہ گو سے لکھوا لئے ہیں۔ تو یہی قصہ کہانیاں صبح شام دن رات محفلوں مجلسوں میں پڑھ پڑھ کر بار بار سنائے جاتے ہیں۔ ۹۔ یہ کفار بیشک ایڑی چوٹی کا زور لگا کر ہر آنے جانے والے کو اپنی ان باتوں سے ورغلاتے رہیں۔ آپ کھلے عام فرما دو کہ اس کلام فصاحت علم بلاغت اقوال معارف کو اس ذات تبارک وتعالیٰ نے نازل فرمایا ہے جو آسمانوں اور پوری زمین کے ان سب اسرار کو جانتا ہے جو ان کے اندر پوشیدہ ہیں۔ بندے ہزار ہا جرم وخطا کریں جب بھی وہ پکی سچی توبہ کر لیں اور ان کو دین حق ونبوت برحق کی عقل وسمجھ آ جائے اور وہ آستانہ رسالت سے درس توحید حاصل کر لیں تو بیشک وہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا، رحمت کی چادر میں چھپانے والا بھی ہے اور تائبین عابدین صالحین پر رحم فرمانے والا بھی۔ ۱۰۔ اور جب کفار سے اور کچھ نہ بن پڑا تو لوگوں سے کہنے لگے کہ یہ کیسا رسول ہے اس کا کیا عجیب حال ہے کہ کھانے کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔ اگر یہ اللہ کا نبی یا رسول ہوتا تو کیا اس کا یہ حال ہوتا۔ ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ اس کی طرف فرشتہ نازل کیا جائے تو وہ فرشتہ بھی اس کے ساتھ ساتھ چلتا پھرتا نذیر ہوتا اور وہ بھی ہم کو ڈراتا سمجھاتا تو ہم سمجھتے کہ واقعی یہ شخص سچا نبی نذیر وبشیر ہے۔ ۱۱۔ اگر یہ نہیں تو اس کی طرف کوئی آسمانی خزانہ ڈالا جاتا یا زمینی خزانہ اٹھایا جاتا جس کو بانٹ بانٹ کر یہ اپنا دین پھیلاتا اپنی بات منواتا لوگوں کو اپنی طرف مائل کرتا یا یہ بھی نہیں تو اس کے لئے کوئی پھلوں کا چار دیواری باغ ہوتا جس سے کم از کم خوشحالی سے اپنا گزارہ تو کرتا رہتا اور اسی کی روزی، کمائی، آمدنی، تجارت سے کھاتا پیتا، پہنتا۔ اس طرح پرانے غریبانہ کپڑوں، فاقوں، روزوں میں تو نہ رہتا۔ ۱۲۔ اور جب کفار کی ان باتوں سے بھی لوگوں پر اثر نہیں ہوتا تو یہ ظالم لوگ لوگوں اور دھڑا دھڑ مومن مسلمان بننے والوں سے کہنے لگے کہ تم لوگ صرف ایک جادو زدہ، مسحور جادو کیے مرد کی اتباع میں لگے ہوئے ہو۔ ۱۳۔ اے محبوب ان بیوقوف ضدی جاہلوں کو تو دیکھئے کہ کیسی کیسی لغو بیہودہ مثالیں آپ کے لئے بناتے

رہتے ہیں۔ پس یہ سب کفار اسی حسد وجلاپے میں ہی گمراہ ہو گئے ہیں۔ تو وہ ذرا بھی راہِ راست پر آنے کی طاقت وہمت اہمیت لیاقت نہیں پا سکتے۔ دوسرے رکوع کی گیارہ آیتوں میں چھ (۶) باتیں باتی گئیں۔ ۱۔ یہ کفار تو انکار نبوت کے لئے یہ حیلے بہانے تراشتے ہوئے طنزیہ باتیں کرتے اور مسلمانوں کو سناتے ہیں لیکن وہ ذات پاک تبارک وتعالیٰ جو آپ کا رب ہے ہر چیز اس کی قدرت وحکمت میں ہے اگر چاہے تو آناً فاناً ایک لحہ میں بنا دے آپ کے لئے کئی گنا اور کئی طرح بہترین ان عارضی فانی باغوں خزانوں سے بھی اچھا جو یہ کفار کہتے ہیں۔ ایسے سدا بہار باغات آپ کو عطا فرمائے دنیا میں ہی جن کے نیچے اچھی بھرپور خوبصورت نہریں جاری رہیں اور وہ ہی اللہ تبارک وتعالیٰ چاہے تو بنا دے آپ کے لئے اسی سرزمین عرب وعجم میں بڑے بڑے شاندار مضبوط قلعہ نما شاہی محلات۔ یہ تو دنیا کی مشیت ہے آخرت میں بعد قیامت تو یہ سب کچھ ہے ہی آپ کے لئے بھی اور آپ کے غلاموں مسلمانوں کے لئے بھی جس کا نہ ان کفار کو شعور ہے نہ وہم وگمان نہ ایمان۔ ۲۔ بلکہ انہوں نے تو قیامت اور حشر ونشر کی بعثت انعام وعذاب کو ہی جھٹلا دیا حالانکہ ہم نے کئی زمانوں پہلے ہی تیار کر دی ہوئی ہے ہر اس کافر شخص کے لئے جس نے قیامت کو جھٹلایا یا انکار کیا بڑی تیز بھڑکتی ہوئی آگ۔ ایسی آگ کہ جب بھی میدان محشر یا عالم برزخ قبر میں اس آگ نے اپنا دکھلاوا دیا ان کفار کو دور جگہ سے ہی تو سن لیا کریں گے اس آگ کے شعلے مارنے کے جوش وخروش اور زفیر کی خوفناک چنگھاڑیں اور پھر جب بعد قیامت یہ کفار ڈالے گئے الٹا کر اسی آگ میں انتہائی تنگ جگہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے۔ تب وہاں موت کو آوازیں دیں گے کہ ہائے کاش ہم مر جائیں۔ اس وقت فرشتے کہا کریں گے کہ آج ایک موت کو نہ پکارو بلکہ بہت سی موتوں کو پکارو اور موتیں مانگو۔ ۳۔ اے محبوب فرماؤ ان بیوقوف کافروں کو جو نبی کو نبی ماننے کے لئے تو اتنی قیدیں شرطیں لگاتے ہیں مگر معبود ماننے کے لئے کوئی شرط نہیں اندھے بن کر مٹی کے ڈھیر کو معبود بنا لیتے ہیں۔ پیپل، تلسی، گائے، بندر، سانپ کو الٰہ سمجھ لیا لیکن نبی کے لئے فرشتوں، محلوں، باغوں کی شرطیں کہ دنیا میں ہی یہ چیزیں اس کے پاس ہونی چاہئیں۔ اے نادانو کیا یہ دنیا کے فانی باغ اچھے ہیں یا وہ ہمیشہ رہنے والی جنت جس کا وعدہ کئے گئے ہیں متقی بندے جو ان نیک مومنوں کے لئے ہو گی جزا بن کر اور آخری دائمی ٹھکانہ ہو کر۔ ان خوش قسمتوں کے لئے ان جنتوں میں وہ سب کچھ ہو گا جو وہ چاہیں گے ان چاہتوں کی حصولی اور جنت کی وصولی جزاء ومصیر میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ اے کائنات کے آقا اور ہمارے محبوب ان تمام چیزوں کا وعدہ آپ کے رب سے مانگا ہوا ہے کہ ہر مومن مسلمان ہر وقت ہر نماز دعاؤں میں مانگتا ہے۔ ۴۔ اور کفار کا حال یہ ہو گا کہ جس دن ان کو اور ان کے ان بناوٹی معبودوں کو جن کو یہ اللہ کے مقابل اور سوا پوجتے ہیں میدان محشر میں جمع فرمائے گا تو ان بتوں، دیوی دیوتاؤں سے سوال فرمائے گا کہ کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا تھا یا یہ خود ہی سیدھے راستے سے گمراہ ہو گئے تھے۔ ۵۔ وہ سب بت دیوی دیوتا لات ومنات عرض کریں گے پاک ہے تو اے اللہ تَبَارَکْتَ وَ تَعَلَّیْتَ ہماری اتنی ہمت جرأت کے لائق نہ تھا کہ ہم تیرے مقابلے میں کسی کو دوست بناتے یا اچھا سمجھتے۔ اصل بات یہ ہے تو نے اپنے رحم کرم سے ان کو بہت عیش وآرام کی دولت عزت کا نفع عطا فرمایا اور ان کے باپ دادوں کو بھی تو یہ کم بخت اسی خرمستی دولت کی فراوانی میں باپ دادوں کی دیکھا دیکھی میں کھو گئے اور بھول گئے تیری عبادت ریاضت فرمانبرداری قیامت وموت وقبر کی یاد کو اور وہ سب اگلے

پچھلے اسی عیش پرستی میں ہلاکت والی قومیں ہو گئے۔ ۶۔ خطاب الٰہی آئے گا کہ انہوں نے تو تمہاری باتوں کی تکذیب کر دی پس اب نہ تم اپنے سے عذاب پھیرنے کی طاقت رکھتے ہو نہ اپنی مدد کرنے کی۔ لہٰذا خوب سن لو کہ دنیا میں جو بھی تم میں سے کسی قسم کا ظلم کرے گا ہم اس کو بڑا بھاری عذاب چکھائیں گے اور اے محبوب یہ کفار بھی جانتے ہیں اور ساری دنیا جانتی ہے کہ جتنے بھی ہم نے مرسلین بھیجے وہ سب ہی کھانا کھاتے تھے، بازاروں میں چلتے پھرتے تبلیغیں فرماتے تھے۔ ۷۔ اے انسانو ہم نے تم میں ہر ایک کو دوسرے کے لئے فتنہ و آزمائش بنا دیا ہے لہٰذا ہوش سے زندگی گزارو۔ فتنے سے بچنے کا بس یہی طریقہ ہے کہ صبر کرو تم اور آپ کا رب بصیر ہے۔

سورۃ فرقان کی فضیلت، عملیات، وظائف اور تعویذ

۱۔ اس سورۃ کو یہ اعزازی شان حاصل ہے کہ اس کا نام پورے قرآن مجید کا ایک نام ہے۔ ۲۔ اس سورۃ کی ایک خصوصی شان یہ ہے کہ اس میں تین بار تَبٰرَكَ الَّذِيْ سے رب تعالیٰ کی حمد کی گئی۔ ۳۔ عملیات میں ایک یہ کہ اگر کسی شخص کو کسی ظالم نے ناحق ستایا ہو اور مظلوم اس کے ظلم سے تنگ ہو تو اکیس دن میں ایک سو آٹھ دفعہ یہ سورۃ پڑھے روزانہ مقررہ گنتی سے یعنی پانچ بار روزانہ آخری دن آٹھ بار انشاء اللہ ظلم سے محفوظ ہو جائے گا۔ ۴۔ جو بندہ روزانہ اس کی ایک بار تلاوت کرے بعد نماز فجر تو قبر حشر میں اندھیرے سے بچا رہے۔ ۵۔ جو اس کی پہلی چار آیتیں صبح شام پانچ بار ورد کرتا رہے ہر موذی سے بچا رہے جانور، جنات سے۔ ۶۔ جو شخص کسی عامل کامل سے اس کا تعویذ لکھوا کر گلے یا بازو میں رکھے ہر شر سے محفوظ رہے۔ ۷۔ فرمایا آقا ﷺ نے کہ جو مسلمان مرد یا عورت ہر جمعرات بعد ظہر ایک بار تلاوت کرے اول آخر درود تاج ایک بار تو بروز محشر خود آقا ﷺ اس کے ایمان کی گواہی دیں گے سبحان اللہ۔ ۸۔ جو مسلمان دشمن کی مکاریوں سے پریشان ہو وہ (۳۸) بار تلاوت کرے بغیر بسم اللہ بغیر درود شریف تو دشمن دور ہو اور ہلاک ہو مگر دینی دشمن کے لئے پڑھے ذاتی دشمن کے لئے نہ پڑھے بلکہ صبر کرے صبر کا ثواب پائے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ ۹۔ جس مسلمان مرد کی شادی نہ ہوتی ہو وہ کسی شروع ماہ میں تین دن روزہ رکھے اور ہر رات تینوں دن یہ پوری سورۃ (۲۱) بار تلاوت کرے بعد نماز عشاء تین ماہ اسی طرح کرے یہ نو دن بنتے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ نیک بیوی نصیب ہو گی۔ ان کے عدد یہ ۲۰۹۵۷۵ ہیں۔ نقشہ تعویذ یہ ہے۔ تیرہویں خانے میں ایک عدد بڑھانا ہے کیونکہ چال تیرہویں خانے میں ہے:

۷۸۶

۵۲۳۹۳	۵۲۳۹۶	۵۲۴۰۰	۵۲۳۸۶
۵۲۳۹۹	۵۲۳۸۷	۵۲۳۹۲	۵۲۳۹۷
۵۲۳۸۸	۵۲۴۰۲	۵۲۳۹۴	۵۲۳۹۱
۵۲۳۹۵	۵۲۳۹۰	۵۲۳۸۹	۵۲۴۰۱

سورۃ الفرقان

اٰیاتہا ۷۷ سُوْرَةُ الْفُرْقَانِ مَكِّيَّةٌ ۲۵ رکوعاتہا ۶

فرقان کی سورت مکی ہے اور وہ ستتر (۷۷) آیتیں اور چھ رکوع ہیں۔

سورۃ فرقان مکی ہے۔ اس میں ستتر (۷۷) آیات اور چھ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ابتدا ہے اللہ تعالیٰ کے نام سے جو گناہ بخشنے والا ہے اور رحم والا ہے۔

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ

ہر برکت و فراوانی کا خالق ہے وہ اللہ جس نے نازل فرمایا فرق بتانے والا کلام اپنے بندے پر تا کہ وہ بندہ ہو جائے

بڑی برکت والا ہے وہ کہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندے پر

لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا ۙ ﴿۱﴾ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

اکیلا ہی تمام جہانوں کے لئے نذیر (نبی) نازل کیا اس اللہ نے جس کا ہے ملکیتی ملک تمام آسمانوں اور پوری زمین کا

جو سارے جہانوں کا ڈر سنانے والا ہو وہ کہ جس کے لئے ہے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت

وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ

اور نہ بنایا اس ذات پاک نے کوئی بیٹا اور نہیں ہے اس کا کوئی شریک ملک بادشاہت میں

اور اس نے نہ اختیار فرمایا بچہ۔ اور اس کی سلطنت میں کوئی ساجھی نہیں

وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ﴿۲﴾

اور اسی اللہ نے پیدا فرمایا ہر چیز کو تو ہر مکمل و مفید اندازوں سے ٹھیک ٹھیک بنایا

اس نے ہر چیز پیدا کر کے ٹھیک اندازہ پر رکھی

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا

اور ان کفار نے اس کے مقابل بہت سے ایسے ناکارہ معبود بنا لئے جو کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے کیونکہ وہ تو خود پیدا کئے گئے ہیں

اور لوگوں نے اس کے سوا اور خدا ٹھہرا لئے کہ وہ کچھ بناتے نہیں اور خود پیدا کئے گئے ہیں
وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا
اور کمزور اتنے کہ نہیں ملکیت رکھتے ہیں خود اپنے نقصان کو دور کرنے کی
اور خود اپنی جانوں کے برے بھلے کے مالک نہیں
وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ﴿۳﴾
اور نہ نفع لینے کی اور نہ مالک ہیں موت دینے کے اور نہ زندگی دینے کے اور نہ دوبارہ اٹھانے کے
اور نہ مرنے کا اختیار نہ جینے کا نہ اٹھنے کا
وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ
اور کہا ان لوگوں نے جو کافر ہوئے کہ نہیں ہے یہ کلام مگر بناوٹی کہانیاں جو خود بنالی ہیں اس نبی نے
اور کافر بولے یہ تو نہیں مگر ایک بہتان جو انہوں نے بنالیا ہے
افْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ
اور تعاون کیا ہے اس شخص کی اس بناوٹ پر قوم کے دیگر چند لوگوں نے
اور اس پر اور لوگوں نے انہیں مدد دی ہے
فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ﴿۴﴾
تو یہ باتیں کر کے کفار لے آئے بڑا ظلم اور کھلا جھوٹ
بیشک وہ ظلم اور جھوٹ پر آئے

تعلقات

اس سورۃ فرقان کا پچھلی سورۃ نور سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی سورۃ نور کی آیت ۱، ۲، ۳ اور آیت ۲۶ میں فرمایا گیا کہ جرائم اخلاقی میں سب سے بڑا جرم زنا ہے اسی لئے اس کی سزا عبرت ناک اس کی بہتان تراشی ذلت ناک اور اس کی گواہی عدداً اور احتیاطاً سب سے زیادہ اور فرمایا گیا زنا کا ارتکاب خبیث مشرکوں کی نشانی ہے۔ اب یہاں سورۃ فرقان کی آیت ۹۸ میں طیب متقی مومنین کی نشانی بتائی گئی کہ وَلَا يَزْنُوْنَ وہ زنا نہیں کرتے بلکہ چاروں قسم کی بدکاریوں میں سے کوئی بھی بدکاری نہیں کرتے نہ متعہ نہ زنا نہ لواطت نہ مشت زنی۔ غرضیکہ اس سورۃ نور میں خبیث وخباثت کی نشاندہی فرمائی گئی اور یہاں اس سورہ میں طَیِّب وَطَیِّبات کی نشاندہی فرمائی گئی تاکہ آئندہ تا قیامت مسلمان اُس سے بچیں اس میں رہیں۔ **دوسرا**

تعلق: سورۃ نور میں فرمایا گیا کہ اندرونی پوشیدہ کافر منافقین پاکدامن مسلمان متقیہ عورتوں پر افک کا افتراء کرتے ہیں اور اس طرح دنیوی اُخروی ذلت وسزا پاتے ہیں۔ اب اس سورۃ فرقان میں بیرونی ظاہری کفار کا ذکر فرمایا جارہا ہے کہ بدترین لوگ اللہ تعالیٰ کے کلام قرآن مجید پر افک یعنی بہتان کا افتراء لگاتے ہیں اور اس طرح دنیوی اُخروی ذلت وعذاب ابدی پاتے ہیں۔ دوہی قسم کے کافر ہوتے ہیں۔ پوشیدہ وظاہر وہاں پوشیدہ کی رذالت بیان فرمائی گئی یہاں ظاہر کی خباثت بیان ہوئی۔ **تیسرا تعلق:** دنیا بھر کے کفار کو اپنی چار چیزوں پر ناز غرور اور بھروسہ ہے اسی غرور میں وہ راہِ حق واہل حق سے روگرداں نافرمان ہیں۔ ۱۔ ہاتھوں پر۔ ۲۔ پیروں پر۔ ۳۔ زبانوں پر۔ ۴۔ اپنے جھوٹے معبودوں بت دیوی دیوتاؤں پر۔ پچھلی سورۃ نور کی آیت ۲۴ میں فرمایا گیا کہ جن ہاتھوں پیروں زبانوں کی طاقتوں چرب زبانیوں پر ان کو بڑا فخر ہے وہی ہاتھ پاؤں زبانیں کل بروز قیامت ان کافروں کے خلاف گواہی دے کر ان کو ابدی جہنم میں گروائیں گے۔ اور یہاں سورۃ فرقان کی آیت ۱۷ میں فرمایا جارہا ہے کہ یہ کفار جن معبودانِ باطل بتوں دیویوں مورتیوں پر بھروسہ کیے ہوئے ہیں کل یہی بت ان کے خلاف بیان دے کر ان سے بیزاری کا اظہار کر کے ان سب کفار کو جہنم میں ڈلوائیں گے۔ غرضیکہ اس سورۃ نور میں کفار کے ایک سہارے کو توڑا گیا اور یہاں اس سورۃ فرقان میں کفار کے دوسرے سہارے کو توڑا گیا۔ ہاتھ پاؤں سے عملی کفر، زبانوں سے قولی کفر اور بتوں سے اعتقادی کفر کیا جاتا ہے۔

شان نزول

کفار مکہ نبی کریم ﷺ کی نبوت کے انکار میں دس گستاخانہ احمقانہ باتیں کیا کرتے تھے۔ ۱۔ یہ شاعر ہیں۔ ۲۔ یہ ساحر ہیں۔ ۳۔ مسحور ہیں۔ ۴۔ یہ مفتری ہیں۔ ۵۔ یہ پرانے لوگوں کے قصہ کہانیاں اساطیر افسانے سنانے والے ہیں۔ ۶۔ ان کے پاس فرشتے کیوں نہیں آتے۔ ۷۔ ان کے باغات کیوں نہیں ہیں۔ ۸۔ ان کے پاس دولت قصور ومحلات کیوں نہیں ہیں۔ ۹۔ یہ کھاتے پیتے کیوں ہیں۔ ۱۰۔ یہ بازاروں میں کیوں چلتے پھرتے ہیں ایک بار کفار مکہ نے حج کے موقع پر حرم شریف کے مجمع عام میں ان باتوں کا خوب شور مچایا اور نو وارد مسافروں کو خوب ورغلایا ایمان لانے سے ہٹایا۔ نبی کریم ﷺ کو کفار کی اس کارروائی سے رنج ہوا تب یہ ابتدائی دس آیات نازل ہوئیں۔ نبی کریم ﷺ نے اسی وقت یہ آیات حرم شریف کے اسی مجمع عام میں تلاوت فرمائیں۔ رب تعالیٰ کا کلام ہو اور نبی پاک ﷺ کی زبان ہو تو تلاوت کی کیا شان ہوگی۔ تمام مجمع جلسہ پر سناٹا چھا گیا۔ کفار مکہ بھاگ گئے حجاج مسافران نبی کریم ﷺ کے پاس جمع ہو گئے بہت سے مسلمان ہو گئے۔ مکے کے سردارانِ کفر حسد کی آگ میں جل بھن گئے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذَالِكَ۔

تفسیر نحوی

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۙ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ۝ تَبٰرَكَ۔ باب تَفَاعُل کا ماضی مطلق صیغہ واحد مذکر غائب مصدر ہے تَبَارُکٌ۔ بَرَکٌ سے بنا ہے۔ اسی میں تاء مصدریہ لگائی جاتی ہے تو مصدر ہوتا ہے بَرَکَةٌ۔

ا۔بغیرتَ بَرَکٌ سے۔ ۲۔مصدر مزید فیہ ہے بُرُوْکٌ۔ بر کۃ کا معنی ہے خیر کثیر اور بروک بروزن قبول فعول کا معنی ہے باقی رہنا، لازم ہونا۔ ۳۔باب تفاعل کا مصدر تَبَارُکٌ برائے مبالغہ کا معنی ہے بہت بلند ہونا، مضبوط، عظیم، نہایت پاکیزہ، مقدس انتہائی بزرگ ہونا، ابدی ہونا، بڑا محسن قدرت کامل قوت اکمل والا ہونا۔ تَبَارُکٌ صفت خصوصی ہے اللہ کی۔ لہٰذا تَبَارَکَ النَّبِیُّ تَبَارَکَ الْوَلِیُّ نہیں کہہ سکتے۔ اس لئے اس باب کے دیگر اشتقاق نہیں ہوتے۔ اہل عرب کا تَبَارَکَتِ الْاَرْضُ کہنا یا تبارکتِ النَّخْلَۃُ۔ یا تبارکتُ عَلَیْکُمْ کہنا یہ مجازاً ہے اور معنی ہے برکت کے لائق ہونا یا معنی ہے بلندی والا بنایا جانا۔ بَرَکٌ اور بَرَکَۃٌ کا لغوی ترجمہ ہے جمع ہونا اسی مناسبت سے حوض کو بِرْکٌ اور اونٹ کے سینے کو بُرُکٌ کہا جاتا ہے کہ اونٹ کے سینے میں ایک تھیلی ہوتی ہے جس میں تقریباً چھ ماہ کے لئے اپنا غذائی پانی بھر لیتا ہے اور حوض میں میٹھا صاف اور مفید پانی جمع رکھا جاتا ہے۔ دنیا کی ہر وہ چیز جس میں قدرتی اور غیبی طور پر چار چیزیں جمع ہوں وہ چیز مبارک اور برکت والی ہوتی ہے: ا۔خیر۔ ۲۔خوبی۔ ۳۔فائدہ۔ ۴۔کثرت معنوی خیال رہے کہ کثرت ظاہری کا نام فضل ہے۔ برکت اور فضل وفضیلت سب عطیہ الٰہی ہے بجز اللہ تعالیٰ کوئی کسی کو نہیں دے سکتا۔ ہاں البتہ ذریعہ اور سبب یا علت نیک پاک بندے اور نیک اعمال بھی بن سکتے ہیں۔ تَبٰرَکَ فعل ماضی کا ترجمہ ہے۔ ہر برکت کا خالق و مالک ومُعْطِیْ ہے۔ اَلَّذِیْ اسم موصول واحد مذکر۔ نَزَّلَ باب تفعیل کا ماضی مطلق۔ نَزَلَ سے بنا ہے مصدر ہے تَنْزِیْلٌ ترجمہ بار بار اترنا۔ اَلْفُرْقَانَ اسم مبالغہ غیر منصرف الف نون زائدتان بروزن فُعلان عُثْمان۔ فَرْقٌ سے مشتق۔ فُرقان کا لغوی ترجمہ ہے دو چیزوں کے درمیان۔ جدائی اور امتیاز وعلیحدگی کرنے والا۔ شرعی قرآنی اصطلاح میں سات (۷) چیزوں کو فرقان فرمایا گیا ہے۔ ا۔قرآن مجید کو یہاں یہی مراد ہے۔ ۲۔توراۃ کو۔ ۳۔معجزات انبیاء علیہم السلام کو۔ ۴۔جنگ بدر کو۔ ۵۔نور کو۔ ۶۔دلیل ایمانی کو۔ ۷۔حجت عقلیہ کو۔ فرقان کا اصطلاحی ترجمہ ہے۔ حق وباطل کے درمیان فرق اور جدائی کرنے والا۔ یہ مفعول بہ ہے عَلٰی عَبْدِہٖ۔ یہ مرکب اضافی مجرور ہوکر متعلق ہے نَزَّلَ کا۔ لِیَکُوْنَ۔ لام کے برائے علیت اس میں اَنْ ناصبہ پوشیدہ ہوتا ہے جو مابعد فعل مضارع کو نصب (زبر) دیتا ہے۔ یَکُوْنَ فعل مضارع ناقصہ۔ صیغہ واحد مذکر غائب ھُوَ ضمیر صیغہ پوشیدہ اس کا اسم ہے جس کا مرجع ہے عَبْدِہٖ۔ لِلْعٰلَمِیْنَ یہ جار مجرور متعلق ہے یَکُوْنَ کا۔ نَذِیْرًا۔ اسم صفت مشبہ برائے مبالغہ نَذْرٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے ڈرانا خوف دلانا۔ یہ خبر ہے یَکُوْنَ کی۔ یہ ساتھ میں چھوٹی سی ن تنوین کی ہے برائے اتصال اصل میں نَذِیْرًا تھا اس کو اَلَّذِیْ سے جوڑنے کے لئے یہ نون تنوین لائی گئی۔ یہ فعل ناقصہ اپنے اسم خبر اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر علت ہے نَزَّلَ کی۔ وہ فعل اپنے فاعل مفعول بہ متعلق اور علت سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ ہے اَلَّذِیْ کا یہ موصول صلہ مل کر مبدل منہ ہے اگلی عبارت اَلَّذِیْ لَہٗ کا۔ اَلَّذِیْ اسم موصول۔ لَہٗ یہ جار مجرور متعلق ہے مَمْلُوْکٌ پوشیدہ اسم مفعول کا مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ۔ یہ معطوف علیہ ومعطوف مضاف الیہ ہے مُلْکُ کا وہ مرکب اضافی نائب فاعل ہے مَمْلُوْکٌ پوشیدہ کا وہ سب جملہ اسمیہ ہوکر معطوف علیہ۔ واؤ عاطفہ لَمْ یَتَّخِذْ۔ بابِ افعال کا مضارع نفی جحد بلم معروف یہ ہمیشہ ماضی مطلق منفی کے معنی میں ہوتا ہے۔ اس کا مصدر ہے اِتِّخَاذٌ۔ اَخذٌ سے بنا ہے۔ ترجمہ ہے لینا، بنانا، چننا۔ اس کا فاعل ھُوَ ضمیر صیغہ پوشیدہ۔ جس کا مرجع ہے اَلَّذِیْ۔ وَلَدًا اسم نکرہ

بمعنی اولاد یعنی بیٹا اور بیٹی۔ یہ مفعول بہ ہے لَمْ یَتَّخِذْ کا۔ یہ سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ۔ لَمْ یَکُنْ۔ مضارع نفی جحد بلم معروف تامہ بمعنی ماضی مطلق منفی لَہٗ۔ یہ جار مجرور متعلق اول ہے شَرِیْكٌ۔ فاعل ہے لَمْ یَکُنْ کا۔ فِی الْمُلْكِ۔ یہ جار مجرور متعلق لَمْ یَکُنْ کا۔ وہ سب مل کر جملہ فعلیہ تامہ خبریہ ہو کر پھر معطوف علیہ واؤ عاطفہ۔ خَلَقَ۔ باب نَصَرَ کا ماضی مطلق خَلْق سے مشتق ہے ترجمہ ہے پیدا کرنا۔ اس کا فاعل ضمیر صیغہ مرجع اللہ تعالیٰ یعنی اَلَّذِیْ۔ کُلَّ شَیْءٍ مرکب اضافی مفعول بہ ہے خَلَقَ کا۔ وہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ۔ فَ حرف عطف۔ قَدَّرَ۔ باب تفعیل کا فعل ماضی مطلق۔ قَدْرٌ سے بنا ہے ترجمہ ہے اندازے اور مقدار سے بنانا۔ اس کا فاعل ضمیر صیغہ واحد مذکر غائب ھُوَ پوشیدہ ہ ضمیر ظاہر مفعول بہ ہے مرجع ہے کُلَّ شَیْءٍ۔ تَقْدِیْرًا۔ باب تفعیل کا مصدر ہے مفعول مطلق ہے قَدَّرَ کا۔ یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہے لَمْ یَکُنْ کے جملے پر دونوں عطف مل کر معطوف ہے لَمْ یَتَّخِذْ کے جملے پر۔ وہ دونوں مل کر معطوف ہے لَہٗ مُلْكُ کے جملے پر۔ دونوں مل کر صلہ ہے اَلَّذِیْ لَہٗ کا۔ یہ موصول صلہ مل کر بدل الکل ہے اَلَّذِیْ نَزَّلَ کا۔ مبدل منہ اور بدل مل کر فاعل ہے تَبٰرَكَ کا۔ فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا وَّهُمْ یُخْلَقُوْنَ وَلَا یَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا یَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَیٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ۝ وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اِفْكُ افْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَیْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ۝۔ واؤ سر جملہ اتَّخَذُوْا۔ باب افتعال ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ جمع مذکر غائب اِتِّخَاذٌ مصدر ہے اس کا فاعل ھُمْ ضمیر جس کا مرجع ذہنی ہے مراد ہے کفار مشرکین مِنْ جارہ دُوْنِ۔ اسم مقلوبی معرب دُنُوٌّ سے مقلوب یعنی تبدیل ہوا ہے آٹھ معنی ہیں۔ ۱۔ بمعنی غَیْرُ سِوَا۔ یہاں اسی معنی میں ہے۔ ۲۔ درجہ میں نیچا۔ ۳۔ گھٹیا۔ ۴۔ ظرفیت مکانی کے لئے فَوْق کی نقیض (نیچے)۔ ۵۔ بمعنی مقابل۔ ۶۔ بمعنی حفاظت۔ ۷۔ حد سے بڑھنا۔ ۸۔ بمعنی علاوہ۔ ہمیشہ مضاف ہو کر آتا ہے اسم ظاہر اور ضمیر دونوں کا مضاف بن سکتا ہے۔ ہ ضمیر اس کا مضاف الیہ ہے یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے۔ اٰلِهَةً اسم جمع مکسر ہے اِلٰهٌ کی یہ مفعول بہ موصوف ہے اگلی عبارت کا۔ لَا یَخْلُقُوْنَ۔ باب نَصَرَ کا مضارع حال منفی معروف صیغہ جمع مذکر غائب ھُمْ پوشیدہ اس کا فاعل جس کا مرجع ہے اٰلِهَةً۔ شَیْئًا مفعول بہ۔ یہ فعل فاعل مفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ ھُمْ ضمیر مبتدا یُخْلَقُوْنَ۔ مضارع مثبت مجہول۔ اس کا نائب فاعل ضمیر صیغہ یہ فعل اپنے نائب فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر مبتدا۔ دونوں مل کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ لَا یَمْلِكُوْنَ۔ باب ضَرَبَ کا مضارع منفی معروف صیغہ جمع مذکر اس کا فاعل ضمیر صیغہ۔ لِاَنْفُسِهِمْ۔ یہ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے لَا یَمْلِكُوْنَ کا ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا یہ معطوف علیہ و معطوف مفعول بہ ہے لَا یَمْلِكُوْنَ کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ۔ واؤ عاطفہ لَا یَمْلِكُوْنَ یہ فعل با فاعل مَوْتًا اسم نکرہ مفرد معطوف علیہ واؤ عاطفہ لا نفی محض۔ حَیٰوةً معطوف علیہ واؤ عاطفہ لَا نفی محض نُشُوْرًا۔ اسم مبالغہ بروزن فُعُوْلًا۔ نَشْرٌ سے مشتق ہے نَشْرٌ کا ترجمہ ہے منتشر کرنا، نشر ہونا، پھیلانا، بکھرنا۔ مراد ہے قیامت کا اٹھنا۔ یہ معطوف ہے حَیٰوةً پر وہ مَوْتًا پر۔ سب عطف مل کر مفعول بہ ہے لَا یَمْلِكُوْنَ کا۔ یہ فعل فاعل مفعول مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہے لَا یَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ کے جملے پر وہ معطوف ہے ھُمْ یُخْلَقُوْنَ کے جملے پر وہ معطوف ہے لَا یَخْلُقُوْنَ کے

جملے پر سب عطف صفت ہے اٰلِهَةً موصوف کی وہ مرکب توصیفی مفعول بہ ہے اِتَّخَذُوْا کا وہ فعل فاعل مفعول متعلق مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوگیا۔ واؤ سر جملہ قَالَ فعل ماضی مطلق الَّذِيْنَ۔ اسم موصول كَفَرُوْا۔ ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ جمع مذکر غائب کُفْرٌ سے مشتق ہے اس کا فاعل ضمیر صیغہ یہ فعل بافاعل جملہ فعلیہ ہوکر قول ہوا۔ اِنْ حرف نفی بمعنی نہیں هٰذَآ اسم اشارہ قریبی اس کا مشار الیہ ہے فُرْقَان۔ یہ مستثنیٰ منہ ہے اِلَّا حرف استثنا۔ اِفْكٌ اسم مفرد نکرہ جامد۔ لغوی ترجمہ ہے الٹ پھیر یعنی ہیرا پھیری کرنا۔ اس مناسبت سے سات معنی میں مشترک ہے: ۱۔ جھوٹ بولنا، جھوٹی بناوٹی باتیں کرنا۔ یہاں اسی معنی میں ہے۔ ۲۔ تہمت لگانا۔ ۳۔ غلط بات پر جاہلانہ ضد سے اڑ جانا۔ ۴۔ الٹا چلنا۔ ۵۔ نگل لینا۔ ۶۔ توڑ پھوڑ دینا۔ ۷۔ گمراہ ہونا گمراہ کرنا۔ یہ موصوف ہے۔ نون تنوینی برائے اِتِّصَال۔ اِفْتَرٰى باب افتعال کا ماضی مطلق مصدر ہے اِفْتِرَاءٌ فَرِیٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے من گھڑت بناوٹ کرنا۔ اس کا فاعل هُوَ ضمیر صیغہ پوشیدہ ہُ مفعول بہ یہ فعل فاعل مفعول مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ واؤ عاطفہ۔ اَعَانَ۔ باب افعال کا ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ واحد مذکر غائب مصدر ہے اِعَانَةٌ۔ عَوْنٌ سے بنا ہے ترجمہ ہے مدد کرنا اسی سے ہے تعاون بمعنی ہاتھ بٹانا۔ دراصل اِعْوَانٌ تھا تعلیل سے اِعَانَةٌ ہوا۔ ہُ ضمیر ظاہر مفعول بہ ہے قَوْمٌ موصوف اٰخَرُوْنَ صفت یہ مرکب توصیفی فاعل ہے اَعَانَ کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف ہے اِفْتَرٰى کے جملے پر دونوں عطف مل کر صفت ہے اِفْكٌ کی وہ مرکب توصیفی مستثنیٰ ہے هٰذَآ سے دونوں مل کر مقولہ ہوا قَالَ کا۔ دونوں مل کر جملہ قولیہ ہوگیا۔ ف زائدہ بیانیہ قَدْ جَآءُوْ۔ ماضی قریب مثبت معروف جمع مذکر غائب اس کا فاعل ضمیر صیغہ۔ ظُلْمًا معطوف علیہ واؤ عاطفہ زُوْرًا۔ اسم حاصل مصدر لغوی ترجمہ ہے انحراف یعنی حق سے علیحدہ ہوجانا۔ اس مناسبت سے آٹھ معنی میں مشترک ہے۔ ۱۔ جھوٹ بولنا یہاں اسی معنی میں ہے۔ ۲۔ ایک طرف جھکنا مائل ہونا۔ ۳۔ ملاقات کرنا۔ ۴۔ ٹیڑھا ہونا۔ ۵۔ ملمع و ملاوٹ کرنا۔ ۶۔ مکر پھیلانا۔ ۷۔ رسی میں بل پڑنا۔ ۸۔ بیماری لگ جانا۔ زُوْرًا معطوف ظُلْمًا پر دونوں عطف مفعول بہ ہے قَدْ جَآءُوْ کا۔ یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہوگیا۔

تفسیر عالمانه

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا ۙ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ۝ پاک و مقدس ہے ابدی وقدیمی ذات و صفات میں قائم و غیر متغیر ہے حکمت قدرۃ مصلحت میں کامل ہے وہ ذات جَلَّ مَجْدُهٗ جس نے ہر اچھے کام کلام مقام و مکان میں خیر کثیر کی ابدی برکت عطا فرمائی اَتَمّ و ابلغ حکمت خاص مصلحت عام سے آیت آیت کرکے ایسا کلام نازل فرمایا جو فرق کرنے والا ہے حق و باطل کے درمیان اور فاصلہ کرنے والا ہے اچھے برے مومن و کافر کے درمیان عادات نشانات حالات عملیات کی علامتیں مقرر فرما کر۔ یہ فرقان حمید تنزیل میں صرف قرآن مجید ہے۔ توریت، زبور، انجیل نزول میں فرقان نہیں صرف عمل میں فرقان ہیں مگر قرآن مجید تنزیلاً بھی فرقان تعمیلاً بھی۔ اس لئے سورۃ آل عمران آیت ۳ میں ارشاد ہے: نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۝ ترجمہ: اے نبی آپ پر کتاب برحق

تھوڑی تھوڑی کر کے اتاری اور تورات وانجیل ایک دم اتاریں۔ سورۃ اسریٰ آیت ۱۰۶ میں ارشاد ہے: وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ۝ یعنی ہم نے قرآن مجید کو اس لئے تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا تاکہ اے حبیب مکرم آپ مسلمانوں کو بار بار قرأت سناؤ سکھاؤ (عملی آسانی کے لئے) اور اتارا ہم نے اس کو تنزیل یعنی متفرق کر کے۔ اس تنزیل متفرقہ میں بہت حکمتیں ہیں مثلاً ۱۔ حفظ میں آسانی۔ ۲۔ عمل میں سہولت۔ ۳۔ حکم کی وجہ وشانِ ونزول کی فہم واقفیت۔ ۴۔ جمع قرآن میں صحابہ کرام کی شمولیت۔ ۵۔ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا کی سعادت۔ ۶۔ مسلمانوں کی منجاب اللہ تسلی وہمت افزائی۔ ۷۔ بشارات اُخروی۔ ۸۔ اعتراضات کفار کے جوابات۔ ۹۔ منافقت کی پردہ فاشی۔ ۱۰۔ رب تعالیٰ سے بار بار ہم کلامی کا شرف۔ ۱۱۔ انتظار وحی کا ثواب پانا۔ ۱۲۔ جبرائیل علیہ السلام کا بار بار آنا۔ ۱۳۔ اللہ تعالیٰ کی راہنمائی کا ہر وقت ساتھ رہنا۔ یہ فوائد یکبارگی نزول میں حاصل نہیں ہوتے مگر کفار مکہ ان حکمتوں کو نہیں سمجھتے تھے اس لئے اعتراضا کہتے تھے۔ لَوْ لَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ (یہی سورۃ آیت ۳۲) یعنی اگر یہ قرآن بھی رب کا کلام ہے تو تورات زبور انجیل کی طرح ایک دم کیوں آپ پر نہیں اترا۔ وہاں بھی کفار کے جواب میں ترتیل کی ایک حکمت بیان فرمائی گئی ہے۔ نزولِ وحی کی دو کیفیتیں ہوتی رہیں۔ ۱۔ اَنْزَلَ بمعنی بیک دم پوری کتاب کا اتارنا۔ ۲۔ نَزَّلَ یعنی تھوڑا تھوڑا اتارنا۔ پہلی کیفیت سابقہ کتب و صحف کی۔ دوسری کیفیت قرآن مجید کے اترنے کی۔ صفت فرقان کے دو معنی۔ ۱۔ فرقان باعتبار تنزیل متفرق ہونے والا۔ ۲۔ فرقان بمعنی متفرق کرنے والا۔ قرآن مجید ان دونوں معنی میں فرقان ہے مگر سابقہ کُتُب وَصُحُف صرف دوسرے معنی میں فرقان ہیں۔ عَلٰى عَبْدِهٖ اپنے بندے پر نازل فرمایا۔ بارگاہِ الٰہی میں سب سے بڑا اعزاز عبدیت کا ہے اور عبد حقیقی وہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنا بندہ فرمائے۔ قرآن مجید میں صرف انبیاء کرام علیہم السلام کو یہ اعزازِ عظیم عطا فرمایا گیا۔ پانچ جگہ عَبْدَنَا، سات جگہ عَبْدِهٖ ایک جگہ عَبْدَيْنِ فرمایا۔ اپنے منہ سے تو ہر انسان کہہ دیتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں مگر خوش قسمتی تو یہ ہے کہ رب تعالیٰ فرمائے یہ ہے میرا بندہ۔ عبدیت کا یہ مقام اعلیٰ صرف انبیاء کرام علیہم السلام کو حاصل ہے۔ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۝ اس قرآن مجید کو فرقان حمید اس لئے بنا کر اتارا تاکہ یہ بندہ کائنات کے تمام جہانوں میں رہنے والوں کے لئے نذیر ہو۔ مخلوق عرشی ہو یا فرشی کسی کے لئے اصلاً کسی کے لئے فرضاً۔ کسی کے لئے حقیقتاً اور نازل فرمایا ہے اس ذات وحدہٗ لاشریک نے جس کا ملک تمام آسمانوں اور پوری زمین میں ہے یہ بندہ اُسی کی طرف سے اسی کے تمام ملک کے لئے واحد نذیر ہے۔ اصلاً اس طرح کہ اس بندے نے پوری کائنات کو بتایا کہ جو بھی کفر پر مرے گا وہ ابدی جہنمی ہوگا۔ حقیقتاً اس طرح کہ پوری امت دعوت کو کفر سے بچانے والا، ڈرانے والا۔ ان میں سے جو مومن مسلمان بن گئے تب ان کے لئے بشیر ہوا۔ فرضاً اس طرح کہ جو مخلوق فرضاً مثلاً کافر ہو جائے تو وہ بھی ابدی جہنمی آسمانی ہو یا زمینی۔ جیسے ہاروت و ماروت۔ اس مفروضے کا ثبوت مشکوٰۃ شریف ص ۵۱۳ کی حدیث مقدس۔ فصل ثالث۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ فَضَّلَ مُحَمَّدًا ﷺ عَلَى الْاَنْبِيَآءِ وَعَلٰى اَهْلِ السَّمَآءِ۔ فَقَالُوْا يَا ابْنَ عَبَّاسٍ۔ بِمَا فَضَّلَهٗ عَلٰى اَهْلِ السَّمَآءِ۔ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ لِاَهْلِ السَّمَآءِ۔ وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّىْ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ۔ كَذٰلِكَ نَجْزِى الظّٰلِمِيْنَ۔ ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما

نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ محمد ﷺ کو تمام انبیاء اور تمام آسمان والوں پر فضیلت دی۔ لوگوں نے پوچھا کہ آسمان والوں پر کس چیز سے فضیلت دی تو آپ نے جواباً فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے (بذریعہ نبی کریم) آسمان والوں سے فرمایا کہ ان میں سے جو بھی (فرض محال) خود کو معبود کہے اللہ کے مقابل تو وہ جہنم کی سزاوالا ہے ہم اسی طرح ہر ظالم کو بدلے دیتے ہیں۔ (بحوالہ دارمی) یہی نذرات نبوی ہے فرشتوں کے لئے۔ تمام عالمین کی مخلوق نبی کریم ﷺ کی امت ہے جس کا ظہور شب معراج میں کرایا گیا۔ بیت المقدس میں اقتداء انبیاء سے اور بیت المعمور میں اقتداء ملائکہ سے علیہم السلام۔ نباتات حکم نبوی پر دوڑتے چلے آئیں۔ جمادات کلمے پڑھیں، پتھر سلام کریں، چرند پرند فریادیں کریں، جن وانس بیعت کریں یہ سب لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا ۙ کا ہی ظہور ہے کہ جہاں تک ملک الٰہی وہاں تک نذرات مصطفائی اس لئے نَذِیْرًا کو الَّذِیْ سے جوڑا گیا۔ سورۃ اعراف آیت ۱۵۸ میں ہے: قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعَا اور سورۃ انعام آیت ۱۹ میں ارشاد ہے: وَاُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ؕ۔ ترجمہ:۔ اے انسانوں میں تم تمام کی طرف رسول اللہ ہوں اور یہ قرآن مجید میری طرف وحی کیا گیا ہے تاکہ اس کے ذریعے تم کو بھی اور اس تمام مخلوق کی طرف بھی ڈرسناؤں جہاں تک تاقیامت یہ قرآن کریم پہنچے یعنی آسمانوں زمینوں میں۔ سورۃ سبا آیت ۲۸ میں ہے: وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا۔ سورۃ انبیاء آیت ۱۰۷ میں ہے: وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ۝ **پہلی حدیث:** از مسلم بخاری۔ فرمان نبوی: بُعِثْتُ اِلَی الْاَحْمَرِ وَالْاَسْوَدِ۔ **حدیث دوم:** بخاری مسلم كَانَ النَّبِیُّ یَبْعَثُ اِلٰی قَوْمِهٖ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ اِلَی النَّاسِ عَامَّةً۔ ان تمام آیات واحادیث میں یہی بتایا گیا کہ پہلے نبی صرف ایک قوم کے رسول ہوتے تھے مگر آقا ﷺ سارے جہانوں کے رسول و نذیر ہیں۔ حضرت آدم ونوح علیہما السلام اگرچہ پوری زمین کے نبی تھے مگر اس وقت پوری زمین پر فقط ایک ایک قوم ہی آباد تھی۔ دیگر سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کی نبوت صرف ان کی حیات ظاہری میں بعد وفات نبوت منسوخ صرف کتاب اللہ باقی جیسے توریت زبور انجیل نزول قرآن مجید سے پہلے تک باقی رہیں۔ نبی کریم ﷺ کی ولادت سے سب کتب منسوخ کردی گئیں اور نبوتیں ہر نبی کی وفات سے ہی منسوخ ہوتی تھیں لیکن آقا ﷺ کی نبوت رسالت قرآن وحدیث تاقیامت باقی وشریعت جاری یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ کی آمد سے حضرت سلیمان علیہ السلام کی وہ قوت روحانی جو جنات پر قائم تھی ختم ہوگئی۔ نبوت و بادشاہت تو وفات سے ختم ہوگئی تھی (از مشکوٰۃ ص ۵۱۲)۔ **حدیث سوم:** از مسلم بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمان نبوی ہے کہ اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ كَآفَّةً وَّخُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ۔ یعنی میں بھیجا گیا ہوں تمام مخلوق کی طرف کافی بنا کر اور میرے آنے کے بعد نبوت بند کردی گئی اور چونکہ تمام آسمانوں زمین کی چیزیں اللہ تعالیٰ کی ہی مخلوق ومملوک ہیں اس لئے اے یہود ونصاریٰ گوش وہوش سے سن لو اور اے نبی قبیلہ بنی غطفان وبنی نذیر کو سنادو کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو اپنا بیٹا یا بیٹی نہ بنایا۔ تین گروہ کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے۔ یہودی کہتے ہیں عزیر ابن اللہ ہیں۔ عیسائی کہتے ہیں عیسیٰ ابن اللہ ہیں۔ پہلے چند عرب قبائل اور اب ایرانی پارسی کہتے ہیں کہ ملائکہ اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ یہاں وَلَمْ یَتَّخِذْ فرما کر تینوں کی تردید فرمادی گئی کیونکہ اولاد بنانے کی وجہ پانچ قسم کی ضرورتیں ہوتی ہیں۔ **اول:** یہ کہ اصل ونسل چلے۔ **دوم:** یہ کہ تنہائی کی گھبراہٹ ختم ہو۔ **سوم:**

یہ کہ اولاد مثل کھلونا ہوتی ہے والدین کو ابا، اماں کہلانے کا شوق ہوتا ہے۔ **چہارم**: یہ کہ وارث بنے۔ **پنجم**: یہ کہ بڑھاپے کا سہارا بنے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام آلائشوں ضرورتوں سے پاک و بلند ہے۔ اولاد بنانے کی تین صورتیں: ۱۔ اپنی سگی اولاد ہونا۔ ۲۔ متبنٰی بنالینا۔ ۳۔ کسی کی اولاد کو پرورش میں گود لینا اور اپنی ظاہر کرنا۔ یہ سب انسانی عیوب و کمزوریاں ہیں۔ رب تعالیٰ ان سے بھی پاک ہے۔ شریک سات قسم کے ہوتے ہیں: اولادیت سے، میراثیت سے، استحقاقیت سے، مُلکیت سے، مِلکیت سے، صنعت فَنّیۃ سے، مرتبت سے۔ اللہ تعالیٰ کا کسی طرح سے کوئی بھی شریک نہیں ہوسکتا نہ الٰہیت میں نہ تخلیق میں نہ مُلکیت نہ مِلکیت نہ ولدیت میں۔ اس لئے اشیاء عالمین میں رب تعالیٰ کے ساتھ کسی کا استحقاق نہیں ہوسکتا۔ مشرک کی چار قسمیں۔ ۱۔ کفار وثنی بت پرست۔ ۲۔ کفار ثنوی یعنی دو اللہ ماننے والے جیسے مجوسی دو اللہ مانتے ہیں۔ ۱۔ خالق خیر یزدان۔ ۲۔ خالق شراہرمن۔ ۳۔ کفار اولادی جیسے یہود و نصاریٰ وغیرہ۔ ۴۔ کفار بناتی فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہنے والے اور پیدا فرمایا اسی اللہ تعالیٰ نے ہر اس چیز کو جو عالمین میں ہے ان کے جسمانی روحانی وجود سے اپنی حکمت تخلیقی مصلحت اور مخلوقی مفاد سے۔ ابدی شاندار انداز کے ساتھ ہر چیز کو مقدر و محدود فرمادیا۔ نطفے میں، بیج میں، پھول و پھل میں، جسم و حجم میں عضو و عمر میں، نسل و اصل میں، خوراک و غذا میں، عادات و خصائل، ثمرات لذات، رنگ و بو، تاثیر و تعمیر، قد کاٹھ، شکل حلیہ، ترقی تفضل، جنسیت صنفیت، جن و انس، ملک، نباتات، جمادات، حیوانات، فلکیات، ارضیات، معدنیات، موسمیات کہ ازل حادث سے ابد فانی تک ایک محور حدود میں چل رہے ہیں نہ کوئی تغیر نہ گڑبڑ نہ فساد، نہ انڈے والے سے بچے نکلے نہ بچے والے سے انڈا نکلے، نہ آم سے گلاب ظاہر ہو نہ گلاب سے کیلا پیدا ہو۔ کیسا نظم و نسق ہے کہ نہ کوئی بدل سکے نہ بگاڑ سکے۔ مناسبت ایسی شاندار کہ ذرہ بھر کمی بیشی سے تباہی آجائے موافقت ایسی پیاری کہ جس کو جو بنادیا اسی میں اس کی بقا جس کو جو کھلادیا اسی میں اس کی صحت و غذا مگر ان حقائق میں تو اہل ایمان ہی غور کرتے ہیں کفار کی حماقت تو یہ ہے کہ: وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا یَخْلُقُوْنَ شَیْـًٔا وَّ هُمْ یُخْلَقُوْنَ وَ لَا یَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا وَّ لَا یَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّ لَا حَیٰوةً وَّ لَا نُشُوْرًا۝ کائنات میں الٰہیت والٰہی قوتیں سب سے زیادہ مشکل اس کے باوجود کفار نے اللہ تعالیٰ کے مقابل اور سوا ایسے معبود بنالئے جو ذرہ برابر کسی چیز کو پیدا نہیں کرسکتے بلکہ وہ تو خود جسماً پیدا کئے گئے ہیں اور شکلاً انسانی ہاتھوں سے ہی تراشے خراشے گوندھے بنائے پکائے گئے ہیں۔ کیا عجیب حماقت ہے کہ صنم تراش لیا اور بندگی کرلی اور یہ بات تو خود کفار بھی سمجھتے ہیں کہ یہ بت اپنے آپ سے بھی کسی نقصان کو ختم کرنے کی طاقت و ہمت نہیں رکھتے کوئی توڑ دے گرادے نہ خود کو بچاسکیں نہ دشمن کو بھگاسکیں نہ اپنے پجاری کو بچاسکیں ایسے ہی کسی کے لئے کسی بھی نفع کے مالک و قادر نہیں اور یہ بیوقوف پجاری ہیں کہ ان بتوں کی محبت میں مرے مٹے جاتے ہیں آس لگائے بیٹھے ہیں اور یہ کفار یہ بھی جانتے ہیں کہ یہ بت نہ موت کے مالک نہ زندگی لینے دینے کے مالک نہ کسی مردہ کو زندہ کرسکیں نہ حشر و نشر قائم کرسکیں۔ یہ کفار کتنے نادان ضدی ہیں کہ ایسی ناکارہ چیزوں کو معبود جیسی طاقتوں کی مالک ذات بنانے میں ذرا تفکر نہیں کرتے۔ لیکن ایک صحیح سچی، امین، فہیم شخصیت کو ہزاروں معجزات دیکھنے کے باوجود نبی سول ماننے میں سینکڑوں حیلے بہانے شرطیں قیدیں لگاتے ہیں کہ وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اِفْكُ ِ۟افْتَرٰىهُ وَ اَعَانَهٗ عَلَیْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۛۚ فَقَدْ

جَآءُوْ ظُلْمًا وَّ زُوْرًا ۝ اور کہا ان حمقاء زمانہ لوگوں نے جو قلبی ذہنی کافر ہیں کہ یہ قرآن اللہ کا کلام نہیں یہ تو وہ دماغی غلط بیانی ہے جس کو اس نبی نے خود بنالیا ہے۔ کفار مکہ میں سے نضر بن حارث اور عبداللہ بن امیہ ونوفل بن خویلد اور ان کے چند ساتھیوں نے یہ بات پھیلائی اور آج ہر کافر یہ بات کہتا پھرتا ہے مگر قرآنی چیلنج آج تک کوئی قبول نہ کرسکا نہ فصحاء عرب نہ حمقاء عجم اور یہ بھی کہتے ہیں کہ قرآن بنانے میں اس مدعی نبوت کی مدد واعانت ایک دوسری قوم کے چند لوگ بھی کرتے ہیں۔ وہ پانچ آدمی ہیں۔ ۱۔ ابو فکیہہ رومی۔ ۲۔ یسار مولیٰ حضرمی۔ ۳۔ عواس مولیٰ حویطب بن عبدالعزی۔ ۴۔ جبر مولیٰ ابن عامر۔ ۵۔ عبید بن حصر کاہن حبشی یہ سب عجم کے یہودی تھے جو مسلمان ہو گئے اور آزاد کردہ غلام تھے۔ یہاں مولیٰ کا معنی آزاد شدہ غلام یہ لفظ مولیٰ وِلَاءٌ سے بنا ہے۔ اگر وَلِیٌّ سے بنا ہو تو مولیٰ کا معنی آقا، والی وارث ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان حماقتوں کا جواب عطا فرمایا کہ یہ کفار مکہ ایسی احمقانہ باتیں کر کے نرا ظلم اور زور ہی بکتے ہیں یعنی وہ کلام عظیم جس کی مثل تمام فصحاء عرب بلغاء شعراء ایک چھوٹی آیت نہ بنا سکیں باوجود چیلنج عام اور وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ کی دعوت تمام کے۔ اس کلام فصیح کے بارے میں یہ کہنا کہ چند عجمی غلاموں کے تعاون سے نبی نے بنالیا ہے ظلم وزور کی بکواس نہیں تو اور کیا ہے۔ اس ظلم وزور کی جہالت کو ایک عام آدمی بھی سمجھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بجز ان چند بیوقوفوں کے کسی اور کافر نے یہ بات نہ کہی نہ مانی۔ ظلم، زور، افتراء، کذب، عدل میں فرق یہ کہ کسی چیز کو اس کی اپنی اصل جگہ رکھنا عدل ہے۔ غلط جگہ رکھنا ظلم ہے۔ باطل کو حق کہنا اور حق کے خلاف توڑ موڑ و تحریف کرنا زور ہے۔ جان بوجھ کر غلط بیان کرنا افتراء ہے۔ کسی کی تقلید وتائید میں غلط بیانی کرنا کذب ہے۔ ان آیات میں چھ چیزیں بیان فرمائی گئیں۔ ۱۔ تبارک۔ ۲۔ فرقان۔ ۳۔ توحید۔ ۴۔ نبوت۔ ۵۔ نذیر ہونا۔ ۶۔ موت وحیات۔ برکت کے پانچ معنی۔ ۱۔ عقلی نشوونما۔ ۲۔ حسی کثرت۔ ۳۔ کثرت خیر۔ ۴۔ ابدی عظمت۔ ۵۔ ابدی بقاء۔ برکت کی چھ کیفیات ہیں۔ ۱۔ نہ محسوس ہو۔ ۲۔ نہ منحصر ہو۔ ۳۔ نہ مختصر۔ ۴۔ نہ گنی جاسکے۔ ۵۔ نہ دیکھی جاسکے۔ ۶۔ مگر جس تھوڑی چیز میں برکت آجائے تو کثیر کو کفایت کرے۔ برکت الٰہی کی چار صفات ہیں۔ ۱۔ دائمی بقا۔ ۲۔ فنا نہ ہو (لم یزل)۔ ۳۔ وَلَا یَزَالُ کوئی ختم نہ کرسکے۔ ۴۔ خیر ہی ہو شر کبھی نہ ہو۔ مبارک وہ ہے جو کمال ذات وصفات اور کمال قول وفعل والا ہو۔ برکت افضل ہے کثرت سے کیونکہ کثرت میں خیر وشر، حلال وحرام کی ملاوٹ ہوسکتی ہے مگر برکت میں صرف خیر ہی ہوتی ہے۔ تَبٰرَكَ کا معنی علو ذات وسمو صفات ہے صانع مصلحت خلل سے پاک کثیر ہدایت ہے وسیع رحمت معاش حیات ومعاد ممات میں خیر فرمانے والا۔ فرقان وہ جو دو چیزوں میں فرق اور دو شخصوں میں فاصلہ ذہنی وجسمی ورتبی کرنے والا ہو۔ فرق وفاصلے کی دو قسمیں ایک وہ جس کا علم فقط بصیرت ایمانی سے ہو۔ دوم وہ جس کا پتا بصارت انسانی سے بھی ہو۔ فرقان وہ جو معانی میں فرق والفاظ میں تفریق واجسام میں تمیز کرتا ہے۔ قرآن مجید کو فرقان حمید کہنے کی سات وجہ۔ ۱۔ حق وباطل میں فرق کرنے والا۔ ۲۔ مومن وکافر میں تفریق۔ ۳۔ نیک وبد میں فاصلہ۔ ۴۔ نزول میں خود متفرق ہونے والا۔ ۵۔ معجزہ ہونے میں عاجز ومتحیر کرنے والا۔ ۶۔ حلال وحرام کو بیان فرمانے والا۔ ۷۔ سابقین کی تصدیق آخرین کی تبیین فرمانے والا۔ بقاء عالمین کے لئے دو چیزیں۔ ۱۔ توحید کبریائی یعنی اللہ تعالیٰ ہی غالب، قاہر، حاکم ہے۔ امر ونہی، اعدام وایجاد، احیاء واموات میں۔ ۲۔ نبوت مصطفائی، دائماً، مستقلاً، اختیاراً۔

توحید کے چار دعوے چار دلیلیں۔ ا۔اسی کا ملک ہے دلیل کیونکہ سب مخلوق اللہ تعالیٰ کی محتاج ہے۔ ۲۔اس نے اولاد نہ بنائی دلیل کیونکہ سب مخلوق و مملوک بنایا جو خالق ہو وہی الٰہ جو الٰہ وہی مالک اور مخلوق و مملوک اولاد نہیں ہو سکتی۔ ۳۔اس کا کوئی شریک نہیں ملک میں دلیل کیونکہ وہی اللہ نفع نقصان حیات و موت حشر و نشور کا مالک ہے۔ ۴۔فَقَدَّرَهٗ تَقْدِیْرًا۔ دلیل یہ کہ اس لئے ہر شی میں نظم و ضبط بقاء و ثبات ہے۔ سچے معبود کی چار قوتیں اور جھوٹے کی چار کمزوریاں بیان فرمائی گئیں۔ پہلی قوت: سچا الٰہ خالق ہے مخلوق نہیں۔ **پھلی**: جھوٹے معبود مخلوق ہیں حضرت مسیح علیہ السلام کا ایک بار اَنِّیْ اَخْلُقُ فرمانا بِاِذْنِ اللّٰهِ تھا اس لئے یہ فرمان معجزہ ہوا نہ کہ خالقیت۔ **دوم**: سچا الٰہ وہ جس کی قدرت قاہر جس کا ثواب ثابت جس کا عذاب غالب ہو جھوٹے معبود ہر طرح عاجز۔ **سوم**: سچا معبود ہر نفع نقصان کا مالک مگر جھوٹے خود اپنے نفع کے بھی مالک نہیں۔ **چھارم**: سچا حقیقی الٰہ سب کی موت و حیات فناء و بقا کا مالک لیکن جھوٹے الٰہ لَا یَمْلِکُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَیٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا۝

ان آیات میں مختلف اقوال

اس سورۃ کے نزول میں دو قول۔ ا۔اکثر نے فرمایا یہ پوری سورۃ مکی ہے یہی بات ٹھیک ہے۔ ۲۔بعض نے کہا اس کی تین آیتیں مدنی ہیں نمبر ۶۸، ۶۹، ۷۰ از وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ تا وَکَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا۝ یہ قول اس لئے غلط ہے کہ بلا دلیل و ثبوت ہے۔ تَبَارَکَ کے معنی میں پانچ قول۔ ا۔اس نے برکت دی۔ ۲۔مقدس کیا۔ ۳۔کثرتِ خیر دی۔ ۴۔کثرت عطا فرمائی۔ ۵۔اس کی ذات باقی صفات ظاہر ہمیشہ سے ہمیشہ تک۔ سب قول درست ہیں۔ فرقان کے نحوی معنی میں تین قول۔ ا۔بعض نے کہا فرقان بمعنی فَارِق ہے۔ ۲۔بعض نے کہا فرقان بمعنی مفروق ہے۔ ۳۔بعض نے کہا فرقان بمعنی تفریق ہے۔ فرقان کے مقصدی معنی میں تین قول۔ ا۔بعض نے کہا حق و باطل میں فرق کرنے والا۔ ۲۔بعض نے کہا مومن و کافر میں جدائی کرنے والا۔ ۳۔بعض نے کہا نیک و بد کی پہچان و نشان بتانے والا۔ نَزَّلَ کے معنی میں دو قول۔ ا۔اکثر نے فرمایا اس کا معنی ہے قرآن اتارنا۔ ۲۔بعض نے کہا کلام اتارا۔ اس لئے سب کتب و صحف مراد۔ پہلا قول صحیح ہے یہ غلط ہے۔ عَلٰی عَبْدِهٖ کی قرأت میں دو قول۔ ا۔اکثر کی قرأت عَبْدِهٖ ہے واحد اور صرف نبی کریم ﷺ مراد ہیں۔ ۲۔بعض کی قرأت عَلٰی عِبَادِهٖ ہے اور مراد ہیں تمام اہل ایمان بھی۔ لِیَکُوْنَ کے اسم میں تین قول۔ ا۔اکثر نے فرمایا اسم ضمیر کا مرجع نبی کریم ﷺ ہیں۔ ۲۔بعض نے کہا مرجع اللہ تعالیٰ ہے کیونکہ سورۃ دخان کی آیت ۳ میں ہے: اِنَّا کُنَّا مُنْذِرِیْنَ۝ یعنی اللہ تعالیٰ بھی کفار کو اِنذار فرماتا ہے۔ ۳۔بعض نے کہا مرجع فرقان ہے۔ لِلْعٰلَمِیْنَ کے معنی میں دو قول۔ ا۔عطا نے فرمایا اس کا معنی ہے تمام جہانوں کے لئے۔ ۲۔جہلاء نے کہا اس کا معنی ہے دنیا جہان کے لئے۔ بعض جہلاء نے لکھا سارے جہان والوں کے لئے۔ یہ دونوں ترجمے گمراہی ہے نَذِیْرًا کے معنی میں تین قول۔ ا۔اکثر نے فرمایا یہ صفت مشبہ اپنے ہی مبالغہ و کثرت کے معنی میں ہے یعنی زیادہ خوف دلانے والا۔ ۲۔بعض نے کہا یہ بمعنی مُنْذِر ہے۔ ۳۔بعض نے کہا یہ مصدری معنی میں ہے جیسے نکیر بمعنی انکار ہوتا ہے نذیر بمعنی انذار ہے۔ وَّهُمْ یُخْلَقُوْنَ کے معنی میں دو قول۔ ا۔بعض نے معنی کیا وہ پیدا کئے جاتے ہیں تخلیق الٰہی سے۔ ۲۔بعض نے لکھا کہ بنائے جاتے ہیں پجاریوں کے ہاتھ سے۔

فائدے

ان آیات سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ **پہلا فائدہ**: تمام خیر و برکت قرآن مجید میں ہے۔ یہ فائدہ تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ سے حاصل ہوا۔ **دوسرا فائدہ**: آقائے کائنات حضور اقدس ﷺ کی تین خصوصی شانیں ایسی ہیں جو آپ سے پہلے کسی رسول و مرسل کو بھی نہ ملیں۔ **ایک**: یہ کہ آپ عالمین کے رسول ہیں۔ **دوم**: یہ کہ آپ ﷺ کی نبوت ازل حادث سے تا قیامت بلکہ قبر و حشر جنت میں بھی قائم۔ **سوم**: یہ کہ آپ کا دین اور آپ کی شریعت مجموعہ احکام الٰہی ہے آپ کے ہوتے ہوئے کسی راہنما کی ضرورت نہیں نہ کوئی راہنما ہو سکتا ہے۔ آپ کو چھوڑنا گمراہی ہی ہے۔ یہ فائدہ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا ۝ فرمانے سے حاصل ہوا۔ **تیسرا فائدہ**: جس طرح تمام مخلوق صلوٰۃ و تسبیح سے اللہ تعالیٰ کی عبادت مسلسل ادا کر رہی ہے اپنے اپنے طریقہ پر۔ اسی طرح تمام مخلوق سلام و درود نبی کریم ﷺ ورد کر رہی ہے اپنے اپنے الفاظ میں۔ کیونکہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور نبی کریم ﷺ کی امت ہے یہ فائدہ نَذِیْرًا ۝ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ (الخ) سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوئے ہیں۔ **پہلا مسئلہ**: مسلک حنفی میں مسلمان و مومن جنات کو بعد قیامت تا ابد عالم اعراف میں رکھا جائے گا۔ بعض نے کہا فنا کر دیا جائے گا جنت میں کوئی جنات میں سے نہ جائے گا کافر جنات جہنم میں ہوں گے۔ ان کی نیکیوں و ایمان کا بدلہ دنیوی قوت و آرام و سکون قبر، اعراف یا فنا کا سکون ہے۔ یہ مسئلہ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا ۝ سے مستنبط ہوا۔ عالمین میں جنات بھی داخل۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نذیر سب کے لئے مگر بشیر صرف مسلمان انسانوں کے لئے۔ مومن جنات سے نذرات جہنم ختم مگر بشارت جنت کا کہیں ثبوت و ذکر نہیں ہے۔ **دوسرا مسئلہ**: بارگاہ الٰہی میں سب سے بڑا جرم و گناہ کفر کی مثل یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی کذب بیانی کو جائز مانا جائے کوئی خبیث یہ کہے کہ معاذ اللہ انبیاء جھوٹ بول سکتے ہیں جو مسلمان ہو کر ایسا کہے اس سے زیادہ ملعون کوئی نہیں۔ یہ مسئلہ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا کے بعد فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّ زُوْرًا ۝ۚ فرمانے سے مستنبط ہوا۔ دیکھو کفار نے نبی کریم ﷺ پر افتراء و کذب کو ممکن مانا اور اسی عقیدے کی بناء پر الزام لگایا جس کو دگنا جرم قرار دیا گیا ظلم بھی زُوْرًا بھی۔ **تیسرا مسئلہ**: اللہ تعالیٰ کو مختار کہنا گناہ ہے کیونکہ لفظ مختار باب افتعال کا یا اسم مفعول ہے یا اسم فاعل۔ اسم مفعول کا معنی ہے اختیار دیا ہوا یعنی جسے کوئی اختیار دے اور اسم فاعل کا معنی ہے اختیار دینے والا یعنی جو کسی کو اختیار دے۔ ان دونوں معنی کے اعتبار سے صرف نبی کریم ﷺ ہی مختار کل ہیں کہ نبی کریم اختیار دیئے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ اختیار کلی دینے والا اور مختار کا لفظ جب بولا جاتا ہے تو وہاں مفعولی معنی ہی مراد ہوتے ہیں۔ باب افتعال متعدی ہے نہ کہ لازم۔ یہ مسئلہ ان آیات میں بیان کردہ صفات الٰہیہ اور مشہور ننانوے اسماء الٰہیہ سے مستنبط ہوا جس سے ثابت ہوا کہ لفظ مختار اسماء الٰہیہ میں سے نہیں نہ قرآن مجید میں نہ کسی حدیث مقدس میں۔ یہ وہابیوں کی ایجاد بے علمی ہے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ **پہلا اعتراض**: تفسیرات کے مطابق تَبٰرَكَ محبت کا کلام ہے۔ جس کا معنی ہے اللہ

تعالیٰ نے اپنے بندوں کو خیر کثیر، نعمت کثیر، منافع شہیر عطا فرمائے تو کلام محبت کے بعد نَذِیْرًا کا کلام خوف وغم کیوں فرمایا گیا۔
جواب : ہر نعمت پانے کے لئے نعمت کے لائق بننا ضروری ہے۔ نعمت دنیوی ہو یا دینی یا اُخروی، کسبی ہو یا وہبی، سلطنت وزارت ہو یا امامت ولایت ہر بندے کو حصول نعمت کے لئے تعلیم وتربیت کی محنت ومشقت کرنی ہی پڑتی ہے۔ دنیا میں طالب دوقسم کے ہیں۔ ا۔ شائق۔ ۲۔ غافل۔ شائق کو زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں پڑتی وہ خود ہی عمل محنت میں لگ جاتا ہے تو اس کے لئے بشارت ہوتی ہے مگر غافل کو بار بار ڈرانا ذلت ناکامی یاد دلانا پڑتی ہے تب وہ حصول نعمت کے لئے محنت کی طرف راغب ہوتا ہے تو چونکہ تَبٰرَكَ میں دینی دنیوی اُخروی نعمتوں کا ذکر ہے اور بندے غافل لہٰذا نَذِیْرًا فرمایا گیا کہ ہمارا نبی مثل والد و استاذ شفیق ونذیر ہے۔ **دوسرا اعتراض :** یہاں صرف لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا فرمایا گیا حالانکہ نذرات کی ضرورت صرف جن وانس کو ہے۔ ملائکہ وحور وغلمان کو نہیں ہے ان کے لئے تو نبی کریم ﷺ صرف بشیر ہی ہیں تو چاہئے تھا کہ دونوں کا ذکر کیا جاتا یا بوجہ کثرت صرف بَشِیْرًا فرمایا جاتا۔ **جواب :** یہاں نذیر سے مراد نبی ہونا ہے یعنی یہ عبد تمام جہانوں کے لئے نبی بنایا گیا ہے اور عالمین کی اس وقت والی کیفیت کفر بتاتے ہوئے نذیر کی صفت ارشاد ہوئی اور انسانوں جنوں شیاطین کو سنانا مقصود ہے یہ تینوں گروہ بعثت کے وقت سب ہی کفر پر تھے کوئی بھی ان مخاطبین میں سے مستحق بشارت نہ تھا اس وجہ سے صرف نذیر فرمایا گیا۔ کفار کے لئے انبیاء صرف نذیر ہی ہوتے ہیں تو پیشگی نفرت وبیزاری کا اظہار فرمانے کے لئے صرف نذیر فرمایا علماء اصول اس طریقہ بیان کو برأت استہلال کہتے ہیں یعنی سوال سے پہلے ہی ایسا کلام فرمانا کہ سوال ختم ہو جائے۔ اگر بشیر بھی فرمایا جاتا تو سوال پڑتا کہ بشیر کس کے لئے؟ کفار کہتے کہ ہمارے لئے وہی بشیر ہیں۔ اس سے کفر پر رضا ثابت ہوتی حالانکہ نفرت ثابت کرنی ہے۔ رہا ملائکہ وحور وغلمان تو وہ عالم غیب کی مخلوق ہے ان کا ذکر مناسب نہیں نہ کسی کا ذہن ان کی طرف جاتا ہے۔ **تیسرا اعتراض :** یہاں پہلے وَخَلَقَ فرمایا پھر فَقَدَّرَہٗ۔ فَ تعقیبیہ کے ساتھ فرمایا۔ خَلَقَ کا ترجمہ ہے پیدا کیا اور فَقَدَّرَہٗ کا ترجمہ ہے پھر تقدیر بنائی حالانکہ احادیث سے ثابت ہے کہ تقدیر خلائق پہلے بنائی گئی تخلیق خلائق سے مگر یہاں فَقَدَّرَہٗ کو بعد میں لانا فَ تعقیبیہ کے ساتھ ثابت کرتا ہے کہ تخلیق پہلے ہے تقدیر بعد میں۔ چاہئے تھا کہ فرمایا جاتا قَدَّرَ فَخَلَقَ اور اگر قَدَّرَ وَخَلَقَ دونوں لفظ ایک معنی میں ہیں تو ایک لفظ بیکار رہا محض تکرار۔ **جواب :** یہاں قَدَّرَ کا معنی تقدیر بنانا نہیں بلکہ اس کا معنی ہے مناسب اندازہ۔ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے جب بھی جس چیز کو پیدا فرمایا تو بہترین حکمت، مصلحت سے مناسب انداز کے ساتھ ہر چیز کو شکلاً، جسماً، عضواً، حجماً، عمراً، قوۃً غذاءً محدود ومقرر فرما دیا۔ یہ حسن انتظام تخلیق تدریجاً اور وقفے وقفے سے نہیں آیا بلکہ روز اول وابتداءِ آفرینش سے ہی بیک دم شروع ہوا۔ بعض جہلاء کہتے ہیں کہ انسان پہلے بندر کی ہم شکل تھا یہاں ان کی بھی تردید ہوگئی۔ حضرت آدم وحوا علیہما السلام انسان اول حور وغلمان سے زیادہ خوب صورت تھے۔

تفسیر صوفیانہ

تَبٰرَكَ کنایہ ہے اُسرار کا اشارہ ہے اخیار کا جس کو بجز اکابر کوئی نہیں جانتا برکات الٰہی بلند وبالا ہیں مخلوق کی سمجھ سے جب رب قدیر نے ہی عرش سے ثریٰ تک ہر ذرے کو جمال وکمال عطا فرمائی۔ تب ذروں نے مقام اصل سے قیام حقیقی کی قوت پائی اور

مولیٰ تعالیٰ نے خاص فرمایا حبیب ازلی محبوب ابدی کو قیومیت کی صولت وعزت سے اور فرقان لامکانی کا نزول تنزیلی فرمایا جو ابد تک جاری ہے۔ جس نے فرق کر دیا اعلیٰ وادنیٰ مقام ومقال، حال واعمال، کشف وخیال کے درمیان تا کہ وہ بندۂ محبوب جو سالکین عالمین کا معلم حق نذیر برحق ہے خالص ومخلص ہے اسی کو نبی مختار، صفی ابرار، خلوتوں کا خلیل، جلوتوں کا سراج منیر بنا دیا جائے۔ خالق اکبر نے روح مومن میں خیر کثیر اور فرش قالب میں فرقان عقل نازل فرمائی درجہ بدرجہ منزل بمنزل ان بندگان عالمین میں سے جن کے پاس بے مثل ہمت کامل ہے۔ یہی عقل فرقانی جامع عقول ومحیط کمالات ہے اور نذیر کل نفسیات ہے وہی عقل کلی صفات تامہ کے ساتھ مظہر نور محمدی ہے۔ اسی کا فیض جاری ہے تمام جہانوں والی مخلوق کی روح سماوی وبدن ارضی میں۔ اس عقل کل کو برتری ہے تمام مخلوق پر اس سے نہ کوئی اکثر نہ کوئی اقویٰ۔ ہر نذیر کی امت مخصوص ومحدود ہے مگر عقل کل کی نذرات عام ہے سب کے لئے کیونکہ یہ نذیر خاتم ہے اور اس کی امت خَیْرُ الْاُمَمِ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سب کی تقدیر اس کے وجود جسمی سے پہلے بنا دی اپنی حکمت مشیت کی مناسبت ومقدار کے ساتھ۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ جسم ایمانی میں اٹھارہ خانے ہیں اور ہر ایک میں قدرت کی ایک امانت ودیعت ہے۔ ۱۔ نور مشیت۔ ۲۔ سرور نفس۔ ۳۔ ظہور روح۔ ۴۔ وجود کا فتور۔ ۵۔ صورت گری۔ ۶۔ ناموری۔ ۷۔ ذات۔ ۸۔ صفات۔ ۹۔ لذت خوراک۔ ۱۰۔ مدت قیام۔ ۱۱۔ رنگ کی مقدار۔ ۱۲۔ کسب کمال۔ ۱۳۔ شعور باطن۔ ۱۴۔ حرکت بدن۔ ۱۵۔ سکون اعضا۔ ۱۶۔ فناء عدم۔ ۱۷۔ ۱۸ بقاء حشر نشر۔ یہ امانتیں علم وحکمت کی اس گہرائی میں ہیں کہ بجز نذیر عالمین ان کی مقدار وتقدیر کو کوئی نہیں جانتا۔ اسی زمین طریقت میں ایسے مردہ دل وزندہ نفس مکار وعیار موجود ہیں جو نہ اپنے نفس امارہ کا نقصان ہٹا سکتے ہیں نہ تزکیہ روح وطہارت قلب کا نفع پا سکتے ہیں ایسے ناکارہ دعویدار طالبین راہ کا کچھ فائدہ نہیں کر سکتے۔ اس طرح کے جھوٹے پیر کھوٹے مرید، راہ حقیقت کے دجال اور دنیوی منزل کے معنوی بت ہیں۔ خود گمراہ، دیگر کے گمراہ گر، نہ حیات قلوب پر قادر نہ موت نفسانی پر غالب نہ عقل مردہ کے شعور نشور پر ماہر ایسے پیروں کے مرید عابدین اصنام کے مثل ہیں اے مرید عاقل طالب صادق اہل شہوات کی اتباع سے علیحدہ ہو جا کیونکہ یہ جہالت کی زندگی ہے اور حیات جہالت ہی موت ہلاکت ہے۔ حیات علمی شرافت ابدی ہے اسی سے جہالت کی فنا ہے۔ وہی پیر اپنے مریدین کو حیات ابدی دلا سکتا ہے جو علم نافع اور دعاء بصیرت والا ہو۔ وہی جہالت کی گہرائی سے نکال کر معرفت کی سیڑھی پر چڑھ سکتا ہے یہ سیڑھی بارگاہ رسالت ہے اور اس کے وارث علماء عاملین واولیاء کاملین ومشائخ ماہرین ہیں۔ بے علم پیر مثل سامری اور بے عمل مریدین مثل بنی اسرائیل آواز بچھڑا کے پجاری ہیں دنیوی راگ رنگ مثل آواز بچھڑا ہے یہی لوگ طریقت کی سیڑھی سے گرنے والے سماعت ضلالت کے مردہ کیڑے ہیں اے مخلص وخوشنوائی دنیا اور نالائقوں کی لاف زنی پر دھوکہ نہ کھاؤ بلکہ سچوں کے ساتھ لگ جاؤ تا کہ ایسی جلا پاؤ جو دین کو احسن کرے اور اچھوں کا تعاون کرے۔ کفران نعمت حقیقت بے خبری ہے اور بے خبر لوگ ہی کہتے ہیں کہ کلام عرفانی افترا کیا ہے تعاون شیطانی سے لیکن رب کریم فرماتا ہے کہ عباد ان بے بصر کی یہ باتیں ہی ظلم شیطانی وزور طغیانی ہیں۔ کسی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا ہم کس کی محفل اختیار کریں۔ آپ نے فرمایا جس کی باتیں تمہارا علم بڑھائے، جس کا عمل تمہاری رغبت آخرت بڑھائے، جس کا دیدار تمہارا ذکر اللہ بڑھائے۔

وَقَالُوْٓا اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ
اور یہ بھی بولے وہ کفار کہ یہ قرآن پہلوں کے وہ قصے ہیں
اور بولے اگلوں کی کہانیاں ہیں
اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝۵
جن کو اس نبی نے لکھ لیا ہے تو وہ لکھوائے جاتے اس نبی پر بوقت سحر اور بوقت رات
جو انہوں نے لکھ لی ہیں تو وہ ان پر صبح شام پڑھی جاتی ہیں
قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ
تم بتاؤ کہ اتارا ہے اس قرآن کو اس ذات پاک نے جو جانتا ہے ان تمام چھپی چیزوں کو جو آسمانوں اور زمین میں ہیں
تم فرماؤ اسے تو اس نے اتارا ہے جو آسمانوں اور زمین کی ہر چھپی بات جانتا ہے
اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝۶ وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ
بیشک وہی ہے بخشنے والا رحیم اور کافر بولے کہ کیا حال ہے اس رسول کا
بیشک وہ بخشنے والا مہربان ہے اور بولے اس رسول کو کیا ہوا
يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ؕ
کہ کھانے بھی کھاتا ہے اور چلتا پھرتا ہے بازاروں میں بھی
کہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے
لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ۝۷
کیوں نہیں اتارا جاتا اس کے پاس کوئی فرشتہ جو ظاہر ظہور رہے اس کے ساتھ نذیر بن کر تبلیغیں کرتا
کیوں نہ اتارا گیا اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کہ اس کے ساتھ ڈرسناتا

تعلقات

ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آیات میں کفار کے چند عقیدوں اور کچھ کفریہ مشرکانہ باتوں کا ذکر فرمایا گیا اب ان آیات میں کفار کی ان کفریات کا ذکر فرمایا جا رہا ہے جو وہ اسلام و قرآن کریم کے خلاف باتیں کرتے ہیں۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیات میں کافروں کی ان کفریہ باتوں کا ذکر کیا گیا جو وہ قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے کے انکار میں کیا کرتے تھے۔ اب ان آیات میں کفار کو ایک بہترین مضبوط جواب دینے کا حکم فرمایا جا رہا ہے کہ اے

مسلمانو تم کفار کو بس اسی قسم کا جواب دیا کرو۔ **تیسرا تعلق:** پچھلی آیات میں کفار کے انکار قرآن کا ذکر فرمایا گیا اب ان آیات میں کفار کے انکار نبوت کرنے کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ **چوتھا تعلق:** پچھلی آیات میں فرمایا گیا کہ نبی کریم ﷺ اکیلے ہی تمام جہانوں کے لئے نذیر ہیں۔ اب ان آیات میں فرمایا جا رہا ہے کہ کافر کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ کوئی فرشتہ بھی نذیر ہونا چاہیے۔

تفسیر نحوی

وَ قَالُوْۤا اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِیَ تُمْلٰى عَلَیْهِ بُكْرَةً وَّ اَصِیْلًا۝ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِیْ یَعْلَمُ السِّرَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا۝ واؤ سر جملہ۔ بعض نے کہا کہ یہ واؤ عاطفہ ہے اور یہ قول پچھلے قول اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ پر معطوف ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ اَسَاطِیْرُ اسم جمع مُنْتَهَى الْجموع ہے اُسْطُوْرَةٌ یا سَطُوْرَةٌ واحد کی سَطْرٌ سے مشتق ہے جیسے حدیث کی جمع منتہی احادیث ہے یا قول کی اقوال اور اقوال کی اقاویل۔ مضاف ہے اَلْاَوَّلِیْنَ۔ اسم تفضیل جمع مذکر بمعنی پہلے لوگ یہ مضاف الیہ ہے مرکب اضافی موصوف ہے۔ اِكْتَتَبَ باب افتعال کا ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ واحد مذکر غائب مصدر ہے اِكْتِتَابٌ۔ كَتَبَ سے بنا ہے ترجمہ ہے لکھنا۔ اس کا فاعل ہے هُوَ ضمیر صیغہ جس کا مرجع ہے عَبْدِهٖ۔ هَا ضمیر مفعول بہ کا مرجع ہے اَسَاطِیْرُ یہ فعل فاعل مفعول مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ف حرف عطف هِیَ ضمیر واحد مؤنث غائب مرفوع منفصل کا مرجع ہے اَسَاطِیْرُ۔ یہ مبتدا ہے تُمْلٰى باب افعال کا مضارع مثبت مجہول صیغہ واحد مؤنث غائب مصدر ہے اِمْلَاءٌ ترجمہ ہے لکھوانا۔ اِملا تحریر، کتابت میں فرق یہ ہے کہ ایک بولتا جائے دوسرا لکھتا جائے یہ اِملَا ہے اور خود ہی پڑھتا جائے خود ہی لکھتا جائے یہ کتابت ہے اور بغیر کچھ پڑھتے ہوئے اپنے سوچ فکر سے ہی خود لکھنا یہ تحریر ہے یعنی آزاد لکھائی۔ تُمْلٰى بنا ہے مَلْوٌ یا مَلْیٌ سے۔ لغوی ترجمہ ہے ڈھیلا چھوڑنا۔ اس مناسبت سے یہ لفظ پانچ معنی میں مشترک ہے۔ ۱۔ پڑھانا، پڑھوانا۔ ۲۔ مہلت دینا۔ ۳۔ لمبی امیدیں باندھنا۔ ۴۔ طویل مدت۔ ۵۔ خود بول کر یا پڑھ کر دوسرے کو لکھوانا یہاں اسی معنی میں ہے۔ اس کا نائب فاعل هِیَ ضمیر صیغہ پوشیدہ ہے جس کا مرجع ہے اَسَاطِیْرُ۔ عَلٰى جارہ فوقیت کا بمعنی پاس، قریب۔ هٖ ضمیر مجرور متصل کا مرجع ہے عَبْدِهٖ۔ یہ جار مجرور متعلق ہے تُمْلٰى کا۔ بُكْرَةً۔ اسم نکرہ مفرد جامد۔ لغوی ترجمہ ہے ابتدائی حالت۔ اس مناسبت سے سات معنی میں مشترک ہیں۔ ۱۔ دن کا پہلا حصہ یعنی سَحَر و صبح یہاں اسی معنی میں ہے۔ ۲۔ ہر پہلی چیز۔ ۳۔ کنواری عورت اور کنوارا مرد۔ ۴۔ جوان جانور۔ ۵۔ پہلی حالت سے بدل جانا۔ ۶۔ معاشرے کی بری اور رواجی صحبت کا اثر نہ لینا۔ ۷۔ طلوع آفتاب سے چاشت تک کا وقت۔ یہ معطوف علیہ ہے واؤ عاطفہ اَصِیْلًا۔ اسم نکرہ مفرد مشتق ہے صفت مشبہ بروزن فَعِیْلًا۔ اَصْلٌ سے ہے۔ لغوی ترجمہ ہے بہت مضبوط جڑ۔ اسی مناسبت سے چار معنی میں مشترک ہے۔ ۱۔ عصر و مغرب کا درمیانی وقت یعنی شام۔ یہاں یہی مراد ہے مگر شرعی اصطلاح میں بعد غروب شفق بھی شام میں شمار ہے (اَحْمَرُ اَبْیَض)۔ ۲۔ رات کا پچھلا پہر۔ ۳۔ بنیاد۔ ۴۔ جسم کا نچلا اور پچھلا حصہ۔ یہ معطوف ہے بُكْرَةً پر دونوں عطف مل کر ظرف ہے تُمْلٰى کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے هِیَ مبتدا کی وہ دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف ہے

اِکْتَتَبَ کے جملے پر۔ دونوں عطف مل کر صفت ہے اَسَاطِیْرُ کی وہ مرکب توصیفی خبر ہے ھٰذَا اسم اشارہ پوشیدہ مبتدا کی دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ ہے قَالُوْا کا وہ قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ ہو گیا۔ قُلْ باب نَصَرَ کا فعل امر حاضر واحد مذکر معروف با فاعل ضمیر صیغہ اَنْتَ پوشیدہ جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ اَنْزَلَ۔ اِنْزَالٌ سے مشتق ہے ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ واحد مذکر غائب ہُ ضمیر موجود اس کا مفعول بہ مرجع فُرْقَان۔ اَلَّذِیْ اسم موصول۔ یَعْلَمُ سَمِعَ کا مضارع حال مثبت معروف اس کا فاعل ھُوَ پوشیدہ ضمیر صیغہ جس کا مرجع ہے اَلَّذِیْ۔ اَلسِّرَّ۔ اسم مفرد جامد اس کی جمع مکسر منصرف اَسْرَارٌ ہے لغوی اصلی و حقیقی معنی ہے بھید، راز۔ اس مناسبت سے چار معنی میں مجازاً مستعمل ہے۔ ۱۔ دل کی بات جو ابھی زبان پر نہ آئی ہو۔ ۲۔ پیغام نکاح۔ ۳۔ زنا۔ ۴۔ ہر چھپی ہوئی اور باریک ترین چیز۔ یہاں اسی معنی میں ہے یہ مفعول بہ ہے یَعْلَمُ کا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط۔ یہ معطوف علیہ و معطوف مجرور ہو کر متعلق ہے یَعْلَمُ کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہے اَلَّذِیْ کا وہ صلہ موصول مل کر فاعل ہے اَنْزَلَ کا وہ فعل فاعل مفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر مقولہ اول ہے۔ اِنَّ حرف مشبہ ہُ ضمیر اس کا اسم۔ کَانَ فعل ماضی مطلق ناقصہ صیغہ واحد مذکر غائب اس کا اسم ھُوَ ضمیر صیغہ پوشیدہ مرجع ہے اَلَّذِیْ۔ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۞۔ یہ دونوں لفظ دو خبریں ہیں کَانَ کی۔ وہ اپنے اسم پوشیدہ اور دونوں خبروں سے مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر خبر ہے اِنَّ کی وہ اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ دوم ہوا قُلْ کا وہ قول اپنے دونوں مقولوں سے مل کر جملہ قولیہ ہو گیا۔ وَقَالُوْا مَالِ ھٰذَا الرَّسُوْلِ یَاْکُلُ الطَّعَامَ وَیَمْشِیْ فِی الْاَسْوَاقِ ط لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَیْہِ مَلَكٌ فَیَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِیْرًا ۞۔ واؤ سر جملہ قَالُوْا۔ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ مَا اسمیہ یہاں برائے اِسْتِھْزَا ہے لِ حرف جر یہ لام ھٰذَا سے جوڑ کر بھی لکھا جا سکتا ہے یعنی مَا لِھٰذَا مگر چونکہ قرآن مجید کے ان تمام مکتوبی مجموعی نسخوں میں اسی طرح لام علیحدہ ہی لکھا ہوا ہے جو صحابہ کرام نے لکھے اور یقیناً غالباً وہ خود آقا ﷺ نے لوح محفوظ پر سے دیکھ کر لکھوائے ہوں گے اس لئے اتباع سنت واجب ہونے کی وجہ سے اب بھی اسی طرح علیحدہ لکھنا لازم ہے۔ ھٰذَا اسم اشارہ اَلرَّسُوْلِ مشار الیہ دونوں مل کر متعلق ہے کَانَ ناقصہ پوشیدہ کا اس کا اسم ضمیر صیغہ ھُوَ ذہنی ہے حالت یا کیفیت یَاْکُلُ باب نَصَرَ کا مضارع حال مثبت معروف اَکْلٌ سے مشتق ہے بمعنی چبا کر کھانا۔ اس کا فاعل ضمیر صیغہ جس کا مرجع رَسُوْلِ۔ اَلطَّعَامَ۔ اسم مفرد جامد معرفہ بمعنی خوراک غذا یہ مفعول بہ ہے یَاْکُلُ کا۔ یہ فعل فاعل مفعول مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ یَمْشِیْ۔ باب ضَرَبَ کا مضارع حال مثبت معروف صیغہ واحد مذکر غائب مَشْیٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے پاؤں سے چلنا۔ اس کا فاعل ضمیر صیغہ جس کا مرجع اَلرَّسُوْلِ۔ فِی جارہ ظرفیہ مکانیہ۔ اَلْاَسْوَاقِ اسم جمع مکسر منصرف اس کا واحد ہے سُوْقٌ۔ ترجمہ ہے بازار یہ سَاقَ یُسَاقُ سے نکلا ہے اسی سے ہے سائق یعنی ہانکنے، چلانے والا چونکہ بازار میں تاجر لوگ تجارتی سامان کا جلب و سیاق کرتے ہیں یعنی لاتے، ڈھیر کرتے ہیں اس لئے اس جگہ کو سوق کہا جاتا ہے۔ یہ مجرور ہو کر متعلق ہے یَمْشِیْ کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہے یَاْکُلُ کے جملے پر دونوں عطف مل کر خبر ہے کَانَ ناقصہ پوشیدہ کی وہ اپنے اسم خبر اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر مقولہ اول ہوا قَالُوْا کے جملے کا اگلی عبارت بھی اسی کا مقولہ ہے لَوْلَآ۔ اسم متصل مجموعہ ہے دو حرفوں کا لَوْ شرطیہ اور لَا نافیہ محض۔ یہ کبھی زجر کے لئے کبھی توبیخ یعنی آمادہ کرنے اکسانے

کے لئے اور کبھی استہزاء کے لئے۔ یہاں برائے استہزاء ہے ترجمہ ہر جگہ ایک ہی ہوتا ہے بمعنی کیوں نہیں۔ یہ اسم متصلہ شرطیہ ہے اس کی اگلی عبارت شرط و جزا ہے۔ اُنْزِلَ باب افعال کا فعل ماضی مطلق مجہول۔ اِلَیْهِ یہ جار مجرور متعلق ہے اُنْزِلَ کا مَلَكٌ۔ اسم مفرد جامد بمعنی فرشتہ نائب فاعل ہے اُنْزِلَ کا سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر شرط ہے۔ ف جزائیہ یَكُوْنَ فعل مضارع ناقصہ صیغہ واحد مذکر غائب اس کا اسم ضمیر صیغہ جس کا مرجع ہے مَلَكٌ۔ مَعَهٗ یہ مرکب اضافی ظرف ہے یَكُوْنَ کا نَذِيْرًا اسم صفت مشبہ بروزن فعیلًا۔ نَذْرٌ سے مشتق ہے بمعنی ڈرانا، خوف دلانا، بچانے کے لئے۔ یہ بحالت فتحہ ہے کیونکہ خبر ہے یَكُوْنَ کی۔ یَكُوْنَ فعل ناقصہ اپنے اسم پوشیدہ اور خبر وظرف سے مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر جزا ہے لَوْلَآ اُنْزِلَ کے جملے کی۔ وہ دونوں شرط و جزا مل کر جملہ شرطیہ ہو کر مقولہ دوم ہے قَالُوْا کا۔ اس کا تیسرا عطفی مقولہ اگلی عبارت ہے جس سے مل کر جملہ قولیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ

وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا۝ جس طرح ان چند سرداران کفر۔ ۱۔ عتبہ۔ ۲۔ شیبہ ربیعہ کے دونوں بیٹے۔ ۳۔ ابوسفیان بن حرب۔ ۴۔ نضر بن حارث۔ ۵۔ ابوالبختری۔ ۶۔ اسود بن مطلب۔ ۷۔ زمعہ بن اسود۔ ۸۔ ولید بن مغیرہ۔ ۹۔ ابوجہل بن ہشام۔ ۱۰۔ عبداللہ بن ابی امیہ۔ ۱۱۔ عاص بن وائل۔ ۱۲۔ امیہ بن خلف۔ ۱۳۔ نُبیہ بن حجاج۔ ۱۴۔ مُنبہ بن حجاج نے نبوت و رسالت کا انکار کرتے ہوئے قرآن مجید کو اِفْكُ افْتَرٰىهُ اور اَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ کہا اسی طرح ان ہی کفار و حمقاء نے یہ بھی کہا کہ یہ فرقان پہلے لوگوں کے بنائے ہوئے قصے کہانیاں، افسانے ہیں۔ انہوں نے رستم و سہراب، حاتم و اسفندیار کے جھوٹے سچے قصے بنا لئے تو اس مدعی نبوت نے اچھے اچھے لفظ چن کر قرآن بنا لیا۔ فرق صرف یہ کہ پہلوں نے اپنے اَسَاطِيْرُ کو وحی نہ کہا تھا مگر اس نے اپنی بناوٹ کو وحی کہنا شروع کر دیا۔ ان احمقوں نے فرقان حمید کو اساطیر کہنے سے پہلے ذرا بھی یہ غور نہ کیا کہ یہ کلام عظیم و قرآن کریم الفاظ کے مبانی میں فصاحت ہے، معانی میں بلاغت ہے۔ تناقض و اختلاف سے برأت ہے۔ احکام میں حکمت ہے۔ مفاد میں مصلحت اس کے مقابلے سے تمہارے فصحاء، بلغاء، شعراء عاجز ہیں۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ مکے میں رہنے والے چار عجمی موالاۃ صبح اور شام کو چھپ کر اس مدعی نبوت کے لئے اَسَاطِيْرُ اولین کی کتابوں سے ڈھونڈ کر اچھے مضامین اكْتَتَبَهَا۔ اس کے کہنے پر لکھتے ہیں یہ ان سے لکھواتا ہے پھر وہ لوگ تُمْلٰى عَلَيْهِ اس کو پڑھ کر سناتے یاد کراتے ہیں۔ بناوٹ و اعانت کا یہ کام ایک خاص منصوبے و پروگرام کے تحت روزانہ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا۝ صبح شام مسلسل ہو رہا ہے لغت عربی میں دن رات کے سولہ (۱۶) حصے ہیں۔ ۱۔ فجر۔ ۲۔ صبح۔ ۳۔ غدات۔ ۴۔ بکرہ۔ ۵۔ ضحیٰ۔ ۶۔ ضحوہ۔ ۷۔ ہجیرہ۔ ۸۔ ظہر۔ ۹۔ رواح۔ ۱۰۔ مساء۔ ۱۱۔ عصر۔ ۱۲۔ اصیل۔ ۱۳۔ شفق احمر۔ ۱۴۔ شفق ابیض۔ ۱۵۔ بعد شفق عشاء اس کے بعد۔ ۱۶۔ لیل کبیر۔ یہ چند کافر کہتے تھے کہ جب لوگ گھروں میں جا کر سو جاتے ہیں تب یہ قرآن بنانے والے بوقت اصیل ایک گھر میں جمع ہوتے اور مضامین جمع کر کے الگ کاغذ پر لکھتے ہیں اور بوقت صبح جب بکرہ ساعت میں لوگ تجارت میں مشغول ہوتے ہیں تو یہ نبوت ساز لوگ پھر اسی گھر میں جمع ہوتے ہیں اور شام اصیل کا لکھا ہوا پڑھ پڑھ کر مدعی نبوت کو سناتے یاد کراتے ہیں۔ ان کفار کی پانچ باتیں یہاں بیان فرمائیں گئیں۔

۱۔ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ ٘افْتَرٰىهُ۔ ۲۔ وَ اَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۔ ۳۔ وَ قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ۔ ۴۔ اكْتَتَبَهَا۔ ۵۔ فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ۞ ۔ ایک دن بہت سے کفار اور مسافرین عرب اور یہ چند کفار بھی جو اس قسم کی باتیں کرتے تھے حرم کعبہ میں جمع تھے اور یہ چاروں عجمی غلام موالات بھی وہاں ہی تھے۔ ان چند کفار کا سرغنہ نضر بن حارث بڑے جوش و خروش سے اپنی یہی بکواسیات اس اجتماع میں بتا رہا تھا۔ تب نبی کریم ﷺ کو حکم الٰہی ہوا کہ جاؤ اس مجمع عام میں جا کر قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۔ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۞ ۔ فرما دو کہ یہ قرآن مجید فرقان حمید عجمی جاہل غلاموں کی اعانت، بناوٹ، کتابت و املا نہیں ہے بلکہ نازل فرمایا ہے اس تمام کلام کو ایک دم میرے دل دماغ پر عقل و حفظ میں عالم دنیا سے بھی پہلے اس ذات کریم جمیل وجلیل نے جو جانتا ہے آسمانوں، زمین کے تمام غیوب کو۔ اس میں غیبی خبریں ہیں آسمانوں زمینوں کی اور غیبی خبریں وہی دے سکتا ہے جو يَعْلَمُ السِّرَّ ہو۔ اسرار پوشیدہ کو جانتا ہو۔ اس لئے یہ کلام مبرا ہے نقائص واختلاف سے۔ سورۃ نساء آیت ۸۲ میں ارشاد ہے: لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ۞ ۔ اگر یہ کلام غیر اللہ کا ہوتا تو اس میں بہت اختلاف وگڑبڑ ہوتی۔ اے لوگو! اس قرآن مجید میں اَسَاطِيْرُ اولین نہیں بِنِظَامَةِ علمین و مصلحت مخلوقین ہے۔ قدرت کی حکمت، بندوں کی عبادت کے احکام ہیں۔ ایسے احکام وہی نازل فرما سکتا ہے جو معلومات عالمین کا عالم ہو۔ اس میں ہزاروں علیات لاکھوں عقلیات سینکڑوں فہمیات ہیں اگر یہ قرآن عجمی غلاموں نے بنایا ہے تو تم بھی ان سے بنوا کر قرآن کے مقابل لے آؤ۔ آقا ﷺ کی اس تلاوت وتقریر سے مجمع عام میں عجیب سناٹا چھا گیا۔ الزام تراش گھبرا کر بھاگ گئے بہت سے مسافرین مسلمان ہو گئے۔ بعض نے کہا کہ اسی محفل میں یہ عجمی غلام مسلمان ہو گئے پھر آپ نے فرمایا کہ اے بھٹکے ورغلائے وسواسائے ہوئے لوگو۔ اللہ تعالیٰ غفور ورحیم ہے۔ بڑے سے بڑا مجرم موت سے پہلے جب بھی سچی پکی توبہ کر لے تو میرا رب کریم اس کے لئے غفور ہے توبہ قبول فرما کر اور رحیم ہے قبر حشر جہنم کے عذاب سے بچا کر۔ سورۃ طٰہٰ آیت ۸۲ میں بھی ارشاد ہے: وَ اِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا۔ اے لوگو ؎

در توبہ باز است وحق دستگیر است ۔

ارشاد الٰہی ہے کہ بیشک میں ہر اس بندے کو بخشنے والا ہوں جو شریعت کے مطابق سچی توبہ کرے اور توبہ کا دروازہ قیامت تک کھلا ہے۔ اے علم والو قلمی قولی عملی فکری جہاد کرو مخالفین، مطاعنین قرآن وحدیث بدعتیوں سے اس طرح کہ ان کے مونہوں میں علمی دلائل کے پتھر اور فضائل حق کے انگارے بھر دو اور عوام ایمان والوں کو گمراہوں کے شکوک وشبہات بیہودہ سوالات سے بچاؤ تا کہ زور کفر وغرور کفار ٹوٹے۔ حدیث مقدس میں بحوالہ قرطبی میں ہے: مَنِ انْتَهَرَ بِكَلَامٍ غَلِيْظٍ صَاحِبَ بِدْعَةٍ سَيِّئَةٍ مِمَّا هُوَ عَلَيْهِ مِنْ سُوْءِ الْاِعْتِقَادِ وَالْفُحْشِ مِنَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ مَلَا اللّٰهُ تَعَالٰى قَلْبَهٗ اَمْنًا وَّاِيْمَانًا وَمَنْ اَهَانَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ اٰمَنَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْفَزَعِ الْاَكْبَرِ ۔ ترجمہ: فرمایا آقا ﷺ نے جب عالم دین نے کسی سخت ضدی بدعقیدہ وبدخصلت اور اپنے قول وعمل سے بدعت سیئہ کی گمراہی پھیلانے کو اپنی سخت کلامی ودلائل علمی سے جھڑکا، ذلیل کیا تو اللہ تعالیٰ اس عالم کے دل کو امن وایمان سے بھر دے گا اور جس نے ذلیل کیا کسی بری بدعت والوں کو مولیٰ تعالیٰ

قیامت کے دن کی بڑی گھبراہٹ سے اس بندۂ مومن کو بچالے گا۔ کتنا غفور و رحیم ہے وہ اللہ تعالیٰ کہ مستحقین عذاب کو بھی جلدی عذاب نہیں دیتا بلکہ عذاب سے بچاتا ہے بار بار در رحمت پر بلاتا ہے کیونکہ غفور ہے لِمَنْ تَابَ بِالْكُفْرِ کے لئے اور رحیم ہے لِمَنْ مَاتَ عَلَى التَّوْبَةِ کے لئے یعنی جو بندہ کفر سے تائب ہوا اور توبہ پر ہی موت ہو۔ ان کفار کے اتنے واویلا مچانے احمقانہ باتیں بنانے کے باوجود جب عوام پر اثر نہ ہوا اور دن بدن مسلمانوں کی تعداد بڑھتی ہی جاتی یہاں تک کہ خود یہ عجمی غلام بھی مسلمان ہو گئے جس سے ان چند کفار کی کمر ہی ٹوٹ گئی۔ جہاں جاتے اپنے پرائے ان کو ذلیل کرتے تب یہ باتیں چھوڑ کر یہ کہنا شروع کر دیا: وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ؕ لَوْلَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ۝ اور کہنے لگے یہ کیسا رسول ہے کہ نہ یہ ملک ہے نہ اس کا ملک ہے نہ کوئی خزانہ اس کی ملک ہے نہ کسی چیز کا مالک ہے۔ عام انسانوں جیسا ایک انسان ہے۔ رسول تو فرشتہ ہونا چاہئے یا رسول کے ساتھ ایک معاون نذیر فرشتہ ہونا چاہئے یہ تو کھانے کھاتا ہے بازاروں میں چلتا ہے نہ بادشاہ ہے کہ اپنے لشکروں کے ذریعے تبلیغ کروائے رعب و خوف سے بات منوائے نہ عوام میں گھل مل کر رہے نہ ضروریات ذاتی کے لئے بازاروں میں پھرے۔ رسول کو رئیس اعظم ہونا چاہئے۔ اس کے ساتھ کوئی فرشتہ ہوتا جو اس نبی کی تائید کرتا، مخالف کی تردید کرتا، منکر کی تنذیر کرتا۔ اس آیت پاک میں کفار کی تین حماقتیں بیان فرمائی گئیں۔ پہلی یہ کہ وہ رسول کھانا کیوں کھاتا ہے۔ دوم بازاروں میں کیوں چلتا ہے۔ سوم اکیلے ہی تبلیغ کیوں کرتا ہے فوج یا فرشتہ ساتھ کیوں نہیں ہوتا۔ لہٰذا یہ رسول ہی نہیں ہے۔ کفار کی یہ باتیں صرف حسد بغض کی ضد سے تھیں اور انکار نبوت کے بہانے ورنہ وہ بھی جانتے تھے کہ اس سے پہلے کوئی رسول بھی ان شرطوں حالتوں والا نہ آیا۔ کبھی کوئی رسول نہ بادشاہ ہوا نہ فرشتہ نہ کبھی فوج و فرشتے کے ذریعے تبلیغ ہوئی نہ کسی فرشتے کا ہر وقت ساتھ ہونا پہلے کبھی ثابت نہ کسی رسول کی یہ شان و پہچان۔ نبی کریم ﷺ کا کھانا پینا اظہار آدمیت کے لئے تھا ورنہ آپ نہ کھانے پر بھی قادر تھے جیسے حضرت عیسیٰ آسمان پر۔ اصحاب کہف زمین پر ہزاروں سال سے بغیر کھائے پئے زندہ ہیں اور ایام وصل کے روزے اس پر گواہ ہیں اور بازاروں میں آپ کا تشریف لے جانا مجبوراً نہ تھا بلکہ اظہار عجز محبت غرباء، تبلیغ دین و تعلیم تجارت و تربیت تاجرین کے لئے تھا آپ کی اس شان اخلاق و سیرت پاک کا ذکر توریت مقدس میں بھی تھا آپ کا بازار جانا تین وجہ سے تھا۔ ۱۔ اچھی بری، کھوٹی کھری تجارت دیکھنے اور پھر سمجھانے کے لئے کہ یہ تجارت حلال ہے یہ حرام۔ ۲۔ ضروریات خرید کر تا قیامت امت کو خریداری کے اصول سمجھانے کے لئے۔ ۳۔ نووارد مسافروں کو پیغام الٰہی سنانے کے لئے اور مسلمانوں کو دین و دنیا سکھانے کے لئے۔ بخاری شریف کتاب التفسیر باب فی صفتہٖ ﷺ بروایت حضرت عبداللہ بن عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہما ہے کہ لَيْسَ بِفَظٍّ وَّلَا غَلِيْظٍ وَّلَا سَخَّابٍ فِي الْاَسْوَاقِ یعنی آقا ﷺ نہ سخت اخلاق تھے نہ کڑوی زبان تھے نہ بازاروں میں تیز و تند۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آقا ﷺ کے بازار جانے کی وجہ چونکہ کفار و مسلمان سب ہی تجارت کرتے تھے اس لئے مسلمانوں کو اسلامی تجارت سکھانے کفریہ طریقوں سے بچانا تھا۔

ان آیات میں اختلافی اقوال

اساطیر کی ترکیب نحوی میں تین قول۔ ا۔ بعض نے کہا یہ خبر ہے مبتدا محذوف ھٰذِہٖ کی۔ ۲۔ بعض نے کہا یہ ھُوَ محذوف کی خبر مبتدا ہے۔ ۳۔ بعض نے کہا ھِیَ مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ اکْتَتَبَهَا کی نحوی ترکیب میں تین قول۔ ا۔ بعض نے کہا یہ جملہ اسی مبتدا محذوف کی خبر دوم ہے جس کی خبر اول اساطیر ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا یہ جملہ خبر ہے اَسَاطِیْرُ مبتدا کی۔ ۳۔ بعض نے کہا یہ ذوالحال محذوفہ کا حال معنوی ہے لیکن یہ قول غلط ہے کیونکہ محذوف ذوالحال عامل حال نہیں ہوسکتا۔ اکْتَتَبَهَا کی قرأت میں دو قول۔ ا۔ اکثر کی قرأت اکْتَتَبَهَا ہے ماضی مطلق معروف۔ ۲۔ بعض کی قرأت اُکْتُتِبَهَا ہے ماضی مطلق مجہول۔ تُمْلٰی کی قرأت میں دو قول۔ ا۔ اکثر کی قرأت تُمْلٰی ہے اِمْلاءٌ سے۔ ۲۔ بعض کی قرأت تُتْلٰی ہے تِلاوتٌ سے، بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا کے معنی میں دو قول۔ ا۔ بعض نے کہا حقیقی صبح شام مراد ہے دو وقت۔ ۲۔ بعض نے کہا مجازی و اصطلاحی صبح شام مراد ہے یعنی مسلسل مگر بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا سے مقصد ہے اندھیرے میں چھپ کر۔ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا کے معنی میں دو قول۔ ا۔ بعض نے کہا یہ جملہ کفار کو ڈھیل دینے کی خبر دینا ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا کفار کو مہلت دینا ہے۔ پہلے قول میں اظہار جلال ہے دوسرے قول میں اظہار جمال ہے ھٰذَا الرَّسُوْلِ کہنے کے مقصد میں دو قول۔ ا۔ بعض نے کہا کفار کا یہ قول مذاقاً تھا۔ ۲۔ بعض نے کہا تعجباً تھا۔

فائدے

ان آیات سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ **پہلا فائدہ:** نبی کریم ﷺ کو بچپن بلکہ عالم ازل حادث سے ہی پورا قرآن مجید حفظ تھا۔ یہ فائدہ اَنْزَلَهٗ فرمانے سے حاصل ہوا کیونکہ اَنْزَلَ کا معنی ہے ایک دم اتارنا اور قرآن مجید کا ایک دم اترنا یا آسمان پر ہوا لیلۃ القدر میں یا قلب مصطفیٰ پر ہوا ازل حادث میں۔ بخاری شریف جلد اول کتاب بَدْءُ الخلق باب ذِكْرِ الْمَلٰئِكَةِ ص ۴۵۷ پر بروایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما و بروایت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہے کہ نبی کریم ﷺ ہر سال جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ ہر ماہ رمضان میں دَور فرمایا کرتے تھے اور دَور حافظِ قرآن ہی کرسکتا ہے۔ نیز مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین فصل ثانی ص ۵۱۳ پر ہے كُنْتُ نَبِيًّا وَّ آدَمُ بَيْنَ الطِّيْنِ وَالْمَآءِ وَبَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ اور نبی ہوتا ہی وہ ہے جس کو کتاب دی گئی ہو۔ قرآن مجید میں لفظ اَنْزَلَ ۶۳ بار اور لفظ اَنْزَلْتُ ایک بار اور اَنْزَلْنَا ۴۰ بار اور اَنْزَلْنٰهُ ۱۴ بار اور لفظ اَنْزَلَهٗ تین جگہ ارشاد ہوا مگر ان سب جگہ ایک دم اتارنے سے مراد ازل میں قلب پاک پر اتارنا مراد ہے ورنہ کتابت میں تو ایک دم اترا ہی نہیں۔ **دوسرا فائدہ:** دین کے معاملے میں گمراہوں کے سامنے خاموش رہنا گناہِ عظیم ہے اس لئے تا قیامت علماء حق پر تین کام واجب ہیں، اولاً عوام مسلمانوں کو مفت دینی تعلیم دینا تاکہ گمراہوں کے مدرسوں سے بچیں۔ دوم بدعقیدہ لوگوں سے قولی قلمی جہاد کرتے رہنا اور علمی عقلی جوابات دے کر جہلاء حمقاء کے شکوک و شبہات کی پرزور تردید کرنا تاکہ اپنے عوام کا دین و عقیدہ بچا رہے۔ سوم یہ کہ عوام کو بری صحبت بری کتابوں اور شریعت طریقت کی مخالفت سے بچائے رکھنا۔ یہ عمل علماء موذی کو ہلاک اور قلبی عقلی مجروح کے زخموں پر مرہم شفا رکھنے کی مثل ہے۔ یہ فائدہ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ (الخ) کے فرمان اور طریقہ نبوی سے حاصل ہوا یہی طریقہ تبلیغ علماء حق نے ادا فرمایا۔ **تیسرا فائدہ:** ہر مسلمان کو چار دعائیں

مرنے تک مانگنی چاہئیں۔ ۱۔امن وامان کمال ایمان کی طلب۔ ۲۔امرونہی کی توفیق اطاعت و پابندی۔ ۳۔قرآن وحدیث پرعمل وادب کی سعادت ملنے کی دعا۔ ۴۔حق کی حمایت باطل کی مخالفت شیطان سے بچنے پناہِ الٰہی ملنے کی دعا۔شیطانی ضداتنی بری خصلت ہے کہ اچھا بھلا انسان ضد کی خباثت اور جہالت کے تعصب میں احمق واندھا ہو کر ایسی جہالت حماقت کی باتیں کرنے لگتا ہے کہ خود اس کا قلب ملامت اور ضمیر زبان کی تکذیب کرتے ہیں اور انسان دنیا وآخرت میں ذلیل ہو جاتا ہے۔ یہ فائدہ مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ کے قول کفار ذکر فرمانے سے حاصل ہوا۔آج کا گستاخ فرقہ اور یورپی یہود ونصاریٰ اسی شیطانی بیماری میں مبتلا ہیں۔

احکام القرآن

ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ:** قانون شریعت میں جو کام مقصد میں اچھا ہو وہ ہر جگہ ہی اچھا ہے۔ دیکھو بلا وجہ بازار میں جانا حدیث مقدس میں منع فرمایا گیا کیونکہ بازار شیطان کا قیام گاہ ہے اس لئے کہ بازار میں جھوٹ فریب جھوٹی قسموں کی کثرت ہوتی ہے مگر دینی تعلیم وتربیت کے لئے بازاروں میں جانا بھی سنت نبوی وعبادت الٰہی بن گیا یہ مسئلہ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ سے مستنبط ہوا کہ رب تعالیٰ نے اس اعتراض کفار کے باوجود نہ بازار جانے کو برا فرمایا نہ اپنے نبی رسول کو روکا۔ **دوسرا مسئلہ:** کلام اللہ کو مخلوق کہنا کفریات میں بھی بدترین کفر ہے اور کلام اللہ کو مخلوق کہنے والا جاہل ذلیل بدتر خبیث ہے۔مخلوق کہنے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اس کو اللہ تعالیٰ کا کلام ہی نہ مانا جائے بلکہ انسانی کلام کہا جائے جیسے کہ کفارِ مکہ اور دنیا بھر کے کافر کہتے ہیں۔دوم یہ کہ کلام اللہ کو قدیم صفت نہ مانی جائے بلکہ حادث سمجھا جائے۔جیسے کہ پہلے زمانے کا معتزلی فرقہ اور فریب خوردہ ہمنوا اور مامون رشید جیسے گمراہ وبدعقیدہ بادشاہ۔ یہ مسئلہ قَالُوْۤا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ کے پورے مضمون سے مستنبط ہوا۔تفسیر روح البیان جلد ششم ص ۱۹۱ پر یہ حدیث مقدس منقول ہے۔ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ اَلْقُرْاٰنُ كَلَامُ اللّٰهِ تَعَالٰى غَيْرُ مَخْلُوْقٍ فَمَنْ قَالَ بِكَوْنِهٖ مَخْلُوْقًا فَقَدْ كَفَرَ بِالَّذِيْ اَنْزَلَهٗ۔ ترجمہ:۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے مخلوق نہیں جو کہے کہ مخلوق ہے تو وہ شخص اس کو نازل کرنے والے کا کافر ہو گیا۔ نبراس نے ص ۱۵۰ پر اس قسم کی چند احادیث کو موضوع کہا ہے مگر یہ ان کی ذاتی لاعلمی ہے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ **پہلا اعتراض:** یہاں فرمایا گیا يَعْلَمُ السِّرَّ لیکن سورۃ انعام آیت ۳ میں فرمایا گیا يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ۔ یہاں جَهْرَ کیوں نہیں فرمایا گیا اور وہاں دونوں لفظ کیوں؟ **جواب:** اس کی وجہ یہ کہ یہاں کمال قدرت کا ذکر ہے اور سِر کا معنی ہے آسمانی زمینی غیوب۔ بتایا گیا کہ جو اللہ تعالیٰ تمام غیبوں کو جانتا ہے اس پر ظاہر کب پوشیدہ رہ سکتا ہے۔ نیز ظاہر کو تو عام بینا انسان بھی دیکھ سکتا ہے یہ دیکھنا کمال نہیں۔قدرت کا کمال تو غیبی چیزیں دیکھنا ہیں اور وہاں سورۃ انعام میں لوگوں کے ذاتی قول وحال کا ذکر ہے۔جیسا کہ وہاں آگے ارشاد ہوا: وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ۔ یعنی اے لوگو تم جو کرتے ہو کہتے ہو خواہ ظاہر علانیہ یا گھروں میں خفیہ وہ سب کچھ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کوئی بندہ اللہ تعالیٰ سے چھپ نہیں سکتا۔ وہاں قرب

الٰہی کا ذکر ہے یہاں علم الٰہی کا اس لئے یہاں صرف السِّرَّ کہنا ہی جامع مانع کافی کلام ہے اور وہاں يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُونَ۝ فرمانے سے ہی بات پوری ہوتی ہے۔ **دوسرا اعتراض**: اس کی کیا وجہ کہ کفار مکہ نے قرآن مجید پر پانچ طرح اعتراض کرتے ہوئے انکار کلام اللہ کیا مگر رب تعالیٰ نے سخت و واضح جواب نہ دیا صرف مختصراً یہاں اعتراضوں میں قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِیْ (الخ) فرمادیا اور پہلے اعتراضوں کے جواب میں فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا۝ فرمادیا۔ اس اختصار کی کیا وجہ جبکہ کفار اپنے ان اعتراضوں کی بڑی تشہیر کرتے پھرتے تھے اور شیطانی خوشی سے دندناتے پھرتے تھے۔ چاہئے تھا کہ ایسا ہی سخت منہ توڑ جواب دیا جاتا۔ **جواب**: اگرچہ یہ جملہ ظُلْمًا وَّزُوْرًا۝ اور قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِیْ اپنے اپنے لفظوں کے اعتبار سے مختصراً ہے مگر حالات و کیفیات کے اعتبار سے دس طرح یہ بڑا سخت منہ پھوڑ کر توڑ جواب ہے۔ ۱۔ کفار کی ایسی حماقت جہالت وحق سے عنادیت بتائی کہ بجز ان چودہ کفار سے دیگر کفر بھی ان باتوں کو بیہودہ بکواس سمجھتے اور منہ پر ہی ان کی تردید کردیتے۔ ۲۔ جن چار عجمی لوگوں کا یہ نام لیتے تھے کہ بناوٹ میں اعانت کررہے ہیں وہ اہل مکہ کے ہی آزاد کردہ غلام تھے اور اپنے سابقہ آقاؤں کی موالاتی نگرانی میں تھے یعنی یسار، عداس، جبر، فکیہ، عربی فصاحت سے بالکل ناواقف جبکہ عبارت قرآنی اتنی عظیم فصاحت بلاغت والی کہ تمام فصحاء، بلغاء، شعراء اس جیسی ایک چھوٹی سورت بنانے سے بھی عاجز تھے۔ ۳۔ جس طرح سرداران مکہ غریب مسلمانوں کو اسلام سے ہٹانے کے لئے مارتے تھے قرآن بنانے سے ہٹانے کے لئے ان چاروں کو بھی مار سکتے تھے اس سے کفار کو تین فائدے ہوتے کہ آئندہ قرآن بننا بند ہوجاتا۔ عوام کے سامنے بناوٹ قرآنی کا پول کھل جاتا اور ان کی بات اونچی ہوجاتی۔ ۴۔ اگر یہ قرآن بناتے ہیں تو قرآن جیسا خوبصورت کلام تھوڑا سا تم کفار بھی ان سے بنوالو اور قرآنی چیلنج کا مقابلہ کرو۔ ۵۔ یہ بناوٹ اعانت کچھ سال پہلے کیوں شروع نہ ہوئی چالیس سال بعد کیوں شروع ہوئی۔ اگر پہلے ہوئی بھی تو ظاہر کیوں نہ کی گئی۔ ۶۔ اگر پہلے کی منصوبہ بندی تھی تو نبی اُمی نے خود ہی کیوں لکھنا پڑھنا شروع نہ کردیا تاکہ لکھنے بنانے خفیہ رکھنے میں زیادہ آسانی رہتی نہ اِکتتاب وتُملٰی کی حاجت پڑتی نہ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا کے اندھیروں کی۔ ۷۔ اگر یہ عجمی ہی تعاون بناوٹ کررہے تھے تو نبی بھی وہ خود ہی کیوں نہ بن بیٹھے یہ کیا کہ محنت یہ کریں نبی کوئی دوسرا بن جائے اور پھر ان کو اس بناوٹ کا صلہ کچھ بھی نہ ملے قرب نبوی بھی چار یار کو مل جائے۔ ۸۔ مقربین صحابہ اس بناوٹ سے بے خبر تھے یا باخبر۔ اگر بے خبر تھے تو قربت کیسی اگر باخبر تھے تو عقیدت کیوں۔ ۹۔ یہ عجمی غلام خود کیوں عقیدت سے مسلمان بن گئے اپنے بنائے ہوئے کلام کو کلام اللہ کیسے مان لیا اور پچھلی صفوں کے اُمتی کیوں بنے۔ ۱۰۔ ان مذکورہ چند کفار نے بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا والے گھر پر چھاپہ مار کر ان بنانے والوں کو پکڑ کر منظر عام پر لاکر ثبوت بناوٹ لوگوں کو کیوں نہ دکھایا یا صرف زبانی دعوے ہی کرتے رہے ان آیات کے نزول کے بعد لوگ ان کفار سے یہ باتیں پوچھتے مگر وہ لاجواب ہوکر بھاگ جاتے منہ چھپاتے پھرتے جس سے ان کی کذابیت مزید ظاہر ہوتی۔ وَاللّٰهُ اَعلم بالصواب۔ ان آیات کی تفسیر صوفیانہ آیت ۱۰ کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ۔

اَوْ يُلْقٰۤى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا ؕ

یا ڈالا جاتا اس کے پاس ایک بڑا خزانہ یا ہوتا اس کے لئے کوئی بڑا باغ (جس) سے روزی کھایا کرتا جن سے

یا غیب سے انہیں خزانہ مل جاتا یا ان کا کوئی باغ ہوتا جس میں سے کھاتے

وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ﴿۸﴾

اور کہا ظالموں نے مسلمانوں سے کہ نہیں پیروی کرتے ہو تم مگر ایک جادو کیئے ہوئے مرد کی

اور ظالم بولے تم تو پیروی نہیں کرتے مگر ایک ایسے مرد کی جس پر جادو ہوا

اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ

دیکھو اے سچے رسول کیسی کیسی لغو باتیں بنالیں ہیں ان کفار نے آپ کے لئے مثالوں کی

اے محبوب دیکھو کیسی کیسی کہاوتیں تمہارے لئے بنا رہے ہیں

فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ﴿۹﴾

اسی لئے ایسے سخت گمراہ ہوگئے کہ کبھی بھی ہمت نہ پائیں گے صحیح راستے کی

تو گمراہ ہوئے کہ اب کوئی راہ نہیں پاتے

تَبٰرَكَ الَّذِيْٓ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ

برکتوں والا ہے وہ اللہ اگر وہ چاہے تو ابھی بنادے آپ کے لئے اچھا اس سے بھی ایک باغ جاری ہوں

بڑی برکت والا ہے وہ کہ اگر چاہے تو تمہارے لئے بہت بہتر اس سے کردے جنتیں

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ﴿۱۰﴾

جس کے نیچے نہریں اور بہیں بنادے آپ کے لئے شاندار محل

جن کے نیچے نہریں بہیں اور کردے تمہارے لئے اونچے اونچے محل

تعلقات

ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آیات مین کفار کے ایک بیہودہ اور کفریہ مطالبے کا ذکر کیا گیا کہ ایک فرشتہ بھی نازل ہونا چاہئے جو ان نبی کے ساتھ نذیر بنے۔ اب ان آیات میں کفار کے دوسرے بیہودہ احمقانہ کفریہ مطالبہ کا ذکر فرمایا جارہا ہے کہ اس دعوئے نبوت کرنے والے کے ساتھ خزانے اور باغ ہونا ضروری ہیں۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیات میں فرمایا گیا کہ کفار نبی کریم ﷺ کے کھانے پینے اور بازاروں میں آنے جانے پر اعتراض کرتے ہیں کہ بھلا وہ بھی نبی ہوسکتا ہے جو کھانے کھائے اور بازاروں میں آئے جائے۔ اب ان آیات میں کفار کی یہ بات بتائی جارہی ہے کہ وہی کفار جو نبی کے کھانے پر معترض ہیں اب خود کہہ رہے ہیں کہ نبی کے پاس ایک خزانہ یا ایک باغ ہونا

چاہئے جس سے وہ کھائے پئے گزارہ کرے وہ بھی احمقانہ بات ہے یہ بھی احمقانہ۔ **تیسرا تعلق: پچھلی** آیات میں کفار کے بیہودہ اعتراض و مطالبات کا ذکر کیا گیا۔ اب ان آیات میں ان کفار کی بیہودہ احمقانہ روش کی وجہ بیان فرمائی گئی کہ **فَضَلُّوْا** وہ کافر بہت سخت گمراہ ہو گئے ہیں کبھی سیدھی راہ پر نہیں آسکتے۔

تفسیر نحوی

اَوْ یُلْقٰٓى اِلَیْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ یَّاْكُلُ مِنْهَا ؕ وَ قَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۝۸۔ اَوْ حرف عطف تخییری برائے مَانِعَۃُ الخلو۔ اس عبارت کا عطف ہے سابقہ عبارت لَوْلَآ اُنْزِلَ پر۔ یَاْكُلُ مِنْهَا تک یُلْقٰی۔ باب افعال کا فعل مضارع مثبت مجہول صیغہ واحد مذکر غائب اس کا مصدر ہے اِلْقَاءٌ۔ لَقْوٌ یا لَقْیٌ سے بنا ہے۔ لغوی ترجمہ ہے ڈالنا، پھینکنا۔ اس مناسبت سے چار (۴) طرح مستعمل ہے۔ ۱۔ بالعناء ملاقات کرنا۔ ۲۔ حاضر ہونا۔ مقابل آنا۔ ۳۔ سامنے آکر ظاہر ہونا۔ ۴۔ عطا کر دینا یہاں اسی معنی میں ہے یعنی عطا کیا جائے۔ اِلَیْهِ یہ جار مجرور متعلق ہے یُلْقٰی کا كَنْزٌ۔ اسم مادہ مصدر باب ضرب میں گردان ہوتی ہے۔ لغوی ترجمہ ہے کسی چیز کو جمع کر کے چھپا دینا یا رکھ چھوڑنا۔ اصطلاح میں مال کے پوشیدہ ڈھیر کو کنز کہا جاتا ہے۔ عرف عام میں ہر قسم کے مالی خزانے کو کنز کہا جاتا ہے۔ سونا چاندی ہو یا ہیرے جواہرات یا قیمتی ساز و سامان یہاں یہی مراد ہے شریعت اسلامیہ میں عورتوں کے اس نصابی زیور کو بھی کنز فرمایا گیا ہے جس کی زکوٰۃ نہ دی جائے۔ كَنْزٌ یہ نائب فاعل ہے یُلْقٰی کا۔ یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ اَوْ حرف عطف تخییری۔ یہ تخییر مَانِعَۃُ الْجَمْعِ یا مانعۃ الطرفین نہیں بلکہ مانعۃُ الخُلُو ہے۔ تَكُوْنُ فعل مضارع تامہ صیغہ واحد مؤنث غائب۔ لَهٗ جار مجرور اس کا متعلق ہے جَنَّةٌ اسم مفرد مؤنث لفظی ترجمہ ہے چار دیواری میں چھپا ہوا محفوظ باغ یہ موصوف ہے۔ یَاْكُلُ۔ باب نَصَرَ کا مضارع مثبت معروف صیغہ واحد مذکر غائب اَكْلٌ سے مشتق ہے۔ اس کا فاعل هُوَ ضمیر صیغہ پوشیدہ مرجع ہے رسول۔ اسی طرح عَلَیْهِ اور لَهٗ کی ضمیروں کا مرجع بھی رسول ہے۔ مِنْهَا یہ جار مجرور متعلق ہے۔ یَاْكُلُ کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صفت ہے جَنَّةٌ کی وہ مرکب توصیفی فاعل ہے تَكُوْنُ کا۔ وہ فعل فاعل متعلق مل کر جملہ فعلیہ تامہ ہو کر معطوف ہے یُلْقٰی کے جملے پر یہ دونوں عطف معطوف ہیں لَوْلَآ اُنْزِلَ کے سابقہ جملے پر وہ دونوں عطف مل کر مقولہ سوم ہوا سابقہ قَالُوْا کا واؤ سر جملہ۔ قَالَ فعل مطلق صیغہ واحد مذکر غائب قَوْلٌ سے مشتق ہے معنی ہے بولنا، کہنا۔ الظّٰلِمُوْنَ۔ اسم جمع مذکر سالم۔ یہ فاعل ہے قَالَ کا وہ فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر قول ہوا۔ اِنْ حرف نافیہ تَتَّبِعُوْنَ۔ باب اِفْتِعال کا مضارع حال مثبت معروف صیغہ جمع مذکر حاضر۔ مصدر ہے اِتِّبَاعٌ ترجمہ ہے نقش قدم پر چلنا تابع فرمان ہونا۔ مراد ہے مومن مسلمان ہونا۔ یہ فعل لفظاً مثبت ہے مگر اِنْ نافیہ نے اس کو نفی بنا دیا۔ یہ نفی ہمیشہ استثناء کے لئے لائی جاتی ہے اسی لئے اس کے بعد اِلَّا حرف استثناء ضرور ہوتا ہے۔ تَتَّبِعُوْنَ کا فاعل کُمْ ضمیر صیغہ جس کا مرجع ذہنی ہے یعنی صحابہ کرام اور دیگر مسلمانوں کی جماعت مقدسہ یہ فعل فاعل مل کر فعلیہ ہو کر مستثنیٰ مِنْهُ مجاز آیا ہے اس کا حقیقی مستثنیٰ مِنْهُ مذکور نہیں۔ نحوی اصطلاح میں اس قسم کو مستثنیٰ مفرغ کہتے ہیں۔ استثناء کی تین قسمیں ہوتی ہیں۔ ۱۔ استثناء متصل۔ ۲۔ استثناء منقطع۔ ۳۔ استثناء مفرغ یہاں اصل اس طرح تھا۔ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ رَجُلًا، اِلَّا رَجُلًا۔ اِلَّا حرف استثناء

مفرغ ہے رَجُلًا۔ اسم مفرد (واحد) مذکر موصوف ہے مَسْحُوْرًا۔ باب نَصَرَ کا اسم مفعول واحد مذکر سَحْرٌ سے مشتق ہے۔ معنی ہے جادو کیا ہوا۔ یہ صفت ہے یہ مرکب توصیفی مستثنیٰ ہے۔ وہ دونوں مستثنیٰ منہ و مستثنیٰ مقولہ ہوا قَالَ کا وہ قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ ہو گیا۔ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ۝ تَبٰرَكَ الَّذِيْٓ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ۝ ۔ اُنْظُرْ۔ باب نَصَرَ کا فعل امر حاضر معروف صیغہ واحد حاضر۔ اس کا فاعل اَنْتَ ضمیر صیغہ پوشیدہ خطاب ہے نبی کریم ﷺ کو نَظْرٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے آنکھ سے دیکھنا اور غور کرنا متوجہ ہونا مراد ہے كَيْفَ اسم مُبْهَم غیر متمکن یعنی مبنی نوع ہے۔ ہمیشہ ظرف مجازی ہوتا ہے عربی میں ظرف کی تین قسمیں ہوتی ہیں۔ ۱۔ظرف زمانی۔ ۲۔ظرف مکانی یہ دونوں حقیقی ظرف ہیں۔ ۳۔ظرف کیفیتی یہ مجاز اظرف ہے۔ اہل عرب كَيْفَ کو چودہ معنی میں استعمال کرتے ہیں۔ ۱۔شرطیہ بنا کر۔ ۲۔سوالیہ بنا کر۔ ۳۔استخبار بنا کر اس کو سوال مجازی وغیر حقیقی بھی کہا جاتا ہے۔ صفات الٰہیہ کے لئے كَيْفَ کا استعمال اسی معنی میں ہوتا ہے۔ ۴۔حال بنا کر۔ ۵۔مفعول مطلق بنا کر۔ ۶۔زجر و توبیخ بنا کر۔ یہاں كَيْفَ اسی معنی میں ہے۔ قرآن مجید میں كَيْفَ انہی چھ معنی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ ۷۔تعجب بنا کر۔ ۸۔خبر مبتدا بنا کر۔ ۹۔خبر كَانَ ناقصہ بنا کر۔ ۱۰۔متعدی بدو کا مفعول دوم بنا کر۔ ۱۱۔متعدی بسہ مفعول کا مفعول سوم بنا کر۔ ۱۲۔حالت بنا کر۔ ۱۳۔کبھی كَيْفَ کی ف کو حذف کر دیا جاتا ہے اور صرف كَيْ بولا جاتا ہے مگر یہ صرف اشعار میں ہوتا ہے۔ ۱۴۔کبھی كَيْفَ عاطفہ ہوتا ہے لیکن یہ قول مختلف فیہ ہے۔ كَيْفَ ظرف مجازی مقدم ہے ضَرَبُوْا ماضی مطلق کا اس کا فاعل ضمیر صیغہ جس کا مرجع ہے الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ لَكَ جار مجرور متعلق ہے الْاَمْثَالَ۔ جمع مکسر ہے مِثْلٌ کی۔ تمثیل وتشبیہ کے معنی میں یہ مفعول بہ ہے ضَرَبُوْا کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ فـ عاطفہ ضَلُّوْا باب نَصَرَ کا ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ جمع مذکر غائب ضَلَّ سے مشتق ہے ترجمہ ہے گمراہ ہونا۔ اس کا فاعل ضمیر صیغہ یہ فعل بافاعل سبب ہے فـ سببیہ۔ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ باب استفعال کا مضارع منفی معروف اس کا فاعل ضمیر صیغہ مصدر ہے اِسْتِطَاعَةٌ۔ اِسْتِطْوَاعٌ سے تعلیل ہوا ہے۔ طَوْعٌ سے مشتق ہے سَبِيْلًا۔ اسم جنسی نکرہ مفرد لغوی معنی ہے کسی جگہ پہنچنے کا ذریعہ۔ وہ جگہ اور ذریعہ اچھا ہو یا برا، حق ہو یا باطل، اصطلاح میں ہر اس راستہ کو کہتے ہیں جو صاف کھلا اور آسان ہو۔ جب مطلقاً بغیر اضافت ارشاد ہو تو حق راستہ مراد ہوتا ہے جیسے کہ یہاں مذکر مونث دونوں معنی میں آتا ہے یعنی هٰذَا سَبِيْلٌ مذکر ہے اور هٰذِهٖ سَبِيْلٌ مونث ہے۔ اس کی جمع ہے سُبُلٌ بروزن اُسُدٌ۔ سَبْلٌ کا صفت مشبہ ہے بمعنی ہموار جگہ عربی میں راستے کے لئے تین لفظ ہیں۔ ۱۔طریق بمعنی مطلقاً ہر قسم کا چھوٹا بڑا، تنگ کھلا، سیدھا ٹیڑھا، چوڑا یا باریک، پہاڑی میدانی، بری بحری، ہوائی، مشکل آسان راستہ۔ ۲۔طریق کی ہی ایک قسم ہے صراط بمعنی صاف ستھرا چھوٹا راستہ (شارٹ کٹ)۔ ۳۔طریق کی دوسری قسم سَبِيْلٌ بمعنی صاف ستھرا لمبا راستہ کھلا اور آسان۔ اسی لئے تصوف کے ٹیڑھے پیچ در پیچ مشکل راستے کو طریقت کہتے ہیں نہ کہ صراطت یا سبیلت اور مسافر کو ابن سبیل کہتے ہیں نہ کہ ابن طریق یا ابن صراط اور شریعت کو صراط مستقیم کہتے ہیں نہ کہ طریق مستقیم یا سبیل مستقیم۔ سَبِيْلًا مفعول بہ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مُسَبَّب ہے ضَلُّوْا کا یا علت ہے وہ فعل فاعل اور مسبب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف ہے ضَرَبُوْا کے جملے پر

دونوں مل کر مفعول بہ ہے اُنْظُرْ کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوگیا۔ تَبٰرَکَ ماضی مطلق اَلَّذِیْٓ اسم موصول اِنْ حرف شرط شَآءَ ماضی مطلق اس کا فاعل ضمیر صیغہ مرجع ہے اَلَّذِیْ۔ یہ فعل بافاعل جملہ فعلیہ ہوکر شرط ہے۔ جَعَلَ ماضی مطلق اس کا فاعل ضمیر صیغہ لَکَ جار مجرور متعلق ہے جَعَلَ کا خَیْرًا۔ اسم نکرہ حاصل مصدر مِنْ جارہ زائدہ بیانیہ ذٰلِکَ اسم اشارہ بعیدی اس کا مشارالیہ ہے دنیوی جَنَّۃٌ یَّاْکُلُ۔ یہ جار مجرور متعلق ہے خَیْرًا مصدر کا۔ دونوں مل کر شبہ جملہ ہوکر مفعول بہ اول ہے جَعَلَ کا جَنّٰتٍ اسم جمع مؤنث سالم ہے جَنَّۃٌ کی یہ موصوف ہے۔ تَجْرِیْ۔ بَابِ ضَرَبَ کا مضارع مثبت معروف جرّی سے مشتق ہے ترجمہ ہے بہتے رہنا۔ مِنْ تَحْتِهَا مرکب اضافی مجرور متعلق ہے تَجْرِیْ کا اَلْاَنْهٰرُ یہ جمع مکسر ہے نَهْرٌ کی فاعل ہے تَجْرِیْ کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہوکر صفت ہے جَنّٰتٍ کی وہ مرکب توصیفی مفعول بہ دوم ہے جَعَلَ کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ ہے واؤ عاطفہ۔ یَجْعَلْ بَابِ فَتَحَ کا مضارع مثبت معروف بحالت جزم کیونکہ عطف تابع ہے جَعَلَ جزا کا اور جزا ہمیشہ مجزوم ہوتی ہے شرط مجزوم کی وجہ سے۔ لَکَ جار مجرور متعلق ہے یَجْعَلْ کا قُصُوْرًا جمع مکسر ہے قَصْرًا کا بمعنی محل مفعول بہ ہے یَجْعَلْ کا۔ یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف ہے جَعَلَ کے جملے پر دونوں عطف مل کر جزا ہے اِنْ شَآءَ کی وہ شرط و جزا مل کر صلہ ہے اَلَّذِیْٓ کا۔ وہ موصول صلہ مل کر فاعل ہے تَبٰرَکَ کا۔ وہ فعل بافاعل جملہ فعلیہ ہوگیا۔

تفسیر عالمانہ

اَوْ یُلْقٰٓی اِلَیْهِ کَنْزٌ اَوْ تَکُوْنُ لَهٗ جَنَّۃٌ یَّاْکُلُ مِنْهَا۔ انہی کفار نے یہ بھی کہا کہ اگر مدعی نبوت کے پاس کوئی فرشتہ ہر وقت نہیں رہتا اور اس نے کھانا پینا بھی ضروری ہے تو اس کے پاس دنیوی دولتوں کے خزانے ڈالے جاتے تاکہ یہ خود بھی اور اس کے ماننے والے بھی بغیر محنت گھر بیٹھے ہی عیش و آرام سے کھاتے پیتے۔ عربی لغت میں ہر قیمتی و مفید مال کو خزانہ کہا جاتا ہے۔ خزانے کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ ۱۔ کنز۔ ۲۔ معدن۔ اگر بہت سارا قیمتی مال انسان خود کہیں رکھے تو عربی میں اس کو کنز، اردو میں دفینہ، فارسی میں گنج کہتے ہیں اور اگر کسی جگہ خود ہی قدرتی کوئی قیمتی جمادات پیدا ہو جائے تو عربی میں معدن، فارسی اردو میں کان کہتے ہیں۔ کفار مکہ منصب نبوت کے لئے یہ قیدیں اور شرطیں اس لئے لگاتے تھے تاکہ یہ نبی ہمارے خود ساختہ بتوں معبودوں کو برا نہ کہے اور عوام کو یہ سمجھانے کی کوشش کرتے تھے کہ معبود ہونا آسان ہے جسے چاہو بنالو مگر نبی ہونا بہت مشکل اور نرالا ہے کہ وہ کھاتا پیتا نہ ہو غریب نہ ہو اس لئے یہ احمقانہ باتیں کرتے پھرتے تھے کہ یہ تو بالکل عام لوگوں کی طرح محتاج معاش ہے۔ نبی کو تو سب سے بلند و بالا شان والا ہونا چاہئے کہ نہ معمولی گھر میں رہے نہ بازار میں چلے۔ ان احمقوں نے دنیوی دولت کو بلند شانی سمجھا اور نبوت رسالت کو صرف اپنے ذہن سے پرکھا حالانکہ نبوت کی حقیقی نشانی دنیوی شان و شوکت نہیں بلکہ اعلیٰ اخلاقیات، بلند و بالا عملیات، بے مثل شخصیات، نورانی بشریات، وحی و معجزات ہی نبوت کے نشانات ہیں مگر کفار محض ضد عناد تعصب عداوت کی وجہ سے ہی ان حقائق پر غور نہ کرتے حالانکہ زمینی آسمانی ہزاروں معجزات دیکھتے۔ اس کے باوجود شیطانیت ختم نہ ہوتی۔ کبھی کہتے خزانے نہیں تو بہترین محفوظ باغ ہی ہوتا تو ہم اس کو نبی مان لیتے۔ کفار مکہ قلبی عقلی اندھے بہرے ہونے کی وجہ سے ہمیشہ پانچ غلطیوں میں مبتلا رہے اول یہ کہ فصاحت قرآنی کے معجزے کو نہ پہچانا اس لئے تاعمر افک و افترا کہتے رہے۔ دوم یہ کہ نبی

کریم ﷺ کے کھانے پینے کو دیکھ کر اپنے جیسا بشر کہہ دیا۔ سوم یہ کہ بازار میں چلتے دیکھا تو محتاج سمجھ لیا۔ چہارم یہ کہ اپنی نگاہ سے کسی فرشتے کو حاضر بارگاہ نہ دیکھ سکے تو لَوْلَآ اُنْزِلَ کا مطالبہ کر دیا۔ پنجم یہ کہ بارگاہ نبوی میں دنیوی دولت کے ڈھیر کنز وقصور نہ دیکھے تو نبی کو غریب سمجھ لیا حالانکہ قرآن مجید کی فصاحت بلاغت کا چیلنج آج تک کوئی عربی عجمی کافر قبول و پورا نہ کر سکا اور ملائکہ تو زیارت کی دعائیں کرتے ہیں اور اب تک آستانہ نبوت پر حاضری میں ستر ہزار صبح ہیں ستر ہزار شام۔ رہا بشر کو مِثْلُكُمْ یا مِثْلُنَا کہنا تو یہ بیماری اب تک گستاخوں میں موجود ہے۔ آپ کی فقیری بھی مِنَ اللّٰہ نہ تھی بلکہ آپ کی اپنی پسندیدہ اختیاری تھی۔ چنانچہ ایک حدیث قدسی میں بروایت حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا ہے کہ فرمایا نبی کریم ﷺ نے مجھے میرے رب تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد کیا تم نبی عبد بننا چاہتے ہو یا نبی بادشاہ۔ میں نے عرض کیا میں نبی عبد ہی بننا چاہتا ہوں کہ ایک وقت مجھے کھانا ملے ایک وقت بھوکا رہوں۔ جب کھاؤں تو عابد شاکر رہوں جب بھوکا رہوں تو عابد صابر۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آقا ﷺ کبھی ٹیک لگا کہ نہ بیٹھتے نہ ٹیک لگا کر کھاتے بلکہ غلاموں کی مثل بیٹھتے کھاتے اور فرماتے اَنَا عَبْدُ اللّٰہ۔ ایک بار فرمایا: اے عائشہ میں نے خود پسند کیا ہے بھوک کو سیری پر غریبی کو امیری پر عبدیت کو ملوکیت پر۔ فقر کو دولت پر، غم کو خوشی پر اس لئے کہ فقیر کا محافظ خود رب قدیر ہے اور اس لئے کہ لوگ میرے پاس محبت آخرت کے لئے آئیں نہ کہ محبت دولت کے لئے اور اس لئے کہ فقیری سنت نبوی بن جائے اور غرباء کو فقیری سے محبت ہو میری فقیری دیکھ کر اور اس لئے کہ دنیاداروں کو معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کو بھی دنیا میں بندوں کی فقیری ہی پسند ہے نہ کہ دولت دنیوی کی امیری۔ دوسری حدیث مقدس، قدسی بروایت حضرت خشیمہ رضی اللہ عنہ فرمایا نبی کریم ﷺ نے کہ مجھ کو میرے رب تعالیٰ نے فرمایا اے حبیب اگر تم چاہو تو ہم تم کو تمہارے لئے دنیا میں ہی خزانے دے دیں حالانکہ اس سے پہلے کسی کو نہ دیئے نہ آئندہ دیں اور اگر تم چاہو تو آخرت میں ہی تمہارے لئے جمع رکھیں۔ میں نے عرض کیا میرے مولیٰ میں آخرت میں چاہتا ہوں۔ حدیث سوم حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مجھ سے کہا کہ یا نبی اللہ! اگر آپ چاہیں تو یہ بطحاء کے پہاڑ آپ کے لئے سونے کے بنا دیئے جائیں تو میں نے کہا نہیں اے جبرئیل بلکہ میں چاہتا ہوں کہ مجھے ایک دن کھانا ملے تین دن بھوک ملے تاکہ کھا کر حمد و شکر اور بھوک میں صبر و عجز کروں۔ یہ احادیث ثلاثہ بحوالہ کتاب اسباب نزول جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ۔ حدیث چہارم بحوالہ کتاب درمنثور جلد پنجم ص ۶۳ جلال الدین سیوطی ایک بار ناظم جنت رضوان فرشتہ میرے پاس آیا ایک چابیوں سے بھری نوری صندوقچی لے کر اور عرض کیا کہ اللہ فرماتا ہے کہ اس میں خزانوں کی چابیاں ہیں اگر آپ یہ لے لیں تو بھی آپ کا حصہ آخرت ذرہ برابر کم نہ ہوگا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام بھی پاس تھے آپ نے مشورۃً حضرت جبرئیل علیہ السلام کی طرف دیکھا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے زمین پر پورا ہاتھ مارا آپ نے سمجھ لیا کہ مسکینیت کا اشارہ ہے تب فرمایا مجھے دنیا میں مسکینیت ہی قبول و پسند ہے۔ وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ⑧ اور کہا انہی حد سے گزرنے والے بڑے کافروں نے جن میں پیش پیش عبداللہ بن زبعری تھا کہ اے مسلمانو تم تو صرف ایک جادو شدہ ایسے مرد کی پیروی کر رہے ہو جو عقل کا مغلوب ہے حال کا مغلوک ہے قول کا مقلوب ہے یعنی الٹی عقل والا غریبی حال والا، بہکی باتوں والا ہے۔ کفار مکہ بھی عجیب پاگل تھے۔ جب نبی کریم ﷺ قرآن مجید سناتے تو کافر کہتے یہ شاعر

ہے جب تبلیغ فرماتے تو کہتے یہ کاہن ہے اور جب بت پرستی سے منع فرماتے تو کہتے یہ کاذب ہے۔ جب معجزات دکھاتے تو کفار کہتے یہ ساحر ہے اور جب دلائل سے فصیح و بلیغ تقریر فرماتے تو کہتے کہ اس کے کلام میں جادوگری کا اثر ہے اس لئے دل میں اترتا جاتا ہے لہٰذا یا کان بند کرتے یا بھاگ جاتے اور جب نبی علیہ السلام شرعی احکام سناتے تو کفار کہتے یہ مسحور ہے اور مسافروں سے کہتے وہ مجنون ہے اس کے پاس مت جانا اور آپ فرماتے کہ میں اللہ کا رسول ہوں تو کفار کہتے مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ اور جب آپ فرماتے مجھے رب تعالیٰ نے اپنا کلام دیا ہے تو کہتے اس کے پاس کنز و قصور کیوں نہیں ہیں اور بجائے دلائل دینے کے ایسی بے معنی باتیں کرتے کہ خود ہی بے عقل و گمراہ لگتے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا۔ اے حبیب عرشی محبوب فرشی ذرا غور فرماؤ کہ یہ ظالمین لوگ تمہارے لئے کیسی بیہودہ مثالیں بناتے پھر رہے ہیں کبھی کہتے ہیں کہ یہ رسول افتراء میں چالاک ہے۔ اعانت لینے میں ہشیار ہے قصے بنانے میں بڑا تیز ہے اکتتاب میں ساز باز ہے۔ تُمْلٰى عَلَيْهِ میں بڑا سمجھ دار ہے اور بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا میں راز دار ہے۔ لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ کی قوت میں نادار ہے۔ يَاْكُلُ الطَّعَامَ میں ہماری مثل ہے۔ يَمْشِىْ فِى الْاَسْوَاقِ میں محتاج ہے۔ کبھی کہتے ہیں اے لوگو اس رسول کے پاس مت جانا کیونکہ لاجواب دلائل اور حکمت مصلحت والے احکام فصاحت والے وعظ بلاغت والے کلام سنانے کے باوجود یہ مسحور ہے۔ اس کی عقل پر جادو، دل پر غلبہ ہے، ظاہر میں غریب ہے، باطن میں فریب ہے۔ اے پیارے حبیب یہ کفار ایسی ہی بدتمیزیوں پر ایسے پاگل ہوئے جا رہے ہیں کہ اپنی ہی باتوں میں بدحواس ہیں۔ اس لئے اب یہ مرتے دم تک کبھی بھی سبیل حق اور ہدایت برحق کی توفیق و سعادت نہ پائیں گے نہ ہی ایمان کی محبت رحمٰن کی اعانت قرآن کی حمایت پائیں۔ اس لئے کہ تیرے در سے جو پھرا اللہ اس سے پھر گیا اور یہ حقیقت بھی مجرب و شاہد ہے کہ:

قسم ہے رب کی نہ وہ اٹھ سکا قیامت تک ۔۔۔ کہ جس کو تو نے نظر سے گرا کے پھینک دیا

(اعظم چشتی)

تَبٰرَكَ الَّذِىْۤ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ۔ پاک پروردگار ہے وہ اللہ تعالیٰ بڑے وسیع علم والا اور لامحدود قدرتوں والا بلا روک ٹوک خیر کثیر دینے والا۔ اس کی ذات جامع مانع ہے۔ وہ جامع ہے اپنے محبوب میں ظاہری باطنی کمالات کا اور مانع ہے ذات حبیب کو تمام ظاہری باطنی عیوب و نقائص سے بچانے کا۔ وہ اللہ تعالیٰ مانع ہے مِنْ كُلِّ عیب جامع ہے مِنْ كُلِّ خیر۔ عالم ہے مِنْ كُلِّ غیب۔ بری ہے مِنْ كُلِّ رَيب۔ اس ذات تبارک نے اپنے حبیب کو ایسا متبرک بنایا کہ جو بھی ان کے دامن سے لگا وہ بھی تبرک بن گیا۔ نہ کوئی اس سے اجمل نہ کوئی اس سے احسن۔ خُلِقْتَ مُبَرَّاً مِّنْ كُلِّ عَيْبٍ اور کمال ایسا کہ كَمَا تَشَآءُ اس کی قوتیں لَا مُنْتَهٰى اس کا اختیار زمانوں پر غالب۔ قرآن مجید میں لفظ تَبٰرَكَ نو جگہ ارشاد ہوا ہے اور ہر جگہ علیحدہ معنی میں۔ ۱۔ اولاً سورۃ اعراف آیت ا تَبٰرَكَ اللّٰهُ یہاں برکت ربوبیت ہے۔ ۲۔ سورۃ مومنون آیت ۱۴ یہاں برکت خالقیت کے لئے۔ ۳۔ سورۃ فرقان آیت ا تَبٰرَكَ الَّذِىْ اپنے فرقان کو خیر کثیر بنانے والا۔ ۴۔ سورۃ فرقان کی یہی آیت ۱۰ اپنے نبی کو جامع کمالات و مانع نقصانات بنانے والا۔ ۵۔ اسی سورۃ کی آیت ۶۱ شاندار بنانے والا

سمٰوات وکواکب زمین ورات ودن کو۔ ۶۔ سورۃ غافر آیت ۶۴ تَبٰرَكَ اللّٰهُ قدرت سے عالمین کو برکت دینے والا۔ ۷۔ سورۃ زخرف آیت ۸۵ برکت قدیمی والا۔ ۸۔ سورۃ رحمٰن آیت ۷۸ تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ۔ کثرت جلال کبریائی کا ذکر۔ ۹۔ سورۃ ملک آیت ۱ تَبٰرَكَ الَّذِیْ۔ برکت غلبہ شاہی کا ذکر۔ وہ برکتوں والا اگر چاہتا تو تمہارے لئے اے محبوب دنیا میں ہی باغات وکنوز وقصور وبیوت تصور انسانی سے بھی اچھے بنادیتا جن کے نیچے جنتی نہریں بہتیں مگر دنیائے فانی میں یہ چیزیں نہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہ اس کے رسول کو چاہت وطلب اس نبی کی نگاہ میں دیدار کبریائی اور قلب میں محبت الٰہی کے سوا اور کچھ نہیں ان کو تو جنت آسمانی کی بھی طلب نہیں۔ نبی کی نگاہیں تو سیر معراج میں بھی نہ حسن جنت میں اٹکیں نہ قصور جنت میں بھٹکیں۔ دنیا کی نعمتوں کو فنا آخرت کی نعمتوں کو بقا، دنیا میں نعمتیں ملنا امتحان ہے آخرت میں انعام ہے دنیا کی نعمتیں حساب ہیں آخرت کی نعمتیں ثواب ہیں۔ دنیا گزرگاہ ہے آخرت قرارگاہ ہے۔ دنیا مقام فکر ہے۔ آخرت مقام شکر ہے دنیا میں غربت بہتر آخرت میں قربت بہتر۔ منشاء باری تعالیٰ یہ ہے کہ نبی کا ہر غلام دنیا سے ایسا پاک صاف جائے کہ آخرت میں نہ حساب وکتاب دینا پڑے نہ عذاب وعتاب لینا پڑے۔ وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا اور اے حبیب مکرم اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو اسی زمین دنیا پر جنتی محلات تمہارے لئے بنادیتا مگر تین وجہ سے جنتی چیزیں کسی کو زمین دنیا میں نہ دیں نہ دکھائیں۔ اولاً اس لئے تاکہ ایمان بالغیب باقی رہے۔ دوم اس لئے کہ دنیا فنا ہے جنت بقا اور فنا میں بقا سما نہیں سکتی۔ سوم یہ کہ نبی کریم ﷺ کو بھی دنیوی آرام پسند نہیں کیونکہ آرام کے چار نقصان: ۱۔ اعمال میں غفلت۔ ۲۔ عبادات میں کسلت۔ ۳۔ جائز کا حساب ہے۔ ۴۔ ناجائز پر عتاب ہے یہ تو عطاء ظاہری کی بات ہے مگر باطن میں اُوْتِیْتُ مَفَاتِیْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ کا انعام ہے کہ قاسم نعمت بنادیا۔ چاند توڑنے، سورج موڑنے، بارشیں برسانے کا مختار بنادیا چاہے تو رحمت بکھرا دے چاہے تو جنت دلوادے یہ کفار ایک کنز کی بات کرتے ہم تو اپنے حبیب کے قدموں اور اس کے غلاموں کے قبضے میں قیصر وکسریٰ وسلاطین عالم کے تاج وتخت وخزانے بکھیر دیں گے۔

اختلافی اقوال

تَكُوْنُ کی قرأت میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت تَكُوْنُ ہے مؤنث کیونکہ لفظ جَنَّةٌ مؤنث ہے۔ ۲۔ بعض کی يَكُوْنُ ہے۔ يَاْكُلُ کی قرأت میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت يَاْكُلُ ہے۔ ۲۔ بعض کی قرأت نَاْكُلُ ہے جمع متکلم مَسْحُوْرًا کے معنی میں دو قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا اس کا معنی ہے جادو کیا ہوا۔ ۲۔ بعض نے کہا معنی ہے جادوگر۔ اِنْ شَآءَ کے اِنْ میں دو قول۔ ۱۔ بعض نے کہا یہ اِنْ شرطیہ ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا یہ اِنْ معنی اِذْ حالیہ ظرفیہ ہے۔ يَجْعَلْ کی قرأت میں پانچ قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت يَجْعَلْ جزم سے۔ ۲۔ بعض کی قرأت يَجْعَلَ ہے زبر سے۔ ۳۔ بعض کی قرأت يَجْعَلُ ہے پیش سے۔ ۴۔ بعض کی قرأت يُجْعَلُ ہے فعل مجہول۔ ۵۔ بعض کی قرأت يَجْعَلْكَ ہے۔ لام يَجْعَلْ کا ادغام ہے لام لَكَ میں بوجہ ہم مخرج ہونے کے۔ قُصُوْرًا کے معنی میں تین قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا پتھروں سے بنے ہوئے مضبوط شاہی قلعے مراد ہیں۔ ۲۔ بعض نے کہا مٹی کے بنے ہوئے موسمی آرام دہ گھر مراد ہیں۔ ۳۔ بعض نے کہا اونی کمبلوں سے بنے ہوئے شاہی خیمے مراد ہیں۔

فائدے

ان آیات سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ **پہلا فائدہ:** جو شخص انبیاء کرام علیہم السلام کا گستاخ بے ادب ہو جائے وہ دنیا میں پاگلوں کی طرح مثل کفار مکہ گمراہ و بدحواس ہی بنا پھرتا ہے نہ عقل ٹھکانے نہ سمجھ درست نہ علم حاصل نہ ذہن حاضر نہ حالت قابو میں اگرچہ کتنی بھی کتابیں پڑھ لے، بہکی باتیں ہی کرتا ہے۔ فہم قرآن وحدیث میں ٹھوکریں ہی کھاتا ہے یہ فائدہ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ کے فرمان سے حاصل ہوا۔ **دوسرا فائدہ:** انبیاء کرام علیہم السلام کے ظاہری حالات دیکھنا قوت اختیارات معجزات پر غور نہ کرنا کفار کا طریقہ کفریہ ہے۔ یہ فائدہ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ۝ سے حاصل ہوا۔ لہٰذا اس گمراہ فرقے کو عبرت پکڑتے ہوئے کفار و منافقین کی علامتی نشانیوں و کلیدوں طریقوں سے بچنا چاہئے جو ہر وقت اپنی تقریر و تحریر میں بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کہتے پھرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو ایسی گندی ذہنیت سے بچائے۔ **تیسرا فائدہ:** یہ مشاہدہ و تجربہ ہے کہ جس دل میں نبی کریم ﷺ کا ادب نہیں اس کے دل میں نہ اللہ تعالیٰ کا ادب نہ احترام قرآن و کعبہ نہ ایمان کی ہدایت نہ عبادت کی سعادت نہ کسی نیکی کی توفیق نہ کبھی توبہ کی۔ ایسے بدبختوں کے دل پر مہر، کانوں میں ڈاٹ، آنکھوں پر پردہ، عقل پر شیطان ہی ہوتا ہے۔ عقل پژمردہ، ضمیر افسردہ، روح مردہ ہوتی ہے۔ حصول اچھائی کی ہمت ہی نہیں رہتی یہ فائدہ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ۝ سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ:** جس طرح ناپاک جسم والا مسجد میں نہیں جا سکتا۔ ایسے ہی ناپاک دل والا بارگاہِ نبوی میں نہیں جا سکتا۔ گندگی جسم دور ہوتی ہے پاک پانی سے۔ گندگی قلب دور ہوتی ہے خالص عشق نبوی سے۔ یہ مسئلہ كَيْفَ ضَرَبُوْا (الخ) کے بعد فَضَلُّوْا (الخ) فرمانے سے مستنبط ہوا۔ **دوسرا مسئلہ:** دنیا میں حلال روزی زیادہ سے زیادہ کمانا اور کفار و اعداء سے حفاظت و دفاع کے لئے مضبوط مکان اور قلعے بنانا جائز بلکہ بعض اوقات فرض ہو جاتا ہے۔ یہ مسئلہ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا اور وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ۝ سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ **پہلا اعتراض:** یہاں پہلے فرمایا گیا كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ پھر فرمایا گیا۔ فَضَلُّوْا یہاں فَ تعقیبیہ ہے جس کا معنی یہ ہوا کہ کفار نے غلط مثالیں بنائیں تب گمراہ ہوئے حالانکہ کفار تو مثالوں سے پہلے بھی گمراہ تھے تو یہاں فَ تعقیبیہ کیوں ارشاد ہوئی۔ **جواب:** یہ فَ نہ تعقیبیہ ہے نہ سببیہ بلکہ تعلیلیہ ہے اور آیت کا معنی یہ ہے کہ کفار نے غلط مثالیں بنائیں کیونکہ وہ گمراہ تھے۔ **دوسرا اعتراض:** یہاں پہلے فرمایا گیا اَوْ يُلْقٰۤى اِلَيْهِ كَنْزٌ۔ پھر فرمایا گیا اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا۔ یعنی کفار نے کہا نبی کو خزانہ دیا جاتا اور اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا اگر چاہتا تو دے دیتا۔ اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں نبی کریم ﷺ کو کچھ نہیں دیا حالانکہ دیگر آیات و متعدد روایات سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ظاہری باطنی بہت کچھ دیا۔ مثلاً وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ۝ نبی کو بہت عیالدار پایا تو غنی کر دیا اور وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ

فَتَرْضٰی ۵ اور حدیث مقدس میں ہے: اُوْتِیْتُ مَفَاتِیْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ اور فتوحات اسلامیہ کے خزانے وغیرہ وغیرہ تو یہاں اس طرح نفی کیوں ظاہر فرمائی گئی؟ **جواب:** یہاں کفار کے قول وعقیدہ کی تردید فرمائی گئی ہے۔ کفار کا عقیدہ یہ تھا بلکہ اب بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبوبیت اور بندے کے حق وصداقت کی نشانی صرف دنیوی مال دولت عیش وآرام عزت وجاہت سلطنت ہے۔ اُخروی زندگی کے تو سب مشرکین منکر ہیں اور کفار کہتے ہیں کہ سب میں زیادہ محبوب الٰہی نبی رسول ہی ہوتا ہے تو وہ غریب فقیر کیسے ہوسکتا ہے جو غریب ہو کر نبوت کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے۔ اس لئے نبی کے اعلان نبوت سے پہلے ہی نبی کے پاس دنیوی کنز وقصور اور باغات ومالیات ہونے چاہئیں تا کہ یہ چیزیں محبوبیت کو ثابت کریں اور محبوبیت نبوت کو۔ ان کی تردید فرماتے ہوئے ارشاد ہوا کہ اگر دنیوی مالداری محبوبیت کی نشانی ہوتی تو اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو سب کچھ دے دیتا اور اعلان نبوت سے پہلے دے دیتا مگر تمہارے ذاتی خیال کو توڑنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے پہلے کچھ نہیں دیا اور تمہارا عقیدہ بھی محض نہ ماننے کا بہانہ ہے ورنہ جن انبیاء کو امیر اور بادشاہ بنایا گیا ان کو تمہارے آباء واجداد کفار نے کب جانا تھا۔ ہاں البتہ ہم اپنے نبی کو زمین و آسمان، دنیا کے آخرت کے ہزاروں اتنے خزانے عطا فرمائیں گے کہ وہ کائنات کے لئے قاسم نعمت بن جائیں گے۔

تفسیر صوفیانہ

آیت ۵ تا ۷ وَقَالُوْۤا اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِیَ تُمْلٰى عَلَیْهِ بُكْرَةً وَّاَصِیْلًا ۵۔ اہل دنیا نے ہمیشہ کرامت ولایت کا انکار ہی کیا اور یہی کہتے رہے کہ یہ شعبدے کے کھیل ہیں جن کو اہل فریب نے لکھا و بنایا ہے خلوتوں خلافتوں کے ظلماتی جال ہے۔ اہل دنیا نے اپنی بدعقلی سے دنیا سازی کو الٰہ اور دولت دنیا کو ہی فلاح سمجھا۔ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِیْ یَعْلَمُ السِّرَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۶ اے مرشدِ روحانی اہل دنیا کو بتادے کہ نازل فرمایا ہے خزانہ اسرار کی کرامات فرقان کو اولیاء کے سینہ انوار میں اس ذات قدیم نے جو جانتا ہے سَمٰوٰتِ معرفت اور زمین مشاہدت کے ان تمام غیوب مراقبات کو عالمین میں سب سے زیادہ پوشیدہ ہیں۔ بیشک وہ اللہ تعالیٰ غفور ہے ان نفوس رذیلہ کی صفات ذمیمہ کی پردہ پوشی فرما کر جو اسرار غیوب سے محجوب ومحروم رکھے گئے صفات انوار کے موٹے پردوں کے ذریعے اور وہی رحیم ہے کیونکہ اہل صفا کے پاکیزہ دلوں پر ان کی ہمت کے مطابق فیض کمال کا رحم فرمانے والا ہے اور یہ بھی رب تعالیٰ کا غفران ورحم ہے کہ محروموں کو بھی کلام رحمانیہ طعام روحانیہ کے خزانوں سے نوازتا ہے اسی وجہ سے حیات ناسوتیہ میں عیش کا بسیرا کر رہے ہیں۔ وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ یَاْكُلُ الطَّعَامَ وَیَمْشِیْ فِی الْاَسْوَاقِ ؕ لَوْلَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مَلَكٌ فَیَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِیْرًا ۷۔ یہ اہل دنیا قلب کے اندھے ہیں اس لئے وجودِ روحانیہ کو نگاہِ حیوانیت سے دیکھ کر اپنے جیسا سمجھتے ہیں۔ ان کے پاس نہ توفیق ربانی کے کان نہ جرأت ایمانی کی زبان نہ سعادت عرفانی کی آنکھ ہے۔ ان کا سننا حیوانگی دیکھنا شرمندگی بولنا درندگی ہے۔ اس لئے وجود ولایت کو بصیرت معرفت سے نہیں دیکھ سکتے۔ سورۃ اعراف آیت ۱۹۸ میں انہی کے متعلق فرمایا گیا: وَتَرٰىهُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ وَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ ۱۹۸ یہ لعنت ان پر اس لئے ہے کہ ان کی آنکھیں بے نور، کان بے سرور، دل میں فتور ہے۔ ان محرومین طریقت کی فطرت بصارت نگاہ ناکارہ ہے لہٰذا نہیں دیکھ سکتے ان جواہر معانی کو جو ازل سے کشف اسرار کی گٹھڑیوں میں ہیں۔ وہی روح منور سبقت لے جاتی

ہے عالم قدس میں جو قبل الخلق نظارہ حق کرنے والی ہے۔ اس کی نگاہ منور صرف انوار قدس پر ہی ہے۔ حمقاء دنیوی نفسانی نے عجز کو محتاجی، انکسار کو مجبوری اور احترام کو بزدلی سمجھا اور نہ جانا کہ صفات مقدس کے لئے یہی عادات اتم محبوبیت اشد کرم واکمل طبیعت ہیں مگر اندھوں نے اہل دل کے خواص کا مشاہدہ نہ کیا۔ صرف بشریت کو دیکھا اور قربت عظیم کو غربت عمیم سمجھ لیا یہ بھی نہ پہچانا کہ کھانا پینا چلنا پھرنا اور ضروریات حیات کا ملاپ نبوت وولایت کے منافی نہیں۔ نبوت میں ولایت ہے ولایت میں انتخاب ہے اور انتخاب میں مجتبٰی اور مجتبٰی ہی محبوب ہے۔ بشریت میں انسانیت، انسانیت میں جسمانیت، جسمانیت میں نفسانیت، نفسانیت میں صورت، صورت میں سیرت، سیرت میں شریعت، شریعت میں طریقت، طریقت میں قلب، قلب میں عقل، عقل میں معرفت، معرفت میں قوتِ قدسیہ اور قوتِ قدسیہ کا صدور عین حق کے کشف سے اور کشف مراقبے سے ہے نبوت منافی بشریت نہیں ہے بلکہ ذریعہ وصل ہے کیونکہ اگر بشریت نبوت کے ساتھ ہو تو نور ہے بغیر ہو تو بشریت نار ہے۔

تفسیر صوفیانہ

از آیت ۸ تا ۱۰۔ اَوْ یُلْقٰۤى اِلَیْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ یَّاْكُلُ مِنْهَاؕ۔ کفار بدعقیدگی سے منکر آخرت ہیں اور فساق بدعملی سے دونوں کا ذہنی مزاج یہی ہے کہ دنیوی دولت ہی صداقت وقبولیت کی نشانی ہے۔ کفار نے انبیاء علیہم السلام کی صداقت کا نشان دنیوی دولت کو بنایا اور فساق نے اولیاء اللہ کی سچائی کے لئے بھی انکا دولت مند ہونا سمجھ لیا۔ بڑا ولی وہی پیر سمجھا جاتا ہے جس کے بادشاہ وزیر افسران وامراء مرید ہوں۔ درویشی خانقاہ نشینی عاجزی، مسکینی، غرباء سے ہمنشینی کی وجہ سے ہی کفار نے نبوت کا، فساق نے ولایت کا انکار کیا۔ کافر بولے سچا نبی وہ جو باغوں، خزانوں، محلوں کا مالک ہو فاسق بولے بڑا پیر وہ جو دنیوی کاروں کوٹھیوں والا ہو۔ وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۝۸۔ ان ظالموں نے اہل اللہ کو ہمیشہ شعبدے باز اور کرامات اولیاء اللہ کو شعبدۂ خرافات ہی سمجھا۔ اُنْظُرْ كَیْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ سَبِیْلًا ۝۹۔ جسم نبی مشکوٰۃ نور ہے جس کے باطن شفاف میں نور حق کی جلوہ گری ہے اور جس کے ظاہر میں مثل آئینہ نظارہ حسن عالمین ہے۔ جیسا جو ہے اس کو وہ مشکوٰۃ نور ویسا ہی نظر آیا۔ صدیق نے حسن جمال دیکھا، زندیق نے فتح زوال دیکھا، کفار کو قرب نبوی میں اپنی حالت بدطبیعت نجس، کیفیت بدحواس ہی نظر آتی تھی۔ شان اہل اللہ یہ ہے کہ ان کی شدت حاجات غلبہ نہیں پا سکتی ان کی حفاظت ازلیہ پر ان کی ہمت ایمانی دنیوی آلائشوں دولتی آرائشوں سے نہ بہکتی ہے نہ بھٹکتی ہے اور اُخروی لالچ میں نہ پھسلتی ہے نہ بکھرتی ہے۔ مخلصین کو مشیت کبریائی کے موافق فوائد دنیوی منافع عقبٰی مصالح دینی کے حساب ومقدار سے دنیا دی جاتی ہے پھر ان پر معارف وعلوم کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور دنیوی بند کر دیئے جاتے ہیں مگر راہ حقیقت کے منافقین پر دنیوی دروازے کھول دیئے جاتے ہیں لیکن فاسقین منزل اس قہر محرومی کو نہیں سمجھتے اس لئے گمراہی میں بھٹکتے ہیں اور گمراہی کو ہمراہی و بدحالی کو خوشحالی سمجھنے لگتے ہیں چونکہ اہل اللہ پر زبان طعن دراز کرتے ہیں اس لئے کبھی بھی سچائی کا راستہ نہیں پا سکتے۔ تَبٰرَكَ الَّذِیْۤ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَیْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُۙ وَ یَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ۝۱۰۔ برکتوں والا ہے وہ مالک قدیم جس نے خیر کثیر عطا فرمائی اے مربی عالمین محبوب کاملین تجھ کو تمام بلندیوں پستیوں سے اچھی بلندی خفی وجلی کی

جنتیں جس کے باطن لاہوتی میں انوار جبروت کی نہریں جاری ہیں اور تیرے ہی لئے جام کاملین کے قصور اور قلوب عاشقین کے خزانے ہیں کیونکہ قرب جمال و مرتبہ و کمال پانے کے لئے انبیاء و اولیاء محتاج تو تیری ہی بارگاہ ہے اے حبیب کریم تیری ہی بارگاہ ملائکہ کی زیارت گاہ ہے اولیاء اللہ کی عبادت گاہ ہے عالمین کی پناہ گاہ ہے۔

بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ ۚ

بلکہ انہوں نے تو جھٹلا دیا قیامت کو بھی

بلکہ یہ تو قیامت کو جھٹلاتے ہیں

وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا ﴿۱۱﴾

حالانکہ ہم نے بنا رکھی ہے ہر اس شخص کے لئے جس نے جھٹلایا قیامت کو بھڑکتی دوزخ

اور جو قیامت کو جھٹلائے ہم نے اس کے لئے تیار کر رکھی ہے بھڑکتی ہوئی آگ

اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيْرًا ﴿۱۲﴾

جب وہ دوزخ دیکھے گی ان منکروں کو دور جگہ سے تو یہ منکرین سنیں گے اس کی طرف سے آگ کے جوش کی آواز

جب وہ انہیں دور جگہ سے دیکھے گی تو سنیں گے اس کا جوش مارنا اور چنگھاڑنا

وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ﴿۱۳﴾

اور تیز غراہٹ اور جب یہ منکرین ڈالے گئے دوزخ سے کسی تنگ جگہ بندھے ہوئے تو بددعا مانگیں گے وہاں فنا والی موت کی

اور جب اس کی کسی تنگ جگہ ڈالے جائیں زنجیروں میں جکڑے ہوئے تو وہاں موت مانگیں

لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا ﴿۱۴﴾

نہ بددعا مانگو آج ایک فنا کی بلکہ بددعا مانگو بہت سی فنا در فنا کی

فرمایا جائے گا آج ایک موت نہ مانگو اور بہت سی موتیں مانگو

قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ

تم پوچھو ان کفار سے کہ تمہارے لئے کیا وہ مقام جہنم بھلا ہے یا وہ جنت جو ہمیشہ رہنے والی ہے جس کا وعدہ کئے گئے ہیں پرہیزگار

تم فرماؤ کیا یہ بھلا یا وہ ہمیشگی کے باغ جس کا وعدہ ڈر والوں کو ہے

كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً وَّمَصِيْرًا ﴿۱۵﴾

ہے وہ جنت ان نیکوں کے لئے بدلہ اور ٹھکانہ
وہ ان کا صلہ اور انجام ہے

تعلقات

ان آیات پاک کا پچھلی آیات پاک سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق**: پچھلی آیات میں کفار کی چند بیہودہ مطالباتی باتوں کا ذکر ہوا جن کو بول کر وہ کلام الٰہی اور نبوت مصطفائی کا انکار کرتے تھے اب یہاں فرمایا جارہا ہے کہ دراصل یہ کفار قیامت کا انکار کر کے چند منٹ کے لئے اپنا دل خوش کر لیتے ہیں کہ نہ قیامت ہوگی نہ ہم کو عذاب ہوگا۔ فرمایا جارہا ہے کہ اس جھوٹی خوشی سے کب تک وہ خود کو مطمئن کر سکیں گے اور ہم نے تو ان جھوٹے کذابوں کے لئے ہی جہنم تیار کر رکھی ہے جب یہ اس کو دیکھیں گے اور وہ جہنم ان کو دیکھے گی تب ان کی یہ سب جھوٹی خوشیاں طفل تسلیاں فنا ہو جائیں گی۔ **دوسرا تعلق**: پچھلی آیات میں فرمایا گیا کہ اے محبوب کریم آج دنیا میں ان کو دیکھو اور ان کی آوازیں سنو کہ کیسی کیسی بری یہ مثالیں آپ کے لئے بناتے ہیں۔ اب یہاں فرمایا جارہا ہے کہ کل قیامت میں جہنم ان کو دیکھے گی اور یہ جہنم کی آوازیں سنیں گے اور جہنم ان کی آوازیں سنے گی۔ آج تو ان کی آوازوں میں غرور بڑبڑاہٹ ہے کل قیامت کے دن ان کی آوازوں میں گدھوں کی ہنہناہٹ اور خوف کی گھبراہٹ ہوگی۔ **تیسرا تعلق**: پچھلی آیات میں کفار کی ان باتوں کا ایک جواب دیا گیا کہ کفار اپنی دولت کے غرور میں کہتے ہیں کہ نبی کے پاس دولت و محلات و باغات کیوں نہیں رب تعالیٰ نے جواب میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ برکتوں والا ہے اگر چاہے تو دنیا میں ہی اپنے نبی کریم کو تمہارے متصورہ متخیلہ باغوں محلوں سے اچھے باغ محل عطا فرمادے۔ اب یہاں ان کی انہی بیہودہ باتوں کا دوسرا جواب دیا جارہا ہے کہ ہم نے اپنے نبی کو ہزاروں گنا کروڑوں درجوں اچھے اور سدا بہار ابدی انہار والے اُخروی باغ دیئے ہوئے ہیں اور ان کے ہر امتی مومن متقی غلام سے وعدہ کیا ہوا ہے۔ آخرت میں یہ باغ ان کی جزا اور مصیر ہے۔

شان نزول

کفار مکہ کے امراء و سردار کبھی کبھی ایمان لانے کا ارادہ کرتے مگر پھر ایک بہانہ ان کے آڑے آجاتا اور ایمان لانے سے رک جاتے وہ یہ کہ ابھی تو ہم اپنی اپنی قوم میں عزت و سرداری والے ہیں لیکن جب ہم مسلمان ہو گئے تو ہمارا درجہ ان مساکین غرباء سے کمتر ہو جائے گا جو پہلے مسلمان بن چکے ہیں۔ ہم تو اسلام لا کر گھٹیا ہو جائیں گے ہماری سرداری والی عزت ختم ہو جائے گی اور اس بہانے کی بنیاد پر وہ اسلام لانے سے رک جاتے۔ دراصل یہ ان کا محض ایک بہانہ و حیلہ تھا حقیقت میں مخلص ہی نہ تھے۔ ان کی تردید میں یہ آیتیں از آیت ۱۱ تا ۲۰ نازل ہوئیں۔

تفسیر نحوی

بَلْ كَذَّبُوا بِالسَّاعَةِ وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا ﴿۱۱﴾ اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيْرًا ﴿۱۲﴾ وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ﴿۱۳﴾ بَلْ حرف کا استعمال تین قسم کا ہوتا ہے۔
۱۔ برائے اضراب۔ ۲۔ استدراک۔ ۳۔ عطف۔ ۱۔ اضراب یہ کہ مابعد بیان سے ماقبل کا بیان ابطال ہو یا کہ ماقبل بیان سے ما

بعد بیان کا ابطال کیا جا رہا ہو۔ ۲۔ استدراک اور تدارک یہ ہے کہ بَلْ کا بعد والا جملہ پہلے والے کسی جملے کو برقرار و ثابت رکھ کر مزید مستحکم اور زیادہ بیان کر رہا ہو۔ یہاں بَلْ اسی قسم کا ہے اس کا ماقبل جملہ۔ فَضَلُّوْا فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ سَبِیْلًا ؏ ہے اور مابعد جملہ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ ہے۔ بَلْ نے كَذَّبُوْا کے ذریعے فَضَلُّوْا کے جملے کو مزید مستحکم اور قوی کر دیا کہ ان کی گمراہی لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ سَبِیْلًا ۞ تک ہی نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ ہے کیونکہ انہوں نے قیامت کو ہی جھٹلا دیا۔ غرضیکہ حرف بَلْ کا استعمال چار طرح کا ہو گیا ہے۔ ۱۔ برائے اضراب۔ ۲۔ اس کی دو قسمیں۔ ۳۔ برائے استدراک۔ ۴۔ برائے عطف یعنی ماقبل وَمَا بعد ایک درجہ کا مجموعہ۔ خیال رہے کہ بَلْ کی عطفیت ان چاروں جگہ قائم رہتی ہے یعنی مَا قبل جملہ معطوف علیہ اور مابعد جملہ معطوف۔ ہاں البتہ اگر صرف وضاحت کے لئے بَلْ لایا جائے تو لغو اور زائد ہوتا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ بَلْ قرآن مجید میں عطف کے لئے نہیں ہے۔ یہ غلط قول ہے۔ یہاں حرف بل صرف وضاحت کے لئے ہے۔ كَذَّبُوْا فعل ماضی باب تفعیل سے اس کا فاعل اَنْتُمْ ضمیر جمع مذکر پوشیدہ مصدر ہے تَكْذِیْبٌ ترجمہ ہے جھٹلانا كِذْبٌ سے بنا ہے بِالسَّاعَةِ۔ یہ جار مجرور متعلق ہے كَذَّبُوْا کا یہ فعل فاعل متعلق مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ واؤ سر جملہ اَعْتَدْنَا۔ بابِ افعال کا ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ جمع متکلم مصدر ہے اِعْتَادٌ۔ ترجمہ ہے تیار کر دینا، مکمل بنا دینا، بلحاظ ماضی زمانے کا ترجمہ ہو گا تیار کر رکھنا۔ عَتَدٌ مادہ اصلیہ سے بنا ہے۔ لام جارہ مَنْ اسم موصول كَذَّبَ تَكْذِیْبٌ کا فعل ماضی صیغہ واحد مذکر غائب اس کا فاعل ضمیر صیغہ جس کا مرجع ہے مَنْ۔ بِالسَّاعَةِ یہ جار مجرور متعلق ہے كَذَّبَ کا سَعِیْرًا سَعْرٌ سے مشتق ہے صفت مشبہ بمعنی اسم مفعول یعنی سَعِیْرٌ بمعنی مَسْعُوْرٌ نہ کہ بمعنی سَاعِرٌ۔ لغوی ترجمہ ہے بھڑکنا۔ اس مناسبت سے نو معنی میں مشترک ہے۔ ۱۔ حرارت تپش۔ ۲۔ تیز بھوک۔ ۳۔ کڑوی بات۔ ۴۔ کوفت مشقت۔ ۵۔ دردناک تکلیف۔ ۶۔ دیوانہ۔ ۷۔ جلدی مشتعل ہونا۔ ۸۔ آگ کے بلند شعلے۔ ۹۔ دہکتی شعلے مارتی ہوئی جہنم کی ایک وادی یہاں یہی مراد ہے۔ یہ مفعول بہ ہے كَذَّبَ کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہے مَنْ کا وہ موصول صلہ مل کر مجرور متعلق ہے اَعْتَدْنَا کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ اِذَا اسم ظرفیہ شرطیہ۔ نُحاتِ کوفہ کے نزدیک اِذَا ہمیشہ حرف ہی ہوتا ہے۔ ۱۔ ظرفیہ ہو یا۔ ۲۔ شرطیہ یا۔ ۳۔ جزائیہ یا۔ ۴۔ مفاجاتیہ۔ رَاَتْ بابِ فَتَحَ کا ماضی مطلق صیغہ واحد مؤنث غائب رُؤْیَةٌ سے مشتق اصل مادہ رَایٌ ہے ترجمہ ہے دیکھنا۔ اس کا فاعل ضمیر صیغہ جس کا مرجع ہے سَعِیْرٌ۔ هُمْ مفعول بہ مِنْ جارہ ابتدا کے لئے۔ مَكَانٍۭ بَعِیْدٍ موصوف صفت مجرور متعلق ہے رَاَتْ کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہے۔ سَمِعُوْا ماضی مطلق جمع مذکر غائب با فاعل ضمیر صیغہ پوشیدہ لَهَا جار مجرور متعلق ہے سَمِعُوْا کا تَغَیُّظًا۔ بابِ تَفَعُّلْ کا مصدر ہے غَیْظٌ سے بنا ہے۔ ترجمہ ہے غضبناک آواز نکالنا یہ معطوف علیہ واؤ عاطفہ۔ زَفِیْرًا۔ بابِ حَسِبَ کا اسم صفت مشبہ زَفْرٌ سے مشتق ہے۔ مبالغہ کا لفظ ہے۔ لغوی ترجمہ ہے آواز سینے کے اندر کھینچنا۔ پانچ معنی میں مشترک ہے۔ ۱۔ بوجھ اندرونی۔ ۲۔ گلے کی آواز۔ ۳۔ گدھے کی ابتدائی آواز۔ ۴۔ ناگہانی مصیبت۔ ۵۔ بھڑکتی آگ کی سرسراہٹ یہاں اسی معنی میں ہے۔ یہ معطوف ہے تَغَیُّظًا پر دونوں عطف مل کر مفعول بہ ہے سَمِعُوْا کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جزا ہے اِذَا اَتَاهُمْ کے جملے کی یہ شرط و جزا مل کر جملہ شرطیہ ہو گیا۔ واؤ سر جملہ اِذَا شرطیہ اُلْقُوْا۔ بابِ اِفعال کا ماضی مطلق مثبت مجہول مصدر ہے۔

اِلْقَاءٌ۔ لَقْوٌ سے بنا ہے۔ ترجمہ ہے ڈالا جانا، پھینکا جانا، گرایا جانا۔ مِنْهَا جار مجرور متعلق ہے اُلْقُوْا مَكَانًا ضَيِّقًا۔ موصوف صفت مرکب مفعول فیہ ہے اُلْقُوْا مَكَانًا ضَيِّقًا کا ترجمہ ہے سخت تنگ جگہ۔ مُقَرَّنِيْنَ۔ بابِ تفعیل کا اسم مفعول صیغہ جمع مذکر برائے غائب مصدر ہے تَقْرِیْنٌ۔ قَرْنٌ سے مشتق ہے۔ لغوی ترجمہ ہے باندھنا، جکڑنا۔ یہاں اسی معنی میں ہے وعظ خطاب کو تقریر اس لئے کہتے ہیں کہ الفاظ کو جکڑا، باندھا جاتا ہے۔ تسلیم کرنے ماننے کو اقرار اسی لئے کہتے ہیں کہ اقرار سے بندہ مُقِر جکڑا جاتا ہے۔ ٹھہرنے کو قرار بھی اسی مناسبت سے کہتے ہیں۔ یہ مُقَرَّنِيْنَ حال ہے اُلْقُوْا کے نائب فاعل کا سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہے۔ دَعَوْا۔ بابِ نَصَرَ کا ماضی جمع اس کا فاعل ضمیر صیغہ هُنَالِكَ۔ اسم ظرف معانی۔ ظرف ہے دَعَوْا کا ثُبُوْرًا۔ اسم مبالغہ ثَبْرٌ سے مشتق ہے بابِ نصر میں گردان ہوتی ہے۔ لغوی ترجمہ ہے ہلاک اور فنا ہو جانا، موت واقع ہونا یہاں اسی معنی میں ہے۔ اس کے علاوہ آٹھ معنی میں مشترک ہے۔ ۱۔ ناکام و نامراد ہونا۔ ۲۔ اچھائی سے رکنا۔ ۳۔ سفید کلر بنجر زمین۔ ۴۔ سزا یافتہ شخص۔ ۵۔ فرد جرم عائد شدہ مجرم۔ ۶۔ سزا کے لائق شخص۔ ۷۔ کم عقل بندہ۔ ۸۔ اسی سے ہے مَثْبُوْرًا۔ قریب ہلاکت یا مسلسل تباہی ہونا۔ ثُبُوْرًا مصدر بمعنی حاصل مصدر ہے ہر مصدر و حاصل مصدر میں جنسیت ہوتی ہے اس لئے واحد کے لئے بھی آ جاتا ہے جمع کے لئے بھی۔ یہاں جمع کے لئے ہے یعنی بہت سی موتیں اور ہلاکتیں یا بار بار بہت سی دعاء ہلاکت و موت جمع دو قسم کا ہوتا ہے۔ ۱۔ عددی جیسے ضَرَبْتُهٗ ضَرْبًا كَثِيْرًا یہاں عددی جمعیت ہے۔ ۲۔ درازی جیسے قَعَدْتُ قُعُوْدًا طَوِيْلًا یعنی بہت دراز مدت بیٹھا میں۔ ثُبُوْرًا۔ مفعول بہ ہے دَعَوْا کا یہ فعل فاعل ظرف اور مفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ ہو کر جزا ہے اِذَآ اُلْقُوْا کی وہ شرط و جزا مل کر جملہ شرطیہ ہو گیا۔ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا ﴿۱۴﴾ قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً وَّمَصِيْرًا ﴿۱۵﴾ لَا تَدْعُوْا بابِ نَصَرَ کا فعل نہی معروف صیغہ جمع مذکر حاضر دَعْوٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے بلانا، پکارنا، دعا مانگنا۔ اس کا فاعل ضمیر صیغہ اَلْيَوْمَ۔ اسم زمانی معرفہ بمعنی آج یہ ظرف ہے ثُبُوْرًا مُمَيَّز وَاحِدًا۔ اسم عددی بمعنی ایک تمیز ہے دونوں مل کر مفعول بہ لَا تَدْعُوْا کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ اُدْعُوْا۔ بابِ نَصَرَ کا فعل امر معروف صیغہ جمع مذکر حاضر اس کا فاعل ضمیر ثُبُوْرًا ممیز كَثِيْرًا تمیز دونوں مل کر مفعول بہ ہے اُدْعُوْا کا سب مل کر جملہ انشائیہ ہو کر معطوف ہے لَا تَدْعُوْا کے جملے پر دونوں مل کر جملہ عطفی ہو گیا۔ قُلْ فعل امر معروف صیغہ واحد مذکر حاضر اس کا فاعل ضمیر صیغہ یہ فعل با فاعل جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا۔ اَ ہمزہ سوالیہ سوال ابہامی ہے ذٰلِكَ اسم اشارہ بعیدی مبتدا ہے خَيْرٌ اس کی خبر دونوں مل کر معطوف علیہ اَمْ حرف عطف تخییری برائے مَانِعَةُ الْجَمع جَنَّتُ مضاف۔ الْخُلْدِ موصوف الَّتِيْ اسم موصول واحد مؤنث وُعِدَ۔ بابِ ضَرَبَ کا ماضی مطلق مثبت صیغہ واحد مذکر غائب وَعْدٌ سے مشتق ہے الْمُتَّقُوْنَ۔ بابِ اِفتعال کا اسم فاعل جمع مذکر اس کا واحد مُتَّقِيٌّ ہے۔ دراصل اَلْمُتَقِيُوْنَ ہے۔ تعلیل سے یٰ گر گئی تو الْمُتَّقُوْنَ ہو گیا۔ اس میں الف لام اسمی ہے بمعنی اَلَّذِيْنَ۔ ترجمہ ہے وہ لوگ جو متقی ہیں۔ وَقْيٌ سے مشتق ہے۔ وُعِدَ کا نائب فاعل دونوں مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہے الَّتِيْ موصولہ کا یہ دونوں موصول صلہ صفت ہے الْخُلْدِ کی یہ مرکب توصیفی مضاف الیہ ہے جَنَّةُ کا وہ مرکب اضافی موصوف ہے۔ كَانَتْ ناقصہ اس کا اسم هِيَ ضمیر صیغہ جس کا مرجع ہے جَنَّةُ۔ لَهُمْ یہ جار

مجرور متعلق ہے کَانَتْ کا جَزَآءً۔ اسم حاصل مصدر معنی ہے بدلہ۔ بابِ ضَرَبَ میں گردان ہوتی ہے جَزْءٌ سے بنا ہے۔ یہ معطوف علیہ واؤ عاطفہ مَصِيْرًا صَارَ ناقصہ کا اسم ظرف ہے واحد مذکر بَابَ ضَرَبَ سے ترجمہ ہے لوٹنے کی جگہ۔ معطوف ہے جَزَآءً پر دونوں عطف مل کر خبر ہے کَانَتْ کی۔ وہ اپنے اسم خبر و متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر صفت ہے جَنَّةُ کی یہ مرکب توصیفی معطوف ہے ذٰلِكَ کے جملہ اسمیہ پر۔ دونوں عطف مل کر مقولہ ہوا قُلْ کا۔ یہ قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ ہو گیا۔ مَصِيْرًا اور مَرْجع دونوں کا معنی ہے لوٹنے کی جگہ مگر فرق یہ ہے کہ مَصیر وہ جگہ جو پہلی جگہ سے مختلف ہو۔ جیسے دنیا سے مختلف و اچھی جنت اور مرجع وہ جگہ جو پہلے جیسی ہو۔ اس لئے جنت کو مرجع نہ فرمایا گیا۔

تفسیر عالمانه

بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ وَ اَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا ۝ اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّ زَفِيْرًا ۝۱۲۔ کفار کی یہ لغویات کفریات اس لئے ہیں کہ ان بدبختوں نے قیامت کو ہی جھٹلا دیا۔ اس سورۃ میں اس سے پہلے چودہ باتیں بیان فرمائی گئیں۔ **آیت اول** میں: ۱۔ قرآن مجید فرقان ہے اور ۲۔ اللہ تعالیٰ برکتوں والا ہے۔ ۳۔ آخری نبی عالمین کا نذیر و رسول ہے۔ ۴۔ **آیت دوم** میں شرک و ابنیت کی نفی۔ ۵۔ ملکیت الٰہیہ کا ثبوت بیان فرمایا گیا۔ ۶۔ **آیت سوم** میں بتوں کی ناقص الحالی و حالت زاری۔ ۷۔ **آیت چهارم** میں کفار کا بہتان افتراء، ظلم و زور۔ ۸۔ **آیت پنجم** میں کلام ربانی ہونے کا انکارِ کفار۔ ۹۔ **آیت ششم** میں نبی کریم ﷺ کو حکم الٰہی کہ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ کا مختصر جواب۔ ۱۰۔ آیت ہفتم میں کفار کے عقیدے میں نبی کی دولتمندی ہونے کا بیان۔ ۱۱۔ **آیت هشتم** میں کفار کا نبی کریم ﷺ کو مجبور سمجھنا اور مسحور کہنا۔ ۱۲۔ اور اللہ تعالیٰ کا کفار کو ظَالِمُوْن فرمانا۔ ۱۳۔ **آیت نهم** میں فرمایا گیا کہ جو انسان نبی کریم ﷺ کا گستاخ ہو وہ ابدی گمراہ و بے توفیق ہے۔ ۱۴۔ **آیت دهم** میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو جنتی کنوز قصور و باغات عطا فرما سکتا ہے مگر کفار ان حقیقتوں کے منکر ہیں۔ اب یہاں **آیت گیاره** میں کفار کے انکار کی وجہ بتائی جا رہی ہے۔ فرمایا کہ کفار کے انکار و ضد کی وجہ یہ نہیں کہ ان کے پاس انکارِ حق کی کوئی بڑی دلیل ہے بلکہ انکارِ قیامت ہے۔ غربت نبوی و افتراءِ قرآنی تو محض ایک بہانہ ہے۔ اقرار قیامت ہی تو انسان کو مومن مخلص بناتا ہے ورنہ انکار کر کے تو انسان کافر و شیطان ہے کیونکہ عقیدۂ قیامت سے سات ایمانیات حاصل ہوتی ہیں: ۱۔ فکر حساب آخرت۔ ۲۔ خوف حاضری عدالت الٰہی۔ ۳۔ خشیت کبریائی۔ ۴۔ ہیبت عذاب قبر و جہنم۔ ۵۔ تیاری قیامت۔ ۶۔ اعمال صالحہ کی پابندی۔ ۷۔ کفر شرک ظلم و فسق سے بچنا لیکن اگر یہ عقیدہ بنا لیا کہ نہ قیامت نہ عدالت نہ عذاب نہ حساب مر کر مٹی خراب تو پھر کیسا دین کیسا ایمان، کیوں عملیات کیوں عبادات اور پھر کیا ضرورت ہے توحید ماننے، رسالت پہچاننے کی عادل بننے، ظلم سے بچنے کی۔ ایسے بدعقیدہ شخص کو شریعت حقیقت حسن اخلاق عدل و ادب کی دعوت دینا دلائل سنانا بیکار ہے۔ وہ کبھی نہ سنے گا نہ غور و فکر کرے گا۔ منکر قیامت کے نزدیک نیکی، عبادت، عدل و اخلاق، مروت، محبت، سچائی کی کوئی حیثیت نہیں نہ خیر و شر کی تمیز۔ انسان بندۂ صالح تب ہی بن سکتا ہے جب انجام اُخروی پر ایمان ہو۔ اس لئے قرآن مجید میں ایمان قیامت پر بار بار زور دیا گیا ہے مگر مشرکین نے حیات اُخروی کا

انکار کیا۔ دہریوں نے فناء دنیوی کا مجوسیوں نے قیام اُخروی کا۔ یہودیوں نے اپنے لئے عذاب اُخروی کا انکار کیا حالانکہ ہم نے ازل حادث سے تیار کر رکھی ہے ہر اس کافر کے لئے بھڑکتی آگ جو منکر قیامت ہے۔ ایسی غضبناک کہ جب وہ سَعِیر دیکھے گا میدان محشر میں ان کافروں کو اپنے دور کے مقام و مکان سے تو یہ کفار جہنم سعیر کا غرانا سخت کڑکڑانا سنیں گے اور دہشت سے کفار کے پتے پھٹ جائیں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ ستر ہزار لگاموں سے باندھ کر حضرت جبرئیل علیہ السلام جہنم کو کھینچ کر میدان محشر کے سامنے لے آئیں گے۔ تب کفار جہنم کو دیکھیں گے یہ فاصلہ انسانی چار سے پانچ سو سال کا ہوگا۔ جہنم اپنی حقیقی آنکھوں سے دیکھے گی قدرتی عطائی شعور سے کفار کو پہچانے گی اور حقیقی منہ سے کفار پر غرائے گی۔ بعض لوگوں نے بیہودہ تاویلیں کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جہنم کو آنکھ زبان شعور عطا فرمایا ہے قرآن و حدیث سے ثابت ہے اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ ایک حدیث مقدس بحوالہ بخاری کتاب الایمان بروایت حضرت زبیر رضی اللہ عنہ فرمان نبوی ہے مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّءْ عَيْنَي جَهَنَّمَ مَقْعَدًا۔ ترجمہ: جو شخص مجھ پر جھوٹ بنائے جان بوجھ کر (جھوٹی خواب یا روایت بنا کر) اس کو چاہئے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم کی دونوں آنکھوں کے سامنے سمجھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کیا جہنم کی بھی آنکھیں ہیں۔ آپ نے یہی آیت تلاوت فرما کر فرمایا ہاں ہیں۔ حدیث دوم بحوالہ تفسیر صاوی سوم ص ۱۲۲ اور قرطبی ہفتم ص ۷ بخاری سے نقل فرمائی کہ بروز قیامت جہنم کی گردن اور چہرہ، اس میں کان آنکھیں زبان ہوں گی نمودار ہوگا۔ جہنم کہے گی اِنِّيْ وُكِّلْتُ بِكُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ وَبِكُلِّ مَنْ دَعَا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا آخَرَ۔ ترجمہ:۔ بیشک میں بھگتنے والی ہوں ہر ضدی ظالم سے اور ہر مشرک سے وَبِالْمُصَوِّرِيْنَ اور فوٹو تصویریں بنانے والے سے یعنی ان تینوں کو سزا دوں گی۔ ثابت ہوا کہ جہنم کو شعور تکلم سماعت، بصارت سب کچھ ہے۔ جہنم کی یہ تغیظ و زفیر صرف کفار ہی سنیں گے اور کفار میدان محشر سے جہنم کو دیکھیں گے۔ مومن مسلمان کو نہ رویت ہوگی نہ آواز سنائی دے گی۔ اس لئے اِنَّهُمْ سَمِعُوْا کی تخصیص فرمائی گئی۔ بعض جاہلوں کا کہنا ہے کہ جہنم کی غراہٹ سب سنیں گے۔ انبیاء، اولیاء، ملائکہ بھی اور سب گھبرائیں گے۔ یہ قول تین وجہ سے محض گستاخی و کذب بیانی ہے۔ ۱۔ ایک وجہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تو اولیاء اللہ سے بھی لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ کا وعدہ فرمایا ہے ملائکہ و انبیاء علیہم السلام کی تو شان اولیاء اللہ سے بھی کہیں بلند ہے۔ ۲۔ یہ قول اس لئے بھی غلط ہے کہ اس سے وعدہ الٰہی پر مایوسی ظاہر ہوتی ہے جو کفر ہے۔ ۳۔ یہ کہ رَاَتْهُمْ کی ضمیر اور سَمِعُوْا کا صیغہ بتا رہا ہے کہ صرف کافر ہی آوازِ جہنم سنیں گے اور کفار کو ہی جہنم دیکھے گی۔ لہٰذا یہ قول کسی جاہل گستاخ کا بنایا ہوا ہے۔ ایسے خلاف قرآن و حدیث اقوال سے ہی گمراہیاں پھیلتی ہیں۔ وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ﴿۱۳﴾ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا ﴿۱۴﴾۔ یہ کفار و منافقین جب اس جہنم میں پھینکے جائیں گے سخت تنگ جگہ کے اندر بندھے جکڑے سب چیخ چیخ کر اپنے مرنے کی دعا مانگیں گے احادیث میں ہے کہ کفار تنگ جگہ ایسی تختی سے پھینکے جائیں گے جیسے دیوار میں کیل ٹھونکی جاتی ہے دوزخیوں کو مثل کیل اس جگہ ٹھونکا جائے گا اور ٹھونسا جائے گا آگ مثل لباس ان کے جسم پر پھیلی ہوگی۔ بروایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سب سے پہلے آگ کا لباس ابلیس کو پہنایا جائیگا وہ تکلیف سے بلبلائے گا اور پکارے گا: وا ثبوراہ وا ویلاہ۔ ہائے موت ہائے ہلاکت میرے لئے آجا۔ یہ سن کر کفار بھی یہی پکاریں گے بندھنے کا طریقہ یہ

ہوگا کہ ہر دوزخی کے ہاتھ گردن کی طرف دونوں پیر زنجیروں میں اور ہر ایک کا شیطان بھی اسی دوزخی کے ساتھ ہی جکڑا بندھا ہو گا اور بندھن اتنی سخت ہوگی کہ اس کی شدت تکلیف دیگر عذاب کے علاوہ ہوگی۔ دوزخیوں کی اس چیخ و پکار کو سن کر جہنم میں موجود کارندے فرشتے فرمائیں گے۔ اے بدبختو آج ایک موت مت مانگو اور ایک بار ہی نہ مانگو بلکہ بار بار ہر قسم کی ہلاکت مانگو کیونکہ اب یہ سخت کڑی ساعت اور بری حالت کٹھن وقت ہمیشہ تم پر رہے گا۔ ملائکہ کا یہ کہنا کفار کو مزید تڑپائے گا۔ پہلی تڑپ تنگی کی، دوسری جکڑ کی، تیسری آگ کی اور اب مایوسی کی۔ قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً وَّ مَصِيْرًا ۝ ۔ اے حبیب کریم پوچھو ان کافروں سے تم کو کونسا مقام پسند ہے۔ وہ جہنم کا مقام ذلت جس کا ابھی ذکر کیا گیا ہے جس کی آواز و دیدار کفار میدانِ محشر میں سنیں گے اور بعد قیامت مُقَرَّنِيْنَ بنا کر مکان ضیق میں پھینکے ٹھونسے جائیں گے اور پھر موت و ہلاکت پکاریں گے۔ اے موجود کافرو تم کو کیا پسند ہے وہ دوزخ یا وہ خلد بریں مقام حسیں مکان شہیں جہان متین جس کا وعدۂ مبین متقین لوگ کئے گئے ہیں۔ جنت خلد ان عابدین زاہدین کے لئے ہے جو تاعمر اطاعت کبریائی و اتباع مصطفائی میں رہیں اور شرک کفر ضلالت منافقت سے بچے رہیں۔ یہ جنت ان کا جزاء ثواب ہے اور دنیا کے مقام امتحان سے کامیاب ہو کر جہان انعام میں لوٹنے و رہنے کی جگہ۔ بتاؤ اپنی زبان قال و حال و اعمال سے۔ آج دنیا میں ہی سوچ کر تمہارا خالق تعالیٰ تم سے پوچھ رہا ہے محبوب کی زبانی قرآن کی بیانی آج دنیوی مہلت بندہ بننے کی ہمت جسم کی صحت، وقت کی فرصت یہ سب دولتیں موجود ہیں۔ رب تعالیٰ کا یہ پوچھنا سمجھانا بھی اس کا تم پر کرم ہی ہے ورنہ اتنا کچھ سننے کے باوجود کفر پر ڈٹے رہنا یہی بتا رہا ہے کہ تم کو جہنم ہی پسند ہے۔

ان آیات میں اختلافی اقوال

بَلْ کے معنی میں دو قول۔ ۱۔ بعض نے کہا یہ بَلْ برائے استدارک ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا یہ بَلْ اضرابی ہے تبدیلی عقیدہ کے لئے۔ اَعْتَدْنَا کے معنی میں دو قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا کہ جنت دوزخ پیدا ہو چکی ہے۔ ۲۔ بعض جہلاء نے کہا کہ ابھی نہیں بنیں اور اَعْتَدْنَا بمعنی مستقبل ہے یعنی ہم تیار کریں گے۔ رَاَتْهُمْ کے معنی میں دو قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا یہ دیکھنا حقیقی ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا دیکھنے سے مراد سامنے ہونا ہے جیسے مجازاً کہا جاتا ہے مسجد نمازیوں کا انتظار کر رہی ہے۔ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ کے معنی میں تین قول۔ ۱۔ بعض نے کہا پانچ سو سال کی دوری مراد ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا سو سال کی۔ ۳۔ بعض نے کہا ایک سال کی۔ سَمِعُوْا کے معنی میں تین قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا تغیظ اور زفیر دونوں کا سننا مراد ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا یہاں سننا بمعنی محسوس کرنا ہے۔ ۳۔ بعض نے کہا تغیظ کو دیکھیں گے زفیر کو سنیں گے کیونکہ غصے کو دیکھا جاتا ہے اور غراہٹ کو سنا جاتا ہے۔ تغیظ کا معنی غصہ بھڑک اور زفیر کا معنی غراہٹ۔ یہاں سَمِعُوْا محاورۃً دونوں معنی میں ہے۔ لَهَا کے لام میں دو قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا یہ لام ملکیت کا ہے یعنی جہنم کا تغیظ و زفیر۔ ۲۔ بعض نے کہا یہ لام بمعنی فِیْ ہے یعنی جہنم میں تغیظ و زفیر۔ تغیظ اور زفیر کے معنی میں دو قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا یہ اختیاری آواز ہوگی یعنی غراہٹ۔ ۲۔ بعض نے کہا یہ اضطراری آواز ہوگی یعنی ابلاہٹ و گڑگڑاہٹ۔ ضَيِّقًا کی قرأت میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت ی کے زیر و شد سے ہے۔ ۲۔ بعض کی قرأت ضَيْقًا ہے ی پر

جزم۔ مُقَرَّنِیْنَ کے معنی میں دو قول۔ ا۔ بعض نے کہا ہر جہنمی کے اپنے ہاتھ پیر بندھنا مراد ہیں۔ ۲۔ بعض نے کہا ہر کافر کے ساتھ اس کے جنی انسی شیطان کا باندھنا مراد ہے۔ مُقَرَّنِیْنَ کی قرأت میں تین قول۔ ا۔ اکثر کی قرأت مُقَرَّنِیْنَ ہے۔ ۲۔ بعض کی قرأت مُقَرَّنِیْنَ ہے۔ ۳۔ بعض کی قرأت مُقَرَّنُوْنَ ہے۔ دَعَوْا کے معنی میں دو قول۔ ا۔ اکثر نے فرمایا دعا کرنا مراد ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا یہ صرف تمثیل ہے۔ تینوں جگہ ثُبُوْرًا کی قرأت میں دو قول۔ ا۔ اکثر کی قرأت ثُبُوْرًا ہے۔ ۲۔ بعض کی قرأت ثَبُوْرًا ہے ث پر زبر۔ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا۔ اور ثُبُوْرًا كَثِیْرًا کی ترکیب میں دو قول۔ ا۔ اکثر نے فرمایا آپس میں ذوالحال حال ہیں یعنی ایک بار موت نہ مانگو بار بار مانگو۔ ۲۔ بعض نے کہا آپس میں ممیز تمیز ہیں یعنی ایک موت نہ مانگو بہت سی مانگو۔ كَثِیْرًا کے معنی میں تین قول۔ ا۔ اکثر نے فرمایا مراد ہے کثرتِ دعا۔ ۲۔ بعض نے کہا مراد ہے کثرتِ موت۔ ۳۔ بعض نے کہا مراد ہے کثرتِ الفاظ یعنی ہائے موت ہائے ہلاکت ہائے بربادی، تباہی۔ ذٰلِكَ کے مشار الیہ میں دو قول۔ ا۔ اکثر نے فرمایا مراد ہے جنت و جہنم یعنی دونوں میں سے کون خیر ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا دنیوی اُخروی باغات و کنوز میں کون خیر ہے۔ الْمُتَّقُوْنَ کی مراد میں دو قول۔ ا۔ اکثر نے فرمایا ہر مومن مراد ہے ناقص و کامل۔ ۲۔ بعض نے کہا کاملین مراد ہیں۔

فائدے

ان آیات سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ **پہلا فائدہ:** اللہ تعالیٰ نے جنت و دوزخ بلکہ دنیا کی ہر جمادات نباتات کو بھی ان کی حیثیت کے مطابق آنکھ کان زبان شعور عطا فرمائے ہیں۔ یہ فائدہ اِذَا رَاَتْهُمْ (الخ) اور دیگر آیات و روایات سے حاصل ہوا۔ جیسے نملہ سلیمان، منطق طیر اور جبل احد کی محبت۔ **دوسرا فائدہ:** ہر مسلمان کو چاہئے کہ دنیا میں اچھے دوست وساتھی بنائے۔ بروں سے بچے تاکہ حشر و انجام اچھا ہو۔ یہ فائدہ مُقَرَّنِیْنَ کی تفسیر سے حاصل ہوا۔ **تیسرا فائدہ:** جنت میں داخلہ اعمال کا بدلہ نہیں بلکہ داخلہ جنت فقط فضل و کرم سے ہی ہوگا لیکن جہنم میں داخلہ برے اعمال و عقائد کا ہی بدلہ ہے۔ یہ فائدہ اَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ اور وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ سے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ:** دنیا میں ہر دنیا میں ہر مسلمان کو چاہئے کہ اپنے قول و عمل شکل و لباس سے کفار اور مومنین میں ایمان و اسلام کا امتیازی نشان قائم رکھے یہ فرق اللہ رسول کو بہت پسند ہے اس لئے رب تعالیٰ نے قبر حشر جہنم میں فاسق و کافر کا بھی فرق قائم رکھا کہ کفار محشر میں بھی جکڑے بندھے اور جہنم میں بھی۔ سورۃ ابراہیم آیت ۴۹ میں ہے: يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِیْنَ فِی الْاَصْفَادِ یعنی یوم محشر بھی زنجیروں میں اور جہنم میں دو فرق قائم ایک مقرنین اور پھینکا جانا اور دوسرا فرق یہ کہ کافر جہنم میں جسم و روح کے ساتھ اس لئے چیخنا دعاء موت مانگنا مگر مسلمان فاسق کے صرف جسم کو تکلیف ہوگی روح کو نہ ہوگی اور نہ پھینکا جانا نہ جکڑنا باندھنا، نہ چیخنا نہ دعاء موت صرف میل گناہ مٹانے کے لئے۔ یہ مسئلہ وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا (الخ) سے مستنبط ہوا۔ **دوسرا مسئلہ:** فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ دنیا میں مجرم کو شرعی جسمانی سزا دیتے وقت ہاتھ پاؤں باندھنا جائز ہے یہ باندھنا سزا میں شامل نہ ہوگا۔ اگرچہ مجرم کے بھاگنے کا خطرہ نہ ہو۔ یہ مسئلہ مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِیْنَ سے

مستنبط ہوا۔ **تیسرا مسئلہ**: حیات دنیوی اتنا بڑا انعام ہے کہ کسی مسلمان کو موت کی دعا مانگنی خودکشی کرنا حرام ہے اگرچہ غربت و بیماری کی کتنی ہی مصیبت پہنچے۔ مصیبت سے گھبرا کر موت کی دعا مانگنا علامت کفار ہے۔ یہ مسئلہ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُورًا ﴿۱۳﴾ سے مستنبط ہوا۔ ہاں البتہ اچھی وایمان والی موت کی تمنا کرنا جائز ہے۔ تمنا و دعا میں بہت فرق ہے۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کیے جاتے ہیں۔ **پہلا اعتراض**: یہاں فرمایا گیا وَّ ادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا یعنی بہت سی موتیں مانگو۔ موت تو ایک ہی ہے پھر بہت سی مانگنے کا حکم کیوں۔ **جواب**: یہاں کثیراً کا تعلق موت سے نہیں بلکہ وَّادْعُوْا سے ہے یعنی بہت دعائیں مانگو۔ اگر ثبور سے کیا جائے تو معنی ہے ہر قسم کی تباہی مانگو نہ کہ فقط موت۔ **دوسرا اعتراض**: موت کی دعا مانگنا تو حرام ہے پھر یہاں حرام کا حکم کیوں دیا گیا۔ **جواب**: مسلمانوں کے لئے دنیوی زندگی میں دعاء موت حرام ہے مگر اس وَّادْعُوْا کے وقت نہ دنیوی زندگی ہوگی نہ وہ لوگ مسلمان ہوں گے۔ نیز یہ جملہ اجازت دعا نہیں بلکہ طنز و حقارت کا حکم ہے۔ **تیسرا اعتراض**: یہاں فرمایا گیا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا نحوی قانون میں كَثِيْرًا جمع کو چاہتا ہے تو چاہئے تھا ثُبُوْرِيْنَ كَثِيْرًا فرمایا جاتا تاکہ ممیز تمیز برابر ہو جاتے۔ **جواب**: ثُبُوْرًا بروزن فُعُوْلًا حاصل مصدر ہے اور اُدْعُوْا کا مصدر دُعَآءً ہے نحوی قانون سے مصدر و حاصل مصدر اسم جنسی ہوتا ہے جو واحد و جمع دونوں کے لئے استعمال ہو سکتا ہے یہاں كَثِيْرًا کی چاہت کی وجہ سے۔ ثُبُوْرًا جمع کے لئے ہی ہے جنہوں نے كَثِيْرًا کو وَّادْعُوْا سے متعلق کیا وہ دُعَآءً کو جمع جنسی مانتے ہیں اور ثُبُوْرًا سے متعلق ماننے والے ثُبُوْرًا کو جمع جنسی مانتے ہیں۔ لہٰذا ثُبُوْرِيْنَ کہنا ضروری نہیں۔

تفسیر صوفیانہ

اس دنیا میں جسم کافر نقشہ جہنم ہے اور جسم مومن نقشہ جنت ہے۔ دماغ کافر نارِ جہنم ہے۔ دیدۂ کافر زمہریر دوزخ ہے۔ زبان کافر تغیظ و زفیر ہے۔ سینہ کافر سعیر ہے۔ قلب کافر مَكَانًا ضَيِّقًا ہے جس میں کفریات و شرکیات ٹھونس ٹھونس کر بھرے ہوئے ہیں۔ کافر کے ہاتھ جہنم کی زنجیریں ہیں۔ کافر کے پیر اَسْفَلَ السّٰفِلِيْنَ ہیں۔ انسانی امیدیں، خواہشات، شہوات شیطانی اصل گمراہی نہیں ہیں بلکہ عقیدۂ طغیانی اور انکارِ آخرت ہی بے یقینی کی دوزخ ہے۔ غرور و ظلم کی ذلیل عادتیں اور فسق و فجور کی حرکتیں ان ہی بدنصیبوں کے لئے بنائی گئی ہیں جن کی زبانیں دن رات دوزخی چیخ و پکار میں ہیں۔ ان خبثاء نے قیامت صغریٰ کی ساعت قہر کو بھی جھٹلایا اور قیامت کبریٰ کے عذاب کو بھی۔ یہ جھٹلانا کثرت حجابات و کمزوری ایمانیات کی وجہ سے ہے یہی دونوں بدبختیاں عذاب محرومی کو واجب و نازل کرتی ہیں۔ نفوس ظلمانی پر پہلا عذاب طبیعت خناسی و شکل شیطانی کا ہے۔ ان کے لئے ہی پیغامات قرآنی کڑک آسمانی ہے۔ کافر کی بے یقینی اور فاسق کی بے توجہی فراق جہنم کی رویت ہے لمبی امیدیں مکان بعید ہے ابلیس کے وسوسے آواز زفیر ہے جب فراق دنیا کی ناران کو دیکھتی ہے تو شیطانی وسوسے ورغلا دیتے ہیں اور جب ان کی اوندھی عقلیں الٹے نظریات انؑ کے سینۂ جہنمی سے قلب تنگ میں گرائے جاتے ہیں خواہشات ناسوتی (دنیوی) لذات نفسانی کی زنجیروں میں بندھے ہوئے اور محرومی آخرت کی آگ میں لپٹے ہو کر تب پکارتے ہیں ہائے بربادی۔ یہ

زنجیریں وہ ناجائز محبتیں حرام خواہشیں ہیں جو حرکت ایمانی جوہر اعمالی کے حصول میں رکاوٹ گردنوں میں طوق ابلیسی پیروں میں طلب دنیا کی بیڑیاں، نیتیں جہنم کے تاریک سینے ہیں۔ دنیوی دوستیاں وبال جان مصیبت ایمان اور رکاوٹ اعمال ہیں۔ اہل شریعت بار بار اہل حماقت اور عاملین جہالت کو منع کرتے ہیں کہ دولت دنیا کی ہلاکت کا غم نہ کرو بلکہ قبر حشر نشر کی خرابی و بربادی صالحات وتباہی عبادات کا غم کرو۔ دنیوی دوست سعادت سے ہٹانے ضلالت میں بلانے والے ہیں اس کی اذیت موت کی تمنا ہے۔ اَلۡیَوۡمَ دنیوی بہاریں ہیں۔ انھیں ثُبُوۡرًا وَّاحِدًا ہے۔ اُخروی پریشانیاں ثُبُوۡرًا كَثِيۡرًا ہیں۔ اب پوچھو دنیاء فانی کے ذلیل قیدیوں سے جو دن رات ہائے دولت ہائے مال کی زق زق بک بک میں پھنسے ہوئے ہیں کہ یہ قید دنیا اچھی ہے یا مراقبہ معرفت کی پرسکون خلوت مقدس اچھی جس میں مشاہدۂ جمال نقارۂ انوار کا وعدہ کیا ہوا ہے۔ ان شخصیات پاکیزہ سے جو خالی ہیں خصلت نفسانیہ اور ملابست بدنیہ نجاست جسمانیہ سے۔ کافر کے قلب میں فاسق کے عمل میں انکار قیامت ہے اور عقل میں نار سعیر ہے آنکھوں میں رویت جہنم ہے۔ جہان دنیا مکان ضیق ہے خواہشات دنیا مقرنین ہیں قبر وحشر و جہنم کے عذابوں کی خبریں ثُبُوۡرًا ہیں۔ کفار کی ایمان سے ضد فساق کی اعمال سے ضد قرآن وحدیث کی مخالفت انبیاء علیہم السلام، اولیاء عظام سے عداوت یہ وہ علامتیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ کفار وفساق کو قبر وجہنم کا عذاب ہی پسند ہے عارفین کی جنت آستانہ مصطفیٰ ہے جس میں شریعت حقیقت ادب والفت کی چار نہریں، دخول آستانہ مقبولیت کبریائی ہے خلود آستانہ منظوریت الٰہی ہے۔ مشیت مومن دیدار قرب ہے۔ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيۡرِ خَلۡقِهٖ وَنُوۡرِ عَرۡشِهٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ۔

لَهُمۡ فِيۡهَا مَا يَشَآءُوۡنَ خٰلِدِيۡنَ ؕ
ان متقین کے لئے اس جنت میں وہ سب کچھ ہے جو چاہیں گے ہمیشہ رہنے والے اسی شان میں ہے
ان کے لئے وہاں من مانتی مرادیں ہیں جن میں ہمیشہ رہیں گے
كَانَ عَلٰى رَبِّكَ وَعۡدًا مَّسۡـُٔوۡلًا ﴿۱۶﴾ وَيَوۡمَ يَحۡشُرُهُمۡ وَمَا
یہ تمہارے رب تعالیٰ کے کرم پر مانگا ہوا وعدہ اور جس دن محشر میں لائے گا وہ اللہ تعالیٰ کفار کو اور ان سب کو جن کی کافر
تمہارے رب کے ذمے میں وعدہ ہے مانگا ہوا اور جس دن اکٹھا کرے گا انہیں اور جن کو اللہ کے سوا
يَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ فَيَقُوۡلُ ءَاَنۡتُمۡ اَضۡلَلۡتُمۡ عِبَادِىۡ هٰٓؤُلَآءِ
عبادت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے سوا تب پوچھے گا اللہ تعالیٰ کہ کیا تم نے گمراہ کیا تھا میرے ان بندوں کو
پوجتے ہیں پھر ان معبودوں سے فرمائے گا کیا تم نے گمراہ کردیئے میرے بندے
اَمۡ هُمۡ ضَلُّوا السَّبِيۡلَ ﴿۱۷﴾ قَالُوۡا سُبۡحٰنَكَ

یا یہ خود گمراہ ہوئے تھے سچی راہ سے باطل معبود بولیں گے تیری ذات پاک ہے
یا یہ خود راہ بھولے وہ عرض کریں گے پاکی ہے تجھ کو
مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ
ہم کو لائق نہیں تھا کہ ہم تیرے مقابل کسی کو دوست بناتے
ہمیں سزاوار نہ تھا کہ تیرے سوا کسی اور کو مولیٰ بنائیں
وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ ۚ وَكَانُوْا قَوْمًۢا بُوْرًا ﴿۱۸﴾
اور لیکن تو نے جب ان کو اور ان کے آباء کو سامان عیش دیا یہاں تک کہ بھول گئے یاد رکھنے کی بات اور ہو گئے برباد قوم
لیکن تو نے انہیں اور ان کے باپ داداؤں کو برتنے دیا یہاں تک کہ وہ تیری یاد بھول گئے اور یہ لوگ تھے ہی ہلاک ہونے والے

تعلقات

ان آیتوں کا پچھلی آیتوں سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق:** پچھلی آیات پاک میں کفار کے انکار جہنم کا ذکر فرمایا گیا کہ یہ کافر انکار جہنم کر کے دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں حالانکہ جہنم میں ان کے لئے غیظ اور زفیر ہے۔ اب ان آیات پاک میں فرمایا جا رہا ہے کہ اہل جنت کے لئے ابدی جنت میں جب بھی جو بھی چاہیں فوراً ملے گا۔ **دوسرا تعلق:** پچھلی آیات میں جہنم و اہل جہنم کی آوازوں کا ذکر ہوا۔ اب ان آیات میں معبودانِ باطل کی آوازوں کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ **تیسرا تعلق:** پچھلی آیات میں کفار کے دوزخ جانے کا نقشہ بیانِ فرمایا گیا۔ اب ان آیات میں معبودانِ باطل کی زبانی گمراہی و جہنمی ہونے کی وجہ بیان فرمائی گئی۔

تفسیر نحوی

لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ خٰلِدِيْنَ ۭ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْـُٔوْلًا ﴿۱۶﴾ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ لَهُمْ جار مجرور متعلق ہے پوشیدہ مَوْجُوْدٌ کا فِيْهَا یہ متعلق دوم ہے مَوْجُوْدٌ کا یہ مل کر جملہ اسمیہ مبتدا ہے مَا موصول يَشَآءُوْنَ مضارع مثبت جمع مذکر اس کا فاعل ضمیر پوشیدہ خٰلِدِيْنَ اسم فاعل حال ہے پوشیدہ فاعل کا سب مل کر جملہ فعلیہ صلہ ہے مَا کا دونوں مل کر خبر ہے مبتدا کی دونوں مل کر جملہ اسمیہ ہو گیا۔ كَانَ ماضی مطلق اس کا اسم هُوَ پوشیدہ۔ عَلٰى رَبِّكَ یہ مرکب جار مجرور متعلق ہے۔ وَعْدًا موصوف مَسْـُٔوْلًا صفت یہ مرکب توصیفی خبر كَانَ سب مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ ہو گیا۔ واؤ سر جملہ يَوْمَ اسم ظرف زمانی بمعنی دن یہ ظرف مقدم ہے يَحْشُرُ مضارع واحد مذکر کا اس کا فاعل هُوَ پوشیدہ هُمْ معطوف علیہ واؤ عاطفہ مَا موصولہ يَعْبُدُوْنَ مضارع مذکر جمع غائب مِنْ جارہ بیانیہ دُوْنِ اللّٰهِ مرکب اضافی مجرور ہو کر متعلق ہے يَعْبُدُوْنَ کا۔ وہ فعل فاعل متعلق مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہے مَا کا موصول صلہ مل کر معطوف ہے هُمْ پر دونوں عطف مل کر مفعول یہ ہے يَحْشُرُ کا۔ فَيَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰٓؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ ﴿۱۷﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ

دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ ۚ وَكَانُوْا قَوْمًا بُوْرًا ﴿۱۸﴾ ف سببیہ اس کا ما قبل یَحْشُرُ کا جملہ سبب ہے اور مابعد یَقُوْلُ کا مسبب ہے یعنی ان کا حشر سبب ہے ان کے حساب کتاب کا اور حساب کتاب سبب ہے یَقُوْلُ کے فرمان کا۔ یَقُوْلُ فعل بافاعل جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا ءَ ہمزہ سوالیہ اَنْتُمْ اسم ضمیر مبتدا ہے اَضْلَلْتُمْ باب افعال کا ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ جمع مذکر حاضر ضَلَلٌ سے بنا ہے اس کا مصدر ہے اِضْلَالٌ۔ ترجمہ ہے گمراہ کرنا یہ مصدر متعدی ہے اس کا مادہ ضَلَلٌ لازم ہے لغوی ترجمہ ہے عقل کھو بیٹھنا، مجنون یا مجذوب یا محبت میں وارفتہ و بے اختیار و بے عقل ہو جانا یا صحبت بد سے بے عقل ہو کر گمراہ ہو جانا اس کا فاعل اَنْتُمْ ضمیر صیغہ پوشیدہ عِبَادِیْ مرکب اضافی موصوف ہے هٰٓؤُلَآءِ اسم اشارہ قریبی جمع مذکر اس کا مشار الیہ اسی کا موصوف عِبَادِیْ ہے ترجمہ ہے میرے ان بندوں کو یہ صفت ہے عِبَادِیْ کی مرکب توصیفی مفعول بہ ہے اَضْلَلْتُمْ کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر مبتدا وہ جملہ اسمیہ ہو کر معطوف علیہ اَمْ عاطفہ مَانِعَةُ الْجمع کے لئے هُمْ مبتدا ضَلُّوْا۔ بابِ نَصَرَ کا ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ جمع غائب ضَلَلٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے گمراہ ہونا۔ اس کا فاعل ضمیر صیغہ السَّبِيْلَ۔ مفعول بہ ہے مجازی یا مفعول فیہ بمعنی راستے سے۔ یہ فعل فاعل مفعول مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے مبتدا هُمْ کی دونوں مل کر معطوف ہے ءَ اَنْتُمْ کے جملے پر۔ دونوں عطف مل کر استفہام ہوا۔ قَالُوْا فعل بافاعل جملہ فعلیہ ہو کر قول ہوا سُبْحَانَ اسم مصدر مضاف کَ اسم ضمیر مخاطب مفعول مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مفعول مطلق ہے سَبَّحْنَا فعل محذوف کا۔ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر مقولہ اول ہوا۔ مَا كَانَ فعل ماضی مطلق منفی ناقصہ يَنْۢبَغِيْ باب انفعال کا مضارع مثبت معروف مگر نفی کے تحت ہونے کی وجہ سے منفی کے درجہ میں ہے۔ اس کا مصدر ہے اِنْبِغَاءٌ بَغْیٌ سے بنا ہے اصل ترجمہ ہے چاہئے ہونا، لائق ہونا یہاں منفی کا معنی ہو گیا نہیں لائق ہے نامناسب ہے۔ اس کا فاعل ضمیر صیغہ لَنَا یہ جار مجرور متعلق ہے يَنْۢبَغِيْ کا یہ فعل فاعل متعلق مل کر جملہ فعلیہ ہو کر اسم ہے مَا كَانَ کا۔ اَنْ حرف ناصبہ نَتَّخِذَ۔ بابِ افتعال کا مضارع جمع متکلم نَحْنُ ضمیر صیغہ پوشیدہ اس کا فاعل ہے مصدر ہے اِتِّخَاذٌ۔ اَخْذٌ سے بنا ہے معنی ہے پکڑنا، لینا، بنانا یہ یہاں بمعنی بنانا ہے۔ مِنْ دُوْنِكَ یہ مرکب اضافی جار مجرور متعلق اول ہے۔ مِنْ اَوْلِيَآءَ یہ جار مجرور متعلق دوم حرف مِنْ دونوں جگہ زائدہ ہے۔ نَتَّخِذَ اپنے فاعل اور دونوں متعلقوں سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے مَا كَانَ کی وہ فعل ناقصہ اپنے اسم خبر سے مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ زائدہ لٰكِنْ حرف عطف برائے استدراک۔ مَتَّعْتَ۔ بابِ تفعیل کا ماضی مطلق صیغہ واحد مذکر حاضر۔ مصدر ہے تَمْتِيْعٌ مَتْعٌ سے بنا ہے ترجمہ ہے نفع دینا، مال و متاع دینا۔ اس کا فاعل اَنْتَ ضمیر صیغہ جس کا مرجع ہے اللہ تعالیٰ هُمْ ضمیر ظاہر معطوف علیہ واؤ عاطفہ اٰبَآءَ۔ اسم جمع مکسر اس کا واحد ہے اَبٌ اسم مکبرہ ہے اٰبَآءَ کا ترجمہ ہے باپ دادے، چچے تائے یہاں مراد ہے باپ دادے پڑدادے مضاف ہے۔ هُمْ مضاف الیہ یہ مرکب اضافی معطوف ہے پہلے هُمْ اسم ضمیر پر دونوں عطف مل کر مفعول بہ ہے مَتَّعْتَ کا حَتّٰى حرف جر نَسُوْا بابِ سَمِعَ کا ماضی مطلق مثبت معروف صیغہ جمع مذکر غائب نَسْیٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے بھلا دینا۔ اسی سے ہے نِسْیَانٌ بمعنی بھول جانا۔ اس کا فاعل هُمْ ضمیر صیغہ جس کا مرجع ہے الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور اٰبَآءَهُمْ۔ الذِّكْرَ اسم معرفہ بمعنی ذِكْرُ اللهِ یادِ الٰہی، عبادت ایمانی یہ مفعول بہ ہے نَسُوْا کا۔ یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ۔ كَانُوْا

ماضی مطلق ناقصہ مثبت معروف صیغہ جمع مذکر غائب اس کا اسم ضمیر صیغہ ہے قَوْمًا۔ اسم مفرد لفظی لیکن معناً جمع ہے۔ خیال رہے کہ مفرد تین قسم کا ہوتا ہے۔ ۱۔ جو تثنیہ جمع نہ ہو یعنی واحد ہم ہر جگہ اسی معنی میں لیتے ہیں۔ ۲۔ مفرد وہ لفظ جو مضاف نہ ہو۔ ۳۔ مفرد وہ لفظ جو مرکب نہ ہو۔ قَوْمًا موصوف ہے۔ بُوْرًا اسم حاصل مصدر لغوی معنی ہے معطل ہونا، بیکار ہونا، کھوٹ ہونا۔ اس مناسبت سے آٹھ معنی میں مشترک ہے۔ ۱۔ قابل ہلاکت۔ ۲۔ لائق بربادی۔ ۳۔ فسادی۔ ۴۔ بنجر زمین۔ ۵۔ خسارہ دینا یا پانا۔ ۶۔ رائیگاں۔ ۷۔ جہنم کا ایک مقام۔ ۸۔ کم عقل لوگ حق سے اندھا۔ یہاں مراد ہے برباد ہونے والی قوم یہ اسم جنسی ہے اس لئے یہ ہی لفظ بُوْرًا واحد جمع مذکر مؤنث سب کے لئے بولا جاتا ہے بعض نے کہا یہ جمع ہے بَائِر کی جیسے عَائِذٌ کی عُوْذٌ اور ھَائِدٌ کی ھُوْدٌ۔ بُوْرًا صفت ہے قَوْمًا کی یہ مرکب توصیفی خبر ہے کَانُوْا کی۔ یہ فعل ناقصہ اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ ہو کر معطوف ہے نَسُوا کے جملے پر۔ وہ دونوں عطف مل کر مجرور ہے حَتّٰی حرف جر سے یہ جار مجرور مل کر متعلق ہے مَتَّعْتَ کا یہ فعل اپنے فاعل مفعول بہ اور متعلق سے مل کر معطوف ہے مَا کَانَ کے جملے پر۔ وہ دونوں عطف مل کر مقولہ دوم ہوا قَالُوْا کا۔ یہ قول اپنے دونوں مقولوں سے مل کر جملہ قولیہ ہو کر جواب استفہام ہوا ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ کے جملہ استفہامیہ (سوالیہ) کا وہ استفہام و جواب استفہام مل کر مقولہ ہوا یَقُوْلُ کا۔ خیال رہے کہ یہاں استفہام کی عبارت مقولہ اصلیہ حقیقیہ ہے اور جواب کی عبارت مقولہ خبریہ مجازیہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ خود یہ پوچھے گا اور پھر رب نے فرما کر خبر دی کہ جھوٹے معبود جواباً یہ کہیں گے۔ یہ قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ ہو کر مسبب ہے یَحْشُرُ کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ سببیہ ہو کر مظروف ہے یَوْمَ کا وہ دونوں مل کر مفعول بہ ہے اُذْکُرْ پوشیدہ کا۔ وہ فعل فاعل مفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو گیا۔

تفسیر عالمانہ

لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَآءُوْنَ خٰلِدِيْنَ ؕ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْئُوْلًا ۝ ان پاکیزہ زندگی والے متقین کے لئے جنت کبیر مقام عظیم میں وہ تمام لذتیں نعمتیں اب بھی موجود ہیں اور ابد تک رہیں گی نہ ختم ہوں نہ خراب نہ کہیں سے لانی پڑیں نہ بار بار بنانی پڑیں گی نہ اگانی پڑیں گی۔ جنتی زندگی میں جنتیوں کے پاس چھ چیزیں نہ ہوں گی نہ ضرورت پڑے گی نہ خواہش ہوگی۔ ۱۔ کسی جسم میں نفس امارہ نہ ہوگا۔ ۲۔ سوراخ دبر نہ ہوگا۔ ۳۔ بول و براز نہ ہوگا۔ ۴۔ کسی عورت کو حمل نہ ہوگا۔ ۵۔ کبھی بھی کوئی بری خواہش کسی کو نہ ہوگی۔ ۶۔ کبھی کوئی جنتی اپنے درجہ اور مرتبے کے علاوہ کوئی خواہش کر ہی نہ سکے گا نہ حیثیت سے زیادہ نہ کم۔ کسی حرام کام کا دل میں خیال تک نہ آئے گا۔ بری خواہشیں سات وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ ۱۔ شیطان کی ورغلاہٹ۔ ۲۔ نفس امارہ کی شرارت۔ ۳۔ انسانی طبیعت کی خباثت۔ ۴۔ حسد۔ ۵۔ رشک۔ ۶۔ بغض۔ ۷۔ عداوت چونکہ جنت میں یہ برے اسباب ہی نہ ہوں گے اس لئے بری خواہش بھی نہ ہوں گی نہ کوئی بڑا بننا چاہے گا نہ کوئی برا۔ سب اپنے اپنے مقام میں خوش ہوں گے اور جب بھی جس نعمت کی خواہش کریں گے سب ان کو ان کے ہی مقام میں ملا کریں گی۔ اشیاء اور شخصیات سب ابدی ہوں گی تکمیل خواہشات بھی ابدی۔ یہ دخول جنات، عطاء انعامات، تکمیل خواہشات، خلود شخصیات، حصول مطالبات اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر وعدہ مسئول ہے کیونکہ دنیا میں ہر مسلمان ہر وقت عرض کرتا ہے۔ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ (آل

عمران ۱۹۴) یہ زبان قال سے مسئول ہے اور زبانِ حال سے اس طرح مسئول کہ محنت کی عبادت مشقت کی ریاضت، تقوے کی طہارت، راتوں کے قیام دن کے صیام سب عرض گدایانہ کے ہی قائم مقام اور زبان وسیلہ سے بھی وَعْدًا مَّسْئُولًا ہے۔ چنانچہ سورۃ غافر (مومن) آیت ۸ میں ہے کہ عرشی فرشی ملائکہ مسلمانوں کے لئے بار بار یہ دعا مانگتے ہیں: رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ٪ الَّتِیْ وَعَدْتَّهُمْ اور زبان وعدہ سے مانگا ہوا یعنی رب تعالیٰ نے خود وعدۂ عطا فرما کر اپنے ذمہ کرم پر واجب کر لیا اور زبانِ ایفاء سے بھی مسئول وعدہ ہے۔ مومن عرض کرتے ہیں اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ۔ معتزلی فرقہ کہتا ہے کہ بندہ عملی عبادت سے مستحق ثواب ہے۔ جیسے مزدور اجرتِ مزدوری کا اور اللہ تعالیٰ پر ثواب دینا واجب ہے جیسے مالک پر مزدوری کی اجرت دینا۔ اہلسنت فرماتے ہیں کہ یہ عقیدہ کفر ہے تین وجہ سے **اولاً** یہ کہ مخلوق اللہ تعالیٰ کی مزدور نہیں بلکہ مملوک ہے اور غلام جتنا بھی مولیٰ کا کام کرے مستحق اجرت نہیں ہوتا۔ مولیٰ کرم سے کچھ دے دے یا وعدہ کر لے تو اس کی کریمی ہے۔ **دوم** یہ کہ مالک مزدور کو اجرت نہ دے تو برائی ہے اور اللہ تعالیٰ ہر برائی سے پاک ہے۔ **سوم** یہ کہ مزدور مالک کا کام کرتا ہے جس سے مالک کو فائدہ ہوتا ہے مگر بندے کی عبادت سے اللہ تعالیٰ کو کچھ فائدہ نہیں بلکہ خود بندے کا فائدہ کہ یہ عبادت روحانی غذا ہے تو جس طرح مزدور اپنا کام کرے تو مالک پر مزدوری کی اجرت واجب نہیں۔ اسی طرح مخلوق کی عبادت کا ثواب اللہ تعالیٰ پر واجب نہیں دے دے تو کرم ہے۔ حیثیت ولیاقت سے زیادہ مانگنا بھی دنیا میں برا ہے آخرت میں ناممکن۔ چنانچہ فرمان نبوی ہے: مَنْ طَلَبَ مَالَمْ یُخْلَقْ اَتْعَبَ نَفْسَهٗ وَلَمْ یُرْزَقْ۔ ترجمہ: جس نے وہ چیز مانگی جو پیدا نہ کی گئی اس نے خود کو ذلیل کیا اور محروم بھی رہا سرور حیات سے۔ کفار کا وہ انجام اور متقین کا یہ انعام اس دن ہوگا۔ وَیَوْمَ یَحْشُرُهُمْ وَمَا یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَیَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِیْ هٰۤؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِیْلَ ﴿۱۷﴾۔ جس دن جمع فرمائے گا اللہ تعالیٰ تمام بت پرستوں کو اور ان کے جھوٹے بناوٹی معبودوں کو عدالت الٰہیہ میں سب کے سامنے (اے لوگو آج دنیا میں اس دن کو یاد کرو) کفار مشرکین اللہ تعالیٰ کی عبادت قطعاً نہیں کرتے صرف بتوں کی عبادت کرتے ہیں ان کو مشرک اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ بتوں کو ملکیت میں اللہ تعالیٰ کا شریک سمجھتے ہیں۔ یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ کا معنی ہے اللہ کو چھوڑ کر۔ ہر زمانے میں کفار کے بنیادی عقیدے چار ہوئے۔ ا۔ خالق رازق صرف اللہ ہے۔ ۲۔ لیکن مخلوق کا مالک اللہ بھی بت بھی۔ ۳۔ یہ بت نظام عالم چلانے میں اللہ کے معاون مددگار و شریک کار ہیں۔ ۴۔ عقیدۃً سب کو الٰہ مانتے ہیں اللہ کو بھی بتوں کو بھی مگر عبادت عمل میں صرف بتوں کی پوجا کرتے ہیں۔ مشرکین کا شرک ملکیت میں یہودیوں کا شرک ابنیتِ حضرت عزیر علیہ السلام کا عقیدہ۔ عیسائیوں کا شرک ابنیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا۔ یہود و نصاریٰ نے ان دونوں ہستیوں کو بت بنا کر گرجوں، کنیسوں میں پوجا شروع کر دیے ہیں حضرت مریم علیہا السلام کا بت بنا کر بھی اس کو سجدہ کرتے ہیں۔ کفار ان جہان کے یہ سجدے جمادات نباتات، حیوانات و جنات اور ان تین شخصیات کے لئے عام ہیں۔ کچھ کفار عرب خود کو عباد ملائکہ کہتے تھے۔ قیامت میں ان سب کو باری باری بلایا جائے گا۔ جمادات حیوانات کو زبان تکلم عطا ہوگی اور سوال فرمائے گا اللہ تعالیٰ۔ اے جھوٹے معبودو! کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا تھا۔ یہاں عِبَادِیْ فرمانا مقصد خلقت بیان فرمانا ہے یعنی یہ جن وانس جو صرف میری عبادت کے لئے پیدا کئے گئے تھے مگر کیا

تم نے میری عبادت سے ہٹا کر ورغلا کر اپنی عبادت میں لگایا تھا یا نفس وشیطان کے وسوسوں سے خود ہی سچے راستے سے گمراہ ہوئے تھے۔ یہاں وَمَا یَعۡبُدُوۡنَ فرمانے کی تین وجہ ہیں: ایک یہ کہ یا اس لئے کہ لفظ مَا صرف غیر عقل والوں کے لئے ہی نہیں ہے۔ عقل والوں کے لئے بھی آسکتا ہے۔ قرآن مجید میں اس کے بہت ثبوت ہیں۔ دوم یہ کہ یا اس لئے کہ ہر دور میں بتوں کی کثرت رہی ہے ان کے اعتبار سے مَا ارشاد ہوا یہاں تک کہ شخصیات بزرگانہ کے بھی بت بنا کر ہی پوجے گئے۔ سوم اس لئے کہ یہاں مَا کا تعلق عقلی و بے عقلی سے نہیں بلکہ باطل معبودیت سے ہے اور مَا بول کر ان کی نفرت وحقارت مراد ہے۔ اس سوال ربانی کے بعد قَالُوۡا سُبۡحٰنَکَ مَا کَانَ یَنۡۢبَغِیۡ لَنَاۤ اَنۡ نَّتَّخِذَ مِنۡ دُوۡنِکَ مِنۡ اَوۡلِیَآءَ وَ لٰکِنۡ مَّتَّعۡتَہُمۡ وَ اٰبَآءَہُمۡ حَتّٰی نَسُوا الذِّکۡرَ ۚ وَ کَانُوۡا قَوۡمًۢا بُوۡرًا ﴿۱۸﴾۔ اپنی اپنی باری پر سب بولیں گے یہاں بتوں کا جواب مذکور ہے۔ بت عرض کریں گے ہائے تعجب پاک ہے تو یا اللہ۔ ہمیں تو کسی کی عبادت کا کچھ پتہ نہیں ہم تو خود تیری عبادت تیری تسبیحیں پڑھتے تھے ہم ان کو اپنی عبادت کا کیسے کہہ سکتے تھے یہ تو ہم کو لائق ہی نہ تھا کیونکہ ہم نہ خالق نہ مالک نہ رازق نہ حیات وموت کے مالک نہ نشور وحشور پر قادر نہ نفع نقصان پر غالب نہ ہم کو ان کی پوجا کی خبر اور ہمیں نہ چاہت تھی نہ طاقت کہ تیرے مقابل کسی کو دوست بناتے۔ لفظ اولیاء جمع ہے ولی کی۔ اگر وَلِیٌّ سے مشتق ہو تو معنی ہے والی وارث آقا اور اگر وِلَاءٌ سے مشتق ہے تو معنی ہے تابع خادم، آزاد شدہ غلام۔ سورۃ سبا آیت ۴۰، ۴۱ میں اسی سوال کا ملائکہ سے کئے جانے کا ذکر ہے: وَ یَوۡمَ یَحۡشُرُہُمۡ جَمِیۡعًا ثُمَّ یَقُوۡلُ لِلۡمَلٰٓئِکَۃِ اَہٰۤؤُلَآءِ اِیَّاکُمۡ کَانُوۡا یَعۡبُدُوۡنَ ﴿۴۰﴾ قَالُوۡا سُبۡحٰنَکَ اَنۡتَ وَلِیُّنَا مِنۡ دُوۡنِہِمۡ ۚ بَلۡ کَانُوۡا یَعۡبُدُوۡنَ الۡجِنَّ ۚ اَکۡثَرُہُمۡ بِہِمۡ مُّؤۡمِنُوۡنَ ﴿۴۱﴾ ترجمہ: اور جس دن جمع فرمائے گا اللہ تعالیٰ ان سب کو ایک دم پھر پوچھے گا فرشتوں سے کہ کیا یہ کفار تمہاری عبادت کرتے تھے۔ فرشتے عرض کریں گے۔ پاک ہے تو یا اللہ تو ہی ہمارا مالک ہے بلکہ یہ کفار جنوں کی عبادت کرتے تھے اور یہ سب کافر جنات کی معبودیت پر ایمان لانے والے تھے۔ سورۃ مائدہ آیت ۱۱۶ میں حضرت مسیح علیہ السلام کی اسی حاضری کا ذکر ہے: ءَاَنۡتَ قُلۡتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوۡنِیۡ وَ اُمِّیَ اِلٰہَیۡنِ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ ؕ قَالَ سُبۡحٰنَکَ مَا یَکُوۡنُ لِیۡۤ (الخ)۔ ترجمہ: اے عیسیٰ کیا تم نے عیسائیوں سے کہا تھا کہ مجھ کو اور میری والدہ کو دو معبود بنا لینا اللہ کے مقابل۔ تو وہ بھی عرض کریں گے سُبۡحٰنَکَ یا اللہ مجھ کو یہ لائق نہ تھا۔ ان سب کا سُبۡحٰنَکَ عرض کرنا چار وجہ سے ہوگا۔ **پھلی** یہ کہ تسبیح وعبادت کے ذکر کے لئے کہ ہم تو خود تیری تسبیح پڑھنے عبادت کرنے والے تا عمر بندے بنے رہے ہم کسی کے معبود کیسے بنتے۔ **وجہ دوم** بعض نے کہا کہ کفار کی کفریہ حرکت پر سخت تعجب کرتے ہوئے یہاں سُبۡحٰنَکَ۔ سُبۡحَانَ اللّٰہِ کے معنی میں ہے اور سُبۡحَانَ اللّٰہِ تعجب کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔ **وجہ سوم** یہ کہ یا اللہ تیرا تو کوئی شریک ہو سکتا ہی نہیں نہ الٰہیت میں نہ کمال وصفات میں **وجہ چھارم** یہ بتانے کے لئے کہ بس تو ہی سبحان ہے اور جو سبحان ہو وہی معبود ہے۔ یا اللہ کفار سے دوستی شیاطین لگاتے ہیں۔ ہم تیری رضا کے بغیر کسی کو اپنا دوست بنا سکتے نہ تھے۔ یا اللہ ہم جانتے ہیں ان کفار کی گمراہی کی وجہ ان کی دولت مندی اور عیش وعیاشی ہے یا رب العالمین تو نے ان کو اور ان کے باپ دادوں کو ان کی حیثیت لیاقت قابلیت سے کہیں زیادہ سامان عیش و آرام عطا فرمایا۔ عزت، دولت، مکانات، ماکولات، مشروبات، باغات، ارضیات عطا فرمائے اتنی فراوانی وکثرت سے

مکانات بناتے اور خالی پڑے رہتے غذائیں بچی پڑی رہتیں اور اتنی امیدیں باندھتے کہ شمار نہ کر سکتے۔ قلعے، کوٹھیاں بنائے قوی وشدید جمع کئے خدام وعبید امیدیں باندھیں دراز وبعید، عمریں طویل رزق کثیر چاہئے تو یہ تھا کہ ہر وقت شکر کے سجدے بندگی کے قیام عبادت کبریا، اطاعت انبیاء کرتے مگر یہ کفار دولت کی عیاشی عزت کی فحاشی غرور کی غمازی مزید دنیا سازی میں اتنے مشغول ہوئے کہ حق سے مغرور کفر پر مسرور یاد الٰہی سے دور ہو گئے۔ بھول گئے موت وقبر وحشر کو پھر انجام کیا ہوا۔ یہی کہ شرک میں مبتلا قبر میں فنا آج حشر میں رسوا ہوئے۔ ان کی قومیت بُوْرًا، امیدیں مغرورًا، باتیں زُوْرًا، عزتیں فُرورًا، مسکن قبورًا، حالتیں نُفُوْرًا، وجود فضولاً، اعمال بطولاً اور جو اللہ تعالیٰ کے لئے نہ ہو اس کا انجام یہی ہوتا ہے۔ اذن الٰہی کے بغیر تو نہ عداوت جائز نہ ولایت۔

اختلافی اقوال

وَعۡدًا مَّسۡئُوۡلًا کی مراد میں دو قول۔ ا۔ بعض نے کہا اس سے مراد مسلمانوں کی اپنے لئے دعائے جنت مانگنا ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا ملائکہ کا مسلمانوں کے لئے دعا کرنا دونوں قول صحیح ہیں یَحۡشُرُہُمۡ کی قرأت میں چار قول۔ ا۔ اکثر کی قرأت یَحۡشُرُہُمۡ ہے۔ ۲۔ بعض کی قرأت نَحۡشُرُ ہے۔ ۳۔ بعض کی یُحۡشَرُ ہے۔ ۴۔ بعض کی یَحۡشِرُ ہے فَیَقُوۡلُ کی قرأت میں دو قول: ا۔ اکثر کی قرأت فَیَقُوۡلُ ہے۔ ۲۔ بعض کی قرأت فَنَقُوۡلُ ہے۔ کفار کو عِبَادِیۡ کہنے کی وجہ میں تین قول۔ ا۔ اکثر نے فرمایا اس کا مقصد کفار کی مزید ذلت کرنا ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا عِبَادِیۡ سے انسان ہونا مراد ہے۔ ۳۔ بعض نے کہا اس کا مقصد نسبت بندگی وعبدیت بیان کرنا ہے۔ ھٰۤؤُلَآءِ کی ترکیب میں دو قول۔ ا۔ بعض نے کہا یہ بدل کل ہے عِبَادِیۡ کا۔ ۲۔ بعض نے کہا یہ صفت ہے عِبَادِیۡ کی۔ السَّبِیۡلَ کی اصل عبارت میں تین قول۔ ا۔ بعض نے کہا اِلَی السَّبِیۡلَ ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا لِلسَّبِیۡلِ ہے۔ ۳۔ بعض نے کہا عَنِ السَّبِیۡلَ ہے۔ سُبۡحٰنَکَ عرض کرنے کی وجہ میں دو قول۔ ا۔ بعض نے کہا یہ عرض کرنا تعجب کے لئے ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا حمد وتسبیح کیلئے ہے۔ یَنۡۢبَغِیۡ کی قرأت میں دو قول۔ ا۔ اکثر کی قرأت یَنۡۢبَغِیۡ ہے۔ ۲۔ بعض کی قرأت یُنۡبَغِی ہے۔ نَّتَّخِذَ کی قرأت میں تین قول۔ ا۔ اکثر کی قرأت نَّتَّخِذَ ہے۔ ۲۔ بعض کی نُتَّخَذَ ہے۔ ۳۔ بعض کی قرأت یُتَّخَذَ ہے۔ سُبۡحٰنَکَ اور مِنۡ دُوۡنِکَ کے اردو ترجمہ میں دو قول۔ ا۔ علماء نے ترجمہ فرمایا: پاک ہے تو یا اللہ ہم تیرے مقابل کسی کو مددگار نہیں بناتے یہ ترجمہ ایمانی ہے کیونکہ توحید کا اظہار ہے۔ ۲۔ جہلاء نے ترجمہ کیا: پاک ہیں آپ اے اللہ میاں صاحب آپ کے سوا ہم کسی کو مددگار نہیں بناتے۔ یہ ترجمہ غلط ہے کیونکہ اس میں شرک کی بدبو ہے مِنۡ اَوۡلِیَآءَ کی قرأت میں دو قول۔ ا۔ اکثر کی قرأت مِنۡ اَوۡلِیَآءَ ہے۔ ۲۔ بعض کی قرأت اَوۡلِیَآءِ۔ مَتَّعۡتَ کے معنی میں تین قول۔ ا۔ بعض نے کہا کثرت نعمت دینا۔ ۲۔ بعض نے کہا لمبی عمر دینا۔ ۳۔ بعض نے کہا مکانات کی کثرت دینا۔ نَسُوا کے معنی میں چھ قول۔ ا۔ بعض نے کہا ہر نیکی سے غافل ہو گئے۔ ۲۔ بعض نے کہا نصیحت انبیاء بھول گئے۔ ۳۔ بعض نے کہا تدبر انجام بھلا دیا۔ ۴۔ بعض نے کہا تفکر موت بھول گئے۔ ۵۔ انکار قیامت کیا۔ ۶۔ بعض نے کہا کہ شکر چھوڑ کر کفر کیا۔ یہ سب قول درست ہیں۔ بُوۡرًا کے معنی میں چار قول۔ ا۔ بعض نے کہا بُوۡرًا کا معنی ہے فاسد۔ ۲۔ بعض نے کہا ہلاکت والے۔ ۳۔ بعض نے کہا یہ

خبر۔ ۴۔ بعض نے کہا حق سے اندھے سب قول درست ہیں۔ بُوْرًا کی بناوٹ میں دو قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا حاصل مصدر ہے اسم جنسی۔ ۲۔ بعض نے کہا یہ اسم فاعل جمع مذکر ہے اس کا واحد بَائِرٌ ہے۔

فائدے

ان آیتوں سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ **پہلا فائدہ:** دنیا میں انسان کی ساری مرادیں پوری نہیں ہوسکتیں خواہ دنیا کا امیر ترین بن جائے یا دین کا بزرگ ترین۔ یہ فائدہ لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَآءُوْنَ فرمانے سے حاصل ہوا جس نے بتایا کہ تمام مرادوں کا پورا ہونا صرف جنت کی نشانی ہے۔ **دوسرا فائدہ:** جو بندہ تا عمر دنیا میں اللہ تعالیٰ کی مانے گا تو اللہ تعالیٰ جنت میں تا ابد اس کی مانے گا۔ یہ فائدہ وَعْدًا مَّسْئُوْلًا فرمانے سے حاصل ہوا۔ **تیسرا فائدہ:** قرآن مجید میں واقعات قیامت اس انداز میں بیان فرمائے گئے ہیں گویا ابھی ہو رہے ہیں۔ یہ انداز بتاتا ہے کہ ہر شخص کا وہی انجام یقینی ہے جو قرآن مجید نے بتایا بندہ خواہ کفر پر مرے یا ایمان پر، ظلم پر مرے یا مظلومیت پر۔ مر کر کسی کو چھٹکارا نہیں ہے۔ جس نے غور کیا وہ ہی مومن بن گیا۔ یہ فائدہ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ میں ماضی فرمانے حاصل ہوا۔

احکام القرآن

ان آیات سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ:** ہر مسلمان پر واجب ہے کہ اپنی خواہشات حدودِ شریعت میں رکھے تا کہ ہر خواہش دین بن جائے۔ حدودِ شرعی سے باہر کی خواہش مسلمان کو حرام ہے یہ مسئلہ لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَآءُوْنَ کی تفسیر نبوی سے مستنبط ہوا۔ **دوسرا مسئلہ:** مسلمان کی دشمنی دوستی میں اللہ رسول کی رضامندی فرض ہے۔ جو رضائے الٰہی کے خلاف ہوگی وہ نفسانی و شیطانی ہے اس لئے ممنوع ہے۔ یہ مسئلہ مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَآ (الخ) سے مستنبط ہوا۔ **تیسرا مسئلہ:** چونکہ مومن کا وجود دنیا میں نقشہ جنت ہے اس لئے ہر مسلمان پر واجب ہے کہ ہر قدم پر شرعی احتیاط کرتا رہے۔ دنیا میں جو چیز شریعت کے تکلف سے ممنوع ہے وہ جنت میں طبیعت کے تغیر سے ممنوع ہوگی۔ یہ مسئلہ وَعْدًا مَّسْئُوْلًا سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات

ان چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ **پہلا اعتراض:** نحوی قانون میں مَا بے عقل چیزوں کے لئے بولا جاتا ہے اور مَنْ عقل والوں کے لئے۔ کفار بعض انسانوں بعض فرشتوں بعض جنات کو پوجتے ہیں قیامت میں ان سب باطل معبودوں سے ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ کا سوال ہوگا تو چاہئے تھا کہ وَمَنْ يَعْبُدُوْنَ فرمایا جاتا نہ کہ وَمَا۔ **جواب:** وَمَا يَعْبُدُوْنَ اس لئے فرمایا گیا کہ کفار جس کو بھی پوجتے ہیں اس کا بت فوٹو، تصویر بنا کر ہی پوجتے ہیں اور بت کا نام ہی عزیر و عیسیٰ و مریم و ابراہیم وغیرہ رکھ لیتے ہیں انہیں بتوں کے سامنے سجدے کرتے ہیں۔ **دوسرا اعتراض:** اللہ تعالیٰ قدیم ہے ہر چیز کو جاننے والا ہے پھر وہ قیامت میں مَا يَعْبُدُوْنَ سے ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ کا سوال کیوں فرمائے گا۔ سوال تو بے علم کرتا ہے۔ **جواب:** ہر سوال بے علمی کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ بہت سوالات کچھ بتانے کے لئے ہوتے ہیں جیسے استاد کے سوالات شاگردوں سے یا جیسے نبی کریم ﷺ کے سوالات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہاں بھی رب تعالیٰ کا سوال فرمانا کفار کو ان کی کذابیت بتانا اور کفار کی

حسرت و مایوسی بڑھاتا ہے۔ **تیسرا اعتراض:** اگر مَا یَعْبُدُوْنَ سے مراد بت ہوں تو ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ کا سوال درست نہیں کیونکہ بت تو جمادات ہیں ان کو نہ بولنے کی قوت نہ جواب دینے کا شعور لہٰذا ان سے سوال بیکار۔ **جواب:** قیامت میں اس سوال و جواب کے وقت اللہ تعالیٰ بتوں کو زبان تکلم و شعور تعقل عطا فرمادے گا تب یہ سوال و جواب ہوگا۔ دیکھو سورۃ یٰس آیت ۶۵ میں ارشاد ہے: اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰۤى اَفْوَاهِهِمْ وَ تُكَلِّمُنَاۤ اَیْدِیْهِمْ وَ تَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ﴿۶۵﴾۔ ترجمہ: اس دن ان کے مونہوں پر ہم مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور ان کے پاؤں ان کے تمام اعمال کی گواہی دیں گے تو جو رب تعالیٰ انسانی ہاتھوں کو پیروں کو زبان تکلم اور شعور عقلی دے سکتا ہے وہی اللہ تعالیٰ بتوں کو بھی زبانِ کلام و شعورِ عقل عطا فرما سکتا ہے۔ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ۔ ان آیات کی تفسیر صوفیانہ آخری آیت ۲۰ کے بعد ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ۔

فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ بِمَا تَقُوْلُوْنَ ۙ
تو جھٹلا دیا تمہارے ان باطل معبودوں نے تم کو اس بات میں جو کہا کرتے تھے تم
تو اب معبودوں نے تمہاری بات جھٹلا دی
فَمَا تَسْتَطِیْعُوْنَ صَرْفًا وَّ لَا نَصْرًا ۚ
لہٰذا نہیں ہمت رکھتے ہو تم عذاب پھیر دینے کی اور نہ اپنی مدد کرنے کی
تو اب تم نہ عذاب پھیر سکو نہ اپنی مدد کر سکو
وَ مَنْ یَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِیْرًا ﴿۱۹﴾
اور جو بھی کفر کا ظلم کرے گا تم میں سے چکھائیں گے ہم اس کو بڑا عذاب
اور تم میں جو ظالم ہے ہم اسے بڑا عذاب چکھائیں گے
وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ
اور نہ بھیجا ہم نے آپ سے پہلے مرسلین میں سے کوئی بھی
اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے
اِلَّاۤ اِنَّهُمْ لَیَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَ یَمْشُوْنَ فِی الْاَسْوَاقِ ؕ
مگر بیشک وہ سب ہی کھانے کھاتے تھے اور چلتے پھرتے تھے بازاروں میں
سب ایسے ہی تھے کھانا کھاتے اور بازاروں میں چلتے
وَ جَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ؕ

اور ہم نے بنادیا تمہارے بعض کو بعض کے لئے تربیت کی آزمائش
اور ہم نے تم میں ایک کو دوسرے کی جانچ کیا ہے
اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ﴿۲۰﴾
تو کیا تم لوگ صبر کرو گے اور ہے آپ کا رب تعالیٰ اے محبوب سب کچھ دیکھنے والا
اور اے لوگو کیا تم صبر کرو گے۔ اور اے محبوب تمہارا رب دیکھتا ہے

تعلقات

ان آیات پاک کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ **پہلا تعلق**: پچھلی آیات میں معبودانِ باطل کی زبانی اپنے پجاریوں کی اس تکذیب کا ذکر فرمایا گیا جو وہ میدانِ محشر میں دورانِ حساب قیامت کریں گے۔ اب ان آیتوں میں کفار کو آگاہ و خبردار کیا جارہا ہے کہ میدانِ محشر میں تمہارے یہ ہی جھوٹے معبود تمہارا ساتھ چھوڑ کر تمہاری زبردست تکذیب کردیں گے جس کے بعد عذاب جہنم چھوٹنے کے تمہارے سارے سہارے ٹوٹ جائیں گے لہٰذا آج ہی بندہ بن جاؤ۔ **دوسرا تعلق**: پچھلی آیات میں فرمایا گیا کہ کفار قَوْمًا بُوْرًا ہیں۔ اب ان آیات میں اس کی وجہ بیان ہو رہی ہے کہ وَمَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ۔ اے کافرو منکرو تم میں جو بھی ظلم کمائے گا وہی قَوْمًا بُوْرًا یعنی ہلاکت کے لائق قوم ہو کر عذاب کبیر کو چکھے گا۔ **تیسرا تعلق**: پچھلی ابتدائی آیات میں کفار مکہ کا یہ اعتراض ذکر فرمایا گیا کہ اگر محمد مصطفیٰ نبی ہیں اور مرسل رسول ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں تو پھر یہ کھانا کیوں کھاتے ہیں اور بازاروں میں کیوں چلتے پھرتے آتے جاتے ہیں ان کو فرشتہ ہونا چاہئے تھا۔ اب ان آیتوں میں کفار کے اس بیہودہ احمقانہ اور خلافِ حقیقت و خلاف اصول اعتراض کا جواب دیا جارہا ہے کہ سابقہ تمام رسول و مرسل انبیاء علیہم السلام بھی کھاتے پیتے اور بازاروں میں چلتے پھرتے آتے جاتے تھے۔

تفسیر نحوی

فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ بِمَا تَقُوْلُوْنَ ۙ فَمَا تَسْتَطِيْعُوْنَ صَرْفًا وَّلَا نَصْرًا ۚ وَمَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا ﴿۱۹﴾۔ فَ زائدہ بیانیہ قَدْ كَذَّبُوْ باب تفعیل کا ماضی قریب مثبت معروف صیغہ جمع مذکر غائب کِذْبٌ سے بنا ہے مصدر ہے تَكْذِيْبٌ۔ ترجمہ ہے جھٹلانا جھوٹا کہنا اس کا فاعل هُمْ ضمیر صیغہ جس کا مرجع ہے وَمَا يَعْبُدُوْنَ۔ كُمْ ضمیر مخاطب جمع مذکر حاضر۔ اس کا مرجع ہے هُمْ وَاٰبَآءَهُمْ یعنی عِبَادِیْ۔ یہ مفعول بہ ہے بَ حرف جر بمعنی فِیْ جارّہ ظرفیہ۔ مَا اسم موصول تَقُوْلُوْنَ مضارع مثبت معروف صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اس کا فاعل ضمیر صیغہ یہ فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہے مَا کا موصول صلہ مل کر مجرور متعلق ہے قَدْ كَذَّبُوْ کا۔ یہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو کر سبب ہوا۔ فَ سببیہ۔ مَا حرف نفی محض یعنی عاملہ نہیں ہے۔ تَسْتَطِيْعُوْنَ۔ بابِ استفعال کا مضارع حال مثبت معروف بمعنی منفی۔ اس کا اصل ترجمہ یہ ہے کہ لہٰذا نہیں ہے اب یہ بات کہ طاقت رکھو تم یا طاقت رکھتے ہو تم مصدر ہے اِسْتِطَاعَةٌ دراصل اِسْتِطْوَاعٌ تھا طَوْعٌ سے بنا ہے۔ معنی ہے طاقت رکھنا ہمت پانا خوشی سے کرنا۔ اس کا فاعل

ہے اَنْتُمْ ضمیر صیغہ صَرْفًا۔ اسم مصدر ترجمہ ہے پھیر دینا، لوٹا دینا معطوف علیہ واوٗ عاطفہ لانفی محض نَصْرًا۔ اسم مصدر ترجمہ ہے مدد کرنا۔ یہ معطوف ہے صَرْفًا پر دونوں عطف مل کر مفعول بہ ہے تَسْتَطِيْعُوْنَ کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر مسبب ہوا قَدْ كَذَّبُوْ کے جملے کا۔ وہ سبب و مسبب مل کر معطوف علیہ واوٗ عاطفہ مَنْ اسم موصول شرطیہ جازمہ يَّظْلِمْ۔ باب ضَرَبَ کا مضارع مثبت معروف صیغہ واحد مذکر غائب ظُلْمٌ سے مشتق ہے۔ ظلم کا لغوی ترجمہ ہے نقصان کرنا، یہاں مراد ہے کفر کرنا۔ اس کا فاعل ضمیر صیغہ جس کا مرجع ہے مَنْ۔ مِنْكُمْ۔ یہ جار مجرور متعلق ہے يَّظْلِمْ کا۔ یہ فعل فاعل متعلق مل کر جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہے۔ نُذِقْ باب افعال کا مضارع مستقبل بحالت جزم ہے يَّظْلِمْ کی وجہ سے وہ مجزوم مَنْ سے اور یہ اس کی جزا ہے دراصل نُذِيْقُ پہلے نُذِيْقْ کیا گیا پھر نُذِقْ کیا گیا اس کا مصدر ہے اِذَاقَةٌ ذَوْقٌ سے بنا ہے معنی ہے چکھانا۔ اس کا فاعل نَحْنُ ضمیر صیغہ۔ ہٗ ضمیر ظاہر اس کا مفعول بہ اول ہے عَذَابًا موصوف ہے كَبِيْرًا صفت ہے یہ مرکب توصیفی مفعول بہ دوم ہے نُذِقْ کا یہ فعل فاعل اور دونوں مفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر جزا ہے مَنْ يَّظْلِمْ کی وہ شرط و جزا مل کر معطوف ہے قَدْ كَذَّبُوْا کے جملے پر۔ دونوں عطف مل کر مقولہ سوم ہے فَيَقُوْلُ کا وہ سب مل کر جملہ قولیہ ہو گیا۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ؕ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ؕ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ۞۔ واوٗ ابتدائیہ (سر جملہ) مَآ اَرْسَلْنَا۔ باب اِفعال کا فعل ماضی مطلق منفی معروف صیغہ جمع متکلم۔ مصدر ہے اِرْسَالٌ ترجمہ ہے بھیجنا۔ اس کا مادہ اصلیہ ہے رُسُلٌ اس کا فاعل ہے نَحْنُ ضمیر پوشیدہ۔ قَبْلَكَ یہ مرکب اضافی ظرف زمانی ہے مِنْ حرف جر تبعیضیہ الف لام اسمی بمعنی اَلَّذِيْنَ۔ مُرْسَلِيْنَ باب افعال کا اسم مفعول صیغہ جمع مذکر اس کا واحد ہے مُرْسَلٌ ترجمہ ہے بھیجا ہوا یہ لفظ مقدس لقب مبارک ہے صاحب کتاب و شریعت و تبلیغ نبی علیہ السلام کا۔ مُرْسَلِيْنَ اس کی جمع مذکر سالم ہے اس کا مصدر مجہول ہے اِرْسَالٌ ترجمہ ہے بھیجا جانا یہ مستثنیٰ مِنْهُ ہے اِلَّآ حرف استثناء متصل اِنَّ حرف مشبہ بالفعل۔ اگلی عبارت نیا (ابتدائی) کلام ہے اس لئے اِنَّ مکسورہ ارشاد ہوا: لَيَاْكُلُوْنَ لام حرف غیر عاملہ تاکید کے لئے اس میں تختی کلام اور تاکیدی وضاحت پیدا ہوتی ہے ترجمہ ہے اَلْبَتَّه۔ يَاْكُلُوْنَ باب نَصَرَ کا مضارع استمراری معروف اَكْلٌ سے مشتق ہے اس کا فاعل ہے هُمْ ضمیر صیغہ پوشیدہ جس کا مرجع ہے مُرْسَلِيْنَ۔ اَلطَّعَامَ۔ اسم حاصل مصدر طَعْمٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے غذا کھانا۔ یہ لفظ مصدر مشتق جامد تینوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ یہاں جامد ہے اس لئے ترجمہ ہے غذا۔ اس کی جمع ہے اَطْعِمَةٌ بمعنی غذائیں مطلقاً ہر قسم کی بشکل سالن ہو یا روٹی یا فروٹ پھل میوہ یہ مفعول بہ ہے يَاْكُلُوْنَ کا۔ یہ فعل فاعل مفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ہے واوٗ عاطفہ يَمْشُوْنَ۔ باب ضَرَبَ کا مضارع مثبت معروف صیغہ جمع مذکر غائب مَشْيٌ سے مشتق ہے اس کا فاعل هُمْ ضمیر صیغہ مرجع مُرْسَلِيْنَ۔ فِي الْاَسْوَاقِ یہ جار مجرور متعلق ہے يَمْشُوْنَ کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف ہے لَيَاْكُلُوْنَ پر دونوں عطف مل کر خبر ہے اِنَّ کی وہ اپنے اسم خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر مستثنیٰ ہے مُرْسَلِيْنَ کا دونوں مل کر مجرور ہے مِنْ سے وہ جار مجرور مل کر متعلق ہے وَمَآ اَرْسَلْنَا کا وہ سب مل کر جملہ فعلیہ ہو گیا۔ واوٗ سر جملہ جَعَلْنَا۔ باب فَتَحَ کا ماضی مطلق مثبت معروف جمع متکلم جَعْلٌ سے مشتق ہے متعدی بدو مفعول ہے ترجمہ ہے بنانا اس کا فاعل ضمیر صیغہ بَعْضَ اسم جزئی كُلِّيَةٌ اور تَمَامِيَةٌ کی نقیض

وضد و مقابل۔ الفاظ جزئی سات عدد ہیں۔ ۱۔ بَعْضٌ۔ ۲۔ جُزْءٌ۔ ۳۔ حِصَّةٌ۔ ۴۔ نِصفٌ۔ ۵۔ رُبْعٌ۔ ۶۔ ثُلُثٌ۔ ۷۔ قِطْعَةٌ بمعنی ٹکڑا۔ بَعْضَ مضاف کُمْ ضمیر مضاف الیہ یہ مرکب اضافی مفعول بہ اول ہے۔ جَعَلْنَا کا لِبَعْضٍ یہ جار مجرور متعلق ہے جَعَلْنَا کا۔ فِتْنَةً اسم حاصل مصدر فِتَنٌ سے مشتق ہے لغوی ترجمہ ہے اچھالنا، بکھیرنا۔ اس مناسبت سے دس معنی میں مشترک ہے۔ ۱۔ آزمانا، آزمائش یہاں اسی معنی میں ہے۔ ۲۔ فساد ڈالنا، مچانا، برپا ہونا۔ ۳۔ صحیح راستے سے بھٹکانا۔ ۴۔ کڑی اور سخت مشکلات میں ڈال کر تربیت کرنا۔ ۵۔ بمعنی عذاب۔ ۶۔ آگ میں جلا ڈالنا۔ ۷۔ کسی دھات کو آگ میں گلانا۔ ۸۔ اصلیت ظاہر کرنا۔ ۹۔ کسوٹی کا پتھر۔ ۱۰۔ غصہ دلا کر اندر کی بات اُگلوانا۔ فِتْنَةً یہ مفعول بہ دوم ہے جَعَلْنَا کا یہ سب مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوگیا۔ اَ ہمزہ سوال اقراری حکمی کے لئے بمعنی امر حاضر معروف یعنی ضرور صبر کرو تم تَصْبِرُوْنَ۔ بابِ ضَرَبَ کا فعل مضارع مستقبل مثبت معروف انشائی صَبْرٌ سے مشتق ہے ترجمہ ہے رک جانا برداشت کرنا۔ صیغہ جمع مذکر حاضر اس کا فاعل ہے اَنْتُمْ ضمیر صیغہ۔ یہ فعل بافاعل جملہ فعلیہ انشائیہ ہوگیا۔ واؤ سر جملہ کَانَ ماضی مطلق فعل ناقصہ رَبُّكَ۔ یہ مرکب اضافی اسم کَانَ۔ بَصِيْرًا۔ اسم صفت مشبہ بروزن فَعِيْلٌ بَصَرٌ سے مشتق ہے یہ خبر ہے کَانَ کی وہ اپنے اسم خبر سے مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ ہوگیا۔

تفسیر عالمانہ

فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ بِمَا تَقُوْلُوْنَ ۙ فَمَا تَسْتَطِيْعُوْنَ صَرْفًا وَّلَا نَصْرًا ۚ وَمَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا ﴿۱۹﴾۔ اے کفار زمانہ قیامت کا نقشہ ہم نے تمہیں سنا دیا آج جو اور جتنی باتیں اپنے دین وعقیدے سے اپنے بتوں دیوتاؤں اور اپنے بناوٹی تصوراتی معبودوں کے بارے میں کہہ رہے ہو کہ یہ ہمارے معبود ہیں قیامت میں ہمارے شفیع ہیں دنیا میں ہمارے مددگار ہیں یہ سب کل بروز حشر سب کے سامنے تم کو جھٹلا دیں گے اور تمہارا یہ دین اور یہ عقیدے سب غلط و بیکار ہو جائیں گے۔ تمہارے سب تخیلاتی بھرو سے خوش خیالیاں خوش فہمیاں ٹوٹ جائیں گی اور محشر کی یہ حالت واقعات اتنے حقیقی ہیں گویا کہ یہ سب کچھ ہو ہی گیا تا تو اے کافرو جب یہ ہی دیوی دیوتا تم کو جھٹلا دیں گے تو اس وقت تمہارے پاس اپنی یہ بات منوانے ثابت کرنے کے لئے کونسی دلیل یا سند ہے۔ اپنے ان تصوراتی ذہنی زبانی عقیدوں کو تو تم آج دنیا میں بھی ثابت نہیں کر سکتے نہ کسی بت سے اپنی تائید کروا سکتے ہو تو پھر قیامت میں کیسے ثابت کر کے عذاب الٰہی سے بچ سکو گے وہاں تو نہ تم عذاب کے پھیرنے کی طاقت پاؤ گے نہ کسی کو اپنا مددگار پاؤ گے نہ ایک دوسرے سے عذاب کو پھیر دینے اور مدد کر کے بچا لینے کی طاقت حاصل کر سکو گے اور ہمارا قانون اٹل ہے کہ جو دنیوی زندگی میں کفر کا ظلم کرے گا اور حقیقت وصداقت کا انکار کرے گا ہم اس کو جہنم میں دخول خلود دے کر عذاب کبیر چکھائیں گے کوئی منکر توحید و رسالت و قیامت اس عذاب ابدی سے بچ نہ سکے گا تم نے تو جہالت و خباثت سے منہ اٹھا کر زبانیں چلا کر یہ بات کہہ دی کہ یہ نبی کھاتا کیوں ہے بازاروں میں چلتا کیوں ہے اکیلے پھرتا کیوں ہے۔ حالانکہ وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ط اور بھی کوئی نہیں بھیجا ہم نے نبی رسول مرسل آپ سے پہلے اے حبیب مکرم مگر وہ ہر رسول و مرسل نبی کھانا بھی کھاتے تھے اور بازاروں میں بھی آتے جاتے چلتے

پھرتے تھے یہ کفار مکہ اپنی تاریخوں میں سے پڑھ کر باپ دادا سے سن کر اس بات کو جانتے بھی ہیں اور ان انبیاء کو اپنا بزرگ مانتے بھی ہیں اسی عقیدت کی بناء پر ان کی فرضی تصویریں بنا کر کعبے کے اندر رکھی ہیں۔ مثلاً حضرت نوح، ابراہیم، اسماعیل، موسیٰ، عیسیٰ، مریم علیہم السلام۔ کفار مکہ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اپنے اپنے وقت میں یہ حضرات نبی رسول بن کر اپنی قوم میں آئے تھے کھاتے پیتے بھی تھے بازاروں میں چلتے لوگوں میں پھرتے روزی کماتے تھے۔ اس آیت پاک نے تا قیامت ہر انسان کو چار باتیں بتائیں: **اول** یہ کہ از حضرت آدم تا نبی کریم ﷺ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی طرز زندگی ایک جیسی تھی جن کو کفار زمانہ جانتے ہیں پھر آقا ﷺ کی طرز زندگی پر کفار مکہ کا اعتراض کرنا متعصبانہ حسد ہی ہے۔ **دوم** یہ کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی شخصیات، ذاتیات، اخلاقیات، بشریات اگرچہ بے مثل ہوتی ہیں مگر ظاہری رہائش طرزِ زندگی عام انسانی طریقے پر ہی ہوتی ہے اور یہ طرزِ حیات بھی انبیاء علیہم السلام کی عملی تبلیغ ہی ہوتی ہے جس کا مقصد تربیت امت ہے۔ قولی تبلیغ کا نام تعلیم دین اور عملی تبلیغ کا نام تربیتِ دین ہے۔ **سوم** یہ کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی یہ طرزِ زندگی فقط حاجت بشری ہی نہیں اور عام انسانوں کی طرح اضطراری نہیں بلکہ عملی نمونہ کے لئے اختیاری ہے اور بشری تقاضے پورے کرنے فرائض منصبی میں شامل غرضیکہ ہمارا کھانا پینا بازار میں چلنا پھرنا ہماری مجبوری ہے انبیاء کرام علیہم السلام پر فرض ہے تاکہ امت کو حلال وحرام کا پتہ لگ جائے عدل وظلم کی پہچان ہو جائے تاکہ کوئی بے ایمان کسی ایمان والے کو دھوکہ نہ دے سکے۔ **چہارم** یہ کہ انبیاء کرام علیہم السلام کا اس طرزِ زندگی کو اختیار فرمانا حکمت ربانی، مصلحت انسانی، حقیقی زندگانی بتانے کے لئے ہے۔ طرزِ نبوی کی حیات ہی زندگی کا اصل مقصد ہے۔ جن لوگوں نے تعلیم نبوی وتربیت رسالت سے ہٹ کر زندگی اختیار کی ان کی زندگی میں یا رہبانیت شیطانیہ کا فتور آ گیا یا دنیوی امیری وزیری شہنشاہیت کا غرور آ گیا مگر اللہ تعالیٰ کو نہ حیات رہبانی پسند ہے نہ حیات شہنشاہی پسند۔ زندگی کے یہ دونوں طریقے مقصد تخلیق کے خلاف ہیں کیونکہ ان دونوں طریقوں میں زمین کا فساد زمین والوں کی بربادی ہے۔ اس لئے انبیاء کرام علیہم السلام باوجود شان اعلیٰ اختیار بلند وبالا اور عرشیوں فرشیوں سے قوی وبے مثل ہونے کے غرباء میں گھلے ملے رہ کر کھاتے بھی ہیں تاکہ لوگوں کو کھانا آ جائے، بازار میں چلتے بھی ہیں تاکہ لوگوں کو بازار چلانے، دنیا بنانے، انسانیت چمکانے، عدل سجانے، ظلم مٹانے کا طریقہ آ جائے اور زمین سے رہبانیت کی شیطانی ترکِ دنیا کی ویرانی شاہی غرور کی بے ایمانی ختم ہو جائے انبیاء کرام علیہم السلام نہ کھانے کے محتاج نہ بازاروں میں تجارتوں کے حاجت مند مگر کفار اس حکمت الٰہی کو نہیں سمجھتے تھے۔ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ۗ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ۧ اور یہی قدرت حکمت مصلحت سمجھانے کے لئے انسانوں کو مختلف ومتعدد صنفوں نوعوں شعبوں قبیلوں حالتوں میں تقسیم کر کے ہم نے بعض کو بعض کے لئے فتنہ آزمائش وامتحان بنا دیا کہ کہیں کفر کی تقسیم، کہیں امیر غریب کی تفریق، کہیں نیک وبد، کہیں صدیق وزندیق، کہیں علماء جہلاء، کہیں ظالم وعادل، کہیں مظلوم ومغرور ہر بعض دوسرے بعض کے لئے اس دنیا میں امتحان اُخروی ہے۔ کفارِ مکہ کی اذیت نے صبر وبے صبری میں مسلمانوں کو چھانٹ دیا۔ نبی کریم ﷺ کی اختیاری مسکینیت بھی امتحان اہل ایمان ہے تاکہ بندہ سچی عقیدت سے ایمان لائے نہ کہ دولت کی نیت سے۔ امیر، غریب کے لئے فتنہ وآزمائش غریب امیر کے لئے غرضیکہ ہر چھوٹا بڑے کے لئے اور بڑا

چھوٹے کے لئے امتحان ہے کہ کون اپنی وقتی عارضی بلندی پر شکر کرتا ہے کون کفر وغرور اور کون اپنی عارضی پستی پر صبر کرتا ہے، کون بے صبری وشکوہ، کون تحمل وتوکل، کون رشک وحسد۔ اے بندو کیا تم غربت قلیل میں صبر جمیل کر سکتے ہو تا کہ اجر عظیم پاؤ جو انسان بلندی پر شکر، پستی پر صبر، موجود پر کفایت، معدوم پر کفالت نہیں کرتا وہ دونوں جہان میں ناکام ہے۔ سردارانِ مکہ کہتے تھے اگر ہم اب ایمان لائے تو پہلے مومنین سے پیچھے بیٹھیں گے یہ ہماری ذلت ہے یہ خیال فاسدان کے لئے ایمان کی رکاوٹ اور غرباء مومنین فتنۂ آزمائش بن گئے جس شخص کو اپنی حالت پر اطمینان نہ ہو تو ہر دوسرا اس کیلئے فتنہ ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام نے ایسی طرز حیات بتائی کہ اہل سعادت نے جان لیا کہ اسلام کسی دنیوی قوت سے ڈراتا نہیں بلکہ ہر غافل کو جگاتا ہے۔ تعلیم نبوی مثل چھلنی ہے جو کھوٹے کھرے کو علیحدہ کر دیتی ہے۔ اسلامی زندگی ایسی نہیں کہ ہر کھوٹا بدمعاش عیار وعیاش اس میں سما جائے اور اپنا مقام بنا جائے: ؎

یہ شہادت گہہ الفت میں قدم رکھنا ہے لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

یہاں تو اذیت کی لکیروں سے ظلم کی زنجیروں سے، آفات کی تقدیروں سے، غربت کی تصویروں سے، ہجرت کی تحریروں سے گزرنا پڑتا ہے۔ اَتَصۡبِرُوۡنَ بولو اے نبی کے غلامو کیا تم ان مرحلوں پر صبر کر سکو گے اور پھر دنیا نے دیکھا تاریخ نے دکھایا، مشاہدات نے بتایا اور اقوام عالم نے منوایا کہ بدر وحنین سے کوفہ وکربلا تک، فلسطین سے کشمیر تک صحابہ سے آج تک نبی ﷺ کے غلاموں نے آقا کے عاشق زاروں نے ظلم کی ہر زنجیر کو عشق کبریائی والفت مصطفائی کی قوت سے توڑا۔ بلال ویاسر سے لے کر آج کے غیور مسلمانوں تک اَتَصۡبِرُوۡنَ کے حکم ربانی سے کس نے منہ موڑا بلکہ ہمیشہ ہی سر کٹاتے ہیں تیرے نام پہ مردان جہاں۔ اگر نبوی زندگی شان وشوکت، دولت صولت والی ہوتی تو ہر نفس پرست دولت کا پجاری بیعت رسالت میں پیش پیش ہوتا اور پھر صادق وکاذب مخلص ومنافق کی چھان وپہچان نہ ہو سکتی اور اے محبوب آپ کا رب تعالیٰ اپنے بندوں کے ہر عمل پر بصیر ہے۔ صابروں کے صبر پر شاکروں کے شکر پر اس کی نگاہِ قدرت سے کچھ چھپا ہوا نہیں ہے وہ ظالم کو بھی دیکھتا ہے مظلوم کو بھی۔ فرار والے کو بھی برقرار والے کو بھی، نہ کوئی خدمت کے ثواب سے محروم نہ ظلمت کے عذاب سے مغرور۔

اختلافی اقوال

کَذَّبُوۡا کی قراءت میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قراءت کَذَّبُوۡا ہے باب تفعیل سے۔ ۲۔ بعض کی قراءت کَذَبُوۡا ہے بابِ ضرب سے۔ کَذَّبُوۡکُمۡ کی نحوی ترکیب میں تین قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا کَذَّبُوۡا کا فاعل باطل معبود کُمۡ کا مرجع کفار۔ ۲۔ بعض نے کہا فاعل کفار کُمۡ کا مرجع باطل معبود۔ ۳۔ بعض نے کہا کَذَّبُوۡا کا فاعل کفار کُمۡ کا مرجع مسلمان۔ بِمَا کے معنی میں دو قول۔ ۱۔ بعض نے کہا یہ مَا مصدریہ ہے ترجمہ ہے تمہارے کہنے کو جھٹلایا۔ ۲۔ بعض نے کہا یہ مَا موصولہ ہے ترجمہ ہے اس کو جو تَقُوۡلُوۡنَ کی قراءت میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قراءت تَقُوۡلُوۡنَ ہے۔ ۲۔ بعض کی قراءت یَقُوۡلُوۡنَ ہے۔ تَسۡتَطِیۡعُوۡنَ کی قراءت میں دو قول۔ ۱۔ اکثر کی قراءت یہی تَسۡتَطِیۡعُوۡنَ ہے۔ ۲۔ بعض کی قراءت یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ ہے صَرۡفًا کے معنی میں چار قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا عذاب پھیرنا یہی حقیقی معنی ہے۔ ۲۔ بعض نے کہا کوئی حیلہ بہانہ۔ ۳۔ بعض نے کہا فدیہ۔ ۴۔ بعض نے کہا اس کا معنی ہے

توبہ۔ سب قول درست ہیں کیونکہ قیامت میں کفار سے نہ عذاب پھرے نہ کوئی حیلہ بہانہ چلے نہ فدیہ قبول نہ توبہ۔ نَصۡرًا کی ترکیب میں دوقول۔ ۱۔ بعض نے کہا یہ حاصل مصدر ہے بمعنی مدد۔ ۲۔ بعض نے کہا یہ نَاصِرٌ کی جمع ہے بمعنی مدد کرنے والے۔ نُذِقۡ کی قرأت میں دوقول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت نُذِقۡ ہے۔ ۲۔ بعض کی یُذِقۡ ہے۔ اِلَّآ اِنَّهُمۡ کی قرأت میں دوقول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت اِنَّهُمۡ ہے کیونکہ ابتدا میں ہے اِلَّآ کی وجہ سے۔ ۲۔ بعض کی قرأت اَنَّهُمۡ ہے کیونکہ ابتدا میں نہیں یہاں مَنۡ محذوف ہے۔ اصل میں اِلَّآ مَنۡ اَنَّهُمۡ ہے یَمۡشُوۡنَ کی قرأت میں تین قول۔ ۱۔ اکثر کی قرأت یَمۡشُوۡنَ ہے۔ ۲۔ بعض کی یُمۡشُوۡنَ ہے۔ ۳۔ بعض کی قرأت یُمَشُّوۡنَ ہے باب تفعیل کا مجہول مضارع۔ بَعۡضَكُمۡ لِبَعۡضٍ کے معنی میں تین قول۔ ۱۔ اکثر نے فرمایا اس سے مراد تاقیامت ہر انسان۔ ۲۔ بعض نے کہا بَعۡضَكُمۡ سے کفار اور لِبَعۡضٍ سے انبیاء علیہم السلام مراد ہیں۔ ۳۔ کچھ نے کہا بَعۡضَكُمۡ سے امراء کفار اور لِبَعۡضٍ سے غرباء صحابہ مراد ہیں۔

فائدے

ان آیات سے چند فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ **پہلا فائدہ:** کفار دنیا میں کتنے ہی فریب کرلیں مگر انشاء اللہ تعالیٰ مسلمانوں کا بنیادی ایمانی نقصان نہیں کرسکتے۔ یہ فائدہ فَمَا تَسۡتَطِيۡعُوۡنَ صَرۡفًا کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا۔ جس نے بتایا کہ کفار ہزار ہا فریب کریں مگر مسلمان سے ہدایت دینوی ونجات اُخروی نہیں چھین سکتے۔ **دوسرا فائدہ:** اللہ تعالیٰ کو محنتی بندہ پسند ہے۔ سست کاہل غافل بندہ پسند نہیں۔ دیکھو اگرچہ اللہ تعالیٰ بلاوسیلہ ہر چیز دینے پر قادر ہے مگر بلاوسیلہ نہیں دیتا تاکہ طلب وکسب محنت مشقت میں بندے لگے رہیں کاہل نہ ہوجائیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جُعِلَ رِزۡقِيۡ تَحۡتَ ظِلِّ رُمۡحِيۡ۔ (بخاری شریف کتاب الجہاد عن ابن عمر رضی اللہ عنہما ومسند احمد) ترجمہ:۔ میرا رزق میری تلوار میں بنایا گیا یعنی جہاد وغنیمت میں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دریا پر عصا لگوایا تب دریا میں راستہ بنایا۔ حضرت مریم علیہا السلام سے هُزِّيۡ اِلَيۡكِ فرمایا تب کھجوریں جھڑیں حالانکہ کام سب قدرت الٰہی کے مگر وسیلہ ضروری یہ فائدہ وَيَمۡشُوۡنَ فِي الۡاَسۡوَاقِ سے حاصل ہوا۔ **تیسرا فائدہ:** اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بہتر جگہ مسجدیں ہیں اور سب سے بدتر مقام بازار ہیں چنانچہ مسلم شریف باب فضل جلوس مسجد بروایت حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمان نبوی ہے: اَحَبُّ الۡبِلَادِ اِلَى اللّٰهِ مَسَاجِدُهَا وَاَبۡغَضُ الۡبِلَادِ اِلَى اللّٰهِ اَسۡوَاقُهَا۔ یعنی سب میں بہتر شہر کی مسجدیں ہیں اور سب میں بدتر شہر کے بازار ہیں۔ لہٰذا بازار میں صرف ضرورۃً جاؤ۔ بلاوجہ وہاں محفلیں نہ سجاؤ۔ بازار اس لئے بدتر کہ وہاں شور دھوکہ جھوٹ قسمیں لڑائی، زقزق بک بک ہی رہتی ہے۔ حدیث میں بازار جانے کی دعا بتائی گئی کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحۡدَهٗ لَا شَرِيۡكَ لَهٗ لَهُ الۡمُلۡكُ وَلَهُ الۡحَمۡدُ يُحۡيِيۡ وَيُمِيۡتُ وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوۡتُ بِيَدِهِ الۡخَيۡرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيۡءٍ قَدِيۡرٌ۔ اس دعا سے لاکھ نیکیاں ملیں، لاکھ گناہ مٹیں، لاکھ درجے بلند ہوں اور جنت میں گھر بنے۔ یہ فائدہ وَيَمۡشُوۡنَ فِي الۡاَسۡوَاقِ سے حاصل ہوا یعنی بازاروں میں ضرورۃً چلنا جانا گزرنا جائز ہے اور سنت انبیاء ہے مگر بلاوجہ بیٹھنا ناجائز ہے۔

احکام القرآن

ان آیتوں سے چند فقہی مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔ **پہلا مسئلہ:** دنیا دار بلا و امتحان ہے ہر انسان قضا و قدر کے گھیرے میں مقید و محدود ہے۔ یہاں آزادی مت چاہو، ہر بندہ اپنی تقدیر کے پنجرے میں ہے کسی کا پنجرہ بڑا کسی کا چھوٹا کسی کا بلند کسی کا پست کوئی جتنا چاہے اچھلے کودے، بھاگے دوڑے، تیرے یا اُڑے رہے گا اپنے پنجرے میں ہی۔ حدودِ قسمت سے زیادہ نہ کوئی آزاد ہوسکتا ہے نہ کوئی آزادی دے سکتا ہے۔ پس چاہئے کہ ہر مسلمان مرد و عورت حدودِ شریعت میں ہی رہے۔ حد شرعی سے نکلنا آزادی نہیں آوارگی ہے۔ حدیث مقدس میں فرمان نبوی ہے کہ اے لوگو! امیروں عیاشوں اور دنیوی بلندیوں کو حسد و رشک ولالچ کی نگاہ سے نہ دیکھو بلکہ اپنے سے نیچوں کو دیکھو تاکہ شکر الٰہی کرو۔ ہر بچہ حقوق و رشتوں کے جال میں جکڑا ہوا پیدا ہوتا ہے اور پورے خاندان کو نئے رشتوں میں جکڑ لیتا ہے۔ یہ مسئلہ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً فرمانے سے مستنبط ہوا۔ **دوسرا مسئلہ:** ہر مسلمان پر ہر وقت شکر بھی واجب ہے صبر بھی مگر صبر کا درجہ شکر سے بڑا ہے اور عبادت صبر اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے اس لئے انبیاء کرام علیہم السلام اور صحابہ کرام پر پہلے عبادت صبر نازل فرمائی۔ یہ مسئلہ أَتَصْبِرُونَ کے حکم سوالی سے مستنبط ہوا۔ اس طرز بیانی سے صابر و صبر کی محبوبیت کا اشارہ ملتا ہے۔ **تیسرا مسئلہ:** کسی چیز کو اس کی اصل حیثیت و مقام سے ہٹا کر رکھنا ظلم ہے۔ ظلم کے حقیقی معنی یہی ہیں۔ ظلم کے اس تعارف سے ہر کفر، شرک، فسق ظلم ہے کیونکہ کفر میں اللہ رسول کی شان گھٹائی جاتی ہے۔ شرک میں مخلوق کی حیثیت سے زیادہ ناجائز شان بڑھائی جاتی ہے اور فاسق انسان مقصد حیات سے ہٹ کر اونچے یا نیچے کام کرتا ہے۔ یہ مسئلہ وَمَنْ يَظْلِمْ مِنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيرًا ﴿١٩﴾ سے مستنبط ہوا۔

اعتراضات

یہاں چند اعتراض کئے جاتے ہیں۔ **پہلا اعتراض:** یہاں فرمایا گیا مَنْ يَظْلِمْ۔ مَنْ موصولہ عمومیت کو چاہتا ہے یعنی جو بھی ظلم کرے اور سورۃ حجرات آیت ۱۱ میں ہے: وَمَنْ لَمْ يَتُبْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿١١﴾ اس عمومیت سے ثابت ہوا کہ فاسق بھی ظالم ہے۔ آگے ارشاد ہے: نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيرًا ﴿١٩﴾۔ یعنی ہر ظالم کو دائمی عذاب اور دائمی عذاب تو کافر کو۔ پس ثابت ہوا کہ فاسق بھی کافر ہے (معتزلی فرقہ) **جواب:** عذاب کبیر کا معنی دائمی عذاب نہیں بلکہ مراد ہے بڑا سخت عذاب یا بڑی لمبی مدت عذاب۔ آخرت کا ہر عذاب ہی بڑا ہے قبر میں ہو یا حشر میں یا جہنم میں دائمی ہو یا کچھ وقت ہر مجرم کو اس کے حصے کا جو بھی عذاب ملے گا وہ بڑا ہی ہوگا۔ فاسق کو عارضی کافر کو دائمی ہوگا۔ **دوسرا اعتراض:** یہاں فرمایا گیا وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً۔ یعنی دنیا میں بعض انسان بعض کے لئے آزمائش ہیں۔ غریب امیروں کے لئے امیر غریبوں کے لئے تاکہ امیر لوگ غریب کو دیکھ کر شکر کریں اور غریب لوگ امیروں کو دیکھ کر صبر کریں مگر یہاں صرف أَتَصْبِرُونَ فرمایا گیا۔ چاہئے تھا کہ أَتَشْكُرُونَ بھی فرمایا جاتا۔ **جواب:** تین وجہ سے صرف أَتَصْبِرُونَ فرمایا گیا۔ **پہلی وجہ** یہ کہ اس وقت امراء میں صرف کفار مراد ہیں کفار کو شکر کا حکم نہیں دیا جاتا۔ غرباء میں صرف مسلمان مراد ہیں۔ کفار کے ظلم زیادتیوں پر صرف

مسلمانوں کو ہی صبر کا حکم دیا جاسکتا ہے۔ **دوسری وجہ** یہ کہ صبر کرنا مشکل ہے شکر کرنا آسان ہے۔ اسی لئے سوالیہ انداز میں صبر کا حکم دے کر غریبوں کا حوصلہ بڑھایا گیا اسی کی ضرورت تھی۔ **تیسری وجہ** یہ کہ شکر کرنا ہر مسلمان کا اخلاقی فرض ہے اس کا حکم دینا ضروری نہیں نہ اس کے لئے حوصلہ بڑھایا جائے لیکن صبر اخلاقی فرض نہیں بلکہ ہمت جرأت کا عمل ہے اس لئے شکر نہ کرنے کا عذاب زیادہ ہے، صبر کرنے کا ثواب زیادہ ہے۔ ان وجوہ سے یہاں صرف اَتَصْبِرُوْنَ فرما کر غریبوں کی ہمت بڑھائی گئی۔

تفسیر صوفیانہ

از آیت ۱۶ تا آیت ۱۸۔ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ خٰلِدِيْنَ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْئُوْلًا ۝ اے وادی قدس کے مسافرو اپنی خواہشات کو چھوڑ دو لذات سے منہ موڑ لو شہوات کو توڑ دو دنیا میں آسیں نہ لگاؤ بلکہ مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ کو پانے کے لئے مرنے سے پہلے مر جاؤ وہی کامران ہیں جو اس مقام فنا پر پہنچ گئے اور انہی کے لئے آوازِ غیبی سے بشارت ہے کہ ان کے لئے منزل قرب میں شریعت، طریقت، حقیقت، معرفت کی چار ابدی نہریں ہیں اور ان کے لئے بقاء، لقا رضا کی وہ تمام نعمتیں ہیں جو وہ چاہیں۔ ان کا وعدہ مسئول ان کی طلب مقبول ان کی پسند محصول ہے اور وہ خود نظر منظور۔ ان کا نفس امارہ مقتول ہے۔ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰٓؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ ۝ اے دنیا کے کھیلوں میں مشغولو کیا تمہیں کبھی اس دن کی یاد بھی آتی ہے جس دن جمع فرمائے گا مالک جزا خالق سز انفوس و اہل نفوس کو اور ان کو بھی جن کو دنیا پرست اپنا خدا سمجھے بیٹھے تھے پھر پوچھے گا اس میدانِ قہر وفراق میں کہ کیا ان محروموں کو تم نے راہِ حق سے بھٹکایا وادی قہر میں گرایا یا یہ خود بھٹکے اور بھٹک کر گرے۔ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ وَكَانُوْا قَوْمًۢا بُوْرًا ۝ تب عرض کریں گے رہبران خیر و شر یا اللہ پاک ہے تو ہر عیب سے۔ عالم ناسوت میں ہمیں ہمت نہ تھی کہ ہم کسی بھی مرد و دِراہ کو ہمراہی منزل بناتے اور لیکن جب تو نے اپنے کرم سے ان کو اور ان کے اصول نفسانی کو عالم فانی کی نعمت حیات دولتِ لذات کے آرام عطا فرمائے تا کہ شکر بقا و فکر فنا کریں گے مگر بجائے فکر و شکر کے کفر غنا کیا یہاں تک کہ ذکرِ پروردگار، عبادتِ لیل ونہار اطاعت محبوب کردگار، اتباع نبی مختار کو بھی بھول گئے اور اہل معرفت سے دور۔ اہل شریعت سے نفور اہل بصیرت سے مغرور ہو کر بیابان فراق میں محروم اور ویرانہ شیاطین میں بُور ہو گئے تب یہ بدنصیب انوار سے محروم ظلمات میں معدوم رہیں گے ان کی محنت خراب ان سے نعمت نایاب ہو گئی۔

تفسیر صوفیانہ

از آیت ۱۹ تا ۲۰۔ فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ بِمَا تَقُوْلُوْنَ فَمَا تَسْتَطِيْعُوْنَ صَرْفًا وَّلَا نَصْرًا وَمَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا ۝ پس جھٹلا دیا اہل ظاہر نے بھی اہل عقل نے بھی تم سب اہل اشرار کو تمہاری ان شرارتوں بغاوتوں کی وجہ سے جو تم کرتے کہتے ہو۔ اے لوگو جس دنیا و اہل دنیا کی دوستیوں قرابتوں پر تم نے اعتماد کیا ان کے لئے حرام کمایا حرام ہی جمع کیا اور مر کر چھوڑ دیا۔ انہوں نے ہی تم سے بیر کمایا، تم کو چھوڑ دیا، تمہاری باتوں کو جھٹلا دیا اور مصائب دنیا میں ہی ذرا ساتھ نہ نبھایا حالانکہ تم

بے وقوفوں نے ان کو اپنا سمجھا ان پر بھروسہ کر کے اپنے کریم و رحیم خالق تعالیٰ کو بھلایا نہ کوئی تمہاری نَصرٌ کر سکا نہ کوئی تم سے صرف کر سکا نہ سزاءِ الٰہی کے مقابل اس کا نہ بیٹا نہ بیٹی تو تم بھی اے باغیانِ طریقت طاقت نہیں رکھتے عذاب کو کسی سے پھیرنے کی اور ثواب کو گھیرنے کی۔ فیصلہ تقدیر یہی ہے کہ جو بھی ظلم کرے گا عمل و قول سے یا بدن و اعضاء سے یا قلب و عقل سے اس دنیا میں تو ہم اس کو سعادت سے دوری ہدایت سے محرومی کا ایسا عذاب چکھائیں گے جو دنیا میں فراق کبیر ہے اور آخرت میں بلاء شہیر ہے۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ؕ مخلوق میں قانونِ ربانی جاری اور سنت رحمانی طاری ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے وجود میں شرکت ہے، بشریت میں فرقت ہے، عبدیت میں شرکت ہے، معرفت میں فرقت ہے مخلوقیت میں شرکت ہے محبوبیت میں فرقت ہے شریعت میں شرکت ہے حقیقت میں فرقت ہے ظاہر میں شرکت ہے باطن میں فرقت ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کا وجودِ ظاہری مخلوق جسمانی کی تربیت کے لئے ہے اور وجودِ باطنی مخلوقِ روحانی کی تربیت کے لئے ہے ذات نبوی اخلاق میں بشریت ہے کہ يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ ہے عادات میں آدمیت ہے کہ يَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ؕ ہے مگر اسرار میں ملکیت ہے کہ قبضہ کبریا میں ہے۔ کسی بھی حال میں مشاہدہ جمال سے یک لحہ جدائی نہیں ہوتی کسی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا مخلوق میں کوئی شخص آپ کی مثل ہے فرمایا جس کی نظر عبرت ہو، جس کی خاموشی فکرت ہو اور جس کی گفتگو ذکرت ہو وہ شخص میری مثل ہے۔ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ؕ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ۝ ۔ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ تقدیر کے سامنے تدبیر کو اہمیت نہ دے بلکہ ساکن و عاجز رہے۔ فقیری آئے یا امیری ملے اور ہر واردات و معاملات کو مولیٰ تعالیٰ کی طرف سے جانے اور صبر کرے۔ مولیٰ تعالیٰ ہر بندے کے ہر قال و حال و افعال پر بصیر و مطلع ہے۔ اگر وہ کسی بندے پر محنت ڈالتا ہے تو حکمت جمال سے اور مرادوں کو روکتا ہے تو قدرت کمال سے عارف عالم فتنہ ہے جاہل غافل کے لئے، محب قریب فتنہ ہے منکر بعید کے لئے۔ ایسے ہی اغنیاء دنیوی فتنہ ہیں فقراء اُخروی کے لئے غرضیکہ ہر انسان قہر و کراہت کے امتحان میں ہے۔ اے اہل حقائق کیا تم میرے امتحان میری آزمائشوں ابتلاؤں میں صبر جمیل کرو گے تا کہ تم کو اجر جزیل دیا جائے اور تم کو رویت انوار کا انعام دیا جائے عارفین حقیقت کو ہی مشاہدہ جمال و کشف کمال کی اذن و ہمت دی گئی ہے۔ اے بندو! رویت پر جبر کرو، عدم پر صبر کرو۔ جس نظر میں فتنہ ہو اس سے رک جاؤ کیونکہ طالب اضطرار میں ہوتا ہے۔ سالک اختیار میں اور دنیا میں موجودات بھی فتنہ ہیں مفقودات بھی معدومات بھی۔ اے بندو! دنیا میں کم ہمت لوگ صرف مرید بنتے ہیں لیکن باہمت مرید سے مراد بن جاتے ہیں۔ مراد کو بقا ہے مرید کو فنا ہے وہی کامیاب و صابر ہے جو دنیا میں مرادِ آخرت بن گیا۔ دنیا نفس ہے آخرت قلب ہے، نفس مغضوب ہے قلب مطلوب ہے، نفس برائیوں سے ملوث ہے قلب نیکیوں سے مطہر ہے، نفس پر عیش راحت ہے قلب پر فیض رحمت ہے، راحت میں نعمت ہے، رحمت میں برکت ہے، راحت دنیا طالب حق کے لئے فتنہ کبیر ہے۔ اے سالکین طریقت و طالبین حقیقت کیا تم راحت موجودہ کے ترک اور رحمتِ موعودہ کے انتظار پر صبر کرلو گے اور اے محبوب عرشی و مرشد فرشی تیرا رب ازل قدیم سے ہر حال پر بصیر اور ہر قال پر خبیر ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ بصیر وہ ہے جس کا مشاہدہ فَوقَ الْوَرٰی ہو اور جس کی رویت تحتَ الثَّرٰی ہو اور پاک ہو

شکل ورنگ سے کیونکہ یہ سب تغیرات حادث ہیں مگر بصیر ہونا صفت قدیم ہے اس لئے خالق بصیر ہے، مخلوق مبصر ہے، بصیر لطیف ہے، مبصر ضعیف ہے، بصیر قاہر ہے مبصر قاصر ہے، بصیر قریب ہے مبصر دور ہے، بصیر وہ جو حقیقت کو جانے، مبصر وہ جو حقیقت کو مانے۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب۔ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ وَنُوْرِ عَرْشِهٖ وَزِیْنَةِ فَرْشِهٖ وَقَاسِمِ رِزْقِهٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ وَبَارَکَ وَسَلَّمْ۔

بحمدہٖ تعالٰی یہ سیپارہ اٹھارواں مؤرخہ ۱۹۹۹ء/۱۱/۷ بروز اتوار ۲۸ ربیع الاول ۱۴۲۰ھ کو شروع ہو کر آج مؤرخہ ۳۰/ جنوری 2002ء بروز بدھ بمطابق ۱۶/ذیقعد ۱۴۲۲ھ پورے دو سال دو ماہ ۲۱ دن میں نظر ثانی کے ساتھ مکمل تصنیف ہوا۔

تصنیفات صاحبزادہ مفتی اقتدار احمد خان نعیمی قادری بدایونی

خلف الرشید حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی قادری بدایونی

کتاب	تعارف
تفسیر نعیمی پارہ ۱۲ تا ۱۹	تفسیر القرآن
العطایا الاحمدیہ فی فتاویٰ نعیمیہ	فقہ حنفی کا مدلل ترین فتاویٰ (۵ جلد)
خطبات نعیمیہ	جمعہ و عیدین و دیگر خطبات مع ضروری مسائل
نظریات اقبال	علامہ اقبال پر تنقید اور انکی فکری غلطیوں کی نشاندہی
درودِ تاج پر اعتراضات و جوابات	درود تاج پر نجدیوں کے اعتراضات کا مسکت جواب
راہ جنت بجواب راہِ سنت	سرفراز خاں گکھڑوی کی کتاب "راہ سنت" منہ توڑ جواب
از بلا (اردو ، انگریزی)	ردّ عیسائیت میں لاجواب کتاب (بطرز ناول)
المصادر العربیہ	۴۰۰۰ عربی مصادر کا خزانہ مع مشتقات و نحوی اصولوں کی وضاحت
تنقیدات اعلیٰ مطبوعات	مشہور اور مستند کتابوں میں چند ایسی غلطیوں کی نشاندہی کی گئی ہے جو کتابت کی غلطیوں، تصحیح کنندگان کی چشم پوشی، بعد کی ملاوٹ یا بعض جگہ خود مولف غلط فہمی کی وجہ سے انتہائی شدید قسم کی غلطیاں ہو گئیں ہیں جن کی وجہ سے عوام الناس کو سخت غلط فہمی یا گمراہی پھیلنے کا خدشہ ہے۔